ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یقین گناہ سے بچاتا اور ہر ایک دکھ کو سہل کر دیتا ہے

اے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کیلئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اُس وقت تمہیں پیدا ہو گی اور اُسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔ شائد تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اسکے لوازم حاصل نہیں۔ وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہیئے۔ تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہیئے۔ خود سوچ لو کہ جسکو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جس کو یقین ہے کہ اسکے کھانے میں زہر ہے وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اسکا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کی طرف اُٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے۔ گناہ یقین پر غالب نہیں آ سکتا اور جبکہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان اُن پر چڑھ نہیں سکتا ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا یقین دکھ اٹھانے کی قوت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتار دیتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے یقین ہر ایک دکھ کو سہل کر دیتا ہے یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ (کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور علالت میں مصروف ہیں جلسہ سالانہ کے بعد چند روز سے حضرت ممدوح کا مزاج قدرے ناساز ہو گیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آرام ہے۔

— نہایت مسرت کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے محترم رکن جناب مرزا احمد دین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر جاکے ضلع سیالکوٹ کے صاحبزادہ ماسٹر مرزا محمود احمد صاحب بی اے بی ٹی کی شادی ۳۰ دسمبر کو جناب مستری فضل دین صاحب سیالکوٹی کی صاحبزادی کیساتھ ہوئی۔ اس تقریب سعید کی خوشی میں مرزا صاحب موصوف نے مبلغ آٹھ روپے اور مستری صاحب موصوف نے مبلغ تین روپے اشاعت اسلام فنڈ میں دیئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ ہم دلی مبارکباد عرض کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے بابرکت بنائے۔ آمین ثم آمین

— راجہ عبدالمجید صاحب احمدیہ بلڈنگس کے گھر اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں راجہ صاحب کے والد محترم منشی محمد بخش صاحب نے مبلغ ۱ روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو صحت و مسرت کے ساتھ عمر دراز دے اور خادم دین بنا لے۔ آمین ثم آمین۔

— انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر درج اخبار کی جاتی ہے کہ ہمارے محترم دوست جناب خان محمد صاحب سیال سب انسپکٹر پولیس پنشنر احمدیہ بلڈنگس کی اہلیہ محترمہ گذشتہ ہفتہ شدید علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک خاتون تھیں اس صدمہ میں ہمیں جناب خان محمد صاحب اور انکے معزز خاندان کے جملہ افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۲۹ دسمبر کو بعد نماز جمعہ مرکز میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دیگر جنازہ میں کثرت سے...

احمدیت اور بابیت و بہائیت

قادیانیت اور بہائیت کی بعض امور میں مشابہت

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی)

بعض لوگ جو اصل حقیقت سے بےخبر ہیں کہتے ہیں کہ احمدیت اور بہائیت کا باہمی تعلق اصل اور ظل کی طرح ہے۔ یا یہ کہ بابیت اور بہائیت کی احمدیت ایک نقل ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بہائیت اور احمدیت دو ضدیں ہیں۔

بابیوں اور بہائیوں کا مذہب

بابیوں اور بہائیوں کا تو یہ مذہب ہے کہ "اسلام" کا دور ختم ہو چکا۔ نبوت محمدی کا زمانہ ۱۲۶۰ھ تک تھا اور وہ علی محمد باب کے آنے کے ساتھ ہی ختم ہو چکا۔ قرآن کا دور جاتا رہا اور باب کی کتاب "البیان" نے قرآن کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

احمدیت کے عقائد

اس کے خلاف احمدیت یہ ہے کہ "اسلام" زندہ مذہب ہے جو قیامت تک جاری رہے گا اور اب بجز نبوت محمدیہ کے سب نبوتیں ختم ہو چکیں اور نبوت محمدیہ زندہ نبوت ہے جس کے اثر سے موسٰے و عیسٰے علیہما السلام جیسے کامل اور باخدا انسان اسلام میں پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اور قرآن وہ کامل کتاب الٰہی ہے۔ جس کی پیروی سے انسان منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور ان تمام نعمتوں سے متمتع ہو جاتا ہے۔ جن سے پہلے تمام انبیاء و اولیاء نے حصہ پایا۔ بلکہ قرآن مجید کی سچی پیروی اور آنحضرت صلعم کی کامل اتباع سے انسان اس سے بڑھ کر انعامات الٰہیہ اور افضال ربانیہ سے حصہ پاتا ہے جو پہلے لوگوں پر ہوئے۔ گویا احمدیت ضد ہے بابیت کی۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے۔

پہلی مماثلت

ہاں مجھے یہ اعتراف ہے کہ موجودہ قادیانیت ضرور بابیوں کے مذہب کے ساتھ بعض اہم امور میں مشابہت رکھتی ہے مثلاً بابی اور بہائی بظاہر ختم نبوت کے قائل ہیں۔ مگر در اصل منکر ختم نبوت ہیں۔ اسی طرح غالی قادیانی بھی کہنے کو تو ختم نبوت کے قائل ہیں۔ مگر در اصل منکر ختم نبوت ہیں۔ بابیوں اور بہائیوں کے نزدیک ختم نبوت کا یہ منشا ہے کہ جس طرح تورات کی تجدید کے لئے بنی اسرائیل میں دو ہزار برس تک پے در پے انبیا آتے رہے جو مروج شریعت موسوی تھے۔ اس قسم کے نبی اب نہیں آسکتے۔ بلکہ اس قسم کی نبوت کا جو مدعی امت محمدیہ میں ہو وہ جھوٹا ہے۔ البتہ صاحب شریعت جدید کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں اور باب صاحب کتاب جدید مامور الٰہی تھا۔ غالی قادیانی کہتے ہیں کہ ختم نبوت کا یہ منشا ہے کہ اب صاحب شریعت جدید نبی تو نہیں آسکتا۔ مگر موسٰے کے بعد آنے والے مروج شریعت موسوی انبیاء کی طرح کے نبی آتے رہیں گے۔ اور حضرت مرزا صاحب اس قسم کے ایک عظیم الشان نبی ہیں۔ مگر در اصل یہ دونوں خیال باطل ہیں حضرت مسیح موعود جو حکم و عدل ہیں انہوں نے فرمایا کہ ختم نبوت کے معنی سمجھنے میں ان دونوں کو غلطی لگی ہے۔ نہ تو اب شریعت والا نبی آسکتا ہے اور نہ بلا شریعت نبی آسکتا ہے اور یہ بھی فرمایا۔ کہ نہ نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا اور یہ کہ ظلی نبوت در اصل فیض محمدی سے وحی پانے کا نام ہے اور یہ در اصل نبوت نہیں بلکہ ولایت محمدی کا دوسرا نام ہے۔

دوسری مماثلت

آیت میثاق النبیین جو ختم نبوت کا دوسرے پیرائے میں واضح بیان ہے جس کی رو سے آنحضرت صلعم آخری رسول ہیں جن کے آنے کی خبر کل انبیاء نے دی تھی اور اپنی امتوں کو آپ پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا۔ اس میثاق النبیین کا مصداق بہائیوں کے نزدیک تو ان کا معبود مرزا حسین علی المعروف بہاء اللہ ہے اور غالی قادیانیوں کے نزدیک اس میثاق النبیین کا موعود رسول حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ہیں۔

حکم و عدل حضرت مسیح موعود نے غالی قادیانیوں اور بہائیوں کے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے اور دلائل یقینیہ سے آنحضرت صلعم کو ہی کل انبیاء کا موعود نبی ٹھہرایا ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سب نبی اپنے اپنے رنگ میں نبی آخر الزمان محمد صلعم کی خبر دیتے آئے۔ یہاں تک کہ جب آنحضرت صلعم سے قبل سلسلہ موسوی کا آخری نبی حضرت عیسٰے تشریف لائے تو آپ نے آنحضرت صلعم کا نام لیکر بتا دیا کہ کل انبیاء کا موعود نبی اب میرے بعد بلا فصل آنے والا ہے اور اس کا نام "احمد" ہے۔

تیسری مماثلت

بہائیوں اور غالی قادیانیوں میں تیسری زبردست مشابہت یہ ہے کہ دونوں اپنے ماسوا تمام مسلمانوں کو جو اپنے اس نبی آخر الزماں کی لائی ہوئی توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ کافر قرار دیتے ہیں۔ بہائی تو کھلے بندوں یہ کہتے ہیں کہ باب کی آمد کے ساتھ جس نے اسے مانا وہ خدا کے نزدیک مومن۔ اور جس نے نہ مانا خواہ وہ باخبر ہو یا بےخبر وہ کافر ہے۔ اور غالی قادیانی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود ان دونوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے۔ وہ خود حدیث نبوی کے مطابق اپنے ہی کفر پر مہر کرنے والا ہے۔

چوتھی مماثلت

پھر ایک اشد مشابہت یہ ہے کہ جس طرح بہائی لوگ بہاء اللہ کے بیٹے عبد البہا کو خدا کا ایجنٹ اور مختار کلی مانتے ہیں اور خود عبد البہا نے اس مقام کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ اس کے فارم بیعت سے ظاہر ہے میں اس فارم بیعت کو عنقریب اخبار میں نقل کرونگا۔ انشاء اللہ۔ اسی طرح غالی قادیانی بھی میاں محمود احمد صاحب کو محض حضرت اقدس کا جسمانی بیٹا ہونے کے باعث خدا کا خلیفہ اور مصلح الموعود قرار دیتے ہیں اور جناب میاں صاحب بڑے انداز سے فرماتے ہیں کہ

"میں خدا کا ایجنٹ ہوں"

عبد البہا نے بہائی مذہب کو جو پہلے ہی بگڑا ہوا مذہب تھا۔ بری طرح سے بگاڑا ہے۔ اسی طرح میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے پاکیزہ خالص اسلامی مذہب کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے جس پر احمدی جماعت کا لٹریچر گواہ ہے۔

پانچویں مماثلت

بہاء اللہ صاحب نے اپنے مذہب کے مختلف شعبوں کی نگرانی کے لئے ایک بیت العدل (؟) بنانے کا حکم دیا۔ مگر خدا کی حکمت اور زبردست قدرت کی گردش نے بیت العدل کو قائم ہی نہ ہونے دیا اور بیت العدل کے کل اختیارات کو عبد البہا نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کے نظم و نسق کے لئے اپنی زندگی میں ایک انجمن بنائی اور اسے اپنا جانشین قرار دیا۔ مگر میاں محمود احمد صاحب نے اس انجمن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کل اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ سلسلہ احمدیہ ایک سچا سلسلہ ہے۔ اس لئے مسیح موعود کی روحانی اولاد نے اس انجمن کو از سر نو مدینۃ المسیح میں قائم کر لیا اور خدا کے فضل سے مسیح موعود کی اس شاخ سے خدمت اسلام کا کام بہت بہتر طریق پر ہو رہا ہے۔

چھٹی مماثلت

جس طرح بہائیوں نے اسلام کو منسوخ اور قرآن کو (نعوذ باللہ) بیکار قرار دیا ہے اسی طرح غالی قادیانیوں کے سرگروہ میاں محمود احمد صاحب نے بھی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو عملاً منسوخ قرار دیا ہے اور بلا ماننے مسیح موعود کے قرآن کو ہدایت دینے والی کتاب کی بجائے گمراہ کرنے والی کتاب قرار دیا ہے۔

ساتویں مماثلت

بابی اور بہائی تو باب اور بہاء اللہ کو صاحب شریعت جدید کھلے طور پر مانتے ہیں۔ مگر غالی قادیانی بھی اس پہلو میں کچھ کمی نہیں کرتے ان میں سے بعض تو صاف کہتے ہیں کہ شریعت کیا ہوتی ہے جس نے اپنی وحی سے چند اوامر و نواہی بیان کئے وہی صاحب شریعت ہے اور ان معنوں میں حضرت مرزا صاحب بھی ان کے نزدیک صاحب شریعت ہیں اور خدا کے لاڈلے خلیفہ صاحب نے تو کھلے طور پر یہ اصول ہی بتا دیا ہے کہ ہر نبی صاحب شریعت ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی کو بغیر شریعت نبی کہتے ہیں تو اس سے صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ ورنہ ہر نبی شریعت لاتا ہے۔ اور مسیح موعود بھی نبی تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

نوٹ: یہ مماثلتیں تو اور بھی بہت سی ہیں۔ مگر میں سر دست اسی قدر بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔

بابی اور بہائی مذہب

اس قدر (تمہیدی) بیان کے بعد میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ بابیت اور بہائیت کی حقیقت کیا ہے تاکہ اس کے مقابل احمدیت کی حقیقت واضح ہو جائے۔ احمدیت چونکہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے اور تمام احمدی خوب واقف ہیں اس لئے مجھے احمدیت کے متعلق کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن باب اور بہاء کا مذہب ایک پوشیدہ امر ہے جس کی اصل حقیقت کو بہت سے بہائی بھی نہیں جانتے۔ اس لئے میں آئندہ قسط میں اس پر کچھ عرض کرونگا۔

(باقی آئندہ)

احبابِ قادیان سے اپیل [1]

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ)

برادرانِ مکرم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ہماری جماعت کو قادیان سے علیحدہ ہوئے پچیس۲۵ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ ہمارے عقائد کے متعلق آپ کی کچھ رائے ہو لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہم نے اس سارے عرصہ میں صرف ایک ہی کام پر اپنی توجہ کو مرکوز رکھا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تڑپ اور ہمارا کام

اور وہی کام کرتے رہے ہیں جس کی تڑپ حضرت مسیح موعود کے دل میں تھی۔ یعنی قرآن کریم کو بذریعہ تراجم اور تعلیم اسلام کو کتابوں اور رسالوں کے ذریعہ دنیا میں اور بالخصوص یورپ میں پھیلانا تاکہ مغرب سے طلوع آفتاب کی پیشگوئی پوری ہو۔ یعنی آفتاب اسلام کی ضیاباری جس طرح سے پہلے مشرق میں ہوتی رہی ہے اب مغرب میں بھی ہو۔ اور وہ دجال جو اسلام کو مٹانے کی کوشش کرتا رہا ہے اسلام کی غلامی میں داخل ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کے چند ارشادات

حضرت مسیح موعودؑ دعویٰ مسیحیت کے ساتھ ہی فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت اور کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵)

"اس نازک وقت میں ایک شخص خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُٹھا اور چاہتا ہے کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ تمام دُنیا پر ظاہر کرے اور اُس کی راہیں مغربی ملکوں پر کھولے لیکن قوم اس کی امداد سے دستکش ہے۔ اور سوء ظن اور دنیا پرستی کی راہ سے مطلق قطع تعلقات کرکے چپ چاپ بیٹھی ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۹)

"ایسے سفیر اگر یورپ اور امریکہ جائیں تو کس کام کو انجام دیں گے اور مشکلات پیش کردہ کا کیا حل کریں گے۔ اور ممکن ہے کہ اُن کے جاہلانہ جوابات کا اثر معکوس ہو۔۔۔۔ سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر اُن کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے" (ازالہ اوہام ۷۷۳)

ہماری جماعت کی پچیس۲۵ سالہ کارگذاری

یہی حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تڑپ جس کا اظہار آپ نے دعوئے مسیحیت کے ساتھ ہی کیا۔ اب آپ غور کرلیں کہ ذیل کا کام جو ہماری جماعت نے پچیس۲۵ سال کے عرصہ میں کیا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تڑپ کو پورا کیا ہے یا نہ اور وہی کام کیا ہے یا نہ جو آپ کرنا چاہتے تھے۔ اور جس کے لئے مسلمانوں کو بلاتے تھے اور ان کی غفلت اور بیدردگیوں پر افسوس کرتے تھے کہ کیوں وہ آپ کے ساتھ مل کر کام کو انجام نہیں دیتے

(۱) قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو اب تک ۲۵۰۰۰ ہزار کی تعداد میں چھپ چکا ہے۔ اور جس کی دس ہزار کاپی یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں کو اور دوسرے لوگوں کو مفت پہنچائی گئی ہے۔

(۲) قرآن شریف کا ڈچ زبان میں ترجمہ کیا جس کی پانچ ہزار کاپی چھپ چکی ہے۔ اور جس میں سے بہت سی کاپیاں بڑے بڑے ہالینڈ کے رہنے والوں کو بھجوائی گئی ہیں۔ اب اس کی دوسری ایڈیشن تیار ہے۔

(۳) جرمن زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا جس کی تین ہزار کاپی چھپ چکی ہے۔ اس میں سے دو ہزار کاپی مفت اشاعت کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔

(۴) "ریلیجن آف اسلام" جیسی ضخیم اور جامع کتاب تعلیمات اسلامی پر شائع کی گئی ہے جس کی تعریف میں بڑے بڑے مسلمان اہل علم رطب اللسان ہیں اور جس کے متعلق مرحوم مسٹر محمد مارما ڈیوک پکتھال نے یہ اعتراف کیا ہے کہ علوم اسلامی کی تجدید کا جو کام اس کتاب کے ذریعہ سے ہوا ہے وہ نہ صرف بےنظیر ہے بلکہ اس وقت اس کی ضرورت علاوہ غیر مسلموں کے خود ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو بھی بہت تھی [1]

(۵) آنحضرت صلعم کی سیرت پر ایک مبسوط اور ایک مختصر کتاب لکھی جو ان دونوں کا چھ یورپین اور گیارہ ایشیائی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور صرف انگریزی کی پندرہ ہزار کے قریب کاپی مفت یورپ، امریکہ اور ہندوستان میں تقسیم ہو چکی ہے۔

(۶) تعلیم اسلام پر رسائل کا ترجمہ تیس۳۰ زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اور صرف ایک رسالہ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" کی پچاس ہزار سے زیادہ کاپیاں نکل چکی ہیں جن میں سے بیشتر حصہ مفت تقسیم ہوا ہے۔

اس قیمتی لٹریچر کے علاوہ تین مشن یورپ میں قائم ہیں۔ اور اسی پچیس سال کے عرصہ میں دو ہائی سکول بھی قائم کئے گئے ہیں۔ دونوں کے ساتھ بورڈنگ ہوس بھی ہیں۔ اور ان سب کی عمارتیں اسی جماعت کے خرچ سے تیار ہوئی ہیں۔

ہم حضرت مسیح موعودؑ کی شاخ اور آپ کے دامن سے وابستہ ہیں

آپ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم نے مسیح موعودؑ کا دامن چھوڑ دیا ہے اگر یہ درست ہوتا تو ہمارے ہاتھوں سے اس قدر خدمت اسلام کا وہ کام کس طرح سرانجام پاتا۔ جس کی تڑپ خود حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھی۔ اور اگر حضرت مسیح موعودؑ کو چھوڑ کر بھی کوئی جماعت تبلیغ اسلام کا اتنا بڑا کام کر سکتی ہے تو پھر مسیح موعود کے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ مسلمان جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق پیدا نہیں کیا تبلیغ اسلام اور قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے کام سے الا ماشاءاللہ اس قدر دور نکل گئے ہیں کہ ان کے دلوں میں اس کا احساس بھی پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری جماعت کا تبلیغ دین کا یہ عظیم الشان کام ہی صاف بتاتا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ آپ ہی کی شاخ ہیں اور آپ ہی میں داخل ہیں۔ ان لفظوں پر پھر غور کریں:۔

"یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

قادیانی دوست غور کریں!

پس میرے دوستو! خدا کے کام کو رد نہ کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اندر کوئی قابلیت نہ تھی۔ ہمارے پاس سامان بھی کوئی نہ تھا۔ قادیان سے جب ہم نکلے تو صرف غم سے بھرے ہوئے دل ساتھ تھے اور ہاتھ خالی تھے ہاں قرآن شریف کا نامکمل ترجمہ ساتھ تھا۔ اور یہ ایمان ساتھ تھا کہ اسلام کا غلبہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے پیرووں کے ہاتھ پر مقدر ہے۔ اور یہ فیصلہ کرکے نکلے تھے کہ خواہ پانچ آدمی ہی رہیں لیکن کام وہی کریں گے جس کی تڑپ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھی۔

اختلاف کے بعد ہماری بے سروسامانی اور بتدریج ترقی

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابتدا میں ہماری جماعت ۹۸ فیصدی تھی اور قادیان میں صرف ۲ فیصدی رہ گئے تھے وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ کیا دو۲ فیصدی جماعت سے خلافت قائم ہو گئی تھی خلافت کی دلیل تو یہی دی جاتی تھی کہ چار پانچ آدمیوں کے سوا ساری جماعت متفق ہے۔ اگر ۹۸ فیصدی ہمارے ساتھ تھے اور ۲ فیصدی خلافت کے ساتھ تو اس خلافت کے بطلان کی اور کوئی دلیل ہی درکار نہ تھی۔ امر واقع یہ ہے کہ ڈیڑھ ماہ تک تو ہم نے اپنی علیحدہ جماعت کی بنیاد بھی نہ رکھی تھی۔ ۱۴ مارچ کو اختلاف ہوا اور ۲۳ مئی کو ہم نے لاہور میں اپنی جماعت کی بنیاد رکھی۔ جماعت انجمن کی پہلی روئداد موجود ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ صرف تیرہ۱۳ مقام پر ہی ہماری شاخیں تھیں اور پہلے سال کا چندہ صرف سات ہزار روپے تھا۔

پچیس۲۵ سال میں ہماری جماعت کی ترقی

بیشک آپ کی جماعت نے بہت ترقی کی ہے۔ مگر ہماری جماعت نے اپنی تعداد کی نسبت سے کسی طرح آپ سے کم ترقی نہیں کی۔ اس وقت سو کے قریب ہماری شاخیں ہیں اور سات ہزار سالانہ آمد سے ترقی کرکے ہم دو لاکھ روپے پر پہنچے ہوئے ہیں اور اس وقت خدا کے فضل سے جماعت کے پاس پانچ لاکھ کے قریب مستقل سرمایہ ہے جو زمین کی صورت میں اور جوبلی فنڈ اور وصایا فنڈ کی صورت میں ہے اور کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ دس لاکھ سے اُوپر ہے۔

جماعت قادیان نے اس عرصہ میں کیا کام کیا

آپ کو بیشک خوشی ہے کہ آپ کی جماعت بہت بڑی ہے لیکن ہمیں یہ خوشی ہے کہ ہماری چھوٹی سی جماعت سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لیا۔ جماعت کے بڑا ہونے کا کیا فائدہ اگر کام بڑا نہ ہو یوں تو چالیس کروڑ مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ جگہ جگہ گدیاں اور پیروں کے لئے قربانیاں بھی اعلیٰ درجہ کی کی جاتی ہیں دسراغا خان کے مرید اپنی آمدنیوں کا دسواں حصہ ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

---

[1] مسٹر پکتھال "اسلامک کلچر" اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶۵۹ تا ۶۶۲ میں "ریلیجن آف اسلام" کے ریویو کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:۔

"غالباً کوئی شخص زندہ اس وقت ایسا موجود نہیں جس نے اس سے زیادہ لمبے عرصے پر ممتد یا اس سے زیادہ قیمتی تجدید اسلام کی خدمت کی ہو جو مولانا محمد علی آف لاہور نے کی ہے۔ یہ کتاب ان کا بہترین کام ہے۔۔۔۔ یہ اسلام کا بیان اس شخص کے قلم سے ہے جو قرآن اور سنت نبوی سے بخوبی واقف ہے جس کے دماغ پر مسلمانوں کی گذشتہ پانچ صدیوں کے انحطاط کا بوجھ ہے اور جس کے دل میں احیائے قوم کی وہ امید ہے جس کے نشان اب ہر طرف دیکھے جا سکتے ہیں۔۔۔ ایسی کتاب کی اس زمانے میں بڑی سخت ضرورت تھی جب بہت سے مسلمان ملکوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اسلام کی تجدید اور اصلاح چاہتے ہیں صرف اس علم کے نہ ہونے کی وجہ سے غلطیاں کر رہے ہیں"۔

[1] یہ مضمون جلسہ سالانہ سے قبل ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

سوال تو صرف یہ ہے کہ کثرت اور نظام اور قربانیاں یہ سب چیزیں ملا کر نتیجہ کیا ہے؟ آخر کام تو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے سامنے یہی رکھا تھا کہ قرآن کریم کو دنیا میں پہنچائیں یہ صحیح تعلیم اسلام کو دنیا میں پہنچائیں۔ وہ کام آپ کی کثیر اور منظم بڑی بڑی قربانیاں کرنیوالی جماعت نے کس قدر کیا؟ اس جماعت نے جسے یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہی مسیح موعودؑ کی اصل جانشین ہے۔ اگر آپ کی جماعت کی تعداد ہم سے پچاس گنا ہو اور آپکا نظام بھی ہم سے اچھا ہو اور قربانیاں بھی زیادہ ہوں اور مسیح موعود کے جانشین بھی آپ ہی ہوں جیسا کہ آپ کی طرف سے بار بار دعویٰ ہوتا رہتا ہے تو ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چاہئے یہ تھا کہ آپ کا وہ کام جسے حضرت مسیح موعود کی جانشینی کا اصلی کام قرار دیا جا سکتا ہے یعنی قرآن کریم اور صحیح تعلیم اسلام کا دنیا میں پہنچانا کم سے کم ہم سے پچاس گنا تو ہوتا۔ ہم نے تین زبانوں میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا آپ کی طرف سے ڈیڑھ سو زبانوں میں ہو جاتا۔ ہم نے پچاس ہزار کے قریب کاپی قرآن شریف کی مختلف زبانوں میں پھیلائی آپکی طرف سے پچیس لاکھ کاپی نکل چکی ہوتی۔ ہم نے بارہ ہزار کے قریب کاپی قرآن شریف کے تراجم کی دنیا میں مفت پہنچائی۔ آپ کی طرف سے چھ لاکھ پہنچ چکی ہوتی۔ ہم نے سیرت نبویؐ کے ترجمے ستر زبانوں میں کئے۔ آپ دو چار سو ہی میں کر دیئے ہوتے۔ ہم نے تعلیم اسلام کا ترجمہ بیس زبانوں میں پھیلایا آپ نے ہزار ڈیڑھ ہزار میں پھیلا دیا ہوتا اور اگر یہ کیا ہوتا تو آج احمدیت کی کس قدر عزت دنیا میں ہوتی۔ اس عظیم الشان کام سے اگر ایک طرف غیر مسلم دنیا میں اسلام کی فتوحات کا چرچا ہوتا تو دوسری طرف یقیناً دنیائے اسلام سے احمدیت کی مخالفت اُٹھ گئی ہوتی۔

جماعت ربوہ کی محرومیٔ عمل اور اس کی وجہ

مگر آپنے یہ کام کس حد تک کیا آپ خود سوچ لیں۔ سو ڈیڑھ سو زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے اور پچیس لاکھ کاپی کو تو ایکطرف رہنے دیں ایک انگریزی ترجمہ جس کو اس قدر زور و شور سے شروع کیا گیا تھا وہ بھی آپکے پچیس سال میں پورا نہ ہو سکا۔ پھر اچھی طرح سوچ لیں کہ حضرت مسیح موعود کا یہی کام تھا یا نہ۔ خود آپؑ نے دعویٰ مسیحیت کے ساتھ ہی اپنا کام یہ بتایا تھا یا نہ کہ قرآن کریم کا ترجمہ کر کے دنیا میں پہنچائیں اور تعلیم اسلام پر اعلیٰ درجہ کی کتابیں اور رسالے لکھ کر ان کو دنیا کے مختلف ممالک میں اور بالخصوص یورپ اور امریکہ میں شائع کریں۔ اور پھر اچھی طرح غور کریں۔ اپنی جماعت کے بزرگوں سے دریافت کریں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا کام آپ کی جماعت کے ہاتھ سے کیونکر سرانجام نہ پا سکا اور اس کام کو اس جماعت نے کس طرح کر دکھایا جسکی تعداد کو "ڈھائی ٹوٹیاں" تے "فتو باغبان" کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے آپ حضرت مسیح موعود سے منحرف قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ بھی دریافت کریں کہ کیا اسی کام کو حضرت مسیح موعود کا اصلی کام سمجھ کر اختلاف کے ساتھ ہی ایک نئے ترجمہ قرآن کی بنیاد رکھی گئی تھی یا نہ اور اس کے متعلق یہ اعلان کیا گیا تھا یا نہ کہ ایک پارہ ماہوار شائع ہوا کرے گا اور پھر ایک اور امر بھی دریافت کریں کہ پہلا پارہ جس کو شائع ہوئے پچیس سال گذر گئے کس قدر تعداد میں شائع ہوا اور کس قدر ہندوؤں میں بند پڑا ہے اور کس قدر مفت تقسیم ہوا اور اس کے بعد پھر باقی پارہ شائع کرنیکا عزم کہاں گیا اور کس اولوالعزمی پر نثار کر دیا گیا۔ اور یہ بھی دریافت کریں کہ مولوی شیر علی صاحب جو اس ترجمہ کو مکمل کر کے ولایت نظرثانی کے لئے لے گئے تھے اور وہ تین سال وہاں رہے بھی وہ نظرثانی کیوں نہ ہوئی اور اگر ہوئی تو مطبع میں وہ مسودہ کیوں نہ گیا۔ اور اب وہ مسودہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ کیا اس ساری ناکامی کی وجہ صرف یہی تو نہیں کہ وہ ترجمہ تو ہو چکا جس کے متعلق

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:-

"یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

دنیا نظام اور کثرت سے مرعوب نہیں ہو سکتی

اب آپ جوبلی منائیں گے تو کیا آپ کے دلوں میں بھی خوشی ہوگی کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے کام کو اس حد تک کر لیا۔ اور کیا یہ عزم ہوگا کہ آئندہ پچیس سال میں اس سے دہ چند کام ہم نے کرنا ہے! یا یہ غم ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں جو تڑپ تھی افسوس ہم اسے پورا نہ کر سکے اور جس راہ پر چلنے کے لئے ہمیں کہا گیا تھا اس راہ پر نہ چلے۔ اور پچیس سال تک ایک غلط راہ پر چل کر اسے چھوڑنا اور دوسرا صحیح راستہ اختیار کرنا آسان امر نہیں کیونکہ آپ صرف کثرت پر نازاں ہیں کام کی طرف آپ کی توجہ نہیں رہی۔

میرے دوستو! غور کرو کہ اگر آپنے حضرت مسیح موعودؑ کا بتایا ہوا کام اختیار کیا ہوتا تو آج احمدیت کی کتنی عزت دنیا میں ہوتی۔ دنیا آپ کے نظام اور کثرت سے مرعوب نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ چیزیں اور بہت جگہ موجود ہیں۔ دلوں کو فتح کرنیوالی وہی چیز ہے جو حضرت مسیح موعودؑ لائے تھے۔ اور وہ ہے قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کا کام۔ اسلام کی تبلیغ۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے ہاں بھی تحریک جدید کے ماتحت کچھ اسلامی مشن کھولے گئے ہیں۔ مگر یہ نیم سیاسی نیم مذہبی مشن وہ چیز نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ چاہتے تھے۔ کیا کوئی پرانے تجربہ کار بزرگ ان مشنوں کے انچارج ہیں جو مذاہب کی اس سخت جد و جہد کے اندر جو باہم ہو رہی ہے، اور اس جد و جہد کے اندر جو مذاہب اور مادہ پرستی میں ہو رہی ہے کسی مشکل کو حل کر سکیں؟ کیا ان کے ساتھ کوئی لٹریچر ہے جس کیساتھ وہ کوئی اپنا دیرپا اثر قائم کر سکیں؟ یا بالآخر یہ سب محض ایازی افسانے ہو کر رہ جائیں گے؟ کیا کہیں آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ کر کے کسی قوم کو پہنچا دیا ہے؟ یا سیرت نبویؐ کے ترجمے کر کے پہنچا دیئے ہیں یا تعلیم اسلامی کے ترجمے کر کے پہنچا دئے ہیں؟ یا صرف سیاسی اغراض کو مدنظر رکھ کر چند ناتجربہ کار نوجوانوں کو بعض ملکوں میں دھکیل دیا ہے تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ اتنے مشن قائم ہیں۔ پھر سوچو کہ یہ نوجوان کہیں انہی الفاظ کے مصداق تو نہ ہونگے جو حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمائے ہیں:-

"ایسے سفیر اگر یورپ اور امریکہ میں جائیں تو کس کام کو سرانجام دیں گے اور مشکلات پیش کردہ کا کیا حل کریں گے۔ اور ممکن ہے کہ اُن کے جاہلانہ جوابات کا اثر معکوس ہو۔"

حضرت مسیح موعود نے تو یہ راستہ بتایا تھا کہ (بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں)

مگر آپ کی توجہ اس طرف نہ ہوئی حتیٰ کہ احمدیت پر بھی کوئی قابل ذکر لٹریچر آپ نے پیدا نہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مفصل سوانحعمری لکھنے کا کام بھی ہماری جماعت کے حصہ میں آیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی روح اور خدا کی نصرت

میرے دوستو! غور کرو کہ آپ کے نزدیک ہماری تعداد بھی کچھ نہیں۔ اور ہمارا نظام بھی کچھ نہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ہمارا تعلق بھی کچھ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سے اتنا بڑا کام کرا لیا جس پر کوئی بڑی سے بڑی جماعت آج بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ خدا کے کلام کا تین یورپین زبانوں میں ترجمہ کر کے اس کی پچاس ہزار کاپی دنیا میں پہنچا دینا۔ بارہ ہزار کاپی مفت لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچا دینا۔ سیرت نبویؐ کے ستر زبانوں میں اور تعلیم اسلام پر رسائل اور کتابوں کے بیس زبانوں میں ترجمے کر دینا یہ کوئی معمولی کام نہیں

اگر حضرت مسیح موعودؑ کی روح ہم میں کام نہ کر رہی ہوتی۔ اگر خدا کی نصرت کا وہ ہاتھ ہماری تائید میں نہ ہوتا جو مسیح موعود کی تائید میں تھا۔ اگر یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی قدرت ثانی کا مظہر نہ ہوتی تو باوجود اس قدر بے سروسامانی کے۔ باوجود قلت تعداد کے یہ اس مشکل کام سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مامور کو کھڑا کیا تھا۔ (باقی آئندہ)

تنظیم کی ضرورت

(از جناب حافظ حاجی محمد حسین صاحب وکیل گجرات)

اس وقت جبکہ مادی دنیا نے خشکیوں، پانیوں اور ہواؤں میں اپنے تباہ کن اسلحہ کی غارت گریاں شروع کر رکھی ہیں۔ دنیا کی قومیں اپنی نجات محض اسی امر میں دیکھ رہی ہیں کہ اتفاق۔ اتحاد اور تنظیم کی زنجیروں میں اپنی تمام طاقتوں کو مجتمع کریں۔ کوئی قوم آج محفوظ نہیں جس کے اندر اتحاد اور اتفاق کی سلح موجود نہیں۔ جرمنی اگر تمام دنیا سے نبرد آزمائی کا حوصلہ رکھتا ہے تو محض اس لئے کہ ہٹلر نے تمام قوم کو تنظیم میں جکڑ رکھا ہے۔ آج انگریز اگر جرمن ایسی جری قوم کو نیچا دکھا رہا ہے تو محض اسلئے کہ دنیا کے ہر خطہ میں انگریزی قوم اپنے ملک کی خاطر قربانیاں کرنے کو تیار ہو گئی ہے فرانس میں مکمل تنظیم اور اتحاد ہے۔ روس تمام عناصر کو یکجا کر کے چاہتا ہے اس کا ارادہ تمام دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کا ظاہر ہو رہا ہے۔ اسی تنظیم کے باعث فن لینڈ ایسے چھوٹے سے ملک میں بے پناہ جذبہ تمدد پیدا ہو چکا ہے۔ جاپان کی تنظیمی طاقتیں کسی بڑی سے بڑی قوت کو خاطر میں نہیں لاتیں۔ چین کے اندر زبردست تنظیم شروع ہو گئی ہے اور اس سے وہاں کے باشندوں میں ایسی جرأت و شجاعت پیدا ہو گئی ہے کہ جاپان اپنی تمام بری اور حربی فوقیت کے باوجود ابھی تک ناکام ہے۔

یہ تمام طاقتیں محض مادی طاقتیں ہیں اور ان کا مقصد محض مادی غلبہ کو حاصل کرنا ہے اور دوسری قوموں کو اپنا غلام بنانا۔ مذہب دنیا میں امن اور آشتی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسکی طاقتیں اسوقت پراگندہ ہیں بعض مذاہب تو مردہ ہو چکے ہیں اور اپنی موجودہ حالت پر قانع ہیں بعض ایسے ہیں جن کے اصولوں کو موجودہ دنیا قبول کرنیکو تیار نہیں۔ البتہ اسلام ایک ایسا زندہ مذہب ہے جو تمام دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کر سکتا ہے مگر اس کے اصول قرآن کریم کے اندر بند ہیں اور قرآن کریم جزدانوں میں بند پڑا ہے اگر قرآن کریم کی تعلیم عام ہو جائے اور مغربی دنیا اس کے اصولوں سے واقف ہو جائے تو تمام جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

تمام اسلامی دنیا میں قرآن کریم کے پیغام کو ... پھیلانے کی کوئی تڑپ نہیں مسلمان بادشاہ مغرب کی تقلید میں مغربی اصولوں کو قبول کر رہے ہیں تمام کرۂ ارض میں اگر کوئی جماعت اس ایمان اور ایقان کیساتھ تبلیغ اسلام کے کام کو اپنی زندگی کا واحد مقصد قرار دیکر رہی ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہے وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔ چھوٹی سی جماعت ہے۔ قلیل محدود کمتی ہے۔ البتہ اسکا ایمان پہاڑ سے مضبوط ہے۔ نہ توپوں کی گرج اور بموں کی تباہ کاریاں اسے ہراساں کر سکتی ہیں۔ نہ دیگر مذاہب کی کسمپرسی انہیں مایوس کر سکتی ہے۔ نہ مسلمانوں کا موجودہ انحطاط ان کو قدم کو لغزش میں ڈال سکتا ہے۔ وہ ارادہ کر چکی ہے کہ خدا کا آخری پیغام دنیا تک پہنچ جائے۔ اسکا ایمان ہے کہ جب یہ پیغام صحیح معنوں میں دنیا سمجھ لیگی تو دنیا میں نہ بالشویزم رہیگا نہ نازی ازم رہیگا۔ نہ فسطائیت کی ضرورت ہوگی نہ شاہنشاہیت قائم رہیگی مساوات انسانی۔ وحدت انسانی، اخوت انسانی، حریت اور آزادی کا دور چلے گا۔ اس عظیم الشان کام کو سرانجام دینے کے لئے ضرورت ہے کہ احمدی جماعت ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑی ہو جائے اور اس کے اندر ایسی زبردست تنظیم پیدا کر دے جو اس قدر وہ ساری قوم میں حرکت پیدا کر دے۔ الغرض تو ایسا ہی کہ یہ ساری دنیا انسانی مظالم سے تنگ آچکی ہے اور اسلام ہی سے دنیا کی نجات وابستہ ہے۔ وقت آگیا ہے کہ کوئی اسلام کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست و خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام است
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات
(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نیا ہو یا پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں۔ مجدد دورِ کا ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام ادیان پر غالب آئیگا

جلد ۲۸ — یوم پنجشنبہ ۲۳ ذیقعد ۱۳۵۸ھ ہجری — نمبر ۱

وفاداری کی زرّین مثال

وابستگانِ سلسلہ احمدیہ کیلئے ایک سبق

گذشتہ چند ماہ میں جرمن آبدوزوں نے جن برطانی جہازوں کو غرق کیا ان میں "کریجس" کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ جب یہ جہاز غرق ہونے لگا تو اس کے بہادر کپتان نے وفاداری اور غیرت قومی کی ایسی مثال پیش کی جس کی وجہ سے "کریجس" کا نام مدتوں تاریخ کے صفحات میں عزت کیساتھ محفوظ رہے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جرمن آبدوز نے اس جہاز پر تارپیڈو مارا اور وہ ہیبت ناک دھماکے کے بعد غرق ہونا شروع ہوا تو زبردست افراتفری پڑگئی۔ ملاح اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنے اور سمندر میں کودنے لگے۔ ہر ایک شخص بدحواس تھا۔ موت نے سبکو ہراساں کر رکھا تھا۔ سطح آب پر گویا ایک قیامت برپا ہوگئی۔ سارے ملاح جہاز کو چھوڑ گئے لیکن کپتان نہایت پامردی کیساتھ عرشہ جہاز پر کھڑا رہا۔ ملاح چاروں طرف سے آوازیں دے رہے تھے کہ آپ جان بچانے کی خاطر جہاز کو چھوڑ کر چلے آئیں لیکن یہ استقلال کا پیکر زبردست عزم کیساتھ وہیں کھڑا رہا۔ وہ آخری لمحہ تک اپنے جہاز کو نہ چھوڑنا چاہتا تھا۔ موت کا خوف بھی اس کے احساس فرض پر غالب نہ آسکا۔ جہاز کے بچنے کی کوئی امید اور صورت باقی نہ تھی لیکن یہ فرض کا پجاری حالات سے بکسر بے پرواہ تھا۔ وہ صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ جہاز کی حفاظت اور اس پر لہرانے والے برطانی جھنڈے کی عزت کی حفاظت آخری دم تک اسکا فرض ہے۔ رفتہ رفتہ پانی اس بہادر کپتان تک آپہنچا سمندر کی ظالم موجیں اسے غرق کرنے لگیں۔ اس نے ایک وقار کے ساتھ ٹوپی اتار کر جھنڈے کو سلام کیا اور خود بھی جہاز کیساتھ ڈوب گیا۔ —— بیشک وہ خود غرق ہوگیا لیکن برطانی قوم کو سربلند ہونے کا ایک ایسا راز بتا گیا جو بے حد بیش قیمت ہے۔ "کریجس" کے بہادر کپتان کا یہ کارنامہ اس قدر حیات افروز اور شاندار ہے کہ برطانیہ کا سارا بحری نقصان اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایسے اولوالعزم اور فرض شناس افراد قوموں کیلئے زبردست بحری بیڑوں سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ برطانیہ کے خواہ کس قدر ہی جہاز غرق کیوں نہ ہو جائیں لیکن جب تک برطانی قوم ایسے جانباز فرزند پیدا کر سکتی ہے وہ یقیناً فتح مند رہے گی۔

اس واقعہ میں وابستگان سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے ایک سبق ہے۔ اسلئے ہم نے تفصیل کیساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ ہم مجدد وقت کی جماعت ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا ہے ہمیں کشتی اسلام کے ملاح کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے —— اگر ہم اپنے مقصد بلند میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں یقیناً اس بہادر کپتان جیسی بہادری، وفاداری، اور احساس فرائض پیدا کرنا ہوگا۔ اس نے اپنے جہاز کی حفاظت اور برطانی جھنڈے کی عزت کی خاطر جان دیدی۔ ہمیں بھی اسلام کی حفاظت اور اس کے مقدس جھنڈے کی عزت کیلئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے —— اس کے بغیر ہم یقیناً کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمیں قربانی کو اپنا شیوہ بنانا چاہیئے غیرت دینی اور احساس فرائض کی حرارت ہمارے سینوں میں ہونی چاہیئے —— ہم سپاہی ہیں۔ جانفروشی اور انتہائی جدوجہد ہمارا کام ہے۔ ہمیں صرف اپنے فرض کی طرف نگاہ رکھنی ہوگی۔ نتائج کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔

سال کا آغاز ہے۔ اس سال کا پروگرام ہماری سرگرم جدوجہد کا منتظر ہے۔ آیئے اس مثال کی روشنی میں ہم اپنا کام شروع کریں۔ کیا یہ ہمارے لئے افسوس کی بات نہ ہوگی کہ ہم دین کے سپاہی ہوکر دین کیلئے اتنا بھی نہ کر سکیں جسقدر کہ برطانی اور دوسری اقوام کے افراد اپنی ملک و قوم کی خاطر کر رہے ہیں۔ اس بات کو خوب یاد رکھئے جو قوم اپنے مقاصد اور عزت کیلئے مرنا اور ڈوبنا نہیں جانتی زندگی و سربلندی بھی اس کے مقدر سے جاتی رہتی ہے —— جماعت کے نوجوانوں کو ہم خاص طور پر یہ بات کہنا چاہتے ہیں۔

سیٹھ ملنگ احمد بادشاہ صاحب

یہ امر ہمارے لئے انتہائی مسرت کا موجب ہے کہ جماعت کے [illegible] مخلص اور معزز رکن جناب سیٹھ ملنگ احمد بادشاہ صاحب ممبر مدراس اسمبلی ۳۰ر دسمبر ۳۹ء کو مختصر عرصہ کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں۔ قارئین پیغام صلح اور احباب جماعت جناب سیٹھ صاحب ممدوح کے ہم گراں اور خدمات اسلامی سے بڑی حد تک واقف ہیں۔ آپ شہر مدراس کے رہنے والے اور وہاں کے بڑے تاجر ہیں۔ بلند پایہ علمی مذاق رکھتے ہیں انگریزی اُردو، تامل وغیرہ متعدد زبانوں میں نہایت خوبی اور روانی سے لکھ بول سکتے ہیں۔ آپکی تحریر و تقریر دونوں شستہ اور مؤثر ہوتی ہیں۔ آپ کے دل میں تبلیغ دین اور خدمت قوم کی زبردست تڑپ موجود ہے۔ آپ کی دولت کا کافی حصہ دینی ضرورتوں کا ملی پر صرف ہوتا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں جب کبھی کوئی مفید تحریک جاری ہوتی ہے آپ کا دست کرم اس کی امداد کے لئے سب سے اول بڑھتا ہے۔ بیسیوں غریب طلبہ کے اخراجات تعلیمی کے آپ کفیل ہیں۔ بہت سی بیوائیں اور یتامٰی آپ سے وظیفہ پاتے ہیں۔ روپیہ کے علاوہ آپ وقت کی قربانی بھی کرتے ہیں، اپنی کاروباری مصروفیتوں [illegible] سے اسلامی اداروں کے رکن سکرٹری اور صدر ہیں صوبہ مدراس کے مسلمانوں میں جو زندگی پائی جاتی ہے اس میں سیٹھ صاحب موصوف کے درد اسلامی اور [illegible] گوناگون قربانیوں کو بہت زیادہ دخل ہے۔ تبلیغ اسلام کا تو گویا آپ کو عشق ہے۔ مختلف زبانوں میں آپ نے متعدد تبلیغی رسائل اور بے شمار مضامین لکھے ہیں جنوبی ہندوستان کے اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا آپ کو خاص خیال ہے۔ اس مقصد کے لئے آپ نے وقتاً فوقتاً قابل قدر مساعی کیں جن سے خوشگوار نتائج مرتب ہوئے چند سال قبل جب جناب مولانا یعقوب خانصاحب [illegible] نے اچھوتوں میں تبلیغ کی غرض سے جنوبی ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ تو اس دورہ میں سیٹھ صاحب موصوف ان کے ہمراہ تھے ٹراونکور مشن کے قیام میں موصوف کی کوششوں کو بہت زیادہ دخل تھا۔ غرضیکہ آپ بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں سلسلہ کی محبت اور بزرگان و احباب جماعت کا شوق ملاقات آپ کو مرکز میں لے آیا۔

موصوف کی سیاسی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ آپ مدراس اسمبلی کے حزب مخالف کے زبردست رکن ہیں۔ نہایت خلوص، جوش اور جرأت کے ساتھ مسلمان اور دیگر اقلیتوں کی حمایت و نمائندگی کا فرض انجام دیتے رہے ہیں۔ کانگریس اور حکومت بھی آپ کی اعلیٰ قابلیت کی معترف رہی ہے۔

پیغام صلح ساری جماعت کی طرف سے سیٹھ صاحب ممدوح کا دلی خیر مقدم کرتا ہے۔ آپ کا ارادہ جلسہ پر تشریف لانے کا تھا لیکن بعض موانعات حائل ہوگئے۔ جن کی وجہ سے آپ جلسہ کے چند روز بعد لاہور پہنچے اس مرتبہ آپ کا قیام پنجاب میں بہت مختصر ہے لیکن ہمیں امید ہے کہ وہ اس کی تلافی جلد کر دیں گے —— وہ دن ہمارے لئے بہت خوشی کا باعث ہوگا۔ جب سیٹھ صاحب موصوف مرکز میں دو تین ماہ کے قیام کی مہلت اپنی۔۔ مصروفیتوں سے نکال لیں گے۔ آخر پر ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو [illegible]

شذرات

پیغام صلح کی اٹھائیسویں جلد کا آغاز

پیش نظر اشاعت سے پیغام صلح کی اٹھائیسویں جلد کا آغاز ہو رہا ہے۔ اگر اس موقع پر ہم اپنے دوستوں سے توسیع اشاعت کی درخواست کریں تو نامناسب نہ ہوگا۔ پیغام صلح آپ کی جماعت کا واحد اردو آرگن ہے اور عرصہ دراز سے خدمت دین و قوم میں مصروف ہے۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں کے اعتراف سے انکار نہیں۔ لیکن ان کی سب سے بڑی وجہ بزرگان و احباب جماعت کی خاطرخواہ سرپرستی و توجہ کا فقدان ہے۔ اگر اس سال ہر ایک دوست دو۔ دو۔ تین تین جدید خریدار بھی مہیا کرے تو یقیناً اخبار کی حالت تسلی بخش حد تک بہتر ہو سکتی ہے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے حلقہ اثر میں معمولی کوشش سے چند خریدار پیدا کر سکتا ہے۔ طلبہ کیلئے چندہ اخبار میں رعایت موجود ہے۔ دیگر احباب کو بھی خاص حالات میں رعایت دی جا سکتی ہے۔ جو خریدار اخبار کی قیمت یکمشت ادا نہیں کر سکتے۔ ان سے آسان قسطوں میں وصول کی جائے گی۔ امسال اخبار کی توسیع اشاعت کی خاص کوشش اس لئے بھی ضروری ہے کہ تنظیم و توسیع جماعت کی مہم ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں کامیابی کیلئے لازمی ہے کہ پیغام صلح کا حلقہ اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے

اناطولیہ کا ہولناک زلزلہ

۲۷ر دسمبر کو ترکی کے علاقہ اناطولیہ میں جو ہولناک زلزلہ آیا اس کی دردناک اور روح فرسا تفصیلات سے اخبار بین حضرات واقف ہو چکے ہوں گے۔ بمبئی کی رصدگاہ کا بیان ہے کہ یہ زلزلہ کوئٹہ اور بہار کے ہلاکت آفرین زلزلوں کے برابر تھا۔ نقصان تو اس میں ان سے بھی زیادہ ہوا ہے۔ آخری اطلاعات کے مطابق کم و بیش چالیس ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ پندرہ بیس ہزار کے قریب افراد مجروح ہوئے۔ ساٹھ ہزار مربع میل کا وسیع علاقہ کھنڈروں اور قبرستانوں کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ مالی نقصان بھی بے پناہ ہوا ہے سولہ شہر اور تقریباً نوسو دیہات پیوند زمین ہو چکے ہیں۔ رسل و رسائل کے ذرائع بہت بڑی حد تک ناکارہ اور مرمت طلب ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے امدادی کام میں طرح طرح کی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ بارش اور برفباری کی شدت زلزلہ زدگان پر قیامت برپا کر رہی ہیں۔ اناطولیہ کے مشرقی حصہ میں زلزلہ نے آفت برپا کی ہے اور مغربی حصے میں پے در پے سیلاب آ رہے ہیں جنہوں نے فصلوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ لاتعداد انسان اور مویشی غرقاب ہو گئے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں سے امداد پہنچ رہی ہے۔ لیکن زلزلے نے بہت زیادہ بربادی پھیلائی ہے۔ اس ابتلا میں ہمیں اپنے ترک بھائیوں سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے اور اس مصیبت کا جلد خاتمہ ہو۔ آمین ثم آمین۔ ہندوستانی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس موقع پر حتی الامکان ترکوں کی امداد کریں

کل ہند اردو کانفرنس کی ایک قرارداد

گذشتہ ہفتہ کل ہند اردو کانفرنس بمقام دہلی منعقد ہوئی ہمیں اس کے متعلق جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ اجتماع کامیاب رہا۔ اور انشاءاللہ اس کے ذریعہ سے بہت سے دلوں میں اردو زبان کی حفاظت و خدمت کا احساس پیدا ہو جائے گا۔ کانفرنس میں متعدد ضروری و مفید قراردادیں منظور ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:-

"شمالی ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں جن میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ بھی شامل ہے۔ اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ ملک کی تمام یونیورسٹیاں اردو کو لازمی مضمون قرار دیں۔ مرکزی اسمبلی اور صوبجاتی اسمبلیوں کے ممبر اردو میں تقریریں کریں۔"

ہمارے خیال میں تمام اسلامی حلقوں کی طرف سے اس قرارداد کی پرزور تائید ہونی چاہیئے اور مسلمانوں کو اتحاد پسند اور وطن خواہ ہندوؤں، سکھوں وغیرہ کے ساتھ مل کر اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے وسائل پر غور کرنا چاہیئے۔

تنظیم نمبر

پیغام صلح کا تنظیم نمبر بہت عجلت میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس کی تیاری کے لئے ہمیں صرف پانچ چھ یوم کا قلیل عرصہ ملا تھا۔ مت بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نمبر بہت پسند کیا گیا۔ ایام جلسہ میں بیسیوں بزرگوں اور دوستوں نے اس کی اشاعت پر اظہار خوشنودی فرمایا اور وقتاً فوقتاً اخبار کے اس قسم کے مفید نمبر شائع کرتے رہنے کی تاکید کی۔ اس ذرہ نوازی کا شکریہ۔ کاغذ اور دیگر سامان طباعت کی گرانی نے اخبارات کیلئے بہت زیادہ مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ خاص نمبروں کی اشاعت آسان نہیں رہی ——— بہرحال اگر احباب نے اخبار کی توسیع اشاعت کی کماحقہٗ کوشش کی۔ تو انشاءاللہ گرانی کے باوجود ہم ہر تیسرے چوتھے مہینے، اس قسم کا کوئی خاص نمبر ان کی خدمت میں ضرور پیش کر دیا کریں گے۔ اس کا انحصار تمام تر ان کی توجہ اور کوشش پر ہے انشاءاللہ ہماری طرف سے کوتاہی نہیں ہوگی۔ ایام جلسہ میں اور اس کے بعد بھی بہت سے اصحاب نے تنظیم نمبر کی فرمائشیں بھیجی ہیں۔ افسوس ان کی تعمیل سے وفتر قاصر ہے کیونکہ پرچہ ختم ہو چکا ہے۔ صرف بیرونی ممالک کے احباب کے لئے بمشکل چند کاپیوں کی گنجائش شاید نکالی جا سکے۔

ضروری اعلان

پیغام صلح کا باقاعدہ فائل رکھنے والے دوست توجہ کریں

جن دوستوں کو پیغام صلح کے ۳۹ء یعنی ۲۷ ویں جلد کے کسی پرچہ کی ضرورت ہو وہ فوراً طلب کر لیں چند ہفتے بعد شاید بعض پرچے نہ مل سکیں۔ تنظیم نمبر بالکل ختم ہو چکا ہے قیمت ارفی پرچہ کے حساب سے فرمائش کے ہمراہ ارسال کریں

(مینیجر)

نقد و نظر

ینگ اسلام کا خاص نمبر

پیغام صلح کے تنظیم نمبر کے دو تین دن بعد معاصر عزیز "ینگ اسلام" کا معمو خاص نمبر بھی شائع ہو گیا جس پر یکم جنوری ۱۹۴۰ء کی تاریخ ثبت ہے چونکہ سالانہ جلسہ کی وجہ سے ہمارے دو ... پرچے ناغہ ہوئے اسلئے ہم جلد اس پر تبصرہ نہ کر سکے۔ کارکنان "ینگ اسلام" نے امسال اپنا یہ نمبر غیر معمولی تیاری اور اہتمام سے نکالا ہے اور اس پر کئی ہفتے محنت کی ہے متعدد تصاویر کے علاوہ عمدہ سفید کاغذ لگایا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی بھی خوب ہے۔ ان چیزوں نے پرچہ کی گٹ اپ کو اچھا بنا دیا ہے۔ مضامین اور ان کی ترتیب بھی خاصی ہے اردو حصہ $\frac{۲۷\times۱۷}{۴}$ کے اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں چھ سات خوش رنگ بلاک کی تصاویر اور دو صفحات کے اشتہارات ہیں۔ ان کے باوجود اچھا خاصا یعنی پیغام صلح کے پانچ چھ صفحات کے برابر ریڈنگ میٹر آ گیا ہے۔ انگریزی حصہ اسی سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اس میں چند عمدہ مضامین کے علاوہ حضرت مسیح موعود، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، مرزا معصوم بیگ صاحب، مولانا آفتاب الدین صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب کی بلاک کی تصاویر ہیں۔ ہم اس خاص نمبر کی اشاعت پر تمام کارکنان ینگ اسلام بالخصوص شیخ محمد آصف صاحب بی اے قادیانی اور ملک عبدالغنی صاحب مینیجر اخبار کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ کیونکہ اس پرچہ کی تیاری و اہتمام میں ان کا خاص حصہ ہے اور اسکے لئے انہوں نے اپنا دن رات ایک کر دیا تھا۔ ہمارے خیال میں ینگ اسلام کا یہ نمبر حوصلہ افزائی کا مستحق ہے احباب جماعت کو اسے ضرور خریدنا چاہیئے قیمت فی کاپی ۲ر۔ ایک روپیہ میں دس کاپیاں مینیجر صاحب ینگ اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب فرمائیں

اونی دستکاری

مرتبہ محترمہ آنسہ امۃ اللہ صاحبہ متعلق ہیڈ مسٹریس پرسکندر گرلز انڈسٹریل سکول

ہندوستانی خواتین میں جہاں دستکاری کا شوق ترقی کر رہا ہے۔ وہاں اس کے متعلق بہت سی مفید اور کارآمد کتب بھی شائع ہو رہی ہیں محترمہ امۃ اللہ صاحبہ نے اونی اشیاء کے بننے یعنی نٹنگ کے متعلق ایک عمدہ کتاب اونی دستکاری کے نام سے شائع کی ہے۔ جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کو کافی محنت و کوشش سے مرتب کیا گیا ہے شروع میں فن سے متعلق ضروری ہدایات اور اونی اشیاء کے دھونے کے طریقے بتائے گئے ہیں پھر مختلف خوبصورت اور جدید قسم کی اشیاء مثلاً بچوں کے لباس جانگیئے۔ کوٹ، موزے۔ فراک۔ زنانہ جمپر ویسکوٹ۔ کوٹ۔ مردانہ سویٹر پل اوور۔ موزے، دستانے ورٹوپیاں و دیگر کئی قسم کی اشیاء بننے کی آسان ترکیبیں بمعہ بلاکس دی گئی ہیں۔

نوآموز بچیوں کے لئے مختلف ٹانکے ڈالنے کی ترکیبیں خوبصورت بلاکوں کے ساتھ بتلائی گئی ہیں۔ ہماری رائے میں یہ ایک ایسی مفید کتاب ہے جو خواتین کے شوق کو پورا کرنے کے علاوہ بہت حد تک اُن کے افلاس و غربت کو دور کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔

قیمت فی کاپی۔ ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ

دی انڈین نیڈل آرٹ اینڈ انڈسٹری ہاؤس

الزبار سٹریٹ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے چھبیسویں (۲۶) سالانہ جلسہ کی مختصر روئیداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

امسال ہماری انجمن کا چھبیسواں (۲۶) سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ گوناگوں مشکلات اور مخالفانہ فضا کے باوجود حسب معمول یہ اجتماع کامیاب و بارونق رہا۔ یو۔ پی۔ اور دوسرے دور دراز صوبوں کے احباب بھی تشریف لائے۔ جلسہ کی تیاریاں ویسے تو کافی عرصہ قبل شروع ہو چکی تھیں۔ لیکن ماہ دسمبر کے تیسرے ہفتہ کے آغاز کے ساتھ ہی ان میں غیر معمولی سرگرمی پیدا ہو گئی۔ اس سال بھی جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ و ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی اسکول لاہور جلسہ کے مہتمم تھے۔ آپ کو اس کام کا کافی تجربہ ہے۔ انتظام بحیثیت مجموعی اچھا رہا۔ مہمانوں کو آرام پہنچانے کی حتی الامکان کوشش کی گئی۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن۔ چودھری فضل حق صاحب آڈیٹر انجمن و دیگر کارکنان انجمن و احباب جماعت لاہور کے قیمتی مشورہ ... اور مستعدی اور جوش بھی انتظام جلسہ کو بہتر بنانے میں نمایاں طور پر معاون رہا۔ ہمارے محترم بزرگ جناب داروغہ نبی بخش صاحب کے مشورے اور نگرانی مطبخ کے انتظام کے سلسلہ میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔ طلبائے مسلم ہائی سکول نے رضا کاروں کے فرائض نہایت باقاعدگی وسعادتمندی سے ادا کئے۔ اسکول ہذا کے اساتذہ نے بھی انتظام جلسہ میں قابل قدر حصہ لیا۔ یہ سب اصحاب ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ انجمن کے دفاتر کے عملہ کی خدمات بھی کئی روز تک جلسہ کے انتظامات اور مہمانوں کی خدمت کیلئے وقف رہیں۔

کھانے اور رہائش کا انتظام

کھانے کا انتظام گذشتہ سالوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ سردی کے موسم میں سینکڑوں ہزاروں افراد کیلئے باقاعدگی سے بروقت کھانا اور چائے مہیا کرنا کافی محنت اور مستعدی چاہتا ہے۔ کارکنان جلسہ نے اس فرض کو خوش اسلوبی سے انجام دیا اور حتی الامکان کوشش کی کہ کسی دوست کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ کھانا کھلانے کیلئے مسلم ہائی اسکول کے صحن میں بڑا شامیانہ نصب کر کے بہت سی میزیں لگا دی گئی تھیں۔ دوست بالعموم وہیں تشریف لا کر کھانا کھاتے رہے۔ اس کے علاوہ بہت سے مہمانوں کو ان کی قیام گاہوں پر بھی کھانا پہنچایا جاتا رہا۔ مہمانوں کی رہائش کیلئے مسلم ہائی اسکول کے اکثر کمرے، انجمن کے دفاتر اور اس کا مہمانخانہ اور احمدیہ بلڈنگس کے متعدد دیگر وسیع مکانات مخصوص تھے جو تمام رک گئے۔ بہت سے دوست شہر اور سول اسٹیشن کے مختلف حصوں اور مسلم ٹاؤن میں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے پاس ٹھہرے۔

مہمانوں کی آمد

مہمانوں کی باقاعدہ آمد ۲۳ دسمبر ہی سے شروع ہو گئی تھی بہت سے دوست ۲۴ کو تشریف لائے۔ ۲۵ کو صبح دس بجے تک اکثر دوست آ چکے تھے۔ گو آمد کا یہ سلسلہ ۲۶ تک جاری رہا۔ بعض دوست اپنے ہمراہ غیر از جماعت حضرات کو بھی لائے۔ مہمانوں کے استقبال کا باقاعدہ انتظام تھا۔

جلسہ گاہ

جلسہ مسجد میں منعقد ہوا۔ صحن میں ایک وسیع شامیانہ نصب کیا گیا۔ سٹیج مغربی جانب تھا۔ جنوبی جانب خواتین کیلئے پردہ دار نشست کا انتظام تھا۔ جلسہ گاہ کو جھنڈیوں اور قطعات وغیرہ سے سلیقہ کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا۔ امسال بھی سامعین کی تعداد کافی رہی۔ اکثر اجلاسوں میں جلسہ گاہ بالکل پُر ہو گئی۔ متعدد اجلاسوں میں غیر از جماعت حضرات اور بعض میں غیر مسلم بھی شریک ہوئے۔

خواتین کا جلسہ

خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری حسب پروگرام ۲۴ دسمبر کو منعقد ہوئی۔ اس جلسہ کی صدر محترمہ بیگم صاحبہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور تھیں۔ متعدد خواتین نے مفید و مؤثر تقریریں کیں جن میں سے محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ، محترمہ لیڈی عبدالقادر صاحبہ، محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ، محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن، اور محترمہ بیگم قلندر علی صاحب کے اسماء خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اس اجتماع میں خواتین جماعت کے علاوہ غیر از جماعت بیگمات بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئیں۔ نمائش دستکاری بھی کامیاب رہی۔ ینگ گرلز احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے زنانہ جلسہ گاہ میں چائے کی دکان لگائی گئی تھی جس کا تمام منافع دارالیتامیٰ فنڈ میں دیا گیا۔ اس اجتماع کی مفصل روئیداد اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔

> ## جلسہ سالانہ کے صدر صاحبان
>
> مندرجہ ذیل حضرات نے جلسہ سالانہ کے مختلف اجلاسوں کی صدارت فرمائی:-
>
> ۱۔ جناب حاجی شیخ مولا بخش صاحب مل اونر و رئیس اعظم لائل پور
>
> ۲۔ جناب حافظ حاجی محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل گجرات
>
> ۳۔ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد
>
> ۴۔ جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیمی ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس و رئیس اعظم جھنگ

نمازیں اور درس قرآن

ایام جلسہ میں نمازیں حسب اعلان مقررہ اوقات پر جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی رہیں۔ وابستگان سلسلہ کا اکٹھے ہو کر خدا کے حضور عاجزی کے ساتھ گرنا اور دین کے غلبہ کیلئے دعائیں کرنا نہایت مؤثر روحانی نظارہ ہوتا تھا۔ ایام جلسہ میں نماز فجر کے بعد جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا درس قرآن ہوتا تھا جس میں احباب نہایت ذوق و شوق کے ساتھ کثیر تعداد میں شریک ہوتے رہے۔

۲۵ دسمبر کی کارروائی

۲۵ دسمبر کو پہلا اجلاس حسب پروگرام پونے گیارہ بجے صبح جناب حاجی شیخ مولا بخش صاحب مل اونر رئیس اعظم لائل پور کی صدارت میں شروع ہوا۔

حافظ حاجی محمد حسن صاحب وکیل گجرات کی تقریر

تلاوت قرآن کریم کے بعد سب سے اول جناب حافظ حاجی محمد حسن صاحب وکیل گجرات نے "ہم اور وہ" کے دلچسپ عنوان پر ایک دلچسپ اور مؤثر تقریر فرمائی۔ تقریر کے آغاز میں آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "ہم" سے کون مراد ہے اور "وہ" سے کون؟ فرمایا کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک خدا کے قائل اور دوسرے خدا کے منکر۔ تقریر کے عنوان "ہم" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور "وہ" سے مراد دہریہ یا وہ لوگ ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی ذات پر حقیقی ایمان نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دہریہ لوگ مذہب پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب دہریہ کے ہاتھ میں طاقت آتی ہے تو وہ اول درجہ کا ظالم، بے رحم اور انسانیت نا آشنا بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے یورپ کے موجودہ حالات اور روس اور جرمنی کی ظالمانہ کارروائیوں کو پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ دہریہ لوگ اول درجہ کے کمزور اور ابن الوقت ہیں۔ وہ اخلاقی قوت سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے دو بڑے زبردست دہریہ ڈکٹیٹروں یعنی سٹالن اور ہٹلر نے واقعات کے ہاتھ کٹھ پتلی بن کر اپنی قوم اور سارے یورپ کو خون و آتش کے طوفان میں دھکیل دیا ہے۔ انہوں نے ساری دنیا کو ایک اضطراب و مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہ اخلاقی لحاظ سے اس قدر کمزور واقع ہوئے ہیں کہ واقعات کی رو کا مقابلہ قطعاً نہیں کر سکتے ہیں۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فاضل مقرر نے فرمایا کہ موجودہ اضطراب اور جنگ کی ہولناک تباہیوں کے بعد یورپ کو یقیناً مذہب کی ضرورت کا احساس ہوگا۔ اور وہ ایک سچے اور کامل مذہب کی حقیقی طور پر تلاش کریگا۔ عیسائیت اور دوسرے مذاہب ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ ان کے پاس یورپ اور باقی دنیا کے مصائب کا علاج موجود نہیں۔ وہ دہریت کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے اسلام اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کی مصائب کا صحیح علاج پیش کرتا ہے اور اس کو دہریت و مادیت کی مضرتوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ اسلام کو یورپ اور باقی غیر مسلم دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اس کے بعد لائق مقرر نے ایک اور قابل توجہ بات بتائی ہے کہ اس وقت عیسائیت، بدھ مت اور اسلام یہ تینوں دنیا کے سب سے بڑے تبلیغی مذہب ہیں۔ اگر ذرا نظر غور سے دیکھا جائے

تو معلوم ہو گا کہ عیسائیت اور بدھ مت دونوں دہریت کے مقابلے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ کیونکہ عیسائی اور بدھ ممالک میں مادیت اور دہریت کا زور اور ظلم و بدامنی کا دور دورہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے یورپ کے موجودہ حالات اور چین و جاپان کی ہولناک جنگ کو بطور مثال پیش کیا۔ اسلام ان دونوں مذاہب کے مقابلے میں کم عمر ہے لیکن اس کی روایات نہایت شاندار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے ساتھ ہے۔ اس لئے دہریت اور مادیت اس پر غالب نہیں آسکی ہیں۔ گو اسلامی ممالک میں بھی دہریے موجود ہیں۔ لیکن وہ اسلام کے مقابلے میں ناکام ہیں۔ اور تمام اسلامی ممالک عیسائی اور بدھ ممالک کی نسبت بہت زیادہ امن کی حالت میں ہیں۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دنیا میں اصل حریت و مساوات اور انصاف اسلام ہی قائم کر سکتا ہے اور یہی دنیا کی تمام سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے۔ لہٰذا اس دین فطرت کی اشاعت و تبلیغ کی اشد ضرورت ہے اور نسل انسانی کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مذہب اسلام کو پیش کرنے میں کوئی انتشار پسند اور تکفیر نواز جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کلمہ طیبہ اور ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کیلئے بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو اس کا احترام نہیں کرتے اور کلمہ گوؤں کی تکفیر کرتے ہیں اور ختم نبوت کے عقیدہ کو نہیں مانتے وہ دوسروں کو کس طرح دائرہ اسلام کے اندر لا سکتے ہیں؟ اس وقت دنیا کے اسلام میں صرف ایک ہی جماعت ہے جو صحیح معنوں میں اشاعت اسلام کر رہی ہے۔ وہ آپ کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ قادیانی حضرات اور دوسرے لوگ خواہ کلمہ گوؤں کی لاکھ تکفیر کریں۔ لیکن ان کے دل محسوس کرتے ہیں کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور وہ اس سے مسلمان جیسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ کیونکہ ان مکفروں کے اندر بھی جو اسلامی فطرت ہے وہ انہیں کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ لوگ بحثوں اور مناظروں میں ایک دوسرے کو کافر ثابت کرنے کیلئے انتہائی زور لگاتے ہیں لیکن عملی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آتے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے کو مسلمان سمجھنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ آخر میں فاضل مقرر نے فرمایا کہ ہماری جماعت ۱۹۱۴ء سے تکفیر کے خلاف جد و جہد کر رہی ہے اس کا اثر یہ ہے کہ مسلمانوں کا معقول طبقہ تکفیر سے متنفر ہو رہا ہے۔ ہمارے اندر بھی ایک لوگ ایسے ہیں جو حضرت امیر کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہوئے خدمت اسلام کیلئے میدان میں آجاتے ہیں۔ اور ایک ایسے ہیں جو بسا اوقات اپنے اس فرض سے پہلو تہی کر جاتے ہیں۔ انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور ہر ایک فرد جماعت کو سچے سپاہی کی طرح دینی جہاد میں حصہ لینا چاہیئے۔

مولانا احمد یار صاحب کی تقریر

حافظ صاحب کے بعد مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے مولوی فاضل نے "آئندہ المسیح مجدد ہے یا نبی؟" کے موضوع پر تقریر کی۔ شروع میں آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کا یہ ایک کمال ہے کہ وہ کسی اصولی بات کو مبہم نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اس کی ضروری وضاحت کر دیتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے تمام اختلافات اصولی نہیں بلکہ فروعی ہیں۔ اس لئے ہمیں اس مسئلہ کے حل کیلئے بھی کہ آئندہ المسیح مجدد ہے یا نبی؟ قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن و حدیث سے نہایت قوی دلائل دیکر ثابت کیا کہ نبوت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اب کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے ختم نبوت پر زور دیا ہے اور ان کی تلقین یہ ہے کہ قرآن کو اپنے سامنے رکھو اور حضرت نبی کریمؐ کو آخری نبی مانو۔ اس سلسلہ میں فاضل مقرر نے حضرت صاحب کی متعدد تصنیف کی تحریریں پیش کیں۔

مولانا عمر الدین صاحب شملوی کی تقریر

اس کے بعد مولانا عمر الدین صاحب شملوی کی عالمانہ اور پر از معلومات تقریر "قادیانیت اور بہائیت" کے عنوان پر ہوئی جس میں آپ نے بہائی ازم اور بابی ازم کے متعلق نہایت حیرت انگیز انکشافات کئے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ بہائیت اور احمدیت کا باہمی تعلق اصل اور ظل ہی کی طرح سمجھتے ہیں لیکن وہ سخت غلطی پر ہیں حقیقت یہ ہے کہ احمدیت اور بہائیت میں بہت سے اصولی اختلافات ہیں اور یہ ایک دوسرے کی ضد مقابل

جلسہ سالانہ کے مقرر صاحبان

مندرجہ ذیل حضرات نے جلسہ سالانہ میں تقریریں کیں یا نظمیں وغیرہ پڑھیں:۔

(۱) حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
(۲) حضرت مولانا صدر الدین صاحب
(۳) جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (درس قرآن کریم)
(۴) جناب مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر "لائٹ"
(۵) جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب (امام مسجد برلن جنرل سکرٹری انجمن
(۶) جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی (فاضل سنسکرت و عبرانی)
(۷) جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی
(۸) جناب مولانا آفتاب الدین صاحب مبلغ اسلام و سابق امام مسجد ووکنگ
(۹) جناب حافظ حاجی محمد حسن صاحب وکیل گجرات
(۱۰) جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ آئی سی ایس۔ انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا۔
(۱۱) جناب مولانا مصطفیٰ خانصاحب ایڈیٹر "اسلامک ورلڈ"
(۱۲) جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بی ایس سی۔ ایم۔ بی۔ بی ایس ڈی۔ پی۔ ایچ۔
(۱۳) جناب مولانا عبدالرشید صاحب فاضل دیوبند
(۱۴) جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری قادیانی
(۱۵) جناب مرزا مظفر بیگ صاحب سابق مبلغ اسلام
(۱۶) مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ سکرٹری (رپورٹ سالانہ)
(۱۷) مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے مولوی فاضل
(۱۸) مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ بی۔ اے مولوی فاضل
(۱۹) ماسٹر رجب علی صاحب ارشد مدرس بدوملہی سکول (نظم)

ہیں۔ فاضل مقرر نے ان اصولی اختلافات کو نہایت وضاحت سے بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بابی ازم و بہائی ازم اور قادیانیت میں بعض باتیں مشترک ہیں اور کئی امور میں ان میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس کی متعدد مثالیں بھی آپ نے دیں، مولوی صاحب اپنے اس لیکچر کو خود انشاء اللہ پیغام صلح کیلئے قلمبند کریں گے۔

شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کی تقریر

اس کے بعد شیخ عبدالرحمان صاحب مصری قادیانی کی تقریر "اولاد کے متعلق حضرت مسیح موعود کی دعائیں" کے موضوع پر ہوئی۔ آپ نے ان دعاؤں کی پوری طرح وضاحت کرتے ہوئے ان تمام غلط خیالات و دعاوی کا نہایت خوبصورتی سے ازالہ کیا جو کہ جناب خلیفہ قادیان اور ان کے مریدان دعاؤں کی بنا پر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور جن کی وجہ سے قادیان میں بار بار ناخوشگوار حالات پیدا ہو رہے ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

اس کے بعد جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی نے "ختم نبوت پر ایمان ایک مسلمان سے کیا چاہتا ہے" کے عنوان سے نہایت مدلل اور پر از معلومات تقریر کی۔ اس میں آپ نے بہت سے علمی مسائل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ قرآن کریم دنیا کے لئے روحانی زندگی کا سامان ہے۔ دنیا کے اندر جو روحانی بیماریاں ممکن طور پر پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان تمام کا علاج اس کے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ آجکل دنیا طرح طرح کی مشکلات اور بیماریوں میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں کے اندر یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ وہ اس علاج کو پھیلائیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی ترقی اور بچاؤ کا راز اس میں ہے کہ وہ ایک رسولؐ۔ ایک کتاب یعنی قرآن مجید اور ایک مرکز یعنی کعبۃ اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اسلام کی مخالف طاقتیں اس امر کی پوری کوشش کر رہی ہیں کہ مسلمان رسولؐ عربی، قرآن پاک اور کعبہ کو چھوڑ دیں۔ اسی لئے ہندوؤں کے بعض حلقوں کی طرف سے قادیانیوں کی حمایت ہو رہی ہے۔ کہ وہ رسولؐ عربی کے مقابلہ پر ایک سودیشی نبی کو پیش کر رہے ہیں اور قادیان کے جلسے کو ظلی حج کہہ رہے ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے ہندو اخبارات سے بعض حیرت انگیز حوالے بھی پیش کئے۔ مولانا موصوف کی خدمت میں درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنی تقریر کے اس حصہ کو ایک مضمون کی شکل میں قلمبند کر دیں۔

مولانا آفتاب الدین صاحب کی تقریر

اس کے بعد مولانا آفتاب الدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان و امام مسجد ووکنگ کی تقریر "انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے حالات کہاں تک موافق ہیں؟" کے موضوع پر ہوئی۔ اس میں فاضل مقرر نے انگلستان میں تحریک اشاعت اسلام کی مختصر تاریخ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے ایمان افروز تبلیغی کارنامے بیان کرنے کے بعد اپنے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں فرمایا کہ انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک میں اشاعت اسلام کیلئے وسیع میدان موجود ہے۔ وہاں کے لوگوں کی ذہنیت اور خیالات میں انقلاب عظیم آچکا ہے وہ ایک ایسے مذہب کی تلاش میں ہیں جو ان کی مشکلات اور ضروریات کا صحیح حل پیش کر سکے۔ اور وہ صرف اسلام ہی ہے۔ دوران تقریر میں فاضل مقرر نے بعض دلچسپ واقعات بیان کئے۔ آپ کی تقریر نہایت معقول اور سنجیدہ تھی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

آخر پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے "حضرت مسیح موعودؑ کے پیروؤں کے دو گروہ" کے عنوان سے تقریر فرمائی جس میں اختلاف سلسلہ کے حالات بیان کرنے کے بعد جماعت لاہور اور جماعت قادیان کی روش، عقائد اور خدمات اسلامی کا بصیرت افروز موازنہ کیا۔ یہ پوری تقریر قلمبند کر لی گئی ہے۔ انشاء اللہ جلد درج اخبار کی جائے گی۔

اس تقریر کے بعد یہ اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(باقی انشاء اللہ)

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

امسال ہندو مہاسبھا کا سالانہ اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا مجلس استقبالیہ کے صدر ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی اور اجلاس کے صدر مسٹر ساورکر تھے حسب معمول اس اجتماع میں مسلم دشمنی کا خوب اچھی طرح مظاہرہ کیا گیا۔ مسلم لیگ اور مسلمانوں کی دل کھول کر مخالفت ہوئی۔ مسٹر ساورکر نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ:-

"ہم مسلمانوں کو اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ ہمارے حقوق کی گردن پر سوار رہو جائیں اور ہم محض اس لئے سوراج کی جدوجہد کرتے رہیں کہ ہم پر کسی اینڈ درڈ کی بجائے اورنگ زیب کی حکومت مسلط ہو جائے جمہوریت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اکثریت کا راج ہو۔ اس لئے ہندو اپنے راج کے حق سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے ملک کا نام ہندوستان ہے اس کا جھنڈا ہے جس پر سواستکا اور اوم کا نشان ہے سنسکرت ہندوستان کی مقدس زبان، ہندی قومی بولی اور ناگری ہمارا قومی رسم الخط ہے۔"

کیا مسٹر ساورکر کے یہ خیالات کانگریس کی ظاہر و معلوم پالیسی کے مطابق ہیں؟ سب جانتے ہیں کہ اس سوال کا جواب نفی میں ہے کانگریس تو بظاہر ہندو راج اور مسلم راج دونوں کے خلاف ہے اور خالص ہندوستانی راج کی مدعی و خواستگار ہے۔ لیکن یہ امر موجب حیرت ہے کہ کانگریسی حلقوں سے مسٹر ساورکر کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔ تمام سرکردہ کانگریسی لیڈر خاموش ہیں۔ وہ لوگ مسلم لیگ اور دوسری اسلامی جماعتوں کی معمولی معمولی باتوں پر کانگریسی حلقوں میں شور قیامت بپا ہو جایا کرتا ہے۔ کانگریسی لیڈر ہمیشہ ان پر بیان شائع کیا کرتے ہیں لیکن واقف حالات لوگ کانگریس کی اس خاموشی اور مسلم لیگ و ہندو مہاسبھا کے متعلق اس کے طرز عمل کے اختلاف کی وجہ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر کانگریس اور اس کے ہندو لیڈر بھی وہی کچھ چاہتے ہیں جو کہ ہندو مہاسبھا کہتی ہے۔ کانگریس نے محض فریب کاری کے لئے قوم پرستی اور وطن پرستی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ اس لئے ہندو مہاسبھا کے متعلق اس کی خاموشی اور درپردہ حمایت بالکل قدرتی امر ہے۔ اس میں حیرت اور تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

ہندو مہاسبھا کے اس اجلاس میں ایک بات بالکل صحیح کہی گئی۔ اس کی حمایت ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ مسٹر ساورکر نے فرمایا کہ قوم وطن سے نہیں۔ بلکہ مذہب سے بنتی ہے۔ جغرافیائی اور ملکی حدود تقسیم کی بنا پر جو مصنوعی قومیں بنا کرتی ہیں۔ وہ حقیقی اور دیرپا ثابت نہیں ہوتیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یورپ کی ان متعدد اقوام کی مثالیں پیش کیں جو جنگ یورپ کے بعد ملکی اور جغرافیائی حدود کی بنا پر بنی تھیں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ جو کانگریسی مسلمان آج کل تمام حقائق اور اسلامی مصالح سے آنکھیں بند کر کے وطن پرستی کی رو میں بہے جا رہے ہیں۔ انہیں مسٹر ساورکر کے اس ارشاد سے سبق لینے کی ضرورت ہے —— یاد رہے کہ ہندو اول و آخر حالت میں ہندو ہے۔ وہ مسلمان کو غلام بنانے اور اس کو دھوکہ دینے ۔ ۔ ۔ کی خاطر زبان سے سب کچھ کہہ سکتا ہے لیکن عملاً وہ مسلمانوں کو غیر ہی سمجھتا رہا ہے اور غیر ہی سمجھتا رہے گا متحدہ قومیت کا خواب ہندوستان میں ایسا شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کی نجات ایک خیالی متحدہ قومیت کی تعبیر میں نہیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے بلکہ یہ مقصد اس کی مختلف اقوام کے اتحاد، رواداری، تعاون اور باہمی سمجھوتہ کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

گذشتہ ہفتہ انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام "کل ہند اردو کانفرنس" دہلی میں منعقد ہوئی۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر وزیر تعلیم دولت آصفیہ صدر تھے۔ اس تقریب پر گاندھی جی نے ایک پیغام بھیجا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہر محب وطن ہندو کو اردو اور ہر محب وطن مسلمان کو ہندی سیکھنی چاہئے۔ گاندھی جی اپنے اس پیغام میں بھی حسب عادت نہایت چکنے دار اور دلفریب الفاظ استعمال فرماتے ہیں اور یہ چیز ان کی تحریر و تقریر کی ایک نمایاں خصوصیت بن گئی ہے۔ لیکن ہر ایک غور کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس پیغام میں گاندھی جی نے اردو کو صرف مسلمانوں اور ہندی کو صرف ہندوؤں کی زبان تصور کیا ہے۔ ہندی بے شک صرف ہندوؤں کی زبان ہے لیکن اردو کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں وہ ہندو مسلمانوں کی مشترکہ اور سارے ہندوستان کی متحدہ قومی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کانفرنس میں ہندو مسلمان دوش بدوش شریک تھے۔ سر تیج بہادر سپرو انجمن ترقی اردو کے حامی حیاتی صدر ہیں۔ وہ خود علالت کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہ ہو سکے لیکن انہوں نے اپنے پیغام میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ

"اردو ہندو مسلم اتحاد و اشتراک عمل کا ثمر ہے۔ اسے بہر حال قائم رکھنا چاہئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے بعض طبقے اسے تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔ تو اردو ہی نہیں مٹ جائے گی۔ بلکہ شمالی ہند کے لوگوں کی ثقافت بھی مٹ جائے گی۔"

لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ گاندھی جی نے اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان قرار دیکر ہندوستان کی اس متحدہ قومی زبان کی صحیح حیثیت کا اعتراف کرنے سے متعمدانہ پہلو تہی کی ہے۔ جو کہ تنگ نظری، تعصب اور ہندی نوازی کا ایک افسوسناک ثبوت ہے۔

گاندھی جی نے ہندوؤں کو اردو زبان سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے اس کے متعلق سوال ہو سکتا ہے کہ اس بارہ میں ان کا طرز عمل اور مساعی کیا ہیں؟ ہندوستان کے آٹھ صوبوں میں دو سال سے زائد عرصہ تک کانگریسی وزارتیں قائم رہیں۔ انہوں نے گاندھی جی کی خواہش کے مطابق نئی تعلیمی سکیمیں بنائیں۔ ہندی کی ترویج کے لئے انتہائی کوششیں کیں اور اس کے لئے اپنے حاکمانہ اقتدار ذرائع سے پورا پورا کام لیا۔ ہندی کی ترویج کی مخالفت کو جبر و تشدد کے ذریعہ دبانے میں بھی تامل نہ کیا۔ صوبہ مدراس میں محض زبان ہندی کی خاطر مدتوں پکڑ دھکڑ اور قید و بند کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن یہاں کانگریسی صوبوں میں ان "محب وطن" ہندوؤں کو اردو سکھانے کیلئے کوئی اہتمام نہ ہوا۔ بلکہ اس کے برخلاف اردو کو تباہ کرنے اور اس کی حیثیت کو گرانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ——— آج کانگریس کے "محب وطن" ہندوؤں سے زیادہ خطرناک اردو کا کوئی دشمن نہیں ہے گاندھی جی کی سمجھ میں اب یہ بات آجانی چاہئے کہ عمل و خلوص سے محروم خوشنما و دلکش الفاظ کاغذ کے پھول ہیں۔ جن میں اعتماد و یقین کی خوشبو پیدا نہیں ہو سکتی ——— معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو فریب دیتے دیتے اب اس خود فریبی میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ تمام لوگ ان کے ہر لفظ پر بلا غور و فکر یقین کر لیں گے۔

اردو بلاشبہ ہندو مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے اور مسلمانوں نے اس کی ترویج و ترقی کے لئے بیش بہا قربانی کی ہے۔ گاندھی جی اور دوسرے ہندوؤں کو یہ بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی اور تمدنی و ثقافتی زبان فارسی ہے۔ اردو بھاشا کی بیٹی ہے اس کے تقریباً تمام مصادر برج بھاشا سے لئے گئے ہیں اور انہیں سے ہی ہر قسم کے الفاظ مشتق ہیں۔ مسلمانان ہند نے محض ملکی فلاح اتحاد کی خاطر عربی و فارسی کی بجائے اردو کو اپنی قومی زبان کا درجہ دے دیا ہے۔ اگر ہندوؤں نے اردو کی احمقانہ مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت عربی یا فارسی کی طرف دوبارہ متوجہ ہو جائے گی۔ ان کو اپنی قومی زبان بنانے کی مسئلے پر غور کرے گی۔ چنانچہ اس کے آثار اب ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ مثلاً معاصر "شہباز" اپنی یکم جنوری کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"اگر ہندو اردو سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتے تو مسلمانوں کو اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ اردو کی بجائے فارسی کو کیوں نہ رواج دیا جائے اور "ہندوستان" کی زبان یعنی اردو کی اتنا تحفظ میں کیوں وقت ضائع کیا جائے۔ اگر گاندھی جیسے شخص بھی اس زبان کو گوارا نہیں کر سکتے جس میں آدھی سے بھی زیادہ بھاشا کے الفاظ ہیں۔ تو مسلمان ایک ایسی زبان کیوں گوارا کریں جو برج بھاشا کی ہی ایک صورت ہو اگر اس ملک کو ضرور دو حصوں میں تقسیم ہونا ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو یہ اردو جو آج بولی اور لکھی جاتی ہے ہرگز پاکستان کی زبان نہیں ہو سکتی۔ یہ حیثیت صرف فارسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ یا کسی ایسی زبان کو جو عربی اور فارسی کی آمیزش سے پیدا ہو گی اور جس میں سندھی کشمیری اور پشتو کے الفاظ بھی ہوں گے۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کو سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔"

ہم مرحوم معاصر کے ان خیالات کی فی الحال تائید نہیں کرتے لیکن اتنا ظاہر ہے کہ یہ خیالات ہندوؤں کی اردو دشمنی کا رد عمل ہیں جو قدرت کا محکم قانون ہے۔

حیدرآباد کے مشہور ذمہ دار روزنامہ "رہبر دکن" (۸ر شوال) میں خبر شائع ہوئی ہے کہ:-

"آل دکن ہندو بودک کانفرنس میں جو ۴ر اکتوبر کو نیشنل [illegible] میں منعقد ہوئی۔ مسٹر ساورکر اور مسٹر ایل۔ بی بھوپٹکر کی [illegible] تقریروں کے بعد طے کیا گیا کہ ہندو عوام آئندہ جلوس کے پہلے جمعہ کو ممالک سرکار عالی کے تمام دیہات میں جمعہ کے وقت مسجدوں کے سامنے سے باجے کے ساتھ جلوس نکالیں یا آل دکن ہندو بودک کانفرنس کے اس فساد انگیز [illegible]

(باقی صفحہ ۱۰)

احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کے چودھویں سالانہ جلسہ کی رپورٹ

مورخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو احمدیہ انجمن خواتین اسلام کا چودھواں سالانہ جلسہ مسلم ہائی سکول لاہور کے وسیع صحن میں جو شامیانہ اور فرش فروش سے آراستہ تھا منعقد ہوا۔

افتتاحی تقریر اور تحریک صدارت

ساڑھے دس بجے صبح کاروائی جلسہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک مختصر تقریر سے شروع ہوئی جس میں آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وفات یافتہ بڑے بڑے بزرگان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب، اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب و جناب بابو منظور الٰہی صاحب کے زندہ جاوید کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اب بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جہاں تک قومی کاموں اور جماعت کو مدد دینے کا تعلق ہے ہر طرح اپنے شوہر محترم کی جانشینی فرما رہی ہیں اسلئے اس جلسہ کے لئے صدر بنایا جائے۔ بعدتائید انہوں نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔

تلاوت قرآن و نعت وغیرہ

اور اصل کاروائی جلسہ سیدہ بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن کریم سے شروع کی جسے سب خواتین نے مؤدب کھڑے ہو کر سنا محترمہ مس عارف صاحبہ نے نعت خوانی کی۔ اور پھر بیگم صاحبہ اختر حسین گیلانی نے ایک مضمون خدمت اسلام پر پڑھا۔ اس کے بعد ایک ننھے بچے نے بڑی پیاری طرح ایک نظم سنائی کہ "بڑا ہو کر سنئے کہ میں کیا بنوں گا" جس کو سب نے ازحد پسند کیا۔ پھر ایک نظم عزیزہ شمیم آرا نے سنائی۔ اور اس کے بعد محمودہ فاروقی بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے نمائش دستکاری اور اس کے فوائد پر ایک مضمون پڑھا۔ اور پھر عزیزہ مسعودہ و زبیدہ نے مل کر ایک نعت پڑھی

محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ کی تقریر

جس کے بعد محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ امام مسجد برلن کا تعارف سب خواتین سے کرایا۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ نے اپنی موثر تقریر میں بیان کیا کہ جرمن اسلامی مشن کس قدر مفید کام وہاں کر رہا ہے۔ اسلامی لٹریچر وہاں کس قدر پسند کیا جاتا ہے۔ اور کس طرح وہ اور اُن کے شوہر محترم ان غلط فہمیوں کو جو اسلام کے متعلق پادریوں نے پھیلا رکھی ہیں انہیں دور کرتے رہے۔ اور پھر جرمنی کی نو مسلمہ بہنوں کا ذکر کیا جو ازحد ذوق و شوق سے اسلامی مشن کے کاموں میں حصہ لیتی رہتی ہیں۔ اور پھر بتایا کہ کس طرح جرمنی و پولینڈ کی جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے بادل نخواستہ انہیں جرمنی سے نکلنا پڑا مگر خدا کے فضل سے ان مدد کی اور مسجد و مشن کا تسلی بخش انتظام کرنے کے بعد وہ بخیریت اپنے شوہر محترم کے ہمراہ ہندوستان پہنچ گئیں۔

محترمہ بیگم شاہ نواز صاحبہ کی تقریر

اس تقریر کے بعد محترمہ بیگم شاہ نواز صاحبہ ممبر اسمبلی نے اپنے قیمتی خیالات سے سب خواتین کو مستفید فرمایا۔ اور بتایا کہ کس طرح دیگر قومیں اور مذاہب اپنے اصولوں کی اشاعت کے لئے ہزارہا روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ ان کی سرگرمی سے ہمیں سبق لینا چاہیئے۔ کیونکہ دراصل یہ اسلام کا اصول ہے جو اوروں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ کاش ہم انہیں ہی دیکھ کر اپنا فرض پہچانیں۔ اور اسلام کی اشاعت کے لئے دل و جان سے کوشش کریں۔ اور پھر بتایا کہ صرف یہ (یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) ایک انجمن ہے جو یہ اہم کام اور مسلمانوں کا اولین فرض ادا کر رہی ہے۔ سو ہمیں اپنے روپے پیسے اور زکوٰۃ وغیرہ سے اس کی امداد کرنی چاہیئے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اپنی تقریر میں انجمن مذکور کے لٹریچر کی ازحد تعریف فرمائی کہ کس طرح مذہب کے مشکل مسائل کو اس انجمن نے بوڑھوں، جوانوں بچوں سب کے لئے آسان عام فہم اور دلچسپ بنا دیا ہے۔ آپ کی تقریر کے بعد عزیزہ زکیہ وحید نے ایک نظم پڑھی

محترمہ بیگم صاحبہ قلندر علی کی تقریر

جس کے بعد محترمہ بیگم قلندر علی صاحبہ نے ایک پُر مذاق و پُر لطف تقریر آجکل کی شادیوں اور رشتوں ناطوں کے نقائص پر کی

محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم اے کی تقریر

اور محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم اے نے سورہ یٰسین کی تلاوت کے بعد ایک پُر مغز تقریر اسلام کی خوبیوں پر کی اور کہا کہ مسلمانوں کو ایکدوسرے کو کافر کہنا چھوڑ دینا چاہیئے چونکہ سب سے زیادہ اتحاد اسلام میں ہے، جبکہ خدا ایک ہے رسول ایک ہے قرآن ایک ہے کعبہ ایک ہے روزہ ایک ہے۔ نماز ایک ہے۔ اور اس طرح سب فرقوں کو ایک ہو کر اور خدا پر بھروسہ کر کے اشاعت اسلام کے لئے قدم اُٹھانا چاہیئے۔

لیڈی عبد القادر صاحبہ کی تقریر

اس کے بعد محترمہ لیڈی عبد القادر صاحبہ نے تقریر فرمائی اور فرمایا کہ آج مسلمانوں کو سب سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ دوسری قومیں جو آجکل دنیا میں ترقی پر ہیں جن کے پاس دنیا کے سب عیش و آرام ہیں وہ بھی اپنے آرام و تفریح سے وقت نکال کر اپنے ملک کے غریبوں اور محتاجوں کے لئے کام کرتی ہیں۔ اور فرمایا کہ انہوں نے یورپ میں وہاں کی خواتین کو جو کہ سوسائٹی میں نہایت بلند درجہ رکھتی ہیں اور ازحد مصروف رہتی ہیں دیکھا کہ وہ بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ دوسروں کے لئے صرف کرتی ہیں۔ سو ہمیں بھی دوسروں کی امداد کرنا چاہیئے کہ یہ زرین اصول بھی اسلام کا ہے۔

محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر کی تقریر

اس کے بعد محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ فی الواقع ہمارا دین و دنیا جُدا نہیں ہے اور ہمیں اپنے دنیاوی کاموں کیساتھ دینی کاموں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اپنی غریب اور محتاج بہنوں اور بھائیوں کا خیال کرنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو موجودہ زمانہ میں خاص کر اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو مضبوط کریں اور اپنی تعداد بڑھائیں۔ جو کہ اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں بتایا کہ ہم قوم کے یتیم بچوں کے لئے ایک یتیم خانہ اسلامی احکام کے مطابق قائم کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں یتیم و غریب بچے قابل و نیک مسلمان بن کر نکل سکیں۔ اور سب بہنوں کو اس میں ہماری مدد کرنی چاہیئے جسکا نتیجہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد دیکھ لیں گی۔ اس کے بعد ایک نظم اور محترمہ رضیہ بیگم بنت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مضمون اور چندہ کے بعد جلسہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔

نمائش

اور نمائش دیکھنے کے لئے سب خواتین تشریف لے گئیں (نمائش کا ساتھ ہی انتظام تھا) اور احمدیہ گرلز ایسوسی ایشن کی چائے کی دوکان کو جس کی سب آمدنی یتیم خانہ کو دی گئی سب نے ازحد پسند کیا۔ اور دو تین گھنٹہ کی تکان کے بعد وہاں کی نفیس چائے اور لذیذ مٹھائیوں اور دوسری چیزوں کا خوب لطف اُٹھایا۔

خاکسارہ رضیہ رحمان

(بقیہ صفحہ ۹)

شرارت اور اشتعال انگیزی کی شرمناک کوشش کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ مہاراشٹر کے دیہات میں مسلمانوں کی آبادی نہایت قلیل ہے اور وہ انتہائی بے بسی اور کس مپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہندوؤں کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا اور وہ نماز جمعہ کے وقت منظم طریق پر مسجدوں کے سامنے باجا بجانے کو فرض سمجھتے ہیں اور یہ فیصلہ ہندو سبھا کے صدر کی موجودگی و سرپرستی میں ہوتا ہے ــــ لیکن وہ لوگ جنہوں نے قوم پرستی، وطن دوستی اور ہندو مسلم اتحاد کے نام پر "یوم نجات" کی تجویز کا علم ہوتے ہی طوفان بے تمیزی برپا کر دیا تھا۔ اس شرانگیزی پر اس طرح خاموش ہیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔

یہ واقعہ ایک اور لحاظ سے بھی مسلمانوں کے لئے قابل غور ہے۔ مذکورہ بالا کانفرنس اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں نہایت جوش و اہتمام سے منعقد ہوئی ہے۔ آل انڈیا شہرت کے مہاسبھائی لیڈر اس میں شرکت کرتے ہیں مسلم دشمنی کا مکمل مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن جنوبی ہندوستان کے ہندوؤں کی اس شرانگیزی کی اطلاع شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کو کہیں وسط دسمبر میں ملتی ہے اور غالباً دکن کے مسلمان بھی عرصہ تک اس سے بے خبر رہے ہوں گے۔ اس سے مسلم اخبارات کی کمزوری و بے مائیگی بالکل ظاہر ہے ــــ یہ تو ہندوستان کے شمال اور جنوب کا فرق ہے۔ آئے روز کئی شہروں میں ہمارے دیوار بہ دیوار سماج مندروں، ہندو سبھاؤں۔ بدھوا آشرموں اور ہندو اسکولوں اور کالجوں میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہزاروں منصوبے ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی اسکیمیں سوچی اور ان میں رنگ عمل بھرا جاتا ہے لیکن ہمیں کانوں کان خبر نہیں ہوتی ــــ حریف کی ہوشیاری اور ہماری بے خبری کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر جگہ ہمارے لئے نئے نئے فتنے اور مصیبتیں پیدا ہو رہی ہیں۔

گذشتہ ماہ آریہ سماج کے ایک مشہور لیڈر اچاریہ رام دیو انتقال کر گئے۔ یہ کالج پارٹی کے بانی مہاتما ہنس راج جی آنجہانی کے قریبی عزیز تھے۔ لیکن ان کا تعلق گھاس پارٹی (گرو کل پارٹی) سے تھا سوامی شردھانند آنجہانی کے دست راست تھے۔ مزاج اور طریق کار بھی ان سے ملتا جلتا تھا۔ ساری عمر مسلمانوں کی مخالفت اور آریہ سماج کی خدمت میں بسر کی۔ ان کی موت سے آریہ سماج ایک بہت بڑے رکن سے محروم ہو گیا۔ اس صدمہ میں ہمیں ان سے ہمدردی ہے۔

مفید علمی معلومات

کام کے متعلق چند کام کی باتیں

کام کی زیادتی کا آخر سبب کیا ہوتا ہے؟ یا تو کام کرنیوالے میں کوئی نقص ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ سارے کام کو وقت پر انجام دینے سے قاصر رہتا ہے یا وہ اپنے حریف اور مد مقابل سے سبقت لیجانے کی کوشش میں برابر مشغول رہتا ہے یا اسکو اپنی کمتری کا احساس ہوتا ہے اور وہ اپنے کو برتر ثابت کرنیکی خاطر کسی نہ کسی کام میں منہمک رہتا ہے۔ یا اپنے تکدر، رنج اور ملال کو دور کرنے کے خیال سے وہ مختلف قسموں کے کاموں میں دلچسپی لیتا رہتا ہے۔ اگر کام کی کثرت کے باعث اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے تو اس کا بڑا سبب کام کی زیادتی نہیں بلکہ حصول مقصد کی ناکامی کا خوف ہے۔

کام مضر ہونے کی بجائے ہمیشہ مفید ہے، ایک مشغول آدمی ایک کاہل شخص سے کہیں زیادہ مسرور رہتا ہے۔ کام میں خواہ کیسی ہی مشکل اور پیچیدگی ہو اس کے انجام دینے میں جو حظ اور لطف ملتا ہے وہ بیکاری میں نہیں ملتا خواہ اس میں کتنا ہی عیش و تنعم کیوں نہ میسر ہو۔ کام کا نتیجہ حسب خواہ نہ سہی لیکن اس کی مشغولیت سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بیکاری کی مضرت سے بہرحال بہتر ہے۔

کام سے اگر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا مقصود ہو تو سب سے پہلے اس غلط خیال کو دور کرنا چاہیئے کہ کام مقصد حاصل کرنے کا ایک ناخوشگوار ذریعہ ہے۔ کام سے لطف لینا ہی کام سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ بچے کھیل میں غیر معمولی خوشی اور انہماک کا اظہار کرتے ہیں یہ جوش اور انہماک کھیل سے نہیں بلکہ اس جذبہ اور دلچسپی سے پیدا ہوتا ہے جو ایک بچہ کھیل سے رکھتا ہے۔ وہ اپنی ہر مشغولیت میں اسی قسم کے جوش اور انہماک کا ثبوت دے سکتا ہے۔ مگر وہ اپنے بزرگوں کی زجر و توبیخ اور جبر اور دباؤ سے بعض خوشگوار چیزوں کو بھی ناخوشگوار سمجھنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے کام میں وہی جذبہ رکھتا ہو جو بچے اپنے کھیل میں رکھتے ہیں تو پھر اس کی زندگی کا ہر کام محض کھیل ہو جائے۔ بعض لوگ کام کو اپنے اعمال کی سزا تصور کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل سمجھنا چاہیئے جس کے ذریعہ بہت سی برائیوں سے چھٹکارا اور غم و مصیبت سے نجات ملتی ہے جو شخص زندگی کے آخری لمحہ تک کام کرتا ہے وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک خوش رہتا ہے۔ کاہلی زندگی کو افسردہ اور مغموم بنا دیتی ہے۔ اس سے بڑھاپے کے آثار بھی جلد پیدا ہو جاتے ہیں۔

کوئی شخص پیدائشی کاہل نہیں ہوتا۔ بچے فطرتاً بہت چست اور چونچلے ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں اس سے ان کو دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا ان کے لئے ایک عجائب خانہ ہوتی ہے وہ کام کے ہر راز کو جاننا چاہتے ہیں اسی لئے ان کی تلاش و تجسس میں کوئی مزاحمت یا مداخلت ہوتی ہے تو انکی سرگرمی اور چستی میں فرق آجاتا ہے اور ان کے بڑھتے ہوئے حوصلوں میں کمی ہو جاتی ہے۔

بچوں کی ضرورت سے زیادہ نگہبانی اور مخالفت بھی ان میں کاہلی پیدا کر دیتی ہے۔ بعض محتاط والدین اپنے بچوں سے کسی قسم کی غلطی کا ارتکاب پسند نہیں کرتے ہیں۔ اسلئے انکو وہ کوئی ایسا موقعہ نہیں دیتے ہیں جس سے کسی غلطی کے ارتکاب کا احتمال بھی ہو۔ مگر یہ صحیح تربیت نہیں بچے آزادی سے اپنی اندرونی قوت کا اظہار چاہتے ہیں۔ جب ان کو یہ آزادی نہیں ملتی تو وہ صحیح نشوونما سے محروم ہو کر کاہل ہو جاتے ہیں۔ پھر آگے چل کر ان کو آزادی بھی ملتی ہے تو ان میں اتنی خود اعتمادی نہیں ہوتی کہ وہ کوئی کام انجام دے سکیں ان کی شخصیت فنا ہو کر برباد ہو چکی ہے۔

بعض بچے اپنے شفیق والدین کے لاڈ پیار کو اپنی کاہلی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں شفیق والدین اپنی محبت کی بنا پر اپنے بچوں کو کوئی ایسا کام نہیں کرنے دیتے جس میں وہ غیر معمولی طور سے منہمک ہو کر پریشان ہوں، بچے اس شفقت سے فائدہ اٹھا کر اپنی ساری سرگرمی اور اولوالعزمی کھو بیٹھتے ہیں اور اپنا ہر کام والدین کے ہاتھوں سے انجام پانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنی کاہلی اور سستی ہی کے ذریعہ والدین کی محبت سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں تو پھر ان کو چست اور سرگرم بننے کی کیا ضرورت ہے؟

بعض کام ایسے ہیں جن کو انجام دینے میں بچوں کو تکدر اور الجھن پیدا ہوتی ہے۔ مگر ایسے کام وہی ہوتے ہیں جن کا کرنا خود ان کے والدین کو جبر اور گراں گزرتا ہے۔ کام خواہ کیسا ہی ادنیٰ یا مشکل ہو اگر والدین خود اس کو بطیب خاطر کریں تو پھر کوئی سبب نہیں کہ ان کے بچے بھی اس کی طرف رضا و رغبت کیساتھ متوجہ نہ ہوں، بچوں کی سستی اور کاہلی میں ان کے والدین کے عادات و اطوار کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

کام مشکل بھی ہوتا ہے، مگر اسی وقت جب کام کرنیوالا بعض خاص اسباب کی بنا پر اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ وہ کام اس کو پسند نہیں اور جب کام پسند نہیں تو اس کو انجام دینے میں ہر قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں پیچیدگیوں سے گھبراہٹ اور تکدر ہی کا نام جسمانی اضمحلال ہے جسکا ردعمل سستی اور کاہلی ہے۔ مگر کام کرنیوالے کو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کام کی زیادتی سے تھک گیا ہے اور اسکو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔

کام کا خوشگوار یا ناخوشگوار یا مشکل اور آسان ہونا کام کرنیوالے کے جذبہ پر منحصر ہے، اگر اس کے جذبہ میں امنگ، جوش اور اولوالعزمی ہے تو ہر ناخوشگوار کام خوشگوار ہے اور اگر بیدلی بے رخی اور بے اعتنائی ہے تو ہر آسان کام مشکل ہے، جس کا لازمی نتیجہ سستی اور کاہلی ہے۔

کاہلی اور سستی کا علاج اس کو دور کرنے کی مبہم کوشش میں نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ وہ کاہل ہے اور اپنی کاہلی کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو یہ بالکل مضحکہ خیز ہے۔ کاہلی کا واحد علاج کام میں غیر معمولی دلچسپی پیدا کرنا ہے۔ خواہ وہ کام کیسا ہی ہو۔ کسی کام کو اپنے سے فروتر سمجھنا بھی کاہلی کی دلیل ہے۔ ہر کام اپنے رتبہ اور معیار کے مطابق ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ رضا اور رغبت سے انجام دیا جائے۔　　　(معارف)

کانووکیشن

گذشتہ دنوں پنجاب یونیورسٹی کا کانووکیشن یعنی جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر صرف ان لوگوں کو سندیں تقسیم کی جاتی ہیں جو کسی اعلیٰ امتحان میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ یعنی کم از کم گریجویٹ ہیں۔

کانووکیشن لاطینی زبان کے ایک لفظ "کانووکیر" سے مشتق ہے جسکے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ ابتداً یہ لفظ صرف اسقفوں، لاٹ پادریوں کے خاص اجتماعات کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ اور انگلستان میں پادریوں کے بعض اجتماعات کو کانووکیشن کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ تقسیم اسناد کے اجتماع کو بھی کانووکیشن کہا جانے لگا۔ کانووکیشن کے خاص آداب و قواعد ہیں۔ اس میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں انہیں ایک گون پہننا پڑتا ہے۔ یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ یورپ میں پہلی مرتبہ کب اور کہاں اس قسم کا اجتماع ہوا۔ البتہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یورپ جس طرح بہت سی چیزوں کیلئے عربوں کا شرمندۂ احسان ہے اسی طرح کانووکیشن کے معاملہ میں بھی اس نے عربوں کی نقالی کی ہے عربوں میں گون کو طیلسان کہتے ہیں، اور تاریخ سے ثابت ہے کہ دارالعلوم غرناطہ کے فارغ التحصیل طلبہ جب جلسہ تقسیم اسناد میں شریک ہوتے تھے تو ان کے لئے طیلسان پہننا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

غرناطہ کے تذکرہ میں تو طیلسان کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ ارباب تذکرہ نویس نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ غرناطہ میں جب بنو احمر کی حکومت قائم ہوئی تو وہاں تقسیم اسناد کے جلسے ہوا کرتے تھے جن میں اس عہد کے علماء اور فاضل کے علاوہ بڑے بڑے امراء بھی شریک ہوتے تھے۔ ان موقعوں پر مناظرے کی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ البتہ یہ کہنا مشکل ہے کہ جب قرطبہ مسلمانوں کی حکومت کا مرکز تھا تو کیا وہاں کے دارالعلوم میں طیلسان کا رواج ہو چکا تھا۔ اور کیا وہاں بھی تقسیم اسناد کے اجتماع ہوا کرتے تھے۔

ہسپانیہ کے مسلمانوں کی تعلیمی، ادبی اور تمدنی ترقیوں کا آغاز تو قرطبہ میں ہی ہو چکا تھا۔ زریاب جس نے لباس کی تراش خراش میں نئی نئی جدتیں کیں۔ مانگ نکالنے، ننگے سر رہنے، چھری کانٹے سے کھانا کھانا اور ڈھیلے ڈھالے لباس کی بجائے چست لباس پہننے کو رواج دیا تو آج سارے یورپ میں رائج ہے عبدالرحمن ثانی کے زمانے میں ہوا ہے جو ہارون الرشید کا ہم عہد تھا۔ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ اور ابی عامر منصور کے عہد حکومت میں ان پر اضافے کئے گئے۔ منصور کے بعد جب قرطبہ کی حکومت مٹ گئی اور ملوک الطوائف کا دور شروع ہوا تو اشبیلیہ ہر قسم کی علمی، ادبی اور تمدنی ترقیوں کا مرکز سمجھا جانے لگا۔ اشبیلیہ کے بعد غرناطہ میں عربوں کی تہذیب و تمدن نے رونق پائی۔ عمامہ نے مختصر ہوتے ہوتے ٹوپی کی صورت اختیار کر لی چست لباس عام ہو گیا عبا و قبا کی جگہ کوٹ پہنے جانے لگے، طیلسان کا نام بھی اسی دور کے تذکرہ میں پہلی مرتبہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔

بھوک ہڑتال

ایک صاحب پوچھتے ہیں:۔

بھوک ہڑتال کا آغاز کب سے ہوا ہے زمانہ قدیم کی تاریخ میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں یا میکسوینی پہلا شخص ہے جس نے اسے ایک سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کیا؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہندوستان کی قدیم تاریخ میں تو بھوک ہڑتال کے واقعات کثرت سے ملتے ہیں البتہ دوسرے ملکوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر کہیں کہیں اس قسم کے واقعات نظر آتے ہیں۔ کہ کسی بادشاہ کی بیگم نے کوئی بات منوانے کے لئے کھانا پینا ترک کر دیا میکسوینی تو ابھی کل گذرا ہے اور ہندوستان کی تاریخ میں آج سے دو اڑھائی ہزار سال پہلے بھی بھوک ہڑتال کے واقعات ملتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ بھوک ہڑتال کا حربہ سب سے پہلے برہمنوں نے اختیار کیا جب وہ کسی راجہ سے کوئی بات منوانا چاہتے تو محل کے دروازہ پر جا بیٹھتے تھے اور جب تک انکی بات نہ مان لی جاتی تھی اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے تھے چونکہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ برہمن ہتیا مہا پاپ ہے اسلئے یہ حربہ عام طور پر بہت کامیاب ثابت ہوتا تھا۔ ...... کشمیر کے مشہور مورخ پنڈت کلہن نے اپنی کتاب راج ترنگنی میں اس قسم کے واقعات کثرت سے لکھے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کے سرچڑھ کے مرنے کا رواج عام تھا اور عہد

رفتارِ عالم

اسلامی دنیا

— ۲۷ر دسمبر کو ترکی کے مشہور علاقہ اناطولیہ میں شدید زلزلہ آیا جس نے وہاں نہایت ہولناک تباہی پھیلائی۔ اندازہ ہے کہ کم و بیش پچاس ہزار آدمی ہلاک و مجروح ہوئے۔ نیکیصد کے قریب شہر اور دیہات تباہ ہو چکے ہیں۔ مالی نقصان کا اندازہ اس وقت ناممکن ہے۔

— رسل و رسائل کے تمام ذرائع ناکارہ ہو چکے ہیں جنہیں پوری سرگرمی سے درست کیا جا رہا ہے۔ مصیبت زدگان کی امداد کے لئے امدادی پارٹیاں ہر حصہ ملک سے پہنچ رہی ہیں اور انہیں دوسرے علاقوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ صدر جمہوریہ ترکیہ اور دوسرے ذمہ دار حکام علاقہ متاثرہ میں پہنچ چکے ہیں۔

— اس آفت ناگہانی کی وجہ سے تمام مہذب دنیا بالخصوص اسلامی ممالک و مشرق قریب میں خوف و ہمدردی کی زبردست لہر دوڑ گئی ہے۔ ملک معظم، مسٹر چیمبرلین اور صدر فرانس نے صدر عصمت انونو کو ہمدردی کے پیغامات بھیجے ہیں۔

— انقرہ ۲۹ر دسمبر۔ علاقہ متاثرہ میں لوٹ مار کی وارداتوں کے انسداد کے لئے مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہے۔ پولیس اور فوج کا شدید انتظام ہے۔ مصیبت زدگان کی امداد کے لئے ترکی پارلیمنٹ نے خاص رقم منظور کی ہے۔ افغانستان اور ایران سے بھی مالی مدد پہنچی ہے۔

— انقرہ یکم جنوری۔ زلزلہ کی تباہ کاری کے بعد اناطولیہ میں اب سیلاب کی مصیبت برپا ہو گئی ہے۔ سمرنا، بردصہ اور اوریانوپل کے اضلاع میں دریاؤں کی طغیانی کی وجہ سے بیشمار انسان اور مویشی پانی میں بہ گئے ہیں۔ بعض مقامات پر بجلی بھی گری۔ جس سے بہت سے افراد لقمہ اجل ہوئے۔ زلزلہ کے جھٹکے ابھی تک محسوس ہو رہے ہیں۔

— لندن یکم جنوری۔ زلزلہ کے مصیبت زدگان کی امداد کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ ۲۵ ہزار پونڈ، حکومت فرانس پانچ لاکھ فرانک، رنیگی حکومت افغانستان نے ۵۰۰ پونڈ چندہ بھیجا ہے۔ امریکہ، بلغاریہ، رومانیہ اور یونان سے بھی ہزاروں پونڈ آئے ہیں۔ علاوہ ازیں بلقان کی ریاستوں نے عمارتی لکڑی اور دیگر سامان تعمیر ارسال کیا ہے۔ نیز ڈاکٹر اور نرسیں بھی کثیر تعداد میں بھیجی جا رہی ہیں۔

— موجودہ جنگ کی وجہ سے عراق اور مصر کے درمیان فضائی ڈاک کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ اب حکومت مصر اس سلسلہ کو دوبارہ جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

— تازہ مصری اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ علی مہر پاشا وزیر اعظم اس کوشش میں ہیں کہ محمد محمود پاشا سابق وزیر اعظم مصر وزارت میں شریک ہو جائیں لیکن تا حال انہیں اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔

— عراق کے وزیر اعظم نوری السعید نے چند روز ہوئے ایک تقریر میں کہا کہ فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ہماری کوششیں بہت جلد بار آور ہونگی۔

— اطالوی اخبارات نے انقرہ کی ایک اطلاع کی بنا پر یہ خبر شائع کی ہے کہ بہت جلد ترکی اور اٹلی میں ایک معاہدہ ہونے والا ہے۔ یہ معاہدہ اس قسم کا ہوگا جو قبل ازیں اٹلی اور یونان میں ہو چکا ہے۔

— بیت المقدس کا مشہور اخبار "الدفاع" لکھتا ہے کہ بہت سے ملکوں کے عرب لیڈر حج کیلئے حجاز میں جمع ہو رہے ہیں۔ یہ لیڈر موجودہ جنگ کے متعلق سلطان ابن سعود سے تبادلہ خیالات بھی کرینگے۔

— تازہ عربی ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ طرابلس میں اطالویوں کی تعداد نہایت سرعت کیساتھ ترقی کر رہی ہے۔ ۱۹۳۴ء میں طرابلس میں ۱۱۲۶۹۴ اطالوی تھے لیکن اب یہ تعداد ڈیڑھ کروڑ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ مسولینی اس کوشش میں ہے کہ طرابلس میں اطالویوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو آباد کر دیا جائے تاکہ عربوں اور اطالویوں کی آبادی کا تناسب نصف ہو جائے۔

ہندوستان

— بھوپال یکم جنوری۔ ہز ہائینس نواب صاحب بھوپال نے ترکی کے زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے دس ہزار پونڈ کی رقم عطا فرمائی ہے۔

— کلکتہ یکم جنوری۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے اناطولیہ کے زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے دس ہزار روپیہ کی رقم ترکی بھیجدی ہے۔ کل کانفرنس نے زلزلہ فنڈ کے لئے ایک خاص کمیٹی مقرر کی تھی۔ جس کی صدارت کے فرائض آنریبل مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال انجام دیں گے۔

— پٹنہ یکم جنوری۔ بہار کی کانگرسی وزارت کے مظالم کے خلاف بہار پراونشل مسلم لیگ نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے۔

— نئی دہلی ۳۰ر دسمبر۔ کل ہند اردو کانفرنس نے اپنے اجلاس میں اس مطلب کی قرار دادیں منظور کی ہیں:۔

(۱) شمالی ہند کی تمام یونیورسٹیوں میں جن میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ بھی شامل ہے اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیں۔

(۲) ہندوستان کی تمام یونیورسٹیاں اردو کو لازمی مضمون قرار دیں۔

(۳) مرکزی اسمبلی اور صوبجاتی اسمبلیوں کے ممبر اردو میں تقریریں کیا کریں۔

— کلکتہ ۳۰ر دسمبر۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت ہند اور حکومت سرحد سے التماس کی ہے کہ صوبہ سرحد میں جداگانہ یونیورسٹی قائم کریں۔

— کلکتہ ۲۹ر دسمبر۔ ہندو مہاسبھا کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ ۱۸ اور ۴۵ سال کے درمیانی عمر کے تمام ہندوؤں کی ایک ہندو ملیشیا قائم کی جائے۔ ڈاکٹر مونجے کو اتفاق رائے سے کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا ہے۔

— جبل پور یکم جنوری۔ چند روز ہوئے مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال نے پنڈت نہرو کو دعوت دی تھی کہ وہ جبل پور آئیں اور کانگرسی صوبوں میں مسلمانوں پر مظالم کی تحقیقات کے سلسلہ میں مبادیات طے کر لیں۔

— لاہور یکم جنوری۔ لاڑکانہ میں کراچی کارپوریشن کے ممبر مسٹر آر۔ کے سدھوا نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے گورنر سندھ سے اپیل کی کہ وہ صوبہ سندھ میں آئین کو معطل کر دیں۔ کیونکہ موجودہ وزارت اپنے فرائض کو سرانجام دینے میں قطعی طور پر ناکام رہی ہے۔ سندھ پراونشل لیگ نے بھی گورنر سندھ سے یہی اپیل کی ہے۔

— امرتسر ۳۰ر دسمبر۔ آج یہاں پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کانگرس مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کیلئے تیار ہے۔ مگر مسٹر جناح سے کسی قسم کی گفت و شنید کرنا نہیں چاہتی۔

— سکھوں نے پاکستان کے مقابلہ میں ایک تحریک "خالصستان" کے نام سے جاری کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دہلی سے لاہور، لائل پور اور ملتان کے علاقے جن میں سکھ ریاستیں بھی شامل ہیں "خالصستان" قرار دیکر مہاراجہ پٹیالہ کو اس کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ تجویز معقول و سنجیدہ نہیں لیکن سکھوں میں بڑے زور شور سے اس کا پرچار کیا جا رہا ہے۔

— پشاور ۲ر جنوری۔ گورنر سرحد نے ترکی کے زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے فنڈ کھول دیا ہے۔ آپ نے اس فنڈ میں ۱۰۰ روپیہ اپنی جیب خاص سے عطا کیا ہے۔ والئے سوات نے ایک ہزار روپیہ اور نواب صاحب امب نے ۵۰۰ روپیہ دیا ہے۔

— لاہور ۲ر جنوری۔ آج گورنر پنجاب نے آل انڈیا پولیٹیکل سائنس کانفرنس کا افتتاح کیا ہے۔

— مدراس ۲ر جنوری۔ مدراس کی آل انڈیا کھادی نمائش میں تباہ کن آگ لگ گئی جس سے تمام دوکانیں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ کانگریس کا پنڈال بھی تباہ ہو گیا۔

— سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے اپیل کی ہے کہ ۷ر جنوری کو پنجاب بھر میں یوم امداد ترکی منایا جائے۔

ممالک خارجہ

— لندن یکم جنوری۔ برطانیہ نے مجلس اقوام کو اپنے اس ارادہ سے آگاہ کر دیا کہ روس کے خلاف وہ فن لینڈ کی ہر ممکن امداد کریگی۔ فرانس نے بھی روس کے خلاف فن لینڈ کی امداد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

— لندن یکم جنوری۔ کل رات کینیڈین فوج کا دوسرا فوجی دستہ انگلستان کے مغربی ساحل کی ایک بندرگاہ پر اترا۔ یہ دستہ بحر اوقیانوس میں برطانوی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی حفاظت میں آیا ہے۔

— شنگھائی یکم جنوری۔ چین کے جنگی محکمہ کے ترجمان نے سنہ ۱۹۳۹ء کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ پچھلے سال جنگ میں جاپان کے چھ لاکھ آدمی مارے گئے۔

— لندن یکم جنوری۔ مغربی محاذ جنگ پر ہر جگہ برفباری ہو رہی ہے اور دونوں طرف سے سرگرمیاں کم ہو گئی ہیں۔ برطانوی وزارت فضائیہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ برطانوی فضائی فوج کیلئے نئی طرز کے بمبار طیارے بھیجے جا رہے ہیں جو موجودہ طیاروں سے بہتر ثابت ہونگے۔

— لندن یکم جنوری۔ حکومت یوراگوئے نے جرمنی کا آٹھ ہزار ٹن کا ایک مال بردار جہاز نظر بند کر دیا ہے۔ اس جہاز نے جرمن جنگی جہاز گراف سپی کی امداد کی تھی۔

— برلن ۳۱ر دسمبر۔ نوروز پر ہٹلر نے نازی پارٹی کے نام ایک پیغام بھیجا ہے۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۴۰ء جرمنی کی تاریخ میں نہایت فیصلہ کن سال ہوگا۔ امید ہے کہ اس سال کے دوران میں جنگ کا فیصلہ ہو جائے گا۔

— لندن یکم جنوری۔ روس کو فن لینڈ کے مقابلے میں ذلت خیز ناکامی نصیب ہوئی ہے۔ بے اندازہ طاقت اور ذرائع رکھنے کے باوجود وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ تازہ اطلاع یہ ہے کہ فن فوجیں روسی علاقے میں گھس گئی ہیں اور روسیوں کو پسپا کر رہی ہیں۔ کل سوموسامی کے مقام پر فنوں کو شاندار فتح ہوئی جس میں انہیں کافی تعداد میں مال غنیمت ہاتھ لگا۔

— ایک اور اطلاع ہے کہ فنوں نے پیٹسامو کی بندرگاہ پر دوبارہ قبضہ کر کے روسیوں کو وہاں سے مار بھگایا ہے۔

— پیرس کی نشرگاہ نے اعلان کیا ہے کہ فن لینڈ میں لڑنے والی روسی فوج کے تین جرنیلوں اور چھ بڑے افسروں کو گولی سے اڑا دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فن لینڈ مہم کو سر کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

— لندن ۳۰ر دسمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ فن لینڈ کی مہم میں ناکامی پر روس میں اضطراب کی زبردست لہر دوڑ گئی ہے۔ عوام کے اس اضطراب کو روکنے کیلئے حکومت روس نے اخباروں میں شائع ہونے والی خبروں پر سنسر قائم کر دیا ہے۔

— لندن ۲ر جنوری۔ فن لینڈ کے متعلق تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ سوموسامی کے مقام پر فتح پانے کے بعد فن فوجیں اب دشمن کا پیچھا کر رہی ہیں۔ آج صبح خاکنائے کریلیا میں فن مورچوں پر روسیوں نے دو اطراف سے شدید حملے کئے۔ لیکن فن فوجیں ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں۔

— یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فن فوجیں اگلے مورچوں کے پیچھے دوسرا اور مورچہ بنا رہی ہیں تاکہ روسی آسانی کے ساتھ پیشقدمی نہ کر سکیں۔

— لندن یکم جنوری۔ ملک معظم نے برطانوی بیڑہ کے ہر شعبہ کے افراد کو جرمنی کے خلاف جنگ میں بہادری اور جرأت دکھانے کے سلسلہ میں تمغے دیئے۔ ان کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔

— روما ۲ر جنوری۔ حکومت اطالیہ نے ماسکو میں مقیم اطالوی سفیر واپس بلا لیا ہے۔ روس اپنے سفیر مقیم روما کو قبل ازیں واپس بلا چکا ہے۔

جلد ۲۸ لاہور ۔ مورخہ ۳ شنبہ مطابق ۳ ذی الحج ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۴۰ء نمبر ۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا پر ایمان لاؤ اور اسے اپنے آراموں اور کل تعلقات پر مقدم کرو

وہ (خدا) ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کیلئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے۔ بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی۔ مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کا نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر تم اس حالت میں حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔

(کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے شامل سلسلہ ہوئے۔ ہم اپنے ان نئے بھائیوں کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(۱) اے۔ ایس۔ ایم سید محمد صاحب ضلع ترنولی۔ جنوبی ہند

(۲) محمد عبدالرحمان صاحب ڈیرہ غازیخاں حال لاہور

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تازہ تالیف مجدد اعظم کی قیمت ساڑھے تین روپے مقرر ہوئی ہے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت اور غیر از جماعت حلقوں میں بہت مقبول ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تبلیغ احمدیت کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

— جناب ایم موسیٰ خاں صاحب بلیڈر منڈ واڑہ کشمیر علیل ہیں اسی وجہ سے وہ جلسہ سالانہ پر تشریف نہیں لا سکے۔

— راجہ کرامت حسین صاحب طالبعلم تبلیغی کلاس عرصہ سے بیمار ہیں علاج جاری ہے۔ ان دونوں کیلئے احباب دردِ دل سے دعا فرماویں۔

— جناب عطاء الٰہی صاحب سیکنڈ ماسٹر مڈل اسکول برنالہ ریاست جموں بہ افسوس اطلاع دیتے ہیں کہ ۷ جنوری کی شام کو ان کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔ انا للہ۔ مرحومہ نہایت نیک خاتون تھیں۔ اس صدمہ میں ہیڈ ماسٹر صاحب موصوف اور ان کے معزز خاندان کے جملہ افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

احمدیت اور بابیت و بہائیت

قادیانیت اور بہائیت کی بعض امور میں مشابہت

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی)

(۲)

باب کا دعوےٰ

چونکہ بہائیت کی اصل بھی بابی مذہب ہی ہے اس لئے میں پہلے باب کے دعوے کو پیش کرتا ہوں۔

باب کا اصل دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایک صاحب شریعت جدیدہ رسول ہے اور "البیان" اس کی کتاب جدید ہے جو ناسخ قرآن ہے۔ تمام اہل بہا اس کے قائل ہیں۔ مگر میں بھی باب کے اپنے الفاظ میں اس کا دعوےٰ پیش کرتا ہوں۔ سنئے باب نے کہا ہے

"انی ما نزلت البیان الا ان لا یحزن من یظہرہ اللہ و انی رسول من عند اللہ قد جئتکم بآیات من عندہ"

(کتاب الاسماء اور دلائل العرفان صفحہ ۲۵)

ترجمہ۔ میں نے بیان کو نازل نہیں کیا۔ مگر اس لئے کہ من یظہرہ اللہ (یعنی بہاء اللہ) کو کوئی حزن نہ ہو اور میں اس کی طرف سے رسول ہوں اور میں اس کے پاس سے اس کی آیات لیکر تمہارے پاس آیا ہوں۔

اس حوالہ سے باب کا دعوےٰ رسالت اور من یظہرہ اللہ کی طرف سے البیان کتاب شریعت کا لانا صاف ظاہر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس رسول کی کیا شان ہے۔ سو اس کے متعلق باب کا بھیجنے والا جو من یظہرہ اللہ یا بہاء اللہ ہے خود لکھتا ہے:۔

"قدر و رتبہ آنحضرت باب را ملاحظہ فرما کہ قدرش اعظم از کل انبیاء است" (ایقان صفحہ ۱۰۵)

یعنی حضرت باب کا قدر و مرتبہ کل انبیاء سے افضل و اعظم ہے۔ پس یہ تو ظاہری ہے کہ جب تمام انبیاء و رسل سے باب اعظم افضل نبی یا رسول ہے۔ جسے بہاء اللہ نے مبعوث فرمایا ہے تو بہاء اللہ خود مدعی نبوت یا رسالت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا مقام رسولوں اور نبیوں کے بھیجنے والے کا ہے۔ جو بجز مقام الوہیت اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر ہم یہ بحث بہاء اللہ کے ذکر میں آگے چل کر کریں گے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ رسالت کا دعوےٰ بھی ثابت ہے اور البیان کتاب کا ذکر موجود ہے۔ لیکن نسخ شریعت اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ تو میں ناظرین کی توجہ باب کے ان احکام کی طرف دلاتا ہوں جن میں اس نے بڑے زور سے کہا ہے۔ کہ ماسوا البیان کے تمام کتابوں کو جلا دو۔ اور کسی کتاب کا پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے۔ بعیرخود بہاء اللہ نے لکھا ہے کہ:۔

نسخ قرآن کی عجیب وجہ

"اگر اعتراض و اعراض اہل فرقان نمی بود ہر آئینہ شریعت فرقان درین ظہور نسخ نمی شد"

(اقدس صفحہ ۷)

یعنی اگر اہل قرآن اعتراض و اعراض امر باب سے نہ کرتے شریعت فرقانی اس ظہور میں ہرگز ہرگز منسوخ نہ ہوتی (یہی مضمون مقالۃ السیاح کے صفحات ۶۸--۶۹ میں بھی موجود ہے) جہاں اس حوالہ میں نسخ قرآن کا اقرار صاف ہے وہاں اس نسخ کی عجیب و غریب وجہ بہت قابل غور ہے۔ اس وجہ سے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ نسخ قرآن کا باعث یہ نہیں ہے کہ قرآنی شریعت ناقص یا کسی طرح ضروریات زمانہ کو پورا کرنے والی نہیں بلکہ اس کا باعث اہل اسلام کا امر باب میں اعتراض و اعراض ہے اگر مسلمان ایسا نہ کرتے تو شریعت قرآن کبھی اور کسی طرح منسوخ نہ ہوتی۔ مگر اس طرح قرآن کو منسوخ کرنے سے تو مسلمانوں کے باب سے منہ پھیر لینے کے باعث باب اور اس کے بھیجنے والے کی ضد اور عداوت کا پتہ چلتا ہے جو اسے مسلمانوں سے پیدا ہو گئی تھی۔ مگر یہ وجہ نسخ بالکل مہمل ہے۔ کبھی کوئی کتاب اس وجہ سے نسخ نہیں ہوئی اور نہ ہونی چاہئے۔ ہمارے نزدیک بہاء اللہ کی یہ تحریر قرآن مجید کے کامل اور ناقابل منسوخ ہونے کی دلیل ہے

باب کی قطع الوتین

اب جبکہ یہ امر ثابت ہو چکا کہ باب کا دعویٰ رسالت کا تھا۔ اور اس نے اپنی کتاب البیان کو بطور کتاب شریعت ناسخ قرآن قرار دیا تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مدعی رسالت کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ صادق انبیاء کی طرح قطع الوتین سے بچایا گیا یا اس کی رگ حیات کو کاذب مدعیان نبوت و رسالت کی طرح کاٹ دیا گیا۔

اس سوال کا جواب جو مسلمہ بابی و بہائی صاحبان ہے یہ ہے کہ باوجود جان بچانے کے لئے باب نے دو مرتبہ اپنے دعوے سے دست بردار ہونے کا اعلان کیا اور اپنا توبہ نامہ شاہ ایران کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر پھر بھی باب اپنے دعوے کے پانچویں سال گولی سے ہلاک کر دیا گیا

باب کا توبہ نامہ

باب نے ایک توبہ نامہ تو عوام الناس کیلئے لکھا تھا اور دوسرا توبہ نامہ شاہ ایران کے حضور میں بھیجا۔ مضمون دونوں کا قریباً ایک ہی ہے۔ اس لئے میں اس کا دوسرا توبہ نامہ جو پہلے سے مختصر ہے درج ذیل کرتا ہوں:۔

"فداک روحی۔ الحمد للہ کما ھو اھلہ و مستحقہ . . . . یشھد اللہ و من عندہ کہ این بندۂ ضعیف را قصدے نیست کہ خلاف رضائے خداوند عالم و اہل ولایت اُو باشد۔ اگرچہ بنفسہ وجودم ذنب صرف است ولے چون قلبم موقن بتوحید خداوند جل ذکرہ و بنبوت رسول اللہ و ولایت اہل ولایت اوست بلسانم مقر بر کل ما نزل من عند اللہ است۔ امید رحمت او دارم مطلقاً خلاف رضائے حق را نخواستہ ام۔ اگر کلمات خلاف رضائے او بیدہ از قلم جاری شدہ غرضم عصیان نبودہ در ہر حالت مستغفر و تائبم حضرت او را۔ این بندہ را مطلق علمے نیست کہ منوط بادعائے باشد۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ من ان ینسب الی امر"

باب کی عدم استقامت

اس توبہ نامہ سے جس کا اصل و عکس موجود ہے۔ باب کی عدم استقامت ظاہر ہے اور بہائیوں کا یہ دعویٰ کہ بابیوں نے بڑی خوشی سے جانیں دیں اور ان پر مظالم کی بارش ہوئی۔ مگر وہ پہاڑ کی طرح مضبوطی سے قائم رہے۔ اگر سچا بھی مان لیا جائے تو بھی باب جو بانی ہے اس کی اس طرح کی عدم استقامت اس کے کاذب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

عبد البہا کا عذر گناہ

اس توبہ نامہ پر ساحرانہ پردہ ڈالنے کے لئے بہاء اللہ صاحب کے فرزند عبد البہا نے "باب الحیات" میں لکھا ہے۔ کہ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ باب اور بہاء اللہ کی جان سخت خطرے میں تھی اور اندیشہ تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس لئے ان کی جان بچانے کے لئے باب اور بہاء اللہ کے باہمی مشورے سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اصل قبلہ آمال و مصدر امر نہ باب ہے اور نہ بہاء اللہ بلکہ ایک ذات ہے جو غیب ہے جس کے ملنے کے لئے باب صرف ایک ذریعہ ہے۔

اسی امر کو خود بہاء اللہ نے بھی اپنی الواح میں تسلیم کیا ہے جب اڈریانوپل میں مرزا یحییٰ الملقب بہ صبح ازل نے پردہ غیب کو چاک کر کے ظاہر میں یہ دعویٰ کیا کہ اصل مصدر امر میں ہوں تو بہاء اللہ نے اسے کہا کہ دیکھو تم اپنی حقیقت کو پہچانو۔ اور اس دعوے سے باز آؤ۔ تمہیں تو حکمت عملی کے ماتحت قبلہ آمال و مصدر امر مشہور کیا گیا تھا۔ اس پیچھے نام پر مغرور نہ ہونا۔ مگر صبح ازل کب ماننے والا تھا۔ اس نے علی الاعلان الوہیت کا دعویٰ کیا اور آیات کے نازل کرنے کا منصب اختیار کر کے اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی اور اپنی کتاب مستیقظ بطور حجت پیش کی۔ اور یوں دونوں بھائیوں (صبح ازل اور بہاء اللہ) میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ جس میں حکومت نے دونوں کو جلا وطن کر کے بہاء اللہ کو عکہ میں اور صبح ازل کو جزیرہ قبرص میں ہمیشہ کیلئے نظر بند کر دیا۔

مصدر امر کون تھا

بہائی آج بھی صبح ازل کے مصدر امر اور قبلہ آمال ہونے کے منکر ہیں اور بہاء اللہ نے تو اسے شیطان سے بدتر قرار دیا ہے جس کے منہ سے وہ آگ شعلہ زن تھی کہ ساری ممکنات کو جلا کر راکھ کر دینے والی تھی۔ مگر خدا کی شان ہے کہ مرزا یحییٰ کے حق میں ایسے زبردست دلائل موجود ہیں کہ بہائی ان کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ چنانچہ

(۱) باب کی اصل وصیت موجود ہے جس میں اس نے مرزا یحییٰ کو اپنا جانشین قرار دیکر اسے البیان کی حفاظت کا حکم دیا ہے وصیت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

" اللہ اکبر تکبیرا کبیرا

ھذا کتاب من عند اللہ المہیمن القیوم الی اللہ المہیمن القیوم قل کل من اللہ مبدؤن۔ قل کل الی اللہ یعودون۔ ھذا کتاب من علی قبل نبیل ذکر اللہ للعالمین۔ الیٰ من یعدل اسمہ اسم الوحید ذکر اللہ للعالمین۔

(باقی صفحہ ۹ پر)

سوشیلزم کی دعوت

حقائق کو جھٹلانے کی افسوسناک کوشش

سوشیلزم اور بالشوازم اپنے مقاصد میں بری طرح ناکام رہے ہیں نسل انسانی کی فلاح وبہبود کے متعلق ان تحریکات نے جو بلند بانگ دعوے کئے وہ ایک ایک کر کے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا شاہکار اور بہترین عملی نمونہ روس کی بالشویک حکومت کو سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ حکومت انسانوں کے لئے رحمت و برکت کا موجب ہونے کی بجائے ظلم و قہر کا مجسمہ بنی ہوئی ہے۔ بالشویک لیڈروں نے اپنی حدود مملکت میں جس طرح ظلم و تشدد کا بازار گرم کیا اور جس طرح انسانی ضمیر اور آزادی رائے کو کچلا اس کی داستان بہت ہی المناک اور خونیں ہے —— اور آجکل فن لینڈ کے مقابلے پر ان لوگوں سے جو وحشیانہ حرکات سرزد ہو رہی ہیں ان کی کیفیت سے ہر کوئی واقف ہے۔ روس کا سنگدل ڈکٹیٹر سچ مچ خون آشام دیوتا بنا ہوا ہے —— اس کے اردگرد اسٹیبداد کے بہت سے پجاری جمع ہیں۔ دنیا کو خون و آتش کے طوفان میں دھکیلنے کے سلسلہ میں ان کے کارنامے ہٹلر اور اس کے حواریوں سے کم نہیں ہیں۔ اصولی طور پر دیکھا جائے تو روس کی بالشویک حکومت بار بار ناکامی اور بے اصولی کے عبرتناک کھیل کھیل رہی ہے۔ اب تو اس نے شخصی و داتی ملکیت اور ذاتی تجارت اور وراثت کو تسلیم کر کے اپنی بنیاد پر خوب زبردست ضرب لگا دی ہے

لیکن یہ کس قدر تعجب انگیز بات ہے جبکہ سوشیلزم اور بالشوازم کی ناکامی و نامرادی اور اس کے علمبرداروں کی بے اصولی و خودغرضی روز روشن کی طرح نمایاں ہو چکی ہے۔ ہندوستان کے بعض مسلمان کہلانیوالے اخبار نویس لوگوں کو اس طرف زور شور سے دعوت دے رہے ہیں اور یہ یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان، بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی تمام مصائب کا علاج سوشیلزم اور بالشوازم ہی ہے —— ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر اخبار "ہند" کلکتہ کے مدیر مولوی ملیح آبادی صاحب ہیں۔ ہند کی یکم جنوری کی اشاعت میں انہوں نے "گھبرانے کی ضرورت نہیں" کے عنوان سے مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے جو تضاد و عجائبات کا نہایت افسوسناک نمونہ ہے۔ ملیح آبادی صاحب کو اطلاع ملی تھی کہ صوبہ بہار میں بعض سوشیلسٹ مذہب کے خلاف ہرزہ سرائی اور اشتعال انگیزی کے فعل شیطانی میں مصروف ہیں مصروف رہیں - ان کو سمجھانے بجھانے کے لئے یہ مقالہ لکھا گیا تھا۔ عنوان تو اس کا ہے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسے سپرد قلم کرتے وقت ملیح آبادی صاحب سخت گھبرائے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے مذہب اور سوشیلزم کے متعلق ایسی متضاد باتیں اس میں لکھی ہیں جو کسی صحیح الحواس شخص سے ممکن نہیں ہیں۔ پہلے ارشاد ہوتا ہے کہ:-

> "سوشیلزم مذہب کی مخالفت نہیں کرتا۔ کیونکہ سوشیلزم کے نزدیک مذہب سوسائٹی کی ایک ضرورت ہے جب تک ضرورت باقی رہے گی۔ مذہب بھی باقی رہے گا!"

اس کے معاً بعد لکھتے ہیں کہ:-

> "یہ سچ ہے کہ سوشیلزم مذہب کو تسلیم نہیں کرتا ... سوشیلزم ایسی سوسائٹی بناتا ہے جس میں انسان اپنے لئے مذہب کو ضروری نہیں سمجھتے!"

اس سے چند سطریں آگے چل کر مسلمانوں کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ:-

> "مسلمانوں کو یقین کرنا چاہیئے کہ سوشیلزم کسی مذہب کو بھی جبراً مٹانا نہیں چاہتا۔ سوشیلزم ضمیر کی آزادی تسلیم کرتا ہے اور ہر ایک انسان کے اس حق کا احترام کرتا ہے کہ وہ جس دین میں بھی اپنی تسلی پائے اس کا پابند رہے۔ سوشیلزم مذہب کا مقابلہ صرف اسی وقت کرتا ہے جب مذہب انقلاب کی راہ روکنے کیلئے کھڑا ہو!"

اب آپ غور فرمائیے کہ ایک تحریک جو اصولاً مذہب کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتی، جب وہ اپنی تبلیغ و اشاعت کرے گی اور لوگوں پر اپنا اثر ڈالے گی۔ یقیناً اسے مذہب کے ساتھ متصادم ہونا پڑے گا اور وہ یقینی طور پر اپنی راہ انقلاب میں مذہب کو ایک پتھر خیال کر کے پوری قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے گی۔ اس لئے یہ کہنا کہ سوشیلزم مذہب کی مخالفت نہیں کرتا۔ کیونکہ سوشیلزم کے نزدیک مذہب سوسائٹی کی ایک ضرورت ہے اور یہ مذہب کا مقابلہ اسی وقت کرتا ہے جب مذہب انقلاب کی راہ روکنے کے لئے کھڑا ہو اوّل درجے کی مغالطہ دہی ... اور حقیقت سے روگردانی نہیں تو اور کیا ہے؟ صحیح بات یہی ہے کہ سوشیلزم اور بالشوازم مذہب کے دشمن اور الحاد و بے دینی کے علمبردار ہیں۔ جہاں کہیں اور جب کبھی انہیں طاقت و اقتدار حاصل ہوا ہے انہوں نے پوری قوت کے ساتھ مذہب اور خدا سے دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ روس میں ان کی حکومت ہے وہاں مذہب پرستوں اور عبادت گاہوں سے جو سلوک ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور روس کے باہر جہاں انہیں حکومت حاصل نہیں وہاں وہ دوسرے طریقوں سے مذہب کی مخالفت و توہین کرتے رہتے ہیں۔

ملیح آبادی صاحب نے اس مقالہ کے آخر پر مسلمانوں کو پھر ان الفاظ میں تلقین کی ہے کہ:-

> "مسلمانوں کو تو سوشیلزم سے ڈرنے اور بدکنے کی کوئی وجہ بھی نہیں، کیونکہ اسلام کو سوشیلزم کے اصولوں سے بہت ہی زیادہ مناسبت ہے اور سوشیلزم کا اسلام سے کہیں بھی تصادم نہیں ہو سکتا!!"

لیکن ہماری گذارش یہ ہے کہ مسلمان کو سوشیلسٹ بننے ہی کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام سوشیلزم اور بالشوازم سے زیادہ بہتر اور زیادہ کامیاب حل اقتصادی مشکلات کا پیش کرتا ہے۔ آخر ایک مسلمان اسلام کو چھوڑ کر یا مسلمان رہتے ہوئے سوشیلسٹ بنے ہی کیوں؟ اگر اسلام اور سوشیلزم میں کہیں بھی تصادم نہیں ہو سکتا ہے تو مسلمان کو مسلمان رہنے اور سچا اور پکا مسلمان بننے کی تلقین کیوں نہیں کی جاتی ہے؟

صحیح بات یہی ہے کہ بعض لحاظ سے اسلام اور سوشیلزم کے درمیان شدید بنیادی اور اصولی اختلاف ہے۔ اسلام ایک مذہب ہے اور سوشیلزم خدا اور مذہب کی ضرورت کا سرے ہی سے منکر ہے اور واقعات شاہد ہیں کہ جہاں کہیں بھی اسے موقع ملا ہے اس نے مذہب سے دشمنی اور حامیان مذاہب پر ظلم و تشدد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اس بنیادی اور اصولی اختلاف کی بنا پر اسلام اور سوشیلزم کا تصادم لازمی بات ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت ہے کہ اسلام ان تمام مشکلات کا صحیح، آسان اور قابل عمل حل پیش کرتا ہے۔ جن مشکلات کو دور اور حل کرنے کے سوشیلزم اور بالشوازم دعوے کرتے ہیں۔ اور بہت بڑی حد تک اس میں ناکام ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کو سوشیلزم کی دعوت ایک خطرناک فریب یا ایمان اور عقل کی کمزوری ہے۔ خواہ کوئی صورت ہو مسلمانوں کو اس سے بچنا اور ہوشیار رہنا چاہیئے۔

درس قرآن

بنماز فجر مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مؤرخہ ۳ر جنوری ۴۰ء سے آغاز

حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے درس قرآن اور درس حدیث شروع کیا ہے۔ درس قرآن کو رونق دینا ہماری جماعت کی روایات سے ہے سب مقامی احباب کو چاہیئے کہ وہ باقاعدہ درس میں تشریف لائیں۔ اور اپنے ایسے اجتماعی اداروں کو رونق دیں جن سے جماعت مستحکم اور قوی ہوتی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف سے محبت ہماری خصوصیات سے ہے ہمیں اسے فراموش نہیں کرنا چاہیئے

شذرات

معاصر "الحکم" کی عنایتِ تازہ

محمودی خلافت کی جوبلی پر "الفضل" کے علاوہ "الحکم" نے بھی اپنا خاص نمبر شائع کیا جو زیادہ تر جناب خلیفہ صاحب کی تعریف قصائد اور انکی خلافت کی حمایت و تائید پر مشتمل ہے۔ "الحکم" کے انداز مدح خوانی اور قصیدہ نگاری سے سب واقف ہیں۔ اس نمبر میں اس انداز کے کمالات بکثرت موجود ہیں اندھی عقیدت اور حقیقت سوز مبالغہ آرائی کا پیر پرستانہ جوش اس کے ہر ایک ورق سے نمایاں ہے۔ خلیفہ اور اسکی خلافت کی بڑی شان بیان کی گئی ہے۔ لیکن کام منفقا ہے ـــــ خیر یہ پرچہ مقصد کے لحاظ سے "الفضل" کے جوبلی نمبر سے زیادہ کامیاب ہے۔ "الفضل" والوں کو اس کام کا زیادہ سلیقہ نہیں اور "الحکم" والے اس میں خوب ماہر و مشاق ہیں ـــــ خدا جانے کچھ قدر رہی ہوئی یا نہیں "الحکم" کے اس جوبلی نمبر پر ریویو تو پھر کسی فرصت میں ہوگا۔ اس وقت ہم صرف اس عنایت کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جو اس پرچہ میں ادارۂ "الحکم" کی طرف سے جماعت لاہور پر فرمائی گئی ہے۔ صفحہ ۱۱ پر چوکھٹے کے اندر جلی حروف میں محمودی حضرات کے نام مندرجہ ذیل اپیل درج ہوئی ہے۔

"قارئین کرام! ہمارے دھوکہ خوردہ بچھڑے ہوئے بھائیوں یعنی لاہوری صاحبان کو "الحکم" کا سلور جوبلی نمبر بکثرت پڑھنے کے لئے دیں ممکن ہے انکی بھولی بھٹکی ہوئی ارواح کو تسکین ہو ـــــ خدا کے وعدے پورے ہونے کی تجلی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وجود میں دیکھ کر بصارت حاصل کریں اور روح کش امراض سے نجات پائیں۔"

جہاں تک ہمیں معلوم ہے ابھی محمودی حضرات نے اس اپیل پر توجہ نہیں فرمائی۔ اگر جماعت لاہور میں اس نمبر کی مفت تقسیم کی کوئی صورت ہو سکے تو ہم بھی تقسیم کے کام میں مدد دینے کے لئے حاضر ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم اس نمبر پر مفصل ریویو کریں بہتر ہوگا کہ یہ پرچہ کافی تعداد میں مفت تقسیم ہو جائے۔

معاصرانہ گذارش

اگر "الحکم" کی اس اپیل کا مقصد اپنے جوبلی نمبر کی توسیع اشاعت ہے تو خیر ہم اس کی تاجرانہ سعی کے متعلق خاموش ہی رہیں گے لیکن اگر اس اپیل میں سنجیدگی خلوص کو ذرہ بھر بھی دخل ہے تو ہم ادارہ "الحکم" کا شکریہ ادا کرنے کے بعد سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس کے جوبلی نمبر میں ایک سچے احمدی کی روح کی تسکین کا کونسا سامان ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ و حفاظت اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے جماعت بنائی تھی۔ محمودی خلافت کے عہد میں ہمارے قادیانی دوست اس مقصد سے بہت دور چلے گئے۔ آج قادیان میں کثرت ہے تنظیم ہے۔ جتھہ اور طاقت ہے۔ سیاسی چرچا اور ریاستی شان ہے، لیکن خدمت دین کا ولولہ، اشاعت اسلام کا جذبہ اور قرآن کو پھیلانے کا شوق نظر نہیں آتا ـــــ جناب خلیفہ صاحب کے وجود کے ذریعہ خدائی وعدوں کا پورا ہونا تو ایک طرف رہا انہوں نے جماعت کو پیر پرستی کے تاریک غاروں میں دھکیل کر حضرت مسیح موعودؑ کے خدائی مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے عقائد کی ایجاد کر کے احمدیت کی بنیاد پر زبردست ضرب لگانے کی کوشش کی ہے۔ روح کی تسکین اور خدائی وعدوں کی تکمیل بے راہ روی اور پیر پرستی کے ذریعہ نہیں ہوا کرتی ـــــ بلکہ یہ خود روح کش اور بصیرت سوز امراض ہیں۔ اگر خدائی وعدوں کو پورا ہوتے دیکھنا ہے تو جماعت لاہور کی تبلیغی مساعی اور ان کی کامیابیوں کا مطالعہ کیجئے۔ اس طرح پیر پرستی کے روح کش مرض سے نجات بھی حاصل ہو جائے گی اور بصیرت بھی مل جائے گی۔ قادیانی دوست بڑے شوق سے ہمیں غور و فکر کی دعوت دیں لیکن اپنا کوئی اندوختہ عمل بھی پیش کریں، اپنا اور اپنی خلافت کا خدمتِ اسلام اور اشاعت قرآن کا کوئی ٹھوس اور مفید کام بھی ہمیں بتائیں۔ بڑے بڑے اجتماعوں جلوسوں، پرچم کشائیوں، فلک بوس نعروں اور پہروں اور والیانِ ریاست جیسی حرکات و لوازم سے ہم متاثر نہیں ہو سکتے ـــــ قصیدہ خواں اور مدح سرا ہر ایک دربار میں ہوتے ہیں لیکن ان کی مبالغہ آرائیاں، سخن طرازیاں اور تعلیاں اہلِ نظر و اربابِ عقل و بصیرت کے نزدیک کوئی درجہ نہیں رکھتیں ـــــ خدمتِ اسلام کا کام ہی فیصلہ کن چیز ہے۔

درسی کتابوں کے فحش حصے

پنجاب یونیورسٹی کے نصابِ درسی میں عربی، فارسی، سنسکرت اور ہندی زبانوں کی متعدد ایسی کتب شامل ہیں جن کے بعض حصے فحش اور انتہائی اخلاق سوز ہیں۔ گذشتہ دنوں ذمہ دار ہندو مسلم اخبارات و حضرات کے زبردست و مسلسل احتجاج پر یونیورسٹی نے ان کتابوں پر نظر ثانی شروع کی اور بعض کتابوں میں سے اخلاقی اعتبار سے قابل اعتراض حصے نکال دئے گئے کئی ایک کتابوں کی تطہیر زیر غور ہے ـــــ یونیورسٹی کے اس اقدام پر عام طور پر اظہار اطمینان و تحسین کیا جا رہا ہے لیکن بعض مغرب زدہ اصحاب نے ادب اور آرٹ کے نام پر شور مچا کر اس کار خیر کی مخالفت بھی کرنا چاہی ہے۔ ان کا ارشاد یہ ہے کہ درسی کتابوں سے ان فحش حصوں کا اخراج "اخلاق" کا ضرورت سے زیادہ استعمال ہے۔ ادبیات قدیم کو اس طرح مجروح کرنے کا سلسلہ فوراً بند ہونا چاہیئے ـــــ دراصل یہ شور یورپ کے اس اخلاق سوز نظرئے کی صدائے بازگشت ہے کہ آرٹ اور ادب کو صرف آرٹ اور ادب کے نقطہ خیال سے دیکھنا... اور جانچنا چاہیئے۔ یورپ میں عریانی، فحش اور فسق و فجور کی کثرت کا ذمہ دار زیادہ تر یہی نظریہ ہے۔ ہمارے ان مغرب زدہ دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اخلاق کا درجہ آرٹ اور ادب سے بہت بلند ہے اور اس کی ہماری آیندہ نسلوں کو آرٹ اور ادب سے بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہر ایک ایسی چیز کو جو اخلاق کش اور فحش ہو نصاب درسی سے یقیناً خارج کر دینا چاہیئے۔ مغرب میں اخلاق جنسی کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، لیکن اسلامی اور مشرقی تہذیب کے نزدیک یہ نہایت ضروری ہے ـــــ ہمارے خیال میں پنجاب یونیورسٹی کو ان آرٹ پرستوں کے شور سے بالکل متاثر نہیں ہونا چاہیئے اور بہت جلد درسی کتابوں کی تطہیر کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دینا چاہیئے۔

اقلیتوں کا متحدہ محاذ

اقلیتوں کے متعلق کانگریس کا رویہ ہمیشہ مایوس کن اور خود غرضانہ رہا ہے۔ وہ اپنی مہاسبھائی ذہنیت کے زیر اثر اقلیتوں کو تمام حقوق و تحفظات سے محروم کر کے انہیں ہندو اکثریت کا غلام بنا دینا چاہتی ہے۔ کانگرسی وزارتوں کے منحوس و ظالمانہ عہد میں ایک حد تک اس کا عملی ثبوت بھی مل چکا ہے ـــــ آجکل بھی کانگریسی لیڈر اس امر کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ حکومت برطانیہ کو مرعوب کر کے اسے اقلیتوں کے ساتھ انصاف سے باز رکھا جائے ایسی صورت میں اقلیتوں کے لئے محفوظ و بہتر طریق عمل یہی ہے کہ آپس میں مل کر کانگریس کے مقابلہ میں ایک زبردست متحدہ محاذ قائم کریں اس طرح وہ اس کے سر غرور کو با آسانی جھکا سکیں گی اس سلسلہ میں بمبئی کی مندرجہ ذیل خبر نہایت امید افزا ہے کہ:-

بمبئی ۹ جنوری۔ آج اس جگہ مدراس کی جسٹس پارٹی کے لیڈر مسٹر راماسوامی آئینگر نے مسٹر جناح سے ملاقات کی اور اس موضوع پر تبادلۂ خیالات کیا کہ غیر کانگرسی سیاسی جماعتیں یعنی اقلیتیں کس طرح اشتراک عمل سے کام کر سکتی ہیں، اس ملاقات میں اچھوتوں کے نمایندہ لیڈر ڈاکٹر امبیدکار بھی شریک تھے ـــــ یوم نجات کے بارے میں مسٹر جناح نے جو تجویز پیش کی تھی ان دونوں لیڈروں نے اس کی پر زور تائید کی تھی۔

(انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۴۰ء)

اقلیتوں کے ذمہ دار لیڈروں کا یہ اقدام ہر لحاظ سے قابل تعریف اور مستحق تائید ہے، تمام انصاف پسند اور ترقی خواہ اہل ملک کا فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے متحدہ محاذ کے خیال کی پوری طرح حوصلہ افزائی کریں اور اسے اخلاقی امداد کے ذریعہ تقویت دیں۔

وائسرائے کا تازہ اعلان

معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس اور ہندو مہاسبھا کی ریشہ دوانیوں دھمکیوں، اور جوڑ توڑ کے باوجود حکومت برطانیہ کو اقلیتوں کے حقوق و مطالبات کی اہمیت کا احساس ہے۔ جس کا ایک ثبوت وائسرائے کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے ۱۰ جنوری کو بمبئی میں اورینٹ کلب میں لنچ پر کی۔ اس میں آپ نے اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں اور اچھوتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:-

"اس معاملہ میں میری اور حکومت برطانیہ کی پوزیشن بہت مشکل ہے کیونکہ ایسی جماعتوں کی طرف سے شدید اور متضاد مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں جن کی نوعیت پر پورا غور و فکر کرنا ضروری ہے، بہر حال ان اقلیتوں کے ساتھ انصاف ہونا ضروری ہے اور حکومت اس بات کا عزم کر چکی ہے"

ہمارے خیال میں اقلیتوں یا کم از کم مسلمانوں اور اچھوتوں کا متحدہ محاذ جہاں کانگریس کے سر غرور کو جھکا سکتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی حکومت کو بھی اس مسئلہ کے حل میں بہت سی آسانیاں بہم پہنچا سکتا ہے۔

وائسرائے نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ:-

"میں مختلف پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ باہمی غور و فکر کے بعد کوئی مفاہمت کر لیں کیونکہ اس طرح میرے اور حکومت برطانیہ کے کام میں سہولت پیدا ہو جائے گی"

حالات کے زیر اثر حکومت برطانیہ نے ہندوستان کی سیاسی ترقی اور آزادی کی ایک راہ اپنے ہاتھ سے کھولی تھی، اگر کانگریس کی ہندو اکثریت اس موقع پر انصاف و رواداری سے کام لیتی تو بہت پیچیدہ اور کٹھن مراحل نہایت آسانی سے طے ہو جاتے لیکن افسوس اس نے ہندوانہ تنگ نظری اور خود غرضی کا نہایت افسوسناک ثبوت دیا ہے ـــــ بہر حال اگر اقلیتیں زندہ رہنا چاہتی ہیں تو انہیں حالات کا مردانگی اور جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا ـــــ متحدہ محاذ ان کی قوت کو انشاء اللہ ناقابل تسخیر بنا دے گا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ۲۶ چھبیسویں سالانہ جلسہ کی مختصر روئیداد

اجلاس کارروائی

(۳)

۲۷ر دسمبر کی کارروائی

۲۷ر دسمبر کو کارروائی جلسہ صبح پونے گیارہ بجے کے قریب جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس و رئیس اعظم جھنگ کی صدارت میں شروع ہوئی۔ اول جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اس کے بعد نعت پڑھی گئی۔

مولانا عبدالرشید صاحب فاضل دیوبند کی تقریر

نعت کے بعد مولانا عبدالرشید صاحب فاضل دیوبند کی تقریر "میرے قبول احمدیت کی وجوہات" کے موضوع پر ہوئی۔ مولانا موصوف حال ہی میں شامل سلسلہ ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے درس قرآن کریم میں اتفاقاً چند مرتبہ آئے جس سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو کر احمدیت کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ لٹریچر کا مطالعہ کیا تو اصل حقیقت واضح ہو گئی۔ اور آپ نے صداقت کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ آپ اعلیٰ قابلیت اور سلجھی ہوئی طبیعت رکھتے ہیں۔ حافظ قرآن ہیں۔ گذشتہ رمضان میں آپ ہی نے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں قرآن سنایا تھا۔ قبل ازیں قارئین پیغام صلح سے مولانا کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر میں سب سے اوّل قرآن کریم سے اسلامی زندگی کا نقشہ پیش کیا اور وہ خصوصیات بیان کیں جن سے مومن کو شناخت کیا جا سکتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ یہ تمام باتیں مجھے اس جماعت میں نظر آئی ہیں۔ میں نے احمدیت کے عقائد اور تعلیمات کو اسلام کے مطابق اور معقول پایا۔ اور میں اس جماعت کے بزرگوں کے اخلاق اور عشق دین سے متاثر ہوا ہوں اس جماعت میں پابندی شریعت، تحریک اسلام، اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام کا جو جذبہ موجود ہے۔ وہ اس زمانہ میں اور کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ دین کیلئے یہ جماعت جو بیش بہا قربانیاں کر رہی ہے۔ وہ اس زمانہ میں بے نظیر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت اس جماعت کے ساتھ ہے۔ اس لئے میں سلسلہ عالیہ میں شامل ہو گیا ہوں۔

مولانا مصطفےٰ خانصاحب کی تقریر

اس کے بعد جناب مولانا مصطفےٰ خانصاحب ایڈیٹر "اسلامک ورلڈ" نے "مسلمان نوجوان کا لائحہ عمل" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ انگلستان کا بچہ یہ سوچتا ہے اور سوچنے پر مجبور ہے کہ ہم اپنے محکوم ممالک پر حکومت کیونکر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی پرورش ہی ایسے ماحول میں ہوتی ہے اور انگلستان کی ملکی اور سیاسی ضروریات ہی کچھ ایسی ہیں۔ گویا اپنے محکوم ممالک پر حکومت انگلستان کا ایک بڑا نصب العین ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے سامنے ساری دنیا کی بھلائی اور بہتری کا نصب العین رکھتا ہے۔ اس کا نصب العین صرف اپنے نفس، قوم یا ملک کی خدمت تک ہی محدود نہیں ہے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کو بہترین قوم قرار دے کر کہا گیا ہے کہ تم لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اس لئے ایک مسلمان کا خدا اور رسول پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ انسانیت کی بھلائی کے نصب العین کو اپنے سامنے نہ رکھے۔ اسلامی تربیت کا اسلوب یہی ہے اور ہمارے نوجوانوں کو یہ بات خاص طور پر اپنے مدنظر رکھنی چاہئے کہ وہ نسل انسانی کے لئے رحمت ہو کر آئے ہیں اور ان کے تمام قویٰ نسل انسانی کی فلاح و خدمت میں مصروف ہونے چاہئیں۔ اس کام کے لئے سب سے پہلا حلقہ ان کا اپنا گھر ہے۔ سب سے اول انہیں اپنے والدین اور دوسرے بزرگوں۔ اپنے بھائی بہنوں اور بیوی بچوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا شیوہ بنانا چاہئے والدین کی اطاعت اور چھوٹوں پر شفقت کا سبق پڑھنا چاہئے۔ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے اپنے کرتوت سے والدین کو اجاڑا ہے اور ان کی زندگی تلخ کر دی۔ اور پھر دوسرے گھر یعنی سسرال والوں کو اجاڑا ہے۔ یہ مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ لہٰذا نوجوانوں کا سب سے پہلا کام اپنے والدین۔ بیوی بچوں، دیگر رشتہ داروں، دوستوں اور ہمسایوں کی خیر خواہی اور خدمت ہے اور اس کے بعد تمام نسل انسانی کی خدمت و ہمدردی ہے۔

سید اختر حسین صاحب گیلانی کی تقریر

اس کے بعد سید اختر حسین صاحب گیلانی کی تقریر "کیا اسلام کو آج مسیحا کی ضرورت نہیں ہے؟" کے عنوان سے ہوئی جو بہت معقول اور پر معلومات تھی۔ آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ سوال صرف احمدیوں ہی کے دل میں نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کے دل میں بھی پیدا ہو رہا ہے اور آمد مسیح کا تصور بذات خود اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ جب کبھی بھی مسلمانوں پر مصیبت کا وقت آیا تو علمائے امت نے یہ خیال کیا کہ یہی وقت مسیح کی آمد کا ہے۔ فاضل مقرر نے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ گذشتہ اسلامی تاریخ مصائب سے پُر ہے۔ مسلمانوں کو مختلف زمانوں میں عظیم الشان قومی حادثوں اور تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ان تمام مصائب میں مسلمان قوم کی زندگی محفوظ تھی۔ سلطنتیں اور حکمران خاندان بنتے اور بگڑتے۔ ترقی کرتے اور تباہ ہوتے رہے۔ لیکن اس سے اسلام اور مسلمان قوم کی ترقی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسلام کی تہذیب اور اس کا کلچر برابر ترقی کرتے رہے۔ کیونکہ اسلام کی روح زندہ تھی۔ آپ نے مثال کے طور پر بتایا کہ اسلامی تاریخ میں سب سے زیادہ المناک زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے جبکہ ایک طرف بغداد میں عباسی حکومت کا تاتاریوں نے خاتمہ کر دیا اور دوسری طرف سپین میں مسلمانوں کی حکومت تباہ ہو گئی۔ لیکن اس وقت بھی ان تباہیوں اور عظیم الشان قومی حادثات کے باوجود مسلمان قوم کا ایمان اور ولولہ زندہ تھا اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بہت جلد مفتوح فاتح بن گئے یعنی ترکوں نے اسلام قبول کر کے خدمت و حفاظت اسلام کا بیڑا اٹھا لیا۔ لیکن تیرھویں صدی میں اسلام پر جو مصائب آئیں، ان کے اثرات اس سے مختلف تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو مایوس کر دیا اور اسلام کی ترقی کو روک دیا۔ ان سے مسلمانوں کی زندگی، روح اور ولولہ بالکل پژمردہ ہو گیا۔ ان پر بے یقینی کی تاریکی چھا گئی جو غلامی سے بھی بڑی مصیبت ہے۔ یہ واقعات و حالات یقیناً تقاضا کرتے ہیں کہ اس وقت ایک مسیحا آئے کیونکہ تیرھویں صدی کا زمانہ اپنے اثرات و نتائج کے لحاظ سے اسلامی تاریخ میں سب سے زیادہ پر مصائب زمانہ ہے۔ اس کے بعد لائق مقرر نے عالم اسلامی بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی اس افسوسناک کیفیت کو بیان کرتے ہوئے جو کہ حضرت مسیح موعود کی آمد کے وقت تھی، کہا کہ اسلامی سلطنت اور شوکت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ چاروں طرف بربادی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ ہر حصۂ دنیا میں اسلامی سلطنتیں اور طاقتیں رو بہ زوال تھیں، عیسائیوں کی تبلیغی کوششیں مسلمانوں کو کفر و ارتداد کے گڑھے میں دھکیل رہی تھیں اور ان کے دلوں میں اسلام کے متعلق طرح طرح کے شکوک پیدا کر رہی تھیں مسلمانوں کا . . . انگریزی خوان طبقہ دین سے دور چلا گیا تھا۔ ایسے حالات میں جبکہ مسلمانوں پر عالمگیر مایوسی چھائی ہوئی تھی حضرت مسیح موعود نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر یہ ایمان افروز اعلان کیا کہ اسلام زندہ ہے اور وہ ضرور دیگر تمام ادیان پر غالب آکر رہیگا نفسیاتی لحاظ سے بھی یہ ایک نہایت کامیاب علاج اور اعلیٰ قسم کی تدبیر تھی کہ مسلمانوں کے اندر ایمان اور امید پیدا کر کے بے یقینی و مایوسی کو دور کیا جائے ——— سو آنے والے مسیحا کا ظہور ہو چکا ہے اس نے غلبہ اسلام کا اعلان کیا اور اس کی راہ بتائی۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس مسیحا کو مانیں اور اپنے دلوں میں نور ایمان یقین اور جذبہ قربانی پیدا کریں۔ آخر پر آپ نے کہا کہ مسلمانوں کو کامیابی دین کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو اس قدر اہمیت دی ہے۔ مکرمی سید اختر حسین صاحب نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی اس تقریر کو بہت جلد قلمبند کر دیں گے۔

ایک رقت خیز نظارہ

یہ تقریر ختم ہونے پر جلسہ گاہ میں ایک رقت خیز نظارہ دیکھنے میں آیا۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور کا ایک پروردہ ملازم جو گونگا اور بہرہ ہے۔ اس نے حضرت شاہ صاحب مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کیلئے پانچ روپے اشاعت اسلام فنڈ میں پیش کئے۔ صاحب صدر یعنی جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم نے اس کا اعلان کیا تو بے اختیار ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور حضرت مرحوم کی یاد نے سب کو تڑپا دیا ——— آہ! یہ بزرگ گذشتہ سال ہم میں موجود تھے آج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیشمار برکات اور رحمتیں ان پر ہوں۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر

اس کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر "مامور کی صداقت کا صحیح معیار کیا ہے" کے عنوان سے ہوئی۔ تقریر کیا تھی، ایک سحر حلال تھا۔ آپ نے سب سے اول اس عظیم الشان اور بے مثال انقلاب پر روشنی ڈالی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوا۔ اور کہا کہ اگر کوئی مامور اس معیار پر آئے تو میں اسے مان سکتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی شاندار خدمات اسلامی اور عدیم النظیر کام پر روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ انتہائی مایوس کن حالات کی موجودگی میں ہزاروں لاکھوں دلوں کے اندر امید کی روشنی اور غلبہ اسلام کا یقین پیدا کر دینا اور ان کو اس کام پر لگا دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کی جو کیفیت تھی، اور لوگوں میں خدمت دین کا جو شوق اور قرآن کریم سے جو عشق تھا۔ اسے نہایت ہی موثر انداز میں بیان کیا ——— سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں ایک

ایسے مقصد کے لئے جو زمانہ کے عام مذاق اور رو سے برعکس ہو۔ ایک جماعت پیدا کرنا اور اس جماعت کو اپنے رنگ میں رنگ لینا بہت ہی مشکل بات ہے۔ آج گاندھی کو بہت بڑا روحانی انسان کہا جاتا ہے لیکن وہ دس پندرہ آدمیوں کو بھی اپنے رنگ میں نہیں رنگ سکے۔ پنڈت جواہر لال نہرو ان کے خاص رفیقوں اور عقیدتمندوں میں ہیں۔ لیکن وہ دہریہ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا کے قائل نہیں ہیں۔ دوران تقریر میں حضرت موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی حمایت کیلئے جو کام کیا اسے دوست، دشمن سب محسوس کرتے ہیں۔ ایک طرف پادریوں کو اس کا اعتراف ہے تو دوسری طرف اشد ترین مخالف مولوی بھی مثلاً اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ جہاں کہیں انہیں کسی مخالف عیسائی یا آریہ سے مقابلہ پیش آتا ہے تو دلائل اور روشنی صرف حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں ہی ملتی ہے اور وہ چھپ چھپ کر ان کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ طریق بتاتا ہے کہ وہ دل سے حضرت صاحب کو مامور اور مجدد یقین کرتے ہیں۔ اس تقریر کے تمام ضروری حصے قلمبند کر لئے گئے ہیں۔ جنہیں بہت جلد مرتب کر کے درج اخبار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

اس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ فجی کی تقریر ہوئی جس کا عنوان تھا "حضرت مسیح موعودؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں"؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے محض خدمت و تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کی غرض سے یہ جماعت قائم کی تھی اور اس کے سپرد اسلام کی تبلیغ اور قرآن کو پہنچانے کا کام کیا تھا۔ لیکن افسوس ہمارے قادیانی دوستوں کی توجہ اس طرف بالکل نہیں رہی۔ اب اس کی جگہ سیاسی چپقلش نے لی ہے۔ کہیں نہرو رپورٹ پر تبصرے لکھے جا رہے ہیں اور کہیں ولایت کے سفر ہیں اور کہیں جواہر لال نہرو جیسے ملحد کانگریسی لیڈر کے شاندار استقبال کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جماعت لاہور اور جماعت قادیان کے گذشتہ ۲۵ سال کے کام کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ جماعت لاہور نے قرآن کریم کو تین مغربی زبانوں میں ترجمہ کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ متعدد مشن قائم کئے۔ بیسیوں زبانوں میں مفید اسلامی لٹریچر پیدا کیا لیکن قادیانی جماعت باوجود کثرت کے اب تک صرف ایک انگریزی زبان میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ نہ کر سکی۔ اس کے علاوہ آپ نے جماعت قادیان کے افسوسناک معاندانہ طرز عمل پر بھی روشنی ڈالی۔

جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی تقریر

اس کے بعد ہمارا قومی پروگرام کے عنوان سے جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی تقریر دلپذیر ہوئی۔ پرجوش مقرر نے اپنے مخصوص انداز میں تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا قومی پروگرام جس کو دوسرے لفظوں میں ہمارا نصب العین کہنا چاہئے۔ وہ اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کرنا ہے۔ گذشتہ ۲۵ سال سے ہماری جماعت نہایت محنت کے ساتھ اس نصب العین کے حصول میں کوشاں ہے۔ اس کی محنت کے ثمرات بھی ایک حد تک واضح ہو چکے ہیں۔ لیکن کامیابی کی آخری منزل تک پہنچنے کیلئے جو کچھ کرنا ابھی باقی ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو ہم اب تک کر چکے ہیں اور یہ کام ہماری موجودہ قوت سے بہت بڑھ کر ہے۔ سوال یہ ہے کہ مطلوبہ قوت کہاں سے آئیگی اور کس طرح وہ طاقت ہمیں حاصل ہوگی جس سے ہم تمام دنیا پر چھا کر غلبہ اسلام کی پیشگوئی کو پورا کر سکیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے پرجوش مقرر نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے سپرد دو کام کئے گئے تھے۔ ایک غیر ادیان پر اسلام کا غلبہ اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح، یہ دوسرا کام درحقیقت پہلے کام ہی کی تکمیل کیلئے ہے جب تک اپنی قوم کی ہم اصلاح نہیں کرتے اور اسے اتنی بل

نہیں بناتے کہ وہ اسلام کی ترقی و اشاعت میں ممد و معاون ہو۔ اس وقت تک غلبۂ اسلام کے لئے ہم خاطر خواہ تیاری نہیں کر سکتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ ہم پوری توجہ اور قوت کے ساتھ مسلمان قوم کی اصلاح اور اس کو ساتھ ملانے کا فرض ادا کریں اور ان میں احمدیت کی تبلیغ پوری سعی کے ساتھ کی جائے اس کے بغیر ہم اپنے غلبۂ اسلام کے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ کی تقریر کے ضروری حصے قلمبند کرا لئے گئے ہیں جو حسب گنجائش درج اخبار ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اختتامی تقریر ہوئی۔ جس میں حضرت ممدوح نے جماعت کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں۔ سب سے اوّل آپ نے توسیع جماعت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہایت ضروری کام ہے۔ ہماری جماعت اسلام کی فوج کی حیثیت رکھتی ہے جس قدر یہ فوج تعداد اور طاقت میں ترقی کرے گی۔ اسی قدر خدمت اسلام کا کام زیادہ ہوگا۔ اگر ہم کوشش کر کے اس سال کے اندر جماعت کی تعداد کو دوچند کر دیں تو انشاء اللہ ہمارا خدمت اسلام کا کام بھی دوچند بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مساجد میں باقاعدہ حاضری اور نماز باجماعت، آپس میں میل جول اور تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ جماعت کو مستحکم کرنے کی ضرورت واضح فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ نے احباب جماعت بالخصوص نوجوانوں کو آنریری مبلغ بننے اور باقاعدہ تبلیغی ڈائری رکھنے اور تبلیغی لٹریچر دوسروں تک پہنچانے کی تلقین کی جس پر تمام حاضرین نے عمل کرنے کا وعدہ کیا اور کئی احباب نے باقاعدہ تبلیغی ڈائری رکھنے کا عہد کیا اور بہت سے نوجوانوں نے آنریری مبلغ کی حیثیت سے اپنے نام لکھوائے۔ تقریر کے آخر پر آپ نے چندہ کی بھی تحریک فرمائی جس کے جواب میں بہت سے دوستوں نے اپنی طرف سے مختلف رقوم پیش کیں علاوہ ازیں دوسرے احباب سے چندہ وصول کر کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ دعا کے بعد جلسہ سالانہ کی کاروائی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

مہمانوں کی واپسی

بہت سے دوست ۲۷ر دسمبر کو ہی تشریف لے گئے اور بہت سے ۲۸ر اور ۲۹ر دسمبر کو۔ بعض نے کئی روز تک مرکز میں قیام فرمایا۔

(ختم شد)

"مجدد اعظم"

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تازہ تالیف

سیرت نگار کی پوزیشن بہت مشکل ہے۔ جب وہ تحقیقات سے واقعات اور سوانح کا ایک انبار جمع کر لیتا ہے تو اس کا صرف یہی کام نہیں ہوتا کہ ان کو ضبط تحریر میں لے آئے بلکہ اسے ضروری اور غیر ضروری میں بھی تمیز کرنی پڑتی ہے جو زیادہ محنت طلب کام ہے، اس انتخاب کے بعد دوسرا مرحلہ ان واقعات کو اس موزوں طریق پر پیش کرنے کا ہے جس سے کسی شخص کی زندگی کی صحیح تصویر آنکھوں کے سامنے ابھر جائے۔

ہمارے مخدوم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ کی تازہ تالیف "مجدد اعظم" فی الحقیقت آپ کے قلم کا ایک بلند پایہ شاہکار ہے۔ واقعات و سوانح کا انتخاب جس طریق پر آپ نے فرمایا ہے۔ اور پھر جس طریق پر ان کو ایک سلسلہ میں منسلک کیا ہے۔ اس سے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کی ایک بہترین تصویر سامنے آجاتی ہے یہ انتخاب اور موزونیت ترتیب خود معجزانہ ہے لیکن کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے بسا اوقات حیرت ہوتی ہے کہ آپ اپنے مضمون کو کس قدر واضح طور پر دیکھ رہے ہیں اور حضرت کی شخصیت کا کس قدر باریک مطالعہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیان سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیرت نگار یہاں آکر تھک گیا ہے یا بے لطفی محسوس کر رہا ہے۔ بلکہ کتاب کا ہر باب اور ہر صفحہ ایک جدید شوق اور لذت کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور سیرت نگار پڑھنے والے کو اس قدر لطف اندوز کرتا ہے کہ اپنے بیان کی رو کے ساتھ ساتھ بہائے ہوئے لئے جاتا ہے۔ پھر سیرت نگار کو اپنے مضمون کیساتھ اس قدر محبت اور اس قدر دلچسپی ہے کہ وہ اس کو بیان کرتے ہوئے راحت محسوس کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے الفاظ اپنے اندر ایسا اثر اور نفوذ رکھتے ہیں کہ پڑھنے والا بھی اسی میں راحت محسوس کرتا ہے کہ اسے پڑھتا ہی چلا جائے۔ اور باوجودیکہ کتاب بڑی ضخیم ہے۔ مگر اسے کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کسی مقام پر اکتا گیا ہے

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو تاریخ وار واقعات کی صورت میں نمایاں کیا ہے جس سے حضرت کا تعلق باللہ آپ کا عشق رسول اور عشق قرآن بالکل واضح طور پر پڑھنے والے کے سامنے آجاتا ہے اور باوجودیکہ ڈاکٹر صاحب ہمیں مختلف مقامات کی سیر کراتے ہیں اور حضرت کی زندگی کے بعض مختلف اور متباین پہلوؤں کو ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ مثلاً حضرت کا تعلیمی زمانہ، آپ کی شادی کا زمانہ، آپ کی ابتدائی مقدمات کی پیروی۔ آپ کی سیالکوٹ میں اہلمد کی ملازمت، پھر زمانہ ذکر و فکر، اور تصنیف و تالیف پھر دعاوی اور مشکلات کا زمانہ مگر ان سب حالات میں حضرت کا زہد و تقویٰ آپ کی راست گفتاری اور دیانت شعاری اور آپ کا اسلام کو غالب کرنے کا عزم کبھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیتے جس کا ذہن پر ایک مستقل اثر ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سلسلہ کے مختلف مسائل پر ہماری طرف سے لٹریچر نکلا ہے۔ جو اپنی جگہ پر بہت مفید ہے۔ لیکن ایک چیز ایسی ہے۔ جو حضرت کی زندگی کے دنوں میں تھی اور آج نہیں ہے۔ دلائل اور براہین کا شاید اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا براہ راست کسی شخص سے تعلق پیدا کرنے اور اس کی زندگی کا مشاہدہ کرنے سے ہوتا ہے اور یہ بات حضرت کی وفات کے ساتھ ختم ہو گئی ہے۔ مگر "مجدد اعظم" کے ذریعہ یہ کمی بہت حد تک پوری ہو گئی ہے اس کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والا خود حضرت کی زندگی کو دیکھ رہا ہے۔ اور جو اثر وہ اس طرح حاصل کرے گا۔ وہ دلائل و براہین سے زیادہ پائیدار ہوگا۔ اور ایک مخالف سے مخالف بھی شائد اس کتاب کے انصاف کی نظر سے مطالعہ کے بعد یہ کہنے سے تو ضرور رک جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ میرا خیال ہے کہ اسے اتنا تو یقین ہو جائیگا کہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ عشق کا ایک دریا موجزن تھا۔

کتاب کی باقی دو جلدیں بھی جب نکل گئیں تو یہ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ احمدیہ کے لئے ایک انسائیکلوپیڈیا کا کام دے گی جس میں ہر ضروری مسئلہ اور واقعہ کی تفصیل مل جائے گی حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی جسمانی تکالیف کے باوجود جس محنت اور صبر و استقلال سے یہ کام کیا ہے۔ وہ واقعی قابل رشک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں تا دیر سلامت رکھے اور ان سے خدمت دین کا بیش از بیش کام لے۔

(سید اختر حسین گیلانی)

لاما مذہب کی مختصر تاریخ

(از جناب ایس محمد آصف صاحب قادیانی بی۔ اے)

چند سال کا عرصہ ہوا تبت کے دلائی لاما کا انتقال ہوگیا تھا۔ دلائی لامائیت کے بدھ مت کا جسے لاما مذہب بھی کہتے ہیں روحانی اور دنیوی پیشوا ہے۔ دلائی لاما جب فوت ہوجاتا ہے تو اس مذہب کی قدیم روایات کے مطابق کسی نومولود بچے کی تلاش کی جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ فوت شدہ دلائی لاما کی روح نے اس نومولود کا قالب اختیار کیا ہے۔ چنانچہ چند ایک لاما اکٹھے ہوکر اس بچے کو دلائی لامہ نامزد کردیتے ہیں اور نہایت وسیع اور اعلیٰ پیمانے پر اس کی پرورش کی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جب دلائی لامہ فوت ہوا تو رواج کے مطابق کسی نوزائیدہ بچے کی تلاش کی گئی مگر بچہ نہ ملا۔ آخر ۵ جولائی ۱۹۳۵ء کو بچہ پیدا ہوا جسے چھوٹے دلائی لاماؤں نے نامزد کیا ہے کیونکہ گذشتہ دنوں یہ رسم عمل میں آئی ہے اور اس کا اخباروں میں چرچا عام ہے۔ اس لئے ہم بھی ناظرین پیغام صلح کیلئے لاما مذہب کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہیں جس میں دلائی لاما کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ آجائے گا۔ (محمد آصف)

لاما مذہب تبت کے باشندوں کا مذہب ہے یہ دراصل بدھ مت کی ہی ایک مسخ شدہ صورت ہے بدھ مت جب تبت میں پہنچا اور وہاں کے لوگوں نے جب اسے قبول کیا تو رفتہ رفتہ اس میں وہاں کی مقامی باتیں شامل ہوگئیں تبت کے مقامی رواج اور مذہبی رسومات اور بدھ مت کے اخلاقی امتزاج سے لاما مت پیدا ہوا جو آجکل تبت کا شاہی مذہب ہے۔

تبت ساتویں صدی عیسوی میں بربریت کے دور سے نکلا ہے اور اس وحشت اور تاریکی سے نکلنے کا باعث صرف بدھ مت ہوا ساتویں صدی عیسوی سے پہلے ہمیں تبت کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ یعنی اس سے پہلے قرون خالیہ کا ہی دور ہے لیکن ساتویں صدی میں تبت میں ایک نہایت مشہور اور اولوالعزم بادشاہ گذرا ہے جس کا نام تھا سرون تسان گامپو۔ اس کی شادی ۶۴۱ء میں چینی شہنشاہ کی بیٹی "ونچنگ" سے ہوئی۔ اس واقعہ کے دو سال بعد اس جری اور اولوالعزم بادشاہ نے دوسری شادی نیپال کے بادشاہ "امسوارمان" کی بیٹی "برکوتی" سے کی۔ یہ دونوں شہزادیاں بدھ مت کی پیرو تھیں اور اس کے اوامر و نواہی کی سختی سے پابند تھیں۔ ان کے حسن عمل نے خاوند کو متاثر کیا اور وہ اپنا آبائی مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ جب اس نے بدھ مذہب قبول کیا تو وہ اس وقت بالکل نوجوان تھا۔ یہی نوجوان بادشاہ تبت میں تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا علمبردار خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس بادشاہ اور اس کی مذکورہ بالا بیویوں کی تبت کی ضمنیات میں ایک ممتاز حیثیت ہے۔

شاہ سرون تسان گامپو ۶۵۰ء میں فوت ہوا۔ اس کی وفات کے بعد بدھ مت آہستہ آہستہ تبت میں پھیلتا گیا اور تبتیوں کا قدیم مذہب جو محض مجموعہ توہمات تھا قریباً ایک سو سال تک اس سے برسرپیکار رہا۔ یہاں تک کہ ایک اور جلیل القدر بادشاہ جس کا نام "تھیسرون دتسان" تھا کا زمانہ آپہنچا۔ اس بادشاہ کے زیرنگیں چین کا بھی کافی حصہ تھا۔ یہ بادشاہ ایک چینی شہزادی کے بطن سے پیدا ہوا تھا اس لئے اسے بدھ مت سے بہت عقیدت اور محبت تھی ——— اس بادشاہ نے ہندوستان سے بدھ مت کے ایک مشہور فاضل کو جسے "گرو پدما سمبھاوا" کہتے تھے تبت میں مدعو کیا جس نے دعوت خسروانہ کو قبول کیا اور ۷۴۷ء میں تبت پہنچا۔ یہی وہ عظیم المرتبت انسان ہے جو لاما مذہب کا بانی گذرا ہے۔ مذہب لامہ کی رو سے اس کی حیثیت بدھ کی ہے۔ بعض فرقے اس کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ تبتی زبان میں اسے "گرو رینپوچے" کہتے ہیں۔ یعنی وہ

گرو ہے جس کا وجود بہت ہی قیمتی ہے۔

یہ انسان جس کی حیثیت تبت کے مذہبی لٹریچر میں بہت رفیع ہے۔ اس کی آمد سے تبت میں ایک نئی مذہبی روشنی کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے تبت جھٹپٹے میں تھا۔ گو بدھ مت تو وہاں پہنچ چکا تھا۔ مگر کوئی استاد اور قائد وہاں نہ پہنچا تھا۔ اس کی آمد سے گویا بدھ مت کا تبت میں آفتاب طلوع ہوا اور سب تاریکیاں غائب ہوگئیں۔ اس دور سے پہلے تبت کو کاہنوں اور ساحروں نے بالکل جہنم کدہ بنا رکھا تھا اور مخلوق خدا کو توہمات کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ اس فاضل اور بلند فطرت انسان نے ان لوگوں کو ان پابندیوں اور زنجیروں سے نجات دلائی ——— تبت میں سب سے پہلی خانقاہ اسی گرو نے ۷۴۹ء میں تعمیر کی۔

لاما خالص تبتی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں سب سے اعلیٰ اس خطاب کا تعلق صرف خانقاہ سے ہے۔ خانقاہ کے عمائدین پر اس کا اطلاق ہوتا رہا ہے گو اب خانقاہ سے باہر بھی لامہ مت کے داعیوں پر بحیثیت مجموعی اس کا استعمال ہونے لگا ہے۔ ان لاماؤں نے اپنے مذہب کیلئے کوئی خاص اصطلاح اختراع نہیں کی۔ وہ یا تو اسے صرف مذہب کہتے ہیں، یا بدھ مذہب کہکر پکارتے ہیں۔ لامہ مت کی ابتدائی تاریخ محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ پہلے گرو کی تعلیمات کئی صدیوں بعد مرتب ہوئیں اور انکو مرتب کرنیوالے گمیس راہب تھے۔ وہ تعلیم جس کی اشاعت لاما مت کے بانی نے کی۔ وہ بدھ مت کے فرقہ مہایانہ سے عبارت ہے جو اس وقت کشمیر کی وادی میں رائج تھا۔ اس تعلیم میں پہلے ہی خارجی عناصر شامل ہو چکے تھے لیکن تبت پہنچکر وہاں کی مقامی روایات بھی اس میں شامل ہوگئیں

ابتدائی لاما مت قدیم تصوف سحر اور ارواح پرستی پر مشتمل ہے جسے بدھ مت میں ملفوف کردیا گیا ہے اور آج تک اس نے اپنی خصوصیات کو قائم رکھا ہے اور انہیں خصوصیات کی وجہ سے وہ تبتی لوگوں کیلئے باعث کشش ہوا ورنہ بدھ مت اگر ان کے سامنے اصلی شکل میں پیش ہوتا تو شاید وہ لوگ اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیتے۔ تبت والوں کے ہاں مسئلہ کرم اور تناسخ کی نوعیت صرف اخلاقی ہے اور یہ کافی حد تک ان لوگوں کی ضمنت کے تخیل سے ہم آہنگ ہی ہے ——— یہ جوشیلا بادشاہ تھیسرون دتسان نے اس مذہب کی اشاعت میں خوب حصہ لیا اور ملک کی تمام اطراف میں بہت سی خانقاہیں تعمیر کیں اور اس میں کشمیری اور ہندوستانی اساتذہ مذہب کو سکھانے کیلئے مقرر کئے۔

ابتدا میں چینی بدھ مت کے پیروؤں نے بھی اسکی مخالفت کی لیکن وہ اسے دبانے میں کامیاب نہ ہوسکے کیونکہ لاما مت تبتی لوگوں کی مزاج عقلی کی صحیح تصویر تھا اس لئے اس مذہب کو تبت سے خارج کرنا نہایت دشوار امر تھا۔ لاما مت کی بنیادوں کو اس کے بانی نے خود ہی بہت مضبوط کردیا تھا۔ اسکے بعد یہ مذہب بتدریج ترقی کرتا رہا۔ تاریخی لحاظ سے لاما مت کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

(۱) دور قدیم (۲) دور وسطی (۳) دور جدید ——— دور قدیم کی تعلیم تو ان ستونوں پر کندہ ہے جو کہ اب تک لہاسہ میں استادہ ہیں اور جنہیں ۸۲۲ء میں چینیوں کے ساتھ معاہدہ کرکے نصب کیا گیا۔ ان کندہ عبارتوں کا ترجمہ ڈاکٹر بوشل نے کیا۔ ان میں ہی ایک فقرہ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ "وہ یعنی خان (تبتی) اور ہان (چینی) دونوں کی توجہ تین گرانقدر چیزوں کی طرف رہی ہے یعنی تمام بزرگ ولی لوگ سورج، چاند ستارے اور دیگر اجرام فلکی اور ان سے سچی التدعا کی ہے کہ وہ ان دونوں پر شاد ہوں۔" اسی مندرجہ بالا اقتباس سے اس دور قدیم کی کافی حد تک تحلیل ہوسکتی ہے کہ اس میں اجرام پرستی اور ارواح پرستی کا کافی عنصر شامل تھا۔

اس دور میں بدھ مت کی کتابوں کا ترجمہ تبت کی زبان میں ہوا اور خانقاہوں کے ساتھ جاگیریں بھی شامل کردی گئیں ——— وسطی دور بدھ مت کیلئے تبت میں کافی حد تک مظلومیت اور درد و کرب کا دور ہے۔ اس دور میں بدھ مت کو بیخ و بن سے نابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ تبت میں ایک بادشاہ لان دھرما ہوا ہے اس نے لاماؤں پر بہت ظلم کیا۔ بدھ مت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی انتہائی سعی کی۔ خانقاہوں کو منہدم کیا اور بدھ مت کی کتابوں کو جلادیا۔ اور بہت سے لاموں کو پکڑا اور قصاب بننے پر مجبور کیا لیکن لاما مت ان مشکلات اور مصیبتوں سے بالآخر نجات پاگیا۔

تیسرا دور دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ دسویں صدی میں متعدد کشمیری راہبوں نے تبت کا سفر کیا اور وہاں مستقل طور پر مقیم ہوگئے اور ۱۰۳۸ء میں اتیشا راہب وہاں پہنچا جو لامہ مت کا مصلح اعظم گذرا ہے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بنگال کا رہنے والا تھا اور وہاں کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بدھ مت کا ایک جید اور ذکی فاضل تھا۔ اسے عقل و فہم کا مظہر اتم خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے لاما مت کی بہت اصلاح کی۔ جس سے لاما مت میں ایک جدید فرقہ پیدا ہوا جسے کادم پا کہتے ہیں۔ اسی زمانہ کے بعد سے لامہ مت تبت میں نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگیا اور آج تک نہایت مضبوطی اور طاقت کے ساتھ قائم ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں، لامہ مت کو چینی شہنشاہ قبلائی خان کے ذریعہ بہت تقویت حاصل ہوئی۔ یہ روشن خیال شہنشاہ اپنی سلطنت کے مختلف... مذہبی لحاظ سے کٹے پھٹے حصوں کو یکجا کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس نیا بطلہ اتحاد کیلئے لاما مت کو انتخاب کیا کیونکہ اس مذہب کی اس کے اپنے مذہب سے کافی مشابہت تھی۔ اس کے بعد لاما مت کا لٹریچر منگولین زبان میں ترجمہ ہوا۔ اس کے بعد سے اس شہنشاہی اعانت کی وجہ سے لامہ مت میں کلیسائی عسکریت پیدا ہوگئی اور یہ رقیب فرقوں کو تشدد کے ساتھ دباتا رہا۔ پندرھویں صدی عیسوی کے شروع میں ایک لاما نے جس کا نام تسان کاپا تھا۔ "آتیشا" کے اصلاح شدہ فرقہ کی تنظیم کی اور اس کا نام بدل کر "گی لگپا" رکھا جس کا مطلب ہے وہ تعلیم جو نیکی کی حامل ہو۔ اس فرقہ کے سامنے سب فرقے ماند پڑگئے اور پانچ نسلوں کے اندر اس نے تبت کی مذہبی بادشاہت حاصل کرلی جو آج تک اس کے پاس چلی آتی ہے۔ اس فرقہ کا سب سے پہلا عظیم الشان لامہ جس نے یہ مذہبی اور شاہی رتبہ حاصل کیا "گیڈن ڈب" گذرا ہے اس نے اپنی جانشینی کا انحصار مسئلہ حلول پر رکھا۔ اس فرقہ کو شاہی اختیارات ۱۶۴۰ء میں حاصل ہوئے اور یہ پانچویں عظیم الشان لاما کے عہد میں ہوا۔ اس نے ایک مغل شہزادہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تبت کو فتح کرے اور اسے بطور تحفہ کے عظیم الشان لاما کے حضور پیش کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۱۶۵۰ء میں لاما کے ان شاہی اختیارات کو شہنشاہ چین نے بھی تسلیم کرلیا اور اسے مغل خطاب "دلائی" عطا کیا جس کے معنی ہیں وسیع یا سمندر۔ اور اسی خطاب کی وجہ سے اُسے دلائی لامہ

ھم کہا جاتا ہے۔ گویا ہر خطاب ہی تبتی لوگ بالکل بنیجر میں۔ وہ اس عظیم لامہ کو "رپوٹ کنٹ ہیر" کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ اس مذہبی بادشاہت کے قیام پر باقی تمام فرقوں کو تشدد کے ساتھ کمزور کردیا گیا اور بہت سی اسی روایات نہ

مراسلات و اعلانات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں دو خط

قادیانیت سے توبہ

ایک صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں میاں محمود احمد صاحب کی خلافت سے توبہ کر چکا ہوں، اور میرا ارادہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو کر احمدیت کی اشاعت کروں۔ میرے نزدیک احمدیت سچا اسلام ہے۔ حضرت مرزا صاحب وقت کے امام ہیں اُن کے ساتھ ہونا میں فرض سمجھتا ہوں۔ از حد مشکور رہوں گا اگر آپ برائے مہربانی ایسی کتاب جس میں آپ کے عقائد درج ہوں مجھے روانہ فرما دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپکے عقائد کو اچھی طرح دیکھ لوں۔ تاکہ مجھے بعد میں کسی قسم کا افسوس نہ ہو۔ قادیانی احمدیت لوگوں کو شرک کیطرف بلاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بچائے میرے عقائد اور مرزا محمود احمد صاحب کے عقائد میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس وجہ سے مجھے اس جماعت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ حضرت مسیح موعود کی بہت سی کتابیں میں نے پڑھی ہیں اور جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ وہ تعلیم جو حضرت مسیح موعود نے پیش کی ہے قرآن مجید سے علیحدہ نہیں ہے۔ مگر اب جو قادیانی جماعت پیش کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بدنام کرنیوالی ہے۔ اس تعلیم کو سن کر لوگ اگر اس جماعت کے دشمن بن جائیں تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

ان کا صرف پروپیگنڈا ہے۔ باقی کچھ نہیں ہے۔ لوگوں کو ایسی تعلیم دی جا رہی ہے۔ جو آہستہ آہستہ مشرک بنا کر چھوڑے گی۔ حضرت عیسٰی کے ماننے والے آہستہ آہستہ مشرک بنے تھے۔ حضرت عیسٰے کے زمانے میں اُن کو کوئی خدا نہیں مانتا تھا۔ بعد میں لوگوں نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے سب کچھ بنا دیا۔ یہی حال یہاں ہے۔ "میاں صاحب کو خدا تک ماننے والے موجود ہیں۔ اللہ ان سے بچائے۔ کہتے ہیں کہ میاں پیدا نہ ہوتا تو تمام دنیا خدا پیدا نہ کرتا"۔ لعنت ہے ایسے عقیدہ پر۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے عقائد بیان کر کے آپ کو تکلیف دوں، آپ کو ضرور تکلیف ہوگی کیونکہ یہ احمدیت کے راستہ میں پتھر ہیں"۔

اعلان بیعت

حضرت مسیح موعود کے مشن کی غرض کو جماعت لاہور پورا کر رہی ہے

ایک اور صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

بخدمت مکرم جناب مولانا صاحب۔ امیر جماعت سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ عاجز ۱۹۱۳ء سے انشاء اللہ احمدی ہے۔ حضرت خلیفہ اول رحمۃ اللہ کے دست مبارک پر بیعت ہوا۔ آپکے بعد جلدی جماعت میں اصولی اختلاف رونما ہونے سے بوجہ ابتدائی معلومات سلسلہ خود کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ ہر دو جماعت کے ممبران اپنے اپنے عقیدہ کی تائید میں جو لٹریچر اس وقت شائع کرتے رہے دیکھا۔ حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ بھی کیا دعا بھی کی۔ تاہم اطمینان نہ ہوا۔ ایسی حالت میں کسی جماعت میں شامل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ حضرت صاحب کی نبوت پر جس طرح سے قادیانی جماعت پیش کرتی ہے مطمئن نہ ہوا۔ مگر صاحبزادہ کی بیعت کر لی۔ سبز اشتہار۔ عوام کا رجحان۔ اور صاحبزادہ کا یہ ارشاد کہ باوجود اختلاف بھی بیعت ہو سکتی ہے۔ اور قادیان کی فضا سے متاثر ہوا۔

اب کچھ عرصہ سے پیش آمدہ حالات کو اسلام کی روشنی میں دیکھا اور وہاں صاف نہ پا کر پیغام صلح کو دیکھنا چاہا۔ عرصہ سے دیکھتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ حضرت صاحب کے مشن کی غرض و غایت کو صحیح طور پر احمدیہ جماعت لاہور ہی پورا کر رہی ہے۔ بدیں حالات عاجز بھی اسی جماعت میں شمولیت کو حق سمجھتے ہوئے معروض ہے کہ بیعت منظور فرما کر دعا کی جاوے۔ جلسہ سالانہ پر حاضر ہوا تھا۔ ۲۵، ۲۶، ۲۷، وہاں سے حسب پروگرام ۲۸ کی صبح کو علیحدہ ملاقات کا وقت مقرر تھا اور اسی تاریخ واپس پہنچنا بھی ضروری تھا۔ ملاقات نصیب نہ ہونے کا افسوس لیکر واپس گھر پہنچا۔ زندگی رہی تو انشاء اللہ حاضر ہونگا"۔

ضروری اعلان

ہمارے نوجوانوں میں سے جنہوں نے حضرت امیر کے ارشاد کے ماتحت جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تبلیغ احمدیت کا وعدہ کیا تھا بعض کی طرف سے اطلاع آ رہی ہے۔ کہ انہوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک سعید نوجوان محمد حسن خانصاحب کلرک فیروزپور سے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے ڈائری لکھنی شروع کی ہے اور باقاعدہ تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی ہمت میں برکت دے"۔

معاصرین کے افکار

تبلیغ اور دینِ مسیحی

مسیحیوں کا "تبلیغی لٹریچر" انجیلوں کے بیسیوں زبانوں میں "ترجمے" انجیلوں کے بیشمار نسخوں کی اشاعت یہ فقرے آج آپ ہر طرف سے سن رہے ہیں یا نہیں؟ ان کارناموں کی دھوم آج ہر طرف مچی ہوئی ہے یا نہیں؟ مسلمان ان ان واقعات کو عبرت کے موقع پر، اور اپنی قوم کو جوش و غیرت کے لئے پیش کرتے ہیں، اور مسیحی ان سے اپنی مشنری کارگذاری پر استدلال کرتے ہیں، بہرحال واقعات بحیثیت واقعات مسلّم ہر فریق کو ہیں ـــــ سوال صرف اتنا ہے کہ یہ راہ کس کی دکھائی ہوئی ہے؟ مسیحی اپنے اس نشر و اشاعت میں اتباع اور تقلید کس کی کر رہے ہیں؟ حضرت مسیح خود کوئی نمونہ اس کا قائم کر گئے ہیں؟ انجیل میں اس کا حکم کہیں دے گئے ہیں؟ اپنی زندگی میں کتنوں سے مکاتبت و مراسلت فرمائی؟ کس کے نام اپنے تبلیغی رسالے بھیجے؟ اور مسیحی عقیدہ کے مطابق کونسی کتاب دُنیا کے لئے چھوڑ گئے؟

کہتے ہیں) اور کہنے والے ہم ہی آپ نہیں ہیں دشمن بھی کہتے ہیں، مسیحی بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کے پانچ چھ سو بعد ایک اور پیغمبر آئے، اور انہوں نے آتے ہی فرمایا کہ میں کتاب لیکر آیا ہوں۔ آتے ہی اُنہوں نے کتاب پیش کی! انہیں تو وحی جو فرمان سب سے پہلے ملا، یہی تھا، کہ "اقرأ" "پڑھو، اس لکھی ہوئی چیز کو پڑھو! پروردگار اور بندے کے تعلق کا جو سب سے پہلا سبق ان کی زبان سے ادا ہوا، وہ یہی تھا کہ (اقرأ باسم ربک الذی ۔ علّم بالقلم) پروردگار وہ ہے جس نے انسان کو تعلیم قلم کے ذریعہ سے دی! ان پیغمبر اعظم نے اپنے معاصر بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے نام "خطوط" پر خطوط بھیجے اور خطوط کے جوابات حاصل کئے۔ وحی خدا کے کلام کا مجموعہ کتابی صورت میں مرتب کر گئے۔ اور انہیں کے رفیقوں اور جانشینوں نے کتاب الٰہی کی نقل و کتابت میں پوری سرگرمی و مستعدی دکھادی ـــــ غرض یہ کہ نشر و تبلیغ کے سلسلہ میں سارے مکتوبی کاروبار کو دنیا سے روشناس کروانے والی ذات اسی پیغمبر عرب کی ہوئی ہے یا نہیں؟

اب سوچ کر فیصلہ کیجئے، فیصلہ بہ حیثیت مسلمان کے نہیں، بہ حیثیت انسان کے کیجئے۔ کہ آج مسیحیوں کی مشنری دُنیا، تبلیغی دنیا، تقلید کس کی کر رہی ہے؟ اُسوۂ مسیحی پر چل رہی ہے یا اُسوۂ محمدی پر؟ نادانستہ ہی، بے ارادہ سہی، غیر شعوری طور پر سہی، بہرحال چلنا اسے کس کی راہ پر پڑ رہا ہے؟ قدم کس کے نقش قدم پر اُٹھانا پڑ رہا ہے؟ اور جتنا زیادہ وہ اپنے تبلیغی لٹریچر کی بھرمار کرتی جائیگی اُسی نسبت سے وہ اُسوۂ محمدی سے قریب تر، اور اُسوۂ مسیحی سے بعید تر ہوتی جائے گی یا نہیں؟ ـــــ حالیؔ مرحوم کی رُباعی توحید میں سے آخر کے دو مصرعے ہیں،

مانا نہیں جس نے تجھ کو جانا ہے ضرور ٭ انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا!

توحید کے علاوہ رسالت سے متعلق بھی، اس کے اپنے رنگ میں یہ کتنا کچھ غلط ہے؟

پیغامِ صلح:۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ خود مسلمانوں نے فریضۂ تبلیغ کو فراموش کر دیا؟

جنگ اور جہاد

لندن ۲۵ رنومبر۔ کل بعد دوپہر ملک معظم اور ملکہ معظمہ ۔ ۔ ۔ ۔ بیرکس تشریف لیگئے، جہاں آپ نے وہ بینڈ ملاحظہ فرمایا جو اسی ہفتہ فرانس جانیوالا ہے۔ ہز مجسٹی کو بتایا گیا کہ اب تک ۱۰۵،۸۹،۷ سپاہیوں کو ۱،۷۶،۱ مرتبہ اس تھیٹر میں گانے بجانے کا موقع دیا گیا ہے۔

ایک جنگ ان مہذبوں کی، روشن خیالوں کی، وطن پرستوں کی، قوم پروروں کی، ہے کہ جان دینے جا رہے ہیں، لیکن عیش و نشاط کا کوئی لمحہ ہاتھ سے ۔ ۔ جانے پائے۔ اور آخر وقت تک گا بجا کر اپنے میں زندہ دلی اور جوش و ولولہ پیدا کرتے رہیں! ایک جنگ ہم جہادیوں کی تھی، کہ حکم یہ ملا تھا، کہ جب لڑائی پر جاؤ تو گانا بجانا، توجہ یاد الٰہی سے ہٹانا یا کم کرنا الگ رہا، اور زیادہ توجہ و یکسوئی کیساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ

یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون (انفال ع ۶)	اے ایمان والو جب (مخالف) جماعت سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور ذکر الٰہی بکثرت کرو، کہ اسی سے تم کامیاب ہوگے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اسی سے کتاب الٰہی کے شارحین نے یہ نکالا ہے کہ:۔

قال حدثنا سعید عن قتادہ ۔ ۔ ۔ افترض اللہ ذکرہ عند اشغل ماتکون عند الضرب بالسیوف (ابن جریر)	اللہ نے فرض کر دیا ہے، اپنا ذکر عین مشغولی کے وقت، عین اس وقت جب تلوار چل رہی ہو۔

یہی مسلمانوں کا ترانۂ جنگ ہے ـــــ ہے کوئی مناسبت آج کی مہذب، وطنی، قومی، جنگ اور کل کے "وحشیانہ" جہاد کے درمیان؟ (صدق)

ضروری گذارش: بہت سے احباب جماعت اور قارئین پیغام صلح مفت تعلیم کے لٹریچر کی ۔ ۔ ۔ کیلئے ٹکٹ خاک، ریدر کو بھیج دیتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ اس طرح لٹریچر کی ترسیل میں خواہ مخواہ تاخیر اور دقت ہوتی ہے۔ آئندہ فرمائش اور ٹکٹ وغیرہ جناب سیکرٹری صاحب یا جائنٹ سیکرٹری صاحب انجمن کو بھیجنے چاہئیں۔ (مینیجر)

احمدیت اور بابیت و بہائیت

قادیانیت اور بہائیت کی بعض امور میں مشابہت

(بقیہ صفحہ ۲)

قل کل من نقطۃ البیان لیبدلون ان یا اسم الوحید فاحفظہ ما انزل فی البیان وامر بہ فانک نصر الحق عظیم"

اس وصیت نامہ کی رو سے باب کے بعد صبح ازل ہی بابی مشن کا چلانیوالا اور محافظ ہے۔ چنانچہ خود بہاء اللہ بھی اس بابی وصیت کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی مرزا صبح ازل کی فرمانبرداری کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب ایک دفعہ بعض وجوہات کی بناء پر بہاء اللہ صاحب روپوش ہو گئے اور جنگلوں پہاڑوں میں تن تنہا زندگی بسر کرنے لگے اور اسی حالت میں دو سال گذر گئے تو مرزا یحییٰ نے بحیثیت مصدر امر قبلہ آمال ہونے کے بہاء اللہ کو واپس آنے کا حکم دیا اور وہ بلا حیل و حجت واپس آ گیا۔ یہ وہ امر ہے جس کی شہادت خود بہاء اللہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ:۔

"خدا کی قسم اس مہاجرت سے مراجعت کا خیال نہ تھا۔ اور اس مسافرت سے مواصلت کی کوئی امید نہ تھی ۔ ۔ ۔ ۔ آخرکار مصدر امر سے واپس آنے کا حکم صادر ہوا اور بلا پس و پیش واپس آنا پڑا" (الایقان صفحہ ۲۵)

بات تو صاف ہے لیکن ممکن ہے کوئی بہائی کج ادائی سے کہدے کہ مصدر امر سے مراد مرزا یحییٰ نہیں۔ اس لئے براؤن صاحب جو بابی اور بہائی مذہب پر بہترین سمجھے جانے والے ہیں۔ انہوں نے بابی تاریخ نقطۃ الکاف کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:۔

"صبح ازل نامہ بوے نوشتہ از او خواہش نمود کہ بہ بغداد بازگردد او نیز اطاعت کردہ مراجعت نمود"

اس حوالہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ مصدر امر سے مراد مرزا یحییٰ صبح ازل ہی ہے۔

یوں تو مصدر امر مرزا یحییٰ کے حکم کی تعمیل بہاء اللہ نے کر دی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہاء اللہ پر صبح ازل کی اطاعت بہت گراں گذر رہی تھی اور وہ اس جوئے سے اپنی گردن چھڑانے کی فکر میں مسلسل لگے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار مدعیان مظہریت کے بعد آپ نے بھی من یظہرہ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے بھائی کے مخالف ہو گئے اور چونکہ اس کا اثر قوم پر تھا۔ اس لئے اس کو دور کرنے کے لئے بہاء اللہ نے صبح ازل کے متعلق بہائیوں کو کہا کہ:۔

"لا تعاشروا معہ ولا تستانسوا بہ ولا تجالسوا ایاہ لو یکون لکم نظرۃ الایمان لتجدون من وجہہ

[illegible]

علی الممکنات لتقلبہم الی اسفل السافلین یشہد بکفرہ وجہہ وعلی نفاقہ بیانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وھو یدعی فی نفسہ جوھر الالقطاعۃ کما ادعی الشیطان وانہ لو یامرکم بالمعروف یامرکم بالمنکر قد فعل بنا ھذا المنافق ما لا فعل الشیطان بآدم ولا نمرود بالخلیل ولا فرعون بموسیٰ ولا الیہود بعیسیٰ ولا ابوجہل بمحمد ولا الشمر بحسین ولا الدجال بقائمہ"

(الواح مبارکہ صفحہ ۵۴)

شاعرانہ مبالغہ کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ بات قابل غور ہے کہ رحیم و کریم بہاء اللہ صاحب اپنے رسول کے تربیت کردہ اور قبلہ آمال مصدر امر پر اس قدر گالیوں کی بھرمار کیوں کرتے ہیں۔ کیا جس کو کلام الٰہی نے "اللہ مصباح الہیم" اور ذکر اللہ للعالمین قرار دیا تھا۔ جو در اصل جو باب کے خدا بہاء اللہ کی طرف سے نازل کردہ خطاب ہیں جو صبح ازل کو بہاء اللہ کے رسول باب نے دیئے تھے۔ یہ سب فرضی اور دکھاوے کی تھیں۔ کیا امر باب کا یہی نفوذ تھا جس پر بابی اور بہائی فخر کرتے ہیں۔ ایسے سخت الفاظ صرف صبح ازل کے حق میں ہی بہاء اللہ کی زبان فیض ترجمان سے نہیں نکلے بلکہ کل بابیوں کے متعلق اور ان لوگوں کے متعلق جو اس کے مخالف تھے سخت سے سخت الفاظ موجود ہیں۔ جو بالکل بے محل ہیں اور اکثر شاعرانہ مبالغہ ہیں۔

باب کی کتابوں کا حشر

باب کی ناکامی و نامرادی کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اس کی کتاب شریعت اور دوسری کتب دوستوں اور دشمنوں نے مل کر قریباً مٹا ڈالی ہیں بہت سی کتب اور نوشتوں کا تو معلوم ہی نہیں کہ کیا حشر ہوا۔ اور اگر کسی نے اس کی تحریروں کو مٹا ڈالنے کے لئے بڑی کوشش سے جمع کر دیا یا اور بہا پیران کی حفاظت کے لئے صبح ازل کو کہا بھی وہ کتابیں ضائع ہو گئیں اور اب کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کتابیں کہاں گئیں۔ شریعت کی کتاب نامکمل چھوڑی۔ وہ اب اس ناقص حالت میں بھی نہیں ملتی۔ بابیوں کے سامنے جب اس نامکمل کتاب میں سات واحد زائد لکھ لکھا کر "البیان" کو بابیوں کے سامنے بطور حجت پیش کیا گیا تو بابیوں نے صاف کہا یہ وہ "البیان" ہی نہیں جو باب کی کتاب ہے۔ ایسے حالات میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے ۔ کہ جس کی تعلیم کو ہی رواج پانے سے پہلے ہی خدا کے زبردست قدرت کے ہاتھ نے مٹا ڈالا۔ اس تعلیم کا لانے والا کیسا نامراد ہوا۔

اس کے مریدوں کا حال

باب نے جس قوم کی تربیت کے لئے اپنی خاص ربوبیت پر زور دیا تھا اور اسے مصدر امر اور قبلہ آمال

[illegible]

تمام دل کھول کر بہاء اللہ صاحب کا فتوےٰ بھی سن لیجئے فرماتے ہیں:۔

"ان دنوں تو ایسی اڑی ہے کہ مربی وجود غیب و شہود کی مقتدا دنیا نے حالانکہ اس کی کوئی ابتدا نہیں۔ اور کبھی ایسا بغض و حسد و کینہ نہ ظاہر نہیں ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض بوئے انصاف سے ناآشناؤں نے نفاق کے جھنڈے بلند کئے ہیں اور اس سب کی دشمنی پر اتفاق کیا ہے۔ ہر طرف سے ایک خنجر آشکارا اور ہر جانب سے ایک تیر تیار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں وہ تکلیفیں اور مصیبتیں اور بلائیں جو دشمنوں اور اہل کتاب سے پہنچیں ان کے سامنے کچھ بھی نہیں جو دوستوں سے پہنچیں" (الایقان صفحہ ۲۴۸-۲۵۲)

بہاء اللہ صاحب نے اسی مضمون کو ساری عمر اپنی مختلف الواح میں بار بار دہرایا ہے اور اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں سب نقل کر دیتا۔ جو صاحب چاہیں اور انہیں کتاب میسر آ جائے۔ تو اقدس کے صفحات ۱۲۱ و ۱۴۵ و ۱۴۷ و ۱۷۰ و ۱۹۰ و ۱۹۲ و ۱۹۲ و ۲۱۸ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اہل بیان معرضین کو اشقی الناس اور اصل الضلال اور بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے۔ آخر اس قدر سختی کا باعث کیا ہے۔ بہاء اللہ کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ بابی لوگ اسے جھوٹا اور واجب القتل سمجھتے تھے اور انہوں نے اس کے قتل کا فتویٰ بھی دیدیا تھا۔ اس سے بھی باب کی تربیت کردہ جماعت کا حال بد ظاہر ہے اور یہ باب کی ناکامی کی دلیل ہے۔

باب ہر طرح سے نامراد رہا

ہمارے اوپر کے بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ باب خود اپنی کتاب شریعت کو نامکمل چھوڑ کر مرا۔ اور اس کی تمام کتابیں قدرت کے ہاتھوں نابود کر دی گئیں۔ جس کو اپنا وصی یا ولی الامر یا مصدر امر قرار دے کر وصیت کی تھی وہ بھی نامراد رہا اور بقول بہاء اللہ وہ شیطان اور دجال سے بھی بدتر نکلا اور جماعت باب جس کو تربیت کرنے کے لئے باب کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا جیسا کہ لکھا ہے:۔

"انی ما نزلت البیان الا ان لا یحزن من یظہرہ اللہ وانی رسول من عندہ الا ربکم لیوم ظہورہ" (دلائل العرفان صفحہ ۲۵)

یعنی میں من یظہرہ اللہ کی طرف سے اس لئے رسول ہوں اور کتاب بیان کو نازل کیا ہے تا کہ اسے بابی لوگو میں تمہیں بہاء اللہ کے یوم ظہور کے لئے تیار کر دوں۔

قطع الوتین

اس باب کی پرورش کردہ جماعت کو بہاء اللہ کل مخلوقات سے بدتر اور حطب جہنم قرار دیتا ہے۔ پس باب کا نامراد ہونا ایک واضح امر ہے اور بظاہر بھی خدا تعالےٰ نے اسے گولی کے ذریعہ قتل کروا دیا جو اس کی قطع الوتین کا ظاہر بھی روشن نشان ہے اور جبکہ باب ہی کاذب و مفتری ہے تو گھر کا حال اسی دروازہ پر قیاس کر لیا جائے اور اس کے دعویٰ کاذب کی تصدیق کرنے والے کا کاذب ہونا بھی لازمی ہے۔ پس باب کی قطع الوتین ضمناً صبح ازل اور بہاء اللہ کی بھی قطع الوتین ہے۔ فاین المفر

(باقی آئندہ)

رفتار عالم

ہندوستان

—— حیدرآباد دکن ۸ رجنوری۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ اعلیحضرت حضور نظام نے ترکی کے زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے ۳ الاکھ فرانک کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

—— ہندوستان میں جگہ جگہ ترکی سے اظہار ہمدردی کے جلسے منعقد ہورہے ہیں اور زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے چندہ اکٹھا کیا جارہا ہے۔

—— لاہور ۸ رجنوری۔ آج ۲۵ یوم کے التوا کے بعد پنجاب اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ سات زائد مطالبات زر جن کی مجموعی رقم ۱۸۳۱۴۶ روپیہ ہے بلا تقسیم آراء کے بغیر منظور ہوگئے۔ وزیر خزانہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ حکومت پنجاب حصار وغیرہ کے قحط زدگان کی امداد پر اب تک ایک کروڑ ۸۸ لاکھ روپیہ صرف کر چکی ہے۔

—— نئی دہلی ۸ رجنوری۔ کل رات انقرہ کی نشرگاہ سے ہندوستان کے نام ایک پیغام نشر کیا گیا جس میں ترکی کے مصیبت زدوں کی ہندوستان کی گہری ہمدردی کا شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ نیز زلزلہ اور امدادی کام کی تفصیلات بیان کی گئی تھیں۔

—— لکھنؤ ۱۰ رجنوری۔ آج غازی آباد میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے اعلان کیا کہ جب تک آزادی ہند کا مسئلہ حل نہیں ہوجاتا۔ کانگریس برطانیہ سے سمجھوتہ نہیں کر سکتی۔

—— میرٹھ ۹ رجنوری۔ آج پنڈت نہرو نے یہاں تقریر کی جس میں فرمایا کہ میں نے اپنی لاہور والی تقریر میں یہ نہیں کہا تھا کہ جناح سے میری گفت و شنید ناممکن ہوگئی ہے۔ بلکہ صرف اس قدر کہا تھا کہ مسٹر جناح نے جو شرائط پیش کی ہیں۔ ان کی وجہ سے سمجھوتہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو گیا ہے۔ اخبارات نے میرے بیان کو غلط طور پر شائع کیا

—— بمبئی ۱۰ رجنوری۔ آج یہاں وائسرائے کو اورینٹ کلب میں لنچ دیا گیا جس میں وائسرائے نے تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ کا نصب العین ہندوستان کو مکمل درجہ نو آبادیات دینا ہے آپ نے یقین دلایا کہ ہندوستان کو درجہ نوآبادیات عنقریب سے جلد عطا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

—— اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں اور اچھوتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے وائسرائے نے فرمایا کہ ان جماعتوں کی طرف سے شدید اور متضاد مطالبات پیش کئے جارہے ہیں جن کی وجہ سے حکومت کی پوزیشن بہت مشکل ہوگئی ہے۔ تاہم ان اقلیتوں کے ساتھ انصاف ہونا ضروری ہے اور حکومت اس کام کا عزم کر چکی ہے۔

—— نئی دہلی ۱۰ رجنوری۔ امید کی جاتی ہے کہ کونسل آف سٹیٹ کا بجٹ سیشن ۱۶ رفروری کو شروع ہوگا۔

—— دہلی ۹ رجنوری۔ حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ آئندہ ابرک ہندوستان سے صرف ان ممالک کو بھیجا جائیگا۔ جہاں اتحادیوں کیلئے بارود تیار کی جارہی ہے

—— لاہور ۹ رجنوری۔ آج پنجاب اسمبلی میں مسلمہ پرائمری تعلیم کے مسودہ پر بہت گرما گرم بحث ہوئی۔ خواجہ غلام صمد صاحب نے پردے کے معاملہ کو درمیان لا کر تحریک پیش کی کہ اس بل کو یکم فروری ۱۹۴۱ء تک رائے عامہ کیلئے مشتہر کیا جائے لیکن طویل بحث مباحثہ کے بعد یہ تحریک مسترد ہوگئی۔

—— بمبئی ۹ رجنوری۔ سرراما سوامی اسٹیڈ جسٹس پارٹی نے مسٹر جناح سے آج ملاقات کی۔ ڈاکٹر امبیدکر بھی اس ملاقات میں موجود تھے۔ دیر تک اس موضوع پر گفت و شنید ہوتی رہی کہ دوسری اقلیتیں کہاں تک مسلم لیگ کے ساتھ مل کر کام کر سکتی ہیں تاکہ کانگریس کے خلاف اقلیتوں کا ایک متحدہ محاذ قائم کیا جاسکے۔

اسلامی دنیا

—— انقرہ ۹ رجنوری۔ بحیرہ اسود اور مشرقی روم میں طوفانوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ جن کی وجہ سے ترکی جہازوں کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔

—— حکومت ترکی نے سنہ ۱۹۴۰ء کا بجٹ مرتب کر لیا ہے جس میں جنگی مصارف کی مد بڑی اہم ہے۔ بجٹ کا دو تہائی حصہ صرف جنگی معاملات کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

—— لندن ۱۱ رجنوری۔ حکومت ترکی کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ اناطولیہ کے زلزلہ میں ۲۵ ہزار اشخاص ہلاک اور ۸۰ ہزار مجروح ہوئے۔ نیز ۳۵ ہزار مکان تباہ و برباد ہوگئے۔

—— پیرس ۹ رجنوری۔ ترکی، فرانس اور برطانیہ کے مابین تجارتی معاہدہ پر دستخط ہوگئے ہیں۔ اس معاہدہ کی وجہ سے ترکی کی اقتصادی اور تجارتی ترقی کے زبردست امکانات پیدا ہوگئے ہیں۔

—— کابل ۸ رجنوری۔ حکومت افغانستان نے ہلال احمر ترکیہ کی امداد کیلئے تین ہزار پونڈ بھیجے ہیں۔ اس سے پیشتر بھی حکومت افغانستان کی طرف سے پانچ ہزار پونڈ اور شاہ افغانستان کی طرف سے دو ہزار پونڈ ارسال کئے جا چکے ہیں۔

—— بیت المقدس ۹ رجنوری۔ فلسطین میں اناطولیہ کے زلزلہ کے باعث ترکی سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ آج سارے فلسطین کی مساجد میں زلزلہ میں کام آنے والوں کیلئے دعائے مغفرت کی گئی۔

ممالک خارجہ

—— لندن ۱۰ رجنوری۔ فن لینڈ کا سرکاری اعلان مظہر ہے کہ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں سے سالا کے محاذ پر روسیوں اور فنوں میں زبردست جنگ ہورہی ہے۔ روسی طیارے وحشیانہ بمباری کر رہے ہیں

—— لندن ۱۰ رجنوری۔ کل ایک برطانوی جہاز نے ایک جرمن بدوز کو غرق کر دیا۔

—— لندن ۱۰ رجنوری۔ کل انگلستان کے جنوب مغربی ساحل کے نزدیک برطانیہ کا دس ہزار ٹن وزنی ایک جہاز بحری سرنگ سے ٹکرا کر غرق ہو گیا

—— تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ روس اور جرمنی کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی ہے جو روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ایک خبر یہ بھی ہے کہ ہٹلر نے فن لینڈ کو ہمدردی کا پیغام بھیجا ہے۔ جرمنی نے اس خبر کی تردید نہیں کی۔

—— لندن ۱۰ رجنوری۔ کل رات برطانوی طیاروں نے شمال مغربی جرمنی پر پرواز کی اور مفید معلومات حاصل کر کے صحیح سلامت واپس آگئے۔ مغربی محاذ پر بارش اور دھندکی وجہ سے فضائی سرگرمیاں کم ہوگئی ہیں۔

—— لندن ۱۰ رجنوری۔ اڈنبرا میں تقریر کرتے ہوئے سرجان اینڈرسن نے کہا کہ برطانیہ پر دشمن کی طرف سے شدید بمباری کا خطرہ بدستور ہے۔ اس لئے باشندگان برطانیہ کو چوکنا رہنا چاہیئے۔

—— لندن ۹ رجنوری۔ مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم نے آج مینشن ہال میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم جنگ کو فتح کے مرحلے تک پہنچانے کا تہیہ کر چکے ہیں اور ہم انسانیت کی حفاظت کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنیکو تیار ہیں

جلد ۲۸ — لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۴۰ء — نمبر ۶ ⁵/

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انبیا اور اولیا کو ابتلا کیوں آتے ہیں؟

اگر یہ ابتلا درمیان میں نہ ہوتا تو انبیا اور اولیا ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلا کی برکت سے انہوں نے پالئے۔ ابتلا نے ان کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت سے سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بےعزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے۔ یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جنکا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو بکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور ان کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلا نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں شدت و سختی کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں ان پر ہوئیں پر وہ اپنے پکے اور مضبوط ارادے سے باز نہ آئے اور سست اور شکستہ دل نہ ہوئے بلکہ جتنا مصائب اور شدائد کا باران ان پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے قدم آگے بڑھایا اور جسقدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا اسی قدر ان کی ہمت بلند اور انکی شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت و حرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حباب کی طرح منہدم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے (ماخوذ از حقانی تقریر)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مزاج ابھی تک علیل ہے گو پہلے کی نسبت افاقہ ہے لیکن ابھی تک پوری صحت نہیں ہوئی۔ گذشتہ دنوں جو انفلوانزا ہوا تھا اس کے کچھ کچھ اثرات باقی ہیں۔ تمام احباب حضرت ممدوح کی صحت کامل و عاجل کیلئے دعا کریں۔

—— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ہمشیرزادہ ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب کی شادی ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب وزیرآباد کی ہمشیر سے ہوئی۔ ۲۷ جنوری کی صبح کو برات مسلم ٹاؤن سے وزیرآباد گئی اور اسی روز شام کو واپس آ گئی۔ اس کے دوسرے روز مسلم ٹاؤن میں دعوت ولیمہ ہوئی۔ ہم اس تقریب پر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب، محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر افراد خاندان کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو مبارک و بابرکت بنائے اور اولاد صالح عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

—— جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی دورہ پر تشریف لیجاتے ہیں امید ہے احباب ان کی ہر ممکن امداد فرمائینگے۔ پروگرام حسب ذیل ہے ۲۸ تا ۳۱ جنوری۔ پٹیالہ۔ سنور اور بہادرگڑھ یکم فروری راجپورہ ۲، ۳ فروری۔ بنوڑ۔ ۴، ۵ فروری انبالہ۔ ۶، ۷ فروری سادھورہ۔ ۸، ۹ فروری سورج گڑھ۔ ۱۰، ۱۱ فروری چھیٹا نوالہ۔ ۱۲ تا ۱۵ فروری مالیرکوٹلہ۔

—— جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ فیجی کا خوردسال بچہ عرصہ سے علیل ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

⁵/ گذشتہ پرچہ میں غلطی سے نمبر ۵ کی بجائے نمبر ۶ ... درج ہو گیا ... تصحیح فرما لیں۔ (ہیڈ کاتب)

اقتباسات

"مجدّدِ اعظم"

مؤلفہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک ورق

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تازہ تالیف "مجددِ اعظم" حصہ اوّل کا ذکر متعدد مرتبہ ان صفحات میں ہو چکا ہے۔ یہ بلند پایہ ضخیم کتاب آجکل خاکسار راقم الحروف کے زیر مطالعہ ہے۔ انشاءاللہ اس پر چند ہفتوں تک مفصل ریویو لکھا جائیگا۔ فاضل مؤلف نے کتاب کے شروع میں جو تمہید لکھی ہے وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے قارئین کو کتاب کے متعلق بہت سے امور کا اندازہ ہو جائے گا۔

(مدیر)

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے نوع انسان کی ہدایت کے لئے کتابوں اور رسولوں کو بھیجا۔ اور سب سے آخر میں ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور قرآن جیسی کامل کتاب ہمیں عطا فرمائی اور اس خاتم الانبیاء صلعم کے دین کی حفاظت و اشاعت اور خدمت کے لئے مجددین اُمت کا سلسلہ چلایا جن میں سے ایک مگر بہت عظیم الشان مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے۔ ان کے دعویٰ مجددیت و مسیحیت کا زمانہ ہماری نظروں سے گذرا اور وہ ایسا خدانما زمانہ تھا جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں ایام اللہ کہا جاتا ہے۔ ان کی صحبت میں بیٹھ کر زندہ خدا پر ایسا ایمان پیدا ہوتا تھا کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ایک حقیقت بن کر محسوس ہوتا تھا۔ افسوس کہ دنیا کے لوگوں نے اس شخص کی قدر نہ کی۔ وہ خود بھی ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

مجددِ اعظم کی وجہ تالیف

خدا پر زندہ ایمان، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق، قرآن کریم سے محبت اور دین کی خدمت وحفاظت و اشاعت میں بے انتہا جوش کا جو نظارہ ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے ناممکن ہے کہ کوئی قلم اس کو دکھا سکے لیکن تاہم جب میں نے دیکھا کہ وہ مقدس زمانہ تاریخ کے لحاظ سے ہم سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے دیکھنے والے بھی سفر کرتے جاتے ہیں اور پبلک میں دشمنوں نے بوجہ تعصب عناد اور غالی دوستوں نے بوجہ غلو اور خوش عقیدگی اس راستباز انسان کی تصویر اس قدر غلط اور مکروہ بنا کر پیش کی ہے جس سے ایک حق پرست انسان کا دل غم اور رنج سے خون ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلتے ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ اس برگزیدہ الٰہی کی حتی المقدور صحیح تصویر اس کتاب کے ذریعہ جس کا نام "مجدد اعظم" ہے پیش کروں۔ کیا عجب ہے کہ سعید روحیں اس کتاب کو پڑھکر اصل حقیقت کو پالیں اور اس مجدد وقت کی صحیح معرفت انہیں حاصل ہو اور وہ خدمت اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں کہ یہی مشن حضرت مجدد وقت کا تھا اور اسی مقصد کے لئے آپ نے ایک جماعت کی بنیاد ڈالی۔ اللہ تعالیٰ ہی نے توفیق بخشی جو پہلی دو جلدیں اس سوانحعمری کی تکمیل کو پہنچگئیں ورنہ میری خرابی صحت اور اس عظیم الشان کام کے لئے نااہلی کو دیکھتے ہوئے یہ توقع نہ ہو سکتی تھی۔ تین سال ہوگئے جو میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تھی درمیان میں مسلسل کئی ماہ ایسا بیمار رہا کہ قلم پکڑنے کی ہمت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دوبارہ زندگی بخشی اور دو جلدوں کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ اس رحیم و کریم رب سے دعا ہے کہ تیسری جلد کی تکمیل کی بھی توفیق بخشے۔

پہلی جلد۔ حضرت اقدس مرزا صاحب کے خاندانی حالات اور ولادت سے شروع کر کے جون سنہ ۱۹۰۰ء تک کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد۔ جون سنہ ۱۹۰۰ء سے شروع کر کے آپ کی وفات تک کے حالات پر ختم ہوتی ہے۔

تیسری جلد۔ میں جو زیر تالیف ہے انشاءاللہ الرحمٰن بشرط زندگی و صحت و توفیق الٰہی حضرت اقدس مرزا صاحب کے سیرت و اخلاق کا ذکر اور آپ کی خدمات دینیہ پر تبصرہ ہوگا۔

اس سوانحعمری کا ماخذ

اس سوانحعمری کے ماخذ کے متعلق میں کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ میں نے اس سلسلہ میں سب سے مقدم حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی تحریروں کو رکھا ہے جو کتابوں اور اشتہاروں کی صورت میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اخبار الحکم، البدر، بدر، ریویو آف ریلیجنز کے فائلوں کی ورق گردانی بھی کی ہے۔ اور ان میں سے حالات اخذ کئے ہیں۔ سوانحعمری تاریخ کی کتاب ہوا کرتی ہے اور تاریخی واقعات دل سے گھڑے نہیں جاتے ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ سوانحعمری زیر تالیف کے متعلق جو کتابیں اور تحریریں پہلے سے موجود ہوں ان کو بھی پڑھا جائے اور جو باتیں ان میں مستند اور صحیح اور معقول نظر آتے انہیں لے لیا جائے یعنی کانٹوں میں سے پھول چن لئے جائیں۔ میں نے اس کے لئے ان کتب کو بھی جو قادیان اور لاہور سے حضرت اقدس مرزا صاحب کے متعلق شائع ہوئی ہیں پڑھا ہے اور ان کے جمع شدہ مواد سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے۔ شیخ یعقوب علی تراب صاحب کی کتب سیرۃ النبی اور سیرۃ احمد اور سیرۃ مسیح موعود جو سنہ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی تھیں حضرت اقدس کے بعض ابتدائی حالات مثلاً تعلیم و مقدمات و ملازمت سیالکوٹ و بعض مناظرات وغیرہ کے حالات اخذ کئے ہیں۔ مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب "سیرت المہدی" . . . . . حصہ اول و دوم سے آپ کا شجرہ اور بعض خاندانی حالات لئے ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت کی بحث مرزا بشیر احمد صاحب موصوف کی تحقیقات سے ماخوذ ہے جو بہت صحیح نظر آئی۔ پیر سراج الحق صاحب کی کتاب تذکرۃ المہدی سے بھی ابتدائی حالات میں مدد لی ہے، اور بعض قادیان سے شائع شدہ کتب سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اسی طرح لاہور سے شائع شدہ کتب سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے۔ ان میں مولانا محمد علی صاحب کی کتب تحریک احمدیت اور مصلح موعود اور آیت اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں مولوی ثناءاللہ صاحب کے بارے میں جو حضرت اقدس نے آخری فیصلہ کے نام سے اشتہار شائع فرمایا تھا اس جھگڑے کے متعلق جو کچھ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے "آیت اللہ" کے نام سے شائع شدہ موجود ہے وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے اسی طرح مصلح موعود پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی نہایت معقول ہے، ان دونوں امور میں میں نے مولانا صاحب موصوف کی تصنیفات سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ اسی طرح اور کتابوں سے بھی کہیں کہیں مدد لی گئی ہے، ان سب کا شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اس کتاب کی تالیف پر جناب الٰہی کا شکریہ

میرے پاس اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور احسان کا شکر کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں کہ باوجود میری خرابی صحت و ضعف اور میری بے مائگی اور کم علمی کے اس سوانحعمری کی تالیف کے اوقات میں جناب الٰہی نے محض اپنے فضل اور رحمت سے مجھے قوت اور روشنی بخشی۔ یہاں تک کہ میں گھنٹوں لکھتا تھا اور تکان بہت کم محسوس ہوتی تھی بلکہ مجھے ایک قسم کی فرحت ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روحانیت کا ایک چمن ہے جس کے اندر میں گلگشت میں مصروف ہوں یا علم و حکمت کے موتی ہیں جنہیں میں لوٹ رہا ہوں حضرت اقدس مرزا صاحب کے قادیان کے اس نقشہ کو جو کبھی جیتا، جاگتا، بولتا چالتا، پیش نظر ہوا کرتا تھا اس سوانح کے ذریعہ باطن کی آنکھ نے دوبارہ ایک روحانی فلم کی طرح سامنے سے گذرتے دیکھا۔ دل کی آنکھ نے ان مقدس بزرگوں کی پھر زیارت کی جو اس تحریک کے روح رواں تھے۔ انکی علم و معرفت سے پُر باتیں دل کے کانوں نے پھر سنیں۔ خواب کی طرح اس فلم کے دیکھنے میں میں مصروف تھا جو ڈراپ سین گرا اور مجھے پتہ لگا کہ وہ پیکر قدس پھر چلا گیا جس کو میرے دل کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں اور جس کی توحید و حکمت کی باتیں میرے دل کے کان سُن رہے تھے یعنی کتاب ختم ہو گئی اور اُس کے ساتھ ہی میرے دل کا وہ زخم جو حضرت اقدس کے اس دنیا سے رخصت ہونے پر لگا تھا پھر ہرا ہو گیا اور بے اختیار ایک آہ کیساتھ وہ شعر پھر زبان سے نکل گیا جو اکثر زبان حال سے پڑھتا ہوں ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

حضرت اقدس کے زمانہ کا روح افزا اور دلکش سماں ایسا نہ تھا جس پر اس قدر جلد ڈراپ سین گر جاتا۔ مگر ہماری محرومی قسمت ہمیں پتہ ہی نہ لگا اور وہ خدا کا پیارا جلد یا گو اس نے پہلے سے اعلان کر دیا تھا کہ میں جانیوالا ہوں، مگر ہمیں کب یقین آتا تھا۔ اب جو سوانحعمری ختم ہوئی تو پھر وہی رنج تازہ ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس فرض کی ادائیگی پر میری روح نے آستانہ الٰہی پر یہ عرض کرتے ہوئے سجدہ شکر ادا کیا کہ مولا یہ تیرا فضل ہے جو یہ کتاب لکھی گئی اور اب تو ہی ہے جو اپنے دربار میں اسے قبول فرما کر محض اپنے فضل سے اس کی قبولیت اور نیک اثر لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور حق کو واضح کردے اور دین کی خدمت کے لئے مسلمانوں کے دلوں کو گرما دے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ اللھم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم آمین یارب العالمین

قارئین کرام کی خدمت میں ایک مؤدبانہ التماس

قرآن کریم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی صداقت پر جہاں صدہا دلائل دئے ہیں وہاں ایک بڑی زبردست دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون (یونس) کہ اے رسول کہدے کہ میں تم میں ایک عمر گذار چکا ہوں میرے دعویٰ سے قبل کی زندگی تمہارے سامنے ہے، میرے حالات

پرائمری تعلیم کا مسودۂ قانون

مخلوط تعلیم کی تجویز غیر مدبرانہ اور نقصان رساں ہے

پرائمری تعلیم کا مسودہ قانون جو حکومت کی طرف سے پنجاب اسمبلی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات سے اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ اس میں پرائمری سکولوں میں مخلوط تعلیم کے اجرا کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ یہ تجویز آجکل اسمبلی کے اندر اور باہر سرگرم بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے ــــ بحث میں کافی حد تک تلخی بھی پیدا ہو چکی ہے۔ اس تجویز کے مخالفین جن کی تعداد تجویز کے حامیوں کی نسبت بہت زیادہ اور دائرہ اثر کافی وسیع ہے۔ احتجاج و مخالفت پر آمادہ نظر آتے ہیں اور ایسی صورت حالات پیدا ہو گئی ہے جس پر حکومت کو نہایت احتیاط اور ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔

مذہبی، اخلاقی، تمدنی اور اقتصادی نقطۂ نظر سے مخلوط تعلیم کے موافق و مخالف بہت کچھ کہا گیا ہے اور کہا جا سکتا ہے۔ ہر ایک چیز کی طرح اس میں معائب و محاسن دونوں موجود ہیں۔ لیکن کونسا پلڑا بھاری ہے؟ ہم اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ کیونکہ صورت حالات نے ایسا رنگ اختیار کر لیا ہے کہ اگر مخلوط تعلیم کے "روشن خیال" حامی کسی طرح اس کا مفید ہونا ثابت بھی کر دیں، تب بھی ہمارے صوبے کے پرائمری اسکولوں میں مخلوط تعلیم کا اجرا ہمارے نزدیک قبل از وقت اور خلاف مصلحت و تدبر ہے۔ جس وسعت و شدت سے اور جن وجوہ اور اندیشوں کی بنا پر اس کی مخالفت شروع ہوئی ہے۔ وہ بجائے خود کم از کم موجودہ حالات میں مخلوط تعلیم کے اجرا کے خلاف ایک زبردست دلیل ہیں۔ ہر اس حکومت کے لئے جو کہ جمہوری حکومت کہلاتی ہے ضروری ہے کہ وہ کسی تجویز کو جامۂ عمل پہنانے سے پہلے اس کے متعلق جمہور کی معقول اکثریت کو اپنا ہمخیال و ہمنوا بنا لے۔ ورنہ بالعموم مفید تجویزیں اور تدبیریں بھی ضرر رساں ثابت ہوتی ہیں اور حکومت کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں اور بدظنیاں پھیلنے لگتی ہیں۔ اس کی مخلصانہ کوششوں میں عوام کو فتنہ و جبر کا عنصر نظر آنے لگتا ہے اور اس کے نیک ارادے عدم تدبر کی وجہ سے خواہ مخواہ مشکوک ہو کر رہ جاتے ہیں۔

حکومت پنجاب کے بیانات سے جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں اس نے محض روپے اور استانیوں کی قلت کی وجہ سے مخلوط تعلیم کی تجویز پیش کی ہے۔ یعنی مخلوط طریق تعلیم مطلوب نہیں بلکہ حکومت کے نزدیک لڑکیوں میں پرائمری تعلیم کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کیلئے یہ ایک وقتی تدبیر ہے ــــ گویا حکومت کا اصل مقصد تعلیم نسواں کی ترویج و ترقی ہے۔ یہ ایک نیک اور قابل تعریف مقصد ہے۔ اس مقصد کی حمایت ہر ایک بہی خواہ ملک و قوم کا فرض ہے ــــ یہی فرض اور یہی جذبۂ حمایت ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ ہم موجودہ حالات میں حکومت کو مخلوط تعلیم کے اجرا سے روکیں، کیونکہ مخلوط تعلیم کی وجہ سے صوبے کی اکثریت (جس میں ہر ایک مذہب و ملت کے افراد شامل ہیں) کے دلوں میں خواہ مخواہ تعلیم نسواں کی مخالفت کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ جو حکومت کے اصل مقصد یعنی تعلیم نسواں کی ترویج کیلئے سم قاتل ہے۔ ہندوستان میں تعلیم نسواں کی کمی کی ایک بہت وجہ اس کے خلاف لوگوں کا تعصب ہے۔ حکومت پنجاب جلد بازی اور عدم تدبر کی وجہ سے تعلیم نسواں کی ترویج کا ایک ایسا طریق اختیار کر رہی ہے جو اس کو ترقی دینے کی بجائے اس کے خلاف تعصب کو ترقی دے گا ــــ حکومت پنجاب کی نیت بے شک نیک ہے۔ لیکن حکومتوں کو نیک نیت و مخلص ہونے کے ساتھ مدبر و باخبر بھی ہونا چاہیئے۔

حکومت نے نہ صرف مخلوط تعلیم کی تجویز پیش کر کے غلطی کی ہے بلکہ اسمبلی میں آنریبل وزرا اور ان کے حامی ممبروں نے جو طرز استدلال اور طریق بحث اختیار کیا ہے وہ بھی حکومت کے اصل مقصد اور احتیاط و تدبر کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کو خواہ مخواہ یہ سمجھنے کا موقع مل گیا ہے کہ حکومت کا اصل مقصد تعلیم نسواں کی ترقی و ترویج نہیں بلکہ مخلوط تعلیم کا اجرا ہے۔ یہ صرف ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ معزز معاصر "انقلاب" جو کہ وزارت پارٹی کا زبردست حامی اخبار ہے اس بارہ میں ہمارا ہمخیال ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ایک تازہ اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

"جب اس کی (مخلوط تعلیم کی) برائیاں سامنے لائی گئیں تو [illegible] نے جواب میں محولہ بالا مجبوریاں (یعنی استانیاں اور روپے کی کمی) پیش کر دینے کی بجائے ایسا انداز اختیار کر لیا گویا اس کے نزدیک مخلوط تعلیم دور حاضر کی خاص مطلوب شے [illegible]" (۲۸ جنوری)

اس کے علاوہ ہمارا خیال ہے کہ حکومت مخلوط تعلیم کی مخالفت کی شدت و وسعت کا صحیح اندازہ کرنے سے قاصر رہی ہے . . . اس معاملہ میں بہت سے ان افراد، طبقات اور اخبارات نے بھی حکومت کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ جو ہر معاملے میں اس کی تائید کرتے رہے ہیں۔ خود اتحاد پارٹی کے متعدد ممبر اس کے خلاف ہیں۔ "انقلاب" جیسے اخبارات خلاف ہیں۔ غالباً حکومت سمجھتی ہے کہ صرف قدامت پسند مسلمانوں اور بعض سناتن دھرمی ہندو ہی مخلوط تعلیم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ صحیح نہیں بلکہ قریب قریب تمام مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں، آریہ سماجیوں کی بہت بڑی اکثریت اور سکھوں کی کافی تعداد اس کے خلاف ہے۔ [illegible] مخالفت مختلف ہیں۔ آریہ سماجیوں ہی کو لیجئے۔ پنجاب میں سب سے زیادہ اسکول ان کے ہیں۔ تعلیمی میدان میں وہ پنجاب میں [illegible] تمام اقوام سے بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی مخلوط تعلیم کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔ اور غالباً وہ اپنے مذہبی عقائد اور [illegible] کی بنا پر مخالفت کیلئے مجبور بھی ہیں۔ مثال کے طور پر [illegible] آریہ سماج کی کالج پارٹی کے آرگن "آریہ گزٹ" کا ایک [illegible] ہے۔ اس میں مخلوط تعلیم کی زبردست مخالفت کی گئی ہے۔ اس [illegible] علاوہ اسمبلی کے ان آریہ و ہندو ممبروں کو سخت [illegible] کی ہے۔ جنہوں نے اس تجویز کے خلاف آواز بلند نہیں کی۔ [illegible]

"ہندو ممبر دماغوں کو تالے لگا کر اور منہ میں گھنگنیاں [illegible] اس بحث کا مزا لوٹتے رہے اور انہوں نے اس [illegible] نہ سوچا کہ اگر پنجاب میں یہ طریقہ تعلیم رائج ہو گیا تو ہندو [illegible] کے لئے یہ کس قدر زہر قاتل ہوگا۔ موجودہ منسٹری اس [illegible] کو رائج کر کے ہندی کو بیخ و بن سے ہی مٹا دینا چاہتی ہے۔ اس سے پہلے تو ہندو لڑکیوں کے لئے علیحدہ ہندی پڑھنے کا تھوڑا بہت انتظام تھا ہی۔ لیکن مخلوط تعلیم میں [illegible] کیلئے اردو پڑھنا لازمی ہوگا۔ نیز اس سے نہ صرف انہیں اپنی سنسکرتی سے ہی بے بہرہ رکھنے کا یتن کیا گیا ہے۔ بلکہ اسلامی کلچر زبردستی ان کے گلے میں مڑھ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کو ایجوکیشن (مخلوط تعلیم) کے جو بداثرات ہیں ان سے یہ لڑکیاں بچ نہیں رہ سکتیں اور ہندو لڑکیوں کیلئے تو یہ کو ایجوکیشن مہلک ثابت ہوگی . . . [illegible] یہ طریقہ تعلیم ہر پہلو سے ہندوؤں کے لئے مہلک ثابت [illegible] ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ آنیوالے اس خطرہ کے [illegible] کے لئے ابھی سے اس بل کے خلاف جہاد اٹھا دیں۔"

(۲۴ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء)

"آریہ گزٹ" کے ان الفاظ سے نہ صرف اس جذبہ مخالفت کا پتہ چلتا ہے۔ جو آریہ سماجیوں میں مخلوط تعلیم تجویز کے متعلق موجود ہے بلکہ ان سے وہ بہت سے ارادے اور بدگمانیاں اور غلط [illegible] بھی ظاہر ہوتے ہیں جو آریہ سماجیوں کے دلوں میں ہمارے صوبہ کی فرقہ وارانہ [illegible] اور بے صبری اور اور حکومت کے متعلق پرورش پا رہے [illegible] [illegible] اختیار کر رہے ہیں۔ اس کا اندازہ مشکل نہیں ہے۔

(باقی صفحہ ۵ پر)

شذرات

جناب میاں صاحب کا دعویٰ بے دلیل

گذشتہ اشاعت میں ہم جناب میاں صاحب کی قادیانی جوبلی والی اُس تقریر کا ذکر کر چکے ہیں جو "الفضل" مورخہ ۴ جنوری ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس تقریر میں موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ:-

"اسی طرح خدا نے مجھ پر قرآنی علوم اس کثرت سے کھولے کہ اب قیامت تک امتِ مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں سے فائدہ اٹھائے۔ چاہے پنجابی ہوں یا مصری، ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی۔ وہ اس بات پر مجبور رہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں"

افسوس یہ دعوےٰ حقیقت سے بالکل معرّا اور ثبوت و دلیل سے یکسر محروم ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت ایک بڑے بول اور بیجا تعلّی سے زیادہ نہیں ہے۔ جناب میاں صاحب کے علم قرآن اور فہم قرآن کی اہلیت و نوعیت کتنی مرتبہ نمایاں ہو چکی ہے۔ خدا جانے یہ دنیا کی بدقسمتی ہے یا کسی کی کم ہمتی۔ کہ موصوف نے تفسیر نویسی کے لوگوں کو کئی دفعہ چیلنج دیئے وہ چیلنج منظور بھی کر لئے گئے لیکن میاں صاحب نے اپنوں اور غیروں کے اصرار کے باوجود اس میدان مقابلہ کا رخ نہ کیا۔ ایک نامکمل تفسیر لکھی۔ مگر وہ اب تک منظرِ عام پر نہیں لائی گئی۔ حالانکہ اسے زیور طبع سے آراستہ ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔ باقی رہے میاں صاحب کے درس اور خطبے۔ سو اس صاف بیانی کیلئے ہمیں معاف فرمایا جائے کہ ان سے اس دعوےٰ کی تائید نہیں بلکہ تردید ہوتی ہے —— خوش اعتقاد مریدوں کی تحسین و آفرین وہ کسوٹی نہیں جس پر اعتماد کر کے بلاتکلف اتنا بڑا دعوےٰ کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ محمودی جماعت بحیثیت مجموعی بھی خدمت و اشاعتِ قرآن کی سعادت سے محروم ہے۔ وہ اس مقدس اور ضروری کام ہی سے غافل اور دور ہو چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خدمت و اشاعتِ قرآن کیلئے ہی جماعت بنائی تھی۔ لیکن ہمارے قادیانی دوستوں نے اس کام کو فراموش کر کے ایک دوسری راہِ عمل اور دوسرے مشاغل اختیار کر لئے ہیں۔ انہیں اپنی اس محرومی و بے راہ روی کا احساس ہو یا نہ ہو مگر ہمیں اس پر دلی افسوس ہے۔

ایک غیر جانبدار فاضل کا فتویٰ

جناب میاں صاحب نے اپنی کتابوں کے متعلق جو کچھ فرمایا افسوس وہ بھی سراسر مبالغہ پر مبنی ہے۔ ان کی مطبوعہ و ظاہر کتابیں ایسی نہیں ہیں جیسی کہ انہوں نے بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور ہوں جن سے کہ ہم اور ساری دنیا محروم و ناواقف ہے تو وہ دوسری بات ہے۔ ان کی صحیح حیثیت منظرِ عام پر آنے کی صورت میں ہی معلوم ہو سکتی ہے —— اگر محمودی خلافت کے زمانے میں قادیان سے مفید اسلامی لٹریچر شائع ہوتا رہتا تو عند اللہ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اختلاف عقائد کے باوجود دلی مسرت ہوتی اور ہم اس لٹریچر کی تعریف و قدردانی میں یقیناً پیش پیش رہتے لیکن اس بدنصیبی کا کیا علاج کہ نئی ذہنیت، نئے ماحول اور نئے مشاغل و مقاصد کی بدولت محمودی جماعت اس سعادت سے بھی محروم ہے۔ واقعات اس پر شاہد ہیں۔ یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں بلکہ ایک ذمہ دار غیر جانبدار کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ جناب سید عبد القادر پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور ایک ایسے بزرگ ہیں جن کی غیر جانبداری پر قادیانی حضرات کو اعتماد کامل ہونا چاہئے۔ وہ ایک سے زائد مرتبہ سید صاحب کو اپنے ایسے عظیم الشان جلسوں کی کرسی صدارت پر بٹھا چکے ہیں جن میں جناب میاں صاحب نے بھی تقریر فرمائی تھی سید صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"مرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے اپنی حینِ حیات میں قادیان کو خطہ یونان بنا دیا تھا اور وہاں سے علم و فضل کے چشمے ابل ابل کر نکلتے اور سارے ملک کو سیراب کرتے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد تمام چشمے خشک ہو گئے۔ کیونکہ کئی سال سے میں نے وہاں کی کوئی ایسی تصنیف نہیں دیکھی۔ جسے ہم فخر کے ساتھ اسلامی یا غیر اسلامی دنیا کے سامنے پیش کر سکیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ مرزا صاحب کے لگائے ہوئے باغ کے چند پودے لاہور میں موجود ہیں۔ اور اپنی اپنی تصانیف و تالیفات سے اسلام اور مسلمانوں کی نہایت مفید خدمت کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دورِ حاضرہ میں لاہوری جماعت نے اپنی تصانیف و تالیفات کے ذریعہ مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا ہے اور اس کی وجہ سے اب یورپ و امریکہ کے بہت سے شہروں میں اسلام کا چرچا ہو گیا ہے"

(مضمون دسمبر ۱۹۳۹ء)

ہم دلی ہمدردی کے ساتھ جناب میاں صاحب اور ان کی جماعت کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ حقیقت ان کے اس قسم کے دعووں کے بالکل برعکس اور بہت افسوسناک ہے۔ انہیں مفید اور ٹھوس کام کی طرف توجہ کرنی چاہئے —— اگر وہ ایسا کریں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ان مفید کاموں کا سرگرم و مخلص معاون اور قدردان پائیں گے —— ہمارے ان دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ خدمت و عمل کی راہ بے حقیقت دعاوی سے بالکل جدا ہے۔

بلبلِ ہند کا نغمۂ حق

کانگریس نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے متعلق جو افسوسناک غیر منصفانہ روش اختیار کر رکھی ہے اس کا اعتراف اب بعض واقف حالات اور ذمہ دار کانگریسی بھی کرنے لگے ہیں۔ سی۔ پی کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر کھارے کا اعلان ہم گذشتہ اشاعت میں درج کر چکے ہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ بلبلِ ہند محترمہ مسز سروجنی نائیڈو نے بھی ۲۲ جنوری کو کانپور میں تقریر کرتے ہوئے موجودہ فرقہ وارکشیدگی کے لئے کانگریسیوں کو موردِ الزام ٹھہرایا۔ محترمہ نے دوران تقریر میں فرمایا کہ:

"بعض حضرات نے میرے سامنے تجویز پیش کی کہ میں اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو عمل میں لاتے ہوئے مسٹر محمد علی جناح کو "یوم نجات" منسوخ کرنے کی ترغیب دوں۔ لیکن میں نے یوم نجات کا خیر مقدم کیا۔ کیونکہ اس نے کانگریس کی مخالف طاقتوں کو الم نشرح کر دیا ہے۔ کانگریسیوں نے قرار داد منظور کرنے کے سوا دو [illegible] میں اتحاد کے لئے کوئی عملی کوشش نہیں کی۔ میرے خیال میں ایک دوسرے کے تمدن کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے سے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب ہو سکیں گے"

یہ ایک بلند پایہ ذمہ دار کانگریسی خاتون کی رائے ہے بیشک جہاں تک اقلیتوں کے حقوق و تحفظات کا تعلق ہے۔ کانگریس نے طفل تسلیوں اور بے معنی قرار دادیں منظور کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ اس بارہ میں اس کا طرزِ عمل اس کے اقوال کے بالکل برعکس ہے یہ بھی بہت بڑی حد تک صحیح بات ہے کہ ایک دوسرے کے تمدن کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے اور اس کا مناسب احترام کرنے سے ہندو مسلمانوں میں رشتہ اتحاد مضبوط ہو سکتا ہے لیکن کانگریس تو اسلامی تمدن کو عزت و احترام سے دیکھنے کی بجائے اسے تباہ کر ڈالنے اور مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے اور دو ڈھائی سال میں کانگریسی وزارتوں نے اپنے ہائی کمانڈ کی زیر ہدایت جو کچھ کیا اسے سب جانتے ہیں۔ بلبلِ ہند کا یہ نغمہ کانگریس کی برسر اقتدار پارٹی کے غور و عمل کا مستحق ہے لیکن امید نہیں کہ اس کے نشہ غرور و تعصب سے بدمست لفارچی اس نغمہ کو سننے اور سمجھنے پر بھی آمادہ ہو سکیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

آل انڈیا مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس ۲۲ ر ۲۳ ر ۲۴ ر مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں منعقد ہوگا۔ نواب سر محمد شاہنواز صاحب آف ممدوٹ کی قیادت میں مجلس استقبالیہ نے سرگرمی کے ساتھ انتظامات شروع کر دیئے ہیں۔ پروپیگنڈا سیکرٹری کی اطلاع ہے کہ یہ اجلاس شاہی مسجد کے قریب منٹو پارک میں منعقد ہوگا۔ ایک شاندار وسیع و عریض پنڈال تیار کیا جا رہا ہے جس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس کی نشست کی گنجائش ہوگی۔ اسلامی ممالک کے اکابر کو بھی دعوت شرکت دی گئی ہے۔ توقع ہے کہ وہ کثیر تعداد میں شریک ہوں گے۔ پسماندہ اقوام اور دوسری اقلیتوں کے لیڈروں نے مجلس استقبالیہ کو مطلع کیا ہے کہ وہ بھی شامل ہوں گے۔ تمام صوبائی لیگیں اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے کامل تعاون کر رہی ہیں۔ ان کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر دوسرے صوبوں سے ہزاروں کی تعداد میں مسلمان لاہور تشریف لائیں گے۔ اس اجلاس میں موجودہ دور کے اہم ترین مسائل پیش ہوں گے جن میں ہندوستان کی تقسیم کا مسئلہ بھی شامل ہے مسلم لیگ اسلامیانِ ہند کی مسلّمہ اور نمائندہ سیاسی جماعت ہے ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کو محفوظ و مستحکم بنانے کے لئے ضرورت ہے کہ مسلم لیگ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط و وسیع بنایا جائے جس کا انحصار بہت بڑی حد تک اس اجلاس کی کامیابی پر ہے۔ لاہور اور پنجاب کے دیگر مقامات کے مسلمانوں کو چاہئے کہ انتظامات کے سلسلہ میں مجلس استقبالیہ کی پوری پوری امداد کریں۔ —— ہماری دعا ہے کہ لیگ کا یہ اجلاس ہر لحاظ سے کامیاب ہو۔

حماقت کی انتہا

گذشتہ دنوں لکھنؤ و بارہ بنکی کے اثرات مسلمانوں کی بدقسمتی سے جھنگ گھمیانہ میں بھی جا پہنچے اور وہاں کے سنیوں نے شیعوں کے مقابلہ پر "مدح صحابہ" کی تحریک کے اجرا کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن مقامی حکام نے اس تحریک کو ابتداء سے ہی دبا دیا اور پبلک مقامات پر مدح صحابہ پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ معلوم ہوا ہے کہ سنی حضرات اس وجہ سے حکام سے سخت ناراض ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ

کہ بطور احتجاج اس دفعہ عید نہ منائی جائے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق نماز عید نہ پڑھی گئی۔ بلکہ اس کی بجائے ایک ماتمی جلوس نکالا گیا۔ حالانکہ ماتمی جلوس شیعہ روایات ہی کی تقلید ہے — دراصل اس قسم کی حرکات نادانی وحماقت کا نتیجہ ہیں۔ معزز معاصر "انقلاب" کے مدیر اذکار نے جنگ گھمسانہ کے سنیوں کی اس حماقت پر اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے خوب لکھا ہے کہ:-

"جب نماز عید نہیں پڑھی گئی تو قربانی بھی نہ دی ہوگی سبحان اللہ کیا اسلام ہے یعنی "مدح صحابہ" کے گیت بازاروں میں گانا نماز اور قربانی سے بھی زیادہ اہم قرار پایا لیکن ہمارے نزدیک صرف ایک ہی دن کا عملی احتجاج کافی نہیں۔ ان حضرات کو چاہیے کہ جب تک انہیں مدح صحابہ کی اجازت نہ دی جائے وہ نماز روزہ ترک کر دیں اور صاف کہہ دیں کہ ہم ترک صوم وصلوٰۃ کر کے جہنم میں جانے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن مدح صحابہ کا حق چھوڑنے کیلئے آمادہ نہیں —— خدا جانے مسلمانوں کو کب عقل آئے گی"! (۲۷ جنوری)

مسلمانوں کے وہ طبقات جو تبرّا اور مدح صحابہ کی تحریکات میں حصہ لے رہے ہیں۔ ان سے کچھ تعجب نہیں کہ "انقلاب" کے اس . . . طعن کو عملی جامہ پہنا دیں۔ مسلمانوں کے قریباً تمام طبقات پر کم وبیش یہ مصیبت مسلط ہے کہ وہ فروعی اور معمولی بلکہ غیر ضروری اور نقصان رساں باتوں کو خواہ مخواہ اہمیت دیکر خانہ جنگی کا بازار گرم رکھتے ہیں اور مفید وضروری امور کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب تک بے راہ رو مولویوں اور پیروں کا اثر ان مسلمانوں پر باقی ہے انہیں عقل نہیں آسکتی۔

(بقیہ صفحہ ۳)

ان تمام حقائق کے باوجود خدا جانے حکومت مخلوط تعلیم کی تجویز پر کیوں اصرار کر رہی ہے۔ ہم پھر کہیں گے کہ موجودہ حالات میں یہ طرز عمل اس کے اصل مقصد یعنی تعلیم اور اس کی ترویج وترقی کے لئے سخت مضر ہے۔ ہندو، مسلمان، آریہ، سکھ سب قوموں کی زبردست اکثریت مخلوط تعلیم کے خلاف ہے۔ مخلوط تعلیم کی تجویز پر اصرار اور اس کی غیر محتاط حمایت کی وجہ سے مختلف قوموں میں حکومت کے متعلق مختلف قسم کی بدگمانیاں اور جذبات ناراضگی پھیل رہے ہیں —— ایسی صورت میں تدبر اور مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ حکومت اس تجویز کو بالکل واپس لیلے اور مخلوط تعلیم کے اجرا کیلئے کسی دوسرے مناسب حال وقت کا انتظار کرے۔ پنجاب، ہندوستان جیسے پسماندہ اور قدامت پسند ملک کا ایک صوبہ ہے اس میں مختلف مذہب وملت کے لوگ آباد ہیں۔ یہ یورپ کی روشن خیالی اور "رفتار ترقی" کا فی الحال ساتھ نہیں دے سکتا۔

یہ سطور لکھی جا رہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ حکومت پنجاب نے پرائمری تعلیم کے بل پر بحث سردست ملتوی کر دی۔ مخلوط تعلیم پر مختلف اقوام اور حلقوں کی طرف سے جو اعتراضات ہوئے ہیں۔ حکومت ان کے پیش نظر اس بل میں ضروری ترمیمیں کرے گی۔ اس کے بعد یہ بل غالباً آئندہ سیشن میں پیش ہوگا۔ حکومت کا یہ اقدام دانشمندانہ اور قابل مبارکباد ہے۔ لیکن یہ امر تاحال تصریح طلب ہے کہ ان ترمیمات کی نوعیت اور حدود کیا ہونگے وہ لوگ جو مخلوط تعلیم کے مخالف ہیں ان کی خلش وبے اطمینانی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی۔ جب تک مخلوط تعلیم کی تجویز ہی کو ترک نہیں کر دیا جاتا۔

بہرحال ہم مزید معلومات کے منتظر ہیں اس کے بعد پھر اس مسئلہ پر بشرط ضرورت کچھ عرض کریں گے۔

درس اخوّت

(از جناب غلام رسول صاحب جانباز احمدی بلڈانگ ہو)

اے مسلم خوابیدہ جو بیدار تو ہوتا　　غفلت کو اگر چھوڑ کے ہشیار تو ہوتا

ہوتی جو تیرے دل میں بھی ایماں کی حرارت　　اور بادۂ توحید سے سرشار تو ہوتا

گر ہوتا تجھے دین سے کچھ واسطہ اے دوست　　اسرارِ طریقت سے خبردار تو ہوتا

اسلام کی گر ہوتی تڑپ کچھ ترے دل میں　　اور حق وصداقت کا طلبگار تو ہوتا

آنکھوں سے رواں اشکِ پشیمانی کے ہوتے　　دیرینہ تعصب سے جو بیزار تو ہوتا

تو دل میں جگہ دیتا اگر خوفِ خدا کو

کرتا نہ فراموش اگر رسمِ وفا تو

میں تجھ سے بیاں کرتا مجدد کی کہانی　　محبوب خدا پیارے محمدؐ کی زبانی

رمضاں کا کسوف اور خسوف آج بتاتا　　دی تھی شہِ لولاک نے مہدی کی نشانی

پھر کسرِ صلیب اور خنازیر کا مرنا　　جس طرح سے فرما گئے اسلام کے بانی

کس شان سے پوری ہوئیں میں تجھکو دکھاتا　　ہیں مانتے اب تک بھی اعانی وادانی

بتلاتا کہ عاجز ہوئے سب پھر کے اعداء　　دریائے معارف کی وہ پرجوش روانی

مرزا میں تجھے شانِ محمدؐ کی دکھاتا

خود جھومتا مستی میں تجھے مست بناتا

پھر اس کے سناتا تجھے اصحاب کے حالات　　کس فکر میں کس دھن میں لگے رہتے ہیں دن رات

اغیار کو بھی ترجمہ کر کر کے سنائے　　قرآن خداوند کے وہ پاک مقالات

تبلیغ کی لیکر وہ تڑپ اپنے دلوں میں　　ہیں گھومتے امریکہ ویورپ کے مضافات

ایثار دکھاتا تجھے مردانِ خدا کے　　اس نور کی جانب تو نہ راغب ہوا ہیہات

کیونکر نہ عداوت بھلا حق سے تجھے ہوتی　　ہر وقت جو سنتا رہا دشمن کی خرافات

سمجھاتا تجھے سب تو اگر کرتا نظر بھی

ہوتی جو توجہ تیری اک بار ادھر بھی

پر تو نے تو قرآن کی تعلیم کو چھوڑا　　اس منبع صد کوثر وتسنیم کو چھوڑا

مذہب کو تو بازیچۂ اطفال ہی سمجھا　　اسلام کی تعظیم کو تکریم کو چھوڑا

ہٹ دھرمی وانکار سمایا ترے دل میں　　منہ پھیر لیا عادتِ تسلیم کو چھوڑا

افسوس کہ ملاؤں کی خوشنودی کی خاطر　　اس عہدِ مواخات کی تحریم کو چھوڑا

تو آن گرا اسفلِ سافل کے گڑھے میں　　صد حیف کہ خود احسنِ تقویم کو چھوڑا

ہاں اب بھی اگر پاس ہے کچھ دین کا تجھکو

احساس ہو قرآن کے آئین کا کچھ۔ تو

آ پھر سے گلے مل کے گلے سارے مٹا دیں　　رشتے میں محبت کے گرہ اور لگا دیں

ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کو پرو دیں　　اور سب کو اخوت کا سبق یاد دلا دیں

آ۔ اور محبت کے وہی راگ الاپیں　　دنیا کو صحابہؓ کا پھر اک نقشہ دکھا دیں

غیروں کو بھی دکھلائیں ذرا جوشِ شجاعت　　اور نعرۂ تکبیر سے گردوں کو ہلا دیں

پھر زندہ کریں آج سے تبلیغ کی سنت　　رستے سے پہاڑ اور سمندر بھی ہٹا دیں

آ۔ آ۔ کہ تیری راہ میں آنکھوں کو بچھاؤں

اے مسلمِ جانباز تجھے دل میں بٹھاؤں

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

ہندوؤں اور آریوں کے قومی کیرکٹر کا ایک بہت ہی افسوسناک اور تاریک پہلو یہ ہے کہ وہ دوسری اقوام کے بارہ میں کسی اصول و قاعدے کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتے اور ہمیشہ انصاف و اخلاق کو بالائے طاق رکھکر اپنی اغراض و مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے لینے اور دینے کے باٹ بہت مختلف ہیں۔ ایک بات جس کو وہ اپنے لئے نہایت ضروری اور قدرتی حق سمجھتے ہوں۔ جب مسلمان کا معاملہ سامنے آجائے تو وہی غیر ضروری اور غیر اہم بن جاتی ہے اور اس کا مطالبہ تنگ دلی اور پست خیالی قرار پایا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی ایسی چیزیں ہیں جن کو ہندو اپنے لئے زہر قاتل جانتے ہیں لیکن مسلمانوں سے اُن کو بلا چون وچرا قبول کر لینے کی توقع رکھتے ہیں اور اگر مسلمان اس سے انکار کریں تو انہیں وطن دشمن قدامت پسند اور خدا جانے کیا کیا کہا جاتا ہے مثال کے طور پر دیکھئے مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ ہماری زبان تہذیب تمدن اور کلچر کی حفاظت کا یقین دلایا جائے اور اس کے لئے تسلی بخش تحفظات مہیا کئے جائیں۔ لیکن کانگرس ان کے اس مطالبہ کو بہرے کانوں سے سن رہی ہے ساری ہندو قوم کانگرس کی اس خاموشی اور طرز عمل کو حق بجانب سمجھ کر مختلف طریقوں پر اس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

اس کے برعکس ہندو اپنی تہذیب وتمدن کے بارے میں اس قدر حساس ہیں کہ معمولی معمولی باتوں پر ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں۔ صوبہ بہار کے سکولوں میں جو کورس مقرر کئے گئے ہیں ان میں ہندو اخبارات کے بیانات کے مطابق مہارانی سیتا کو "بیگم سیتا" اور رشی بالمیک کو "مولوی بالمیک" لکھا گیا ہے۔ اس پر ایک شور محشر بپا ہے۔ صوبہ بہار کے محکمہ تعلیم کی اس حقیر فروگذاشت پر پنجاب کا آریہ اور سناتنی پریس چیخ رہا ہے۔ حتیٰ کہ آنند اور آریہ گزٹ دونوں اسبارہ میں ہمنوا ہیں حالانکہ یہ ایک معمولی بات ہے اگر ہندوؤں کے لئے مہارانی سیتا اور رشی بالمیک کے ناموں کیساتھ بیگم اور مولوی کے الفاظ قابل اعتراض اور تکلیف دہ ہیں تو حکومت بہار کا فرض ہے کہ وہ اُنکی فوراً اصلاح کردے ـــــ ہمارے نزدیک اگر خلوص و نیک نیتی سے ایک قوم دوسری اقوام کے مذہبی پیشواؤں کے اسماء کے ساتھ اپنی زبان کے تعظیمی الفاظ لکھے تو چنداں مضائقہ نہیں ـــــ بہت سے ہندو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مقدس کے ساتھ مہاتما اور مہاپرش کے الفاظ لکھتے اور بولتے ہیں مسلمانوں نے اس پر کبھی برا نہیں منایا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہم ہندو و آریہ صاحبوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی زبان اور تہذیب و تمدن کے بارہ میں اس قدر حساس ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر شور محشر بپا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں تو پھر مسلمانوں سے اس بات کی کیوں توقع کیوں کرتے ہیں کہ وہ ہندو تہذیب تمدن اور کلچر اور ہندی و سنسکرت زبان کو اختیار کرلیں۔ یہ واردھا کی تعلیمی اسکیم۔ بندے ماترم کا گیت۔ گاندھی ٹوپی اور لنگوٹیاں اور دھوتیاں آخر یہ سب ہندوانہ چیزیں نہیں تو اور کیا ہیں؟ لیکن یہ ساری کی ساری مسلمانوں پر زبردستی ٹھونسی جارہی ہیں ـــــ کہیں حکومت و اقتدار کے ذریعہ کہیں اتحاد و وطن پرستی کے نام پر ـــــ کیا دنیا اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ اکثر کانگریسی وزارتوں نے جو کورس سکولوں کے لئے تیار کرائے ہیں ان میں اسلامی تاریخ، اردو زبان اور اسلامی تہذیب وتمدن کو کس طرح بگاڑنے کی کوشش کی گئی ہے؟ اور ان میں مسلمانوں کے مذہبی پیشواؤں. قابل احترام حکمرانوں کے ساتھ ہندی کے کس قدر مکروہ اور بھدے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ "خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو" کے شریفانہ اور منصفانہ اصول ہی ہندوستان کی بہتری اور ہندو مسلم اتحاد کا باعث ہوسکتا ہے ـــــ لینے اور دینے کے باٹ مساوی ہونے چاہئیں۔

اناطولیہ ریلیف فنڈ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ضروری مکتوب

۲۴ر جنوری کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل مکتوب بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں بھیجا گیا تھا امید ہے انہوں نے حضرت ممدوح کے ارشاد کے مطابق ۲۶ر جنوری کے جمعہ میں اسے پڑھکر سنا دیا ہوگا اور اناطولیہ ریلیف فنڈ کے متعلق تحریک کی ہوگی۔ ازراہ کرم اس فنڈ کے لئے فراہم شدہ چندہ فی الفور مرکز میں بھیجدیا جائے۔ جن مقامات پر یہ خط ۲۶ر جنوری کو نہ پہنچا وہاں ۲ر فروری کے جمعہ میں تحریک کی جائے۔ جن مقامات پر جماعتیں نہیں ہیں وہاں کے احباب براہ راست اپنا چندہ مرکز میں بھیجدیں۔

خاکسار (ڈاکٹر شیخ) محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری انجمن

مکتوب حضرت امیر

برادران مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اناطولیہ کے خوفناک زلزلہ کے متعلق آپ کو اخبارات کے ذریعہ سے علم ہوچکا ہوگا۔ یہ زلزلہ سات سو میل لمبے اور اڑھائی میل چوڑے مسلمان علاقہ کو تباہ کرچکا ہے اور صرف تعداد اموات پینتالیس ہزار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت عظمیٰ ہے اور کروڑوں روپیہ کے خرچ سے اب وہ علاقہ دوبارہ آباد ہوسکتا ہے۔ اس مصیبت عظمیٰ میں غیر مذاہب کے لوگ بھی حصہ لے رہے ہیں، اسلئے ہماری جماعت کے لئے بھی مناسب ہے کہ ہم اپنی اپنی طاقت کے مطابق اس میں کچھ حصہ لیں، بالخصوص ان احباب کی خدمت میں جن کو خدا نے اپنے فضل سے تھوڑی یا بہت وسعت دی ہے یہ التماس ہے کہ وہ اس میں دل کھول کر حصہ لیں. لیکن مناسب یہ ہے کہ یہ کل رقم بحیثیت مجموعی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کیطرف سے بھیجی جائے اور اس کے متعلق ایک تار بھی صدر جمہوریہ ترکیہ کے نام بھیجی جائے گی۔ لہذا جہاں جہاں یہ خط انجمنوں کے سیکرٹری صاحبان کے پاس پہنچے وہ اسے اسی جمعہ یعنی ۲۶ر جنوری کو اپنی جماعت میں پڑھکر سنادیں اور جس قدر چندہ وصول ہوسکے اسے وصول کرکے فوراً مرکز میں بھجوادیں۔ ماہوار چندوں کیساتھ بھیجنے کا انتظار نہ کیا جائے۔ ایسا ہی جہاں فرداً فرداً احباب کے پاس چٹھی پہنچے وہ اپنا چندہ فوراً مرکز میں بھجوادیں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

ہندو قوم کا کوئی کام خودغرضی اور ذاتی مفاد سے خالی نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ سے آریہ ہندو حلقوں سے ہندو سکھ اتحاد کا شور بہت بلند ہے۔ ماسٹر تارا سنگھ کی قماش کے سکھ بھی اُن کے ہمنوا ہیں۔ اس اتحاد سے ہندوؤں کا جو مطلب ہے وہ ظاہر ہے وہ سکھوں کی سادگی سے فائدہ اٹھاکر انہیں اپنی بعض اغراض کی تکمیل کے لئے بطور ہتھیار استعمال کرنا چاہتے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اس دعوت اتحاد اور "ہندو سکھ ایک ہیں" کے منافقانہ شور کے ساتھ ساتھ سکھوں سے ہوشیار اور خبردار رہنے کی تلقین کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آریہ گزٹ جو ہندو سکھ "اتحاد" کے راگ گاتے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے اپنی ۷ر جنوری کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ

"ہندوؤں کی تعداد بجائے بڑھنے کے کم ہو رہی ہے ..... پنجاب کے چند مشرقی اضلاع کو چھوڑ کر باقی ضلعوں کے تقریباً ۹۰ فیصدی جاٹ سکھ ازم کے منہ میں چلے گئے ہیں .....پنجاب کے ضلع جالندھر، لدھیانہ، فیروزپور اور امرتسر وغیرہ کے اضلاع جن میں سب کے سب جاٹ جہاں پہلے اپنے آپ کو ہندو لکھواتے تھے اب یہ لوگ تقریباً تمام کے تمام اپنے آپ کو سکھ لکھواتے ہیں۔ اور سکھ ازم کا پرچار ان میں زوروں شوروں سے ہو رہا ہے، لیکن اب تو یہ سوال پنجاب سے ہٹ کر یو۔پی میں بھی جا پہنچا اور وہاں بھی سکھ ازم کی داغ بیل ڈال دیگئی ہے..... ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ اپنے گردوپیش کے حالات کا غور سے مطالعہ کریں۔ اور ایسے ذرائع اختیار کریں جن سے وہ اگلی مردم شماری میں اس قابل ہوسکیں کہ کسی کو ان کی تعداد پر ڈاکہ ڈالنے کی ہمت نہ رہے۔"

سمجھ میں نہیں آتا جب ہندو سکھ ایک ہی ہیں تو اس شور و فغاں اور دوہائی کے کیا معنی ہیں۔ آخر ہندو جاٹ وغیرہ سکھ ہی بن رہے ہیں اور ہندوؤں اور سکھوں میں کوئی فرق نہیں تو اس "تبدیلی" سے ہندوؤں کا نقصان کیا ہے؟ دراصل بات یہ ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ دونوں کے عقائد مختلف ہیں، مزاج و روایات اور معاشرت میں بھی درحقیقت کافی اختلاف ہے۔ ہندو چند اغراض کے حصول کے لئے سکھوں کو بھائی کہہ رہے ہیں ورنہ دل سے وہ انہیں غیر ہی سمجھتے ہیں۔

ضروری تصحیح

پیغام صلح کے گذشتہ پرچہ جو ۲۶ر جنوری ۱۹۴۰ء کو شائع ہوا ہے ... کی بجائے ... درج ہوگیا ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں (ہیڈ کاتب)

مجاہد سرحد مولانا مولوی محمد یٰسین صاحب مرحوم داتوی کے مختصر حالاتِ زندگی

مولانا محمد یٰسین صاحب داتوی کی ذاتِ گرامی سے جماعت احمدیہ کے اکثر افراد شناسا ہیں۔ آپ جماعت کے ان پرانے بزرگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے حضرت مجدد زماںؑ کے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر اپنی متواتر قربانیوں سے قومی عمارت کو مضبوط و استوار رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ آپ علاقہ باغستان کے ایک شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن احمدیت کی خاطر آپ کو خاندانی افتخار و جاہ قربان کرنے پڑے۔ اور آخر تک ناظرین کی نگاہ میں وہ نہایت سادہ وضع و قطع کے آدمی تھے۔

میں اگر ان کی ذات کے متعلق کچھ عرض کرنے لگا ہوں۔ تو صرف اس واسطے کہ وہ ایک عالم باعمل تھے۔ وہ حضرت اقدس علیہ السلام کے جانباز سپاہی تھے۔ نہ اس واسطے کہ وہ شاہی خاندان کے ایک فرد تھے۔ اس میں کیا شک ہے کہ موت العالِم موت العالَم یعنی ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہوتی ہے۔ ایک صاحب علم سے ایک علاقہ آباد اور باوقار ہوتا ہے۔ اور ایک عالم کے جانے سے ایک زمانہ غم و الم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم پر کم از کم ضلع ہزارہ کے احمدیوں کو منز در فخر تھا۔ آپ کو جہاں بھی احمدیت کی خاطر سے جاتے بہ طیب خاطر جاتے۔ حضرت مجدد زماں کی صداقت کیلئے کٹھن سے کٹھن تکالیف کو برداشت کرنا ان کے لئے ایک نعمت تھی۔

جیسا کہ میں اوپر عرض کر آیا ہوں۔ آپ کا اصل وطن باغستان (علاقہ غیر) تھا لیکن آپ اپنے وطن سے بچپن ہی حصول تعلیم کی غرض سے ضلع ہزارہ چلے آئے تھے۔ یہ حضرت صاحب کے دعویٰ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اس واسطے علماء سوء کا اطراف و اکناف ہند میں حربہ تکفیر زوروں پر تھا۔ چنانچہ مولانا صاحب مرحوم کو بھی مخالف لٹریچر پڑھنے کا پورا پورا موقعہ ملا۔ اور دل میں بار بار یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح اس "دشمن اسلام" کا خاتمہ کرنا چاہیئے۔ جس کے خلاف تمام علماء "قلمی جہاد" میں مصروف آرا ہیں۔ کسی طرح مولانا صاحب کو حضرت صاحب کی چند ایک کتابیں مل گئیں۔ جن کے مطالعہ سے آپ کا پہلا خیال بالکل ہوا ہو گیا۔ اور علی وجہ البصیرت آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ پنجابی گوشہ نشین حق بجانب ہے اور یہ تمام ملاں سنت اللہ کے مطابق اس کی مخالفت کے درپے ہیں۔

اس نیک خیال نے انجام کار آپ کو مجدد زماں کا شیدائی بنا دیا۔ اور ۱۸۹۴ء میں آپ جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر حقیقی معنوں میں خادم اسلام بنے۔ اس کے بعد کیا تھا۔ تمام علاقہ جو کہ مذہبی جہالت میں شاید ہی کسی علاقہ سے کم ہو۔ اس بندۂ خدا کے درپے آزار ہو گیا۔ ہر طرف سے سب و شتم کے آوازے کسے گئے۔ مگر ہر حال میں صبر و استقلال سے جاہل قوم کو سمجھانا پڑا۔ ہر جگہ کچھ آدمی صاحب دماغ اور صائب الرائے بھی ہوتے ہیں چنانچہ بعض آدمیوں نے آپ کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ خاص حوانہ میں جہاں کہ آپ کا قیام تھا۔ ایک اچھی خاصی جماعت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب جماعت احمدیہ قادیان کے اتنے بڑے فاضل اجل بھی انہی کی کوشش اور تبلیغ کا نتیجہ ہیں۔

میں نے مولانا صاحب مرحوم کی زبانی سنا ہے کہ ان دنوں سید صاحب مذکور ایبٹ آباد میں جامع مسجد کے امام تھے اور احمدیت کے اشد ترین مخالف تھے۔ اور ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ اس واسطے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے سید صاحب کو حضرت صاحب کی کتاب ازالہ اوہام (جہاں تک مجھے یاد ہے ازالہ اوہام کا ہی نام لیا تھا) دی اور ان سے وعدہ لیا کہ اس کتاب کو اوّل سے آخر تک ضرور ٹھنڈے دل سے پڑھینگے قصہ مختصر اس کے بعد سید صاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت نہیں ہیں اور علماء زمان غلطی پر ہیں اور استخارہ کرنے کے بعد حضرت صاحب کی بیعت میں آ گئے۔

مولوی صاحب مرحوم عربی و فارسی کے اچھے عالم تھے۔ قرآن مجید کی تقریباً تمام تفسیریں آپ کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس تقریباً ہر فن کی کتابیں موجود تھیں۔ لیکن تاریخ، فقہ، اور حدیث کا تو پورا پورا ذخیرہ آپ کی لائبریری میں موجود ہے اور تقریباً ہر کتاب پر آپ کے دستخطی نوٹ بھی درج ہیں۔ اس سے آپ کے مطالعہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مجدد زماں کے خلاف جس قدر کتب و رسائل اور اشتہارات آج تک شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ آپ ہر کتاب کو تنقیدی نگاہ سے پڑھتے تھے۔ ہر نیک آدمی کی عزت کرتے خواہ وہ کسی ملت کا ہو تکفیر بازی کی جتنی مخالفت آپ نے ضلع ہزارہ میں کی ہے وہ کس کا حصہ ہو سکتی ہے۔ مطالعہ اس قدر وسیع تھا کہ ہر مسئلہ پر فقہ و حدیث اور تاریخ کے حوالے پیش کر دیتے تھے۔ حضرت علامہ ابن حزم اور ابن تیمیہ کی اکثر کتابیں آپ کو گویا ازبر تھیں اور جب کبھی کسی پیچیدہ مسئلہ پر گفتگو ہوتی تو فوراً فرماتے کہ اس معاملہ میں ابن حزم نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے اور ابن تیمیہ کا یہ مسلک تھا علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ آپ کو تعلق باللہ بھی حاصل تھا۔ اکثر دینی امور کا حل آپ نے راتوں کی دعاؤں میں حاصل کیا تھا۔ پنجگانہ نماز کو وقت پر ادا کرنے کے بہت پابند تھے۔ اور فرماتے تھے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا

آپ کے تعلقات ہر جماعت کے افراد سے تھے لیکن قادیانی دوست اکثر ان سے نالاں رہتے تھے۔ کیونکہ وہ قادیانی عقائد کی ذرا زیادہ قلعی کھولتے تھے۔ مجھے یاد ہے جبکہ ۱۹۳۰ء کے سالانہ جلسہ پر مولانا مرحوم معہ اپنے فرزند کے قادیان پہنچے۔ آپ سے قادیان کے کئی مولویوں کی بحث ہوئی رہا مگر مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی اللہ دتا صاحب تو آپ سے روز جھگڑتے تھے لیکن آپ نہایت متانت سے ان کو ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیتے تھے کہ خاموشی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

آپ اعلیٰ درجہ کے حق گو تھے۔ کبھی کسی کی ذاتی بڑائی یا دنیاوی وجاہت ان کی اس خوبی میں حائل نہیں ہو سکی۔ صاف بات ہر ایک کے منہ پر کہہ دیتے۔ لیکن غیبت کے دشمن تھے۔ قبول احمدیت کی وجہ سے آپ اپنے وطن مالوف سے ہمیشہ کے لئے بدر رہے اور ساری عمر اصحاب صفہ کی طرح ایک پرانی طرز کے کوٹھے میں بسر کی۔ ایکی دفعہ تعطیلات گرما میں مجھے مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ ان دنوں بھی آپ کی طبیعت ناساز سی تھی اور یہی علامت آخر مرض الموت ثابت ہوئی۔ آپ فرمانے لگے کہ حضرت صاحب کے مزار پر جانے کی ایک امنگ تھی چنانچہ جب میں مئی کے مہینہ میں لاہور تھا تو حکیم نظام جان صاحب کا قادیان سے خط آیا کہ یہاں تک ضرور آؤ۔ میں نے ارادہ بھی کیا لیکن جب کراؤن بس کے دفتر میں پہنچا تو اتفاق سے بس میں جگہ نہ تھی۔ فوراً اسٹیشن پر چلا گیا تو معلوم ہوا کہ گاڑی بھی چھوٹ چکی ہے۔ اسی حیص و بیص میں دوسرے دن واپس گھر چلا آیا۔ لیکن افسوس بہت ہے کہ قادیان حضرت صاحب کے مزار سے کیوں نہ ہو آیا۔ یہ ارمان لیکر مولانا صاحب ۱۸ اکتوبر کو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ یقیناً جس محبوب کے مزار پر جانے کا شوق ان کے دل کو بے چین کر رہا تھا۔ آج عالم روحانی میں اس محبوب کی مصاحبت و معیت نصیب ہو گئی ہو گی۔

آپ کی یادگار ایک نیک سیرت اور پاک صورت فرزند مولوی محمد ابراہیم صاحب مولوی عالم ہیں اور ان کے علاوہ ایک کتبخانہ بھی ہے جو اہل ذوق کے لئے فیض رساں ہے اس کتبخانہ میں آپ کا دستخطی ایک کتبہ آویزاں ہے جس پر یہ شعر مرقوم ہے:

میرا کیا کام دنیا میں یہ مکتب ہے وطن اپنا
مروں گا جب کتابوں کے ورق ہونگے کفن اپنا

اصل بات یہ ہے کہ ایسے بزرگوں کی زندگی کے حالات کو محفوظ کرنے کا جماعت کو خاص طور پر اہتمام کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قومیں ہمیشہ اسلاف کے اوراق سیرت کے مطالعہ . . . . سے بنتی ہیں۔ جانی و مالی، قلمی و لسانی قربانی کرنے والے افراد ہمیشہ اور ہر ایک جماعت کو نہیں نصیب ہوتے۔ جس ذات گرامی کی بدولت جماعت کو ایسے دُرِّ مکنون ملے تھے۔ وہ مدت سے قادیان میں نہ خاک پنہاں ہے۔ اس کی پیدا کردہ ہستیاں آئے دن کم رخصت ہوتی جا رہی ہیں۔ اور جو باقی ہیں وہ بھی چند روزہ مہمان ہیں اگر آئندہ کیلئے قوم نے ان کی جگہ لینے کے لئے کوئی معتد بہ انتظام نہ کیا تو یاد رکھیئے ایک دن آئے گا کہ چراغ لیکر تلاش کرنے سے بھی ایسے جاں نثار و جانباز نہ ملیں گے۔ اسلاف کی عزت و قدر کرنا سیکھو اور نونہالوں کی حوصلہ افزائی کرو۔ اسی میں قوموں کی ترقی و تنظیم کا راز مضمر ہے +

امین گیلانی (مولوی فاضل)
ہیڈ ماسٹر ایس۔ آر ہائی سکول۔ جموں

(بقیہ صفحہ ۲)

میرے اعمال، میرے اخلاق تم سے مخفی نہیں کبھی میری راستبازی دیانت، امانت میں تم نے کوئی خطا دیکھی؟ میری نیت اور اخلاص سے تم خوب واقف ہو۔ پھر جب میں نے کسی انسان پر افترا نہیں کیا تو خدا پر کیسے افترا کروں گا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔ پس میری زندگی پر ٹھنڈے دل سے غور کرو اور عقل سے کام لو اور پھر میرے دعوے کی صداقت کو پرکھو۔ آج میں اسی سنت اللہ اور خدائی دلیل کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں اور التماس کرتا ہوں کہ پڑھنے والے خدا کے لئے قرآن کریم کی اس ہدایت کے ماتحت غور و فکر سے کام لیں جو ارشاد فرماتا ہے کہ:- قل انما اعظکم بواحدۃ ج ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ ط ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ کہدے کہ میں نصیحت کے طور پر تم ... سے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ خدا کے لئے دو دو مل کر اور اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر اس معاملہ میں خوب غور کرو۔ آخر تمہارا ساتھی پاگل تو نہیں ہے وہ تو نذیر ہے یعنی تمہارا خیر خواہ ہے جو تمہیں ایک سخت عذاب سے قبل از وقت ڈراتا اور خبردار کرتا ہے پس میں بھی یہی کہتا ہوں کہ خدا کے لئے مل مل کر اور اکیلے اکیلے ٹھنڈے دل سے ہر ایک قسم کے تعصب اور ضد کو دل سے دور کر کے غور و فکر کرو کہ ایسا شخص جس کی تمام عمر راستبازی اور یاد الٰہی اور خدا اور رسول کے دین کی محبت و تبلیغ میں گزری ہو وہ مفتری علی اللہ تو نہیں ہو سکتا جس نے انسان پر کبھی افتراء نہیں کیا وہ خدا پر کیسے افتراء کریگا اور وہ الہام کیسے افتراء ہو سکتا ہے جو قدم قدم پر اسلام کی تائید کرتا اور نصرت الٰہی کے نشانات اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ وہ شخص پاگل نہیں ہو سکتا جس نے دین حق یعنی اسلام کی تائید میں علم و حکمت کے دریا بہا دیئے ہوں پس حق یہی ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب موصوف کو الہام ہوا تھا "کہ دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا"۔ برادران اسلام! خوب غور کر کے دیکھو کہ جس شخص کی عمر کا بہت بڑا حصہ عشق الٰہی عشق رسولؐ اور عشق قرآن اور عشق اسلام میں گذرا ہو اس پر بدظنی کرتے رہنا اور مخالفوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس کے پیغام اور اس کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کرنا کس قدر محرومی اور نہ صرف اپنی جان پر بلکہ اسلام پر ظلم ہے۔ کہ مسلمانوں کی اس بے توجہی سے جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ خود مذہب اسلام کا اور اپنے نتیجہ میں تمام مسلمانوں کا نقصان ہے۔ مبارک ہے وہ آنکھ جو اس مرد حق پرست کو شناخت کرے اور مبارک ہے وہ شخص جو اس مجدد وقت کیساتھ ہو کر خدا کے دین کی خدمت میں رنگ جائے۔ ؎

تو یک قطرہ داری ز عقل و خرد
مگر قدرتش بحر بے حد و عد
اگر بشنوی قصۂ صادقاں
مجنباں سر خود چو مستہزیاں
تو خود را خردمند فہمیدۂ
مقامات مرداں کجا دیدۂ

لاہور ۔ ۱۷ اپریل ۱۹۳۹ء

خاکسار ۔ بشارت احمد

مراسلہ

مسلم ہائی سکول لاہور۔ اناطولیہ ریلیف فنڈ

پچھلے دنوں ترکوں پر جو کوہ غم ٹوٹا ہے اس سے مسلم ہائی اسکول کے طلباء کے دلوں پر برادران ملت کی تکلیف کا خاص اثر ہوا چنانچہ اسکول کے تمام طلباء ان کی عملی مدد کرنے کیلئے بے چین ہو گئے سب سے اوّل انہوں نے اپنا جیب خرچ اناطولیہ ریلیف فنڈ کیلئے پیش کیا۔

. . . .

. . . . . اور بعض طلبا نے پورے ماہ کا جیب خرچ اس فنڈ میں دیدیا۔ اس کے بعد انہوں نے تہیہ کیا کہ اپنے حلقہ اثر میں پھر کر دوسرے برادران اسلام کے سامنے دست سوال دراز کریں۔ چنانچہ چند دنوں میں مبلغ تین صد تینتیس روپے نو پائی کی رقم فراہم کی گئی۔ طلباء کے اس جوش ہمدردی کا اندازہ آپ کے قارئین کرام اس سے فرمائیں گے۔ کہ فراہمی چندہ میں مختلف کلاسوں کا آپس میں مقابلہ قرار پایا۔ اور اس مقابلہ میں سکول کی نویں جماعت سب سے اوّل رہی۔ صرف اس جماعت کا چندہ ایک سو تیرہ روپے تھا

(نامہ نگار)

مسلم ہائی سکول لاہور میں باکسنگ ٹورنامنٹ

مسلم ہائی سکول لاہور کے زیر اہتمام مصطفےٰ میموریل باکسنگ ٹورنامنٹ کا افتتاح ۲۴ جنوری کو خواجہ دل محمد صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے کیا اور ۲۵ جنوری کو خان بہادر میاں افضل حسین صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے انعامات تقسیم فرمائے۔ لاہور کے اکثر کالجوں اور سکولوں نے ٹورنامنٹ میں حصہ لیا۔ کالجوں کی ٹرافی اسلامیہ کالج لاہور نے حاصل کی اور سکولوں کی مسلم ہائی سکول نے۔

وائس چانسلر صاحب نے تقسیم انعامات کے بعد ایک حوصلہ افزا تقریر میں یہ امید ظاہر فرمائی کہ جیسے ہندوستان نے ہاکی میں ساری دنیا میں شہرت حاصل کر لی ہے۔ اسی طرح کسی دن باکسنگ میں بھی اسے شہرت کا مقام حاصل ہو گا۔

ٹورنامنٹ پر بڑی رونق تھی۔ کالجوں اور سکولوں کے طلباء اور شہر کے معززین سے مسلم ہائی اسکول کا احاطہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ (نامہ نگار)

معافی نامہ

بخدمت جناب عبد العزیز خانصاحب انسپکٹر پولیس ٹھیان برانچ بمبئی سٹی پولیس

جناب عالی!

میں دستخط کنندہ ذیل مدیر و طابع و ناشر ہفتہ وار اردو اخبار موسومہ "افغان" غیر مشروط معافی نامہ آپ کی خدمت میں درباره ذیلی جھوٹے الزامات جو آپ کے برخلاف ذیل کے موقعوں پر عائد کئے تھے پیش کرتا ہوں

(الف) تقریر جو میں نے بتاریخ ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء نارتھ بروک گارڈن جلسہ عام میں ٹھیان دریائی سفریوں کے روبرو کی۔

(ب) اخبار افغان مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۳۹ء کے مقالے میں جس کی سرخی اندھیر نگری چوپٹ راجہ ہے

(ج) اخبار افغان مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۳۹ء کے مقالے میں جس کی سرخی جناب عبد العزیز انسپکٹر ٹھیان برانچ سے چند سوالات تھے۔ و دیگر الزامات جو بعد ازاں میرے متفرق اشاعتوں میں اشاعت کئے گئے ناحق آپ کے برخلاف شائع ہوئے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ مقالات مذکورہ میں جو الزامات میں نے آپ کے بارے میں عائد کئے۔ جن کے متعلق آپ نے میرے برخلاف ۴۴ مقدمہ نمبر ۵۱۲ ایس ۱۹۳۹ء بعدالت صاحب پریزیڈنسی مجسٹریٹ مجگاؤں دائر کیا وہ سراسر جھوٹے ہیں اور کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہیں لہذا میں عاجزی کے ساتھ غیر مشروط معافی نامہ پیش کرتا ہوں اور نیز دیگر دو اشاعتوں میں بھی متواتر شائع کروں گا۔ میں نے پولیس کورٹ عدالت میں فرد قرارداد جرم کے جواب میں اپنی مجرمیت کا اقرار کیا ہے اور میرے پاس صفائی کی کوئی شہادت نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی ذات والاصفات پر اعتماد ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے اور زیادہ سخت سزا پر زور نہ دیں گے۔

نیاز مند۔ فضل الرحمان مالک و مدیر افغان بمبئی

تازہ خبریں

—— کراچی ۲۶ جنوری۔ اللہ بخش وزارت کے دو وزیروں اور ایک پارلیمنٹری سکرٹری نے آج اپنے استعفے پیش کر دیئے۔ اللہ بخش نے ایک اخباری ملاقات میں کہا کہ یہ استعفے ... کے موجب چنداں نہیں ہیں۔ فی الحال میں ان مستعفی وزراء کی خالی نشستوں کو پُر کرنے یا خود مستعفی ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ اسی طرح کام چلاؤں گا۔

—— ۲۶ جنوری کو کانگرسیوں نے تمام ہندوستان میں یوم آزادی منایا بہت سے مقامات پر نامناسب حرکات بھی کیں۔

—— رنگون ۲۸ جنوری۔ کل اس جگہ شدید ہندو مسلم فساد ہو گیا جس میں ۳ آدمی ہلاک اور ۸۳ زخمی ہوئے جن میں سے ۲۶ کی حالت خطرناک ہے۔ اب تک ۱۶ آدمیوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ حالات پر قابو پا لیا گیا ہے۔

—— لندن ۲۸ جنوری۔ مغربی محاذ پر گذشتہ چند روز سے کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ محاذ پر جو برف جم گئی تھی۔ اب وہ پگھلنی شروع ہو گئی ہے اور جنگ کا میدان دلدل بن گیا ہے جس کی وجہ سے فوجی سرگرمیاں کم ہو گئی ہیں۔

—— راجکوٹ ۲۷ جنوری۔ احمد آباد کو روانہ ہونے سے پہلے آج مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ پریس فنڈ میں اس وقت تک ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع ہو چکا ہے

—— کابل ۲۸ جنوری۔ حکومت افغانستان ملک میں آہستہ آہستہ ابتدائی تعلیم رائج کرنے کے سوال پر غور کر رہی ہے۔ دیوبند کے انداز پر مذہبی تعلیم دینے کا بھی فیصلہ ہوا ہے۔

—— لندن ۲۸ جنوری۔ انگریزی زبان کے مشہور ادیب مسٹر ایچ۔ جی ویلز نے حکومت برطانیہ کو مشورہ دیا ہے کہ جرمنوں کے ہوش ٹھکانے لانے کے لئے جرمنی کے شہروں و دیہات پر مسلسل بمباری کی جائے۔

—— قاہرہ ۲۸ جنوری۔ مصر نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ نہ کرنے کے باوجود اس سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ اس کو برطانیہ سے مصر کی دوستی اور خیر سگالی کا زبردست ثبوت سمجھا جا رہا ہے۔

—— نئی دہلی ۲۷ جنوری۔ اضافی منافع کے ٹیکس کا بل کل صبح شائع ہو گیا ہے۔ اس بل کا مقصد یہ ہے کہ یکم اپریل ۱۹۴۰ء کے بعد اوسط منافع سے زیادہ جو منافع ہو گا۔ اس کا پچاس فیصدی حکومت ٹیکس کی صورت میں وصول کرے گی۔ ابھی تک یہ اعلان نہیں ہوا کہ حکومت بل کس تاریخ سے نافذ کرنا چاہتی ہے۔ کسی فرم کا اوسط منافع ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۶ء تک کے منافع کا اوسط نکال کر معلوم کیا جائیگا

—— لاہور ۲۷ جنوری۔ بیڈن روڈ شوٹنگ کیس کے ملزموں عجیب اور چمن لال کو سشن سپرد کر دیا گیا ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو خدا کے وفادار ہیں خدا اُن کو ہر ہلاکت کی جگہ سے بچاتا ہے

ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائینگے ممکن نہیں کہ خدا اُنکو رسوا کرے۔ کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُنکا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائینگے۔ احمق ہے وہ دشمن جو انکا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا اُنکی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بیباک اور گنہگار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اُس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُن کیلئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائیگا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کیلئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے انکو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ (کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت تا حال ناساز ہے گلے کی خرابی کے علاوہ اکثر حرارت بھی ہو جاتی ہے۔ ۲ رفروری کو نماز جمعہ میں بھی تشریف نہیں لا سکے احباب حضرت ممدوح کی صحت کامل و عاجل کیلئے خاص طور پر دعا کریں۔

— سیکرٹری صاحب جماعت ٹاٹا نگر تحریر فرماتے ہیں کہ اس دفعہ احباب جمشید پور نے نور محمد صاحب کے مکان پر عید الضحےٰ کی نماز پڑھی اور فیصلہ کیا کہ اسجگہ اپنی ایک مسجد تعمیر کرائی جائے اور اس کے مصارف کیلئے ایک سال کے اندر ۲۰۰ سو روپیہ چندہ جمع کیا جائے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ احباب جمشید پور کو اس نیک مقصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین ثم آمین

— جناب سید تصدق صاحب قادری بغدادی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے اور دیگر احباب سلسلہ کے کاروبار کی ترقی کیلئے دعا کی جائے آجکل بوجہ کساد بازاری بہت سی مشکلات کا سامنا ہے"۔

— منشی عبد اللطیف صاحب کارکن پیغام صلح کا لڑکا عزیز رؤف الرحمان کچھ عرصہ سے بیمار ہے۔

— مسٹر شیر محمد صاحب اختر ہیڈ کلرک انجمن کی چھوٹی لڑکی علیل ہے۔

— جناب چودھری عبد اللہ خانصاحب چک ۳۰۱ ج۔ ب کی اہلیہ محترمہ بیمار ہیں ۲۳ رجنوری کو گوجرہ ہسپتال میں انکا اپریشن ہوا ہے۔

ان بیماروں کے لئے احباب دعائے صحت کریں

— نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ چودھری سردار خاں صاحب کارکن "پیغام صلح" (خلف جناب بابو خیر الدین صاحب مرحوم۔ گارڈ پنڈی بہاؤ الدین) کی والدہ محترمہ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۹ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت نیک خاتون تھیں۔ اس صدمہ میں ہمیں چودھری سردار خانصاحب اور ان کے خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ختم نبوت کا عقیدہ ایک مسلمان سے کیا چاہتا ہے؟

ختم نبوت پر قرآن مجید اور بائیبل کی مجموعی شہادت

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت وعبرانی)

(۲)

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کی جس آیت (الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون) پر ہم بحث کر رہے ہیں۔ وہ سورہ یٰس کی آیت ہے اور یہ سورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں کو زندگی بخشنے والا اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنے والا، مسلمانوں کو انتہائی یاس کے بعد حیات نو دینے والا، ہونے پر ایک کلام ناطق ہے۔ جس طرح سورج کے بغیر زندگی ناممکن ہے (درخت یا سبز پتے بے شک زندگی پیدا کرنے کے معمل ہیں۔ مگر سورج کے بغیر بیکار محض ہیں) اسی طرح دنیا کی ساری قوموں کی زندگی اگرچہ مجددین کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ مگر سورج یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ان کی آمد عبث ہے اور آپ سے الگ ہو کر نہ صرف احیاء موتیٰ کا اعجاز نہیں دکھا سکتے۔ بلکہ خود بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

اس جگہ یٰس کے معنوں پر ایک نکتہ بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ جو لوگ قرآن مجید کے مقطعات کا کوئی مفہوم اور مطلب مراد لینا جائز سمجھتے ہیں۔ ان کی کثرت اس امر پر ہے کہ یٰس کے معنی "اے انسان" یا اے انسان کامل ہیں۔ اس مفہوم کے قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں مگر اس کی دلیل یا علمی سند بھی تو پیش نہیں کی گئی۔ صرف قیاس سے گمان غالب پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے حل اشکال کا ایک گر فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون بھی بتایا ہے۔ اگر اہل ذکر سے مراد عالم کتاب ہے تو نہ صرف تورات و انجیل بلکہ وید اور ژند اوستا کی بنا پر بھی یٰس کے ایک معنی پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ یٰس کے دو جزو ہیں (یا اور سین) یا حرف خطاب ہے سین اور صین دونوں لفظ عربی اور عبرانی بلکہ اکثر سامی زبانوں میں "مشرق الانوار" کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ عرب میں ملک چین کو الصین بولتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ طلوع آفتاب یا انتہا مشرق کا ملک ہے۔ بائیبل میں جس جگہ یا پہاڑ پر روحانی سورج کا طلوع ہوا وہ سین صین یا سینا کہلاتا ہے۔ مگر یہ نام کسی خاص پہاڑ کے علاوہ ۔ ۔ ۔ ۔ طلوع آفتاب شریعت کا نام ہے۔ پولوس نامہ گلتیوں میں لکھتا ہے۔

"ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے جو یروشلم کا مثیل ہے"

(نامہ گلتیون ۴ : ۲۴)

یعنی ایک مہبط وحی سینا موسوی ہے جس کا تعین آج تک نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اور ایک عرب میں اور ہاجرہ کی اولاد میں ہے اور دنیا اسے خوب جانتی ہے۔

پھر سین سورج کا نام ہے جو سن یا سنہ بناتا ہے۔ کیونکہ سن کے ایک معنی دانت یا اسنان بھی ہیں جن کا کام کاٹنا ہے۔ سنہ چونکہ وقت یا زمانہ کو کاٹتا یا تقسیم کرتا ہے اسی لئے سنہ کہلاتا ہے۔ سورج چونکہ سنہ بناتا یا تقسیم اوقات کرتا ہے۔ یا زمانہ کو الگ الگ حصوں میں کاٹتا ہے اس لئے سین کہلاتا ہے۔ برن ہمر کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کی زندگی کو کاٹتی اور تقسیم کرتی ہے۔ بائیبل میں حورب اور سین مشرق و مغرب کے دو نقطے ہیں۔ خداوند کبھی حورب پر موسیٰ علیہ السلام سے بولتا ہے کبھی سین یا سینا پر۔ حورب طلوع آفتاب کا انتہا مشرق ہے اور سین طلوع آفتاب کا مغربی نقطہ ہے۔ اس کی تشریح قرآن مجید کے الفاظ میں "رب المشرقین ورب المغربین" میں موجود ہے۔ ایک ایشیا کا مشرق اور ایک یورپ کا مشرق۔ یعنی دنیا کی دو قوموں اور دو ارد کے دو مشرق اور دو مغرب ہیں۔ جہاں سے ایشیا کا مغرب ابتدا کرتا ہے وہاں سے یورپ کا مغرب شروع ہوتا ہے اور جہاں یورپ کا مغرب ہے وہی نقطہ ایشیا کا مشرق ہے۔ سین یا سینا وہ مقام ہے جہاں سے مغربی دنیا پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ مشرق میں اور مغربی دنیا میں سال کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو سورج کی زندگی اور سورج کی موت کہلاتی ہے۔ سورج موسم بہار میں زندہ ہوتا یا طلوع کرتا ہے اور موسم خزاں میں ۔ ۔ ۔ مرتا یا غروب ہوتا ہے۔ سورج کا طلوع زندگی لاتا ہے اور اس کا غروب موت۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو مناظرہ نمرود کے ساتھ ہوا اس میں حضرت ابراہیمؑ نے محیی الموتیٰ اور اماتت احیاء پر یہی دلیل دی ہے کہ خدا طلوع آفتاب کر کے زندگی لاتا ہے۔ تم غروب آفتاب یعنی خزاں سے زندگی پیدا کر کے دکھاؤ۔ کوئی جواب نہ صرف اس نمرود سے بن پڑا بلکہ آجکل کا بڑے سے بڑا نمرود بھی اس سے لاجواب ہے (اللہ تعالیٰ یعنی روحانی آفتاب سے قوموں کو زندہ کرتا ہے۔ مادی طاقت کا کمال روحانی زندگی نہیں لا سکتا۔ بلکہ جسمانی زندگی کا بھی دشمن ہے)

بخلاف دیگر انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو طلوع نقطے ہیں۔ ایک طلوع مشرقی دنیا پر اور دوسرا طلوع مغربی دنیا پر۔ قرآن مجید کی آیت رب المشرقین ورب المغربین اسی پر دال ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ ایک سراجاً منیراً[۲] کے ذریعہ کافۃ للناس مشرق اور مغرب تمام ممالک اور قوموں (للعالمین نذیرا) کو زندگی عطا کرے گا۔ وہ صرف لاسٹ اوف ایشیا یا رسولاً الی بنی اسرائیل یا صرف برہمن، چھتری اور ویش کو روشنی دینے والا اردو کا نام پادمانی۔ (مختصر ویدی) نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا سورج ہے جو لکل قوم ھاد ہر قوم کو ہر زمانہ میں راہ دکھانیوالا ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں اور یہی دلیل آپ کے خاتم النبیین ہونے کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ دیگر انبیاء کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ایک مخصوص قوم کے لئے نبی نہ ہوئے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قومی انبیاء کے ذریعہ قوموں کی تربیت کی گئی۔ اس لئے کہ گذشتہ زمانہ میں ایک نبی کی شریعت ساری قوموں میں اشاعت نہ پا سکتی تھی۔ مگر جب وہ زمانہ قریب آیا کہ وسائل سفر سہل سے سہل تر ہوتے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ساری قوموں کے لئے ایک ہی نبی بھیجکر قوموں کا تفرقہ دور کرنے کی مکمل تعلیم دیدی۔ لکل قوم ھاد والی شان کے بعد اور نبی کا آنا اتحاد نہیں بلکہ فساد کا موجب ہوگا اور ایسا دعویٰ تحصیل حاصل کا مصداق ہوگا۔

پروفیسر میکسمولر جس نے تمام دنیا کی مذہبی کتب اور ان کی قدیمی زبانوں کا مطالعہ کر کے ۵۲ جلدوں میں "سیکرڈ بکس اوف دی ایسٹ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے۔ اس نے اپنے آخری مضامین میں نہایت صفائی کے ساتھ اس امر کو بتایا ہے کہ دنیا میں مشنری یا تبلیغی مذہب صرف دو ہیں مسیحیت اور اسلام۔ مسیحیت چونکہ ان کا اپنا مذہب تھا اس لئے اس کی رائے جنبہ داری سے خالی نہیں سمجھی جا سکتی۔ پس مشنری اور تبلیغی مذہب دنیا میں صرف ایک ہے اور وہ اسلام ہے۔ اسلام کے بعد اگر کوئی اس قسم کا دعویٰ کرے تو وہ اسلام کی نقل ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کو دیگر مذاہب کی طرح ہی ایک مذہب قرار دیتے ہیں۔ وہ اس کی وجہ بتائیں کہ اسلام دیگر مذاہب قدیم میں تبلیغی اور مشنری مذہب ہونے کے لحاظ سے منفرد کیوں ہے۔ اگر اس کا کوئی معقول جواب امر واقعہ کے لحاظ سے ہو سکتا ہے تو یہ ہے کہ اس کی تعلیم تمام دنیا کی قوموں کے تفرقے مٹانے کے لئے کافی ہے اور قوموں کا تفرقہ نہیں مٹ سکتا۔ جب تک ایک رسول، ایک نبی اور ایک دین ساری دنیا کے لئے نہ ہو اور وہی رہتی دنیا تک کل قوموں کا ہادی ہو۔ اور اسی کا نام ختم نبوت ہے۔

سنسکرت زبان میں اوشا اور ژندی میں آشا طلوع آفتاب کا نام ہے جو موت کے بعد زندگی بخشتی ہے۔ ویدوں میں اوشا کی تعریف اسی بنا پر ہے کہ وہ موت کے بعد زندگی لاتی ہے۔ کیا ویدک رشیوں کا مقصد صرف دنیوی اشیا یا مادی زندگی کے پیغامبر کی تعریف کرنا تھا۔ یا قوموں کی موت کے بعد لکل قوم ھاد کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔ سامی زبانوں کا سین اور صاد آرین زبانوں میں اکثر شین سے بدل جایا کرتا ہے۔ کیونکہ آرین زبانوں میں صاد کا حرف ندارد ہے۔ آریہ اب تک مصر کو مشر بولتے ہیں۔ پس آشا اس طلوع آفتاب کا نام ہے۔ جو کل قوموں کو موت کے بعد زندگی عطا کرتا ہے "لکل قوم ھاد" آ نہیں سکتا۔ جب تک کل قومیں گمراہ اور مردہ نہ ہوں اور تاریخ کا یہ ایک ناقابل تردید واقعہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ظہر الفساد فی البر والبحر خشکی اور تری یا اہل کتاب اور مشرکین سب میں فساد برپا ہو گیا تھا۔

(باقی آئندہ)

---

[۲] کسی کا یہ اعتراض کہ سراج سورج کا نام نہیں بلکہ چراغ کا ہے اور بطور مجاز سورج پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ سورج بھی حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔ قرآن مجید نے خود تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیہا سراجاً وقمراً منیراً میں سورج کو سراج فرمایا ہے۔ زبان کی حیثیت مجموعی شہادت یہ ہے کہ اس کے اصل معنی سورج ہیں۔ سنسکرت میں سوریہ سورج کا اسم ذات ہے۔ اس کے معنی ہیں خوبصورت بنانے والا یا خوب حرکت دینے والا اور یہ معنی سراج کے عربی میں بھی ہیں۔ تالیف زبان کے اعتبار سے سورج کو چراغ پر تقدم حاصل ہے۔ اس لئے چراغ پر سراج کا اطلاق ثانوی معنوں کے اعتبار سے ہے وجعل الشمس سراجاً میں سراج کے معنی روشن یا روشنی دینے والا اور خوبصورت بنانے والا دونوں ہیں۔ بائیبل میں سرجون اس بادشاہ کا نام ہے جو سورج کا پرستار تھا اور اس کے لفظی معنی شہزادہ شمس کئے گئے ہیں (یسعیاہ ۲۰ : ۱)

[۱] سلسلہ کیلئے ۱۷ جنوری کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں۔

موجودہ تہذیب اور اسلام

عقل تا بال کشود است گرفتار تر است
عشق از عقل فسوں پیشہ جگر دار تر است

جب سے تہذیب کا دور شروع ہوا اس وقت سے تہذیب کی بنیادیں مذہب اور اخلاق پر استوار ہوتی رہی ہیں۔ تاریخ سے ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس سے اس امر پر روشنی پڑ سکے کہ تہذیب و تمدن کا قیام بغیر مذہب اور اخلاق کے ہو سکتا ہے۔ انسان کی تمام تمدنی اور معاشرتی فتوحات جذبہ ایمان کی رہین احسان ہیں صرف ایمان اور مذہب سے انسان اس قابل ہوا کہ اپنے ادنیٰ اور حیوانی جذبات کو مغلوب کر سکے اور اپنے اعلیٰ جذبات کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے۔ آج بھی جبکہ ہر طرف مادیت اور مادی اصولوں کا دور دورہ ہے۔ دنیا کا اخلاقی معیار وہی ہے جو مذہب نے قائم کیا اگر اس اخلاق کو مادیت کے قالب سے نکال لیا جائے تو مادیت کا سڑ اور مردہ جسم باقی رہ جائے گا۔ جس میں ایک دو پشتوں بعد سڑاندھ پیدا ہو جائے گی۔ اقصائے عالم میں جو کلچر و تہذیب کے کاخ و کو نظر آتے ہیں وہ قبرستانوں میں بدل جائیں گے۔ جو ابدالآباد تک افسردہ اور پژمردہ رہیں گے۔

ہمیشہ زندہ اخلاق کو زندہ غذا یا ایک زندہ ایمان نے پیدا کیا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ جب کسی قوم کے اندر اخلاق کی بنیادیں کمزور ہونے لگیں۔ تو اس قوم کے بطن سے ہی ایک شاندار روحانی تحریک پیدا ہوئی جس نے ایمان کو زندہ کیا اور ایمان نے اخلاق کو زندہ کیا۔ اور اخلاقی حیات سے تہذیب کے رگ و ریشے میں گرم گرم خون دوڑنے لگا۔

یورپ کی متمدن اور مہذب اقوام صرف رنگ و نسل کے امتیازات پر لڑ رہی ہیں۔ ان کے اندر بعض اس قسم کی معاشرتی اور نفسیاتی الجھنیں پیدا ہو چکی ہیں۔ جن کو دور کرنے کے لئے ایک عظیم الشان روحانی قوت کی ضرورت ہے۔ عیسائیت ان مشکلات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ یہ مہذب اقوام جو ایک دوسرے کے خون میں تیرنا چاہتی ہیں عیسائی اقوام ہیں۔ لیکن باوجود عیسائیت کی مذہبی تعلیم کے ان کے اندر قومیت کے اصول پنپتے رہے اور انہی اصولوں نے ایسے نسلی اور معاشی اختلافات پیدا کر دیئے کہ انہیں دور کرنا اور سلجھانا عیسائیت کی طاقت میں نہیں۔

یورپی اقوام کے مطمح نگاہ کو ایک ایسا اصول بدل سکتا ہے جو جغرافیائی حدود اور رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹا دے۔ اور اس کی جگہ ایک عالمگیر انسانی برادری قائم کرے جس کی بنیاد خالص اخلاقی اصولوں پر ہو۔ ایسی عالمگیر اور روحانی برادری کا تخیل صرف اسلام نے ہی پیش کیا ہے۔ قرآن مجید میں تمام اقوام کے متعلق ارشاد ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ۔ یعنی سب لوگ ایک ہی جماعت ہیں ——— اور پھر ان لوگوں میں سے بھی ایک دوسرے پر کسی کو فوقیت نہیں۔ سرمایہ دار اور مزدور میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں بلکہ ان میں سے بھی خدا کے ہاں مقبول وہی ہے جو نیک اور متقی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:- ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

مغرب میں قومیت کے علاوہ جو سب سے بڑی معاشی الجھن ہے۔ وہ مزدور اور سرمایہ داری ہے اور سوسائٹی کے ان دو طبقوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو چکی ہے۔ اس کو بھی صرف اسلام ہی پاٹ سکتا ہے۔ روس کا اشتراکی نظام جو سرمایہ داری کی ضد ہے اس نے مذہب کو اس لئے خیرباد کہا۔ کیونکہ مذہب قدیم نظامات کو قائم رکھتا ہے۔ مذہب توہمات پیدا کرتا ہے اور علم و فضل کو پھیلنے سے روکتا ہے۔ مذہب عملی قویٰ کو شل کرتا ہے۔ حالانکہ اسلام کے ہاں یہ تینوں باتیں مفقود ہیں۔ اسلام ان قدیم نظامات کا جو غیر انسانی ہیں دشمن ہے۔ اسلام علم و فضل کا حامی اور عملی قویٰ کو حرکت میں لاتا ہے لیکن روس اپنے ملحدانہ اشتراکی نظام کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکتا۔ اسے بہت جلد اسلام کے قدموں پر جھکنا پڑے گا۔ کیونکہ انسان اپنی فطرت میں ملحد نہیں بلکہ خدا پرست ہے اور دنیا کا جو مذہب روس کے اشتراکی نظام کو شکست دے سکتا ہے۔ وہ صرف اسلام ہی ہے۔ اس لئے روس کو اسلام قبول کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

یورپ کی تہذیب کے مادی تصورات جن کی وجہ سے مغربی اقوام کی مادیت معرض تلف میں ہے ان سب میں ایک بنیادی خامی ہے۔ وہ نامکمل ہیں اور سب سے بڑھ کر ان کا خمیر تنگ خیالی سے اٹھا ہے۔ یہ تنگ خیالی اور خود غرضی ہی موجودہ تہذیب کی تباہی کا باعث ہے۔

ایک اشتراکی صرف مادی ضروریات تک ہی انسانی کائنات کو محدود کرتا ہے اور اس امر کو بالکل فراموش کر دیتا ہے کہ انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا۔ اگر صرف روٹی کو ہی ملحوظ رکھا جائے۔ تو روح فاقہ مست ہوتی ہے اور اسے یہ علم نہیں کہ مرتی ہوئی روح کی سسکیوں سے کہکشاں کے تختے الٹ جایا کرتے ہیں۔ کارل مارکس نے پرولتاری حقوق کی تو خوب وکالت کی۔ لیکن اس نے اس امر کو فراموش کر دیا کہ ہمیشہ مذہبی عقیدہ نے انسانی راستوں کا تعین کیا ہے۔ اس کے مقالات کی برقی تیاں جہاں غرمن سرمایہ داری پر گری۔ ساتھ ہی روح انسانی کو بھی جھلس گئی۔ لیکن اسلام اس فرزندہ روح کو ازسرنو زندہ کریگا۔ اس وقت روسی قوم کیلئے سب سے بڑی نوید اسلام ہے۔ جو ان کے اشتراکی نظام کو بھی جلا دیتا ہے۔ اور روح کی تشنگی کو بھی دور کرتا ہے۔

ایک نازی کے نزدیک یہ دنیا مقابلہ کی دنیا ہے جس میں فرد واحد کی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ فرد واحد اپنے آپ کو کسی منظم اجتماع میں جذب کرے تاکہ وہ اپنی ہستی کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنا سکے۔ نازی فرد قوم کی روح کو قومی کرتا ہے لیکن اپنی روح کو کچل دیتا ہے اور بحیثیت مجموعی تمام ہمسایوں سے اپنے رشتے منقطع کر لیتا ہے۔ لیکن اسلام فرد کی خودی اور ایغو کو سلب نہیں کرتا۔ اور اس انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے اسے صرف خدا اور اس کے رسول کے احکام کا پابند کرتا ہے۔ اور یہ پابندی عین اس کی فطرت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اس کے نوامیس نوامیس فطرت ہیں۔

جمہوری تخیل یقیناً شاندار ہے کیونکہ یہ کافی حد تک انسانیت کے قریب ہے۔ جمہوریت نے جب ۱۷۸۹ء میں آزادی مساوات اور اخوت کے نعرے بلند کئے تو مظلوم اور بیکس انسانوں کی ہمتیں بندھ گئیں۔ لیکن جمہوریت کی تاریخ کے اوراق انسانی خون سے آلودہ ہیں۔ عوام کی جابرانہ حکومت اور پھانسی کے تختے ابھی دنیا بھولی نہیں۔ ——— جمہوریت میں حقوق العباد تو ہیں۔ لیکن حقوق اللہ مفقود ہیں۔ وہ جمہوریت جس میں خدا کا تخیل موجود نہیں۔ وہ یقیناً انسانوں کیلئے مفید نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ع

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

وہ انسانوں کا اجتماع جن میں ایمان اور بصیرت نہیں بلکہ ان کی حکمت عملی اور تدبر پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی رہنمائی کے لئے الٰہی حکمت درکار ہے۔ اور ایسے بنیادی اصول چاہئیں جو انہیں جادہ اعتدال سے بھٹکنے نہ دیں۔ یہ اصول صرف اس صحیفہ حکمت میں ہیں جسے قرآن مجید کہتے ہیں۔ جمہوریت اگر قرآن مجید کی رہبری میں قائم ہو تو بہت بلند اور رفیع چیز ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے خالص اسلامی اخلاق کی روشنی میں امرھم شوریٰ بینھم کی تعلیم کرتا ہے۔

مغربی تہذیب جھوٹے اور خیالی دیوتاؤں کے پیچھے سرگرداں

ہے۔ قومیت۔ اشتراکیت۔ آمریت۔ جمہوریت سب خیالی اور جھوٹے دیوتا ہیں اور یہی دیوتا آج کل یورپ میں برسرپیکار ہیں۔ وہی تنکے جن پر مغربی تہذیب نے تکیہ کیا تھا ہوا دینے لگے ہیں اور ایک ایسی آگ مغربی دنیا میں بھڑک اٹھی ہے کہ جس کو بجھانے کیلئے آسمانی بارش کی ضرورت ہے

گذشتہ ربع صدی میں جتنے معاشی مذاہب مغرب میں رائج کئے گئے ہیں وہ قومی اور بین الاقوامی مشکلات کو حل نہیں کر سکے کیونکہ ان میں الحاد کا پہلو غالب تھا۔ الحاد نے خودغرضی اور حیوانیت جیسے اخلاقی معائب پیدا کئے۔ جس سے مغربی اقوام کی زندگیاں تلخ ہوگئیں اور مغربی تمدن کا سرمایہ حقیر ہوکر رہ گیا۔ آج مغرب میں جلوے ہیں لیکن ان میں کلیم نہیں۔ مغرب میں شعلے ہیں لیکن ان میں خلیل نہیں! مغربی اقوام کیلئے ایک شاندار روحانی بشارت کی ضرورت ہے۔ ایک ایسے اصول کی ضرورت ہے جو انسانیت اور اخلاق پر قائم ہو۔ جو دنیا کی مجروح اقوام کے سامنے ایسا نصب العین پیش کرے جس سے ان کے روحانی اور معاشی زخم مندمل ہو سکیں۔ وہ بشارت اور اصول صرف اسلام ہے جو مغرب کی سیاسی اور تمدنی مشکلات کو حل کر سکتا ہے اور تہذیب کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچا سکتا ہے

موجودہ دور ایک انقلابی جنبش کا دور ہے جس میں اشیا کے معیار بدلنے والے ہیں۔ قومیت کی بجائے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ قائم ہونے والی ہے۔ کیونکہ لوگ دھڑے بندیوں سے اکتا چکے ہیں قومیت کے قید خانوں میں ان کا دم گھٹتا ہے۔ وہ تمام قیود کو توڑ کر ایک ہی ملک، ایک ہی اصول اور ایک ہی خدا کے خواہاں ہیں وہ ایک کھلی فضا میں سانس لینا چاہتے ہیں۔ جہاں طاقت صرف رفیع الشان خدا کو حاصل ہو۔ باقی سب اس کے حضور سربسجود ہوں اور غالباً یہی وہ وقت ہے جبکہ مغرب سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوگا۔ اور اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آئے گا۔ اور قرآن مجید کا یہ ارشاد پورا ہوگا۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره الکافرین

(الیس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

السنہ مشرقیہ کے اخراج کی تجاویز

عربی، فارسی اور سنسکرت مشرق کی ممتاز زبانیں ہیں۔ انہی زبانوں کے اندر مشرقی کلچر اور تمدن محفوظ ہیں۔ ان زبانوں کو کسی قسم کی گزند پہنچانا مشرقی تمدن کو مسخ اور تباہ کرنے کے مترادف ہو۔ ہندوستان میں انگریزی زبان کے تفوق نے ان زبانوں کو پہلے ہی کافی صدمہ پہنچایا ہے۔ اب یہ خبر گرم ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے کارپردازان عربی فارسی اور سنسکرت کو سکولوں اور کالجوں میں خود اختیاری مضمون کا درجہ دینے والے ہیں اگر یہ درست ہے تو اس کا نتیجہ ان زبانوں کے حق میں نہایت خطرناک ہوگا اور بتدریج یہ زبانیں پنجاب کی درسگاہوں سے خارج ہو جائیں گی۔ اور لازمی طور پر طلبہ کی توجہ ان زبانوں کی طرف کم رہے گی اور وہ ان مضامین کی طرف زیادہ توجہ دیں گے جن میں ان کا کامیاب ہونا ضروری ہوگا۔ ان زبانوں کے اخراج کو ہندوستانی بحیثیت مجموعی کبھی پسند نہیں کر سکتے۔ عام لوگوں کی رائے شدت کے ساتھ اس تجویز کے خلاف ہے۔ صوبے کے تمام مصنفوں اور انجمنوں کو چاہئے کہ متفقہ طور پر اس تجویز کی مخالفت کریں۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ بغیر کسی قسم کے مذہب و ملت کے افراد کے پنجاب کے اکابر نے ایک محضر نامہ وائس چانسلر صاحب پنجاب یونیورسٹی اور آنریبل وزیر تعلیم کی خدمت میں ارسال کیا ہے جس میں بڑے پرزور الفاظ میں محکمہ تعلیم سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے سے رہ رکے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے مرکز سے بھی ایک ریزولیوشن پاس کرکے محکمہ تعلیم کے اکابر کو بھجوایا گیا ہے۔ جماعت کے بیرونی حلقوں کو بھی چاہئے کہ وہ اس تجویز کے خلاف متفقہ آواز اٹھائیں اور اپنی آراء کو قرارداد کی صورت میں محکمہ تعلیم کے پاس بھجوائیں۔ کیونکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لٹریچر کی یہ زبانیں روح رواں ہیں۔ اور ان زبانوں کو صدمہ پہنچنے کی صورت میں ہمارے لٹریچر کو بھی نقصان پہنچنا ناگزیر ہے۔

شراب نوشی اور پنجاب

پنجاب کے لوگ اپنی صحت اور قوائے جسمانی کے لحاظ سے ہندوستان کے تمام صوبوں میں ممتاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب کو سلطنت برطانیہ کا دست شمشیر زن خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس صوبہ میں شراب نوشی کی عادت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ شراب انسانی جسم اور دماغ کے لئے جتنی مضر چیز ہے اس کے لئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس معصیت سے جہاں انسانی صحت خراب ہوتی ہے وہاں اخلاق اور دولت بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہتے۔ جہاں کہیں بھی کوئی چیز پبلک کے اخلاق اور جسم پر مضر اثر ڈال رہی ہو حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ اس چیز کا ہر ممکن طریقہ سے انسداد کرے۔ حکومت کی طرف سے اگر کوئی ایسا بل مجلس قانون ساز میں پیش ہو۔ جس میں شراب نوشی کی مخالفت پر زور دیا جائے تو ہمارے خیال میں کسی مذہب و ملت کے لوگ اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائیں گے۔ بلکہ تمام مذہبی اور اخلاقی حلقوں میں اس اقدام کو نہایت تحسین اور تشکر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے شراب نوشی کے خلاف ایک قرارداد منظور کرکے حکومت اور پریس میں بھجوائی ہے جس میں حکومت کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ نہایت عجلت کے ساتھ کوئی مناسب کارروائی کرے جس سے شراب نوشی جو حد درجہ کی مخرب اخلاق اور جسم و دماغ کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ اس کی روک تھام ہو سکے جس کا بہترین علاج اور انسداد یہی ہے کہ ایک ایسا امتناعی بل پاس کر دیا جائے جس سے شراب نوشی قانونی لحاظ سے ممنوع قرار دی جائے۔ ہر مذہب و ملت کے اخباروں، انجمنوں، سبھاؤں اور اکابر کو متفقہ طور پر حکومت کو اس طرف توجہ دلانی چاہئے تاکہ یہ صوبہ جو اپنی جسمانی اور اخلاقی خصائص سے تمام صوبوں پر فوقیت رکھتا ہے اپنی ان مفید اور اعلیٰ روایات کو برقرار رکھے۔

(محمد آصف)

معذرت

اس اشاعت کے بعض ضروری مضامین غیر معمولی تاخیر سے موصول ہوئے۔ اس وجہ یہ پرچہ دیر سے شائع ہو رہا ہے۔ ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

البقیہ خطبہ جمعہ

کسی نئے دین کی بنیاد ہرگز ہرگز نہیں رکھی۔ ان باتوں کو آپ سے منسوب کرنا بہت بڑا ظلم اور افتراء ہے۔ جس طرح آپ سے پہلے امت محمدیہ میں مجدد دین آتے رہے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی مجدد تھے اور اسی کا آپ نے دعویٰ کیا اور بار بار فرمایا کہ میں مسلمانوں کو غفلت کی نیند سے جگانے کیلئے آیا ہوں اور کوئی نئے احکام لیکر نہیں آیا

حضرت مرزا صاحب کی عظیم الشان قربانی

بے شک آپ نے دین کی خدمت اور تجدید کا بہت بڑا کام کیا عیسائیوں، آریوں، دہریوں اور دیگر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا اور اس طرح اسلام کا روشن چہرہ نمایاں کیا آپ نے بےنظیر اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ اسلام کی تبلیغ کیلئے زبردست جدوجہد کی اور اس غرض کیلئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی لیکن یہ کبھی بھولے سے بھی نہیں کہا کہ میں اسلام کے سوا اور کچھ لایا ہوں۔ آپ صرف دین کی تجدید کیلئے آئے تھے اور آپ نے اسلامی اصولوں ہی کو تازہ کیا

حضرت مرزا صاحب ہرگز کوئی نیا مذہب نہیں لائے

لہٰذا اب بھی کسی کو جو کچھ ملیگا۔ اسلام ہی سے ملیگا۔ نام نہاد احمدازم سے نہیں مل سکتا۔ یہ بات بھی غلط ہے کہ مکہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ ایسی باتیں حضرت مسیح موعود کی تعلیم و منشا کے صریح خلاف ہیں اور ان کو سن کر دل میں درد پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص جو قرآن و سنت کا فدائی ہو اور یہ کہتا ہو کہ میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ صحابہ کرام کا خادم اور کفش بردار رہوں

خلاصہ کلام

یہ کہنا کہ وہ احمدازم ایک نیا مذہب لایا کسی دوست کا نہیں بلکہ بہت بڑے خطرناک دشمن کا کام ہے اور یہ درحقیقت اسلام کیساتھ بہت بھاری دشمنی ہے۔ جس طرح خدا خود برکات کا منبع و سرچشمہ ہے اسی طرح فرمایا۔ هذا کتاب انزلناه مبارک یہ کتاب برکات جاریہ کا سرچشمہ ہے اور اسی طرح کعبۃ اللہ کے متعلق مبارکا کا لفظ استعمال کرکے تلقین کی کہ اس گھر کی برکات جاری و ساری رہیں گی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین فرمایا اور ان کی خیرات کثیر کا مالک قرار دیا۔ وانا اعطینک الکوثر قرآن کے ان دعاوی اور تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ احمدازم کی ضرورت ہے اور مکہ کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ گیا ہے بالکل باطل ہے۔ خدا تعالیٰ ہمکو ان غلطیوں سے محفوظ فرمائے اور اس ایمان پر ثابت قدم رکھے جس کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی زبانی ہوا حسبنا کتاب اللہ اور رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و الہ واصحابہ اجمعین

مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری کی قادیانی بیعت

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

۲۲ جنوری سنہ ۴۰ء کے "الفضل" میں یہ شائع ہوا ہے کہ مولوی غلام حسن خان صاحب نے قادیان میں بیعت کر لی ہے۔ اس کی ذات کہ مولوی صاحب کے ہمارے ساتھ دیرینہ تعلقات تھے۔ ہمارے لئے افسوس کا موجب ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ دل خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کو چاہے آخر تک اس عہد کو نباہنے کی توفیق دے جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے اور جو اپنے لئے دوسری جگہ کو زیادہ موزوں سمجھتا ہے۔ اس کا اختیار ہے۔ یوں بھی کئی دوست اپنے عہد پر قائم رہتے ہوئے اپنے مولا سے جا ملے ہیں۔ کسی کے خیالات میں انقلاب واقع ہو جائے اور دیکھنے میں بہت الگ ہو جائے تو کوئی شکایت نہیں۔

قادیانی جماعت سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہونے والے دوست

خدا دیتا بھی ہے اور لیتا بھی ہے۔ خدا کے فضل سے ابھی ایام میں یعنی یکم جنوری سنہ ۴۰ء کے بعد پورے دس نفوس جماعت قادیان سے نکل کر ہمارے ساتھ مل چکے ہیں اور اگر خدا نے چاہا اور جماعت نے تبلیغ کے میدان میں سستی کو چھوڑ کر اسی طرح جد و جہد سے کام لیا جس کے آثار اس جلسہ کے بعد نظر آ رہے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کو دہائیوں میں نہیں بلکہ انشاء اللہ سینکڑوں میں گننے کے قابل ہو جائیں گے۔

"الفضل" کا غلط دعوے

الفضل میں یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ مولوی صاحب ایک لمبی تحقیقات کے بعد جماعت قادیان میں شامل ہوئے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب کے خیالات میں شروع سے قادیانی خیالات سے اس قدر بُعد رہا ہے کہ انہوں نے ۱۹۰۸ء میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی بیعت بھی نہ کی تھی۔ پھر ۱۹۱۴ء میں جب اختلاف ہوا تو مولوی صاحب نے باوجود قادیان میں تعلقات رشتہ داری کے (میاں بشیر احمد صاحب ان کے داماد تھے) ہماری جماعت میں شمولیت اختیار کی اور ابتدا سے اس جماعت کے وائس پریذیڈنٹ رہے۔ سنہ ۳۰ء یا سنہ ۳۱ء تک ان کے ان خیالات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مولوی صاحب کا جماعت لاہور سے بُعد

جماعت لاہور سے ان کا بُعد اس وقت سے شروع ہوا۔ جب شیخ غلام محمد نے ماموریت کا دعویٰ کیا۔ ابتداء میں وہ خفیہ خفیہ خط و کتابت کرتے تھے۔ مگر ۳۶ء کے اواخر میں وہ علی الاعلان شیخ غلام محمد کے ساتھ ہو گئے۔ اور ان کی تحقیقات کا نتیجہ یہ تھا کہ غیر ملہمین کے ادارے خواہ وہ لاہور میں ہوں یا قادیان میں، باطل پر ہیں اور ان کی اصلاح کے لئے کسی مامور ملہم کی ضرورت ہے اور وہ شیخ غلام محمد کو ایسا مامور سمجھتے تھے۔

یہ تازہ تغیر کسی فوری جذبہ کا نتیجہ ہے

قادیان جا کر جو تغیر ان کے خیالات میں واقع ہوا ہے وہ فوری ہے اور کسی فوری جذبہ کے ماتحت ہے۔ کیونکہ ۳۷ء کے آخر سے دسمبر ۳۹ء تک یعنی قادیان جانے کے وقت تک وہ اسی بات کے قائل تھے۔ اور قادیانی ادارہ کو بھی کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل کا مصداق قرار دیتے تھے اور حضرت مسیح موعود کو مہدی معہود ہونے کے دعویٰ میں غلطی پر سمجھتے تھے۔

قادیانی ادارہ کے متعلق مولوی صاحب کے سابق خیالات

جیسا کہ ان کے ان خطوط سے ظاہر ہے جو وقتاً فوقتاً شیخ غلام محمد کے رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں

"شیخ صاحب ضرور روح القدس کی تائید سے بولتے ہیں اور مجددیت کا منصب رکھتے ہیں۔ اور ڈیوٹی یہ معلوم ہوتی ہے کہ غیر ملہمین کے جو ادارے بن رہے ہیں ان کی اصلاح کریں مجھے یہ امید رکھنا عبث معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملہمین کے ادارے اپنا کام وعظ و پند سے کسی ملہم کے سپرد کریں۔ بلکہ وہ اصرار پر بڑھتے جاتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ جب تک اپنی سنت استعمال نہ کریں اور فراعین کے مقابلہ میں اپنی قوت استعمال نہ کریں۔۔۔۔۔" (مئی ۳۷ء)

"اگرچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ دعویٰ مدعی کو بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں کوئی غلطی نہیں نکلتی۔ با ایں اپنے آپ کو مہدی معہود قرار دینے میں غلطی کی۔ ہوا تو ہر مامور مہدی ہوتا ہے۔ مگر مہدی معہود جدا امر ہے۔ اس دعویٰ پر وہ ملہم قائم ہیں" (مئی ۳۷ء)

اس سے بیشتر دسمبر ۳۶ء کے رسالہ میں ان کے ذیل کے خطوط چھپ چکے تھے۔

"میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ دونوں جماعتیں لاہوری اور قادیانی صحیح طریق پر نہیں چل رہیں۔ خلیفہ ہو یا امیر دونوں اپنی نفسانی خواہشوں کا اقتضا کر رہے ہیں۔ ان کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ۔"

"میں چونکہ مامور نہیں مجھے اس قدر زور نہیں کہ خود خروج کر کے اور کچھ جماعت اپنے ساتھ ملا کر اشتہارات کے ذریعے اصلاح کروں۔ البتہ میں آپ کی مناسب امداد انشاء اللہ کروں گا۔"

(دسمبر ۳۶ء)

مولوی صاحب کی ایک تازہ تحریر کے چند اقتباسات

مولوی صاحب سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ وہ کیا اصلاح چاہتے ہیں تو انہوں نے انجمن کے وجود پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ یہ مطالبہ کیا کہ انجمن کے قواعد و ضوابط میں ترمیم کی جائے مختلف انجمنہائے احمدیہ کے نمائندے مجلس منتظمہ میں لئے جائیں۔ انجمن کا حساب کتاب یوں رکھا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر جنرل کونسل نے متفقہ طور پر اپنا فیصلہ ان کے پاس بھیجا۔ بظاہر وہ اس وقت اس پر خاموش ہو گئے۔ مگر وساوس کا رنگ پھر کسی نہ کسی صورت میں ان پر غالب آ جاتا تھا۔ میں اس مضمون کو لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ ان کی آخری تحریر سے جو انہی رسالوں میں دسمبر ۳۹ء میں شائع ہوئی ہے کچھ اقتباس دیتا ہوں۔

"جواباً خوشی ہوئی کہ آپ نے تبلیغ نامہ لکھا۔ اللہ تعالیٰ ماموروں کو بیکار نہیں بیٹھنے دیتا۔ ان اللہ لا یضیع وقت [illegible] میں انشاء اللہ تعالیٰ طباعت کی ضرورت کے سبب [illegible] دس روپے بھیج دوں گا۔۔۔۔ میں نے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ایک رسالہ لکھا تھا جس میں اداروں پر بھی تنقید تھی۔ طباعت کیلئے بھیجا تھا مگر واپس منگوا لیا خیال یہ ہوا کہ مامور خود لکھے۔ ان کے کلام میں برکت ہوتی ہے۔"

"احمدی ادارے جو بانی کی بنیاد پر نہیں ہیں۔ اپنے اداروں کے لئے بذریعہ پیڈ مبلغین کے پروپیگنڈا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یعنی کہ عوام کے عقل اور فکر اور اموال پر قابو پائے جاتے ہیں۔"

"آپ (مسیح موعود) نے بذریعہ ایک وصیت کے جو ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی جماعت کا انتظام ۱۴ ارکان کی ایک انجمن کے عارضی طور پر سپرد کیا۔۔۔۔ جو قابلیت آپ نے کسی پر بھی نہ پائی تھی۔ وہ آپ کی وفات کے بعد جو ۱۹۰۸ء میں واقع ہوئی آپ کے چند مریدوں کو حضرت مولوی نور الدین صاحب میں نظر آ گئی۔ الوصیت کے خلاف اور بغیر مشورہ انجمن مولوی صاحب سے بیعت خلافت کر لی۔ یہ پہلا کبیرہ گناہ تھا جس کا ارتکاب مریدوں نے کیا۔ اس کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ پارٹیاں بن گئیں۔ فتنہ شروع ہو گیا۔ جس کو اپنا بنایا ہوا خلیفہ دبا نہ سکا۔ چھ سال اس معاویہ کے سے زمانے پر گذر گئے اور خلیفہ پر موت آ گئی جس کی انتظار ایک جم غفیر کر رہا تھا۔ خلیفہ کے جنازہ سے مقدم وہاں کے موجودہ لوگوں نے کثرت رائے سے میاں محمود احمد صاحب فرزند اکبر مسیح موعود سے بیعت خلافت کر لی۔۔۔۔ یہ دوسرا موقعہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ مرزا محمود احمد صاحب نے اگرچہ مصلح موعود ہونے کا دعویٰ صریحاً تو نہ کیا۔ مگر منصفانہ کام؟ کئے جو مصلح موعود کے شایاں تھے۔ مسیح موعود کی فرشتہ انجمن توڑ کر اپنے مبائعین کی انجمن بنائی۔۔۔۔ ۲۵ سال کے عرصہ کے اندر آپ کے مبائعین میں سے بعض نے آپ پر قبیح الزام لگائے۔ مگر اس کا کچھ اثر آپ کے مبائعین پر نہ ہوا۔ اعتبار کیلئے اس میں یہ گنجائش ہے کہ وہ دیکھیں کہ آیا یہ خلیفہ کی کرامت ہے یا جماعت کی سفاہت ہے۔"

"میں نے یہ مختصر نقشہ انجمنوں کا آپ کے سامنے رکھا ہے۔ اگر آپ ان واقعات سے کوئی امر پسند ہو تو اپنی عبارت میں اپنے رسالہ کے اندر درج کر دیں۔ اگرچہ آپ کو سب واقعات مستحضر ہوں گے۔ ماموروں کے الفاظ میں کچھ نور ہوتا ہے غیر ماموروں کے الفاظ تاریکی میں ہوتے ہیں۔"

مولوی صاحب کی "تحقیقات" اور بیعت

یہ تھا مولوی صاحب کی تحقیقات کا نتیجہ جن پر ان کے سات آٹھ سال صرف ہوئے۔ دسمبر کے شروع میں وہ قادیانی بیعت کو گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں اور اسی مہینے کے آخر میں قادیان جاتے ہیں اور جنوری ختم ہونے سے بیشتر اس امر کا ارتکاب خود کرتے ہیں جسے اتنا بڑا گناہ قرار دیتے تھے۔ سو مولوی صاحب اول ہمیں چھوڑ کر شیخ غلام محمد کی ماموریت کے قائل ہوئے اور اس کو بھی چھوڑ کر اب قادیان میں بیعت کر لی۔ اس بیعت سے اگر کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے تو صرف اس قدر کہ ایک مصلح موعود کے ایک دعویدار کو چھوڑ کر جسے وہ مامور یقین کرتے تھے اب وہ ایک ایسے دعویدار کے ساتھ شامل ہو گئے جو خود بھی ملہم ہونے کا مدعی نہیں اور جس کی بیعت کو وہ ساری عمر گناہ کبیرہ قرار دیتے رہے ہیں۔

اور جن پر الزامات سے بھی وہ یہاں تک متاثر تھے کہ ان باتوں پر باور نہ کرنے والے قادیانیوں کو وہ سفیہ تک کہہ گئے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے اگر بیعت کی ہے تو جس شخص کو آٹھ سال سے مامور مان رہے تھے۔ اسے مجنون یا جھوٹا قرار دے کر کی ہے۔ اور جن تحقیقات پر ان کے کئی سال خرچ ہوئے تھے وہ قادیان کی کثرت کے سامنے دنوں میں حباب دہ منثورا ہو گئی۔ نئی تحقیقات انہوں نے کوئی کی ہے یا نہ یہ اللہ کو ہی علم ہے اور یہ بھی کہ اگر کی ہے تو اس پر کتنے دن قائم رہیں گے۔

"الفضل" کا اظہار مسرت ——— چند قابل غور باتیں

مگر "الفضل" میں اس بات کو جماعت لاہور پر فتح قرار دیکر بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم کا جواب ہے۔ سو یہاں بھی چند باتیں قابل غور ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کو سلسلہ میں ایک خاص تقدم حاصل تھا اور جن دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسیح موعودؑ کا نزول ہوا تھا۔ ان میں سے ایک انہیں قرار دیا گیا تھا۔

مولوی صاحب نے قادیان جا کر کیا تحقیقات کی؟

مجھے خان بہادر مولوی غلام حسن خان صاحب کی علمی قابلیت کا انکار نہیں۔ البتہ میں ان کے اس علم کی وجہ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ صفائی سے یہ اعلان کر دیں کہ قادیان میں انہوں نے کیا تحقیقات کی جس کی وجہ سے ان پر شیخ غلام محمد کا مجنون یا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور میاں محمود احمد کا سچا مصلح موعود ہونا ثابت ہو گیا۔

کیا مولوی صاحب قادیانی عقیدہ سے متفق ہیں؟

اور جس کی وجہ سے ان پر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ جو کل تک سب کلمہ گوؤں کو مسلمان قرار دیتے تھے۔ آیا اب ان کا اطمینان ہو گیا کہ وہ سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور اگر ان کا عقیدہ وہی ہے جس پر وہ ۵۰ سال سے قائم ہیں۔ تو وہ شخص کس طرح مصلح موعود ہو سکتا ہے جو روئے زمین کے سب مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہو۔ مجھے امید ہے کہ اپنی علمی قابلیت سے وہ اس عقدہ لاینحل کو حل کر دیں گے۔ یا تیں دو ہی ہیں یا میاں صاحب یہ اعلان کر دیں کہ وہ آیت قرآنی ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا اور حدیث متفق علیہ من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا . . . فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسول اللہ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے سب اہل قبلہ کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور جو الفاظ ان کی تحریروں میں ایسے آئے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان خیالات سے وہ توبہ کرتے ہیں اور یا جناب مولوی غلام حسن خان صاحب یہ اعلان کر دیں کہ ان کے سابقہ خیالات کہ اہل قبلہ مسلمان ہیں غلط تھے اور خلاف قرآن و حدیث تھے اور اب وہ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ آج روئے زمین پر صرف وہی لوگ مسلمان رہ گئے ہیں جنہوں نے قادیان میں بیعت کر لی ہے اور باقی سب مسلمان کہلانے والے پکے کافر اولئک ہم الکافرون حقا کا مصداق بلکہ بقول مرزا بشیر احمد صاحب اکفر ہیں۔ ان دو اعلانوں میں سے جب تک ایک نہیں ہو جاتا مولوی صاحب کی بیعت محض قادیانی اخباروں کا ڈھنڈورا ہے۔

میر محمد اسحاق صاحب کا خط

مجھے میر محمد اسحاق صاحب نے ایک خط لکھا ہے جس میں اشارہ کیا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں کی کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ کفر و اسلام کوئی چیز نہیں۔ آخر میاں صاحب اپنے اقرار کے مطابق میاں صاحب مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہوئے بھی حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی بیعت میں تھے۔ مگر میر صاحب نے کئی واقعات سے آنکھیں بند کر کے یہ لکھا ہے۔ اول یہ کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب میاں صاحب کے اس مسئلہ تکفیر کو ایک عارضی حالت سمجھتے تھے اور آپ کا خیال تھا کہ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں گے تو ان کے خیالات میں تبدیلی واقع ہو جائیگی۔ چنانچہ آپ نے مرض الموت میں مجھے میاں صاحب کے ان خیالات کی تردید کیلئے بار بار کہا اور آپ کے ارشاد پر ہی وہ رسالہ میں نے لکھا جو ابتدائے اختلاف میں چھپ چکا ہے۔ دوسرے میاں صاحب ۱۹۱۶ء میں آج سے چوبیں سال پیشتر مجھے دعوت مباہلہ دے چکے ہیں۔ اس بنا پر کہ جب وہ یعنی میاں صاحب ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں تو جنہیں میں مسلمان کہتا ہوں تو پس وہ یعنی میاں صاحب میرے نزدیک کافر ہوئے اور میں ان کے نزدیک کافر ہوا۔ یہ مضمون میاں صاحب نے سوچ سمجھ کر اپنے قلم سے لکھا ہے۔ پس جس صورت میں وہ اپنے اقرار کے مطابق مجھے کافر قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو میرے نزدیک کافر قرار دیتے ہیں صرف اس بنا پر کہ جن اہل قبلہ کو میں مسلمان کہتا ہوں وہ انہیں کافر کہتے ہیں

مرشد کے نزدیک مرید کافر اور مرید کے نزدیک مرشد کافر

تو ان کے جو مرید اہل قبلہ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح ان کے نزدیک کافر ہوئے یعنی مریدوں کے نزدیک مرشد کافر اور مرشد کے نزدیک مرید کافر۔ پس میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص جو روئے زمین کے سارے مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے اس کا مرید وہ شخص کس طرح ہو سکتا ہے جو انہیں مسلمان کہتا ہے۔ خدا کیلئے سوچو کہ یہ دین کو کھیل بنانے کا کیا مطلب ہے۔ محمد علی کو میاں محمود احمد صاحب مباہلہ کی دعوت دیں اس بنا پر جائز سمجھتے ہیں کہ جنہیں میں مسلمان کہتا ہوں وہ انہیں کافر کہتے ہیں تو مولوی غلام حسن یا میر حامد شاہ مرحوم یا اور ایسے بیسیوں اصحاب کس طرح مرید رہ سکتے ہیں جن بنا پر میاں صاحب کے نزدیک میں کافر اور میرے نزدیک میاں صاحب کافر اور یہ میاں صاحب کا اپنا اقرار ہے یہ میرا دعویٰ نہیں) اسی بنا پر ایک مرید جو اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرے وہ میاں صاحب کے نزدیک کافر اور میاں صاحب اس کے نزدیک کافر "خلافت ثانیہ" کی اس کامیابی کا کہیں اخباروں میں ذکر نہیں آتا جائے تعجب ہے کہ مرشد اور مرید بھی ہیں اور ایک دوسرے کے نزدیک کافر بھی ہیں ۱۹۱۶ء میں میں نے اس دعوت مباہلہ کا یہی جواب دیا تھا کہ ایسے مریدوں کے نام میں میاں صاحب کو دیتا ہوں جو اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ مباہلہ کا چیلنج میاں صاحب ان کو دیں اور پھر جب ان مباہلوں سے مرشد اور مریدوں کے عقائد کی حقانیت یا بطلان کا فیصلہ ہو جائے گا تو تیسرے آدمی کو مباہلہ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی آخر مریدوں پر تو مرشد کا اقرار حجت ہے۔

مولوی صاحب کی بیعت کی حقیقت

اس کے ساتھ ہی میں پھر اس بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اگر بیعت کی ہے تو ایک مصلح موعود کو چھوڑ کر دوسرے کو مصلح موعود مان کر کی ہے اور اس بات کی وضاحت ان کے ذمے ہے کہ جو شخص چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر بناتا ہے وہ مصلح موعود کس طرح بن گیا۔

سید محمد احسن صاحب مرحوم کی جرأت ایمانی

مولانا سید محمد احسن صاحب کا جواب تو دیدیا گیا۔ لیکن مولانا سید محمد احسن صاحب وہ جری انسان تھے کہ جب ان کے سامنے صحیح بات آگئی تو انہوں نے صاف الفاظ میں اس کا اعتراف بھی کر لیا اور دوسروں کو ڈھنڈورا پیٹنے کیلئے سفر نہیں کیا بلکہ خود اس بات کو صاف کر دیا کہ میں نے پہلے پہل محمود احمد صاحب کو کیوں بطور امیر پیش کیا۔ اور اب میں انہیں کیوں اس بات کا اہل نہ سمجھتے ہوئے انہیں معزول کرتا ہوں۔ ایک عالم کے شایان شان یہی بات ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو گو مگو کی حالت میں نہ چھوڑے۔ مولانا سید محمد احسن صاحب مرحوم کے متعلق اس وقت قادیانی اخباروں نے یہ کہا تھا کہ ان کے حواس ٹھیک نہیں رہے۔ مگر اس مرد مسید ان نے خود اعلان کر کے اور پوری جرأت سے کام لیکر اور کسی کتاب کے پیچھے بیٹھ کر نہیں ... میاں صاحب کے عقائد کی غلطی پر لکھ کر ان تمام یاوہ گوؤں کا منہ بند کر دیا۔

مولانا سید محمد احسن صاحب مرحوم کے اعلان کی تمہید

یہ اعلان ۴ر مارچ ۱۹۱۶ء کو شائع کیا گیا۔ اس اعلان کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:۔

"آپ سب صاحبان کو علم ہے کہ ۱۹۱۴ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کی وفات پر ہماری جماعت میں ایک اختلاف نمودار ہوا۔ اس وقت میں نے محض اتحاد قائم رکھنے کی خاطر یہ مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کر لیں تاکہ وحدت قومی قائم رہے مجھے اس وقت تک علم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد ہو چکا ہے۔ . . . . . بعد میں جب اس اختلاف نے ترقی کی اور طرفین نے ایک دوسرے کے عقائد پر روشنی ڈالی تو اس میں میری تحریروں کا حوالہ بھی دیا گیا۔ یعنی میاں محمد علی صاحب لاہور نے اس بات کو پیش کیا کہ میری تحریریں مثل سنہ ہزاریہ وغیرہ میں جو بعد وفات حضرت مسیح موعودؑ لکھی گئی تھی اپنی عقائد کا اظہار ہے جو وہ رکھتے ہیں۔ اس پر مجھے قادیان سے ایک خط اکمل صاحب کا آیا جس میں اسی امر کی طرف توجہ دلا کر آخر پر یہ لکھا گیا تھا کہ تم اپنے عقائد تبدیل کر دو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی کہ اس طرح پر جب مجھ جیسے لوگوں کو تبدیل عقائد کے لئے لکھا جاتا ہے تو بیچارے عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو قادیان کے اخبارات کے رعب میں آ کر خاموش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد قادیان کے اخباروں میں غلو کی ترقی دیکھ کر میں نے اندر ہی اندر اصلاح کی کوشش کی مگر میرے خطوط پر کوئی توجہ نہ ہوئی۔"

سید محمد احسن صاحب مرحوم کا اصل اعلان

اس تمہید کے بعد جس میں صفائی کے ساتھ اصل واقعات کا ذکر کر دیا گیا ہے اس بات کا بھی کہ کیوں ۱۹۱۴ء میں مولانا مرحوم نے میاں صاحب کو گدی پر بٹھایا اور اس بات کا بھی کہ کیوں انہیں اس جرأت کو دیکھ کر کہ آپ کو عقائد تبدیل کرنے کیلئے لکھا جاتا ہے اور غلو میں ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ وہاں سے الگ ہونے کی ضرورت پیش آئی کس قدر قوت کا اظہار ہے جس سے اصل اعلان کیا ہے۔

"پس اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کے حضور جواب دہی کا خوف کرتے ہوئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد بوجہ اپنے ان عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک ہرگز اب اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کو اپنی طرف سے معزول کر کے عند اللہ و عند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی . . .

. . . . اور جماعت احمدیہ کو اطلاع کرتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقائد کہ

(۱) سب اہل قبلہ کلمہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں۔ جزوی نبی یعنی محدث نہیں۔

(۳) اسمہ احمد کی پیشگوئی جناب مرزا صاحب کیلئے ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کے واسطے نہیں اور اسکو ایسا ثابت سمجھ قرار دینا ایسے عقائد اسلام میں موجب ایک خطرناک فتنہ کے ہیں جس کے دور کرنے کی کوشش کرنا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے . . ."

مولوی غلام حسن صاحب کی بیعت ناقابل فہم ہے

مجھے مولوی غلام حسن صاحب کی بیعت کی سمجھ نہیں آتی۔ جو پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند کی مصداق ہے۔ "الفضل" میں صفحوں کے صفحے سیاہ ہو رہے ہیں۔ مبارکباد دیں مل رہی ہیں۔ گویا کوئی عظیم الشان کفر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ یا کوئی لارڈ یا شہزادہ داخل اسلام ہو گیا۔ حالانکہ مولوی صاحب نے خود ایک سطر بھی نہیں لکھی ایک عالم کے شایان شان یہ ہے کہ وہ خود روشنی ڈالے جس طرح مولانا سید محمد احسن نے کیا

مولوی صاحب سے چند ضروری سوالات

جب تک مولوی صاحب خود خاموش ہیں۔ یہ بیعت محض ایک افسانہ ہے۔ وہ خود امور ذیل کو صاف کریں۔

(۱) وہ کیوں ۱۹۰۸ء میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی بیعت کو ناجائز سمجھتے تھے اور گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے

(۲) وہ کونسی وجوہات تھیں جنہوں نے ۱۹۱۴ء میں انہیں قادیان سے ہٹا کر ہمارے ساتھ کیا؟

(۳) وہ کونسی وجوہات تھیں جن کی بنا پر انہوں نے ۱۹۱۲ء میں شیخ غلام محمد کو مامور سمجھا۔

(۴) کیا وہ اب بھی شیخ غلام محمد کو مصلح موعود سمجھتے ہیں اور اس کے کلام میں ان کو نور اور برکت نظر آتی ہے؟

(۵) کیا انہوں نے میاں محمود احمد کی بیعت کی ہے اور کس بنا پر؟

(۶) کیا وہ میاں محمود احمد کو مصلح موعود سمجھتے ہیں؟

(۷) کیا ان کا عقیدہ کفر و اسلام کے مسئلہ میں وہی ہے جو حضرت صاحب کی بیعت سے پہلے ۱۹۳۹ء کے آخر تک پورے پچاس سال رہا۔ یا اب انہوں نے وہ عقیدہ تبدیل کر کے اہل قبلہ کے کفر پر مہر لگا دی ہے؟

(۸) اگر وہ چالیس کروڑ کلمہ گو کو جن کو ان کو بھی جنہوں نے کبھی حضرت مرزا صاحب کا نام بھی نہیں سنا کافر سمجھتے ہیں تو اس کے کیا وجوہات اب ان کو ملے ہیں جو پہلے انکی عالمانہ نگاہ سے مخفی رہے

(۹) اگر وہ انہیں مسلمان ہی سمجھتے ہیں جیسا وہ پچاس سال سے سمجھتے چلے آئے ہیں تو ایک مکفر مسلمین کو اپنا امیر یا مرشد کس طرح تسلیم کر لیا ہے۔

(۱۰) کیا جو شخص خلاف قرآن و حدیث و خلاف تحریرات و عمل حضرت مسیح موعودؑ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے وہ مصلح موعود ہو سکتا ہے؟

مولوی صاحب ان سوالات کا جواب ضرور دیں

یہ دس سوال ہیں جن کا جواب مولوی صاحب کے ذمے ہے۔ تاکہ ان کے سابقہ رفقاء کو بھی پتہ لگ سکے کہ ان کے خیالات میں کیا تغیر آیا ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اور جن میں وہ شامل ہوئے ہیں انہیں بھی معلوم ہو سکے کہ مولوی صاحب کس حد تک ان کے ساتھ ہیں اور کن باتوں میں انہیں غلطی پر سمجھتے ہیں۔

قادیانی اکابر و اخبارات سے ایک مطالبہ

قادیانی اصحاب کو شوق ہے کہ ہمیں فتنہ انداز اور دشمن مسیح موعود کہا جائے اور ان کے اخبارات جوبلی میں اول سے آخر تک ہر شخص نے . . . . یہی راگ الاپا ہے کہ پیغامیوں نے ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو ناکام کرنے کی کوشش کی ہے وہ اس بارے میں مولوی صاحب سے اتنا ہی شائع کرا دیں کہ جب ہم لوگ ۱۹۱۴ء میں قادیان سے الگ ہوئے تھے تو واقعی ہماری غرض نیک نیتی سے خدمت اسلام کا کام کرنا تھا اور مسیح موعودؑ کے کام اور عقائد کی حفاظت تھی یا محض فتنہ انگیزی اور حضرت مسیح موعود سے دشمنی تھی۔ آخر ہم ایک دوسرے کے حالات سے خوب واقف تھے

ہم لوگ قادیان سے کیوں الگ ہوئے تھے

مولوی صاحب یہی اعلان فرما دیں کہ ۱۹۱۴ء میں جب یہ انجمن قائم کی گئی اور اس وقت وہ خود موجود تھے اور اس کی والس پریذیڈنٹی انہوں نے لی۔ کی ذہنی خیالات ان کے دل میں تھے۔ کیونکہ یقیناً خیالات ہم سب کے دل میں ایک ہی تھے۔ ہم سب لوگ اس بات پر قسم کھانے کیلئے تیار ہیں کہ اگر میاں محمود احمد صاحب نے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر نہ بنایا ہوتا تو ہم ان کو امیر ماننے کے لئے تیار تھے اور ہمارا قادیان سے الگ ہونا محض اس وجہ سے تھا کہ ہم اس عقیدہ سے اسلام کا اتحاد پاش پاش ہوتا دیکھتے تھے اور ایک بڑی مصیبت کے سامنے ہم نے ایک چھوٹی مصیبت کو قبول کر لیا۔ مولوی صاحب اسی بات پر قسم کھا دیں کہ ہم لوگ اس لئے الگ ہوئے تھے کہ اپنی الگ نمبرداری قائم کریں۔

مولوی صاحب کثرت کے سامنے مرعوب ہو گئے

اگر مجھے افسوس ہے تو یہ کہ مولوی صاحب عالم ہو کر کثرت کے سامنے اسی طرح مرعوب ہو گئے جس طرح عوام الناس مرعوب ہو جاتے ہیں۔ مگر کثرت پر فخر کرنے والی قوم کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا کسی قادیانی اخبار کے جوبلی نمبر میں اس بات پر فخر کیا گیا ہے کہ ۱۹۱۵ء میں قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کا پہلا پارہ مدراس میں مطبع میں چلا گیا۔ مگر اس بات پہ شرم نہ آئی کہ آج پچیس سال بعد تک دوسرا پارہ مطبع میں نہ جا سکا۔ یہ کثرت پر فخر کرنے کا نتیجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے کام سے محروم رہ گئے۔

حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی

اں علم الٰہی میں کثرت کے لئے یہ مقدر نہ تھا کہ وہ اس کام کو کرے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کھلی پیشگوئی دعوے کے ساتھ ہی موجود ہے کہ آپ کا کام کثرت کے ہاتھوں سے نہیں ہوگا بلکہ قلیل گروہ کے ہاتھ سے ہوگا۔ ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود دعویٰ کرتے ہیں اور اسی سال یہ کشف بھی دیکھتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب۔ پہلے میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ چپ رہا۔ پھر اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب آسمان کی طرف تھا۔ میں نے اسے بھی کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ اس کا جواب سن کر میں نے کہا کہ پانچ ہزار سپاہی اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن اگر خدا چاہے تو تھوڑے بہتوں پر غلبہ پا سکتے ہیں اور میں نے کشفی حالت میں یہ آیت پڑھی۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ"

اس پیشگوئی کی تشریح واقعات کی روشنی میں

یہ پیشگوئی جو صاف دو الگ الگ گروہوں کا ذکر کر رہی ہے اب کھیانے ہو کر اسے تحریک جدید پر چسپاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا دس لاکھ میں سے حضرت مسیح موعود کے منشا کے مطابق کام کرنے والا صرف پانچ ہزار آدمی نکلا۔ باقی نو لاکھ پچانوے ہزار کو ردی قرار دے کر نکال دیا گیا۔ اگر تیس ہزار جو جلسہ جوبلی پر آئے وہ بھی کسی شمار میں نہ رہے اور پھر کتنی موٹی بات ہے کہ یہاں صاف مذکور ہے کہ دو الگ الگ آدمی ہیں۔ ایک زمین پر بیٹھا ہے اس سے ایک لاکھ آدمی مانگا ہے وہ چپ رہا۔ یہ حالت قادیان والوں کی ہے۔ ایک نظر تو یہ ہے کہ ہم لاکھوں ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے کام قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے وقت ایسی خاموشی طاری ہوتی ہے کہ پتہ نہیں لگتا ہے کہ سارا یہ کام کہاں گیا۔ نہ مرید پوچھتے ہیں کہ جب ۱۹۱۳ء میں اس زور شور سے اس کام کو سامنے رکھا گیا تھا تو ہماری ناکامی کی کیا وجہ ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو زمین پر بیٹھا ہے۔ یعنی زمینی اسباب کثرت مال اور کثرت تعداد اس کے ساتھ ہے اور سیاسی امور میں جو اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں الجھا ہوا ہے

خداداد قبولیت کا کھلا نشان

لیکن اس کے بالمقابل ایک دوسرا آدمی ہے جو آسمان کی طرف چھت کے قریب ہے۔ یعنی وہ سیاسیات سے بلند ہو کر خدا کے کام میں لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس آدمی تو تھوڑے ہیں۔ مگر جو کچھ ہیں وہ اس کام کے لئے حاضر کر دیتا ہے اور کہتا ہے ایک لاکھ میرے پاس موجود نہیں پانچ ہزار ہیں سو وہ خدمت دین کے لئے حاضر ہیں۔ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کیلئے حاضر ہیں۔ قادیانی اصحاب جو چاہیں کہتے رہیں۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ یہ پانچ ہزار آج پچاس ہزار کاپی قرآن شریف کی تین زبانوں میں ترجمہ کر کے اسے دنیا میں پھیلا چکا ہے۔ کیا یہ قبولیت خدا کی طرف سے ایک کھلا نشان نہیں؟

خدمت قرآن کے کام کی افسوسناک تحقیر

پھر سوچ لو کہ خدا کو کیا جواب دو گے۔ جب تم ان قرآن کے دنیا میں پہنچانے والوں کو کتب فروشوں کی انجمن کہتے ہو تمہارا اتنا قرآن دنیا میں پہنچانے کی توفیق ہی نہیں ملی بلکہ اس کام کو تحقارت کی نظر سے بھی دیکھتے ہو۔ آخر کتابیں تو حضرت مسیح موعود کی بھی فروخت ہوتی تھیں، لیکن جو انجمن دس ہزار قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ مفت دنیا میں پہنچا چکی ہے٭۔ اسے کتب فروشوں کی انجمن کہنا تبلیغ قرآن کے کام کی تحقیر نہیں تو اور کیا ہے

کثرت والوں کا گروہ زمینی ہے

یہ شخص آسمان کی طرف ہے یعنی اس کے مدنظر دنیا کا کوئی کام نہیں بلکہ صرف تبلیغ قرآن اس کے مدنظر ہے اور اس کا بھروسہ خدا کی نصرت پر ہے۔ ورنہ اتنا بڑا کام پانچ ہزار آدمی کس طرح کر سکتے تھے۔ کشف میں حضرت مسیح موعود کے منہ سے خود یہ لفظ نکلتے ہیں کہ پانچ ہزار تھوڑے ہیں یا پھر کشف میں صاف طور پر دو الگ الگ آدمیوں کا ذکر ہے۔ جن میں سے ایک کے ساتھ کثیر تعداد ہے۔ مگر وہ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر خاموشی اختیار کرتا ہے۔ دوسرے کے ساتھ جماعت تو قلیل ہے۔ یعنی صرف پانچ ہزار مگر وہ پانچ ہزار حضرت مسیح موعود کے کام کیلئے حاضر ہیں۔ اب یہ دو گروہ کونسے ہیں۔ ایک غیر آدمی بھی بتا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تو آیت قرآنی کم من فئۃ قلیلۃ پڑھ کر صاف بتا بھی دیا کہ یہ دو الگ الگ گروہ ہیں ایک فئۃ قلیلۃ ہے اور ایک فئۃ کثیرۃ۔ فئۃ قلیلۃ وہی ہے جو خود بھی اپنی قلت کا معترف ہے اور قادیانی اصحاب بھی دن رات اسے قلیل کہکر اس پر ہنستے رہتے ہیں اور فئۃ کثیرۃ وہی ہے جس کو دن رات یہی فخر ہے کہ ہماری کثرت ہے ہمارے جلسے میں اتنے آدمی آئے ہیں۔ کثیر گروہ اور قلیل گروہ کو کشف نے الگ الگ کر دیا ہے ان دو گروہوں کے دو الگ الگ لیڈر بھی بتا دیئے ہیں۔ کثرت والوں کا زمینی ہونا بھی دیا ہے

ہم اپنے کام کی وجہ سے قادیان پر غالب ہیں

یہ بھی بتا دیا کہ چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آ جائیگا۔ سو خدا کے فضل سے آج ہم اپنے کام سے قادیان پر غالب ہیں۔ خدا چاہیگا تو کل کو ہمیں ویسے بھی غالب کر دیگا۔ یہ خدا کی تقسیم ہے جتھہ اور مال کی کثرت جو زمینی چیزیں ہیں کثیر گروہ کے ساتھ ہیں اور کام قلیل گروہ کے ہاتھ سے ہو رہا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

خاکسار محمد علی
۲ فروری ۱۹۴۰ء

٭بذ سیرت نبویؐ اور تعلیم اسلام پر جو کتب ہیں مفت دنیا میں پہنچائی جا چکی ہیں انہیں ملا کر یہ تعداد [illegible] کے قریب ہے [illegible] اور اشتہارات کا کوئی حساب نہیں۔

توسیع جماعت کے کام میں حصہ لینے والے بزرگ

(۱)

برادرم بابو علم الدین صاحب جمشید پور سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰے کی خدمت اقدس میں تحریر فرماتے ہیں :-

امید ہے کہ آپ بفضل خداوند کریم خیریت سے ہونگے ۔ لہذا عرض ہے کہ عید کے روز آپ کی دُعا سے حسب ذیل بھائیوں نے سلسلہ میں شمولیت کی جن کے فارم بیعت حضور کی خدمت اقدس میں ارسال کئے جاتے ہیں ۔ اور ان بھائیوں کے نام حسب ذیل ہیں ۔

(۱) علی محمد صاحب ٹیپ ماسٹر کوارٹر ۱۵ ایم ٹین پلیٹ ڈاکخانہ گولموری
(۲) حکیم جان محمد صاحب کوارٹر ۱۵ ایم ″ ″
(۳) جھنڈا دوکاندار صاحب مہو بہیڑہ کھول ۱۱۶ مہارالائن ڈاکخانہ ساکچی ۔
(۴) بابو دین محمد صاحب کونیڑی اکاؤنٹ سیکشن ٹاٹا کمپنی جنرل آفس ڈاکخانہ وسٹو پورہ
(۵) بابو فتح محمد صاحب ملازم ٹاٹا کمپنی رہائش مہوبہیڑہ کھول ۱۱۹ مہارالائن ڈاکخانہ ساکچی
(۶) چوہدری مولا بخش صاحب ملازم ٹین کمپنی ڈاکخانہ گولموری ۔

یہ صرف آپکی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ معمولی کوشش سے انسان کامیاب ہو جاتا ہے ۔ جب سے جناب نے اپیل کی ہے کہ ہر ایک احمدی اس سال پانچ پانچ آدمی یا ایک نو نفر شامل کرے ۔ میں اللہ تعالٰے کے فضل سے دس شامل سلسلہ کر چکا ہوں ۔ اگر ہر ایک بھائی معمولی بھی کوشش کرے تو کامیابی یقینی ہے ۔ جمشید پور جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ پندرہ روز کے بعد میٹنگ ہو اور ہر ایک میٹنگ میں جتنے بھی شامل ہو سکیں کئے جائیں ۔ ہر ایک ممبر پر فرض کر دیا ہے ۔ سب کے ہاں جاؤ اور جو نہیں سنتا اس کو بھی سناؤ ۔ ہر ممکن کوشش کرو ......

ہم نے یہ عید کے روز فیصلہ کیا ہے امید ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ کامیاب ہوگا ۔ آپکی دعا سے جماعت نے وعدہ کر لیا ہے کہ ہم انشاء اللہ ہر طرح سے کوشش کریں گے ۔ میں نے تبلیغ پر اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے ۔ گھر میں چلتے پھرتے بھی یہی کام ہے ۔

(۲)

مکرمنا و ہادینا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰے

السلام علیکم ۔ بندہ نے تبلیغی کام بفضل ایزدی یکم جنوری ۱۹۴۷ء سے شروع کر دیا ہے اور باقاعدہ ڈائری بھی لکھی ہے ۔ قادیانیوں سے عموماً تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے ایک صاحب جو قادیانی غلو میں مبتلا تھے ۔ آپکی دعا سے انہیں وہاں سے نکالا ہے ۔ جن کا عریضہ برائے بیعت ارسال خدمت ہے ۔

محمد عبدالغنی فاروقی گجرات

نقل خط

عالیجناب حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ گو بندہ دسمبر ۱۹۰۸ء سے حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہو چکا ہوا تھا لیکن بعد میں خلافت محمودیہ کے اثرات سے ملوث ہو گیا ۔ چونکہ قادیانی جماعت سے نشست برخواست رہی اس لئے متاثر ہوتا چلا گیا ۔ اور اجرائے نبوت کے خیالات دل میں منڈلانے لگے لیکن خدا بھلا کرے ۔ شیخ محمد عبدالغنی صاحب فاروقی کا کہ ان دنوں اُن سے ملاقات ہوگئی اور چند روز ہی تبادلہ خیالات سے انہوں نے مسئلہ نبوت مجھ پر واضح کر دیا اور اجرائے نبوت کے باطل عقیدہ پر انہوں نے خوب روشنی ڈالی ۔ اب میرے دل میں شائبہ تک باقی نہیں رہ گیا ۔ میں اس عقائد اجرائے نبوت پر نفرین بھیجتا ہوں ۔ میرے لئے دُعا فرما دیں اور مجھے اپنی جماعت میں شامل کرنے کا شرف بخشیں ۔ مجھے واضح ہو گیا ہے کہ وہ صحیح تعلیم جو حضرت مسیح موعودؑ لیکر آئے تھے اس پر عمل آپکی ہی جماعت کا ہے ۔ قادیانی غلو میں پڑ گئے ہیں ۔ خدا ان کے عقائد باطلہ سے محفوظ رکھے ۔

(۳)

برادرم خان زمان جہلم سے تحریر فرماتے ہیں

سیدنا و مرشدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰے

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ حضور انور کے ارشاد کے مطابق بندہ نے تبلیغی ڈائری لکھنی شروع کر دی تھی گو بعض ناغے بھی پڑ جاتے ہیں ماہ فروری کے شروع میں انشاء اللہ تعالٰے اپنی ماہوار ڈائری کا خلاصہ آپکی خدمت عالیہ میں ارسال کرونگا ۔ دعا فرما دیں اللہ تعالٰے مجھے اس پر استقامت بخشے اور مزید عرض یہ ہے کہ بندہ نے بھی یہ وعدہ کیا تھا کہ اس سال کم از کم دس افراد کو تبلیغ کرونگا سو خدا کے فضل سے اسوقت میرے زیر تبلیغ چھ اشخاص ہیں اور مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ تعالٰے ایک ضرور شامل سلسلہ ہو جائیگا ۔

(۴)

ایک دوست راولپنڈی سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰے کی خدمت اقدس میں تحریر فرماتے ہیں کہ :- ”میں ۲ جنوری ۱۹۴۷ء کو رخصتیں گذار کر راولپنڈی پہنچا خدا کے فضل سے حسب ہدایت تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے ۔ دس غیر از جماعت اصحاب کے نام نوٹ کر لئے ہیں اور ان کو زبانی اور ٹریکٹوں اور دیگر قسم کے لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ شروع کر دی ہے ۔ علاوہ ازیں پانچ محمودی صاحبان کو تبلیغ کیلئے منتخب کر لیا ہے تبلیغ کا سلسلہ ان اصحاب کے ساتھ تو انشاء اللہ مستقل صورت میں ہوگا ۔

علاوہ ازیں عام تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری ہے ۔ ڈائری باقاعدہ لکھنی شروع کر دی ہے ۔ گذشتہ اتوار کو ایک ماتمی مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہاں احمدیت کی مخالفت میں باتیں شروع ہوگئیں مجلس میں تعلیم یافتہ اور ان پڑھ دونوں قسم کے لوگ تھے ۔ مخالفت میں باتیں کرنے والے صاحب مجھے نہیں جانتے تھے مجلس میں ایک اور صاحب نے کہا کہ لاہوری جماعت کے احمدی تو ایسے نہیں کہ انکو عام مسلمانوں سے علیحدہ کیا جائے چنانچہ وہ صاحب لاہوری احمدیوں کے خلاف خصوصیت سے ذکر کرنے لگے اور چند ایک غلط بیانیاں بھی کیں انکے کلام ختم کرنے پر میں نے انکو انکی تمام غلطیوں سے آگاہ کیا اور اصل حالات پر قریباً آدھ پون گھنٹہ تک روشنی ڈالتا رہا جس پر وہ بہت نادم ہوئے اور آئندہ اصل حالات دریافت کرنے کے لئے مجھے وقتاً فوقتاً ملنے کا وعدہ کیا ۔ علاوہ ازیں میں نے اپنے عقائد اور مسلک کو واضح طور پر بیان کیا جسکا سمجھدار طبقہ پر اچھا اثر ہوا آپ ہمارے لئے دعا فرماتے رہا کریں کہ اللہ تعالٰے ہمیں اس کام کے کرنے کی توفیق بخشے ۔“

دو ضروری قراردادیں

السنہ مشرقیہ اور پنجاب یونیورسٹی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اس افسوسناک حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ کچھ عرصہ سے پنجاب یونیورسٹی کا طرز عمل السنہ مشرقیہ کے متعلق نہایت غیر منصفانہ اور حوصلہ شکن ہے اور یونیورسٹی کے بعض حلقوں کی طرف سے ان زبانوں کے اخراج کے منصوبے متواتر ہو رہے ہیں اس تازہ تجویز پر اپنی انتہائی ناپسندیدگی اور تشویش کا اظہار کرتی ہے جو کہ عربی فارسی اور سنسکرت زبانوں کو اردو اور پنجابی کی طرح اختیاری مضمون کا درجہ دینے کے متعلق کی گئی ہے ۔ انجمن کے نزدیک یہ تجویز نہایت نامناسب بلکہ خطرناک ہے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ السنہ مشرقیہ جو کہ ہندو و مسلمانوں کے مذہب اور تہذیب کی سب سے بڑی سرمایہ دار ہیں ۔ یونیورسٹی سے قریباً معدوم ہو جائینگی ۔ جیسا کہ پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کو بخوبی معلوم ہوگا کہ اس تجویز کیوجہ سے ہندو مسلمانوں کے علمی تعلیمی اور ادبی حلقوں میں بہت بے چینی پیدا ہوگئی ہے لہذا ضروری ہے کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کا خیال فی الفور ترک کر کے یونیورسٹی کے اندر عربی فارسی اور سنسکرت زبانوں کی موجودہ حیثیت کو محفوظ و برقرار رکھنے کا اطمینان دلایا جائے علاوہ ازیں انجمن اس اپیل کی بھی پر زور تائید کرتی ہے جو کہ چند روز ہوئے اس معاملہ کے متعلق صوبہ کے متعدد ارکان اسمبلی تعلیمی و ادبی انجمنوں کے عہدہ داروں اور علوم مشرقیہ کے فضلا کے دستخطوں سے جناب وائس چانسلر صاحب پنجاب یونیورسٹی اور آنریبل وزیر تعلیم پنجاب کی خدمت میں پیش کی گئی ہے ۔

علاوہ ازیں قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول حکومت پنجاب یونیورسٹی اور اخبارات کو بھیجی جائیں ۔

(جنرل سیکرٹری انجمن)

امتناع شراب کے قانون کی ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع مندرجہ ذیل قرارداد منظور کرتا ہے اور پنجاب گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہے کہ جلد از جلد شراب کی ممانعت کے لئے ایک بل پاس کیا جائے تا کہ پنجاب کے رہنے والوں کی صحت دولت اور اخلاق کی حفاظت ہو سکے اور یہ لوگ شراب کے چنگل سے نجات پا سکیں یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ شراب نوشی کی عادت دن بدن بڑھ رہی ہے اس مصیبت کو روکنے کے لئے جو اس صوبہ کے لوگوں کا مغز استخواں تک چاٹ رہی ہے جلد کوئی قدم اٹھانا چاہئے ۔ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو اس کی حمایت کرنا چاہئے امید ہے کہ پنجاب گورنمنٹ بہت جلد اس بل کو اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے ضروری اور مناسب کاروائی کریگی ۔

متفقہ فیصلہ سے قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول پنجاب گورنمنٹ پریس اور ٹمپرنس فیڈریشن رجسٹرڈ ہال بازار امرتسر کو بھجوائی جائیں ۔

جنرل سیکرٹری انجمن

قرآن کریم تمام اخلاقی و روحانی بیماریوں کا مکمل علاج ہے

خانہ کعبہ ہمیشہ کیلئے برکات کا سرچشمہ رہیگا

حضرت مرزا صاحب دین محمدی کے خادم ہیں وہ ہرگز کوئی نیا مذہب نہیں لائے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان اللہ علیم قدیر
(النحل ۱۱۴ ۶۶ — ۷۰)

ترجمہ :- اور یقیناً تمہارے لئے چارپایوں میں سبق ہے ۔ ہم تمہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے اور کھجوروں اور انگوروں کے میووں سے ۔ تم اس سے شراب اور اچھا رزق حاصل کرتے ہو ۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے ۔ لئے نشان ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں ۔ اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی ۔ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور اس میں جو وہ بناتے ہیں ۔ پھر تمام پھلوں سے کھا اور اپنے رب کے رستوں پر فرمانبرداری سے چلی جا ۔ ان کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے ۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہے جو فکر سے کام لیتے ہیں اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ۔ پھر وہ تمہیں وفات دیتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو نہایت خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے ۔ تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے ۔ بیشک اللہ جاننے والا قدرت والا ہے ۔

اس رکوع میں اللہ تعالے نے تین چار آیتوں کے اندر اپنے احسانات کا نقشہ کھینچا ہے اور فرمایا ہے کہ انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک جس قدر ضروری اسباب اور چیزیں ، زندگی ، زندگی کے نشوونما اور اس کی ترقی و کامیابی کے لئے درکار ہوتی ہیں وہ سب ہم نے مہیا کی ہیں ۔

انسان کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے

اول انسان کو پیدا کرنا بجائے خود ایک بہت بڑا احسان ہے اور اس کو بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے ۔ —— جس شخص کا بچہ موت نے چھین لیا ہو یا جن لوگوں کے کوئی بچہ پیدا ہی نہیں ہوتا ۔ اور وہ اولاد کیلئے ترستے ہیں اور اس کی آرزوئیں کرتے ہیں ۔ وہی لوگ کچھ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کو پیدا کرنا ، اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان اور کتنی بڑی نعمت ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی کے تمام وسائل عطا فرمائے

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اسے زندگی اور نشوونما پانے کے تمام وسائل و اسباب عطا فرمائے ۔ اپنے اسی انعام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین (اور یقیناً تمہارے لئے چارپایوں میں سبق ہے ۔ ہم تمہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے)

چوپائے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا نشان ہیں

یعنی یہ چوپائے خدا کی ہستی کا نشان ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں ، دودھ والے جانوروں سے تم دودھ پیتے ہو اور ہم پلاتے ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ ان جانوروں سے دودھ پلا سکے —— دیکھ لو ، جب کوئی گائے سوکھ جاتی ہے اور دودھ دینا بند کر دیتی ہے تو تم اس سے دودھ نہیں پیدا کر سکتے خواہ کتنا ہی چارہ دانہ دو ۔ اور نہ گائے خود اختیار رکھتی ہے کہ دودھ پیدا کر سکے ۔ اس لئے فرمایا نسقیکم ۔ ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں ۔

خدائی مشین کے کرشمے

یہ دودھ کس طرح بنتا ہے ؟ اس کے متعلق فرمایا نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبناً خالصاً ۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کے پیٹ کے اندر ایک مشین لگا رکھی ہے ۔ جانور جو چارہ بھوسا اور روڑی کھاتا ہے وہ اس کے پیٹ میں جاکر گوبر بنتا ہے ۔ یہ گوبر ایک طرف چلا جاتا ہے اور اس کا لطیف حصہ خون بن جاتا ہے اور پھر اس خون کا ایک حصہ دودھ بن جاتا ہے ۔ گوبر ایک خراب اور بدبودار چیز ہے جسے ہم ہاتھ لگانا ناپسند نہیں کرتے ۔ خون ایک مکروہ چیز ہے جس کا کھانا ہم پسند نہیں کرتے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مشین یعنی جانور کے پیٹ کے اندر ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ ان مکروہ چیزوں سے دودھ علیحدہ کر لیا جاتا ہے ۔ لیکن یہ کیسا دودھ ہے ؟ خالصاً سائغاً للشاربین ۔ جو نہ صرف خالص ہے یعنی ان مکروہ اور بدبودار چیزوں کا کوئی حصہ اس میں نہیں ہے ۔ بلکہ خوش ذائقہ ہوتا ہے ۔ دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ زندگی کے کس طرح سامان عطا فرماتا ہے ۔ بچہ جب پیدا ہوا تو اس وقت اس کے لئے دودھ کی ضرورت تھی ۔ جو اس طرح اللہ تعالیٰ نے مہیا فرما دیا ۔ دنیا بھر کے حکیم اور ڈاکٹر دودھ کی تعریف کرتے اور اس کی ضرورت پر زور دیتے ہیں ۔ لیکن کسی میں قطعاً یہ طاقت نہیں کہ اس خدائی مشین کے بغیر گھاس اور چارہ سے دودھ کا ایک قطرہ بھی پیدا کر سکے ۔

اناج پھل پھول اور ترکاریاں

دودھ پی پی کر جب بچہ بڑا ہوتا ہے ۔ اسے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو دانت نکل آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طرح طرح کے اناج میوے اور پھل پھول اور سبزیاں ترکاریاں کھانے کیلئے عطا فرماتا ہے اسی کے متعلق فرمایا ۔ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکراً ورزقاً حسناً ان فی ذالک لآیۃ لقوم یعقلون

اور کھجوروں اور انگوروں کے میووں سے تم اس سے شراب اور اچھا رزق حاصل کرتے ہو ۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کیلئے نشان ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں ۔ یعنی اس دوسری سٹیج کے لئے جو کہ شیرخواری کے بعد آتی ہے ۔ ہم نے انسان کو میوے اور اناج دیئے ہیں جن سے وہ اچھا رزق حاصل کر سکتے ہیں اور اگر وہ غلط راستے پر پڑ جائیں تو انہی میووں سے شراب بھی بنائی جاتی ہے ۔

زمین کے لازوال پوشیدہ خزانے

جس طرح چارہ گائے کے پیٹ میں جاکر دودھ بنتا ہے اسی طرح یہ مٹی جو تم منہ میں نہیں ڈال سکتے ۔ تمہارے لئے تمام قسم کے اناج اور پھل اور پھول اگل رہی ہے ۔ زمین کے اندر ان چیزوں کے ختم نہ ہونے والے خزانے پوشیدہ ہیں جنہیں یہ اگال اگال کر پھینکتی چلی جاتی ہے اور یہ کم نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ایک اور نشان

ہم اس مٹی کو چکھ تک نہیں سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کے اندر سے کھجور اور انگور ، سنگترہ اور مالٹا اور بے شمار میوے پیدا کئے ہیں ۔ اس کے اندر عقلمندوں کے لئے بہت بڑا نشان ہے ۔ اس مٹی کو غور سے دیکھو ۔ پھر ان پھلوں کو غور سے ملاحظہ کرو جو اس سے تیار کئے جاتے ہیں ۔ وہ کس قدر محفوظ ہیں اور کس قدر اعلیٰ اور عمدہ ان کا پیکنگ ہے ۔ کس قدر اس کے اوپر گودے اور مغز کی حفاظت کیلئے غلاف چڑھے ہوئے ہیں ۔ نہایت پاکیزہ اور مصفا ، اصول حفظان صحت کے مطابق ۔ جرم پروف ۔ جسے انسانی ہاتھوں نے چھوا نہیں کوئی اس کے رنگ کو دیکھتا اور خوش ہوتا ہے ۔ کوئی اس کی خوشبو اور لطافت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے —— پھر ان سے بڑھ کر ایک چیز ہے جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا وہ اس کے اوصاف اور خواص ہیں یہ ایک پوشیدہ اور غیب کی چیز ہے ۔ یہ یومنون بالغیب کی طرف ایک اشارہ ہے ۔ ہر ایک چیز کا ایک غیب بھی ہوتا ہے ۔

بیماریوں کیلئے شفا کے سامان

پھر اس کے بعد ایک تیسری سٹیج آتی ہے ۔ ان پھلوں پھولوں اناج اور گوشت کو انسان زیادہ مقدار میں کھا جاتا ہے یا غذائی غلطی کرتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی شفا کے سامان بھی پیدا کئے ہیں ۔ اپنی جڑی بوٹیوں کے اندر اس نے انسانوں کی شفا کے سامان رکھے ہیں ۔

شہد کی مکھی پر خدا کی وحی

واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون ۔ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور اس میں جو وہ بناتے ہیں پھر تمام پھلوں سے کھا اور اپنے رب کے رستوں پر فرمانبرداری سے چلی جا) اس سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مکھی کو حکم دے رکھا ہے کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگوں کے رہنے کے مکانوں میں چھتے بناؤ اور تمام پھلوں میں سے کھاؤ ۔ یعنی ان کے پھولوں اور پھلوں کے رس چوسو اور فاسلکی سبل ربک ذللاً ۔ اللہ نے جو طریقے تم کو وحی کئے ہیں ۔ ان سب پر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کاربند رہو ۔

شہد کی مکھیوں کا حیرت انگیز نظام

چنانچہ ان شہد کی مکھیوں کا بڑا لمبا چوڑا ملکی نظام ہوتا ہے ہر ایک چھتے میں ایک سردار ہوتا ہے ۔ اس کی پوری اطاعت کی جاتی ہے ، اس کی فرمانبرداری کی جاتی ہے ۔ ہر وقت پہرہ رہتا ہے ۔ غیر جگہ کی مکھی کو اندر آنے نہیں دیا جاتا [illegible]

اجتماع اور اشتراک کی صورت نظر آتی ہے۔ اس کے کام میں یعنی شہد بنانے میں بڑی تحقیقات پائی جاتی ہے۔ اس کے کام میں ترتیب ہے اور اس کے کام میں خوبصورتی اور خوبی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ فاسلکی سبل ربک ذللا پر کاربند ہے یعنی تمام ان طریقوں پر پوری فرمانبرداری سے کاربند ہوتی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے اس کو سکھائے ہیں۔ اس سے انسان کو پوری فرمانبرداری کا سبق دینا مقصود ہے۔ . . . .

. . . .

. . . .

شہد میں شفا ہے

یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس۔ ان فی ذالک لاٰیۃ لقوم یتفکرون۔ (ان کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے۔ جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کیلئے نشان ہے۔ جو فکر سے کام لیتے ہیں) فرمایا کہ اس مکھی کے پیٹ سے ایک اعلیٰ درجہ کی پینے کی چیز نکلتی ہے۔ جس کا رنگ اور ذائقہ تو نظر آ جاتا ہے۔ لیکن ایک باریک شے جو نظر نہیں آتی۔ وہ اس کی خاصیت ہے۔ اس شے کے اندر لوگوں کے لئے شفا ہے۔ شہد کے فوائد کے متعلق دنیا کی مختلف زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اس کے متعلق بہت بڑا لٹریچر موجود ہے۔ یہ ایک ایسی چیز اور ایسا میٹھا ہے۔ جسے دنیا کے تمام سائنسدان بھی مل کر پیدا نہیں کر سکتے اور یہ پہلا میٹھا ہے جو انسان کو کھانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا۔ یہ گڑ اور شکر اور کھانڈ تو اس نے بعد میں ایجاد کئے لیکن شہد کی صفات کا میٹھا وہ ایجاد نہیں کر سکا۔

یہ سب کچھ اس وحی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے جو کہ ایک حقیر مکھی پر کی گئی ہے۔ پھر وہ وحی جو خیر البشر بلکہ افضل الرسل پر اتاری جائے۔ وہ انسانیت کیلئے کس قدر مفید ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا

قرآن کریم انسان کی روحانی ربوبیت کا ذریعہ ہے

وہ خدا جس نے دودھ، پھل، اناج، اور شہد وغیرہ جسم کی ربوبیت کے سامان بنائے۔ اسی نے روح کی ربوبیت کے سامان بھی پیدا کئے ہیں۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے روح کی ربوبیت کا بہت بڑا ذریعہ اور سامان فرمایا ہے۔ اس میں روح اور اخلاق کی تربیت کیلئے بہت کچھ موجود ہے۔ قرآن اپنے اندر شفا رکھتا ہے۔

حضرت نبی کریم سب سے بڑھ کر قرآن کریم پر یقین رکھتے تھے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر قرآن کریم پر یقین رکھتے اور اس کی ایک ایک بات پر عمل کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ۔ اس کے بعد پھر اس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے حضور کے حکم کے مطابق شہد دیا تھا لیکن اس سے درد زیادہ ہو گیا۔ آپ نے دوبارہ شہد پلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس سے آرام آ گیا۔ اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدق اللّٰہ و کذب بطن اخیک۔ دیکھو خدا کی بات سچی ہے تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بول رہا تھا۔

قرآن کریم تمام اخلاقی و روحانی بیماریوں کا علاج ہے

انسان کے سینے کے اندر بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حکومتوں اور قوموں کے اندر بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قوموں کے تمدنوں اور تہذیبوں کے اندر بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ان کے پادریوں، پنڈتوں اور مولویوں کے اندر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ان کی تجارت اور دوسرے معاملات کے اندر خرابیاں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان سب کا علاج قرآن کریم میں موجود ہے چنانچہ فرمایا یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ وشفاء لما فی الصدور۔ اور یہ تمام بیماریاں عربوں کے اندر موجود تھیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ ان سے شفا حاصل کی اور اعلیٰ درجہ کے با اخلاق اور باخدا انسان بن گئے وہ اس نسخہ شفا کو لیکر نکلے اور دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب کے مالک بن گئے۔ کیا کوئی شخص اس قسم کا کوئی دوسرا نسخہ بنا سکتا ہے جو تمام اخلاقی اور روحانی بیماریوں کیلئے مفید ہو۔

بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کی اصلاح کا سامان

بادشاہ اور مذہبی پیشوا جب بگڑ جاتے ہیں تو وہ انسانوں کیلئے موجب زحمت و بربادی ہو جاتے ہیں۔ پھر بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور مذہبی پیشوا اس کے ظلم پر ابھارتا ہے۔ لیکن جب یہ لوگ راہ راست پر ہوں تو یہی دنیا کیلئے موجب رحمت و برکت ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کی اصلاح کا سامان بھی موجود ہے فرمایا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ یعنی یہ مذہبی علما اور راہب لوگوں کا مال حرامخوری سے کھاتے اور بجائے راہبری کے ان کو گمراہ کرتے ہیں اور اسی طرح سے اہل حکومت کے فسق و فجور اور ظلم کے نقشے قرآن کریم نے کھینچ کر ان تمام بدی کی راہوں سے منع فرما دیا ہے واذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل۔

اسلام نے ہر مسلمان کو مولوی بنایا ہے

یہ بات بھی خوب یاد رکھو کہ اسلام کے اندر کوئی مولوی نہیں۔ اسلام نے پنڈت پادری مولوی کا نقشہ ہی تمام کر دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی جرنیل کو بھیجتے تو وہی امام ہوتا تھا نماز بھی پڑھاتا تھا۔ اسلام ہر ایک مسلمان سے چاہتا ہے کہ وہ قرآن جانتا ہو اسلام نے ایک ایک مسلمان کو مولوی بنایا ہے۔ صرف یہی ایک مذہب ہے جس نے مولویت کے عہدہ کو اڑا دیا ہے۔ اسلام مروجہ مولویت کا دشمن ہے۔

قرآن کریم میں ہر قسم کے ضروری قوانین موجود ہیں

غرضیکہ قرآن کریم میں سیاسی، تمدنی، اور معاشرتی ہر قسم کے قوانین موجود ہیں۔ اگر اس میں اقوام کیلئے قوانین موجود ہیں تو افراد کیلئے بھی موجود ہیں دیگر امور کے علاوہ قرآن کریم گھر کو جنت بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے ازدواجی زندگی کے حقوق و فرائض کے متعلق کامل ہدایات بیان فرمائی ہیں جن کی تقلید کیلئے آج عیسائی، یہودی، ہندو اور دنیا کی ہر ایک قوم مجبور ہو رہی ہے۔ کوئی بتائے کہ وید یا انجیل میں طلاق کا مسئلہ موجود ہے؟ ہرگز نہیں؟ آج ایک ہندو اور عیسائی اس بارہ میں اسلام کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہے۔

قادیان میں ایک افسوسناک لیکچر

قرآن کریم میں تمام بیماریوں کیلئے شفا موجود ہے لیکن کس قدر دکھ ہوا اس آواز کے سننے سے جو قادیان سے اٹھی۔ وہاں پر ایک لیکچرار نے کہا کہ قرآن کریم ساتویں صدی کی ضروریات کیلئے معقول علاج تھا لیکن آج جبکہ قومی رقابتیں، جنگیں اور نئے سیاسی تصورات نوع انسانی کو درپیش ہیں صرف احمدازم ان تمام مسائل کا تسلی بخش حل پیش کرتا ہے۔ گویا لیکچر کا مطلب یہ ہو کہ اس زمانہ کی بیماریوں کیلئے اسلام کافی نہیں بلکہ احمدازم کی ضرورت ہے۔ یہ کس قدر غلط بات ہے

قرآن میں تمام بیماریوں کا مکمل علاج موجود ہے

قرآن کریم میں تو ان تمام روحانی اور اخلاقی بیماریوں کی فہرست اور مکمل علاج موجود ہے۔ جو کہ نوع انسانی میں پیدا ہو سکتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم ان فی ذالک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یؤمنون۔ یعنی یہ کتاب تمام کی تمام مسائل پر حاوی ہے اور کافی ہے اور فرمایا۔ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام نسلوں کیلئے ڈرانیوالا ہو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص قوم یا زمانے کیلئے نہیں ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے نبی ہیں جس میں مشرق و مغرب اور گورے اور کالے سب شامل ہیں اور قیامت تک کیلئے ہیں۔ اگر خدا برکات کا سرچشمہ ہے تو یہ کتاب بھی برکات کا سرچشمہ ہے۔ اس کی تعلیمات کبھی ناقص ثابت نہ ہوں گی بلکہ دائمی برکات کا سرچشمہ ثابت ہوں گی اور تمام انسانیت کی ضروریات کیلئے قیامت تک کافی ہوں گی۔ ان اشارات کی موجودگی میں احمدازم کو دنیا کے ضروری مسائل کیلئے پیش کرنا باطل ہے۔

کعبہ ہمیشہ کیلئے برکات کا سرچشمہ رہیگا

اس کے علاوہ قادیان میں یہ بھی کہا جا چکا ہے کہ اب مکہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے اب اس کی بجائے قادیان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ بات بھی پہلی کی طرح غلط اور قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہے قرآن کریم میں صاف ارشاد موجود ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین (پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا ہے یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ یہ گھر برکات کا سرچشمہ اور جہانوں کے لئے ہدایت ہے) اس کی برکات ہمیشہ جاری رہیں گی اور یہ ہمیشہ کیلئے جہانوں کی ہدایت کا موجب رہیگا۔ قادیان سے اس آواز کا اٹھنا کہ مکہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو گیا ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے اور قرآن کریم کی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

مجددین دین محمدی کے چاکر ہو کر آتے ہیں

اس قسم کی باتیں خود حضرت مسیح موعود کے مشن اور آپ کے ارشادات کے برعکس ہیں۔ مجددین دین محمدی کے چاکر ہو کر آتے ہیں۔ ان کے اپنے پاس کچھ نہیں ہوتا جو کہ وہ کسی کو دے سکیں اور وہ انسان بے غیرت ہوگا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اور کسی کا محتاج رہے اور یہ سمجھے کہ آپ کے لائے ہوئے قرآن کے سوا اور بھی کوئی ہے جہاں سے اسے کچھ مل سکتا ہے

قرآن کی برکات کبھی ختم نہیں ہونگی

امت محمدیہ میں بڑے بڑے مجددین اور علما گذرے ہیں سب کا یہی خیال ہوا اور وہ سب اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلام اور قرآن کریم کے برکات کبھی ختم نہیں ہو سکتے ہیں۔ امام رازی نے آٹھ جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے۔ امام طبری نے تیس جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے علما اور مفسرین ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی بڑی بڑی ضخیم جلدیں لکھی ہیں۔ اگر قرآن کریم کے حقائق و معارف کا ذخیرہ لازوال اور ختم نہ ہونے والا ہو تو یہ لوگ کس طرح ایسی تفسیریں لکھ سکتے تھے۔ کیا یہ لوگ نعوذ باللہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے یہ تفسیریں لکھ کر قرآن کریم پر احسان کیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان میں سے ایک ایک عالم اور مفسر دل سے یہ محسوس کرتا تھا اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ قرآن کریم حقائق و معارف کا ایک کبھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم۔ امام غزالی، علامہ محی الدین ابن عربی، علامہ زمخشری اور بہت سے علما نے اسی یقین اور اعتقاد کی بنا پر قرآن کریم کی خدمت کی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا اعتقاد و مسلک

یہی اعتقاد اور یہی یقین حضرت مرزا صاحب کا تھا وہ بار بار لکھتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام اور چاکر ہوں۔ پیدائش کے وقت ہی میرا نام غلام احمد رکھ دیا گیا ہے میرا اپنا کچھ بھی نہیں۔ بلکہ میں نے جو کچھ لیا ہے اپنے اسی آقا سے لیا ہے حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ ہرگز ہرگز نہیں کیا۔ انہوں نے احمدازم

(باقی صفحہ ۱۲)

چینی مسلمان

شمالِ مغربی چین میں اشتراکیوں کا پروپیگنڈہ

(از جناب ایس۔ محمد آصف صاحب قادیانی بی۔ اے)

چینی مسلمان اور عسکریت

چین کی کل آبادی چالیس کروڑ ہے جس میں سے تین کروڑ مسلمان ہیں مسلمان زیادہ تر چین کے شمال مغربی حصص میں آباد ہیں خصوصاً شینسی کانسو، ننگسیا اور سنکی آنگ قابل ذکر ہیں۔ ننگسیا، شمالی کانسو اور تسنگھائی (کوکونار) کے علاقوں پر تو چار مسلمان جرنیلوں کی حکومت ہے جو کہ مشہور عالم "ما" خاندان کے افراد ہیں۔

یہ علاقے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے جنگی نقطہ نگاہ سے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ خاص طور پر کانسو کا علاقہ حربی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ کیونکہ وہ شاہراہ جو چین اور سنکیانگ کے درمیان واقع ہوئی ہے اور اس کے علاوہ چین اور روس کے ذرائع آمد و رفت بھی اسی علاقہ کی زد میں ہیں۔

جب سے جاپانیوں نے چین پر چڑھائی کی ہے جرنیل "اسو چیانگ کائی شک" نے اشتراکیوں کے ساتھ تعاون کر لیا ہے۔ تاکہ روسی اور چینی مل کر اپنے ایک مشترکہ دشمن کے خلاف متحدہ محاذ قائم کریں۔ اس لئے ان مندرجہ بالا حالات کی وجہ سے مسلمانوں کی بابت التفات خود بخود بڑھ گیا ہے۔

مسلمان اور چینی حکومت

چینی حکومت نے چینی مسلمانوں پر کامل اعتماد کیا ہے اور چینی مسلمان بھی اس اعتماد کے حقیقی معنوں میں حلیف ثابت ہوئے ہیں۔ چینی مسلمانوں میں توحیت کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ انہوں نے جاپانیوں کا خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا ہے اور ان کی شمال مغربی پورشوں کو قریباً روک دیا ہے اور یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ "ہان کنگ" کی فتح کے بعد چینی حکومت ایک ایسے صوبہ میں ہجرت کر گئی ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً بہت زیادہ ہے۔

اسلام اور چین

چھٹی صدی عیسوی میں اسلام چین میں داخل ہوا۔ یہ وہی زمانہ ہے جبکہ ترک چین کی شمال مغربی سرحد پر کافی شوکت حاصل کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کی ترقی کی رفتار کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں ایک ترک "خاقان" کا استقبال "ینگ ٹی" کے دربار میں نہایت شان و شوکت اور مساوی سطح پر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آخری سین شہنشاہ کا زمانہ اس امر کی خوب وضاحت کرتا ہے۔

عرب تاجروں نے ساتویں صدی کے شروع میں کینٹن کے علاقہ میں مسجدیں تعمیر کیں اور جب کنگ خاندان کو عروج حاصل ہوا۔ تو اس خاندان کی خسروانہ رواداری نے اسلام کی خوب اعانت کی اور اسلام شمال مغربی راستوں سے چین میں داخل ہو کر ملک میں پھیل گیا۔

چین میں غور ترکوں کا داخلہ

نویں صدی عیسوی میں جب بغاوت ہوئی تو گنگ شہنشاہ نے غوری ترکوں کو اس بغاوت کے دبانے کے لئے چین میں مدعو کیا۔ ان کی آمد سے اسلام چین میں مستحکم ہو گیا۔ بغاوت فرو کرنے کے بعد یہ مہاجر ترک چین میں ہی آباد ہو گئے۔ کئی صدیوں تک انہوں نے اپنی انفرادی ہستی کو قائم رکھا اور چینیوں میں جذب نہ ہوئے لیکن بالآخر انہیں اپنے ترکی نقطہ نگاہ کو بدلنا پڑا اور چینیوں کے اندر گھل مل گئے۔ آج کل وہ چینیوں کا ہی لباس پہنتے ہیں۔ وہ تقریر اور تحریر میں چینی زبان استعمال کرتے ہیں ترک خدوخال ابھی تک ان کے ہاں موجود ہیں۔ ان کا طبعی ماحول چینی ہے۔ لیکن ان کا مذہب چینیوں سے مختلف ہے۔ آجکل چین میں مسلمانوں کی ایک مستقل سیاسی حیثیت ہے

چینی مسلمان اور اشتراکیت

چینی مسلمان تین جماعتوں میں منقسم ہیں اور ان کے جماعتی اختلافات اشتراکی پروپیگنڈہ سے اثر پذیری کا باعث ہیں جو کہ ہمیشہ ان ہی کیا جاتا ہے۔ انہیں ٹیکسوں سے نجات کے وعدے دیئے جاتے ہیں۔ جو کہ ان کے لئے بہت جاذب توجہ ہیں۔ کیونکہ یہ علاقے ٹیکسوں سے لدے ہوئے ہیں۔ نیز اور ٹھیٹھ مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ ان کے مذہب اور کلچر کی ہر لحاظ سے حفاظت کی جائے گی۔ یہ امر بھی انہیں متاثر کرتا ہے۔ ان سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے ایک خود اختیاری مسلمان حکومت قائم کر دی جائیگی مختصر یہ کہ ان علاقوں میں اشتراکیوں کا پروپیگنڈہ خوب ہوا کرتا ہے

اس لحاظ سے عین ممکن ہے کہ چین کے مسلمان علاقوں میں ایک منظم اشتراکی فوج تیار ہو جائے۔ جیسے ایڈگر سنو (Edgar Snow) نے اپنی کتاب "سطلع چین پر شہاب احمر" میں بیان کیا ہے۔ یہی وہ فوج ہے جو کہ چین کی باقی افواج کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کر رہی ہے۔ مسٹر سنو کے بیان کے مطابق شمال مغربی علاقے کا چینی مسلمان سپاہی عام چینیوں کی نسبت قد آور اور مضبوط ہوتا ہے عام طور پر اس کی داڑھی گھنی اور رنگ گندم گوں ہوا کرتا ہے۔ اور بعض ان میں سے جو ترکی نژاد ہیں۔ نہایت خوبصورت اور سجیلے جوان ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں سیاہ اور موٹی اور نقوش ترچھے ہوا کرتے ہیں۔

چینی مسلمان انقلاب چاہتا ہے

ان فوجیوں کی بارکوں میں مختلف قسم کے کارٹون، اشتہارات اور رقعہ جات آویزاں ہوتے ہیں جو ان کے جنگی مقاصد کو عیاں کرتے ہیں اور ان سے صاف طور پر منکشف ہوتا ہے کہ وہ اپنے موجودہ نظام کے اندر ایک انقلاب چاہتے ہیں اور جرنیل "ما ہنگ کوئی" جو ان کا اقطاعی یعنی (Feudal) حکمران ہے اس کے خلاف وہ بغاوت کے خیالات اپنے دماغوں میں رکھتے ہیں۔ اس حکمران کے خلاف جو ایک عام نفرت پائی جاتی ہے۔ اسے کافی حد تک اشتراکی پروپیگنڈہ نے مبالغہ کا رنگ دیا ہے۔ کیونکہ اس بغاوت اور نفرت کو اپنے مفید مطلب بنا کر وہاں اشتراکی نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کی ایک سرخ فوج نہایت آسانی سے تیار کی جا سکتی ہے۔ ان مذکورہ بالا اشتہاروں اور نعرہ ہائے جنگ میں سے بعض خود اختیاری حقوق اور سوراج سے بھی متعلق ہیں۔ ان کی بندشوں میں عام چینیوں کے خلاف ایک قسم کی حقارت پائی جاتی ہے اور وہ ایک قسم کی خود مختار حکومت وہاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جن میں اسلامی عصبیت کا جذبہ زیادہ ہے وہ اشتراکی پروپیگنڈہ کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مسلم جذبات کا احترام

مگر اشتراکیوں کو خاص طور پر سرکاری ہدایات ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کریں۔ اس رویہ کا ملاؤں اور کسانوں پر خاص اثر ہے۔ سپاہیوں کو حکم ہے کہ وہ کسی مسلمان کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔ کسی مولوی اور مسجد کی ہرگز ہرگز توہین نہ کریں مسلمانوں کی موجودگی میں سؤر اور کتے کا نام نہ لیں اور اپنی گفتگو میں بدھ مت کو اسلام پر فوقیت نہ دیں۔ اس روش اور پاسداری کا مسلمانوں کی طبائع پر نہایت گہرا اثر ہے یہاں تک کہ ان کے قلوب سے اشتراکیوں کے متعلق بہت حد تک شبہات دور ہو گئے ہیں اور عام چینیوں اور اشتراکیوں کے درمیان اس رویہ سے تعلقات بہت استوار ہو گئے ہیں اور فوجوں میں ایک قسم کی یگانگت پیدا ہو گئی ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ ایڈگر سنو (Edgar Snow) ایک مسلمان سپاہی کا بیان نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہے "کہ چینی اور مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہم مسلمانوں کی رگوں میں بھی چینی خون رواں ہے ہم سب چین کے رہنے والے ہیں سو ہم ایک دوسرے سے کیوں جھگڑا کریں؟ سرمایہ دار، ساہوکار اور زمیندار ہمارے مشترکہ دشمن ہیں ہمیں اپنے جابر حکمرانوں اور جاپانیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہمارا متحدہ مقصد انقلاب ہے"۔

جرنیل "ما"

متعدد مسلمان جرنیلوں اور گورنروں نے چین کے سیاسی معاملات میں ایک نمایاں حصہ لیا ہے لیکن جرنیل ما کی شخصیت ان سب سے ممتاز ہے اس کی شہرت دنیا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ مشہور "ما" خاندان کا ایک فرد ہے۔ اس کا پورا نام جرنیل "ما چان شان" ہے اس کی زندگی نہایت ممتاز اور رومان انگیز ہے۔ وہ ایک خود ساختہ انسان ہے۔ اور اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے چین میں مشہور ہے۔ وہ پہلا چینی جرنیل ہے جو ۱۸۹۵ء سے جاپانیوں کے خلاف مسلسل طور پر نبرد آزما رہا ہے۔ اس نے ایک دفعہ پسپا ہوتے ہوئے دریائے "نونی" کے پل کو منہدم کر دیا تھا جس سے جاپانی فتح شکست میں بدل گئی تھی۔

جاپانیوں نے اس کی بہادری اور حسن تدبیر سے متاثر ہو کر اس اولوالعزم جرنیل کو رشوت کے ذریعہ خریدنا چاہا۔ اس نے بھی خوب جی کھول کر رشوت لی اور اسی رشوت سے شمال میں جاپانیوں کے خلاف ایک نہایت جری اور قوی فوج پیدا کر لی۔

اس کے بعد جو جنگ ہوئی۔ اس میں یہ افواہ پھیل گئی کہ جرنیل "ما" ہلاک ہو گیا ہے۔ لیکن ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ چند دنوں بعد جرنیل موصوف پھر جاپانیوں کے دانت کھٹے کرنے کے لئے ظاہر ہوا۔ اور گنتھر (Gunther) کے الفاظ میں اس نے روسی سرحد تک کا ایک لمبا سفر کیا اور منگولیا میں سے ہوتا ہوا پھر جنوب میں چینی افواج سے جا ملا۔

چینی مسلمان زندہ ہے

ان مندرجہ بالا حقائق سے صاف طور پر نظر آتا ہے کہ چینی مسلمان زندہ ہے اور وہ اپنی قوم، مذہب اور ملت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہے اور جب تک اس کے اندر یہ زندگی کا احساس موجود ہے۔ وہاں اسلامی کلچر اور تمدن کو کوئی خطرہ نہیں۔

(ترجمہ برائے خاص پیغام صلح)

حیرت انگیز
دوستوں کے شدید تقاضہ پر
رعایت
یہ کارخانہ دوستوں کے شدید تقاضہ کی بنا پر سال میں ایک آدھ دفعہ رعایت دیا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں اب یہ عایت ۷، ۸، ۹ فروری ۱۹۴۰ء کو دی جا رہی ہے اسلئے
جو دوست ان تاریخوں پر اپنے خطوط ڈاکخانہ میں ڈالیں گے۔ انہیں حسب ذیل ادویہ نصف قیمت پر ملیں گی۔ اس سنہری موقعہ سے نہ صرف خود ہی فائدہ اٹھایئے بلکہ اپنے دوستوں کو بھی شامل کیجئے
موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے
صدف، ابھرا آنا، پھولا، جالا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ، گوہانجنی، رتوندا، ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھتے ہیں۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے نصف قیمت ایک روپیہ چار آنے محصولڈاک علاوہ۔
جناب مولوی محمد مرتضیٰ خانصاحب
بی۔ اے سابق ایجوکیشنل انسپکٹر ریاست
منگرول حال اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور لکھتے ہیں۔ کہ مجھے ککروں کی وجہ سے آنکھوں کی خرابی کی بچپن سے شکایت رہی ہے۔ کئی ایک ادویہ استعمال کرتا رہا مگر کوئی خاص فائدہ نہ ہوا قیام لاہور کے دوران میں حسن اتفاق سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ازراہ عنایت مجھے ایک شیشی آپ کے تیار کردہ موتی سرمہ کی مرحمت فرمائی اور اس کے استعمال کے لئے ارشاد فرمایا۔ یہ سرمہ میں نے قریباً ایک ہفتہ ہی استعمال کیا ہوگا۔ کہ میرے ککروں کی شکایت تقریباً مفقود ہو گئی آنکھیں روشن اور بینائی میں بھی قابل قدر اضافہ ہوا ہیں اپنے تمام احباب سے اس بہترین سرمہ کے استعمال کی سفارش کرتا ہوں۔ یہ سرمہ واقعی امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے موجد کو جزائے خیر دے۔
اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے
ایک تجربہ کار ڈاکٹر کی رائے
اکسیر اکبر
اکسیر اکبر ۵۴ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بن گیا
اکسیر بواسیر
موتی دانت پوڈر
تریاق اعظم
رفیق زندگی
اکسیر معدہ
قبض کشا گولیاں
افیون چھڑاؤ گولیاں
اکسیر دمہ
اکسیر بچگان
بال اڑانے کی خوشبودار دوائی
مچھر پروف
تریاق درد گردہ
درد گردہ بہت تکلیف دہ بیماری ہے۔ اس کی بیخ کنی کے لئے یہ بہترین دوا ہے۔ قیمت دو روپے رعایتی ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ
تاکید
جیسا کہ اوپر اعلان موجود ہے یہ رعایت صرف چار روز یعنی ۷، ۸، ۹ فروری کیلئے ہے۔ اس لئے آپ اپنی فرمائش بھیجنے میں عجلت سے کام لیں
ملنے کا پتہ:- منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب
ست سلاجیت خالص
نزلہ، زکام، کھانسی، دمہ اور عام کمزوری کیلئے مسلم چیز ہے رعایتی قیمت ایک چھٹانک ایک روپیہ چار آنے چھٹانک سے کم دوا نہ ہوگی۔ محصولڈاک علاوہ۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انبیا و اولیا پر تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلا آتے ہیں

غرض انبیا و اولیا ابتلا سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلا نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوت ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے ہی اسکے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر رہیں۔ بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمائشوں کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ و بار میں برکت ہو پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیا کی تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلا کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلا اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا وہ ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں اور جس شخص کو اس سنت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کہ کامیابی اور نیز یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نہایت درجہ کی بدقسمتی و ناسعادتی ہو کہ انسان جلد تر بدظنی کی طرف جھک جائے اور یہ اصول قرار دیدیوے کہ دنیا میں جس قدر خدا تعالیٰ کی راہ کے مدعی ہیں وہ سب مکار اور فریبی اور دوکاندار ہی ہیں۔ کیونکہ ایسے ردی اعتقاد سے رفتہ رفتہ وجود ولایت میں شک پڑے گا۔ اور پھر ولایت سے انکاری ہونے کے بعد نبوت کے منصب میں کچھ ترددات پیدا ہو جائیں گے اور نبوت سے منکر ہونے کے پیچھے خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ دغدغہ اور خلجان پیدا ہو کر یہ دھوکا دل میں شروع ہو جائیگا کہ شاید یہ ساری بات ہی بناوٹی اور بے اصل ہے، اور شاید یہ سب اوہام باطلہ ہی ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں جمے ہوئے چلے آئے ہیں، سو اے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنیوالو! اور اے صداقت کے بھوکو اور پیاسو یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لیجانے کے لئے ولایت اور اسکے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کے لئے پناہ ہ۔

(ماخوذ از حقانی تقریر)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مزاج تا حال ناساز ہو گو پہلے کی نسبت افاقہ ہو لیکن اس افاقہ کی رفتار سست ہے ڈاکٹروں نے دو تین ہفتے مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ احباب بالخصوص حضرت امیر کی تندرستی و توانائی کیلئے خصوصیت کیسا تھ دعا کریں۔

— جناب عبدالرحمان صاحب ٹیچر ... ضلع ہزارہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر کے شامل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

— چودھری عطا الٰہی صاحب سیکنڈ ماسٹر مڈل اسکول برنالہ ریاست جموں کا صاحبزادہ عزیز لطیف اللہ امسال انٹرنس کے امتحان میں شریک ہو رہا ہے وہ اسکی کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— جناب راجہ محمد خاں صاحب کلرک آف کورٹ کرنال برادر حقیقی جناب غلام محمد صاحب ڈسٹرکٹ ناظر سرگودھا بعارضہ بخار بیمار ہو کر میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں، احباب ان کے لئے دعائے صحت کریں۔

— جناب محمد فردوس صاحب تھرڈ ماسٹر اکوڑہ ضلع پشاور یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی ڈیڑھ سالہ بچی عزیزہ ... بیگم ۲۰ فروری کی درمیانی شب کو بعارضہ نمونیہ و تپ محرقہ وفات پا گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس صدمہ میں ہمیں ماسٹر صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور انکی اہلیہ محترمہ کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

— ہمارے محترم دوست جناب خان محمد صاحب ... سب انسپکٹر پولیس احمد پور سیال اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات کی وجہ سے مختلف خانگی مشکلات میں مبتلا ہیں احباب ان کے لئے بھی خصوصیت کے ساتھ دعا کریں۔ موصوف ہماری جماعت کے مخلص رکن ہیں۔

اسلامی دورِ حکومت اور فرقہ وارانہ سوال[1]

(از۔ ایس۔ محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے)

چودھویں صدی عیسوی سے لیکر بیسویں صدی تک ہندوستان میں فرقہ وارانہ سوال بالکل مفقود تھا۔ اس طویل عرصہ میں ہندوستان پر مسلمان حکمران رہے اور انہوں نے اپنی نالیطی میں کبھی فرقہ وارانہ سوال کو پیدا نہیں ہونے دیا۔ فرقہ وارانہ قضیے صرف بیسویں صدی کی پیداوار ہیں۔ جن کے پس پشت ہمیں بعض سیاسی حکمتیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ ورنہ اس سے پہلے ہندو رعایا اور مسلمان راعی اس نوعیت کے جھگڑوں سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ ذیل میں ہم چند اقتباسات الفنسٹن صاحب (Elphinstone) کی تاریخ ہندوستان سے جسے کول صاحب (Cowell) نے ۱۸۸۹ء میں مرتب کیا۔ پیش کرتے ہیں۔ صاحب موصوف رقمطراز ہیں:۔

"ہندوؤں کو کسی حد تک حقارت سے تو دیکھا جاتا تھا۔ لیکن ان کے خلاف مسلمانوں کے قلوب میں کسی قسم کا بغض اور عناد نہ تھا۔ ان پر جزیہ لگا ہوا تھا اور بعض ناگوار امتیازات بھی موجود تھے۔ لیکن وہ مذہبی لحاظ سے بالکل آزاد تھے۔ وہ بڑے بڑے ہندو جو بلند مرتبت عسکری سردار گذرے ہیں شاید بڑے بڑے زمیندار ہوں۔ جنہوں نے اپنی فوجی امداد کے بل بوتے پر یہ فوجی تفوق حاصل کیا ہو لیکن اس میں ہرگز شک نہیں ہے کہ ہندوؤں کو مدنی عہدوں پر سرفراز کیا گیا۔ . . . . .

مبارک خلجی کے عہد حکومت میں تو انتظام اور دربار کی ساری روح ہندوانہ تھی"۔

"شیر شاہ سوری کے عہد میں ہندوؤں کو بعض فوجی عہدے حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت کے ابتدا سے ہی اس پالیسی پر عمل شروع کر دیا تھا۔ شیر شاہ کے نہایت ممتاز سرداروں میں سے ایک "برہم جیت غوڑ" تھا . . . . اسے ہی ہمایوں کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ قریباً محمود غزنوی کے وقت سے ہی ہندوؤں کو اسلامی فوج کے عہدے حاصل کرنے کی اجازت تھی"۔

"شیر شاہ سوری وہ سب سے پہلا حکمران ہے جس نے خالص ہندوستانی حکومت کے تخیل کو بروئے کار لانا چاہا جس کا انحصار رائے عامہ پر ہو"۔

"محمد عادل شاہ نے ۱۵۵۳ء میں سارا انتظام حکومت ایک ہندو "ہیمو" نامی کے سپرد کر دیا۔ جو کبھی نہایت غیر معروف انسان تھا۔ جس کی شکل و شباہت اس کے حسب و نسب سے بھی زیادہ نفرت انگیز تھی"۔

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے خوب روشن ہو گیا ہوگا۔ کہ مسلمان حکمرانوں کو ہندوؤں پر بہت اعتماد تھا اور ان کے دماغ کے کسی گوشہ میں بھی فرقہ وارانہ خیالات نہیں پیدا ہوئے تھے۔ ورنہ جہاں اس قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں وہاں اعتماد بالکل مفقود ہوتا ہے۔ خصوصاً حکومت کے معاملہ میں تو اعتبار بالکل اٹھ جاتا ہے جس زمانہ میں مسلمانوں نے ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تمام دنیا میں مذہبی تعصب کا دور دورہ تھا دنیا کی تمام حکومتیں غیر مذاہب میں دخل دینا اپنا فرض منصبی خیال کرتی تھیں یورپ میں گو ایک ہی مذہب عیسوی رائج تھا لیکن اس مذہب ہی کے متعدد فرقوں میں جو خون آشامیاں ہوئی ہیں ان کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس دور میں ہمیں سارے کا سارا یورپ خاک و خون میں لتھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن ہندوستان جہاں حکمرانوں اور محکوموں کے مذاہب میں بعد المشرقین تھا۔ ہم مذہبی رواداری کی گنگا بہتی ہوئی دیکھتے ہیں۔ . ایک دوسرے کے مذہبی اعتقادات کا اتنا احترام ہے کہ جسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے شہنشاہ اورنگ زیب کو ہندو مؤرخین مذہبی لحاظ سے بہت متعصب خیال کرتے ہیں لیکن اس صالح اور مسلمان شہنشاہ کا دور حکومت بھی جو ۱۶۵۹ء سے ۱۷۰۷ء تک ہے۔ ہندوؤں کے لئے سیاسی حقوق کے لحاظ سے ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ بنگال میں تو ہندوؤں کو بہت فوقیت حاصل تھی سول محکمہ کے ممتاز عہدوں میں سب ہندو بھرے ہوئے تھے۔ فوج میں بھی انہیں بڑے بڑے مرتبے حاصل تھے۔ اگر اس مغل شہنشاہ کے دل میں ہندوؤں کے خلاف طبعی حقارت ہوتی۔ تو ہندوؤں کو یوں اس کے زمانہ میں امتیاز اور تفوق حاصل نہ ہوتا خیر اس بنگال کے ذکر کو تو چھوڑیئے۔ خود دہلی میں جو سلطنت مغلیہ کا پایہ تخت تھا۔ محکمہ مال کا افسر اعلیٰ ایک ہندو تھا۔ چنانچہ جے۔ این سرکار ہندو مؤرخ ایک جگہ لکھتا ہے:۔

"اسی طرح جب جعفر خاں کو وزیر اعظم بنایا گیا اور شاہجہان کے بیٹوں کی خانہ جنگی کے دوران میں بھی وہی وزیر اعظم تھا۔ محکمہ مال کا انتظام دیوان رگھوناتھ کھتری کے ہاتھ میں تھا جو کہ ایک معمر اور تجربہ کار انسان تھا۔ اورنگ زیب نے حکومت حاصل کرنے کے بعد محکمہ دیوانی کے اس عارضی انتظام کو جاری رکھا اور دیوان رگھوناتھ کو راجہ کا خطاب دیکر اس کے اعزاز کو بڑھا دیا"۔

شہنشاہ اورنگ زیب کے متعلق تعصب کے افسانے بعد میں تراشے گئے ہیں۔ ورنہ ان میں اس تعصب کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ الفنسٹن صاحب ایک جگہ تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں:۔

"یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ ایک ہندو کو بھی سزائے موت سزائے قید یا اور کسی قسم کی زحمت صرف مذہب ہی کی وجہ سے گوارا کرنی پڑی ہو۔ یا ایک فرد واحد کو بھی علانیہ وظائف مذہبی ادا کرنے سے روکا گیا ہو"۔

اورنگ زیب نے سیاسی اور ملکی معاملات میں کبھی مذہبی تعصب کو قریب تک نہیں پھٹکنے دیا۔ راجپوتوں اور ان کے سرداروں کی خدمات کی بہت قدر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ جسونت رائے اور جے سنگھ کی مثالیں اس ضمن میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ان راجپوت جرنیلوں کو بہت اہم مہموں پر روانہ کیا گیا۔

بنگال میں تو عرصہ دراز تک فرقہ وارانہ سوالات کا فقدان مطلق رہا ہے۔ ہندو اور مسلمان باہم اس طرح گھل مل کر رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس سنہری دور کا مقابلہ موجودہ واقعات اور حالات سے کیا جائے۔ تو دل میں اس تغیر عظیم کو دیکھ کر ایک پھانس سی چبھ جاتی ہے۔ بنگال کے مسلمان حکمران مذہبی لحاظ سے نہایت درجہ کے روادار تھے۔ وہ بنگالی زبان کے سرپرست تھے۔ درباریوں نے اپنی زندہ جاوید نظموں میں ان کی تعریف کے گیت گائے ہیں۔ بنگال کے زمیندار یورپ کے اقطاعی سرداروں (Feudal Lords) کی طرح ہوا کرتے تھے مسلمان بادشاہ ان زمینداروں جو کہ اکثر ہندو ہوا کرتے تھے کے اندرونی معاملات میں ہرگز دخل انداز نہیں ہوا کرتے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ تیرھویں صدی سے لیکر پلاسی کی لڑائی تک بنگال کے ہندوؤں نے یہ کبھی محسوس نہیں کیا کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر نگیں ہیں۔

وہ شخص جو نہایت سچی نگاہ سے تاریخ ہندوستان کا مطالعہ کرتا ہے۔ صرف وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اکبر اعظم نے ہی مذہبی رواداری کی پالیسی اختیار کی۔ ورنہ تاریخ کے طالب علم کی نگاہوں سے یہ حقیقت اوجھل نہیں کہ مسلمان حکمران بحیثیت مجموعی روادار تھے اور فرقہ وارانہ خیالات سے بالا تھے۔ اس قسم کی اسلامی عصبیت کا وجود جو ہندوؤں کے لئے مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے مضر رساں ہو مسلم حکمرانوں کے عہد حکومت میں نہیں ملتا۔ ایسی مثالیں عام ہیں جن میں مسلمان فرمانروا جارحانہ اور دفاعی طور پر ہندوؤں سے متحد ہوئے اور یہ اتحاد اور اشتراک مسلمانوں کے خلاف ہوا کرتا تھا۔ اور ایسا ہی ہندو رؤسا مسلمانوں کے ساتھ ایسے میثاق میں شامل ہوئے۔ اگر ہندوستان کے اندر فرقہ وارانہ روح موجود ہوتی تو یہ نظیریں ہرگز نہ ملتیں۔ یہ فرقہ وارانہ سپرٹ جس سے بھارت ماتا کا دامن خون آلود ہے۔ اسلامی عہد سے بہت بعد کی چیز ہے جسے دور حاضر کی سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیوں اور مغربی تاثرات نے پیدا کیا ہے۔ ورنہ پہلے ہندوستان میں گائے اور باجہ کے قضیے موجود نہ تھے۔ بلکہ ہندو مسلمان ایک دوسرے کے مذہبی اعتقادات کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔

اگر بنیادی لحاظ سے دیکھا جائے تو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک تمدنی تفریق پائی جاتی ہے۔ ان دونوں کے اصول کچھ اس قدر ایک دوسرے سے علیحدہ واقع ہوئے ہیں کہ ان میں ایسے مشترکہ عناصر نہیں پائے جاتے۔ جن سے تصادم واقع ہو سکے۔ اگر سیاسی مذہب کا یہ تقاضا نہ ہو کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک وسیع خلیج پیدا کر دی جائے تو ایسے امکانات بہت کم ہیں جن سے ان دو ہمسایہ قوموں کے درمیان فتنہ و فساد اور فرقہ وارانہ خیالات کے پنپنے کا اندیشہ ہو۔ کسی قوم کے زمانہ حال پر اس کا زمانہ ماضی ایک بہترین شہادت ہوا کرتا ہے۔ بیسویں صدی سے قبل ہندو اور مسلمان نہایت صلح اور آشتی سے رہا کرتے تھے۔ ان کے قلوب اتنے تنگ نہ تھے کہ وہ محض گائے اور باجہ کے سوال پر بھڑک اٹھیں۔ اگر اب بھی ان دونوں قوموں کے رؤسا اور افراد چاہیں تو اپنی قدیم روایات کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دوسرے کے مذہبی اعتقادات اور مذہبی رجال عظیم کا احترام کیا جائے۔ جب تک ان دو قوموں کے دل میں ایک دوسرے کے مذہب کے لئے رفق و ملائمت کے جذبات پیدا نہ ہوں گے۔ اس وقت تک ہندوستان کے بھلے دن لوٹ نہیں سکتے۔ سوراج اور خود اختیاری حکومت کے دعوے محض ریگ رواں ہو کر رہ جائیں گے اور ابد الآباد تک وہ نصب العین حاصل نہ ہو سکے گا جس کے حصول کیلئے آج ہندی لیڈر کوشاں ہیں۔ ہندو مسلمانوں کی باہمی خلفشار اور سر پھٹول ہی ہندوستان کی محکومی کا باعث ہے اور غیروں کو اس پر فوقیت حاصل ہے

ابن بن کر بستی میں خبر بھی ہے تجھے ۔ گلشن اعدا پہ تیری باہمی خونریزیاں

حیف اے ہندوستاں صد حیف، اے ہندوستاں

---

[1] اس مضمون میں ر۔ بی۔ سی رائے کی ریسرچ سے استفادہ کیا گیا ہے

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم جمعہ ۳۰ ر ذوالحجہ ۱۳۵۸ھ ہجری | نمبر ۸

غضِ بصر کا پُرحکمت قرآنی حکم

بداخلاقی کا انسداد شریعت اسلامی کی پیروی کے بغیر ناممکن ہے

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔

یہ ایک نہایت ہی افسوسناک اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں فسق و فجور بڑھ رہا ہے پاکیزگی نفس اور جنسی اخلاق کا فقدان روز افزوں ہے۔ عریانی، بےحیائی اور مادر پدر آزادی کا دنیاوی طوفان چاروں طرف اُمڈا ہوا ہے جس میں اولاد آدم غرق ہوتی چلی جارہی ہے عصمت اور نیک چلنی کی حیثیت بہت گھٹ چکی ہے۔ دور حاضر کے ضابطہ اخلاق نے بےشمار روح کش اور اخلاق سوز معصیتوں کو جائز قرار دے رکھا ہے۔ یورپ کی کیفیت سب جانتے ہیں۔ وہ اس بارہ میں انتہا کے قریب پہنچ چکا ہے۔ یاں اس کا قدم روز بروز آگے ہی اٹھتا چلا جارہا ہے۔ مغربی تہذیب کے اثرات کی وجہ سے ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک میں بھی بےحیائیاں اور بداخلاقیاں ترقی پر ہیں شرافت کا معیار بھی رفتہ رفتہ بدل رہا ہے۔ ہماری آئندہ نسلوں کا ایک بڑا حصہ تقلید کی رو میں بہ کر یورپ کے پیچھے پیچھے اخلاقی بربادی کے ہولناک غار کی طرف دیوانہ وار دوڑ رہا ہے۔ نوجوان کھل کھیلے ہیں۔ تہذیب جدید کی ہوائے تند نے عورتوں کے صرف نقاب اور گھونگٹ ہی نہیں الٹے بلکہ ان کو نیم عریاں کرکے چراغ خانہ سے شمع محفل بنادیا ہے —— آج اس شمع کی روشنی میں ہماری قدیم روایات کا قتل عام ہو رہا ہے جسے دیکھ دیکھ کر شیطان خوشی سے بےخود ہو کر ناچ رہا ہے —— نیم عریاں لباس، مخلوط اجتماعات —— صرف یہی نہیں بلکہ رقص، مرد و زن کی مخلوط محفلیں اور مخلوط جلوس۔ ان میں سے وہ کونسی چیز ہے جو ہندوستان میں رواج نہیں پا رہی ہے؟ —— یہ تو منظر عام کی کیفیت ہے، کلبوں اور پارکوں، کوٹھیوں اور کالجوں کے گوشوں میں مغرب زدہ طبقہ جو کچھ کر رہا ہے اس کی کچھ نہ پوچھئے۔ العظمۃ للہ

یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے جواز وحمایت میں "روشن خیال" حضرات و خواتین خواہ کچھ کہیں لیکن ان لوگوں میں بھی اس اخلاقی بربادی پر ماتم یا کم از کم ان کا اعتراف کرنے والے موجود ہیں۔ بلند پایہ یورپین مصنفین کا ایک ایسا طبقہ ہے جو یورپ کی اخلاقی پستی اور وہاں فسق و فجور کی روز افزوں ترقی کا برملا اقرار کرتا رہتا ہے۔ ان مصنفین میں مسٹر ایس سورش امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں اپنے ایک مضمون میں یورپ کی ہلاکت آفرین آبرو باختگی پر ماتم کرتے ہوئے وہاں کی نوجوان لڑکیوں کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

"پرانے زمانہ میں کسی عورت کے بےعصمت اور عفت باختہ ہوتے ہی وہ سوسائٹی کی نظروں سے گر جاتی تھی اور لوگ اسے منہ لگانا شرافت سے بعید سمجھا کرتے تھے لیکن ذرائع منع حمل کی کثرت اور دوشیزگی کی بےقدری کی وجہ سے اب یہ حال ہے کہ نوجوان لڑکیوں کی نہایت کثیر تعداد شہوت رانی کے ہر ایک موقع سے "فائدہ" اٹھاتی ہے اور سوسائٹی کے ہر درجے کی لڑکیاں شہوت پرستی میں بڑے ذوق و شوق کا اظہار کررہی ہیں۔۔۔ متوسط اور مزدور طبقے کی لڑکیاں لباس اور بناوٹ زینت کے ذریعے مردوں کے جذبات برانگیختہ کرنے میں بیسواؤں کا بڑے زور سے مقابلہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ وہ نہایت فحش قسم کا لباس پہننے لگ گئی ہیں بلکہ اپنے رخساروں کو چمکانے اور ہونٹوں اور ناخنوں کو سرخی سے مزین کرنے میں بہت اہتمام کرتی ہیں۔۔۔۔ مختصر یہ کہ اب معزز گھرانوں کی لڑکیاں مردوں کے جذبات برانگیختہ کرنے میں بازاری عورتوں سے کسی حالت میں کم نہیں۔ بلکہ ان کی ہوبہو نقل اتار رہی ہیں"

ہمارے برادران وطن جو تہذیب مغرب کی تقلید میں مسلمان قوم سے کچھ آگے ہیں۔ ان کے ہاں بھی موجودہ آزادی کے نتائج تلخ کا اظہار شروع ہوچکا ہے۔ اور آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ انہیں مجبوراً اپنی بےراہ روی کا اقرار کرتے ہوئے صدائے ماتم بلند کرنی پڑتی ہے۔ اور اب تو مسلمانوں کے ہاں بھی یہ چیز نادر نہیں رہی۔ تقلید مغرب کے ساتھ ساتھ انہیں اخلاقی بربادی کے تجربات بھی ہونے شروع ہوگئے ہیں۔

یورپ حیران ہے کہ وہ اس طوفان معصیت سے کیونکر نکلے اسے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اس کی حالت ایک تیز و تند طوفانی ندی میں غرق ہونیوالے بےبس آدمی کی سی ہے۔ ہندو قوم کے مفکرین اور لیڈر اس کا علاج برہم چریہ، اصلاح نفس اور پاکیزگی نفس بتاتے ہیں لیکن ان کا یہ طریق علاج غیر واضح اور قریباً ناقابل عمل ہے اس لئے ناکام ہے۔ سوسائٹی کی اصلاح محض کسی بلند نظریہ یا فلسفہ سے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کیلئے عملی اور مؤثر تدابیر کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کم از کم اس مرض کے علاج کی حد تک ہندو فلسفہ اور ہندو دھرم بالکل عاجز ہیں۔ نامناسب حالات سے چشم پوشی کرکے محض وعظ پر اکتفا کرلینا غلطی ہے

دنیا بالخصوص یورپ اور ہندو قوم بہت سے معاملات میں اسلامی تعلیمات کے آگے جھک چکی ہے۔ اس بارہ میں بھی دنیا کو اسلام کے آگے جھکنا یا اصل خانی بربادی کو قبول کرنا پڑیگا۔ اسلام نے سوسائٹی کو بداخلاقی سے محفوظ رکھنے اور پاکیزگی اخلاق کیلئے نہایت ہی پرحکمت اور عملی قوانین مقرر کئے ہیں۔ ایک طرف مردوں اور عورتوں دونوں کو غض بصر یعنی نیچی نظریں رکھنے کا حکم دیا اور عورتوں کو اپنی زینت کے اظہار سے منع فرمایا۔ دوسری طرف مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماعات کو حتی الامکان روکا اور ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرنیوالوں کیلئے سخت تعزیر مقرر کی۔ اگر آج دنیا ان احکام پر عمل شروع کردے تو بداخلاقی اور عصمت و اخلاق کی بربادی کا یہ ہولناک طوفان جو آج چاروں طرف اُمڈا ہوا ہے چند سالوں میں فرو ہو سکتا ہے۔

ہندوستان کی آیندہ مردم شماری

ہندوستان کی آیندہ مردم شماری ۱۹۴۱ء میں ہونیوالی ہے۔ پہلے خیال تھا کہ شاید جنگ کی وجہ سے یہ ملتوی ہوجائے لیکن اب قابل وثوق ذرائع سے اس خیال کی تردید ہوگئی ہے۔ گذشتہ مردم شماری ۱۹۳۱ء میں ہوئی تھی اس وقت ہندوستان کی کل آبادی ۳۵ کروڑ ۲۰ لاکھ تھی۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ گذشتہ دس سال میں قریباً ۱۳ فیصدی آبادی بڑھ گئی ہوگی اگر ان کا یہ اندازہ صحیح ثابت ہوا تو ۱۹۴۱ء میں کل آبادی ۴۰ کروڑ سے بھی تجاوز کرجائیگی بالفاظ دیگر یہ اضافہ گذشتہ ساٹھ سال کے مجموعی اضافہ سے بھی زیادہ ہوگا۔ اور ہندوستان کثرت آبادی کے لحاظ سے چین کی قریباً برابری کرنے لگے گا۔ سرکاری حلقوں میں مردم شماری کی تیاریاں سرگرمی کیساتھ ہورہی ہیں آیندہ ماہ دہلی میں ہندوستانی صوبوں اور ریاستوں کی مردم شماری کے سپرنٹنڈنٹوں کی ایک اہم کانفرنس منعقد ہونیوالی ہے جس میں بعض اہم امور پر غور کیا جائیگا۔

لیکن مسلمانوں کے لئے ان سرکاری تیاریوں سے زیادہ وہ تیاریاں اور عزائم قابل توجہ ہیں جو آیندہ مردم شماری کے سلسلہ میں ہمارے برادران وطن کررہے ہیں۔ ایکطرف اُن کے ہاں اس بات پر ماتم کا سلسلہ نہایت باقاعدگی کیساتھ شروع ہوچکا ہے کہ ہندوؤں کی تعداد روز بروز کم ہورہی ہے اور مسلمان اور عیسائی نہایت تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں۔ اسکے متعلق ۔۔۔ تحقیق و کوشش سے اعداد و شمار فراہم و تصنیف کرکے شائع کئے جارہے ہیں۔ بڑے "مؤثر" اور دردانگیز مقالات لکھے جارہے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی یہ شور و مطالبہ بھی جاری ہے کہ حکومت آیندہ مردم شماری کے ایسے انتظامات کرے کہ ہندوؤں کی تعداد اصل سے کم ظاہر نہ ہو۔ ہندوؤں کے اس مطالبہ سے اصولی طور پر ہم متفق ہیں۔ بیشک ایسا معقول اور تسلی بخش انتظام ہونا چاہئے کہ ہندو اور دوسری تمام اقوام کی صحیح تعداد شمار ہوسکے اور علاوہ ازیں ان ریشہ دوانیوں اور ہتھکنڈوں کا بھی انسداد ضروری ہے جو کہ مردم شماری کے موقعہ پر بعض ہندو اور آریہ سماجی افسر اور کارکن کیا کرتے ہیں۔ اچھوت اور نومسلم اقوام کو چپکے سے یا ان پر مختلف اثرات ڈال کر ہندو لکھوا دینا پنجابی اُردو اور دوسری زبانیں بولنے والوں کی زبان ہندی درج کرلینی اور اسی قسم کی بہت سی چالاکیاں ہیں جو یہ لوگ اس موقعہ پر کیا کرتے ہیں۔ دراصل ہندوؤں کی طرف سے موجودہ ماتم سرائی اور شور و غوغا کا سلسلہ محض اسلئے شروع کیا گیا ہے تاکہ بےقاعدگیاں کرنیوالے ہندو کارکنوں کیلئے ایک آڑ مہیا کی جاسکے —— اس قسم کی حرکات ہندو قوم کا شیوۂ قدیم ہیں۔ ظالم مظلوم نما بننے میں یہ لوگ خوب ماہر ہیں۔

مسلمانوں کو کسی قسم کی بےقاعدگی اور بددیانتی کی قطعاً ضرورت نہیں انہیں نہایت سختی کیساتھ اس قسم کی حرکات نازیبا سے مجتنب رہنا چاہئے اور انکی بجائے اس بات کا خاطرخواہ اہتمام کرنا چاہیئے کہ مخالف کسی قسم کی شرارت نہ کرسکیں اور مردم شماری کے افسر اور کارکن تساہل اور بیجا چشم پوشی سے کام نہ لیں۔ ہم اس بات کو خاص طور پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ پنجاب کی اسلامی اکثریت ہندوؤں کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہی ہے وہ مردم شماری کے موقعہ پر اس کی حیثیت کو کم کرنیکی ہر ممکن کوشش کرینگے لہذا مسلمانان پنجاب کو بہت زیادہ ہوشیار اور باخبر رہنے کی ضرورت ہے اس خطرے سے بچاؤ کی ایک مؤثر تدبیر یہ ہے کہ مسلمان اور اچھوت آبادی کی مردم شماری کی نگرانی کا منظم انتظام کیا جائے تعلیمیافتہ مسلمان نوجوان اور محلوں اور بستیوں کے بااثر اصحاب محکمہ مردم شماری کو اپنی آنریری خدمات پیش کریں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مسلم لیگ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ احباب جماعت کو بھی جگہ جگہ مقامی حالات ملحوظ رکھتے ہوئے اس کام میں دوسری اسلامی جماعتوں اور محکمہ مردم شماری کے اہلکاروں سے پورا تعاون کرنا چاہیئے

شذرات

"جوبلی فنڈ"

انجمن کے جوبلی فنڈ میں احباب و خواتین جماعت نے جس خاص ذوق و شوق کے ساتھ حصہ لیا۔ وہ ان کے جوش دینی اور ولولہ خدمت اسلام کا ایک تازہ اور دل خوش کن ثبوت ہے۔ چند ہزار افراد کی ایک مختصر و غریب جماعت کا دیگر متعدد مستقل قومی چندوں کے بوجھ کے باوجود چند ماہ کے قلیل عرصہ میں محض خدا کی رضا کی خاطر قریباً دو لاکھ روپے کی رقم خطیر کا ذمہ لے لینا ایک ایسا واقعہ ہے جس کی مثال مسلمانوں کی دور حاضرہ کی تاریخ میں غالباً نہیں مل سکتی۔ "جوبلی فنڈ" کی تحریک کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت نے جس قابل قدر ایثار کا مظاہرہ کیا۔ اس سے نہ صرف خدمت اسلام کے لئے ایک مضبوط "سرمایہ محفوظ" کی بنیاد قائم ہو گئی۔ بلکہ اس کا اخلاقی اثر بھی اسلامی اور غیر اسلامی حلقوں پر بہت عمدہ ہوا حتیٰ کہ بعض مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کیلئے جس قدر قربانی یہ چھوٹی سی جماعت کر رہی ہے وہ فی الواقعہ بے نظیر ہے۔ ضرورت ہے کہ اس طرح ہم نے جو بنیاد قائم کی ہے اسے زیادہ مضبوط بنا دیا جائے اور اس کے اوپر ایک عالیشان عمارت تعمیر کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

غالباً یہ امر محتاج تشریح نہیں کہ ابھی "جوبلی فنڈ" کی تحریک کے متعلق بہت سی باتیں تشنہ تکمیل اور مزید توجہ و سعی کی طالب ہیں بے شک اس فنڈ میں احباب و خواتین جماعت کی معقول تعداد نے حصہ لیا ہے لیکن ابھی تک ہمارے ایسے بھائی بہنیں بھی موجود ہیں جنہیں۔۔۔ شرائط کے مطابق اس فنڈ میں شرکت کرنی چاہئے تھی لیکن انہوں نے شرکت نہیں کی۔ اب ان کی طرف سے جلد از جلد اس فروگذاشت کی تلافی ہو جانی چاہئے۔ بعض دوستوں کی طرف سے وعدوں کے ایفا میں بھی کچھ تساہل ہو رہا ہے جو قابل افسوس ہے۔ اس شکایت کا فوری ازالہ بھی ضروری ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سال کے شروع میں جوبلی فنڈ کو وسعت و ترقی دینے کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ لیکن وہ اپنی علالت کی وجہ سے تاحال اس کام کی طرف توجہ نہیں فرما سکے۔ حضرت ممدوح کے پرسنل اسسٹنٹ مولوی مرتضےٰ خانصاحب کی ایک تحریر جوبلی فنڈ کے متعلق مشرح نظرات ہذا میں درج کی جا رہی ہے احباب اسے بغور مطالعہ فرمائیں۔

رشتوں ناطوں کے متعلق چند ضروری باتیں

باہمی رشتوں ناطوں کی ضرورت و اہمیت سے احباب بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارا مسلک اور عقائد بالکل واضح ہیں۔ ہم جماعت سے باہر رشتوں کو شرعاً ناجائز نہیں سمجھتے۔ مگر موجودہ صورت حالات کا تقاضا یہی ہے کہ تمام وابستگان سلسلہ اپنے لڑکے لڑکیوں کے رشتے جماعت کے اندر ہی کریں۔ تنظیم و استحکام جماعت کا مقصد بھی ہم سے اس پابندی کا طالب ہے ـــــ جماعت احمدیہ اسلام کی ایک مجاہد فوج کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر ایک وہ فیصلہ اور ذریعہ جو اس فوج کو زیادہ مضبوط و مستحکم بنا سکے۔ دراصل اپنے اثرات و نتائج کے لحاظ سے ایک خدمت اسلامی ہے۔ مذکورہ بالا فیصلہ کی پابندی کی حیثیت موجودہ حالات میں یقیناً یہی ہے۔

مرکز میں موزوں رشتوں کی تلاش میں امداد دینے کا باقاعدہ انتظام موجود ہے۔ اس کام کو بعض ذمہ دار اور اہل الرائے بزرگوں کے مشورہ و نگرانی میں حتی الامکان ذمہ داری اور رازداری سے انجام دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کام کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ کارکنوں کی انتہائی اور مخلصانہ مساعی بھی احباب کے کامل تعاون کے بغیر بالکل نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتیں۔ کارکنوں کو اس بات کی بہت شکایت ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ احباب رشتہ کی تحریک کرنے کے بعد کوئی خبر نہیں لیتے۔ جب دریافت حالات یا دیگر ضروری جواب طلب امور کے متعلق انہیں خطوط لکھے جاتے ہیں تو بالعموم ان کا جواب خاموشی میں ملتا ہے بعض دوستوں کی طرف سے یہ صورت بھی پیش آچکی ہے کہ ان کی خواہش کے مطابق موزوں رشتہ تلاش کر کے انہیں اطلاع دی گئی جس کا پے در پے خطوط لکھنے اور انتظار بسیار کے بعد انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم نے رشتہ دوسری جگہ کر لیا ہے۔ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے کارکنوں کی کوششیں خواہ مخواہ رائیگاں گئیں، اور قسم قسم کی شکائتیں، اور بدمزگیاں پیدا ہوئیں۔ اخلاقی لحاظ سے بھی یہ طریق قابل اعتراض ہے۔ ہم تمام بزرگان و احباب جماعت کی خدمت میں مودبانہ درخواست کریں گے کہ وہ اس ضروری کام میں کارکنان مرکز سے پورا تعاون فرمائیں، اور پوری ذمہ داری، باقاعدگی، اور مستعدی سے کام لیں۔ تنظیم و استحکام جماعت کے لئے آپس میں رشتے ناطے بہت ضروری ہیں۔ ہمیں کسی حالت میں بھی اس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

ایک اور مخلصانہ مشورہ

علاوہ ازیں ہم ایک اور ضروری مشورہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بہتر رشتہ کی خواہش و تلاش ہر ایک شخص کا قدرتی حق ہے۔ والدین اور سرپرستوں کی اپنی سمجھ کے مطابق یہی کوشش ہوتی ہے کہ ان کے لڑکے کو اچھی بیوی اور لڑکی کو اچھا بر ملے لیکن اپنے معیار انتخاب کو اس قدر بلند کر دینا جو کہ نہ صرف انصاف و موزونیت کے خلاف ہو۔ بلکہ حالات و ذرائع سے بھی مطابقت نہ رکھتا ہو دانشمندی نہیں ہے۔ اس قسم کی افراط قومی اور انفرادی دونوں لحاظ سے بہت نقصان رساں ہوتی ہے۔ ہندوؤں کے بعد اب مسلمانوں میں بھی آئی۔ سی۔ ایس یا لکھ پتی لڑکوں اور مالدار اور زیادہ جہیز لانے والی لڑکیوں کی مجنونانہ تلاش ترقی کر رہی ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے والدین آجکل ایسے دلفریب سنہرے خواب دیکھنے کے بہت عادی ہو گئے ہیں۔ جن کا نتیجہ ۹۹ فیصدی حالتوں میں یاس انگیز، دل شکن اور برباد کن ہوتا ہے اس طرح مسلمان قوم کی معاشرتی و اقتصادی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ بہت سے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں محض اس غیر دانشمندانہ "بلندی معیار" کی وجہ سے تجرد کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کے اخلاق، صحت اور اطمینان قلب کو خواہ مخواہ ایک خطرۂ عظیم میں ڈال رکھا ہے۔ ہماری جماعت کو رشتوں ناطوں کے بارہ میں، اس غلطی کے ارتکاب سے بچنا چاہئے اور اس معاملہ میں بھی اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق سادگی و معقولیت کی احسن مثال پیش کرنی چاہئے۔

سرکاری ملازمتوں کیلئے نیا فرقہ وار تناسب

۱۴ر فروری کو پنجاب اسمبلی میں سردار سنت سنگھ (جو وزیر اعظم کی غیر حاضری میں لیڈر آف ہاؤس کے طور پر کام کر رہے تھے) نے بیان کیا کہ حکومت پنجاب نے حال ہی میں فیصلہ کیا ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں قسمت وار آبادی کے لحاظ سے تناسب مقرر کیا جائے۔ وہ تناسب مختلف قسمتوں میں حسب ذیل ہوگا:-

	مسلم	سکھ	ہندو	دیگر اقوام
قسمت انبالہ	۳۰	۱۰	۵۵	۵
قسمت جالندھر	۳۰	۳۰	۳۵	۵
〃 لاہور	۵۰	۳۰	۱۵	۵
〃 راولپنڈی	۷۵	۱۰	۱۰	۵
〃 ملتان	۶۵	۲۰	۱۰	۵
کل صوبہ	۵۰	۲۰	۲۵	۵

علاوہ ازیں سردار سنت سنگھ نے یہ بھی کہا کہ فی الحال یہ تناسب محکمہ زراعت میں نافذ کیا گیا ہے۔ اگر تسلی بخش ثابت ہوا تو دوسرے محکموں میں بھی اسے نافذ کر دیا جائے گا۔ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۵۶ فیصدی سے بھی متجاوز ہے۔ قریباً تمام سرکاری محکموں میں ان کے ساتھ عرصہ دراز سے بے انصافی ہو رہی ہے۔ اکثریت میں ہونے کے باوجود سرکاری ملازمتوں کا بہت ہی کم حصہ انہیں حاصل ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ نئی ملازمتوں میں مسلمانوں کو تعداد کے مطابق حصہ دینے کے علاوہ عرصہ دراز سے ان کے ساتھ جو بے انصافیاں ہو رہی ہیں۔ ان کی تلافی بھی کی جائے اور ایسے وسائل اختیار کئے جائیں جن کی بدولت چند سال کے عرصہ میں مسلمانوں کو تمام سرکاری محکموں میں اپنے تناسب آبادی کے مطابق ملازمتیں حاصل ہو جائیں ـــــ مذکورہ بالا تناسب اس مقصد کو پورا نہیں کر سکتا۔ لہذا مسلمان اس پر ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے یہ تناسب انصاف، مصلحت اور اسلامی مطالبات سب کی رو سے غیر تسلی بخش ہے۔ اس میں بہت جلد مناسب تبدیلی ہونی چاہئے۔

اردو زبان کیلئے عربی خط

حال ہی میں چند ذمہ دار حضرات نے پھر اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اردو زبان کیلئے نستعلیق یعنی فارسی حروف کی بجائے عربی رسم الخط (خط نسخ) زیادہ موزوں ہوگا۔ چنانچہ بعض حلقوں میں اس کو جامہ عمل پہنانے کے امکانات و ذرائع پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ بالا رائے کی تائید میں جو دلائل پیش کی جا رہی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عربی رسم الخط عربی ممالک کے علاوہ نسخ ٹائپ کے ذریعہ ایران افغانستان اور ترکستان کے بہت سے علاقوں میں بھی رائج ہو چکا ہے اور اس کے رواج سے وہاں . . . . نستعلیق خط رفتہ رفتہ متروک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خود ہندوستان میں بھی سندھی، پشتو اور ملیالم زبانیں عربی خط میں لکھی جاتی ہیں۔ بنگالی مسلمانوں کے ایک طبقہ میں بھی بنگالی زبان کیلئے عربی رسم الخط کو استعمال کرنے کا خیال پیدا ہو چکا ہے۔ گو یہ خیال بالکل ابتدائی اور کمزور حالت میں ہے۔ قرآن و حدیث کی بدولت دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان عربی حروف سے بخوبی مانوس ہیں۔ لہذا عربی رسم الخط کو اختیار کرنے سے اردو زبان کی وسعت اور رفتار ترقی میں نمایاں اضافہ ہو جائے گا۔ اور رسم الخط کی یکسانی کی وجہ سے نہ صرف اردو زبان بلکہ ہندوستان کے ہندی مسلمانوں کے تعلقات بھی عربی اور ایشیائی ممالک سے زیادہ استوار ہو جائیں گے۔ عربی خط

(باقی صفحہ پر)

آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر

(از قلم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

خلافت دین کے متمکن کرنے کیلئے ہوتی ہے

مَیں ہمیشہ تعجب کی نظر سے دیکھا کرتا ہوں جب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مرید آیت استخلاف کے ماتحت میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کو پیش کیا کرتے ہیں۔ اگر یہ تجاہل عارفانہ نہیں تو عجیب قسم کی جہالت اور ضلالت ہے کہ ایک سیدھی سی بات نظر نہیں آتی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نبی تھے۔ نئی شریعت اور نیا دین لائے تھے۔ اس دین کی تمکین اور شریعت کے استحکام کیلئے خلافت کی ضرورت تھی جیسا کہ خود آیت آیت استخلاف میں جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھی خلافت کی غرض صاف طور پر بتلا دی گئی ہے کہ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً یعنی اللہ تعالیٰ ضرور متمکن کردیگا ان کیلئے **ان کے دین کو** جو اس نے پسند کیا ہے ان کیلئے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس آنحضرت صلعم جو دین لائے تھے **اس کو مستحکم اور متمکن اور قائم کرنے کیلئے** آپ کو خلفا کا وعدہ دیا گیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود تو خود اسی آیت استخلاف کے ماتحت محمدی خلیفہ تھے۔ آپ کوئی مستقل نبی نہ تھے۔ کوئی نیا دین نہ لائے تھے نئی شریعت نہ لائے تھے جیسا کہ وہ خود اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور ان کے فرمودہ اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کریں۔ اور بعض احکام منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ ہی نہیں۔ وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا۔ اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑنی جس سے اسقدر حیرانی ہو"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۵)

حضرت مسیح موعود پر آیت استخلاف نازل نہیں ہوئی

پس جب حضرت مسیح موعود کوئی نیا دین نئی شریعت نہیں لائے جس کے استحکام کیلئے خلفا کی ضرورت ہو تو آپ کی خلافت کیا معنی رکھتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نیا دین لائے نئی شریعت لائے اس دین کے استحکام اور تمکین کیلئے خلفا کی ضرورت تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو خلافت کا وعدہ دیا گیا اور آپ پر آیت استخلاف نازل ہوئی۔ حضرت مسیح موعود نہ مستقل طور پر نبی تھے نہ کوئی نیا دین لائے تھے نہ کوئی شریعت لائے تھے اس لئے آپ پر کوئی آیت استخلاف نازل نہیں ہوئی۔ اور آپ کو قطعاً خلفا کا وعدہ نہیں دیا گیا۔ آپ خود دین محمدی کے استحکام اور تمکین کیلئے اسی آیت استخلاف کے ماتحت محمدی خلیفہ کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ اور آئندہ بھی جو کوئی آئیگا تو **محمدی خلیفہ ہی آئے گا کیونکہ دین محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔** شریعت محمد رسول اللہ صلعم کی ہے اس لئے **خلیفہ بھی جو آئیگا وہ محمد رسول اللہ صلعم کا ہی سکہ لے گا۔** جو شخص کوئی نیا دین اور نئی شریعت نہیں لایا اس کے بعد اس کی خلافت آیت استخلاف کے ماتحت نہیں چل سکتی۔ اور جو چلاتا ہے وہ دوسرے لفظوں میں اس شخص کو محمد رسول اللہ صلعم کا مقام دیتا ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود کی حیثیت خود ایک محمدی خلیفہ کی ہے اور آپ کوئی نیا دین نئی شریعت نہیں لائے تو آیت استخلاف کے ماتحت آپ کے بعد آپ کی خلافت کیسے چل سکتی ہے۔ اور یہی وجہ تھی جو آپ پر آیت استخلاف نازل نہیں ہوئی اور یہی سبب تھا جو **آپ نے اپنی وصیت میں قطعاً اپنے خلفا کا ذکر نہیں کیا۔** بلکہ اسلامی جمہوریت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے اپنے بعد کام کرنے کیلئے ایک انجمن بنائی اور اسے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ یعنی اپنا جانشین قرار دیا۔

میاں محمود احمد صاحب کا اعتراف کہ الوصیت میں خلافت کا ذکر موجود نہیں

خود میاں محمود احمد صاحب نے بھی جو خلافت قادیانی کے مدعی ہیں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت کے ماتحت جو مجلس معتمدین کی بنیاد ڈالی اس میں اپنے بعد کسی خلافت کا ذکر نہیں کیا۔ اور گو **شیعوں کی طرح** خلافت کو میاں صاحب موصوف اسلام کا بنیادی مسئلہ قرار دینے لگے ہیں مگر وہ اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت میں اس کا ذکر تک نہیں کیا چنانچہ ۳۱ اکتوبر و ۳ و ۵ نومبر ۱۹۲۵ء کے اخبار الفضل میں جو تحریر میاں محمود احمد صاحب کی شائع ہوئی ہے اس میں یہ عبارت قابل غور ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔ میاں محمود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو دراصل سے ہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفۂ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔ ایک ریزولیوشن خلافت ثانیہ میں پاس کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خلیفہ کہے گا مجلس مانے گی۔ مگر یہ اصولی بات نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ممبران کی جماعت کہتی ہے میں ایسا کروں گی۔ لیکن جو جماعت یہ کہہ سکتی ہے وہ یہ بھی تو کہہ سکتی ہے کہ میں ایسا نہ کروں گی کیونکہ جو انجمن یہ پاس کرسکتی ہے کہ ہم خلیفہ کی ہر بات مانیں گے وہی اگر دس سال کے بعد کہے کہ نہیں مانیں گے **تو انجمن کے قانون کے لحاظ سے وہ ایسا کہہ سکتی ہے.....**

اگر اتنی قربانی کے بعد سلسلہ کی حالت غیر محفوظ ہوتی **چند لوگوں کے رحم پر ہو** جو اگر چاہیں کہ خلافت کا انتظام قائم رہے تو قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے۔ تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ اور **چونکہ مسئلہ خلافت کے جماعت کے بنیادی اصولوں میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبایعین کو غیر مبایعین میں بدل دے۔ اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے۔** اسلئے جماعت کے وہ کام جو تبلیغ اور تربیت سے تعلق رکھتے تھے وہ ایک ایسی انجمن کے حوالے نہیں کئے جاسکتے تھے جو خواہ مبایعین کی انجمن ہی ہو اور خواہ بہترین مخلص ہی اس کے ممبر کیوں نہ ہوں۔ **اس کیلئے ضرورت تھی کہ ایک ایسا نقطہ قرار دیا جائے جس پر جماعت قائم کردی جائے تا اسے اس بارے میں ٹھوکر نہ لگ سکے۔"**

خلافت کی بنیاد چند لوگوں کے رحم پر تھی

دیکھا آپ نے حق کا جادو؟ کیسا سر پر چڑھ کر بولا۔ آخر حضرت مسیح موعود کی وفات کے سترہ سال بعد بقول خود خدا کے مقرر کردہ خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کو یہ دھڑکا لگا کہ میری خلافت جسے لوگوں میں بڑی تعلّیوں کے ساتھ کہا کرتا ہوں کہ خدا کی مقرر کردہ ہے محض چند لوگوں کے رحم پر موقوف ہے۔ اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم اس خلافت کی بنیاد کو اکھاڑ کر پھینک سکتی اور قادیان کو لاہور بنا سکتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ بابیوں اور بہائیوں کی طرح "ایک ایسا نقطہ قرار دیا جائے جس پر جماعت قائم کردی جائے"۔ ذرا ملاحظہ فرماتے جایئے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے سترہ سال بعد یہ نقطہ قائم ہوتا ہے جس کی تعبیر موجودہ قادیانی مطاع الکل خلافت ہے۔ چونکہ اس خلافت کا حضرت مسیح موعود کی وصیت میں کہیں ذکر نہ تھا اس لئے سترہ سال بعد میاں محمود احمد صاحب کو فکر ہوئی کہ چونکہ میری خلافت کی بنیاد کوئی نہیں سوائے اس کے کہ ان کے اپنے زمانہ خلافت میں ان کے اپنے ایما سے ان کے مریدوں نے ایک ریزولیوشن پاس کر رکھا تھا کہ "جو خلیفہ کہے گا مجلس مانے گی" اس لئے یہ دھڑکا بالکل بجا اور درست تھا کہ اگر کل کو یہی مرید باغی ہوگئے اور انہوں نے یہ ریزولیوشن پاس کر دیا کہ ہم خلیفہ کا کہنا نہیں مانتے تو مَیں کیا کرلوں گا۔ خلافت تو ہوا ہو گئی۔ پس اس خطرہ کو ٹالنے کیلئے نیا نظام قائم کرنے سے قبل صاف طور پر یہ اقرار کرنا پڑا کہ نومبر ۱۹۲۵ء تک قادیانی خلافت کسی مستحکم بنیاد یعنی قرآن و حدیث یا حضرت مسیح موعود کی وصیت پر مبنی نہ تھی بلکہ محض انجمن کے ایک ریزولیوشن پر اس کی بنیاد تھی۔ اور مسئلہ خلافت میں لاہور اور قادیان میں ما بہ الامتیاز صرف وہ ریزولیوشن تھا جسے خود ان کے مریدوں نے پاس کیا تھا۔ اگر خدا و رسول قرآن و حدیث اور مسیح موعود کی وصیت پر اس کی کوئی بنیاد ہوتی تو انجمن کے دس گیارہ ممبروں کی کیا مجال تھی کہ وہ اپنی جنبش قلم سے خدا اور رسول کے حکم اور مسیح موعود کی وصیت کو منسوخ کرسکتے۔

بدعتی خلافت

خدا کی شان! جو بات خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے سترہ سال قبل حضرت مولانا نورالدین مرحوم کو انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھ کر دی تھی کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے بعد کوئی سلسلہ خلفا کا نہیں چلایا۔ آپ کی بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر انجمن نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور آپ کو اپنا مطاع مان لیا تو یہ اسی کا اپنا ریزولیوشن ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود کی الوصیت ایسا کرنے کیلئے ہمیں کوئی حکم نہیں دیتی"۔ اس تحریر پر جو قادیان میں میاں محمود احمد صاحب کی پارٹی نے فتنہ اٹھایا وہ سب کو معلوم ہے اور اسی کی بنا پر حضرت مولانا نورالدین مرحوم کے کان بھرے گئے اور انہیں غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا تھا۔ . .

. . . .

. . . . کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی اور ان کے لاہوری رفقا خلافت کے باغی ہیں۔ لیکن کیا خدا کی قدرت ہے کہ ستر سال بعد میاں محمود احمد صاحب بھی وہی بات کہتے ہیں جو خواجہ صاحب نے کہی تھی اور جس پر لاہوری خلافت کے باغی کہلائے تھے جس بات پر وہ اس وقت گردن زدنی قرار دیئے گئے تھے وہی بات آج میاں محمود احمد صاحب کہتے ہیں اور سب آمنا و صدقنا کرتے ہیں۔ آخر میاں محمود احمد صاحب نے صاف لفظوں میں خواجہ صاحب کی تشریح کو نہ صرف مان لیا بلکہ اس کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے نومبر [illegible] میں اس نظام کو بدل ڈالا جو بیس سال سے برابر چلا آتا تھا اور جیسے

خود حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت کے ماتحت اپنی زندگی میں قائم کیا تھا اور نومبر ۱۹۲۵ء میں اس نقطہ کو خود اپنے ہاتھوں سے قائم کیا جسے **قادیانی خلافت** سے آج تعبیر کیا جاتا ہے۔ ورنہ اس سے قبل لاہوریوں کی بات ہی صحیح تھی۔ پس یہ موجودہ قادیانی خلافت جس کا اس قدر غلغلہ ہے محض ایک **بدعت** ہے جس کی بنیاد نومبر ۱۹۲۵ء میں میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھوں پڑی ہے۔

آیت استخلاف فقط محمدی خلفاء کے لئے ہے

کیا مذکورہ بالا امور سے یہ صاف نتیجہ نہیں نکلا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آیت استخلاف کے ماتحت اپنے جانشین خلفاء کا کوئی سلسلہ قائم نہیں کیا اور کس طرح کرتے جبکہ آپ کوئی نیا دین نہیں لائے تھے جس کے تمکین و استحکام کے لئے کسی سلسلۂ خلافت کی ضرورت ہوتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر کوئی آیت استخلاف بھی نازل نہیں ہوئی۔ آپ خود محمدی خلیفہ تھے اور قرآنی آیت استخلاف کے ماتحت آپ کی بعثت تھی جو محمدی خلفاء کا وعدہ دیتی ہے۔ پس اس آیت کو محمدی خلفاء کے غیر پر چسپاں کرنا بالکل غلط اور ناجائز ہے۔

میاں محمود احمد صاحب نے وصیت کو بدل ڈالا

میاں محمود احمد صاحب نے نومبر ۱۹۲۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے ماتحت قائم کردہ نظام کو بدل ڈالا۔ اور کسی احمدی نے نہ پوچھا کہ موصی کی وصیت کو بدل ڈالنے کا آپ کو کیا حق ہے۔ کیا خلافت کا یہی مقصد ہوا کرتا ہے کہ جس کا خلیفہ ہو اسی کی وصیت اور تعلیم کی جڑیں کاٹ کر رکھ دے۔ یکے بر شاخ و بُن مے برید۔ ایسا شخص تو دشمن ہوا کرتا ہے نہ کہ دوست۔ وصیت بدلنے کی تو ایک ہی صورت قرآن کریم نے بتائی ہے کہ فمن خاف من موصٍ جنفًا او اثمًا فاصلح بینھم فلا اثم علیہ (البقرہ) کہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے کسی کی طرفداری کی ہے یا گناہ کیا ہے یعنی خدا کے حکم کے خلاف وصیت کی ہے تو پھر اگر ان کے درمیان اصلاح کر دی جائے تو کوئی گناہ نہیں۔ پس اگر میاں صاحب موصوف کا یہ فعل صحیح ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود نے نعوذ باللہ وصیت لکھنے میں خدا کی کوئی نافرمانی کی تھی جس کی میاں صاحب موصوف نے اصلاح کر دی۔ ورنہ میاں صاحب کو پھر وصیت کے خلاف کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ میاں صاحب اپنی پوزیشن کو صحیح ثابت کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود کی وصیت کو غلط قرار دیتے ہیں اور ہانکے پکارے کہتے ہیں کہ وصیت جو لکھی گئی اس میں جماعت کے بنیادی اور اسلامی مسئلہ خلافت کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ اللہ اللہ۔ اسلام کی تعلیم کے ماتحت جماعت کا بنیادی مسئلہ ہو اور حضرت مسیح موعود کو اس کی خبر تک نہ ہو۔ وصیت لکھنے بیٹھیں تو اس کا ذکر ہی نہ کریں۔ عجب مسیح موعود دنیا میں آیا بلکہ بقول میاں محمود احمد صاحب نبی دنیا میں آیا جسے پہلے تو نبوت کا پتہ ہی نہ لگا۔ بارہ برس کے بعد پتہ لگا تو پھر بھی اُسے صاف نہ کیا۔ یہاں تک کہ مریدوں تک کو پتہ نہ لگ سکا کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا ہے۔ آپ کی وفات سے چھ برس بعد جب لاہوریوں نے شور مچایا کہ خلافت کی خلافت کیسی؟ خلافت تو نبوت کی ہوا کرتی ہے اور حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا تو میاں محمود احمد صاحب کو اپنی خلافت کے استحکام کی فکر میں یہ انکشاف ہوا کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ تو نبوت کا تھا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اسی مزعومہ **خلافت کی خاطر** یہ نبوت کا ڈھونگ **رچایا گیا کہ نبوت بنے گی تو خلافت بھی بن جائے گی**۔ نبوت کے متعلق تو میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود کے علم کا یہ حشر ہوا۔ خلافت کے بارے میں نعوذ باللہ آپ بالکل ہی کورے ثابت ہوئے کہ وفات تک پتہ نہ لگا کہ **"خلافت"** تو جماعت کا **"بنیادی"** اور ایک نہایت ہی اہم اسلامی مسئلہ ہے اور یہ اس بنیادی مسئلہ کا اپنی وصیت میں نام تک نہیں لیتا۔ جس سے بقول میاں محمود احمد صاحب جماعت خطرات میں مبتلا ہو گئی۔ اب فرمائیے کیا سمجھیں؟ حضرت مسیح موعود کو خلافت کے بارے میں نعوذ باللہ جہالت اور ضلالت پر سمجھیں۔ یا یہ سمجھیں کہ میاں محمود احمد صاحب کی ہوس اقتدار اور دنیاوی سیاست و حکومت نے معصوم اور مطاع الکل خلیفہ کے وجود کو زبردستی اسلام کا اور جماعت کا بنیادی مسئلہ بنا ڈالا۔

ریزولیوشن خلافت

یہ سمجھ لینا کوئی مشکل بات تو نہیں کہ آیت استخلاف محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے ماتحت اگر کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے تو وہ آپ کا ہی خلیفہ ہو سکتا ہے کسی غیر کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت مسیح موعود کا خلیفہ اس آیت سے کیسے نکلیگا۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب اور ان کی اتباع میں ان کے مریدوں کا دل جب لاہوری احمدیوں کو فاسق کہنے کو چاہتا ہے تو وہ زبردستی اسی آیت کے ماتحت اپنی خلافت کو لا کر لاہوریوں پر فاسق کا فتویٰ چسپاں کر کے دل کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں بلکہ میاں محمود احمد صاحب تو یہاں تک بڑھے ہیں کہ اپنے آپ کو "خلیفۃ اللہ" قرار دیکر لاہوری احمدیوں کو ایک دفعہ "ابلیس" کا لقب بھی عنایت فرما چکے ہیں۔ مگر اس **خلیفۃ اللہ** کے کیا کہنے جس کی خلافت کی بنیاد بقول خویش گیارہ برس تک دس گیارہ آدمیوں کی **"جنبش قلم"** پر ہی ہوا کرتی۔ اگر چاہتے تو ابلیس کا روپ دھار کے ایک ریزولیوشن پاس کر کے قادیان کو لاہور بنا دیتے اور اللہ میاں جنہوں نے خلیفہ بنایا تھا وہ نعوذ باللہ منہ دیکھتے رہ جاتے اور کچھ نہ کر سکتے۔ مگر شکر ہے کہ نومبر ۱۹۲۵ء میں خلیفۃ اللہ کو وقت پر سمجھ آ گئی کہ میری الٰہی خلافت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مضبوط چٹان پر نہیں۔ بلکہ انجمن کے ایک ریزولیوشن کے کھوکھلے ریتلے کنارے پر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ میاں محمود احمد صاحب کی خلافت، **الٰہی خلافت نہیں بلکہ ایک ریزولیوشنی خلافت ہے۔** اس لئے ایسے قوانین و ضوابط کے پشتے لگانے پڑے جس سے خدشہ قادیان سے لاہور بن جانے کا جاتا رہا۔

(باقی آئندہ)

توسیع جماعت کے مبارک کام میں حصہ لینے والے بزرگ

ڈائریاں وصول ہو رہی ہیں

(از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب)

جب سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے **توسیع جماعت کی طرف** احباب کی توجہ مبذول کی ہے خدا کے فضل سے سلسلہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں یوماً فیوماً اضافہ ہو رہا ہے۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک۔** بیعت کنندگان کے نام عموماً اخبار میں چھپتے رہتے ہیں جس سے احباب کو جماعت کی ترقی کی رفتار کا علم ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ماہ کے کام کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر احباب اپنی اپنی جگہ اسی تندہی کے ساتھ تبلیغ کے کام میں لگ جائیں، تو تھوڑے عرصہ میں ہی جماعت پہلے سے دو چند نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ ہو سکتی ہے۔ قطع نظر دوسرے خطوط کے جو توسیع جماعت کے سلسلہ میں ہمیں وصول ہوئے ہیں اور جن میں کامیابی کی بہت بڑی امیدیں ظاہر کی گئی ہیں۔ سردست میں صرف تین ڈائریوں کو لیتا ہوں جو حال ہی میں وصول ہوئی ہیں۔

ایک تو ہمارے مخلص بھائی **چوہدری محمد خان زمان صاحب بی کام** کی ڈائری ہے۔ چوہدری صاحب آجکل جہلم میں مقیم ہیں اور وہاں ہی آپ تبلیغ کا کام کر رہے ہیں آپ نے مختلف طریقوں سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا ہے آپ زبانی پند و نصائح بھی کرتے ہیں بذریعہ لٹریچر بھی آپ تبلیغ کرتے اور جہاں کہیں مناسب سمجھتے ہیں تبلیغی خطوط بھی لکھتے ہیں۔ آپ کے زیر تبلیغ آپ کے مذہبی رشتہ دار، آپ کے دوست اور بعض دوسرے غیر احمدی احباب ہیں۔ جن کو ابھی تک سلسلہ کی کچھ واقفیت حاصل نہیں تھی۔ ان میں سے بعض قادیانی احباب بھی ہیں اور جیسا کہ ڈائری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ہمارے قادیانی احباب میں سے بعض ایسے بزرگ بھی ہیں جو بالآخر صداقت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک قادیانی صاحب نے صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ واقعی اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ علیٰ ہذا البعض غیر احمدی دوست بھی انصاف پسند نظر آتے ہیں۔ اور تبلیغ کرنے پر انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات اسلامیہ کا اعتراف کیا ہے۔ الغرض چوہدری صاحب موصوف کی ڈائری بہت امید افزا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ چوہدری صاحب کی وساطت سے بہت سی سعید روحیں سلسلہ میں داخل ہوں گی۔

دوسری ڈائری ہمارے نوجوان اور مخلص دوست **شیخ محمد عبد اللہ صاحب خلف الرشید شیخ محمد جان صاحب مرحوم و** مغفور وزیرآباد کی ہے۔ ہمارے یہ بھائی ماشاء اللہ بہت ذکی اور ذہین نوجوان ہیں جنہیں آج سے نہیں بلکہ شروع سے ہی سلسلہ کی خدمت کا شوق ہے۔ آپ اس سے پہلے بھی تبلیغ کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور سچ ہے الولد سر لابیہ اپنے باپ کی خصائص کا نمونہ ان میں پایا جاتا ہے۔ آپ نے ماہ زیر رپورٹ میں غیر مسلم اصحاب، غیر از جماعت مسلمانوں اور قادیانیوں میں بذریعہ تقاریر و لٹریچر قابل قدر کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

تیسری ڈائری **شیخ عبید اللہ صاحب مالک شہزادہ بوٹ** ہاؤس کی ہے۔ آپ جماعت وزیرآباد کے سکرٹری بھی ہیں اور علاوہ تبلیغ کے کام کے تحصیل کا کام بھی کرتے ہیں۔ آپ ایک مسلمہ مخلص رکن ہیں۔ باوجود اپنی دکانداری کے آپ نے ماہ زیر رپورٹ میں تبلیغ کا بہت کام کیا ہے اور تمام ذرائع سے تبلیغ کی ہے اور آپ کی اور بھائی عبد اللہ صاحب کی کوشش سے ایک نیا احمدی داخل سلسلہ بھی ہو چکا ہے۔ آپ کے زیر تبلیغ شیعہ، سنی، قادیانی، دیوبندی اور دیگر مسلمان ہیں۔ آپ کی کوشش سے تقریباً سب احباب نے اب ارنی روپیہ چندہ ماہوار دینا شروع کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

میاں محمود احمد صاحب کے "قرآنی علوم"

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب مصنف "آئینہ احمدیت")

جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی تقریر کا یہ اقتباس "پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے کہ:-

"خدا نے مجھ پر قرآنی علوم اس کثرت سے کھولے کہ اب قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں سے فائدہ اٹھائے۔ چاہے پیغامی ہوں یا مصری۔ ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی۔ وہ اس بات پر مجبور ہونگی کہ میری کتابوں کو پڑھیں۔" (الفضل ۴ر جنوری ۱۹۴۰ء)

یوں تو اس قسم کے بے ہنگم دعوے میاں صاحب کی طرف سے کوئی نئے نہیں۔ قبل ازیں ایک دو مرتبہ وہ دنیا بھر کے علماء و فضلاء کو مقابلہ میں بیٹھ کر تفسیر نویسی کا بھی چیلنج دے چکے ہیں لیکن جب کبھی ان کے چیلنج کو منظور کیا گیا۔ انہوں نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس کو ٹال دیا۔ اب پھر اس باسی کڑھی میں ابال آیا ہے۔ اور انہوں نے "قرآنی علوم" اس کثرت سے کھلنے کا اعلان کیا ہے کہ ان کے نزدیک قیامت تک تمام امت مسلمہ بالخصوص "پیغامی یا مصری" اور ان کی اولادیں ان کی کتابیں پڑھنے اور ان سے فائدہ اٹھانے پر مجبور رہیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ وہ کونسے قرآنی علوم ہیں جو ان پر کھولے گئے ہیں اور وہ ان کی کونسی کتابوں میں مندرج ہیں؟ کیا میاں صاحب نے اپنی تمام زندگی بھر میں کوئی ایسی کتاب لکھی ہے جس میں ایسے قرآنی علوم کو انہوں نے درج کیا ہو؟ لے دے کے ان کی چند تقاریر ہیں جو منصب خلافت، آئینہ خلافت، برکات خلافت، انوار خلافت وغیرہ کتابوں میں درج ہیں۔ لیکن جن باتوں کا ان میں ذکر ہے۔ ان کو تو علم کا نام دیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ چہ جائیکہ قرآنی علوم انہیں قرار دیا جائے۔ بطور مثال "انوار خلافت" صفحہ ۳۳ کے اس حوالہ کو پڑھ لیجئے:-

"حضرت صاحب کے خاندان میں یہی غلام کا لفظ سب ناموں کے پہلے بڑھایا جاتا تھا۔ آپ کے والد کا نام غلام مرتضےٰ تھا چچوں کا نام غلام حیدر، غلام محی الدین تھا۔ اسی طرح آپ کے نام کے ساتھ غلام بڑھا دیا گیا۔ ورنہ آپ کا نام احمد ہی تھا جب کہ آپ کے والد کی اپنی شہادت موجود ہے کہ انہوں نے آپ کے نام پر جو گاؤں بسایا۔ اس کا نام احمد آباد رکھا۔ نہ کہ غلام احمد آباد۔ اور غلام احمد اگر مرکب نام تسلیم کرو۔ تو یہ تو کسی زبان کا نام نہیں۔ عربی زبان میں یہ نام غلام احمد ہونا چاہئے تھا۔ لیکن یہ آپ کا نام نہ تھا۔ فارسی ترکیب لو۔ تو غلام احمد ہونا چاہئے تھا۔ لیکن آپ کا نام یوں بھی نہیں کیونکہ آپ کے نام پر میم پر جزم ہے زیر نہیں ہے اور اگر اردو یا پنجابی ترکیب سمجھو تو احمد کا غلام یا احمد دا غلام ہونا چاہئے تھا۔ مگر اس طرح بھی نہیں۔ پھر یہ کونسی زبان کا نام ہے جو حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پس سچی بات یہ ہے کہ آپ کا نام احمد تھا اور غلام صرف خاندانی علامت کے طور پر شروع میں بڑھا دیا گیا تھا۔"

یہ ہیں وہ "قرآنی علوم" جو جناب میاں صاحب پر کھلے ہیں۔ محض اس غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیشگوئی ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حضرت مسیح موعودؑ کو قرار دیا جا سکے۔ آپ کے نام کی ترکیب پر بحث شروع کر دی گئی۔ اور یہ فیصلہ دیدیا گیا کہ غلام احمد کسی زبان کا نام ہی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جس شخص کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ غلام احمد کونسی زبان کا نام ہے اور اس کی ترکیب کیا ہے اور حضرت مسیح موعود کے اپنے اس شعر کے باوجود کہ:-

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

وہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے کہدیتا ہے کہ:-

"آپ کے نام میں میم پر جزم ہے زیر نہیں ہے۔"

جو شخص ایک ایسی پیشگوئی کو جس کے متعلق خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام امت مسلمہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے کھلے ارشادات موجود ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہٹا کر حضرت مسیح موعود پر لگانا چاہتا ہے اور اس غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک احمدؐ کے ذاتی اسم ہونے سے انکار کر دیتا اور حضرت مرزا صاحب کو غلام احمد کے بجائے احمد قرار دیتا ہے۔ اس کو علم سے جو بہرہ حاصل ہے ظاہر ہے۔ چہ جائیکہ قرآنی علوم کا اسے وارث قرار دیا جا سکے۔

اور سن لیجئے۔ حضرت مسیح موعودؑ آنے والے مسیح کی نبوت کی نفی کرتے ہوئے قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

لیکن اس تفسیر کے متعلق جناب میاں صاحب کا یہ ارشاد ہے:-

"بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر کے ہے۔"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵)

یہ ہیں وہ "قرآنی علوم" جو میاں صاحب پر کثرت سے کھلے ہیں اور جن کے صدقہ میں وہ مسیح موعود کو "نادان"[1] قرار دینے سے نہیں جھجکتے۔

یہی نہیں۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت کے متعلق میاں صاحب اور حضرت مسیح موعود کے بیانات کو پڑھ لیجئے جس سے آپ کو پتہ لگ جائے گا۔ کہ جناب خلافت مآب کا قرآنی علم کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"کیا کوئی ایسا دلیر اور مرد میدان معترض ہے جو ہمکو یہ دکھلا سکے کہ قرآن کہتا ہے کہ ضرور ضرور ایک سے زیادہ عورتیں کرو۔ ہاں یہ ایک سچی بات ہے اور بالکل طبعی امر ہے کہ اکثر اوقات انسان کو ضرورت پیش آجاتی ہے۔ مثلاً عورت اندھی ہو گئی۔ یا کسی اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہو کر اس قابل ہو گئی کہ خانہ داری کے امور سرانجام نہیں دے سکتی۔ اور مرد ازراہ ہمدردی یہ بھی نہیں چاہتا کہ اسے علیحدہ کرے یا کسی خطرناک بیماریوں کی شکار ہو کر مرد کی طبعی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی۔ تو ایسی صورت میں اگر نکاح ثانی کی اجازت نہ ہو تو بتلاؤ کہ اس سے بدکاری اور بداخلاقی کو ترقی نہ ہوگی؟"

اس عبارت کے جلی کردہ الفاظ قابل نوٹ ہیں۔ حضرت مسیح موعود ایک چیلنج دیتے ہیں اور کسی دلیر اور مرد میدان معترض سے یہ ثبوت مانگتے ہیں کہ قرآن نے کہاں یہ فرمایا ہے کہ "ضرور ضرور ایک سے زیادہ بیویاں کرو۔"

اب اس بارہ میں جناب میاں صاحب کا بیان ملاحظہ ہو۔ جو ایک دلیر اور مرد میدان معترض کی طرح للکار کر یہ فرماتے ہیں:-

"میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے یعنی جب سے اللہ تعالےٰ نے مجھے قرآن کا فہم دیا ہے کہ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ نکاح کا حکم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل حکم دو دو۔ تین تین۔ چار چار کا ہے اگر عدل نہ کرنے کا خوف ہو تو پھر ایک کا حکم ہے۔"

(مکتوب میاں صاحب بنام بابو محمد عثمان لکھنوی مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۶ر اگست ۱۹۳۹ء)

کیا کہنے ہیں اس فہم کے جو مسیح موعود کے مقابلہ میں دلیر اور مرد میدان بنا کر میاں صاحب کو کھڑا کر دیتا ہے اور قرآن میں جن چیزوں کی موجودگی کی وہ نفی کرتے ہیں۔ اسی کو میاں صاحب قرآن ہی سے ثابت کرنے کے در پے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جو نام نہاد "قرآنی علوم" ان پر کھولے گئے ہیں وہ مسیح موعود ہی کی مخالفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ بھی ان کا احسان ہے کہ انہیں وقت کے نبی بنا دیا۔ اگر "قرآنی علوم" ان پر نہ کھلے ہوں۔ اگر خود اپنی نبوت کی بھی انہیں سالہا سال تک سمجھ نہ آئی ہو۔ اور انہیں بھی پتہ نہ ہو کہ نبی کس کو کہتے ہیں اور محدثیت کیا ہے۔ اور "نہ جانتے ہوں کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۲) تو اس میں جناب میاں صاحب کا کیا قصور؟ مسیح موعود اگر قرآن کریم کی آیت خاتم النبیین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کے نہ آنے کی دلیل قرار دیں۔ اگر اپنے دعویٰ کا انکار کرنیوالوں کو کافر ٹھہرانا "ان نبیوں کی شان قرار دیں۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔" اور اپنے آپ کو ان محدثوں اور مجددوں میں شمار کریں۔ جن کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰) تو یہ ان کا اپنا فہم ہے۔ جناب میاں صاحب پر جو قرآنی علوم کثرت سے کھلے ہیں ان ہی یہ "فہم" ان کو دیا گیا ہے کہ:

"مسیح موعود نبی ہیں۔ اور ایسے نبی جن کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نہ صرف وہ جو آپ کو کافر نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا۔ کافر ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا

(باقی صفحہ ۱ پر ملاحظہ ہو)

[1] نہ صرف مسیح موعود ہی کو نہیں۔ خود اللہ تعالیٰ کو بھی نادان قرار دینے سے میاں صاحب نے گریز نہیں کیا۔ مسیح موعود کا ایک الہام ہے کہ "مبادا ترا کردگستاخ"۔ لیکن میاں صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ نادان ہے وہ جو کہتا ہے کہ "مبادا ترا کردگستاخ"

کیا حضرت عیسیٰ جاپان میں فوت ہوئے؟

حیات مسیح کے عقیدہ پر ایک اور کاری ضرب

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

الحمد للہ ایک زمانہ تھا کہ کیا عیسائی کیا مسلمان سب اسی ایک بات پر متفق تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ لیکن حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے آ کر کسر صلیب کا ایسا حربہ چلایا اور حضرت عیسیٰ کی وفات کو ایسے یقینی اور حتمی ثبوت کے ساتھ دنیا کے آگے پیش کیا کہ نقطہ نظر ہی بدل گیا۔ لاکھوں مسلمان خواہ احمدی ہوں یا غیر احمدی، ماننے لگ گئے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ خود یورپ اور امریکہ میں لاکھوں معقول عیسائی یہ بات بحضور دل ماننے لگ گئے کہ حضرت عیسیٰ انسان تھے اور انسانوں کی طرح طبعی موت سے وفات پا گئے۔

بالخصوص حضرت عیسیٰ کے کشمیر میں آ کر فوت ہونے اور ان کی قبر کا محلہ خان یار سرینگر میں موجود ہونے کے اعلان پر عیسائی لوگ حد درجہ سیخ پا ہوتے تھے اور یا اب انہی عیسائیوں کے ایک اخبار میں حضرت عیسیٰ مسیح کی وفات کے متعلق ایک عجیب اعلان شائع ہوا ہے۔ ۲۴ رجنوری ۱۹۴۸ء کے مجیبے کرانیکل میں ایک مضمون نکلا ہے۔ جس کا عنوان ہے کہ کیا یسوع جاپان میں فوت ہوا؟ اور عنوان کے اوپر حضرت عیسیٰ کی اس قبر کی جو جاپان میں بتلائی جاتی ہے فوٹو بھی ہے۔

جو کچھ اس اخبار نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جاپان کے دار السلطنت ٹوکیو کے شمال میں جھیل ٹواڈا کے متصل ہرائی ایک موضع ہے۔ وہاں ایک تودہ قبر ہے جس کی نسبت ہرائی کے باشندے یہ کہتے ہیں کہ یہ یسوع مسیح کی قبر ہے اور اس کے متصل ہی ایک اور تودہ قبر ہے جسے حضرت مسیح کی والدہ محترمہ حضرت مریم کی قبر بتایا جاتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہاں مسیح کے ایک حواری کے بال بھی مدفون ہیں۔ ان قبروں کا متولی ایک خاندان ہے جسے سواگوچی کہتے ہیں۔ آج سے چالیس برس پہلے انہیں لوگ تکوٹو آٹومی کہتے تھے جس کے معنی ہیں خدا کی اولاد۔ اس خاندان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حضرت یسوع مسیح کی اولاد ہیں۔ چنانچہ ان کی شکلیں چہرے مہرے ناک نقشہ جاپانیوں سے بالکل مختلف ہے۔ ان کی شکلیں بہ نسبت جاپانیوں کے یورپین لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں۔ یہ لوگ ان قبروں پر جا کر شام کے وقت دعائیں مانگتے ہیں۔ اور گھٹنے ٹیک کر اور ہاتھوں کو اسی طرح ایک دوسرے سے صلیب کی شکل بناتے ہوئے جوڑتے ہیں جس طرح عیسائی جوڑتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے نہ کبھی بائیبل کا نام سنا اور بوجہ ایک دور افتادہ موضع میں ہونے کے کبھی عیسائیوں کی شکل تک نہیں دیکھی اور حال یہ ہے کہ نماز کا طریق مسیحی نماز کا ہے جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا یہ طریق براہ راست حضرت مسیح کا تعلیم کردہ ہے۔

ان قبروں کے نزدیک ہی ایک کھلی جگہ پڑی ہوئی ہے۔ وہاں ایسے مٹی کے برتن اور دیگر اشیاء دستیاب ہوئی ہیں جو پرانی یادگار ہیں ..... یہ مٹی کے برتن بالکل جاپانی ساخت نہیں ہیں بلکہ کسی باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی یادگار ہیں۔ اور وہاں آب رسانی کے طریق بھی بالکل الگ قسم کے نظر آتے ہیں جو جاپان میں رائج نہ تھے۔ جاپانی کنواں کھود کر پانی نکالا کرتے تھے اور یہ ذریعہ آب رسانی اس سے بالکل مختلف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کھلی جگہ میں کوئی قلعہ یا عمدہ مکان تھا جہاں ایسے لوگ رہتے تھے جو جاپانی نہ تھے بلکہ باہر سے آئے ہوئے تھے بعیراتشا ہی نہیں۔ ہرائی میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیشانی پر ایک سرخ صلیبی نشان بنا دیتے ہیں اور کوئی مرتا ہے تو اس کے تابوت پر بھی اسی قسم کا سرخ صلیبی نشان بنا دیتے ہیں اور عقیدہ یہ ہے کہ اس طرح بھوت بھاگ جاتے ہیں۔ اس قسم کی رسومات جاپانیوں میں بالکل معدوم ہیں۔ اس سے عجیب تر یہ ہے کہ اس گاؤں کے لوگ ہر سال ایک تیوہار مناتے ہیں جسے دعوت جماعتی کہتے ہیں۔ اس میں یہ لوگ نسلاً بعد نسل ایک بھجن گاتے چلے آتے ہیں۔ جسے سمجھتا کوئی بھی نہیں۔ کیونکہ اس کی زبان جاپانی نہیں۔ حال میں علامہ کا وامورٹیا صاحب نے جو ڈاکٹر آف ڈیونٹی ہیں ثابت کیا ہے کہ اس بھجن کی زبان عبرانی ہے جو حضرت مسیح کی زبان تھی۔ اس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

"ہم خداوند کے حضور میں اس کی حمد کرتے ہیں۔ ہم خداوند کے حضور میں سب بدیوں کو نکال پھینکتے ہیں۔ ہم خداوند کے حضور میں اس کی خوبیوں کی تعریف کرتے ہیں۔"

اس علاقہ میں جو روایت مشہور ہو رہی ہے یہ ہے کہ قریباً دو ہزار برس ہونے کو آتے ہیں۔ جو حضرت مسیح اس ملک میں فلسطین کے واقعہ صلیب سے بچ کر تشریف لائے اور ہرائی سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر مسوگاسا کا کی بندرگاہ پر اترے۔ یہاں ایک خانقاہ ہے جو کیکوسا کہلاتی ہے یہاں سے چند الواح ایسی دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں چینی حروف میں یہ لکھا ہوا پایا کہ اس گاؤں کا مالک عیشی کرائی کی وساطت سے دعا کرتا ہے کہ خدا اس گاؤں پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔"

اب یہ بات ظاہر ہے کہ جاپانی تلفظ میں مس کوش بولا جانا اور کرائی اور کرائسٹ ایک ہی بات ہے۔ فقط تلفظ کا فرق ہے پس عیشی کرائسٹ صاف طور پر عیسیٰ کرائسٹ ہے۔ کرائسٹ مسیح کو کہتے ہیں۔ اس خانقاہ کے ارد گرد کا رقبہ عیشی کرائی ٹومارو کہلاتا ہے ٹومارو کے معنے ہیں ٹھیرنے کی جگہ۔ سارے نام کے معنی ہوئے "عیسیٰ کرائسٹ (مسیح) کے ٹھہرنے کی جگہ"۔

یہاں مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح نے ۱۰۵ برس کی عمر پائی۔ اور اپنی طبعی موت سے فوت ہو کر موضع ہرائی کے متصل مدفون ہوئے اب امریکہ کے صوبجات متحدہ سے ایک صد عیسائی محققین کی ایک پارٹی کے آنے کی امید کی جاتی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت اس تازہ انکشاف کے متعلق تحقیقات کریں گے۔

ان تمام باتوں سے یہ تو پتہ لگ گیا کہ اب یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں نے اتنا کہ کر اس معاملہ کو رد نہیں کر دیا کہ خداوند یسوع مسیح تو خدا تھا۔ وہ آسمان پر باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ جیسا کہ بائیبل میں لکھا ہے۔ وہ جاپان میں کیسے دفن ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان میں ایسے محققین پیدا ہو گئے ہیں جو حضرت مسیح کے مصلوب ہونے اور وہاں سے زندہ بچ آنے کے بعد کے واقعات کی تحقیقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی طبعی موت کو ایک حقیقت سمجھتے ہیں۔ ورنہ ان کی قبر کی تلاش کے کیا معنی؟ حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے اپنی مختلف کتابوں میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی تھی کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔ وہاں سے بچ کر مشرق کی طرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں تشریف لائے اور افغانستان سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے اور کشمیریوں کو جو بنی اسرائیل قوم کی ہی ایک شاخ تھی دعوت و تبلیغ کرتے ہوئے ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور سرینگر محلہ خان یار میں مدفون ہوئے۔ جو پارٹی جاپان میں مسیح کی قبر کی تحقیقات کیلئے آ رہی ہے۔ کاش کہ وہ سرینگر آ کر بھی تحقیقات کرے۔

بہرحال مسیح کی قبر خواہ سرینگر میں ہو یا جاپان میں۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہو گئی کہ حضرت مسیح نہ صلیب پر مرے اور نہ آسمان پر زندہ چڑھے۔ بلکہ بچ کر مشرق کی طرف چلے آئے۔ سرینگر میں مرے یا جاپان میں بہرحال اپنی طبعی موت سے فوت ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

فہرست چندہ

ٹرکش ریلیف فنڈ

نمبر	نام	روپیہ	آنہ	پائی
(۱)	ڈاکٹر عبد الرحمان صاحب امرتسر	۱۰		
(۲)	خلف صاحب سید عبد المجید صاحب کپورتھلہ	۱۵	۰	۰
(۳)	شیخ محمد دین جان صاحب وکیل لاہور	۱	۰	۰
(۴)	ملک ثمر الٰہی صاحب " "	۱	۰	۰
(۵)	میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نئی دہلی	۲۰	۴	۰
(۶)	مرزا محمود احمد صاحب سانده کلاں لاہور	۱	۰	۰
(۷)	بابو محمود علی صاحب ریلوے ملازم "	۱	۰	۰
(۸)	حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب "	۵	۰	۰
(۹)	منجانب جماعت وزیرآباد معرفت شیخ عبد اللہ صاحب	۳	۱۳	۰
(۱۰)	چوہدری فضل داد صاحب منڈی بہاؤالدین	۲	۰	۰
(۱۱)	مولوی محمد رمضان صاحب " "	۱	۰	۰
(۱۲)	ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن	۵		
(۱۳)	محبوب خاں صاحب دھاردار	۲	۰	۰
(۱۴)	سید سکندر شاہ صاحب حال لاہور	۱	۰	۰
(۱۵)	بابا ولی محمد صاحب لاہور	۰	۸	۰
(۱۶)	ملک محمد امین صاحب "	۵	۰	۰
(۱۷)	ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب "	۵	۰	۰
(۱۸)	ماسٹر فضل الٰہی صاحب مدرس "	۱	۶	۰
(۱۹)	ڈاکٹر سید فضل حسین شاہ صاحب لاہور	۱۰	۰	۰
(۲۰)	پروفیسر نظیر الاسلام صاحب سرینگر	۵	۰	۰
(۲۱)	مولوی فقیر اللہ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور	۲	۰	۰
(۲۲)	سید سلطان علی شاہ صاحب لاہور چھاؤنی	۰	۸	۰
(۲۳)	قاضی محمد اسلم صاحب " "	۱	۰	۰
(۲۴)	فضل دین صاحب سبزی فروش لاہور	۰	۸	۰
(۲۵)	فتح محمد صاحب ملازم حضرت مولوی صدر الدین صاحب	۰	۴	۰
(۲۶)	سید حید شاہ صاحب لاہور	۱	۰	۰
(۲۷)	ملک کرم الٰہی صاحب "	۱	۰	۰
(۲۸)	سید لطف شاہ صاحب گوندلی	۱۰	۰	۰
(۲۹)	جماعت شیخ محمدی معرفت عبد اللطیف صاحب	۷	۱۰	۰
(۳۰)	مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۲	۰	۰

نوٹ:- مندرجہ بالا رقوم ۳ رفروری ۱۹۴۸ء تک وصول شدہ ہیں۔

(دفتر تفصیل)

ضروری تصحیح

(از جناب مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری انجمن)

۹ر جنوری ۴۰ء کے پیغام صلح میں صفحہ ۷ پر اعلان بیعت کے نیچے جو فہرست ۳۸، اصحاب بیعت کنندگان کی دی گئی ہے اس میں دفتر کی غلطی سے سات صاحبوں کے نام دوبارہ درج ہو گئے ہیں پہلے اُن کے نام نمبر ۶ تا نمبر ۱۲ پر درج ہوئے پھر نمبر ۲۶ تا نمبر ۳۲ پر۔ احباب تصحیح فرمالیں۔ یہ غلطی دفتر سے دوسری دفعہ ایک پرچہ پر ان سات ناموں کے دفتر اخبار میں بھیجے جانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس کے متعلق اخبار الفضل مورخہ ۴ر فروری ۴۰ء میں پہلے صفحہ پر زیر عنوان

"پیغام صلح میں بیعت کرنے والوں کی عجیب و غریب فہرست" توجہ دلائی گئی ہے جس کے لئے مدیر اخبار مذکور شکریہ کے مستحق ہیں لیکن ان کا یہ لکھنا کہ اس میں جعلی ناموں کا اضافہ کیا گیا ہے اور عمداً اس جعلسازی کا ارتکاب کیا گیا ہے درست نہیں ہے۔ ان میں جعلی نام کوئی نہیں ہے سب اصلی نام ہیں ناموں میں تغیر بھی کوئی نہیں کیا گیا وہی نام ہیں جو پہلے مختصر طور پر بلا قید ولدیت درج ہوئے اور دوسری دفعہ جو پرچہ دفتر سے بھیجا گیا اس میں محرر دفتر نے ولدیت بھی درج کر دی۔ اس غلطی کی بنا پر جس کا نقصان بھی کسی کو نہیں پہنچا ایسی بدگمانی پیدا کرنا کہ یہ اس تمنا اور حسرت کو پورا کرنے کے لئے کیا گیا جو اپنی تعداد کی ترقی کے متعلق غیر مبائعین میں پائی جاتی ہے "شیوہ مومنانہ نہیں۔ اور بلا ضرورت و بلا تعلق مضمون حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی خدمات سلسلہ احمدیہ کا بوجہ حسد و بغض استخفاف کرنا اپنی تنگ ظرفی کا ثبوت دینا ہے۔ احمدی جماعت کو تو خوش ہو کر خدا تعالےٰ کا شکر کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شاگرد رشید کے ہاتھ سے ترجمہ قرآن کریم ہو کر دنیا میں شائع ہوا اور حضور کی دلی آرزو کو پورا کرنیوالا خدمت اسلام کا وہ کام سرانجام ہوا جس سے آپ کی روح کو خوشی پہنچ رہی ہوگی

۱۸۰
۴۰/۲/۹

عزیز بخش جائنٹ سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(بقیہ صفحہ ۴)

اختیار کرنے سے ٹائپ کا پیچیدہ اور پریشان کن مسئلہ بھی آسانی و خوش اسلوبی سے حل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انتہائی کوشش کے باوجود اب تک نستعلیق ٹائپ بنانے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ نہ مستقبل قریب میں اس کی کوئی توقع ہے۔

اردو زبان کیلئے عربی خط کی تجویز بہت پرانی ہے۔ سر سید مرحوم اور ان سے پہلے اور بعد اس کے لئے مختلف اصحاب اور اداروں کی طرف سے عملی کوششیں بھی ہو چکی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ تازہ آراء اور موجودہ حالات کی روشنی میں ماہرین فن اور اردو کے علمی، ادبی، صحافتی اور طباعتی اداروں کو اس پر پوری احتیاط اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

(بقیہ صفحہ ۷)

قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے۔ کافر ہی ہے۔"

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۲ء)

اب دیکھ لیجئے۔ شاید ہی کوئی ایسی بات ہو جس میں میاں صاحب کا فہم مسیح موعود کے متصادم نہ ہو۔

(۱) میاں صاحب کے نزدیک اسمہ احمد کی پیشگوئی آنحضرت صلعم کے متعلق نہیں۔ بلکہ مسیح موعود کے متعلق ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے۔ کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں، جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئیگا۔ اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا۔ تب آنحضرت صلعم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے۔ وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل جانا بیان کیا گیا ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۲)

(۲) مسیح موعودؑ کے نزدیک ایک نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا۔ لیکن میاں صاحب کا "فہم" یہ ہے کہ ایسا کہنے والا "نادان" ہے۔

(۳) مسیح موعود کے نزدیک قرآن میں ضرور ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا کوئی حکم نہیں، ایسا کہنا "دلیر معترض کا کام ہے لیکن میاں صاحب کے "فہم" اور "علم قرآنی" میں "اصل حکم" ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا ہی ہے۔

(۴) حضرت مسیح موعودؑ کا کھلا ارشاد ہے کہ نبی کا نہیں بلکہ محدث ہونے کا دعویٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے لیکن میاں صاحب کے نزدیک ان کو نبی اور محدث کی تعریف ہی معلوم نہ تھی۔ اور شاید ان کے نزدیک خدا کو بھی معلوم نہ ہوگی۔ جس کے حکم سے ایسا دعویٰ کیا گیا۔

(۵) مسیح موعودؑ بار بار اپنے آپ کو غلام احمد قرار دیتے رہے اور اسی نام میں ہمیشہ اپنا فخر اور رشد ہی ظاہر کیا۔ لیکن میاں صاحب کے فہم میں اس کی کوئی ترکیب ہی نہیں بنتی اور نہ یہ کسی زبان کا نام ہے۔

ان سب باتوں کو جناب میاں صاحب نے "ان قرآنی علوم" کی مدد سے واضح کیا جو ان پر کثرت سے کھولے گئے ہیں۔ کون ہے جو ان کے ایسے علوم کی فراوانی سے انکار کر سکے۔ یہ الگ امر ہے کہ تمام امت مسلمہ اور بالخصوص "پیغامی" لوگ ان سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہیں اور رہینگے۔ خدا نہ کرے کہ ان کو یا ان کی اولاد کو کبھی "ایسی خدمت دین" کی ضرورت پیش آئے کہ میاں صاحب کی ایسے علوم سے بھری ہوئی کتابوں کے مطالعہ پر مجبور رہوں۔

جسمانی صحت کے لئے صفائی پہلا اصول ہے جو جسم صاف نہیں وہ صحت در بھی نہیں۔ جو مذہب جسمانی صفائی کی تلقین نہیں کرتا وہ جسم کو مضبوط اور توانا بنانے میں کیسے ممد ہو سکتا ہے۔ سوائے کہنا کہ عیسائیت نے جسمانی ضبط کی تعلیم دی ہے۔ مذہب عیسوی کی روایات اور تعلیم کے منافی ہے۔ یورپ کے اندر جسمانی صفائی اور صحت کی تحریک اسلام کی خوشہ چینی اور منت کشی سے پیدا ہوئی ہے

عیسائیت اور جسمانی کلچر

(از ایس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

مورخہ ۲۴ر جنوری کو ہز ایکسی لنسی سر ہنری کریک گورنر پنجاب نے پنجاب کالج آف فزیکل ایجوکیشن اینڈ سکوٹنگ کوٹ لکھپت کا افتتاح کرتے ہوئے ایک تقریر کی۔ جس میں مذکورہ بالا کالج کو ایک جدید مسلک کا (جدید مسلک سے مراد جسمانی کلچر ہے۔ ناقل) پہلا مندر قرار دیتے ہوئے کہا۔ یہ ایک مسلک ہے جس کے عقیدہ کو سر ڈگلس ہیگ نے بیان کیا ہے کہ یہ حقیقی خدمت اور جسمانی قوت کی مشترکہ بشارت ہے۔ یہ ایک ایسا مسلک ہے جس میں عیسائیت کا عقیدہ بھی شامل ہے کہ انسانی جسم خدا کی "عبادت گاہ" ہے۔ اور کوئی ایسا چلن جو اسے کمزور، مختل اور ملوث کرے وہ خدا کے خلاف ایک معصیت ہے"!

ہز ایکسی لنسی سر ہنری کریک کی تقریر کے اقتباس کا تعلق جہاں تک حکومت کے ضبط اور انتظام سے ہے ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں مگر ہم اس اقتباس کو خالص مذہبی نقطہ نگاہ سے مذہبی اور تاریخی سنگ امتحان پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ اس اقتباس سے یقیناً سب کو حیرت ہوئی ہوگی کہ ہز ایکسی لنسی سر ہنری کریک جیسے فاضل اور جید انسان کی زبان سے ایک ایسا کلمہ نکلا۔ جسے منسوب تو عیسائیت کی طرف کیا گیا ہے۔ لیکن عیسائی مذہب اور اس کی تاریخ اس کا ابطال کر رہی ہے وہ مذہب جس نے رہبانیت کی تعلیم دی ہو جس کا کیش یہ رہا ہو کہ انسانی روح ترقی نہیں کر سکتی جب تک جسم مجاہدات سے لاغر نہ کر دیا جائے۔ یا کم از کم جسم کے طبعی وظائف کو جان بوجھ کر نظر انداز نہ کیا جائے۔ وہ اصولی لحاظ سے فزیکل کلچر یعنی جسمانی نشوونما کی تلقین کیسے کر سکتا ہے۔

عیسائیت کی تاریخ ایسے راہبوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنے جسم کے طبعی تقاضوں کو اپنی مرضی سے پس پشت پھینکا۔ بلکہ ساری ساری عمر ان کے خلاف مجاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جسمانی میل کچیل اور مکھیوں کی بھن بھن کو بھی مذہبی عقیدہ میں شامل کیا۔

عیسائیوں کے ہاں کثرت سے ایسے راہب اور راہبہ عورتیں گذری ہیں۔ جنہوں نے اپنے جسم اور چہرہ کو ساری ساری عمر نہیں دھویا۔ اگر اب بھی ان راہبوں کی سوانح حیات کو اٹھا کر پڑھا جائے تو عین ممکن ہے کہ ان کے حالات میں سے جسمانی میل کچیل کے کیڑے کلبلا کے نکل پڑیں۔ جو لوگ خدا کی "عبادت گاہ" کو صاف ستھرا نہیں رکھتے تھے۔ وہ اس کی حفاظت اور اس کا ضبط کیا رکھتے ہوں گے۔

عیسائی رہبانیت کے خلاف "اناطول فرانس" اور اس کے علاوہ دیگر ادیبوں نے کافی لکھا ہے انہوں نے اس رہبانیت کی خوب تصویر کھینچی ہے۔ اس رہبانیت نے یقیناً یورپ کی تہذیب کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور اس کی ترقی کو عرصہ دراز تک۔۔۔ روکنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تو خدا بھلا کرے "لوتھر" کا اس عیسائیت کے مصلح اعظم نے اسلامی خیالات سے متاثر ہو کر عیسائیت کی اصلاح کی ورنہ معلوم نہیں کب تک یہ رہبانیت مغربی اقوام کے گلے کا ہار رہتی۔

اس فزیکل کلچر اور جسمانی ضبط میں جس کا ہز ایکسی لنسی نے ذکر کیا ہے اسلامی تعلیم شامل ہے جس نے رہبانیت کا قلع قمع کیا۔ اسلام نے ہی جسمانی صفائی کو مذہب کی اساس قرار دیا اور قرآن مجید میں تو صاف طور پر ارشاد ہے۔ وثیابک فطھر والرجز فاھجر یعنی اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔

علمی معلومات

آئنسٹائن کا نظریہ اضافیت غلط ثابت ہوگیا

سر شاہ سلیمان کے نظریہ کی عظیم الشان فتح

۱۹ر جون ۱۹۳۶ء کے سورج گرہن کے موقعہ پر سر شاہ محمد سلیمان نے اپنے جدید نظریہ اضافیت کے حساب سے دو پیشگوئیاں ملک کے تمام معتبر روزانہ اخبارات میں شائع کی تھیں۔ پہلی پیشگوئی یہ تھی کہ سورج کے کنارے کی روشنی کا طیفی تبادلہ آئنسٹائن کے حساب کے مقابلہ میں سو فیصدی زیادہ ہوگا۔ اس گرہن کے مشاہدہ کرنے کے لئے حکومت ہند نے ڈاکٹر رائڈز کو جاپان بھیجا تھا۔ اور انہوں نے اپنے مشاہدہ کے نتائج جریدہ "نیچر" بابت ماہ جولائی ۱۹۳۶ء میں شائع کئے تھے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ صورت حال درحقیقت وہی تھی جس کی سر شاہ محمد سلیمان نے پیشگوئی کی تھی یعنی آئنسٹائن کے حساب سے سو فیصدی زائد۔

سر شاہ کی دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ ستاروں کی روشنی کی کجی سورج کے پاس سے گذرتے ہوئے آئنسٹائن کے اندازہ سے ۳۰ تا ۵۰ فیصدی زائد ہوگی۔ نیوٹن کے نظریہ کے بموجب کجی ۸۷ء ہونی چاہیئے اور آئنسٹائن کے حساب کے بموجب ۷۵ء۱ سے زائد نہ ہونی چاہیئے۔ سر شاہ محمد سلیمان کا نظریہ یہ تھا کہ کجی ۲۲ء۲ تا ۶۱ء۲ ہونی چاہیئے۔ ستارہ سے سورج کی قربت یا دوری کے حساب سے فرق ہوگا۔

مشہور روسی ماہر علم ہیئت پروفیسر اے اے میکائلاف نے ۱۹۳۶ء کے سورج گرہن کا عکس لیا تھا۔ انہوں نے اپنے مشاہدات کی اطلاع سر شاہ محمد سلیمان کو اپنے خط مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء میں دی ہے جو سر شاہ کو بتاریخ ۲۸ر جنوری ۱۹۴۰ء کو موصول ہوا۔ ان کے مشاہدات کے نتائج حسب ذیل ہیں:۔

گرہن کی تختی کا نمبر	مقابلہ کی تختی	کجی کی مقدار
۲	۵	۲ ۴۴ً
۲	۶	۲ ۴۲ً
۴	۵	۲ ۸۵ً
۴	۶	۲ ۹۳ً

اوسط کجی ۷۳ً۲ (امکانی غلطی ۲۱ً۰+)

اگر ۲۱ً کی امکانی غلطی اوسط اندازہ سے خارج کردیجائے تو نتیجہ ۵۲ً۲ ہوگا۔ جو بعینہ سر شاہ محمد سلیمان کے حساب کے مطابق اور آئنسٹائن کے اندازہ سے بقدر ۵۰ فی صدی زائد ہے۔

ان دو پیشگوئیوں کے علاوہ سر شاہ محمد سلیمان نے یہ بھی کہا تھا کہ آئنسٹائن کا حساب تو دآئنسٹائن کے نظریہ کے بموجب محتاج اصلاح ہے۔ اسلئے کہ سورج کے دائرہ کی بڑائی کی وجہ سے یہ اندازہ ۳۷ء۱ کے بقدر اور کم ہو جائے گا۔ پروفیسر میکائلاف کی اس تحقیق سے آئنسٹائن کا نظریہ بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اور سر شاہ محمد سلیمان نے جو دو پیشگوئیاں کی تھیں وہ دونوں بالکل ہی صحیح ثابت ہوئیں۔

ترجمہ خط پروفیسر میکائلاف

از ماسکو مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء

بخدمت آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب نئی دہلی۔ ہند۔

جناب من آپ نے جو تصویریں بھیجیں ان کا بہت بہت شکریہ۔ آخرکار اب میں اس قابل ہوا ہوں کہ ۱۹ر جون ۱۹۳۶ء کے سورج گرہن کے مشاہدہ میں روشنی کی کجی جو میں نے پیمائش کی تھی اس کے قطعی نتائج مشتہر کردوں۔ آپ نے بجا طور پر یہ انتباہ کیا تھا کہ تختیوں کے گھٹنے میں دوسرے درجہ کے شرائط کا اثر ہو سکتا ہے۔ ایک تختی میں واقعی ذرا سے جھکاؤ کا اثر محسوس ہوا۔ جس سے دوسرے درجہ کے شرائط پر کاربند ہونا پڑا۔ علاوہ بریں ابتدائی نتیجہ جو میں نے اپنے پچھلے خط میں آپ کو لکھا تھا اس میں ایک حساب کی غلطی پائی گئی۔ اب مجھے حسب ذیل قدرات حاصل ہوئے ہیں گرہن کی دو تختیوں کی پیمائش کی گئی اور مقابلہ میں الگ الگ نتائج نکلے۔

گرہن کی تختی کا نمبر	مقابلہ کی تختی	کجی کی مقدار
۲	۵	۲ ۴۴ً
۲	۶	۲ ۴۲ً
۴	۵	۲ ۸۵ً
۴	۶	۲ ۹۳ً

اوسط کجی ۷۳ً۲ (امکانی غلطی ۲۱ً۰ ±)

اس میں شک نہیں کہ نتائج پورے طور پر تشفی بخش نہیں ہیں۔ اس لئے کہ سورج کے بازو سے جو قریب ترین ستارہ قابل پیمائش ملا وہ سورج کے وسط سے ۲۰ کے فاصلہ پر تھا۔ سب ملاکر کل پچیس ستاروں کی پیمائش ہو سکی۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی یہی پیشگوئی کہ حساب آئنسٹائن کے نظریہ سے بہت زیادہ ہوگا۔ مجھے اعتماد کے ساتھ ان مشاہدات کی اشاعت پر آمادہ کر رہی ہے۔ عنقریب اس تحقیق کی تمام تفصیلات جرائد میں شائع ہو جائیں گی۔

نیازمند۔ اے۔ میکائلاف

ہمالیہ کے پُراسرار باشندے

کیا ایورسٹ پر انسان بستے ہیں

لندن "نیشنل ریویو" لکھتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں ایک کوہ پیما نے کنچن چنگا پر جو ہمالیہ کی بلند ترین چوٹیوں میں سے ہے، انسانی قدموں کے نشان دیکھے، اس وقت ساڑھے ۱۸ ہزار فٹ کی بلندی پر تھا۔ ہر طرف برف کے انبار تھے، شجر و حجر سب برف میں غرق نظر آتے تھے، یکایک ایسے انسانی قدموں کے نشان نظر آئے جو کچھ فاصلہ تک جا کے برف میں گم ہو گئے تھے۔

۱۹۲۲ء میں جب انگریز کوہ پیماؤں کی ایک جماعت نے ایورسٹ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو انہیں ایک دن بہت دور چند متحرک دھبے نظر آتے۔ کچھ عرصہ کے بعد بیس ہزار فٹ کی بلندی پر انہیں انسانی قدموں کے نشان ملے۔

پچھلے سال مسٹر ایرک سپٹن ہمالیہ کے بعض حصوں کی سیاحت میں مصروف تھا۔ کہ انہیں سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر پاؤں کے نشان ملے۔ جو بہت بڑے اور ہاتھیوں کے نقوش قدم سے ملتے جلتے تھے لیکن قدموں کے فاصلہ سے مسٹر سپٹن نے اندازہ لگایا کہ یہ کسی دوپایہ مخلوق کے قدموں کے نشان ہیں کچھ قلیوں نے جو اس مہم میں اُن کے ساتھ تھے۔ اس بات کی تصدیق کی کہ اس سے پہلے بھی اس قسم کے نشان اُن کی نظروں سے گذر چکے ہیں۔

ابھی تک پوری طرح معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ اتنی بلندی پر کس قسم کی مخلوق آباد ہے۔ کوئی ریچھ کی قسم کا جانور ہے یا بندر کی قسم کا حیوان، تاہم ہمالیہ کے دامن میں چرواہے آباد ہیں وہ اس کو "برفانی انسان" کہتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر نے ان برفانی انسانوں کو دیکھا ہے۔ اور ان کا بیان ہے۔ کہ ان کی جلد سیاہ ہے۔ جو لمبے لمبے گچھے دار بالوں سے ڈھنپی ہے، اُن کے بازو بہت لمبے ہیں، جو گھٹنوں تک پہنچتے ہیں۔ ان کی نظر بہت تیز اور جسم بہت مضبوط ہوتا ہے، ان کی طاقت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وہ بڑے بڑے درختوں کو آسانی سے اکھیڑ سکتے ہیں۔

مسٹر نیل میکنٹائر نے "ایورسٹ پر حملہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے ان برفانی انسانوں کا جو حلیہ درج کیا ہے۔ وہ ان چرواہوں کے بیان سے ملتا جلتا ہے مسٹر میکنٹائر لکھتے ہیں کہ یہ برفانی انسان درخت کی طرح بلند و بالا۔ ہوا کی طرح سبک رفتار اور شیر کی طرح خونخوار اور وحشی ہیں ان کے جسم کو بالوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ سچ مچ وہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق؟

اس سلسلہ میں ایک اہم سوال یہ بھی تو ہے کہ اتنی بلندی

رفتار عالم

اسلامی دنیا

—— عراق کے تازہ اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ مفتی اعظم فلسطین جو اس وقت بغداد میں قیام پذیر ہیں فلسطین واپس چلے جائیں گے۔ غالباً وزیر اعظم مصر اور عراق نے حکومت برطانیہ سے اس بارہ میں گفتگو کرنی ہے۔

—— انقرہ ۱۰ فروری۔ اس مرتبہ ترکی کے فوجی بجٹ میں سب سے بڑی قم ایک کروڑ ۹ لاکھ پونڈ کی ہے جو قومی ڈیفنس کے لئے رکھی گئی ہے لیکن اس میں وہ بھاری قرضہ کی رقم شامل نہیں جو برطانیہ اور فرانس سے سامان جنگ خریدنے کے لئے لی گئی ہے۔ خیال ہے کہ برطانیہ اور فرانس سے بالترتیب تین کروڑ اور دو کروڑ پونڈ کے ہتھیار خریدے جائیں گے۔

—— انقرہ ۵ فروری۔ ۱۰ دسمبر ۳۹ء کے بعد اناطولیہ میں قریباً ہر روز زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں اور گذشتہ ۴۸ گھنٹوں میں تو بیشمار جھٹکے آئے جن سے علاقہ بھر کے باشندوں میں مزید ہیجان پھیل گیا۔

—— ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ اناطولیہ کے علاقہ انجان میں ۴ فروری کو شدید زلزلہ آیا جس سے دو گاؤں بالکل تباہ ہو گئے۔ ۵۴ اشخاص ہلاک اور بے شمار مجروح ہوئے۔

—— کابل کی تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ گذشتہ ہفتہ وہاں شدید برفباری ہوئی، کابل اور پشاور کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ بند ہو گیا ہے سڑک کو صاف کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔

—— صوفیہ ۹ فروری۔ مسٹر سراج اوغلو وزیر خارجہ ترکی، بلقان کانفرنس میں شمولیت کے بعد آج صوفیہ پہنچے۔ صوفیہ میں بلغاروی حکومت کی طرف سے آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ آپ وزیر اعظم بلغاریہ سے ترکی اور بلغاریہ کے مابین سمجھوتے پر گفتگو کریں گے۔

—— فرانسیسی پولیس نے دمشق میں تمام اشتراکیوں کو گرفتار کر لیا ہے اور تمام اشتراکی جماعتیں ممنوع قرار دی گئی ہیں۔

—— بصرہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ وہاں کے جملہ مدارس کے معلمین کو فوجی تربیت دی جا رہی ہے تاکہ حکومت کی یہ اسکیم کہ تمام آبادی کو فوجی تربیت دی جائے مکمل شکل اختیار کرے عراق میں کچھ عرصہ سے فوجی تعلیم اور عسکری تربیت کا جبری قانون نافذ ہے جس کے ماتحت ہر شخص کو فوجی تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔

—— بیت المقدس ۴ فروری۔ فلسطین کے عرب مجاہدین جو شام و لبنان میں مقیم تھے اپنے وطن میں واپس آ رہے ہیں۔ حکومت فلسطین نے غیر متشدد عربوں کو واپس آنے کی اجازت دیدی ہے۔

—— کابل کی اطلاع ہے کہ حکومت افغانستان کے نمایندوں کا گذشتہ دنوں ایک اہم اجتماع منعقد ہوا جس میں حالات حاضرہ کی روشنی میں اہم تجاویز پر غور کیا گیا۔ روسی افغانی سرحدوں کی حفاظت و نگرانی کے مسئلہ پر خصوصیت سے طول طویل بحثیں ہوئیں۔

—— گذشتہ دو ہفتہ میں استانبول سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی میں جرمن جاسوسوں کی گرفتاریاں بڑی شدت سے عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ ترکی پولیس نے اپنے ملک کو اجنبی جاسوسوں سے پاک کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ اس نے ترکی کے تمام حصوں میں جرمن افراد کی کڑی نگرانی بھی شروع کر دی ہے۔

—— گرفتاریوں، تلاشیوں اور چھاپوں کے دوران میں ترکی پولیس کو جرمنوں کے بہت اہم راز معلوم ہوئے ہیں اور بہت کم ضروری دستاویزات ہاتھ آئی ہیں۔ تحقیقات کے لئے حکومت ترکی نے خاص محکمہ مقرر کر دیا ہے۔

ہندوستان

—— نئی دہلی ۵ فروری۔ آج دن کے گیارہ بجے مسٹر گاندھی نے وائسرائے ہند سے ملاقات کی جس کا سلسلہ ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔

—— ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ وائسرائے اور گاندھی جی میں دوستانہ طریق پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ وائسرائے نے حکومت برطانیہ کے ارادوں اور تجاویز پر پوری طرح روشنی ڈالی۔ اور اس امر پر زور دیا کہ حکومت برطانیہ اس بات کی متمنی ہے کہ ہندوستان جلد از جلد درجہ نوآبادیات حاصل کرے۔ اس ضمن میں وہ ہر ممکن ذرائع اختیار کرنے کے لئے تیار ہے۔

—— وائسرائے نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کی جماعتیں رضامند ہوں تو حکومت برطانیہ فیڈرل سکیم کا معاملہ دوبارہ زیر غور لانے پر آمادہ ہے تاکہ ہندوستان جلد از جلد درجہ نوآبادیات حاصل کر سکے۔

—— مسٹر گاندھی نے بتایا کہ جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان سے کانگرس کے مطالبات پورے نہیں ہوتے اور آخر پر گاندھی جی نے تجویز پیش کی کہ سر دست مشکلات کے حل کی خاطر بات چیت ملتوی کی جائے۔ وائسرائے نے یہ تجویز منظور کر لی۔

—— نئی دہلی ۶ فروری۔ آج مسٹر جناح نے ڈیڑھ گھنٹہ تک وائسرائے سے ملاقات کی ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ مسٹر جناح نے دوران ملاقات میں وائسرائے پر زور دیا کہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کا سمجھوتہ کے وقت پوری طرح خیال رکھا جائے۔

—— اعلان میں یہ بھی بتایا ہے کہ وائسرائے نے مسٹر جناح کو یقین دلایا کہ حکومت برطانیہ کو اقلیتوں کا پورا خیال ہے اور وہ سمجھوتہ کے وقت ان کے مفاد کی حفاظت کرے گی اور ان کے مفاد کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرے گی۔

—— دہلی ۶ فروری۔ آج وائسرائے سے ملاقات کے بعد مسٹر جناح نے تمام حال مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں آ کر سنایا جو خاص اسی غرض کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔

—— دہلی ۶ فروری۔ مسٹر جناح اور وائسرائے ہند کے درمیان گذشتہ دنوں جو خط و کتابت ہوئی تھی آج اسے شائع کر دیا گیا۔

—— دہلی ۶ فروری۔ وائسرائے سے مسٹر گاندھی کی ملاقات پر کانگرسی حلقوں میں مایوسی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ گاندھی جی خود بھی افسردہ و مایوس معلوم ہوتے تھے۔ اور خلاف توقع انہوں نے مسٹر جناح سے ملاقات نہ کی اور فوراً واردھا روانہ ہو گئے۔ بعد کی خبر ہے کہ گاندھی جی ۷ فروری کو واردھا پہنچ گئے۔

—— لاہور ۶ فروری۔ سر سکندر حیات خاں آج صبح گاندھی جی اور وائسرائے سے ملاقات کے بعد لاہور پہنچے انہوں نے ایک اخباری ملاقات میں بتایا کہ جو بھی سمجھوتہ ہوگا وہ تین پارٹیوں یعنی حکومت، کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان ہوگا۔

—— سر سکندر حیات خاں نے مسٹر گاندھی سے اپنی ملاقات کی نوعیت پر روشنی ڈالنے سے احتراز کیا اور صرف اسی قدر کہا کہ مسٹر گاندھی سے میری ملاقات طویل اور خوشگوار تھی۔

—— مرکزی اسمبلی کا اجلاس دہلی میں اور پنجاب اسمبلی کا اجلاس لاہور میں جاری ہے۔

—— نئی دہلی۔ وائسرائے نے سکھر کے فسادات کے متعلق مرکزی اسمبلی میں تحریک التوا پیش ہونے کی اجازت نہیں دی۔

ممالک خارجہ

—— ایتھنز ۶ فروری۔ ترکی کے بعد یونان کے بعض علاقوں میں زلزلے شروع ہو گئے ہیں خلیج سالونیکا کے ساحلی مقام کرتینی میں گذشتہ جمعرات اور جمعہ کو ۱۸ شدید جھٹکے محسوس ہوئے جن سے سوا سو قریب عمارتیں منہدم ہو گئیں۔

—— لندن ۵ فروری۔ پرسوں انگورہ میں ترکی اور برطانیہ کے تجارتی اور ادائیگی کے معاہدے پر دستخط ہو گئے۔

—— لندن ۶ فروری۔ کل رات بلقان کانفرنس ختم ہو گئی اس کانفرنس کے فیصلوں پر اٹلی کے سیاسی حلقوں میں مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

—— ماسکو ۶ فروری۔ فن لینڈ میں لڑنے والی روسی فوجوں کے لئے ماسکو اور جنوبی روس سے کمک بھیجی جا رہی ہے۔

—— لندن ۶ فروری ایک اطلاع ہے کہ پولینڈ کا کمانڈر انچیف حکومت سے اختلاف کی بنا پر مستعفی ہو گیا۔

—— جنیوا ۶ فروری۔ انٹرنیشنل لیبر آفس کی مجلس عمومی نے روس کو انجمن سے خارج کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

—— لندن ۶ فروری۔ آج دارالامرا میں لارڈ ہالی فیکس نے جاپانی جہاز "اساما مارو" پر سے ۲۱ جرمنوں کی گرفتاری کے واقعہ پر تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ ان جرمنوں میں سے ۹ کو رہا کر دینے پر تیار ہے اور عنقریب انہیں جاپانی حکام کے حوالے کر دیا جائے گا۔

—— ٹوکیو ۶ فروری۔ آج پارلیمنٹ میں وزیر خارجہ جاپان نے بھی اس واقعہ پر تقریر کی اور ۹ جرمنوں کی رہائی کے متعلق برطانیہ کے فیصلہ پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ جاپان اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہو سکتا وہ باقی جرمنوں کی رہائی پر بھی زور دے گا۔

—— حکومت جاپان نے جہاز ران کمپنیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ جنگ میں شریک ملکوں کے فوج سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے جہازوں پر سوار نہ کریں۔

—— روس اور فن لینڈ کے درمیان بدستور شدید جنگ جاری ہے۔ روس کو متواتر ناکامیاں ہو رہی ہیں۔ اس کے ساتھ فن لینڈ بھی محسوس کر رہا ہے کہ وہ بیرونی ممالک کی معقول امداد کے بغیر زیادہ دیر تک روس کا کامیاب مقابلہ نہیں کر سکتا۔

—— لندن ۷ فروری۔ فن لینڈ کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ جھیل لڈوگا کے شمال مشرق میں لٹیما کے مقام پر روسیوں اور فنوں میں شدید معرکہ ہوا جس میں روسی فوج کا اٹھارواں ڈویژن بالکل تباہ ہو گیا اور پندرہ بیس ہزار کے قریب روسی ہلاک و زخمی ہوئے اس خبر کی سرکاری طور پر تصدیق کا ہنوز انتظار ہے۔

—— مغربی محاذ پر حالات بدستور ہیں۔ گذشتہ ہفتہ کوئی خاص قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ معمولی طریق پر ہوائی جہازوں کی پرواز اور اتحادی اور جرمن دستوں میں جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔

—— لندن ۵ فروری۔ گذشتہ جمعہ کے دن فرانسیسی ہندچینی میں یونانی ریلوے پر جاپانیوں نے شدید بمباری کی تھی جس کے نتیجہ ۱۰۰ اشخاص ہلاک اور ۱۲۰ کے قریب مجروح ہوئے ہلاک ہونیوالوں میں ۵ فرانسیسی تھے۔ فرانس اور امریکہ کی حکومتوں نے اس واقعہ کے متعلق حکومت جاپان

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر محمد انعام الحق

جلد ۲۸ — لاہور یوم دو شنبہ مطبوعہ ۳ محرم ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۴۰ء — نمبر ۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے

جب تو دعا کیلئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھیگا جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اسکے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنیکا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائیگا؟ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بیشمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق و وفا سے اسکے ہو گئے ہیں وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق و وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو ابتک یہ پتہ نہیں ہے کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔

(کشتی نوح)

مکتوبِ بغداد

جناب سید تصدق حسین صاحب قادری کی رائے گرامی پیغام صلح کے "تنظیم نمبر" کے متعلق

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنی ڈائری بابت جنوری ۱۹۴۰ء میں لکھتے ہیں کہ:-

"رات اخبار "پیغام صلح" کا تنظیم نمبر دیکھا اللہ تعالےٰ جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب مدیر جریدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے سمندر کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ سرورق پر آپ کے دل کی گہرائی کا درد موجیں مار رہا ہے آپ کے پیشکش واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا میں ہماری ترقی و سربلندی کا راز نہاں نظر آرہا ہے ہم اپنے عظیم ترین اور مقدس مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کو بغیر اعتصام بحبل اللہ کے ہرگز حاصل نہیں کر سکتے حقیقی تنظیم کا راز بھی اسی ... میں ہی مضمر ہے۔ خداوند کریم شیخ صاحب کی اس درد بھری آواز کو شرف قبولیت بخشے اور وابستگانِ سلسلہ کے دلوں کو گرمائے۔"

اس تحریر سے سید صاحب کے دردِ دل کا حال بھی عیاں ہے جو ان کو سلسلہ کی ترقی کے متعلق ہے۔ یہ ان تھک جواں مرد بلاناغہ تبلیغ کے کام میں لگا رہتا ہے، ڈائری باقاعدہ بھیجتا رہتا ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی تبلیغ کا کام نہیں چھوڑتا۔ ۳ فروری کو اُن کا جو خط ... کا لکھا ہوا آیا ہے اس میں اطلاع دیتے ہیں کہ دو روز سے طبیعت ... ہے، اللہ تعالےٰ صحت کے ساتھ اُن کی عمر میں برکت ... بڑا نافع الناس وجود ہے، احباب جماعت بھی اُن کے لئے دعا کریں۔

عزیز بخش
آنریری جائینٹ سکرٹری انجمن

ختم نبوت کا عقیدہ ایک مسلمان سے کیا چاہتا ہے؟

محمودی جماعت کے متعلق ایک کانگریسی لیڈر کی توقعات

(از جناب مولانا عبد الحق صاحب ود یارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی)

(۳)

دُنیا کی مذہبی تاریخ کا ایک روشن باب یہ ہے کہ ہر ایک قوم میں جب کوئی نبی آیا اُس کے کچھ عرصہ بعد اُس کی قوم مرگئی تو اس قوم میں سے دوسرا نبی اسے زندہ کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا جس نے قدیم اور جدید وحی شریعت کی قوت سے قوم کو زندہ کر دیا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا سورج ہے جو قوم کی موت کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں نئے سرے سے جان ڈالنے کی قوت رکھتا ہے جسطرح سورج ہر خزاں کے بعد دنیا پر پھر بہار زندگی لاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالے (یٰسٓ) کہکر اسے خطاب کیا ہے۔ اور اسی نقطہ کی بنا پر سورۃ یٰسٓ اس شخص پر پڑھی جاتی ہے۔ جو موت سے قریب تر ہوتا ہے۔ کیونکہ یٰسٓ نہ صرف ظاہری طور پر مرنے والے کیلئے آخری زندگی کے طلوع کی خوش خبری ہے بلکہ یٰسٓ پڑھنے اور سننے والوں کیلئے بھی روحانی موت کے بعد روحانی زندگی کی صبح صادق کی نوید ہے۔

سین سورج کا نام ہے جو قوت اور طاقت کا ایک بےنظیر خزانہ ہے اور ہر قسم کی زندگی کا سرچشمہ ہے جسطرح ہمارے اس نظام کیلئے ایک اکیلا سورج کافی ہے بعینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں قوموں کی زندگی کے سارے سامان موجود ہیں۔ کل اقوام عالم کی زندگی باہمی اتحاد سے وابستہ ہے اور باہمی اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا جب تک ساری قوموں کا ایک خدا۔ ایک دین۔ ایک قبلہ ایک کتاب نہ ہو کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ کل عیسائی دنیا کی کتاب ایک نہیں کل یہود کی توراۃ ایک نہیں۔ کل ہندو دنیا کی الہامی کتاب ایک نہیں۔ عیسائی فرقوں میں بیسیوں اناجیل مروج ہیں۔ یہود میں یونانی نسخہ توراۃ اور زبور الگ الگ ہیں فقیہوں اور فریسیوں کی مسلمہ کتب کی تعداد مختلف ہے ہندوؤں اور برہمنوں میں وید مختلف ہیں ایک وید۔ دو وید۔ تواری اور چتر ویدی برہمنوں کے مسلمہ وید جدا جدا ہیں مگر یٰسٓ والقرآن الحکیم قرآن حکیم کی وحدت ایک ہی سین یا سورج کے خاتم النبیین ہونے پر شاہد ہے۔

قرآن مجید احادیث صحیحہ اور مسلمانوں کا اجتماع جو تواتر سے ثابت ہے وہ ایک ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تا قیامت نبی ہونے پر ہے۔ بائیبل کی شہادت اور کتب مقدسہ ہنود۔ بدھ اور نصاریٰ کی گواہی اسی ایک نبی کے متعلق ہے۔ بدھ سے پہلے بیسیوں بدھ ہو چکے مگر آنیوالا بدھ میتریا نام صرف ایک ہے۔ اوتار ہندوؤں میں متعدد ہو چکے مگر آنیوالا دسم اوتار صرف ایک ہی باقی تھا۔ ختم نبوت کے ان روشن دلائل اور قوموں کی متفقہ شہادت کے بعد دشمنان اسلام کا نکتہ نگاہ بھی قابل غور ہے۔ جب تک مسلمانوں کا نبی ایک ہے کتاب ایک ہے اور قبلہ ایک ہے مسلمان دشمنوں کی نگاہ میں زندہ قوم ہیں اسلئے دشمنان اسلام کا حملہ ہمیشہ ان تین چیزوں کی اہمیت کم کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔ مسلمان قرآن مجید سے منہ موڑ لیں اور ان کا قبلہ ایک نہ رہے یہ دشمنان اسلام کی انتہائی تمنا ہے۔ جسکا ذکر قرآن مجید نے خود دوسرے پارہ کے شروع میں کیا ہے۔ جمال الدین افغانی کی اتحاد اسلامی پیدا کرنے والی کوششوں کو ملیا میٹ کرنے کیلئے دشمنان اسلام نے بابی اور بہائی مذہب کو پیدا کیا اور اب کانگریس اسی غرض سے قادیانی یا محمودی مذہب کی پیٹھ ٹھونک رہی ہے۔

مگر مسلمان جب تک ارض حرم کے اندر ہے زندہ ہے جب بھی وہ اس سے باہر قدم رکھے گا وہ دشمنان اسلام کا شکار ہوگا۔

> از حریم کعبہ چوں آہو رمید
> ناوک صیاد پہلویش درید

قادیان کو ارض حرم بنا کر مکہ معظمہ کی چھاتیوں کے دودھ کو خشک بنا کر مسلمانوں کو تکفیر کی چھری سے ذبح کرکے کوئی شخص اسلام کی خدمت نہیں کر سکتا بلکہ یہ ساری باتیں دشمنان اسلام کی عین خواہش اور انتہائی تمنا ہیں جسطرح یہود نے بیت المقدس سے منہ موڑ کر سماریہ کو قبلہ بنایا اور برباد ہوئے اور ہوتے رہیں گے اسی طرح کوئی مسلمان بھی ارض حرم کے بالمقابل قادیان کو قبلہ بنا کر نہ صرف عزت حاصل نہیں کر سکتا بلکہ زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قادیان کی ان خانہ برانداز کوششوں میں ہندو اور کانگریس برابر کا حصہ لے رہے ہیں مسجد نبوی کے بالمقابل ایک اور مسجد ضرار کی تعمیر میں معاون و مددگار ہو رہے ہیں چنانچہ بہت دن نہیں گزرے ڈاکٹر شنکرداس نے اخبار "بندے ماترم" میں لکھا:۔

"ہندوستانی قوم پرستوں کو اگر کوئی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے تو وہ احمدیت کی تحریک ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جسقدر احمدیت کی طرف راغب ہونگے اسی قدر قادیان کو مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر کار قوم پرست بن جائیں گے مسلمانوں میں اگر کوئی تحریک عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی ہے تو وہ یہی احمدی تحریک ہے (جس سے ڈاکٹر صاحب کی مراد موجودہ محمودی تحریک ہے) جس طرح ایک ہندو کے مسلمان بن جانے پر اس کی شردھا (عقیدت) رام۔ کرشن۔ وید۔ گیتا اور رامائن سے اٹھ کر حضرت محمد صاحب قرآن مجید اور عرب کی بھومی (ارض حرم) میں منتقل ہو جاتی ہے اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی (محمودی) بن جاتا ہے۔ تو اسکا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے حضرت محمدؐ میں انکی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور جہاں پہلے اس کی خلافت عرب میں تھی اب وہ قادیان میں آجاتی ہے۔ ایک احمدی خواہ دُنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو روحانی تشنگی (؟ فوقیت) حاصل کرنے کیلئے وہ اپنا منہ قادیان کی طرف کرتا ہے۔"

پس کانگریس اور ہندو دُنیا مسلمانوں سے کم از کم جو کچھ چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک کا مسلمان اگر ہردوار کی نہیں تو قادیان کی ہی جاترا (زیارت) کرلے۔ ہندو اخبارات اور پولیٹیکل لیڈروں کے یہ خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت وضاحت سے بتا رہے ہیں۔ کہ گذشتہ دنوں قادیانی ہٹلر اور کانگریس کے جواہر میں جو چھینٹا چھٹول ہو رہی تھی وہ اس سمجھوتہ کی بنا پر تھی کہ محمود مسلمانوں کی اس قوت کو توڑنے کیلئے کیا کریگا اور کانگریس اس کے معاوضہ میں کیا دیگی؟

مگر قرآن مجید بآواز بلند مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ نسل انسانی کا کُلّہ قبائلی نسلی اور ملکی حدود سے اُٹھ کر انسان کی عالمگیر قومیت پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح نبوۃ برہمنی، اسرائیلی اور ایرانی قومیت سے بلند ہو کر آریہ ورت۔ ارض شام اور ایران کی جغرافیائی حدود کو توڑ کر عالمگیر مذہب پر ختم ہوتی ہے۔ انسانی اجتماعات کی تاریخ میں اسلام کی حیثیت بالکل نرالی حیثیت ہے مسلمانوں کی زندگی اس حیثیت کے برقرار رہنے اور رکھنے میں ہے پس ختم نبوۃ کا عقیدہ ایک مسلمان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ دُنیا کی اقوام میں اتحاد امن اور سلامتی کی خاطر اس اسلام کی تبلیغ دُنیا میں کرے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوہ کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر ایک وہ عقیدہ جو اس مہر کو توڑنے یا بیکار بنانے پر منتج ہوتا ہے۔ وہ خدا اور اس کے رسولؐ کی امانت میں خیانت ہے۔

بقیہ لیڈر

جنگ کے پیہم امکانات کو مٹانے کیلئے دوسرا علاج جو تجویز ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں ایک غیر حربی تحریک کو پھیلنے کا موقعہ دیا جائے یعنی دنیا مجموعی طور پر جنگی ساز و سامان کی ساخت کو روک دے اس سے مراد ہے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اس عدم تشدد کی پالیسی پر وہ اقوام عمل نہیں کر سکتیں جو اپنی جبلت اور سرشت میں حربی خصوصیات رکھتی ہوں اور جن کے مفکرین کے افکار یہ ہوں:۔

(الف) انسانوں سے جب وہ بھول گئے ہوں کہ جنگ کیا ہے بڑی بڑی توقعات رکھنا فضول ہے (نطشے)

(ب) جب تک ارتقاد کی طرف سے ہم اپنی آنکھوں کو بند نہ کرلیں ہمیں جنگ کی ضرورت کو ماننا پڑیگا۔ ہمیں جنگ کو قبول کرنا پڑیگا۔ (ویگ نر)

(ج) جنگ ایک الوہی ادارہ ہے ایک عالمگیر قانون ہے (برک ہارٹ)

وہ لوگ جو جنگ کو انسانی ترقی اور نشو نما کیلئے ضروری خیال کرتے ہوں انہیں عدم تشدد کی تلقین نہیں کی جا سکتی انکے لئے تو صرف ایسے اخلاق اور وجدان کی ضرورت ہے جو انکے حربی جذبات اور عادات کو اعتدال پر لے آئے اور انکے لئے اخلاقی لحاظ سے ان خصوصیات کو مفید بنائے سو ایسی قوموں کے لئے وہی حربی بین الاقوامی قانون مفید ہوگا جو اسلام نے پیش کیا ہے اور جب مجموعی طور پر سب میں اس پر عمل پیرا ہونگی تو یہی چیز جو آج مضر ہے دوسری صورت میں مفید ہو جائیگی اسلئے مغربی دنیا کی موجودہ حربی اور معاشی پیچیدگیوں کو صاف کرنے کے لئے ایک اخلاقی اور روحانی اصلاح کی ضرورت ہے جبتک اشتراکیت آمریت اور جمہوریت کی بنیادوں میں ایک اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا نہ ہوگا۔ اس وقت تک خوشگوار نتائج نہیں پیدا ہو سکتے وہ انقلاب اور تعمیر صرف اسلام اور اسکا بلند اور رفیع پیغام ہے۔

(ایس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۳ محرم ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۹

موجودہ جنگ اور بین الاقوامی قانونِ اخلاق

اسلام ایک عالمگیر اخلاق پیش کرتا ہے

یورپ کے نظامات جو رنگ ونسل اور مادیت کے اصولوں پر قائم ہیں انہوں نے مغرب کی سفید فام اقوام کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں متصادم کیا ہے مختلف سیاسی معاشی اور تمدنی مشکلات مغربی نظام حیات میں آتشیں لاوا کی طرح کھول رہی تھیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ آتشیں لاوا پھوٹ کر موجودہ جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔ سو یوں خیال کرنا چاہئے کہ یورپ میں جو تصورات اصولوں کے رنگ میں رائج ہیں وہ موجودہ ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے اور انسانوں کی مشکلات کو حل کرنا انکی طاقت میں نہیں۔

یورپ کی وہ قومیں جن میں عسکری قوت کا احساس زیادہ ہے وہ ان مشکلات کا حل قومیت کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے صرف قوت اور تشدد سے کرنا چاہتی ہیں اور اس تشدد میں انہوں نے اس اخلاق کو جو انسانیت کا مایہ ناز ہے۔ پس پشت پھینک دیا ہے ان کے نزدیک قوت اور بہیمیت ہی سب سے بڑا خلق ہے اور جو قوی نہیں اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں اسے جتنی بھی جلدی ہو سکے کچل دینا چاہئے چنانچہ زچوسلواکیا آسٹریا اور پولینڈ کی مثالیں اس غارتگری اور ظلم و عدوان کے ضمن میں پیش کی جاسکتی ہیں اور اس ظلم و عدوان کے سب سے بڑے محرک جرمنی اور روس ہیں۔

یورپ میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اس تشدد۔ قوت اور عسکری یورشوں کے خلاف ہر قسم کی مدافعانہ کوشش کرنے کو مستعد ہے کیونکہ اس گروہ کو پسند نہیں کہ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا جابرانہ اور غیر اخلاقی قانون یورپ میں رائج ہو۔ یہ گروہ اتحادیوں کا گروہ ہے جو انگریزوں اور فرانسیسیوں پر مشتمل ہے یہ اتحادی محض بربریت کے خلاف جنگ کر رہے ہیں اور اس سرمایہ اخلاق کے محافظ ہیں جس پر تہذیب کی بنیاد قائم ہے یعنی اس پیکار میں یورپ کی اقوام تباہی اور آگ کے گڑھے پر کھڑی ہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ اپنے سامان معیشت اور لاانتہا جنگی ساز و سامان کے باوجود صفحہ ہستی سے نابود ہو جائیں۔ اور ان پر قرآن مجید کا یہ قول صادق آئے:۔

وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا

اور کتنی بستیاں ہمنے ہلاک کیں جو اپنی روزی کے سامان میں اترانی تھیں

یہ جنگ مغربی اقوام کے لئے اس واسطے ہلاکت خیز ہے کیونکہ انکے ہاں کوئی ایسا بین الاقوامی قانون اور اخلاق نہیں جو اس نوعیت کی جنگوں کو روک سکے اور ایسا اخلاق ہو بھی کیسے جبکہ خود ان اقوام کی بنیاد قومیت اور خود غرضی پر ہے

ان اقوام کے ہاں اپنے افراد کیلئے تو اخلاق موجود ہیں لیکن قوموں کے لئے اخلاق مفقود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اقوام کی اندرونی اور قومی زندگی تو انسانیت اور تہذیب پر مبنی ہے اور بین الاقوامی زندگی بہیمیت اور درندگی پر۔ سو اس وقت مغربی اقوام کو سب سے بڑھ کر ایک بین الاقوامی قانون اخلاق کی ضرورت ہے تاکہ وہ جنگ کی آگ اور تباہی سے نجات پا جائیں۔ عیسائیت انہیں اس تباہی سے نجات نہیں دے سکتی کیونکہ گذشتہ سال "امن کے شہزادہ" کی یاد میں یورپ کی عیسائی قوموں نے عید نصاریٰ (christmas) ......

۔۔۔ ۲۵ دسمبر ۳۹ء کو گیس کی ہلاکت خیزیوں اور توپوں کی گرج میں منائی ہے یہ عیسائیت کے مراکز میں عیسائیت کی کھلی ہوئی شکست ہے یورپ کی موجودہ معاشی اور سیاسی پیکار اور پیہم بدلنے والی تحریکات کا تنوع اس امر پر دلیل ہے کہ یورپ کی موجودہ مشکلات کا حل نہ تو جدید تحریکات پیش کر سکتی ہیں اور نہ مذہب عیسوی انکا حریف ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ایک ایسے قانون اخلاق کی ضرورت ہے جو ایک طرف ان کی اندرونی مشکلات کو حل کر سکے تو دوسری طرف بین الاقوامی پیچیدگیوں کو بھی صاف کر سکے سو یورپ کی موجودہ جنگ ایک روحانی اور اخلاقی دور کا پیش خیمہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ برطانیہ اور فرانس نے پولینڈ زچوسلواکیہ اور آسٹریا کی آزادی کیلئے ہتھیار اٹھائے ہیں۔ لیکن درحقیقت اس جنگ کا بین السطور مطلب یہ ہے کہ ہر قوم کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی زندہ رہنے کا حق ملنا چاہئے۔ اور دنیا کی کسی طاقت کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کمزور کو صرف اس لئے کچل ڈالے کیونکہ وہ کمزور ہے اور یہ جنگ اس وقت تک رک نہیں سکتی۔ جب تک کہ جرمنی اپنی متشددانہ اور جابرانہ روش کو تبدیل نہ کرے۔

گذشتہ جنگ عظیم کے بعد ایک ایسا بین الاقوامی شعبہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو تمام قوموں کے حقوق میں توازن قائم رکھے وہ شعبہ (Leage of Nations) لیگ آف نیشنز کے نام سے موسوم ہے جس کے فرائض میں سے سب سے بڑا فرض یہ تھا۔ کہ وہ بین الاقوامی جھگڑوں کا تصفیہ کیا کرے اور کسی قوم کو خواہ مخواہ دوسری اقوام پر ظلم کرنے سے روکے لیکن نہایت افسوسناک امر ہے کہ یہ لیگ اپنے فرائض کو عملی جامہ پہنانے سے محروم رہی مجبور رہا۔ ابے سینیا اور آسٹریا کے معاملہ میں اس کے تساہل اور تغافل نے بجائے فائدہ کے نقصان پہنچایا۔ اسی لئے شائد علامہ اقبال نے اس لیگ کے کارپردازان کے متعلق کہا تھا۔ ع

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

اگر چین۔ ابے سینیا۔ آسٹریا۔ البانیہ اور پولینڈ کے ضمن میں جارحانہ کارروائیوں کو سختی سے روکا گیا ہوتا۔ تو آج ہمیں مغربی دنیا کے عرصہ حیات میں یہ خونچکانیاں نظر نہ آتیں اور حالات یوں دگرگوں نہ ہوتے یقیناً لیگ کے موثر اقدامات بین الاقوامی میثاق کی پختگی کا باعث ہوتے۔

لیکن لیگ کی ناکامی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک بین الاقوامی قضاء کا تخیل بے معنی ہے۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مغرب کے خود غرضانہ اور قومی نظامات نے اسے کامیاب نہیں ہونے دیا یا یوں کہنا چاہئے کہ بین الاقوامی ادارے اپنی ابتدائی حالت میں ہیں اور انہیں ابھی اتنی قوت نہیں کہ وہ قومیت کے تنگ اور عصبی اصولوں پر غالب آسکیں عین ممکن ہے۔ کہ یہ جنگ ان اداروں کی ضرورت کو زیادہ نمایاں کردے لیکن یہ کامیاب اسی وقت ہو سکتے ہیں جب قومیت کے اصول کافی حد تک مضمحل ہو جائیں اور انہیں کمزور کرنے کے لئے ایک ایسے تصور اور تخیل کی ضرورت ہے۔ جو بجائے قومیت اور رنگ ونسل کے امتیازات کے ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا وسیع تخیل مغربی دنیا کے سامنے پیش کرے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ تخیل سوائے اسلام کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول آفاقی جس کا رسول آفاقی اور جس کا خدا آفاق کا خدا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اللہ واحد (۱۸ : ۱۱۰)

"کہہ کہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کیجاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے"۔

اور پھر دوسری جگہ انسانوں کی ہیئت اجتماعیہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔ وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا (۱۰ : ۱۹) اور سب لوگ ایک ہی گروہ ہیں سو وہ اختلاف کرتے ہیں:۔

سو جب تک موجودہ قومیت کی بنیاد کھوکھلی اور کمزور نہ ہوگی اس وقت تک کوئی بین الاقوامی مجلس کامیاب نہیں ہو سکتی، اور قومیت کی بنیادیں موجودہ پیکار سے خود بخود کمزور ہو رہی ہیں اور یہ رنگ نسل کے غیر فطری بند ٹوٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ (۳۰ : ۳۰)

یعنی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کوئی بدل نہیں سکتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو ایک ہی فطرت پر پیدا کیا تو ان میں قومی اور فطری امتیازات کیسے! غیر فطری بندھن فطرت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ ٹوٹنا ان کی فطرت ہے۔

موجودہ جنگ خود بخود مغربی اقوام کو ایک بین الاقوامی اخلاق کی طرف لا رہی ہے جسمیں سب قوموں اور انسانوں کا درجہ مساوی ہو اور وہ بین الاقوامی اخلاق سوائے قرآن مجید اور اسلام کے کچھ نہیں اسلئے موجودہ جنگ قومیت کی شکست اور اسلام کی فتح ہے۔

(باقی بر صفحہ دو)

شذرات

تحریک توسیع جماعت

گذشتہ جلسہ سالانہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے توسیع جماعت کے متعلق جو تحریک فرمائی تھی الحمدللہ وہ رفتہ رفتہ کامیاب ہو رہی ہے۔ بہت سے احباب اپنے اپنے حلقہ اثر میں مصروف جدوجہد ہیں۔ زیادہ خوشی کی یہ بات ہے کہ اس مبارک تحریک میں ہمارے نوجوان بھی اچھا خاصہ حصہ لے رہے ہیں۔ کام کی رفتار امید افزا ہے ــــ مگر اس رفتار میں مزید سرگرمی پیدا کرنے کی گنجائش و ضرورت ہے جو اسی طریق پر ممکن ہے کہ وہ تمام افراد جماعت جو تاحال اس تحریک میں عملی طور پر شریک نہیں ہوئے یا اس میں خاطر خواہ حصہ نہیں لے رہے۔ اپنے اس ضروری فرض کی طرف متوجہ ہوں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ہر ایک دوست اپنے عزیزوں، دوستوں اور جان پہچان والوں میں سے کم از کم دس زون آدمی انتخاب کر لے اور انکو گفتگو اور لٹریچر کے ذریعہ احمدیت کی تعلیمات و عقائد اور جماعت احمدیہ کے مقاصد و خدمات دینی سے آگاہ کرتا رہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا بھی کرے کہ وہ اس کے زیر تبلیغ لوگوں کو قبول صداقت کی توفیق عطا فرمائے اس طرح انشاء اللہ ان دس میں سے ایک دو آدمی تو ضرور ایک سال کے اندر جماعت میں شامل ہو جائیں گے ــــ مگر یہ یاد رہے کہ اس تحریک میں خاطر خواہ کامیابی اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جبکہ جماعت کا ہر ایک بالغ فرد اسمیں پورے خلوص و شوق سے حصہ لے اور اپنا کچھ وقت باقاعدگی کیساتھ اس کے لئے صرف کرے۔

اس سلسلہ میں ہم ایک ضروری بات بھی عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ کسی شخص کو جماعت کا ممبر بنا کر یہ سمجھ لینا کہ اب ہمارے فرائض ختم ہو گئے ہیں صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں اپنے نئے بھائیوں کا ہر طرح سے خیال رکھنا اور اُن کے دکھ درد میں شریک رہنا چاہیئے۔ قبول صداقت کے بعد بالعموم ان کی شدید مخالفت شروع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ــــ اپنے نئے بھائیوں کی تکالیف کے ازالہ کی ہر ممکن کوشش اور انکی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام ہمارا ضروری فرض ہے اور دراصل یہ کام توسیع جماعت کی تحریک ہی کا حصہ ہے ؛۔

غیروں سے ایک سبق

انگلستان و جرمنی آجکل برسر پیکار ہیں اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو کہ دوران جنگ میں ہوا کرتا ہے۔ خوفناک جنگی طیارے فضا میں چیلوں کی طرح مصروف پرواز ہیں۔ دیو پیکر توپیں ایک دوسرے پر آتشباری کر رہی ہیں۔ سمندر میں آبدوزوں اور بحری سرنگوں کے ذریعہ جہاز دھڑا دھڑ غرق کئے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اقتصادی محاصرے اور مخالفانہ پروپیگنڈے کا سلسلہ بھی جاری ہے مگر اس آگ و خون کے طوفان اور حرب و پیکار کے قیامت خیز ہنگامے کے باوجود یہ جانی دشمن بعض اوقات ایک دوسرے کیساتھ اس قسم کا اعلیٰ اخلاقی سلوک کرتے ہیں جس میں ہم مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔ اسی ہفتہ کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں:۔

"لندن ۸ فروری۔ وہ تین جرمن طیارے جن کی لاشیں گذشتہ ہفتے کے دوران میں تیرتی ہوئی ساحل پر پہنچی تھیں انہیں نارتھمبرلینڈ کے ساحل کے نزدیک دفنا دیا گیا۔ رائل ایئر فورس کے دستے نے تجہیز و تکفین کی رسم میں انکی سلامی اتاری۔ لاشوں کو "سواستیکا" (جرمن نشان) کے پھریروں میں لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ کمانڈنگ آفیسر اور رائل ایئر فورس کے دوسرے حکام نے ان کی قبروں پر پھول چڑھائے۔"

یہ دوستوں کا نہیں بلکہ دشمنوں کا آپس میں سلوک ہے۔ ہر ایک شخص اس حقیقت کو تسلیم کریگا کہ برطانیہ نے اپنے دشمن کے طیارہ رانوں کی لاشوں کیساتھ احترام کا یہ رویہ اختیار کر کے اسپر اس جنگ میں اخلاقی فتح حاصل کر لی ہے ــــ کیا وہ مسلمان جو معمولی اختلافات پر اپنے کلمہ گو مسلمان بھائیوں کے جنازوں کی بے حرمتی کیا کرتے ہیں۔ انکو اپنے قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دیتے اور دوسرے مسلمان فرقوں کے قابل احترام وفات یافتہ بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ مندرجہ بالا خبر کی روشنی میں اپنے رویہ کی حیثیت پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرینگے؟ اگر انہیں اس کی توفیق نصیب ہو تو ہم یقین رکھتے ہیں وہ اپنے اس طرز عمل پر ضرور شرمسار ہونگے ؛۔

آئندہ نسل کی تعلیم و تربیت کی اہمیت

جنگ کی وجہ سے اہل انگلستان کی روزمرہ زندگی اور انکے مشاغل میں ایک انقلاب عظیم آچکا ہے۔ حربی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں اسلحہ ساز کارخانوں میں دن رات کام ہوتا ہے حتیٰ کہ پرائیویٹ موٹر گراجوں میں توپوں اور جہازوں کے پرزے ڈھل رہے ہیں۔ ملکی ذرائع کے بہت بڑے حصے کو فوجی ضروریات کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔ شاہی خاندان کے افراد سے لے کر معمولی مزدور تک جنگ میں کسی نہ کسی حیثیت سے حصہ لے رہے ہیں۔ "قومی کفایت شعاری" کا جذبہ ملک کے ہر ایک حلقے اور طبقہ سے نمایاں ہے بعض اشیائے خوردنی کی خرید و استعمال پر قانونی پابندیاں عائد ہو چکی ہیں۔ بے شمار تعمیری اور دوسری اسکیمیں محض جنگ کیوجہ سے معرض التوا میں ڈال دی گئی ہیں لیکن اس ہنگامہ حرب و ضرب کے باوجود بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بدستور توجہ دی جا رہی ہے بے شمار بچوں کو لندن اور دوسرے مقامات سے جہاں کہ حملے کا خطرہ ہے نکالکر محفوظ دیہاتی علاقوں میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں وہ پورے اطمینان کیساتھ اپنی تعلیم میں مصروف ہیں۔ اس بارہ میں انگلستان نے کسی کفایت کو گوارا نہیں کیا۔ اسی ہفتہ کی ایک خبر ہے کہ:۔

"لندن ۸ فروری جنگ شروع ہونے میں لندن سے تین لاکھ سے زیادہ بچے ہوائی حملوں سے محفوظ دیہاتی علاقوں میں بھیج دئے گئے تھے۔ جہاں حکومت کی طرف سے ان کے قیام اور تعلیم کا مناسب انتظام کیا گیا ہے۔ ان بچوں کے والدین وقتاً فوقتاً ان سے ملنے جاتے ہیں اور ریلوے نے اس مقصد کے لئے سستے ٹکٹ جاری کئے ہوئے ہیں۔"

یورپ کے دیگر متعدد ملکوں کی بھی کم و بیش یہی کیفیت ہے۔ حتیٰ کہ فن لینڈ جو آجکل زندگی و موت کی خطرناک جدوجہد میں مصروف ہے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت سے غافل نہیں۔ اس نے بھی خاص انتظامات کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زندہ قومیں اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کو کس قدر ضروری سمجھتی ہیں اور اس سے کسی حالت میں بھی غافل نہیں ہوتیں۔

ان مثالوں کی روشنی میں غور کرنا چاہئے کہ ہم اپنی آئندہ نسل کی تعلیم و تربیت کا فرض کسطرح ادا کر رہے ہیں اور وہ کس حد تک ہمارے مستقبل کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے پاس دو کامیاب ہائی سکول موجود ہے لیکن سوال یہ ہے کہ احمدی بچے انسے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں یا نہیں ؛۔

ترکی میں قرآن پاک اور عربی زبان کی تعلیم

عربی مسلمانوں کی دینی اور عالمگیر زبان ہے کوئی صاحب احساس اور زندہ مسلمان قوم عربی زبان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ ترکی میں جمہوریت کے قیام کے بعد عربی زبان کی تعلیم کی طرف توجہ ذرا کم ہو گئی تھی۔ مقام مسرت ہے کہ اب ترکوں نے اپنی اس فروگذاشت کو محسوس کر کے اس کی تلافی کی عملی کوشش شروع کر دی ہے۔ تازہ عربی اور ترکی اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں حکومت ترکی نے ایک بیان شائع کیا ہے جس میں مندرجہ ذیل ہدایات درج ہیں۔

(۱) عربی زبان کی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ خاص طور پر جاری کیا جائے اور اعلیٰ مدارس میں عربی زبان کو لازمی قرار دیا جائے۔

(۲) قرآن پاک کی تعلیم اور اسپر غور کرنے کیلئے وسیع پیمانہ پر انتظامات کئے جائیں۔

(۳) ابتدائی مدارس میں سیرت نبویؐ کی تعلیم تمام طلبہ کے لئے جاری کی جائے عربی کی اہم کتب کے ترجمے کئے جائیں۔

حکومت ترکی کا یہ اقدام لائق تعریف اور مستحق مبارکباد ہے ہمارے ملک کے وہ مغرب زدہ اور ضرورت سے زیادہ روشن خیال اصحاب جو عربی زبان کی تعلیم کو چنداں ضروری نہیں سمجھتے اور قرآن پاک کے محض تراجم پر اکتفا کر کے نماز تک اپنی زبان میں پڑھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں انہیں حکومت ترکی کے ان تازہ احکام کی روشنی میں اپنے خیالات و آرا پر ذرا ٹھنڈے دل سے نظر ثانی کرنی چاہئے ؛

زندہ قوموں کی ایک امتیازی خصوصیت

جیسا کہ سب جانتے ہیں انگلستان ایک صنعتی ملک ہے۔ اپنے حالات و وسائل کیوجہ سے وہاں کے لوگ زراعت کی طرف چنداں توجہ نہیں کرتے ہیں کیونکہ اسمیں ان کو بہت کم فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ صنعت مالی لحاظ سے انکے لئے زیادہ مفید

(باقی برصفحہ ۹ کالم اول)

آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۲)

میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وصیت کو بدل ڈالا

میں عرض کر چکا ہوں کہ آیت استخلاف حضرت مسیح موعود پر نازل نہیں ہوئی اس لئے اپنی وصیت میں آپ نے اپنے خلفا کا ذکر نہیں کیا۔ اپنے بعد کام کرنے کیلئے ایک انجمن اصول جمہوریت کے طور پر قائم کی اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا۔ میاں محمود احمد صاحب اور ان کی پارٹی یہ سب کچھ جانتی تھی اور اگر نہیں جانتی تھی تو میاں صاحب موصوف نے نومبر ۱۹۲۵ء میں کس طرح تسلیم کیا کہ خلیفہ کا وجود محض انجمن کے ایک ریزولیوشن پر مبنی ہے۔ اور انجمن کے ممبروں کی ایک جنبش قلم سے خلیفہ اُڑ سکتا ہے اور قادیان لاہور بن سکتا ہے۔ اور اسی لئے میاں صاحب کو پچھلا سارا نظام بدل کر نیا نظام قائم کرنا پڑا۔ گویا حضرت مسیح موعود کی وصیت کو ناقص اور غلط سمجھ کر نہایت جرأت کے ساتھ خود اپنے ہاتھوں سے اسے بدلا۔ میاں صاحب صاف صاف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی وصیت کے مطابق جو مجلس معتمدین بنائی گئی تھی اس سے تو خلافت بالکل اُڑ جاتی ہے۔ حالانکہ خلافت ہی اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ نظام بدل دیا جائے اور ایک نقطہ قائم کیا جائے جو جماعت کا مرکزی محور ہو۔ اور وہ یہی وہ بدعتی خلافت ہے، جس پر میاں صاحب موصوف آجکل بنفس نفیس متمکن ہیں۔

میاں صاحب کی خلافت آیت استخلاف پر مبنی نہیں

میں پوچھتا ہوں اس سے قبل کیا میاں صاحب نہ جانتے تھے کہ یہ خلافت جس پر میں اتنا زور دے رہا ہوں آیت استخلاف پر مبنی نہیں ہے۔ اگر آیت استخلاف پر مبنی سمجھتے تو یہ دھڑکا کس لئے لگتا کہ انجمن کے ممبر جب چاہیں اسے اپنے ایک ریزولیوشن سے اڑا سکتے ہیں بات یہ ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ میری خلافت آیت استخلاف پر مبنی نہیں۔ پھر غریب لاہوریوں پر اس آیت کے ماتحت "فاسق" کا فتویٰ کیوں دیا؟ محض اس لئے کہ دل خوش کریں اور جماعت پر رعب ڈالیں تاکہ لوگ ڈر ڈر کر آستانہ خلافت پر سر جھکائیں اور موقعہ بے موقعہ جب لاہوریوں کو بُرا بھلا کہنے کو جی چاہے تو یہی "فاسق" کا خطاب اُچھال دیا جائے۔

قرآن کریم سے استدلال

چونکہ اس مسئلہ خلافت میں بیحد غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس آیت استخلاف پر قرآن کریم سے کچھ عرض کروں۔ وباللہ التوفیق۔

خلافت کی تین قسمیں

قرآن کریم پر تدبر کرنے اور اس کی تمام آیات کریمہ پر جو خلافت کے متعلق ہیں یکجائی نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جو انسان کو خلافت عطا فرمائی ہے وہ تین قسم کی ہے:۔

(۱) نوعی خلافت (۲) قومی خلافت (۳) شخصی خلافت

اب ان کی تفصیل الگ الگ عرض کرتا ہوں:۔

(۱) نوعی خلافت

یعنی تمام نوع انسان بجائے خود خلیفۃ اللہ ہے اس کا ہر ایک فرد تمام دیگر مخلوق پر حکومت کرنے کیلئے پیدا ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ واذقال ربك للملئكة انى جاعلٌ فى الارض خليفة (پ۱ رکوع ۴) اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو بیشک میں ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہوں۔ گویا تمام نوع انسان خلیفہ ہے کیونکہ وہ خدا کی کائنات اور اس کی تمام دیگر مخلوق پر حکمرانی کرنے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

(۲) قومی خلافت

جب ایک قوم زمین کی وارث بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نعمائے ظاہری یا باطنی یا ہر دو سے متمتع ہوتی ہے تو وہ اس قوم کی خلافت ہے۔ مثلاً فرمایا۔ واذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد قوم نوح (پ۸ رکوع ۱۶) اور یاد کرو جب تم کو نوح کی قوم کے بعد خلیفے بنایا۔ یہ عاد کی قوم کو خطاب ہے۔

(۳) شخصی خلافت

جب کوئی شخص خدا کے خاص فضلوں کا وارث ٹھیرتا ہے اور وہ باطنی رنگ میں منصب ماموریت پر جناب الٰہی کی طرف سے بذریعہ وحی کھڑا ہوتا ہے خواہ ظاہری حکومت اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو وہ شخصی خلافت ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں:۔ یا داؤد انا جعلناك خليفةً فى الارض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوىٰ فيضلك عن السبيل (پ۲۳ رکوع ۱۱) اے داؤد ہم نے تجھے بنایا اس زمین میں خلیفہ پس لوگوں کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کیجیو اور خواہشات کی پیروی نہ کیجیو ورنہ پھر وہ تجھ کو خدا کے رستے سے پھسلا دیں گی۔ **ظاہری حکومت جس کے ساتھ باطنی حکومت نہ ہو شخصی خلافت میں شامل نہیں کیونکہ قرآن کے نقطۂ نظر سے سلطنت ہمیشہ قومی ہوتی ہے۔** قرآن کسی شخصی سلطنت کا قائل نہیں صرف باطنی حکومت جسے دوسرے لفظوں میں نبوت یا مجددیت یا ماموریت کہا جاتا ہے شخصی خلافت میں شامل ہے کیونکہ نبوت یا مجددیت شخص خاص سے وابستہ ہوتی ہے۔ اور ظاہری سلطنت شخصی نہیں بلکہ قومی ہوتی ہے۔

آیت استخلاف میں قومی خلافت کا وعدہ ہے

اب آیت استخلاف کو لو وہ شروع اس طرح ہوتی ہے۔ وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصّٰلحٰت ليستخلفنّهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم۔ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں کہ ضرور ضرور اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے خلیفہ بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے ہوئے ظاہر ہے کہ **یہ وعدہ ہے مسلمان قوم سے** نہ کسی خاص شخص سے۔ ایمان لانیوالی، اور اعمال صالحہ کرنے والی ایک قوم تھی کوئی خاص شخص نہ تھا پس **جس خلافت کا اس آیت میں وعدہ دیا جا رہا ہے وہ قومی خلافت ہے** نہ کہ شخصی۔

خلافت قومی کا صحیح مفہوم از روئے قرآن

اب خلافت قومی کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے میں ان تمام آیات قرآنی کو جمع کئے دیتا ہوں جن میں خلافت قومی کا ذکر ہے اور جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کا خلیفہ ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ کسی پہلی قوم کے بعد زمین کی وارث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ظاہری یا باطنی یا دونو قسم کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہے۔

(۱) واذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد قوم نوح (پ۸ رکوع ۱۶) اور یاد کرو جب تم کو نوح کی قوم کے بعد خلیفے یعنی زمین کا وارث بنایا" یہ قوم عاد کو خطاب ہے۔

(۲) واذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد عادٍ وبوّاكم فى الارض (پ۸ رکوع ۱۷) اور یاد کرو جب تم کو عاد کے بعد خلیفے بنایا اور زمین میں بسایا۔ یہ ثمود کی کافر قوم کو خطاب ہے کہ عاد کی قوم کے بعد تم زمین کے وارث ہوئے اور اس میں آباد ہوئے۔ یہاں "بوّاكم فى الارض" فرما کر خلافت کی تفسیر خود کر دی یعنی زمین کا وارث ہونا اور اس میں آباد ہونا۔

(۳) فنجّينٰه ومن معه فى الفلك وجعلنٰهم خلٰئف واغرقنا الذين كذّبوا باٰيٰتنا (پ۱۱ ع۱۳) پس ہم نے نجات دی اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے اور ان کو بنایا خلیفے یعنی زمین کے وارث۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ غرق کر دیا۔ یہ نوح علیہ السلام کے واقعہ کا تذکرہ ہے کہ ان کی مکذب قوم کو غرق کر کے ان کے ساتھیوں کو زمین کا وارث بنایا۔

(۴) امّن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض ء اله مع الله قليلا ما تذكّرون (پ۲۰ ع۱) کون ہے جو مضطر کی دعا کو جب وہ اس سے دعا کرتا ہے قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین کے خلیفے یعنی وارث بناتا ہے۔ کیا کوئی اور معبود ہے اللہ کے ساتھ؟ تھوڑا ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔ اس آیت میں مشرکین مکہ کو خطاب کر کے توحید کا وعظ سنایا جا رہا ہے۔ اور دعاؤں کی قبولیت اور اس کے ذریعے عقدہ کشائیوں اور زمین پر قوموں کو ہلاک کر کے نئی قوموں کو وارث بنانے سے خدا کی ہستی اور توحید پر دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہاں مشرکین مکہ کو بھی خلیفے کے لفظ سے یاد فرمایا ہے کیونکہ وہ عرب کی زمین کے اس وقت وارث تھے۔

(۵) فان تولّوا فقد ابلغتكم ما ارسلت به اليكم ويستخلف ربّى قومًا غيركم ولا تضرّونه شيئًا (پ۱۲ ع۵) پس اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو بے شک میں نے اس چیز کو جس کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تمہیں پہنچا دیا اور تمہارا رب تمہاری وارث ایک دوسری قوم بناویگا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے"۔ یہاں عاد کی قوم کو خطاب ہے اور يستخلف ربّى قومًا غيركم۔ میں عاد کے خلیفے ایک اور قوم کو بنانا صاف بتا رہا ہے کہ استخلاف سے مراد عاد کو ہلاک کر کے دوسری قوم کو زمین کا وارث بنا دینا ہے۔

(۶) وربك الغنى ذو الرّحمة ان يّشا يذهبكم ويستخلف من بعدكم ما يشاء كما انشاكم من ذرّية قوم اٰخرين (پ۸ ع۸) اور تیرا رب بے نیاز بڑی رحمتوں والا ہے اگر چاہے تو تم کو لیجائے اور تمہارے بعد جسے چاہے زمین کا وارث بنادے۔ بالکل اسی طرح جس طرح تم کو پیدا کیا ایک اور ہی قوم کی نسل سے۔ یہاں خاص طور پر عرب کے کفار کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اگر خدا چاہے گا تو تمہیں مٹا دیگا اور تمہارے بعد دوسرے لوگوں کو تمہارا وارث اور جانشین بنا دے گا جس طرح پہلی قوموں میں سے تم کو پیدا کر کے وارث بنا دیا تھا۔ یہاں يستخلف من بعدكم میں خلافت کا ذکر کر کے پھر كما انشاكم من ذرّية

قوم آخرین فرما کر اس کے معنے کو واضح کر دیا کہ جس طرح تم پہلی قوم کے بعد زمین کے وارث بنے اسی طرح تمہارے بعد دوسری قوم زمین کی وارث بنے گی۔

(۷) وھو الذی جعلکم خلٰئف فی الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اٰتاکم ان ربک سریع العقاب وانه لغفور رحیم (پ ۸ - ع ۷) اور وہی تو ہے جس نے بنایا تم کو زمین میں خلیفے یعنی وارث۔ اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر بلحاظ درجوں کے تاکہ تمہیں اس میں آزمائے جو اس نے تم کو دیا ہے۔ بیشک تیرا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ مغفرت فرمانے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں عامۃ الناس سے خطاب ہے کہ خدا تمہیں اپنی زمین کا وارث بنا کر اور حکومت عطا فرما کر تمہیں آزماتا ہے کہ کون خدا کا فرمانبردار رہتا ہے اور کون نافرمان۔ اور پھر ان خلیفوں یعنی زمین کے وارثوں کو نافرمانی کی حالت میں عذاب سے ڈرایا ہے۔ اور فرمانبرداری کی حالت میں مغفرت اور رحمت کی امید دلائی ہے۔

(۸) ھو الذی جعلکم خلٰئف فی الارض فمن کفر فعلیه کفره (پ ۲۲ - ع ۱۷) وہی تو خدا ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفے بنایا۔ پس جو کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اس پر پڑے گا۔ یہ عامۃ الناس کو خطاب ہے۔ کفر کرنیوالے یہاں وہی ہیں جنہیں خلیفے بنایا گیا ہے یعنی زمین کے وارث بن کر پھر نافرمان بن کر خدا کے انعام کی ناشکری کے مرتکب ہونیوالے۔ گویا کسی قوم کو خدا جب خلیفہ بناتا ہے تو اگر بعد میں وہ خود کفر کی مرتکب ہوتی ہے یعنی اس کے انعامات کا ناجائز استعمال کر کے کافر نعمت ٹھیرتی ہے تو اس کی وجہ سے ان پر وبال بھی پڑتا ہے۔

(۹) ثم جعلنٰکم خلٰئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون (پ ۱۱ - ع ۸) پھر ان کے بعد تم کو ہم نے زمین میں خلیفے یعنی وارث بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ اس آیت میں ایک مجرم قوم کی ہلاکت کے بعد قوت الٰہی بتا رہے ہیں کہ اس ہلاک شدہ قوم کے بعد تمہیں زمین میں ہم نے خلافت دی ہے یعنی اس کا وارث بنایا ہے تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ یعنی اگر اچھا عمل کروگے تو تمہاری خلافت برقرار رہے گی اور اگر کفران نعمت کروگے تو دوسری قوم کو وارث بنادینگے مقام غور ہے کہ جنہیں خلیفے بنایا جا رہا ہے وہی زیر امتحان ہیں اور کفران نعمت پر وہی سزا کے بھی مستحق ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا قال عسٰی ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (پ ۹ - رکوع ۵) یہ بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰؑ کا مکالمہ ہے اور متنازعہ فیہ آیت استخلاف کو سمجھنے کیلئے بہت زیادہ قابل غور ہے کیونکہ آیت استخلاف میں جس خلافت کا وعدہ مسلمان قوم سے کیا جا رہا ہے اسے موسوی خلافت سے خاص طور پر مماثلت ہے۔ حضرت موسیٰؑ سے بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہمیں آپ کے آنے سے پہلے بھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی دکھ دیا گیا۔ موسیٰ نے کہا کہ نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں وارث بنا دے۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ اس آیت میں حضرت موسیٰؑ فرما رہے ہیں کہ عنقریب تمہارے دشمن کو خدا ہلاک کر کے زمین کی خلافت یعنی وراثت تمہیں عطا فرما دے گا۔ اور پھر دیکھیگا کہ تم اس خلافت کو کیسا نباہتے ہو۔ اگر خدا کے منشا کے مطابق کام کروگے تو تمہاری خلافت برقرار رہے گی اور اگر اس نعمت کا کفران کروگے تو تم سے بھی خلافت چھین لی جائے گی۔

اہل متنازعہ فیہ آیت استخلاف پر غور

اب اصل آیت استخلاف پر جو سورۂ نور میں ہے غور کرو۔ فرماتے ہیں:- وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون (پ ۱۸ - ع ۱۳) وعدہ کر لیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لاتے اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں کہ ضرور ضرور اللہ انہیں زمین میں خلیفے یعنی وارث بنائے گا جیسے کہ خلیفے یعنی وارث بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے ہوئے اور ضرور ان کیلئے ان کے دین کو جسے خدا نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوط کر کے رہے گا اور ان کی حالت کو امن کے بعد خوف میں بدل دے گا۔ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ اور جو لوگ اس کے بعد یعنی اس وعدہ کے پورا ہونے کے پیچھے کفر یعنی ناشکری کریں گے تو پھر یہ لوگ فاسق یعنی نافرمان اور عہد کو توڑنیوالے خود ہوں گے۔

تین وعدے اور ایک وعید

اس آیت شریف میں بطور پیشگوئی کے مسلمانوں سے تین وعدے فرمائے ہیں اور ایک وعید سے ڈرایا ہے۔

(۱) پہلا وعدہ تھا کہ جس طرح پہلے نبیوں کے مخالفوں کو ہلاک کر کے ان نبیوں کی امت کو زمین کا وارث بنایا اسی طرح تم کو بھی زمین میں خلیفہ یعنی وارث بنائے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا کہ کل ملک میں مخالفوں کا زور ٹوٹ گیا۔ یا ہلاک ہو گئے یا فرمانبردار ہو گئے اور زمین کے وارث مسلمان ہوئے۔ اسی کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا ان الارض یرثھا عبادی الصٰلحون کہ اس زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے۔

(۲) دوسرا وعدہ یہ تھا کہ اس دین کو جسے خدا نے ان کیلئے پسند کیا ہے اور جیسے دوسری جگہ رضیت لکم الاسلام دینا فرما کر بتا دیا تھا کہ وہ اسلام ہے خدا ضرور مضبوط کر کے رہیگا یعنی وہ تمام ضعف جو اسوقت موجود تھا دور ہو کر مضبوطی پیدا ہو جائے گی کہ اسلام کو پھر کوئی نابود نہ کر سکے گا کیونکہ اسوقت مخالف لوگ اس کے مٹانے کے درپے تھے۔ چنانچہ یہ وعدہ بھی بڑی صفائی سے پورا ہوا۔ اور اسلام کو کیا بلحاظ شوکت و قوت کے اور کیا بلحاظ دلائل اور بینات کے وہ طاقت بخشی کہ باطل کی کوئی کوشش اسے نیست و نابود نہیں کر سکتی۔

(۳) تیسرا وعدہ یہ تھا کہ جو خوف مسلمانوں پر اس وقت طاری تھا کہ ان کو کہیں بھی امن چین سے بیٹھنا نہیں ملتا تھا اور ان کی جان و مال اور عزت و ایمان ہر وقت خطرہ میں تھا دور ہو جائیگا اور حالت امن سے بدل جائے گی اور لوگ اطمینان سے میری عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ شرک نہ کریں گے یعنی اس ملک سے شرک اور بت پرستی کا قلع قمع ہو جائیگا اور توحید سے بھر جائے گا اور صرف میری عبادت یہاں بہت امن و اطمینان سے ہوا کرے گی۔ چنانچہ یہ وعدہ بھی بڑی صفائی سے پورا ہوا۔

(۴) چوتھا ایک وعید تھا جس سے ڈرانا ضروری تھا اور وہ یہ تھا: من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ یعنی اس وعدے کے پورا ہونے کے بعد جب تم زمین کے وارث اور بادشاہ بن جاؤگے اور ہر طرح کا استحکام اور امن و امان ہو جائے گا اور اسلام پر عمل کرنے کے لئے ہر طرح کی آزادی مل جائے گی۔ پھر جو لوگ ناشکری کرینگے یعنی خدا کی اس عطا کردہ نعمت کو حسب منشا الٰہی نہ برتینگے بلکہ سلطنت اور حکومت اور آسائش اور فراغت پا کر خدا کی نافرمانی کرنے لگیں گے اور ظلم و فساد پر کمر باندھیں گے تو پھر یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے فاسق یعنی عہد کو توڑنیوالے اور نافرمان ٹھیریں گے یعنی اس صورت میں خدا کا وعدہ خلافت و سلطنت جس کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ شرط تھی تمہاری قوم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم خدا کا قانون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ پس جب مسلمان ایمان اور اعمال صالحہ کی شرط کو توڑ دینگے اور فاسق اور نافرمان بن کر خدا کی نعمت کی جو خلافت کے رنگ میں عطا ہوئی تھی ناشکری کرنے لگیں گے تو اس وقت خدا بھی ان سے اپنا وعدہ واپس لے لیگا کیونکہ فاذا فات الشرط فات المشروط۔ اور اس میں قصور مسلمانوں کا اپنا ہوگا جنہوں نے ایمان اور اعمال صالحہ کے عہد کو اپنے ہاتھوں سے توڑا اور اس طرح خدا کے کلام کے مطابق فاسق بنے جیسا کہ قرآن کریم میں فاسق کی تعریف آتی ہے۔ وما یضل به الا الفاسقین ینقضون عھد الله من بعد میثاقه۔ وہ گمراہی میں نہیں چھوڑتا مگر فاسقوں کو جو اللہ سے عہد پختہ کئے پیچھے توڑتے ہیں۔ یہ وعید بھی بڑی صفائی سے پورا ہوا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اسی بات کو کس خوبصورتی سے اس شعر میں ظاہر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

روبگردانید دلدارے کہ ہمدا فاسق اشت
چوں ندید اندر دلِ ایں قوم صدق المخلصین

پس اس آیت میں فاسق اسی قوم کو کہا ہے جس کے ساتھ ایمان اور اعمال صالحہ کی شرط پر وعدہ خلافت ہوا تھا۔ وکلا غیر (باقی آئندہ)

مولانا غلام حسن خانصاحب پشاوری کے اعلانِ بیعت پر ایک نظر

"سلسلہ قبول الہامامیں سب سے کچا مولوی تھا" {مسیح موعود علیہ السلام}

از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

مولانا غلام حسن خانصاحب پشاوری کی بیعت کا چرچا آجکل "الفضل" میں بڑی کثرت سے ہو رہا ہے اور اس پر خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ اُن کے پہلے خیالات کا جن کو علم ہے وہ اب تک بھی اس بات کے قائل نظر نہیں آتے تھے کہ انہوں نے بیعت کر لی ہوگی لیکن جب انہوں نے خود "میری بیعت" کے عنوان سے ۲ فروری ۱۹۴۰ء کے "الفضل" میں مضمون شائع کر دیا تو اس میں کسی قسم کا شک و شبہ کرنا فضول امر ہے۔

مولانا غلام حسن خانصاحب کا مضمون

اُن کی یہ تحریر میں نے بڑے شوق سے پڑھی مگر مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑا ہے کہ اسے پڑھکر مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ وجہ یہ کہ میرا خیال تھا کہ اس میں مولانا کوئی معقول وجوہات لکھیں گے جن سے اُن کے خیالات میں تبدیلی واقع ہوئی مگر انہوں نے نہیں لکھے۔ آخر وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کی بیحد عزت کرتے تھے۔ اور اُن کی وصیت کے یہاں تک سختی سے پابند تھے کہ اگرچہ جماعت نے قریبًا متفقہ طور پر حضرت مولانا نورالدین صاحب کی بیعت کر لی تھی لیکن اُنہوں نے تب بھی بیعت نہ کی تھی اور اس بیعت کو بدعت خیال کرتے ہوئے اس سے احتراز کیا اور بیعت کرنیوالوں کو ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب خیال کیا۔

محمودی خلافت کے متعلق مولانا کے سابق خیالات اور طرزِ عمل

اور جب میاں محمود احمد صاحب نے اپنی خلافت بزور فتویٰ منوانی چاہی اور غیر مبائعین کو فاسق اور ابلیس قرار دیا۔ تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ خلافت کی خلافت کیا معنی؟ آیت استخلاف کے ماتحت حضرت مرزا صاحب جو محمدی خلیفہ تھے اس آیت سے انکی خلافت کے چلنے کا کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے؟ اس کے بعد جب ہماری لاہوری جماعت کے وفد کو میاں محمود احمد صاحب نے شرف باریابی نہیں بخشا - اور صدر انجمن احمدیہ قادیان عملی طور پر مرگئی یعنی خلیفۂ وقت کے ماتحت ایک ملازموں کی ٹولی بن کر رہ گئی اور قادیان میں رہنا باعث فتنہ و فساد ہوگیا تو ناچار حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے منشاء کے مطابق ہمیں لاہور میں انجمن بنانی پڑی تا آپکا مشن آپکی منشاء مبارک کے مطابق چلتا رہے۔ لاہور کی اس انجمن کے بنانے میں خود مولانا موصوف نے بہت بڑا حصہ لیا اور سالہا سال تک اس کے وائس پریذیڈنٹ بنے رہے اور عقائد باطلہ محمودیہ کی تردید میں مولانا لسانی اور قلمی جہاد برابر کرتے رہے۔

مولانا کا تازہ "ارشاد"

اتنا کچھ کر کرا کے اور ہمیں صحیح یا غلط رستہ پر ڈال کر مولانا آج یکدم بدل گئے چنانچہ اپنے اس مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس کے بعد یہ ارکان انجمن ایک اور خلاف ورزی کرتے ہیں الوصیت میں یہ حکم تھا کہ سب مل کر کام کرو اور مرکز میں رہو مگر یہ لوگ لاہور میں ایک جُدا انجمن قائم کرتے ہیں اور وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کے ساتھ ان کا چند مسائل میں اختلاف ہے۔ اسلئے ہم اُن کیساتھ مل کر کام نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں میں جو ۷۳ فرقے بنے وہ اسی لعنت کی وجہ سے بنے جس کے مٹانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے مگر افسوس کہ ارکان لاہور نے اسی لعنت کے ماتحت اپنا جُدا فرقہ بنا لیا۔"

اس "لعنت" میں مولانا کا اپنا حصہ

یہ **لعنت** ملاحظہ فرمائی! فرماتے ہیں "**ارکانِ لاہور نے اسی لعنت کے ماتحت اپنا جُدا فرقہ بنا لیا۔**" الفضل کے پڑھنے والے تو یہ سمجھیں گے کہ ارکان لاہور جب اس جُرم کے مرتکب ہوئے ہونگے اور اس لعنت کے مستحق بنے ہونگے۔ اُس وقت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری کہیں باہر تشریف رکھتے ہونگے اور ان کی حیثیت محض ایک تماشائی کی ہوگی۔ یا مولانا موصوف بار بار ارکان لاہور کو روکتے ہونگے کہ اس لعنت کو قبول نہ کرو لیکن وہ نہ مانتے ہونگے۔ وہ اس تحریر سے کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کہ لاہور میں انجمن بنانے کے وقت ارکان لاہور میں پیش پیش ہی حضرت مولانا غلام حسن صاحب تھے اور اس لعنت کو قبول کرنے میں ان کا قدم سب سے آگے تھا۔ یہاں تک کہ اس "ملعون" فرقہ کے یہ عرصہ تک وائس پریذیڈنٹ بنے رہے۔

بیعتِ محمود کے "فیض" کا اثر

افسوس ہے کہ غلام محمد مدعی مصلح موعود کے رسالوں میں بھی مولانا نے یہی طرزِ تحریر اختیار کی تھی کہ اہل لاہور کو اپنے افعال پر جب وہ ملزم ٹھہراتے ہیں تو خود اس طرح الگ ہو جاتے ہیں جس طرح ان کا اس میں کچھ بھی حصہ نہ تھا۔

ہم نے تو اس سے چشم پوشی ہی کی لیکن اب جو مولانا نے بیعت محمود کے فیض سے بہرہ اندوز ہو کر لعنتیں برسانی شروع کر دیں تو عرض کرنا پڑا کہ جس فعل پر آپ ہمیں لعنت کا مستحق ٹھہراتے ہیں اُس میں تو سب سے زیادہ آپ ہی کا حصہ تھا ہمیں لعنتی قرار دینے سے پہلے اپنا تو خیال کر لیا ہوتا۔ کہ یہ زد تو خود جناب والا پر پڑتی ہے لیکن کسی اندرونی بخار کے نکالنے میں مولانا کو یہاں تک انہماک ہوا کہ اس بات کا خیال ہی نہ رہا۔ یا اگر خیال تھا تو شاید بفحوائے "گو مشتِ خاکِ ماہم بربا درفتہ باشد"۔ لاہوریوں پر لعنت ڈالنے کی خوشی میں اپنے آپکے لپیٹ میں آجانے کی بھی پروا نہیں کی۔

اصلاح کیلئے الگ جماعت بنانا فرقہ بندی نہیں

فرقہ بندی یقینًا ایک لعنت ہے۔ لیکن کیا احمدیت خود ایک فرقہ نہیں۔ پھر غیر احمدی اس فرقہ بندی کو اگر لعنت سمجھیں تو وہ کیوں حق پر نہ سمجھے جائیں؟ اگر عام مسلمانوں کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا الگ ایک جماعت بنانا فرقہ بندی نہیں اور مستحق لعنت نہیں تو محمودیت کے خطرناک فتنہ کے انسداد اور اصلاح کے لئے اگر لاہور والے علیحدہ ایک جماعت بنائیں تو کیوں وہ فرقہ بندی کے جُرم کے مرتکب قرار پائیں اور لعنت کے مستحق ٹھہریں؟ مولانا خدا کے لئے انصاف کریں۔ اور خدا کے سامنے جوابدہی سے ڈریں مسلمانوں پر ناحق لعنتیں ڈالنا کوئی خوبی کی بات نہیں۔

اسلامی وحدت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟

خوب یاد رکھیں حضرت مسیح موعودؑ نے احمدیت کو فرقہ کے رنگ میں نہیں قائم کیا تھا وہ اسلام کے تمام فرقوں کو توڑ کر ایک فرقہ بنانا چاہتے تھے جس کی بنیاد فقط **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر انہوں نے رکھی تھی۔ دنیا میں تمام لوگ یا تمام مسلمان ہمخیال نہیں ہو سکتے۔ اختلاف آراء مٹ نہیں سکتا۔ **یا تو آپ بھی** مانتے ہونگے کیونکہ سنت آئین ایسا کہتا ہے۔ تو اسلامی وحدت و اتحاد کے لئے سوائے اس کے کیا راہ ہو سکتی ہے کہ اختلاف آراء کی وجہ سے کسی کلمہ گو اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہا جائے یہی صورت ہے جس سے فرقہ بندی کی لعنت دُور ہو کر اسلامی وحدت قائم ہو سکتی ہے۔

سب سے پہلے میانصاحب نے احمدیت کو فرقہ کی شکل دی

لیکن میاں محمود احمد صاحب نے سب سے پہلے احمدیت کو ایک فرقہ کی شکل دی اور وہ اس طرح کہ اُنہوں نے ہر ایک کلمہ گو کو جو احمدی نہیں کافر خارج از اسلام قرار دیا۔ میاں صاحب کے اس عقیدہ کے ماتحت احمدیت ایک نیا فرقہ بلکہ نیا مذہب بن گئی اور اسلامی نقطۂ نظر سے جس کا مولانا موصوف کو بھی اعتراف ہے مستحق لعنت بن گئی۔

جماعت لاہور کی بنیاد عالمگیر اسلامی اصول اتحاد پر قائم ہے

لاہوری احمدیوں نے لاہور میں **علیحدہ جماعت بنا کر احمدیت پر سے اس فرقہ بندی کی لعنت کو دُور کرنا چاہا** اور اپنی بنیاد اسی عالمگیر اسلامی اصول اتحاد پر رکھی کہ کوئی کلمہ گو مسلمان کافر خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ مولانا یہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن باایں ہمہ وہ لاہوریوں کو فرقہ بندی کا مجرم اور لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ **میاں صاحب نے احمدیت کو ایک علیحدہ فرقہ بلکہ مذہب بنا دیا ہے**

حالانکہ اس زمانہ میں اسلام کے اندر سب سے بڑھکر فرقہ بندی کا اگر کوئی مجرم ہے تو وہ خود میاں محمود احمد صاحب خلیفۂ قادیان کی ذات والاصفات ہے۔ جس نے تمام دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو کافر خارج از اسلام قرار دیدیا۔ اور احمدیت کو بالکل ایک علیحدہ فرقہ بلکہ علیحدہ مذہب بنا کر رکھدیا۔ یہ معمولی بات تو نہیں جسے مولانا نے یوں کہکر ٹال دیا کہ "قادیان کی مرکزی جماعت ..... غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق کفر بمعنی منکر کا لفظ استعمال کرتی ہے۔" **العجب** کافر بمعنے منکر ہی استعمال ہوتا ہے سب انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس منکر کے معنے جو محمودی کرتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج کے کرتے ہیں، کیا مولانا اسقدر بے خبر ہیں یا قادیان میں کچھ غلط باتیں سُنا کر اُن کی تسلی کر دی گئی ہے یا فیضانِ بیعت محمود نے کھلی حقیقتوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ جب میاں محمود احمد صاحب کھلے لفظوں میں ہر ایک مسلمان کو جو حضرت اقدس کی بیعت میں داخل نہیں خواہ وہ انہیں مسیح موعود ہی کیوں نہ مانتا ہو یا اُس نے اُن کا نام بھی نہ سُنا ہو کافر خارج از اسلام کہتے ہوں اور ایک غیر احمدی کے بچہ کے جنازہ پر یوں فتوے دیتے ہوں کہ کیا ایک یہودی یا عیسائی کے بچہ کا جنازہ تم پڑھ سکتے ہو؟ تو اس کے بعد مولانا کی یہ پردہ پوشی یا اتنے بڑے خطرناک مسئلہ کو یوں ٹال جانا ان کی شانِ حق پرستی سے بہت بعید ہے۔

مولانا کی "تحقیقات" کا ایک نمونہ

مجھے تو مولانا کی ایک اور بات پر بھی تعجب ہوا کہ مولانا فرماتے ہیں "اگرچہ موجودہ خلیفہ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں مصلح موعود ہونیکا دعوےٰ نہیں کیا"۔ العجب ثم العجب اب یہ کون عرض کرے کہ حضور آپ کو یہ خبر غلط ملی ہے۔ موجودہ خلیفہ صاحب مصلح موعود ہونیکا دعوےٰ کرتے ہیں یعنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے پسر مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ اس پر اُن کے اخباروں میں بحثیں ہوتی ہیں عبدالرحمٰن مصری صاحب ایک کتاب "شان مصلح موعود" اسی بات کی تردید میں شائع کرتے ہیں جس پر قادیانی اخبارات اور قادیانی علماء اُن پر بڑی لے دے کرتے ہیں۔ بعض اُن میں سے مباہلہ کیلئے بھی تیار ہو جاتے ہیں اور

آپ فرماتے ہیں کہ وہ مصلح موعود ہونیکے مدعی ہی نہیں اگر مولانا کی یہی تحقیقات ہے تو اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ خدا جانے قادیان کے اندر یاروں نے کس لسم اللہ کے گنبد میں مولانا کو بٹھا رکھا ہے کہ مولانا تک یہ شور و شغب پہنچ ہی نہ سکا

مسئلہ نبوت کے متعلق مولانا کا ارشاد

اسی طرح مولانا نبوّت کے مسئلہ کو بھی حقیر کر کے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "دونوں فریق حضرت مسیح موعودؑ کو اُمتی نبی مانتے ہیں" گویا یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں جو قابل توجہ ہو اب یہ تجاہل عارفانہ نہ سمجھا جائے تو کیا سمجھا جائے؟

"اُمتی نبی" شرعی اصطلاح نہیں ہے

مولانا خوب جانتے ہیں کہ اُمتی نبی شریعت اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی اصطلاح ہے۔ حدیث میں یا آپکے الہامات میں جو لفظ نبی کا آ گیا تھا اُس کی تشریح میں آپنے اس لفظ کو استعمال کیا مگر دوسری جگہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں جب ذکر فرمانے لگے تو اسی چیز کو **محدث** فرمایا یعنی شریعت اسلام کی اصطلاح کے رُو سے آپکا مقام غیر نبی کا ٹھہرتا ہے اور اسی لئے آپنے بڑے زور سے ارشاد فرمایا:۔

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)"

شرعی اصطلاح کی رو سے حضرت مرزا صاحب غیر نبی ہیں

میں کہتا ہوں اگر اُمتی نبی شریعت کی اصطلاح میں نبی ہوتا ہے تو آپ کی طرف۔ ۔ ۔ یہ بات منسوب کرنا کہ آپنے نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے کیوں سراسر افترا ہو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ آپکی اس قسم کی تحریروں سے صاف نظر آتا ہے کہ اگرچہ آپ اُمتی نبی تھے، لیکن **اُمتی نبی کو شرعی اصطلاح میں نبی نہیں کہہ سکتے**۔ شرعی اصطلاح کے رُو سے وہ غیر نبی ہے۔ **پس اُمتی نبی کی نسبت یہ کہنا کہ وہ نبوّت کا مدعی ہے اس پر سراسر افتراء ہے۔**

مولانا کی زبردست خود فریبی ــــ بیعت محمود کا خواب آور فیضان

ہم میں اور اہل قادیان میں آج اگر فرق ہے تو یہی ہے کہ ہم اُمتی نبی کو شرعی اصطلاح کے رُو سے غیر نبی قرار دیتے ہیں اور اہل قادیان اُمتی نبی کو شریعت کے رُو سے بھی نبی ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اسلئے اس کے منکر کو کافر خارج از اسلام بتلاتے ہیں تو ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بلکہ جانتے ہوئے مولانا کا یہ فرمانا کہ دونوں فریق حضرت مسیح موعودؑ کو اُمتی نبی مانتے ہیں اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ یہ نزاع لفظی نہیں۔ بلکہ نزاع حقیقی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بیعت محمود . . . . کا فیضان ایسا خواب آور ہے کہ اتنے اتنے بڑے عقلمند بزرگوں کی آنکھیں بند ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور اسقدر جلد۔ اللہ رحم کرے۔

وصیت کے متعلق مولانا کی انتہائی افسوسناک باتیں

سب سے بڑھکر جو قابل افسوس بات مجھے اس تحریر میں نظر آئی وہ یہ کہ جناب مولانا حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی وصیت لکھنے میں خاطی اور غلط کار قرار دیتے ہیں، حضرت مسیح موعودؑ خدا کی طرف سے مامور ہیں مسیح موعود ہیں۔ اپنے بعد اپنی جماعت کے نظام کے لئے ایک لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں اور انجمن بنا کر اپنے سامنے اپنی زندگی میں اس نظام کو چلاتے ہیں۔ وہ کسی شخص واحد کو اپنا جانشین قرار نہیں دیتے۔ ایک انجمن بناتے ہیں اُسکو اپنا جانشین قرار دیتے ہیں۔ مولانا کے نزدیک ان کی یہ وصیت خدا کی مرضی کے خلاف تھی۔ کیونکہ خدا ایک شخص واحد کے ہاتھ میں زمام خلافت دینا چاہتا تھا۔ اور مامور خدا کی مرضی کے خلاف ایک انجمن بنا رہا تھا۔ مگر خدا بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ اور خفا ہوتا رہا۔ اور ناحق خفا ہوتا رہا۔ کیونکہ بقول مولانا حضرت مسیح موعودؑ کو "اس وقت کی حالت میں اپنی جماعت میں کوئی فرد ایسا نظر نہ آیا کہ زمام اختیار خود اپنی رائے سے اُس کے سپرد کر دیتے۔"

پس جب ایسا آدمی کوئی نظر نہ آتا تھا کہ زمام اختیار اُس کے ہاتھ میں سپرد کر دیا جائے تو ان حالات میں حضرت اقدس نے اگر ایک انجمن کے ہاتھ میں سپرد کر دیا تو کیا قصور کیا؟ پھر خدا کی یہ خفگی کیوں اور ناراضگی کس لئے؟ جب آدمی ہی کوئی نظر نہ آتا تھا تو مسیح موعودؑ کا کیا قصور جو ایک آدمی کے سپرد نہ کیا؟

خدا نے مامور کو اس غلطی سے کیوں نہ روکا؟

پھر جن چودہ آدمی کے سپرد کیا اُن میں وہ دونوں خلیفے بھی تو شامل تھے جن کو خدا زمام اختیار دینا چاہتا تھا۔ تو پھر خدا کی یہ ناراضگی کس وجہ سے تھی؟ اور مزہ یہ کہ وصیت لکھتے وقت خدا نے اپنے مامور کو اس قدر خطرناک غلطی سے نہ روکا جس کا نتیجہ ایسا بدنکلنا تھا اور اس قدر فتنہ اُٹھنا تھا کہ اس کی وجہ سے خود حضرت مولانا موصوف ۳۲ برس ضلالت اور گمراہی میں گرفتار رہے۔ خوش قسمتی سے اب ۱۹۴۰ء میں نجات ہوئی۔ کس قدر تعجب خیز امر ہے کہ خدا نے آرام سے اپنے مامور کو یہ سارا غلط نظام اپنی زندگی میں چلانے دیا اور ایک دفعہ نہ روکا۔ سینکڑوں الہام نازل فرمائے مگر ایک دفعہ بھی نہ کہا کہ "مرد خدا کیا کر رہا ہے اپنے سارے سلسلہ کا بیڑہ تباہ کر رہا ہے۔ ایک فتنہ کی بنیاد ڈال رہا ہے۔ اس انجمن کو دفع کر اور آدمی تو سامنے موجود ہے یعنی نورالدین۔"

کیا مامور خدا کے حکموں کی نافرمانی کیا کرتے ہیں؟

اس سے قبل تو ہم نے کبھی نہیں سُنا تھا مگر اب مولانا کی زبانی یہ معلوم ہُوا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے خدا نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ **اِنّا عفونا عنك** کہ ہم نے تجھے معاف کیا یعنی انجمن بنانے اور وصیت کرنے میں تُو نے غلطی کی مگر ہم معاف کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حضرت صاحب نے بھی اس الہام سے یہ سمجھا کہ وصیت کے لکھنے میں اور انجمن کے بنانے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ اگر سمجھا تھا تو انجمن کو توڑ دینے میں تامّل کیوں کیا؟ کیا خدا کے مامور خدا کے حکموں کی نافرمانی کیا کرتے ہیں اور اس کی مرضی کیخلاف چلا کرتے ہیں؟ وہ تو خدا کی ناراضگی کے سامنے تمام دنیا کی پروا نہیں کیا کرتے۔ اور اگر یہ کہو کہ حضرت صاحب نے اس الہام کو سمجھا نہیں تو پھر اور بھی حیرت ہو جاتی ہے کہ مامور نے خدا کی مرضی کے خلاف ایک نظام بنا ڈالا۔ خدا نے شروع میں تو اُسے نہ روکا مگر بعد میں اُسے کہدیا کہ اچھا ہم نے معاف کیا تو وہ مامور سمجھا ہی نہیں کہ کونسی خطا تھی جسے معاف کیا۔

بیعت محمود کے فیض کا ایک اور کرشمہ

میاں محمود احمد صاحب نے تو کہا تھا کہ خدا حضرت مسیح موعود کو بارہ برس کہتا رہا کہ تو نبی ہے مگر وہ نہ سمجھے اور اب یہ فیض بیعت محمود ہی معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے وصیت لکھنے اور انجمن بنانے میں خدا کی مرضی کے خلاف کام کیا۔ اور جب خدا نے ایک گول مول مبہم سا الہام کیا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب سمجھے ہی نہیں کیونکہ انجمن بدستور قائم رہی۔ گویا یہ ناسمجھی کی عادت نعوذ باللہ سدا سے آپکے ساتھ لگی چلی آتی تھی۔ خوب حضرت مسیح موعودؑ کی عزت بن رہی ہے۔

مولانا کی نہایت افسوسناک جسارت

جناب مولانا یہ بھی فرماتے ہیں "اس عرصہ میں آپ کو انجمن کی نسبت جو الہام ہُوا وہ یہ تھا **اِنّا اَمتنا اربعۃ عشر** (وانّا ذالك بما عصوا وکانوا یعتدون) یعنی ہم نے چودہ جانوروں کو مار دیا۔ کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ میری رائے میں چودہ جانوروں سے چودہ ارکان والی انجمن ہے۔ اور موت سے انکی ناکامی مراد ہے۔"

ہم نے تو یہ الہام اس سے پہلے کبھی نہ سُنا تھا لیکن اب قادیان جا کر حضرت مولانا کو اس الہام کا علم ہُوا تو آپنے اسے تحریر فرمایا اور اپنی رائے بھی ظاہر فرما دی کہ چودہ جانوروں سے مراد انجمن کے چودہ ارکان ہیں۔ اور ان کی ناکامی ان کی موت ہے۔ مولانا کو اختیار ہے کہ چودہ جانور والا الہام جن چودہ شخصوں پر بھی چاہیں لگا دیں کوئی انہیں روک نہیں سکتا لیکن اس کے بالمقابل اگر کوئی دوسرا شخص قادیان کے چودہ آدمی منتخب کر لے جو موجب فتنہ ہوں اور اُن پر لگا دے تو مولانا کی طرح وہ بھی حق رکھتا ہے۔

متشابہات کی پیروی کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں ہے

لیکن حق یہی ہے کہ متشابہات کی پیروی کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اور یہ تو حد درجہ کی جسارت ہے کہ ان متشابہ الہامات کی بنا پر انسان فتوے لگاتا پھرے۔ مولانا کی نظر لوح محفوظ پر تو نہیں پڑ رہی کہ جو وہ فرمائیں گے وہ سب سچ ہوگا اور دوسرا اگر کچھ کہے گا تو وہ غلط ہوگا۔ جو کچھ بھی ہے فقط قیاس آرائیاں ہیں۔

مولانا کی ذات گرامی بھی چودہ چوپاؤں میں شامل ہے

افسوس ہے کہ مولانا نے اس چودہ جانوروں والے الہام کو چودہ ارکان انجمن پر لگا تو دیا لیکن ان چوپائیوں جانوروں میں پھر مولانا نورالدین صاحب بھی آ گئے اور جناب میاں محمود احمد صاحب بھی آ گئے جن کی خاطر اس انجمن پر موت وارد کی گئی اور سب سے قابل افسوس یہ امر ہے کہ خود مولانا غلام حسن صاحب پشاوری کی اپنی ذات گرامی بھی انہی چوپائیوں میں آ گئی۔ ہاں وہی چوپائے جن کی حالت اس الہام میں وہی بتائی گئی ہے جو قرآن کریم میں یہود کی بتائی گئی ہے کہ **ذالك بما عصوا وکانوا یعتدون** کہ یہ لوگ خدا کے نافرمان اور حد سے بڑھنے والے تھے۔

اس طریق استدلال کا نتیجہ کیا ہوگا؟

حضرت اقدس مرزا صاحب بھی خوب حکم عدل ثابت ہوئے بارہ برس دعوے کی سمجھ نہ آئی۔ خدا نبی کہتا رہا۔ نعوذ انکار کرتے رہے۔ پھر جو دعوے خدا کی طرف سے نہ تھا وہ کر دیا یعنے بقول حضرت مولانا آپ مہدی معہود نہ تھے اور مہدی معہود ہونیکا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ مہدی معہود غلام محمد مدعی مصلح موعود احمدیہ بلڈنگس لاہور والا تھا۔ پھر وصیت کی تو خدا کے خلاف مرضی کر ڈالی۔ خدا نے معافی کا الہام کیا تو سمجھے تک نہیں۔ آخر خدا نے نعوذ باللہ جل کر کہا کہ تو نے میری مرضی کے خلاف یہ چودہ چوپائے جانور جمع تو کر ڈالے مگر میں بھی ان پر موت وارد کر کے چھوڑوں گا۔ چنانچہ خدا نے اس انجمن کو ناکام کیا اور ان انجمن والوں پر ایسی موت وارد کی جس کا نتیجہ ایسا خطرناک فتنہ کی صورت میں ظاہر ہُوا کہ آجتک لوگ اسکا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور پھر تماشا یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کی فراست مومنانہ نے اپنی جماعت کے انتظام کے لئے جن چودہ معتبر آدمیوں کو جمع کر کے انجمن بنائی وہ سب کے سب خدا کی نظروں میں جانوروں سے بڑھکر نہ تھے اور یہود کی طرح خدا کے نافرمان اور حد سے تجاوز کرنیوالے تھے۔ اور مزہ یہ کہ انہیں میں حضرت مولوی نورالدین صاحب اور میاں محمود احمد صاحب اور جناب مولانا غلام حسن صاحب پشاوری اور دیگر ممبران اہل بیت بھی تھے۔

یہ طریق استدلال ملت محمودیہ کا ایک امتیاز خصوصی ہے

آخر مولانا نے یہ کیا طریق استدلال اختیار کیا ہے جس کی

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

(بقیہ شذرات)

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ صدی سے انگلستان ایک مکمل صنعتی ملک تسلیم کیا جاتا ہے لیکن آجکل جنگ کے بسبب انگلستان کو وسیع پیمانہ پر زراعت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس ضرورت کے سامنے آتے ہی وہاں ایک انقلاب عظیم ہو گیا ہے جس کی بدولت چند ماہ کے قلیل عرصہ میں انگلستان ایک زرعی ملک بن گیا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اس کی صنعتی سرگرمیاں بھی پہلے سے زیادہ وسعت سے جاری ہیں ایک تازہ خبر مظہر ہے کہ:۔

"بے شمار قطعات اراضی جہاں گھاس کے خطے تھے خوبصورت مرغزار اور چراگاہیں تھیں اب وہاں کھیتی کیاری کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ان سرگرمیوں کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ ملک معظم خود قیادت کر رہے ہیں اپنی اراضی میں گھاس کے سینکڑوں ایکڑ قطعات میں انہوں نے زراعت کا کام کرنے کی ہدایت کی ہے زرعی نمائش انگلستان کی دیہاتی زندگی کی قابل ذکر خصوصیت بن گئی ہے ان تمام زرعی سرگرمیوں کی تہ میں یہ جذبہ کارفرما ہے کہ جہاں تک اشیائے خوردنی کا تعلق ہے انگلستان دوران جنگ میں کسی کا محتاج نہ رہے۔"

زندہ اقوام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے افراد اپنے مشاغل اور عادات واطوار کو قومی ضروریات کے مطابق ڈھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت ان میں فوری تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں۔ اس شعار میں ان کی قومی زندگی اور ترقی و برتری کا ایک اہم راز پوشیدہ ہے۔ یہ باتیں وابستگان سلسلہ احمدیہ کے پرغور مطالعہ اور سنجیدہ غور و فکر کے لائق ہیں۔

مجلس مشاورت

"پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعتوں میں احباب نے یہ اعلان ملاحظہ فرما لیا ہو گا کہ مجلس مشاورت کا آئندہ اجلاس ماہ اپریل ۱۹۴۰ء میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ جو احباب اس اجلاس میں کوئی تجویز پیش فرمانا چاہیں وہ ماہ فروری کے اندر اندر قلمبند کر کے بھیج دیں ـــــ یہ اعلان وابستگان سلسلہ کی خاص توجہ کا مستحق ہے مجلس مشاورت کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ اہل الرائے بزرگ اور بیرونی جماعتوں کے نمائندے مل کر قوم کی بہبود و ترقی قومی نظام کی اصلاح و استحکام اور خدمت دین و اشاعت قرآن کے ذرائع سوچیں اور ان امور کے متعلق جو عمدہ تجاویز موصول ہوں ان پر نہایت احتیاط سے غور کریں اس قسم کے اجتماعات نہایت مفید و بابرکت ہوتے ہیں۔ اور انکی ضرورت و اہمیت تمام زندہ و ترقی یافتہ اقوام کے نزدیک مسلم ہو چکی ہے۔ لہٰذا ہم اپنے تمام بزرگوں اور دوستوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جماعت کے دینی و قومی امور پر خوب اچھی طرح غور کریں اگر انہیں کوئی اچھی تجویز سوجھے تو قلمبند کر کے مقررہ میعاد کے اندر جناب جنرل سکرٹری صاحب انجمن کو بھیج دیں۔ جو اصحاب وقتاً فوقتاً مختلف تجاویز یا ادر مقامی ضروریات لکھ کر بھیجتے رہتے ہیں ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی تجاویز فوراً مجلس مشاورت میں پیش کرنے کے لئے بھیج دیں۔

(بقیہ صفحہ ۸)

زد سے نہ بڑا بچتا ہے نہ چھوٹا۔ مگر یہ بھی ملت محمودیہ کا ایک امتیازی خصوصی ہے کہ وہ شیعوں کی طرح وعید کے الہامات ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب پر لگائیں گے آپ کے مخالفوں پر نہیں لگائیں گے۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کو اپنے چودہ مخالفوں پر لگایا تھا جو یہود کی طرح مخالفت میں حد سے گذرے ہوئے تھے۔

یہ الہام محمودی انجمن کے لئے موزوں ہے

لیکن اگر مولانا کی یہی خوشی ہے کہ یہ الہام اراکین انجمن پر ہی لگایا جائے (شاید اس میں کوئی مصلحت مولانا کے پیش نظر ہو) تو ان اراکین انجمن پر لگانا زیادہ موزوں ہے جنہوں نے **اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ** کے ماتحت انجمن کے سارے اختیارات ایک ریزولیوشن پاس کر کے خلیفہ قادیان میاں محمود احمد صاحب کے سپرد کر دیئے۔ اور اس طرح خودکشی کر لی۔ واقعی ایسے اراکین انجمن کو جو اپنی عقل اور حواس کو خلیفہ کے سپرد کر کے معطل ہو بیٹھیں اگر جانور کہہ دیا جائے جیسا کہ قرآن کریم میں ان لوگوں کو جانور ہی کہا گیا ہے جو نہ عقل سے کام لیں اور نہ آنکھ اور کان سے۔ تو بالکل بجا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ چونکہ اس فعل سے اس انجمن قادیان پر موت طاری ہو گئی اور وہ عملی طور پر مردہ ہو گئی اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اُسے مار دیا۔

لاہور کی انجمن اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہے

لیکن لاہور کی انجمن خدا کے فضل سے زندہ ہے جو ۲۶ سال سے برابر کام کر رہی ہے۔ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اس کا کام ہی اس کی زندگی کا ثبوت ہے۔ مردہ وہ انجمن گئی جس نے خلیفہ کے ہاتھ میں اپنے تمام اختیارات اور عقل کو حواس کو سپرد کر کے خودکشی کر لی۔ اور اس طرح خدا کے نافرمان اور حد سے بڑھنے کے مرتکب ہوئے کیونکہ اُن کا یہ فعل خدا کی منشا کی ہدایتی شریعت اور حضرت مسیح موعود کی وصیت کے خلاف تھا۔

قادیان اور لاہور کے متعلق مولانا کے سابق خیالات و ارشادات

کتنا عجیب ہے کہ جناب مولانا غلام حسن خانصاحب بھی اب محمودیوں کی طرح قادیان کے مرفوع ہونے پر زور دینے لگ گئے حالانکہ یہی مولانا تھے جو ۱۹۱۴ء میں قادیان کو فتنہ کی جگہ قرار دے کر وہاں سے ہجرت کر آتے کو سُنت انبیاء سمجھتے تھے۔ اُس وقت اُن کے اور ہمارے سب کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "داغ ہجرت" نمایاں حرفوں میں نظر آ رہا تھا۔ اور حضرت کے الہام "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" کی تشریح یوں کی گئی تھی اور جو بالکل درست تھی کہ حضرت صاحب کی لاہور میں وفات نے یہ ثابت کر دیا کہ لاہور کو قادیان سے وہی نسبت ہے جو ابتدائے اسلام میں مدینہ کو مکہ سے تھی۔ اور جس طرح اس وقت مدینہ اشاعت اسلام کا مرکز بنا اسی طرح اب لاہور اشاعت اسلام کا مرکز بنے گا۔ اور واقعات نے اس امر کو بالکل سچ ثابت کر کے دکھا دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک قابل غور الہام

لیکن مولانا کو اب سب کچھ بھول گیا۔ اُن کی توجہ کے لئے میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام بھی پیش کرتا ہوں ممکن ہے کوئی فائدہ ہو۔ اور وہ الہام یہ ہے:۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہیگا مگر مٹی رہے گی سلسلہ **قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ انا اللہ ذوالمنن۔ انی مع الرسول اقوم**"

کیا یہ الہامات صریح طور پر لاہور میں ایک انجمن کے قیام کی خبر نہیں دیتے جس کو نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوگی اور جس کے پاکیزگی کے بارے میں خدا نے شہادت دیدی۔ اور قبل از وقت بتا دیا کہ طالب حق جب قادیان میں ناپاک عقائد اور غلط اعمال پھیلیں گے اور وہاں کی انجمن پر موت طاری ہو جائے گی اس وقت تو لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود پائے گا۔ جن کی سرشت پاکیزہ اور ارادے نیک اور کام خالصتاً لوجہ اللہ ہیں اُن کے متعلق مخالف طرح طرح کے وساوس پھیلائیں گے لیکن آخر یہ وسوسے مٹ جائیں گے اور پاک سرشت اور نیک ارادوں کی فتح ہو گی۔

"سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی"

اور پھر ایک نہایت قابل افسوس امر کی بھی ساتھ ہی خبر دی۔ وہ یہ کہ ان لاہوری اراکین انجمن کے درمیان ایک مولوی ہوگا جو سلسلہ قبول الہامات میں نہایت کچا ہوگا یعنی الہامات کے قبول کرنے میں اس کی رائے پختہ نہ ہو گی۔ مثلاً عبداللہ تیماپوری اگر دعویٰ الہام کرے گا تو وہ اسے بھی ماننے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ یار محمد اور احمد نور کابلی جیسے لوگ اگر دعوےٰ الہام کریں گے تو وہ اُن کا بھی انکار نہیں کریگا۔ محمد فضل چنگوی اگر دعوےٰ الہام کریگا تو وہ اس کی بھی تصدیق کریگا۔ غلام محمد لاہوری اگر مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کریگا تو وہ اُس پر بھی ایمان لے آئیگا۔ قادیان میں محمودی لوگ متشابہ الہامات پیش کر کے ان سے جو بھی غلط اور دُور از کار استدلال کریں گے وہ ان سب کو آنکھ بند کئے ہوئے قبول کرتا چلا جائے گا۔ غرضیکہ وہ اس معاملہ میں ایسا کچا ہو گا کہ ہر ایک اچھے برے ہر ایک ایرے غیرے اور عقلمند مدعی الہام کو اور اُن کے پیش کردہ ہر قسم کے رطب و یابس الہام کو اور ان کی غلط تشریحات کو بغیر سوچے سمجھے مانتا چلا جائیگا دوسرے لفظوں میں یہ کہ "سلسلہ قبول الہامات میں وہ نہایت کچا ہوگا۔"

واقعات کا فتوےٰ

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ واقعات نے اس الہام کا مصداق اگر مولانا غلام حسن خانصاحب پشاوری کو ثابت کیا ہو تو سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ دیا جائے اور کیا کہا جائے۔ ہمیں تو خود بہت افسوس ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ باقی رہا "مولویوں کا ننگا ہو جانا" سو وہ آئے دن ننگے ہو رہے ہیں۔ کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ علم ہوتے ہوئے کچھ نہ باقی رہا۔ "الفضل" اخبار کے کالم اس پر گواہ ہیں۔

اعلانِ بیعت

مولوی عمرالدین صاحب پونہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ کراچی کے امداد بابو عبدالحمید صاحب نے بمعہ اہل و عیال قادیانی جماعت سے علیحدہ ہو کر . . . . حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور نماز عید قادیانی جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی۔ قادیانی جماعت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بابو صاحب نے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی منشاء کے خلاف راہ اختیار کر رہے ہیں کہ اُن سے مل کر نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ فہرست افراد خاندان بابو صاحب جو جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں شامل ہوئے ہیں حسب ذیل ہے:

(۱) بابو عبدالحمید صاحب اسسٹنٹ دفتر آبپاشی پونا
(۲) فضل بی بی صاحبہ اہلیہ بابو عبدالحمید صاحب
(۳) عبدالخالق پسر ″ عمر ۱۵ سال
(۴) امۃ العزیز دختر ″ ۱۲ سال

(باقی دیکھو پوٹ میں)

رفتارِ عالم

اسلامی دنیا

—— انقرہ ۹ رفروری حکومت ترکی نے ملکی مدافعت کی اسکیم کو صیغہ راز میں رکھنے کی خاطر اپنے تمام حربی کارخانوں سے جرمن انجینیروں۔ کاریگروں اور مستریوں کو نکال دیا ہے ترکی کے حربی کارخانوں میں کوئی ڈیڑھ سو کے قریب جرمن کام کر رہے تھے۔

—— استنبول میں دو جرمن انجنیروں کی نگرانی میں آبدوزیں تیار ہو رہی تھیں، انکو بھی جواب دیدیا گیا ہے۔ جب سے جرمن جاسوس پکڑے گئے ہیں حکومت ترکی دوسرے جرمنوں کی بھی نگرانی کر رہی ہے۔

—— انقرہ ۸ رفروری بلقانی ریاستوں کی کانفرنس میں شرکت کے بعد مسٹر سراج اوغلو وزیر خارجہ ترکی آج اس جگہ واپس آگئے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر برطانیہ، فرانس، ایران اور افغانستان کے سفیروں نے آپکا شاندار استقبال کیا۔

—— آپ نے ایک بیان میں بلقانی ریاستوں کی جتھہ بندی پر زور دیا اور کہا کہ اب جو جھگڑے پیدا ہونگے وہ آپس میں طے کر لئے جائیں گے۔

—— بمبئی ۸ رفروری اسلامی نوروز یعنی ۱۳۵۹ھ کے آغاز پر مصری قونصل مقیم بمبئی نے مسلمانوں بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کو پیغام تہنیت دیا جسمیں آپ نے دعا کی ہے کہ انہیں نیا سال مبارک ہو۔

—— کابل ۸ رفروری حکومت افغانستان نے کابل میں ایک کامرس کالج قائم کیا ہے آج وزیر تجارت نے اس کا افتتاح کیا۔

—— قاہرہ ۸ رفروری۔ جنرل ویگان سابق رئیس ارکان حربیہ فرانس وارد مصر ہوئے آپ نے مصر میں متعین برطانوی، مصری اور ہندوستانی فوجوں کا معائنہ کرنے کے بعد اپنی تقریر میں مصر کے فوجی انتظامات پر اطمینان کا اظہار کیا۔

—— علاوہ ازیں آپ نے دوران تقریر میں یہ کہا کہ مصر کے دفاعی انتظامات سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ مصر اور اتحادیوں میں کسقدر عمدہ روابط موجود ہیں۔ جنرل ویگان شرق قریب میں متعین فرانسیسی فوج کے کمانڈر انچیف ہیں۔

—— کابل کے تازہ اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت افغانستان نے ۱۷ سال کی عمر کے نوجوانوں پر فوجی خدمت لازمی قرار دی ہے اور اس نے ایک نیا ٹیکس بھی لگانے کی تجویز کی ہے جس کی آمدنی سے جنگی اسلحہ کثیر تعداد میں خریدے جائیں گے حکومت نے فی الحال جنگی اسلحہ کی خریداری کے لئے مختلف ممالک کو آرڈر دیدیا ہے اور دفاعی امور اطمینان بخش طریق پر انجام پا رہے ہیں۔

—— علاوہ ازیں دو لاسلکی اسٹیشنوں کی تعمیر کا بھی حکم دے دیا ہے جو ملک کے اہم مقامات پر قائم کئے جائیں گے۔

—— ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ حکومت افغانستان نے دو بالشویکوں کو گرفتار کیا ہے جن کے قبضہ سے اہم اور پُر اسرار کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔ حکومت نے اس قسم کے کاغذات کی تحقیقات کیلئے پولیس کا ایک خاص محکمہ بھی مقرر کر دیا ہے جو نہایت احتیاط سے پُر اسرار کاغذات کی جانچ پڑتال کریگا اور افغانستان کو روسی ریشہ دوانیوں سے پاک کر دیگا۔

ہندوستان

—— کراچی ۸ رفروری سندھ اسمبلی میں ہندو انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ممبر مسٹر دولت رام موہن داس نے الٰہ بخش وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی چھ تحریکیں پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے معلوم ہوا ہے کہ کانگرس اور مسلم لیگ کی پارٹیاں اس تحریک کی حمایت کریں گی اگر ایسا ہوا تو اس تحریک عدم اعتماد کا منظور ہو جانا یقینی ہے۔

—— یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سندھ اسمبلی کی کانگریس پارٹی نے اس تحریک کی حمایت کے فیصلہ کیساتھ یہ بھی طے کیا ہے کہ نہ تو وہ خود وزارت بنائیگی نہ اور کوئی وزارت بننے دیگی۔

—— کراچی ۸ رفروری آج سندھ اسمبلی میں حکومت نے اعلان کیا کہ صوبہ سندھ میں ہائی کورٹ قائم نہیں کیا جائیگا کیونکہ چیف کورٹ ہی کافی ہے۔

—— حکومت آسام نے سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء کا زرعی ٹیکس نصف معاف کر دیا ہے

—— بمبئی ۸ رفروری آج سر آغا خاں نے ایک اخباری ملاقات میں مسٹر پٹیل کی اس تجویز کی تائید کی کہ ہندوستان کے مستقبل کے فیصلہ کیلئے مجالس قوانین ساز کے ممبروں کی ایک کانفرنس طلب کیجائے

—— پشاور ۸ رفروری سرحد کے احمد زئی وزیریوں نے حکومت سے سمجھوتہ کرنیکا فیصلہ کیا ہے اور درخواست کی ہے کہ جو الاونس بند کر دئے گئے تھے وہ بحال کر دئے جائیں۔

—— ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ شادی خیل محسودی بھی حکومت سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہیں۔

—— احمد آباد ۸ رفروری کارخانہ داروں کی انجمن اور مزدوروں کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا اسلئے مزدوروں نے ۱۲ رفروری سے ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

—— دہلی ۹ رفروری اعلان کیا گیا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس ۲۵ رفروری کو دہلی میں منعقد ہوگا۔

—— نئی دہلی - ۹ رفروری آج صبح مرکزی اسمبلی میں سکرٹری خارجہ سیکرٹری نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ سرحد پار کے قبائلی علاقوں کو آزاد نہیں جا سکتا کیونکہ وہ علاقہ بھی گورنر جنرل یا اجلاس کونسل کے ماتحت ہیں مگر وہاں اقدامات اختیار کرنے کیلئے خاص حالات کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ جن میں معاہدے اور رسوم بھی شامل ہیں۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ وزیرستان میں ابھی تک پورے طور پر امن قائم نہیں ہوا۔

کراچی ۹ رفروری۔ سندھ اسمبلی میں دو نئے بل پیش ہونے والے ہیں ایک بل کا مفہوم یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈوں اور بلدیات میں مخلوط انتخاب کا طریق رائج کیا جائے اور بالغوں کو ووٹ کا حق دیا جائے۔ دوسرے بل کا مقصد یہ ہے کہ سندھ میں غیر مسلموں کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ قرآن کریم چھاپ اور ہدیہ کر سکیں۔

—— کانگڑہ ۸ رفروری اس ہفتہ وادی کانگڑہ میں زبردست برف باری اور ژالہ باری ہوئی جس کی وجہ سے ضلع کانگڑہ کے بہت مکانات منہدم ہو گئے سڑکوں اور شہروں پر دو دو فٹ برف گری ہوئی ہے۔

ممالک خارجہ

—— واشنگٹن ۸ رفروری آج امریکہ کے ایوان مندوبین میں اس مطلب کی قرارداد پیش کی گئی کہ فن لینڈ پر روسی حملہ کے پیش نظر حکومت امریکہ روس سے اپنے سیاسی تعلقات منقطع کر لے یہ قرارداد صرف تین ووٹوں کی زیادتی سے مسترد ہو گئی۔

—— امریکن سینیٹ کمیٹی نے ایک تجویز پیش کی تھی کہ اسلحہ وغیرہ خریدنے کے لئے فن لینڈ کو تین کروڑ ڈالر قرضہ دیا جائے۔ لیکن یہ تجویز بھی نامنظور کر دی گئی۔

—— لندن ۸ رفروری پولینڈ کے پناہ گزینوں کی امداد کے لئے آسٹریلیا۔ ہندوستان۔ برما۔ نیوزی لینڈ اور کنیڈا میں گذشتہ دسمبر تک ۴۵ ہزار پونڈ جمع ہوا ہے حکومت برطانیہ نے اپنی طرف سے ایک لاکھ پونڈ علیحدہ دیا۔

—— لندن ۸ رفروری تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود کوشش کے روسی فوجیں فن مورچے توڑنے میں ناکام رہی ہیں۔ تازہ حملوں میں ۵ ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ فن شہروں پر روسی طیاروں کی بمباری بدستور جاری ہے۔

—— لندن ۸ رفروری کل رات انگلستان کے مشرقی ساحل کے شہر سمندر میں دھماکوں کیوجہ سے ہل گئے۔

—— لندن ۸ رفروری برطانیہ کا ۶۰۰۰ ٹن وزنی ایک جہاز "امالستان" غرق ہو گیا۔

—— ٹوکیو ۸ رفروری چند روز ہوئے جاپان نے ہند چینی میں یونان ریلوے پر بمباری کی تھی جس کی وجہ سے بہت سے آدمی ہلاک و زخمی ہو گئے تھے جن میں فرانسیسی بھی شامل تھے۔ حکومت فرانس اور امریکہ نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تھا۔ تازہ اطلاع اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جاپانی دفتر خارجہ کے ایک افسر نے اعلان کیا ہے کہ یہ بمباری اسوقت تک جاری رکھی جائیگی جب تک رسل و رسائل سے متعلقہ امور کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔

—— پیرس ۸ رفروری مغربی محاذ پر گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں بڑی سرگرمی رہی فرانسیسی فوجی دستے جرمن علاقہ میں گھس گئے دھند کیوجہ سے طیارے پرواز نہ کر سکے۔

—— پیرس ۹ رفروری ایک اعلان مظہر ہے کہ مغربی محاذ پر سار کے قریب زبردست سرگرمی کا اظہار کیا گیا جرمن اور فرانسیسی دستوں کی زبردست مدبھیڑ ہوئی جرمنوں نے دعوٰے کیا ہے کہ انہوں نے کچھ فرانسیسی سپاہیوں کو گرفتار کر لیا ہے لیکن فرانس نے اس کی زبردست تردید کی ہے۔

—— پیرس ۸ رفروری۔ وارسا کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن جھنڈے کا احترام نکرنے اور نازیوں کے پوسٹر پھاڑنے کے الزامات میں وارسا میں اوسطاً ہر روز دس آدمیوں کو پھانسی دی جاتی ہے۔

—— پیرس ۹ رفروری فرانس میں پولینڈ کی جو فوج تیار ہوئی تھی اس کا ایک دستہ فنش فوج میں شامل ہونے کے لئے عازم فن لینڈ ہو رہا ہے۔ امریکن پولوں کا ایک دستہ بھی امریکہ سے فرانس پہنچ گیا ہے تاکہ فنش فوج میں شامل ہونے کے لئے فن لینڈ پہنچ جائے۔

عالمگیر الیکٹرک پریس ہو میر، باہتمام شیخ محمد انعام الحق مہتار پوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدائی امداد کے بغیر انسانی تدابیر ناکارہ ہیں

خبردار! تم غیر قوموں کو دیکھ کر انکی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ آؤ ہم بھی انہیں کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ انکا خدا کیا چیز ہے؛ صرف ایک عاجز انسان اسلئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔ میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت ہو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔ تم راستباز اسوقت ہو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے۔ اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے انکے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ یکدفعہ گرینگی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔

(کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مزاج خدا کے فضل سے اب و بصحت ہے پہلے کی نسبت نمایاں افاقہ ہے صرف علالت کے معمولی اثرات اور کمزوری باقی ہے۔ احباب حضرت ممدوح کی صحت توانائی اور درازی عمر کیلئے دعا کریں۔

—— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گذشتہ ہفتہ دہلی تشریف لے گئے ہیں تا اطلاع ثانی ان سے خط و کتابت کا پتہ حسب ذیل ہے:-
معرفت این۔ اے فاروقی۔ آئی۔ سی۔ ایس۔
۵ تغلق لین۔ نئی دہلی۔

—— ہمارے صوبہ سرحد کے مخلص دوست جناب ماسٹر صاحب اور دلہ اور ان کے بھائی محمد عمر صاحب کافی عرصہ سے ایک مقدمہ قتل میں ماخوذ تھے۔ مقدمہ جرگہ سپرد ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرگہ نے ان دونوں کو باعزت بری کر دیا اور سلطانی گواہ کے بیان کو کذب پر مبنی قرار دیکر اس کو ۱۴ سال قید کی سزا دی۔ ہم اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے ان دونوں معزز بھائیوں کی خدمت میں دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

—— یہ خبر سلسلہ کے تمام حلقوں میں مسرت کیساتھ سنی جائیگی ہماری جماعت پرجوش مخلص نوجوان ایس عبید اللہ صاحب ملک شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیر آباد کی شادی چند روز ہوئے جناب ڈاکٹر شیخ فضل الرحمان صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ہمشیرہ محترمہ سے ہوئی ہم اس تقریب سعید پر جناب عبید اللہ صاحب اور انکے معزز خاندان کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو موجب مسرت اور بابرکت بنائے۔ دولھا میاں نے مبلغ دو روپے اشاعت اسلام فنڈ میں عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

—— قریباً ایک ماہ بعد آج ۱۶ فروری ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جمعہ کیلئے احمدیہ بلڈنگس تشریف لائے اور نہایت بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ

آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر

از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۳)

تین متنازعہ فیہ باتوں کی مزید توضیح

اس آیت استخلاف میں تین باتیں متنازعہ فیہ ہیں جن کی مزید توضیح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(۱) ایک تو لیستخلفنّھم کے فاعل پر جھگڑا ہے۔

(۲) دوسرے لیستخلفنّھم کے مفعول پر جھگڑا ہے۔

(۳) ومن کفر بعد ذالک سے کون لوگ مراد ہیں اس پر جھگڑا ہے۔

ان امور کے فیصلے کیلئے خود قرآن پر ہی تدبر کرنا چاہیئے اور اسی لئے میں نے تمام وہ آیتیں جن میں خدا نے انسان کو خلافت کا انعام عطا فرمانے کا ذکر کیا ہے جمع کر دی ہیں جو اوپر عرض کی جا چکی ہیں اور ان کے حوالے بھی دیدیئے ہیں انہیں پھر پڑھو انشاء اللہ تعالےٰ تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔

(۱) لیستخلفنّھم کا فاعل

لیستخلفنّھم کا فاعل خدا ہے۔ یہ تو مسلّمہ ہے بلکہ قرآن میں ہر جگہ خلیفے بنانے کا فعل خواہ وہ خلافت قومی ہو یا نوعی ہو یا شخصی ہو خدا نے اپنی طرف ہی منسوب کیا ہے لیکن سوائے شخصی خلافت کے جو نبی اور مامور من اللہ کے ساتھ مخصوص ہے نوعی اور قومی خلافت کا فاعل ہر جگہ اللہ تعالیٰ بواسطۂ اسباب ہے وحی کے ذریعہ نہیں۔ شخصی خلافت چونکہ بذریعہ وحی الٰہی ہوتی ہے اور اسباب کو اس میں دخل نہیں اس لئے اس کا پانیوالا خلیفۃ اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اس کے سوائے نوعی یا قومی خلافت جو محض اسباب کے ماتحت انسان کو ملتی ہے کسی شخص یا قوم کو اصطلاحی رنگ میں خلیفۃ اللہ کہلانے کا مستحق نہیں ٹھیراتی۔ ایک شخص کو خدا نے انسان بنایا اور اس طرح وہ بحیثیت اپنی نوع کے زمین میں خلیفہ ہے۔ ایک قوم کو خدا نے بر سر حکومت کر رکھا ہے وہ بحیثیت قوم کے زمین میں خلیفہ ہے۔ یہود تو اپنی اپنی جگہ خلافت کو پانیوالے ہیں اور ان کے استخلاف کا فاعل خود خدا ہے لیکن بایں ہمہ وہ خلیفۃ اللہ نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ بذریعہ وحی خلیفہ نہیں بنے بلکہ بذریعہ اسباب بنے۔ اگر ایک مسلمان بادشاہ یا احمدی قوم کا ایک مقتدا جو اسباب کے ماتحت اپنے منصب پر پہنچا ہے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھے خدا نے بادشاہ بنایا یا جماعت کا مقتدا بنایا تو ایک عیسائی بادشاہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے خدا نے بادشاہ بنایا۔ اور سکھوں کا گرو بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے خدا نے سکھوں کا مقتدا بنایا۔ اور ایسا کہنے میں وہ حق پر ہیں کیونکہ ہر چیز کا مسبب الاسباب وہ ذات پاک خود ہے اس میں کسی جماعت کے پیشوا کی خصوصیت کوئی نہیں۔ ایک ڈاکٹر کہہ سکتا ہے کہ مجھے خدا نے ڈاکٹر بنایا ہے۔

پس خلیفہ قادیان کا جو بذریعہ اسباب خلیفہ بنے ہیں بار بار تعلّی کرنا کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے بالکل ایک بےمعنی بات ہے پوپ بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے خدا نے پوپ بنایا ہے کیونکہ وہ بھی پوپ بذریعۂ اسباب بنا ہے۔ اس میں خصوصیت کیا ہے جس کے متعلق شیخی بگھاری جائے۔

خود قرآن میں مشرکین مکہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلاً ما تذکرون (پ۲۰ - ع۱) اے مشرکین مکہ کون ہے جو مضطر کی جب وہ اُسے پکارتا ہے دعا کو قبول کرتا ہے اور دکھوں کو دُور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں خلفاء بناتا ہے۔ کیا کوئی اور بھی اللہ کے ساتھ معبود ہے تھوڑا ہے جو تم نصیحت قبول کرتے ہو"۔ اب دیکھو یہاں مشرکین مکہ کی خلافت کا فاعل جناب باری خود اپنی ذات کو بتاتے ہیں اور بڑا زور دیتے ہیں کہ کیا ہمارے سوا اور بھی کوئی معبود ہے جو تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے ہرگز نہیں۔ تو اب فرمایئے کہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کی جماعت کے استدلال کے مطابق کیا ابوجہل اور ابولہب کو حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ کہتے اور اپنے منکروں اور مخالفوں کو نعوذ باللہ "فاسق" اور "ابلیس" ٹھیراتے۔ پس خدا سے ڈرو محض اپنی خلافت کا ڈھونگ رچانے کیلئے قرآن کی آیات کے وہ معنی نہ کرو جس کی زد حضرت نبی کریم صلعم اور تمام صحابہ کرام رضؓ کی ذات بابرکات پر پڑتی ہے۔ لاہوری۔ پیغامی "فاسق و ابلیس" بنیں گے تو ساتھ ہی بڑے بڑے بزرگ اور خدا کے محبوب بھی نعوذ باللہ اسی گروہ میں آ شامل ہوں گے۔

(۲) لیستخلفنّھم کا مفعول

لیستخلفنّھم کا مفعول کون ہے؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی قوم جیسا کہ فرماتے ہیں وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کہ اللہ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ اب یہاں کل مسلمانوں کی قوم سے خلافت ملنے کا وعدہ ہے کسی خاص شخص سے وعدہ نہیں ہے۔ اگر شخصی وعدہ ہے تو کیا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے سوائے اور کوئی صاحب ایمان و اعمال صالحہ شخص نہ تھا نعوذ باللہ ایسا عقیدہ تو شیعوں اور خارجیوں سے بھی بدتر عقیدہ ہے۔ تیرہ سو سال میں خیر نبی تو کوئی نہ بنا۔ کہہ دیں گے کہ نبوت کا کمال نہ حاصل کیا مگر کیا ایمان اور اعمال صالحہ بھی کسی مسلمان کو نصیب نہ ہُوا۔ اس لئے کہ انفرادی طور پر خلافت پانیوالے بھی اِکا دُکا ہی نظر آتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کے بادشاہوں یا مجددین کے سوا مسلمانوں میں کوئی صاحب ایمان و عمل صالحہ کرنیوالا نہ ہُوا؟ اس سے بڑھ کر واقعات کا انکار ممکن نہیں بلکہ بعض بادشاہ تو بدعمل بھی ہوئے ہیں۔ پس یہ غلط ہے یہ شخصی وعدہ نہیں بلکہ قومی وعدہ ہے یعنی خلافت کا وعدہ قوم سے ہے جیسا کہ خود حضرت موسٰی اپنی قوم سے (یعنی جس قوم سے اس آیت میں خاص طور پر مسلمانوں کو مماثلت ہے) فرماتے ہیں کہ عسٰی ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (پ۹ - ع۵) کہ نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیا عمل کرتے ہو"۔ میں قومی خلافت کے عنوان کے نیچے دس آیات لکھ آیا ہوں جس میں سے ہر ایک آیت میں کسی قوم کو جب بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے یا اس سے وعدۂ خلافت کیا ہے تو وہاں سوائے اس کے کوئی معنے نہیں ہو سکتے کہ وہ قوم زمین کی اب وارث ہوگی اور خدا کے ظاہری یا باطنی نعماء کو پانے والی ہوگی اور یہی یہاں مراد ہے۔ یہ مسلمانوں کی قوم سے وعدہ تھا کہ تم کو اب خدا زمین کا وارث بنائے گا اور ہر قسم کی ظاہری باطنی نعماء سے بہرہ یاب کرے گا۔ تمہارے دین کو مضبوط کرے گا۔ تمہارے خوف کو امن سے بدلے گا۔ یہ کسی شخص واحد سے وعدہ نہیں قوم سے وعدہ ہے۔ پس لیستخلفنّھم میں مفعول مسلمانوں کی قوم ہے کوئی شخص واحد نہیں۔

(۳) ومن کفر بعد ذٰلک سے کون لوگ مراد ہیں!

ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ میں یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ من کفر کے مصداق کون لوگ ہیں۔ کفر کا لفظ قرآن میں مذہبی اصطلاح میں دو معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ ایک بمعنی انکار دوسرے بمعنی ناشکری۔ انکار کے معنی تو یہاں نہیں ہو سکتے کیونکہ اوّل تو خلافت داخل ایمانیات نہیں اس کا ضد کفر بمعنی انکار ہو۔ دوم کَفَرَ کے بعد بھم نہیں کہ کسی خاص شخص یا قوم کا انکار اس سے نکل سکتا۔ سوم یہاں کسی عقیدے پر بحث نہیں بلکہ وعدہ کے رنگ میں ایک انعام دینے کا ذکر ہے۔ اور انعام پانے کے مقابلہ میں جب کفر کا لفظ آئے گا تو ہمیشہ بمعنی ناشکری آئے گا نہ کہ بمعنی انکار جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (پ۱۳ - ع۱۶) اگر شکر کرو گے تو میں ضرور ضرور تم کو زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر بےشک میرا عذاب بھی سخت ہے۔ چہارم یہاں قوم کو خلافت کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔ اور کسی قوم کی خلافت یا سلطنت کا انکار کرنا کسی کو فاسق نہیں بنا دیتا۔ پنجم۔ اس آیت کو جب ہم قرآن کی دوسری آیات کی روشنی میں پڑھتے ہیں جس میں قوموں کو خلافت دینے کا ذکر ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم کے ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے پر جہاں ایک طرف خلافت یعنی زمین میں وارث بننے کے انعام کا وعدہ فرمایا ہے تو دوسری طرف ناشکری اور بدعہدی کرنے پر اس انعام کے چھن جانے کے وعید سے ڈرایا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات قرآنی سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

پہلی مثال

ایک جگہ فرماتے ہیں ھو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اٰتٰکم۔ ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم (پ۸ - ع۲۰) یعنی وہی تو خدا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفے بنایا اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر بلحاظ درجات کے برتری دی تاکہ جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ بیشک تیرا رب جلدی سزا بھی دینے والا ہے اور بیشک وہ مغفرت کرنیوالا اور رحم کرنیوالا بھی ہے"۔ اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ انسان کو خلیفے بنا کر اللہ تعالیٰ آزماتا ہے۔ اگر ناشکری اور بدعہدی کریں تو سزا کی وعید سناتا ہے اور فرمانبرداری اور شکر گزاری کریں تو مغفرت اور رحم کی بشارت دیتا ہے۔

دوسری مثال

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ثم جعلنٰکم خلٰئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون (پ۱۱ - ع۲) پھر ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں خلیفے بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ یہاں بھی آیت استخلاف کی طرح خلافت کو ایسے اعمال کے ساتھ مشروط رکھا ہے جو خدا کے منشا کے مطابق ہوں ورنہ خلافت کے چھن جانے کی وعید سنا دی ہے۔

تیسری مثال

ایک اور جگہ حضرت موسٰی اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا اور یہ بالخصوص توجہ کے لائق ہے کیونکہ زیر بحث آیت استخلاف میں کما استخلف الذین من قبلھم فرما کر بوجہ آنحضرت صلعم کے مثیل موسٰی ہونے کے موسٰیؑ کی قوم سے خاص طور پر مماثلت بیان فرمائی

(باقی صفحہ ۹ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم شنبہ ۸ محرم ۱۳۵۹ھ ہجری | نمبر ۱۰

تقویٰ اور اعمال صالحہ

انسانوں اور قوموں کی ترقی کا زبردست راز

آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل جبکہ نیکی و تقویٰ کم و دنیا میں چاروں طرف بے قدری تھی اور اولاد آدم رنگ و نسل، خاندان اور دولت و سلطنت کی پوجا کر رہی تھی۔ صحرائے عرب میں ایک امی نے اس ارشاد ربانی کو پکار کر سنایا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) وہ لوگ جن کو اپنی نسل اور خاندان پر بہت گھمنڈ تھا یا جو دولت و جاہ کے پجاری تھے۔ اس آواز پر چونکے۔ لیکن ان کو بتلایا گیا کہ اللہ کے نزدیک عمل و تقویٰ ہی سب کچھ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے۔ ایک کالا کلوٹا مفلس غلام حبشی جس کے اعمال اچھے ہیں۔ ایک آزاد اور گورے چٹے قریشی سے بہتر اور معزز ہے جو کہ متقی نہیں۔ دنیا نے اس آواز کو دبانے اور نہ سننے کی کوشش کی۔ لیکن اسے سننی پڑی۔ محمد رسول اللہ صلعم نے ایک زبردست و کامیاب قوم پیدا کر کے دکھائی جس میں عزت و شرف کا واحد معیار تقویٰ اور اعمال صالحہ تھے

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ارشاد ربانی انسانوں اور قوموں کی ترقی و فلاح کا ایک ایسا زریں اور ضروری اصول ہے جس کے بغیر کوئی شخص یا قوم صحیح ترقی کر ہی نہیں سکتی اور نہ نسل انسانی میں اس وقت تک حقیقی معنوں میں امن و آشتی قائم ہو سکتی ہے۔ جب تک تقویٰ کو عزت و شرف کا معیار نہ بنایا جائے گا۔ تقویٰ کے علاوہ عزت و توقیر کا ہر ایک معیار غلط ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ گوری نسل اور اچھے خاندان میں اچھے لوگ ہی پیدا ہوں۔ بسا اوقات گوری قوموں میں سیاہ قلب رکھنے والے آدمی اور معزز خاندانوں میں ذلیل ترین ہستیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دولت و سلطنت اور دنیوی علوم و فنون بھی عزت و شرافت کا صحیح معیار نہیں ہیں۔ بیشمار دولتمند اور صاحب اقتدار اشخاص انسانوں کی شکل میں درندے ثابت ہو رہے ہیں۔ بہت سے آدمیوں کا علم و فضل دنیا کے لئے ضلالت و بے چینی اور تباہی و گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے لیکن ایک متقی انسان کا تقویٰ دنیا کیلئے کسی لحاظ سے بھی نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ فلاح و امن کا ہی موجب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ پر اس قدر زور دیا ہے۔

ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی حیرت انگیز اور عدیم المثال ترقی کا سبب تقویٰ ہی تھا۔ یقیناً اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دوسرے ہر قسم کے دسیلوں کو باطل قرار دیکر ذاتی اعمال پر انسان کی نجات کا انحصار رکھا ہے۔ مسلمان جب تک تقویٰ کی اہمیت سے واقف رہے دینی و دنیوی ہر ایک رنگ میں ترقی کرتے رہے جب اس زریں اصول کو انہوں نے فراموش کر دیا۔ غار تنزل میں گر گئے۔ آج ہماری تمام مصیبتوں اور ذلتوں کی سب سے بڑی وجہ بے عملی ہے۔ ہمارے اصول نہایت اچھے ہیں۔ لیکن ہمارے اعمال اچھے نہیں رہے۔ اگر ہمارے اصولوں کی طرح ہمارے اعمال بھی اعلیٰ ہوں تو آج بھی ہم دنیا کی معزز ترین اور کامیاب ترین قوم بن سکتے ہیں۔ یہ بے عملی کا مرض مسلمانوں میں کس طرح پیدا ہوا؟ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے تقویٰ کو عزت و شرف کا معیار نہیں رکھا۔ اسلام دنیا کو جس گمراہی سے نجات دینے آیا تھا آجکل کے مسلمان خود اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بھی ایک زبردست کارنامہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اور تقویٰ و اعمال صالحہ کی اہمیت پر کماحقہ زور دیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کی جس میں عزت و شرف کا معیار صرف تقویٰ ہی ہے اور جس میں اعمال صالحہ کو پوری اہمیت دی گئی ہے لہذا ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ متقی بننے کی کوشش کرے۔ اپنے اعمال کو نیک اور خوبصورت بنائے ورنہ صرف احمدی کہلانے کا کچھ فائدہ نہیں ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر لینا آسان ہے لیکن حقیقی مقصد اس عہد کو عمل میں لائے بغیر پورا نہیں ہو سکتا ہے ہر ایک احمدی کی زندگی ہر لحاظ سے نیک و پاک اور اسلامی احکام کے مطابق ہونی چاہئے۔ ہر ایک احمدی کو اس قدر نیک اور متقی ہونا چاہئے کہ صرف نیکی و تقویٰ کی وجہ سے اسکی تمیز ہو سکے

آج تنظیم و توسیع جماعت کی مہم ہمارے سامنے ہے۔ اس میں کامیاب ہونے کیلئے ہمیں بنیادی طور پر اسی ذریعہ کو اختیار کرنا چاہئے جو کہ پہلے بارہا آزمایا جا چکا ہے اور کامیاب ثابت ہوا ہے وہ تقویٰ اور اعمال صالحہ ہیں۔ ہمیں دوسروں کے سامنے ایک ایسا اچھا اور بے ریا نمونہ پیش کرنا چاہئے جس میں کہ خوبی و کشش ہو۔ ہماری جو زبردست مخالفت ہو رہی ہے اس کے مقابلہ کیلئے بھی یہی تقویٰ و اعمال صالح کے اخلاقی و روحانی ہتھیار کارگر ثابت ہوں گے۔ یاد رکھئے کہ بدی کا مقابلہ صرف نیکی کر سکتی ہے اور بد اخلاقی کا علاج شرافت و بلند اخلاقی کے سوا اور کچھ نہیں ہے ہمارے مخالفین جس قدر زیادہ بدی پر آمادہ ہوتے ہیں ہمیں اس سے بھی زیادہ نیک رہنا چاہئے۔ وہ جس قدر زیادہ بد اخلاقی کا ثبوت دے رہے ہیں ہمیں اتنی ہی زیادہ اپنے اخلاق کو بلند کرنا چاہئے۔

آج جو ہماری مخالفت ہو رہی ہے یہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہو چکی ہے۔ اس وقت کس چیز نے مخالفین کو مغلوب کیا تھا؟ صرف احمدیوں کے تقویٰ اور اعمال صالحہ نے احمدیوں پر دھڑا دھڑ کفر کے فتوے صادر ہو رہے تھے لیکن اس کے باوجود اشد ترین مخالفین کو بھی ان کے زہد و تقویٰ اور بلند اخلاقی کا اعتراف تھا یہی چیز ہماری کامیابی کی حقیقی وجہ تھی۔

مخالفتوں اور جھوٹے الزاموں سے نہ ڈرو خدا، نیکی، صداقت اور اعلیٰ اخلاق کی لامحدود طاقت پر ایمان رکھو۔ دشمن اگر قوی ہے تو خدا اس سے بہت زیادہ قوی ہے۔ مخالفت کا دائرہ اگر وسیع ہے تو خدا کا فضل اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ تم مخالفین کی کثرت اور مخالفت کی وسعت کو خاطر میں نہ لاؤ۔ بلکہ اپنے اندر نیکی کی خوبی، صداقت و بلند اخلاقی کا جوہر پیدا کرو یعنی متقی بن جاؤ اور تقویٰ کو عزت و شرف کا معیار ٹھہراؤ۔ اس کے بعد تمہیں کسی مخالفت اور کسی شرارت اور کسی کی برائی سے ہرگز ہرگز نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔

ایک سبق آموز ہنگامہ

چند روز ہوئے لاہور میں ایک سبق آموز ہنگامہ ہوا جسے شاید معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ لیکن در اصل اس کے اندر عبرت کے بڑے بڑے سامان موجود ہیں۔ لاہور میں مغرب زدہ "روشن خیالوں" نے ایک موسیقی اور ڈرامے کی کلب قائم کر رکھی ہے جس کے زیر اہتمام وقتاً فوقتاً رقص و سرود کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ ان اجتماعوں میں وہ سب کچھ دیکھنے میں آتا ہے جو کہ یورپین اور مغرب زدہ سوسائٹیوں اور کلبوں میں ہوا کرتا ہے۔ گذشتہ ہفتہ اس کلب کے منتظمین نے قحط زدگان حصار کی امداد کے لئے لاجپت رائے ہال میں ایک جلسہ رقص و سرود منعقد کرنے کا اہتمام کیا جسکا معقول ٹکٹ رکھا اور اعلان کیا کہ اس جلسہ میں معزز ہندو گھرانوں کی کنواری لڑکیاں اپنا ناچ دکھائیں گی۔ صلائے عام ہے۔ جلسہ کی تمام آمدنی قحط زدگان حصار کی امداد کیلئے وقف ہوگی۔ لاہور میں "روشن خیالوں" اور زندہ دلوں کی کمی نہیں تعلیم یافتہ خلقت ٹوٹ پڑی۔ خوب ٹکٹ فروخت ہوئے لیکن چند "قدامت پسند" ہندو نوجوانوں نے اپنی بہنوں کا اس طرح پبلک میں ناچنا گوارہ نہ کیا انہوں نے منتظمین کلب کو پکٹنگ کی دھمکی دی جو بے اثر رہی آخر انہوں نے پکٹنگ شروع کر دیا۔ ان میں سے بعض جوشیلے نوجوانوں نے ہال پر دھاوا بول کر کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے۔ پولیس آ گئی۔ اس ہنگامہ کی وجہ سے مجبوراً یہ محفل رقص و سرود ملتوی کرنی پڑی۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کی آئندہ نسلیں اور اس کا نام نہاد روشن خیال طبقہ تقلید مغرب کی رو میں بہہ کر کس طرف جا رہا ہے یہ لوگ انسانی ہمدردی کے بہت بلند بانگ دعاوی کیا کرتے ہیں۔ لیکن ان کی اس ہمدردی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ جاں بلب قحط زدگان کی امداد کے لئے جلسہ عیش اور محفل رقص و سرود منعقد کئے بغیر ایک پیسہ کا بھی ایثار گوارا نہیں کر سکتے۔ ان کو فاقہ زدوں کے پیٹ کی آگ بجھانے کی اس وقت تک معمولی سی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی جب تک یہ متعدد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بے حیائی پر مجبور کر کے سر عام نچوا نہ لیں۔ یہ لوگ مذہب کا تمسخر اڑایا کرتے ہیں اور برملا کہتے سنائی دیتے ہیں کہ انسان مذہب کے بغیر بھی کار خیر میں حصہ لے سکتا اور اعلیٰ اخلاق پیدا کر سکتا ہے لیکن افسوس ان کی "نیکی انسانی ہمدردی اور بلندیٔ اخلاق" کے دامن میں بے شمار اخلاقی بیماریاں اور معصیتیں پوشیدہ ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہندوستان میں خیرات و چندہ کے نام پر اس قسم کی بے حیائیوں کو فروغ پانے سے سختی کے ساتھ روکا جائے۔

اس واقعہ کا تعلق بظاہر ہندو قوم سے ہے لیکن مسلمانوں کو اس وجہ سے اسے نظر انداز نہ کر دینا چاہئے۔ مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ ہندوؤں کے مغرب زدہ طبقہ سے بہت قریب ہے۔ ہندوؤں کے بعد یقیناً روشن خیال مسلمان اس قسم کی بے حیائیوں پر آمادہ ہونگے۔ اسطرح مسلمان قوم کا متاثر ہونا لازمی ہے آج جو ہندو شرفا زادیاں رقص و سرود کو باعث افتخار سمجھتی ہیں وہ کالجوں اور اسکولوں و جلسوں میں مسلمان لڑکیوں اور طالبات سے ملتی جلتی ہیں۔ اگر یہ وبا پھیل گئی تو کسی قوم کا بھی محفوظ رہنا مشکل ہوگا۔

شذرات

برطانوی ماہی گیروں کی حب الوطنی

اخبار بین حضرات اس امر سے واقف ہونگے کہ چند ہفتہ قبل انگلستان کے ساحلوں کے قریب جرمنی کی مقناطیسی سرنگوں نے غیر معمولی تباہی پھیلائی تھی۔ انکی وجہ سے سمندر مقام ہلاکت بن گیا تھا۔ جہاز رانی اور ماہی گیری کا کام بہت ہی پُرخطر ہو گیا تھا لیکن انگلستان نے اپنی روایتی اولوالعزمی کی بدولت جلد بہت بڑی حد تک اس خطرہ پر قابو پا لیا ہے۔ اب انگلستان کے ساحل نسبتاً بہت محفوظ ہیں —— یہ دراصل انگلستان کے ماہی گیروں کے خلوص، حب الوطنی، بیخوفی اور بے جگری کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ایک اخبار کا نمائندہ اس کے متعلق اپنے مشاہدات بیان کرتا ہوا لکھتا ہے کہ:۔

"نازیوں کی مقناطیسی سرنگوں کو بیکار کر کے سمندروں کو تجارتی جہازوں کیلئے محفوظ بنانیوالے برطانیہ کے بوڑھے، جوان اور نوخیز ماہی گیر ہیں۔ جب مسٹر چرچل نے اس خطرناک کام کو انجام دینے کیلئے رضاکاروں کی ..... اپیل کی تھی تو یہ ماہی گیر انگلستان کے ساحلی علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں اس شہر میں آ گئے جہاں ایسے رضاکاروں کی بھرتی کے لئے مرکز قائم کیا گیا تھا ...... پندرہ پندرہ برس کی عمر کے لڑکے اور ساٹھ ساٹھ سال کے بوڑھے اس خطرناک کام کے لئے بھرتی ہونے کی غرض سے اپنی عمر غلط بتاتے تھے۔"

ایک زندہ قوم کے ماہی گیروں کی یہ مثال ہماری جماعت کے تمام افراد کے لئے قابل غور ہے۔ ہم دین کے سپاہی کہلاتے ہیں۔ ہم میں سے ایک ایک فرد نے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کر رکھا ہے —— لیکن کیا ہماری دینداری، انگلستان کے ماہی گیروں کے جذبہ حب الوطنی سے بھی مطابقت کھا سکتی ہے؟ ان ماہی گیروں نے جب اپنے وطن کے ساحل اور اپنے جہازوں اور اپنی قومی تجارت کو خطرے میں دیکھا تو دیوانہ وار محض ایک وزیر کی معمولی اپیل پر ہزاروں کی تعداد میں سر بکف میدان عمل میں کود پڑے — لیکن اس دور دہریت و مادیت میں ہمارا دین تو اس سے بہت زیادہ خطرات میں محصور ہے جتنا خطرہ کہ جرمنی کی مقناطیسی سرنگوں سے انگلستان کے ساحل اور اس کے جہازوں کو لاحق تھا سوال یہ ہے کہ کیا ہم میں دین کے لئے قربانی کا وہ جذبہ بھی موجود ہے جس کا مظاہرہ کہ انگلستان کے ماہی گیروں نے کیا اور اس کے تمام باشندے متواتر کر رہے ہیں؟ —— یاد رکھو دنیا میں کوئی قوم اور کوئی جماعت قربانی کے بغیر کامرانی سرفراز نہیں ہو سکتی

آریہ سماج کا نصب العین

آریہ سماج کی گھاس پارٹی کے مشہور لیڈر مہاشہ کرشن ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"آریہ سماج کا اُدیش (نصب العین) دیش پریم (حب وطن) نہیں بلکہ پرانی ماتر (مخلوق) کی سیوا ہے۔ دیش پریم کا اُدیش اعلیٰ ترین اُدیش نہیں"

آریہ سماج بہت سے معاملات میں اسلامی تعلیمات کی خوشہ چینی کر چکا ہے۔ یہ سطور اس حقیقت کا ایک واضح ثبوت ہیں۔ صرف اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے جو انسان کو ملکوں کی حد بندیوں اور رنگ و نسل کے تفرقات سے آزاد کر کے ایک وسیع عالمگیر برادری کا عملی رنگ میں سبق دیتا ہے اسلام کے نزدیک وطن پرستی بھی ایک قسم کا شرک ہے اسی شرک میں مبتلا ہو کر اولاد آدم نامعلوم عرصہ سے آپس میں سر بر پیکار ہے۔ اسلام ساری نوع انسانی کی فلاح و بہبود کا یکساں خواہاں ہے۔ اسلامی اخوت کے بے نظیر وسیع دائرہ میں وطن اور رنگ و نسل کے انسانیت سوز امتیازات کے لئے قطعاً کوئی جگہ نہیں ہے۔ مہاشہ کرشن کے یہ الفاظ کہ حب وطن کا نصب العین اعلیٰ ترین نصب العین نہیں اسلامی تعلیمات کی ہی صدائے بازگشت ہیں —— ان الفاظ کا اسلام کے ایک اشد ترین مخالف کی زبان پر جاری ہونا دین فطرت کا ایک معجزہ ہے۔

لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ مہاشہ کرشن نے جو کچھ کہا ہے جب کبھی مسلمان کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو وہ ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کے نزدیک بہت بڑا جرم قرار پاتا ہے۔ اس

توسیع جماعت کے کام میں حصہ لینے والے احباب

کی خدمت میں گذارش ہے کہ ابھی تک بعض دوستوں نے ماہ جنوری کی ڈائری ارسال نہیں۔ پیغام صلح مورخہ ۹ر جنوری ۱۹۴۶ء میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ احباب اپنے اپنے کام کی ڈائری ہر ماہ کے خاتمہ پر ارسال کر دیا کریں۔ غالباً بعض دوستوں کی نظر سے میری یہ درخواست نہیں گذری اب مکرر عرض ہے کہ براہ عنایت ڈائری ہر ماہ کے اخیر پر ضرور حضرت امیر کے دفتر واقعہ مسلم ٹاؤن کے پتہ پر آ جانی چاہیئے۔ احباب کو اس امر کی سختی سے پابندی کرنی چاہیئے۔

ضلع سیالکوٹ۔ ریاست جموں۔ سرحد اور سندھ میں کام کرنیوالے احباب بالخصوص توجہ فرمائیں۔

محمد مرتضیٰ خاں

مسلمان کو غدار اور دشمن وطن کے خطابات دیئے جاتے ہیں اور اس پر طعن و تشنیع میں مہاشہ کرشن اور ان کا "پرتاپ" اور "پرکاش" بھی کسی سے پیچھے نہیں رہتے —— آخر اس دو رنگی کا مقصد و مطلب کیا ہے؟ دوسرے ہندوؤں کو چھوڑیئے کانگرسی و نیم کانگرسی آریہ سماجی مہاشے کس منہ سے مسلمانوں کو اس قسم کے طعنے دیتے رہتے ہیں؟

بہرحال ان لوگوں کی روش کچھ ہو یہ امر بہت حوصلہ افزا ہے کہ آریہ سماج رفتہ رفتہ اسلام کے قریب آ رہا ہے گذشتہ صدیوں میں اسلام کے بہت سے اشد ترین دشمن اس کے حلقہ بگوش و خادم بن چکے ہیں —— کیا عجب ہو کہ تاریخ ایک دفعہ پھر اپنے آپ کو دہرائے

ہندو سنگٹھن کا ایک اور مظاہرہ

مندرجہ ذیل خبر اس ہفتہ کے اکثر روزناموں اور سہ روزوں میں شائع ہو چکی ہے کہ:۔

لاہور ۱۳ر فروری۔ ہندوؤں اور سکھوں کی مختلف رضاکار انجمنوں مثلاً شکتی دل۔ راشٹریہ، اکیتا دل، گپتی فوج، آگنی دل، ہندو رکھشا سنگ وغیرہ کے نمائندوں اور لیڈروں کی ایک کانفرنس حال ہی میں لاہور میں منعقد ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ تمام دلوں کو ایک کر کے "بھارت رکھشا دل" بنا دی جائے۔ اس نئے دل کے اغراض و مقاصد میں سے بعض حسب ذیل ہونگے:۔

ہندو دیویوں کی عصمت کی حفاظت، ہندوستان کی سیاسی اور جغرافیائی تقسیم کی روک تھام، ہندوؤں کے جان و مال کی حفاظت۔ (انقلاب ۱۵ر فروری ۱۹۴۶ء)

چند سال سے ہندوؤں میں فوجی مذاق غیر معمولی ترقی کر رہا ہے مذکورہ بالا تمام دل فوجی یا کم از کم نیم فوجی نوعیت کے ہیں ان تمام دلوں کا آپس میں الحاق ہندو سنگٹھن کا ایک قابل توجہ مظاہرہ اور ہندوؤں کی یک جہتی اور یکدلی کا زبردست ثبوت ہے —— خدا جانے انتشار و خانہ جنگی کے شوقین مسلمانوں کے کانوں تک یہ خبریں پہنچتی ہیں یا کہ نہیں؟ ہندو سنگٹھن کی اس قسم کی سرگرمیوں کے مقاصد خواہ کس قدر ہی معقول و معصوم کیوں نہ بیان کئے جائیں اور ان کی خواہ کوئی ہی تاویل کیوں نہ کر لی جائے تاہم اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ ان سرگرمیوں کا ایک نمایاں پہلو ایسا ہے جس کا مسلمانوں کے قومی مفاد اور جماعتی زندگی سے تصادم یقینی ہے۔ مگر افسوس مسلمانوں کے سامنے گھر کے اندر ہی ایسے "مشاغل" موجود ہیں کہ وہ گھر سے باہر کی ان حریفانہ سرگرمیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کر سکتے۔ جس قوم کو خانہ جنگی کا تباہ کن چسکا پڑ جائے وہ اپنی حفاظت سے غافل ہو جایا کرتی ہے۔

برطانوی فوجی انجنیروں کے کارنامے

حال ہی میں برطانیہ کے فوجی انجنیروں کے کارناموں کی مندرجہ ذیل کیفیت اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔

"برطانوی افواج کا وہ جزو جو "سیپرز" کہلاتا ہے اور جس کا تعلق جنگی تعمیرات سے ہوتا ہے، وہ میدان جنگ میں اپنے حسن کارکردگی کیلئے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے ان کا تعلق اگرچہ انجنیرنگ سے ہے مگر ضرورت کے وقت وہ کلہاڑے اور پھاوڑے چھوڑ کر رائفلیں اور مشین گنیں لیکر بھی میدان جنگ میں کود پڑتے ہیں انہوں نے فوجی نقل و حرکت کے سلسلہ میں پل بنائے بعض ضروری مقامات کو دشمن کے ہوائی حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان مقامات کی ہیئت بدل دی، انہوں نے جنگلوں کو سنگین قلعے بنا دیا اور جہاں پہلے کھیتی باڑی کی جاتی تھی اب وہاں پر ہوائی مستقر بنا دیئے۔ برطانوی فوجی انجنیروں کی یہ تاریخی داستان ہے کہ شدید گولہ باری کے دوران میں بھی ان کا کام جاری رہتا ہے اور وہ میدان جنگ میں ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔"

برطانوی انجنیروں کی اولوالعزمی، بے خوفی اور جوش عمل کی یہ کیفیت اس قابل ہے کہ احمدی نوجوان جو کہ دراصل ہمارے مستقبل قومی کے معمار ہیں اس پر غور کریں اور اس سے کچھ سیکھیں۔

معاشرت اور قوم سازی کے قرآنی اصول

اسلام ہر کام میں خدا کی رضا و خوشنودی کو ملحوظ رکھتا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ر فروری سنہ ۱۹۴۶ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب

وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانًا . . . . خبیرًا بصیرًا

(بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳ — ۳۰)

ترجمہ:۔ اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹو۔ بلکہ جناب الٰہی میں دعا مانگو ان سے ادب سے بات کرو۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ انکساری و نرمی کا بازو جھکاؤ اور کہو اے میرے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو اور تم سے ماں باپ کے معاملہ میں کوئی لغزش ہو جائے تو رجوع کرو) خدا رجوع کرنیوالوں کو معاف فرماتا ہے۔ اور قریبی کو اس کا حق دو۔ اور مسکین اور مسافر کو (بھی)، اور بے جا خرچ کر کے (مال) ضائع نہ کر۔ بیجا خرچ کرنیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرگزار ہے۔ اور اگر تو اپنے رب کی رحمت کو چاہتا ہوا جس کی تجھے امید ہے (یعنی اگر تو افلاس کی وجہ سے) ان سے منہ پھیرے تو ان سے نرمی کی بات کہدے۔ اور نہ تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھ اور نہ جتنا کھل سکتا ہے کھول رکھ۔ ورنہ ملامت کیا ہوا درماندہ ہو کر بیٹھ رہیگا۔ بے شک تیرا رب جسے چاہتا ہے رزق کی فراخی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے بندوں سے خبردار اور دیکھنے والا۔

اسلام معاشرت اور قوم کی بنیاد ایمان باللہ پر رکھتا ہے

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان گھر کا نقشہ کھینچا ہے اور معاشرت کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام معاشرت کی بنیاد یا دوسرے الفاظ میں قوم کی بنیاد خدا پر ایمان لانے اور اس کی خوشنودی چاہنے پر رکھتا ہے۔ یوں تو انسان کی فطرت میں اجتماعی رنگ موجود ہے۔ وہ اکٹھا رہنا چاہتا ہے اور گھریلو زندگی کو پسند کرتا ہے۔ لیکن اسلام اس پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ وہ گھریلو معاشرتی زندگی کی بنیاد ایمان باللہ اور خدا کی خوشنودی پر رکھتا ہے اور اسی طرح سے قومی اجتماع کی بنیاد بھی ایمان باللہ تقویٰ اللہ پر رکھتا ہے۔

پرستش اور تعریف کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے

فرماتا ہے۔ وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ (اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس قدر کرم اور احسان کیا ہے جس کی کوئی حد حساب نہیں اس کے احسان و کرم کے بغیر نہ کوئی قوم زندہ رہ سکتی ہے اور نہ کوئی فرد زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز انسان کیلئے مفید اور اس کی زندگی کا موجب بھی نہیں بن سکتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے کہ تمام پرستش اور ستائش کی مستحق صرف اسی کی ذات پاک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں جس کی طرف انسان توجہ کرے اور اس کے آگے جھکے۔

خدا کی خوشنودی کیلئے دوسرا حکم — والدین کی خدمت

اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے دوسرا حکم یہ ہے

وبالوالدین احسانًا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولًا کریمًا۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صٰلحین۔ فانہ کان للاوابین غفورا۔ (اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو ڈانٹو۔ اور ان دونوں سے ادب سے بات کرو اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ انکساری اور نرمی کا بازو جھکاؤ اور جناب الٰہی میں ان کے حق میں دعا مانگو کہ اے میرے رب اب تو ان پر رحم کر جس طرح کہ انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ رجوع کرنیوالوں کو معاف فرماتا ہے) اس آیت میں حکم ہے کہ بیٹے والدین کے ساتھ ادب و لحاظ اور عزت کے ساتھ پیش آؤ۔ چونکہ خدا کی عبادت کا ایک مقصد یہ ہے کہ اس کی عبادت کرنے والا اس کی مخلوق کے ساتھ نیکی اور نرمی کا سلوک کرے۔ اس کا پہلا سبق گھر سے شروع کیا ہے۔ گھر میں جو ہستی سب سے زیادہ قریب ہے جو انسان کی ابتدائی عمر میں سب سے زیادہ خدمت کرتی ہے۔ اس پر دولت صرف کرتی ہے اور اس کے لئے تکلیف اٹھاتی ہے وہ اس کے والدین ہیں۔ اس لئے حکم دیا۔ کہ ان کے ساتھ ہمیشہ احترام اور خوبصورتی کے ساتھ پیش آؤ۔ اور بالخصوص بڑھاپے میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ والدین اولاد کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ ان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔ وہ کما نہیں سکتے اس کے متعلق فرمایا کہ ان میں سے ایک یا دونوں جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم ان کے احسانات کو یاد رکھنا اور ان کو اُف بھی نہ کہنا اور یہ سمجھ کر کہ یہ اب کما نہیں سکتے اور ہمارے محتاج ہیں ان سے سختی کا برتاؤ نہیں کرنا اور کسی وجہ سے ان کو جھڑکنا اور ڈانٹنا نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ جس قدر کلام ہو وہ شرافت، ادب کرم اور خوبی و خوبصورتی کو لئے ہوئے ہو۔ تمہارے سلوک میں نرمی و انکسار جو زبان یا جسم کے دیگر اعضا میں نظر آتی ہے اس کے ساتھ دل محبت و شفقت سے بھرا ہوا ہو۔ (من الرحمۃ)

بوڑھے والدین کیلئے دعا کا حکم

اس کے ساتھ ہی اس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ اپنے ان بوڑھے والدین کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرو کہ اے اللہ میرے بچپن میں انہوں نے میری پرورش پر بڑا وقت لگایا طرح طرح کے حزن و غم اور تکالیف برداشت کیں وہ مجھے یاد ہیں۔ میں اس زمانہ کو یاد کر کے کہتا ہوں کہ اے خدا ان پر کرم کر جس طرح کہ انہوں نے مجھ پر اس وقت کرم کیا۔

قرآن کریم کا کمال — دو سطروں میں متعدد حکیمانہ باتیں

ذرا غور کیجئے قرآن کریم نے ان دو سطروں میں معاشرت اور والدین کے حقوق کے کن کن پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر کوئی مضمون لکھنے بیٹھے تو صفحوں کے صفحے پر کر دے مگر پھر بھی اس خوبصورتی کے ساتھ یہ مضمون ادا نہ ہو۔ ان دو سطروں میں دیکھئے کتنی باتیں بیان کر دیں۔ پہلے فرمایا کہ عبادت صرف خدا کی کرنی ہے اور اسی سے سب کچھ مانگنا ہے۔ کیونکہ اس ذات پاک و برتر کے سوا قطعاً اور کوئی طاقت اور ہستی نہیں جو انسان کو کچھ دے سکے۔ پھر عبادت کا ایک بڑا مقصد مخلوق خدا کی محبت و خدمت سکھانے کے لئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ہے۔ انہیں جھڑکنا نہیں ان کے ساتھ احترام اور نرمی کے ساتھ پیش آنا۔ رحمت تمہارا پیشہ ہونا چاہئے۔ پھر اس کے ساتھ ہی کہا کہ والدین کے ان احسانات کو یاد کر کے جو انہوں نے تم پر بچپن میں کئے ان کے لئے دعا بھی کرتے ہوئے۔ وہ لوگ جنہیں شیکسپیئر پڑھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس نے اپنے ڈراموں میں یقیناً انسانی جذبات کا نقشہ کامیابی کے ساتھ کھینچا ہے۔ لیکن ان ڈراموں کو پڑھنے والے بعض لوگ تو اس حد تک چلے گئے ہیں کہ شیکسپیئر سے زیادہ بہتر جذبات کی ترجمانی ممکن ہی نہیں۔ یہ لوگ غلطی پر ہیں۔

اسلام کا طغرائے امتیاز

جذبات تو جانوروں میں بھی ہوتے ہیں۔ ان پڑھ اور جاہل لوگوں میں بھی ہوتے ہیں۔ وہ بھی فطرتاً اور رسم و رواج کی وجہ سے والدین کا کچھ نہ کچھ ادب لحاظ کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے اس میں اضافہ کیا کہ خدا کی خوشنودی کا حصول اس کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ایک قرآن کو ماننے والا والدین کی خدمت اور ان کا ادب لحاظ اس خیال سے کرتا ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔ یہ اسلام کا طغرائے امتیاز ہے کہ وہ ہر کام کو خدا کی خوشنودی کے لئے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسکی معاشرت اس کے تمدن اور اس کے تمام قومی سبب کا مقصد صرف خدا کی رضا اور خوشنودی ہے۔ کیا شیکسپیئر کو یہ توفیق حاصل ہے کہ وہ خدا کی رضا جوئی کو والدین کی خدمت کا بنیادی پتھر ٹھہرا لے۔

قومی زندگی و وحدت کے دو بنیادی پتھر

دیکھئے یہ دونوں حکم ساتھ ساتھ دیئے۔ پہلے حکم دیا کہ خدا کی عبادت کرو اس کے بعد والدین کی خدمت کا حکم دیا۔ مسلمان کی عبادت متقاضی ہے کہ وہ مخلوق خدا کی خدمت کرے اور سب سے پہلے جو اس خدمت کے مستحق ہیں وہ والدین ہیں۔ والدین کے ساتھ ادب و نرمی سے پیش آؤ۔ ان کے ساتھ خوبصورت کلام کرو۔ تمہاری نشست و برخاست اعلیٰ درجہ کی تہذیب و خوبصورتی کا نمونہ ہو اور تمہارا سارا طرز عمل کرم کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ اور اس کے علاوہ فرمایا کہ اگر اس حالت میں کہ تم صلاحیت رکھتے ہو کبھی کبھی تم سے کوئی قصور بھی ہو جائے تو ہم تمہیں معاف کر دینگے انسان کی غلطی کی وجہ سے اس پر رحمت کا دروازہ بند کر کے کھول دینا اور اس کے قصور کو معاف کر دینا یہ بھی خدا کی شان ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ یہ بات شیکسپیئر کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی کہ والدین کیلئے دعا کرے اور ان کی خدمت کے متعلق کوئی غلطی اور کوتاہی ہو جائے تو خدا کے حضور توبہ بھی کرے۔

عرفان کی ایک بات

میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں جو مجھے حضرت مولانا نورالدین صاحب نے سنایا تھا۔ لطیفہ کیا ہے ایک اعلیٰ درجہ کی عرفان کی بات ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے ذرا خفگی کے لہجہ میں — معمول سے کچھ بلند آواز میں اپنی اہلیہ صاحبہ سے خطاب کیا۔ اور

خودہی خوار ہو چکے اور جناب الٰہی میں استغفار و توبہ کرنی شروع کر دی کہ معصیت الٰہی کا ارتکاب کیا۔ دیکھئے خدا کے بندے معاشرت، تمدن اور گھر کے اندر کی زندگی میں بھی خدا کی رہنمائی کو عزیز سمجھتے ہیں

والدین کو اولاد کے اکرام کا حکم

اسلام نے معاشرت کے سارے پہلوؤں کو بیان کیا ہے اور اس کے متعلق نہایت اعلیٰ درجہ کے قوانین و قواعد مقرر کئے ہیں۔ جہاں اولاد کو والدین کے ادب و احترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے وہاں والدین سے بھی کہا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو۔ جو باپ اپنے بچوں سے، اسکول میں جو ماسٹر اپنے شاگردوں سے اور گھروں میں جو مائیں اپنی بیٹیوں کے ساتھ اچھا اور اکرام کا سلوک نہیں کرتیں۔ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے خود ان کی اپنی عزت بھی قائم نہیں رہتی۔ گھر میں بچوں اور نوکروں کو تنگ کیا اور ڈانٹا۔ دفتر میں چپڑاسیوں اور دوسرے ماتحتوں کو دق کیا۔ تھانیدار ہے۔ سپاہیوں سے، دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہے تو کلرکوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی، اور اگر کلرک ہے تو غریب چپڑاسیوں کو برا بھلا کہا۔ اس طرح کسی کے دل میں بھی انسان کی عزت قائم نہیں ہو سکتی۔ اکرام سے بچوں کے دلوں میں عزت نفس پیدا ہوتی ہے اور والدین کی تعظیم۔

اسلامی معاشرت گھر کو جنت کا نمونہ بناتی ہے

اسی طرح سے اہل خانہ کے متعلق فرمایا۔ استوصوا بالنساء خیرا۔ اہل خانہ سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ یہ ہے اسلامی معاشرت کا نقشہ۔ گھر کیا ہے جنت کا نمونہ ہے۔ والدین اپنے بچوں کا اکرام کرتے ہیں اور بچے والدین کے ساتھ ادب و لحاظ سے پیش آتے ہیں۔ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان اتفاق و محبت ہو۔ مجھے تو شیکسپیئر کے ڈراموں میں ایسا کوئی نقشہ مطلق نظر نہیں آتا۔

قوم سازی کی ترکیب

معاشرت کے بعد تمدن اور نظام قومی کی طرف توجہ کی ہے فرمایا۔ وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطن لربہ کفورا۔ اور قریبی کو اس کا حق دو۔ اور مسکین اور مسافر کو بھی اور بے جا خرچ کر کے مال کو ضائع نہ کرو۔ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان رب کا ناشکر گذار ہے) گھر سے باہر رشتہ داروں، مسکینوں، غریبوں اور مسافروں پر مال خرچ کرنے کی تلقین کی ہے۔ گویا قوم بنانے کی ترکیب بتائی ہے کہ اپنی قوم کی طرف دیکھو اور اس کے غربا اور ضرورتمندوں کی طرف اپنا دست کرم بڑھاؤ۔

اسراف کی ممانعت

اس کی ایک ترکیب بھی بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ اسراف نہ کرو۔ اسراف کرنے والوں کے پاس مال نہیں رہ سکتا جو کہ وہ نیکی کے کاموں پر خرچ کر سکیں۔ یہ لوگ شہرت اور دکھاوے کیلئے مال خرچ کرتے ہیں ہوائے نفس کے لئے مال اڑاتے ہیں۔ لیکن نیکی کے کاموں پر خرچ نہیں کرتے فرمایا کہ اسراف کرنیوالا شیطان کا بھائی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خدا کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔

خوبصورت کلام کرنے کی تلقین

واما تعرضن عنہم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا فقل لہم قولا میسورا۔ اگر قریبیوں اور غربا اور مساکین کیلئے تمہارے پاس مال نہ ہو۔ تو کم از کم ان سے کلام تو خوبصورت کرو یہ بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے۔

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکیمانہ اصول

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا۔ (اور نہ تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو اور نہ تم کھل سکتا ہے کھولی رکھو۔ ورنہ تو ملامت کیا ہوا اور درماندہ ہو کر بیٹھ رہے گا۔ بے شک تیرا رب جسے چاہتا ہے رزق کی فراخی دیتا ہے اور وہی رزق میں کمی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں سے خبردار انہیں دیکھنے والا ہے) ہاتھ کے بندھا ہوا یا گردن سے بندھا ہوا رکھنے سے مراد بخل ہے اور اس کے حد سے زیادہ کھولنے سے مراد اسراف ہے۔ اس آیت میں مال کے خرچ کرنے کا ایک نہایت حکیمانہ اصول ارشاد فرمایا ہے کہ انسان مال کے خرچ کرنے میں نہ تو بخیل ہو کیونکہ بخیل خدا کی راہ میں بھی کچھ خرچ نہیں کر سکتا ہے اور نہ اسراف کرنیوالا ہو کیونکہ مسرف کے پاس بھی راہ خدا میں دینے کیلئے کچھ نہیں رہتا۔ بخل کا نتیجہ ملامت اور اسراف کا درماندگی و عاجزی ہے۔ یہ دونوں راستے خراب ہیں۔

امرا اور غربا دونوں کیلئے امتحان

مال کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا دراصل خدا پر ایمان کی کمی کا نتیجہ ہے۔ خدا دولتمند کو مال دیتا ہے اور وہی کسی کو مال نہ دے کر غریب بناتا ہے اور وہی اس رمز کو خوب سمجھتا ہے۔ اس میں مالدار کے لئے بھی امتحان ہے کہ مال کو کس طرح خرچ کرتا ہے۔ آیا وہ اسراف کے ذریعہ مال کو ناجائز طریقوں سے خرچ کر کے خدا کی ناراضگی کا موجب بنتا ہے یا اس کو غربا اور مساکین وغیرہ پر خرچ کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرتا ہے اور خدا کے دیئے ہوئے مال کے ذریعہ غربا کو تنگ نہیں کرتا۔ غریب کیلئے بھی امتحان ہے کہ آیا وہ اس غریبی کو خدا کی حکمت سمجھ کر شکر و صبر کے ساتھ خاموش رہتا ہے۔ یا دل ہی دل میں کڑھتا اور خدا کو گالی دیتا اور کوستا ہے۔ اور مال کے حصول کے لئے ناجائز وسائل اختیار کرتا ہے۔ دونوں حالتوں میں امتحان ہوتا اور خدا کے بندے دونوں حالتوں کو خدا کی طرف سے یقین کرتے ہیں اور امتحان میں پورے اترتے ہیں

دعا

الغرض اس رکوع میں زندگی کے بعض اہم مراحل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس میں جن اخلاق فاضلہ کی تلقین فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کو اپنی زندگی میں استعمال کریں اور خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔

نقد و نظر

"مجدد اعظم" کے متعلق چند قیمتی آرا

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی رائے گرامی

"جماعت احمدیہ لاہور پر اللہ تعالیٰ کے افضال میں سے ایک **مجدد اعظم** بھی ہے جس کی پہلی جلد ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے اس وقت شائع ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ایسا شخص شاید ہی ہو جو اس بات سے واقف نہ ہو کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جب کبھی کسی مضمون پر قلم اٹھایا ہے۔ تو اس کا وہ حق ادا کیا ہے۔ جس پر سب لوگ عش عش کر اٹھتے ہیں۔ اور غیر از جماعت اصحاب میں بھی علم دوست لوگوں نے ان کے مضامین کو ہمیشہ شوق سے پڑھا۔ اور ہر مشاعرہ پر ان کی محبت کو بہت توجہ پایا ہے۔ ان کے مضامین کا یہ سلسلہ ایک لمبے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔ لیکن مجدد اعظم کے لکھنے میں ڈاکٹر صاحب اپنے اوپر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ اور ایک ایسی کتاب لکھی ہے جو اگر تاریخی لحاظ سے اس مضمون پر پہلی جامع کتاب ہے تو اپنے کمال کے لحاظ سے اور محققانہ طرز استدلال کے لحاظ سے اردو زبان میں انشاءاللہ حضرت مسیح موعود کی سیرت پر آخری کتاب رہے گی۔
میں نے اس سیرت کے بعض مضامین کو گرمیوں میں ڈلہوزی جانے سے پیشتر سنا تھا جب ڈاکٹر صاحب بعض اہم اور دقیق مسائل کو جن پر اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ ایک مختصر مجمع احباب میں مسلم ٹاؤن کی مسجد میں سنایا کرتے تھے اور جب کسی مسئلہ پر ان کی تحریر ختم ہوتی تھی تو کوئی تشنگی باقی نہ رہتی تھی اور قلوب کے اندر ایک کامل اطمینان پیدا ہو جاتا تھا۔ اب میں نے چھپی ہوئی کتاب کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کتاب اول سے آخر تک ایک ہی رنگ میں لکھی ہوئی ہے۔ ہر بات پر مکمل بحث اور استدلال نہ صرف مبسوط بلکہ اسی قدر واضح کہ ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی اس سے فائدہ اٹھالے اور دلچسپ اس قدر کہ جہاں سے کھول کر پڑھنا شروع کرو۔ دل چاہتا ہے کہ وہیں سے پڑھتے چلے جاؤ۔ اور پھر اس زمانہ کی یاد کو ایسا سامنے لے آتی ہے کہ گویا خود حضرت مسیح موعود دوبارہ آ گئے۔ احمدیت کی پوزیشن کو صاف کرنے کے لئے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے یہ بہترین کتاب ہے۔ میں اس کتاب کے متعلق صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ:۔

(۱) ہر احمدی گھرانے میں اس کی ایک کاپی ہونی چاہیئے۔

(۲) ہر ایک آدمی کو مرد ہو یا عورت۔ بوڑھا ہو، یا جوان۔ اسے ایک دفعہ پڑھنا چاہیئے۔

(۳) ہر ایک دوست کو چاہئے کہ وہ حسب گنجائش اس کے نسخے خرید کر اپنے غیر از جماعت دوستوں اور عزیزوں کو پہنچائے اور جس کو ایک کاپی بھی اس طرح پہنچانے کی وسعت حاصل نہیں۔ وہ اپنی کاپی ہی انہیں پڑھنے کو دے۔"

محمد علی

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی رائے

"کتاب مجدد اعظم جس میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی سوانح کے علاوہ بہت سے اہم مسائل پر سیر کن بحث کی ہے۔ بہت قابل قدر ہے۔ یہ تصنیف تو تفقہ فی الدین کا نتیجہ ہے جس کا وافر حصہ خدا تعالیٰ نے مصنف کو عطا فرمایا ہے۔ کتاب بے شمار دلچسپیوں سے معمور ہے اور علم کلام اور علم ادب کا نہایت اعلیٰ درجے کا نمونہ ہے۔ اپنوں اور بیگانوں کے اعتراضات کے جوابات قابلیت سے دیئے ہیں کہ مصنف کو اگر حضرت مجدد زماں کی فوج کا سپہ سالار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔"

مراسلات

(ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں)

"اولیات حضرت امیر المومنین"

"حضرت خلیفہ قادیان کی دس کرامات"

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب محلہ حاجی پورہ شہر سیالکوٹ)

مندرجہ بالا عنوان کے تحت رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جنوری ۱۹۴۶ء کے جوبلی نمبر میں میر محمد اسحاق صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں میر صاحب موصوف نے صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کی دس اولیات بطور نمونہ تحریر فرمائی ہیں۔ جن کے متعلق مضمون نگار صاحب کا خیال ہے کہ یہ دس باتیں حضرت مسیح موعود یا حضرت خلیفہ اول کے عہد میں نہیں ہوئیں اور ان کا وجود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے خیر و برکت والے زمانہ میں وقوع پذیر ہوا اور وہ باتیں حسب ذیل ہیں:- (۱) منارۃ المسیح کی تکمیل - (۲) مستورات کی مجلس کا انعقاد (۳) عورتوں کے جلسے کی بنیاد (۴) مشنوں کا قیام (۵) دمشق میں خلیفۃ المسیح کا ورود (۶) لنڈن میں خلیفۃ المسیح کا نزول (۷) قادیان کی ترقی (۸) انگریزی دان خلیفہ (۹) کشمیری مسلمانوں کی اصلاح (۱۰) حکومت کی عملی [illegible] - یہ دس اولیات گنوا کر اخیر پر لکھا ہے کہ یہ دس باتیں بطور نمونہ لکھی جاتی ہیں۔ ورنہ سینکڑوں امور حضرت امیر المومنین کے بینظیر کارناموں اور حضور کی اولیات پر مشتمل ہیں۔

اولیات ان نادر امور کو کہا جاتا ہے جو بطور کرامات کسی بزرگ کی طرف منسوب ہوں اور ان کی ایجاد کا فخر اس بزرگ کی ذات سے مختص ہو جس کی طرف وہ باتیں منسوب کی جائیں۔ چونکہ ایسی محیر العقول بہت سی باتیں ہمیں بھی معلوم ہیں۔ جو صاحبزادہ صاحب کی ذات سے مخصوص ہیں۔ اس لئے ہم بھی میر صاحب موصوف کی تقلید میں ان کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔ وہو ہذا۔

(۱) گو حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں یہ لکھا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہام میں نبی کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق نبی کا لفظ استعمال کیا۔ مگر پھر بھی آپ نے ظلی نبی۔ امتی اور ۔۔ بروزی نبی۔ لغوی نبی۔ مستعار نبوت اور نبوت ناقصہ وغیرہ الفاظ کے استعمال سے اپنی نبوت کو مشتبہ رکھا۔ یہاں تک کہ الوصیت میں یہ لکھ دیا کہ اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ نبوت کے مسئلہ کو کسی واضح نتیجہ پر پہنچنے نہیں دیا۔ اور خلیفہ اول نے بھی اس مسئلہ کو یونہی مشتبہ رہنے دیا۔ لیکن حضرت خلیفہ ثانی نے اس شبہ کو بالکل واضح کر دیا اور عام شبہات سے حضرت مسیح موعود کو بلند کر کے ان کو حقیقی اور اصلی نبی کے درجہ تک پہنچا کر آپ کی نبوت کو مستحکم بنا دیا۔

(۲) حضرت مسیح موعود نے یہ فرما کر کہ جنہوں نے ہمیں کافر کہا۔ وہ لوگ حدیث کے مطابق مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے کفر دون کفر کے مرتکب ہوئے ...... اور متعدد شرائط کے ساتھ کثیر مسلمانوں کو مسلمان سمجھنے کی گنجائش باقی رکھی۔ جیسا کہ فرمایا:-

(۱) ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے (ترفضل حسین سے مکالمہ)

(۲) جو ہمیں کافر نہیں کہتا۔ ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔

(بدر ۲۴ر مئی ۱۹۰۸ء)

(۳) ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب)

اس قسم کے اشارات فرما کر اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو مسلمان سمجھنا اور کہنا جائز رکھا۔ اس طرح خدا کی برگزیدہ جماعت کو باقی مسلمانوں سے ملا جلا رہنے کے امکانات باقی رکھے۔ بعد میں حضرت مولوی نورالدین صاحب نے بھی اس کمی کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ مگر حضرت امیر المومنین نے یہ فرما کر کہ:-

(۱) ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

(۲) جو شخص آنحضرت کو تو مانتا ہے مگر حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

(ریویو آف ریلیجنز ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۱۱)

(۳) کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

یہ اشارات فرما کر اپنی جماعت کو مسلمانوں سے بالکل الگ کر دیا۔

(۳) حضرت مسیح موعود نے ہمیشہ کعبۃ اللہ کی تعظیم کا وعظ فرمایا۔ چنانچہ فرمایا:-

"دیکھو۔ وہ جنگل جہاں اس قدر گرمی پڑتی ہے اس کو خدا نے کیسا بنا دیا کہ کروڑ ہا مخلوق وہاں جاتی ہے اور ہر ایک جگہ سے لوگ جاتے ہیں۔ وہ میدان جہاں حج کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں وہی ہے۔ جہاں دانہ تھا نہ پانی۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ویرانے کو آبادی اور آبادی کو ویرانہ بنا دیتا ہے۔ بابل کو کیا کیا۔ جہاں انسان کا منصوبہ تھا کہ آباد ہو۔ وہاں ویرانہ ہوا۔ اور الوؤں کا مسکن بنا اور جہاں انسان چاہتا تھا کہ ویرانہ ہو۔ وہ دنیا کا مرجع بنا"

(الانذار صفحہ ۷۳)

اسی طرح حضرت مولوی نورالدین صاحب کا ارشاد ہے:-

"دیکھ لو۔ وہ شہر اس فتنہ سے بالکل امن میں ہے اور جو رسوم اس میں حج عظمت کے لئے لا معلوم زمانہ سے قائم کی گئیں وہ اسی طرح ادا کی جاتی ہیں"

"دوسرا مطہر طابہ طیبہ مدینۃ الرسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے وہی وعدہ اس فتنہ سے امن کا ہے اور اب تک محفوظ ہے اور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ"

اس کے بالمقابل حضرت امیر المومنین کا مشہور ارشاد ہے کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ گیا ہے۔ ان الفاظ کے استعمال فرمانے میں جو حکمت مضمر ہے وہ ارباب دانش خود غور فرما لیں۔

(۴) درمیانی حالت میں رہنے والے خاموش اور بے شر مسلمانوں کے جنازہ پڑھنے کے چار فتوے حضرت مسیح موعود کے موجود ہیں:-

(۱) "متوفی اگر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے تو کچھ حرج نہیں"

(الحکم ۳۰ر اپریل ۱۹۰۲ء)

(۲) "جو مخالف شریر نہ ہو اس کا جنازہ جائز ہے"

(خط میاں غلام قادر صاحب ۱۲ر مئی ۱۹۰۲ء)

(۳) موضع بھڈیار ضلع امرتسر کے احمدیوں نے غیر احمدیوں سے ایک معاہدہ کیا جس میں لکھا کہ معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ داروں کا جنازہ پڑھ لیں گے تو حضرت مسیح موعود نے اس پر اپنے قلم سے لکھا "جو کہ لکھا ہے خوب اور مبارک ہے" جب یہ فتاویٰ صاحبزادہ صاحب کے پیش ہوئے تو اس پر ارشاد فرمایا:-

"ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کی جائے گی" (تقریر سالانہ ۱۹۱۵ء)

اس پر جو کچھ غور ہوا ہے وہ بھی سن لیجئے:-

(۱) سوال: کیا غیر احمدی متوفی والدین کے لئے جنازہ یا دعائے مغفرت جائز ہے؟ جواب۔ دعا تو جنازہ ہی ہے ان کو خدا کے حوالہ کر دو۔ (الفضل ۲ر مارچ ۱۹۱۵ء)

(۲) ایک شخص نے سوال کیا کہ احمدی کی بیوی فوت ہو جائے اور اندیشہ ہے کہ غیر احمدی اس کا جنازہ نہ پڑھیں گے۔ اگر تمام گھر کے آدمی احمدی ہوں اور بیوی مذکور نے بیعت نہ کی ہو تو اس کے جنازہ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ "جس کا ایمان کامل نہیں اس کے جنازہ کا کیا فائدہ"

(الفضل ۱۶ر اپریل ۱۹۱۶ء)

(۳) "جہاں تبلیغ نہ پہنچے اور کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے" (الفضل ۶ر مئی ۱۹۱۵ء)

(۴) "جس طرح ایک عیسائی کے بچہ کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح غیر احمدی کے بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جا سکتا" (الفضل ۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۲ء)

(۵) ایسا شخص جو حضرت صاحب کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی بیعت نہیں کی۔ یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے" (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

حضرت مسیح موعود کے صریح احکام کی موجودگی میں اس قسم کے فتاویٰ جاری کرنا انتہائی اولوالعزمی کا کام ہے۔ یہ عظیم الشان کارنامہ بھی حضرت امیر المومنین کی اولیات میں شمار ہونے کے قابل ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعود نے مصلحتاً اپنی جماعت کے استحکام کی غرض سے احمدیوں میں رشتے ناطے کرنے کی تجویز فرمائی۔ اگر اس کو مذہبی حیثیت حاصل ہوتی تو ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کا عقد ایک غیر احمدی لڑکے کے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحب کیوں پڑھتے مگر اس مسئلہ کو حضرت امیر المومنین نے مذہبی حیثیت دیکر حلت اور حرمت کے رنگ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں رشتوں کو قطعاً مسدود بنا دیا۔

(۶) حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو سیاسی کاموں سے علیحدہ رکھکر اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے کام پر لگایا اور اسی مسلک پر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے جماعت کو قائم رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین نے بھی شد و مد کے ساتھ اسی مسلک کی تائید فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:-

(۱) "حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ ایک حد تک سیاسی امور کی طرف توجہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس کا انجام خراب ہوگا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔" (برکات خلافت صفحہ ۵۶)

(۲) "اگر تمہیں خدا پیارا ہے تو سیاست چھوڑ دو۔" (ایضاً صفحہ ۱۶)

(۳) "سیاست کا خون جس کے منہ کو لگ جاتا ہے پھر وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا اور اس کے اندر ہی دھنستا چلا جاتا ہے۔"
(برکات خلافت صفحہ ۵۶)

مگر ان واضح حقائق کی موجودگی میں حضرت امیر المومنین نے سب سے اول کشمیر ایجی ٹیشن کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ پھر نیشنل لیگ کی بنیاد رکھی۔ یہاں تک کہ کانگرس کے صدر جواہر لال نہرو کو اپنی جماعت کے پانصد ۵۰۰ آدمیوں کے ساتھ سلامی دلوائی۔ کیا یہ کام آپ کی اولیات میں شامل ہونے کے قابل نہیں؟

(۷) حضرت مسیح موعود نے جلسہ مذاہب عالم کی مشہور و معروف تقریر میں ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں۔ اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں۔ لیکن پاک خیال سے سنیں۔ بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں۔ نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ نہ پاک خیال سے نہ ناپاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تاکہ ٹھوکر نہ کھائیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آ دیں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں۔ اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھدیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے۔ تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔

اسی تعلیم پر حضرت مولوی نور الدین صاحب کا عملدرآمد رہا۔ مگر حضرت امیر المومنین نے اپنے زور اجتہاد سے اس تعلیم کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی:۔

"جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں۔ مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقعہ نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اوپیرا ... سینما کو کہتے ہیں۔ چودھری صاحب نے بتایا۔ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے۔ جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے۔ اس لئے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے بتایا یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی ہیں۔" (الفضل ۲۸ جنوری ۳۴ء)

(۸) ہم نے خود اور ایسا ہی ان تمام لوگوں نے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ پایا ہے دیکھا ہوگا۔ اور ہم خود اس امر کی حلفیہ شہادت دینے کو تیار ہیں کہ حضور نے سفر میں حضر میں اور بالخصوص نمازوں میں کبھی اپنی حفاظت اور پہرہ کا انتظام نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت مولوی نور الدین صاحب کے متعلق ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے عین نماز کی حالت میں لوگوں کو پہرہ پر متعین کر دیا ہو۔ اور وہ لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آپ کی حفاظت کرتے رہے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے نماز پڑھی ہو مگر پہرہ داروں نے نہ پڑھی ہو۔ مگر یہ سنت حضرت امیر المومنین نے ہی رائج فرمائی ہے کہ عین نماز کی حالت میں لوگ لاٹھیاں لیکر پہرہ دیتے رہیں اور نماز باجماعت ہوتی رہے۔

(۹) انبیائے کرام اور اولیائے امت سے معجزات اور کرامات صادر ہوتی ہیں جن کا تعلق استجابت دعا اور پیشگوئیوں سے ہے حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ارشادات کا بھی یہی خلاصہ ہے۔ مگر اس پہلو میں حضرت امیر المومنین کا پایہ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے جو حضور کے طبی معالج ہیں اخبار "الحکم" کے جوبلی نمبر صفحہ ۵۳ کالم ۳ میں ذیل کے الفاظ سے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے۔

(۱) حضور نے فرمایا کئی دفعہ مجھے دوستوں کی قلبی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

(۲) بعض دفعہ میں اپنی بیویوں کے دل کی بات جو ان کے دل میں ہوتی ہے بتا دیتا ہوں تو وہ گھبرا جاتی ہیں۔

(۳) اور فرمایا بعض دفعہ میں نے ان کے سر کے پچھلی جانب کتاب رکھکر پڑھوا دی ہے۔

ہم اپنی ذات کی نسبت عرض کرتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات ہم نے نہ تو حضرت مسیح موعود اور نہ ہی حضرت مولوی نور الدین صاحب کے متعلق سنے اور نہ دیکھے ہیں۔ اس لئے اس قسم کی کرامات حضرت امیر المومنین سے ہی مختص ہیں۔

(۱۰) خلفائے اسلام نے ہمیشہ اپنے فیصلوں کو انتہائی اور آخری فیصلے قرار نہیں دیا بلکہ بار بار کسر نفسی کی وجہ سے اپنی رائے کو قطعی اور فیصلہ کن قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ منصب خدا اور رسول کے لئے قرار دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد ہے۔ "اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو تم مجھے ملامت کرو۔"
حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے مہر مقرر کرنے سے منع کیا تو ایک عورت نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھکر ٹوکا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے سر منبر اپنی رائے سے رجوع فرمایا۔ حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں کہ میں تو جب تک اپنے الہامات کو کتاب اللہ پر عرض نہیں کرتا میں ان کو سچا نہیں سمجھتا (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۳-۴۹) اسی کے مطابق حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ارشادات ہیں۔ مگر حضرت امیر المومنین نے خلیفہ کی حیثیت کو بالکل نمایاں کر دیا ہے فرمایا۔ اگر خلیفہ غلطی بھی کرے تو اس کو حکم اپر چھوڑ دو۔ اور خلیفہ پر سچے اعتراض کرنے والا بھی تباہ ہو جائیگا۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ سردست انہی باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر قبلہ میر صاحب نے اس موضوع پر کبھی مزید روشنی ڈالی تو ہم بھی اس معاملہ میں ان کا ہاتھ بٹائیں گے جناب میر صاحب کا ارشاد ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مضمون کے اخیر پر فرمایا ہے کہ "یہ دس باتیں بطور نمونہ لکھی جاتی ہیں۔ ورنہ سینکڑوں امور حضرت امیر المومنین کے عدیم النظیر کارناموں اور حضور کی اولیات پر مشتمل ہیں۔" اس لئے اگر ہم دونوں اپنی اپنی طرز کے مطابق تہیہ کر کے لکھنا شروع کریں تو امید ہے کہ اس تعداد کے قریب قریب تک ضرور پہنچ جائیں۔ آئندہ قدم اٹھانا میر صاحب کی مرضی پر منحصر ہوگا۔ بہرحال ہم تو اس راہ میں ان کا ساتھ دینے کو تیار رہیں۔

(بقیہ صفحہ ۶)

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے کی رائے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تصنیف "مجدد اعظم" ابھی زیر طبع تھی کہ ایک روز اتفاق سے اس کا ایک پروف میری نظر پڑ گیا۔ جسے میں نے سرسری نظر سے مطالعہ کیا۔ لیکن نہایت دلچسپ پایا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک کہنہ مشق مضمون نگار اور بڑے اعلیٰ مصنف ہیں۔ لیکن اس کتاب میں بالخصوص آپ کی طرز تحریر حد درجہ دلفریب ہے۔ اس ایک پروف کے مطالعہ کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں کتاب کی طباعت تک انتظار نہ کر سکا اور میں نے تمام کے تمام پروف مطبع سے منگا لئے اور بڑے شوق سے کتاب کو پڑھا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ اس نے سلسلہ کی ایک ایک عظیم الشان خدمت سر انجام دی ہے۔ حضرت اقدس کی ذات والا صفات کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں اور شکوک و شبہات پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن کتاب مجدد اعظم کے ذریعہ انشاء اللہ امام زماں کی صحیح اور روشن تصویر ہر قسم کے داغ اور دھبہ سے پاک اور صاف ہو کر دنیا کے سامنے پیش ہوگی اور حضرت مجدد اور آپ کے سلسلہ کی بے حد مقبولیت کا باعث ہوگی۔ کتاب کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ ایک مرتبہ پڑھنی شروع کر دی جائے۔ تو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ سب سے بڑی خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ سیرت کے واقعات کے علاوہ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں، الہامات، دعاوی اور عقائد کے متعلق بھی جس قدر اعتراضات تھے۔ ان کا نہایت عمدگی اور خوبصورتی سے جواب دیا گیا ہے۔ مسائل کی بحث ایک خشک چیز ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے یہ بحث بھی ویسے ہی دلچسپ اور دلنشین طریق پر کی ہے۔ جیسے باقی کتاب میں آپ کا انداز بیان ہے۔

حضرت مجدد زماں کی زندگی کے تمام اہم واقعات عہد طفلی سے آخر عمر تک بڑی خوبی اور تسلسل سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ آپ کی زندگی کے واقعات کے ساتھ ہی ساتھ جگہ جگہ بزرگان و اکابرین جماعت کا مختصر سا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔ اس طرح حضرت کی قریب قریب تمام تصانیف کا ان کی ترتیب اشاعت کے مطابق ذکر کیا گیا ہے۔ ان پر مفصل تبصرہ کیا گیا ہے اور وجہ تصنیف پر بھی بحث کی گئی ہے۔
"مجدد اعظم" میں صرف روایت کے رنگ میں واقعات ہی بیان نہیں کئے گئے۔ بلکہ مفید معلومات، اچھوتے دلائل اور بڑی قیمتی علمی تحقیقات بھی موجود ہیں۔ کتاب کے شروع میں حضرت مسیح موعود کے فارسی الاصل ہونے پر جو ریسرچ کی گئی ہے وہ صحت بیانی کے علاوہ بڑی دلنشین اور قابل قدر ہے۔ اسی طرح اور کئی مقامات پر بالکل نئی چیزیں پیش کی گئی ہیں۔

ان معنوی خوبیوں کے علاوہ کتاب مذکور ہر قسم کی ظاہری خوبیوں سے بھی آراستہ ہے اور حضرت اقدس کے فوٹو اور دیگر بلاک و نقشہ جات سے مزین ہے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسی قابل قدر محنت اور خدمت کے لئے تمام جماعت احمدیہ کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق بخشے کہ وہ حضرت اقدس کی زندگی پر اور زیادہ روشنی ڈال سکیں۔ جیسا کہ وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا۔

مسعود بیگ

(بقیہ صفحہ ۲)

ہے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے فرعون کی ایذاؤں کی شکایت کرتے ہیں اس پر حضرت موسیٰ فرماتے ہیں۔ عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون ۔ (پ۹۔ ع۵) نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دیگا اور تم کو زمین میں خلیفے بنائیگا اور پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو دوسرے لفظوں میں یہ کہ خلافت کا برقرار رہنا تمہارے اعمال پر منحصر ہوگا اس فینظر کیف تعملون کی دوسری جگہ خود حضرت موسیٰؑ کی زبان سے قرآن تفسیر کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔ واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذٰلکم بلاءٌ من ربکم عظیمہ واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدیدہ وقال موسیٰ ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعًا فان اللہ لغنی حمیدہ (پ۱۳۔ ع۱۴) اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی جبکہ اس نے نجات دی تم کو فرعون کے لوگوں سے جو تم کو سخت عذاب دیتے تھے۔ اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ اور جبکہ جتلایا تھا تمہارے رب نے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے اور موسیٰؑ نے کہا کہ اگر تم اور زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب ناشکری کریں تو یاد رکھو اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں اس نعمت کا ذکر ہے جو عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض میں مذکور ہے یعنی دشمن کی ہلاکت اور خلافت کا انعام اور فینظر کیف تعملون کے مقابلہ میں لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدید پڑا ہوا ہے یعنی تمہارے عمل دیکھے جائیں گے اگر عمل سے تم نے ثابت کر دیا کہ تم خدا کی اس نعمت کا شکر کر رہے ہو اور اس کی منشا کے مطابق کام کرتے ہو تو یہ خلافت کی نعمت اور زیادہ بڑھتی جائے گی۔ لیکن اگر عمل سے یہ ظاہر ہوا کہ ناشکر گزار ہوا اور خدا کا عہد توڑتے ہو تو پھر نہ صرف یہ نعمت چھن جائے گی بلکہ عذاب کے بھی مستحق ٹھیر جاؤگے۔ ٹھیک اسی طرح آیت استخلاف میں مسلمانوں کیلئے خلافت کا انعام عمل کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اس انعام کی شرائط توڑنے اور کفرانِ نعمت کے مرتکب ہونے پر ان کو فاسقون یعنی عہد شکنوں اور نافرمانوں کی ذیل میں رکھا ہے اور ان کیلئے بھی وہی سزا مقرر فرمائی ہے۔ جو ایسے لوگوں کی ہوا کرتی ہے یعنی سلب نعمت اور عذاب۔

چوتھی مثال

ایک اور آیت بھی عرض کئے دیتا ہوں جس سے صاف نظر آتا ہے کہ من کفر بعد ذٰلک میں مراد وہی لوگ ہیں جنہیں خلافت دی گئی تھی۔ فرماتے ہیں:۔ ھوالذی جعلکم خلٰئف فی الارض فمن کفر فعلیہ کفرہٗ (پ۲۲۔ ع۱۴)، وہی تو خدا ہے جس نے زمین میں تم کو خلیفے بنایا۔ پس جو کفر یعنی ناشکری کرے گا۔ پس اس کفر یعنی ناشکری کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔ یہاں خدا نے اپنی نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ کسی قوم کو خدا اپنے فضل سے خلیفہ بناتا ہے پھر اگر وہ قوم کفر یعنی ناشکری کرے تو اس کفر یعنی ناشکری کا وبال خود اسی قوم کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ دیکھیے وہی قوم جو خلیفہ بنتی ہے وہی کفر کی مرتکب ہونے پر عذاب کی مستحق ٹھیر جاتی ہے۔

وعدۂ خلافت ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط ہے

الغرض ان آیات کی روشنی میں متنازعہ فیہ آیت من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون کو پڑھنے سے صاف بغیر کسی شک وشبہ کے نظر آتا ہے کہ مسلمانوں سے جو وعدہ خلافت کا کیا گیا تھا وہ ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط تھا کفرانِ نعمت کی صورت میں چونکہ وہ خود فسق یعنی نافرمانی اور بدعہدی کے مرتکب قرار پائیں گے اس لئے اگر یہ نعمت خلافت ان سے چھن جائے اور اپنے کفرانِ نعمت کا وبال انہیں بھگتنا پڑے تو یہ خدا کی طرف سے بدعہدی نہ ہوگی بلکہ خود ان کا اپنا قصور ہوگا۔ جنہوں نے خدا کے عہد کو توڑ کر خلافت کی نعمت کو ہاتھ سے گنوا دیا۔ کیا آج کل کے واقعات اور تاریخ اسلام آیت استخلاف کی اس تفسیر پر آئینہ کی طرح گواہ نہیں؟ کیا واقعات عالم سے بڑھ کر کوئی صحیح تفسیر ہو سکتی ہے؟ جب قرآن کریم کی دوسری آیات اور خود واقعات عالم کسی آیت کی تفسیر پر گواہ ہوں تو پھر اس کی صداقت میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔ پس محمودیوں کا لاہوری احمدیوں پر فاسق کا فتویٰ بار بار دینا محض ان کے حسد اور بغض کا اُبال ہے۔ ورنہ اس کے اندر حقیقت کوئی نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ مومنوں کو ناحق فاسق کہنے والوں کی سزا کہیں یہی تو نہیں کہ کفر کی طرح فاسق کا فتویٰ بھی الٹ کر خود ان پر ہی آ پڑتا ہو! میں مفتی نہیں یہ کسی مفتی سے سوال کرنا چاہیئے۔

(راقی آئندہ)

فہرست چندہ

ٹرکش ریلیف فنڈ (قسط دوئم)

نام	روپیہ	آنہ	پائی
(۱) چوہدری عبدالمجید صاحب اوکاڑہ	۲۹	۱۲	—
(۲) جماعت واڈر معرفت خانصاحب ڈاکٹر سعید احمد صاحب	۱۲	۹	۰
(۳) بابو خدا بخش صاحب بنارس چھاؤنی	۱	۰	۰
(۴) ڈاکٹر مختار احمد صاحب مہو چھاؤنی	۵	۰	۰
(۵) منجانب جماعت امرتسر معرفت بابو ثناء اللہ صاحب	۱۵	۹	۰
(۶) ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب ہری پور	۵	۰	۰
(۷) چوہدری عبدالرحمان صاحب ٹربیون ہیڈ ورکس	۲	۰	۰
(۸) ماسٹر رحیم بخش صاحب بھکر	۳	۰	۰
(۹) مہر خان محمد صاحب سیال احمد پور سیال (جھنگ)	۳	۰	۰
(۱۰) چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ لاہور	۲	۰	۰
(۱۱) حاجی محمد ابراہیم صاحب لاہور چھاؤنی	۵	۰	۰
(۱۲) ڈاکٹر ملک نذیر احمد صاحب ورنیدہ	۵	۰	۰
(۱۳) مولوی عزیز بخش صاحب لاہور	۲	۰	۰
(۱۴) خانصاحب چوہدری عبدالحق صاحب قبولہ (منٹگمری)	۲۰	۰	۰
(۱۵) ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۵	۰	۰
(۱۶) دارو غہ نبی بخش صاحب "	۱	۰	۰
(۱۷) شیخ محمد صاحب معرفت بابو سلطان علی صاحب لاہور چھاؤنی	۱	۰	۰
(۱۸) شیخ فضل کریم صاحب ایبٹ آباد	۵	۰	۰
(۱۹) معرفت چوہدری عطا الٰہی صاحب منجانب جماعت بٹالہ	۳	۰	۰
(۲۰) بابو عبدالرحمان صاحب اوورسیئر لاہور	۲	۰	۰
(۲۱) مولوی غلام نبی صاحب مسلم "	۱	۰	۰
میزان	۱۲۸	۱۲	۰

نوٹ:۔ مندرجہ بالا رقوم ۱۳ر فروری تک وصول شدہ ہیں۔

مسعود بیگ
اسسٹنٹ سیکرٹری

ضروری اطلاع

مندرجہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ اخبار ختم ہو چکا ہے۔ ان سب کی خدمت میں باقاعدہ بذریعہ ڈاک خطوط لکھے جا چکے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ آئندہ سال کا چندہ اور گذشتہ بقایا ماہ فروری ۱۹۴۰ء کے اندر بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں ورنہ ماہ مارچ کے پہلے ہفتہ میں ان کی خدمت میں وی۔ پی ارسال کئے جائیں گے۔

(مینجر)

۲۳۵، ۹۳، ۹۹۵، ۹۹۲، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۸۷،
۹۸۶، ۹۸۵، ۹۸۱، ۹۷۷، ۹۷۶، ۹۷۵، ۹۷۲،
۹۷۰، ۹۶۷، ۹۶۶، ۹۶۴، ۹۶۱، ۹۵۷، ۹۵۱،
۹۴۲، ۹۴۱، ۹۳۸، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۰۹، ۹۰۷،
۹۰۵، ۹۰۴، ۸۹۹، ۸۹۸، ۸۸۷، ۸۷۶، ۸۷۲،
۸۴۰، ۸۳۹، ۸۳۲، ۸۲۴، ۸۱۸، ۸۰۵، ۷۸۲،
۱۰۴۹، ۱۰۴۸، ۱۰۴۶، ۱۰۴۴، ۱۰۴۱، ۱۰۳۹،
۱۰۳۸، ۱۰۳۵، ۱۰۳۴، ۱۰۳۱، ۱۰۲۹، ۱۰۲۷،
۱۰۲۸، ۱۰۲۵، ۱۰۲۲، ۱۰۱۱، ۹۹۷، ۱۰۰۶، ۱۰۰۵،
۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۹۹۹، ۹۹۴، ۱۵۰، ۹۹۳، ۹۹۱،

ضروری اعلان

مجلس مشاورت کا

آئندہ اجلاس ماہ اپریل ۱۹۴۰ء میں منعقد ہوگا

حسب معمول سابق مجلس مشاورت کا آئندہ اجلاس انشاء اللہ ماہ اپریل ۱۹۴۰ء میں منعقد ہوگا۔ تاریخ انعقاد کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔ جو دوست اس اجلاس میں کوئی تجویز پیش فرمانا چاہتے ہوں۔ وہ ماہ فروری کے اندر اندر اپنی تجویز قلمبند کر کے بھیج دیں۔

خاکسار
(ڈاکٹر شیخ) محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری انجمن

رفتار عالم

اسلامی دنیا

—— اس ہفتہ انگریزی اور عربی ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نئے معاہدوں کی بدولت اتحادی ترکوں کو سامان جنگ کی فراہمی کیلئے وسیع پیمانہ پر مالی امداد دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تجارتی کاروبار اور تینوں طاقتوں (ترکی، برطانیہ اور فرانس) کے باہمی تعلقات کو ترقی دینے کے دوسرے ذرائع بھی مہیا کئے جا رہے ہیں۔

—— معلوم ہوا ہے کہ فرانس اور برطانیہ سے حکومت یمن کے تعلقات مستحکم ہو گئے ہیں۔ حکومت برطانیہ نے یہ امر تسلیم کر لیا ہے کہ یمن کے نواحی جزائر پر امام یمن کی سیادت قائم رہے گی۔ جزیرہ شیخ سعید اور عدن کی اراضی کے متعلق بھی جلد فیصلہ ہونے والا ہے۔ (شہباز ۱۵ فروری بحوالہ مدینہ)

—— قاہرہ ۱۳ فروری۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے کچھ دستے مصر پہنچ گئے ہیں۔ ان کی آمد سے یہاں کے لوگوں میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور دنیا بھر کے اخبارات اس واقعہ پر تبصرے کر رہے ہیں۔

—— لندن ۱۴ فروری۔ برطانیہ اور ترکی کے درمیان گذشتہ ۲۴ فروری کو جو تجارتی معاہدہ طے پایا ہے اس کے متعلق یہاں آج وائٹ پیپر جاری کیا گیا ہے۔ یہ معاہدہ ۹ فروری سے نافذ ہو گا اور ۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء تک نافذ العمل رہے گا۔ اور اگر اس کی میعاد ختم ہونے سے پیشتر طرفین میں سے تین ماہ کسی نے نوٹس نہ دیا تو یہ مزید ایک سال کے لئے نافذ العمل رہے گا۔

—— اس معاہدہ کی رو سے یہ طے پایا ہے کہ ترکی کو برآمد ہونے والا تمام برطانوی مال اور انگلستان کو برآمد ہونے والا تمام ٹرکش مال معاوضہ کا بیوپار تصور کیا جائیگا۔ ترکی سے جو مال انگلستان آئیگا اس کے معاوضہ میں انگلستان کی طرف سے اس کا ۸۰ فیصدی مال ترکی بھیجا جائیگا۔

—— قاہرہ ۱۴ فروری۔ مسٹر ایڈن وزیر نوآبادیات برطانیہ آجکل مصر آئے ہوئے ہیں۔ آج انہوں نے مشرق وسطی کے کمانڈر انچیف جنرل ویول اور مصر کے برطانوی سفیر کے ہمراہ قاہرہ سے کچھ فاصلہ پر ہندوستانی فوج کے کیمپ کا معائنہ کیا اور ہندوستانی فوجیوں کے نام ملک معظم کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ مسٹر ایڈن نے ان فوجیوں کے مصر آنے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

—— قاہرہ ۱۴ فروری۔ کل مسٹر ایڈن نے اعلیحضرت شاہ فاروق اور وزیر خارجہ مصر سے بھی ملاقات کی۔ انقرہ سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ لندن واپس جانے سے پیشتر مسٹر ایڈن ترکی نہیں آئیں گے۔

—— استنبول ۱۴ فروری۔ برطانیہ کی وزارت رسد کے نمائندہ نے جو اس وقت انقرہ میں ہے ترکی سے چھ ہزار ٹن کے خشک میوے خریدنے کا ٹھیکہ مکمل کر لیا ہے۔

—— ایک دوسرے برطانوی نمائندہ نے ترکی سے ہر سال دس لاکھ پونڈ کے قریب تمباکو خریدنے کا بندوبست کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقت آنے پر یہ تعداد بڑھادی جائیگی۔

—— استنبول ۱۴ فروری۔ ترکی کے ایک مؤقر اخبار نے لکھا ہے کہ اتحادیوں کی رائے ہے کہ روس بلقان کے راستے دردانیال پر حملہ آور ہو۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ اتحادی اور ترکی فوجیں بلقانی ریاستوں کو پوری امداد دینگی۔

—— انقرہ ۱۵ فروری۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ انقرہ میں جرمانی فرانسی معاشی مشن کا دفتر کھول دیا گیا ہے۔

—— قاہرہ مسٹر ایڈن وزیر نوآبادیات بذریعہ ہوائی جہاز آج قاہرہ سے فلسطین گئے اور وہاں آسٹریلین فوجوں کا معائنہ کرنے کے بعد شام کو دوبارہ قاہرہ واپس آ گئے۔

ہندوستان

—— کراچی ۱۳ فروری۔ سندھ اسمبلی میں آج مارکٹنگ بل میں سندھ کانگریس پارٹی کے ایک ممبر نے ایک ترمیم پیش کی۔ جو مسلم لیگ پارٹی کی تائید کے ساتھ کثرت آرا سے منظور ہو گئی۔ ترمیم کے حق میں ۲۷ اور مخالفت میں صرف ۱۶ ووٹ تھے۔

—— اس کے بعد وزیراعظم خان بہادر اللہ بخش نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس ترمیم کے منظور ہونے کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ میری وزارت کو اس ایوان کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں۔ لہذا میں اپنی وزارت کی پوزیشن پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ اسمبلی کا اجلاس ایک روز کیلئے ملتوی کر دیا جائے۔ امید ہے آپ مستعفی ہو جائیں گے۔

—— کراچی ۱۴ فروری۔ وزارت پارٹی کی شکست سے سندھ میں سیاسی بحران پیدا ہو گیا ہے۔ آج گورنر نے حزب مخالف (کانگریس پارٹی، مسلم لیگ پارٹی اور ہندو انڈیپنڈنٹ پارٹی) کے تینوں لیڈروں سے ملاقات کی۔ کانگریس پارٹی کے لیڈر نے نئی وزارت بنانے سے انکار کر دیا ہے۔ ہندو انڈیپنڈنٹ پارٹی اور مسلم لیگ پارٹی نے نئی وزارت بنانے کیلئے مہلت طلب کی ہے۔ آج خان بہادر اللہ بخش نے اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی اور آئندہ چہارشنبہ تک اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میں آئینی طور پر استعفے پیش کرنے پر مجبور ہوں۔

—— معلوم ہوا ہے کہ لیڈروں کی ملاقات کے دوران میں گورنر سندھ نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ بہت جلد کوئی نئی وزارت بن جانا ضروری ہے تاکہ آئندہ سال کا بجٹ بروقت پاس ہو جائے۔ ورنہ آئین کو معطل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو گا۔

—— کراچی ۱۴ فروری۔ پیر الہی بخش وزیر تعلیم نے ایک اخباری ملاقات میں کہا کہ حزب مخالف نئی وزارت بنانے میں ناکام رہے گی اور گورنر سندھ پھر خان بہادر اللہ بخش کو طلب کریں گے۔ اگر متعلقہ پارٹیوں کی طرف سے تعاون کے جذبہ کا اظہار ہوا تو وہ نئی وزارت بنالیں گے۔ بہرحال ہم اس بات کیلئے بھی تیار ہیں کہ اسمبلی کو توڑ کر نئے انتخابات عمل میں لائے جائیں۔

—— لاہور ۱۵ فروری۔ یہاں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں جو کہ ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ مارچ کو لاہور میں منعقد ہو گا۔ مسٹر جناح ۱۲ مارچ کو لاہور تشریف لائیں گے۔ انکا شاندار جلوس نکالا جائیگا۔

—— لاہور ۱۳ فروری۔ آج مولانا ابوالکلام آزاد لاہور تشریف لائے خیال ہے آپ پانچ چھ یوم لاہور میں قیام فرمائیں گے۔ اس عرصہ میں پنجاب کانگریس کی مختلف پارٹیوں میں سمجھوتہ کرانے کی کوشش کریں گے۔

—— ہزاری باغ ۱۳ فروری۔ مسٹر رائے نے اعلان کیا ہے کہ رام گڑھ میں کانگریس کے اجلاس کے ساتھ وہاں انتہا پسندوں کی ایک کانفرنس بھی ہو گی جس کے لئے وسیع پیمانہ پر انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

—— لاہور ۱۵ فروری۔ آج ہندوستان کے تمام صوبوں میں کانگریس کی صدارت کیلئے انتخاب کا دن تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو مسٹر رائے کے مقابلہ میں ۱۳۸۹ ووٹ زیادہ ملے اور اس طرح آپ کانگریس کے آئندہ صدر منتخب ہو گئے۔

—— کراچی ۱۵ فروری۔ آج خان بہادر اللہ بخش وزیراعظم سندھ نے اپنا استعفے گورنر کی خدمت میں پیش کر دیا۔

—— کراچی ۱۵ فروری۔ آخری اطلاع ہے کہ ہندو انڈیپنڈنٹ پارٹی اور خان بہادر اللہ بخش کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا ہے اور اس امر کا امکان ہے کہ نئی وزارت بھی خان بہادر اللہ بخش ہی مرتب کریں اور اس میں چند سابقہ وزراء کے علاوہ کچھ نئے وزیر بھی رکھے جائیں گے۔

ممالک خارجہ

—— لنڈن ۱۳ فروری۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ جنوبی بحر اوقیانوس میں جرمنی کے ایک ۷۰۰۰ ٹن وزنی جہاز نے خودکشی کر لی۔ کیونکہ ایک برطانوی جہاز اس کا مقابلہ کر رہا تھا اور اس کا بچ نکلنا محال تھا۔ ابھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے جہازیوں کا کیا انجام ہوا۔

—— اس ہفتہ برطانیہ اور غیر جانبدار ملکوں مثلاً ناروے، سویڈن اور ہالینڈ کے بھی متعدد جہاز غرق ہوئے۔

—— لنڈن ۱۲ فروری۔ جاپانی شہنشاہیت کی ۲۶۰۰ ویں سالگرہ کے موقعہ پر ملک معظم نے شاہ جاپان کو مبارکباد کا برقیہ روانہ کیا۔

—— چنکنگ ۱۳ فروری۔ چینی فوجوں کا دعوے ہے کہ انہوں نے دریائے ہینگن کے جنوبی کنارہ پر ایک اہم فوجی مرکز پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ اور جنوبی کوانگسی میں جاپانیوں کی پیشقدمی روک دی ہے۔

—— واشنگٹن ۱۴ فروری۔ کل مسٹر روزولٹ نے ایک بل پر دستخط کئے ہیں جس کی رو سے قومی دفاع اور امریکہ کی غیر جانبداری کی پالیسی پر عملدرآمد کرنے کے لئے ۲۵ کروڑ ڈالر منظور کئے گئے ہیں۔ یہ رقم آئندہ جولائی سے پیشتر خرچ کرنے کیلئے دی جائے گی۔

—— لنڈن ۱۴ فروری۔ فن لینڈ ہائی کمان کا ایک اعلان مظہر ہے کہ کل سرتوڑ حملہ کے بعد روسیوں نے چند فن چوکیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ روسی حملہ کا دباؤ بڑھ گیا ہے اور فن لینڈ کے دوسرے محاذوں پر روسیوں کو کافی نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔

—— کل فن لینڈ کے طیاروں نے روسی مقامات پر بمباری کی اور ان کی طیارہ شکن توپوں نے ۷ روسی طیارے گرا لئے۔

—— ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں اگلے فن مورچوں تک پہنچنے میں روسی پھر کامیاب ہو گئے۔ روسی فوج کے نئے کمانڈر کو ماسکو سے حکم ملا ہے کہ وہ جلد از جلد جنگ کو کامیابی کے ساتھ ختم کر دے۔

—— لنڈن ۱۴ فروری۔ آج دارالعوام میں مسٹر چرچل نے اعلان کیا کہ بحر شمالی میں سفر کرنیوالے برطانوی جہازوں کو عنقریب مسلح کیا جائیگا۔

—— لنڈن ۱۴ فروری۔ آج بحر شمالی میں برطانیہ کے دو تیل بردار جہاز جن کے وزن دس ہزار ٹن اور ۴۵۰۰ ٹن تھے غرق ہو گئے۔

—— لنڈن ۱۴ فروری۔ مقامی رومانوی سفارت خانہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت رومانیہ عنقریب ایک کنٹرول بورڈ مقرر کرے گی جو ملکی پیداوار کھیت اور ہر قسم کی تجارت برآمد کی نگرانی کرے گا۔

—— لنڈن ۱۴ فروری۔ مغربی محاذ جنگ کے متعلق پیرس سے آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ جرمن دستوں نے حملے کئے لیکن انہیں نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ سار کے علاقہ میں ایک دوسرے پر فائرنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ فضائی سرگرمیاں کم ہو گئی ہیں۔

—— لندن ۱۴ فروری۔ امریکن ذرائع سے خبر موصول ہوئی ہے کہ عنقریب روس کی طرف سے زبردست حملہ کیا جانیوالا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سٹالن اس جنگ کو جلد از جلد ختم کرنا چاہتا ہے کیونکہ مشرق وسطی میں اتحادی فوجوں کے اجتماع سے اس کی تشویش بڑھ گئی ہے۔

—— لندن ۱۵ فروری۔ آج بلغاریہ کی وزارت نے استعفے دیدیا ہے شاہ بورس نے یہ استعفے منظور کرتے ہوئے موجودہ وزیر تعلیم کو وزارت مرتب کرنے کی ہدایت کی ہے۔

—— لندن ۱۵ فروری۔ گذشتہ چھ دنوں میں برطانوی جہازوں نے چار جرمن آبدوزیں غرق کر دی ہیں۔ اندازہ ہے کہ جنگ کی ابتدا سے اب تک ۴۰ جرمن آبدوزیں تباہ ہو چکی ہیں۔

امنگ پیپلز الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تم اللہ تعالے کا قرب کسطرح حاصل کر سکتے ہو؟

تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو۔ تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اسکے نام کیلئے غیرت مند نہیں۔ اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتے ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کیلئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اسکو ملیگا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جنمیں سے ایک طاعون بھی ہے سو تم خدا سے صدق کیساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔

(کشتی نوح)

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے

ایک اہم امر کے متعلق نہایت ضروری درخواست

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمام جماعتیں اور احباب اپنے تجربات کی روشنی میں ان کے فوائد سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جس طرح مرکز کا سالانہ جلسہ بحیثیت مجموعی جماعت اور بہت سے غیر از جماعت طبقات میں ایک مفید حرکت و بیداری پیدا کر دیتا ہے اسی طرح بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے اپنے اپنے علاقہ اور حلقہ اثر میں حرکت و بیداری کا موجب بنتے ہیں اور ان سے نیک نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ گذشتہ اشاعت میں جناب جنرل سیکرٹری صاحب کا ایک مختصر اعلان آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا جسمیں یہ خواہش ظاہر کیگئی ہے کہ تمام جماعتیں اپنے سالانہ جلسوں کا انتظام کرکے تاریخوں سے بہت جلد مرکز میں اطلاع دیں جنرل سکرٹری صاحب نے لائل پور، سیالکوٹ، پشاور، دہلی، وزیر آباد وغیرہ کی جماعتوں کو خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ پیش نظر اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا جو مکتوب شائع ہو رہا ہے اس میں حضرت ممدوح نے بھی اس طرف تمام جماعتوں کو متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :-

"مارچ، اپریل، مئی ان تین ماہ کے اندر اندر سب جماعتوں میں جلسے ہونے چاہئیں۔۔۔ بہت جماعتوں نے سالہا سال سے اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی لیکن اسوقت جب جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک زبردست حرکت پیدا ہو رہی ہر جماعت کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ مرکز سے مبلغین کو بلا کر ناواقف لوگوں تک اس پیغام کو پہنچائے۔"

حضرت امیر جماعت اور جناب جنرل سکرٹری کے ارشادات حصول مقصد کیلئے کافی ہونے چاہئیں امید ہے کہ تمام جماعتیں اپنے اپنے مقامات پر جلسوں کا انتظام اور تاریخوں کا فیصلہ کرکے جلد از جلد مرکز میں اطلاع دینگی۔ جلسوں کا اعلان مرکز کی منظوری کے بعد کیا جائے۔

(مدیر)

مولوی غلام حسن خاں صاحب سے ایک مخلصانہ گذارش

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مکرم معظم مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دونوں مضمون جو قادیان میں بیعت کرنے کے متعلق آپ نے لکھے ہیں۔ میں نے پڑھے ہیں۔ مگر میں افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔ اس سے کوئی بات صاف نہیں ہوئی بلکہ آپ کی تحریروں نے اس معاملہ میں اور زیادہ الجھن پیدا کر دی ہے اور جو کچھ میں نے دریافت کیا تھا اس کے جواب کی طرف آپ نے توجہ کم فرمائی ہے۔

میرا سب سے پہلا سوال

میرا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ جس صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور ساری عمر آپ کی اسی روش پر گذری کہ بغیر تحقیقات کے آپ نے کسی امر کو قبول نہ کیا تو آپ اس بات کو صاف کر دیں کہ جن امر کو آپ ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۳۹ء کے آخر تک صحیح مانتے رہے ہیں وہ قادیان کی تھوڑی سی رہائش میں کس طرح غلط ثابت ہو گئے؟ آخر وہ تحقیقات جو تیس سال کے عرصہ پر پھیلی ہوئی تھی اور تیس سال تک برابر آپ اس بات پر قائم رہے اور اس کو بیان فرماتے رہے اور بعض صورتوں میں وہ تحقیقات پہلے بچاس سال پر پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اب اس طرح غلط ثابت ہوئی ہے اور اگر ایک شخص کی تحقیقات کا یہی حال ہو کہ بچاسی سال کی عمر کو پہنچ کر وہ اپنی ساری پہلی تحقیقات کو ایک دن میں غلط کر دیتا ہے تو کیا اس کی تحقیقات پر سے اعتماد نہیں اٹھ جائے گا۔ پھر ایک عالم دین سے اتنی بڑی غلطی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ تیس سال تک وہ بعض باتوں کی اپنی تحریروں اور تقریروں اور عمل سے شب و روز تائید کرتا رہے اور پھر انسانی اوسط عمر کی مدت سے بھی گزر کر اسے یہ معلوم ہو کہ یہ سب کچھ باطل تھا جس کی وہ تائید کرتا رہا۔

اوّل ۱۹۰۸ء سے ایک ۱۹۳۹ء کے آخر تک اس بات کے قائل رہے ہیں کہ:-

بیعت خلافت ایک گناہ کبیرہ ہے

چنانچہ ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو جو خط آپ نے شیخ غلام محمد کو لکھا اس میں آپ کے یہ صاف الفاظ ہیں:-

"وصیت کے خلاف اور بغیر مشورہ انجمن مولوی صاحب (حضرت مولوی نور الدین مرحوم) سے بیعت خلافت کر لی۔ یہ پہلا گناہ کبیرہ تھا جس کا ارتکاب مریدوں نے کیا۔"

جب خلافت ختم ہو چکی تو بیعت خلافت کے کیا معنی؟

اور یہ صرف آپ کی تحریر ہی نہیں۔ بلکہ عملاً بھی آپ اسی بات کے قائل رہے۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں جب عام طور پر دوسرے احمدیوں نے حضرت مولوی نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر لی۔ آپ نے نہیں کی۔ اور باوجود اس کے کہ آپ کو قادیان سے بیعت کے لئے لکھا گیا۔ آپ نے بیعت کرنے سے انکار کیا۔ آپ کا اسے گناہ قرار دینا غالباً اسی بنا پر تھا جس کا اظہار آپ نے اپنی تفسیر "حسن بیان" میں کیا ہے کہ "خلافت حضرت مرزا صاحب پر ختم ہو چکی۔" "اور یہ خلافت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پر ختم ہوئی" (ص ۲۷) تو جب خلافت ہی ختم ہو چکی تو بیعت خلافت کے کیا معنے؟

بیعت خلافت کے متعلق اپنے دلائل سے آگاہ کریں

تو میرا پہلا سوال صرف اس قدر تھا کہ آپ کی تیس سال کی تحقیقات یہ تھی کہ بیعت خلافت گناہ کبیرہ ہے تو اب وہ کونسی دلائل ہیں جن سے ثابت ہو گیا کہ آپ کی یہ تحقیقات غلط تھی اور بیعت خلافت اب گناہ کبیرہ نہیں۔ بلکہ فرض اولین ہے حتیٰ کہ اس بیعت کے بغیر خدمت اسلام کا کوئی کام بھی قابل قبول نہیں۔ بلکہ خلیفہ کے عقائد کو باطل قرار دیتے ہوئے بھی یہ بیعت ضروری ہے۔ میری صرف اس قدر التجا ہے کہ آپ ان دلائل سے بھی ہم کو آگاہ کریں۔ جن کی بنا پر پہلے آپ تیس سال تک خلافت کو حضرت مسیح موعودؑ پر ختم مانتے تھے۔ اور بیعت خلافت کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔ اور ان دلائل سے بھی جو اب قادیان جا کر آپ پر منکشف ہوئے کہ بیعت خلافت فرض اولین ہے اور اس کے بغیر ہمارا خدمت اسلام کا کام بھی عند اللہ مردود ہے اور کہ خلافت حضرت مسیح موعودؑ پر ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ آیت کریمہ لیستخلفنھم فی الارض کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کے ایسے بھی خلیفے ہوں گے جو مجدد تو نہ ہوں گے۔ مگر ان کی بیعت سب پر فرض ہوگی۔ اور جو ایسی بیعت نہ کرے گا وہ فاسق ہوگا۔ آپ کے مضمون میں قرآن و حدیث کی سند کا تو مطلق ذکر ہی نہیں۔ البتہ یہ آپ نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے الہامات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو خلافت کا نظام پسند ہے۔" ان الہامات سے غالباً آپ کی مراد حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات ہی ہوں گے۔ مگر آپ نے وہ الہامات نہیں بتائے۔ جن سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے الہامات پسندیدگی کے وہی ہو سکتے ہیں جن میں خاص طور پر یہ ذکر ہو کہ مسیح موعود کی خلافت کا سلسلہ خدا کے نزدیک ایک امر پسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ خلافت کا سلسلہ جاری رہے تو کم سے کم یہی وضاحت کر دی ہوتی کہ حضرت مسیح موعود کے فلاں فلاں الہامات میں خلافت کی پسندیدگی کا ذکر ہے۔ بلکہ ضرورت تو یہ ہے کہ آپ پہلے قرآن و حدیث کے حوالے پیش کریں جن سے مسیح موعودؑ کی خلافت کے سلسلہ کا ثبوت ملتا ہو۔ اور پھر ان کی تائید کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی الہام پیش کریں جس سے صفائی سے یہ معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپ کے خلفا کا سلسلہ چلنا چاہئے اور ان خلفا سے انحراف کرنے والے فاسق ہوں گے۔

تفسیر "حسن بیان" سے خلافت کے متعلق ایک حوالہ

اس کے متعلق تفسیر "حسن بیان" کا جو آپ نے بہت تحقیقات کے بعد لکھی ہے اور جس کے متعلق تمہید میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ "جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے۔" خلافت کے متعلق ذیل کا حوالہ بھی پیش کرتا ہوں تاکہ اب اس تحقیق کو رد کر کے آپ دوسری تحقیقات کے دلائل دے سکیں۔

"بنی اسرائیل میں خلافت دو طرق سے تھی سیاسی اور روحانی ان میں بادشاہ بھی ہوئے اور انبیاء بھی مشیت یہ چاہتی ہے کہ دونوں خلافتیں مسلمانوں میں بھی جاری رہیں۔ مگر رسول صلعم خاتم النبیین ہیں۔ جن کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا اس واسطے بجائے انبیاء ان میں ملہم ہیں جن کو محدث بفتح و تشدید دال سے تعبیر کرتے ہیں۔ خلیفہ یا مجدد کے لقب سے آتے رہے اور

یہ خلافت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پر ختم ہوئی۔ اور آئندہ کوئی آوے گا تو بطور مجدد آوے گا یا بطور مصلح آخری خلیفہ کو مسیح کا نام دے کر احادیث میں خاص اہمیت دی گئی ہے"

تو میرا پہلا سوال تو صرف اسی قدر تھا کہ:-

پہلے سوال کا خلاصہ

۱۔ حضرت مسیح موعود کے بعد بیعت خلافت جو آپ کی تحقیقات میں گناہ کبیرہ تھی۔ اب کن دلائل سے وہ صرف گناہ کبیرہ ہی نہیں بلکہ ایسا فرض اولین بن گئی ہے کہ اس کے نہ کرنیوالے فاسق اور ان کے خدمت دین کے کام مردود ہیں اور اب اس کے ساتھ دو سوال اور بھی ہیں کہ:-

۲۔ کیا اب آپ خلافت کو حضرت مسیح موعود پر ختم مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کن دلائل سے؟

۳۔ کیا جس صورت میں مسیح موعود بھی مجدد ہی ہو کر آیا ہے یہ ضروری نہیں کہ مصلح موعود بھی مجدد ہی ہو اور مسیح موعود کی طرح حدیث مجدد کے ماتحت ہی آئے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ مصلح موعود جیسی کوئی بڑی ہستی ہو اور حدیث نبویؐ سے وہ الگ ہو کر آئے۔

دوسرا سوال اور مولوی صاحب کا جواب

دوئم۔ میرا سوال یہ تھا کہ کیا آپ میاں محمود احمد صاحب کو مصلح موعود سمجھتے ہیں؟ اس کا جواب آپ نے یوں دیا ہے کہ گو میاں محمود احمد صاحب خود "مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے لیکن آپ ان کو مصلح موعود مانتے ہیں۔"

اس پر وہ ضرب المثل صادق آتی ہے کہ پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند۔ مصلح موعود تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا کہے کہ تم مصلح موعود ہو۔ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں "جب تک کوئی خدا تعالیٰ سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو" اور پھر مزید وضاحت کے طور پر فرماتے ہیں "اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا" تو مصلح موعود کی پہلی شرط تو یہ تھی کہ وہ وحی الٰہی سے کھڑا ہو۔ اور آپ اس شخص کو مصلح موعود بنا رہے ہیں۔ جسے خود مصلح موعود ہونے کا دعویٰ بھی نہیں اور جو یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کو وحی الٰہی نے کھڑا کیا ہے اور وہ مامور من اللہ ہے۔

شیخ غلام محمد کے متعلق مولوی صاحب کے سابق ارشادات

اس سے پیشتر آپ شیخ غلام محمد کو مصلح موعود اور مامور من اللہ مانتے تھے۔ یہ صحیح نہیں کہ آپ محض حسن ظن کی بنا پر کہہ رہے تھے۔ آپ کے صاف الفاظ جو شیخ غلام محمد کے رسالوں میں طبع شدہ ہیں۔ دوبارہ نقل کرتا ہوں:-

"شیخ صاحب ضرور روح القدس کی تائید سے بولتے ہیں اور مہدویت کا منصب رکھتے ہیں۔"

اور ایک اور خط میں آپ نے لکھا ہے کہ مہدویت کے مدعی کا نام

(باقی صفحہ پر)

۱؎ اس تحریر میں خلافت سے آپ کی مراد حضرت مسیح موعود کی خلافت کا سلسلہ ہے

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم جمعہ ۲۸ محرم ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۱۴

علمی ترقی کیلئے تین مفید تجاویز

نوجوانان جماعت کیلئے ایک عمدہ راہ عمل

گزشتہ اشاعت میں جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن کا جو مضمون "احباب جماعت کی خدمت میں تین ضروری تجاویز" کے عنوان سے درج ہوا ہے وہ اپنے مقصد کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ جماعت کے تمام حلقوں میں پورے غور و توجہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے جماعت کی علمی ترقی کیلئے ایسی عمدہ تجاویز پیش کی ہیں جن پر عمل کر کے تمام وابستگان سلسلہ بالخصوص احمدی نوجوان بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مضمون کی ابتدا میں آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ:-

"حضرت مسیح موعود کی جماعت کے بہت سے خصوصی اور امتیازی نشانات میں سے ایک بڑا نشان یہ تھا کہ جس طرح آپ سلطان القلم تھے اور آپ نے تقریباً ۹۰ نوے بے نظیر اور لاجواب کتب تصنیف کیں اور آپ کے بعد حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے نہایت اعلیٰ پایہ کا اسلامی لٹریچر جماعت کے ہاتھ میں دیا۔ اسی طرح اس جماعت کا ہر فرد بلکہ ہر احمدی بچہ اور بوڑھا عورت اور مرد علم کا شیدائی اور پروانہ تھا . . . . علم کا وہ جوش و خروش اب قوم کے اندر نہیں رہا۔ افسوس صد افسوس کہ سلطان القلم کے پیرو ہو کر علم سے اسقدر بے توجہی"۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے ایک ماہر نباض کی طرح قوم کی جس کمزوری کو محسوس کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ قوم کے اندر علم دین کے حصول کا شوق قدرے کم ہو گیا ہے لیکن حالات ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کمزوری کی تلافی معمولی کوشش سے بہت جلد کی جا سکتی ہے اور انشاء اللہ بہت جلد ہو جائے گی۔ اس بارہ میں موصوف نے جو تجاویز پیش کی ہیں وہ مفید اور حصول مقصد کیلئے بہت بڑی حد تک کافی ہیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے سب سے اول وہی تدبیر بتائی ہے جو اس سے قبل بھی کئی مرتبہ ان صفحات میں بیان ہو چکی ہے یعنی قرآن و حدیث کا درس۔ موصوف نے اس مضمون میں لکھا ہے:-

"علم دین سیکھنے کے لئے ہمارے اس مرکزی مسجد میں قرآن کریم کے درس اور حدیث شریف کے درس کا باقاعدہ انتظام ہے۔ ہر روز صبح نماز فجر کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب قرآن کریم کا درس دیتے رہتے ہیں . . . . احباب لاہور کو چاہیئے کہ اس میں کثیر تعداد میں شامل ہوں اور اس طرح نہ صرف فریضہ نماز با جماعت ادا کریں۔ بلکہ حضرت موصوف کے درس سے بھی مستفید ہوں۔ اسی طرح ہر روز شام کی نماز کے بعد حدیث شریف کا درس صاحب ممدوح دیتے ہیں۔ اس میں بھی جماعت لاہور کثرت سے شریک ہو۔"

ہم اس پر صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے درس کا سلسلہ صرف مرکز یا چند دیگر مقامات تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ ہر جماعت میں خواہ اس کے ممبروں کی تعداد کس قدر ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ قرآن و حدیث کا درس لازمی طور پر ہونا چاہئے۔ جہاں باقاعدہ جماعتیں نہیں۔ وہاں احباب اپنے گھروں میں ہی اس مبارک و بابرکت سلسلہ کو شروع کر دیں اور اپنے بال بچوں اور ملازمین وغیرہ کو قرآن و حدیث سنا دیا کریں ——— کم از کم قرآن کریم کا درس تو ہماری ہر ایک جماعت اور ہر ایک دوست کی ایک لازمی خصوصیت ہونی چاہئے۔ درس کے اجرا میں سب سے زیادہ یہ وہم مانع ہے کہ یہ کام بہت بڑے عالموں اور فاضلوں ہی کے کرنے کا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری انجمن نے قرآن و حدیث کے متعلق اس قدر اعلیٰ اور عمدہ لٹریچر تیار کر دیا ہے کہ معمولی قابلیت کی احمدی عورتیں اور مرد بآسانی درس دے سکتے ہیں۔ قرآن کریم کے درس کیلئے "بیان القرآن" کافی ہے۔ انگریزی خوان انگریزی ترجمۃ القرآن سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ حدیث کے درس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحیح بخاری نہایت موزوں ہے۔ درس کی وجہ سے تنظیم و توسیع جماعت کے کام کو بھی بے حد تقویت پہنچے گی۔ لہٰذا ہم تمام بیرونی جماعتوں کے صدر اور سکرٹری صاحبان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد اس کا انتظام کریں۔ آئندہ چند ماہ میں کوئی ایسی جماعت باقی نہ رہنی چاہئے۔ جہاں قرآن کریم کے درس کا سلسلہ جاری نہ ہو۔ اور اگر اس کے ساتھ حدیث شریف کے درس کا بھی انتظام ہو تو سبحان اللہ۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کی دوسری تجویز حضرت مسیح موعود کی کتب کے امتحان کے متعلق ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت صاحب کی کتابوں میں بے نظیر علم موجود ہے۔ جو روشنی ان کتابوں میں ملتی ہے۔ اس سے دور حاضر کا سارا لٹریچر خالی ہے۔ حضرت صاحب کی کتب کا امتحان ان کتابوں کے مطالعہ کی تحریص و شوق کا ایک کامیاب ذریعہ ہے۔ اس پر عرصہ سے عمل ہو رہا ہے ضرورت ہے کہ اب اس کو زیادہ وسعت دی جائے۔ اس بارہ میں ڈاکٹر صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ بہت بڑی حد تک باعث اطمینان ہیں۔ کہ:-

"حال ماسبق کے مطابق یہ تجویز ہے کہ حضرت صاحب کی کتب کا باقاعدہ امتحان ہوا کرے۔ اس کے متعلق عنقریب نصاب وغیرہ شائع کیا جائیگا۔ بلکہ دوست اس کے متعلق سابقہ تجربہ کی بنا پر اگر کوئی تجاویز ارسال کریں تو مشکور ہونگا۔ وہ دوست جو لاہور سے باہر ہیں وہ بھی اس میں شامل ہو کر امتحان دے سکتے ہیں بلکہ خواتین کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اسی طرح نوجوان بچوں اور بچیوں کو۔ تفصیلات بعد میں شائع ہوں گی۔ اس میں عربی زبان کی ابتدائی تعلیم کا بھی انتظام ہوگا"

انشاء اللہ اس وعدہ کے مطابق انجمن امتحان کے لئے جلد مناسب نصاب تجویز کرے گی۔ لیکن یہ کام ایسا ہے جو احباب جماعت کے سرگرم تعاون کے بغیر پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ احباب اس کے متعلق اپنی تجاویز اور مشوروں سے جلد مطلع فرمائیں۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ نوجوانوں، لڑکوں، لڑکیوں اور خواتین کو اس امتحان میں شرکت پر آمادہ کیا جائے بلکہ بڑی عمر کے دوست بھی شریک ہوں۔ اس طرح ان کے علم میں اضافہ ہوگا اور ان کی عملی مثال نوجوانوں اور بچوں کیلئے شرکت امتحان کی ایک موثر عملی ترغیب ثابت ہوگی۔ اب سکولوں کے سالانہ امتحان چند ہفتوں کے اندر ختم ہو جائیں گے۔ آئندہ دو ماہ میں کالجوں کے اکثر طلبہ بھی اپنے سالانہ امتحانوں سے فارغ ہو جائیں گے۔ اس عرصہ میں نصاب انشاء اللہ تجویز ہو چکا ہوگا۔ ضرورت ہے کہ یہ طلبہ اپنے دنیوی امتحانوں سے فراغت حاصل کر کے اس دینی امتحان کی تیاری میں مصروف ہو جائیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہونا چاہیئے کہ جماعت کے ارباب ثروت اپنی طرف سے اعزاز کے ساتھ اس امتحان میں کامیاب ہونیوالوں کے لئے چند انعامات مقرر کریں تاکہ قوم کے بچوں اور نوجوانوں میں علم دین کے حصول کا شوق ترقی کرے۔

ڈاکٹر صاحب کی تیسری تجویز مغربی زبانوں کی تحصیل کے متعلق ہے اور یہ ایک ایسی تجویز ہے جس کو ہمارے نوجوانوں کا عزم بلند سعی پیہم اور شوق تبلیغ ہی جامۂ عمل پہنا سکتا ہے۔ موصوف نے یہ تجویز مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کی ہے:-

"آپ لوگوں پر یہ عیاں ہے کہ ہماری جماعت کا نصب العین دنیا بھر میں اشاعت اور تبلیغ اسلام ہے۔ اس غرض کے لئے ہمیں سب سے اوّل اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوان اپنے فارغ اوقات میں مختلف مغربی زبانیں سیکھیں۔ ان زبانوں میں علاوہ انگریزی کے مندرجہ ذیل خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

(۱) المانوی (۲) فرانسیسی (۳) اطالوی (۴) ہسپانوی۔ میرا خیال ہے کہ اگر ممکن ہو تو ان چاروں کا انتظام کیا جائے لیکن قبل اس کے کہ اُن کے لئے ضروری انتظامات کی طرف توجہ کی جاوے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے نوجوانوں سے یہ دریافت کیا جائے کہ آیا وہ اسمیں شامل ہونے کیلئے تیار ہیں؟ لہٰذا ایسے نوجوان جو ایک یا ایک سے زیادہ زبانیں سیکھنے کے لئے تیار ہوں وہ اپنے نام اور پتے وغیرہ دفتر میں بھیجدیں؟"

نوجوانان جماعت سے جو یہ سوال کیا گیا ہے اسکا جواب انکی طرف سے لازمی طور پر اثبات میں ہونا چاہیئے ——— صرف زبان سے ہاں کر دینا کافی نہیں بلکہ ان کی اس ہاں کے پیچھے ایک ولولہ و عزم ہو۔ اگر ہر سال نصف درجن نوجوان بھی اپنے آپ کو ان مغربی زبانوں کی تحصیل کے لئے پیش کر دیا کریں تو ہمیں کبھی بھی مغربی ممالک کے لئے مبلغوں کی تلاش میں زحمت نہ ہوگی۔ ضرورت کے وقت اکثر ممالک کے لئے مبلغ تیار ملیں گے۔ علاوہ ازیں مغربی زبانوں میں خط و کتابت اور قرآن کریم اور اسلامی لٹریچر کے تراجم کا کام بھی نہایت سہولت سے انجام پا سکے گا ——— جو دوست پیغام صلح کا بغور اور باقاعدہ مطالعہ فرماتے رہتے ہیں انہیں یاد ہوگا کہ ہم یہ تجویز کئی مرتبہ پیش کر چکے ہیں ——— اب وقت آ گیا ہے کہ اس کی اہمیت کو ہمارے نوجوان عملی رنگ میں محسوس کریں۔ جو نوجوان یہ مغربی زبانیں سیکھیں گے وہ انشاء اللہ دنیوی لحاظ سے بھی فائدہ میں رہیں گے۔ آجکل ہندوستان اور دیگر تمام مشرقی ممالک میں ان زبانوں کے مطالعہ کا شوق ترقی پذیر ہے ہر جگہ ان زبانوں کی کتابوں کے تراجم کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

(باقی صفحہ ۴ پر)

شذرات

ایک اشتعال انگیز کتاب

ہمیں نہایت افسوس اور دکھے دل سے اس المناک حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ہندوؤں اور آریہ سماجیوں میں تاحال ایک ایسا شرانگیز اور پست اخلاق طبقہ موجود ہے جس کے بدبخت اور انسانیت ناآشنا افراد مختلف طریقوں اور پیرایوں سے اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ انکی اشتعال انگیزیوں کا منحوس دامن سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ ان کی ان قابل نفرت حرکات کے ناخوشگوار نتائج اکثر ظاہر ہوتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ باز نہیں آتے۔

اسی ہفتہ ہبلی (صوبہ بمبئی) سے اطلاع ملی ہے کہ ریاست مرج کے ایک بدبخت انسان "مہادیو دیوے کرشاستری" نے مرہٹی زبان میں ایک ناپاک اور انتہائی اشتعال انگیز کتاب "آریہ سنوسکرتی چا اتکرشا یکرش" لکھی ہے جو پونہ کے ایک ہندو پریس میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ سکرٹری صاحب محمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کے بیان کے مطابق اس کتاب میں اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم، تاریخ اسلام اور شاہان اسلام کے خلاف انتہائی غلط بیانی اور مغالطہ انگیزی کے علاوہ ان پر نہایت گندے حملے کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کا طرز تحریر اور لب لہجہ بے حد اشتعال انگیز، دل آزار اور توہین آمیز ہے، چنانچہ ہبلی اور صوبہ کے دیگر مقامات کے مسلمانوں . . . . . . کو اس کتاب کی اشاعت کی وجہ سے بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ ۲۰ر فروری سنہ۱۹۳۹ء کو محمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی کے زیر اہتمام مولانا حکیم عبد الرحمان صاحب ایل۔ یو۔ ایم۔ بی کی صدارت میں مسلمانوں کا ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جسمیں اس کتاب کی اشاعت پر اظہار ناراضگی کیا گیا اور ایک قرارداد کے ذریعہ ریاست مرج اور حکومت انگریزی سے اپیل کی گئی ہے کہ اس ناپاک کتاب کو فوراً ضبط کر کے اس کے مصنف، طابع و ناشر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے۔

علاقہ کے مسلمانوں کا اضطراب روز افزوں ہے ہمیں امید ہے صوبہ کی حکومت اور ریاست مرج کے ارباب انتظام اس معاملہ کی طرف فوری توجہ کریں گے اور مسلمانوں کو شدید احتجاج کے لئے مجبور نہیں ہونا پڑے گا۔ اسلام، قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہر ایک کلمہ گو کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس سے ایک مسلمان کے دل کو جو صدمہ ہوتا ہے اس کا اندازہ غیر مسلموں کے لئے آسان نہیں ہے۔ مگر ہم اپنے ہبلی کے بھائیوں اور صوبہ کے دیگر مسلمانوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ کامل صبر و ضبط سے کام لیں گے اور اپنی احتجاجی مساعی کو آئینی حدود کے اندر رکھیں گے۔ تمام اسلامی ہندوستان کی ہمدردی یقیناً ان کے ساتھ ہے۔

"ٹرکش ریلیف فنڈ"

ترکی ذرائع سے موصول شدہ مندرجہ ذیل خبر متعدد اردو انگریزی روزناموں میں شائع ہو چکی ہے:۔

"فن لینڈ کے جذبہ ہمدردی نے ترکوں کو بیحد متاثر کیا ہے۔ فن لینڈ اس وقت خود روسیوں کے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا ہے مگر اس نے اپنی مصیبت کے باوجود اناطولیہ کے زلزلہ زدوں کیلئے قابل قدر امداد بھیجی ہے۔ ترکی حکومت نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ خوفناک مصائب میں مبتلا قوم نے ترکی کے اس حادثہ میں اسے یاد رکھا اس کا یہ شریفانہ جذبہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فن قوم بے انتہا شریف اور بلند نظر قوم ہے۔"

حکومت ترکی کے اس تبصرہ سے دنیا کا ہر ایک انسانیت دوست شخص یقیناً اتفاق کرے گا۔ بیشک فن قوم کے سامنے آجکل زندگی و موت کا سوال ہے اور وہ ایک فیصلہ کن اور خطرناک کشمکش میں مبتلا ہے لیکن اس کے باوجود اس کا زلزلہ زدگان اناطولیہ کو امداد بھیجنا ایسا فعل ہے جسکی کہ جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ فن قوم کے اس شریفانہ فعل میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک زبردست تحریک اور بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے۔ ایک غیر مسلم اور مصائب میں محصور قوم کی یہ مثال ہم سے کہہ رہی ہے کہ ہمیں اہل فن لینڈ سے بہت بڑھ چڑھ کر مصیبت زدگان کی امداد کرنی چاہیئے کیونکہ ہمارا اُن سے دوہرا رشتہ ہے ایک انسانیت کا اور دوسرا اسلام کا۔ "ٹرکش ریلیف فنڈ" کے متعلق ان صفحات میں احباب جماعت سے دو تین مرتبہ اپیل ہو چکی ہے۔ مگر ابھی ایسے دوست باقی ہیں جنہوں نے تاحال اس فرض کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ امید ہے کہ یہ تازہ مثال سن لینے کے بعد وہ مزید تاخیر پسند نہ کریں گے اور اس فنڈ کیلئے اپنا چندہ فوراً ارسال فرماوینگے۔

(بقیہ لیڈر)

آخر پر ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ زندہ اور باعمل قوموں کا یہ شعار ہوتا ہے کہ وہ ہر مفید اور ضروری تجویز کو جوش و عجلت کیساتھ عملی جامہ پہنا دیا کرتی ہیں انہیں بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اپنے اسی شعار کی وجہ سے وہ مردہ اور بے عمل قوموں سے ممتاز نظر آتی ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے نوجوان اور دیگر افراد اپنی زندگی اور قوت عمل کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو اسکا ذریعہ صرف یہی ہے کہ وہ ان ضروری و مفید تجاویز کو فی الفور عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ اس طاقت کو جس سے بہت سا تعمیری کام کیا جا سکتا ہے صرف یا دہانیوں اپیلوں اور تحریکوں پر ہی ضائع ہونے سے بچانا چاہیئے۔

Verily I say unto thee,
peter thou shalt deny me
through the coming ages
and never stop until
thou shalt be old and thou
shalt stretch forth thy
hands and another shalt
grid thee wither thou
wouldst not.

پطرس میں تجھے کہتا ہوں تو آئندہ زمانہ میں میرا انکار کرے گا اور اس پر مصر رہے گا۔ یہاں تک کہ تو بوڑھا ہو جائے اور کوئی دوسرا تجھ سے بغلگیر ہو گا اور تجھے دوسری سمت لیجائے گا جس طرف تجھے نہ جانا چاہیئے۔

کہتے ہیں مسیح کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور پطرس اس سے منحرف رہا۔

(باقی دارد)

(بقیہ صفحہ ۶)

کرنے میں ناقابل انکار مدد کی ہے یعنی اوراق تاریخ میں یہ شرمناک افترا کہ پطرس روما میں شہید ہوا ہے"۔ یہ ایک طبعی امر ہے اگر کیتھولک پادری اپنی ضد پر اڑے رہیں مگر اس سراب آسا فریب نظر کے دور ہوتے ہی رسالت مسیح کی خلافت بھی زمین پر گر جائے گی۔"

(صفحہ ۱۲۴)

قادیان کے قصر خلافت کی تعمیر اگر اسی بنیاد پر قائم کی جا رہی ہے تو مسیح اول کی خلافت کے جعلی ثابت ہونے سے یہ قصر خلافت بھی باد رہوا ثابت ہوگا۔ پطرس کے متعلق کیتھولک روایات اس قدر مبالغہ آمیز ہیں کہ اس نے نہ صرف مقدونیہ، یونان، سسلی اور اٹلی میں تبلیغی کام کیا بلکہ کیتھولک کلیسا کی فضیلت کمال تک پہنچانے کی غرض سے پطرس کو ہسپانیہ میں بھی تبلیغ کرتا ہوا بیان کیا گیا ہے۔ یہ سب فرضی روایات اس کی ایشیا کو چھوڑ کر روما کیطرف جلاوطنی ثابت کرنے کی غرض سے تراشی گئی ہیں۔

نمبر ۶۔ کیا پطرس نائب مسیح یا خلیفۃ المسیح تھا؟ مفتی صاحب کے حوالہ متی ۱۶ ا ۱۳ تا ۲۰ پر بحث کرنے سے پہلے کہ جس سے پطرس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ہم پطرس کے متعلق جناب مسیح کے ارشادات نقل کرنا چاہتے ہیں

(الف) پطرس ایمان کا کمزور تھا مسیح نے اسے مخاطب کر کے کہا "اے کم اعتقاد تو کیوں شک لایا؟" (متی ۱۴: ۳۱)

(ب) مسیح نے اپنے دو حواریوں کو شیطان کا خطاب دیا۔ اور وہ یہودا ۱۵ اور پطرس ہیں (متی ۱۶ ا ۲۳) پر اس نے پھر کے پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں۔ بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے"

(ج) مسیح اسے دعا مانگنے کے لئے ساتھ لیگیا۔ مگر وہ خواب غفلت میں سویا رہا۔ (لوقا ۹: ۳۲)

(د) اس کے ٹھوکر کھانے کی نسبت مسیح نے پیش خبری کی تھی (لوقا ۲۲ ا ۳۴ یوحنا ۱۳/۳۸ متی ۲۶: ۳۳ مرقس ۱۴: ۳۰)

(ہ) چنانچہ اس نے مسیح کا تین مرتبہ انکار کیا اور لعنت بھیجی۔ (متی ۲۶: ۷۴)

(مرقس ۱۴: ۷۱ لوقا ۲۲ ا ۶۱ یوحنا ۱۸: ۱۷)

(و) مسیح کی ایک اور پیشگوئی بھی پطرس کے حق میں پوری ہوئی اور وہ یہ کہ پطرس مسیح کے پیچھے پانی پر چلنے سے ڈگمگا گیا (متی ۱۴ ا ۳۱) پانی پر چلنا کوئی معجزہ نہیں بلکہ یہ شریعت پر چلنے کا استعارہ ہے۔ جسے عیسائی دوستوں نے نہیں سمجھا۔ اس پانی پر نہ چلنے اور ڈگمگا جانے سے مطلب یہی تھا کہ پطرس شریعت اور اطاعت مسیح سے منحرف ہو جائے گا۔ اسی بنا پر پروٹسٹنٹ علما نے کیتھولک کے خلاف ایک لطیفہ لکھا ہے۔

"رومن کلیسا نے پطرس کو اپنے گرجا کا بنیادی پتھر ظاہر کر کے نہایت موزوں کام کیا ہے۔ کیونکہ ایسے کلیسا کیلئے ایسا ہی حواری مناسب تھا جس نے عین خطرہ کے وقت اپنے استاد کا تین مرتبہ انکار کیا اور وہ یہودا سے دوسرے نمبر پر تھا کہ استاد کو اس کے متعلق یوں خطاب کرنا پڑا "دور ہو شیطان" (مرقس ۸ ا ۳۳)

یونانی کلیسا کی روایت بھی یہاں قابل غور ہے جو متی کے ایک شاگرد کی طرف منسوب ہے "جب پطرس نے خوفزدہ ہو کر اپنی پریشانی کے عالم میں سوال پر مسیح کا تین مرتبہ ناکبھی انکار کیا اور اس کے بعد مرغ نے بانگ دی۔ اس وقت مسیح یہودیوں کی حراست میں ہال سے گزر رہا تھا تو اس نے پطرس کی طرف مڑ کر کہا۔

مکتوب امیر

احباب جماعت کیلئے چار خوشخبریاں

اور چند ضروری باتیں

برادران محترم! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میں نے ایک مختصر سا دورہ سال گذشتہ اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں کیا تھا جس میں احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ان کا ماہوار چندہ ایک نظام کے ماتحت اپنی اپنی حیثیت کے مطابق یکساں ہونا چاہئے اور وہ شرح ایک آنہ فی روپیہ آمدنی کا حصہ ہے یا پچاس سے کم آمدنی والے احباب کی صورت میں تین پیسے فی روپیہ۔ مجھے اس بات سے پہلی خوشی تو یہی بہت تھی کہ جن احباب کے پاس میں گیا۔ انہوں نے عام طور پر میری آواز پر خوشی سے لبیک کہا۔ اور اس کا اظہار میں وقتاً فوقتاً اخبار میں بھی کرتا رہا لیکن ابھی یہ امر دیکھنے کے قابل تھا کہ آیا عملی رنگ میں یہ وعدے پورے بھی ہوتے ہیں یا نہ۔ سو آج میں خدا کے فضل سے یہ

دوسری خوشخبری

آپ کو سنانے کے قابل ہوں کہ جن احباب نے وعدے کئے تھے وہ عام طور پر ان کا ایفا بھی کر رہے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا ماہوار چندہ جو پہلے اوسطاً سترہ اٹھارہ سو روپے ماہوار ہوتا تھا۔ گذشتہ چار ماہ میں یعنی یکم نومبر سے آخر فروری تک اوسطاً اڑھائی ہزار روپے ماہوار سے اوپر ہو گیا فالحمد للہ۔

اس کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ عموماً احباب میں مالی قربانیوں کے لئے ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ گذشتہ مالی سال کے آخر پر جو سترہ ہزار روپے کے بل قابل ادائیگی تھے اور جو انجمن کے ذمہ ایک قرضہ تھا۔ فروری کے آخر تک وہ کل کے کل اور ان کے ساتھ ہی نومبر۔ دسمبر اور جنوری کے بل بھی ادا ہو چکے ہیں۔ اور یوں احباب کے اس ایثار سے انجمن کے سر سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ گو اس کو اتارنے کے لئے تین چار ہزار روپے قرضہ حسنہ کے رنگ میں بھی بعض احباب سے لینے پڑے ہیں۔ اور یہ اللہ کے فضل سے ہماری قوم کے لئے

تیسری خوشخبری ہے

اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خوشی ہے کہ جماعت کے اندر جد وجہد اور کام کے لئے ایک نئی حرکت اور جماعت کی توسیع کیلئے سرگرمی پیدا ہو گئی ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ ابھی کثیر حصہ احباب نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور بہت تھوڑے حصہ نے شاید بمشکل دسویں حصہ نے توجہ کی ہو گی۔ لیکن پھر بھی جماعت کی ترقی کی رفتار بہت دل خوش کن ہے اور اس رنگ میں یہ ایک

چوتھی خوشخبری

جماعت کے لئے ہے کہ کئی ایک احباب جو قادیانی جماعت میں شامل تھے۔ وہ ادھر سے فسخ بیعت کر کے ادھر شامل ہو رہے ہیں جن کے اعلان وقتاً فوقتاً آپ کی نظروں سے گذرتے رہتے ہیں۔ قادیانی جماعت کے کثیر حصہ کو ابھی تک ہمارے متعلق ایک غلط فہمی میں رکھا گیا ہے۔ اور ہمارے عظیم الشان خدمت اسلام کے کام کو دن رات قادیانی اخبارات ایک فتنہ قرار دے کر ہمارے ساتھ تنفر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ پروپاگنڈا ہماری طرف سے ایک زبردست کوشش چاہتا ہے کہ ہم قادیانی جماعت کو اس حقیقت سے آگاہ کریں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہماری اتنی تھوڑی سی حرکت پر اس کے اتنے بڑے انعامات نازل ہو رہے ہیں۔ مگر یہ اس کا احسان لئن شکرتم لازیدنکم کے اٹل قانون کے ماتحت یہ چاہتا ہے کہ اس کے احسانات کو اور زیادہ جذب کرنے کے لئے ہم بھی اپنے قدم کو تیز کریں اور جو احباب اس وقت تک ہشیار نہیں ہوئے۔ وہ بھی ہشیار ہو جائیں۔ اس کے لئے میں ذیل کے چند امور کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔

اوّل۔ جماعت کے اندر ایک فرد بھی ایسا نہ ہونا چاہئے جو اپنا چندہ شرح مقررہ سے کم ادا کرے۔ یعنی کم سے کم چندہ ماہوار جو ہر دوست کو اپنے اوپر لازم کر لینا چاہئے وہ ایک آنہ فی روپیہ یا تھوڑی آمدنی والے احباب کی صورت میں تین پیسے فی روپیہ سے کم نہ ہو اگر ساری جماعت اس پر عامل ہو جائے تو ہمارا صرف ماہوار چندہ چار ہزار روپے ماہوار سے کسی صورت میں کم نہیں رہ سکتا۔

دوم۔ تمام دوست اس بات کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔ کہ چندہ ماہوار اگر کوئی ان سے وصول نہ بھی کرنے والا ہو تو اس کو آمدنی کے ہاتھ میں آتے ہی الگ کر دیں اور اپنی طرف بقایا کسی صورت میں نہ ہونے دیں۔

سوم۔ اس وقت تک جو کمی ہماری آمد میں بمقابلہ اخراجات کے ہے اس کو پورا کرنے کے لئے میں نے جلسہ سالانہ پر اپیل کی تھی اور جو احباب سالانہ جلسہ میں شامل نہیں ہوئے۔ ان سے بعد میں تحریراً اپیل کی تھی۔ جلسہ سالانہ پر جو دوست شامل تھے ان میں سے تو شاذ و نادر ہی کوئی دوست رہ گئے ہوں گے جنہوں نے کوئی عطیہ نہ دیا ہو۔ مگر جن احباب کو بعد میں اپیل کی گئی تھی ان میں سے ابھی بہت سے احباب باقی ہیں۔ وہ جلد تر اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

چہارم۔ تمام دوست جس نعمت سے خود فائدہ اٹھا رہے ہیں اسے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں اور اس نعمت کے پہنچانے میں قادیانی جماعت کو نظر انداز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان میں سے بہت آدمیوں کو پیر پرستی اور تکفیر مسلمین کی لعنت سے نجات دیکر ہمارے ساتھ ملا دے گا۔ یہ تو فرداً فرداً احباب سے درخواست ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں

سب جماعتوں کو ایک نہایت ضروری امر

کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مارچ۔ اپریل۔ مئی ان تین ماہ کے اندر اندر سب جماعتوں میں جلسے ہونے چاہئیں۔ اس کے متعلق سکرٹری صاحب نے بھی اخبار میں اعلان کیا ہے اور جماعتوں کو خطوط بھی لکھے گئے ہیں بعض جماعتوں نے سالہا سال سے اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی۔ لیکن اس وقت جب جماعت میں اللہ کے فضل سے ایک زبردست حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ ہر جماعت کیلئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ مرکز سے مبلغین کو بلا کر ناواقف لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا دے۔ جلسہ کے انتظام کے لئے کسی بڑے خرچ کی ضرورت نہیں۔ اور ایک ایک دو دو لیکچر بھی کافی ہیں۔ ہر ایک شہر ہی نہیں بلکہ ہر گاؤں میں بھی جہاں ہماری جماعت کا کوئی آدمی ہے جلسے ہونے چاہئیں۔

خاکسار

محمد علی

تعاقب

خلافت اور پوپیت

(از جناب مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی)

ایک محترم دوست نے میری توجہ مفتی محمد صادق صاحب کی ایک تقریر کی طرف دلائی ہے جو جلسہ جوبلی قادیان کی تقریب پر کی گئی جلسہ جوبلی کا مقصد وحید نہ خداوند عالم کی توحید کا اثبات نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمیت نبوۃ اور تصدیق رسالت نہ دین اسلام کی صداقت اور نہ ہی حضرت مسیح موعود کے صدق دعویٰ کی تبلیغ تھا۔ بلکہ انوار خلافت، برکات خلافت، فیضان خلافت یا صرف خلافت اور میاں محمود کی خلافت کا ڈھول اور نرسنگا پھونکنا تھا۔ بنا بریں استقرار خلافت کے لئے مصالحہ جمع کرنے کا کام حسب قابلیت مختلف لوگوں کے سپرد کیا گیا تھا اور حکم یہ تھا کہ لے آؤ جو کچھ لا سکتے ہو۔

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد

مفتی صاحب موصوف کے سپرد ان کی اہلیت کے شایان آشیانہ خلافت کیلئے بائیبل سے تنکے چننے کا کام تھا۔ انہیں گلہ ہے وقت کی تنگی کا۔ ان کے اس افسوس پر ہمیں بھی افسوس ہے کہ وہ اپنی فضیلت علمی کے جوہر نہ دکھا سکے۔ تاہم ان کے اس اعتراف قصور کو کسر نفسی پر محمول کیا گیا ہے اور اس تقریر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے اس تقریب سے ہمیں اس پر کچھ لکھنے کی زحمت اٹھانا پڑی ہے۔

مفتی صاحب کی تقریر کا ماحصل صرف اس قدر ہے:۔

(۱) انبیاء کے بعد خلافت کا ہونا ایک ضروری امر اور تاریخی صداقت ہے۔
(۲) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا جانشین اول پطرس تھا۔
(۳) پطرس شہر روما میں تبلیغ کرتا ہوا مارا گیا۔
(۴) مسیح کے بعد ایک ہزار برس تک جانشینان پطرس پوپ نہیں کہلائے
(۵) گیارھویں صدی مسیحی سے پطرس کے جانشین پوپ کہلانے لگے۔
(۶) اس سے پیشتر خلفاء مسیح نائب مسیح کہلاتے تھے۔
(۷) پوپ کا انتخاب خود پوپ سابق کر جاتا تھا۔ یا بعد میں چند بڑے آدمی مل کر کرتے تھے۔
(۸) پطرس کے خلیفہ برحق ہونے کی سند انجیل متی ۱۶: ۱۳ تا ۲۰ ہے۔
(۹) خود مسیح نے پطرس کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ بحوالہ یوحنا ۲۱: ۱۵
(۱۰) پطرس کا اصل نام شمعون تھا مسیح نے ایمان اور روحانی ترقی کے باعث اسے اول المومنین قرار دے کر اس کا نام پطرس رکھا۔
(۱۱) وہ کلیسا (جماعت مسیحی) کا بنیادی پتھر تھا۔
(۱۲) مسیح کا کلام مذکور متی ۱۶: ۱۳—۲۰ ایک پیشگوئی تھا جو پطرس کے جانشین قرار پانے سے پورا ہوا۔
(۱۳) پطرس کو قبولیت دعا کا اعجاز بخشا گیا
(۱۴) پطرس کی تعریف مسیح اول نے اور مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی تعریف مسیح موعود نے کی۔ لہذا حضرت مولانا مرحوم مثیل پطرس اور خلیفۃ المسیح تھے
(۱۵) پوپیت روما اور خلافت قادیان میں وجوہ مماثلت موجود ہیں۔

سنا آپ نے مفتی صاحب نے کیا فرمایا۔ اس پر ہماری گذارش صرف اس قدر ہے کہ عالم عبرانی و کلدانی و سریانی کی

غلطیہا مضامین نہ پوچھ

مفتی صاحب کا نمبر۱ ایک دعویٰ ہے جس کی دلیل اگلی دفعات میں موجود ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس دعویٰ کی دلیل فاسد ہے جس پر ابھی ہم تفصیلی بحث کریں گے نیز حضرت مسیح موعود کی الوصیت میں ان کے بعد شخصی خلافت کا کوئی ذکر نہیں اور نہ حضرت صاحب نے جناب مسیح کی طرح (جیسا کہ مفتی صاحب کا خیال ہے) کسی پطرس کے حق میں کوئی وصیت ۔ ۔ کی اور آپ کے مزعومہ خلیفہ وقت کو اس امر کا اقرار ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود کا دعویٰ آیت استخلاف کے ماتحت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کا ہے اور خلیفہ کا خلیفہ ہونا ثابت نہیں۔

(نمبر۲) حضرت مسیح علیہ السلام کا خلیفہ پطرس تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کا بھی خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ یہ امر محل نظر ہے مسیح علیہ السلام کے بعد پطرس خلیفہ تھا یا پولوس یا میٹر او سیال دونوں خلیفہ تھے اور دونوں رومن کلیسا کی بنیاد تھے؟ یہ تحقیق طلب ہے جن روایات کی بنا پر پطرس کا خلیفہ ہونا بتایا جاتا ہے ان کی حیثیت علماء بائیبل کے نزدیک یہ ہے۔

The earliest period of the Christian Community in Rome is wrapped in impenetrable obscurity. Tradition attributes its founding to the joint labours of the apostles Peter + Paul. This tradition however is unworthy of our confidence. It is comparatively recent.

روما میں مسیحی جماعت کا ابتدائی دور ناقابل گذر تاریکی میں گھرا ہوا ہے۔ جو روایت اس کلیسا (جماعت) کی بنیاد پطرس اور پولوس کی متحدہ محنت قرار دیتی ہے۔ یہ روایت ہمارے اعتماد کے ناقابل ہے اور زمانہ مابعد کی گھڑنت ہے۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ:۔

(الف) رومن کلیسا کی ابتدائی تاریخ تاریک ہے۔
(ب) رومن کلیسا کی بنیاد پطرس اور پولوس کی مشترکہ محنت ہے یہ روایت ناقابل اعتماد ہے۔
(ج) ایسی روایت خبر احاد ہے جو مفید علم نہیں۔
(د) اور یہ روایت بعد کے زمانہ میں تراش لی گئی ہے

مفتی صاحب خود ہی فتویٰ دیں کہ آشیانہ خلافت کیا ایسے ہی کمزور تنکوں کے سہارے ترتیب پا رہا ہے۔ کیا یہ بیت عنکبوت دلائل کے سامنے ٹھہر سکتا ہے؟

سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں اس کے خلاف دلائل کا طویل سلسلہ سپرد قلم کرنے کے بعد قابل مؤلف نے لکھا ہے:۔

These clear testimonies however to the founding of the Church of Rome by Peter + Paul - however unhesitatingly they may have been accepted and built in later times - are one and all quite unworthy of credence. Not only are they relatively recent and obviously framed in accordance with a settled policy of glorifying the unity of the church as having been manifest even in its oldest communities what is more to the .... point they are at variance with older representations —

رومن کلیسا کی بنیاد پطرس اور پولوس کی مشترکہ کوشش پر ہے۔ اس امر کو بلا سوچے سمجھے قبول کر لیا گیا ہے حالانکہ یہ زمانہ مابعد کی گھڑنت ہے اور قطعاً ناقابل اعتماد ہے۔ نہ صرف وہ روایت نسبتاً نئی ہے۔ بلکہ کلیسا کی وحدت کو ظاہر کرنے کیلئے گھڑی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی سب روایات خواہ ہمیں کیسے ہی وثوق سے وصول ہوئی ہوں یا نہ ہوں وہ روایات قدیمہ کے یکسر خلاف ہیں۔

whether we receive these with absolute confidence.

مفتی صاحب کے نمبر ۳ پر غور

شاید مفتی صاحب ابھی تک اس امید میں ہوں کہ پطرس اور پولوس دونوں کی مشترکہ محنت ۔۔۔ رومن کلیسا نہ کیا ہو۔ صرف پطرس کی چٹان ہی اس کلیسا کی بنیاد ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے پطرس کے متعلق سائیکلو پیڈیا ببلیکا کا فاضل مؤلف لکھتا ہے:۔

It is, in fact, improbable that Peter ever set foot in Rome

"پطرس نے روما میں کبھی قدم رکھا، یہ فی الحقیقت محال ہے"

پس پطرس کا روما میں قدم رکھنا واقعات کی بنا پر غلط محض ہے۔

اب اس کے بعد مفتی صاحب کیلئے صرف ایک ہی چارہ کار ہے کہ وہ خلافت مسیح موعود کی مماثلت خلافت مسیح اول سے ثابت کرنے ہوئے جماعت احمدیہ میں خلافت کو پوپ کی خلافت کے مثل قرار دیں۔ یا سرے سے خلافت مسیح اول اور خلافت مسیح موعود کو ناجائز قرار دیں۔

من نہ گویم کہ ایں مکن آں مکن
مصلحت بین و کار آساں کن

نمبر ۴۔ روما میں پوپ پالوس کے جانشین ہیں نہ پطرس کیونکہ

(الف) پطرس کے عقائد یہ نہ تھے جو رومن کلیسا کے ہیں
(ب) رومن کلیسا کے عقائد وہی ہیں جو پولس کے تھے۔
(ج) اس اعتبار سے کہ حضرت مسیح موعود کے عقائد وہ نہیں جو موجودہ خلیفہ کے ہیں جس طرح مسیح اول کے عقائد وہ نہ تھے جو پالوس کے تھے دونوں سلسلوں کے اندر گہری مماثلت ہے۔

نمبر ۵۔ جناب پطرس کے جانشین پوپ کہلانے لگے۔ یہ امر بھی غلط ہے۔ میڈم بلاسکی مشہور تھیوسوفسٹ اپنی تصنیف آئسس ان ویلڈ (Isis unveiled) میں لکھتی ہیں:۔

ہم ایک مرتبہ پھر آباد لسبومین کے سب سے بڑے عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس نے رومن کیتھولک کلیسا کی بیجا فضیلت قائم

(باقی صفحہ ۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۲)

ہی حضرت صاحب نے مصلح موعود رکھا ہے۔ پھر آپ نے شیخ غلام محمد کے تبلیغ نامہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"اللہ تعالیٰ ماموروں کو بیکار نہیں بیٹھنے دیتا۔ ان اللہ لا یضیع وقت المامور"

پھر جب آپ نے اپنا رسالہ شیخ غلام محمد کو بھیجا تو ۴ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو اس کے ساتھ ایک خط لکھا جس میں یہ لفظ لکھے:-

"آپ کو ان واقعات سے کوئی امر پسند ہو تو اپنی عبارت میں اپنے رسالہ کے اندر درج کر دیں۔ اگرچہ آپ کو سب واقعات مستحضر ہوں گے۔ ماموروں کے الفاظ میں کچھ نور ہوتا ہے غیر ماموروں کے الفاظ تاریکی میں ہوتے ہیں۔"

تو آپ نے اپنی تحقیقات کی رو سے دنیا کو یہ یقین دلایا کہ شیخ غلام محمد روح القدس کی تائید سے بولتے ہیں اور مہدویت کا منصب رکھتے ہیں اس میں ان کے مہدی یا مصلح موعود ہونے کا صاف صاف اقرار ہے پھر ان کی کارگزاری کو دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ ان اللہ لا یضیع وقت المامور۔ اور پھر ان کی تحریر میں آپ کو نور بھی نظر آتا تھا۔ اب ان ساری باتوں کی آپ یوں توجیہ کرتے ہیں کہ "میں شیخ غلام محمد صاحب کو اس رنگ میں مخاطب کرتا رہا ہوں جس طرح کہ شیخ صاحب اپنی ذات کو سمجھتے ہیں۔ نہ اس طرح جس طرح کہ میں ان کو سمجھتا ہوں"

شیخ غلام محمد کے متعلق حسن ظن کی یہ توجیہ صحیح نہیں

آپ ہی انصاف کریں کہ کیا یہ توجیہ درست ہے۔ آپ تو صاف الفاظ میں اس کے مہدی اور مصلح موعود اور مامور من اللہ ہونے کے قائل تھے۔ یہاں تک کہ اس کی مہدویت پر حضرت مرزا صاحب کی مہدویت کو بھی قربان کر دیا۔ اور مہدی کا دعویٰ کرنے میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی غلطی برقرار دیا۔ آپ کے صاف الفاظ آپ کے خط میں طبع شدہ موجود ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مہدی معہود قرار دینے میں غلطی کی۔" اور یہی مسلک آپ نے اپنی تفسیر "حسن بیان" میں صفحہ ۳۲۶ پر اختیار کیا ہے تو اب ان سب باتوں کے بعد اور صاف طور پر لکھ دینے کے بعد کہ شیخ غلام محمد روح القدس کی تائید سے بولتے ہیں اور مہدویت کا منصب رکھتے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ آپ ان کو اس طرح مخاطب کرتے رہے۔ جس طرح شیخ صاحب اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاید میاں صاحب کو مصلح موعود بھی آپ نے اسی رنگ میں مانا ہو کہ چونکہ ان کے مریدان کو مصلح موعود کہتے تھے۔ اسی طرح آپ نے بھی کہہ دیا اور انہیں اسی طرح مخاطب کیا جس طرح وہ اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ یا جس طرح ان کے ہزار ہا مرید ان کو سمجھتے تھے۔

عالمانہ شان کے خلاف ایک افسوسناک بات

پھر آپ نے یہ بات بھی اپنی عالمانہ شان کے خلاف لکھی ہے کہ جس طرح آنحضرت صلعم نے ابن صیاد کے دعوے پر یہ کہا تھا کہ میں خدا کے سب رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔ اسی طرح آپ بھی شیخ غلام محمد سے حسن ظن رکھتے ہوئے ایسی باتیں لکھتے رہے کہ وہ مہدویت کا منصب رکھتے ہیں اور ان کے کلام میں خدا کے ماموروں والا نور ہے۔ یہ تو نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس پر حملہ ہے کہ گویا آپ بھی ابن صیاد کو حسن ظن کی بنا پر مامور سمجھتے تھے۔ یا آپ صلعم نے ایسے لفظ بولے جن سے یہ خیال ہو سکتا ہو کہ شاید وہ نبی ہی ہو جس طرح آپ اپنے نئے اعتراف کے مطابق سمجھے تھے کہ شاید شیخ غلام محمد مصلح موعود اور مامور ہی ہو۔ العیاذ باللہ آنحضرت صلعم کے ان الفاظ کے تو صاف معنی تھے کہ میں تو کل دنیا کی قوموں میں رسولوں کے آنے پر ایمان لاتا ہوں مگر تم رسالت کے دعوے میں جھوٹے ہو۔ اس لئے میں تم پر ایمان نہیں لاتا۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے وہیں قسم کھا دی کہ ابن صیاد دجّال ہے مجھے ڈر ہے کہ جس طرح قادیانیوں نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو تیرہ سال تک اپنا دعویٰ سمجھ نہیں آیا۔ نبی کریم صلعم کے متعلق یہ بھی کہہ دیا کہ آپ صلعم کو کچھ سال تک اپنا دعویٰ سمجھ نہیں آیا۔ اور آپ کو شک تھا کہ آپ کی وحی منجانب اللہ ہے یا نہیں۔ اسی رنگ میں آپ بھی تو تلقین علیہا ہو رہے ہیں۔ (باقی آئندہ)

جماعت بغداد کی تبلیغی کوششیں

سید تفضل حسین صاحب قادری تاجر بغداد باقاعدہ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی ڈائری کی نقل ہر ہفتے بھیجتے ہیں۔ ۱۳ر فروری تک کی ڈائری پہنچ چکی ہے۔ اس میں سے چند اقتباسات ذیل میں دیئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ سید صاحب موصوف اور جماعت عراق تبلیغ میں مصروف رہنے کے علاوہ ہر ایک تحریک میں جو مرکز سے ہوتی ہے بڑے شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ (عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری)

یکم فروری ۱۹۴۷ء۔ چودھری علی محمد صاحب کا موصل سے خط آیا جس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چند ایک دفعہ کتاب "مسیح موعود" مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کو پڑھا ہے۔ ہر وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ عربی ہو جائے تو نہایت ہی اچھا اثر ہوگا۔ حضرت سیدنا امیر قوم ایدہ اللہ کی اپیل بصورت ٹریکٹ نظر سے گذری کل دوستوں کے سامنے پیش کروں گا۔

۳ر فروری۔ اخویم چودھری علی محمد صاحب موصل کو خط کا جواب دیا۔ چار ورق تبلیغی ڈائری اور حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی اپیل کا اشتہار بھجوایا

۴ر فروری۔ حضرت سیدنا امیر قوم کی اپیل پر آج جناب ایم آر مرزا کی طرف سے نصف پونڈ۔ اخویم عبد الحکیم صاحب کی طرف سے نصف پونڈ۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب کی طرف سے پانچ روپے کمترین کی جانب سے پانچ روپے درج فہرست ہوئے۔ اخویم سید عابد علی صاحب خانقین کو خط لکھا حضرت امیر قوم کی اپیل کا اشتہار بھجوایا۔ اور پانچ ورق تبلیغی ڈائری کے بھی ارسال کئے۔ برادرم گل محمد صاحب بصرہ کو خط کا جواب دیا۔ اور اخویم عبد الرحمٰن صاحب انصاری کے لئے حضرت سیدنا امیر قوم کی اپیل کا اشتہار بھیجتے ہوئے لکھا ہے کہ دوستوں کے سامنے بھی اپیل کا اشتہار پیش کریں۔

۸ر فروری۔ اخویم عبد الحکیم صاحب کرکوک کی طرف سے انجمن کے حساب میں ایک پونڈ ملا جس میں سے نصف پونڈ لبیک بآواز امیر میں اور ربع پونڈ اخراجات سالانہ جلسہ میں وضع کئے۔ . . . چودھری علی محمد صاحب کا موصل سے خط آیا جس میں آپ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ارسال کردہ عربی رسالے اور دو عدد پیغام صلح کے پرچے بھی وصول پائے۔ سالانہ جلسہ کے بعد کی چندہ والی اپیل بھی ملی خاکسار کی طرف سے ۵۰۰ فلس (نصف پونڈ) قبول فرما دیں۔ میں ہر روز تھوڑا بہت وقت یہاں عربوں میں بات چیت کرنے کو نکال لیا کرتا ہوں۔ وہ لوگ نہایت ہی خوش ہیں کہ خاکسار سے ان کو کافی معلومات مل جایا کرتی ہیں۔"

جناب اللہ دایا صاحب جاپانیہ جا رہے ہیں۔ ان کے ہاتھ اخویم سلطان علی صاحب کو اشتہار اپیل حضرت امیر قوم (جس میں موصوف کے نام نصف پونڈ لکھا گیا ہے) بھجوایا۔ نیز چار ورق تبلیغی ڈائری کے ارسال کئے۔ اخویم محمد حسین صاحب موٹر ڈرائیور کیلئے پیغام صلح نمبر ایک سے چار تک بھجوائے۔ اخویم محمد شیر گل صاحب آج رات کی گاڑی سے ایک مدت کے لئے بصرہ جا رہے ہیں۔ سفر میں تبلیغ کیلئے موصوف کو مندرجہ ذیل کتب دی گئیں۔ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی"، "ہارٹ آف اسلام"، "اسلامک برادرہڈ"، "کال آف اسلام"، "بعثت مجددین"، "تعلیم الاحمدیہ"۔

۱۳ر فروری۔ برادرم عبد الصمد صاحب برق کرکوک سے بھی ۸ر فروری کا لکھا ہوا خط موصول ہوا جس میں آپ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل احباب قادیان کے نام اخبار پیغام صلح ۴ر جنوری ۱۹۴۷ء میں نظر سے گذری۔ چونکہ نہایت موثر پیرایہ میں حضرت نے دریا کو کوزہ میں بند فرمایا ہے اور نہایت سادہ اور پراز معلومات طریقہ پر ہر ایک چیز کو جمع فرما دیا ہے۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ اس اپیل کو علیحدہ ٹریکٹ کی شکل میں شائع کرا کے محمودی حضرات کے پاس جہاں کہیں بھی ہوں اور پتہ مل سکے پہنچانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ ہمارے یہ بھولے بھٹکے بھائی بے خطا ہیں۔ ان کو تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ . . . اخویم عبد الصمد صاحب یہ سن کر خوش ہوں گے کہ مذکورہ بالا اپیل بصورت ٹریکٹ جلسہ سالانہ کے موقع پر شائع کر کے تقسیم ہو چکی ہے۔

۹ر فروری۔ بصرہ سے اخویم گل محمد صاحب کا خط آیا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے خط کے ساتھ جو اپیل از مرکز تھی۔ اس کے چندہ کے لئے یہاں پر اپنے احباب سے گذارش کر دی گئی ہے اور عنقریب انشاء اللہ آپ کو ایک معقول رقم روانہ کر دی جائے گی۔

۱۰ر فروری۔ مرکز کی جانب سے دو سرکلر پہنچے۔ ایک زلزلہ ترکیہ کے سلسلہ میں، دوسرا لبیک بآواز امیر کے سلسلہ میں۔

۱۱ر فروری۔ اخویم سید عابد علی صاحب خانقین سے پہنچے۔ آپ نے دو دینار نو سو ستر فلس کی رقم ہندوستانی سکہ میں ۱۳/ ۳۹ انجمن کا چندہ عنایت فرمایا جس میں موصوف کی اہلیہ صاحبہ سے ماہ مالیاتی میں نصف پونڈ اور موصوف کے بچوں کی جانب سے ماہانہ چندہ بھی شامل ہے۔ نیز موصوف نے ٹرکش ریلیف فنڈ میں پانچ شلنگ بھیجے۔ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل کی مد میں موصوف نے دو پونڈ لکھوائے جزاہم اللہ خیراً۔ موصوف اپنے جائے قیام نفت خانہ خانقین میں باوجود تنگی میدان کے کچھ نہ کچھ تبلیغی کام کرتے رہتے ہیں۔ اخبارات پڑھ کر آگے پڑھا دیا کرتے ہیں سید صاحب آج ہی واپس جا رہے ہیں۔ ینگ اسلام کے خاص نمبر کا ایک پرچہ جماعت محمودیان کے صدر جناب مرزا برکت علی صاحب مقیم اوٹشیفانہ کے کیلئے اور ٹریکٹ "احباب قادیان سے اپیل" دیا۔

۱۱ر فروری۔ جناب منور گل صاحب جاپانیہ جا رہے ہیں۔ ان کے ہاتھ دو پرچے خاص نمبر ینگ اسلام برائے محمد شیر گل اور سلطان علی صاحب بھجوائے اور تبلیغی ڈائری کے پانچ اوراق بھی بھیجے جو جناب اللہ دایا صاحب جاپانیہ پڑھ کر آگے بڑھا دیں گے۔ جناب ملک معراج الدین صاحب (محمودی) کو "احباب قادیان سے اپیل" نامی ٹریکٹ دیا۔ نیز مرزا فتح محمد صاحب (محمودی) کو اور عزیز احمد صاحب (محمودی) جاپانیہ کو اور جناب احمد گل صاحب (محمودی) عبادان ایران کو بھی یہ ٹریکٹ بھیجے۔

۱۷ر فروری۔ ابراہیم آدم صاحب ہیوالی کی دوکان پر میاں نور میاں بنگالی (محمودی) صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ کو ٹریکٹ "احباب قادیان سے اپیل" دیتے ہوئے پڑھنے کی درخواست کی۔ دوران گفتگو میں ان سے یہ معلوم ہوا کہ ان کی بیعت "تنظیمی بیعت" سے مختلف نہیں۔ وہ آخری نبی رسول اکرم صلعم کو ہی مانتے ہیں اور حضورؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں۔ نیز انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ جماعتی جلسہ میں انہوں نے سوال کیا تھا کہ قرآن کریم میں تو رسول مقبول صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کی خبر نہیں ہے تو پھر ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی کیسے تسلیم کریں۔ دوسرا سوال موجودہ قادیانی خلافت اور خلافت راشدہ کے متعلق تھا کہتے ہیں کہ ملک معراج دین صاحب محمودی سیکرٹری مقیم جاپانیہ ناراض ہو گئے اور نور میاں سے کہا کہ جلسہ میں ایسے سوالات نہیں کرنے چاہئے تھا

۱۲ر فروری۔ جناب باقر صاحب محمودی جاپانیہ کو ٹریکٹ احباب قادیان سے اپیل بھیجا۔ جناب عبد الحفیظ صاحب ٹیلر ماسٹر سے کچھ فلس (دو شلنگ) مفت تقسیم لٹریچر میں اور ان کی بیگم صاحبہ کی جانب سے ایک شلنگ دار التبلیغ میں وصول ہوا۔ جزاہم اللہ۔ (باقی پوٹ میں)

عربی ادب پر قرآن مجید کا اثر

(از جناب حافظ شبیر احمد صاحب مصری - بی - اے آنرز)

اس مضمون میں اس امر پر اظہار خیال کیا جائے گا کہ عربی ادبیات پر قرآن مجید کا اور اس کی تعلیمات کا اثر کس حد تک مرتب ہوا۔ عربی ادبیات کے ارتقائے مابعد سے بحث کرنا اس وقت میرے موضوع سے خارج ہے جو اشاعت اسلام کے دوش بدوش ظہور میں آیا۔

ادب قبل اسلام جو ہم تک پہنچا ہے۔ وہ صرف شاعری کی شکل میں ہے۔ چونکہ فن تحریر عرصہ دراز کے بعد عالم وجود میں آیا۔ اس لئے عربی شاعری، اختصار، موسیقی، اور وزن کی خصوصیات کے ساتھ نسلاً بعد نسلاً زبانی تعلیم کے ذریعہ سے محفوظ رہنے کیلئے بہت موزوں تھی۔

ظہور اسلام عربی شاعری کے لئے چنداں مفید ثابت نہیں ہوا۔ عرب مشرکین سوائے اپنے قبائلی جھگڑوں کے اور کسی شے سے واقف نہ تھے اور ان کا تخیل بھنے گوشت۔ عورت، شراب اور سانڈنی سواری سے بلند نہ تھا۔ یہی لوگ اسلام لائے۔ اور چونکہ ایران اور روم کے ساتھ جنگوں میں مشغول ہو گئے۔ اس لئے شاعری بھول گئے۔ علاوہ بریں جب ذیل آیات قرآنی (جو دراصل اللہ کا کلام ہیں) "در شاعروں کا حال تو یہ ہے کہ صرف وہی لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں جو گمراہ ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں؟ اور یہ لوگ وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں" بھی شاعری کے حق میں بہت مہلک ثابت ہوئیں۔ مسلمانوں کو شاعری سے نفرت سی ہو گئی۔ اور شعر گوئی کو احکام الٰہی کی خلاف ورزی قرار دیا گیا۔ چنانچہ لبید نے جو سبعہ معلقہ کے مصنفین میں سے ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد شعر کہنا بالکل ترک کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ "خدا نے اس کے عوض مجھے قرآن عطا کر دیا" اگرچہ وہ سنہ ۴۱ھ تک زندہ رہے لیکن انہوں نے اس طویل مدت میں ایک شعر بھی نہیں کہا۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز تک ظہور اسلام کے بعد شاعروں کی اس نامور قوم میں کوئی نامور شاعر پیدا نہیں ہوا۔

لیکن آنحضرت صلعم کے اس نام نہاد مخالفانہ طرز عمل کا عمیق مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ آپ نے دراصل مشرکانہ شاعری کو بند فرمایا۔ یعنی ایسی شاعری جو مشرکانہ خیالات اور خصوصیت کی حامل تھی۔ یعنی آنحضرت صلعم نے شاعری کو مردود قرار نہیں دیا بلکہ اس کی مشرکانہ روح کو۔ چنانچہ آپ نے اس ناپاک شاعری کا خاتمہ کر دیا اور عربوں کو اس ایزدی نور کا علمبردار بنا دیا جس نے دنیا کی تاریکی کو روشنی سے مبدل کر دیا۔ آپ کا مقصد یہ نہ تھا کہ فن شاعری دنیا سے رخصت ہو جائے یا قوموں کے جذبات فنا ہو جائیں جن کے شعلے موسیقی کے رنگ میں ظاہر ہوئے۔ بلکہ آپ نے ان شعلوں کو آسمانی نور میں تبدیل کر دیا۔ خواہ وہ نظم میں ظاہر ہوں یا نثر میں۔ ورنہ آپ یہ ہرگز نہ فرماتے ان من البیان لسحراً و ان من الشعر لحکمۃ یعنی بے شک کلام میں جاذبیت، اور شعر میں حکمت ہوتی ہے اور اسی سلسلے میں ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ حسان بن ثابت جو مشہور شاعر گذرے ہیں وہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

آنحضرتؐ نے مسلمانوں کے علمی مشاغل کو جو تقویت پہنچائی وہ بھی کچھ کم قابل قدر نہیں۔ آپ کے متعدد اقوال سے علم کی قدر ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کے اس فرمان کے بموجب "علم طلب کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے" مسلمانوں نے تکمیل علوم کی خاطر دور دراز ملکوں کے سفر اختیار کئے۔ آپ نے ہر مسلمان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ "حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے جہاں ملے اسے اپنا مال سمجھے" جب وقت

قرآن مجید تبع کیا گیا تو عربی کا رسم الخط بہت ناقص تھا اور جن لوگوں نے اسے حفظ یاد کیا تھا وہ بکثرت وفات پاتے جاتے تھے پس ضرورت تھی کہ قرآن مجید کی حفاظت کیلئے مناسب رسم الخط وضع کیا جائے حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابوبکرؓ نے زید بن ثابت کو قرآن مجید کے مختلف اجزا کو ایک مجلد کی صورت میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جو پتھروں، کھجور کے پتوں اور ہڈیوں پر لکھے ہوئے تھے اور حفاظ کے سینوں میں تھے۔

چونکہ کوئی رسم الخط ناقص تھا اور اس میں حروف علت بھی نہ تھے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد اختلافات قرأۃ پیدا ہو گئے۔ عربی زبان کی بنیاد الفاظ روٹوں پر ہے جن سے مختلف الفاظ مشتق ہو سکتے ہیں اور حروف علت سے بعض اوقات لفظ کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ متن کتاب کو تحریف سے پاک رکھنا بہت ضروری تھا۔ اس لئے گرامر کے قواعد کو منضبط کرنا لازمی ہو گیا اور اس ضرورت کو عجمی مسلمانوں نے زیادہ محسوس کیا جو عربی سیکھنے کے بہت شائق تھے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے انہی زید بن ثابت کو نظرثانی کرنے والی مجلس کا صدر مقرر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا جمع کردہ قرآن جو حضرت حفصہؓ کے پاس تھا بطور بنیاد استعمال کیا گیا اور اس کی متعدد نقول مختلف ممالک میں روانہ کی گئیں اور انہی کو آئندہ عربی ادب کے لئے بطور معیار قرار دیا گیا اور آج ہر ادیب اسی معیار تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ الغرض ابتدائی سرحد پر عربی زبان اور گرامر کا مطالعہ شروع ہوا۔ اور خواہش لوگوں کی یہ تھی کہ وہ قرآن مجید سمجھ سکیں۔ اس طرح قرآن مجید عربی زبان کے جدید علم اللسنہ اور علم لغت کی بنیاد بن گیا۔

ادب کا جو معیار قرآن مجید نے قائم کیا اور عربی پر جو مستقل اثر اس نے ڈالا ان باتوں کا اندازہ اس وقت تک نہیں لگایا جا سکتا جب تک ہم اس حقیقت سے واقف نہ ہوں کہ یہ اس قرآن مجید کے معیار ہی کی بدولت ہے کہ عربی بولنے والی اقوام کی متعدد بولیاں آج بھی ایک دوسری سے اس قدر قریب ہیں کہ اختلافات کے باوجود وہ مختلف نہیں ہو سکیں۔ سب عربی ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اگرچہ ایک عراقی کو ایک مراکشی کے لب و لہجہ کے سمجھنے میں قدرے دشواری ہو گی لیکن وہ اس کی لکھی ہوئی عبارت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے

جب مشرقی اور مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ تو قرآن مجید تمام اقوام اسلامیہ کے لئے خواہ ان کا تعلق کسی فرقہ سے ہو، اولین کتاب عبادت اور ضابطہ تحریرات کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے بہت جلد عربی زبان عالمگیر بن گئی۔ کیونکہ وہ حکمران اقوام کی زبان تھی اور لوگوں نے قرآن کے مطالعہ میں اس قدر انہماک کا ثبوت دیا کہ اس کے حروف تک شمار کر لئے جو ۳۲۳۶۷۱ نکلے۔ اور آیات ۶۲۳۹ اور الفاظ ۷۷۹۳۴۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے بچے کو دنیاوی علوم سکھانے سے پہلے قرآن مجید پڑھائے اور اس کا حفظ یاد کرنا بہت بڑی روحانی کامیابی ہے۔ ان لوگوں کو حفاظ کہا جاتا ہے اور اس مضمون کا لکھنے والا بھی حافظ ہے۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

مسلمانوں کے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے میں انہماک پیدا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ادبیات اور علوم اسلامیہ کی جملہ شاخیں اس پر مبنی ہو گئیں۔ قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر اور بعض تعلیمات کی تشریح زندگی اور مشاغل زندگی کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں نے آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ کا مطالعہ کیا۔ جسے عرف عام میں حدیث کہتے ہیں۔ چنانچہ تمام اسلامی الٰہیات عقائد اور فقہ قرآن اور سنت نبویؐ پر مبنی ہے۔ مسلمانوں نے احادیث جمع کرنے میں بہت محنت اٹھائی اور اس طرح ایک نیا علم یعنی علم الحدیث دنیا میں پیدا ہو گیا اور عربی ادب کا جزو بن گیا اور عربی علم تاریخ کی ابتدا بھی احادیث ہی کی شکل میں ہوئی۔

ایک ہی صدی کے اندر اندر عربوں نے تمام دنیا کو نعرہ ہائے تکبیر سے معمور کر دیا۔ اور کوہ پائرینز سے کوہ پامیرنگ اسلامی علم اڑنے لگے اور پھریرے ہوا میں اڑنے لگے عرب جہاں گئے کامیابی نے ان کے قدم چومے اور انہوں نے مفتوحہ اقوام کو اسلامی ثقافت کے

جلد ۲۸ — لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء — نمبر ۱۵

ملفوظات حضرت مجدد اعظمؒ

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائینگے

تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنیسے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔.. اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھکر ہے اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائینگے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے انکو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔

(کشتی نوح)

اعلانات

قارئین اخبار "پیغام صلح" کیلئے نہایت ضروری اطلاعات

کاغذ اور سامان طباعت کی غیر معمولی گرانی کیوجہ سے اخبار کے اخراجات میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ موجودہ حالات زیادہ کفایت واحتیاط کا تقاضا کر رہی ہے اسلئے مجبوراً اعلان کیا جاتا ہے۔

(۱) جن خریدار صاحبان نے سال رواں کا چندہ تاحال ادا نہیں فرمایا وہ بہت جلد بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا وی پی کی فوری اجازت دیں ورنہ ۳۱ مارچ کے بعد افسوس کیساتھ انکے نام اخبار بند کر دیا جائے گا۔

(۲)۔ آیندہ اشاعت سے بلا قیمت کے تمام پرچے بند کر دیئے جائیں گے جن اصحاب کے نام اخبار مفت جاری ہے وہ اگر پیغام صلح کا مطالعہ ضروری سمجھیں تو قیمتاً اخبار اپنے نام جاری کرا سکتے ہیں جب گنجائش نہیں قیمت میں مناسب رعایت بھی جا سکتی ہے۔ اس قسم کی فرمائشوں پر فوراً غور کیا جائیگا۔

(۳) جن احباب کے ذمہ چندہ اخبار کا بقایا ہے وہ بہت جلد ادا فرما دیں۔ اخبار کے بڑھتے ہوئے مصارف اب زیادہ انتظار کی اجازت نہیں دیتے۔ جن دوستوں کے لئے اس بقایا کی یکشت ادائیگی ممکن نہ ہو وہ بذریعہ اقساط ادا کر دیں۔ (خاکسار: محمد عبد اللہ جنرل سکرٹری انجمن)

اعلان بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ حکیم سعید احمد صاحب بازار خراد یاں لدھیانہ

۲۔ والدہ صاحبہ خان زمان خانصاحب پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔

۳۔ الٰہی بخش صاحب کشمورہ سندھ

۴۔ محمد خاں کشمورہ سندھ۔

۵۔ محمد الدین صاحب چک نمبر ۱۱۲ باجوہ ضلع شیخوپورہ۔

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن صوبہ سرحد کا سالانہ جلسہ ملتوی

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن صوبہ سرحد کا سالانہ جلسہ ۲۳ و ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو بمقام سفید ڈھیری منعقد ہونا قرار پایا تھا لیکن اکثر احباب نے خطوط کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ یہ تاریخیں ان کے لئے موزوں نہیں ہیں اسلئے سردست یہ اجتماع آخر ماہ اپریل پر ملتوی کیا جاتا ہے۔ دوسری تاریخوں کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔

خاکسار کندل خاں موضع سفید ڈھیری (ضلع پشاور)

مولوی غلام حسن خانصاحب سے ایک مخلصانہ گذارش

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیا میاں صاحب کو مصلح موعود ماننا سخت تر غلطی نہیں

بہر حال یہ تو خدا کا شکر ہے کہ آپ ایک غلطی سے نکلے۔ اور آپ کو یہ بات سمجھ آگئی کہ جسے آپ سات آٹھ سال تک مصلح موعود سمجھتے رہے تھے۔ وہ مصلح موعود نہیں نہ مامور ہے لیکن آپ غور فرمالیں کہ اس سے بھی سخت تر یہ غلطی ہے کہ جو شخص خدا کی طرف سے وحی پاکر کھڑا نہیں ہوا۔ جو مامور ہونے کا مدعی نہیں آپ اسے مصلح موعود مان رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود کے صریح ارشاد کو باطل قرار دے رہے ہیں کہ مصلح موعود وہ ہوگا جو خدا تعالیٰ سے وحی پاکر کھڑا ہوگا یعنی مامور ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

خدا کی فعلی شہادت کسے کہتے ہیں؟

اور اس ارشاد کو باطل کرنے کے لئے آپ نے دلیل یہ دی ہے کہ خدا کی فعلی شہادت* اسے نہیں کہا جاسکتا کہ ایک آدمی کو جماعت کا کثیر حصہ خلیفہ مان لے۔ بلکہ خدا کی فعلی شہادت وہ کہلاتی ہے کہ ایک شخص بے کسی کی حالت میں اٹھتا ہے۔ دنیا میں کوئی اس کا ساتھ نہیں دیتا اور ساری دنیا اس کی مخالف ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنی نصرت کے وعدے کرتا ہوا اس مخالفت کو آہستہ آہستہ کم کرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کزرع اخرج شطأہ کا مصداق ہوتا ہوا فاستویٰ علیٰ سوقہ کی حالت کو پہنچتا ہے اور دنیا اس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یہ خدا کی فعلی شہادت محمد رسول اللہ صلعم کے لئے ظاہر ہوئی اور ایسی ہی فعلی شہادت حضرت مسیح موعود کے لئے ظاہر ہوئی۔ جو لوگ آپ کے مداح تھے وہ بھی آپ کے دشمن ہوگئے۔ تب آہستہ آہستہ آپ کی صداقت نے دلوں میں گھر کرنا شروع کیا اور آپ کی قبولیت پھیلتے پھیلتے ایک جماعت کثیر آپ کے ساتھ ہوگئی۔ یہ خدا تعالیٰ کی نصرت کہلاتی ہے اور یہی خدا کی فعلی شہادت ہے جو مخلوق کے مقابلہ میں ظاہر ہوتی ہے اور ایک بیکس اور اکیلے انسان کو جو چاروں طرف دشمنوں میں گھرا ہوا ہو۔ ان دشمنوں پر غالب کر دکھاتی ہے۔

صرف کثرت صداقت کی دلیل نہیں

لیکن جہاں کسی جماعت کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو زیادہ لوگوں کا ایک طرف ہو جانا کوئی شہادت ان کی سچائی کی نہیں۔ بلکہ ایسی حالت میں عموماً عوام الناس جن کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے اور وہی کثیر گروہ ہوتا ہے حق کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ وہ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں جو حق کے ساتھ ضرور آتی ہیں اور پھر اس رو میں اچھے اچھے لوگ بھی بہہ جاتے ہیں۔

اسلامی تاریخ سے ایک مثال

اس کی مثال اگر دیکھنی ہو تو یزید اور امام حسینؓ کے واقعہ میں دیکھ لیں۔ یزید کو خلیفہ ماننے والوں کی کثرت اس قدر تھی کہ امام حسینؓ صرف اکیلے ہی مع خاندان کے آدمیوں کے ساتھ رہ گئے اور باقی سب بڑے چھوٹے لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی۔ ان میں اچھے اچھے بلند پایہ صحابہ بھی تھے۔ اور پھر امام حسین یزید کے مقابلہ میں دنیوی نقطہ نگاہ سے ناکام نظر آتے ہیں۔ حالانکہ عند اللہ حق پر ہونے کی وجہ سے وہی کامیاب تھے۔ تو یہاں یہ خدا کی فعلی شہادت نہ تھی کہ یزید کے ساتھ کثیر حصہ ہوگیا۔ اور پھر یزید کو یہاں تک ترقی ہوئی کہ حضرت امام حسین شہید ہوگئے اور ان کے خاندان میں سے صرف ایک آدمی باقی رہ گیا اور ادھر یزید کی سلطنت ترقی کرتی گئی۔

حضرت مسیح کے پیروؤں کے دو گروہ

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ان کے پیروؤں کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک کثیر گروہ جنہوں نے غلو کر کے مسیح کو نبی سے خدا بنا لیا۔ اور دوسرا قلیل گروہ جو آپ کو خدا کا بندہ اور رسول ماننے والا تھا اور پھر یہ غالی گروہ یہاں تک ترقی کر گیا کہ دوسرے گروہ کا وجود بھی باقی نہ رہا۔ تو یہ خدا کی فعلی شہادت نہ تھی۔ یہ وہ باتیں ہیں جو آپ خود بارہا جماعت کے سامنے کہتے رہے ہیں اور ان کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو صاف نظر آجائے گا۔ آپ کا پاؤں عالمانہ بلند مقام سے پھسل گیا اور عوام الناس کی کثرت سے آپ مرعوب ہوگئے اور اس کو غلطی سے خدا کی فعلی شہادت سمجھ لیا۔ اور یہ خیال کہ جماعت قادیان ترقی کر رہی ہے اور جماعت لاہور نے ترقی نہیں کی۔ اگر یہ درست بھی ہو تو مسیح اول کے غالی پیروؤں اور حق پر قائم رہنے والے پیروؤں کی نسبت کو اور ان کی نسبتی ترقی کو بھی آپ دیکھ لیں۔ یقیناً غالیوں کی ترقی اور حق پرستوں کا کم ہو جانا غلو کی سچائی کی شہادت نہیں۔

جماعت لاہور کی چھبیس سالہ ترقی

لیکن یہ آپ کا خیال خود آپ بھی جانتے ہیں۔ درست نہیں۔ آپ جماعت لاہور کے پہلے بنانے والوں میں سے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ہم خالی ہاتھ قادیان سے آئے اور ۳۵ آدمیوں کی موجودگی میں جن میں سے ایک آپ تھے۔ صرف تیرہ شاخوں کے ساتھ کام کی بنیاد رکھی اور آپ کو یہ بھی علم ہے کہ ہماری پہلے سال کی کل آمد صرف ۷۳۳۳ روپے تھی اور قادیان کی اس وقت کی آمد دو لاکھ روپے کے قریب تھی۔ آج ہماری ایک سو کے قریب شاخ ہے اور ہماری آمد سات ہزار سے ترقی کر کے آج پونے دو لاکھ تک پہنچتی ہے یعنی چھبیس سال میں چھبیس گنا ہو جاتی ہے اور قادیان کی دو لاکھ سے ترقی کر کے چھ لاکھ تک پہنچتی ہے یعنی صرف تگنی ہوتی ہے۔ پروپیگنڈا قادیان سے جتنا چاہے کرلیا جائے۔ مگر یہ ٹھوس واقعات ہیں اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کہ قادیان کے ارد گرد کے دیہات سے کتنے لوگ جلسہ پر آکر درج کئے گئے اور جلسہ دیکھ گئے۔ تائید الٰہی یہ ہے کہ جس جماعت نے نہایت کس مپرسی کی حالت میں کام شروع کیا جن کے پاس نہ دفتر تھا نہ مبلغ تھے نہ روپیہ تھا۔ نہ مکانات تھے۔ آج خدا کے فضل سے وہ اپنے کام کے لحاظ سے اس مقام پر پہنچی ہے کہ تین یورپ کی زبانوں میں قرآن شریف کا ترجمہ کر کے چالیس ہزار سے زیادہ قرآن شریف (جس میں سے دس ہزار مفت ہے) دنیا میں پہنچایا۔

جماعت قادیان کی خدمت قرآن سے محرومی

مگر قادیان کی اتنی بڑی جماعت کی ناکامی کا اعتراف آج، ۲۶ چھبیس سال بعد صرف ایک قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے متعلق جسے ۱۹۱۴ء میں زور شور سے شروع کیا گیا تھا اس سے بہتر الفاظ میں نہیں ہوسکتا جو خود آپ نے لکھ دیئے ہیں۔

"اور خدا نے چاہا تو تفسیر کی صورت میں بھی ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت بھی ہو جائے گی"

یہی میں بھی کہتا ہوں۔ کہ خدا نے یہی چاہا کہ وہ قرآن کریم کی اشاعت کا کام اسی فئۃ قلیلۃ سے لے جو حق پر قائم رہا ہے اور قادیان کی جماعت کے فئۃ کثیرۃ کے متعلق اس نے یہ نہ چاہا۔ یہاں تک کہ جوبلی بھی آئی اور چلی گئی، ریاست بھی بن گئی۔ حکومت نہ سہی۔ مگر حکومت کا ٹھاٹھ بھی بن گیا جلوس بھی نکلے۔ خلافت کا جھنڈا بھی لہرایا اور ادعائی تین منٹ میں آسمان پر پہنچ گیا۔ تین لاکھ روپیہ کی تھیلی بھی "خلیفہ" کے ہاتھ میں آگئی

قرآن مجید کے انگریزی ترجمے کیلئے حضرت مسیح موعود کی تڑپ

مگر نہ ہوا تو قرآن کریم کا وہ ترجمہ نہ ہوا جس کی تڑپ مسیح موعود کے دل میں تھی۔ نہ لہرایا تو قرآن کریم کا جھنڈا نہ لہرایا اور چھبیس سال میں بھی زمین کے اوپر نہ اٹھ سکا۔ اور آخر آپ جیسے فاضل کو بھی اپنے آپ کو یں تسلی دینی پڑی کہ یہ کام ہی کیا ہے:-

"قرآن کریم کے ترجمے اور تفاسیر تو بعض غیر مسلموں نے بھی کئے ہیں"

حالانکہ یہ اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت مسیح موعود کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی تھی۔ بلکہ انہی کی وجہ سے یہ تڑپ پیدا ہوئی تھی کہ

"میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم سہ شنبہ ۔ ۲ر صفر سنہ ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۱۵

مغربی جنگ اور حاسۂ اخلاق

اسلامی جنگ کے لئے اخلاقی حدود ضروری ہیں

یورپ کی اقوام اس وقت متمدن خیال کی جاتی ہیں ان کے ہاں روزمرہ مجلسی زندگی میں ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کا مظاہرہ بڑی شد و مد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے اندر چند ایک اخلاقی خصوصیات پیدا کی ہیں۔ جن پر انہیں فخر ہے۔ لیکن باوجود اس اخلاقی سیدار کے ان کے ضمیر اور سرشت میں ایسا آتشین مادہ موجود ہے۔ جو کبھی نہ کبھی جنگ کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے۔ تہذیب، کلچر اور علم وفضل کی فراوانی انہیں جنگ کے مہلک اثرات سے بچا نہیں سکتی۔ بلکہ وہی علم وفضل اور تدبر جن پر انہیں اتنا ناز ہے جنگ کی تباہ کاریوں کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں اور یہ متمدن اور مہذب انسان دست وگریبان ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک . . . دوسرے کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایک لمبے عرصہ کیلئے تہذیب اور اخلاق کی صف الیٹ دی جاتی ہے ۔ اس سفید فام اور متمدن انسان کی تلون کیفیوں کو دیکھ کر حیرت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ عبرت حاصل ہوتی ہے تجسس ان کے ہاں عیب ہے۔ لیکن یہی عیب جنگ شروع ہوتے ہی ہنر میں بدل جاتا ہے اور ہر جگہ جاسوسی کے جال بچھا دیئے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حق کو غصب کرنا یہ لوگ اچھا نہیں سمجھتے۔ لیکن دوران جنگ میں یہ اقوام ایک دوسرے کے زمان ومکان کو غصب کرنے کے لئے جھپٹتی ہیں۔ حلم۔ رواداری اور انسانیت کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔ عہد اور میثاق کی پابندی ابتدائے تاریخ سے . . . انسان کے لئے مایہ ناز رہی ہے۔ لیکن یورپ کی سیاست اور جنگوں نے جتنی بے حرمتی معاہدہ اور میثاق کی کی ہے اس کی نظیر شاید ڈھونڈے سے نہ ملیگی۔ مبالغہ آمیزی اور جھوٹ کو جو فروغ اس رستخیز میں ہوا ہے۔ وہ شاید کہیں نہ ہوا ہو گا۔

ان جنگوں کے پس پردہ انسانوں اور انسانیت کے لئے کوئی امید افزا پیغام نہیں۔ بلکہ یہ اپنی نوعیت میں موجودہ تہذیب کے لئے ایک مستقل خطرہ کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ اگر یورپ نے اپنے عوارض کا کوئی علاج نہ کیا تو ممکن ہے کہ کسی دن یہ جنگ ہی اس کی تہذیب کا خاتمہ کر دے۔

موجودہ جنگ، جو کئی مہینوں سے ہو رہی ہے۔ جسے عرف عام میں جمہوریت اور آمریت کی جنگ کہا جاتا ہے محض جرمن قوم کے قومی احساس نے اس جنگ کو برپا کیا ہے اور اس قوم کے تشدد اور بہیمیت نے تمام دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈال دیا ہے مخلوق خدا جو سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ سے ڈری ہوئی تھی۔ اس میں اس جنگ کی خبر سے ایک سنسنی پھیل گئی۔ لیکن اس فساد اور ظلم کی رفتار کو روکنے کے لئے برطانیہ اور فرانس میدان میں نکل آئے۔ خدا تعالےٰ کا عجیب قانون ہے کہ جہاں ایک جماعت فساد پیدا کرنے کیلئے آمادہ ہوتی ہے تو اس کے پہلو سے ہی دوسری جماعت ایسی بھی پیدا ہو جاتی ہے جو غارت گری اور فساد کی مدافعت کرے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲) اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ہو جاتی۔ لیکن خدا تعالیٰ تمام نظام عالم پر فضل کرنے والا ہے۔

یقیناً اگر یہ قانون جس کا اوپر ذکر ہوا، دنیا کے اندر موجود نہ ہوتا تو اب تک دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ مذہب واخلاق ختم ہو چکے ہوتے۔ روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی نظر نہ آتی جہاں خدا کا نام بلند ہوا اور معیار عمل قائم کیا جاتے۔ ہر طرف درندگی اور وحشت کا دور دورہ ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا کثیرا (۲۲ : ۴۱) یعنی اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

اب موجودہ جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ انسانوں سے بھرے ہوئے جہازوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ جرمن لوگ غرق کر دیتے ہیں۔ انسان کے منہ سے نوالہ چھین کر گولہ بارود پر خرچ کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے مغربی تہذیب وتمدن کو بھسم کر دیا جائے۔ ہوائی جہازوں، گیسوں اور دیگر آلات حرب نے انسانی زندگی کو مخدوش اور اجیرن کر رکھا ہے۔ لوگوں کو ہر طرف تباہی اور بربادی نظر آ رہی ہے۔ دماغ اور اعصاب پر اتنا بوجھ ہے کہ الحفیظ! والامان! قانون اور اخلاق جو انسانی تہذیب کا سرمایہ ہیں۔ انہیں خاک میں ملانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور سارا یورپ ایک دہکتے ہوئے آگ کے گڑھے پر کھڑا ہے جسمانی اور دماغی قوتیں غلط طریقہ پر خرچ ہو کر تباہی اور بربادی کو قریب کر رہی ہیں وہ قوتیں جو اللہ تعالےٰ نے انسان کو بقا کے لئے عنایت فرمائی ہیں وہ تخریب اور خرابی پر صرف ہو رہی ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت نہیں کہ انسان تباہ اور برباد ہو۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو بہترین تقویم اور نمونہ پر پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کو ایک بہترین تقویم . . . . . پر پیدا کیا۔ اور اس جوہر کی حفاظت کے لئے جو ساری کائنات کا نچوڑ ہے۔ اسلام اور امت مسلمہ کو مقرر فرمایا جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا یعنی ہم نے تم کو ایک صاحب عدل قوم بنایا تاکہ تم لوگ دنیا کے آگے اپنے زبان وعمل سے حق کی شہادت دو اور شہادت کی روشنی صرف اپنے رسول سے حاصل کرو۔

اسلام ہی صرف ایسا مذہب ہے جس نے ایسا قانون اخلاق پیش کیا ہے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر عین میدان جنگ میں بھی قومیں اپنے اخلاقی توازن کو نہیں کھوتیں۔ اسلامی جنگ معیار عدل قائم کرنے کیلئے کی جاتی ہے۔ اسلامی روایات اور قانون میں جنگ ایک ایسی کشمکش ہے جس میں سوجھ بوجھ کی اپنا نامی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کے حقوق کی حفاظت کرنے والے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

اور لطف یہ ہے کہ اسلام میں جنگ جارحانہ نہیں بلکہ مدافعانہ ہے اور اس میں بھی ہدایت کی گئی ہے کہ دیکھو مسلمانو! کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پر آمادہ نہ کرے۔ کہ تم انصاف نہ کر سکو۔ اس مندرجہ بالا معیار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ دوران جنگ میں ایسی حرکات کریں جو پایہ اخلاق سے گری ہوئی ہوں۔

دنیا کی کسی قوم میں یہ فوجی اخلاق اور ضبط نہیں پایا جاتا آج کی متمدن قومیں جنگ کے دوران میں بربریت کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں جس ظلم وعدوان کے مظاہرے کئے گئے اس کو بیان کرتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔ مغرب، باوجود تہذیب وتمدن کے بین الاقوامی اخلاق کے اس معیار پر نہیں پہنچ سکا۔ جس پر اسلام پہنچانا چاہتا ہے۔ یورپ اس وقت تک ان عوارض سے نجات حاصل نہیں کر سکتا جو اندر ہی اندر اس کے نظام حیات کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ جب تک کہ وہ اسلامی قانون اخلاق کو قبول نہیں کرتا۔ یورپ کی نجات صرف اسلام میں ہے۔

(الیس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

قارئین پیغام صلح کیلئے نہایت ضروری اطلاعات

اس پرچہ کے صفحہ اول پر مندرجہ بالا عنوان سے ایک نہایت ضروری اعلان شائع ہو رہا ہے۔ ہم تمام قارئین پیغام صلح کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس اعلان کو نہایت غور سے مطالعہ فرمائیں اور اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو اپنی پہلی فرصت میں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ جنگ کی وجہ سے کاغذ اور دیگر سامان طباعت کی قیمتیں بیحد چڑھ گئی ہیں۔ اس گرانی نے اخبارات کیلئے نہایت صبر آزما مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ دوسرے تمام اخبارات کی طرح پیغام صلح بھی انتہائی احتیاط وکفایت شعاری کیلئے مجبور ہو رہا ہے کیونکہ اسکے بغیر اخبارات کی زندگی موجودہ حالات میں ناممکن ہے ہمیں توقع ہے کہ قارئین کرام اور دیگر احباب جماعت مذکورہ بالا اعلان کے مطابق ہماری امداد فرمائیں گے

شذرات

مسلم ہائی اسکول لاہور

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہمارا قومی مدرسہ مسلم ہائی اسکول لاہور استقلال کے ساتھ ترقی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اس کی امتیازی حیثیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جو اس کے فاضل ہیڈ ماسٹر مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور دیگر اساتذہ کے خلوص و محنت کا دل خوش کن ثبوت ہے۔ یہ حقیقت تو احباب جماعت کو بخوبی معلوم ہے کہ ہمارے اس اسکول میں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین دینی تعلیم و تربیت کا بھی تسلی بخش انتظام ہے۔ طلبہ کی صحت اخلاق کی کماحقہ نگرانی اور ان کو بہتر بنانے کی طرف خاص طور پر توجہ دی جاتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ مسلم ہائی سکول لاہور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں طلبہ کو حتی الامکان (دینی و دنیوی لحاظ سے) زندگی کی عملی جدوجہد کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت ایسے طریق پر کی جاتی ہے جو آئندہ زندگی میں عملی حیثیت سے ان کیلئے از بس مفید ثابت ہوتی ہے۔ کمرۂ درس کھیل کے میدان اور بورڈنگ کی چار دیواری ہر جگہ یہ مقصد اساتذہ اور منتظمین کے سامنے رہتا ہے۔ چنانچہ اس اسکول کے بیسیوں سابق طلبہ آج کل مختلف دینی و قومی خدمات میں مصروف ہیں۔ ان کا خلوص اور علم و فضل قوم کے لئے باعث فخر ہے۔ سینکڑوں سابق طلبہ کامیاب استاد، وکیل، طبیب، انجنیئر، صناع اور تاجر ہیں۔ اور مختلف علاقوں میں عزت و وقار کیساتھ اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس نے اسکول کو ابتدا سے صوبہ کے تعلیمی و اسلامی حلقوں میں ممتاز رکھا ہے۔ اسکول کے اس امتیاز کا اندازہ کسی حد تک آپ اس بات سے کرسکتے ہیں کہ محکمہ تعلیم کے مسلمان اعلیٰ عہدہ دار اور لاہور کے متعدد اسلامی اسکولوں کے منیجر اور سکرٹری صاحبان اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے اس اسکول میں بھیجتے ہیں۔ تسلی بخش نتائج کے علاوہ کھیلوں اور تقریری مقابلوں میں بھی مسلم ہائی اسکول نے اکثر اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔

ہمیں توقع ہے اسکول کے معزز اساتذہ اور ہونہار طلبہ اسے اور زیادہ نیک نام بنانے کی کوشش کریں گے۔ ہم اپنی اس قومی درسگاہ کے لئے مزید کامیابیوں کے خواہشمند ہیں۔

احباب جماعت کا فرض

اس اسکول کے قیام کا اولین مقصد یہ ہے کہ احمدی بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔ اسکول نے اپنے حالات اور ذرائع کے مطابق ہمیشہ اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن افسوس احباب کی طرف سے اس بارہ میں عموماً کوتاہی ہوتی رہی ہے۔ اب بھی ہو رہی ہے۔ بہت سے احمدی بچے بلا کسی معقول وجہ کے دوسری درسگاہوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں اپنی جماعت کے اسکولوں میں داخل ہونا چاہئے تھا۔ آج کل اسکولوں کے طلبہ سالانہ امتحانات میں مصروف ہیں اور اس ماہ صوبہ پنجاب کا تعلیمی سال ختم ہو رہا ہے۔ یکم اپریل سے نئی جماعت بندی اور نئے داخلے شروع ہوں گے۔ احباب کو چاہئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں مسلم ہائی اسکول لاہور میں داخل کرائیں۔ اس طرح نہ صرف ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت عمدہ ہوگی بلکہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے میں بھی معاون بنیں گے۔ جو کہ اس اسکول کے قیام کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ ہمارا ایک ہائی اسکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں بھی جاری ہے۔ بدوملہی اور قرب و جوار کے علاقے یا ان طلبہ کیلئے جو دیہاتی زندگی کے بہت زیادہ عادی ہیں۔ یہ اسکول قابل ترجیح ہے باقی تمام طلبہ کیلئے لاہور کا اسکول زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ یہاں مرکز کی فضا اور برکات سے بھی بچے مستفید ہوسکیں گے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات، حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا درس قرآن وحدیث اور دیگر بزرگان کی نصائح سننے کا انہیں اکثر موقع ملتا رہے گا دونوں اسکولوں کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس کا کم خرچ اور صاف ستھرا انتظام موجود ہے۔ مزید معلومات کیلئے ہیڈ ماسٹر صاحبان سے خط و کتابت فرمائیں۔

اراضی اوکاڑہ کی مسجد کا سنگ بنیاد

اوکاڑہ کے قریب انجمن کی جو وسیع اراضی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعمیر مسجد کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اس ہفتہ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن نے اس کا سنگ بنیاد رکھا یہ مبارک تقریب ۶؍ مارچ ۱۹۴۰ء کو بعد نماز فجر عمل میں آئی۔ چک کے تمام باشندے اس میں شریک ہوئے اس موقع پر جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک مختصر تقریر میں حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ لوگ اس مسجد کی تعمیر سے ایک ثواب عظیم کے مستحق ہوئے ہیں لیکن اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر آپ اس خانہ خدا کو کما حقہ آباد نہ رکھیں گے تو ایک بھاری گناہ کے مرتکب ہونگے۔ یہ تقریر نہایت موثر تھی اور پوری توجہ کیساتھ سنی گئی۔ توقع ہے تعمیر مسجد کا کام جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائیگا۔ کارکنان و باشندگان چک اس کی آبادی و رونق کا ہمیشہ پورا خیال رکھیں گے اور یہ مسجد بہت جلد علاقہ بھر میں اشاعت قرآن، تعلیم دین، اور اصلاح رسوم کا زبردست مرکز بن جائے گی انشاء اللہ ——— اس مسجد کا سنگ بنیاد ایک ایسے دیندار، مخلص اور بلند ہمت مبلغ اسلام کے ہاتھوں رکھا جانا جو برسوں وسط یورپ کے اولین خانہ خدا کی آبادی و رونق کا قابل تعریف اہتمام کرتا رہا ہے ہمارے نزدیک نیک فال ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب اسجگہ دو روز مقیم رہے۔ آپنے چک کے کاروبار کا معائنہ کر کے مندرجہ ذیل رائے ظاہر فرمائی ہے کہ:-

"چک اور فصلوں اور مزارعین کی حالت ہر لحاظ سے تسلی بخش ہے جس کے لئے منیجر صاحب اور انکا سٹاف مستحق مبارکباد ہے"

اس مبارکباد میں ہم بھی منیجر صاحب اور ان کے رفقا کار کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ امید ہے وہ چک کو مزید ترقی دینے کے لئے اپنی مساعی بدستور جاری رکھیں گے۔

محمودی اخبارات کی افسوسناک روش

ویسے تو محمودی اخبارات کی روش روز اول ہی سے ایسی رہی ہے جو شرفا اور معقولیت پسند انسانوں کے نزدیک لائق مذمت ہے ان کا لب لہجہ بالعموم غیر معتدل ہوتا ہے کسی مسئلہ پر متانت، تہذیب اور پابندی اصول کیساتھ گفتگو ان سے ممکن ہی نہیں۔ محمودی اخبار نویس اور مضمون نگار جب دلائل سے تہی دست ہو جاتے ہیں تو فی الفور غلط بیانیوں گالیوں اور ذاتی حملوں پر اتر آتے ہیں جماعت لاہور کے خلاف یہ لوگ اس قسم کی افسوسناک حرکات میں بہت بیباک واقع ہوئے ہیں ——— ہم نے ان لوگوں سے کبھی بہتر توقعات قائم نہیں کیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔ جب خود جناب خلیفہ قادیان خطبہ جمعہ کے اندر "پیغامیوں" کے خلاف انتہائی دل آزار الفاظ استعمال فرما سکتے ہیں اور انہیں جہنم کی جلتی پھرتی آگ تک کہہ سکتے ہیں اور جب اکثر محمودی اکابر "غیر مبائعین" کے متعلق غیر معتدل تحریر و تقریر اور صریح غلط بیانیوں کو روا رکھتے ہیں تو محمودی اخبار نویس اور مولوی اللہ دتا صاحب کی قسم کے مضمون نگار لازمی طور پر ان کی تقلید کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کبھی محمودیوں کی ان حرکات کو غیر معمولی نہیں سمجھا۔

لیکن بعض اوقات یہ لوگ غلط بیانیوں میں حد سے زیادہ گذر جاتے ہیں ان کا لہجہ بہت زیادہ توہین آمیز اور دل آزار ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہماری جماعت کے افراد بجا طور پر مضطرب ہو جاتے ہیں اور ہمیں مجبوراً یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ جناب خلیفہ قادیان اور محمودی اکابر و اخبارات کی خدمت میں ایسا "آئینہ" پیش کریں جس میں کہ وہ اپنے اعمال کا چہرہ ملاحظہ فرما سکیں۔ چنانچہ آجکل بھی محمودی اخبارات کی حد درجہ کی افسوسناک روش نے ایسی ہی ضرورت پیدا کر دی ہے ہم "آئینہ" پیش کرنے سے قبل ایک مرتبہ انتباہ کرتے ہیں اور بتلانا چاہتے ہیں کہ محمودی اخبارات کی ساری بہتان طرازیوں، بدزبانیوں اور دل آزاریوں کا جواب محض قادیان کے چند اہم واقعات کی طرف معمولی اشارہ کر کے دیا جا سکتا ہے اگر اور کسی کو نہیں تو کم از کم جناب خلیفہ صاحب کو اس کا ضرور احساس ہونا چاہیئے۔

ہم اعتراضات، اصولی بحث اپنے کام اور عقائد پر صحیح و جائز تنقید سے بھی نہیں ڈرتے لیکن گالیاں اور بہتان طرازیاں اور اپنے بزرگوں کی توہین اور اپنی جماعت کے متعلق کھلی ہوئی غلط بیانیاں ناقابل برداشت ہیں اور موجودہ افسوسناک صورت حالات کی تمام تر ذمہ واری جناب خلیفہ قادیان پر ہے۔

طالبات کیلئے حوض شناوری

پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام یونیورسٹی گراونڈ لاہور میں صدگاہ کے قریب لڑکیوں کے غسل و پیرنے کیلئے ایک حوض تعمیر کیا جا رہا ہے۔ جس کیلئے لاہور کی روشن خیال خواتین اور دیویوں نے سولہ ہزار روپے کی گرانقدر رقم جمع کر کے یونیورسٹی کو دی ہے۔ اس زنانہ غسل گاہ کا محل وقوع بہت نامناسب اور قابل اعتراض ہے کیونکہ اس کے تین طرف عام گزرگاہیں ہیں جن پر دن رات آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ چوتھی طرف کھیل کا میدان ہے جہاں ہر وقت نوجوان طلبہ کھیل اور ورزش میں مصروف رہتے ہیں میچوں کے ایام میں ہزاروں تماشائی جن میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے ہیں اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں سناتن دھرم کالج اور ہیلی کمرشل کالج بھی بالکل قریب ہیں ——— ایسی جگہ حوض کی تعمیر فی الحقیقت بہت ہی ناموزوں ہے یہی وجہ ہے کہ متعدد ذمہ دار اخبارات نے سختی کیساتھ اس کے خلاف آواز بلند کی ہے ——— اس امر کے متعلق تو دو رائیں ہوسکتی ہیں کہ مغربی طور طریقوں کی تقلید میں لڑکیوں کے لئے غسل گاہ کی تعمیر ہماری معاشرت و تمدن اور ہندوستان کے موجودہ افلاس سے کہانتک مطابقت رکھتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ایسے مقام کا انتخاب جو اخلاقی لحاظ سے بے حد غیر محفوظ ہے ایک ایسی غلطی ہے جسے ہر ایک معقول اور احتیاط پسند انسان ناپسند کرے گا۔ غالباً مذکورہ بالا امور پر غور کئے بغیر جلدی میں اس جگہ کو منتخب کر کے حوض کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے بہرحال ارباب انتظام کو اپنی اس غلطی پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر لڑکیوں کے لئے حوض شناوری کی تعمیر بہت ہی زیادہ ضروری ہے تو اس کے لئے کوئی دوسری موزوں و محفوظ جگہ تلاش کر لی چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ آنریبل منسٹر تعلیم اور پنجاب

مارٹن لوتھر اور تجدید مسیحیت

خلیفۃ المسیح کی الوہیت کو خاک میں ملانیوالا فولادی انسان

(از ایس محمد آصف قادیانی ۔ بی ۔ اے)

کچھ عرصہ ہوا میں نے پیغام صلح میں مہاتما بدھ کے حالات اقساط میں لکھے تھے جسے بعض دوستوں اور بزرگوں نے پسند کیا۔ انہیں بزرگوں میں سے مکرمی جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی بھی ہیں انہوں نے اور بعض اور دوستوں نے بھی مجھ سے کہا ہے کہ میں مارٹن لوتھر جو عیسائی دنیا کا مصلح اعظم تھا کے حالات اور خیالات وضاحت کے ساتھ لکھوں۔ پیغام صلح ایک خالص مذہبی اور اسلامی اخبار ہے دیگر مذاہب پر تنقید و تبصرہ اس کا مستقل موضوع ہے۔ اس ضمن میں ہم مارٹن لوتھر جو پاپائے روم کے خلاف صدائے احتجاج کا بانی تھا جس نے پوپ کی الوہیت کو بالکل خاک میں ملا دیا۔ اس کی سوانح حیات اور اصلاح اور تجدید کی مختصر روئداد قارئین پیغام صلح کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ امید ہے دوست اس سے محظوظ ہوں گے۔ اس کے ساتھ نہایت ہی ضروری ہوگا کہ میں اخی المکرم مرزا محمد یعقوب صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مہیا کر کے دیا جس سے استفادہ کرنا ازبس ضروری ہے۔　　(محمد آصف)

لوتھر کی جائے پیدائش اور خاندان

مارٹن لوتھر دس نومبر ۱۴۸۳ء کو آئس لیبن جو جرمنی میں واقعہ ہے پیدا ہوا۔ اس کے والدین مہرا سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے تھے۔ سو لوتھر کے خاندان کا اصلی وطن مہرا ہی ہے جو ایک نہایت معمولی سا قصبہ ہے اور جرمنی کے وسط میں واقعہ ہے۔ اس کا خاندان کاشتکاروں کا خاندان تھا لیکن مارٹن لوتھر کے والد نے جس کا نام ہانز لوتھر تھا کان کنی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ مارٹن لوتھر کا اصلی نام مارٹن تھا اور لوتھر اس کا خاندانی نام تھا جو کہ ورثہ میں اسے ملا۔ ابھی مارٹن کی عمر صرف چھ ماہ ہی تھی کہ اس کے والدین منس فیلڈ کو ہجرت کر گئے۔ یہاں کان کنوں کیواسطے پہلی جگہ کی نسبت حالات زیادہ خوشگوار تھے لیکن پھر بھی ان لوگوں کیلئے یہاں دشواریاں کافی تھیں، اور صرف نان شبینہ کو حاصل کرنے کیلئے محنت شاقہ کرنی پڑتی تھی، اور چنانچہ خود مارٹن لوتھر نے ایک جگہ لکھا ہے "میرا باپ ایک غریب کان کن تھا۔ میری والدہ خود جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لایا کرتی تھی۔ ہمارے والدین نے ہماری پرورش میں لہو پانی ایک کیا ہے۔ ان میں غضب کی قوت برداشت تھی جو آجکل کہیں دیکھنے میں نہیں آتی" مارٹن کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں یعنی وہ سب مل ملا کے سات تھے جو کہ اچھا خاصہ کنبہ تھا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے غریب والدین نے کیا کیا جان جوکھم نہ اٹھائے ہوں گے۔ مارٹن کا والد ہانز لوتھر راستباز اور روزمرہ زندگی میں بہت بلند چال چلن کا مالک تھا۔ والدہ حد درجہ کی عفیفہ اور عبادت گذار تھی۔ دونوں مصائب اور تکالیف کو نہایت جوانمردی سے برداشت کرنے کے عادی تھے۔ مارٹن کی اپنی والدہ مارگرٹ سے شکل ملتی تھی اور عادات میں بھی بہت حد تک مشابہت موجود تھی۔

بچپن کا زمانہ

مارٹن لوتھر کے بچپن کے متعلق زیادہ علم نہیں ہمیں زیادہ تر انہیں واقعات پر اکتفا کرنا پڑتا ہے جو کہ خود اور میں مارٹن لوتھر نے وقتاً فوقتاً بیان کئے۔ یہ واقعات زیادہ روشن اور واضح نہیں ہیں لیکن تاہم ان سے اتنا تو ضرور علم ہو جاتا ہے کہ اس کی پرورش اور تربیت کس انداز پر ہوئی تھی اور اس کے قلب اور نفس کی ابتدائی کیفیات کیا تھیں، جنہوں نے بعد میں پروان چڑھ کر انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔

مخالفوں نے اس کی زندگی اور خاندان پر سخت حملے کئے ہیں لیکن مارٹن لوتھر کے متعلق وہ ایک واقعہ بھی ایسا بیان نہیں کر سکے۔ جو پایہ اخلاق سے گرا ہوا ہو حتیٰ کہ یہ امر تو مسلمہ خیال کیا جاتا ہے کہ اوائل سے ہی وہ ایک پاکباز انسان تھا۔

تربیت کی طرز

مارٹن لوتھر کے والدین تربیت کرنے میں سخت تھے۔ جفاکش اور ایماندار والدنے شروع سے ہی فیصلہ کیا ہوا تھا کہ وہ مارٹن کو ایک مفید اور بہتر انسان بنائیگا۔ اس لئے اس کی طرز تربیت میں سختی کے عناصر زیادہ تھے یعنی بعض دفعہ تو یہ درشتی کی حد تک پہنچ جاتے تھے مارٹن لوتھر بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ اس کے والد نے اتنا مارا کہ وہ مٹ کر ڈر کی وجہ سے آئے آگے بھاگ نکلا۔ ماں بھی اخلاقی معاملات میں سزا دینے میں کچھ کم نہ تھی۔ ایک دفعہ بغیر اجازت اخروٹ لے لینے پر اتنا پیٹا کہ خون بہ نکلا لیکن اس ملامت اور سزا سے یوں نہ سمجھنا چاہئے کہ انہیں اپنے بچوں سے محبت نہ تھی۔ بلکہ انہیں اپنے بچوں سے اتنی محبت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کے بچے اخلاقی لحاظ سے نہایت ملبند ہوں اور یہ سزا بھی عموماً اسی تقاضۂ محبت کی وجہ سے ہوا کرتی تھی لیکن اس روش اور طرز تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارٹن لوتھر بچپن ہی میں کافی سے زیادہ شرم حضور اور جھینپنے والا ہو گیا۔ اگر بچوں کے ساتھ سختی کی جائے تو عموماً ایسا ہو جایا کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کے یہ فائدہ بھی ہوا کہ اس میں بہت سی اخلاقی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ اور ضمیر میں اخلاقی احساس اتنا بڑھ گیا کہ وہ جو کام کرتا اسے اخلاقی معیار پر ضرور پرکھ لیتا۔ کہ کہیں وہ پایہ اخلاق سے گرا ہوا تو نہیں جو اسے خدا سے بے حضور کر دے۔ اس کے تخیلہ میں گناہ کا احساس ضرورت سے زیادہ ہو گیا چنانچہ گناہ کے اسی خوف نے بعد میں اسے ایک مخلص مذہبی انسان بنا دیا۔ ایک روایت اس کی والدہ سے مستند ہے کہ مارٹن لوتھر کے رویہ اور سلیم الفطرتی نے باقی بہن بھائیوں پر نہایت اچھا اثر ڈالا۔ اس روایت سے کم از کم اتنا اندازہ ہو سکتا تھا کہ مارٹن لوتھر کا بچپن میں اخلاقی نمونہ کیسا تھا۔

ابتدائی تعلیم کا دور

مارٹن لوتھر کو نہایت چھوٹی عمر میں سکول بھیجا گیا۔ گاؤں کے سکول اور پھر ان پرانے وقتوں کی پڑھائی کے متعلق اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس نوعیت کی ہوتی ہوگی۔ تاہم اس بچوں کے سکول میں کچھ لکھنا پڑھنا سکھا دیا جاتا تھا اور کچھ لاطینی زبان کی ابتدائی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ ان دنوں سکولوں میں بہت بھدا اور ادنٰے درجہ کا طریقۂ تعلیم رائج تھا۔ اساتذہ تو بس جلاد ہوا کرتے تھے۔ جن کی سختی ظلم کی حد تک پہنچی ہوئی تھی سکول کی چار دیواری ایک قید خانہ تھا جس میں زرد خوف اور مصیبت کے سوا کچھ نہ تھا۔ مارٹن لوتھر ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت وہ پندرہ دفعہ پٹا۔ حالانکہ اس کا کوئی قصور نہیں تھا اور اس سے ایسے سبق کے معنی پوچھے گئے جو کہ اسے کبھی پڑھایا ہی نہیں گیا تھا۔

۱۴ سال کی عمر کے بعد

اس سکول میں مارٹن لوتھر قریباً چودہ سال تک پڑھتا رہا۔ اس کے بعد والد نے سوچا کہ لڑکے کو باہر بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ آئندہ تعلیم کیلئے جس شہر کا انتخاب کیا گیا وہ مگڈے برگ کے نام سے موسوم ہے لیکن اس کا علم نہیں ہے۔ وہ کس سکول میں داخل ہوا۔ یہاں مارٹن ایک سال تک پڑھتا رہا۔ مگر کسی دوست کے مشورہ سے والد نے یہاں سے بھی اسے اٹھوا لیا اور پھر وہ ایک دوسری جگہ جس کا نام آئی زناخ ہے بھجوا دیا گیا چنانچہ یہاں بھجوانے سے بھی اچھی تعلیم دلانا مقصود ہوگا۔

تعلیم کے اخراجات

جتنی دیر تک مارٹن لوتھر یہاں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ غریب والد اسے باقاعدہ خرچ بھیجتا رہا۔ لیکن وہ خرچ اس کے تعلیمی مصارف کو پورا نہیں کر سکتا تھا۔ باقی اخراجات وہ غریب طلبہ کی طرح مہیا کرتا تھا۔ ان دنوں یہ دستور تھا کہ غریب طلبہ شہر کے اندر چلے جاتے اور گھروں کے سامنے مناجاتیں اور مسیح کی تعریف کے گیت گا کر تھوڑی بہت خیرات جمع کر لیتے۔ چنانچہ ایک جگہ مارٹن لوتھر نے خود بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ وہ اسی طرح خیرات اور دوسروں کی جود و سخا سے اپنے اخراجات پورے کیا کرتا تھا۔ لیکن یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہا۔ دن پھر گئے اور ایک متمول خاتون جس کا نام فرد کوٹا تھا۔ اسے ہونہار لڑکے کے اطوار کچھ ایسے بھا گئے کہ اس نے اس غریب طالبعلم کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ جرمن لوگ اس نیک نہاد خاتون کا ذکر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ اس خاتون کا شوہر ایک بااثر انسان تھا اور اطالوی نژاد تھا۔

بلوغت اور مذہبی شعلے

مارٹن لوتھر چار سال تک یہاں رہا اور بڑی آسودگی سے اپنے تعلیمی مشاغل میں محو رہا۔ اب وہ آہستہ آہستہ سن بلوغت کو پہنچ رہا تھا۔ کسے علم تھا کہ آئی زناخ کی درسگاہ میں ایک نوجوان ایسا ہے جو چند سالوں بعد پاپائے روم کی بساط عیش کو الٹ دیگا یہ راز آج تک واضح نہیں ہو سکا کہ کس طرح غیر معروف مقامات سے ایسے مذہبی ہیرو اساتذہ اور جنگجو انسان نکل آتے ہیں کہ جن کی آمد سے باطل کے ایوانوں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اس خاموش اور دور افتادہ شہر میں وہ کونسے حالات اور واقعات تھے جنہوں نے مارٹن لوتھر کے جوہر انقلاب کو تقویت دی لیکن اس میں شک نہیں کہ یہاں اس غیر معروف مقام پر ہی ایک روحانی بیقراری اور ہیجان کے آثار اس کے چہرہ پر ہویدا ہو چکے تھے۔ اس کے خدوخال کے تناسب میں کوئی چیز کروٹیں لے رہی تھی جس سے مستقبل لرزہ براندام تھا اور روحی تقدس کی بنیادیں ہل رہی تھیں

جب مارٹن لوتھر نوجوان تھا اس وقت بھی پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے اعمال اور اشغال پر تنقید اور نکتہ چینی تو کی جاتی تھی۔ ان کی عجیب عجیب رنگیلی حکایتیں لوگوں کی زبانوں پر تھی ہوئی تھیں پوپ کی جفا شعاریوں اور لوگوں کے مذہبی حقوق پر تصرفات کے چرچے عام تھے۔ پوپ الیگزینڈر ششم نے تو حد کر دی۔ اس کی زندگی کے افسانے علم اخلاق کو شرمانے لگے یعنی اخلاقی اختلال کی انتہا ہو گئی۔ شاید یہی قصے اور حکایتیں تھیں جو مارٹن لوتھر کے دماغ میں آہستہ آہستہ انقلابی ردعمل پیدا کر رہی تھیں اور اس کے قلب میں وہ مذہبی شعلے حرکت کر رہے

حکیم سعید احمد صاحب قائد انجمن خدام الاحمدیہ لودیانہ

کی جماعت لاہور میں شمولیت

جناب حکیم سعید احمد صاحب لودیانہ کئی سال سے قادیانی جماعت میں شریک تھے۔ قادیانی نوجوانوں کی مقامی انجمن خدام الاحمدیہ کے روح رواں تھے۔ تکفیر و نبوت کے قادیانی عقائد کے متعلق آپ کو شروع ہی سے بے اطمینانی رہی۔ آخر طویل مطالعہ اور کامل غور و فکر کے بعد آپ پر ان عقائد کی غلطی واضح ہو گئی۔ اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ جناب خلیفہ قادیان کی بیعت فسخ کر کے جماعت لاہور میں شامل ہو گئے ہیں۔ شمولیت کے وقت آپ نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں جو خط تحریر کیا وہ درج ذیل ہے۔ اس میں آپ نے جماعت قادیان سے قطع تعلق پر نہایت بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔ خداوند کریم دیگر قادیانی حضرات کو بھی حکیم صاحب موصوف کی طرح غلو سے نجات دے اور انہیں قبول حق کی جرأت نصیب ہو۔

ہم جناب حکیم صاحب موصوف کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت اور خدمت دین کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(پیغام صلح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ آپ کی بے حد ذرہ نوازی ہے کہ میرے عریضہ پر آپ نے نہ صرف مجھے متنازعہ فیہ مسائل پر مواد بہم پہنچایا بلکہ جناب مولوی سید اختر حسین صاحب گیلانی کو بھی روانہ فرما کر میرے لئے مزید سہولت بہم پہنچا دی۔ اگرچہ ۱۹۳۴ء میں میں نے جماعت قادیان میں اختلاف عقیدہ رکھ کر شمولیت اختیار کی تھی۔ لیکن اس وقت میرا یہی خیال تھا کہ کفر اور نبوت کے مسائل کوئی زیادہ اہم نہیں اس لئے قادیان کے نظام کو نہیں چھوڑنا چاہیے اور یہ بھی خیال تھا کہ کفر اور نبوت کے مسائل کوئی زیادہ اہم نہیں۔ اس لئے قادیان کے نظام کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید کسی وقت ان قادیانی عقائد کی سمجھ آ جائے۔ یہی بات مجھے قادیانی اصحاب کی طرف سے بھی کہی جاتی رہی۔

لیکن آج جبکہ میری بیعت پر کامل پانچ سال گذر چکے ہیں میں محسوس کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ ہی ان کا منکر اسلام سے خارج ہے۔ میں نے انجمن خدام الاحمدیہ لودیانہ کے ایک اجلاس میں یہ کہہ دیا کہ حضرت صاحب کی کتب سے ان کا دعویٰ نبوت ثابت نہیں ہوتا اس پر بعض قادیانی دوستوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے کہ جماعت قادیان کے عقائد درست نہیں اب جناب مولوی سید اختر حسین صاحب گیلانی سے زبانی گفتگو کرنے سے جو بارہ گھنٹے سے زائد تھی مجھے پورے طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ قادیانی عقائد کی بنیاد حضرت صاحب کی کتب پر نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ قادیانی جماعت کے عقائد اسلام میں ایک عظیم الشان فتنہ کا موجب ہو رہے ہیں۔

اگرچہ فریق قادیان زبان سے یہ نہیں کہتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منسوخ ہو گئی یا آپ کا کلمہ منسوخ ہو گیا لیکن وہ عملاً اسی اصول پر قائم ہیں۔ ایک شخص ہزار نمازیں پڑھے روزے رکھے۔ حج کرے۔ زکوٰۃ دے اور اشہد ان محمد رسول اللہ کا اقرار اور اعلان کرتا رہے۔ لیکن پھر بھی قادیانی جماعت کہتی ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس کی نمازیں بیکار اس کا حج، زکوٰۃ اور تمام ارکان اسلام اس کو مسلمان نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ وہ اس زمانہ کے نبی حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہ لائے یعنی عملی طور پر قادیانی جماعت یہ کہتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور اب ان پر ایمان لانے سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایک نئے نبی پر ایمان لانے سے مسلمان ہو سکتا ہے یہ ایک ایسا خیال ہے جو ایک مسلمان کے لئے جس کے دل میں ذرہ بھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور حرمت ہے۔ ناقابل برداشت ہے اور اس کے خون کو کھولا دینے والا ہے۔ قادیانی جماعت کہتی ہے کہ ہم کسی نئی شریعت کے قائل نہیں لیکن ان کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعی پرانی شریعت کو منسوخ کر دیا ہے۔ جب یہ کلمہ، یہ نماز، یہ روزہ، یہ حج، یہ زکوٰۃ مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں تو شریعت تو خود بخود منسوخ ہو گئی یہ فریق اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ایک نبوت کھڑی کر رہا ہے۔

اس طرح مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کرنا یا بیعت میں رہنا بالکل بے معنی بات ہے۔ چالیس کروڑ مسلمانوں کا اسلام ایک طرف ہے اور خلیفہ صاحب کی بیعت ایک طرف۔ دونوں میں سے زیادہ اہم تمام امت کا اسلام میں رہنا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ایک طرف ہے اور خلیفہ صاحب کی بیعت دوسری طرف خلیفہ صاحب کی بیعت سے شریعت اسلامی کو عملاً منسوخ ماننا پڑتا ہے۔ اس لئے خلیفہ صاحب کی بیعت میں رہنا بعد اس کے کہ ان امور کی سمجھ آ جائے۔ گناہ عظیم سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس سے محفوظ رکھے۔

جماعت قادیان کے اکثر لوگ وہ ہیں جو پورے طور پر ان خیالات و عقائد سے واقفیت نہیں رکھتے اور پیر پرستی کی رو میں اس طرح بہ گئے ہیں کہ حق و باطل میں تمیز کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح عظمت محسوس کرنے کی توفیق دے۔

میں چونکہ انجمن خدام الاحمدیہ لودیانہ کا قائد تھا۔ اس لئے میں نے اس سے بھی آج ہی استعفےٰ دے دیا ہے اور اس خط کے ذریعہ جناب کی خدمت میں بھی اس کی اطلاع کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں میں چونکہ جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ عقائد و خیالات میں اتفاق رکھتا ہوں۔ اس لئے آج سے حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوتا ہوں۔ امید ہے کہ حضور میری بیعت کو منظور فرمائیں گے اور میرے لئے دعائے خیر فرمائیں گے۔ میں آخر پر جناب کو عنایت و مہربانی کیلئے از حد شکریہ ادا کرتا ہوں

نوٹ:۔ کتاب النبوۃ فی الاسلام اور ضروری ٹریکٹ اور اشتہارات مجھے مل گئے ہیں۔ مہربانی فرما کر میرا یہ عریضہ اخبار پیغام صلح میں بھی شائع کرنے کیلئے ارسال فرمائیں۔

خاکسار

حکیم سعید احمد خلف ملک خدا بخش صاحب

دواخانہ حاجی محمد حسن صاحب مرحوم بازار خراسیان لودیانہ

سید امجد علی شاہ صاحب کی صحت بینائی

یہ خبر احباب کی مسرت کا باعث ہوگی کہ ہمارے محترم دوست جناب سید امجد علی شاہ صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر پولیس سیالکوٹ جو عرصہ سے آنکھوں میں موتیا ہونے کے سبب کمی بینائی کی وجہ سے تکلیف میں تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے صحتیاب ہو گئے ہیں۔ شاہ صاحب مکرم کو دس گیارہ برس سے شکایت تھی۔ مگر موتیا پختہ نہیں ہوتا تھا۔ ایسی حالت میں چند دن ہوئے۔ مکرمی جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے شاہ صاحب کی آنکھوں کا اپریشن کیا۔ اور اپریشن بہت کامیاب رہا۔ اب شاہ صاحب کی دونوں آنکھیں بفضلہ نور بصارت سے بہرہ ور ہو گئی ہیں۔ فالحمد للہ

(مسعود بیگ)

مولوی غلام حسن خانصاحب

سے ایک مخلصانہ گذارش

(بقیہ صفحہ ۲)

سو خدا کا چاہا ہوگیا اور یہ کام بھی اس سے ہوگیا۔ جو مسیح موعود کی شاخ ہے اور مسیح موعود میں داخل ہے۔

حضرت مسیح موعود کا پانچہزار سپاہی والا کشف

اسی لئے تو حضرت مسیح موعود نے پانچہزار والی جماعت کو جب کشف میں دیکھا تو کشف ہی میں یہ آیت پڑھی۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ سو فئۃ قلیلۃ اللہ کے فضل سے فئۃ کثیرۃ پر اپنے کام سے غالب آگیا۔ ہاں باذن اللہ غالب آگیا۔ خدا نے ایسا چاہا کہ اس کے ہاتھ سے مسیح موعود کا کام ہوا اور خدا نے نہ چاہا کہ فئۃ کثیرۃ کے ہاتھ سے یہ کام ہو۔ اب جو شخص اس فئۃ قلیلۃ کو چھوڑ کر فئۃ کثیرۃ کی طرف جانا چاہتا ہے اس کا اختیار ہے لیکن یہ بھی آپ یاد رکھیں کہ اب یہ فئۃ کثیرۃ بھی قلت کی طرف رجوع کر رہا ہے اور دس لاکھ پر فخر کرنے کرتے آج نو لاکھ پچانوے ہزار کو بیکار اور مردہ قرار دیتا ہے اور پانچہزار بننے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ قادیان والے کثرت سے قلت کی طرف آنا چاہتے ہیں اور لاہور والے قلت سے کثرت کی طرف۔ فاعتبروا۔ مگر یہ کوشش بے سود ہے۔

میاں صاحب کا اپنا بیان

خود میاں صاحب ۱۹۳۵ء میں بمصداق حق برزبان جاری یہ اقرار کر چکے ہیں کہ ہماری تعداد پانچہزار ہے۔ دیکھو انگریزی ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۳۵ء جس کے صفحہ ۸۲ پر میاں صاحب نے کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ اقرار کیا ہے۔

"لاہور کی احمدیہ انجمن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والے بڑی احمدیہ جماعت سے اس بات میں اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ بانی احمدیت کو نبی نہیں مانتے۔ بلکہ آپ کو صرف ولی اور مجدد مانتے ہیں۔ وہ اس بات کو بھی درست نہیں سمجھتے کہ تحریک احمدیت کے بانی کے بعد خلفاء یا جانشینوں کا انتخاب کیا جائے۔ جیسے پیغمبر اسلام کے بعد خلفاء کا انتخاب ہوتا تھا۔ ان کی کل تعداد قریباً پانچہزار ہے"

یہ وہی کشف والا پانچہزار ہے اور یہ وہی فئۃ قلیلۃ ہے۔ جس کا فئۃ کثیرۃ پر غالب آنا پہلے سے حضرت مسیح موعود کو بتا دیا گیا تھا۔

سوم۔ آپ نے بیعت کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے۔

"اسلام کا یہ منشا ہے کہ باوجود اختلاف رکھنے کے انسان کو چاہئے کہ وہ جماعت میں منسلک ہو کر رہے۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا ہے اتبعوا السواد الاعظم نیز فرمایا۔ تلزم الجماعۃ"

اس کا صاف منشا تو سوائے اس کے کیا ہے کہ کثرت خواہ غلطی پر ہو اس کے ساتھ رہنا چاہئے اور اسی لئے قادیان کی کثرت کو غلطی پر مانتے ہوئے آپ اس کے ساتھ جا ملے۔ اگر اس کا یہی مطلب ہے تو پہلے آپ کو سواد اعظم کے ساتھ ملنا چاہئے یعنی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ۔ ملکہ شاید آپ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب نے غلطی کی جو اپنی جماعت کو الگ کیا۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ اختلاف کے باوجود کام دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کرتے۔ یہ علیحدہ جماعت بنانا اور علیحدگی کی بنیاد ڈالنا حالانکہ آپ کے اور ہمارے نزدیک اختلاف بھی محض فروعی تھا جائز نہ تھا۔ سواد اعظم سے کیوں الگ ہوئے؟ اگر حضرت مرزا صاحب سواد اعظم سے الگ ایک جماعت بنانے اور اس طور پر کام پر لگانے میں راستی پر تھے تو ہم بھی قادیان کی جماعت کثیر سے الگ ہو کر جماعت بنانے اور اس کو علیحدہ طور پر کام پر لگانے میں راستی پر ہیں۔ اور اگر ہم غلطی پر ہیں تو پھر حضرت مرزا صاحب بھی غلطی پر تھے حضرت مرزا صاحب نے الگ جماعت کیوں بنائی۔ اس لئے کہ سواد اعظم ایک غلط رستہ پر پڑا ہوا تھا اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنا ناممکن تھا ہم نے علیحدہ جماعت کیوں بنائی؟ اس لئے کہ قادیان کی جماعت کثیر ایک غلط رستہ پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ مل کر وہ کام کرنا ناممکن تھا جس کیلئے حضرت مسیح موعود آئے تھے۔

اختلاف عقائد کو حقیر دکھانے کی افسوسناک کوشش

اب ذرا آپ غور فرمائیں کہ وہ اختلاف عقائد کیا ہے۔ آپ نے اس اختلاف کو حقیر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ وہ یعنی قادیانی جماعت غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق کفر بمعنی منکر کا لفظ استعمال کرتی ہے"۔ آپ نے اس اختلاف کو اتنا ہلکا بنانے کی کوشش کی ہے کہ قادیانیوں کی وکالت کرتے کرتے ان کا اصل مذہب ہی بدل ڈالا۔

قادیان والوں کی پالیسی

اور قادیان والے بھی چونکہ جانتے ہیں کہ آپ ابھی نئے نئے ان میں ملے ہیں۔ اس لئے انہوں نے الفضل میں اس بات کو چھاپ دیا ہے اور اس کی تردید بھی نہیں کی۔ وہ شاید یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ چند دنوں کی بات ہے۔ تھوڑے دنوں میں آپ بھی ان ہزارہا مریدوں کی طرح جو مسلمانوں کو پہلے کافر نہ سمجھتے تھے۔ مگر اب نئے تکفیر سے سجادہ کو خوب رنگین کر چکے ہیں۔ انہی کے مسلک پر آجائیں گے اور تھوڑے دنوں میں آپ کو بھی چاروں طرف کلمہ گو کافر ہی کافر نظر آنے لگیں گے۔

مسئلہ تکفیر کے متعلق قادیانیوں کا مسلک

ورنہ ان کا مسلک تو یہ نہیں ہے اور آپ اسے ایسا اچھا جانتے ہیں کہ مجھے یہ سطور آپ کے سامنے رکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے جو سینکڑوں دفعہ قادیانیوں کے سامنے آپ خود پیش کر چکے ہونگے

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

ایک طرف ان الفاظ کو پڑھئے اور دوسری طرف اپنی توجیہ

"کافر بمعنی منکر"

کو پڑھئے اور خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کس طرح قادیانی دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈال گئے۔ یہ کتاب ۱۹۲۱ء کی لکھی ہوئی ہے۔ اس سے بہت پیشتر ۱۹۱۲ء میں جب خواجہ صاحب مرحوم نے یہ لکھدیا تھا کہ میرا مرشد زادہ غیر احمدیوں پر کفر کا لفظ بمعنی انکار یا اس طور استعمال کرتا ہے تو جناب میاں صاحب ایک لمحہ کیلئے اس توجیہ کو برداشت نہ کر سکے تھے۔ مگر آج صرف اس لئے کہ ایک اچھا شکار ہاتھ میں آتا ہے اپنے اخبار میں یہ توجیہ چھاپ رہے ہیں جو ان کے مشتہرہ عقائد کو جڑ سے کاٹتی ہے اور چھوٹے میاں صاحب نے تو اس پر بھی اکتفا نہیں کیا۔ وہ غیر احمدیوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کے مقابل میں اکفر قرار دیتے ہیں۔

قادیانیوں کا عمل

اور یہ لفظوں پر کیا انحصار ہے۔ ذرا ان کے عمل پر نظر ڈالئے اور میں کیا عرض کروں۔ آپ ان سب باتوں کو جانتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قادیانی غیر احمدی کے جنازہ کو قطعی ناجائز سمجھتے ہیں یہاں تک کہ میاں صاحب کے کھلے فتوے کی رو سے ایک غیر احمدی کے معصوم بچے کا جنازہ بھی ناجائز ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ کیا تم "ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ" پڑھتے ہو۔

قادیان میں نئے دین کی بنیاد رکھی جا رہی ہے

آپ تو کہتے ہیں کہ آپ نے اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کی ہے۔ مگر آج ہی کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھ کر دکھائیے تو معلوم ہو کہ آپ کی بیعت کیسی ہے۔ کوئی مضمون لکھ کر دکھائیے جس میں غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کیا گیا ہو تو میں بھی سمجھ لوں گا۔ کہ فی الواقع یہ اجازت کہ اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کر لو نیک نیتی پر مبنی ہے۔ میں پھر عرض کروں گا۔ کہ آپ سو دفعہ کہیں کہ آپ نے اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کی ہے۔ مگر یہ قادیان کی سیاست محض بھولے بھالے آدمیوں کو پھنسانے کیلئے ہے۔ عقیدہ قادیان کا ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ سوائے قادیانیوں کے روئے زمین پر کوئی کلمہ گو مسلمان نہیں اور نہ ہی آج روئے زمین پر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو سکتا ہے اس لئے

کلمہ منسوخ ہے

اور یہ ہے اس نئے دین کی بنیاد جو قادیان میں بنایا جا رہا ہے۔

بیعت خلافت کے بعد آپ تکفیر فوج کے سپاہی بنے ہیں

بیعت کر کے آپ بھی عملاً اسی عقیدہ کے مؤید ہیں۔ ممکن ہے آپ کے دل میں کچھ ہو۔ مگر آپ اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اگر کر سکتے ہیں تو کر کے دکھائیے ورنہ آپ کا روپیہ، آپ کی طاقت سب اسی نئے دین کے بنانے میں خرچ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ آپ تحریک جدید کے سپاہی کیا بنے ہیں۔ تکفیر فوج کے سپاہی بنے ہیں۔ چاہیں آپ اگلی صف میں کھڑے ہو کر مسلمانوں پر تکفیر کی تلوار چلائیں۔ یا مکفرین کیلئے رسد رسانی کا انتظام کریں۔ آپ کے دل میں خواہ کچھ ہو۔ لیکن فی الحقیقت آپ تکفیر فوج کے سپاہی ہیں۔

(باقی آئندہ)

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

ملفوظات حضرت مجدد اعظمؑ

امراء اور حکمرانوں سے خطاب

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے۔ اسکے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اسکی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس کے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمندو یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان کو تباہ کرنیوالی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون۔ گانجہ۔ چرس۔ بھنگ۔ تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کیلئے عادت کر جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو۔ جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اسکے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اور خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اسکے لئے حلال ہے۔ غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی۔ کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنیکے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شہوات کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائیگا۔ (کشتی نوح)

اعلانات

اعلانِ بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں شامل ہوئے ہیں اللہ تعالے استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۔ جناب الٰہی بخش صاحب۔ چندر کے مگوے ضلع سیالکوٹ

۲۔ جناب غلام قادر صاحب چند کے مگوے ضلع سیالکوٹ

خریداران "پیغام صلح" کی خدمت میں درخواست

دفتر تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں اخبار کا ہر پرچہ باقاعدگی و احتیاط سے ارسال کرتا ہے اگر ڈاک وغیرہ کی خرابی کی وجہ سے کسی دوست کو کبھی بروقت پرچہ نہ ملے تو وہ تاریخ اشاعت سے دس دن کے اندر طلب فرمالیا کریں اس کے بعد پرچہ مکرر ہرگز نہیں بھیجا جایا کرے گا۔ کیونکہ اب کاغذ کی غیر معمولی گرانی کی وجہ سے بالکل ضرورت کے مطابق اخبار طبع کرایا جاتا ہے۔ (مینیجر)

ایک نہایت ضروری اطلاع

(از جناب مولوی مرتضیٰ خاں صاحب)

میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی پیشی میں بطور پرسنل اسسٹنٹ کام کر رہا تھا مگر اب مجھے بیرونی جماعتوں میں دورہ کرنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ بعض احباب حضرت امیر کی خدمت میں پیش کرنے کے خطوط میرے نام بھیجدیا کرتے ہیں لیکن چونکہ اب میں باہر ہونگا اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ تمام خطوط جو حضرت امیر سے تعلق رکھتے ہیں حضرت ممدوح کی خدمت میں ہی بھیجے جائیں یا اگر ضرورت ہو تو چوہدری خان زمان صاحب بی۔ اے کام موجودہ پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر کے نام بھیجے جا سکتے ہیں۔ البتہ رشتوں ناطوں کے متعلق جملہ خط و کتابت میرے نام پر ہی ہونی چاہیئے اور مسلم ٹاؤن کے پتہ پر ہی ہونی چاہیئے۔

والسلام۔ مرتضےٰ خاں

تعاقب

خلافت اور پوپیت

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی)

(۳)

مفتی صاحب کا نمبر ۱ پطرس کا اصل نام شمعون تھا۔ مسیح نے ایمان میں کمال اور روحانی ترقی کے سبب اسے اول المومنین قرار دیکر اس کا نام پطرس رکھا۔

شمعون کے کمال ایمان کے متعلق تو ہم اناجیل کے حوالجات نقل کر چکے ہیں۔ اس پر کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر مسیح نے شمعون کو پطرس کا خطاب دیا (متی ۱۶: ۱۷ تا ۱۹) مفتی صاحب کے پیش کردہ اس حوالہ کے متعلق محققین کی تحقیقات درج ذیل ہے:-

Probably, too, it is a less authentic tradition which makes Jesus give the same promise to Peter individually (mt 16: 19) Nowhere it is recorded that the great Teacher made Peter the president (NSW T) of his council of wise men.

یہ روایت غیر مستند ہے کہ مسیح نے یہ وعدہ (مذکور متی ۱۶: ۱۹) خاص طور پر پطرس کو دیا۔ کیونکہ کسی جگہ اس امر کا ذکر نہیں کہ معلم اعظم (مسیح) نے پطرس کو اپنی مجلس خردمندین کا صدر مقرر کیا۔

(انسائیکلو پیڈیا ببلیکا صفحہ ۵۷۵)

مفتی صاحب کے پیش کردہ حوالہ کے متعلق تو آپ نے محققین کی رائے دیکھ لی ہے۔ اب رہا یہ امر کہ شمعون کو جناب مسیح نے پطرس کا خطاب دیا۔ یہ بھی قابل غور ہے۔ اعمال کی کتاب میں جگہ جگہ اس کے متعلق لکھا ہے کہ شمعون جو پطرس کہلاتا ہے۔ اعمال ۱۰: ۵ و ۱۰: ۱۸ اور ۱۰: ۳۲ وغیرہ نہ صرف اعمال کی کتاب میں بلکہ لوقا کی انجیل میں مسیح نے جہاں کہیں اس حواری کو خطاب کیا ہے شمعون بن یونس کے نام سے خطاب کیا ہے۔ اس انجیل میں صرف دو حوالے ایسے ہیں جن میں شبہ ہوتا ہے کہ شاید مسیح نے خود شمعون کا نام پطرس رکھا ہے۔ پہلا حوالہ لوقا ۵: ۸ کا ہے اور دوسرا ۶: ۱۴ کا۔ مگر دونوں جگہ ناقلین انجیل نے شمعون کے ساتھ پطرس کا لفظ اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ ۶: ۱۴ میں تو یہ خطاب صریحاً خطوط وحدانی کے اندر دیئے ہیں یعنی اصل انجیل کی عبارت نہیں بلکہ حاشیہ کتاب ہے جو اکثر پرانے نسخوں میں موجود نہیں۔ لوقا ۵: ۸ کے بارہ میں سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں موجود ہے کہ یہ ناقل کی زیادتی ہے۔

بہرحال جہاں کہیں مسیح نے شمعون کو خطاب کیا ہے وہاں صرف شمعون یا شمعون بن یونس کے نام سے خطاب کیا ہے۔ انجیل نویس کی یہی روایت کو چھوڑ کر مسیح نے شمعون کو اس کے نام سے خطاب کیا ہے۔ سوائے متی کے زیر بحث حوالہ اور یوحنا باب ۲۱ کے اور ان دونوں حوالجات کا غیر مستند ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انجیل نویسوں کی اپنی روایات کو چھوڑ کر کسی مستند حوالہ میں مسیح کا شمعون کو پطرس سے خطاب کرنا ثابت نہیں جو اس حقیقت کے مترادف ہے کہ شمعون کو پطرس کا خطاب مسیح نے ہرگز نہیں دیا۔ اور اناجیل میں شمعون کے ساتھ پطرس کا خطاب ناقلین اناجیل کی تحریف ہے جو متی کے اس حوالہ سے بھی ثابت ہے جس میں مسیح کا سب سے پہلی مرتبہ شمعون کو دیکھنا اور اپنا شاگرد بنانا مذکور ہے اور وہ حوالہ یوں ہے:-

"اور جب یسوع گلیل کے کنارے چلا جاتا تھا تو اس نے دو بھائی یعنی شمعون کو جو پطرس کہلاتا اور اس کے بھائی اندریاس کو دریا میں جال ڈالتے دیکھا کہ وے مچھوے تھے" (متی ۴: ۱۸ اور یوحنا ۱: ۴۲)۔ اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو شمعون جناب مسیح کا شاگرد بننے سے پہلے ہی پطرس کہلاتا تھا۔ مسیح نے اسے یہ خطاب نہیں دیا۔ یا انجیل کے ناقلین نے شمعون کی عظمت قائم کرنے کیلئے جگہ جگہ پطرس کا لفظ بڑھا دیا ہے۔

شمعون پطرس تھا یا نہیں تھا؟ یہ ایک ضمنی بحث تھی۔ اصل بحث یہ ہے کہ شمعون مسیح کی زبان سے ہرگز خلیفہ نہیں مقرر کیا گیا۔ اسے ہم سائیکلو پیڈیا ببلیکا کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

"تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ انجیل نویس اور پولوس دونوں شمعون کی بابت لکھتے ہیں کہ وہ پطرس کہلاتا تھا اور پولوس پطرس کا دشمن ہے گویا دوست و دشمن دونوں کو اس امر کا اقرار ہے کہ شمعون ہی پطرس ہے اور شمعون کو ضرور مسیح نے پطرس کا خطاب دیا ہوگا۔ مگر لفظ پطرس دوست و دشمن دونوں کے نقطہ نگاہ کے لحاظ سے انجیل میں دوگونہ حیثیت رکھتا ہے۔ دشمن کی نگاہ میں وہ ٹھوکر کا پتھر (پطرس کے معنی پتھر ہے) اور دوستوں کی نظر میں وہ کلیسا کا بنیادی پتھر ہے۔ گو روایات کی صحت کے اعتبار سے پہلا زاویہ نگاہ درست ہے اور اگر دوستوں کے نقطہ نگاہ کو ترجیح دی جائے تو شمعون خواہ روما میں شہید ہوا یا نہ ہوا مگر رومن کلیسا کو دعویٰ ہے کہ پولوس کی طرح پطرس بھی ان کے کلب کی چٹان ہے تو یہ چٹان بھی مسیح کی تعلیم اور رسالت کیلئے یقیناً ٹھوکر کی چٹان ہے جس نے جناب مسیح کی اصل رسالت کو دنیا سے نابود کر دیا۔ اور اس لحاظ سے قادیانی خلافت کو اس کیتھولک کلیسا سے اشد مماثلت ہے

دل زنقش لا الٰہ بیگانۂ   از صنمہائے ہوس بتخانۂ

نمبر ۱۱۔ پطرس رومن کلیسا (جماعت مسیحی) کا بنیادی پتھر ہے

مفتی صاحب اور رومن چرچ کے اس خیال کی بنیاد اس امر پر ہے کہ پطرس روما میں شہید ہوا جسے ہم غلط ثابت کر چکے ہیں۔ اس کے متعلق یہ امور بھی قابل غور ہیں۔

(الف) پطرس کے روما جانے کا امکانی زمانہ مسیح کے بعد سنہ ۶۴ء تا سنہ ۶۸ء ہو سکتا ہے۔ ان ایام میں روما کا بادشاہ نیرو تھا اور نیرو کی وفات سنہ ۶۹ء میں ہو جاتی ہے۔ اس عرصہ میں پطرس بابل میں موجود تھا جہاں سے اس نے اپنا پہلا خط لکھا۔ اور اس خط کی یہ تاریخ ڈاکٹر لارڈنر اور دوسرے محققین نے مقرر کی ہے۔

(ب) پطرس اور پال دونوں کی شہادت ایک ہی وقت بتائی جاتی ہے اور پطرس کا اس وقت روما میں ٹھہرنا بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ دو مبلغین عیسویت ایک ہی جگہ مقیم ہوں باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوں دونوں مل کر ایک ہی کلیسا کی بنیاد رکھیں یہ امر محال ہے۔

(ج) دونوں گرفتار ہوئے اور شہید کر دیئے گئے لیکن اس سے پیشتر دونوں کے خطوط میں اس کا ذکر نہ ہو اور نہ دونوں کی مشترکہ جدوجہد کا کوئی تاریخی ثبوت ہو۔

(د) پطرس کے اس سارے زمانہ میں انطاکیہ میں مقیم رہنا ثابت ہے (گلاتیون ۲: ۱۱—۲۱)

(ک) پطرس جیسے کمزور دل کا نیرو کی حکومت میں قدم رکھنا وہ نیرو جو عیسائیوں کے خون اور گوشت سے درندوں کی دعوت کرتا تھا ایک خارج از قیاس امر ہے

(و) کتاب اعمال میں صرف پولوس کی روما میں موجودگی ثابت ہوتی ہے پطرس کی نہیں۔

(ز) پولوس کے ساتھ شمعون کی آخری ملاقات اعمال ۱۲: ۱۷ سے معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

And he departed and went to another place

(س) اس کے روما جانے کی سب سے پہلی روایت پطرس کی وفات کے سو سال بعد کی ہے اور قرنطیہ کے ایک بشپ ڈایونائیسس (Dionysius) کی ہے جس نے کلیسا کے ایک بیر یا دری سوٹر (Soter) کو خط لکھا ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ

"پال اور پطرس دونوں نے مل کر ہمیں قیام بخشا اور ہمیں تعلیم دی جس طرح انہوں نے متحد ہو کر اٹلی میں تعلیم دی اور وہ ایک ہی وقت شہید کر دیئے گئے"

کہتے ہیں یہ خط سنہ ۱۷۰ء کا لکھا ہوا ہے۔ مگر مسیحیت کی ایسی پرانی تحریرات کے سارے سنہ فرضی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔

پس اس امر کا کوئی قابل وثوق ثبوت موجود نہیں کہ پطرس روما میں گیا اور شہید ہوا۔ یہ صرف رومن کلیسا کی جعلی کارستانیاں ہیں کہ ان کا چرچ دنیا میں مقبول ہو اور اس کی عظمت قائم ہو۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح

جلد ۲۸ لاہور۔ یوم پنجشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۵۹ ہجری نمبر ۱۷

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

صدر محترم اور معزز مہمانوں کا خیر مقدم

اس ہفتہ لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بصدارت مسٹر جناح منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجتماع کی تیاریاں گذشتہ کئی ماہ سے وسیع پیمانہ پر جاری ہیں۔ جن کی تفصیلات سے اخبار بین حضرات بخوبی آگاہ ہوں گے۔ ہندوستان کے طول و عرض سے منتخب مسلمان اس اجتماع میں شرکت کی خاطر لاہور آ رہے ہیں۔ ۲۱ مارچ کی صبح کو جبکہ پیغام صلح کا پرچہ شائع ہوگا مسٹر جناح اور دیگر بے شمار حضرات انشاء اللہ ہمارے شہر میں تشریف لا چکے ہوں گے۔ پیغام صلح ان سب کا دلی خیر مقدم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے جس کے لئے وہ مختلف مقامات سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے لاہور پہنچ رہے ہیں۔

مسلم لیگ مسلمانان ہندوستان کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت ہے۔ یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کا جھٹلانا آسان نہیں ہے۔ برادران وطن کا ایک کثیر طبقہ اور ان کے زیر اثر بعض مسلمان بھی سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اس حقیقت کے اعتراف میں تامل کرتے ہیں۔ لیکن ان کی زبانیں جو کچھ کہتی ہیں ان کے دلوں اور ضمیروں کی آواز یقیناً اس کے برعکس ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کے بعض اعمال اس بارہ میں ان کے اقوال کو جھٹلا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کانگرس نے اپنی زبان سے مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت کا اعتراف نہیں کیا۔ لیکن دنیا کئی مرتبہ گاندھی جی اور صدر کانگرس کو مسٹر جناح کے دروازے پر کھڑے دیکھ چکی ہے۔ اور اس کے بعد یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ لیگ مسلمانوں کی نمائندہ ہے یا نہیں۔

گذشتہ چند سال میں مسلم لیگ کی قوت میں قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ بہت سے مسلمان جو پہلے اس سے علیحدہ بلکہ اس کے مخالف تھے وہ اس میں شریک ہو چکے ہیں۔ آج مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس کے ساتھ ہے اور جو مسلمان اس سے علیحدہ ہیں ان کی تعداد اس قدر قلیل ہے جسے قطعاً کوئی حیثیت اور وزن نہیں دیا جا سکتا ہے۔ کانگرس اور اس کے حامی مسلمان انتخابات کے سلسلہ میں کئی مرتبہ لیگ سے مقابلہ کر کے اس کی اس قوت اور اثر کا بخوبی اندازہ لگا چکے ہیں۔ جو کہ گذشتہ چند برس کے عرصہ میں اسے حاصل ہوا ہے ——— اگر کانگرس انتخابات میں کامیابی کو اپنی نمائندگی اور ہردلعزیزی کی دلیل سمجھتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ لیگ کی انتخابی کامیابیوں کو اس کی نمائندگی اور ہردلعزیزی کے ثبوت کے طور پر تسلیم نہ کرے۔

لیگ کی اس ہردلعزیزی کے ساتھ ساتھ اس کی ذمہ داریوں میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ اب مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا انحصار زیادہ تر اس کی صحیح قیادت، جوش عمل اور تدبر پر ہے۔ مسلمان آج کل نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ ان کے لئے گھر کے اندر اور گھر سے باہر بے شمار مشکلات اور خطرات موجود ہیں جن پر اتحاد و تنظیم، تدبر و دانشمندی، استقلال اور صحیح جوش عمل اور کامل خلوص و دیانت ہی سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ ہمارے برادران وطن ہمارے قومی وجود اور اس کے ساتھ ہی ہمارے سیاسی، تمدنی، معاشرتی حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ وہ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کو ہندو قومیت اور ہندو تہذیب و تمدن کے اندر جذب کر لینا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے ان کی طرف سے پیہم کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کا یہ عزم ممکن ہے یا ناممکن؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہو یا اثبات میں۔ بہرحال یہ عزم مسلمانوں کیلئے انتہائی خطرناک اور نقصان رساں یقینی طور پر ہے۔ ان حالات میں جس جماعت کے ہاتھ میں مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کی عنان قیادت ہوگی۔ اس کی ذمہ داریاں ظاہر ہے کہ بہت اہم اور نازک ہوں گی۔ ہماری دعا ہے کہ مسلم لیگ، اس کے صدر محترم اور دیگر اکابر کو اللہ تعالیٰ ان ذمہ داریوں سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برا ہونے کی توفیق دے ——— لیگ کا یہ سالانہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب اور مسلمانوں کیلئے مفید ثابت ہو۔ ہماری دلی دعائیں اور نیک خواہشیں ان کے ساتھ ہیں۔ ان دعاؤں کے ساتھ ہم ایک مرتبہ پھر لیگ کے صدر محترم اور دیگر معزز مہمانوں کا پرخلوص خیر مقدم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم چند الفاظ پنجاب اور بالخصوص لاہور کے مسلمانوں کی خدمت میں بھی عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۹ مارچ کے سانحہ کی وجہ سے لاہور کی فضا کچھ غبار آلود ہو گئی ہے۔ حزن و اضطراب کا اثر ہر جگہ نمایاں ہے۔ اس حالت میں اجلاس کے التوا کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا لیکن جناب صدر مجلس استقبالیہ کا یہ اعلان باعث تسلی ہے کہ اس حادثہ فاجعہ سے پیدا شدہ حالات کا مسلم لیگ کے اجلاس پر کوئی خاص اثر نہ پڑیگا۔ صرف ۲۱ مارچ کی صبح کو قائد اعظم کا جو جلوس نکلنے والا تھا وہ منسوخ کر دیا گیا ہے ——— ہمارے خیال میں یہ فیصلہ نہایت دانشمندانہ اور صحیح ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کامل ضبط و احتیاط سے کام لیں اور حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ تاکہ پرسکون و امید افزا فضا میں ہمارا یہ اہم قومی اجتماع منعقد ہو سکے ——— جو کچھ ہوا وہ انتہائی رنجدہ اور افسوسناک ہے لیکن اب اس کے اعادہ کی بجائے اس کی تلافی کی کوشش ہونی چاہئے ہماری یہ دردمندانہ التجا ہر ایک خیال و جماعت کے مسلمانوں سے ہے۔ ہمارے لئے گھر سے باہر کی آفات اور خطرات ہی کافی ہیں۔ اگر ہم گھر کے اندر ہی آپس میں دست و گریباں ہو کر اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر اپنی تباہی کے سامان پیدا کر لیں تو ہم سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا ◆

جام صاحب نوانگر کی تقریر

اخبار بین حضرات ہز ہائینس جام صاحب نوانگر سے ضرور واقف ہوں گے ——— یہ ایک مشہور ریاست کے حکمران، ایوان والیان ریاست کے چانسلر۔ ان کی ریاست میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی مختلف مذاہب کے افراد آباد ہیں جس ایوان کے وہ چانسلر ہیں وہ بھی ہندو، مسلمان، سکھ والیان ریاست پر مشتمل ہے۔ ایسی پوزیشن کے شخص کو جس قدر رکھ رکھاؤ اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ چند روز ہوئے جام صاحب موصوف ہندو مہاسبھا کے ایک جلسہ میں شریک ہوئے اور وہاں ایک پرجوش تقریر فرمائی جس کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

" ہم ہندو ہیں۔ اگر ہندو قوم یا ہندو دھرم کو کوئی خطرہ پیش آیا تو میں اور دوسرے ہندو والیان ریاست اپنے آخری دم تک اس کی حفاظت کریں گے "

شاید کوئی جام صاحب کے اس پرجوش اعلان کو احتیاط و مصلحت کے خلاف سمجھے۔ لیکن ہم تو ان کی اخلاقی جرأت کی تعریف کرینگے کہ انہوں نے اپنے دل کے ارادے اور عقیدے کو بھری مجلس میں برملا کہدیا۔ اصلی سوال جو ہمارے لئے قابل غور ہونا چاہئے وہ یہ ہے۔ کہ کیا مسلمان والیان ریاست میں بھی اس قسم کی جرأت موجود ہے؟ اگر ہمارے ہاں اس جرأت کا فقدان ہے تو دوسروں پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنے اندر اس جرأت کو پیدا کرنا چاہئے۔ جام صاحب نوانگر ہندو ہیں۔ ہر شخص کی طرح ان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مذہب اور قوم کی حفاظت کا اعلان اور ان کیلئے کوشش کریں۔ اگر مسلمان قوم کے امرا اور غربا، چھوٹے اور بڑے بلا تامل اپنے اس حق کا اعلان کر دیں اور حسب ضرورت اس کے استعمال میں دریغ نہ کیا کریں تو قوم میں وہ زندگی و قوت پیدا ہو سکتی ہے کہ ہمیں دوسروں کے اس قسم کے اعلانات و عزائم سے قطعاً کوئی خطرہ محسوس نہ ہوگا

احمدی نوجوان غور کریں

ہندو اور آریہ سماجی نوجوان اپنی قوم کیلئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ ایک تازہ مثال ملاحظہ ہو۔ ۱۱ مارچ کو ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور کا جلسہ تقسیم انعامات آنریبل جسٹس سر سرنو اس داس دھار چیف جج فیڈرل کورٹ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر پرنسپل صاحب نے کالج کی رپورٹ سناتے ہوئے کہا:۔

" اس کالج کے طلبا آریہ سماجک سرگرمیوں کی طرف خاص رجحان رکھتے ہیں اس ضمن میں ایک ینگ مینز آریہ سماج کی سبھا قائم ہے جو اس دفعہ تندہی سے کام کرتی رہی۔ ان کی طرف سے دیوالی مہاتما منسراج ڈے شو را تری۔ دیانند نرباس اور حیدر آباد ڈے نہایت شان سے منائے گئے۔ بلکہ اس سماج کی طرف سے ہریجنوں اور کالج ہوسٹل سرونٹس کیلئے ایک سکول جاری ہے جس میں ہندی وغیرہ کی تعلیم دیجاتی ہے …. اس کے علاوہ اس سماج کی طرف سے ایف۔ اے کے ایسے لڑکوں کو ہندی سکھلائی جاتی ہے جو اس سے پہلے ہندی نہیں جانتے " (آریہ گزٹ، ۱۱ مارچ ۱۹۴۰ء)

ہماری قوم کے نوجوانوں بالخصوص مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے [illegible] ◆

"حج بدل"

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سوال:- ایک دوست دریافت فرماتے ہیں کہ جبکہ حج ایک فریضہ ہے اور استطاعت رکھنے والے پر فرض ہے۔ اس کے کچھ مقاصد ہیں۔ جن میں ایک مقصد عالم اسلامی کا ایک جگہ ملنا ہے۔ کیا یہ مقصد بدل بھیجنے سے یعنی اپنی جگہ یا متوفی کی جگہ کسی اور شخص کو حج بیت اللہ پر بھیج دینے سے پورا ہو سکتا ہے؟

جواب:- اگرچہ اس کا جواب تو فقط اس قدر بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اجتماع میں معذوری کی حالت میں اپنا نمائندہ بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ اور یہ تمام دنیا کا دستور ہے۔ لیکن میں اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حج ایک عبادت الٰہی ہے اور یہ مسئلہ مذہبی رنگ بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

اول تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کوئی نیکی کر جائے تو جو ثواب اس نیکی پر مترتب ہوگا۔ اس سے اس نیکی کے ثواب کو کوئی نسبت ہی نہیں جو اسکے مرنیکے بعد اس کی طرف سے اس کے ورثا کریں۔ مثلاً ایک شخص اپنی زندگی میں دسواں حصہ اپنے ترکہ کا خدا کی راہ میں دے جاتا ہے تو جو ثواب اسے ملیگا وہ ثواب اس حالت میں نہیں مل سکتا کہ اگر اس کے ورثا اس کے مرنے کے بعد دسواں حصہ ترکہ کا اس کے نام خدا کی راہ میں دیدیں۔ میں مانتا ہوں کہ اس خیرات کا ثواب متوفی کی روح کو پہنچتا ہے۔ مگر یہ ثواب اس ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسے اس ثواب سے کوئی نسبت ہی نہیں جو ثواب کسی شخص کو اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کرنے میں مترتب ہوتا ہے۔

اسلام نے دو عبادتوں کا بدل رکھا ہے اور انہی دونوں پر رکھا ہے جو لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا کے ماتحت ان کے متکلف ہیں۔ ایک روزہ۔ دوسرے حج۔ اس میں کیا شک ہے کہ اگر انسان مسافر ہو یا مریض اور روزہ رکھنے کے ناقابل ہو تو وہ طعام مسکین کا فدیہ دے سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس فدیہ سے ان روحانی برکات سے انسان کس طرح متمتع ہو سکتا ہے جو روزہ رکھنے سے انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ خدا کی رضا کے لئے بھوکا پیاسا رہنا تکلیف اور مشقت اٹھانا ایک بڑی بھاری قربانی ہے جو ایک روزہ دار سے سرزد ہوتی ہے پس جو ثواب اور روحانی ترقی روزہ رکھنے والے کو حاصل ہوگی۔ وہ اس شخص کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے جس نے روزہ نہیں رکھا۔ بلکہ صرف ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا۔ مسکین کو کھانا کھلانا بجائے خود ثواب ہے۔ جیسے شریعت نے روزہ کے فرض کے ترک ہو جانے کا فدیہ قرار دیا ہے۔ مگر فدیہ کے فقط یہ معنے ہیں کہ ترک فرض سے جو گناہ ہوا تھا اس کا بدل ہو گیا۔ اب اس کے روزہ نہ رکھنے میں گناہ کوئی نہیں۔ لیکن وہ ثواب اور روحانی ترقی بھی تو نہیں جو ایک روزہ دار کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح حج کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے لیے ایک بڑی بھاری قربانی ہے۔ گھر بار، وطن۔ اعزا و اقربا چھوڑ کر دیار محبوب کو چل دینے اور بہت سا مال خرچ کر کے طرح طرح کی پابندیوں کے ساتھ مشقتیں جھیلنے میں اور بیت اللہ کا طواف اور عبادت اور عرفات کی حاضری وغیرہ میں نفس کو زبردست مجاہدہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان تمام باتوں کے ثواب کو وہ ثواب کیسے پہنچ سکتا ہے جو حج **بدل** پر مترتب ہوتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں مال کی قربانی ہے اور اپنے ایک نادار بھائی کی روحانی ترقی اور ثواب کیلئے سامان مہیا کرنے کا بجائے خود بہت ثواب ہے۔ لیکن جو ثواب خود اپنے مال خرچ کر کے اور طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر اور عبادتیں کر کے حاصل ہوتا ہے وہ اس صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں حج بدل سے ترک فرض کے گناہ کا کفارہ ہو گیا۔ اب اس سے کوئی باز پرس نہیں رہی۔ یاد رہے کہ حج صرف اسی کے لئے فرض ہے جس کے پاس زاد و راہ کیلئے کافی روپیہ ہو اور اس کے لئے مکہ معظمہ میں امن ہو اور اس کی صحت بھی درست ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں تو اس پر حج بھی فرض نہیں۔ ایسا شخص اگر حج بدل نہ بھی کرے۔ تب بھی کوئی حرج نہیں مثلاً ایک نادار شخص ہے وہ نہ حج کر سکتا ہے نہ حج بدل کروا سکتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح ایک شخص اگر خرابی صحت یا امن نہ ہونے کی صورت میں حج نہیں کر سکا تو عند اللہ وہ بھی معذور ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی جگہ کسی نادار شخص کو حج کروا دے تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔

اسی طرح ایک شخص دولتمند ہے مگر اپاہج والدین کی خدمت میں لگا ہوا ہے اس لئے حج کو نہیں جا سکتا۔ اگر وہ اپنی جگہ حج بدل کروا دے تو ترک فرض کا گناہ معاف ہو گیا۔ ایک بھائی کو حج کرانے اور والدین کی خدمت کا ثواب مزید برآں ہو گیا۔ لیکن با ایں ہمہ وہ روحانی ترقیات جو حج کرنے سے خود اسے حاصل ہوتیں۔ وہ اسے کس طرح مل سکتی ہیں۔ گویا حج بدل بجائے خود ایک بہت بڑی نیکی ہے جو حج فرض ہونے کی صورت میں اور کسی وجہ سے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جانے کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

البتہ ایک اور فریضہ ہے جو جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ فریضہ ایسا ہے کہ اگر کوئی اس میں مشغول ہو تو جو ثواب اور اس کے ذریعہ جو روحانی ترقیات اسے حاصل ہو سکتی ہیں وہ کسی اور عبادت سے حاصل ہونا ممکن نہیں۔

خاکساروں اور پولیس کے درمیان افسوسناک تصادم

درجنوں انسانی جانیں ضائع ہوئیں

لاہور ۱۹ مارچ۔ آج بارہ بجے دوپہر کے قریب بھاٹی دروازہ کے اندر پولیس اور خاکساروں کے درمیان تصادم ہو گیا جس پر پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ سرکاری بیان مظہر ہے کہ قواعد متعلقہ تحفظ ہند کے ماتحت حال ہی میں جو سرکاری احکام صادر کئے گئے تھے ان کی خلاف ورزی میں فوجی طریق پر جلوس نکالنے کی غرض سے آج صبح لاہور میں تقریباً ڈیڑھ سو خاکسار جمع ہوئے۔ ان کی بیشتر تعداد شمال مغربی سرحدی صوبہ سے آئی تھی۔ اطلاع ملنے پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور فوراً موقع پر پہنچے اور انہیں متنبہ کیا اور اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے جلوس ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ پولیس کے ایک دستہ نے ان کا راستہ بند کیا ہوا ہے تو انہوں نے اپنے بیلچوں سے اس پر حملہ کر دیا اور متعدد ضربات پہنچائیں۔ بعد کو پولیس کی ایک زیادہ بڑی تعداد نے انہیں روکا اس پر بھی انہوں نے حملہ کیا اور پولیس گولی چلانے پر مجبور ہو گئی ابھی تک ہلاک شدگان اور زخمیوں کی ٹھیک تعداد معلوم نہیں ہوئی لیکن بر وقت اطلاع کچھ خاکسار ہلاک ہو گئے ہیں۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بیلچوں سے شدید ضربات پہنچیں۔ اور وہ ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے ہیں اور ان کی حالت موجب تشویش ہے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی زخمی ہوئے۔ ایک کانسٹیبل ہلاک اور پانچ چھ زخمی ہوئے۔ پولیس اور فوجی کمک پہنچ گئی ہے اور شہر میں گشت لگا رہی ہے

کرفیو آرڈر اور دفعہ ۱۴۴

لاہور ۱۹ مارچ۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ایک اعلان کے ذریعہ لاہور شہر کی چار دیواری میں آج سے کرفیو آرڈر جاری کر دیا ہے جس کے ماتحت شہر کی چار دیواری میں رہنے والا کوئی شخص ۷ بجے شام اور ۶ بجے صبح کے درمیان باہر نہیں نکل سکتا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک اور اعلان کے ذریعہ ۱۹ مارچ سنہ ۴۰ء سے دو ماہ کیلئے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت بلدیہ لاہور کی حدود کے اندر کسی گلی، کوچہ یا پبلک جگہ میں پانچ یا پانچ سے زیادہ اشخاص کا اجتماع ممنوع قرار دیا ہے۔ اور لوگوں کو ایسے مجمع میں شرکت سے سخت انتباہ کیا گیا ہے۔ نیز آتشیں اسلحہ، چاقو تلوار، کرپان، بیلچہ، لاٹھی یا دیگر اسلحہ لیکر چلنے کی ممانعت کر دی ہے ایک اور اعلان کے ذریعہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے عوام کو انتباہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قاتلانہ حملہ کرتے یا آگ لگاتے ہوئے دیکھا گیا تو اس پر گولی چلا دی جائے گی۔

ہلاک شدگان کی تعداد

لاہور ۱۹ مارچ۔ رات کے آٹھ بجے کی اطلاع ہے کہ آج ۲۹ اشخاص ہلاک اور ۸۰ مجروح ہوئے۔ ہلاک شدگان میں دو کانسٹیبل اور مجروحین میں ۱۲ کانسٹیبل بھی شامل ہیں۔ ہسپتال میں سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کی حالت ابھی تک نازک ہے۔ مگر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی حالت رو بہ اصلاح ہے۔

—— لاہور ۱۹ مارچ۔ اس حادثہ کے پیش نظر گورنر پنجاب نے انجمن خاکساران کو خلاف قانون قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں سرکاری گزٹ شائع کر دیا گیا ہے۔ سرکاری گزٹ میں مزید درج ہے کہ چونکہ انجمن خاکساران ایسوسی ایشن کو خلاف قانون قرار دیدیا گیا ہے اور چونکہ گورنر پنجاب کی رائے میں موضع اچھرہ میں ادارہ علیہ نامی جگہ کو انجمن خاکساران کے مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے گورنر پنجاب نے اس ادارہ کو بھی خلاف قانون قرار دے دیا ہے۔

صدر مسلم لیگ کا جلوس منسوخ

جناب صدر مجلس استقبالیہ آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس نے اعلان کیا ہے کہ لاہور میں جو مخصوص حالات ۱۹ مارچ کے حادثہ کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا مسلم لیگ کے اجلاس پر کوئی خاص اثر نہ پڑیگا اجلاس ضرور منعقد ہوگا۔ لیکن مسٹر جناح کا جلوس جو ۲۱ مارچ کی صبح کو نکلنے والا تھا۔ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

طلبہ سے یونیورسٹی کی رعایت

لاہور ۱۹ مارچ۔ مسٹر ایس۔ پی سنگھا کنٹرولر آف اگزامینیشن پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ آج لاہور میں گڑبڑ پیدا ہونے کی وجہ سے بعض طلبہ بعد دوپہر کے یونیورسٹی کے امتحان میں شریک نہیں ہو سکے۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ ایسے طلبہ کا ازسرنو امتحان لیا جائے گا۔ تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ جو طالب علم آج کے امتحان میں شریک نہ ہو سکے ہوں۔ انہیں چاہئے کہ اس رعایت کیلئے فی الفور کنٹرولر آف اگزامینیشن سے درخواست کریں۔

—— لاہور ۱۹ مارچ۔ آج میاں عبدالحی وزیر تعلیم میو ہسپتال تشریف لے گئے۔ آپ نے مجروحین کا معائنہ کیا۔

مارٹن لوتھر اور تجدید مسیحیت

درس گاہ سے خانقاہ میں

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

(۳)

اعادہ

اس سے پہلے شیوع میں ایرفرٹ کی عظیم الشان درسگاہ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ یہاں کس شوق سے مارٹن لوتھر تعلیم حاصل کرتا رہا بحث ومناظرہ میں خوب نام پیدا کیا۔ آخر مناظروں سے طبیعت اکتا گئی اور حقیقی علم کا تجسس پیدا ہؤا۔ ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ اصل بائبل کا مطالعہ کیا جس سے روح اور دماغ میں چند ایک تغیرات پیدا ہوئے۔ بعد میں احباب اور لواحقین کے مشورہ سے قانون اور وکالت کی تعلیم شروع کی۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ دنیائے مسیحیت کا مصلح اعظم صرف ایک پیشہ ور وکیل ہو کر رہ جائے۔ اس لئے اچانک ایک واقعہ نے اس کی زندگی کا رخ بدل دیا۔

فوری تغیر

ہر انسان کی زندگی میں اندر ہی اندر چند ایک نامحسوس تغیرات رونما ہوتے رہتے ہیں جنہیں نہ تو اس شخص کے احباب محسوس کرتے ہیں اور نہ وہ شخص محسوس کرتا ہے اور وہ تغیرات قلب ودماغ کی گہرائیوں میں ایک پھوٹ نکلنے والے مادہ کی طرح جمع ہوتے رہتے ہیں۔ حتی کہ اچانک ایک واقعہ ایسا ظہور پذیر ہوتا ہے جو قلب کی فصد کھول دیتا ہے اور یہ مادہ بہ نکلتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص کی زندگی میں ایک فوری تغیر پیدا ہو گیا۔ حالانکہ اس تغیر میں وراثت، ماحول، تعلیم وتربیت اور اس شخص کی طبعی افتاد کے عناصر ممزوج ہوتے ہیں۔ انسان حالات کا پتلا ہے جس کا انفرادیت شخصیت اور کردار پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔

مصلح اور آئینہ

فرد اور شخص کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جتنا اس آئینہ کا صیقل اعلےٰ ہوگا۔ خارجی حالات اس "اعصابی آئینہ" پر انعکاس اور ردعمل زیادہ پیدا کریں گے "مصلح" کیا ہوتا ہے محض ایک آئینہ بردوش انسان جو اپنی قوم کو اس کے انحطاط کا آئینہ دکھاتا ہے اس آئینہ کے اندر قوم اپنی شکل اور بگڑے ہوئے خدوخال دیکھ کر ڈر جاتی ہے اور اپنے اندر اصلاح اور تغیر پیدا کر لیتی ہے۔

مصلحین کے دو گروہ

مصلحین میں سے بعض مقامی یا قومی ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق صرف اپنے مقام اور ملت سے ہوتا ہے۔ یہ عالمگیر ہیئت پر گہرا اثر نہیں ڈالتے۔ البتہ یہ لوگ عالمگیر حقائق کو قبول کرنے کیلئے اپنی قوم کو تیار ضرور کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی اصلاح قبول کرنے سے قوم ہر بڑی سے بڑی اصلاح کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس تجدید مسیحیت جس کا بانی مارٹن لوتھر ہے کے نتائج یہی نکلے اور اس کے بعد یورپی اقوام نے تمام اصلاحوں کو قبول کیا۔ مارٹن لوتھر ایک مقامی اور ملی ریفارمر تھا جس نے سفید فام . . . . . عیسائی قوموں کے اندر جمود کو توڑ کر ہر اصلاح کو قبول کرنے کا احساس پیدا کیا — مقامی مصلحین کے بالمقابل مصلحین عظام ہوتے ہیں۔ جیسے مہاتما بدھ اور مسیح ناصری جن کا سلسلہ ہماری سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو گیا اور بین الاقوامی قوانین، عالمگیر حقائق اور آفاق پر پھیلے ہوئے اسرار قرآن حکیم کی صورت میں منکشف ہو گئے۔ اور حضورؐ کے بعد جتنے مقامی اور ملی تغیرات دنیا کے طول وعرض میں واقع ہوئے وہ صرف اس لئے تھے تاکہ ان عالمگیر حقائق کو قبول کرنے کی لوگوں کے اندر صلاحیت پیدا ہو جائے۔ مارٹن لوتھر نے جس اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بھی عیسائی قوموں کا اسلام کی طرف ایک قدم تھا۔ شاید اسی لئے اس وقت ذہبی طبع پادری مارٹن لوتھر کو "محمدی کتا" کہکر پکارتے تھے۔

ایک واقعہ

جن دنوں مارٹن لوتھر ایرفرٹ میں قانون کی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ یعنی جون ۱۵۰۵ء کی بات ہے۔ جب کلیسا کے بعض تواردوں کے جمع ہو . . جانے کی وجہ سے اسے رخصتیں ہوئیں وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی ملاقات کیلئے گھر چلا گیا — وہاں ہفتہ عشرہ قیام کر کے ۲ جولائی ۱۵۰۵ء کے دن درسگاہ کو لوٹ رہا تھا کہ ایرفرٹ کے قریب ہی ایک موضع ہے جسے (Stotternheim) کے نام سے پکارتے تھے وہاں اسے ایک شدید طوفان باد وباراں نے آلیا۔ بجلی کڑکی اور کوندی۔ مارٹن لوتھر کے قلب میں خشیت اللہ زیادہ تھی۔ وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے زمین پر گر گیا — بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ "المدد! اے قضا وقدر کے مالک مجھے بچاؤ۔ اگر جان بچی تو راہب ہو جاؤں گا اور کلیسا کی خدمت کیلئے زندگی وقف کر دوں گا" طوفان ختم ہو گیا۔ بادل پھٹ گئے اور موسم اعتدال پر آ گیا۔ یہ . . عناصر کا ایک طبعی ہیجان تھا۔ لیکن چونکہ اس کے قلب میں پہلے سے ہی چند ایک مذہبی تغیرات رونما ہو رہے تھے اور قلب میں ایسا مادہ جمع ہو رہا تھا جس کا ایک دن پھوٹ نکلنا یقینی تھا۔ گھر سے واپسی کے وقت دل غیر معمولی طور پر گداز تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ واقعہ گویا رونما ہؤا تغیر کے سمند پر تازیانہ لگا اور وہ سرپٹ بھاگنے لگا — ایرفرٹ پہنچکر چند دنوں کے بعد اسے خیال پیدا ہؤا کہ اس نے ایک سخت مذہبی عہد کیا ہے جس کی پابندی لازمی ہے اور چونکہ یہ قسم اور عہد اپنی نوعیت میں خالص مذہبی تھے۔ اس لئے والدین کی خوشنودی اور رضامندی کا حاصل کرنا ضروری نہ تھا۔ . . . ان دنوں کلیسا کا یہ فرمان تھا کہ مذہبی قسم اور عہد سے کوئی چیز آزادی نہیں دلا سکتی۔ مارٹن لوتھر میں چونکہ مذہبی احساس بہت ہی زیادہ تھا۔ اس لئے اس کے تو وہم گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ کوئی طریقہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے اس کی اس خودساختہ پابندی سے گلو خلاصی ہو سکے

رہبانیت کیلئے اقدام

۱۶ جولائی ۱۵۰۵ء کو اس نے اپنے تمام دوستوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی قسم اور اقدام کا اظہار کیا۔ دوستوں کو الوداع کہنے کے لئے چند فقرات کہے۔ جن میں سے ایک فقرہ یہ تھا۔ "آج مجھ سے مل لو۔ آئندہ کبھی ملنا نہ ہوگا" سب آبدیدہ ہو گئے۔ انہوں نے لاکھ سمجھایا بجھایا۔ لیکن لوتھر کے عزم پر نہ اثر ہونا تھا اور نہ ہؤا۔ ۱۷ جولائی ۱۵۰۵ء کو سینٹ آگسٹائن کی خانقاہ میں جو ایرفرٹ میں ہی واقعہ تھی داخل ہو گیا۔

مارٹن لوتھر کا یہ راہبانہ اقدام تو کوئی ایسا اقدام نہیں۔ جس کی تعریف کی جائے۔ اسلام میں رہبانیت کی قطعی ممانعت کی گئی ہے۔ مستقل رہبانیت انسان کے روحانی دماغی اور جسمانی قواء کو مفلوج کر دیتی ہے اور تہذیب وتمدن کی رفتار کو روک دیتی ہے۔ قدرت نے قوائے روحانیہ انسان کو اس لئے عطا کئے ہیں۔ تاکہ انہیں نشوونما دی جائے۔ نہ کہ انہیں کسی خانقاہ کی کوٹھری میں سڑا اور گلا دیا جائے۔ راہبوں اور سادھوؤں کی دنیا قبرستانوں اور ویرانوں کی دنیا ہے ویرانے اور قبرستان مقصود حیات نہیں۔ بلکہ انسان کو ایک تعمیر، ہنگامہ اور ارتقا کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی زندگی ایک کشمکش رستخیز جدوجہد اور مستقل پیکار ہے۔ نہ کہ ایک خواب غفلت اور مراقبہ۔ یہ تو اس یونانی فلسفی افلاطون کی تعلیم تھی جس نے عیسائیت میں شامل ہو کر رہبانیت کو اس کا مستقل جزو بنا دیا۔ ورنہ سامی مذاہب تو رہبانیت کو انسان کیلئے سم قاتل خیال کرتے تھے۔ رہبانیت انسانیت نہیں بلکہ گوسفندی ہے چنانچہ افلاطون کے متعلق شاعر مشرق نے خوب کہا ہے۔

اشعار

راہب دیرینہ افلاطون حکیم
از گروہ گوسفندانِ قدیم

گفت سرِ زندگی در مردن است
شمع را صد جلوہ از افسردن است

گوسفندے در لباسِ آدم است
حکمِ او بر جان صوفی محکم است

عقلِ خود را بر سرِ گردون رساند
عالمِ اسباب را افسانہ خواند

فکرِ افلاطوں زیاں را سود گفت
حکمتِ او بود را نابود گفت

بسکہ از ذوقِ عمل محروم بود
جانِ او وارفتۂ معدوم بود

خیر مارٹن لوتھر راہب تو اس دن سے بن گیا۔ لیکن اس نے بالآخر اس رہبانیت کے جوئے کو اپنی گردن سے اتار پھینکا مگر اس عارضی رہبانیت نے اسے اتنا فائدہ ضرور پہنچایا۔ کہ اس میں ایک قسم کا ضبط اور تحمل پیدا ہو گیا۔ لیکن اگر یہ رہبانیت کا زمانہ طویل ہو جاتا۔ تو یقیناً مارٹن لوتھر کے روحانی قواء شل ہو جاتے اور ہمیشہ کیلئے رہبانیت کی یخ بستگی میں دفن ہو کر رہ جاتے۔ لیکن داد دیجئے کہ فطرت سلیم کو جو ان مصنوعی پابندیوں کے خلاف خود بخود جہاد کرتی ہے اور بالآخر ان کی زنجیروں کو توڑ ڈالتی ہے۔

۱۵۰۵ء سے لیکر ۱۵۱۷ء کا زمانہ لوتھر کی رہبانیت کا زمانہ ہے۔ اس کے متعلق مفصل ہم آئندہ قسط میں بیان کریں گے ۱۵۱۷ء کے بعد سے ریفارمیشن یا تجدید مسیحیت کا زمانہ شروع ہوتا ہے ✦

(باقی آئندہ)

پینانگ سے ایک مجاہد کا خط اور تبلیغی ڈائری

ایک زیرِ تبلیغ شخص پر پیغام صلح کے "تنظیم نمبر" کے مطالعہ کا اثر

قارئین کرام جناب ایس۔ بی۔ علی صاحب مقیم پینانگ سے بخوبی واقف ہوں گے۔ آپ ہماری جماعت کے ایک مخلص اور پرجوش رکن ہیں۔ ہمیشہ تبلیغ اسلام اور خدمت دین میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے ایک تازہ مکتوب اور تبلیغی ڈائری کا کچھ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (پیغام صلح)

موصوف اپنے خط مورخہ ۲۲؍۲ میں لکھتے ہیں۔ آج اپنی دو ماہ کی ڈائری ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ اس کے متعلق اتنی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ خاکسار مع اپنے بال بچوں کے بیمار رہا۔ اور اسی وجہ سے جلسہ سالانہ پر بھی حاضر نہ ہو سکا۔ اور پینانگ ساحل سمندر پر دو ماہ کی رخصت گزاری۔ ان دو ماہ میں چونکہ اور تو کوئی کام نہ تھا۔ لہذا جو وقت میسر آیا اس کو اسی طرح صرف کیا۔ مگر اس میں جناب ڈاکٹر صدر علی صاحب کا اسم گرامی قابل ذکر سمجھتا ہوں۔ حضرت یہ ڈاکٹر صاحب یو۔ پی۔ ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ان کا کاروبار برما میں بہت ہی اچھا تھا۔ اس ملک میں پہلے بھی ایک دفعہ ۱۹۳۲ء میں رہ گئے تھے۔ جب برما میں لوٹ مار شروع ہوئی تو اس طوفان میں ان کا مال اسباب بھی دوا اور دکان میں سب کچھ چلا گیا۔ غرضیکہ جان بچا کر آپ پینانگ تشریف لے آئے اور یہاں پھر کام شروع کیا۔

جب میں ان کے ہاں یا یہ میرے ہاں آتے تو میں سرسری طور پر احمدیت کا ذکر کر دیا کرتا۔ کبھی کبھی مسیح ناصری کی حیات اور ممات کا ذکر شروع کر دیتا۔ کبھی مسیح موعود کا۔ کبھی یاجوج و ماجوج اور دجال کا۔ غرضیکہ آہستہ آہستہ میں ان کو ٹٹولتا رہا۔ اور معلوم کیا۔ بڑی سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک ہیں۔ آپ ڈاکٹر بھی ہیں اور حکیم بھی۔ میں نے اخبار پیغام صلح کے پرچے ان کو پڑھنے کیلئے دیئے۔ جوبلی نمبر دیا اور دو ایک پمفلٹ دیئے جن کا ان پر بہت ہی اچھا اثر ہوا۔

ایک روز میں نے خود ہی لاہوری اور قادیانی جماعت کا ذکر شروع کیا اور وہ تمام کیفیت بیان کی۔ جو کہ اختلاف کی وجہ تھی۔ جماعت محمودی کا ہماری راہ میں سنگ گراں ہونا ثابت کیا اور ایسی ہی اور باتیں مثلاً ان کے عقائد اور ان کی اشاعت اسلام سے بے توجہی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ تمام ماجرا وہ سن چکے تو فرمانے لگے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج حقیقت کھل گئی ..... کیونکہ لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ احمدیوں کے عقائد اور ہیں۔ لوگوں کو اور بتاتے ہیں۔ جب ایک جاہل والعوذ باللہ احمدیت قبول کر لیتا ہے۔ تب کچھ عرصے کے بعد آہستہ آہستہ اس کو مرزا صاحب کی نبوت سنواتے ہیں۔ اب معلوم ہو گیا کہ لوگ بھی کسی حد تک سچے ہیں۔ اور لاہوری جماعت کی نسبت لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہے۔ تمام دنیا قادیانی قادیانی کا راگ الاپ رہی ہے۔ میں نے ان کو پیغام صلح کا "تنظیم نمبر" دیا اور آخر میں "آئینہ احمدیت" پڑھنے کے لئے دیا۔ جس کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔ کہ اب اعتراضوں کی اوقات بھی معلوم ہو گئی ہے۔ لوگ ان کو بھی اب مرزائی کہنے لگ پڑے ہیں۔ مگر یہ ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ احمدیت ان کے دل پر نقش کر چکی ہے۔ آج ان کو ازالہ اوہام ارسال کر رہا ہوں۔ امید قوی ہے کہ بہت جلد داخل سلسلہ ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

اپنی ڈائری ۱۲؍۱۲؍۵۵ تا ۲۰؍۲؍۵۶ میں لکھتے ہیں:۔

بعد مغرب ڈاکٹر صدر علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کا اعتراض کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور تمام مسلمانوں کو کافر کہا تھا کہ جو ان کو نہ مانے۔ اس کا جواب دیا گیا اور پمفلٹ "رد تکفیر اہل قبلہ" ان کو مطالعہ کیلئے دیا۔ بڑے دن کی تعطیلات میں ہمارے ہوٹل کے تمام کمرے جاپانی لوگوں سے بھرے تھے دس کمروں میں ووکنگ مشن کا لٹریچر بانٹا۔ ایک سکھ دوست ہزارہ سنگھ صاحب کو "مہدی پیر پمفلٹ" اور گرنتھ صاحب کی تاریخ دی۔ بعد مغرب ڈاکٹر صاحب کو پیغام صلح کا "جوبلی نمبر" دیا اور تاکید کی کہ شروع سے آخر تک ضرور پڑھیں۔ انہوں نے پڑھنے کا وعدہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے دو دوست حاجی غفار صاحب اور شفیع داؤد صاحب اردو زبان سے خوب واقف تھے۔ ان کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی حالت پر بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں میں نے احمدیت کا ذکر کیا۔ یہ ثابت کر دیا کہ اس وقت احمدیت ہی ہے جو مسلمانوں کو کامیابی کا رستہ دکھا رہی ہے۔ مگر مسلمان تو سو رہی ہے۔ آج اگر تمام مسلمان ہمارے ساتھ مل جائیں تو انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصے میں کامیابی ہمارے پاؤں چومے گی۔ ان دونوں دوستوں کو "مغرب میں تبلیغ اسلام" اور "ہمارے کام اور ہمارے عقائد" پمفلٹ دیئے۔ دوران گفتگو میں ایک صاحب بڑے جوش میں فرمانے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! احمدی تو حضرت عیسٰی کو مرا ہوا مانتے ہیں۔ اس کا جواب خاکسار نے دیا۔ پمفلٹ مسیح ناصری اور کال آف اسلام ان کو دیئے اور وعدہ لیا کہ وہ ضرور مطالعہ کریں گے

۸ بجے صبح ایک جاپانی افسر (YAMADA) صاحب جو کہ چند گھنٹوں کے لئے ہوٹل میں قیام فرما کر بذریعہ ہوائی جہاز بینگ کاک تشریف لے گئے۔ "اسلامک ریویو" کی ایک کاپی "اسلامک برادرہڈ" ایک کاپی "پرافٹ آف اسلام" اور "اسلام دی ریلیجن آف ہیومانٹی" ایک ایک کاپی پیش کی جن کو آپ نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا۔ "اسلامک ریویو" کی ایک کاپی امریکہ واشنگٹن (I-R-IV) جس کا میں ممبر ہوں بذریعہ پوسٹ بھیج دی گئی۔

صبح دس بجے ڈرائنگ روم میں تمام ہوٹل کے مسافروں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے آ کر ایک قصہ اس پیرائے میں بیان کیا کہ جس میں عیسائیت اور اسلام کی تعلیم پر روشنی ڈالی گئی۔ جاپانی دوست بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ہاں اکثر لوگ اسلام سے بالکل ناواقف ہیں۔ کیا آپ کوئی پتہ بتا سکتے ہیں کہ جہاں سے اسلامی لٹریچر مل سکے۔ اس پر میں نے دارالکتب اور ووکنگ مشن کی کتابوں کی فہرست ان کو دے دی۔

"پینانگ ہل" پر چند دوستوں کے ہمراہ گیا۔ وہاں ایک ریسٹورنٹ میں ایک انگریز پادری سے باتیں ہوئیں۔ اس نے چند ایک ناجائز الزام آنحضرت صلعم پر لگائے جن میں ایک پرانا الزام کہ اسلام تلوار سے پھیلایا گیا بھی تھا۔ بعد مغرب کتاب "جادو آف اسلام" لیکر اس کے مکان پر گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر حیران ہوا کہ آپ کو بڑا جوش آیا۔ کہ رات کو ہی تکلیف کی۔ میں نے کہا کہ صاحب ابھی تو شام ہے۔ آپ لوگ سینما اور ڈانس وغیرہ میں جائیں گے۔ ہم مسلمانوں نے ابھی نماز عشا پڑھنی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مکان پر پانچ آدمیوں کی موجودگی میں حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم مغفور نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا ذکر ہوا۔ جب ان کی اس عظیم الشان قربانی کا ذکر کیا جو انہوں نے جوبلی کے موقع پر دی۔ اور جب ہالینڈ مشن کے لئے رقم دینے کا وعدہ کیا اور حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا ذکر نہ کرنا اور ان کی وفات کے بعد ان کی بیگم صاحبہ نے وہ ذمہ داری اپنے اوپر لی۔ ان کے صاحبزادہ صاحب کا ذکر وغیرہ کیا۔ تو ان پانچوں دوستوں کے آنسو نکل پڑے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے بڑے جوش سے بڑی اونچی آواز میں کہا کہ وہ فرشتہ تھا۔ خدا غریق رحمت کرے۔

ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر ایک دوست کو سنگاپور "اسلامک برادرہڈ" اور "کال آف اسلام" اور "مغرب میں تبلیغ اسلام" ایک ایک کاپی ارسال کی۔

پینانگ ایک لائبریری میں "کال آف اسلام"۔ "دی ریلیجن آف ہیومینٹی"۔ "پرافٹ آف اسلام" کی ایک ایک کاپی رکھی۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— مسلم ہائی اسکول لاہور کے سالانہ امتحانات ہو رہے ہیں۔ بہت سے طلبہ امتحان میٹرکولیشن میں بھی شریک ہوئے ہیں۔ احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔

—— نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ وصرم کوٹ بگہ کی جماعت کے صدر شیخ ابراہیم صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں شیخ صاحب موصوف اور ان کے خاندان کے جملہ افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

—— اس قسم کی ایک رنجدہ خبر یہ ہے کہ جناب جعفر خاں صاحب

حضرت مسیح موعود کے الہامات کے دو مفسر

قادیانی حضرات کا نہایت افسوسناک طرز عمل

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی)

جس طرح ہٹلر جرمنی سے پروپاگنڈہ کرتا ہے کہ موسم بہار میں اتحادیوں پر خوفناک حملہ کرے گا۔ ٹھیک اسی طرح جناب صاحبزادہ صاحب نے قادیان سے جلسہ سالانہ کے موقع پر اعلان فرمایا کہ آئندہ پیغامیوں پر تبلیغ کے ذریعہ سے عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے گا۔

چنانچہ اس مہم کا ان کی طرف سے آغاز بھی ہو چکا ہے۔ صاحبزادہ صاحب کے ایک مشہور جرنیل یعنی فاضل اجل علامہ بے بدل مولینا و بالفضل اولٰنا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مورخہ ۹ و ۲۴ فروری ۱۹۴۴ء کے اخبار "الفضل" میں پیغامیوں پر اس طرح گرجے و برسے ہیں کہ الحفیظ و الامان! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فضلائے قادیان نے قرآن کریم کی انگریزی اور اردو تفسیر سے توجہ ہٹا کر تذکرہ کی تفسیر و تشریح پر زور اور طاقت صرف کرنی شروع کر دی ہے اور تذکرہ کا وہ حصہ جو علامہ کی جودت طبع اور قوت استدلال سے منصہ شہود پر آیا ہے اس سے تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت اور رسالت کی زد میں صرف لاہوری جماعت اور اس کا امیر ہی آیا ہے۔ دوسرے لوگوں کو آپ کے انداز سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہم علامہ موصوف کی اس تازہ عنایت کا شکریہ بجا لا کر آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

نیز پہ نیز چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے

ناظرین کی دلچسپی کیلئے ہم علامہ کے حقائق سے چند اقتباس تبرکاً پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب پورے طور پر مستفید ہونا چاہیں تو وہ اصل مضمون کی طرف رجوع فرمائیں۔ چونکہ ہمارے حریف کا یہ جنگی کارنامہ ہے اس لئے تہذیب کے دائرہ سے وہ بے نیاز ہیں اور چونکہ وہ حق نمک ادا کر رہے ہیں اس لئے بھی وہ معذور ہیں۔ عجب نہیں کہ دربار خلافت سے ان خدمات کے صلہ میں ترقی یا خوشنودی مزاج کا کچھ صلہ عطا ہو۔ مضمون مندرجہ ذیل ۱۴ ضمنی عنوانات پر پھیلایا چلا گیا ہے۔ ہم ان میں سے چند اقتباس ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں:-

نمبر ۱۳۔ بحوالہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۵ "کئی چھوٹے بڑے اور کئی بڑے چھوٹے کئے گئے۔" اس الہام کا مصداق مولینا کے خیال شریف میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب۔ ہر دو ڈاکٹر صاحبان۔ شیخ رحمت اللہ اور مولوی محمد احسن صاحبان ہیں۔

مگر یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ان ناموں کی تفہیم کس ذریعہ سے ہوئی۔ آیا خواب یا کشف یا وحی کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق پر ہمارا خیال ہے کہ محض عداوتاً قوت متخیلہ رنگ لا رہی ہے۔

نمبر ۲۱۔ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۶۵۰-۶۵۱ و ۶۵۲ تین الہام درج فرمائے ہیں۔ تیسرا الہام یہ ہے "کوئی درباری میرے حلقہ اطاعت سے گزرنے نہ پائے۔ کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔"

علامہ نے تفسیر اس طرح فرمائی ہے۔ "کہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر جو حضرت مسیح موعود کے درباری اور خاص لوگ تھے ان میں سے جو عداوت محمود کے باعث حلقہ اطاعت سے گزر کر بغاوت اختیار کرنے والے ہوئے انہیں سزا دی گئی کہ احمدیت کے عقائد صحیحہ سے محروم ہو کر غیر احمدیوں سے مل گئے۔

معلوم نہیں کہ عداوت محمود کے باعث بغاوت کرنا کس عبارت کی تشریح ہے۔ پھر کوئی بھی درباری سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔ اس وعید سے قادیان والوں کو کس طرح بچا لیا گیا ہے۔ کیا خود صاحبزادہ صاحب کی ذات بابرکات نواب صاحب نواب محمد علی خان صاحب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین وغیرہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر نہیں تھے یہ جملہ تشنہ تشریح ہے اس پر مکرر غور فرمائیں۔

نمبر ۳۔ بحوالہ تذکرہ ص۷۶۲ "خدا دو فریق میں سے ایک کا ہوگا"۔ اس الہام کی تفسیر بحوالہ تذکرہ ص۲۷۵ یوں فرمائی ہے کہ سیدنا محمود جو رسول اللہ کے بیٹے ہیں خدا کی معیت آپ کے ساتھ ہے۔ مگر اس معیت کی کوئی وجہ تحریر نہیں فرمائی۔ خدا کی معیت ان لوگوں کے ساتھ ہونی چاہئے جو اس کے دین کی خدمت کرتے اور اس کی کتاب کی اشاعت میں دن رات مصروف ہیں۔ پھر یہ بھی سوچئے کہ خدا اپنے بیٹے کو چھوڑ کر رسول اللہ کے بیٹے میاں محمود احمد کے ساتھ کیوں ہونے لگا اور یہ الٹی گنگا کیوں بہنے لگی۔ کہ کام کرتے کرتے ایک قوم اپنا خون اور پانی ایک کر دے اور جب انعام اور معیت کا وقت آئے تو خدا اور اس کے رسول کے بیٹے نکل کھڑے ہوں۔ اس طرفداری کی طرف بھی ضرور توجہ فرما دیں۔

نمبر ۴۔ الفارق وما ادراک ما الفارق۔ تذکرہ ص۴۸۶ سے درج کر کے فرماتے ہیں کہ حضرت فضل عمر سیدنا محمود کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

یہ حضرت مسیح موعود کا اشارہ نہیں بلکہ مولوی غلام رسول صاحب کا اشارہ ہے۔

نمبر ۵۔ الہام اخرجمنہ الیزیدیون۔ تذکرہ ص۱۷۵ اس الہام کا ترجمہ جناب مولوی صاحب نے یوں فرمایا ہے "یزیدی لوگ قادیان سے نکالے جائیں گے" اور جب کبھی قادیانی حضرات یہ الہام پیش کرتے ہیں تو اپنی آرزو کے مطابق یہی ترجمہ کرتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے جو ترجمہ ازالہ اوہام میں فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ "یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں" اس ترجمہ کا جو مفہوم ہے وہ ناظرین خود سمجھ لیں ہم ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ مزید ارشاد ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی حضرت معاویہ کی اولاد میں سے ہیں اور ارائیں ہیں۔ کیا مہذبانہ گفتگو ہے۔ آگے ارشاد فرمایا ہے "اس وجہ سے الہامی پیشگوئی کہ یزیدی لوگ قادیان سے نکالے جائیں گے" حضرت نے بالفاظ کہ قادیان سے نکالے جائیں گے کہاں لکھے ہیں۔ یہ تو کسی مہربان کے دلی غبار کا اظہار ہے۔ اتنا تو غور فرمائیں کہ یزیدی لوگ کب دمشق سے نکالے گئے۔ یہ آپ کی الٹی مناسبت ہے۔ نکلنے والے یزید اور اس کے ہمراہی نہیں تھے۔ بلکہ دوسرا فریق تھا۔

نمبر ۶۔ بحوالہ تذکرہ ص۴۳۵ "پھر میں نے دیکھا کہ اپنی جماعت کے چند آدمی کشتی کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں خواب سنا دوں مگر وہ نہ آئے۔۔۔۔۔" اس پر مولینا کی تفسیر ملاحظہ ہو "کشتی کرنے والے چند آدمی غیر مبائعین کے لیڈر اور صدر انجمن احمدیہ کے وہ ممبر ہیں۔ جو غیر مبائع ہو گئے۔ اصول تفسیر ملاحظہ فرمایا۔

نمبر ۷۔ بحوالہ تذکرہ ص۶۹۶ ۲ الہامات درج فرمائے منجملہ ان کے ایک الہام ہے حٰمٓ۔ جس سے مراد علامہ کی تفسیر کے مطابق میاں محمود احمد ہیں۔ سبحان اللہ۔

نمبر ۸۔ تذکرہ ص۸۷۸ مولوی محمد علی صاحب کو خواب میں کہا کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی تذکرہ سے دو اور رویا بھی درج کی ہیں جن میں سے ایک کا مضمون مختصراً یہ ہے حضرت مسیح موعود کا چوغہ کوئی شخص چوری کر کے لے گیا ہے جو بالآخر واپس لے لیا گیا ہے۔ اور خود آپ نے ہی تعبیر فرما دی ہے کہ چور سے مراد شیطان ہے جو چاہتا ہے کہ ہمارے ملفوظات کو لوگوں کی نظر سے غائب کر دے مگر ایسا نہیں ہوگا۔ اس پر مولینا نے جو حاشیہ آرائی فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ مولوی محمد علی قرآن کی تفسیر لاہور لے گئے۔ مگر حضرت خلیفہ ثانی نے اس چوغہ کو شیطان سے واپس لے لیا۔ ان دل آزار کلمات سے جو جماعت کی توہین اور دل آزاری ہوئی ہے وہ ناظرین خود اندازہ لگا لیں۔ ہم تو اب بھی یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا اس قوم کو ہدایت نصیب کرے۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب نے مولوی صاحب سے وہ تفسیر واپس لے کر آج تک کہاں رکھ چھوڑی ہے کیونکہ اس وقت تک وہ پوشیدگی کے حجلہ سے باہر نہیں آئی۔ پھر اس کے واپس لینے کا کیا ثبوت ہے۔

نمبر ۹۔ تذکرہ ص۳۷۶ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جائے۔ نضیف مٹی کے ہیں۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔"

اس الہام کی ایک تشریح تو یہ فرمائی کہ لاہوری احباب فطرت کے پاک و صاف ہیں۔ وہ کسی وسوسہ میں مبتلا ہو جائیں گے مگر بوجہ پاک فطرت ہونے کے وسوسہ قائم نہیں رہے گا۔ (لاہوری احباب کے پاک و صاف فطرت کا کھلے الفاظ میں اعتراف فرمایا ہے حق برزبان جاری)۔ دوسری تشریح بھی سن لیجئے کہ سلسلہ قبول الہام میں سب سے کچا مولوی محمد علی کے سوا اور کوئی نہیں پایا جاتا۔ یہاں پاک و صاف فطرت کا خیال نظر انداز ہو گیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کا ایک نقص یہ بیان کیا ہے کہ انہیں الہام کشف اور رویا صالحہ سے محرومی ہے۔

حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کے خواب بینوں سے ہمیشہ خدشہ ظاہر فرمایا ہے اور حقیقۃ الوحی کے شروع میں ہی بڑی سخت تادیب فرمائی ہے۔ وجہ یہ کہ عام لوگوں کی خوابیں حجت شرعی نہیں ہیں خوابیں کس کو نہیں آتیں۔ محدثین اور فقہا نے اپنی خوابوں کا کبھی مظاہرہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر سلسلہ بھی اپنی رؤیا اور کشوف کا کبھی اظہار نہیں فرماتے۔ مگر قادیانی حضرات اپنی خوابوں کا اس طرح مظاہرہ کرتے ہیں جیسے انبیاء اور مجددین اپنی رؤیا اور کشوف کا اظہار کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ کسی غیر مامور کیلئے اس قسم کے چیلنج کرنا سخت معیوب ہے۔ ہاں عملی اور اخلاقی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو خدا کے فضل و کرم سے ہماری جماعت میں اس قسم کے بزرگوں کی کمی نہیں۔ مگر آپ عادتاً مجبور ہیں۔ اس لئے ہمیشہ توہین اور تحقیر سے اکابر جماعت کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ مگر خوب یاد رکھیں

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ایک بات نصیحتاً کہتا ہوں۔ اس الہام کے آخری لفظ یہ ہیں:-

"سب مولوی ننگے ہو جائیں گے" مولوی کا نام آپ کے نام کے ساتھ بھی ہے۔ اس لئے "سب" کے لفظ سے آپ نے اپنی برئیت کس طرح سوچی ہے۔ مجھے تو آپ بھی بچتے نظر نہیں آتے۔ غرضیکہ مسٹر جناح کی طرح چودہ نقات فرمانے کے بعد علامہ نے اپنا قلم تھاما ہے۔ اس قسم کی تفسیر جیسی کہ مولانا نے فرمائی ہے جناب خلیفہ صاحب سے لیکر ان کی جماعت کے عامی لوگوں تک کی طبیعت ثانی بن چکی ہے۔ پچھلے دنوں کسی منچلے نے الفضل کے ذریعہ یہ روایت سنائی تھی کہ حضرت مسیح موعود نے ایک روز حضرت مولوی نور الدین صاحب سے فرمایا کہ ہمیں مولوی محمد علی کے منہ سے یزید کی بو آتی ہے اور کہ مولوی محمد علی ہماری اولاد سے دشمنی کریگا راوی کا بیان ہے کہ یہ وعید سن کر حضرت مولوی نور الدین صاحب کئی دن تک توبہ اور استغفار فرماتے رہے۔ افسوس ان دونوں بزرگوں کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اتنے بڑے خطرے کا انکار کر جاتے۔ اس قسم کی باتیں کس قدر مضحکہ خیز ہیں۔

ناظرین علامہ کی تفسیر کو ایک طرف رکھئے دوسری طرف ہم آپ کو ایک اور تفسیر حضرت مسیح موعود کے مندرجہ الہامات کی دکھاتے ہیں جس کا مصداق جناب صاحبزادہ صاحب اور آپ کی جماعت کو قرار دیا گیا ہے۔ گویا یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے۔

شیخ غلام محمد صاحب . . . . نے ایک رسالہ موسومہ "یہ خلیفہ قادیان کے جشن منانے کی دو جھوٹی خوشیاں" ۲۰ فروری ۱۹۴۰ء کو لاہور سے شائع کیا ہے جو اسی مضمون پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون چونکہ بہت طویل ہے اس لئے ہم چند اقتباس اس رسالہ سے اس جگہ پیش کرتے ہیں۔

بحوالہ تذکرہ صفحہ ۶۲۵ ۵ نومبر ۱۹۰۶ء کا الہام ہے "کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا" اس الہام کی تشریح جو شیخ صاحب نے فرمائی ہے یہ ہے۔ ان الہامی حوالوں کے اندر کشتی نوح کے مقابل جس بیڑے کے غرق ہونے کا اعلان ۱۹۰۲ء میں کیا گیا تھا۔ وہ محمود کی آمین ۱۸۹۷ء کے لخت جگر محمود کا بیڑا تھا۔

بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۸۴ ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کلب یموت علیٰ کلب یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مریگا۔ جو باون سال پر دلالت کر رہے ہیں۔ یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کریگی جب باون سال کے اندر قدم دھریگا۔ تب اسی کے اندر اندر راہی ملک بقا ہوگا۔

تفسیر۔ چونکہ خلیفہ قادیانی کی جسمانی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ اس لئے ۱۱ جنوری ۱۹۴۰ء تک شمسی حساب سے ان کی عمر اکاون سال پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے اس سال اور اگلے سال کا موسم بہار ان پر سخت بھاری ہے اور ان کی موت سے مراد نہ معلوم ان کی خلافت اور جشن کے اغراض کی موت ہے یا جسمانی موت یا دونوں۔ اللہ تعالیٰ ہی واقعہ کے ظہور پر دکھائیگا کہ کیسی موت وقوع میں آنے والی ہے (رسالہ مذکور صفحہ ۲۷)

(۳) بحوالہ تذکرہ صفحہ ۳۹۲۔ رات میں نے کشف دیکھا کہ کوئی بیمار کتا ہے۔ میں اسے دوائی دینے لگا ہوں۔ تو میری زبان پر جاری ہوا اس کتے کا آخری دم ہے۔

تفسیر۔ فرماتے ہیں۔ میں نے سات سالوں میں متعدد رسالوں اور چار رجسٹری شدہ خطوں کے ذریعہ خلیفہ صاحب قادیانی کو اگرچہ صحت کیلئے دوائی دینے کی کوشش تو کی۔ لیکن انہوں نے قطعاً کوئی فائدہ مجھ سے نہیں اٹھایا۔ (ر ر صفحہ ۲۷)

(۴) بحوالہ تذکرہ صفحہ ۳۸۷ فرمایا کہ آج ایک منذر الہام ہوا ہے اور اس کے ساتھ ایک خوفناک رویا بھی ہے۔ وہ الہام یہ ہے۔ محموم۔

ترجمہ۔ یعنی ایک تپ والا آیا پھر نظرت الی المحموم ترجمہ میں نے اس تپ والا کی طرف دیکھا۔ پھر دیکھا کہ بکرے کی ایک ران کا ٹکڑہ چھت سے لٹکایا ہوا ہے۔

تفسیر۔ اس میں نقادلی محمود کو الہام کے فیصلہ میں محموم دکھایا ہوا ہے (ر صفحہ ۲۸)

(۵) فارسی دعا حضرت مسیح موعود

جہنم کزو داد فرقاں خبر
ہمیں حرص دنیاست جان پدر

وہ دوزخ جس کی خبر قرآن شریف نے دی ہے اے بیٹے وہ یہی دنیا کی حرص ہے۔

تشریح۔ اس نظم میں خلیفہ قادیانی کیلئے نصیحت تھی کہ وہ دنیا کی حرص میں اپنے آپ کو مبتلا کرکے الوصیت کے ان اموال کو جو یتیمیوں کا مال اور ورثہ تھے نہ کھائے۔ کیونکہ ایسا کرنے والے کو قرآن شریف میں آگ کھانے والا ٹھہرایا ہے۔ لیکن خلیفہ قادیانی نے اس نصیحت اور الوصیت دونوں کو توڑ کر دنیا کی مالی حرص کو بہرحال اپنی سلور جوبلی کے جشن تک دکھانا تھا۔ (ر صفحہ ۲۹)

(۶) الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل . . . . . یہ الہام درج کرکے نیچے تشریح اس طرح پر ہے۔ اس حصہ میں قادیانی خلیفہ اور ان کی قادیانی جماعت کی تباہی کا تمام راز بند ہے (صفحہ ۳۱)

ہم نے چند الہامات اور ان کی مختصر تشریح شیخ صاحب کے رسالہ سے بطور نمونہ اس جگہ درج کی ہے۔ اصل کتاب ۸۰ صفحوں پر مشتمل ہے۔ جس میں تذکرہ اور حضرت مسیح موعود کی دیگر کتب سے منذر الہام اخذ کرکے ان کا مورد و مصداق خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت کو ثابت کیا ہے۔ ہم اس پر اپنی طرف سے کوئی حاشیہ آرائی کرنا نہیں چاہتے۔ قادیانی سمجھدار طبقہ سے صرف اس قدر گذارش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا الہامات کی تشریح اور تفسیر کا یہی طریق ہے کہ جس سے مخالفت ہوئی جھٹ تذکرہ کھولا۔ اور توڑ مروڑ کر کوئی عبارت اپنے حریف پر لگا دی۔ اور اس طرح پر اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ لئے۔ مولینا غلام رسول اور ان کے یاران طریقت کیلئے شیخ صاحب کی یہ تفسیر سامان عبرت ہے۔ اگر ان میں تقویٰ اور خشیت اللہ ہے۔ تو اس قسم کی تفسیر سے جس کو تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے۔ جلد توبہ کریں۔ رویا اور کشوف کی من مانی تاویلات کرنا خطرناک وطیرہ ہے۔ اگر تفنن طبع ہی منظور خاطر ہے تو اس کیلئے کوئی اور میدان تجویز کریں۔ الہامات سے کھیلنا کہاں کی عقلمندی ہے اور طرہ یہ کہ اس مشغلہ کو بڑے ثواب کا کام سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔ کسی نے اسی موقعہ کیلئے کہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ضروری اطلاع

جن خریدار صاحبان نے سال رواں کا چندہ تا حال ادا نہیں فرمایا۔ وہ بہت جلد بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ یا وی۔ پی کی فوری اجازت دیں۔ ورنہ ۳۱ مارچ کے بعد افسوس کے ساتھ ان کے نام اخبار بند کر دیا جائے گا۔

(مینیجر)

کثرت پر فخر کرنیوالے پیر پرستوں کیلئے چند قابل غور حقائق

ہندوستان سے باہر نہیں۔ اسی براعظم کے اندر ملک راجپوتانہ کے علاقہ میواڑ ادے پور میں پہاڑیوں کے درمیان شری ناتھ جی کے نام کا ایک مندر ہے بستی کا نام ناتھ دوارا ہے۔ سب ہندوؤں کا نہیں صرف فرقہ ولشنو اور ولشنوؤں میں بھی ان کی ایک چھوٹی سی ٹکڑی لبنتی مرگیہ والوں کی عقیدت کا مرکز۔ خود اس فرقہ ہی کو وجود میں آئے کچھ ایسا بہت زمانہ نہیں ہوا ہے۔ کل سولہویں صدی مسیحی کی تو بات ہے اور پھر تیرتھ یا استھان قائم ہوتے ہوتے تو دو صدیاں اور لگ گئیں یعنی اٹھارہویں صدی سے چلنا شروع ہوا۔ ۳۰ ہزار درشن کرنیوالوں کا سالانہ اوسط ہے۔ اور طرح طرح کے چڑھاووں سے، نیز وقف کی جائدادوں سے آمدنی۔ اب تو خیر کچھ گھٹ گئی ہے۔ لیکن کچھ روز قبل تک تخمینہ ۴ لاکھ سالانہ کا تھا اور استھان دشوار گزار لیکن زائروں کا تانتا ہے کہ بندھا ہوا۔

دیوتا جی کے معمولات بالکل ہم آپ جیسے انسانوں جیسے ہیں۔ دن میں کئی کئی بار پوشاک بدلی جاتی ہے۔ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ بڑے تکلف و اہتمام کے ساتھ۔ سونا جاگنا۔ نہانا۔ دھونا۔ کھانا پینا۔ درشن دینا سب گوشت پوست کے بنے ہوئے زندہ انسانوں کی طرح صبح تڑکے پجاری گھنٹی بجا کر بیدار کرتا ہے بھجن شروع ہوتے ہیں۔ دروازہ کھلتا ہے۔ اہل حاجت درشن کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ دوپہر کو دیوتا جی کا وقت خواب ہوتا ہے۔ پھاٹک بند ہو جاتا ہے۔ شام کو پھر کھلتا ہے دن اور رات دونوں وقت کھانے بہت سے برتنوں میں لا کر مورتی کے آگے چن دیئے جاتے ہیں اور کچھ دیر بعد یہی کھانا پجاریوں اور جاتریوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے (بھنڈارا لنگر) کی مقدار اور کھانے کے تکلفات کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک ایک ہزار بلکہ دو دو ہزار روپیہ روزانہ تک کی رقم کھانے کی مد میں اٹھتی ہے! (سارے معلومات کیلئے ملاحظہ ہو روزنامہ ہندو۔ مدراس۔ ۱۲ جنوری ۱۹۴۰ء)

یہ حال "ہندوستھان" کے صرف ایک تیرتھ کا ہوا۔ جو نہ مرجع عام ہے اور نہ کچھ ایسا پرانا ہی ہے۔ اسی سے قیاس کیجئے کہ پراگ (الہ آباد) اور ہردوار اور ساجودھیا اور رامیشورم اور دوارکا اور متھرا اور کاشی (بنارس) کے بڑے بڑے اور مشہور استھانوں میں کیا کچھ ہوتا ہوگا۔ کیسا جم غفیر لگتا ہوگا۔ کتنی بیشمار دولت لٹتی ہوگی شرک اور بت پرستی کی ہر رسم کس بڑے پیمانہ پر ادا ہوتی ہوگی۔ غیروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اپنے ہاں سوچئے اور دیکھئے کہ کیا کچھ کم ہو رہا ہے! ان کے استھانوں کے مقابلہ میں آپ کے ہاں کے بڑے بڑے مشہور "آستانے" اور آپ کے ہاں کی زرق برق درگاہیں۔ مزارات۔ ان کے کلس دار گنبد اور آپ کے ہاں کے عرسوں اور میلوں کے جھگڑے۔ کہیں کی گیارھویں اور کہیں کی بارھویں۔ کہیں کی ستارھویں اور کہیں کی نوچندی۔ آپ کے ہاں کی قبروں پر چڑھے ہوئے چڑھاوے اور چادریں اور طرح طرح کی "منتوں" اور "نیازوں" کے پیسے اور روپے حلوے اور توشے رنگ رنگ کے پھول اور مٹھائیاں اور غسل کا پانی اور بے حساب اور ان گنت تبرکات کس چیز میں آپ غیروں سے پیچھے اور نیچے ہیں؟ سوچئے اور پھر سوچئے کہ ہونا چاہئے کیا تھا۔ اور ہیں آپ کیا؟

(صدق)

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور ... سے شائع ہوا

جلد ۲۸ — لاہور- یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۶ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء — نمبر ۱۸

مَلفُوظاتِ حضرت مجدد اعظم

احادیث کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اُٹھاؤ

بہرحال احادیث کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اُٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی انکی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اسکی تطبیق کے لئے فکر کرو۔ شائد وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو۔ اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو۔ جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو۔ ایسی حدیثیں صدہا ہیں۔ جن میں پیشگوئیاں ہیں اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث ان میں سے پوری ہو جائے اور تم یہ کہہ کر ٹال دو کہ ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا کوئی راوی اس کا متدین نہیں ہے تو اس صورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کر دو جس کا سچا ہونا خدا نے ظاہر کر دیا۔

(کشتی نوح)

ایک مبارک و پُرمسرت تقریب

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی کا عقد

۲۴ مارچ کی سہ پہر کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی عزیزہ محترمہ زکیہ نوشین صاحبہ بی اے۔ بی۔ ٹی کا عقد پانچہزار روپے مہر پر جناب شیخ ایزد بخش صاحب بی اے ایل ایل۔ بی۔ وکیل پشاور خلف الرشید جناب شیخ خدا بخش صاحب مرحوم و مغفور سے ہوا۔ خطبہ نکاح جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے پڑھا۔ جناب شیخ ایزد بخش صاحب سے اکثر احباب واقف ہونگے کیونکہ آپ عرصہ تک لاہور میں مقیم رہ چکے ہیں۔ کچھ عرصہ تک آپ انجمن کے اسسٹنٹ سکرٹری اور اخبار "لائٹ" کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ نہایت شریف الطبع بااخلاق اور سعید الفطرت نوجوان ہیں۔

یہ تقریب مسلم ٹاؤن میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دولتکدہ پر ہی منعقد ہوئی۔ چار بجے کے قریب جناب ڈاکٹر صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا جو نہایت پُرمعارف تھا۔ ممدوح نے مؤثر انداز میں اسلام قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احسانات کو بیان کیا جو صنف نازک پر کئے گئے ہیں۔ نیز مرد اور عورت کے تعلقات کی نزاکت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن کے ان پرحکمت قوانین و احکام اور حضرت نبی کریم صلعم کے پاکیزہ عمل کو پیش کیا جن سے ازدواجی زندگی بہشت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ اعلان نکاح و دعا کے بعد مہمانوں کی تواضع چائے اور کیک پیسٹری وغیرہ سے کی گئی۔ چائے اور نشست کا انتظام نہایت معقول اور صاف ستھرا تھا۔

ہم اس تقریب سعید پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ محترمہ بیگم صاحبہ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ جناب شیخ ایزد بخش صاحب اور انکے تمام افراد خاندان بالخصوص انکے برادر محترم جناب شیخ الٰہی بخش صاحب وکیل ایڈیشنل پبلک پراسیکوٹر پشاور کی خدمت میں ساری جماعت کیطرف سے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو فریقین کے لئے باعث برکت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

نہایت ضروری اعلان

(۱) اخبار "پیغام صلح" کی چٹیں نئی طبع کرائی گئی ہیں جن میں خریداری نمبر تبدیل کر دیئے گئے ہیں لہذا خریدار صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے اخبار کا جدید خریداری نمبر نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت و ترسیل زر کیوقت اسکا ضرور حوالہ دیا کریں۔

(۲) اخبار کے سال رواں کے چندہ اور گذشتہ سالوں کے بقایا کی وصولی کیلئے خریدار صاحبان کو بذریعہ خطوط آخری مرتبہ یاددہانی کرائی گئی ہے۔ ازراہ کرم وہ اپنی اولین فرصت میں توجہ فرمائیں۔ جن احباب کا کم از کم سال رواں کا چندہ ۱۰ مارچ ۱۹۴۰ء تک وصول نہ ہوگا ان کے نام حسب اعلان اخبار بند کر دیا جائے گا۔

خاکسار (جنرل سکرٹری)

مارٹن لوتھر اور تجدید مسیحیت

لوتھر بحیثیت راہب اور پروفیسر کے

(از۔ ایس محمد آصف قادیانی۔ بی ۔ اے)

(۴)

بدنام رہبانیت

گذشتہ قسط میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ مارٹن لوتھر اچانک وکالت چھوڑ کر راہب ہوگیا۔ گو ہونے کو یہ اچانک ہؤا لیکن لوتھر نے اس امر کا اندازہ خوب کرلیا تھا کہ آئندہ اسے کیا کیا جان جوکھم اٹھانا ہوگا وہ راہبوں کے ایک ایسے گروہ میں شامل ہؤا جو ان دنوں جرمنی میں بہت مشہور تھا۔ راہبوں کی زندگیوں میں ایک قسم کی منافقت اور دنیاداری پیدا ہوچکی تھی۔ تاہم ان میں ایک طرح کا ظاہری ضبط اور قرینہ موجود تھا۔ اور اس انتظام اور ضبط کی وجہ سے ان کی عزت بھی کی جاتی تھی۔ رہبانیت کے متعلق ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ وہ خلاف فطرت انسانیہ ہے۔ جو مسلک اور مذہب بھی فطرت کے خلاف ہوگا۔ اس میں اخلاقی معائب کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ چنانچہ یہی اخلاقی معائب عیسائی رہبانیت میں بھی پیدا ہوئے اور ان خرابیوں کی وجہ سے رہبانیت بدنام ہوگئی۔

ایرفرٹ کی خانقاہ

ایرفرٹ کی خانقاہ جس میں مارٹن لوتھر شامل ہؤا۔ وہ کسی حد تک اپنی اخلاقی شہرت کو برقرار رکھے ہوئے تھی۔ ملک بھر کے تعلیمیافتہ اور رؤسا اس خانقاہ کے راہبوں کی تعظیم کرتے تھے۔ ان راہبوں کے متعلق عام خیال تھا کہ وہ تبلیغ اور اشاعت میں سرگرم ہیں۔ روح کو پاکیزہ رکھتے ہیں۔ اور الہیات کے ماہر ہیں۔ اس فرقہ کے راہبوں نے مارٹن لوتھر کو نہایت خندہ جبینی کے ساتھ اپنے اندر شامل کیا۔ مناجاتیں کی گئیں۔ حمد کے ترانے گائے گئے۔ رسومات ادا ہوئیں اور مارٹن لوتھر کو فرقہ کا مخصوص جبہ قبہ پہنا کر امیدوار راہبوں کی صف میں شامل کر لیا گیا۔ اس فرقہ کے راہبوں کا لباس سیاہ رنگ کا ہؤا کرتا تھا۔ اور وہی لباس مارٹن لوتھر کو بھی پہنایا گیا۔

راہبانہ تربیت

راہبوں کو تعلیم دی جاتی تھی کہ وہ اپنی خودی کو ماریں اور ہر سختی کو نہایت شوق اور تحمل کے ساتھ برداشت کریں حتیٰ کہ ظلم اور تشدد کی مدافعت تک کی اجازت نہ تھی۔ قیود اور پابندیاں خواہ کتنی گھنونی اور طبیعت کے خلاف ہوں۔ انہیں خوشی کے ساتھ قبول کرنا نہایت ضروری تھا۔ غرور اور نخوت کچلنے کے لئے بعض ایسے کام بھی کرنے پڑتے تھے جو خودداری کے خلاف ہوں۔ مارٹن لوتھر کے دوستوں کی روایات سے ہے کہ ابتدائی دنوں میں مارٹن لوتھر کو بہت ذلیل کام کرنے پڑتے تھے۔ ابتدا میں اس سے ایسے . . . کام لئے جاتے تھے۔ جو ہمارے ہاں بھنگیوں سے لئے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ کشکول اٹھائے لیکر نان شبینہ حاصل کرنے کیلئے سارے شہر کا گشت کرتا ہوتا تھا۔ جس گروہ اور فرقہ میں مارٹن لوتھر شامل ہؤا۔ اس کی کوئی جائداد نہ تھی۔ اس لئے . . . راہبوں کی خیرات اور صدقات پر گذر اوقات تھی۔ بھیک مانگنا یقیناً قابل عزت نہیں ہے۔ اس فعل سے انسان کی خودداری اور اعلیٰ جذبات کا خون ہو جاتا ہے۔ مارٹن لوتھر کے ان مندرجہ بالا مشاغل اور پابندیوں کو دیکھ کر یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد کو مداخلت کرنا پڑی۔ اور لوتھر کے فاضل گریجوایٹ کے لئے چند ایک رعایات لینا پڑیں۔ کیونکہ ان ہیا ہنتوں اور روزمرہ کے مشاغل سے یونیورسٹی کے وقار پر حرف آتا تھا۔ خیر اس طرح سے مارٹن لوتھر کو چند ایک سہولتیں مہیا ہوگئیں۔ لیکن ان سہولتوں کیلئے تحریک اس کی طرف سے ہرگز نہیں ہوئی تو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی صعوبت برداشت کرنے کو تیار رہتا۔ روزانہ دو گھنٹوں مناجاتیں کیا کرتا اور بائیبل کا مطالعہ کرتا۔ ان دنوں بائیبل کا لاطینی ترجمہ ہی رائج تھا۔ اور اسے پڑھنے کی ہی مارٹن لوتھر کو تلقین تھی۔ خانقاہ کے اساتذہ مارٹن لوتھر کی علمی پیاس نہ بجھا سکتے تھے۔ اس لئے اسے از خود ہی مطالعہ کرنا پڑتا۔

باقاعدہ شمولیت

ایک سال کی تربیت اور مشق کے بعد اسے باقاعدہ طور پر راہبوں کے زمرہ میں شامل کر لیا گیا۔ شمولیت کی کلیسائی رسومات ادا کی گئیں اور اس سے تا دم مرگ وفاداری کا عہد لیا گیا۔

اب اسے عام راہبوں کی طرح رہنے کیلئے ایک علیحدہ کمرہ مل گیا جس میں ایک میز تھی۔ ایک بستر اور ایک کرسی۔ افسوس ہے یہ کمرہ جس میں مارٹن لوتھر نے اپنی راہبانہ زندگی بسر کی۔ ۷ مارچ ۱۸۷۲ء کو جل گیا۔

راہب اور تنہائی

ایک راہب کی زندگی میں چونکہ مجلسی اور مدنی عناصر کم ہوتے ہیں۔ اس لئے اسے عزلت گزینی اور تنہائی کے اوقات زیادہ ملتے ہیں۔ اور راہب بجائے اس کے کہ مظاہر فطرت اور مخلوق خدا کا مطالعہ کرے۔ مطالعہ نفس شروع کر دیتا ہے اور ساری کائنات سمٹ کر اس کی ذات میں آ رہتی ہے۔ جب انسان کے پیش نظر صرف مطالعہ نفس اور تنہائی ہو تو نفس کے متعلق اس کے نظریات اور کلیات مبالغہ آمیز ہو جاتے ہیں۔ بہیمانہ رعب اور ملامت سے ضمیر سریع الحس ہو جاتا ہے۔ طبیعت کے اندر بجائے بشاشت اور خوشی کے دکھ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ دکھ۔ درد سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے۔ اور نامحسوس طور پر پھر ان طبعی وظائف کی طرف لوٹتا ہے جن کو ترک کرنے . . . کی وجہ سے اس کے اندر دکھ۔ درد کا احساس پیدا ہؤا ہے ان دو رنگی کیفیات سے شخصیت میں چند ایک الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان الجھنوں سے ہی خانقاہوں اور رہبانیت کے مرکزوں میں منافقت اور جرائم کے واقعات اور کوائف عام طور پر پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو راہب اپنی ذات میں نیک فطرت اور سلیم الطبع ہوتے ہیں۔ وہ بجائے منافقت اور جرائم کی طرف مائل ہونے کے متشائم پسند اور افسردہ ہو جاتے ہیں۔

لوتھر اور گناہ کا تخیل

مارٹن لوتھر کی طبیعت کچھ اس طرح سے واقعہ ہوئی تھی۔ کہ اس سے بڑی بڑی جنسی اور اخلاقی لغزشیں نہیں ہوسکتی تھیں۔ البتہ عام لوگوں کے افعال دیکھ کر اس کے دل میں نفرت اور غصہ کے جذبات بہت سرعت سے بھڑک اٹھتے تھے . . . . غصہ، نفرت اور کسی حد تک خودبینی کے جذبات کو وہ گناہ سمجھتا تھا اور مطالعہ نفس کے وقت اپنے آپ کو بہت ملامت کرتا اور کلیسا کے عام دستور کے مطابق وہ ہفتہ میں ایک دفعہ پادری کے سامنے اعتراف گناہ کرتا اور اپنے کئے پر پشیمان ہوتا۔ لیکن اس کے گناہ کچھ اسی نوعیت کے تھے جن کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ ظاہر ہے یہ تو اتنے بڑے گناہ نہیں ہیں جن سے انسان کی زندگی اجیرن ہوکر رہ جائے۔ موقع اور محل پر غصہ اور نفرت کا اظہار گناہ نہیں ہے۔ آخر قدرت نے یہ جذبات کسی مصرف اور اظہار کیلئے عطا کئے ہیں۔ ان جذبات کا جائز اظہار معصیت نہیں ہے البتہ ان کا اختلال انسان کی ساری زندگی کو معرض خطر میں ڈال دیتا ہے لیکن حیرت کا مقام ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہبانیت سر نکالتی . . . ہے تو اس کے ساتھ ہی گناہ کا ایک لیت تخیل معرض وجود میں آ جاتا ہے اور اس تخیل سے مارٹن لوتھر بھی آلودہ ہوگیا تو عجب بات نہیں ـــــ گناہ سے نجات حاصل کرنے کیلئے وہ مناجاتیں کیا کرتا۔ روزے رکھتا۔ زاہد شب زندہ دار کی طرح راتوں جاگتا۔ لیکن جوں جوں دن گذرتے گئے۔ اس کا متخیلہ بجائے خوشی کے مایوسیوں سے بھر گیا۔ اور اس کی زندگی حزن وملال کا مرقع ہوکر رہ گئی۔

الہیات کا مطالعہ

راہبانہ فرائض۔ سے جو وقت بچ رہتا اسے مارٹن لوتھر مطالعہ الہیات میں صرف کرتا۔ بڑی عرق ریزی اور دماغ سوزی سے اس نے ان دنوں مذہبی کتب کا مطالعہ جاری رکھا۔ اس نے مذہبی [illegible] کا مطالعہ نہایت وسیع پیمانہ پر کیا۔ دینیات کے ایسے مسائل جنکا تعلق ارتکاب گناہ اور نجات سے ہے۔ اس کے لئے بہت دلچسپی کا موجب تھے۔ مارٹن لوتھر نے قریباً دو برس اس اندرونی کشمکش اور تکلیف میں بسر کئے۔ اس عرصہ میں اس کی زندگی صدر درجہ کی راہبانہ رہی۔ اور طبیعت میں ایسی فروتنی اور انکساری پیدا ہوگئی جو ایک راہب میں ہونا ضروری تھی۔

ایک عظیم الشان انسان

اس عرصہ میں آرنولڈی . . . . نے جو اس کا استاد تھا اسے بہت متاثر کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے مارٹن لوتھر کے قلب میں امید اور نجات کے صحیح احساسات پیدا کئے۔ لیکن اس کے علاوہ جو شخص یہاں قابل ذکر ہے وہ یوہن فان سٹوپٹز . . . ہے وہ بہت شریف، پاکباز اور دور اندیش انسان تھا۔ علم الکلام میں اسے ایک نمایاں فوقیت حاصل تھی۔ مذہبی کتب پر اسے خوب عبور تھا اس نے رسومات اور رواج سے قطع نظر کرکے خالص مذہبی اور عملی زندگی کی تعلیم دی ہے۔ بحث اور مناظرہ کو ایک مذہبی انسان کیلئے چنداں مفید قرار نہیں دیا ـــ ایک دفعہ سٹوپٹز . . . نے ایرفرٹ میں قیام کیا اور نوجوان مارٹن لوتھر سے ملنے کا اتفاق ہؤا اس نے فوراً مارٹن کے جوہر قابل کو بھانپ لیا۔ اس بلند مرتبت انسان سے مارٹن لوتھر نے گناہ کی صحیح تعریف کو سیکھا اور اسے اپنے تخیل کی مبالغہ آمیزیوں سے نجات حاصل ہوئی۔ سٹوپٹز . . . نے ہی اسے بتایا کہ حقیقی توبہ اور پشیمانی کا کیا مفہوم ہے۔ اس کے نزدیک پشیمانی ایک اندرونی تغیر اور تبدیلی کا نام ہے جس سے گناہ کے متعلق صحیح ندامت پیدا ہوتی ہے اور انسان صمیم قلب سے تہیہ کرتا ہے کہ گناہ نہیں کریگا اور آئندہ اپنے خدا کے ساتھ مکمل صلح کرکے پاکبازی کی زندگی بسر کریگا۔

وٹن برگ کو روانگی

ایرفرٹ کی خانقاہ میں مارٹن لوتھر قریباً تین سال تک رہا ـــ ۸ مئی ۱۵۰۷ء کو ایک باقاعدہ پادری بنا دیا گیا۔ غالباً ۱۵۰۸ء میں مارٹن لوتھر کو وٹن برگ کی یونیورسٹی میں بلا لیا گیا۔ جہاں وہ فلسفہ اور الہیات کا پروفیسر رہا۔ رفتہ رفتہ یونیورسٹی کے تمام حلقوں پر اس کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ اپنے علم وفضل کی وجہ سے بہت مشہور ہوگیا۔ سب چھوٹے بڑے اسکی عزت کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد پھر اسے ایرفرٹ جانا پڑا۔ جہاں وہ اٹھارہ ماہ کے قریب رہا۔ پھر واپس وٹن برگ کو لوٹ آیا۔ یہاں تھوڑے سے

پیغام صلح

جلد ۲۸ لاہور یوم سہ شنبہ ۱۶ صفر ۱۳۵۹ سنہ ہجری نمبر ۱۸

ہندو ذہنیت اور مذہبی آزادی

مذہبی حریت کے متعلق گاندھی جی کے خیالات

پچھلے سال غالباً جولائی میں کسی ہندو ممبر کی طرف سے میسور مجلس واضع قوانین میں ایک بل پیش کیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک ایسا قانون بنایا جائے کہ جو شخص بھی اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہو وہ قانونی توسط سے یہ قدم اٹھائے یعنی مذہب تبدیل کرنے سے پندرہ دن پہلے حکام متعلقہ کو اطلاع دے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کرنے لگا ہے اور مذہب تبدیل کرنے کے ایک ہفتہ بعد یہ اطلاع دے کہ اس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔

مذہب اور ضمیر کی آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جس قوم اور فرد نے بھی دوسری ہمسایہ قوم کی مذہبی آزادی کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اس کے نتائج کبھی خوشگوار نہیں نکلے۔ بعض دفعہ تو اس ارتکاب سے حکومتوں کے تختے الٹ گئے ہیں بہر نوع خدا بھلا کرے حکومت برطانیہ کا جس نے اپنی رعایا کو مذہب کی مکمل آزادی دے رکھی ہے ورنہ معلوم نہیں اس بھارت ورش میں مذہبی نشر و اشاعت کو روکنے کے لئے کیا کیا گل نہ کھلائے گئے ہوتے اور ہندو اکثریت کو برقرار رکھنے کیلئے کیسی کیسی پابندیاں عمل میں نہ آگئی ہوتیں۔

یہ بل جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے پاس نہ ہو سکا اور ہز ہائینس مہاراجہ صاحب میسور کی حکومت نے اس بل کے مویدوں کی حوصلہ افزائی کی اس بل کا پاس ہونا یا نہ ہونا ایک بالکل علیحدہ سوال ہے لیکن یہ تو ایک واضح امر ہے کہ اس بل سے ہندو ذہنیت بالکل واشگاف ہو گئی۔

خیر یہ تو پچھلے سال کی بات ہے اسے رہنے دیجئے امسال یعنی ۱۹۴۰ء کا ذکر ہے کہ ایک صاحب جنکا نام سی ۔ پی منحبو ایم اے ہے وہ مہاتما گاندھی سے ملے اور ملاقات کے دوران میں گاندھی جی سے انجیل کی اشاعت اور عیسائیوں کی تبلیغی مساعی کے متعلق چند ایک استفسارات کئے اسکا جو جواب گاندھی جی نے دیا وہ اپنی نوعیت میں قابل غور ہے اسکا ذکر ہریجن مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۴۰ء کے شمارہ میں ہو چکا ہے اور دیگر اخبارات میں بھی اس مکالمہ کا ملخص شائع ہوا ہے اسکا خلاصہ ہم بھی . . . درج ذیل کرتے ہیں۔

سوال ۔ یسوع کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد ہم مذہبی لحاظ سے پابند ہیں کہ ہر چھوٹے اور بڑے امیر اور غریب کو دعوت دیں کہ وہ یسوع مسیح کو خداوند اور نجات دہندہ تسلیم کرے اور اس کے کلیسا کا ممبر بنے یہ ہماری مذہبی زندگی کا اہم جزو ہے اگر ہماری تبلیغی مساعی کو روک دیا جائے تو ہمارے لئے مذہبی آزادی کا وجود باقی نہیں رہتا نئے ہندوستان میں جو آپکی نگاہ میں ہے کیا ہم عیسائیوں کو یہ مذہبی آزادی ملیگی یا اس امر میں ہمارے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی جاویں گی۔

جواب : ۔ کسی قسم کی قانونی رکاوٹیں پیدا نہ کی جائیں گی . . . . لیکن میرا مذہبی نظریہ آپ سے بالکل مختلف ہے اور میں بحیثیت ایک فرد کے ان تبلیغی مساعی کی مخالفت کرونگا ۔ جن کا آپنے ذکر کیا ہے ۔ اور ایسا کرنے کی مجھے مکمل آزادی ملنی چاہئے جیسا کہ آپ کو اپنے عقائد کی اشاعت کرنے کی آزادی حاصل ہے۔"

سوال : ۔ کیا اس مخالفت میں آپ اپنے سیاسی اثر کو کام میں لائیں گے۔

جواب : ۔ اگر اس اثر سے مراد وہ اثر ہے جو مجلس واضع قوانین پر ہو سکتا ہے تو میں اپنے اثر کو ان قانونی رکاوٹوں کے خلاف استعمال کرونگا جو کہ "حقیقی" اشاعت انجیل کو روکنے کے لئے پیدا کی جا سکتی ہیں۔

اس مندرجہ بالا اقتباس میں قطع نظر اس امر کے کہ عیسائیوں کا عقیدہ مسیح کے بارے میں کیا ہے اور وہ کہاں تک توحید اور عقل کے منافی ہے ہمیں صرف ایک امر پر روشنی ڈالنا ہے ۔ اور وہ ہے مذہبی آزادی کے بارہ میں ہندو لیڈروں کی ذہنیت اس مکالمہ کے اقتباس سے جو اوپر درج ہوا ہے ۔ مذہبی تبلیغ اور اشاعت کے متعلق گاندھی جی کے خیالات ظاہر اور باہر ہیں یعنی وہ ذاتی لحاظ سے یہاں تک تیار ہیں کہ دوسروں کی تبلیغی مساعی کی مخالفت کریں اور انہیں اس مخالفت میں اتنی ہی آزادی ملنی چاہئے جتنی کہ غیر مذاہب والوں کو تبلیغ اور اشاعت کی ہے یعنی وہ بحیثیت ایک فرد کے اس اصول کے ہی خلاف ہیں کہ کسی مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کیجائے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ شرط انہوں نے صرف عیسائیت کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے لگائی ہے اور عیسائی مشنری یورپ سے آتے ہیں اس لئے انکا اثر اور تسلط ہندوستان کی متحدہ قومیت کے لئے مضر ہے اور مہاتما گاندھی چونکہ سیاسی لیڈر اور متحدہ قومیت کے علمبردار ہیں اس لئے وہ اس مذہب کی تبلیغی مساعی کے مخالف ہیں لیکن ان کے بیان سے یہ مترشح نہیں ہوتا وہ بحیثیت سیاسی لیڈر اور متحدہ قومیت کے علمبردار ہونے کے تبلیغ اور اشاعت کے مخالف نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں اپنے مخصوص مذہبی نقطہ نگاہ کی وجہ سے تبلیغ و اشاعت کے مخالف ہیں یعنی وہ کلیہ کے طور پر کسی مذہب کی باقاعدہ اور مستقل نشر و اشاعت کو تسلیم نہیں کرتے اگر یہ واقعی درست ہے تو آریہ سماج اور برہمو سماج کے متعلق انکا کیا خیال ہے ان کی مخالفت میں کونسی مصلحت مانع ہے کیوں ان کی تبلیغی کوششوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتے بہت بہتر ہو کہ وہ اس کار خیر کو گھر سے ہی شروع کریں۔

کانگریس والے اور گاندھی جی دن رات ہندوستان میں ایک جمہوری نظام کا خواب دیکھتے ہیں لیکن افسوس ہے جس ملک میں ضمیر اور مذہب کی آزادی نہیں وہاں جمہوریت کا قیام کیسے ہو سکتا ہے جن ملکوں میں جمہوریت رائج ہے وہاں کے لوگ اور لیڈر مذہبی معاملات میں بہت وسیع القلب واقع ہوئے ہیں مثلاً امریکہ کو لے لیجئے وہاں بعض ہندو مبلغ پہنچے انہوں نے ویدانتا کی تبلیغ کی جسے چند سفید فام لوگوں نے قبول کیا اور لطف یہ کہ صرف نظریہ کے طور پر قبول نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کی لیکن امریکہ والوں کی جمہوریت اس کے آڑے نہیں آئی وہاں کے کسی سیاسی لیڈر نے اپنی انفرادی حیثیت سے انکی مخالفت نہیں کی اور نہ کسی بڑے انسان کا مذہبی نقطہ نگاہ ان سے متصادم ہوا امریکہ میں ایسا ہو بھی تو نہیں سکتا جمہوریت والوں کا یہ دستور ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتے ۔ انفرادی سیاسی اور اجتماعی طور پر وہ اس مداخلت بیجا کے مرتکب نہیں ہوتے لیکن یہاں جمہوریت رائج کرنے والوں کے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے وہ قیام تو دیکھنا چاہتے ہیں جمہوریت کو لیکن انہیں اتنا گوارہ نہیں کہ دوسرے لوگ یعنی ان کے ہمسائے اور ہم ملک مذہبی لحاظ سے بالکل آزاد ہوں اس ہندو ذہنیت کو دیکھ کر صرف حیرت ہی نہیں ہوتی بلکہ ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

گاندھی جی نے اپنے بیان میں اشاعت مذہب کے ساتھ "حقیقی" کا لفظ لگایا ہے یعنی آئندہ ہندوستان میں جبکہ ہر جگہ رام راج ہوگا حکومت کا ایک شعبہ ایسا بھی ہوگا جو اس امر کا تعین کریگا کہ فلاں مذہب کہاں تک حقیقی ہے جس کی اشاعت کی جا رہی ہے مذہب کے حقیقی اور غیر حقیقی ہونے پر حکومت کی طرف سے کوئی شعبہ قائم کیا جانا یقیناً آزادی ضمیر اور مذہب کے منافی ہے جس جمہوریت میں ضمیر کی آزادی نہیں وہ جمہوریت خاک ہے۔

گاندھی جی نے اپنے آپ کو فرد قرار دیکر ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کی ہے گاندھی جی باقاعدہ طور پر کسی سیاسی جماعت کے رکن نہیں ہیں وہ کانگریس کے چار آنہ (۴؍) والے ممبر بھی نہیں ہیں حالانکہ وہ محض اپنی شخصیت سے جس کو بنانے میں ہزار ہا مسلمانوں کی قربانیاں بھی شامل ہیں کانگریس کو متاثر کرتے ہیں اور ہٹلر کی طرح کانگریس کے ہر شعبہ پر متمکن ہیں اور یہ جو کچھ ہے بحیثیت ایک فرد کے ہے تو کیا جب وہ ایک فرد کا مصلحت آمیز جامہ پہن کر کسی مذہب کی اشاعت کی مخالفت کریں گے تو ان کے آمرانہ کلمات کانگریس کی پالیسی کا جزو نہیں بن جائیں گے یقیناً بنیں گے اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ گاندھی جی کی کوشش قوم پرستی نہیں بلکہ فرقہ پرستی کی آئینہ دار ہے ! ور اس ہندو ذہنیت کو دیکھ کر دیگر مذاہب والے اپنی مذہبی معاملات میں کبھی گاندھی جی اور ان کے حواریوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے اور مسلمانوں کو تو خصوصاً ان سے امن نہیں ہے بلکہ خطرات درپیش ہیں کیونکہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے جس کی اشاعت ہر مسلمان کی مذہبی زندگی کا جزو ہے قرآن مجید اور حدیث میں خاص طور پر اس کی تلقین کی گئی ہے کیا اس کی اشاعت میں بھی روڑے اٹکائے جائیں گے؟ اور بحیثیت فرد کے اس کی مخالفت کی جائے گی! لیکن گاندھی جی پر روشن ہونا چاہئے کہ دنیا کی کوئی طاقت مسلمان کو اسلام کی اشاعت سے نہیں روک سکتی نہ فرد روک سکتا ہے ۔ نہ جماعت روک سکتی ہے ۔ اور مسلمان خوب جانتا ہے کہ اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے ۔ اور اس حقیقت سے بھی واقف ہے کہ گاندھی جی کے ارادے کتنے فاسد ہیں۔

(ایس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

شذرات

مغربی زبانوں کی تعلیم اور احمدی نوجوان

۱۳ مارچ کی اشاعت میں جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن نے جماعت کی علمی ترقی کیلئے تین مفید تجاویز پیش کی تھیں۔ ان میں سے ایک تجویز مغربی زبانوں کی تحصیل کے متعلق تھی جسے ڈاکٹر صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش فرمایا تھا:۔

"آپ لوگوں پر یہ عیاں ہے کہ ہماری جماعت کا نصب العین دنیا بھر میں اشاعت اور تبلیغ اسلام ہے۔ اس غرض کیلئے ہمیں سب سے اول اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوان اپنے فارغ اوقات میں مختلف مغربی زبانیں سیکھیں۔ ان زبانوں میں علاوہ انگریزی کے مندرجہ ذیل خاص اہمیت رکھتی ہیں (۱) المانوی (۲) فرانسی (۳) اطالوی (۴) ہسپانوی۔ سردست خیال ہے کہ اگر ممکن ہو تو ان چاروں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے لیکن قبل اس کے کہ اسکے لئے ضروری انتظامات کی طرف توجہ کی جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے نوجوانوں سے یہ دریافت کیا جائے کہ آیا وہ اس میں شامل ہونے کے لئے تیار ہیں؟ لہذا ایسے نوجوان جو ایک یا ایک سے زیادہ زبانیں سیکھنے کے لئے تیار ہوں وہ اپنے نام اور پتے وغیرہ دفتر میں بھیجدیں۔"

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ نوجوانان جماعت نے اس تجویز کی اہمیت کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے اور بعض نے اپنے نام بھیجکر مختلف مغربی زبانیں سیکھنے پر آمادگی ظاہر کی ہے مگر تا حال خاطر خواہ تعداد میں نام موصول نہیں ہوئے۔ ہمارے نوجوانوں کو اس بارہ میں عجلت سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ انتظام اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ نوجوانوں کی معقول تعداد ان زبانوں کی تحصیل کیلئے آمادہ ہو جائے۔

مسلم ہائی سکول لاہور

۱۴ مارچ کی اشاعت میں ہم اپنے قومی مدرسہ مسلم ہائی سکول لاہور کے متعلق دو طویل شذرے لکھ چکے ہیں۔ ان میں جو کچھ عرض کیا گیا تھا امید ہے وہ احباب جماعت کے پیش نظر ہوگا۔ ہمارا یہ اسکول اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب، ممتاز اور نیک نام ہے۔ اسکے سابق طلباء کی کامیاب زندگیاں اعلیٰ اخلاق و کردار اور شاندار علمی و فنی ترقیاں اور سب سے زیادہ ان کا جذبہ اسلامی اس اسکول کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا نہایت تسلی بخش ثبوت ہے۔ احمدی بچوں کی قابل اطمینان تعلیم و تربیت کا انتظام اسکے قیام کا اولین مقصد ہے۔ یہ اسکول ہماری جماعت کے بچوں کیلئے دوسرے ہر اسکول سے زیادہ مفید و موزوں ہے۔ ضرورت ہے کہ احباب سلسلہ حتی الامکان اپنے بچوں کو اس میں داخل کرائیں کیونکہ اس کے بغیر یہ درسگاہ اپنے قیام کے سب سے بڑے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ سالانہ امتحانات ختم ہو چکے ہیں۔ نئے داخلوں اور جماعت بندی کا وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ ہم پھر ایک مرتبہ پر زور درخواست کرتے ہیں کہ احباب اپنے اس اسکول میں زیادہ سے زیادہ طلباء کو بھیجنے کی کوشش کریں۔ ہر قسم کی معلومات جناب ہیڈ ماسٹر صاحب سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ہمارا دوسرا ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ بدوملہی اور قرب و جوار کے مقامات یا ان طلبہ کیلئے جو دیہاتی زندگی کے بہت زیادہ عادی ہیں یہ اسکول قابل ترجیح ہے۔

مغربی تہذیب کی حیاسوزیاں

مغربی تہذیب اولاد آدم کو روز بروز بداخلاقی اور فسق و فجور کے شیطانی گڑھے میں دھکیل رہی ہے۔ اس دجالی تہذیب نے مردوں سے غیرت اور عورتوں سے پاکبازی و عصمت شعاری کی دولت چھین لی ہے ــــ آج یورپ امریکہ میں دوشیزگی و عصمت کی حیثیت برائے نام رہ گئی ہے۔ تہذیب مغرب کا ایک شرمناک کارنامہ "تحریک عریانی" ہے۔ یہ تحریک نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ مردوں سے زیادہ یورپین عورتیں اس کی دلدادہ ہیں ایک اخبار کا بیان ہے کہ:۔

"اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ننگوں کی انجمنوں میں مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں کی تعداد ہے۔ اسپین کی برہنگی پسند عورتوں نے حال ہی میں حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ عورتوں کو عام گذرگاہوں اور بازاروں میں مادر زاد برہنہ پھرنے کی اجازت دیدے جب حکومت نے اجازت نہیں دی تو مادر زاد برہنہ عورتوں کا ایک جلوس بطور احتجاج بازاروں سے گذرا جسے پولیس نے عوام کے اخلاق کو بگاڑنے کے جرم میں گرفتار کر لیا"

کس قدر شرمناک ہے یہ کیفیت۔ وہ کونسا غیرت مند مسلمان اور ہندوستانی ہے جو اس کیفیت کے بعید ترین تصور کو بھی انتہائی حیاسوز یقین نہیں کرے گا۔ بہت سے لوگ یورپ کی ان عریانی پسند عورتوں کو عورتیں تسلیم کرنے کی بجائے شیطان کی بیٹیاں کہنے پر اصرار کریں گے ــــ یہ سب کچھ صحیح سہی لیکن گذارش ہے مغرب کی یہی دجالی تہذیب جس کا ایک کارنامہ تحریک عریانی ہے کیا ہمارے ملک میں ہماری آئندہ نسلوں پر، ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں، ہماری سوسائٹیوں اور کلبوں میں، ہمارے گھروں میں، ہمارے دیوان خانوں میں اور زنان خانوں میں روز بروز مقبول نہیں ہو رہی ہے؟ جس کتاب تمدن و معاشرت کا ایک اخلاق کش و حیاسوز باب یہ تحریک ہے اس کا دیباچہ تو ہم نے پڑھنا شروع کر دیا۔ اگر حالت یہی رہی تو کل کو یہاں بھی وہی کچھ نظر آئیگا جو آجکل یورپ میں دکھائی دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے ــــ کیا ہمارے ملک کے مغرب زدہ اصحاب و خواتین ان حقائق پر غور کریں گے؟

(بقیہ صفحہ ۵)

چیزیں روما اور قادیان دونوں جگہ وقوع پذیر ہوئیں

(۱۶) پوپوں نے اپنی دکانداری کی رونق گرم کرنے کیلئے حضرت مسیح کے خلاف عقاید تراش لئے قادیان میں بھی رشتہ ناطہ غیر احمدیوں سے حرام غیر از جماعت لوگوں کا جنازہ ناجائز۔ نبوت مسیح موعود و تکفیر اہل قبلہ وغیرہ وغیرہ بیسیوں نئے نئے عقاید تراش لئے گئے۔

(۱۷) حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم ہرگز واجب الاطاعت خلیفہ نہ تھے نہ انہوں نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ میں مثیل پطرس ہوں البتہ موجودہ خلافت ضرور خلافت پولس کی مثیل ہے کیا یہ شہادت اس امر پر کافی نہیں کہ مرزا محمود احمد اور سنٹ پولوس دونوں کے عدد برابر ہیں۔
(۴۰۹ — ۴۰۹)

(۱۸) دو شخصوں میں مماثلت شہادت واقعات شہادت معتقدات اور شہادت وقت کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ واقعات کی شہادت یہ ہے کہ پولس جو معتقدات میں مسیح کا دشمن تھا مسیح کا خلیفہ یا رومن کلیسا کا شہتیر قرار پایا نصاریٰ کی کثرت اس کے ساتھ ہوئی۔ شہادت معتقدات میں یہ امر مسلم ہے کہ پولس کے عقاید مسیح سے یکسر مختلف تھے جیسے خلیفہ قادیان کے مختلف ہیں شہادت وقت میں مماثلت کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ جس تاریخ کو ہز ہولی نس آف قادیان نے پرچم خلافت لہرایا اسی دن ہز ہولی نس آف روما یعنی پوپ نے بھی اپنی خلافت کا پرچم لہرایا اگر پوپیت روما اور خلافت قادیان میں اشد مماثلت نہ ہوتی تو کیسے ممکن تھا کہ یہ دونوں پرچم ایک ہی وقت فضائے آسمانی میں لہراتے مفتی صاحب کی خدمت میں با ادب گذارش ہے کہ پوپیت روما اور خلافت قادیان میں وجوہ مماثلت اتنے ہی نہیں جن کا ذکر انہوں نے کیا بلکہ اس کی کسی حد تک تکمیل ہم نے کر دی ہے۔

پر حقیقت یہ ہے کہ قصر خلافت کی تعمیر کے لئے رومن کلیسا سے مصالحہ مانگنا انتہا درجہ شرمناک ہے اس کی نسبت تو قصر خلافت کا انہدام بہتر ہے۔

تعاقب

خلافت اور پوپیت

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت وعبرانی)

(۴)

ترسم کہ تو میدانی زورق بسراب اندر
زادی بحجاب اندر، میری بحجاب اندر

جس طرح مادیات کے اندر ہر شے اپنے خواص و افعال میں ایک استقلال رکھتی ہے سنکھیا کبھی تریاق نہ بنا اور نہ کبھی ہوگا۔ آگ ہمیشہ سے جلاتی چلی آئی ہے اور ہمیشہ جلاتی چلی جائے گی اسی طرح تقدیر امم اپنے اعمال کے لحاظ سے اٹل اور لاتبدیل ہے۔ قرآن مجید جگہ جگہ انبیاء اور ان کی اُمتوں کے قصص اسی غرض سے بیان کئے ہیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور گذشتہ واقعات اور حوادث سے وہ عبرت حاصل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اشد مشابہت ہے یہاں تک کہ امت موسوی کے اگر آخری مصلح کا نام مسیح تھا تو امت مسلمہ میں بھی ایک مسیح موعودؑ کی بشارت موجود ہے۔ مسیح علیہ السلام کے بعد...... نصاریٰ کی کثرت گمراہ ہوئی اور موحد قلیل تعداد میں رہ گئے لیکن اس قلت کے اندر جو کام کرنیوالی روح موجود تھی اور جس طریق پر روح القدس کا نزول ان پر ہوا کثرت ہمیشہ اس سے محروم رہی تاہم کثرت نے اپنی محض کثرت کو دلیل صداقت سمجھا اور اسی سراب کو وہ زورق خیال کرتی رہی، اسی سراب تاباں تک سے مفتی صاحب خلافت قادیان کے حق پر ہونے کی دلیل لانا چاہتے ہیں مفتی صاحب کا نمبر ۱۲ ہے پطرس کے حق میں مسیح کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ رومن کلیسا کی چٹان بنا۔

یہ پیشگوئی مفتی صاحب کے خیال میں متی ۱۶: ۱۷ تا ۱۹ میں مذکور ہے جس پر ہم کافی بحث کر چکے ہیں اور دوبارہ بھی حسب ضرورت کرنے کو تیار ہیں، اس زیر بحث حوالہ کو ہم نے پانچ شقوں پر تقسیم کیا تھا۔

ا: شمعون کو مسیح نے خود پطرس کا خطاب دیا

ب: شمعون کلیسا روما کی چٹان بنا اور مسیح کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

ج: شمعون پر کلیسا روما پر دوزخ کا اختیار نہ چلے گا۔

د: آسمانی بادشاہت کی چابیاں شمعون کو عنایت ہوئیں۔

ہ: شمعون جسے زمین پر کھولے گا آسمان پر کھولا جائے گا جسے زمین پر بند کرے گا آسمان پر بند کیا جائے گا۔

پہلی دو شقوں پر بحث کافی ہو چکی ہے تیسرے امر پر کہ شمعون یا کلیسا روما پر دوزخ کا اختیار نہ چلے گا قابل غور ہے کلیسا روما جس قسم کے اعمال اور ضلالتوں کا منبع ہے وہ اس کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ رہا یہ امر کہ شمعون پر دوزخ کا اختیار نہ چلے گا۔ یونانی محاورہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ ہوگا "ابواب جہنم اس پر غالب ہوں گے" اور یہ کنایہ ہے "شیطان کے اس پر غالب نہ آنے سے" اگر اس آیت سے صرف تین آیت بعد مسیح نے اسی شمعون کو فرمایا

"دور ہو شیطان تو میرے لئے ٹھوکر کا پتھر ہے"

اس کے بعد جب شمعون نے مسیح کا تین مرتبہ انکار کیا اور لعنت بھیجکر انکار کیا تو کیا اس وقت بھی اس پر شیطان کا غلبہ نہ تھا؟

د: آسمانی بادشاہت کی چابیاں شمعون کو دی گئیں۔ اس سے مراد یا تو بہشت کی ٹھیکیداری ہے جو شمعون کو ملی یا انجیل کی تفسیر کا حق ہے جبتک شمعون محفوظ ہوا یہ بھی رومن کلیسا کی چالاکی ہے کہ انہوں نے شمعون کی معرفت آسمانی بادشاہت کی چابیاں اپنے اختیار میں لے لیں اور بہشت کے ٹھیکیدار اسی طرح بن بیٹھے جیسے قادیانی جماعت بہشتی مقبرہ کی اجارہ دار بن بیٹھی اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر کا حق اپنے لئے محفوظ کر لیا۔

ہ: شمعون کو کھولنے اور بند کرنے کا اختیار دیا گیا یعنی جسے وہ زمین پر کھولے آسمان پر بھی کھولدیا جائے اور جسے وہ زمین پر بند کرے آسمان پر بند کر دیا جائے۔ کتاب مقدس کا یہ بھی ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ گناہوں کی معافی اور سزا کا حکم یا شریعت کی رو سے امر اور نہی کرنا۔ یہ اختیار شمعون سے خاص نہیں کہ اسکو خلافت کی خلعت اسی بنا پر پہنا دی جائے بحوالہ متی ۱۸: ۱۸ یہ اختیار ہر حواری کو دیا گیا ہے کیونکہ لکھا ہے:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کچھ تم زمین پر باندھو گے آسمان پر باندھا جائیگا اور جو کچھ تم زمین پر کھولو گے آسمان پر کھولا جائے گا" (متی ۱۸: ۱۸)

اس میں سب حواری مخاطب ہیں اس لئے متی ۱۶: ۱۹ کی بنا پر شمعون کی کوئی خصوصیت نہیں۔

نمبر ۱۳ پطرس کو قبولیت دعا کا اعجاز بخشا گیا۔ یہ اختیار بہت سے اشتہاری لوگوں کو بخشا گیا معلوم ہوتا ہے۔ آخر رومن کلیسا اور خلافت قادیان کی طرف لوگ کیوں مخاطب ہوں؛ علم و تحقیقات کے دروازے تو دونوں جگہ بند ہیں استدلال کو انہوں نے پانچویں سے بارہ تک تشبیہ دی اشتہاری اطباء کی طرح پیرخانوں کی رونق کا یہی ایک لٹکا ہے۔

نمبر ۱۳ اور ۱۴ شمعون کی تعریف مسیح اول نے کی اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی تعریف مسیح موعودؑ نے کی لہذا دونوں سلسلوں میں خلافت برحق ہے۔

اس طرز استدلال کی نسبت کیا کہا جائے کہ جس کی تعریف کی جائے وہ ضرور خلیفہ بن جایا کرتا ہے آپکی اس فرع اور امر واقعہ سے تو یہ ثابت ہوا کہ شمعون باوجود تعریف خلیفہ نہ ہوا لہذا حضرت مولانا مرحوم بھی باوجود تعریف خلیفہ نہ تھے

نمبر ۱۵ پوپیت روما اور خلافت قادیان میں وجوہ مماثلت مفتی صاحب کے نزدیک صرف دو ہیں یعنی وصیت مسیح بحق خلافت اور دونوں جگہ خلافت کا قیام

ہمارے خیال میں پہلی مماثلت باطل ہے اسکی تصدیق جناب میاں محمود احمد صاحب خود اور مولانا غلام حسن صاحب پشاوری بھی فرمائیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود کی کوئی وصیت ان کے بعد شخصی خلافت کیلئے موجود نہیں۔ یوں پوپیت روما اور خلافت قادیان میں بیسیوں مماثلتیں موجود ہیں اس کے ہم قائل ہیں کچھ کا ذکر اسجگہ بھی کر دیا جاتا ہے۔

(۱) خدا کے رسول اور خدا کی کتاب پر ایمان رومن کلیسا اور خلافت قادیان میں دونوں جگہ بیکار ہو گیا ایمان کی چابی خلیفہ اور پوپ سمجھا گیا جب تک ان پر ایمان نہ ہو کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔

(۲) ہدایت کا مرکز دونوں جگہ خدا نہ رہا بلکہ خلیفہ اور پوپ کا حکم ہو گیا اسی کے ماتحت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول جھگڑے اور تنازعہ کی صورت میں خدا اور خدا کا رسول واجب الاطاعت نہیں بلکہ اولی الامر واجب الاطاعت ہے ایسا کچھ ترجمہ اس آیت کا کیا گیا۔

(۳) عوام کو دونوں جگہ اندھا اور بہرا بنا دیا گیا کیونکہ خلیفہ اور پوپ پر جائز اعتراض بھی نہیں کر سکتے گویا خلیفہ کے حکم نے لوگوں کی عقلی ترقی کی راہیں مسدود کر دیں۔

(۴) اعتقاد اور عمل کا دارومدار خوشنودی پوپ اور خلیفہ قرار پایا۔

(۵) خلیفہ اور پوپ اچھے انسان ہونے کی بجائے کان اللہ نزل من السماء کے مصداق کہلانے لگے ان کے جائز و ناجائز اعمال نے تقدیس اور ریا کا جامہ پہن لیا۔

(۶) نجات کا دارومدار دونوں جگہ شریعت پر نہ رہا بلکہ پوپ اور خلیفہ کی مغفرت پر جا ٹھہرا

(۷) دونوں کلیساؤں میں امراء سے پیسہ لیکر حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا گیا یوں تو نکاح غیر احمدی سے حرام ہے اور اس کے مرتکب کو جماعت سے خارج کرنیکا حکم لیکن اس جرم کے مرتکب غرباء پر ہی اس کا اجراء ہوا۔

(۸) بادشاہوں اور امراء کے نکاح و طلاق کے متعلق پوپوں اور کارڈینلوں کی دین فروشیاں تاریخ روما کے مشہور واقعات ہیں ادہر خلافت کی رضامندی سے جو نکاح ہوتا ہے اس کی سات پشت بابرکت ہو جاتی ہیں اور جس نکاح کیلئے خلیفہ کی رضامندی کی سند نہ ہو اس کی پہلی نہیں تو دوسری بلکہ سات پشت تک عذاب الٰہی ناگزیر ہے (خطبہ نکاح فرمودہ جناب خلیفہ قادیان بر نکاح قاضی عبدالحق مرحوم)

(۹) دعاؤں کی قبولیت کے دعاوی دونوں کلیساؤں میں موجود ہیں مگر قاضی عبدالحق کے خطبہ نکاح پر یہ تعلّی اس غریب کی جان لیکر ہی ٹلی۔

(۱۰) دونوں جگہ مذہبی زندگی کے اعمال خرید و فروخت کے معاملات بن گئے۔ حضرت صاحب کا عصا، حضور کا کرتہ اور کوٹ۔ موئے مبارک۔ حضرت صاحب کا جوتا۔ میاں عبداللہ سنوری کا کرتہ کونسی چیز ہے جو زائرین کے لئے موجب خیر و برکت نہیں۔

(۱۱) کتاب اللہ کا علم جیسا خلیفہ کو ہے یا پوپ کو ہے وہ کسی دوسرے انسان کو ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہ علم لدنی اپنے اظہار کے لئے منت کش حریفاں ہے وہ جائز و ناجائز شرائط کے پابند ہو کر مقابلہ پر آئیں تو شرمندۂ اظہار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ اخفاءِ حق خلیفہ کیلئے جرم نہیں

(۱۲) رومن کلیسا میں مغفرت کے پروانے فروخت ہونے لگے اور اس نے یہاں تک ترقی کی کہ لوگ پوپ سے اس کا ٹھیکہ لینے لگے یہاں بھی جماعتوں میں دعا کرنے کرانے کے اجارے فروخت ہوتے ہیں تاکہ رومن کلیسا سے مماثلت پوری ہو آخر مفتی صاحب کس بات کی تنخواہ پاتے ہیں یہی نا کہ وہ خلیفہ کی دعاؤں کی قبولیت کا ڈھنڈورا پیٹا کریں۔

(۱۳) رومن کلیسا نے اس قسم کے تبرکات اور آثار بنائے جن کے متعلق عوام کے دلوں میں اعتقاد پیدا کر دیا گیا کہ اس کی زیارت اور چھو دینے سے دنیا و دین کی برکات میسر آتی ہیں مثلاً صلیب مسیح کی لکڑی کا کوئی ٹکڑا کسی سینٹ کا کوئی ناخن۔ کپڑا اور تسبیح۔ قادیانی خلافت کے زیر سایہ بیت الدعا۔ حضرت صاحب کی مسجد میں بیٹھنے کی جگہ۔ مقبرہ بہشتی قبر کی مٹی۔ لنگر کے ٹکڑے ازیں قبیل تبرکات لوگوں کی نجات کے گویا دروازے ہیں۔

(۱۴) سینٹس اور پوپوں کے مقابر کی مجاوری روما و قادیان دونوں جگہ ذریعہ رشد و سعادت ہے۔

(۱۵) رومن کلیسا نے دین کی ساری باتوں کو دکانداری بنا لیا جو لوگ اس کے خلاف آواز اٹھاتے ان کو قتل کیا جاتا یہ

توسیع جماعت کے کام میں حصہ لینے والے احباب

۱۔ وزیر آباد کا خط

ہمارے محترم و مخلص بھائی جناب شیخ عبید اللہ صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ وزیر آباد کی ڈائری بابت ماہ فروری ۱۹۴۰ء موصول ہوئی ہے۔ آپ کی ڈائری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں توسیع جماعت کے لئے ایک زبردست تڑپ موجود ہے آپ نہ صرف زبانی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ بلکہ بذریعہ لٹریچر بھی تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ آپ کے زیر تبلیغ غیر احمدی۔ قادیانی وغیرہ ہیں۔ شیخ صاحب موصوف تفصیل چندہ وغیرہ کا کام بھی کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں موقع ملتا ہے تقریریں بھی کرتے ہیں۔ غرضیکہ شیخ صاحب اپنے فرض کو کما حقہ نبھا رہے ہیں۔ ہمارے دوسرے نوجوانوں کو شیخ صاحب کے نقش قدم پر چل کر اپنے خلوص و ایثار کا ثبوت دینا چاہئے۔

۲۔ راولپنڈی کا خط

اخی المکرم جناب محمد عبد اللہ صاحب راولپنڈی سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رقمطراز ہیں۔ "ماہ فروری کی ڈائری حضور کے پیش کرنا بڑی جہالت چاہتا ہے۔ لہذا اختصاراً عرض ہے کہ اخبار پیغام صلح باقاعدہ ایک مولوی صاحب کو جو فاضل دیوبند ہیں۔ پڑھنے کے لئے دیتا رہا۔ یہ صاحب ایک مسجد میں درس قرآن بھی دیتے ہیں۔ ان کو بیان القرآن۔ انوار القرآن وغیرہ وغیرہ مطالعہ کیلئے دیئے چنانچہ اب وہ ان تفاسیر سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان تفاسیر کے مطالعہ سے میرے درس کا رنگ ہی بدل گیا ہے اور مجھے خود بھی بڑی لذت آتی ہے۔" ماسٹر صاحب موصوف بذریعہ تقریر و تحریر تبلیغ کا کام نہایت جانفشانی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام میں برکت دے۔

شیخ محمد عبد اللہ صاحب کا خط

ڈائری جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم بابت ماہ فروری ۱۹۴۰ء۔ شیخ صاحب موصوف حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں۔ "جس قدر میرے دوست ہیں باوجود غیر احمدی ہونے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ گو بعض دعاوی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے فی الحال سلسلہ میں شامل ہونے کو تیار نہیں ہوتے۔ میرے زیر تبلیغ اہل سنت والجماعت۔ اہل حدیث۔ خاکسار اور سناتن دھرمی لوگ ہیں۔ میری زبانی گفتگو تو ہر روز کئی اشخاص سے ہوتی ہے۔ اور ٹریکٹ وغیرہ بھی تقسیم کرتا ہوں۔" چونکہ ڈائری طویل ہے۔ اس لئے نقل نہیں کی جاتی۔ ڈائری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب موصوف نہایت اخلاص اور ایثار سے تبلیغ کے کام میں کوشش فرماتے رہتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے عزم کو اور راسخ کرے اور ان کے کام میں برکت دے۔

جمشید پور کا خط

برادر عزیز بابو علیم الدین صاحب جمشید پور سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں رقمطراز ہیں۔ "امید ہے کہ آپ بفضل خدا بالکل خیریت سے ہوں گے۔ عرض ہے کہ مورخہ ۲۳؍ فروری کو جمعہ پر چوہدری محمد یوسف صاحب و چوہدری مجید احمد صاحب سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ فارم بیعت ارسال خدمت ہیں۔ آپ دعا کریں کہ خداوند کریم ان کو ہر طرح سے خادم دین بنائے اور اس عاجز کیلئے بھی دعا کریں۔ اور عرض ہے کہ جمعہ باقاعدہ ہوتا ہے۔ جب تک مسجد کا انتظام نہیں ہو جاتا۔ تب تک بھائی صاحب محمد بوٹا کے مکان میں ہوتا ہے اور پندرہ روز کے بعد باقاعدہ میٹنگ کا انتظام ہو گیا ہے میٹنگ کے لئے اتوار کا دن مقرر ہے۔ ہر بھائی کو چھٹی ہوتی ہے میٹنگ میں تبلیغی رپورٹ ہر ایک احمدی کو دینی ضروری ہے۔ اور صلاح مشورہ کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کی وکلا تکلیف سنی جاتی ہے آپ دعا کریں کہ خداوند کریم ہمیں کامیاب کرے۔ الخ"

اللہ تعالیٰ اس خط کے لکھنے والے اس جماعت کے ممبروں اور کارکنوں کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ جماعت کا جو مقصد ہے وہ یہ جماعت پورا کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ ہماری دوسری جماعتیں بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔

لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

مسلمانوں کے سب سے بڑے سیاسی اجتماع کی مختصر روئیداد

۱۹؍ مارچ کے افسوسناک واقعہ کے بعد اندیشہ تھا کہ مسلم لیگ کا اجلاس کامیاب نہیں ہوگا لیکن خدا کے فضل سے یہ اندیشہ غلط نکلا اور یہ اجلاس لیگ کی ساری تاریخ میں نہایت کامیاب اور ہر لحاظ سے بے نظیر ثابت ہوا۔ چار یوم کی ضروری کارروائی کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۲۱؍ مارچ ــــ استقبال اور پرچم کشائی

۲۱؍ مارچ کی صبح کو دس بجے کے قریب مسٹر محمد علی جناح سپیشل ٹرین کے ذریعہ لاہور پہنچے ریلوے سٹیشن پر پچاس ہزار سے زائد مسلمانوں نے آپ کا پرجوش شاہانہ استقبال کیا۔ تقریباً پانچ ہزار باوردی رضاکار اپنے اپنے بینڈ کے ساتھ جن کی تعداد ۳۱ تھی موجود تھے۔ پلیٹ فارم نمبر ایک سے لیکر میاں رام کے تالاب تک سڑک کے دونوں کناروں پر استقبال کرنیوالوں کا جم غفیر موجود تھا۔ اس سپیشل ٹرین سے مسٹر جناح کیساتھ دیگر متعدد اکابر بھی تشریف لائے جن میں سے نواب بہادر یار جنگ بہادر حیدرآباد دکن۔ نواب محمد اسماعیل۔ نواب صادق علی خاں۔ بیگم محمد علی مرحوم کے اسما قابل ذکر ہیں۔ اسی دن ساڑھے چار بجے کانفرنس پنڈال (واقعہ منٹو پارک) کے سامنے مسٹر جناح نے پرچم کشائی کی رسم ادا کی۔ اسوقت ہزارہا مسلمان مرد اور عورتیں موجود تھیں۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے ۱۹؍ مارچ کے حادثہ پر موثر الفاظ میں اظہار افسوس و ہمدردی فرمایا اور کہا کہ اس حادثہ کے متعلق مناسب کارروائی اور متعلقہ پارٹیوں کے ساتھ پورا انصاف کیا جائیگا۔ علاوہ ازیں آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی واحد نمایندہ جماعت مسلم لیگ کے فیصلے کا پورے صبر و اعتماد کیساتھ انتظار کریں اور اس کی تعمیل پر آمادہ رہیں۔

۲۲؍ مارچ ــــ خطبہ صدارت

۲۲؍ مارچ کو بعد نماز جمعہ ڈھائی بجے کے قریب کھلا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت اور نظموں کے بعد اول نواب سر محمد شاہنواز صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ اس کے بعد مناسب الفاظ میں تحریک صدارت پیش کی جس پر قائد اعظم نے کرسی صدارت کو رونق بخشی اور اپنا خطبہ صدارت فی البدیہہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ یہاں جمہوری طرز کی حکومت ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہندو مسلم مسئلہ کا صحیح حل یہی ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ آزاد ریاستیں قائم کر دی جائیں۔ ایک عددی اقلیت کو کسی اکثریت کے رحم پر چھوڑنا تباہی کا پیش خیمہ ہے مسلمان ہر تعریف کی رو سے ایک علیحدہ قوم ہے یہ قوم اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریگی مسلمانوں پر اگر کوئی آئین زبردستی ٹھونسا گیا تو وہ اس کا پوری طرح مقابلہ کریں گے اور ہر قسم کے نتائج کو برداشت کرتے ہوئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔

۲۳؍ مارچ ــــ ریاستی مسلم لیگ کا اجلاس اور تاریخی قرارداد

۲۳؍ مارچ کی صبح کو آل انڈیا ریاستی مسلم لیگ کا اجلاس سردار اورنگزیب خان صوبہ سرحد کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں صاحب صدر کے علاوہ نواب بہادر یار جنگ بہادر اور مختلف ریاستوں کے مسلمانوں کے نمایندوں نے تقریریں کیں اور متعدد قراردادیں منظور کی گئیں۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر کی تقریر بے حد موثر تھیں اور بہت پسند کی گئیں۔ ایک قرارداد کے ذریعہ نواب صاحب ممدوح کو سال رواں کیلئے آل انڈیا ریاستی مسلم لیگ کا مستقل صدر منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد تین بجے کے قریب مسلم لیگ کا دوسرا کھلا اجلاس بصدارت قائد اعظم شروع ہوا۔ حاضری آج بھی کل کی طرح غیر معمولی تھی۔ اول آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خاں نے سالانہ رپورٹ سنائی اس کے بعد آنریبل مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال نے ایک زبردست قرارداد پیش کی جس کا لب لباب یہ ہے کہ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کے "آزاد سلطنتوں" کی حیثیت سے گروپ بنا دیئے جائیں جن کے اجزاء اپنی اپنی جگہ خود مختار اور با اقتدار ہوں۔ اس قرارداد کی تائید میں متعدد اکابر نے پرجوش تقریریں کیں جن کا سلسلہ جاری تھا کہ اجلاس برخواست ہو گیا۔ اسی روز شام کو آل انڈیا ریلوے ایمپلائز ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اور دوپہر کے وقت آل انڈیا مسلم لیگ کی شعبہ نسواں کمیٹی کا جلسہ حبیبیہ ہال (اسلامیہ کالج) میں ہوا جس کی صدارت کے فرائض بیگم محمد علی مرحوم نے انجام دیئے۔ یہ اجلاس بھی نہایت کامیاب رہا۔

۲۴؍ مارچ ــــ قرارداد کی منظوری اور اقبال ڈے

۲۴؍ مارچ کو لیگ کا تیسرا کھلا اجلاس گیارہ بجے دن کے قریب منعقد ہوا جس میں کل والی قرارداد کے متعلق تقریریں ہوئیں اور یہ اجلاس ایک بجے ختم ہوا چوتھا اجلاس رات کے ساڑھے آٹھ بجے کے قریب شروع ہوا جس میں اس قرارداد کے متعلق حاضرین جلسہ کی رائے لی گئی اور یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔ علاوہ ازیں مسٹر محمد علی جناح نے ۱۹؍ مارچ کے حادثہ کے متعلق بھی ایک قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔ اس قرارداد میں حادثہ سے نقصان اٹھانیوالوں اور ان کے خاندانوں سے اظہار افسوس ہمدردی کے علاوہ حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ فی الفور ایک غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے جس کے ممبروں کو لوگوں کا مکمل اعتماد حاصل ہو اور انکو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ تمام معاملہ کی مکمل تحقیقات کر کے جس قدر جلد ممکن ہو اس کی رپورٹ شائع کریں۔ رپورٹ شائع ہونے کے بعد ورکنگ کمیٹی ضروری ایکشن لے۔ علاوہ ازیں اس قرارداد میں مختلف گورنمنٹوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو تحریک خاکسار کو خلاف قانون قرار دینے کا حکم واپس لے لیں اس قرارداد کو پیش کرتے ہوئے مسٹر جناح نے جو تقریر کی اس میں کہا کہ جب تک خاکساروں کیساتھ انصاف نہ ہوگا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس کے بعد مسٹر جناح کی فرمائش پر جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر نے "اسلام اور جمہوریت" کے موضوع پر ایک موثر تقریر کی جو نہایت دلچسپی و توجہ کیساتھ سنی گئی۔ قائد اعظم کی اختتامی تقریر کے بعد یہ تاریخی اجتماع کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اسی روز ۳ بجے سہ پہر کو یونیورسٹی ہال میں یوم اقبال کی تقریب بصدارت آنریبل مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال منعقد ہوئی جس میں سرکردہ اصحاب نے [illegible]

امتحانات دینیات کے احیا کی تجویز

(از جناب مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری انجمن)

ناظرین پیغام صلح نے ۴ر مارچ سنہ ۴۰ء کے پرچہ میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن کی "احباب جماعت کی خدمت میں تین ضروری تجاویز" ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔ جن کی طرف ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اپنے لیڈر مندرجہ اخبار ۸ر مارچ میں خاص طور پر احباب جماعت کو توجہ دلائی۔ ان میں سے ایک دوسری تجویز امتحان دینیات کے متعلق ہے۔ جس کے بارہ میں نصاب عنقریب شائع کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ نصاب اب شائع کیا جاتا ہے۔ جو پہلے کا منظور شدہ ہے۔ احباب اس کو ملاحظہ فرما کر فوراً فیصلہ کر لیں کہ کس درجہ کے امتحان میں جو آئندہ اکتوبر کے اخیر ہوگا شامل ہوں گے اور اس کی اطلاع دفتر سکرٹری میں ابھی سے دے رکھیں۔ اس سلسلہ امتحانات دینیات کی بنیاد حضرت امیر کے ارشاد کے ماتحت رکھی گئی تھی۔ جو پہلے اخبار "پیغام صلح" مؤرخہ ۷ر مارچ سنہ ۳۲ء میں زیر عنوان (قوم کی علمی ترقی کے لئے ایک مفید تجویز۔ علوم دینیہ میں سہ ماہی امتحان کا سلسلہ) شائع ہوا تھا۔ اس تجویز کے مطابق دو سہ ماہی امتحان جولائی و اکتوبر سنہ ۳۲ء میں ہوئے تھے جن کے نتیجہ پر چند انعام بھی تقسیم ہوئے تھے۔ اس کے بعد مئی سنہ ۳۳ء میں آئندہ کیلئے تین سال کا کورس مقرر ہوا۔ اور امتحان سالانہ ہر سال ایک دفعہ ماہ نومبر میں تجویز ہوا جیسا کہ اخبار پیغام صلح محریہ ۱۱ مئی سنہ ۳۳ء میں درج ہے۔ اس کے مطابق ایک امتحان ۴ و ۵ر نومبر سنہ ۳۴ء کو ہوا جس کے نتیجہ کا اعلان ۵ ار دسمبر سنہ ۳۴ء کے پیغام صلح میں کرکے اسناد عطا کی گئی تھی۔ کہ آئندہ سال جو احباب امتحان میں شامل ہونا چاہیں۔ وہ اپنے نام جلسہ سالانہ کے موقع پر نوٹ کرا جاویں۔ لیکن اس کے بعد کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ اس لئے اب احباب سے التماس ہے کہ جلد اپنے نام شمولیت امتحان کے واسطے بھیجیں۔

(عزیز بخش ۱۲-۳-۴۰)

امتحانات دینیات کا مکمل کورس جو ۱۵ فروری سنہ ۳۴ء کے اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا تھا

نوٹ:۔ (۱) امتحان ہر سال اکتوبر کے آخر یا نومبر کے پہلے ہفتہ میں ہوا کرے گا۔ تاریخہائے امتحان کی اطلاع بذریعہ اخبار پیغام صلح دی جایا کرے گی۔

(۲) ہر شخص کا اختیار ہوگا کہ جس درجہ کا چاہے امتحان دے۔ مگر دو ماہ پیشتر دفتر سکیرٹری میں اطلاع دینی ضروری ہے کہ کس درجہ کے امتحان میں شامل ہوگا۔

(۳) نصاب امتحان کے پانچ درجے حسب ذیل ہیں:۔

	قرآن کریم	سیرت و تاریخ	مسائل دینیات و حدیث	کتب سلسلہ
کورس درجہ اول	سورہ فاتحہ و بقرہ ترجمہ و تفسیر	سیرت خیر البشر	مسائل طہارت نماز روزہ	رسالہ مسیح موعودؑ
کورس درجہ دوم	سورہ آل عمران۔ نسا مائدہ ترجمہ و تفسیر	تاریخ خلافت راشدہ	درجہ اول کے علاوہ مسائل زکوٰۃ و حج	تحریک احمدیت۔ توضیح مرام فتح اسلام۔ ازالہ اوہام
کورس درجہ سوم	سورہ انعام تا آخر توبہ ترجمہ و تفسیر	سیرت عائشہ صدیقہ سیرت صحابہ۔ سیرت صحابیات	فضل الباری تا صفحہ ۱۶۱	آئینہ احمدیت۔ تعلیم اسلام النبوت فی الاسلام۔ انجام آتھم
کورس درجہ چہارم	سورہ یونس تا آخر عنکبوت ترجمہ و تفسیر	الفاروق شبلی۔ تاریخ بنو امیہ تاریخ ہسپانیہ	فضل الباری تا صفحہ ۳۷۳	آئینہ کمالات اسلام۔ برکات الدعا جنگ مقدس۔ حجۃ الاسلام۔ سرمہ چشم آریہ
کورس درجہ پنجم	سورہ روم تا ختم قرآن ترجمہ و تفسیر	تاریخ بنو عباس۔ حروب صلیبیہ۔ حالات سلطان محمود حالات اورنگ زیب	فضل الباری تا صفحہ ۹۲۹	براہین احمدیہ ہر چہار حصہ۔ ملفوظات اولیائے امت۔ تطہیر الاولیا ہر دو حصہ۔ فصل الخطاب

نوٹ:۔ امتحان کے ہر درجہ کے نصاب میں اس سے پہلے کے سب درجوں کا نصاب شامل ہوگا۔ (عزیز بخش جائنٹ سکرٹری)

خواتین کو علم دین سکھانے کا بہترین انتظام

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے تین ضروری تجاویز کا اعلان ہو چکا ہے جن میں قرآن کریم اور حدیث شریف کے درس ہر جگہ جاری کرنے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ اور امتحان اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کی غرض سے غیر زبانیں سیکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، ان تینوں تجاویز کو عملی صورت میں لانے کے لئے مناسب کاروائی کی جا رہی ہے اسکے ساتھ ہی ایک اور ضروری امر کی طرف بھی احباب کرام بالخصوص مقامی دوستوں کی توجہ درکار ہے اور وہ ہماری خواتین کو علم دین سکھانے سے تعلق رکھتا ہے۔

میں افسوس کیساتھ اس بات کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ ہماری آیندہ نسلوں کی دین کیساتھ محبت اور لگاؤ اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جبکہ ہماری خواتین کو دین سے محبت اور علم دین سے بہرہ وافر حاصل ہو آجتک قومی رنگ میں خواتین کی دینی تعلیم کا کوئی انتظام ہماری طرف سے نہیں کیا گیا، چاہیئے تو یہ تھا کہ ہمارے ہاں مرکز میں لڑکیوں کا ایک ایسا مدرسہ ہوتا جس میں دنیوی تعلیم کیساتھ دینی تعلیم کا بھی مناسب انتظام کیا جاتا، لیکن چونکہ حالات ابھی تک اسکے لئے سازگار نہیں اسلئے کم از کم ایسا تو انتظام ہونا چاہیئے کہ مرکز میں کسی مناسب جگہ پر روزانہ ایک دو گھنٹہ تعلیم یافتہ (کم از کم اُردو لکھی پڑھی) خواتین کو علم دین کے چند ضروری اسباق پڑھانے دیئے جایا کریں۔ مثلاً قرآن کریم کا ترجمہ۔ حدیث شریف کی کوئی مختصر کتاب۔ سیرت نبویؐ۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق کوئی کتاب۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ سب مضامین سبقاً سبقاً مستورات کو پڑھائے جائیں اور باقاعدہ امتحان لئے جائیں تو اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا مولینا عبداللہ خانصاحب مرحوم کے زیر اہتمام ایک ایسی جماعت مسجد کی زنانہ گیلری میں کھولی گئی تھی اور بہت سی لڑکیوں نے ان سے کافی علم دین حاصل کر لیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا ضرورت ہے کہ پھر اس کو جاری کیا جائے، اور پہلے سے بہتر طریق سے جاری کیا جائے! اس ضرورت کا اظہار راقم الحروف نے چند دن ہوئے سیکرٹری صاحب کی خدمت میں کیا اور اُن سے یہی عرض کیا کہ اس کام کو ہمارے محترم بزرگ مولینا عزیز بخش صاحب بہترین طور پر انجام دے سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی موجودہ مصروفیات اس بوجھ کو اٹھانے کی اجازت دے سکیں اور یہ ان کے لئے تکلیف مالا یطاق ثابت نہ ہو خوشی کی بات ہے کہ سیکرٹری صاحب کے دریافت کرنے پر مولانا موصوف نے اس کو بخوشی خاطر منظور کر لیا اور یہ لکھا کہ

"میں بڑی خوشی سے رضائے الہٰی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس خدمت کے سرانجام دینے کیلئے تیار ہوں، آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے، مولوی دوست محمد صاحب کی تجویز میں بعد نماز عصر ایک دو گھنٹے دیئے جانے کا ذکر ہے میں فی الحال ایک گھنٹہ وقت دے سکوں گا میرے موجودہ کاموں میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا انشاء اللہ العزیز۔"

اس اقدام عمل کے لئے مولینا کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے میں احباب کرام کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی بیگمات اور صاحبزادیوں کو اس موقع سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، اور جو خواتین اس جماعت میں باقاعدہ داخل ہونا چاہتی ہوں اُن کے اسمائے گرامی راقم الحروف کو دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھیجکر ممنون فرمائیں، روزانہ ایک گھنٹہ بعد نماز عصر (یعنی قریباً ۵ بجے سے ۶ بجے تک) دینا کوئی مشکل کام نہیں، سکولوں کی طالبات بھی بآسانی شامل ہو سکتی ہیں اور دیگر خواتین بھی۔ امید ہے کہ دوست جلد از جلد نام بھیجکر ممنون فرمائیں گے جن کے بعد تعلیم باقاعدہ شروع ہونے کی تاریخ اور نصاب سے انہیں مطلع کر دیا جائیگا۔

والسلام

خاکسار:۔ دوست محمد

(عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا)

ملفوظات حضرت مجدد اعظم

تثلیث ایک بے دلیل اور بودا عقیدہ ہے

پھر تیسری دلیل تثلیث کے ابطال پر یہ ہے کہ جس قدر عناصر خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں وہ سب کروی ہیں۔ یہ اسلئے کہ کرویت میں ایک حدت ہوتی ہے پس اگر خدا میں تثلیث تھی تو چاہیئے تھا کہ یہ جملہ اشیاء مثلث نما ہوتیں۔ علاوہ ازیں تثلیث کے قائل پر ان امور کا بار ثبوت ہے اور اس کا فرض ہے کہ اس کی سچائی پر قدرت کے نظائر بیان کرے اور اسکی سچائی پر دلائل پیش کرے۔ ہم توحید کے متعلق یہود کے جملہ فرقوں کا اتفاق باطنی شریعت میں توحید کا اثر اور قانون قدرت میں اس کے نظائر پیش کرتے ہیں۔ جن پر غور کرنے کے بعد اگر کوئی شخص تقوے سے کام لیگا تو وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ تثلیث پر جس قدر زور دیا گیا ہے وہ محض بے دلیل اور بودا خیال ہے۔ یہ بات انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ کبھی ٹیڑھی اور بے امنی کی راہ اختیار نہیں کرتا اس لئے تم دیکھو گے کہ پگڈنڈیوں پر چلنے والوں کی نسبت شاہراہ پر چلنے والے سب سے زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ سیدھے راستہ پر چلنے سے کسی قسم کے خوف اور خطرہ کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ جب دنیا کا عام مشاہدہ یہ ہے تو پھر انسان امور آخرت کیلئے کیوں ایسی راہ اختیار کرے جو ٹیڑھی اور بد امنی والی ہو اور جس کی سچائی اور حفاظت پر کافی اور معتبر اور زندہ شہادت موجود نہ ہو۔ اس وقت دنیا میں ہزاروں راہیں ہیں لیکن سعید اور مبارک وہی لوگ ہیں جو دنیاوی لالچ کو چھوڑ کر محض خدا کے لئے فقر و فاقہ اختیار کر کے خدائی راہ پر چلنے کی تلاش میں نکلیں پھر جو شخص خلوص نیت سے خدائی راہ کی تلاش کرتا ہے وہ اسے ضرور پا بھی لیتا ہے۔ عیسائی مذہب کے ابطال اور استیصال کے لئے ہمارے پاس تو ایک دریا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ طلسم ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور وہ بت جو صلیب کا بنایا گیا ہے وہ ٹوٹ کر گر پڑے ؛ (۲۳ دسمبر ۱۹۰۱ء)

اعلانات

اعلان بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

(۱) نیاز محمد صاحب ضلع ہوشیارپور ؛ (۲) عبدالحمید صاحب ضلع جالندھر۔
(۳) گلزار حسین صاحب ضلع مظفر گڑھ ؛ (۴) حافظ حسن محمد صاحب ضلع گوجرانوالہ ؛

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے

ماہ اپریل ۱۹۴۰ء میں ہماری مندرجہ ذیل جماعتوں کے سالانہ جلسے قرار پائے ہیں احباب ان اجتماعات کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریں۔ اور دیگر جماعتیں بھی اپنے سالانہ جلسوں کے متعلق طے کر کے جلد مرکز میں اطلاع دیں ؛

۱۔ **جماعت دہلی** کا جلسہ انشاءاللہ ۶، ۷ اپریل کو منعقد ہوگا۔ مرکز سے حضرت مولانا صدرالدین صاحب، جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین شاہ صاحب تشریف لے جا چکے ہیں ؛

۲۔ **جماعت بدوملہی ضلع سیالکوٹ** کا جلسہ ۸، ۹ اپریل کو قرار پایا ہے اس میں مرکز کیطرف سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور مولوی احمد یار صاحب شمولیت فرمائیں گے ؛

۳۔ **جماعت جالندھر** کا جلسہ ۱۰ اپریل کو ہوگا۔ اس میں مرکز کی جانب سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور سید اختر حسین شاہ صاحب شرکت کریں گے

۴۔ علاوہ ازیں **ادھم پور** میں عید میلادالنبی کی تقریب پر ۱۹، ۲۰ اپریل کو ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس میں بھی سید اختر حسین شاہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع شامل ہوں گے۔

جناب سید امجد علیشاہ صاحب کی صاحبزادی کا عقد

نہایت مسرت کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب سید امجد علی شاہ صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر پولیس سیالکوٹ کی صاحبزادی عزیزہ محترمہ سیدہ رشیدہ صاحبہ کا عقد چار ہزار روپیہ مہر پر انکی خالہ کے لڑکے ارشد حسین شاہ صاحب کیساتھ ۲۵ مارچ کو ہوا۔ خطبہ نکاح جناب شیخ غلام حسین صاحب سیکرٹری جماعت سیالکوٹ نے پڑھا۔ اس تقریب میں بہت سے معززین شریک ہوئے۔ شاہ صاحب موصوف نے مہمانوں کی اعلیٰ پیمانہ پر خاطر و مدارات کی فریقین نے مبلغ بیس روپیہ بطور شکرانہ انجمن کو عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ؛ پیغام صلح : ہم اس تقریب ...

... جناب سید امجد علی شاہ صاحب ... [illegible] ... کیلئے باعث برکت بنائے - آمین ثم آمین ؛

مارٹن لوتھر اور تجدید مسیحیت

رومی کلیسا کے خلاف احتجاج اور اخراج

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

(۶)

وجہ اختلاف

عیسائی دنیا میں سب سے پہلے جس امر پر اختلاف رونما ہوا، وہ کلیسائے سینٹ پیٹرس[1] کی عمارت کی تعمیر ہے۔ اس شاندار عمارت کی تعمیر اس زمانہ میں شروع ہو چکی تھی جبکہ مارٹن لوتھر کا قیام روم میں تھا۔ روم میں ان دنوں قدیم یونانی اور رومی علوم و فنون کا احیا ہو رہا تھا۔ پوپ لیو دہم ر X ۲۵ء) برسراقتدار تھا اور وہ ان مذکورہ بالا علوم و فنون کا بہت سرگرم سرپرست تھا پوپ کا بحیثیت روحانی پیشوا اور رہنما ہونے کی وجہ سے فرض تو یہ تھا کہ وہ لوگوں کے روحانی عوارض دور کرے لیکن وہ اپنے روحانی اور مذہبی فرائض کو یکسر بھول کر دنیوی منفعتوں اور دلچسپیوں کا خوگر اور دلدادہ ہو چکا تھا۔ رومی پادریوں کی اخلاقی حالت بہت گندی ہو چکی تھی اور لطف یہ کہ اس اخلاقی انحطاط کو ایک نئے کلچر اور ثقافت کا پیش خیمہ تصور کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس ثقافت کو مادیات میں متشکل کرنے کیلئے فن تعمیر کو فروغ دینے کی ضرورت پیش آئی۔ ابتدا میں لوگ عشرت گاہوں کی تعمیر کو پسند نہیں کر سکتے اس لئے فن تعمیر کا ذوق و شوق ایک گرجا کی عظیم الشان اور نہایت پر تکلف عمارت کی شکل میں رونما ہوا۔ اب بھی اس عمارت کو رومی کلیسا کا شاہکار خیال کیا جاتا ہے۔ لوگ اکناف عالم سے اس گرجا کی زیارت کیلئے روم پہنچتے ہیں اور اس امر کا نظارہ کر کے حیران ہوتے ہیں۔ کہ عیسائیت نے گو رومی شوکت اور مملکت کو تباہ کر دیا لیکن خود رومی کلچر کے قدموں میں صید زبون ہو کر گر پڑی۔

تعمیر کے لئے مصارف کی ضرورت

پادری اور پوپ خواہ کتنا روپیہ ہی سیدھے سادے لوگوں سے اینٹھ لیتے ہوں لیکن ان کے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ وہ ایک نہایت عظیم الشان عمارت کو تعمیر کر سکیں۔ روپیہ کو فراہم کرنا . . . بہت بڑا مرحلہ تھا۔ لیکن ان بہروپیوں اور اجارہ داروں کو ایسے موقعوں پر بہت دور کی سوجھتی ہے۔ موقع اور محل پر وہ اپنی خواہشات کی کچھ اس طرح سے مذہبی رنگ و یکر تفسیر و تشریح کرتے ہیں۔ کہ عوام کالانعام ان کے بھترے میں آ جاتے ہیں۔ عمارت کی تعمیر کا جواز تو اس طرح نکالا گیا کہ قرون اولیٰ کے سینٹوں، ولیوں اور مبلغوں کی ہڈیوں کی حفاظت کیلئے ایک شاندار عمارت کی ضرورت ہے۔ گندی اور تنگ و تاریک عمارتیں ان کی مقدس ارواح کے لئے خوشگوار نہیں۔ اس جواز کے علاوہ جلب زر کیلئے جو صورت نکالی گئی وہ اپنی نوعیت میں نہایت مضحکہ خیز ہے یعنی انسانی نجات اور بخشش کی تجارت ہونے لگی اور بخشش کے پروانے فروخت کئے جانے لگے۔ جو شخص ایک معین اور مقررہ رقم کلیسا کو دے دیتا تھا اس کی نجات اور بخشش ہو جاتی تھی۔ کیا ستم ظریفی ہے! اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کو بیوقوف بنانے کا نرالا طریق ہے!

آجکل کے مذہبی بھروپیے

خیر اس وقت تو جہالت عام تھی لیکن آج اس علم و دانش کے زمانہ میں نجات اور بخشش کے پروانے فروخت کئے جاتے ہیں اور روز روشن میں خدا کے بندوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاتی ہے۔ خدا غارت کرے ان بہروپیوں کو جو غریبوں کے رزق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اور انسانوں کے خون سے چھری کھینچتے ہیں۔ جو خود بد معاش اور بد قماش ہوتے ہوئے لوگوں کی ارواح کو بخشوانے کا ذمہ لیتے ہیں۔ جو پیشہ ور گداگروں سے زیادہ پست اخلاق رکھتے ہوئے انسان کے عزیز ترین عبد اور وحیدان کی رہنمائی کی ڈینگیں مارتے ہیں۔ جن کے قول اور فخر کی حقیقت اور اصلیت یہ ہے کہ اگر وہ، ان کی ذریت اور آئندہ نسلیں ہمیشہ التیاں کرتے رہیں تو ان کی انتڑیوں سے پبلک کا نمک نہ نکلے لیکن بجائے اس اخلاقی فلاکت اور غربت پر انہیں شرم محسوس ہونے کے وہ اپنے "تقدس اور رتبہ" پر اکڑتے اور فخر کرتے ہیں۔ ان بے حیاؤں کو شرم سے ڈوب مرنا چاہئیے۔ ان خبیثوں کے لئے ایک ہی سزا کافی ہے۔ کہ ابدالآباد تک زمین شق ہوتی رہے اور یہ اس میں دفن ہوتے رہیں۔

گناہوں سے نجات

ان دنوں کلیسا کی طرف سے منظم اور مستقل صورت میں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا کہ گناہوں سے اسی صورت میں نجات ممکن ہے جبکہ ایک مخصوص رقم کلیسا کو دیدی جائے۔ فوت شدہ لوگوں کی ارواح بھی اسی وقت برزخ سے نکل کر بہشت میں چلی جاتی ہیں جب روپیہ کلیسا کی صندوقچی میں ڈال دیا جائے۔ مغرب کے دور دراز ملکوں میں گناہ سے نجات کے حقوق متعدد پادریوں اور ممتاز لوگوں کو بعض شرائط پر دے دیئے جاتے تھے۔ اسی طرح جرمنی میں چند لوگوں کو یہ حقوق حاصل تھے۔ یہ لوگوں کو نجات کیلئے اور گناہوں کی معافی پر عجیب عجیب طریقوں سے ابھارتے تھے۔ لوگ گناہ اور عصیان کی مکافات سے طبعی طور پر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ویسے بھی گناہ کا جو تخیل رومی کلیسا نے لوگوں کے قلوب میں پیدا کیا تھا۔ اس سے لوگ سہمے ہوئے تھے اور وہ ڈر کی وجہ سے روپیہ دھڑا دھڑ دیتے تھے۔ ان رذیل اور شرمناک کارگزاریوں کی تفصیلات میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ پادری لوگ مذہب کے نام پر خوب تجارت کرتے تھے اور ان کی تجارت کی گرم بازاریاں پورے عروج پر تھیں۔

مارٹن لوتھر کا پہلا اقدام

نجات اور بخشش کی تجارت پر ۱۵۱۶ء میں مارٹن لوتھر نے ایک خطبہ کے دوران میں اظہار نفرت کیا۔ لیکن اپنی نفرت کی وجوہات کی وضاحت نہیں کی۔ کیونکہ اس وقت لوگ اس قابل نہیں تھے کہ اس تنقید و تبصرہ کے متحمل ہو سکیں۔ لیکن اس کی خواہش تھی کہ کسی موزوں موقع پر اپنے خیالات کو مجمع عام میں پیش کرے۔ تاکہ اس مسئلہ کے تمام پہلو لوگوں کی نگاہ میں آ جائیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۵۱۷ء کو اس نے اس مسئلہ کے متعلق ۹۵ دعوے یا دفعات لاطینی زبان میں لکھ کر گرجا کے دروازے پر لگا دیئے۔ یہ دفعات کیا تھیں۔ گویا اس مسئلہ کے متعلق مباحث کی ابتدا تھی۔ ان دفعات کے مطالعہ سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سے مارٹن لوتھر کی غرض صرف لوگوں کو اس مسئلہ پر بحث کرنے کی دعوت دینا تھی۔

بخشش کی تجارت کے متعلق استدلال

مارٹن لوتھر نے نہایت زور اور وثوق کے ساتھ بیان کیا کہ گناہوں کی حقیقی بخشش صرف توبہ اور صحیح پشیمانی سے پیدا ہوتی ہے جب قلب کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے تو گناہ بھی بخشے جاتے ہیں۔ روپیہ سے نجات اور بخشش کو خریدا نہیں جا سکتا۔ اس سے تو لاکھ درجہ بہتر ہے کہ انسان جو روپیہ مغفرت کے خریدنے پر ضائع کرتا ہے اس روپیہ کو غربا میں تقسیم کر دے۔ کیونکہ غربا پروری کرنا خدا کے غضب کو کم کرتا ہے ——— کسی انسان یا پادری کے کہنے سے نجات اور مغفرت نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جو اس عقیدہ کی تلقین کرتے ہیں وہ دراصل دھوکہ دیتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ کوئی شخص اس فریب اور دھوکہ میں مبتلا ہو بہتر ہے کہ وہ مصائب اور مشکلات کو نہایت خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کرے۔ خیر کچھ اس قسم کے خیالات تھے جن کی تلقین مارٹن لوتھر کیا کرتا تھا۔ اس کے ان خیالات اور تبلیغ کی بہت مخالفت ہوئی۔

لوتھر اور اس کے مخالفین

وہ لوگ جن کے اس مذہبی تجارت سے مفاد وابستہ تھے ان کا مارٹن لوتھر سے الجھنا ایک فطری امر تھا۔ بہت سے لوگ اس کے خلاف اٹھے۔ تقریراً اور تحریراً اس کے متعلق بہت کچھ کہا گیا۔ بعضوں نے تو یہاں تک کہا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اس کا عیسائیت سے دور کا بھی تعلق نہیں ——— لیکن سارے ملک میں انصاف پسند

[1] اس گرجا کی عمارت کے متعلق مفصل طور پر پیغام صلح مورخہ ۲۱ر فروری ۱۹۴۰ء میں لکھا جا چکا ہے۔

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۲۹ صفر ۱۳۴۹ھ ہجری | نمبر ۲۱

قادیانی جماعت اور مسلم لیگ یا کانگرس

مذہبی مسلمان اور سیاسی مسلمان کی جدید اصطلاحیں

پچھلے دنوں قادیان میں جماعت قادیان کی مجلس مشاورت کا سالانہ انعقاد ہوا۔ جس میں جماعت قادیان کے آئندہ سیاسی نصب العین پر بھی بحث کی گئی۔ معاصر "الفضل" اور "فاروق" میں جو رپورٹیں شائع ہوئیں۔ ان میں اس بحث کا اجمالی ذکر بھی نہ تھا۔ اور غالباً مصلحت بھی یہی تھی کہ اس کا ذکر اردو اخبارات میں نہ کیا جائے لیکن انگریزی روزنامہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے ۲۶ مارچ ۱۹۴۶ء کے شیوع میں اس بحث کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے جس کا اقتباس ہم درج ذیل کرتے ہیں:-

"سر ظفر اللہ خانصاحب کی زیر صدارت ایک سب کمیٹی میں یہ مسئلہ غور کے لئے پیش ہوا۔ کہ آیا جماعت احمدیہ کو اپنے سیاسی مفاد کے لئے مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہئے۔ یا انڈین نیشنل کانگرس میں۔ تجویز کیا گیا کہ اس مسئلہ کے فیصلہ کو آئندہ اجلاس پر ملتوی کیا جائے۔

اس مذکورہ بالا فیصلہ کے ضمن میں اس امر کو منکشف کیا گیا کہ کانگرس سے اس مسئلہ پر گفتگو ہو چکی ہے کہ وہ نہ صرف یہ تسلیم کرے کہ مذہبی تبلیغ کی مکمل آزادی ہے۔ بلکہ اس امر کی بھی وضاحت کر دے کہ دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنا ہر جماعت کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔ لیکن کانگرس نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جہاں تک مسلم لیگ میں شمولیت کا سوال ہے۔ جماعت احمدیہ قادیان کی کوشش یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں انہیں مسلمان ہی تصور کیا جائے۔ کم از کم جہاں تک مسلمانوں کے سیاسی مفاد کا تعلق ہے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اتحاد بین المسلمین کیلئے یہ ایک نہایت مضبوط اساس ہے لیکن مسلم لیگ نے ابھی تک اس پر اپنا کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ اس لئے کانفرنس نے اپنے فیصلہ کو ایک سال تک ملتوی رکھا۔"

جماعت قادیان کے ارباب حل و عقد کی تجویز نہایت مبارک ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ انہیں مسلمان ہی سمجھا جائے۔ اور نہیں تو کم از کم جہاں تک مسلمانوں کے سیاسی مفاد کا تعلق ہے۔ ایسا ضرور ہونا چاہئے۔ ہمیں اس امر پر خوشی ہے۔ کہ جماعت قادیان کے بزرگ جماعت کو پھر بھولا ہوا سبق یاد دلانے لگے ہیں۔ اور سیاسی مسائل کی الجھنوں نے ان کے تیور بدل ڈالے ہیں۔ لیکن ابھی ہمیں شک ہے کہ کہیں قادیانی ہاتھ لینے کے اور دینے کے اور تو نہیں۔ واقعی یہ درست ہے۔ ایک شخص یا جماعت جب اپنے آپ کو کلمہ گو اور مسلمان کہے تو دوسرے کلمہ گو اور مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے کافر کہے۔ بلکہ قرآن مجید سے تو یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص السلام علیکم کہے اسے بھی کافر کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی اس معروف آیت ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومناً (النساء) کا بھی شان نزول یہی ہے۔ قرآن مجید کے حکم کے مطابق ایک کلیہ اور معیار قائم کرنا بہت خوب ہے۔ لیکن قادیانی حضرات جب یہ چاہتے ہیں کہ اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں تو انہیں مسلمان ہی سمجھا جائے۔ تو کیا ان پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی دوسرے مسلمانوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں مسلمان ہی خیال کریں۔ مگر ان کا گذشتہ مذہب اور مسلک اس سے مختلف ہے۔ چنانچہ کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر میاں محمود احمد صاحب نے جو جماعت قادیان کے خلیفہ ہیں تحریر کیا ہے:-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"

وہ جماعت جس کا گذشتہ مسلک یہ ہو وہ باقی مسلمانوں کو کیسے مسلمان سمجھ سکتی ہے۔ ہاں البتہ یہ اس صورت میں ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پہلے مسلک پر خط تنسیخ کھینچیں اور اعلان کریں کہ ہم نے اپنا مسلک بدل لیا ہے۔ اور دیگر مسلمانوں کے بارہ میں ہمارا وہی مذہب ہے۔ جو بانی سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب تھا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

"اپنے دعوے کا انکار کرنیوالے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۲۰)

جب تک جماعت قادیان علانیہ طور پر اپنا مسلک نہیں بدلتی اس وقت تک یہی خیال کرنا چاہئے۔ کہ ان کا مسلک دراصل وہی ہے۔ صرف سیاسی اغراض اور مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے انہوں نے وقتی طور پر نہایت مجبور ہو کر مسلم لیگ کے سامنے یہ دفعہ رکھی ہے۔ انہیں خوب علم ہے کہ وہ بنیادی طور پر تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں۔ اس لئے باقی مسلمان ان کے اس عقیدہ کے آڑے آئیں گے۔ جس سے ان کے سیاسی مقاصد کو شاید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ یہ ملمع کاری صرف سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے سیاسی مسلمان اور مذہبی مسلمان کی اصطلاحیں گھڑی گئی ہیں۔ یعنی سیاسی طور پر تمام کلمہ گو مسلمان ہیں لیکن مذہبی طور پر صرف قادیانی مسلمان ہیں اور دوسرے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ حالانکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جو مسلمان سیاسی طور پر مسلمان ہے وہ مذہبی طور پر بھی مسلمان ہے۔ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے ہر شخص دائرہ اسلام کے اندر داخل ہو سکتا ہے اور اسے نہ کوئی سیاست اس دائرہ سے خارج کر سکتی اور نہ کوئی مسلک علیحدہ کر سکتا ہے۔ یہ ایچا پیچاں ایک مذہبی جماعت کے شایان شان نہیں۔ اگر قادیانی بزرگ ایمان داری کے ساتھ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ باقی مسلمان دائرہ اسلام سے بنیادی طور پر خارج ہیں تو انہیں خود اپنی اقلیت کو مسلمانوں کے سواد اعظم سے علیحدہ کر لینا چاہئے۔ اور اگر وہ بنیادی اختلاف نہیں سمجھتے تو انہیں اس کا اعلان کرنا چاہئے۔ آخر یوں معلق رہنے سے فائدہ ہی کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان پر اچھی طرح سے روشن ہو جانا چاہئے کہ آئندہ سیاسی حالات کی اقتضا بھی کچھ ایسی ہے کہ یا تو انہیں اپنے مسلک کو درست کرنا پڑیگا۔ یا ہمیشہ کیلئے کٹ کے مسلمانوں سے علیحدہ ہونا ہوگا۔ اس کے علاوہ دوسرا راستہ مفقود ہے۔ (الیس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

مولانا مصطفےٰ خانصاحب کو صدمہ

انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب مولانا مصطفےٰ خانصاحب ایڈیٹر رسالہ "اسلامک ورلڈ" کی بیگم صاحبہ کا ۳ اپریل ۱۹۴۶ء کی سہ پہر کو مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ چند روز ہوئے ایک معمولی پھنسی ہوئی تھی جس نے بہت جلد خطرناک کاربنکل کی شکل اختیار کر لی۔ آخر یہی جان لیوا ثابت ہوئی۔ ۴ اپریل کی صبح کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میت کو قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحومہ نیک اور لائق خاتون تھیں۔ اس صدمہ میں ہمیں مولانا مصطفےٰ خان صاحب اور مرحومہ کے والد محترم منشی عبد الستار صاحب اور دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اخبار "پرکاش" اور ہندی زبان

آریہ سماج کی گھاس پارٹی کا اخبار "پرکاش" ہندی زبان کا پرجوش حامی ہے اور ہمیشہ ہندی کو ہندوستان کی متحدہ قومی زبان ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ خود اردو زبان اور اردو حروف میں شائع ہوتا ہے۔ وہ عرصہ سے اپنا ہندی ایڈیشن نکالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن خریدار مہیا نہیں ہوتے۔ حال ہی میں اس نے ہندی ایڈیشن کے صرف پانچ سو خریداروں کی اپیل کی ہے لیکن جواب حوصلہ شکن مل رہا ہے۔ آریہ سماج ہندوؤں کی ایک خالص مذہبی جماعت ہے۔ ہندی کو رواج دینا آریہ سماجی اپنا ایک مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہاں پانچ سو خریدار مہیا نہیں ہوتے حالانکہ اردو "پرکاش" اور "آریہ گزٹ" کے ہزاروں خریدار موجود ہیں۔ جب شمالی ہندوستان میں ہندوؤں کی ایک خالص مذہبی جماعت کی یہ کیفیت ہے تو پھر خدا جانے یہ لوگ کس منہ سے ہندی کو ہندوستان کی متحدہ قومی زبان کہتے ہیں۔ اور اس کو سارے ملک میں رائج کرنے کی مجنونانہ کوشش کرتے ہیں۔

شذرات

تبلیغی ڈائری

گذشتہ جلسہ سالانہ پر بہت سے احباب نے جن میں زیادہ تعداد نوجوانوں کی تھی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر وعدہ کیا تھا کہ وہ توسیع جماعت کے لئے مسلسل کوشش کرنے کے علاوہ باقاعدہ تبلیغی ڈائری رکھیں گے اور ہر ماہ کے آخر پر اس ڈائری کی نقل حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں ارسال کیا کریں گے ـــــ متعدد دوستوں نے اس وعدہ کو پورا کیا۔ ان کی طرف سے ڈائریوں کی نقول موصول ہوتی رہتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے مطابق توسیع جماعت کی جدوجہد میں تندہی سے مصروف ہیں۔ لیکن بہت سے احباب نے تاحال اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ یہ تاخیر و تساہل قابل افسوس ۔۔۔۔ اور توسیع جماعت کی مہم کو نقصان پہنچانے کا موجب ہے ممکن ہے کہ ان میں سے کئی ایک حضرات اپنی اپنی جگہ تبلیغی جدوجہد میں مصروف ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ان کیلئے ڈائری کا رکھنا اور باقاعدہ اس کی نقول حضرت امیر کی خدمت اقدس میں ارسال کرنا بھی ضروری ہے۔ اس طرح حضرت ممدوح کو اس مہم کی رفتار کا صحیح اندازہ ہوتا رہے گا اور وہ حسب ضرورت مناسب ہدایات بھی دیتے رہیں گے۔ امید ہے یہ یاد دہانی مؤثر ثابت ہوگی۔

توسیع جماعت کی مہم ہماری جماعت کیلئے ایک امتحان کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں جماعت کی تعداد دگنا کرنے کا مقصد ہمارے سامنے ہے ۔۔۔۔ وقت مقررہ کے اندر اس مقصد کو ہم اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہر ایک فرد قوم اپنے فرائض کو پورے جوش و ذمہ داری سے ادا کرے اور اپنے وعدہ کا خیال رکھے۔

عدم تشدد بطور مذہبی فریضہ

مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۵ اپریل سنہ ۴۰ء کو لاہور ہائیکورٹ میں بحیثیت ملزم بیان دیتے ہوئے اس سوال کے جواب میں کہ "کیا آپ نے حکومت کے خلاف تشدد انگیز تقریر کی؟" کہا۔ کہ:-

"میں نے پشاور سے ہے کلکتہ تک اور شملہ سے بمبئی تک کروڑوں انسانوں میں عدم تشدد کا پرچار کیا۔ اور لاکھوں کو اپنا ساتھی بنایا عدم تشدد کو میں نے مذہبی طور پر اپنا فریضہ سمجھا۔ تشدد کے متعلق میں نے نہ کبھی پہلے کہا اور نہ آئندہ کہوں گا"۔

(احسان، ۶ اپریل ۱۹۴۰ء)

جہاد بالسیف کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ پر احراری اور دوسرے مولوی طرح طرح کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب نے قرآن کی صحیح تعلیمات کے مطابق صرف اس قدر فرمایا ہے کہ جہاد بالسیف چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے ان شرائط کے بغیر اس کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے اندر وہ شرائط موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا یہاں اس وقت جہاد بالسیف کی ضرورت و اجازت نہیں۔ اس کی بجائے مسلمانوں کو جہاد بالقرآن کرنا چاہئے۔ جو سب سے افضل اور سب سے زیادہ ضروری جہاد ہے آج بھی جماعت احمدیہ کا عقیدہ و عمل یہی ہے مجدد وقت کے اس اظہار حق پر مولویوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ حتیٰ کہ منسوخی جہاد کا صریح غلط اور بے بنیاد الزام لگایا۔ اس ہنگامہ کی صدائے بازگشت اب بھی کبھی کبھی احراری اور دیوبندی حلقوں سے سنی جاتی ہے۔

زمانہ کا سبق

ان مخالفین کے سامنے ہم نے بارہا قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ جہاد کی وضاحت و تشریح کی۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر تم ہمارے اس عقیدہ سے متفق نہیں ہو اور جہاد بالسیف کو مشروط نہیں سمجھتے تو تلوارے کر کیوں نہیں اٹھتے۔ اور جہاد بالسیف کیوں نہیں کرتے۔ اس پر بھی انہیں کوئی ندامت نہ ہوئی لیکن زمانہ سب سے بڑا استاد ہے۔ اب رفتہ رفتہ یہ لوگ یہاں تک آ پہنچے ہیں کہ عدم تشدد یا دوسرے الفاظ میں جہاد بالسیف کی مطلق عدم ضرورت کو ایک مذہبی فریضہ سمجھنے لگے ہیں ـــــ حالانکہ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ نے تو قرآن کی تعلیمات کے مطابق صرف اسے مشروط قرار دیا تھا۔ اس سے قبل جمعیۃ العلمائے ہند کو چہ بلی ماران دہلی کا اخبار "الجمعیۃ" عدم تشدد کے متعلق قریب قریب اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر چکا ہے۔ لیکن بایں ہمہ احمدی دشمن اسلام تارک جہاد۔ اور غلامی کے شیدائی ہیں۔ اور احراری اور دیوبندی مجاہد اور حریت پسند ہیں۔

آہ! ان لوگوں کی بدبختی اور بے راہ روی کی انتہا ذرا دیکھئے جب ان کے سامنے قرآن کے احکام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ پیش کیا گیا تو انہوں نے ذرہ بھر پروا نہ کی۔ لیکن گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد کو انہوں نے اپنا مذہبی فریضہ قرار دے لیا ہے۔

ہمارے وہ کمزور دل دوست جو مسئلہ جہاد پر ان لوگوں کے بے معنی اعتراضات سن کر ذرا گھبرا جایا کرتے ہیں۔ ان کے لئے عطاء اللہ شاہ بخاری کا یہ عدالتی بیان ذرا قابل غور ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے جہاد بالسیف کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل صحیح اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ اس پر قطعاً کوئی معقول اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے ـــــ اب تو شدید مخالف بھی ٹھوکریں کھا کر قول و فعل دونوں لحاظ سے اسی راستہ کی طرف آ رہے ہیں۔

لیگ کی تاریخی قرارداد اور سکھ

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ مسلم لیگ کی تاریخی قرارداد کے متعلق مہاسبھائی اور کانگریسی ہندوؤں نے نہ صرف خود طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے۔ بلکہ وہ اقلیتوں کو فرضی خطرات بتا بتا کر غلط راہ پر ڈالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ سکھ جو ہمیشہ سے اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ہندوؤں کا آلہ کار بنتے چلے آتے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی ہندوؤں کی فریب کاری سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ ہندوؤں کی اکساہٹ پر ماسٹر تارا سنگھ کی قیادت کے متحد دشمن افراد مسلمانوں کے خلاف چیخ و پکار مچانے کے لئے میدان میں آ گئے ہیں۔ ان کی طرف سے مسلم لیگ کی قرارداد کے متعلق نہ صرف طرح طرح کے بے معنی اندیشوں کا اظہار ہو رہا ہے بلکہ عجیب و غریب احمقانہ مطالبات بھی پیش کئے جا رہے ہیں۔

چند روز ہوئے۔ مسٹر جناح نے جو بیان دیا ہے۔ وہ تمام اقلیتوں بالخصوص سکھوں کے اطمینان کیلئے کافی ہونا چاہئے۔ اس میں مسٹر جناح نے بالکل صحیح فرمایا کہ سکھوں کیلئے مسلم لیگ کی اختیار کردہ پوزیشن بدرجہا زیادہ بہتر اور محفوظ ہے۔ اس کے مطابق وہ پنجاب اور شمال مغربی حلقے کی حکومت میں بطور ایک اہم عنصر کے شامل ہوں گے۔ اس حلقے کی ساڑھے چار کروڑ آبادی میں تیس اکتیس لاکھ سکھ باشندوں کو جو حیثیت حاصل ہو سکتی ہے وہ پچاس کروڑ کی آبادی میں قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی۔ سکھوں کی بھلائی اس معقول بات کے سمجھ لینے میں ہے۔ اندھا دھند ہندوؤں کا آلہ کار بننے کی بجائے حقائق پر غور کر کے صحیح راہ عمل اختیار کرنا ان کے لئے یقیناً مفید ہوگا۔

سکھوں کے غیر معقول دعاوی و مطالبات

باقی رہا سکھوں کے اپنی برباد شدہ حکومت اور ختم شدہ اقبال کی بنا پر دعاوی و مطالبات۔ سو ان کے اندر کوئی وزن نہیں۔ سکھوں نے بیشک چالیس پچاس سال پنجاب کے چند اضلاع میں حکومت کی ہو لیکن اس وقت پنجاب کی ڈھائی کروڑ کی آبادی میں ان کی تعداد صرف تیس اکتیس لاکھ کے قریب ہے۔ اور سارے صوبہ میں کوئی ایک تحصیل بھی ایسی نہیں ہے۔ جہاں ان کی خالص اکثریت ہو۔ جمہوری نظام حکومت میں ان کی تیس اکتیس لاکھ کی آبادی کو وہی حیثیت حاصل ہوگی۔ جو کہ از روئے انصاف و آئین ہونی چاہئے۔ بے معنی دعاوی و مطالبات سے اس میں یقیناً کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی کے نزدیک سکھ پنجاب کے چند اضلاع پر چند سال حکومت کرنے کی وجہ سے پنجاب کی حکمرانی کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تو مسلمان جنہوں نے کم و بیش ایک ہزار سال تک قریباً تمام ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ یقیناً سارے برعظم ہند کے واحد حکمران ہونے کا حق رکھتے ہیں ـــــ کیا ہندو مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو سکھوں کو ان باتوں پر اکسانا شرارت اور فریب کاری نہیں تو اور کیا ہے؟

پنجاب میں دہشت انگیزی

چند روز ہوئے لاہور میں ایک شخص محمد حسن سیفی کشمیری زیر دفعات ۴ و ۵ ایکسپلوسو آتشگیر و ۱۲۹ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ گرفتار کیا گیا ہے۔ پولیس کا بیان ہے کہ یہ شخص پنجاب اسمبلی میں جا کر وزارتی بنچوں پر بم پھینکنے جاتا تھا۔ بلکہ اس مقصد کیلئے دو بار وزیٹر کے طور پر پنجاب اسمبلی میں جا کر وہ جگہ بھی منتخب کر آیا تھا جو اس کے خیال میں اس مقصد کیلئے موزوں تھی۔ اس کے گھر کی تلاشی پر دو بم برآمد ہوئے جو کیمیکل اگزامینر کے پاس بھیج دیئے گئے ہیں۔ اگر پولیس کا یہ بیان صحیح ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجاب میں دہشت انگیزی کے رجحانات از سر نو پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ امر بید ۔۔۔ قابل افسوس اور باعث تشویش ہے۔ ان رجحانات کو ابتدا ہی سے دبا دینا چاہئے۔ ہمارے خیال میں حکومت کی بجائے رائے عامہ اس فرض کو زیادہ احسن طریق پر انجام دے سکتی ہے۔

درخواست دعا

ہمارے محترم دوست جناب سید لعمدرق حسین صاحب بغداد بذریعہ ہوائی ڈاک اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی نوجوان صاحبزادی شدید علیل ہیں۔ ان کی صحت کیلئے تمام احباب نہایت درد دل سے دعا کریں۔

مسیح کی معجزانہ ولادت کی حقیقت

(از مولوی عبدالواحد خانصاحب ۔ بی ۔ اے)

مولوی عبدالواحد خاں صاحب خلف الرشید حضرت مولانا احمد صاحب مرحوم ہماری جماعت کے ایک سعید نوجوان اور تبلیغی کلاس کے ممتاز طالب علم ہیں۔ یہ مضمون ان کی پہلی کوشش ہے۔ اس کو اسی حیثیت سے مطالعہ کریں۔ اپنے ہونہار نوجوانوں کی حوصلہ افزائی ہم سب کا فرض ہے ۔ (پیغام صلح)

عیسائیت کی دو عظیم الشان بنیادیں مسیح کی خارق عادت ولادت اور صلیب پر وفات پا نا ہیں۔ اس کی ولادت کے مصنوعی قصہ نے مسیحیت کی نشرو اشاعت میں بہت حد تک مدد دی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہی قصہ عیسائیت کی اصل بنیاد بن گیا ہے۔ کیونکہ اسی سے اناجیل کے مسیح کا بے گناہ ہونا اور اس کا موعود مسیح ہونا جس نے ایک کنواری کے ہاں پیدا ہونا تھا (یسعیاہ ۷/۱۴) ثابت کرتے ہیں۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو اس قصہ نے عیسائیت کی تاریخ میں مسیح کے صلیب دیئے جانے اور دیگر معجزات مسیح سے زیادہ حصہ لیا ہے۔

واقعہ ولادت اناجیل اربعہ کی روشنی میں

اگر اناجیل اربعہ کی روشنی میں ولادت مسیح کے قصہ کو دیکھا جائے تو اس کی حقیقت بالکل طشت از بام ہو جاتی ہے۔ اناجیل اربعہ میں سے دو اناجیل تو اس قصہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ مرقس جو کہ تاریخ کتابت اناجیل میں سب سے پہلی ہے۔ اس واقعہ کا ذکر تک موجود نہیں۔ یوحنا جو تاریخ کتابت میں سب سے آخری ہے وہ بھی اس کا ذکر نہیں کرتی۔ درمیانی دو اناجیل متی اور لوقا میں ولادت کا قصہ مختصراً درج ہے۔ لیکن ان میں بھی باہم اختلاف ہے۔ متی لوقا سے پہلے لکھی گئی تھی۔ لوقا جب اپنی انجیل لکھتا ہے تو وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے یسوع کی زندگی کے واقعات لکھے ہیں۔ لیکن وہ واقعات جو میں (یعنی لوقا) لکھ رہا ہوں۔ ان سب واقعات کی پوری طرح چھان بین اور تحقیقات کے بعد اس غرض کیلئے لکھ رہا ہوں کہ مسیح کی زندگی کے متعلق مشہور واقعات کی پختگی معلوم ہو جائے (لوقا ۱/۱-۴) لوقا کا قصہ متی سے مختلف ہونے کی وجہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ متی ... کے سب سے پہلے نسخہ میں ہرگز ولادت مسیح کا قصہ موجود نہ تھا۔ موجودہ متی کے نسخوں میں جو قصہ مذکور ہے۔ اگر اس کے متعلق تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ متی کے پہلے نسخوں میں بھی موجود تھا تو لوقا نے اس کو غلط جانا۔ اور تحقیقات کر کے اس نے صحیح واقعہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ لیکن لوقا کے قصہ کی صحت اور قدر کا اندازہ ہم یوحنا کی انجیل سے لگاتے ہیں یوحنا کی انجیل کا واحد مقصد مسیح کی الوہیت ثابت کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ سے وہ بہت مدد لے سکتا تھا۔ لیکن اس کی خاموشی یہ بتلا رہی ہے کہ لوقا اور متی دونوں کے ولادت کے قصے صداقت سے خالی ہیں۔ گویا دو اناجیل کا سکوت اور باقی دو کا باہمی اختلاف ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ یہ قصہ سچائی سے بالکل خالی ہے۔

متی کی شہادت

اب ہم دونوں انجیلوں کے پیش کردہ قصہ ولادت کو تمام اناجیل کے پیش کردہ واقعات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ متی ولادت کا قصہ یوں بیان کرتا ہے:۔

جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چپکے سے اسے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دیکر کہا۔ اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھنا۔" (متی ۱/۱۸-۲۱)

پھر آگے لکھتا ہے کہ جب یسوع ہیروڈیس کے زمانہ میں بیت لحم میں پیدا ہوا تو مشرق سے چند مجوسی آکر پوچھنے لگے کہ یہودیوں کا جو بادشاہ پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے ہم اس کی پیدائش کا ستارہ دیکھ کر اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ ہیروڈیس کو گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ اور اس نے قوم کے کاہنوں اور فقیہوں کو اکٹھا کر کے ان سے پوچھا کہ اس کی پیدائش کہاں ہونی چاہئے؟ انہوں نے کہا کہ بیت لحم میں۔ پھر اس نے مجوسیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ اس کا ٹھیک پتہ دریافت کر کے اسے خبر دیں۔ لیکن مجوسیوں نے خواب میں ہدایت پا کر کہ ہیروڈیس کا ارادہ نیک نہیں۔ دوسرے راستہ سے واپس اپنے ملک کو چلے گئے۔ جب ہیروڈیس کو معلوم ہوا کہ مجوسیوں نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ تو اس نے حکم دیا کہ بیت لحم اور گرد و نواح کے تمام دو برس کے بچے قتل کر دیئے جائیں۔ لیکن اس قتل عام کا واقعہ تاریخ میں مذکور نہیں۔ اور نہ ہی ہیروڈیس قتل عام کے حکم دینے کا مجاز تھا۔ کیونکہ ایسا حکم وہ بغیر منظوری بادشاہ وقت نہ دے سکتا تھا۔ اس لئے یہ واقعہ کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا۔

معجزہ یا نحوست

لیکن مجوسیوں کا نشان بہت ہی تعجب خیز ہے۔ تمام اناجیل کو یہ پتہ نہیں لگتا کہ ان مجوسیوں نے واپس جا کر اپنی قوم سے اس بات کا ذکر کیا ہو۔ اور اگر کیا۔ تو اس کا کوئی خاطر خواہ اثر ہوا۔ برخلاف اس کے امن کے شہزادہ کی پیدائش پر اور مجوسیوں کی گواہی پر متی کی روایت کے مطابق بیت لحم اور اس کے نواح کے تمام دو برس کی عمر کے معصوم بچے قتل کئے گئے اور لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وجہ قتل عام کیا ہے گویا مسیح کی پیدائش معجزہ کیا ایک نحوست تھی۔

لوقا کی شہادت

لوقا لکھتا ہے کہ ایک فرشتہ جبرئیل زکریا کو یوحنا کی ولادت کی خوشخبری دیکر اس کے چھ ماہ بعد مریم کے پاس ناصرہ میں گیا اور اس کو بھی ایک لڑکے کی خوشخبری دی اور اسے کہا کہ تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا اور خداوند خدا اسے داؤد کا تخت دیگا اور اس کی بادشاہت تا ابد ہوگی۔ اور اسے یہ بھی اطلاع دی کہ الیشبع زوجہ زکریا جو کہ مریم کی رشتہ دار تھی کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر مریم اپنی رشتہ دار الیشبع کے گھر گئی اور اس نے الیشبع پر سلام کہا۔ سلام سنتے ہی الیشبع کے پیٹ میں بچہ اچھل پڑا اور وہ روح القدس سے بھر گئی اور آواز آئی کہ مجھ پر خدا کا فضل کیسے ہوا کہ میرے خداوند کی ماں یہاں آئی۔ مریم تین مہینے وہاں ٹھہر کر اپنے گھر کو واپس لوٹ گئی اور وہ ایک بیٹا جنی۔ پھر اس علاقے کے کچھ چرواہے رات کو میدان میں آسمان سے خدا کی آواز سن کر کہ داؤد کے شہر میں ایک منجی پیدا ہوا ہے بیت لحم کو گئے اور وہاں بچے کو موجود پایا۔ انہوں نے وہ قصہ مریم کو سنایا مریم قصہ سن کر ان باتوں پر غور کرتی رہی۔ آٹھ دن کے بعد موسوی مذہب کے مطابق اس کا ختنہ کرایا گیا اور اس کا نام یسوع رکھا۔ اور پھر چالیس دن کے بعد مریم یروشلم کے ہیکل میں تطہیر کے بعد گئی۔ اور وہاں سے تمام رسوم ادا کر کے وہ گلیل کے شہر ناصرہ کو چلی گئی۔ اس میں سے ہم مندرجہ ذیل تنقیحات نکالتے ہیں۔

(۱) متی میں مشرق کے چند مجوسیوں کا قصہ لوقا میں موجود نہیں بلکہ اس کے بدلہ چرواہوں کا قصہ ہے (۲) یسوع نے داؤد کے تخت کا وارث ہونا تھا۔ (۳) الیشبع کو مریم کے روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہونے کا پتہ تھا۔ اور اس کے پیٹ میں سے یوحنا نے روح القدس کی قدرت سے اپنے خداوند کی ماں کی گواہی دی۔ (۴) مریم تطہیر کے بعد ہیکل کو گئی۔ (۵) چرواہوں کی شہادت اور مریم کی خاموشی اور غور۔

۱۔ مریم کو یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ وہ لڑکا داؤد کے تخت کا وارث ہوگا۔ ظاہر ہے یہ خوشخبری بالکل غلط نکلی۔ اور اناجیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مریم کے دل میں کبھی بھی یہ گمان نہیں گذرا کہ اس کا بچہ یہودیوں کا بادشاہ اور داؤد کے تخت کا وارث ہوگا۔

۲۔ الیشبع کو مریم کے بلامس بشر حمل کا پتہ ضرور تھا اور اس کے بیٹے یوحنا نے ماں کے پیٹ میں ہی اس کی گواہی دی تھی۔ لیکن جب یوحنا پیدا ہوا۔ بڑا ہوا اور نبوت کرنے لگا تو اس نے اس واقعہ کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا۔ ہاں جب یسوع کو اس نے بپتسمہ دیا تو اس کو اس وقت کہا کہ میں خود اس لائق ہوں کہ تجھ سے بپتسمہ لوں۔ لیکن مسیح نے کہا۔ مجھے ساری راستبازی پوری کر لینے دے اور اس نے بپتسمہ دیدیا (متی ۳/۱۵)۔ اس سے انسان کو شک پڑ سکتا ہے کہ وہ جانتا تھا کہ یہی شخص بادشاہ یا مسیح ہونے والا ہے لیکن اس کو قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہی شخص مسیح ہے بلکہ وہ شک میں ہی رہا متی میں ہے کہ جب یوحنا قید میں ڈالا گیا تو اس نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ یسوع سے دریافت کرا بھیجا کہ آنیوالا مسیح تو ہی ہے یا ہم کسی اور کی انتظار کریں (متی ۱۱/۲-۳) اس سے یوحنا کی ماں کے پیٹ میں گواہی دینے کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر مریم کو یہ یقین تھا کہ کسی بشر نے اسے چھوا تک نہیں اور اس کا حمل روح القدس سے تھا تو اس کو تطہیر کے ایام پورا کرنے کے بعد یروشلم کے ہیکل میں جا کر تمام رسوم ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مریم کا حمل مس بشر سے تھا اور وہ اس کو جانتی تھی اور اسی لئے چالیس دن کے ایام تطہیر پورے کر کے ہیکل کو گئی

(۴) چرواہوں کے بیان پر مریم کا خاموش رہنا اور اس پر غور کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس سے قبل کا تمام قصہ کہ جبرئیل نے اسے لڑکے کی بشارت دی تھی وغیرہ بالکل غلط ہے۔ یا اگر صحیح ہے تو مریم کو خود اس پر یقین نہ تھا۔

(۵) دیکھنا اب یہ ہے کہ چرواہوں کی شہادت کہاں تک مؤثر ثابت ہوئی۔ یہ عجیب ہے کہ وہ آواز جو آسمان سے آئی۔ وہ چرواہوں کے علاوہ اور کسی نے نہ سنی بلکہ ضروری ہے کہ چرواہوں نے جا کر یہ شہادت اپنی قوم کے سامنے بیان کی ہو۔ لیکن اس کا کوئی اثر نہیں اور نہ ناصرہ اور نہ ہی بیت لحم کے لوگوں کو پتہ لگا۔ کہ ان کے شہروں میں کوئی بچہ روح القدس کی قدرت سے بلامس بشر پیدا ہوا ہے۔ لوقا کی انجیل کی بنیاد مرقس [illegible]

ان دونوں میں اس واقعہ کا ذکر نہیں۔

نتیجہ

پس متی اور لوقا کے قصہ ولادت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں کوئی صداقت نہیں۔ اناجیل کے دیگر واقعات سے بھی ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر مریم کو اپنے بچے کے روح القدس کی قدرت سے پیدا ہونے کا یقین تھا تو وہ اس پر ضرور ایمان لاتی لیکن وہ نہیں لائی (متی ۱۲/۴۸) اور اگر وہ ایمان لائی تھی تو ضرور تھا کہ وہ اپنی تمام اولاد کو یہ واقعہ سناتی اور وہ بھی اپنے بھائی پر ایمان لاتے لیکن وہ بھی ایمان نہیں لائے (متی ۱۲/۴۸ یوحنا ۷/۵) وہ خود اور اس کا خاوند یوسف مسیح کے ساتھ ہر جگہ پھرتے اور یہ شہادت دیتے کہ یہ روح القدس سے پیدا ہوا۔ یا صرف اپنے ہی شہر بیت لحم یا ناصرہ میں اس واقعہ کی تشہیر کرتے۔ لیکن انہوں نے نہیں کی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ مریم کو اور نہ یوسف کو اس واقعہ کا علم تھا اور یہ واقعہ بعد کا بنا ہوا ہے۔

مسیح کے وعظ اور واقعہ ولادت

مسیح کے تمام وعظوں کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس نے کبھی بھی اپنی معجزانہ ولادت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کی ولادت خارق عادت تھی تو وہ اس کو ہر جگہ اپنی تائید میں پیش کرتا اور اپنے دعویٰ کو تقویت دینے کے لئے اس زبردست واقعہ سے خوب مدد لیتا۔ لیکن اس نے نہ کیا۔ صرف اسی وجہ سے کہ اس کو خود علم نہ تھا کہ وہ روح القدس کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔

یہودیوں کیلئے معجزہ کیسے ہو سکتا تھا؟

تعجب کی بات یہ ہے کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ نکاح مرد و عورت ایک الہٰی رشتہ ہے اور اولاد اس کی نعمت جس کیلئے یہ تاکید کی گئی تھی۔ کہ اگر کسی کا بھائی لاولد مر جائے تو وہ اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرے اور اپنے بھائی کیلئے اولاد پیدا کرے جیسا کہ (متی ۲۲/۲۵-۲۸ مرقس ۱۲/۱۹-۲۳) بھی اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہودیوں کے لئے ایک بچہ کا بلا باپ پیدا ہونا کیسے معجزہ ۴۲

تحریکات و اطلاعات

"مجدد اعظم" مؤلفہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی مفت اشاعت کے متعلق اپیل

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن)

میں نے ایک گذشتہ موقع پر عرض کیا تھا کہ جماعت احمدیہ کا ایک امتیازی نشان یہ تھا کہ اس کا ہر ممبر علم کا شیدائی اور پروانہ تھا۔ لیکن افسوس کہ اب وہ عشق دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے "مجدد اعظم" جیسی عظیم الشان کتاب کے نام سے تو اکثر احباب واقف ہوں گے۔ لیکن اس کے نام سے محض واقفیت حاصل کر لینا کوئی مفید نتیجہ نہیں مرتب کر سکتا۔ اس کتاب کی خوبیوں پر میں اس وقت تبصرہ نہیں کرنا چاہتا صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بے بہا موتی ہے اور اس کے اندر ایسے ایمان افروز حقائق کا ذخیرہ ہے کہ جس سے ایک مسلمان اور بالخصوص احمدی مسلمان کے اندر ایمان کی تازہ لہر دوڑنے لگتی ہے اور اس کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت مجدد اعظم کے زمانہ کا دوبارہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جن لوگوں کو حضرت اقدس سے عشق اور عقیدت کا دعوےٰ ہے۔ ان کو چاہئے کہ اس عشق کا عملی ثبوت دیں جس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نہ صرف خود ہی اس کتاب کو خریدیں بلکہ دوسروں کو بھی خریدنے کی ترغیب دیں۔ صاحب استطاعت احباب کو چاہئے کہ اس کی کاپیاں خرید کر غیر از جماعت احباب میں مفت تقسیم کریں۔ اس غرض کے لئے جو احباب اس کتاب کے نسخے خریدنا چاہیں، ان کو انجمن نصف قیمت پر کتاب دینے کو تیار ہوگی۔ اصل قیمت (۸ روپے) فی نسخہ ہے۔ رعایتی قیمت برائے مفت تقسیم پونے دو روپے (۱۲/۱ عہ) تین نسخے برائے مفت تقسیم پانچ روپے (صہ) صاحب ثروت احباب کو چاہئے کہ کثیر تعداد میں مفت اشاعت کیلئے نسخے خریدیں۔ (خاکسار عبداللہ)

مفت لٹریچر کیلئے محصول ڈاک آنا چاہئے

(از جناب مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری انجمن)

پیغام صلح کے تنظیم نمبر میں ایک فہرست مفت اشاعت کے رسالوں کی دی گئی تھی اور ساتھ ہی نوٹ دیا گیا تھا کہ جو صاحب کوئی رسالہ ایک یا ایک سے زیادہ منگوانا چاہیں۔ وہ محصول ڈاک کیلئے ٹکٹ ڈاک بھیجا کریں۔ لیکن اکثر احباب دفتر سیکرٹری کو یا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں مفت لٹریچر بھیجے جانے کے واسطے لکھ دیتے ہیں۔ مگر ٹکٹ ڈاک ساتھ نہیں بھیجتے۔ اس وجہ سے ان کی فرمائش کی تعمیل میں دقت پیش آتی ہے اور انجمن پر بھی ناحق بوجھ پڑتا ہے کہ ایک تو انجمن مفت لٹریچر کی طباعت پر خرچ کرتی ہے اور دوسرے محصول ڈاک کا بھی انجمن ہی بوجھ اٹھاوے۔ احباب کو آئندہ لٹریچر منگواتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ ٹکٹ ڈاک جس قدر ضروری ہوں ساتھ بھیجا کریں اور ایسے خطوط جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام آنے چاہئیں۔

محمودی عقائد سے اظہار بیزاری اور جماعت لاہور میں شمولیت

ایک صاحب نے جو قادیانی جماعت کے عقائد سے بیزار ہو کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں شامل ہوئے ہیں۔ حضرت امیر کی خدمت میں ذیل کا خط لکھا ہے۔ (عزیز بخش جائنٹ سکرٹری)

قبلہ جناب امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گذارش ہے۔ کہ بندہ کچھ عرصہ ہوا۔ احمدیہ جماعت قادیان میں داخل ہوا تھا۔ لیکن مسئلہ کفر اسلام کے متعلق دل میں شبہات جاری رہے بھائی خان زمان سے (جنکو کافی واقفیت اور مطالعہ ہے۔ بلکہ میں ان کے علم کی تحصیل سے بہت حیران ہوں) تبادلہ خیالات ہوا۔ اور بات واضح ہوگئی۔ سو اب میں آپ کی بیعت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ آپ براہ نوازش میری گذارش قبول فرما دیں۔ تاکہ بندہ حسب توفیق خدمت دین بجا لا سکے۔ مجھے آپ کے عقائد سے روز روشن کی طرح اتفاق ہے۔ (تابعدار نیاز محمد) مؤرخہ یکم اپریل ۴۲ء

"آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر"

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اس عنوان سے چار قسط میں ایک محققانہ اور عالمانہ مضمون لکھا تھا۔ جو پیغام صلح کے ماہ فروری ۴۲ء کے پرچوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اب یہ مضمون ٹریکٹ کی صورت میں چھاپا گیا ہے جس کی ضخامت ۴۲ صفحات ہے۔ اس میں جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے آیت استخلاف کی جامع تفسیر کر کے مزعومہ قادیانی خلافت کو خلاف قرآن و اسلام ثابت کیا ہے۔ مسئلہ خلافت پر یہ ایک فیصلہ کن چیز ہے۔ قادیانی حضرات کیلئے اس کا مطالعہ بیحد مفید ہوگا۔ احباب اسے جلد منگا کر قادیانی حضرات میں تقسیم کریں۔ صرف ضرورت کے مطابق ہی کاپیاں منگائی جائیں۔ بلکہ جن کو تقسیم کرنی ہوں۔ ان کی فہرست مجھے بھیجی جائے۔ دو پیسے فی کاپی کے حساب سے ٹکٹ برائے محصول ڈاک فرمائش کے ہمراہ ارسال کریں۔ خاکسار (عزیز بخش جائنٹ سکرٹری)

اسلامی تہذیب

از ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب

یہ سوال عموماً اٹھایا جاتا ہے اور دریافت کیا جاتا ہے کہ اسلامی تہذیب کیا چیز ہے اور کہاں پائی جاتی ہے؟ ایک زمانہ تھا جب اس قسم کا سوال لوگوں کے دماغوں میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ علمی حلقوں میں لوگ طبقاتی تہذیبوں مثلاً اسلامی تہذیب، ہندو تہذیب، انگریزی تہذیب کا ذکر کرتے تھے اور ان کی ترقی کے تذکروں میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ جو ان تہذیبوں نے ازمنہ سابقہ میں زندگی کے مختلف شعبوں مثلاً آرٹ، سائنس، فلسفہ وغیرہ میں کی تھی۔ کسی طبقہ میں دوسرے طبقوں کی روایات کی نفی کرنے کا جذبہ موجود نہ تھا۔ اگرچہ ہر ایک طبقہ کے پاس اپنی تسلی کے لئے معیار افضلیت ضرور تھا لیکن وہ فطری ذہنی رجحان اب مختل ہوتا جاتا ہے اور قوم پرستی کے نام پر ہم سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ ہم نجی اپنی تہذیبوں سے دست بردار ہو جائیں۔ اور بلاشبہ آج کل تو یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کے دماغ میں یہ بات راسخ کر دی جائے کہ تہذیب حاضر کے دور میں اسلامی تہذیب کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے اور بعض لوگ تو اس کے وجود میں ہی شک و شبہ کرنے لگے ہیں جس کی وجہ سے اس ملک کے تعلیمیافتہ مسلمان طبقوں میں ایک زبردست بے چینی کی لہر پیدا ہو گئی ہے۔

اسلامی مسئلہ تمدن فرقہ پرستی نہیں ہے

بظاہر تو یہ سوال بہت سادہ ہے اور عقلی طور پر بہت آسانی سے اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ سوال جیسا کہ سب کو معلوم ہے عقلی اعتبار سے نہیں پیش کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی اپنے تمدن کو محفوظ رکھنے کی خواہش کو فنا کیا جائے۔ نہ یہ کہ ایسی معلومات حاصل کی جائیں جن کی بدولت اسلامی تہذیب کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکے۔ بلکہ جو لوگ اس سوال کو پیش کرتے ہیں انہوں نے اپنا وطیرہ یہ بنایا ہے کہ ہر اس جواب کو جو مسلمانوں کی طرف سے دیا جائے فرقہ پرستی کا نام دیں۔ آج کل ٹھیک یہی صورت حال نظر آ رہی ہے اور یہ صورت کس قدر حیرت انگیز ہے۔ آپ ایک سوال تو کرتے ہیں لیکن اس کا جواب سننا گوارا نہیں۔ اور اگر آپ جواب سنتے بھی ہیں تو سنکر بلا تکلف کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو سراسر فرقہ پرستی ہے۔ پس مجھے اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے وقت ایک گونہ تشویش لاحق ہے کہ مبادا لوگ میرے مفہوم کو غلط طور پر سمجھ لیں۔ میری دقت، نظر اور کاوش کی کوئی تعریف تو کیا کرے گا۔ میں یہ صراحت کر دوں کہ میں کوئی سیاستدان نہیں۔ اس لئے سیاسی موشگافیوں سے مجھے تسلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ کسی شخص کا کسی زاویہ نگاہ یا مسئلہ حیات پر اظہار خیال کرنا اس نیت سے کہ غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ یقیناً فرقہ پرستی نہیں ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کسی قوم کی تہذیب کا بیان کرنا یا یہ بتانا کہ اس قوم کی قابلیت کا اظہار اس کی زبان یا ادب میں کس طرح ہوا ہے۔ یا اس کے آرٹ اور سائنس میں طریق فکر اور طرز حیات میں شخصی قوانین اور اقتصادی اور معاشرتی نظام میں یا زندگی کے مسائل میں کس طرح ہوا ہے۔ اور پھر یہ بتانا کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے اس قوم میں کیا خصوصیت پیدا ہو گئی ہے۔ یقیناً فرقہ پرستی کی تائید نہیں ہے۔

ہر تہذیب ایک زندہ نظام ہوتی ہے

ہر تہذیب ایک زندہ نظام ہوتی ہے۔ اکثر وہ ایک قوم کی زندگی سے محض اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ دوبارہ اس قوم کی زندگی پر اثر انداز ہو اور مزید قوت ارادی حاصل کرے اور وہ اس قوم کی زندگی کے ساتھ ساتھ نشوونما پاتی یا مردہ ہو جاتی ہے۔ جو اس کو قائم رکھتی ہے بعض صورتوں میں وہ ایک زندہ تصور کا کام دیتی ہے اور زندگی کے کسی روحانی قانون کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔ اس صورت میں وہ بنی نوع آدم کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اور مختلف رنگ اور نسل کے متضاد میلانات میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ اس کا کوئی خاص مقام نہیں ہوتا بلکہ وہ جس مقام پر جاتی ہے اور جس قوم میں اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کو اپنا نام دیتی ہے۔ اگر وہ لوگ جو اس کو برقرار رکھتے ہیں کمزور ہو جائیں تو اس بنا پر وہ مر نہیں جاتی بلکہ دوسری قوموں میں چلی جاتی ہے اور ان سے منسوب ہو جاتی ہے۔

اسلامی تہذیب کا ذکر فرقہ پرستی نہیں ہے

اس طرح وہ زندہ رہتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ہم اس کا اندازہ ان لوگوں سے نہیں کرتے جن میں وہ پائی جائے بلکہ ان لوگوں سے جو اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے ہیں۔ یا ان لوگوں سے جو اس کا خیر مقدم کریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اس کی قیمت کا اندازہ خود اس کی ذاتی خوبیوں کی بنا پر کرتے ہیں۔ دانش کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی تہذیب کی محض کسی سیاسی مقصد کی بنا پر مخالفت نہ کی جائے۔ بلکہ اس کو انسانی ترقی میں ایک عنصر سمجھ کر اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔ اور میں آج آپ سے اس قسم کی ایک تہذیب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کا تذکرہ کرنا کسی طرح بھی فرقہ پرستی کی اشاعت کرنا نہیں ہے۔

اگر آپ مجھ سے اس حد تک متفق ہوں تو پھر میرا کام بہت آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں مجھے مسئلہ زیر بحث کے سیاسی پس منظر کی تحلیل کی ضرورت نہ ہو گی۔ لیکن نفس مضمون پر آنے سے پہلے میں دو ایک امور ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں۔

اسلامی تہذیب کا موضوع اس قدر وسیع ہے کہ ایک گفتگو میں اس پر تفصیلی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں اس مسئلہ کو کس انداز پر پیش کروں گا۔ تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کیا ہے اور ہندوستان میں کہاں پائی جاتی ہے۔

اسلامی کلچر ایک وسیع اور عظیم الشان کلچر ہے

مسلمانوں کے دماغ نے دوران تاریخ میں ثقافت کے ہر میدان میں اپنا اظہار کیا ہے عمل کے میدان میں۔ فکر کے میدان میں اور تخلیق کے میدان میں۔ اور یہی وہ تین بڑے میدان ہیں جن میں انسان اپنی ہستی کا اظہار کر سکتا ہے اور مسلمانوں نے ہر سہ میدانوں میں اپنی شخصیت کا نقش قائم کر دیا ہے۔ عمل کے میدان میں اس نے ایک مخصوص عمرانی اور اقتصادی نظام پیدا کیا جس پر اس کی مخصوص فقہ کا اثر پڑا۔ اور اس کی بدولت ایک جامع ضابطہ حیات پیدا ہوا جسے ہم شریعت کہتے ہیں۔ فکر کے میدان میں اس کی دانش نے حکمت جدیدہ کی بنیاد ڈالی اور اس کے مستقبل کو معین کیا۔ میدان تخلیق میں اس نے زندگی کو حسین اور دلچسپ بنانے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا؟ اس میدان میں اس کی روحانی طاقت نے لٹریچر، آرٹ، فلسفہ اور مذہب جملہ شعبوں میں جلوہ گری کی ہے۔ پس اسلامی کلچر ایک بہت عظیم الشان اور وسیع کلچر ہے۔ اور اس کا ہر پہلو بذات خود ایک وسیع موضوع سخن ہے۔ دوسری تہذیبوں کی طرح خصوصاً عمرانی پہلو میں وہ دوسری تہذیبوں سے بھی متاثر ہوتی ہے۔ اور یہ اثر جزئیات میں زیادہ نمایاں ہے۔ اور موسمی حالات، توسیعی ضروریات اور اختلاط باہمی کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی تہذیب کا انکار ذہنی فریب دہی ہے

بہرحال، اسلامی تہذیب کے خط و خال مسلمانوں کی زندگی پر کافی منقش ہیں اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ اسلامی تہذیب کا تو کہیں وجود ہی نہیں، یا یہ دریافت کرنا کہ وہ کہاں پائی جاتی ہے در اصل ذہنی فریب دہی ہے اور یہ ایک نہایت ہی نرم طریقہ ہے جو میں نے اختیار کیا ہے، میں آپ کو اس فریب سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اسلامی تہذیب ہندوستان میں بھی پائی جاتی ہے اور دوسرے ممالک میں بھی جہاں مسلمان رہتے ہیں۔ اور یہ بہتر ہے کہ خلوص کے ساتھ اس کا اعتراف کر لیا جائے اور اس امر کی کوشش کی جائے کہ یہ اسلامی تہذیب ہندوستان کی سیاسی جد و جہد میں اس کی امداد کرے۔ آج کی گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ میں اس حقیقت کا اعلان کروں کہ اسلامی تہذیب ہنوز زندہ ہے۔ اور اس میں طاقت بھی موجود ہے کہ وہ سیاسی بیداری میں ہندوستان کے باشندوں کی مدد کر سکے۔

میں ان شعبوں کی تفصیل بیان کرنی نہیں چاہتا جن میں اس تہذیب نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ وہ محض ایک علمی بحث ہو جائے گی اور شاید آپ کے لئے دلچسپ نہ ہو۔ اس کے برعکس میں آپ کو اس روح سے آشنا کروں گا جو ایک مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ میں کارفرما ہے اور اس کی تہذیب کے لئے وجہ قیام بنی ہوئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں میں چاہتا ہوں کہ آپ اس تہذیب کی بنیاد پر غور کریں۔ اگر وہ بنیاد بخوبی آپ کی سمجھ میں آ گئی تو پھر ہندی مسلمانوں کے ثقافتی تحفظات کو سمجھنے میں جو دشواریاں لوگوں کو پیش آ رہی ہیں۔ وہ بہت کم ہو جائیں گی۔

پنڈت نہرو کے خیالات پر تنقید

جہاں تک میں غور کرتا ہوں اسلامی تہذیب کی قیمت کا اس حیثیت سے اندازہ کرنے میں کہ وہ ہندوستان کی سیاسی ترقی میں معاون ہو سکتی ہے جو دشواری پیش آتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کلچر کے عناصر ترکیبی کیا ہیں؟ اور نفس مضمون کی خاطر میں آپ کو اس مغالطہ سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں۔ مثال کے طور پر پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان کو دیکھئے اور میں نے اس کا انتخاب ایک خاص وجہ سے کیا ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے الگ تھلگ ماحول میں رہ کر میں نے خاموشی کے ساتھ اس ملک کے بہت سے سیاسی لیڈروں کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ پنڈت جی ان افراد میں سے ہیں جو کسی تحریک کو کامیابی سے چلائیں یا اسے نقصان پہنچائیں۔ ان کی سیرت میں اس قدر دیانت موجود ہے کہ یہ بہت افسوسناک بات ہوگی۔ اگر وہ خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ وہ ہندوستان میں اس درجہ ذمہ دارانہ حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ کسی غلط طریق کی بنا پر ہندوستان میں اسلامی سیاست کے مسئلہ کو غیر صحیح طور پر سمجھ بیٹھیں

اسلامی تہذیب کے متعلق پنڈت نہرو کے خیالات

وہ لکھتے ہیں: "میں نے یہ سمجھنے کی بہت کوشش کی ہے کہ

اسلامی تہذیب ہے کیا؟ لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ شمالی ہند میں مجھ کو خال خال مسلمان اور ہندو ایسے نظر آتے ہیں جو فارسی زبان اور روایات سے متاثر ہیں اور جب میں عامتہ المسلمین پر نظر ڈالتا ہوں تو اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات یہ نظر آتی ہیں (۱) ایک خاص وضع کا پاجامہ نہ بہت لانبا اور نہ بہت چھوٹا۔ (۲) مونچھ منڈانے یا کترانے کی ایک خاص وضع (۳) ڈاڑھی کو بڑھنے کیلئے کھلا چھوڑ دینا اور (۴) ایک خاص وضع کا ٹونٹی دار لوٹا۔ اور اس کے مقابلہ میں ہنود کی تہذیب یہ ہے (۱) دھوتی (۲) سر پر چوٹی (۳) دوسری وضع کا لوٹا جسے عرف عام میں لٹیا کہتے ہیں اور در اصل یہ امتیازات بھی شہری لوگوں میں نظر آتے ہیں اور روز بروز غائب ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمان مزدور اور کاشتکاروں کی وضع قطع میں ہندوؤں سے بمشکل کوئی اختلاف نظر آتا ہے۔ مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ شاذ و نادر ہی داڑھی رکھتا ہے اگرچہ علیگڈھ میں ہنوز ترکی ٹوپی نظر آتی ہے (اس ٹوپی کا نام تو ترکی ٹوپی ہے مگر ترکی میں اب اس کا رواج نہیں) مسلمان عورتوں نے ساری پہننی شروع کر دی ہے اور رفتہ رفتہ پردہ سے آزاد ہوتی جاتی ہیں۔ میرا اپنا مذاق ان میں سے بہت سی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ میں ڈاڑھی یا مونچھ یا چوٹی کا دلدادہ ہوں۔ لیکن میں اپنے مذاق طبع کو دوسروں پر عائد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ڈاڑھی کے معاملہ میں مجھے بڑی خوشی ہوئی جب امان اللہ خاں نے کابل میں اس کے یکلخت صاف کئے جانے کا حکم دیا تھا!"

پنڈت نہرو کا غیر ہمدردانہ اور غیر دانشمندانہ رویہ

اس اقتباس میں پنڈت جی نے اسلامی تہذیب کے مظاہر دریافت کرنے کی کوشش کا ذکر کیا ہے اور ان کی رائے میں اسلامی تہذیب صرف ڈاڑھی مونچھ اور ٹونٹی دار لوٹے کا نام ہے کیا ایک سنجیدہ مزاج طالب حق کی تحقیق کا انداز یہی ہوتا ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہر شخص کے دماغ میں قدرے تعصب ہوتا ہے۔ اور یہی چیز حقیقت شناسی سے باز رکھتی ہے۔ لیکن یہ تعصب جب تبلیغ کی شکل اختیار کرے تو پھر انسان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

اسی فصل میں جس سے مذکورہ بالا اقتباس لیا گیا ہے۔ مسٹر نہرو نے یہ لکھا ہے۔ کہ ترکی نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا ہے اور ایران اپنی تہذیب کے احیا کے لئے قبل اسلام کے زمانہ کی طرف مائل ہے اور مصر بھی اسی راہ پر جا رہا ہے اور اس نے سیاست کو مذہب سے علیحدہ کر دیا ہے۔ پس اس مفروضہ تبدیلی کی بنا پر جس طرح انہوں نے ہندوستان میں اسلامی تہذیب کے متعلق چند غلط باتیں فرض کر لیں۔ وہ دریافت کرتے ہیں۔

"مسلم قومیت اور مسلم تہذیب کہاں ہے؟ کیا یہ دونوں چیزیں شمالی ہند میں برطانیہ کے زیر سایہ مستقبل میں پائی جائیں گی؟"

پھر خود ہی جواب دیتے ہیں:-

"مسلم قومیت کا تخیل صرف چند دماغوں کی پیداوار ہے اور اگر پریس میں اس کی اشاعت نہ کیجاتی تو آج صرف چند افراد ہی اس سے واقف ہوتے۔ اور اگر بہت سے افراد بھی اس پر یقین کر لیں تو بھی حقیقت کی روشنی میں یہ تخیل فنا ہو جائے گا"

میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ نہایت غیر ہمدردانہ اور غیر دانشمندانہ طریقہ ہے۔ جو اس سلسلہ میں پنڈت جی نے اختیار کیا ہے شک استدلال کا ایک خطرناک آلہ ہے اور عموماً وہ حقیقت سے بےخبری کا اظہار کرتا ہے اور غلط فہمی بڑھاتا ہے کسی شخص کا اپنی مخصوص طرز فکر اور طرز حیات کو محفوظ رکھنے کی خواہش کرنا ایک فطری بات ہے

کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک انسان اپنے کلچر سے محبت رکھے لیکن اپنی سیرت کی اس طاقت کی بدولت جو اس کلچر سے حاصل ہوتی ہے کسی مشترک عمرانی نظام کی تقویت کا موجب بن سکے۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

اور نیک سرشت لوگوں نے اس کی جرأت ایمانی کو بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ ملک کے ایک کونہ سے لیکر دوسرے کونہ تک تحسین اور آفرین کی ایک لہر دوڑ گئی۔ عام پادری اور صاحب لوگ مجموعی طور پر بالکل خاموش رہے بعض دفعہ طرح طرح کی افواہیں اس کے متعلق پھیلا دی جاتی تھیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ بھی مخلوق خدا کی بہتری اور بہبودی کے لئے اٹھتے ہیں ان کے خلاف طرح طرح کی افواہیں پھیلائی جاتی ہیں۔ تاکہ ان کے صدق نیت کے متعلق لوگوں میں شبہات پیدا کئے جائیں۔ لیکن ان شبہات اور افواہوں کا زمانہ بالکل عارضی ہوتا ہے۔

مارٹن لوتھر کی استقامت

لیکن مارٹن لوتھر نے چونکہ سب کچھ خلوص نیت سے کیا تھا۔ اس لئے اس کے پایہ استقلال کو جنبش ہونا بہت مشکل تھا۔ وہ بہت ہی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ عام شور و شر اس کے جسم میں لرزہ نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ بلکہ مشکلات بڑھنے کے ساتھ اس کے اندر حیرت انگیز قوت اور حوصلہ پیدا ہوتا چلا گیا۔ مارٹن لوتھر کا طرز تحریر او رتقریر بہت بہادرانہ اور قوی تھا جس میں علم اور انکساری کی آمیزش بھی ہوا کرتی تھی۔

مارٹن لوتھر اور پاپائے روما

ابتدا میں مارٹن لوتھر نے پوپ کے سارے اختیارات کے خلاف بغاوت نہیں کی۔ بلکہ وہ تو صرف پوپ کے ان روحانی تصرفات کے خلاف تھا جن کا تعلق انسان کے قلب اور باطن سے ہے۔ ورنہ وہ اس امر کا قائل تھا کہ کلیسا کے ظاہری انتظام میں پوپ کو مکمل اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن جہاں تک خدا اور بندے کا تعلق ہے پوپ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ حتی الامکان پوپ کے کلیسائی اختیارات کے ماتحت رہنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ پوپ بھی اس جہاد میں اس کی مدد کریگا۔ لیکن یہ محض اس کا خیال خام ہی نکلا۔ اور باوجود اس کے کہ اس کی تمام امیدیں پوپ سے منقطع ہو چکی تھیں لیکن وہ پوپ لیو دہم کا نام نہایت عزت اور احترام سے لیا کرتا تھا۔ اور اسے الہیات کا بہت بڑا فاضل سمجھتا تھا۔ مارٹن لوتھر خیال کرتا تھا کہ پوپ لیو دہم کا اتنا ہی قصور ہے کہ وہ ایک برے ماحول میں پیدا ہوا ہے۔ ورنہ وہ طبعاً نیک فطرت انسان ہے چنانچہ پوپ پر اسے اس قدر حسن ظن تھا کہ وہ اس اختلافی مسئلہ کو فیصلہ کے لئے پوپ کے سپرد کرنے کو تیار تھا۔ لیکن بعد کے واقعات نے حالات کا رخ بدل دیا ــــــ پوپ نے پہلے تو اس معاملہ کو بالکل معمولی خیال کیا۔ پوپ لیو کا دستور تھا کہ وہ ابتدا میں ایسے معاملات کو بالکل نظر انداز کیا کرتا تھا۔ لیکن جب اس نوعیت کے معاملات خطرناک صورت اختیار کر جاتے تو اپنے اختیارات کو استعمال کر کے اس خطرہ کی روک تھام کر دیتا۔ اور یہی سلوک وہ اس جرمن مجتہد اور مصلح کے ساتھ بھی کرنا چاہتا تھا چنانچہ یہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں۔ یہی سلوک ہر زمانہ میں مخلص مصلحین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مارٹن لوتھر کو پوپ کی طرف سے کافر، ملحد اور شیطان کا بیٹا کے خطابات دیئے گئے اور تمام عیسائی دنیا میں اس کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر اسے بدنام کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔

ان الوہی اور روحانی اختیارات سے جو پوپ کو جرمن خانقاہوں پر حاصل تھے۔ استعمال کر کے مارٹن لوتھر کو مرعوب کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۱۵۱۸ء میں آگسی برگ میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پوپ کا نمائندہ شامل تھا۔ اس کانفرنس میں بھی اس پر زور ڈالا گیا کہ وہ اپنے اعتراضات کو واپس لیلے لیکن مارٹن لوتھر الزامات کی دفعات پر نہایت مضبوطی سے قائم رہا۔ اور بعد میں اس نے اس کانفرنس کی رپورٹ کو شائع کر دیا۔ اس رپورٹ کے ضمن میں بھی پوپ کا رتبہ اور اختیارات بھی معرض بحث میں آ گئے جس نے پاپائے روما کے قصر الوہیت کو متزلزل کر دیا۔ اس اقدام پر درون خانہ اس کے خلاف سازشیں ہونے لگیں۔ جن سے مترشح ہوتا تھا کہ مارٹن لوتھر کو قتل کر دیا جائے گا یا جلا وطن کر دیا جائیگا یعنی ان دنوں ہر لحاظ سے مارٹن لوتھر کی سلامتی معرض خطر میں تھی۔ ہم ان تمام کی سرگرمیوں اور سازشوں کی تفصیلات میں یہاں جانا نہیں چاہتے کیونکہ پیغام صلح کے اوراق قلت جگہ کی وجہ سے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے ہم صرف بڑے بڑے واقعات کو بیان کریں گے۔ اس زمانہ کا سب سے نمایاں واقعہ لیپزگ کا مناظرہ ہے۔

غیر معمولی مناظرہ

لیپزگ میں ایک غیر معمولی مناظرہ منعقد ہوا جس میں پوپ کی مذہبی فضیلت پر بحث ہوئی۔ اس مناظرہ سے قبل مارٹن لوتھر نے کلیسا کے قوانین اور تاریخ کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اور ہر قسم کے اعتراضات کیلئے اپنے آپ کو خوب تیار کر لیا تھا یہ مسئلہ چار سو سال کی تاریخ میں کبھی زیر بحث نہیں آیا تھا لیکن اب اس کا زیر بحث آ جانا قیامت ہو گیا۔ ساری کلیسائی دنیا میں ایک آگ لگ گئی۔ پوپ کی سیاسی طاقتوں کی طرف مارٹن لوتھر کو زیادہ التفات نہیں تھا۔ بلکہ اس کی تمام تر توجہ پوپ کے اس منصب پر مرکوز تھی۔ جو کہ اسے روحوں کی نجات اور رستگاری کے متعلق حاصل تھا مارٹن لوتھر نے اس امر کو بیان کیا کہ روحوں کی نجات صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ انسانی ارواح کی نجات میں کسی انسان کا عمل دخل نہیں۔ اس مناظرہ میں مارٹن لوتھر نے اپنے استدلال کی بنیاد براہ راست کتب مقدسہ پر رکھی اور نہایت کامیابی کے ساتھ ثابت کیا کہ پوپ کے الوہی اور روحانی اختیارات سب باطل ہیں۔ پوپ کی فضیلت اور اختیارات کے علاوہ عالم برزخ اور بخشش کے پروانوں کی خرید و فروخت کے مسائل بھی زیر بحث آ گئے۔ کیونکہ ان سب مسائل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ لوتھر خوب واقف تھا کہ ان مسائل کے تاربود بکھرنے سے پوپ کے اختیارات اور طاقتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ مناظرہ فوری طور پر تو نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا لیکن آئندہ سعی اور کشمکش کیلئے اس مناظرہ نے مقدمہ کا کام دیا۔

ان مسائل کے زیر بحث آ جانے سے ان کی وقعت لوگوں کی نگاہ میں رفتہ رفتہ کم ہو گئی۔ رومی کلیسا اور مارٹن لوتھر کے درمیان کشمکش بڑھتی گئی۔ اور یہ مسائل زیادہ صاف اور واضح ہوتے چلے گئے۔ جرمن رؤسا جو پوپ کے اقتدار سے کافی حد تک بیزار تھے ان سے بھی مارٹن لوتھر کے تعلقات زیادہ وسیع ہو گئے۔ اور اس عیسائی مصلح کا حلقہ اثر نہایت وسیع ہو گیا۔

پوپ کا فرمانِ اخراج

مارٹن لوتھر کو رومی کلیسا کے سواد اعظم سے اخراج کی دھمکیاں تو شروع سے ہی دی جا رہی تھیں۔ لیکن جب اس کا احتجاج بہت خطرناک صورت اختیار کر گیا اور اصلاحی تحریک کے اثرات زیادہ عمیق اور وسیع ہو گئے اور اس کا لٹریچر پھیلنے اور شائع ہونے لگا تو پوپ نے مارٹن لوتھر کے اخراج کا اعلان کر دیا۔ یہ اخراج اسی طرح کا تھا جیسا کہ آج کل بھی ۔۔۔۔ بعض لوگوں کو خارج کر دیا جاتا ہے۔ اس اخراج اور پوپ کے فرمان کے متعلق ہم آئندہ مفصل طور پر رقم کریں گے۔ (باقی آئندہ)

(عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اللہ ... پرنٹر پبلشر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا)

ملفوظات حضرت مجدد اعظم

حقیقی اخلاق فاضلہ روح القدس کی امداد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے ہیں

یاد رکھو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ جن کے ساتھ نفسانی اغراض کی کوئی زہریلی آمیزش نہیں وہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں۔ سو تم ان اخلاق فاضلہ کو محض اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم کو اوپر سے وہ اخلاق عنایت نہ کئے جائیں اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ روح القدس اخلاق کا حصہ نہیں پاتا وہ اخلاق کے دعوے میں جھوٹا ہے اور اس کے پانی کے نیچے بہت سا کیچڑ ہے اور بہت سا گوبر ہے جو نفسانی جوشوں کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ سو تم خدا سے ہر وقت قوت مانگو جو اس کیچڑ اور اس گوبر سے تم نجات پاؤ اور روح القدس تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ سچے اور پاک اخلاق راستبازوں کا معجزہ ہے جن میں کوئی غیر شریک نہیں کیونکہ وہ جو خدا میں محو نہیں ہوتے وہ اوپر سے قوت نہیں پاتے اس لئے اُن کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پاک اخلاق حاصل کر سکیں۔ سو تم اپنے خدا سے صاف ربط پیدا کرو۔ ٹھٹھا ہنسی کینہ وری گندہ زبانی لالچ جھوٹ بدکاری بدنظری بدخیالی دنیا پرستی تکبر غرور خود پسندی شرارت کج بحثی سب چھوڑ دو پھر یہ سب کچھ تمہیں آسمان سے ملے گا جب تک وہ طاقت بالا جو تمہیں اوپر کی طرف کھینچ کر لے جائے تمہارے شامل حال نہ ہو اور روح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مردہ ہو جس میں جان نہیں اس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ اقبال اور دولتمندی کی حالت میں کبر اور غرور سے بچ سکتے ہو اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو سو تمہارا علاج تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ روح القدس جو خاص خدا کے ہاتھ سے اترتی ہے۔ تمہارا مُنہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے ؞

(کشتی نوح)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں ۱۵ اپریل کو حضرت ممدوح نے ایک نہایت مفید اور پُر معارف خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہو گا ؞

—— جناب چودھری محمد اسماعیل خانصاحب ضلع گوجرانوالہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب جو جماعت دہلی کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے ۵ اپریل کو دہلی تشریف لے گئے تھے ۹ اپریل کی صبح کو واپس مرکز میں پہنچ گئے۔ یہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب ہوا۔ مفصل روئیداد کا انتظار ہے ؞

—— جناب سید عبد الجبار بادشاہ صاحب مع اہل و عیال ستھانہ سے حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ . . . . . . ۱۲ اپریل کی صبح کو وہ بمبئی ایکسپریس میں لاہور سے گزرے ریلوے اسٹیشن پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن اور بعض دیگر احباب نے ان سے ملاقات کی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بادشاہ صاحب کو بخیر و عافیت رکھے اور ان کے دلی مقاصد پورے ہوں۔ آمین ثم آمین۔

—— ۶ اپریل ۱۹۴۰ء کو موضع مرار ریاست کپورتھلہ میں چودھری فضل احمد صاحب کے صاحبزادے **بشیر احمد** صاحب کا نکاح میاں احمد علی صاحب کی صاحبزادی **مجید بیگم** صاحبہ کے ساتھ دو ہزار روپیہ مہر پر ہوا۔ اور میاں نور احمد صاحب کے صاحبزادے **غلام احمد** صاحب کا نکاح چودھری فضل احمد صاحب کی دختر نیک اختر **سردار بیگم** صاحبہ کے ساتھ دو ہزار روپے پر ہوا — خطبہ نکاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو بہت بصیرت افروز تھا۔

—— **پیغام صلح** :۔ ان تقریبات سعید پر ہم چودھری فضل احمد صاحب . . . میاں احمد علی صاحب میاں نور احمد صاحب کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ ان تعلقات کو فریقین کے لئے باعث برکت بنائے آمین ثم آمین۔

—— نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص رکن جناب منشی **نور محمد** صاحب چانڈیہ ساکن ڈیرہ غازی خاں کا ۱۱ اپریل کو جڑانوالہ ضلع لائل پور میں انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (مفصل کیفیت آئندہ کسی صحبت میں ملاحظہ فرمائیں) ؞

بہاء اللہ اور اس کی قطع الوتین کا سوال

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی)

بہائی لوگوں کی طرف سے بہاء اللہ کے مدعی صادق ہونے کے ثبوت میں بار بار آیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کو پیش کیا جاتا ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تک بہاء اللہ کو یہ لوگ مدعی نبوت رسالت یا صاحب وحی ثابت نہ کریں۔ تب تک اس آیت قرآنی کی رو سے اس کے صدق و کذب پر بحث کرنا بے معنی ہے۔

رسالت کا لفظ اگرچہ مجددوں اور محدثوں پر بھی بولا جاتا ہے مگر بہاء اللہ کو چونکہ مجددیت یا محدثیت کا تو دعویٰ ہی نہیں۔ اس لئے اس قسم کی رسالت کی بحث اس مضمون میں زیر بحث نہ ہونی چاہئے اور صاحب وحی ہونے سے مراد بھی صاحب وحی نبوت مراد لیجانی چاہئے۔ کیونکہ بہاء اللہ کے ماننے والے یونہی بہاء اللہ کو ایک مستقل صاحب شریعت رسول کی حیثیت میں پیش کر کے آیت قطع الوتین سے اس کے صدق پر استدلال کرتے ہیں۔ پس ہمارے اس مضمون میں نبی یا رسول سے مراد مستقل صاحب شریعت نبی یا رسول ہوگی۔ اور وحی سے وحی نبوت و رسالت مراد ہوگی۔

آؤ اب ذرا دیکھیں کہ بہاء اللہ خود بھی مدعی نبوت و رسالت ہے یا نہیں اور کیا اسے خدا سے وحی پانے کا دعویٰ ہے یا نہیں

عجیب مغالطہ

بہاء اللہ صاحب کا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہے ہی نہیں بعض بہائیوں کی چالاکی ہے کہ وہ اسے رسول یا نبی کے طور پر اہل اسلام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ دسمبر ۱۹۳۹ء کے بہائی میگزین میں مولوی محفوظ الحق صاحب علمی نے آیت ما یاتیہم من ذکر من ربہم محدث سے استدلال کرتے ہوئے بہاء اللہ کو رسول صاحب "شریعت جدیدہ" کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ لیکن جب میں نے بمبئی میں ان سے پوچھا۔ کہ مولوی صاحب کیا آپ بہاء اللہ کو رسول مانتے ہیں تو مولوی صاحب کہنے لگے کہ نہیں ان کا دعویٰ رسالت کا نہیں ہے نہ ہم انہیں نبی یا رسول مانتے ہیں۔ اسی طرح بعض اور بہائیوں سے بھی معلوم ہوا کہ بہاء اللہ کو نبی یا رسول کہنا تو اس کی ہتک ہے۔ کیونکہ اس کا مقام نبوت یا رسالت نہیں۔ . . . . بلکہ الوہیت اور ربوبیت ہے۔ اور جب ہم اسے مدعی الوہیت و ربوبیت کہکر رد کرتے ہیں۔ تو ایک نئے بہائی مگر دراصل بہت پرانے نقیبہ باز بہائی ریاست جموں و کشمیر سے بولتے ہیں۔ کہ یہ بہاء اللہ پر افترا ہے۔ کیونکہ خود بہاء اللہ نے ادعا الوہیت و ربوبیت کی تاویل مقام فنافی اللہ سے کی ہے۔ غرض یہ عجیب دھوکہ بازی ہے جس کو سمجھ لینا کچھ آسان کام نہیں ہے۔

بہاء اللہ اور ختم نبوت

اس گورکھ دھندے کو کھولنے کے لئے تین باتوں کا جان لینا نہایت ضروری ہے۔

اول۔ یہ کہ نبوت و رسالت منقطع ہو چکی ہے یا جاری ہے؟

دوم۔ یہ کہ وحی نبوت جاری ہے یا بند۔

سوم۔ یہ کہ آیا نبوت و رسالت سے بڑھکر کوئی اور مقام بھی ہے۔ جو بشر کے لئے ممکن الحصول ہو۔ . . . . . .

. . . .

نبوت منقطع ہو چکی

امر اول کے متعلق قرآن و حدیث کا فیصلہ یہی ہے کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی اور امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے۔

خود بہاء اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ نبوت اور رسالت ختم ہو چکی۔ جیسا کہ وہ لکھتا ہے:۔

(ا) واعترضوا علیٰ اکثر آیاتہ فانظر فی الاتقان ثم فی کتب اخریٰ ستریٰ ونعلم ما اعترضت بہ من قبل علیٰ محمد رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی مخالفین نے قرآن مجید کی اکثر آیات پر اعتراض کیا ہے اتقان اور دوسری کتابوں کو دیکھو۔ تاکہ تو دیکھے اور جان لے کہ پہلے محمد رسول اللہ خاتم النبیین پر کیا کیا اعتراض کئے گئے ہیں۔

(الواح مبارکہ صف۔۷)

(ب) اسئلک یا الٰہی . . . . . بالذی بہ المہمت امرک وسلطانک وانزلت آیاتک ورفعت اعلام نصرتک فی بلادک وزینتہ لطراز الختم والقطعت بہ نفحات الوحی"

یعنی اے خدا میں تجھ سے اس ذات کے طفیل سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ تو نے اپنے امر اور غلبہ کو ظاہر فرمایا اور اپنی آیات کو نازل فرمایا۔ اور اپنی نصرت کے جھنڈوں کو شہروں میں بلند کیا اور اسے ختم نبوت و رسالت کے لباس سے زینت دی اور اس کے ساتھ وحی نبوت و رسالت کو منقطع کر دیا۔

(ج) "والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید العالم ومربی الامم الذی بہ انتہت الرسالۃ والنبوۃ وعلیٰ آلہ واصحابہ دائماً ابداً سرمداً"

یعنی درود و سلام تمام جہان کے سردار اور تمام امتوں کے مربی پر جس کے ساتھ رسالت اور نبوت انتہا کو پہنچ گئی اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر درود و سلام ہمیشہ ہمیشہ ابد تک ہو۔

ان تین حوالوں سے جو اوپر درج ہیں۔ روز روشن کی طرح بہاء اللہ کا اقرار موجود ہے کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی اور دوسرے حوالے سے نفحات وحی کا منقطع ہو جانا بھی ثابت ہے۔ پس امر اول اور دوم کا تو فیصلہ ہو گیا۔

اب رہا تیسرا امر یعنی کیا یہ ممکن ہے کہ نبوت و رسالت سے بھی کوئی بڑا مرتبہ ممکن البشر ہے۔ سو اس کے متعلق بھی بہاء اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ رسالت سے اوپر کوئی اور مرتبہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

اصل	ترجمہ
"چوں ابواب عرفان و وصول	چونکہ اس ذات قدیم تک پہنچنے اور
باں ذات قدم مسدود و ممنوع	اس کے عرفان کے دروازے بند
شد بمحض جود و فضل در ہر عہد و	ہیں۔ اس لئے محض جود و فضل سے ہر
عصر آفتاب عنایت خود را از	زمانہ میں اپنی عنایت کے آفتاب کو
مشرق جود و کرم بر ہمہ اشیاء	جود و کرم کی مشرق سے تمام اشیاء پر
مستشرق فرمودہ و آں جمال عز احدیت	چمکاتا رہا اور اپنی مخلوقات میں سے
را از مابین بریہ خود منتخب نمود	اس عزت احدیت کے جمال کو انتخاب
دبخلعت تخصیص مخصوص فرمودہ	کرتا رہا اور خصوصیت کی خلعت سے
لاجل رسالت تا ہدایت فرماید	رسالت کیلئے مخصوص فرماتا رہا کہ ہدایت
. . . . . اوست مرآت اولیہ	فرمائے . . . . . وہ شخص (مخصوص لغرض
و طراز قدسیہ و جلوہ غیبیہ و کلمۂ تامہ	رسالت) ہی مراۃ اولیہ و طراز قدسیہ و
و تمام ظہور و بطون سلطان احدیہ	جلوہ غیبیہ و کلمۂ تامہ اور سلطان احدیت
و جمیع خلق را باطاعت او کہ عین	کے ظہور و بطون کا تمام اور کل مخلوقات
اطاعت اللہ است۔ مامور فرمودہ	کو اس رسول کی اطاعت ہی جو عین اللہ
متموجات ابحر اسمیہ از ارادہ	کی اطاعت ہے مامور فرمایا۔ اسماء الٰہیہ
اش ظاہر و ظہورات مبایم صفیہ	کے سمندر کی موجیں اس کے ارادہ سے
از امرش باہر۔ عرفان موجودات	ظاہر اور صفات الٰہیہ کے پانیوں کے
و وصف ممکنات از اول الاول	ظہورات اسکے حکم سے ظاہر و باہر ہوتے
الی الآخر الآخر راجع باین مقام	ہیں۔ موجودات کا عرفان اور ممکنات
بودہ واحدے را احدے را	کا وصف کرنا اول سے آخر تک جس کی نہ
ازیں مقام بلند اعلیٰ کہ مقام	ابتدا ہے نہ انتہا اسی مقام رسالت
عرفان و لقاء آں شمس احدیت و	کیطرف راجع ہے اور کسی کو بھی اس اعلیٰ
آفتاب حقیقت است تجاوز و	بلند مقام سے جو الٰہی احدیت کے شمس اور
ارتقا ممکن نہ . . . . . چہ کہ جمیع	حقیقت کے آفتاب کے عرفان و لقا
مقامات مالانہایہ عرفان و منتہی	کا مقام ہے تجاوز اور ارتقا بڑھنا
ذروہ وجود انسان وصول و بلوغ	اور ترقی کرنا ممکن نہیں . . . کیونکہ کل
باین رتبہ بلند اعلیٰ مقام ارجمند	بے انتہا عرفان کے مقامات اور وجود
ہمی بودہ"	انسان کا انتہائی وصول اس بلند اعلیٰ رتبہ
	اور سب سے روشن ارجمند مقام تک پہنچنا ہے"

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انسان جو رسالت کیلئے منتخب کیا جاتا ہے۔ وہ اسماء و صفات الٰہیہ کا سب سے بڑا مظہر ہوتا ہے اور اس مرتبہ سے اور ترقی کر سکنا یا اس مقام سے آگے بڑھ جانا بشر کیلئے ممکن ہی نہیں۔ ایسے شخص کو کلمہ تامہ کہو یا مراۃ اولیہ (آئینہ خدا نما) وہ خدا تعالیٰ کے لئے جو غیب الغیب ہے اس کی صفات کا جلوہ گاہ ہے اور اس خدائے واحد کے ظاہر و باطن کا مظہر اتم ہے۔

غرض رسول کا مقام وہ مقام ہے جس سے اوپر بشر کیلئے کوئی مرتبہ ممکن ہی نہیں۔ یہ عبارت زیادہ تر استعارات سے پر ہونے کی وجہ سے ذرا مغلق معلوم ہوتی ہے والا یہ بالکل صاف و ظاہر ہے اور اس کا مطلب بجز اس کے جو ہم نے بیان کیا ہے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا مگر میں پھر بھی صفائی اور اتمام حجت کیلئے اور بہائیوں کو یقین دلانے کیلئے ان کی توجہ ان کے مسلمہ جمال قدم جناب بہاء اللہ کی کتاب ایقان کی طرف پھیرتا ہوں جس میں صاف لکھا ہے کہ:۔

"عوالم وجود میں انبیاء اور اولیا سے بڑا اور برتر کوئی بھی نہیں ہوا" (ایقان صف۔۱۸۱)

اب جبکہ تمام موجودات میں انبیاء کا مقام سب سے بڑا ہے اور ان سے بڑا کوئی نہ ہے نہ ہو سکتا ہے اور انبیاء و رسل ہی صفات الٰہیہ کے مظاہر اعلیٰ ہیں۔ جن سے اونچا ہو سکنا ناممکن ہے اور یہ بھی طے ہو چکا کہ رسالت اور نبوت ختم ہو چکی تو اب یہ کہنا کہ بہاء اللہ نے اصطلاح بدل کر دعویٰ اسی حقیقت کا کیا ہے جسے رسالت یا نبوت کہتے ہیں۔ محض معدودے چند بہائیوں کی حماقت ہے۔ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ جس حقیقت کی انتہا ہو چکی اور اس کا دروازہ بند ہو چکا۔ وہی حقیقت دوسرے نام کے ساتھ جاری ہے۔ ختم نبوت کی زد سے بچنے کے لئے یہ سب بہانہ سازی ہے ۔

(باقی آئندہ)

معذرت ۔ ۱۲ اپریل کو بیساکھی کی وجہ سے ڈاکخانہ اور مطبع میں تعطیل تھی۔ اس لئے پرچہ ایک روز کی تاخیر سے شائع ہوا ہے۔ (منیجر)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم شنبہ ۴ ربیع الاول ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۲۲

حق کا رُعب باطل کے دِل پر

مٹھی بھر جماعت لاہور سے جناب خلیفہ قادیان کی ہراسانی

جناب خلیفہ قادیان اور ان کی جماعت کو اپنی کثرت پر بہت غرور ہے اور وہ اس کو اپنی صداقت و کامیابی کی بہت بڑی دلیل قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہر موقع پر لاکھوں آدمیوں کی جماعت، اپنے جلسہ سالانہ کے ہجوم اور مجلس مشاورت کے بارونق اجتماع کا ضرور ذکر کیا کرتے ہیں ——— اور کم از کم ہمیں ہماری مقابلے میں یہ اس چیز کو اپنے افلاس دلائل کا بدل سمجھتے ہیں۔ ہمارے معقول اعتراضات، وزنی دلائل اور آہنی حجت سے جب قادیانی حضرات بہت عاجز آجاتے ہیں تو اس وقت دعویٰ کثرت کا بار بار ورد ہی ان کا آخری سہارا ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہمارے یہ دوست جماعت لاہور کی قلت تعداد پر ہمیشہ آوازے کستے رہتے ہیں۔ اور دل آزار جملے دیکھئے خود جناب خلیفہ قادیان نے ایک خطبہ جمعہ میں خانہ خدا کے اندر منبر پر کھڑے ہو کر پر غرور انداز میں جماعت لاہور کے متعلق "ڈھائی بوٹیاں" نے "فتو باغبان" کی پھبتی ارشاد فرمائی تھی۔

لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کے دلوں پر اسی مٹھی بھر جماعت لاہور کا خوف طاری رہتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہمارے خلاف چیخ پکار کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ جماعت لاہور کی معمولی سے معمولی جنبش پر ان لوگوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو ہوش و حواس تک مختل ہو جاتے ہیں۔ "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قادیانی تک سب جماعت لاہور کو کوسنا شروع کر دیتے ہیں ——— کثرت، راستی اور تعلق باللہ کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود ان لوگوں کی جماعت لاہور کے متعلق یہ ہراسانی بہت ہی عبرت انگیز اور غور و فکر کرنیوالوں کیلئے فیصلہ کن ہے۔

چند ماہ ہوئے ہمارے احباب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق توسیع جماعت کی کوشش شروع کی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ تا حال سارے دوست پوری طرح اس ضروری کام کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے۔ کام کی ابتدا ہے لیکن محمودی خلافت کے بلند و بالا لیکن شیشہ پر دیوار قصر کی بنیاد میں ابھی سے ہلچل شروع ہو گئی ہے جس کا ایک ثبوت جناب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مورخہ ۹ ؍ مارچ ۱۹۴۰ء ہے جو ۵ ؍ اپریل کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے جس میں جماعت لاہور کے متعلق افسوسناک غلط بیانیاں، سخت کلامیاں کی گئی ہیں۔ بہت سے بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں۔ خیر یہ تو جناب خلیفہ صاحب کا معمول ہے۔ لیکن اس خطبہ کا لائق دید اور قابل شنید وہ حصہ ہے جو ہماری توسیع جماعت کی سرگرمیوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ خطبہ کی ابتدا تو عادتاً تعلیوں سے ہوئی ہے۔ لیکن رجز کے بعد نوحہ کی نوبت بہت جلد آگئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"منافقین خلافت اور اندرونی مخالفین سلسلہ قیامت تک کسی نہ کسی صورت . . . . کسی نہ کسی رنگ میں رہیں گے اور یہ بات یقیناً فکر والی ہے۔ کیونکہ اگر دشمن نے کسی نہ کسی رنگ میں رہنا ہے اور اگر مخالف نے کسی نہ کسی رنگ میں ہمیشہ جماعت میں رخنہ ڈالنے کے رہنا ہے تو ہمارے لئے بھی ہمیشہ ہی اس کے مقابلہ کا انتظام کرتے رہنا ضروری ہوگا۔"

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"آجکل پھر ان لوگوں (یعنی جماعت لاہور) میں ایک جوش نظر آتا ہے۔ اس لئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعت کو ہر جگہ غیر مبائعین کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے متعلق سب سے پہلے میں تمام جماعتوں کو یہ ہدایت کرتا ہوں، کہ ہر جماعت میں ایک سیکرٹری اصلاح مابین کے کام کے لئے مقرر کیا جائے جس کا یہ فرض ہو کہ وہ ان لوگوں سے ملے . . . . . اور ایسے آدمی تیار کرے۔ جو ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں، اور جنہیں تمام ضروری حوالے اچھی طرح یاد ہوں۔ دوسرے میں جماعتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں جہاں غیر مبائعین موجود ہیں وہ ان کی لسٹیں مجھے بھجوا دیں۔ تا کہ براہ راست ان کو مرکز سے بھی تبلیغی لٹریچر بھجوایا جا سکے۔ یہ کام بہت جلد ہونا چاہئے۔ اور اس میں کسی قسم کے تساہل اور سستی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ اگر انہیں صرف اتنا معلوم ہو کہ فلاں شہر یا گاؤں میں چند پیغامی رہتے ہیں تو وہ اتنا ہی لکھ دیں کہ فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں چند پیغامی رہتے ہیں۔ ہم خود کسی آدمی کو بھیج کر ان کے ناموں اور پتوں کی اطلاع حاصل کر لیں گے۔ بہرحال تمام جماعتیں اپنے اپنے مقام پر غیر مبائعین کا اچھی طرح پتہ لگائیں۔ اور جہاں بھی انہیں کسی غیر مبائع کا علم حاصل ہو اس کے نام و پتہ سے مجھے اطلاع دیں اور اس قسم کی لسٹیں جلد سے جلد تیار کر کے بھجوائی جائیں۔"

اس خلافت کے مقابلے میں جو قادیانی حضرات ہماری قلت تعداد پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔ ذرا "خدا کے مقرر کردہ اولو العزم خلیفہ" کے اس اضطراب اور خوف اور تیاریوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ ایک وقت تھا کہ کسی گاؤں یا شہر میں کوئی احمدی ہوتا، مخالف مولوی اسی پر اضطراب طاری کر کے سراغ لگایا کرتے تھے۔ اس وقت ان مولویوں کو بھی اپنی کثرت پر غرور تھا وہ احمدیوں پر طرح طرح کے بے بنیاد الزام لگایا کرتے تھے۔ ان کی قلت پر ٹھٹھے مارتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود احمدیوں کی دہشت ان کے دل پر طاری رہتی تھی۔ آج جماعت لاہور کے خلاف جناب خلیفہ قادیان اور ان کے مریدین نے بالکل یہی روش اور حیثیت اختیار کر لی ہے۔ حق کے مقابل باطل کا ہمیشہ یہی شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنی کثرت، ظاہری شان و شوکت کا پر غرور اظہار کرتا ہے اہل حق کی بے سر و سامانی، سادگی اور قلت کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کا اہل حق کی خداداد طاقت اور رعب سے کانپتا بھی رہتا ہے جناب خلیفہ قادیان نے اپنی اس "عنایت تازہ" میں ہماری مرکزی جماعت پر خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمائی ہے:-

"خصوصیت سے میں لاہور کی قادیانی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ فوراً ایک جلسہ منعقد کریں اور اپنے میں سے پچاس، ساٹھ، ستر یا سو ایسے آدمی تیار کریں جو غیر مبائعین میں سے ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ رکھ کر انہیں تبلیغ کرنی شروع کر دیں۔ لاہور کی جماعت پر حد درجہ ہے اور اس لحاظ سے تمام جماعتوں میں سے پہلا فرض اس کا ہے کہ وہ غیر مبائعین کو تبلیغ کرنے میں حصہ لے۔"

آجکل قادیانی جماعت میں نو مشق اور کہنہ مشق ہر دو قسم کے مضمون نگاروں کا ایک جم غفیر موجود ہے جو آئے دن جماعت لاہور کے خلاف الٹے سیدھے مضامین لکھ لکھ کر اپنے اخبارات کے ورق سیاہ کرتے رہتے ہیں لیکن جناب خلیفہ صاحب اس پر بھی مطمئن نہیں، تا کہ ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں فرماتے ہیں "اور اس کے ساتھ ہی میں مرکز میں نظارت دعوۃ و تبلیغ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کے علماء اور انگریزی خوانوں کی ایک لسٹ تیار کرے جو غیر مبائعین کے متعلق مفید مضامین لکھ سکتے ہوں اور پھر انہیں اخبارات اور رسالوں میں مضامین لکھنے کی تحریک کرے۔"

ذرا غور کیجئے کہ "ڈھائی بوٹیاں" تے "فتو باغبان" کی عامیانہ پھبتی اور ان وسیع تیاریوں میں کوئی بھی مطابقت ہے؟ زبان سے تو یہ کہا جا رہا ہے کہ جماعت لاہور حقیر ہے قلیل ہے بے راہ رو ہے لیکن اس کے باوجود قادیانیوں کے دل دہل رہے ہیں ——— حق کا رعب باطل پر طاری ہے۔

خیر ہم جناب خلیفہ قادیان کی اس "تبلیغی مہم" کا نہایت مسرت کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہمارے احباب کو چاہئے کہ جہاں جہاں قادیانی مبلغ ان کے پاس پہنچیں وہ انہیں خوش آمدید کہیں اور انہیں حضرت مسیح موعود کی اصل مقدم تعلیمات بتا کر محمودی غلو سے نجات دلانے کی کوشش کریں۔ جناب خلیفہ صاحب کی یہ عنایت تازہ واقعی مستوجب شکریہ ہے۔ اب قادیانی حضرات خود ہمارے پاس پہنچیں گے اور اس طرح ہمیں ان کو راہ راست پر لانے کا آسانی کیساتھ موقع ملے گا ... خطرہ ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کہیں اپنی اس تبلیغی مہم سے ... [illegible]

آہ! منشی نور محمد خاں صاحب

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب منشی نور محمد خاں صاحب جالندھری، نائب تحصیلدار ۱۱ اپریل کی صبح کو جڑانوالہ ضلع لائلپور میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص اور قدیم رکن تھے۔ ان میں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا جذبہ تھا۔ سلسلہ کی ہر ایک تحریک میں شوق کے ساتھ حصہ لیتے۔ بارہا انہوں نے دین کیلئے ایثار و قربانی کا عمدہ نمونہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ مرحوم نہایت دیندار، بلند اخلاق دوست نواز اور خلیق بزرگ تھے جماعت کے بہت سے احباب مرحوم سے ذاتی طور پر واقف ہونگے۔ ڈیرہ غازی خاں وطن تھا۔ جماعت کی وہاں جو لائبریری ہے۔ کچھ عرصہ تک اس کے بھی انچارج رہے۔ اپنے حلقہ اثر میں اپنی بساط کے مطابق۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سی خدمات دینی انجام دیں۔

قریباً ایک سال سے مرحوم کی صحت خراب تھی۔ گزشتہ دنوں علاج کیلئے لاہور بھی تشریف لائے۔ اس کے بعد اپنے صاحبزادے میاں عبد الرحیم خاں صاحب، بی۔ اے۔ نائب تحصیلدار کے پاس جڑانوالہ تشریف لے گئے انہوں نے نہایت سعادتمندی اور کوشش کے ساتھ علاج و معالجہ اور تیمارداری کی اور اس بارہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن وقت پورا ہو چکا تھا۔ دست اجل نے یہ مخلص وجود ہم سے چھین ہی لیا۔ منشی صاحب ہماری جماعت کے ایک قیمتی اور پرانے رکن تھے۔ ان کی وفات اس لحاظ سے ایک قومی نقصان ہے۔ ہم ساری جماعت کی طرف سے میاں عبد الرحیم خاں صاحب اور دیگر افراد خاندان کی خدمت میں دلی افسوس و ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

شذرات

عید میلاد النبیؐ

عید میلاد النبی کی تقریب سعید اب بہت قریب آگئی ہے آئندہ ہفتہ ہندوستان کے طول و عرض میں سیرت النبیؐ کے شاندار جلسے اور میلاد کی بارونق محفلیں منعقد ہوں گی۔ جن کیلئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بعض مقامات پر جلوسوں کا اہتمام بھی کیا گیا ہے مسلمانوں کا یہ شوق اور جذبہ حب رسول صلعم قابل قدر اور لائق فخر ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ اس کا اظہار نہایت وقار اور معقولیت کیساتھ ایسے طریق پر کیا جائے جس سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ برادران وطن کو بھی فائدہ پہنچے۔ پرانے طریق پر میلاد کی جو محفلیں ہوتی ہیں۔ وہ تو بہت زیادہ اصلاح طلب ہیں لیکن سیرت کے جلسوں میں بھی اصلاح کی گنجائش ہے۔ اس تقریب پر سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ہم خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو پڑھیں اور سنیں اور اس اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنی زندگیوں کے اندر کوئی نمایاں انقلاب پیدا کرنے کا عزم کریں اور اس کے بعد دوسروں کو سیرت پاک کے واقعات سنائیں اور انہیں بتائیں کہ دنیا کے اس رتبے بڑے مقدس انسان اور پاکوں اور سچوں کے سردار نے نوع انسانی کیلئے کیا کچھ کیا اور دنیا اس کی پیروی کرکے کس طرح اپنی موجودہ مشکلات کو دور کر سکتی ہے۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان کامل اتفاق و اشتراک کے ساتھ ہر جگہ سیرت کے جلسے منعقد کریں۔ جن کا انتظام سادہ اور اجلاس خلوص رواداری اور اسلامی تہذیب و اخلاق ان اجتماعات کی سب سے نمایاں خصوصیت ہونی چاہئے اور ان میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی مدعو کیا جائے اور جو انصاف پسند اور نیک فطرت غیر مسلم سیرت پاک پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیں۔ انہیں بھی حسب گنجائش موقع دیا جائے۔ اس تقریب پر جو جلوس نکالے جائیں۔ ان میں بھی ان تمام امور کو حتی الامکان ملحوظ رکھا جائے ——— یہ جلوس اسی صورت میں مفید اور عید میلاد النبیؐ کے شایان شان ہو سکتے ہیں جب کہ یہ اتحاد و رواداری، صلح و مساوات کا ایک عملی نمونہ اور زندہ پیغام ہوں۔

اس تقریب کو مفید اور کامیاب بنانے کا دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ مسلموں اور غیر مسلموں میں سیرت النبیؐ کے متعلق عمدہ لٹریچر بکثرت تقسیم کیا جائے۔ اس غرض کیلئے صرف ایسی کتابوں اور رسالوں کو منتخب کیا جائے جو پڑھنے والوں کو صحیح اور مستند معلومات دیں۔ اور جن کی زبان اور طرز ادا عام فہم اور موثر ہو۔ اس ضرورت کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "سیرت خیر البشر" اور رسالہ "محمد مصطفیٰ" نہایت احسن طریق پر پورا کرتے ہیں۔ مؤخر الذکر رسالہ کا دوسرا ایڈیشن حال ہی میں چھپا ہے اور دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے پانچ آنے فی کاپی کے حساب سے مل سکتا ہے۔

ہم احباب جماعت کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ وہ ہر جگہ مقامی حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے سیرت کے جلسوں اور جلوسوں میں حسب استطاعت حصہ لیں اور انہیں کامیاب و مفید بنانے کی پوری کوشش کریں۔

قرآن کریم کا ایک اعجاز

[illegible] قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ دہلی کے ریڈیو اسٹیشن سے ہر جمعہ کی صبح کو قرآن کریم کا ایک رکوع معہ ترجمہ نشر کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ایک معزز غیر مسلم کے تاثرات ملاحظہ ہوں:-

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کم از کم ایک سال کے عرصہ سے میں ہر جمعہ کی صبح کو ریڈیو پر ۔ ۔ ۔ تلاوت قرآن اور اس کا سلیس بامحاورہ ترجمہ سنا کرتا ہوں اور جو لطف اس سے باوجود نامسلم ہونے کے مجھے حاصل ہوتا ہے وہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ ہندی اور اردو کے شاعروں اور نثاروں میں بھی یہ خوبی نہیں ہے۔ اتنا کہنا کافی ہوگا کہ تلاوت اور ترجمہ الفاظ نہایت سریلی آواز میں گو اعرابیوں کے تلفظ سے قدرے مختلف ہو اور پر لطف ترجمہ میرے دل پر خاص اثر پیدا کرتا ہے۔ جس سے میرے دل میں قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت بڑھتی ہے"

کم از کم ہندوستان میں ریڈیو محض ایک تفریح کا ذریعہ ہے۔ سننے والے اس کے گانے اور ڈرامے اور دلچسپ مضامین یا زیادہ سے زیادہ خبریں دلچسپی اور توجہ سے سنتے ہیں۔ لیکن قرآن کا اعجاز دیکھئے جب اس ہنگامہ سرود و تفریح میں بھی اس کی مقدس آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو مسلمانوں کے علاوہ سعید الفطرت اور انصاف پسند غیر مسلموں کے دل بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہاں تو سالم ترجمہ بھی سنایا جاتا ہے لیکن آپ نے بارہا ایسی مثالیں دیکھی اور سنی ہوں گی کہ غیر مسلم قرآن کا ترجمہ و مطلب نہ سمجھنے کے باوجود محض اس کی تلاوت سے غیر معمولی متاثر ہوئے، بلکہ بعض نے اس ذریعہ سے ہدایت بھی پائی۔ ذرا غور کیجئے۔ اگر اس کلام پاک پیغام رحمت اور نسخہ شفا کی باقاعدہ اشاعت کی جائے اور اسے دنیا کے مختلف حصوں میں لوگوں کی اپنی زبان میں ترجمہ کرکے پہنچایا اور سنایا جائے تو اس کے نتائج کس قدر بابرکت اور انقلاب انگیز ہوں۔ اور کس قدر سعید روحیں [illegible] اندر ہی اندر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ افسوس مسلمان اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔

ترک طلبہ کی قربانی

گذشتہ ہفتہ عربی اخبارات کے ذریعہ ترکی کے متعلق جو اطلاعات ہندوستان میں موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک دلچسپ اور قابل غور خبر ملاحظہ ہو:-

"انگورہ میں طلبہ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تمام درسگاہوں کے نمائندوں نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر ایک طالب العلم اپنے اخراجات میں ایک تہائی کمی کرے اور یہ بچت وزارت تعلیم میں جمع کر دے۔ اس طرح جو ماہوار رقم جمع ہوگی، وہ فوجی مصارف کیلئے وزارت جنگ کے حوالہ کر دی جائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس فیصلہ کے بعد استنبول اور انگورہ کے اسکولوں میں عجیب ہماہمی پیدا ہوگئی ہے بلکہ اپنے ضروریات کی فہرستیں تیار رہے ہیں اور آمد و خرچ کا حساب لگا کر اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ مصارف کی کونسی مد میں کمی کی جائے طلبہ نے بھی طور پر یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ ایک سال تک کپڑوں کی زیبائش کا سامان بالکل نہیں خریدیں گے اور دیگر لوازمات میں اس قدر تخفیف کر دیں گے کہ ضروری اخراجات پورے ہونے کے بعد مقررہ رقم میں ایک تہائی بچ جائے"

جو لوگ ترکوں کی حیرت انگیز ترقی، غیر معمولی سخت جانی اور اولو العزمی کے وجوہ تلاش کرنے کے شائق ہیں۔ انہیں ترک طلبہ کے اس مجاہدانہ فیصلہ سے بہت سی باتیں سمجھ میں آجائیں گی۔ قومیں قربانی اور احساس فرائض ہی سے زندہ اور سربلند ہوا کرتی ہیں جس قوم کے بچوں اور نوجوان طالب علموں میں قربانی کا یہ جذبہ اور اپنے فرائض کا اس قدر زبردست احساس موجود ہے۔ کامیابی، شرف و عزت اور سربلندی اس کا لازمی حصہ ہیں۔

کاش ہمارے احمدی نوجوان ترک طلبہ کے اس فیصلہ پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ ترک طلبہ نے اپنی قوم اور وطن کیلئے جو کچھ کیا ہے۔ کاش احمدی نوجوان اپنے مقصد وحید یعنی اشاعت قرآن و تبلیغ اسلام کیلئے وہی کچھ کر سکیں۔

کیا ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے معزز عہدہ داروں اور ارکین کی نظر سے ایسی خبریں نہیں گذرتیں؟

کلکتہ کارپوریشن کی ایک قابل تعریف تجویز

آجکل مطالعہ کے بارہ میں بھی لوگوں کا مذاق کافی حد تک بگڑ چکا ہے عمدہ اخبارات و رسائل سنجیدہ و مفید مضامین اور اخلاق و مذہب کی کتابوں کی بجائے "تفریحی ادبیات" کی طرف ہندوستانی نوجوان بہت زیادہ راغب ہو گئے ہیں۔ اور وہ جو کچھ پڑھتے ہیں اس کا غالب حصہ نہایت مضر، قابل اعتراض اور اخلاق سوز ہوتا ہے۔ اس مذاق عام کی پیروی کتب خانے بھی زیادہ تر اسی قسم کی کتابیں خریدنے لگے ہیں مفید کتابوں کی خریداری کیلئے ان کے بجٹ میں گنجائش روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بات واقعی تشویش کے قابل ہے۔ ملک کے تعلیمی و علمی اداروں کو انسداد کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ موجودہ حالات میں یہ خبر قدرے باعث اطمینان ہے کہ:-

"کلکتہ ۲۴ مارچ۔ کلکتہ کارپوریشن کی سب کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ جن کتبخانوں کو کارپوریشن سے امداد ملتی ہے۔ آئندہ لازم ہوگا کہ وہ اپنے سرمایہ میں سے کم از کم دس فیصدی اخلاق و مذہب کی کتابوں کی خریداری پر صرف کیا کریں۔ اور ناول، افسانہ، ڈراما وغیرہ تفریحی ادبیات پر پچاس فیصدی سے زیادہ ہرگز صرف نہ کریں۔ اس کے متعلق ہدایات بھی سب کمیٹی مذکور نے تجویز کی ہیں۔ کہ ان کتبخانوں میں کافی ذخیرہ تاریخ، سیرت، حفظان صحت، ورزش جسمانی اور قومی بیداری سے متعلق کتابوں کا فراہم رہے"

امید ہے کہ کلکتہ کارپوریشن اس تجویز کو بہت جلد عملی جامہ پہنا کر ملک کے کتبخانوں، انجمنوں، محکمہائے تعلیم، میونسپلٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور یونیورسٹیوں وغیرہ کے لئے ایک قابل تقلید عملی مثال پیش کرے گی۔

مولوی غلام حسن خاں صاحب کی دوہری نگارش پر ایک نظر

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مکرم مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱- میں نے جناب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مسیح موعودؑ کے بعد مسیح کے خلفاء کا سلسلہ چلنے پر قرآن شریف سے، حدیث سے بالآخر حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر سے کوئی دلیل پیش کریں اس کے جواب میں آپ نے وہ طریق اختیار کیا ہے جو آپ کے شایان شان نہ تھا۔ ہاں نادیانی مناظروں کی وہ فطرت ثانی بن چکا ہے یعنی مجھے چند گالیاں سنادی ہیں "تنکیں سے کام نہ لیں" "یہ تقویٰ کا طریق نہیں" "یہ ایک تلخ گولی ہے جو آپ کے گلے میں رکتی ہے" وغیرہ۔ اور کچھ ذاتی نکتہ چینی سے غصہ نکالا ہے۔ میں ان باتوں کا جواب اس رنگ میں کبھی نہ دوں گا۔ کیونکہ میں اب بھی آپ کی عزت کرتا ہوں۔ ہاں میری مرتبہ پھر عرض کرتا ہوں:-

وہ دلائل قرآن کریم سے، حدیث سے، بالآخر حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے پیش کریں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت مسیح موعود کے بعد آپ کے خلفاء کا ایک سلسلہ چلے گا۔ جن پر ایمان لانا اور جن کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری ہوگا۔

دلائل کی کمی۔۔ تیز کلامی سے پوری نہیں ہوسکتی۔ اگر مسیح موعود کے بعد کسی خلیفہ کی بیعت کرنا ضروری ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے تو اس کی سند پیش کریں۔ آپ کا خیال کوئی سند نہیں۔

(۲) میاں صاحب کے مصلح موعود ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی آپ بالکل خاموش ہیں۔ صرف پہلی تحریر میں گول مول بات تھی کہ میاں صاحب مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ تو نہیں کرتے لیکن انہوں نے کام ایسے کر دیئے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مصلح موعود والی پیشگوئیاں تو مجھ میں پوری ہوگئی ہیں لیکن میں نہیں کہتا کہ میں مصلح موعود ہوں۔ مرید تو بے شک ہر چیز پر آمنا وصدقنا کہدیں گے۔ لیکن یہ ایسی بات ہے جسے عقل انسانی دھکے دیتی ہے۔ اگر وہ پیشگوئیوں کا پورا ہونا اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں تو دعویٰ کیوں نہیں کرتے۔

(۳) میرا اعتراض تھا کہ آپ اس شخص کو جو روئے زمین کے سارے مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے۔ حالانکہ آپ انہیں مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے۔ کفر اس پر الٹ کر پڑتا ہے کس طرح اپنا مرشد بنا سکتے ہیں کس طرح خلیفہ یا مصلح موعود قرار دے کر اس پر ایمان لاسکتے ہیں

مولوی صاحب کا بے حقیقت اعتراض

اس کا جواب دینے کی بجائے آپ نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ جب میں کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتا ہوں اور اسی لئے شیعوں کو بھی مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور شیعہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو کافر کہتے ہیں۔ تو شیعوں کو مسلمان کہنے کی وجہ سے میں بھی کافر ہوا۔ یہ سوال از آسمان جواب از ریسمان والا معاملہ ہے۔ میں نے کسی شیعہ کو اپنا پیر و مرشد نہیں مانا کسی شیعہ کو خدا کا خلیفہ نہیں مانا مصلح موعود نہیں مانا۔ جواب تو یوں ہوسکتا تھا کہ آپ نے اگر رئیس المکفرین کو جس کی ایک جنبش قلم سے ساری مسلمان دنیا کافر ہوگئی خدا کا مقرر کردہ خلیفہ مانا ہے تو میں نے کسی شیعہ کو جو حضرت ابوبکرؓ یا عمرؓ کو کافر کہتا ہے اسی طرح خلیفہ مانا ہے۔ یہ ایک الزامی جواب ہوتا نہ تحقیقی۔

مولوی صاحب کا عجیب وغریب جواب

مگر یہ عجیب جواب ہے کہ میں بھی شیعوں کو مسلمان کہنے کی وجہ سے کافر ہوگیا ہوں۔ اگر آپ کے دل میں واقعی یہ اعتراض پیدا ہوا تھا کہ کفر کس طرح الٹ کر پڑ سکتا ہے تو آپ میری طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے پیرو مرشد کی طرف رجوع کرتے جو یہ لکھ چکے ہیں کہ ان دو آدمیوں میں جن میں سے ایک مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور دوسرا نہیں کرتا۔ مباہلہ بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے نزدیک کافر ہوگئے۔ میں نے تو صرف اس بات کو دہرایا تھا کہ جب تکفیر کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں مباہلہ بھی ہوسکتا ہے۔ تو ان میں مرید مرشد کا تعلق کس طرح ہوسکتا ہے۔ پس اگر آپ کے دل میں کوئی اعتراض پیدا ہوا ہے۔ تو وہ جناب میاں صاحب پر ہونا چاہئے۔ مگر۔۔ ان پر اب آپ کوئی اعتراض کر نہیں سکتے۔ کیونکہ خلیفہ "بقول خلیفہ صاحب" ایک ایسی ہستی ہے کہ اس پر سچا اعتراض کرنے والا بھی جہنمی ہوتا ہے اس لئے آپ نے اپنا پیچھا چھڑانے کیلئے مجھ پر اعتراض کر دیا ہے۔

کلمہ گو کا مکفر کافر نہیں بلکہ مفسد فی الدین ہے

اگر آپ اپنی پچاس سالہ تحقیقات کو بھول گئے ہوں تو میں آپ کو یاد دلا دیتا ہوں کہ آپ کا اور ہمارا مسلک یہ تھا اور ہمارا اب بھی یہی ہے۔ لیکن بیعت خلافت نے آپ کے لبوں پر مہر لگادی ہے اور آپ اس سچائی کا اب اعتراف نہیں کر سکتے کہ ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے اور وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ جب تک کہ کلمہ کا انکار نہ کرے۔ کلمہ کے اقرار سے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اور اس کے انکار سے اسلام سے نکل سکتا ہے۔ اور جو کلمہ گو کو کافر کہے اس کو شریعت نے یہ سزا دی ہے کہ کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ اور یہ محض سزا ہے۔ اس کے اس فعل کو کفر کہا گیا ہے۔ مگر وہ دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا۔ جب تک کہ کلمہ کا انکار نہ کرے ہاں وہ اسلام کے اتحاد پر ایک ضرب کاری لگانے کی وجہ سے مفسد فی الدین ہے۔

سب سے بڑے مکفر کو آپ نے مرشد خلیفہ اور مصلح موعود کس طرح مان لیا ہے؟

تو اس بات پر ہمارا اور آپ کا اتفاق تھا کہ جناب "خلیفہ قادیانی" اس وجہ سے کہ وہ روئے زمین کے سارے کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیتے اور اسے اپنے نئے مذہب کا بنیادی پتھر بناتے ہیں۔ اس سے بہت زیادہ شدید کفر کے مرتکب ہیں۔ جس کا مرتکب ایک کلمہ گو کو کافر کہنے والا بھی بن جاتا ہے۔ اور اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے دین میں فساد عظیم کے مرتکب ہیں۔ گو اس وجہ سے کہ وہ کلمہ کا انکار نہیں کرتے۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہیں۔

تو میرا سوال یہ تھا کہ ایسے شخص کو آپ نے پیر و مرشد، خلیفہ مصلح موعود کس طرح مان لیا۔ کیا دین میں اتنا بڑا فساد پیدا کرنے والا بھی اس قابل ہوسکتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ یا اسے اپنا امام اور پیشوا تسلیم کیا جائے۔ اور اسلامی دنیا کی امیدوں کا مرجع قرار دیا جائے

مولوی صاحب کی نرالی منطق

آپ نے کس قدر بھولے پن سے لکھا ہے۔ "اگر آپ یہ فرمائیں کہ کفر اس طرح لوٹتا نہیں اور اس مسئلہ کو یہ وسعت حاصل نہیں جو سمجھی گئی ہے تو پھر آپ کو بھی کیا ڈر ہے۔ آپ انشراح صدر کے ساتھ بیعت کی طرف قدم اٹھا سکتے ہیں" گویا میں جس شخص کو دائرہ اسلام میں سمجھوں گو وہ اسلام کے اتحاد کو پاش پاش کر کے دین میں فساد عظیم کا مرتکب ہو۔ اسے میں انشراح صدر کے ساتھ اپنا پیر و مرشد بھی مان سکتا ہوں یہ عجیب منطق ہے۔

یہ ایک بنیادی اور اصولی مسئلہ ہے

پھر آپ بار بار اسے اختلافی مسئلہ کہہ کر اپنے فعل کو جن کے لئے آپ کے ہاتھ میں ادنیٰ سے ادنیٰ بھی دلیل نہیں جائز ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ کا اختلاف ہے۔ ایمانیات میں اختلاف ہے اصولی اختلاف ہے۔ یہ اختلاف نہیں دین میں تفرقہ کی بنیاد ہے دین اسلام کی جگہ نیا دین بنانا ہے۔

میاں صاحب صریح ایک نئے دین کی بنیاد ڈال رہے ہیں

آپ حضرت مرزا صاحب کو مومن بہ نہیں مانتے۔ میاں صاحب مانتے ہیں۔ آپ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانے کے بغیر انسان مسلمان ہوسکتا ہے۔ میاں صاحب کے نزدیک نہیں ہوسکتا تو ان کا دین بھی نیا ہے وہ پرانا مسلمانوں کا دین نہیں۔ آپ کے نزدیک کلمہ کافر کو مسلمان بنانے کیلئے کافی ہے۔ میاں صاحب کے نزدیک کلمہ پڑھنے سے اب کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔ جب تک کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر بھی ایمان نہ لائے۔ گویا ان کے نزدیک کلمہ منسوخ ہے۔ یہ کھلی کھلی نئے دین کی بنیاد ہے۔ اور پھر صرف یہی نہیں کہ ایک مامور پر ہی ایمان لانا کافی ہے۔ بلکہ اب ایک غیر مامور خلیفہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

چودہ دراب والے الہام کے متعلق مولوی صاحب کی افسوسناک روش

(۴) رہی چوتھی بات کہ آپ اثنا اربعۃ عشر (دراب) کا الہام ضرور انجمن کے چودہ ممبروں پر لگائیں گے اور آپ کو حضرت صاحب کی تحریک بھی پروا نہیں۔ کیونکہ ملہم ایک پیشگوئی کے معنی کرنے میں غلطی کر سکتا ہے۔ مانا کہ ملہم غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن آپ تو نہیں کر سکتے؟ آپ کو کس بات نے یقین دلا دیا کہ جو معنی آپ کرتے ہیں وہ درست ہیں ملہم غلطی کر سکتا ہے۔ مگر غیر ملہم نہیں کر سکتا۔ یہ منطق انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور غیر ملہم بھی کون؟ وہ جس نے اپنے آپ کو ایک غیر مامور کے ہاتھ پر بیچ دیا ہے

اپنی رائے کے مقابل حضرت صاحب کی تحریرات اور عمل کی تحقیر

آپ کو اس الہام کے انجمن کے چودہ ممبروں پر چسپاں کرنے پر اس قدر اصرار ہے کہ آپ نے ملہم کے کئے ہوئے معنی کو بھی رد کر دیا۔ گویا خلیفہ کی طرح جو کچھ آپ کے منہ سے نکل گیا۔ اب اسے کوئی چیز رد نہیں کر سکتی۔ چاہے ملہم کا اپنا قول ہی ہو۔ اور قول بھی ایک نہیں بلکہ متواتر اقوال کو اور تحریروں کو جو جماعت کو عمل کیلئے دی گئی تھیں آپ نے سب کو اپنی رائے پر قربان کر دیا۔ آپ نے اس توجیہ کو بھی

رد کیا کہ اس الہام میں مخالفین سلسلہ کا ذکر ہے۔ آپ کی وصیت کی اس صاف تحریر کو بھی رد کیا کہ انجمن ہذا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے آپ کے قلم کی اس آخری تحریر کو بھی رد کیا کہ "میرے بعد ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" آپ کی اس تحریر کو بھی رد کیا کہ "میرے بعد سب مل کر کام کرو" نہیں ان ساری تحریروں کے علاوہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے عمل کو بھی رد کیا۔ کیونکہ انجمن کو انہوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔

خدا کیلئے اپنی رائے اور طرز عمل پر غور فرمایئے

یہ کوئی آسان بات نہیں۔ پھر غور فرمالیں کہ حضرت مسیح موعود اپنی وفات کی خبر پاکر ایک وصیت لکھتے ہیں۔ اس وصیت میں مل کر کام کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ مل کر کام کرنے کی صورت خود یہ تجویز فرماتے ہیں کہ ایک انجمن بنائی جائے۔ اس انجمن کو خود اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں، اس کے ممبر خود نامزد کرتے ہیں، اس کے قواعد خود بناتے ہیں۔ اپنی زندگی میں اپنے سامنے سارا سلسلہ کا انتظام اس کے سپرد کرتے ہیں، اپنی وفات کے بعد اسے اپنا جانشین قرار دیتے ہیں۔ مگر آپ بانی سلسلہ، ملہم اور مامور من اللہ کی اس ساری کاروائی کو اپنے اس ظن فاسد کی بنا پر باطل قرار دے رہے ہیں کہ آپ کے نزدیک فلاں الہام کے وہ معنی درست نہیں جو مامور من اللہ نے کئے۔

العجب ثم العجب!

گویا اب مامور کی وفات کے تیس سال بعد ایک ایسا غیر مامور آتا ہے جس کی رائے کے ساتھ مامور کے سارے کے سارے کام ہباءً منثورا ہو جاتے ہیں۔ العجب ثم العجب کہ حضرت مسیح موعود تو اپنے ہاتھ سے ایک کام کرتے ہیں۔ ایک نظام بناتے ہیں اور آپ کی وفات کے بھی بتیس سال بعد آپ کے ایک مرید کو پتہ لگتا ہے کہ یہ سب کچھ باطل تھا اور ان باتوں کو ایک باطل پرست قوم اب انبیاء دین اور ایمان سمجھتی ہے۔

حقائق سے آنکھیں بند کر کے نئے قادیانی مذہب کی تائید

آپ فرماتے ہیں کہ چودہ کا لفظ دنیا کے اور کسی واقعہ پر منطبق ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خواہ کوئی معنی بن پڑتے ہیں۔ خواہ سلسلہ احمدیہ کا کچھ باقی رہے یا نہ رہے۔ آپ نے اسی طرح پیشگوئی کو پورا کرکے نئے قادیانی دین کی تائید کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اس خلیفہ کے دین کا جس کے پیرو اب قیامت تک اس کے منکروں پر غالب رہیں گے

الہام کے باقی الفاظ کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں؟

اور تماشا یہ ہے کہ میں بار بار الہام کے باقی الفاظ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس میں عصیان کا ذکر ہے اس میں اعتدا کا ذکر ہے۔ اس میں چودہ آدمیوں کی موت کا ذکر ہے۔ خواہ آپ اسے جسمانی موت لے لیں۔ خواہ روحانی۔ اور ان چودہ میں آپ خود بھی شامل ہیں۔ آپ کے "خلیفے" بھی شامل ہیں۔ مگر آپ اس طرف آنکھ کا نام نہیں لیتے۔ مجھے ڈر ہے کہ کل کو اس نئے قادیانی مذہب کا کوئی پیرو جس کے رو سے محمد رسول اللہ صلعم کی چودہ صدیوں کی محنت برباد ہوگئی اور کل روئے زمین کے مسلمان ایک "خلیفہ" کی جنبش قلم سے اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہوگئے۔ اس الہام سے یہ سند تلاش نہ کرے کہ اس سے مراد چودہ صدیوں کے چودہ مجددین دین ہیں جو دین اسلام کی تائید اور خدمت کیلئے آتے رہے کہ ان سب کی محنت برباد ہوگئی اور ایک نیا دین قائم ہو گیا۔

اجتہادی غلطی عصیان و اعتدا کس طرح ہو سکتی ہے؟

خدا کیلئے غور فرمائیں۔ وہ عصیان کیا ہے وہ اعتدا کیا ہے کیا یہی کہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق وصیت کا یہ مفہوم لیا کہ نظام سلسلہ کے لئے انجمن حضرت مسیح موعود کی جانشین ہے، اور بیعت میں لوگوں کو داخل کرنے کیلئے ایک اعلیٰ درجہ کا متقی انسان چاہئے۔ جو جماعت کیلئے نمونہ کا کام دے سکے۔ اور اس کا اہل انہوں نے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کو سمجھا۔ فرض کے طور پر تسلیم کر لیجئے کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔ تو دنیا میں شاید آپ پہلے انسان ہوں گے۔ جو ایک اجتہادی غلطی کو عصیان اور اعتدا قرار دیتے ہیں۔ ورنہ آج تک تو یہی سنتے رہے تھے کہ اجتہاد میں اگر غلطی بھی ہو تو اجتہاد کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے اس پر گرفت نہیں ہوتی۔ مگر آپ ہیں کہ اپنی ضد پر قائم ہیں۔

رائے اور خیال کی پرستش کی انتہا

لفظ خواہ کچھ کہیں مگر آپ کو تو چودہ کا لفظ پسند آگیا ہے۔

گویا وہی ایک لفظ خدا کی طرف سے ہے اور الہام کے باقی لفظ خدا کے نہیں۔ اور پھر یہاں چودہ افراد کی موت کا ذکر ہے۔ اس کے معنی انجمن کی موت لینا۔ یہ الفاظ کے ساتھ ہنسی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور تماشا یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں تو صرف پانچ ہیں۔ محمد علی۔ شیخ رحمت اللہ مرحوم۔ مرزا یعقوب بیگ مرحوم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم۔ خواجہ کمال الدین مرحوم اور ان پانچ کو نیچا دکھانے کیلئے آپ اپنے محسن نواد رہبر کا خون بھی کرتے ہیں۔ رائے اور خیال کی پرستش اس سے آگے نہیں جا سکتی۔

مولوی صاحب نے بالآخر ذاتی رنجش کا اظہار کر ہی دیا

بالآخر آپ نے اپنی ذاتی رنجش کو بھی جو ایک مدت سے اس عاجز سے پیدا ہو چکی ہے ظاہر کر ہی دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہاں لاہور میں قوم کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کا کام مفقود ہے۔ اس لئے تفسیر کا لکھ لینا بھلا کوئی کام ہے۔

قادیان میں "روحانی اصلاح" کا کام اور اس کے نتائج

تو کیا قوم کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کا کام قادیان میں ہو رہا ہے۔ جہاں چھوٹے دن بڑے بڑے مخلص اور راز دار دوست یہ اعلان کرتے ہیں کہ خلیفہ فلاں فلاں گندے کام کا مرتکب ہے۔ درست ہے ہمارے ہاں یہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کا کام نہیں ہے

مولوی صاحب کے نزدیک خدائی نصرت کا مفہوم

اور پھر آپ کو یہاں خدائی نصرت نظر نہیں آتی۔ اس لئے کہ خدائی نصرت آپ کے نزدیک یہ نہیں کہ وہ چار آدمیوں کے کام کو یہ برکت ملے کہ وہ ایک عظیم الشان جماعت قائم کر دیں۔ جو آپ بھی اب تک معترف ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود کے صحیح عقائد اور صحیح تعلیم کی حفاظت کر رہی ہے اور حضرت مسیح موعود کے علمی کام کو زندہ رکھا ہوا ہے جس نے تین یورپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے خدا کے کلام کو لاکھوں ایسی مخلوق تک پہنچایا جہاں یہ پہلے نہ پہنچا تھا جس نے چالیس ہزار کاپی دنیا میں پہنچا دی اور دس ہزار کاپی مفت پہنچا دی۔ آپ کے نزدیک خدا کی نصرت یہ ہے کہ عرس پر بیس پچیس ہزار آدمی جمع ہو جاتے ہیں "خلیفہ" کا جلوس بہت شان و شوکت سے نکلتا ہے۔ روپیہ بہت آتا ہے

اشاعت و خدمت قرآن پر افسوسناک طعن

مگر خدا جانے کہاں جا تک ہے اور جس بات کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا کام بتایا تھا۔ انگریزی کا ترجمہ اور تفسیر کر کے دنیا میں پہنچانا۔ وہ گویا آپ کے نزدیک "ضلال" ہے۔ جس شاخ کو صراحت کے ساتھ اپنی شاخ قرار دیا تھا اس پر یوں طعن کرنا اب آپ کے نزدیک سب سے زیادہ ثواب کا کام ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ مامور پر نور رب "حقیقتیں مستور" رہیں۔ وہ اب آپ پر کھلی ہیں۔ کہ قرآن کا دنیا میں پہنچانا کتب فروشی ہے۔ ترجمے عیسائیوں نے بہت کر رکھے ہیں۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں

قادیانیوں کے محبوب مشاغل

ہمارے لئے اب محبوب شغل تو یہی ہوتے جا رہے ہیں کہ مقدمہ بازیاں کریں۔ عدالتوں میں خوار ہوں۔ اور بقول "خلیفہ صاحب" جھوٹ بولنے کے بغیر کسی مقدمہ میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ریاست بنے۔ کورٹ بنیں۔ ہجوم ہو جس سے عوام الناس کے ساتھ بڑے بڑے لوگ بھی مرعوب ہو کر بیعت کرلیں۔

میرے رزق حلال پر بے معنی اعتراض

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تصنیف لینے کو اپنا جہاد اکبر قرار دے رکھا ہے۔ آپ کو غلطی لگی ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ میرا جہاد اکبر ہے۔ بلکہ ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ یہ میری قوم کا جہاد اکبر ہے۔ ہاں اس جہاد اکبر میں اس کے فضل نے مجھے بھی کچھ کام کرنے کا موقع دیا ہے۔ مجھ پر اگر حق تصنیف لینے کا اعتراض ہے۔ تو میرے لئے مقام فخر ہے۔ اپنی روزی کے لئے لوگوں کی جیبوں پر نذر نیاز کے رنگ میں ڈاکہ ڈالنے کا مرتکب نہیں ہوں اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے بال بچے کی احتیاج کا انتظام کرتا ہوں۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب طبابت سے اس احتیاج کا انتظام کر لیتے تھے۔ میں تصنیف سے کر لیتا ہوں۔

مخالفین مسیح موعود کی تقلید

میرے مرشد و آقا حضرت مسیح موعود بھی تصنیف کرتے تھے اور ایک نااہل گروہ اب تک یہ رونا رو رہا ہے کہ براہین احمدیہ کی قیمت کا ہزار ہا روپیہ لے کر کھا گئے۔ ایک اور ایسے ہی گروہ کی قسمت میں اگر یہ لکھا ہو کہ وہ میرے حق تصنیف پر روتا رہے تو میرا اس میں کیا قصور ہے۔

میرے حق تصنیف کی سرگذشت

حق تصنیف کیا ہے۔ میری کسی محنت کا معاوضہ ہے جو میرے احتیاج کا کام دیتا ہے۔ جس کا انتظام قوم کسی نہ کسی رنگ میں کرتی ہے میں نے خود یہ کبھی مانگا نہیں۔ پانچ سال تک انجمن سے ایک پیسہ لئے بغیر کام کیا۔ اس وقت حق تصنیف بھی نہ تھا۔ پھر انجمن نے خود یہ تجویز کی، دس گیارہ سال کے بعد آپ نے یا دو ایک اور آدمیوں نے اعتراض کیا تو انجمن کی جنرل کونسل نے ایک دفعہ نہیں تین دفعہ اور آخری مرتبہ آپ کے ہی اعتراض پر اسے بالاتفاق درست قرار دیا۔ اور اعتراض کو غلط قرار دیا۔

مولوی صاحب کی افسوسناک مبالغہ آمیزی

آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ میں نے قادیان کی انجمن کی ملازمت میں کیا اور وہاں سے تنخواہ لیتا رہا۔ "سالہا سال" اس کا لینا یہ آپ کی مبالغہ آمیزی قابل افسوس ہے یہ درست ہے کہ قریباً چار سال میں نے قادیان میں رہ کر یہ کام کیا اور اس کے بعد چار سال اس طرح پر کام کیا کہ نہ قادیان کی انجمن مجھے کچھ مدد دیتی تھی نہ کوئی اور

حق تصنیف کے متعلق مولوی صاحب کے گذشتہ اعترافات

آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ سنہ ۳۰ء میں آپ نے اس قسم کے اعتراضات کرنے شروع کئے۔ اس پر میں نے ۱۲ ستمبر سنہ ۳۰ء کو آپ کو ایک خط لکھا جس کے حاشیہ پر آپ نے جواب لکھ کر مجھے واپس کیا۔ آپ کے اس خط کے چند فقرے نقل کرتا ہوں۔ آپ اگر انکار کریں تو ان کا فوٹو بھی شائع کردوں گا۔ اور اگر چاہیں تو جہاں آپ کو اعتماد ہو۔ اس خط کو پیش کر دینے کیلئے تیار رہوں۔

"میں نے مرزا صاحب سے صرف انگریزی ترجمۃ القرآن کا ذکر کیا تھا نہ کسی اور تصنیف کا اور میں نے یہ بھی ذکر کیا تھا۔ کہ مجھ کو اس پر صرف لوگوں کے اعتراض کا دفعیہ مقصود ہے۔ میں خود اس کو اعتراض کی شکل میں پیش نہیں کرتا"

"میں آپ کی مصنفہ کتب کے حق تصنیف پر کبھی معترض نہیں ہوا"

"میں آپ کے حق تصنیف بڑھانے پر بھی کبھی معترض نہیں ہوا۔ بلکہ مجھے گوارا ہے کہ آپ کے گذارہ کے لئے

* بنام شیخ غلام محمد کے نام جو آپ کا خط چھپا ہے اس میں آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ کام انجمن کے مشورہ سے ہی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ چند ممبروں کی رائے سے ہوا تھا۔

کافی رقم مقرر ہو۔"

ترجمۃ القرآن کے متعلق چند ضروری باتیں

میں نے اس خط میں ترجمۃ القرآن کے متعلق حسب ذیل الفاظ الفاظ لکھے تھے :۔

"اور اگر آپ کا اعتراض سب کتابوں پر نہیں صرف انگریزی ترجمۃ القرآن پر ہے۔ اور آپ کا یہ خیال ہے کہ میں نے وہ کام قادیان کی انجمن سے تنخواہ لیکر کیا ہے۔ تو یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ :۔

اوّل تو میں نے اس معاملہ کو اس وقت صاف کر لیا تھا۔ جب قادیان سے الگ ہوا۔ اور قادیان والوں نے بھی اپنی جگہ اس پر قانونی مشورہ لے لیا تھا"

دوسرے قادیان میں میں نے صرف چار سال اس پر کام کیا یعنی سنہ ۱۰ء سے لیکر سنہ ۱۴ء فروری تک اور سنہ ۱۴ء سے لیکر سنہ ۱۷ء تک یعنی چار سال اس کے بعد کیا۔ اس وقت میں ان سے تنخواہ نہ لیتا تھا۔ نصف کام اگر ان کی تنخواہ میں کیا تو نصف خود کیا۔

تیسرے جب ترجمہ کا کام مکمل ہوا۔ تو چھپوائی کے شروع کرنے سے پہلے میں نے قادیان والوں کو رجسٹرڈ خط لکھ دیا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو اس کی چھپوائی میں شریک ہوں۔ اور کچھ حصہ خرچ اپنے ذمہ لے لیں اور اس کے ساتھ پہلے چار سال جو روپیہ انہوں نے خرچ کیا ہے وہ بھی مجرا لے لیں۔ اور بحصہ رسدی قرآن شریف کی جلدیں لے لیں۔ مگر مصنف میں ہوں مسودہ میں کسی تغیر و تبدل کے وہ مجاز نہ ہوں گے۔ انہوں نے اسے نامنظور کیا اور جو کچھ اخلاقاً بھی ان کا حق تھا۔ وہ انہوں نے خود ضائع کر دیا۔

چہارم۔ جب ترجمہ قرآن کی پہلی ایڈیشن نکلی تو یہ چار سال میں ختم ہو گئی۔ اور ان میں سے پہلے دو سال میں جن میں نصف سے بہت زیادہ جلدیں نکل گئی تھیں۔ میں نے کوئی حق تصنیف ان کی فروخت پر نہیں لیا۔ یوں نصف عرصہ جو قادیان کی انجمن سے تنخواہ لیکر کام کیا۔ اس کے حق تصنیف کی رقم بھی میری جیب میں نہیں آئی۔ بلکہ وہ رقم اور اس سے بھی بڑھ کر انجمن لاہور کے خزانے میں گئی۔ اور وہ اعتراض بھی باقی نہ رہا۔ کہ میں نے کچھ مدت ترجمہ کے کام میں حق الخدمت لے لیا تھا۔

پنجم۔ یا اب انجمن نے سنہ ۱۹ء سے سنہ ۲۵ء تک ترجمۃ القرآن اور دیگر کتب کے حق تصنیف میں فرق رکھا اور اول الذکر میں چھٹا حصہ اور موخر الذکر میں چوتھا حصہ دیتی رہی۔"

مولوی صاحب کی رائے

اس پر آپ نے یہ لفظ لکھے :۔

"مجھے تو صرف ایک بات کے متعلق اعتراض کی صورت نظر آتی تھی اور وہ انگریزی ترجمہ ہے۔ اب آپ نے جو اس کی توجیہ کی ہے اور واقعات بیان کئے ہیں۔ تو یہ بھی کسی قدر معقولیت کے اندر آ گئی ہے۔ مجھے ان واقعات سے بھی آگاہی نہ تھی اور غالباً اور کئی آدمیوں کو بھی اس سے آگاہی نہ ہو گی۔"

بیعت خلافت کا کرشمہ

پس اب اطمینان کے بعد پھر معترض ہونا صرف بیعت خلافت کا کرشمہ ہے ٭

محمد علی

بکم ۱۰

ناروے سویڈن اور ڈنمارک

ڈنمارک کا رقبہ ۴۴۱۷ ۱ مربع میل ہے اور آبادی ۵۰،۲۵۶، ۵ نفوس پر مشتمل ہے۔ جزیرہ نمائے جٹ لینڈ اور بالٹک کے بہت سے جزائر ڈنمارک میں شامل ہیں۔ ملک کا زیادہ تر رقبہ زیر کاشت ہے۔ ڈنمارک کا دار الخلافہ کوپن ہیگن ہے۔

ڈنمارک کے حکمران کا نام کرسچین دہم ہے۔ عمر تقریباً ۶۹ سال ہے۔ آپ سویڈن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمہوری خیالات رکھتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے گھوڑ سوار ہیں۔ سگار بہت کثرت سے پیتے ہیں۔

ڈنمارک کے وزیر اعظم کا نام تھیوڈور لڈ سٹونگ ہے۔ عمر ۶۶ سال کے لگ بھگ، ہو آپ نے ایک کارخانہ کے منیجر کی حیثیت سے زندگی شروع کی تھی اور دس سال سے ڈنمارک کے وزیر اعظم ہیں۔ سوشلسٹ خیالات رکھتے ہیں۔ آپ نازیوں کے سخت مخالف ہیں اور فطری طور پر جمہوریت پسند ہیں۔

ڈنمارک کی فوج بہت مختصر ہے۔ صرف ۱۰ ہزار کے قریب سپاہ تھی لیکن جنگی خطرات کے پیش نظر اس کو بڑھا دیا تھا لیکن معلوم ہوا ہے کہ ڈنمارک کی یہ فوج دو دن بھی جرمن فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکی اور جرمن فوجوں نے ڈنمارک پر قبضہ کر لیا ہے۔

ناروے جزیرہ نمائے سکنڈے نیویا کے مغربی حصے کا نام ناروے ہے۔ اس کا رقبہ ۱۲۴۹۲۴ مربع میل ہے اور آبادی ۲۸۱ ۴۱ ۹۴ نفوس پر مشتمل ہے۔ کوہستان اور جنگلات سے بھرپور علاقہ ہے۔ کاغذ سازی کیلئے مشہور ہے۔ معدنیات اور تیل بھی ناروے میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے

ناروے کے حکمران کا نام کنگ ہیکن ہشتم ہے۔ عمر تقریباً ۶۸ سال ہے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں سریر آرائے مسند حکومت ہوئے تھے۔ آپ ڈنمارک کے خاندان شاہی کے چھوٹے فرزند ہیں۔ اور موجودہ حکمران ڈنمارک کے حقیقی بھائی ہیں۔ ایک سال ہوا۔ آپ کی ملکہ فوت ہو گئی تھیں۔ جو آنجہانی ملک معظم جارج پنجم کی ہمشیرہ تھیں

وزیر اعظم ناروے

نام موسیو ڈی ایس وولٹ ہے۔ آپ کی عمر ساٹھ سال ہے ایک کارخانہ میں مزدور کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ جنگ عظیم سے قبل آپ نے سات سال امریکہ میں گذارے۔ آپ نے ایک سوشلسٹ لیڈر کی حیثیت سے شہرت اور مقبولیت حاصل کی ہے آپ گذشتہ پانچ سال سے وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر متمکن ہیں۔

سویڈن کا رقبہ ۱۷۳۳۵ مربع میل ہے۔ سویڈن کی آبادی ۲۶۴۴۷۶۱ نفوس پر مشتمل ہے ملک کا ایک چوتھائی حصہ جنگلوں سے بھرا پڑا ہے۔ سویڈن سے غیر ملکوں کو لکڑی اور دوسری مصنوعات جاتی ہیں۔ بہت سا رقبہ زیر کاشت ہے۔ سویڈن کا دار الخلافہ سٹاک ہالم ہے۔

کنگ گسٹوف پنجم حکمران کا نام ہے۔ عمر ۸۰ سال ہے۔ ملک کی تاریخ میں سب سے بوڑھا بادشاہ ہے۔ قد و قامت میں بہت طویل ہیں۔ ٹینس کے بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔ آپ فرانسیسی نژاد ہیں لیکن شکل و صورت سے سکنڈے نیوین دکھائی دیتے ہیں۔

وزیر اعظم سویڈن کا نام البن ہانسن ہے عمر ۵۴ سال ہے۔ سوشلسٹ خیالات رکھتے ہیں۔ آپ بادشاہ کے ذاتی دوست ہیں۔ آپ نے سنہ ۱۹۰۴ء میں ایک کلرک کی حیثیت سے زندگی شروع کی۔ اس کے بعد ایک سوشلسٹ اخبار کے ایڈیٹر بن گئے۔ آپ کی وزارت مخلوط ہے اور اس میں کسان اور مزدور وزیر شامل ہیں۔ (ماخوذ)

جمشیدی نوروز

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

مارچ کے آخری دنوں میں پارسیوں اور ایرانیوں نے نوروز منایا ہے۔ اس تہوار میں یہ لوگ بہت خوشی مناتے ہیں۔ اس دن خیال کیا جاتا ہے کہ سورج پہلے برج میں داخل ہوتا ہے جس کی وجہ سے رات دن برابر ہو جاتے ہیں۔ نوروز کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ ایران قدیم کے ایک نہایت ہی نامور بادشاہ نے جس کا نام جمشید تھا اس تہوار کو قائم کیا۔ سب سے پہلے اس کے زمانہ میں یہ دن سال کا پہلا دن متصور ہونے لگا۔ اسی لئے یہ دن بہت خوشی اور شادمانی کا دن ہے۔

اس تہوار کی ایران میں کچھ شان ہی اور ہے۔ اس دن مذہبی رسومات ادا ہوتی ہیں عظیم الشان جشن منعقد ہوتے ہیں۔ دربار لگتا ہے اور ساری فوج کو بادشاہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔

بادشاہ کے حضور میں تحفے پیش کئے جاتے ہیں اور بادشاہ اس کے عوض میں رؤسا کو خلعت عطا کرتا ہے اور شاہی جود و عطا کی فراوانی ہوا کرتی ہے۔

لوگ دوستوں اور رشتہ داروں سے ملتے ہیں۔ اور مبارکبادیں پیش کرتے ہیں۔ یہ خوشیاں ایک ہفتہ تک جاری رہتی ہیں۔ ایران قدیم میں عورتیں بھی اس تہوار میں برابر کا حصہ لیتی تھیں اور تمام جشنوں میں شامل ہوتی تھیں۔ لیکن جب سے اسلامی عمل دخل ہوا۔ یہ بات مفقود ہو گئی ہے۔

ایران جب عربوں کے قبضہ میں آیا تو انہوں نے تمام قدیم تہواروں کو بند کر دیا۔ لیکن نوروز کا تہوار بدستور سابق قائم رہا عرب خود اس تہوار میں حصہ لیتے تھے۔ آج بھی مسلمان ایران میں اس تہوار کو نہایت گرمجوشی کے ساتھ مناتے ہیں چنانچہ یہاں ہندوستان میں بھی حضور نظام کی مملکت میں اس تہوار کو نہایت شوق اور ذوق سے منایا جاتا ہے۔

پارسیوں میں اس امر پر اختلاف ہے کہ نوروز سال کا پہلا دن ہے یا نہیں۔ آجکل نہایت قلیل تعداد اس دن کو سال کا پہلا دن تصور کرتی ہے۔ ورنہ بحیثیت مجموعی پارسی اس دن کو سال کا پہلا دن تصور نہیں کرتے۔ پارسیوں کی ان ایک چھوٹی سی جماعت ہے جنہیں "فصلی" کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ تہوار موسموں کے تغیر و تبدل کے لحاظ سے مناتے ہیں۔

فصلیوں کی تحریک ابھی ابھی بمبئی میں قائم ہوئی ہے اور پچھلے مہینوں میں اس تحریک کی بعض مذہبی رسومات بھی ادا ہوئی ہیں اور انہوں نے نوروز کے تہوار کو بڑی دھوم سے منایا ہے۔ (ترجمہ)

مارٹن لوتھر اور تجدید مسیحیت

اصلاحات اور فرمان اخراج

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

رومی کلیسا کی پیش بندیاں

اصلاح اور تجدید کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنے کیلئے رومی کلیسا والوں نے اپنے آپ کو تین قلعوں میں محفوظ کیا تھا۔ اول وہ یہ کہتے تھے کہ دنیوی طاقتوں کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہیں۔ روحانی طاقت دنیوی طاقت سے بلند و بالا ہے۔ دوم اناجیل کی وہ آیات جو رومی کلیسا کے خلاف پیش کی جاتی ہیں۔ اس کی تفسیر اور تشریح کا حق صرف پوپ ہی کو پہنچتا ہے۔ سوم۔ دینی امور کے فیصلوں کیلئے صرف پوپ ہی ایک کونسل مقرر کر سکتا ہے۔ مارٹن لوتھر نے ان تینوں قلعوں پر حملہ کر کے انہیں مسمار کر دیا مارٹن لوتھر کے نزدیک یہ تینوں قلعے ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ انہیں ایک دوسرے سے نہایت گہرا تعلق ہے ایک کے گرنے سے تینوں گر جاتے ہیں مارٹن لوتھر کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ آخر اناجیل کی تفسیر کا حق صرف ایک فرد واحد کو کیوں ملنا چاہئے یہ حق ہر عیسائی کو حاصل ہے لیکن اگر جماعت اپنی مرضی سے چاہے تو کسی فرد واحد کو یہ حقوق دے سکتی ہے۔ فرد از خود کچھ نہیں کر سکتا یعنی وہ تمام طاقتیں اور اختیارات جو رومی کلیسا نے صرف پوپ کو دے رکھے تھے مارٹن لوتھر نے وہ سب کے سب جماعت کو دیدئیے۔

اصلاحات کا مطالبہ

مارٹن لوتھر نے بہت سی کتابیں اور پمفلٹ لکھ کر اصلاحات اور تجدید کی تفصیلات کو بیان کیا۔ سب سے زیادہ توجہ اس کی پوپ کے روحانی اختیارات کی نفی پر صرف ہوئی اس کے نزدیک پوپ کو حضرت مسیح سے کوئی نسبت روحانی نہیں کیونکہ پوپ کی زندگی خالص دنیا داروں کی زندگی ہے وہ داد و دہش کا خواہاں ہے اسکا ٹھاٹھ دنیوی رؤسا کا سا ہے اس کے تیور شاہانہ ہیں لیکن مسیح ساری عمر غربت میں ہی سرگرداں رہا اور بالآخر اسی غربت میں صلیب دیا گیا اور اعلان کیا کہ اس کی بادشاہت اس دنیا کی نہیں بلکہ آسمانی بادشاہت ہے ——— پوپ کا طنطنہ اور اختیارات محض ایک دام ہے جس میں بھولے بھالے عیسائیوں کو پھنسانے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ دام پوپ کے کونہ کونہ میں بچھائے گئے ہیں تاکہ غریبوں کی دولت کو سمیٹا جائے۔ مارٹن لوتھر نے ہر ایک امیر، رئیس اور شریف انسان سے اپیل کی کہ وہ پوپ کے ان غاصبانہ طریقوں کے خلاف احتجاج کرے اور جرمن کلیسا کو کاٹ کر رومی کلیسا سے علیحدہ کر دیا جائے جرمن اسافقہ خود مختار ہو کر کلیسا کے کام کو چلائیں۔ پوپ کو ایک مولی سی فوقیت حاصل رہے اور بعض وہ امور جنکا تصفیہ ملک میں نہ ہو سکے انہیں روم بھیج دیا جائے لیکن چھوٹے چھوٹے اور جزوی معاملات ہرگز روم میں نہیں جانے چاہئیں۔ جرمن شہنشاہ کو پوپ کے زیر نگیں نہ ہونا چاہئے پوپ کو شہنشاہ پر کسی قسم کی برتری حاصل نہیں۔

ازدواجی زندگی

پادریوں کی اخلاقی اور اجتماعی اصلاحات کے ضمن میں اس نے جس امر پر زور دیا وہ مجموعی طور پر پادریوں کو ازدواجی زندگی کی تلقین ہے یعنی اس کے نزدیک یہ نہایت ضروری ہے کہ تجرد اور نا کتخدائی کی زندگی کو بالکل موقوف کر دیا جائے۔ اگر بڑے بڑے اسافقہ اپنے لئے شادی کو ضروری نہ سمجھیں تو یہ انکی اپنی مرضی ہے لیکن عام پادریوں کو ضرور شادی کرنی چاہئے۔ انہیں چاہئے کہ انسانوں کی خدمت کے لئے ان میں مل جل کر رہیں اور اس میل جول میں انکا اخلاقی معیار تب ہی قائم رہ سکتا ہے اگر وہ شادی شدہ ہوں۔ انسانوں کو اپنے درد کے درماں کے لئے فرشتوں کی ضرورت نہیں بلکہ نیک نہاد انسانوں کی ضرورت ہے ——— معلوم دیتا ہے کہ مارٹن لوتھر کسی نہ کسی طریقہ سے اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو چکا تھا کیونکہ اس کے خیالات بالعموم اسلام سے عبارت ہیں۔ کسی انسان کو الوہیت کا پیکر قرار نہ دینا بلکہ اسے صرف بشر تصور کرنا۔ پادریوں کو شادی کی تلقین کرنا سیدھے سادے اسلامی اصول ہیں جن سے مارٹن لوتھر سے پہلے عیسائی دنیا واقف نہ تھی ——— مارٹن لوتھر کا تو یہانتک خیال تھا کہ خانقاہوں میں بجائے رہبانیت کے مرکزوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے سکول کھول دینا چاہئے۔ ہر شہر اور قریہ میں ایک سکول ہونا چاہئے یہ ظاہر ہے کہ علم کا شوق ہسپانیہ کی مسلم یونیورسٹیوں سے یورپ میں پھیلا ہے ورنہ اس سے پہلے یورپ کی دنیا محض جہالت کا ایک مرقع تھی ———

اس امر پر بھی زور دیا گیا کہ وہ لوگ جو مرتد اور کافر خیال کئے جائیں انہیں زندہ جلانا یا اور کسی قسم کی بدنی سزائیں نہیں دینا چاہئے بلکہ رفق و ملائمت اور دلائل سے انہیں سمجھانا چاہئے۔ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر روا نہیں ہونا چاہئے مارٹن لوتھر نے جس کتاب میں اپنی اصلاحات کی تجاویز کو پیش کیا وہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی یعنی تھوڑے سے عرصہ میں چار ہزار کاپی نکل گئی اور دوسرا ایڈیشن پریس میں چھپنے کے لئے چلا گیا چنانچہ اس کتاب کی اشاعت پر ہی اس کا اخراج کیا گیا۔

فرمان اخراج

اس کتاب کے قلیل عرصہ کے بعد پوپ کا فرمان اخراج جرمنی میں پہنچا جو شخص اس فرمان کو لیکر آیا اس کا نام اک (   ) تھا یہ شخص بھی الہیات سے واقف تھا اور مارٹن لوتھر سے مباحثہ کر چکا تھا۔ اس فرمان کی عبارت نہایت دلچسپ ہے لیکن ہمارے پاس اتنی جگہ نہیں کہ اسے مکمل طور پر یہاں درج کریں۔ ایک آدھ فقرہ یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

پطرس اور پولوس کی دہائی دے کر لکھا گیا کہ ایک جنگلی سور خداوند کے باغ میں گھس آیا ہے خداوند بیدار ہو اور اپنا انتقام لے وغیرہ وغیرہ۔ مارٹن لوتھر کے ملحدانہ اور کافرانہ الزامات کی وجہ سے اسے کلیسا سے خارج کیا جاتا ہے اور ساٹھ دنوں کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اس ابتلا سے نکل آئے

پوپ کی اندرونی زندگی

ابتدا میں مارٹن لوتھر پوپ کی اندرونی زندگی کے متعلق کچھ بھی لکھنا پسند نہیں کرتا تھا وہ صرف اس کی منصبی حیثیت پر معترض تھا لیکن ایک موقع پر اس نے زندگی کے اس پہلو پر بھی پوپ کو نہایت صدق دل کے ساتھ متنبہ کیا۔ اس نے کہا لیو دہم بذات خود بُرا آدمی نہیں لیکن جس فضا میں وہ ہے۔ وہ ادارہ جہ کی مشغل ہے اور حصہ پاپائی نظام اور علاقے ان تاریخی شہروں سے جو اپنی عیاشی اور بدکرداری کی وجہ سے مشہور رہے کسی صورت میں کم نہیں۔ روم جو کسی زمانہ میں بہشت کا دروازہ تھا اب دوزخ کا جبڑا ہے اس خط کے ہمراہ اس نے ایک پمفلٹ بھی پوپ کو بھیجا جس میں ایک عیسائی کے حقوق آزادی پر تبصرہ کیا گیا تھا۔

مارٹن لوتھر کی نگاہ میں پادریوں اور عام عیسائیوں میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں ہے اس کے نزدیک سب عیسائی برابر ہیں یعنی وہ روحانی لحاظ سے سب کو ایک ہی سطح پر خیال کرتا تھا حقیقت یہ ہے کہ مارٹن لوتھر ملاگری اور پیر دھقانی کو پسند نہیں کرتا تھا وہ پادریوں کے ان تمام حقوق کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ جو انہیں بشریت اور انسانیت کی سطح سے بلند کرتے ہیں اور ان کے اندر مافوق الفطرت خصوصیات پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر یہ بات نہیں ہے کہ تمام عیسائی برابر ہیں اور ہر ایک کو دین کی اشاعت کا حق حاصل ہے تو خدا کبھی ابتدا میں چند ماہی گیروں کے سپرد اشاعت کا کام نہ کرتا۔

فرمان اخراج کا جواب

فرمان اخراج پر مارٹن لوتھر نے بہت سے پمفلٹ لکھے وہ رومی کلیسا کے خبث کو بے نقاب کرنے پر تلا ہوا تھا اس کی طرف سے بانگ دہل اس امر کا اعلان کیا گیا کہ اگر پوپ اپنے فرمان کو واپس نہیں لے گا تو یقین کر لینا چاہئے کہ پوپ بہت بڑا دجال اور خلاف عیسائیت ہے۔ مارٹن لوتھر کے مخالفین اب تشدد پر اتر آئے تھے چنانچہ انہوں نے شہنشاہ کو بھی اس کے خلاف کارروائی کرنے پر ابھارا اور شہنشاہ نے اس امر کی اجازت دے دی کہ مارٹن لوتھر کی تصانیف کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس کی کتب ملک کے ایک حصہ میں مجمع عام میں جلائی گئیں جس کے جواب میں مارٹن لوتھر نے پوپ کے فرمان اخراج اور دیگر کلیسائی کتب کو ایک بہت بڑے مجمع میں آگ لگا دی اور اپنے اس اقدام کی تائید میں ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں بتلایا گیا کہ پوپ کا فرمان اور دیگر لٹریچر چونکہ کتب مقدسہ کے خلاف ہے اس لئے اسے نذر آتش کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اناجیل سے سند پکڑ کر اس امر کو ثابت کیا کہ پوپیت کا منصب اور اختیارات بالکل اناجیل کی حقیقی روح کے منافی ہیں۔ رومی کلیسا کے جن عقائد میں بڑے زور سے کہا گیا ہے کہ ”پوپ زمین پر خدا کے مترادف ہے آسمانی زمینی روحانی اور دنیوی امور پر اسے اختیار مطلق حاصل ہے۔ اسے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو“۔ مارٹن لوتھر نے ان اختیارات اور تصرفات کی تردید کی اور انہیں ہر لحاظ سے بالکل باطل ثابت کیا۔

مارٹن لوتھر نے قریباً تمام راہبانہ قیود اور پابندیوں کو بھی ترک کر دیا اور ویسے بھی فرمان اخراج کی وجہ سے رومی کلیسا اسے ان قیود سے آزاد کر چکا تھا۔

لوتھر کے ان اقدامات سے ملک بھر میں ایک آگ سی لگ گئی اور اس کی عافیت کافی حد تک معرض خطر میں پڑ گئی لیکن بہت بڑے بڑے سردار اور رؤسا اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے جن سے اس کے بلند مقاصد کو تقویت حاصل ہوئی سارے جرمنی میں اتنا شور تھا کہ شہر قصبات اور دیہات ایک میدان رستخیز بن رہے تھے۔ بعض من چلے تیر و تفنگ پر بھی اترنے کو تیار تھے لیکن مارٹن لوتھر نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ دیکھو میں مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے خون ریزی کو جائز نہیں سمجھتا خدا کے کلام سے دنیا فتح ہوئی خدا کے کلام سے کلیسا محفوظ ہوا۔ خدا

مراسلات

گوجرانوالہ میں قادیانیوں سے مناظرہ

پہلا مناظرہ کفر و اسلام پر

ماہ مارچ کے آخر میں مولانا احمد یار صاحب ایم اے مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اپنے کسی ذاتی کام کے لئے گوجرانوالہ تشریف لائے۔ قادیانی جماعت کے چند اشخاص کے ساتھ ان تبادلہ خیالات ہوا۔ مولانا موصوف کے واپس تشریف لیجانے کے ان کے بعض ممبروں کی طرف سے تحریک ہوئی کہ دونوں جماعتوں بین مختلف فیہ مسائل پر ایک باقاعدہ مناظرہ ہو جائے ہماری سے فی الفور منظوری دیدی گئی۔ چنانچہ ۳۱ مارچ کو مسئلہ سلام اور نبوت حضرت مسیح موعود پر دونوں جماعتوں کے ن مناظرہ ہوا۔

ہماری طرف سے مولانا احمد یار صاحب مناظر تھے پل قادیان کی طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری ری محمد نذیر صاحب لائلپوری اور مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اس غرض کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہماری طرف سے جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب اور جناب شیخ محمد حسین صاحب نے ان کے سیکرٹری کے ساتھ طے کر لیا تھا کہ مناظرہ تین موضوعوں پر ہوگا مسئلہ کفر و اسلام۔ نبوت مسیح موعود اور خلافت مسیح موعود۔ ساتھ یہ بھی ان پر واضح کر دیا تھا۔ کہ بحث بھی اسی ترتیب سے ہوگی۔ یعنی پہلے مسئلہ کفر و اسلام پر مناظرہ ہوگا۔ مگر لنجوائے چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ قادیانی حضرات اپنے باطل عقیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ پر تبادلہ خیال کرنے سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے شیر سے گیدڑ۔ پہلے پہل تو قادیانی مناظر مولوی اللہ دتا صاحب اور ان کے حواریوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ پیالہ ہی ٹل جائے اور مسئلہ کفر و اسلام پر بحث ہی نہ ہو۔ مگر جب بموجب شرائط انہیں مجبور کیا گیا تو پھر اس بات پر اڑ گئے کہ پہلے ہم نبوت پر مناظرہ کریں گے۔ آخر ان کی طرف سے جناب شیخ صاحب دین کے صاحبزادے تشریف لائے اور کہنے لگے کہ آپ آئیں ہم شرائط کی پابندی کریں گے۔ اور پہلے مناظرہ کفر و اسلام پر ہی ہوگا۔

جلسہ گاہ میں پہنچنے پر ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جبکہ مولوی اللہ دتا صاحب نے شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلے نبوت کے متعلق مناظرہ کرنے پر اصرار کیا۔ جماعت احمدیہ کے مناظر مولانا احمد یار صاحب نے صاف طور پر کہدیا کہ میں ہر طرح سے تیار ہوں جس موضوع پر آپ چاہیں۔ اس پر پہلے مناظرہ کر لیں مگر یہ بات فریقین کے طے کردہ شرائط کے خلاف ہوگی۔ اگر جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب قادیانی حضرات پر زور نہ دیتے تو قادیانی مناظر یقیناً راہ فرار اختیار کرتے۔ آخر بڑی ردوکد کے بعد مولوی اللہ دتا صاحب نے مسئلہ کفر و اسلام پر مناظرہ کرنا قبول کیا۔

احمدی مناظر مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے نہایت احت کے ساتھ حضرت اقدس کی کتب سے ثابت کر دیا کہ آپ نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ حضور نے بطور اصول کے تریاق القلوب میں ارشاد فرمایا ہے۔

ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

حاشیہ۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

پھر مولانا صاحب نے ازالہ اوہام کے حوالہ سے ثابت کیا۔ کہ حضرت اقدس نے تکفیر سے کس قدر نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر قادیانی حضرات نادان دوست کی طرح اسے حضرت اقدس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

"خدا سے ڈرو اور یہ سوتہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھلاؤ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ"

پھر احمدی مناظر نے کہا کہ مندرجہ ذیل اشعار میں حضرت اقدس نے تکفیر کو علماء سوء کا شیوہ قرار دیا ہے۔ مگر آج آپ ایسے قبیح فعل کو حضرت اقدس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کا۔ گویاں را چرا کافر ہمی نام اے اخی
گر تو داری خوف حق رو بیخ کفر خود برار
گر کنی تکفیر قوم خود چہ کار کردۂ
دد اگر دل جھودے را در اسلام اندر آر

ان اشعار کے جواب میں قادیانی مناظر نے کہا کہ کلمہ گو سے مراد حضرت اقدس کے ماننے والے ہیں۔ ان کی تکفیر کو حضور نے برا منایا ہے۔ ورنہ اگر قادیانی حضرات دیگر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں تو حضرت اقدس نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ مگر جب دوسرے شعر کے مطلب کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی گئی۔ تو ایسی چپ سادھی کہ صدائے بر نخاست۔ پہلے دو حوالوں کو چھوڑتے ہوئے قادیانی مبلغ نے "حقیقۃ الوحی" کے ایک سوال کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ یہی ایک عبارت ہے جس پر قادیانی مبلغ نے اپنے ہوائی قلعہ کی بنیاد تعمیر کی۔ مگر احمدی مبلغ نے اس کی وہ تشریح کی۔ اور اس کے بالمقابل حضرت اقدس کے دو اقوال پیش کئے کہ قادیانی ہوائی قلعہ دھڑم سے نیچے آ رہا۔ احمدی مبلغ نے بتایا کہ اس نفی سے مراد نفی کمال ہے نہ نفی مطلق۔ جیسا کہ حضور نے خود اس کے بعد اس کی تشریح فرمائی ہے۔

"اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ ما زنا زان وھو مومن وما سرق سارق وھو مومن۔ یعنی کوئی زانی زنا کی حالت میں اور کوئی چور چوری کی حالت میں مومن نہیں ہوتا پھر منافق نفاق کی حالت میں کیونکر مومن ہو سکتا ہے

اگر یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے کہ کسی کو کافر کہنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے تو اپنے مولویوں کا فتویٰ مجھے دکھلا دیں میں قبول کر لوں گا۔ اور اگر کافر ہو جاتا ہے تو دو سو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کر دیں۔ پھر اس کے بعد حرام ہوگا کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں۔ بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت ان میں نہ پائی جائے"

پھر احمدی مناظر نے یہ کہا کہ حضرت اقدس نے کشتی نوح میں لکھا ہے کہ جو شخص پانچ وقت نماز باجماعت نہیں پڑھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو اپنے ہمسایہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ اب اس لحاظ سے کتنے قادیانی ہیں جو اپنے آپ کو حضرت کی جماعت میں شمار کر سکتے ہیں میرے خیال میں اس طرح تو خود خلیفہ صاحب بھی احمدی نہیں ہو سکتے جیسا کہ ان کے طرز عمل سے ظاہر ہے۔ پھر احمدی مبلغ نے اسی حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ سے ایک اور حوالہ پیش کیا جس سے ان کے جھوٹ کا سارا تار و پود بکھر گیا۔

" پھر اس جھوٹ کو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ . . . . کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوائے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرا دیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اس پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے "

پھر احمدی مبلغ نے حضرت اقدس کا فتویٰ درباره نماز جنازہ غیر احمدی جو تکفیر و تکذیب نہ ہو پیش کیا۔ مگر قادیانی مناظر اصل مسئلہ کو چھوڑ کر کبھی حضرت صاحب کی غیر تشریعی نبوت میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ۔۔۔ اور کبھی حضرت اقدس کے الہامات میں گم ہو جاتا۔ احمدی مناظر نے الہامات کے بارہ میں ایک اصولی جواب دیدیا۔ کہ حضرت اقدس اپنے الہامات کو ہم لوگوں سے بہتر سمجھتے تھے۔ ہم حضور کے الہامات کو آپ کی دیگر تحریرات کی روشنی میں دیکھیں گے۔

اس پر قادیانی مناظر نے کہا کہ ایک طرف خدا کا کلام ہے اور دوسری طرف بندے کا اجتہاد ہے۔ ہم اس اجتہاد کو ہرگز ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ جو خدا کے کلام کے خلاف ہے۔ یعنی حضرت اقدس کی جتنی اس قسم کی تحریرات ہیں جو اس سے قبل عرض کر چکا ہوں وہ قادیانی حضرات کے نزدیک غلط اور قابل قبول نہیں۔ ایک طرف تو حضرت صاحب کو نبی کا مقام دیتے ہیں اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپ کی کھلی کھلی اور واضح عبارات کو ٹھکراتے ہیں۔ اب "حقیقۃ الوحی" کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ کیا اس میں کسی تاویل یا اعتراض کی گنجائش ہے مگر قادیانی حضرات ہیں کہ "نہ مانیں گے" کی رٹ لگا رہے ہیں جتنے غیر از جماعت دوست موجود تھے۔ وہ قادیانی مناظر کی تاویلات رکیکہ اور اسلام کے ساتھ تمسخر کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ یہ ظاہر تو اپنے آپ کو اسلام کے خادم کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ اسلام اور مسلمانوں کے پکے دشمن [illegible] ایم۔ اے کی راست گفتاری اور دلائل کا ان سب پر بہت اچھا اثر رہا۔ (باقی آئندہ) نامہ نگار

رفتارِ عالم

ہندوستان

۱۹ مارچ کے حادثہ کی تحقیقات شروع ہوگئی مسلم لیگ کی قرارداد کے متعلق ہندوؤں کی چیخ پکار

— لاہور ۱۰ اپریل۔ خاکساروں اور پولیس کے درمیان ۱۹ مارچ کے تصادم کے متعلق حکومت پنجاب نے لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ اور چودھری نعمت اللہ سابق جج الہ آباد ہائیکورٹ پر مشتمل جو تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی ہے آج اس کا پہلا اجلاس کارروائی کے متعلق ابتدائی امور طے کرنے کیلئے منعقد ہوا اور بہت سی باتیں طے ہوئیں۔ باقاعدہ تحقیقات کل سے شروع ہوگی۔

— خلیفہ شجاع الدین خاکساروں کی طرف سے وکیل مقرر ہوئے کمیٹی کا اجلاس ہر روز صبح دس بجے سے ۲½ بجے دوپہر تک ہوگا۔ سماعت سوالات وجوابات کی شکل میں ہوگی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی باتیں زیر بحث آئیں۔ جن میں سے بعض طے ہوئیں۔

— لاہور ۱۰ اپریل۔ حکومت پنجاب نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعے اس امر کی ضمانت دی ہے۔ کہ جو کوئی شخص تحقیقات میں امداد دے۔ یا کمیٹی کے سامنے شہادت پیش کرے۔ یا وکیلوں کو پیروی کے متعلق ہدایت کرے۔ محض اس بنا پر گرفتار نہیں کیا جائے گا کہ وہ خاکساروں کی جماعت کا ممبر ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس نے خاکساروں کی وردی نہ پہن رکھی ہو۔ یا اس کے پاس بیلچہ نہ ہو۔ یا وہ کسی جلوس یا مظاہرہ میں حصہ نہ لے۔

— لاہور ۱۱ اپریل۔ آج ہائیکورٹ میں تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو ۱۹ مارچ کو خاکساروں اور پولیس کے مابین تصادم کی باقاعدہ تحقیقات شروع ہوئی۔ پولیس کا ہائیکورٹ کے اندر اور باہر زبردست پہرہ تھا آج صبح ساڑھے سات بجے جج صاحبان نے جائے وقوعہ کا معائنہ کیا جو کافی عرصہ تک جاری رہا۔

— آج مسٹر سلیم ایڈووکیٹ جنرل نے استغاثہ کی کہانی بیان کی اور مسٹر بیسٹ ڈپٹی انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی پنجاب کی شہادت ہوئی۔ مسٹر موصوف نے اپنی شہادت کے دوران میں کہا کہ خاکساروں کی تعداد ہندوستان بھر میں سترہ اور بیس ہزار کے درمیان ہے۔

— بمبئی ۱۱ اپریل۔ گاندھی جی نے ہندوستان کی تقسیم کے متعلق اپنے اخبار "ہریجن" میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ تمام مسلمان اس سکیم کے حق میں نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں مسٹر جناح نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ کہ مسلم انڈیا کے قیام کی قرارداد کی حمایت پر سارا اسلامی ہند ہے۔ جس کا ثبوت گاندھی جی کو ۱۹ اپریل کو مل جائے گا۔

— علاوہ ازیں مسٹر جناح نے اپنے اس بیان میں مسلمانان ہندوستان سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ ۱۹ اپریل کو تمام ہندوستان میں "یوم پاکستان" منا کر اپنے "پاکستانی ہونے کا ثبوت بہم پہنچائیں۔

— ہندوستان کے طول وعرض میں ہندوؤں نے مسلم لیگ کی قرارداد کے متعلق طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے۔ نہایت وسیع پیمانہ پر اس قرارداد کے خلاف پرکذب اور معاندانہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔

— لکھنؤ میں شیعہ سنی نزاع بدستور جاری ہے۔ حالات روز بروز زیادہ تشویشناک ہو رہے ہیں۔

— کراچی ۱۰ اپریل کراچی سے تقریباً ۰۰ میل کے فاصلے پر کراچی حیدرآباد روڈ پر کوئلہ کی ایک بہت بڑی کان کا پتہ لگایا گیا ہے۔

— کلکتہ ۱۰ اپریل حکومت بنگال نے ۱۲ اپریل سے چھ ماہ کی مدت کیلئے جلسے اور جلوسوں پر پابندی لگا دی ہے۔ جو لوگ جلسہ کرنا چاہیں انہیں پولیس کمشنر کلکتہ سے اجازت طلب کرنا پڑے گی۔

— بمبئی ۱۰ اپریل آج مسٹر جناح دہلی سے یہاں پہنچے۔ ریلوے سٹیشن پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔

— نئی دہلی ۱۰ اپریل آئندہ ہفتہ کے دوران میں آرمی ہیڈکوارٹر شملہ جانا شروع ہو جائیں گے اور سیکرٹریٹ [illegible] اپریل کو یہاں بند ہو کر شملہ میں ۲۲ اپریل کو کھلے گا۔

— گزشتہ ہفتہ ڈاکٹر ٹیگور اور گاندھی جی کے مشہور یورپین رفیق پادری اینڈریوز کا کلکتہ میں انتقال ہو گیا۔

— لاہور ۸ اپریل مسٹر بیٹی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور جو ۱۹ مارچ کو خاکساروں اور پولیس کے تصادم کے دوران میں شدید زخمی ہو کر میو ہسپتال میں زیر علاج تھے آج انتقال کر گئے آپ کا جنازہ فوجی اعزاز کے ساتھ اٹھایا گیا اور ضلع کچہری اور متعلقہ ادارے نصف دن کیلئے بند کر دیئے گئے۔

— پشاور ۸ اپریل۔ شنبہ کے روز دتا خیل میں فقیر ایپی کا ایک ایجنٹ ڈاکٹر ذکاء اللہ گرفتار کر لیا گیا ہے معلوم ہوا ہے کہ وہ ضلع گوجرانوالہ کا باشندہ ہے۔

— تمام اسلامی ہند میں عید میلاد النبیؐ منانے کی وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔

— پٹنہ ۱۱ اپریل۔ آنریبل مہاراجہ دربھنگہ کو بٹالین ۱۱ کا اعزازی کرنل مقرر کیا گیا ہے۔

ممالک خارجہ

یورپ میں شدید جنگ ڈنمارک اور ناروے پر جرمنی کا شدید حملہ

— یورپ میں شدید جنگ شروع ہوگئی ہے لیکن اس کی ابتداء مغربی محاذ کی بجائے شمالی یورپ سے ہوئی ہے۔ ۹ اپریل کو جرمنی نے اچانک ڈنمارک اور ناروے پر حملہ کر کے پورے ڈنمارک اور ناروے کے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ سویڈن، بلجیم اور ہالینڈ وغیرہ جرمنی کے اس خطرناک اقدام کی وجہ سے سخت خطرہ محسوس کر رہے ہیں لیکن بایں وہ پوری جرأت اور تیاری کے ساتھ حالات کا مقابلہ اور اپنی آزادی کی حفاظت کیلئے تیار ہیں۔

— لندن ۹ اپریل آج جرمنی نے اچانک ڈنمارک اور ناروے پر حملہ کر دیا۔ ڈنمارک نے نازی تشدد سے تنگ آ کر جرمنی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اب حکومت ڈنمارک جرمن فوجی انتظام کے ماتحت اپنے فرائض انجام دے گی جرمن فوجوں نے ڈنمارک کی فوجوں سے رابطہ پیدا کر لیا ہے۔ ڈنمارک کے بادشاہ اور وزیراعظم نے حکومت کے فیصلہ کا اعلان کرتے ہوئے عوام سے اپیل کی ہے۔ کہ مدافعت کی کوشش نہ کی جائے۔

— لندن ۹ اپریل۔ ناروے کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرمنوں نے ناروے کے کئی مقامات پر قبضہ کر لیا ہے اور حکومت ناروے۔۔ اپنے صدر مقام اوسلو سے وسط ملک کے ایک مقام ہمار کو چلی گئی ہے اعلان جنگ دے دیا گیا ہے۔

— لندن ۹ اپریل۔ آج برطانوی دارالعوام میں وزیراعظم نے اعلان کیا۔ کہ برطانیہ اور فرانس کی فوجیں ناروے کے لئے اس کے سمندر میں پہنچ چکی ہیں۔۔۔۔۔۔ برطانیہ نے ناروے کو پوری امداد کا یقین دلایا ہے۔ آج نارو کے سمندروں میں اتحادی بیڑے اور جرمن جہازوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔

— لندن ۱۰ اپریل۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ناروے اور جرمنی کی فوجوں میں مقام ہمار کے نزدیک شدید جنگ شروع ہو گئی ہے۔ حکومت ناروے نے اپنے نئے دارالحکومت سے اور دور چلی گئی ہے۔

— لندن ۱۱ اپریل۔ جرمنی ریڈیو نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ ناروے کی حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور صلح کی گفت وشنید شروع کر دی ہے لیکن ناروے کے وزیراعظم نے اس کی تردید کر دی ہے۔

— لندن ۱۰ اپریل ناروے کے سمندروں میں برطانی اور جرمن بیڑے کے درمیان گزشتہ آٹھ گھنٹے سے خونریز جنگ جاری ہے مسٹر چیمبرلین وزیراعظم برطانیہ نے دارالعوام میں اس جنگ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جرمنی کے سات مال بردار جہاز ڈبو دیئے گئے ہیں۔ ایک جرمن تباہ کن اور تین دوسرے جہازوں کو نقصان پہنچا ہے۔ آج صبح چھ جرمن جنگی جہازوں کا پانچ برطانوی تباہ کن جہازوں سے مقابلہ ہوا "ہنٹر" نامی برطانوی جہاز غرق ہو گیا۔

— لندن ۱۱ اپریل۔ سویڈن نے اپنی تمام محفوظ سپاہ کو بلا لیا ہے۔ ہوائی حملوں سے محفوظ رہنے کے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ بلجیم اور ہالینڈ کی حکومتیں بھی مقابلہ کیلئے بالکل تیار ہو گئی ہیں۔

— لندن ۹ اپریل معلوم ہوا ہے۔ کہ ڈنمارک پر قبضہ کے بعد کوپن ہیگن کا برطانی سفیر اور اس کا عملہ جرمنوں [illegible] گرفتار کر لیا ہے۔ یہ اقدام بین الاقوامی دستور کی شدید خلاف ورزی ہے تاہم اس بات کا امکان ہے کہ افراد عملہ کو جلد رہا کر دیا جائے گا۔

— پیرس ۱۱ اپریل۔ ناروے کے بادشاہ نے اعلان کیا ہے کہ ناروے کی فوجیں اتحادی فوجوں کے ساتھ مل کر جرمن حملہ کا مقابلہ کریں گی تاہم ایک اعلان کے ذریعہ ناروے کے باشندوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی آزادی کو بچانے کیلئے پوری قوت اور طاقت کیساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ جاری رکھیں۔

— حکومت برطانیہ نے ڈنمارک کو حریف ملک قرار دیکر اس سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اسی طرح ہندوستان، جنوبی افریقہ، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور کینیڈا کی حکومتوں نے بھی ڈنمارک سے اپنے تعلقات قطع کر لئے ہیں اور ناروے اور ڈنمارک کے جہازوں پر پابندیاں عاید کر دی ہیں ان حکومتوں نے ڈنمارک سے سلسلہ اصلات بھی ختم کر لیا ہے۔

— لندن ۱۱ اپریل آج مسٹر چرچل نے دارالعوام میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ بحر شمال اور ناروے کے سمندروں میں جنگ کا سلسلہ اتوار کی شام سے جاری ہے اس جنگ میں برطانیہ کے چار جہاز تباہ ہو گئے ہیں۔ پانچ کروزروں کو نقصان پہنچا ہے اور دو آبدوزیں غرق ہوئی ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں جرمنی کے ۱۲ طیارے، ۱۶ تجارتی جہاز، ۱۸ گنتی جہاز، دو تباہ کن جہاز اور پانچ آبدوزیں تباہ ہوئی ہیں مستغرق ہونے والے جرمن جہازوں کا مجموعی وزن ۵۴ ہزار ٹن ہے۔

— لندن ۱۱ اپریل۔ شمالی سمندر اور اوسلو کی کھاڑی اور ناروے کے ساحل پر جرمن اور اتحادی بیڑے کے درمیان خوفناک جنگ جاری ہے ناروے کے ساحل کے قریب سینکڑوں میلوں میں تباہی کے دلدوز اور دلخراش مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں۔

— لندن ۱۱ اپریل آج اتحادی بیڑا اوسلو کی کھاڑی میں داخل ہو گیا ہے۔ ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ برطانی بیڑے نے برگن، بیگن اور نارویگ کی بندرگاہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

اسلامی تہذیب

(از جناب ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسٹر نہرو کی تحریر کا ایک اور اقتباس

قبل ازیں کہ میں اسلامی تہذیب کی بنیاد کا تجزیہ کروں مسٹر نہرو کی تحریر سے ایک اقتباس اور پیش کروں گا جو اس بات کی عمدہ مثال ہے کہ کس طرح انہوں نے فروعات کو اصول سمجھ رکھا ہے۔ اور کس طرح حقیقت سے آنکھیں بند کر لینے کی عادت کا ثبوت دیا ہے۔

"اقوام بہت عرصہ تک اپنی مخصوص روایات مثلاً زبان، عادات طرز فکر وغیرہ قائم رکھ سکتی ہیں۔ لیکن یہ مشین کا زمانہ اور سائنس سفر کی سہولت، اخبار عالم کی سرعت اشاعت۔ ریڈیو سینما، وغیرہ یہ چیزیں ان کو زبردستی متحد کرتی چلی جائیں گی۔ کوئی شخص اس یقینی رجحان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور صرف ایک عالمگیر حادثہ جو اس موجودہ تہذیب کو فنا کر دے اس رو کا مقابلہ کر سکتا ہے بلاشبہ ہندو اور مسلم فلسفہ حیات میں بہت کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب ان دونوں کا موجودہ سائنٹفک اور صنعتی نظریہ حیات سے موازنہ کیا جاتا ہے تو وہ اختلافات ہیچ نظر آتے ہیں۔ کیونکہ آخر الذکر اور اول الذکر ہر دو امور میں ایک زبردست خلیج حائل ہے۔ ہندوستان میں اصلی کشمکش ہندو تہذیب اور مسلم تہذیب میں نہیں ہے۔ بلکہ ان دونوں اور فاتحانہ سائنٹفک تہذیب کے مابین ہے۔ جو موجودہ دور کی پیداوار ہے۔ جو لوگ اسلامی تہذیب کی حفاظت کے آرزومند ہیں انہیں ہندو کی طرف سے چنداں متفکر ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہندو اور مسلم تہذیبوں کو بچانے کی کوشش اور موجودہ سائنٹفک اور صنعتی تہذیب کا مقابلہ کرنے کی کوشش انجام کار ناکام ہو گی۔ اور میں اس ناکامی کا افسوس کے ساتھ مشاہدہ کروں گا۔"

پنڈت نہرو کی زبردست غلطی

اس اقتباس میں مسٹر نہرو نے دو چیزوں میں امتیاز قائم کیا ہے ایک وہ جو ہر قوم کی خصوصیات سمجھی جاتی ہیں۔ مثلاً زبان، عادات طرز فکر اور فلسفہ حیات۔ اور دوسری وہ جو مشترکہ طور پر سب کو متاثر کر سکتی ہیں۔ مثلاً زمانہ مشین کے نتائج۔ سرعت سفر کثرت اخبار سینما، ریڈیو وغیرہ۔ مسٹر نہرو کی رائے میں آخر الذکر وہ چیز ہے جو لوگوں کی تہذیب کو متشکل کرتی ہے اور یہیں انہوں نے زبردست غلطی کھائی ہے۔ انہوں نے ایک کو دوسری کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔ جن باتوں کو وہ ملی خصوصیات سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً زبان، روایات، عادات اور طرز فکر۔ اور ان کے علاوہ اور بھی کئی عناصر ہیں۔ اور یہی امور کسی قوم کی تہذیب کے عناصر ترکیبی ہوتے ہیں مسلمان اپنی باتوں کو ہندوستان میں محفوظ رکھنے کے آرزومند ہیں۔ جس طرح مسٹر گاندھی ان باتوں کو محفوظ رکھنے کی فکر میں ہیں۔ جو ہندو تہذیب کی خصوصیات ہیں۔

تہذیب میں مشینوں کی حیثیت

جو چیزیں زمانہ مشین کی پیداوار ہیں۔ مثلاً سینما اور ریڈیو، ان کے متعلق ہر شخص خود اپنے دل میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ کیا وہ انہیں وہی مرتبہ دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں ہماری قومی سرگرمیوں میں اس مرتبہ کی حقدار نہیں ہیں۔ یہ تو عارضی چیزیں ہیں۔ آئے دن بدلتی رہتی ہیں۔ ہمارے لئے وہ غیر مشخص طاقتیں ہیں۔ جس طرح بجلی۔ کوئی شخص اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کے استعمال کا طریقہ نہ جانتا ہو۔ اور اس قسم کا علم مقصود بالذات نہیں ہوا کرتا کیونکہ وہ تہذیب کا مظہر نہیں۔ برعکس اس کے جو چیز زندگی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ وہ وہ مقصد ہے جس کے لئے بجلی کو استعمال کیا جائے۔ یا وہ روح جو اس کے استعمال کے پس پردہ کام کرتی ہے۔ آپ برقی قوت کو اپنی آسائش اور راحت کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اور دوسروں کو فنا کرنے کے لئے بھی جس طرح کہ آجکل یورپ میں ہو رہا ہے۔ اصلی چیز مقصد ہو اور یہی مقصد یا نظریہ حیات وہ چیز ہے جو ایک قوم کی تہذیب کو دوسری قوم کی تہذیب سے متمیز کرتی ہے۔

عالمگیر تہذیب کس طرح قائم ہو سکتی ہے

اشیائے سائنس کی بدولت آپ دنیا میں ایک مشترکہ تہذیب کبھی ہرگز قائم نہیں کر سکتے۔ مشین صرف زندگی کے خارجی پہلوؤں میں یکسانیت پیدا کر سکتی ہے اور یہ محض سطحی امور ہیں۔ وہ آپ کی روح پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اور عالمگیر ذہنیت پیدا نہیں کر سکتے جس کی بنا پر ایک عالمگیر تہذیب معرض وجود میں آ سکتی ہے۔ علاوہ بریں عالمگیر تہذیب اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے۔ جب انسان اپنی روح کی گہرائی۔ عالمگیر اخلاقی یا روحانی ضابطہ حیات کے ساتھ مطابقت کرنا سیکھ جائے۔

پروفیسر نارمن بی وینٹوچ لیکچرار بین الاقوامی قانون صلح عبرانی یونیورسٹی یروشلیم لکھتے ہیں کہ "ہمارے زمانہ کی سیاسی مشکلات میں سے سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر موجودہ سائنس نے بنی آدم کے اختلاط و ارتباط میں بہت سہولت پیدا کر دی ہے اور اقوام عالم کے مابین زمان و مکان کے فاصلہ کو تقریباً نابود کر دیا ہے۔ لیکن بین الاقوامی تعلقات کو کسی اخلاقی ضابطہ کے ماتحت لانے کیلئے کوئی کوشش نظر نہیں آتی۔ دنیا کی اقوام سیاسی اور اقتصادی دونوں پہلوؤں سے ایک دوسرے کی دست نگر ہیں۔ جاپان اور امریکہ کے تعلقات کی نوعیت کا اثر یقینی طور پر یورپ اور امریکہ تک کے ممالک پر پڑے گا۔ اور جب تک مختلف ممالک کے تعلقات کو کسی اخلاقی ضابطہ کے ماتحت نہ رکھا جائے اس وقت تک دنیا کا امن برابر خطرہ میں رہے گا۔ اقوام عالم کے مذاہب جو اخلاقی اصولوں کے علمبردار ہیں اور امن و عدل کے تصورات میں اشتراک رکھتے ہیں۔ اس ضابطۂ اخلاق کی تشکیل کا بہترین ذریعہ بن سکتے ہیں جس کا وجود تہذیب عالم کے قیام کے لئے ضروری ہے۔"

اسلامی تہذیب کی بنیادی خصوصیات

یہ وہ صداقت ہے جس کا احترام ہر شخص پر واجب ہے۔ آپ اس ملک میں محض سطحی امور کی بنا پر کوئی پائیدار قومیت پیدا نہیں کر سکتے۔ تہذیب کا مرکز اصلی، انسانی دماغ ہے۔ جو اپنے آپ کو زندگی کے مختلف افعال میں ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے ابدان میں ارتباط پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ رواداری کے اخلاقی قانون کو بنیاد بنایا جائے چونکہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں اس امر کی صراحت کر دینی چاہئے کہ اسلامی تہذیب سے ہمارا مفہوم کیا ہے؟

اسلامی تہذیب نہ عربی ہے نہ ایرانی۔ جیسا کہ پنڈت جی نے فرض کیا ہے اور وہ نسلی ہے نہ قومی۔ بلکہ وہ قرآنی ہے۔ اور اگر آپ پسند کریں۔ تو اسے مذہبی تہذیب کہہ لیجئے۔ لیکن قرآنی تہذیب کے معاملہ میں کسی مسلمان کو مذہب کی بنا پر جمع ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کا مذہب وہ مفہوم نہیں رکھتا جو عرف عام میں سمجھا جاتا ہے۔ وہ نہ محض غور و فکر پر قائم ہوا ہے نہ خانقاہیت پر، نہ رہبانیت پر، نہ وہ محض چند رسوم کا مجموعہ ہے۔ جن کو آبائی پیشہ والے پروہت انجام دیں۔ اور نہ وہ محض عقیدہ یا ایمان کا نام ہے۔ (رسالہ اشاعت اسلام)

معاصرین کے افکار

باطل کی سرگرمیاں

بائبل (گویا مجموعہ توریت و انجیل) کی تقسیم و اشاعت کیلئے جو مجلس ہندوستان میں مسیحیوں کی قائم ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر و کارگزار انجمن "برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی" (ناگپور) ہے۔ تنہا اس انجمن کا کارنامہ یہ ہے کہ یہ اوسطاً

ہر سال ۷۵ ہزار نسخے بائبل کے ہندی میں شائع کرتی رہتی ہے۔ اور

״ ״ ۸۰ ״ ״ ״ بنگالی میں ״ ״ ״

سوسائٹی مذکور ہندوستان میں ۱۸۱۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی سال اس نے ۲۰۵۰ نسخے شائع کئے اب ہر سال اوسطاً ۲ لاکھ ۴ ہزار نسخے ۴۹ ہندوستانی اور ۲۶ بیرونی جماعتوں میں شائع کرتی رہتی ہے تقریباً تین ہزار کاپیاں بائبل کی کلکتہ ڈھاکہ اور پٹنہ یونیورسٹیوں کے میٹرک پاس طلبہ کو ان کی درخواست پر مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ (اسٹیٹسمین ۱۶ مارچ ۴۰ء)

باطل کوششوں کے ان بے پناہ اعداد کے بعد اہل حق ذرا اپنے حال کی طرف بھی رجوع کریں۔ اور سوچیں کہ اپنی کتاب کو بیگانوں تک پہنچانے میں سعی بلیغ کا کوئی سا بھی حق بجا لا رہے ہیں۔

رجز قدیم کی بازگشت

"میرا پیام بحیثیت یونیورسٹی چانسلر اور وزیر خارجہ برطانیہ یہ ہے"۔ آکسفرڈ یونیورسٹی کے چانسلر نے ۲ فروری کو طلبہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ تم اپنی نسل پر اتنا فخر اپنے اندر پیدا کرلو کہ اس کی عزت اور اس کے تحفظ کے لیے تاریخ عالم اور دونوں کی بقا کے لیے اپنی جانیں لڑا دو کشمکش یقیناً سخت ہے۔ ممکن ہے طویل بھی ہو، اور اتنا تو بہرحال یقینی ہے کہ ہم کو اپنی قوم کی قوت سے کوئی چیز بھی دریغ نہ رکھنی چاہئیے۔

(اسٹیٹسمین ۱۶ مارچ ۴۰ء)

آکسفرڈ یونیورسٹی کے چانسلر نے عصبیت وطنی اور عصبیت نسلی کا یہ جو نعرہ بلند کیا اور یہ تہمت برطانیہ پر موقوف نہیں۔ جرمنی، روس۔ اٹلی۔ فرانس۔ امریکہ۔ جاپان۔ مہذب دنیا کا کونسا ملک اس صدا کے لگانے میں دوسرے سے پیچھے ہے۔ سو اس نعرہ جدید اور عرب کی عصبیت کے نعرہ قدیم کے درمیان اصولی حیثیت سے آخر فرق کیا ہے۔ (صدق)

قومی جہاد

مسٹر نے تمام کیتھولک پادریوں کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ آئندہ سے اپنے تمام گرجوں کی آمدنی کا دس فی صدی حصہ حکومت کو ادا کیا کریں (۲) برطانیہ میں ۸۰ لاکھ پونڈ کے خرچ سے دس ہزار ریل گاڑیاں اور ۲۴۰ ریلوے انجن تیار کئے جا رہے ہیں تاکہ انہیں فرانس بھیجا جائے فن لینڈ کے وزیر اعظم نے اپیل کی تھی جس پر حکومت امریکہ نے ایک کروڑ ڈالر قرض دیا۔ ریڈ کراس سوسائٹی کنیڈا نے ۵۰ ہزار ڈالر بھیجے۔ حکومت ارجنٹائن نے ۵۰ ہزار ٹن گیہوں روانہ کردی (۳) لندن ۱۲ جنوری کی اطلاع ہے کہ فرانس اور برطانیہ آئندہ دو سالوں میں امریکہ سے ۱۲ ہزار طیارے خریدیں گے (۴) ۱۱ جنوری کی اطلاع ہے کہ ہسپانیہ کے ڈکٹیٹر فرانکو نے یہ منظور کرلیا ہے کہ وہ ایک کروڑ پونڈ کا اسلحہ جنگ اور سامان رسد برطانیہ کے پاس فروخت کردے گا۔ (۵) حکومت برطانیہ نے ۲۴ سال کی عمر کے نوجوانوں کے نام درج رجسٹر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس حکم سے ۲½ لاکھ نوجوان فوجوں میں شامل ہو جائیں گے (۶) حکومت امریکہ نے دفاعی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ۲۵ کروڑ ڈالر منظور کئے ہیں۔ (۷) اس وقت برطانیہ کا جنگی خرچ ۶۰ لاکھ پونڈ روزانہ ہے۔ آئندہ مالی سال میں ایک کروڑ پونڈ روزانہ ہوگا حکومت دس لاکھ پونڈ روزانہ اجرتوں، تنخواہوں اور باربرداری پر خرچ کرتی ہے۔ ۱۵ لاکھ پونڈ روزانہ رسد اور خوراک پر، ۲۰ لاکھ پونڈ روزانہ ہتھیاروں وردیوں اور دواؤں پر۔ ۱۵ لاکھ پونڈ روزانہ سٹور جنگی تحقیقات اور پروپیگنڈہ پر (۸) ویزروسنک امریکہ کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ امریکہ کے بنکوں اور تجارتوں میں برطانیہ، فرانس اور کنیڈا کا ۸۹ کروڑ پونڈ لگا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ برطانیہ کے پاس ۸۱ کروڑ پونڈ کی امریکن کفالتیں ہیں۔ فرانس کے پاس ۴ کروڑ پونڈ کی۔ اس کے علاوہ دونوں ممالک کے پاس امریکن کمپنیوں کے قابل فروخت حصص ۲۳ کروڑ پونڈ کے ہیں۔

عزیزان اسلام! آپ غور کیجئے کہ ہیت اور جہاد کا میدان کس قدر وسیع اور عظیم ہے جب تک مسلمانوں کا قدم قربانی کے میدان میں سب سے آگے نہ ہو۔ دین حق کے غلبہ کے خواب دیکھنا بے کار ہیں۔

(ایمان)

علمی معلومات

چیونٹیوں کی دنیا

چیونٹیوں کی گھریلو زندگی انسانوں کی گھریلو زندگی سے ملتی جلتی ہے۔ چیونٹیاں گھر بنا کر رہتی ہیں کھلے میدانوں میں زمین کے اندر چیونٹیوں کے بڑے بڑے وسیع و عریض قلعے ہوتے ہیں۔ زمین کے نیچے ان قلعوں پر ان کی اپنی حکمرانی ہے۔ ان کی ایک ملکہ ہوتی ہے۔ ملکہ کے ماتحت چیونٹیوں کا ایک لشکر ہوتا ہے اس لشکر میں سمجھدار اور معمر چیونٹیاں اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہوتی ہیں۔ جن کے سپرد مختلف خدمات ہوتی ہیں۔ بعض دستے غلہ جمع کرنے پر مامور ہوتے ہیں بعض کے سپرد باورچی خانہ کا نظم و نسق ہوتا ہے۔ وہ اس غلہ کو پیس کر چھوٹی چھوٹی ٹکیاں تیار کرتی ہیں۔ بعض انڈے دیتی ہیں۔ اور بعض کے سپرد ان کی پرورش ہوتی ہے چیونٹیاں موسم گرما میں بہت سا غلہ جمع کر لیتی ہیں۔ یہ غلہ ایک بڑے غلہ خانہ میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ جس پر چیونٹیوں کا کڑا پہرہ ہوتا ہے موسم برسات کے شروع ہوتے ہی انفضائے عالم کی یہ کمزور ترین مخلوق اپنے قلعوں میں محفوظ ہو جاتی ہے۔

زمین کے نیچے چیونٹیوں کے گھر فن تعمیر کا بہترین شاہکار ہوتے ہیں۔ ہر ایک مکان میں چھ چھ سات سات کمرے ہوتے ہیں۔ ملکہ کے رہنے کا محل بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ محل کے اردگرد چیونٹیوں کی فوج کا زبردست پہرہ ہوتا ہے۔ ہر تین گھنٹہ کے بعد ان کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ چیونٹیوں کے پہرہ بدلنے کا نظارہ نہایت دلفریب ہوتا ہے۔ جب ایک فوج اپنی ڈیوٹی پر آتی ہے تو دوسری پورے ڈسپلن کے ساتھ خالی کرتی جاتی ہے پھر قطار در قطار اپنی چھاؤنیوں کو واپس ہو جاتی ہے

چیونٹیاں ہر چیز سے زیادہ اپنے انڈوں کا خیال رکھتی ہیں۔ وہ اپنے انڈوں کو دھوپ دکھانے کے لئے اکثر انہیں اپنے مکانوں سے باہر میدانوں میں لے آتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی یہ ننھی مخلوق اس سائنٹفک راز سے واقف ہے کہ سورج کی کرنوں میں زندگی ہوتی ہے۔

جنوبی امریکہ میں چیونٹیوں کی ایک نسل کے متعلق تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی گھاس کھانا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس گھاس کے بیج تلاش کرکے لاتی ہیں اور اپنے قلعے کے کھلے میدانوں میں اس کی کاشت کرتی ہیں۔ اکثر لوگوں نے ان کھیتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض بعض غلوں سے شراب کشید کرتی ہیں۔ شراب نکالنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ برسات میں وہ جمع کیا ہوا غلہ میدان میں رکھ دیتی ہیں۔ جب وہ بھیگ کر پھول جاتا ہے تو اس میں ایک نشہ دار چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے چیونٹیاں نچوڑ نچوڑ کر ایک جگہ جمع کرتی جاتی ہیں۔ یہ ہے چیونٹیوں کی شراب جس میں ایک قسم کی مٹھاس کے ساتھ تھوڑا سا نشہ بھی ہوتا ہے۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ چیونٹیوں کے پاس گائیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ انا سیڈس نامی ایک کیڑا ہوتا ہے جس کے تھن سے لیسدار قسم کا ایک قوام نکلتا ہے۔ چیونٹیاں ان کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر لاتی ہیں اور اس کے تھن سے لٹک لٹک کر اسے چوستی ہیں۔ اور اپنی گائے کی خوراک کا بھی پورا پورا خیال رکھتی ہیں چیونٹیوں کی ایک جماعت انہیں چرانے کے لئے کھلے میدانوں میں پکڑ کر لے جاتی ہے اور دانہ چارہ کھلا کر پھر قلعے میں لاکر بند کردیتی ہے۔

چیونٹیوں کی خانہ داری اور حکمرانی کا نظام مکمل و اکمل ہوتا ہے۔ چیونٹیوں کے ہر ایک قلعہ پر ایک ملکہ حکمرانی کرتی ہے۔ اس کا محل قلعہ کے وسط میں ہوتا ہے۔ اپنے محل کے اندر اس کا کام خاموشی سے انڈے دینا ہوتا ہے۔ ملکہ چیونٹیوں سے نسلاً ممتاز ہوتی ہے۔ شادی کے بعد ملکہ اپنے قلعے سے دوسری جگہ چلی جاتی ہے۔ وہاں جاکر اپنے انڈوں اور بچوں سے ایک نو آبادی قائم کرتی ہے بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملکہ اپنی کمزوری کی وجہ سے نو آبادی قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں وہ پھر اپنے پرانے دارالسلطنت میں واپس آ جاتی ہے۔ اور وہاں سے عقلمند مشیروں کی ایک جماعت لیکر پھر نو آبادی کی طرف لوٹ آتی ہے اور ان کی مدد سے وہاں کا انتظام کرتی ہے۔

انگلستان میں چیونٹیوں کی ایک سرخ نسل ہے جو طبعاً تند اور نہایت ہی جنگجو واقع ہوئی ہے۔ ان میں حکمرانی کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ خانہ داری کا انتظام کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ فوج لیکر کمزور نسلوں پر حملہ کر دیتی ہیں اور انہیں اپنا غلام بنا لیتی ہیں۔ لڑائی کے بعد فاتح لشکر غلاموں کو گرفتار کرکے اپنے قلعہ میں لاتا ہے اور ہر غلام کے ذمہ ایک ایک کام کر دیا جاتا ہے۔ سیاہ نسل کی چیونٹیاں اکثر غلام بنائی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ دوسری چیونٹیوں کی بہ نسبت زیادہ نیک اور محنتی ہوتی ہیں۔ ان غلام چیونٹیوں کے سپرد گائیں چرانے، انڈوں کو دھوپ دکھانا۔ پرورش اور خانہ داری کا کام کرنا ہوتا ہے اور ان کے آقا سرخ چیونٹیاں لشکر کشی کرکے فتوحات حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہیں۔ سرخ چیونٹیوں کی تمام عمر جنگ و جدال میں گذر جاتی ہے۔ ان کے قلعوں کا معائنہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عموماً ان قلعوں میں سیاہ نسل کی لاکھوں چیونٹیاں بطور غلامی پیشے کام کاج میں مصروف ہوتی ہیں۔ حکمران چیونٹیاں سیاہ نسل کی غلام چیونٹیوں سے شادی کر لیتی ہیں لیکن انہیں نسلی حقوق اور فوقیت "سرخ مملکت" میں عطا نہیں کیجاتی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دعا ہمدردی کا بہترین ذریعہ ہے

یاد رکھو۔ ہمدردی تین قسم کی ہے اوّل جسمانی۔ دوم مالی تیسری قسم ہمدردی کی دعا ہے جسمیں نہ صرف زر ہوتا ہے اور نہ زور لگانا پڑتا اور اس کا فیض بہت ہی وسیع ہے کیونکہ جسمانی ہمدردی تو اس صورت میں ہی انسان کر سکتا ہے جبکہ اس میں طاقت بھی ہو مثلاً ایک ناتوان مجروح مسکین اگر کہیں پڑا تڑپتا ہو تو کوئی شخص جس میں خود طاقت و توانائی نہیں کب اسکو اٹھا کر مدد دے سکتا ہے اسی طرح پر اگر کوئی بیکس، بے بس، بے سروسامان انسان بھوک سے پریشان ہو تو جب تک مال نہ ہو اسکی ہمدردی کیونکر ہوگی۔ مگر دعا کے ساتھ ہمدردی ایک ایسی ہمدردی ہے کہ نہ اس کیواسطے کسی مال کی ضرورت ہے اور نہ کسی طاقت کی حاجت بلکہ جب تک انسان انسان ہے، وہ دوسرے کیلئے دعا کر سکتا ہے اور اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس ہمدردی کا فیض بہت وسیع ہے اور اگر اس ہمدردی سے انسان کام نہ لے تو سمجھو کہ وہ بہت بڑا بدنصیب ہے۔

میں نے کہا ہے کہ مالی اور جسمانی ہمدردی میں انسان مجبور ہوتا ہے۔ مگر دعا کیساتھ ہمدردی میں مجبور نہیں ہوتا میرا تو یہ مذہب ہے کہ دعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے جسقدر دعا وسیع ہوگی اسیقدر فائدہ دعا کرنیوالے کو ہوگا اور دعا میں جسقدر بخل کریگا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہوتا جاویگا اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اسکا ایمان بھی کمزور ہے۔ دوسروں کیلئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں انکی عمر دراز ہوتی ہے جیسے کہ فرمایا اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اسلئے خصوصیت کیساتھ جو خیر جاری قرار دیجا سکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے جب خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب سے زیادہ دعا کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں۔ (۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— چند روز ہوئے ہماری جماعت کے محترم بزرگ رکن جناب شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر و رئیس اعظم وزیر آباد کی آنکھوں کا اپریشن جلال پور کے ہسپتال میں ہوا ہے جو خدا کے فضل سے کامیاب رہا تمام احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب ممدوح کو صحت کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین۔

— انتہائی افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے بڑے صاحبزادے شیخ عبد الحمید کا ۱۸ اور ۱۹ اپریل کی درمیانی شب کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مفصل کیفیت اندرونی صفحات میں درج ہے۔

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دہلی سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اب ان سے خط و کتابت کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

"مسلم ٹاؤن۔ ڈاکخانہ اچھرہ۔ لاہور"

— جناب مولوی عمر الدین صاحب نے دہلی میں اپنا رہائشی مکان تبدیل کر لیا ہے آیندہ دوست ان سے چمنی رل دہلی کے پتہ پر خط و کتابت کیا کریں۔

— جناب سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد کے تازہ خط سے معلوم ہوا کہ انکی صاحبزادی کو پہلے سے افاقہ ہے تاہم دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔

— جناب ملک کرم الٰہی صاحب کی اہلیہ محترمہ تا حال علیل ہیں۔

— قاضی محمد منیر صاحب بعارضہ استرخائے اعضا علیل ہیں۔

ان بیماروں کے لئے دعائے صحت کی جائے

— رسالہ "محمد مصطفیٰؐ" کی مفت تقسیم کے لئے اصحاب ذیل نے رقوم عنایت کی ہیں۔

(۱) جناب شیخ عبد الرحمان صاحب ڈسٹرکٹ و سشن جج کوئٹہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دس روپے

(۲) خان محمد اسلم خان رئیس بڑا خان خیل مردان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیس روپے

(۳) کپتان ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب جالندھر چھاؤنی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پانچ روپے

دیگر اصحاب بھی اس کار خیر میں حصہ لیں

— ۱۲ اپریل ۴۰ء کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس خاص منعقد ہوا جس میں نئے سال کا عہدہ داروں کا انتخاب ہوا۔ مجلس عاملہ نے باتفاق آراء مولوی آفتاب الدین احمد صاحب مبلغ انگلستان کو صدر اور مرزا احمد یعقوب بیگ صاحب کو سیکرٹری منتخب کیا۔

ضروری درخواست۔ جن خریدار صاحبان کا چندہ اخبار پیغام صلح ماہ مئی میں ختم ہونیوالا ہی یا اس سی پہلے ختم ہو چکا ہی وہ بہت جلد ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ورنہ وی پی ارسال ہونگے۔ (مینیجر)

علامہ اقبال اور احمدیت

کیا وجود احمدیت کا حقیقی سبب نسخ جہاد ہے؟

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب مصنف آئینہ احمدیت)

(۱)

علامہ کی صحبت کے اثرات عرشی صاحب کے قلم سے

امرتسر کے ماہوار "صحیفہ البیان" نے اپنے دسمبر ۳۸ء کے پرچہ میں علامہ اقبال کی یاد میں چند مضامین شائع کئے ہیں جن میں سب سے پہلے مضمون کا عنوان ہے "علامہ اقبال کی صحبت میں" جو صحیفہ مذکور کے ایڈیٹر جناب محمد حسین صاحب عرشی کا لکھا ہوا ہے۔ اس مضمون میں بعض اور باتوں کے علاوہ جن کا ہمارے موضوع سے چنداں تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے متعلق بھی بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔ ہر چند کہ علامہ اقبال اب ہم میں موجود نہیں کہ انہیں عرشی صاحب کی تصدیق یا ہماری تردید کا موقعہ حاصل ہو۔ تاہم جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ انہی کی طرف منسوب ہے اس لئے غلط فہمی کو رفع کرنے کی غرض سے ہم اس پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

ایک خطرناک غلط بیانی

عرشی صاحب لکھتے ہیں:-

"آخری عمر میں قریباً ہر صحبت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ذکر آ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ سلطان ٹیپو کے جہاد حریت سے انگریز نے اندازہ کیا کہ مسلمانوں کا مسئلہ جہاد اس کی حکومت کیلئے ایک مستقل خطرہ ہے۔ جب تک شریعت اسلامیہ سے اس مسئلہ کو خارج نہ کیا جائے۔ انگریز کا مستقبل مطمئن نہیں۔ چنانچہ اسی زمانہ سے مختلف ممالک کے علما کو آلہ کار بنانا شروع کیا۔ ہندوستانی علما سے بھی ایسے فتادے حاصل کئے۔ لیکن ایک منصوص قرآنی مسئلہ کو مٹانے کیلئے علما کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس کا بنیادی مسئلہ ہی ہو کہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ کی جائے۔ احمدیت کے اسباب وجود پر آج تک جو کچھ لکھا گیا۔ اس کی وقعت سطحیت سے زیادہ نہیں۔ اس کا حقیقی سبب اسی ضرورت کا احساس تھا۔"

اگر عرشی صاحب کا بیان صحیح ہے تو علامہ اقبال کے علم و فضل پر ہمیں بصد حسرت و افسوس انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا چاہیئے، احمدیت کی پیدائش کا حقیقی سبب آیا یہی تھا کہ مسئلہ جہاد کو شریعت اسلامیہ سے خارج کر کے انگریز کے مستقبل کو مطمئن کر دیا جائے اور آیا اس غرض کو حاصل کرنے کیلئے انگریزوں نے حضرت مرزا صاحب کو "ایک جدید نبوت" کی ترغیب دلائی؟ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر غلط بیانی اور واقعات سے چشم پوشی اور کوئی نہ ہوگی۔

اسلامی جہاد کا صحیح مفہوم

جس شخص نے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کو بنظر امعان پڑھا ہے وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ احمدیت کی پیدائش کا حقیقی سبب مسئلہ جہاد کو شریعت اسلام سے خارج کرنا تھا۔ نہ حضرت مرزا صاحب نے مسئلہ جہاد کو شریعت اسلام سے کبھی خارج کیا۔ آپ کا تو کھلا ارشاد ہے کہ:-

"جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔" (ایام الصلح ص۸۶)

پھر کس طرح سے آپ جہاد جیسے اہم فریضہ کو شریعت اسلام سے خارج کر کے نعوذ باللہ اپنی بے ایمانی اور اسلام سے برگشتگی کا ثبوت دے سکتے تھے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہمارے مخالف جس چیز کو خود بھی اسلامی جہاد نہیں سمجھتے اس کی مخالفت اگر حضرت مرزا صاحب کی زبان سے ہو۔ تو شور مچانے لگ جاتے ہیں کہ یہ لو مرزا صاحب نے جہاد کو شریعت اسلام سے خارج کر دیا۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ:-

"جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے۔ وہ بخوبی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے۔"

"نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنے نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے۔ محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوئے ہیں۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو اسلام نے خدائی حکم سے تلوار اٹھائی۔ وہ اس وقت اٹھائی گئی کہ جب بہت سے مسلمان کافروں کی تلواروں سے قبروں میں پہنچ گئے۔ آخر خدا کی غیرت نے چاہا کہ جو لوگ تلوار سے ہلاک کرتے ہیں۔ وہ تلوار ہی سے مارے جائیں۔ خدا بڑا رحیم اور کریم اور حلیم ہے اور بڑا برداشت کرنے والا ہے۔ لیکن آخر کار راستبازوں کیلئے غیرت بھی رکھتا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کیلئے قتل نہیں کرتا۔ تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔ کیوں ان کے مولوی ان بیجا حرکتوں سے جن سے اسلام بدنام ہوتا ہے۔ ان کو منع نہیں کرتے۔"

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد)

علامہ اقبال اور گورنمنٹ انگریزی

کیا حضرت مرزا صاحب کا یہ بیان صحیح نہیں؟ کیا اسلامی جہاد اس چیز کا نام ہے کہ بغیر اس کے کہ کوئی شخص دین میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے مسلمانوں پر تلوار سے حملہ آور ہو، خواہ مخواہ کفار کو تہ تیغ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں تعجب ہے کہ خود علامہ اقبال نے کیوں اس کیلئے سعی اور جدوجہد نہ کی؟ میدان کا غازی بننے کی صلاحیت تو بے شک ان میں نہ تھی۔ لیکن "گفتار کا غازی" بننے کی صلاحیت تو بدرجہ اتم ان میں موجود تھی۔ پھر کیا کوئی ایک شعر بھی ان کا ایسا موجود ہے جس میں جہاد بالسیف کے لئے انہوں نے مسلمانوں کو دبی زبان سے ہی ترغیب دلائی ہو؟ برخلاف اس کے گورنمنٹ انگریزی کی مدح میں ان کا ایک زبردست قصیدہ موجود ہے جو ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم کے موقع پر انہوں نے لکھا اور خود یونیورسٹی ہال میں سرکاری دربار کے موقعہ پر پڑھ کر سنایا۔ افسوس ہے کہ یہ قصیدہ اس وقت مکمل ہمارے پاس موجود نہیں۔ صرف ایک بند جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اپنی کتاب "مجدد اعظم" میں نقل کیا ہے اور اس میں بھی ایک مصرع بھول جانے کی وجہ سے انہوں نے نہیں لکھا۔ بہرحال جتنے بھی مصرع نقل کئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری میں وہ حضرت مرزا صاحب سے دو قدم آگے ہی بڑھے ہوئے تھے پیچھے کسی طرح نہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

لے تاجدار خطہ جنت نشان ہند — روشن تجلیوں سے تیری خاوران ہند
تیغ جگر شگاف تیری پاسبان ہند — . . . . [1]

ہنگامہ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو

جہاد بالسیف اور ہمارے مخالف

فرمایئے جو شخص خود گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری میں میدان جنگ کے اندر اپنا سر دینے کیلئے تیار ہوا ور اس کو "اہل وفا کی نذر محقر" قرار دیتا ہو۔ وہ کس منہ سے حضرت مرزا صاحب کو انگریزوں کی وفاداری کا طعنہ دے سکتا اور جہاد کو شریعت اسلامی سے خارج کرنے کا الزام آپ پر لگا سکتا ہے جس جہاد کی حضرت مرزا صاحب نے تردید کی ہے اس کے تو علامہ اقبال بھی قائل نہ تھے۔ اور نہ ہی ہمارا خیال ہے کہ جناب عرشی ہی قائل ہوں گے۔ پھر یہ کس منہ سے کہا جا سکتا ہے کہ احمدیت کی پیدائش کی غرض مسئلہ جہاد کو شریعت اسلام سے خارج کرنا تھا۔ جو چیز شریعت اسلام میں ہے ہی نہیں اور نہ ہی کوئی محقق مسلمان اور خود علامہ اقبال ہی اس کو شریعت اسلام کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ اس کو خارج کرنے کے کیا معنے؟ قرآن کا کھلا ارشاد ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ۔ اللہ کے رستہ میں صرف ان لوگوں سے جنگ کرو۔ جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو۔ اس ارشاد ربانی کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہاں الذین یقاتلونکم کوئی نہیں یہ اعلان کیا کہ دجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد جہاد کی شرائط اس زمانہ اور اس ملک میں مفقود ہیں۔ فرمایئے آپ نے کیا جرم کیا جبکہ تمام اسلامی دنیا عملاً اسی خیال کی حامی ہے۔ ورنہ کیوں وہ جہاد کیلئے نہیں اٹھتے۔ کیوں علامہ اقبال نے اپنی تمام زندگی بھر ایک مرتبہ بھی گورنمنٹ انگریزی کے خلاف جہاد کی تائید و حمایت نہ کی اور الٹا ہنگامہ وغا میں اپنا سر "نذر محقر" کے طور پر تاجدار ہند کے آگے پیش کر دیا

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کا بنیادی مسئلہ

پھر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ:-

"ایک منصوص قرآنی مسئلہ کو مٹانے کیلئے علما کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا بنیادی مسئلہ یہی ہو کہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ کی جائے۔"

اول تو جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں جس جہاد کو حضرت مرزا صاحب نے غلط قرار دیا (یعنی دین میں تلوار کے ذریعہ سے کوئی رکاوٹ پیدا ہوئے بغیر تلوار اٹھانا) وہ کوئی منصوص قرآنی مسئلہ نہیں۔ بلکہ قرآن کے کھلے الفاظ الذین یقاتلونکم کے خلاف ہے۔ ایسا ہی یہ بھی غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کسی ایسی جدید نبوت کا دعویٰ کیا ہے جس کا بنیادی مسئلہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ کرنا ہے۔ دعویٰ نبوت تو حضرت مرزا صاحب نے کیا ہی نہیں۔ نہ ہی آپ کی ماموریت میں انگریزوں کا کوئی ایسا دخل و تصرف ہے جس کا اظہار مسئولہ بالا الفاظ میں کیا گیا ہے۔ مجددیت سے بڑھ کر ان کا کوئی دعویٰ نہیں اور آپ کی بعثت کا بنیادی مسئلہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ

(باقی ص۸ پر)

[1] یہ مصرع یاد نہیں رہا۔

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ ہجری | نمبر ۲۴

جناب خلیفہ قادیان کا تازہ خطبہ!

دماغی توازن اور اطمینان قلب سے محرومی کی قابل رحم مثال

تحریک توسیع جماعت کے متعلق ابھی ہمارے بعض احباب نے عملی جدوجہد کی ابتدا ہی کی ہے۔ لیکن جناب خلیفہ قادیان نے اس معمولی حرکت کو ایک شدید زلزلہ کی طرح محسوس فرمایا ہے۔ گذشتہ دو اشاعتوں میں ان کے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء کے بعض اقتباسات درج ہو چکے ہیں جن کے مطالعہ سے ہر کوئی معلوم کر سکتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب ہماری ان محدود و ابتدائی جدوجہد سے کس قدر مرعوب و مضطرب ہیں اور کس طرح انہوں نے اس کے مقابلہ کیلئے اپنی "خلافت" کے سارے نظام کو حرکت دینے کی کوشش کی ہے۔ ایک پرشور تبلیغی مہم شروع فرمائی ہے جو رجز و نوحہ دونوں سے مرکب ہے۔ جماعت لاہور کے افراد کی فہرستیں "قصر خلافت" میں طلب فرمائی جا رہی ہیں۔ اپنی ہر جماعت میں "اصلاح ماہین" کے کار خاص کیلئے سپیشل سیکرٹری مقرر کرنے کا فرمان صادر ہو چکا ہے۔ حوالوں کی تلاش اور "ہماری ہیوں" کے خلاف مضامین لکھنے کے لئے نوجوانوں کو تیار کرنے کا حکم جاری ہوا ہے۔ مٹھی بھر جماعت لاہور کے مقابلے پر لاکھوں مرید رکھنے والے "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ" کی یہ تیاریاں، اور یہ اضطراب اور ہراسانی غور کرنے والوں کیلئے بہت ہی عبرت انگیز اور نتیجہ خیز ہیں۔ انشاء اللہ اسی سے کئی ایک سعید روحوں اور سلجھے ہوئے دماغوں کو اصلیت معلوم ہو جائے گی اور وہ حق کو پالیں گے۔

بے شک ہم قلیل و کمزور ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے نہایت اطمینان و خندہ پیشانی سے جناب خلیفہ قادیان کی اس "تبلیغی مہم" کا خیر مقدم کیا ہے۔ کیونکہ ہمیں اپنے عقائد اور اصول و مسلک کی صحت پر پورا الیقین و ایمان ہے۔ ہم اس مہم کو حق و باطل کی ایک "ٹکر" سمجھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہمارے لئے بالکل واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں کوئی اضطراب ہے نہ فکر۔ لیکن یہ دیکھ کر ضرور افسوس ہوتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کا اضطراب اور اس کے ساتھ ہی ان کا غم و غصہ روز افزوں ہے۔ اور اس کی شدت ان کے دماغی توازن پر بہت بری طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔ ان کے دل پر ہول و اختلاج کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا کافی ثبوت وہ خطبہ جمعہ ہے۔ جو موصوف نے ۱۲ اپریل کو ارشاد فرمایا، اور جو ۱۲ اپریل کے "الفضل" میں "فتنہ غیر مبائعین کی مختصر تاریخ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جناب خلیفہ صاحب کی "مورخانہ قابلیت" قارئین پیغام صلح کو اچھی طرح معلوم ہے اس لئے ان کی یہ "تاریخ" جیسی کچھ ہوگی۔ اس کا اندازہ وہ بخوبی کر سکتے ہیں جب قادیانی حضرات ہر موقع پر جماعت لاہور کے خلاف شدید سے شدید غلط بیانیاں اور سنگین سے سنگین الزام تراشیاں اور سخت کلامیاں ضروری سمجھتے ہوں۔ تو اس "تاریخ" میں اگر خلیفہ صاحب ان چیزوں کی کمی رکھتے تو یہ ان کی یقیناً ایک فروگذاشت ہوتی۔ قادیانی حضرات کو خوش ہونا چاہیئے کہ غم و غصہ اور مذکورہ بالا دیگر جذبات و اثرات کے شدید غلبہ کے باوجود وہ اس فروگذاشت کے مرتکب نہیں ہوئے ــــ ہمیں بھی ان "عنایات" پر ان سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے متعلق جناب خلیفہ صاحب اور ان کے مریدوں کی تحریروں و تقریروں میں یہ "عنایات" اس قدر عام ہیں۔ کہ اب ان کو اہمیت دینا یا ان کا شکوہ کرنا صحیح نہیں ــــ ان کا یہ مرض قریباً لاعلاج ہو چکا ہے۔

"تاریخی کمالات" سے قطع نظر یہ خطبہ اس قدر بے ربط، پریشان اور معقولیت سے خالی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کو پڑھنے والا نمایاں طور پر محسوس کرتا ہے کہ خطیب اس مقام کی عظمت کو جہاں کہ وہ کھڑا ہو کر بول رہا ہے بالکل فراموش کر چکا ہے۔ اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہا۔ وہ اصولی طور پر عبرتناک شکست کھا کر ذاتی حملوں پر اتر آیا ہے بعض اوقات تو خطیب کے افلاس دلائل، غیر معقول پیچ و تاب پر پڑھنے والے کو رحم آنے لگتا ہے ــــ مختصر الفاظ میں یہ کہ اس خطبہ کا انداز و لہجہ خلیفہ صاحب کے "گوبھی شلجم کے چھلکوں والے" رسوائے زمانہ خطبہ سے ملتا جلتا ہے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ خطبہ دیتے وقت ان کی ذہنی و قلبی کیفیت بھی قریب قریب وہی ہوگی۔ جو کہ گوبھی شلجم کے چھلکوں والا خطبہ دیتے وقت تھی۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ جناب خلیفہ صاحب بڑے بول بولنے اور بلند اخلاقی، اولوالعزمی اور روحانیت کے بلند بانگ دعاوی کرنے کے باوجود اکثر مقابلہ کے وقت اپنا دماغی توازن کھو دیا کرتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر خواہ مخواہ مشتعل ہونا اور مریدوں کو مشتعل کرنا ان کا شیوہ قدیم ہے ــــ ظاہر ہے یہ کوئی اچھا طرز عمل نہیں ہے۔

جناب خلیفہ صاحب کے اس "تاریخی خطبہ" پر انشاء اللہ حسب موقع آئندہ اشاعتوں میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ لیکن اس سے قبل ہم ادب و خلوص سے ان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی طبیعت میں کچھ سکون پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ دماغ کے توازن کا خیال رکھیں۔ دل کو ذرا سہارا دیں۔ اس کے بعد اطمینان، پابندی و اصول کے ساتھ گفتگو کریں۔ "خدا کے مقرر کردہ اولوالعزم خلیفہ" کی حیثیت تو بہت بلند ہونی چاہیئے۔ ان کا یہ طریق تو معمولی مورخوں کے بھی شایان شان نہیں حالانکہ انہیں "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور وہ "تاریخ" بھی بیان کرتے ہیں۔ آخر انہیں ذرا سوچنا چاہیئے کہ ان کے دعاوی اور طریق عمل میں کوئی ذرہ بھر بھی مطابقت ہے؟

ہمارے اور ان کے درمیان اصول و عقائد کا اختلاف ہے اور ایسے اختلاف سخت کلامیوں، غلط بیانیوں، الزام تراشیوں اور ذاتی حملوں سے طے نہیں ہوا کرتے۔ ہم ان کی سخت کلامیوں اور گالیوں کو نظر انداز کر دیں گے۔ ان کی غلط بیانیوں اور الزام تراشیوں کی تردید کر سکتے ہیں۔ باقی رہا ذاتیات کا معاملہ تو اس بارہ میں خلیفہ صاحب سے مقابلہ کسی کے لئے بھی کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس طرح اصل مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ ہماری دلی خواہش یہی ہے کہ خلیفہ صاحب مردوں کی طرح میدان میں آئیں۔ اور حریفوں کی طرح ہم سے مقابلہ کریں۔ اصولی گفتگو ہو۔ اختلافی مسائل کے متعلق قرآن و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود سے دلائل پیش کئے جائیں۔ تاکہ دنیا کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے۔ مقابلہ کی با اصول گفتگو کی بجائے خانہ خدا میں منبر پر کھڑے ہو کر گوبھی شلجم کے چھلکوں والے خطبہ کے انداز کے خطبے دینا بے فائدہ ہے اس سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے۔

اس کے علاوہ جناب خلیفہ صاحب کی جانب سے خلاف تازہ "تبلیغی مہم" ہے۔ سو ہم اس کا نہایت خوش دلی سے خیر مقدم کر چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں کہ "ہمارے احباب کو چاہیئے کہ جہاں جہاں قادیانی مبلغ ان کے پاس پہنچیں۔ وہ انہیں خوش آمدید کہیں۔ اور انہیں حضرت مسیح موعود کی اصل تعلیمات بتا کر محمودی غلو سے نجات دلانے کی کوشش کریں، جناب خلیفہ صاحب کی یہ عنایت تازہ واقعی مستحق شکریہ ہے۔ اب قادیانی حضرات خود ہمارے پاس پہنچیں گے اور اس طرح ہمیں ان کو راہ راست پر لانے کا آسانی کے ساتھ اچھا موقع ملے گا۔ لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کہیں اپنی اس "تبلیغی مہم" کے نتائج ظاہر ہونے کے بعد ہی اس کو بند نہ کر دیں"۔

آہ! شیخ عبد الحمید صاحب

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج و افسوس کیساتھ سنی جائیگی۔ کہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مغفور کے بڑے صاحبزادے شیخ عبد الحمید صاحب ۱۸ اور ۱۹ اپریل کی درمیانی شب کو دہلی میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے یکایک وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میت بذریعہ لاری لاہور لائی گئی۔ اور ۱۹ اپریل کی شام کو میانی صاحب میں شیخ صاحب کے خاندانی قبرستان کے اندر سپرد خاک کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ جس میں بزرگان و احباب جماعت کے علاوہ بہت سے غیر از جماعت بھی شریک ہوئے۔ مرحوم ایک ملنسار زندہ دل اور کثیر الاحباب نوجوان تھے۔ اعلیٰ درجہ کی کاروباری قابلیت رکھتے تھے اور آجکل دہلی میں کاروبار کے سلسلہ ہی میں مقیم تھے۔ وہ بیوی اور تین چار بچے اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

اس صدمہ میں ہم ساری جماعت کی طرف سے مرحوم کے عزیز بھائیوں۔ بیوہ اور بچوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

امتحانات دینیات

امتحانات دینیات کے احیا کی تجویز قارئین کرام کے سامنے آ چکی ہے ۲۶ مارچ کے پیغام صلح میں مکمل کورس بھی درج ہو چکا ہے۔ ان امتحانات کیلئے پانچ درجے مقرر ہوئے ہیں اور ہر ایک درجہ کیلئے علیحدہ نصاب ہوگا اس کے ساتھ یہ بھی طے ہوا ہے کہ ہر درجہ کے نصاب میں اس سے پہلے سب درجوں کا نصاب بھی شامل ہوگا تفصیلات پیغام صلح کی محولہ بالا اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں اور دیگر دریافت طلب امور کیلئے جناب مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ خط و کتابت کی جائے۔

ان امتحانات میں شرکت علم دین حاصل کرنے کی ایک مفید ترکیب ہے۔ امتحان میں شرکت اور اس میں کامیابی و ناکامی کے خیال سے انسان پابندی کے ساتھ مطالعہ و تیاری کرتا ہے۔ اب چند ہفتوں کے اندر کالجوں کے طلبہ بھی اپنے سالانہ امتحانات سے فارغ ہو جائیں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد موسم گرما کی طویل تعطیلات ہیں۔ اس طرح انہیں امتحانات علوم دینیات کی تیاری کیلئے کافی فرصت مل جائیگی۔ چنانچہ ۱۹ اپریل کے خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ [illegible] خصوصیت کیساتھ توجہ دلائی ہے۔ جس پر متعدد مقامی نوجوانوں نے شرکت امتحانات کیلئے اپنے نام بھی لکھوا دیئے ہیں

شذرات

میر قاسم علی صاحب کی کتاب "دین الحق"

جناب خلیفہ قادیان نے جماعت لاہور کے خلاف جو "تبلیغی مہم" شروع کی ہے۔ اس کے سلسلہ میں وہ بار بار مریدوں کو تلقین فرما رہے ہیں کہ جماعت لاہور کے افراد اور اپنے نوگرفتاروں میں پرانا لٹریچر تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ۲۹ مارچ کے جلالی خطبہ میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ:۔

"جماعت کو ہر جگہ غیر مبائعین کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اس کے متعلق سب سے پہلے تمام جماعتوں کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ ہر ایک جماعت میں ایک سیکرٹری اصلاح مابین کے کام کیلئے مقرر کیا جائے جس کا یہ فرض ہو کہ وہ ان لوگوں (جماعت لاہور کے افراد) سے ملے جلے۔ انہیں تبلیغ کرے۔ پرانا لٹریچر مہیا کرے اور جماعت کو اس لٹریچر سے آگاہ کرے۔ مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض نئے لوگ جو سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں، وہ اس لٹریچر کا مطالعہ نہیں کرتے"

(الفضل ۵ اپریل ۱۹۴۰ء)

ہم جناب خلیفہ صاحب کی "تبلیغی مہم" کی طرح ان کی اس "تدبیر" کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں جو انتہی تجویز معقول ہے۔ پرانے لٹریچر کا مطالعہ انشاء اللہ بہت مفید ہوگا اور اس کی بدولت ہر ایک انصاف پسند آسانی کے ساتھ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیگا۔ قادیانی حضرات کو بہت جلد پرانے لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اور جو کتابیں اور ٹریکٹ وغیرہ نایاب ہو چکے ہیں۔ انہیں قطع و برید کے بغیر دوبارہ چھپوانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ اس بارہ میں ہم سب سے پہلے جناب خلیفہ صاحب کے مصاحب خاص میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" کو توجہ دلائیں۔ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے اپنی ایک کتاب "دین الحق" شائع کی تھی۔ جو اب بالکل پبلک کیلئے نایاب ہے۔ میر صاحب کا بیان ہے کہ وہ بہت جلد ختم ہو گئی تھی۔ اس سے اس کی مقبولیت بھی ظاہر ہے۔ لیکن با ایں میر صاحب نے اس کو دوبارہ نہیں چھپوایا۔ بہتر ہوگا کہ موصوف بہت جلد اس کا دوسرا ایڈیشن کافی تعداد میں شائع کر دیں۔ تاکہ قادیانی حضرات خلیفہ صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں اسے بکثرت تقسیم کر سکیں۔ جناب خلیفہ صاحب آجکل میر صاحب کے اخبار "فاروق" کی خاص طور پر سرپرستی فرما رہے ہیں انہیں میر صاحب کے تجارتی کتب خانہ کو بھی اس سرپرستی سے محروم نہ رکھنا چاہیئے۔ اگر خلیفہ صاحب کی "انجمن دین الحق" کی چند سو کاپیاں مفت تقسیم کیلئے خرید لے تو غالباً میر صاحب کیلئے یہ کافی تحریص ہوگی۔۔۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خلیفہ صاحب اس سفارش پر توجہ فرمائیں گے یا نہیں۔ بہرحال اگر میر صاحب دو ماہ کے اندر یہ کتاب شائع فرما دیں تو کارکنان پیغام صلح اپنی گرہ سے لاگت کے مطابق اس کی یکصد کاپیوں کی قیمت پیش کر دیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن کے مطابق ہو۔ قطع برید مطلق نہ کی جائے۔

کتاب "دین الحق" میں کیا ہے؟

مندرجہ بالا شذرہ کے مطالعہ کے بعد غالباً بہت سے احباب یہ معلوم کرنے کے خواہشمند ہوں گے۔ کہ کتاب "دین الحق" کا موضوع کیا ہے۔ اور اس میں میر صاحب نے کیا کیا چیزیں لکھی اور جمع کی ہیں۔ اس کتاب کے محاسن کا صحیح اندازہ تو اس کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ میر صاحب موصوف اسے دوبارہ شائع کرنے کی جرأت کریں اور یہ پبلک میں بکثرت تقسیم ہو۔ مختصر یہ کہ اس کے مطالعہ سے جماعت کے عقائد اور مسلک کا پتہ بہت بڑی حد تک چل جاتا ہے۔ جو کہ اختلاف سے قبل محمودی حضرات اور ساری جماعت کا تھا۔ اس میں حضرت مسیح موعود کی کتب سے بہت سی ایسی عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ جو مسئلہ کفر و اسلام اور نبوت کے متعلق فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً:۔

"ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں" (دین الحق ص ۲۸)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (دین الحق ص ۲۹)

"ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔ ہاں محدث آئینگے" (دین الحق ص ۱۱۲)

کتاب "دین الحق" کے متعلق ہم نے جناب خلیفہ قادیان اور میر قاسم علی صاحب سے جو یہ درخواست کی ہے۔ اگر اس پر انہوں نے توجہ فرمائی اور عمل کیا تو انشاء اللہ ہم اور بہت سی ایسی کتابوں اور ٹریکٹوں اور تقریروں کے پتے دینگے جو محمودی عداوت کے قصر میں گلدستہ طاق نسیاں ہو گئی ہیں۔ یا محمودی حضرات نے بڑی احتیاط و اخفا کیساتھ المماریوں میں اس طرح بند کر رکھی ہیں۔ کہ انہیں کبھی ہوا بھی نہیں لگنے پائی۔

ضروری اعلان

انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس

جنرل کونسل کا اجلاس ۲۸ اپریل ۱۹۴۰ء بروز اتوار ۱۰ بجے دن احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ ارکین وقت مقررہ پر تشریف لائیں۔ ایجنڈا علیحدہ بھیج دیا گیا ہے۔ خاکسار

محمد عبد اللہ۔ جنرل سیکرٹری

زندہ قوموں کا شعار

مصر کے مشہور مدبر و اخبار نویس مسٹر ابوالفتح رکن مجلس شوریٰ مصر مالک اخبار "المصری" نے انگلستان و فرانس کی سیاحت کے بعد حال ہی میں ایک تقریر نشر کی جس میں انہوں نے انگلستان کے متعلق اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"بہترین ماہران سائنس محققین اور ماہرین خصوصی دشمن کو حیرت میں ڈالنے اور اس کی اختراعات کو نیچا دکھانے کیلئے ایجادات نو پر اپنا وقت صرف کر رہے ہیں اور ہر طبقہ کی نوجوان خواتین جنگ کے مشکل ترین کام میں حصہ لینے کی غرض سے مردوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔۔۔ ٹیکسوں کے اضافہ یا اشیاء خورد و نوش کی کمی کی شکایات میں نے ایک لفظ نہیں سنا۔ میں نے کسی بیوی کو اس کے شوہر کی جدائی اور اس کے ذریعہ امداد ختم ہو جانے یا کسی بہن کو اس کے بھائی کی جدائی یا کسی ماں کو اس کے بیٹے کی مفارقت کا شاکی نہیں پایا۔۔۔۔ ساری قوم سمجھتی ہے کہ جنگ میں فتح کے حصول کیلئے ایثار و قربانی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے فتح کو یقینی بنانے کیلئے ہر قسم کی قربانیاں بے تکلف کرنی چاہئیں"

ایک مصری مفکر و مدبر کے الفاظ میں اہل انگلستان کے مذکورہ بالا عزائم یہ کیفیت جماعت احمدیہ کے تمام افراد ۔۔۔ مردوں، عورتوں، بوڑھوں بچوں اور نوجوانوں کیلئے قابل غور ہے۔ بیشک زندہ قوموں کا یہی شعار ہوا کرتا ہے کہ وہ مقابلہ و جنگ کے وقت اپنی تمام قوتوں کو فتح حاصل کرنے کیلئے وقف کر دیتی ہیں۔ وہ اپنی عزت و آزادی کے تحفظ اور اپنے قومی مقصد کے حصول کیلئے ہنسی خوشی قربانیاں کرتی ہیں۔ انگلستان ایک زندہ قوم ہے یہی وجہ ہے کہ آج اس قوم کا ایک ایک فرد فتح حاصل کرنے کی جدوجہد میں دیوانہ وار مصروف ہے۔ اس کے نوجوان میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے ہیں۔ ان کے سائنس دان جنگی ایجادوں میں مصروف ہیں۔ اہل علم اور سیاستدان جنگ کو کامیاب بنانے کے طریقے سوچ رہے ہیں۔ عورتیں لحمہ و رسد کی تیاری و اہتمام میں مصروف ہیں۔ بھاری ٹیکسوں اور ضروریات زندگی کی گرانی کو ساری قوم نے خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا ہے۔ ان سب کی زبانیں شکوہ و شکایت سے ناآشنا ہیں۔

ہم بھی اسلام کیلئے ایک فیصلہ کن جنگ میں مصروف ہیں۔ یاد رہے ہمیں بھی فتح اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جبکہ ہم اپنے تمام ذرائع کو فتح کے حصول کیلئے وقف کر دیں اور قربانیوں کو اپنا شعار بنائیں۔۔۔ کیا ہم ایسا کر رہے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب ہم میں سے ہر ایک کو اپنے دل و ضمیر سے دریافت کرنا چاہئے۔

جماعت راولپنڈی کا سالانہ جلسہ

قارئین کرام گذشتہ اشاعت میں یہ اطلاع ملاحظہ فرما چکے ہوں گے کہ جماعت راولپنڈی کا سالانہ جلسہ ۴،۵ مئی ۱۹۴۰ء کو منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ اس میں مرکز سے حضرت مولانا صدرالدین صاحب، جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور جناب سید اختر حسین صاحب تشریف لیجائیں گے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے اصحاب کی بھی تقریریں ہونگی۔ راولپنڈی صوبہ میں ایک اہم مرکزی مقام ہے اور یہاں کی جماعت اپنے سالانہ جلسے حتی الامکان باقاعدگی و اہتمام سے منعقد کرتی ہے اس لئے اس اجتماع کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور بارونق بنانے کی سعی کرنی چاہئے مقامی اور قرب و جوار کے دوستوں کے علاوہ ہم ضلع گجرات، جہلم، کیمل پور اور صوبہ سرحد کے احباب کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اس جلسہ میں شریک ہونے کی خود کوشش کریں۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام منتظمین جلسہ کے ذمہ ہوگا بستر ہمراہ لانا چاہئے۔ جو دوست شرکت کا قصد رکھتے ہوں وہ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کو جلد مطلع فرما دیں ۔۔۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینی اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب بنائے اور جماعت راولپنڈی کی کوششوں کو بار آور کرے۔

مارٹن لوتھر اور تجدید مسیحیت

باقی حالات اور وفات

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

(۸)

یہ مارٹن لوتھر کی سوانح حیات کے متعلق آخری قسط ہے۔ اس میں باقی حالات بیان کر کے اس مضمون کو ختم کر دیا جائے گا۔ مارٹن لوتھر کے جتنے حالات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں اختصار اور اجمال کو خاص طور پر مدنظر رکھا گیا ہے۔ تفصیلات اور طوالت سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ ایک اخبار کے کالم ان تفصیلات کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

گذشتہ قسط میں اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ مارٹن لوتھر کے اصلاحی اقدامات سے ملک بھر میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے سردار اور رؤسا اس کی حمایت پر آمادہ تھے۔ اس ہلچل سے صاف طور پر نظر آتا تھا کہ ایک طوفان آنے کو ہے۔ پوپ نے جب ان حالات کو دیکھا تو اس نے شہنشاہ کو آمادہ کیا کہ وہ فوراً اس تفرد اور الحاد کا انسداد کرے۔

ورمز کی مجلس

ورمز کے مقام پر ایک مجلس منعقد ہوئی۔ مارٹن لوتھر کو طلب کیا گیا۔ یہ مجلس اور کانفرنس جنوری ۱۵۲۱ء کو منعقد ہوئی۔ اس میں شہنشاہ خود موجود تھا۔ پوپ کے سفیر نے اصرار کیا کہ مارٹن لوتھر کو بغیر کسی قسم کی صفائی پیش کرنے کے سزا دینا چاہئے۔ کیونکہ اس پر پہلے فرد جرم پوپ کی طرف سے عائد ہو چکا ہے۔ مزید صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جتنے رؤسا اور شہزادے وہاں جمع تھے۔ وہ بھی روم کے روحانی دربار سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ انہیں پوپ سے متعدد سیاسی اور ملکی شکایات تھیں اور اس کے علاوہ یہ حد درجہ کی بے انصافی تھی۔ کہ ایک شخص کو بغیر کچھ کہے سنے سزا دیدی جائے۔ کانفرنس کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس نے ایک سو کے قریب شکایات مرتب کر کے پیش کیں جو جرمن لوگوں کو پاپائے روما کے خلاف تھیں ان شکایات کے ملنے سے شہنشاہ مرعوب ہو گیا اور اسے مارٹن لوتھر کے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ بجائے اس کے کہ لوتھر کی کتابوں کو جلائے جانے کا حکم دیا جاتا۔ ان کتابوں کو ایک مجسٹریٹ کے سپرد کر دیا گیا ــــــ مارٹن لوتھر جب ورمز کو روانہ ہؤا۔ تو اس کا غالب خیال تھا کہ اس کیلئے سزائے موت کا حکم ہو گا۔ راستے میں جہاں کہیں سے بھی اس کا گذر ہؤا۔ لوگوں نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ جس سے اس کی ہر دلعزیزی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۱۷ر جنوری ۱۵۲۱ء کو اسے کانفرنس کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کی تصانیف کے متعلق اس سے سوالات پوچھے گئے۔ اس نے ہر قسم کے تنقیدی تبصرہ کا جو رومی کلیسا پر اس کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اعتراف کیا۔ اور اپنے مقاصد کی وضاحت کی۔ جس سے پوپ کی پارٹی اور نمائندے مشتعل ہو گئے۔ اور انہوں نے اصرار کیا۔ کہ یا تو اسے قرار واقعی سزا دی جائے۔ یا وہ اپنے عقائد سے توبہ کرے ــــــ شہنشاہ نے ایک آدھ دن کے توقف کے بعد فیصلہ کیا کہ لوتھر کو واپس جانے کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے خیالات حکومت کے زیر عتاب ہیں۔ اور جو ان خیالات کا آئندہ موید ہو گا۔ اسے سزا دی جائے گی۔ اس فیصلہ پر پبلک میں بہت ہیجان پیدا ہو گیا اور بغاوت وغیرہ کی دھمکی بھی دی گئی۔

قرار پایا کہ مارٹن لوتھر کو تین دن کی مہلت دی جائے۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس کی اصلاح کر لے۔ دین عیسوی کے علماء اس کے پاس آئے اور اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کہ وہ "توبہ اور پشیمانی" کا اظہار کرے۔ لیکن مارٹن لوتھر کے پایہ استقلال کو جنبش نہ ہوئی۔ بالآخر کانفرنس کے فیصلہ کا اعلان کر دیا گیا جس میں مارٹن لوتھر کی تحریک اصلاح کی باضابطہ مخالفت کی گئی یعنی اکیس دن کے بعد مارٹن لوتھر کو راندۂ قانون خیال کیا جائیگا۔ اور کسی شخص کو اجازت نہ ہو گی کہ اسے کسی قسم کی پناہ دے۔ اس کی کتابیں جلا دی جائیں گی۔ اس کی جائداد ضبط کر لی جائے گی۔ اور اس کی تقلید کرنے والوں کو سزا دی جائے گی"۔

وٹن برگ کو واپسی

یہ فیصلہ سن کر مارٹن لوتھر نہایت سرعت کے ساتھ وٹن برگ کو واپس لوٹا تاکہ زنلخ کے قریب اسے روک لیا گیا۔ اور وارٹ برگ کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا جس سے پبلک میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا لیکن لوگوں کو اطمینان دلایا گیا۔ کہ لوتھر ہر طرح عافیت سے ہے۔ اس قلعہ میں مارٹن لوتھر دس ماہ تک رہا۔ ان فارغ اوقات سے مارٹن لوتھر نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور چند مقدس صحیفوں کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔ اس وقت ان صحیفوں کے ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ عہد نامہ جدید کا ترجمہ ۲۱ ستمبر ۱۵۲۲ء میں سب سے پہلے جرمن زبان میں شائع ہؤا۔ اور یہ ترجمہ جرمن لٹریچر میں معیاری کتب میں شمار ہوتا ہے۔ دس مہینے کے بعد تین مارچ ۱۵۲۲ء کو مارٹن لوتھر وٹن برگ پہنچا۔

نورم برگ کی کانفرنس

ورمز کی کانفرنس نے مارٹن لوتھر کے خلاف فیصلہ تو دیدیا تھا۔ لیکن اس کے نفاذ کی ہمت نہ پڑی۔ کیونکہ جرمن قوم کی اکثریت مارٹن لوتھر کی پشت پر تھی۔ یہاں تک کہ رومن کیتھولک کلیسا کے پیرو لوگ بھی مارٹن لوتھر پر اتنی کڑی پابندیوں کا نفاذ نہیں چاہتے تھے چنانچہ نورم برگ کے مقام پر حکومت کی ایک اور کانفرنس ۱۵۲۲ء میں منعقد ہوئی۔ جس میں شہنشاہ موجود نہیں تھا بلکہ عام جرمن پبلک کے نمائندے زیادہ تھے۔ اس کانفرنس نے ورمز کے فرمان حکومت کو منسوخ اور کالعدم قرار دیا۔ اس کانفرنس میں بھی پوپ کا نمائندہ موجود تھا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ ورمز کے فیصلہ اور فرمان کو عملی جامہ پہنایا جائے لیکن اس مطالبہ پر کانفرنس کی طرف سے استفسار ہؤا کہ وہ جرمن قوم کی پاپائے روما کے خلاف شکایات کیا ہوئیں؟ اس پر تقدس مآب نے کبھی بھولے سے بھی کان دھرنا مناسب خیال نہیں کیا اور ہم سے یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ ورمز کے فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی ہؤا کہ ایک کانفرنس (Spires) سپائرز کے مقام پر بھی منعقد کی جائے۔ لیکن اس کانفرنس کے قیام سے پہلے بعض دیگر پولیٹیکل تنازعات بھی شروع ہو گئے۔ جن کا کسی نہ کسی صورت میں اس تحریک اصلاح پر اثر پڑا۔ لیکن مارٹن لوتھر اس عرصہ میں بدستور سابق تالیف وتصنیف اور اصلاح کے کام میں مشغول رہا اور حتی الامکان پولیٹیکل ہنگاموں سے علیحدہ رہنے کی کوشش کی۔ لیکن ایک جنگ ایسی ہے جس کا اس کی تحریک اصلاح پر بہت گہرا اثر پڑا۔ اور وہ جنگ دہقانوں کی جنگ کے نام سے موسوم ہے۔

دہقانوں کی جنگ

یورپ میں اس زمانہ میں (Feudal System) یعنی اقطاعی نظام رائج تھا۔ اس نظام میں طبقہ امراء اور رؤسا کا عمل دخل زیادہ ہؤا کرتا ہے۔ دہقانوں اور مزدوروں پر امراء کا ظلم دور بہت بڑھ گیا تھا اور یہ سلسلہ قریباً پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز سے جاری تھا۔ اور دن بدن اس میں ترقی ہوتی چلی جا رہی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب وقت یہ تحریک اصلاح شروع ہوئی تو ان مزدور لوگوں نے جو برسوں سے ظلم سہتے چلے آ رہے تھے۔ اس تحریک کی پناہ لی۔ اور بغاوت کر دی۔ اور دوسری طرف امراء پوپ اور رومن کیتھولک کلیسا کے ساتھ جا ملے۔ جنوری ۱۵۲۵ء میں یہ تحریک خوب پھیلنی شروع ہو گئی اور بالآخر گھمسان کا رن پڑا جس میں سب رؤسا نے مل کر دہقانوں پر وہ یورش کی کہ الحفیظ! اور الامان! قریباً پچاس ہزار دہقان نہایت سنگدلی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مارٹن لوتھر اگر اس دہقانوں کے مسئلہ میں اپنے ذاتی اثر کو کام میں لاتا۔ اور پولیٹیکل معاملات میں دلچسپی ظاہر کرتا تو یہ معاملہ بہت حد تک سلجھ سکتا تھا۔ لیکن پولیٹیکل معاملات میں یا تو اسے مطلق دلچسپی نہیں تھی۔ یا ان میں دخل انداز ہوتے ہوئے اس کی ہمت عذر کرتی تھی۔ اصل میں حقیقت یہ ہے کہ بیشک مارٹن لوتھر پوپ کے مقابلہ میں بہت دلیر تھا۔ لیکن مقامی رؤسا کے مقابلہ کیلئے اس کے اندر وہ ہمت اور جرأت نہ تھی۔

مارٹن لوتھر کی شادی

یہ دن مارٹن لوتھر کے لئے نہایت افسردگی اور پژمردگی کے دن تھے۔ سب بڑے بڑے لوگ اس کی تحریک کو بیخ و بن سے اکھیڑنے پر آمادہ تھے۔ اس زمانہ میں مارٹن لوتھر نے یہ ارادہ کیا کہ شادی کرے۔ پہلے تو وہ باقی لوگوں کو ہی تلقین کرتا رہا تھا۔ کہ شادی ضرور کرنا چاہیئے۔ لیکن اب اس نے خود اس تلقین کو عملی جامہ پہنایا۔ اس نے ایک نیک نہاد خاتون جس کی عمر چھبیس سال تھی شادی کر لی۔ اس خاتون کا نام کیتھرائن فان بورا تھا۔ اس کے ہاں چھ بچے پیدا ہوئے وہ بہت مہربان شوہر اور نہایت ہی شفیق باپ تھا۔

سپائرز کی کانفرنس کا انعقاد

سپائرز جس کا ذکر اوپر بھی آ چکا ہے۔ اس جگہ پر دو دفعہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ پہلے ۱۵۲۶ء میں اور دوسری دفعہ ۱۵۲۹ء میں۔ پہلی دفعہ بھی وہ کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکی۔ بلکہ اس فیصلہ کو کسی آئندہ عمومی کانفرنس پر اٹھا رکھا۔ دوسری دفعہ جب انعقاد ہؤا تو کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکا کیونکہ امراء میں اتنا اختلاف موجود تھا کہ کسی قطعی فیصلہ پر پہنچنا بالکل ناممکن تھا۔ البتہ اس کا اتنا فائدہ ضرور ہؤا۔ ۱۵۲۶ء میں ایک تجویز پیش ہوئی تھی کہ جب تک کوئی بڑی کونسل مل کر فیصلہ نہ کرے۔ اس وقت تک اقطاعی نظام کے ہر ایک جزو یعنی ہر ایک ریاست کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق خدا اور بادشاہ کے سامنے جوابدہ ہو۔ یعنی ایک قسم کی ضمیر کی آزادی دیدی گئی تھی۔ یہ آزادی تحریک کیلئے نہایت ہی مفید ثابت ہوئی۔ لیکن ۱۵۲۹ء میں جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں یہ سوال پیدا ہؤا کہ اس رواداری کے قانون کو جس کا اوپر ذکر ہؤا ہے بالکل منسوخ کر دینا چاہیئے۔ لیکن اس پر اختلاف رونما ہوا۔

پروٹسٹنٹ ازم

اس اختلاف میں ایک اقلیت نے پروٹسٹ کیا کہ یہ

فیصلہ صادر کرنے میں اور ۱۵۲۶ء کے قانون رواداری کو منسوخ کرنے میں کانفرنس اپنی جائز حدود سے تجاوز کر رہی ہے۔ اس اقلیت کو حکومت کی طرف سے متعدد دھمکیاں بھی دی گئیں کہ ان کے بعض حقوق کو سلب کر لیا جائیگا لیکن وہ ان دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس پروٹسٹ پر آزاد شہروں کے نمائندوں، اور ممتاز شہزادوں اور رؤسا نے بھی دستخط کر دیئے۔ اور پروٹسٹ کے اس مسودہ کی وجہ سے ساری تحریک کا نام بعد میں پروٹسٹنٹ ازم ہوا۔ کیونکہ جہاں تک حکومت اور آزادی ضمیر کا سوال ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔ اس لئے تحریک پر اس واقعہ کا غیر معمولی اثر پڑنا ناگزیر تھا۔

آگس برگ کی کانفرنس

ایک سال کے بعد یعنی ۱۵۳۰ء میں آگس برگ کے مقام پر ایک فیصلہ کن کانفرنس ہوئی۔ اس میں شہنشاہ نے بھی شمولیت کی۔ اس زمانہ میں شہنشاہ جرمنی اپنے پورے عروج پر تھا۔ کیونکہ وہ گرد و پیش کے قریباً سب دشمنوں کو زیر کر چکا تھا۔ اب اس کے پیش نظر صرف ایک ہی بات تھی کہ اس تحریک کے زور کو توڑ دے اور وہ انہی ارادوں کو لئے ہوئے اس کانفرنس میں شامل ہوا۔ اس نے پروٹسٹ کرنے والے ممتاز لوگوں پر زور دیا کہ وہ اپنی پروٹسٹ کو واپس لیں۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور بڑی کشمکش کے بعد یہ فیصلہ ٹھہرا کہ آئندہ موسم بہار تک پروٹسٹ کرنے والوں کو مہلت دی جاتی ہے۔ کہ اگر وہ اپنی اصلاح کر لیں تو بہتر ورنہ ان کے خلاف مناسب کارروائی کی جائیگی ۱۹ر نومبر ۱۵۳۰ء کو یہ فیصلہ شائع کیا گیا اور دسمبر کے آخری عشرہ میں پروٹسٹ کرنے والے ایک لیگ کی صورت میں ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے عہد کیا کہ اس فیصلہ کے نفاذ پر ایک دوسرے کی مجتمع ہو کر مدد کریں گے۔ لیکن جب اس فیصلہ کے نفاذ کا وقت آیا۔ تو اس وقت شہنشاہ کو اتنی مصروفیت تھی کہ وہ اس امر کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اور ویسے بھی اگر طاقت کے بل بوتے پر اس فیصلہ کا نفاذ کیا جاتا۔ تو نتائج نہایت مہلک ہوتے۔ پروٹسٹنٹ ازم کو دن بدن فروغ حاصل ہونے لگا اور یہ تحریک اصلاح جرمنی میں ہر جگہ پھیل گئی۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ ملک بھر میں ایک تحریک بھی ایسی نہ تھی جو اس کے مقابلہ کی تاب لا سکے۔ شمالی اور وسطی جرمنی تو سب کا سب اس تحریک میں مجموعی طور پر شامل ہو گیا۔ اور باقی علاقوں میں بھی اس تحریک کے متعلق نہایت قوی رجحانات پیدا ہو گئے۔ اور مارٹن لوتھر نے خود اپنی آنکھوں سے اس تحریک کو پھلتے پھولتے دیکھ لیا۔

مارٹن لوتھر کی باقی ماندہ زندگی

زندگی کے باقی ایام مارٹن لوتھر نے نہایت عافیت کے ساتھ بسر کئے اور تالیف و تصنیف کے کام میں منہمک رہا۔ ۱۵۳۴ء میں بائبل کا مکمل ترجمہ شائع ہوا۔ اور باقی وقت پروٹسٹنٹ ازم کے قواعد و ضوابط مدون کرنے اور خطبات میں صرف ہوا۔

وفات

مارٹن لوتھر زندگی کے آخری سالوں میں بیمار رہنے لگا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی صحت کمزور ہو رہی تھی جنوری ۱۵۴۶ء کو اسے آئس لیبن جانا پڑا موسم خراب تھا اور صحت بھی کمزور تھی۔ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور بیمار پڑ گیا اور یہ مرض ہی جان لیوا ثابت ہوا۔ ۱۷ر فروری ۱۵۴۶ء کو اس نے محسوس کیا کہ اس کا انجام قریب آ پہنچا اور دوسرے دن ۱۸ر فروری کو وہ دعا اور مناجات کرتا ہوا فوت ہو گیا۔

مارٹن لوتھر آئس لیبن میں ۱۰ر نومبر ۱۴۸۳ء کو پیدا ہوا۔ اور ۱۸ر فروری ۱۵۴۶ء کو آئس لیبن کے مقام پر ہی فوت ہوا۔

ختم شد

فریضۂ زکوٰۃ

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن)

زکوٰۃ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے دوسرا بڑا عبادتی رکن ہے اور اس کی ادائیگی ہر ایک صاحب نصاب مسلم پر فرض ہے لیکن افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ عام مسلمان جس طرح فریضہ نماز سے آہستہ آہستہ غافل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اس اہم فریضہ کا احساس بھی ان کے دلوں سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ کوئی قوم بغیر جدوجہد اور قربانی کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اور پھر ہماری جماعت کی بنیاد ہی اس پر ہے۔ "اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ چاہتا ہے اور وہ ہے۔ ہمارا اس کی راہ میں مرنا" یہ حضرت مجدد اعظم کے اپنے الفاظ ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور ان پر غور کرے۔

بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو ماہوار چندہ دیتے ہیں تو زکوٰۃ اس میں آ جاتی ہے۔ اور اسی طرح بعض غیر از جماعت یہ کہتے ہیں کہ ہم جو سرکاری ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں نظریے غلط ہیں۔ سرکاری ٹیکس گورنمنٹ نے اپنے اغراض کی خاطر لگایا ہے اور اس کے خاص مقاصد اس کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ اسی طرح چندہ ماہوار مجدد زمانہ نے اس جہاد کو جاری رکھنے کی خاطر لگایا ہے جس میں ہماری جماعت مصروف ہے۔ جس طرح سرکاری ٹیکس کے ادا کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح چندہ ماہوار کے ادا کر دینے سے فریضہ زکوٰۃ ہرگز ادا نہیں ہوتا۔ جو شخص سرکاری ٹیکس ادا نہیں کرتا۔ تو وہ حکومت کا مجرم ہے اور جو جماعت کا ممبر چندہ ماہوار ادا نہیں کرتا۔ وہ حضرت مسیح موعود کے ایک صریح حکم کا انکار کرتا ہے۔ اسی طرح جو صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ وہ خدا اور رسولؐ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور گناہ عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔

اس ضمن میں ایک نقطہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو رحمان اور رحیم مانتے ہیں۔ یعنی ایسی ذات (۱) جو ہمیں بے شمار چیزیں بغیر ہماری کسی جدوجہد کے دیتا ہے اور (۲) جو ہماری کوشش اور عمل پر اجر عطا فرماتا ہے۔ گو بظاہر ایک انسان مال اور دولت اپنی جدوجہد سے کماتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہے مگر خوب یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت اس کو ایسے قویٰ عطا کئے۔ ایسے حالات اس کے لئے پیدا کر دیئے جن سے فائدہ اٹھا کر اس نے یہ مال و دولت پیدا کیا یعنی اس کے اس مال و دولت کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفات یعنی رحمانیت اور رحیمیت نے کام کیا ہے اور اس کا مال صرف اسکی اپنی کوشش اور سعی کا نتیجہ نہیں ہے۔ ہمارے مالوں میں ایک حصہ ایسا بھی ہے جس پر ہمارا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ یہ ہمیں محض صفت رحمانیت سے ملا ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

"وفی اموالهم حق للسائل والمحروم"

یعنی ان کے مالوں میں غرباء اور مستحق لوگوں کا حق ہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس فرض کو ادا کرے اور اس پر غاصبانہ قبضہ نہ جما بیٹھے۔

میں ان چند سطور کے ذریعہ صاحب نصاب اور بالخصوص صاحب ثروت احباب کی توجہ اس طرف منعطف کروانی چاہتا ہوں فریضہ زکوٰۃ ہمارے سرکاری ٹیکسوں کے ادا کرنے سے یا ماہوار چندوں سے ہرگز ادا نہیں ہو جاتا۔

خواتین سلسلہ بالخصوص اس طرف توجہ کریں۔ وایّاً ان کے زیورات وغیرہ کنز کے ماتحت آتے ہیں۔ جن کے متعلق قرآن کریم میں دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے۔

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

یعنی وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خبر دو جس دن اسے جہنم کی آگ میں گرم کیا جاوے گا۔ پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہ ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے تھے۔ تو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

میں اس وقت زکوٰۃ کے احکام کی تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہتا۔ صاحب نصاب کون ہیں۔ کن کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کا نصاب کیا ہے۔ کہاں اور کس طرح ادا ہو سکتی ہے۔ ان تمام امور کے متعلق حضرت امیر قوم کا ٹریکٹ دفتر میں موجود ہے۔ احباب منگوا کر پڑھ لیں۔ یا اس کو پیغام صلح کی کسی اشاعت میں درج کر دیا جائے گا۔ والسلام

اعلانات

ضرورت رشتہ

ایک صاحب رشتے کے خواہشمند ہیں۔ وہ نہایت نیک ہیں اور صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند ہیں۔ اس لئے وہ ایسے گھرانے سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں جو خاص طور پر دیندار ہو۔ ان کے متعلق ذیل کے کوائف کا درج کر دینا مناسب ہے۔ وہ ذات کے شیخ ہیں۔ سرکاری ملازم ہیں۔ ان کی تنخواہ پانصد روپے ماہوار سے زائد ہے۔ ان کی عمر چالیس سال کے قریب ہے اور ان کے چار پانچ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔

(صدر الدین۔ ۱۳ اپریل ۱۹۴۲ء)

ایک ٹریکٹ کی ضرورت

ایک چھوٹا سا ٹریکٹ غالباً چار صفحے کا اس مضمون کا شروع اختلاف کے وقت ہی شائع ہوا تھا کہ "موجودہ قادیانی مذہب خلاف مذہب حضرت مسیح موعود ہے"۔ اس میں ایک کالم میں میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ نبوت مسیح موعود۔ تکفیر غیر احمدیاں جنازہ غیر احمدیاں درج تھے۔ اور دوسرے کالم میں انہی امور کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے اقتباس تھے۔ اس ٹریکٹ کو دوبارہ چھپوانے کیلئے ایک کاپی کی ضرورت ہے۔ جن صاحب کے پاس ہو۔ مجھے بذریعہ پیکٹ پوسٹ بھیج دیں۔

عزیز بخش

آنریری جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احمدیہ بلڈنگس لاہور

اعلان

مجھے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے میاں محمود احمد صاحب سے قرآن شریف پڑھنے کے لئے نہ کبھی لکھا اور نہ ہی کبھی زبانی کہا آج "الفضل" مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۷ کے کالم ۳ پر جو اچانک میری نظر پڑی تو وہاں حضرت خلیفۃ المسیح اول کی نظر میں میاں محمود احمد صاحب کے مقام کو ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہوئے پائے:۔

"اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اپنے عہد خلافت میں شیخ عبد الرحمٰن مصری کو جبکہ وہ مصر میں تھے۔ خط لکھا کہ تمہیں وہاں سے کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تم واپس قادیان آؤ گے۔ تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ بڑھا ہوا ہوگا۔ اور اگر ہم نہ ہوئے۔ تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا"

یہ الفاظ پہلے بھی "الفضل" میں ایک دفعہ شائع ہوئے تھے اور مکرمی محمد اسمٰعیل صاحب بی۔ اے کے دریافت کرنے پر میں نے اس کی تردید کر دی تھی۔ جو "پیغام صلح" میں شائع بھی ہو چکی ہوئی ہے۔ لیکن باوجود اس تردید کے پھر دوبارہ اسے شائع کیا گیا ہے۔ پس اگر اس تردید کا علم ہوتے ہوئے ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے اس مضمون کے شائع کرنے کی اجازت دی ہے۔ تو ان کا یہ فعل خلاف تقویٰ ہونے کی وجہ سے مندرجہ کی جسارت پر دال ہے۔ اور اگر اس مضمون کے شائع کرنے کی اجازت انہوں نے اس لئے دی ہے کہ یہ تردید ان کی نظر سے ہی نہیں گذری۔ تو اب میں دوبارہ خود اس کی تردید شائع کر دیتا ہوں تا آئندہ الفضل اور دیگر اخبارات اس غلطی کے ارتکاب سے محفوظ رہیں۔

میں تمام جماعت کی آگاہی کیلئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے میاں محمود احمد صاحب سے قرآن شریف پڑھنے کے لئے نہ کبھی لکھا اور نہ کبھی زبانی کہا۔ میرے اس اعلان کے بعد اگر کوئی شخص اس غلط اور خلاف واقعہ روایت کو دہرائیگا تو سمجھا جائے گا۔ کہ وہ عمداً لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے

خاکسار

شیخ عبد الرحمٰن مصری

۱۴ اپریل ۱۹۴۲ء

ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں کلرکوں کی بھرتی

مسلمان نوجوانوں کیلئے عمدہ موقع

ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں عارضی کلرکوں کی بھرتی کیلئے ایک امتحان مقابلہ، ۲ مئی ۱۹۴۲ء کو شملہ دہلی۔ راولپنڈی۔ لاہور میرٹھ۔ کلکتہ اور پونہ کے مقامات پر منعقد ہوگا۔

امیدواران کی عمر یکم مئی ۱۹۴۲ء کو اٹھارہ اور اٹھائیس سال کے درمیان ہونی ضروری ہے۔ ابتدائی تنخواہ ۴۵ روپے ماہوار ہوگی۔ اور تین سال کی متواتر پسندیدہ ملازمت کے بعد پانچ روپے ترقی ہوگی۔

تعلیمی قابلیت کیلئے بی۔ اے کی ڈگری یا کوئی اور اعلیٰ ڈگری ہونی ضروری ہے۔

تحریری امتحان انگریزی اور ریاضی میں ہوگا۔ انگریزی میں خطوط نویسی۔ پیرا فریزنگ اور ریاضی میں جمع۔ تفریق۔ ضرب تقسیم سود اور تبادلہ کے قواعد میں امتحان ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ عام لیاقت دیکھنے کیلئے زبانی امتحان ہوگا۔

شمولیت امتحان کی اجازت کیلئے امیدواروں کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی درخواستیں۔ عمر کی تصدیق۔ کیریکٹر سرٹیفکیٹ اور دیگر اسنادات کی مصدقہ نقول۔ پورا نام۔ ولدیت۔ قومیت اور پتہ کی تفصیلات کے ہمراہ یکم مئی ۱۹۴۲ء تک مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک پتہ پر پہنچنی چاہئے۔

(۱) کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس ناردرن کمانڈ راولپنڈی

(۲) کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس ایسٹرن کمانڈ میرٹھ

(۳) کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس سدرن کمانڈ۔ پونہ

(۴) کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس اینڈ پنشنز۔ لاہور

(۵) کنٹرولر آف آرمی فیکٹری اکاؤنٹس۔ کلکتہ

منظوری درخواست کے بعد امیدواران کو تین روپیہ فیس امتحان ارسال کرنی ہوگی۔ اور سفر اپنے خرچ پر کرنا ہوگا۔ کامیاب امیدواران کو عارضی ملازمت دی جائے گی۔ اور پہلی تمام اسامیاں مسلمان امیدواران کو دی جائیں گی۔ اور بعد میں بھی پچیس فیصدی اسامیاں مسلمانوں کے لئے مخصوص ہوں گی۔

(تفصیلات کیلئے دیکھو۔ سول ملٹری گزٹ مورخہ ۶ اپریل یا ۹ اپریل ۱۹۴۲ء)

ایک قابل تقلید مثال

جائیداد کی وصیت میں انجمن کا حصہ

ہماری جماعت کے مکرم و مخدوم بزرگ حاجی شیخ الہ دین صاحب نے جو پیرانہ سالی کے باوجود دینی کاموں اور خدمت سلسلہ میں نوجوانوں سے زیادہ جوش اور ہمت رکھتے اور رات دن اسی میں منہمک رہتے ہیں۔ حال ہی میں اپنی جائداد کی وصیت فرمائی ہے جس میں چند باتیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے متعلق بھی درج فرمائی ہیں۔ اور اپنی جائداد سے مناسب حصہ انجمن کو عطا فرمایا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احباب کرام کی آگاہی کیلئے وصیت میں سے ان فقرات کو اخبار میں نقل کر دیا جائے جو انجمن سے تعلق رکھتے ہیں۔ امید ہے دوسرے احباب بھی اس نیک نمونہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی جائدادوں کی وصیت کرتے وقت انجمن کو مناسب حصہ دینے سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ہمیشہ یہ یاد رکھیں گے۔ کہ ان کے اموال و جائداد میں سے وہی چیز آگے چل کر ان کے کام آسکتی ہے۔ جو وہ دین کی خدمت کیلئے اپنے پیچھے چھوڑ جائیں۔

ضروری اقتباس از وصیت نامہ رجسٹری شدہ مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۴۲ء منجانب حاجی الٰہ دین ولد شیخ قمر الدین صاحب

(۲) جو روپیہ وصول ہوگا۔ وہ سیونگ بنک میں جمع کیا جاوے یا کوئی مکان یا قبضہ رہن یا بیع لیا جاوے۔ اس روپیہ کے منافع سے مندرجہ ذیل اشخاص کی امداد کی جاوے۔ (الف) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مبلغ چار سو روپیہ تبلیغ اسلام کیلئے چند قسطوں میں ادا کیا جاوے۔ اگر میرے ورثاء چند قسطوں میں ادا نہ کریں تو انجمن کو میری طرف سے حق حاصل ہے کہ میری جائداد غیر منقولہ میں سے بذریعہ عدالت چار سو روپیہ کی رقم وصول کر سکتی ہے۔

(۷) میری جائیداد کے بارے میں خدانخواستہ ورثاء میں اگر کوئی تنازعہ کی صورت پیدا ہو جاوے تو عدالت انگریزی میں جانے کی بجائے امیر جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں معاملہ پیش کیا جاوے اور ان کے فیصلہ کو آخری اور قطعی سمجھا جاوے۔

(۸) جو لوگ میری جائداد کے وارث ہوں ان کا فرض ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو حسب توفیق ماہواری چندہ دیا کریں۔ یہ ان کے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ اگر وہ چندہ نہ دیں گے تو میری جائداد میں سے حصہ لینا ان کے لئے بابرکت نہ ہوگا۔

(۱۳) میرے مرنے کے بعد میری کل کتابیں اور اخبارات کے فائل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد کر دی جاویں۔ تاکہ وہ الٰہ دین لائبریری کے نام سے محفوظ رکھیں۔

محمد عبد اللہ

جنرل سیکرٹری

بقیہ صفحہ ۲

ایمان پیدا کرنا تھا۔ جس کو آپ نے اس کلام الٰہی کے ذریعہ سے جو آپ پر نازل ہوتا تھا۔ اُن زبردست دلائل و براہین کے ذریعہ سے جو اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کے ثبوت میں آپ نے پیش کئے۔ بیشمار دلوں میں جو دہریت یا لامذہبی کی طرف راغب تھے۔ پیدا کر دیا۔

گورنمنٹ کی وفاداری اور مسیحی مذہب کی تردید

اسی غرض کے پیش نظر آپ کو دو عظیم الشان منصب عطا کئے گئے۔ جو اس زمانہ کی دو عظیم الشان قوموں کی اصلاح کیلئے ضروری تھے۔ ایک طرف آپ کو دین عیسوی کے مقابلہ کے لئے مقام مسیحیت پر کھڑا کیا گیا۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کی اصلاح کیلئے مہدی کا لقب عطا کیا گیا۔ اول الذکر مقام کی مناسبت سے آپ نے وفات مسیح کو دلائل قاہرہ سے ثابت کرتے ہوئے موجودہ مسیحیت کو جو گورنمنٹ انگریزی کا مذہب ہے دجالیت قرار دیا۔ جہاں ایک طرف حکومت انگریزی کی وفاداری پر زور دیا۔ وہیں دوسری طرف اس کے مذہب کے وہ پرخچے اڑا دیئے اور اس مذہب کی تبلیغ کرنے والوں کو ایسے کھلے الفاظ میں دجال قرار دیا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔

دعویٰ مہدویت اور مسلمانوں کی اصلاح

ایسا ہی دعویٰ مہدیت کی مناسبت سے مسلمانوں کو بتایا۔ کہ اسلام کسی ایسے مہدی کا آنا جائز نہیں ٹھہراتا جو دین کے لئے جبر روا رکھتا ہو اور تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرے بلکہ جس مہدی کے آنے کا وعدہ ہے وہ عیسوی رنگ میں رنگین ہوگا (لا مہدی الا عیسیٰ) اور دین کی تبلیغ جبر اور تلوار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ نرمی اور اخلاق فاضلہ سے کریگا۔ کیا اس شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے انگریزوں کی ترغیب سے ایک منصوص قرآنی مسئلہ کو مٹانے کیلئے ایک جدید نبوت کی بنیاد رکھی کیا اس شخص کی بعثت کا بنیادی مسئلہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ قرار دیا جا سکتا ہے؟

حضرت مرزا صاحب کا جہاد کبیر

جہاد کے متعلق تو جو کچھ آپ نے لکھا۔ وہ صرف ایک آدھ رسالہ یا بعض مضامین کے چند ضمنی فقرات تک ہی محدود ہے لیکن تمام عمر آپ نے غیر مذاہب کے مقابلہ اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت ثابت کرنے میں صرف کر دی۔ اور اس جہاد کبیر میں نہ صرف خود منہمک رہے۔ بلکہ ایک ایسی جماعت بنا گئے جو اس جہاد میں دن رات سرگرم عمل ہے۔ اس کو "شریعت اسلامیہ سے جہاد کا مسئلہ خارج" کرنیوالا قرار دینا خود اپنی بے بصیرتی کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ خدا معاف کرے علامہ اقبال کو وہ تو اب اس دنیا میں موجود نہیں۔ اور نہ ہم ان کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن جناب عرشی سے کیا کہا جائے۔ جو ایسی غلط اور بے بنیاد باتیں شائع کر کے علامہ مرحوم کو خواہ مخواہ مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

فتاوے کی تلاش

عرشی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

"علامہ نے مجھے خاص طور پر کہا "تم ایسے فتاوے کی نقول تلاش کرو ممکن ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے کچھ سراغ نکلے"۔ میں نے امرتسر پہنچکر مولوی صاحب موصوف سے دریافت کیا تو انہوں نے سرسید مرحوم کے کتبخانہ علیگڈھ کی طرف رہنمائی کی۔ میں نے علامہ کو اس مطلب کا ایک خط لکھ دیا۔ پھر معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے اس بارہ میں کوئی قدم اٹھایا یا نہیں۔ ایک دفعہ میری موجودگی میں سید ریاست علی صاحب ندوی کو بھی اس کام کیلئے آمادہ کیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ کام اسی وقت کرنے کا ہے۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جائیگا ہم اس کی سہولتوں سے دور ہوتے جائیں گے اور اس ملت جدیدہ پر تقدس کے غلاف چڑھتے جائیں گے"۔

سمجھ نہیں آیا کونسے فتاوے کی نقول تلاش کرنے کی ہدایت علامہ مرحوم نے عرشی صاحب کو کی۔ جس کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے سرسید کی لائبریری کی طرف رہنمائی کی۔ اگر ان کی مراد حضرت مرزا صاحب کے تنسیخ جہاد کے فتاوے سے ہے تو وہ بیشک تلاش کرتے رہیں۔ ایسے فتاوے نہ کوئی حضرت مرزا صاحب نے دیئے اور نہ ان کو کہیں مل سکتے ہیں۔ جو کچھ آپ نے لکھا آپ کی کتابوں میں موجود ہے جس کی حقیقت مندرجہ بالا بیانات سے بڑھ کر نہیں۔ پس اگر کوئی سہولتیں اس وقت ان کے سامنے ہیں۔ جن سے وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ احمدیت کے وجود کا حقیقی سبب تنسیخ جہاد کے ذریعہ سے انگریز کا مستقبل ہندوستان میں مطمئن بنانا تھا۔ تو عرشی صاحب کو چاہیئے۔ کہ فوراً ان سہولتوں سے کام لیکر اپنے اور علامہ کے اس بیان کو صحیح ثابت کریں۔ اور کوئی تقدس کا غلاف احمدیت پر چڑھنے نہ دیں۔

"ملت جدیدہ" احمدیت ہے یا امت مسلمہ امرتسر

لیکن وہ یاد رکھیں کہ احمدیت تو کوئی "ملت جدیدہ" نہیں۔ جس پر تقدس کے غلاف چڑھانے کی ضرورت پیش آئے۔ یہاں تو وہی دین اسلام ہے جو پہلے تھا وہی کلمہ طیبہ۔ وہی نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ ہے جو تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے" اور وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا اور ان کی تبلیغ کرنا ہم فرض سمجھتے ہیں" اس لئے یہ تو بجائے خود ایک ایسی مقدس چیز ہے۔ جس کی بنا خود داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی حضرت مرزا صاحب نے تو محض اس کو از سر نو تازہ کر دیا۔ لیکن کیا کہیں گے عرشی صاحب اس "ملت جدیدہ" کے متعلق جو "امت مسلمہ امرتسر" کے نام سے انہوں نے قائم کر رکھی ہے جس کے نزدیک نہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صحیح۔ نہ نماز پنجگانہ اور اس کی وہ ہیئت کذائی اور وہ ماثورہ دعائیں جائز ہیں جو تیرہ سو سال سے تمام امت کے تعامل میں چلی آتی ہیں۔ نہ حج اور زکوٰۃ کی وہ صورت صحیح ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ الغرض اسلام کے کسی رکن، کسی عقیدہ اور کسی عمل کے ساتھ اس کا اتفاق نہیں۔ کیا یہ "ملت جدیدہ" اس قابل ہے کہ اسے زندہ رہنے دیا جائے اور "البیان" بظاہر حمایت قرآن کے نام سے تقدس کے غلاف اس پر چڑھاتا رہے۔ احمدیت پر حملہ کرنے والو! خود اپنے گھر کی تو خبر لو۔ شیشے کے محل میں بیٹھکر دوسروں پر پتھر پھینکنا کوئی دانشمندی کا ثبوت نہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دھلی کے سالانہ جلسہ کی مختصر رپورٹ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام دہلی کا سالانہ جلسہ پریڈ گراؤنڈ متصل جامع مسجد بروز ہفتہ و اتوار بتاریخ ۶ و ۷ اپریل ۱۹۴۷ء نہایت ہی کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ انہی ایام میں دہلی کی ایک افتراق پسند انجمن نے جس کا نام انجمن سیف الاسلام ہے۔ سیاسی لائن پر جلسہ کیا۔ جس میں تقریر کرنے کیلئے بہت سے دیوبندی مولوی، بلائے گئے۔ جن میں مولوی حسین احمد صاحب مدنی۔ مولوی حبیب الرحمان صاحب صدر مجلس احرار۔ مولوی کفایت اللہ صاحب۔ مولوی احمد سعید صاحب کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ ان مولوی صاحبان نے سوائے مسلم لیگ اور جماعت احمدیہ کو برا بھلا کہنے کے کوئی دوسرا کام نہیں کیا۔ اغلباً یہ بھی کوئی وجہ ہوگی کہ دہلی کے مسلمانوں نے ان کے اس جلسہ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ دن کے وقت تو ان کا کوئی جلسہ ہی نہیں ہو سکا۔ اور رات کے جلسہ میں بھی حاضری بہت کم ہوتی تھی

برعکس اس کے ہمارا جلسہ خدا کے فضل و کرم سے ہر طرح کامیاب رہا۔ دن کے وقت بھی جو اجلاس ہوتے رہے ان میں بھی جلسہ گاہ بھری ہوئی نظر آتی تھی۔ حضرت مجدد وقت کا ایک الہام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک وقت آئیگا جبکہ دنیا پرست اور وجاہت پر مرمٹنے والے مولوی ننگے کئے جائیں گے۔ میرے خیال ناقص میں حضرت مجدد الوقت کا یہ الہام دہلی کے ان جلسوں پر نہایت وضاحت کے ساتھ پورا ہوا۔ چنانچہ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دھلی کے مسلمان بھائی جو ہمارے اور سیف الاسلام کے جلسہ میں شامل ہوئے عام طور پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے تھے کہ اگر ایسے مخلصین و مجاہدین اسلام کی جماعت احمدیہ لاہور کے علما یا ممبر بقول مولوی صاحبان کافر ہیں تو پھر دنیا میں صحیح معنوں میں مسلمان کہلانیوالا کوئی باقی نہ رہیگا۔ اور حیرت سے پوچھتے تھے کہ مولوی صاحبان ایسی جماعت کو جس کا مقصد اشاعت اسلام ہے اور جس کے عقائد اسلامی کتاب و سنت پر مبنی ہیں۔ برا بھلا کیوں کہتے ہیں چنانچہ مسلمان بھائی مولویوں کی ذہنیت کا ماتم کر رہے تھے اور برملا صاف صاف کہتے تھے کہ مولوی نہ صرف اپنے نامہ اعمال کو ہی سیاہ کر رہے ہیں بلکہ جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کر کے مقصد اسلامی وحدت کو بھی برباد کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب مولانا مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت اور سید اختر حسین شاہ صاحب کی تقاریر کو نہایت پسند کیا گیا۔ مولانا عمر الدین صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے "دعویٰ مسیحیت" پر زبردست تقریر کی۔ اہلحدیث کے ایک مولوی صاحب نے حدیث کی کتاب "ابن ماجہ" کو پیش کیا اور چیلنج کیا کہ مولوی عمر الدین صاحب اس کتاب سے اپنی پیش کردہ حدیث کو ثابت نہیں کر سکتے اور مسلمانوں کو کہا کہ "مرزائیوں کے دھوکہ میں مت آؤ" چنانچہ جب مولوی عمر الدین صاحب نے اس حدیث کو "ابن ماجہ" سے نکال کر پبلک میں پیش کر دیا تو اہلحدیث مولوی کی جو حالت ہوئی اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مسلمانوں نے بھی مولوی صاحب کے جھوٹے دعویٰ کو بنظر حقارت دیکھا۔

سید اختر حسین شاہ صاحب کی تقریر "ختم نبوت" نے مسلمانوں پر ثابت کر دیا کہ قادیانی فتنہ کی تردید صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی کر سکتی ہے۔ مسلمان کہتے تھے کہ مولویوں نے قادیانیوں کی تردید کیا کرنی ہے جو وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی نزول کے قائل بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں۔

خاکسار نے تحریک احمدیت کا جو مقام اسلام میں ہے اسے واضح کیا۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات اسلام کو مسلمانوں پر واضح کیا اور مسلمانوں کو ترغیب دلائی کہ وہ جماعت میں شامل ہو کر اسلام کیلئے تقویت کا موجب بنیں۔

حضرت مولانا عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت نے انجیل۔ تورات ژند اوستا۔ زبور اور ویدوں سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں ظاہر کیں اور ثابت کر دیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے موعود نبی ہیں۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جن کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے معارف و حقائق بیان فرمانے کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے اور جنہوں نے اپنے دو ماہ کے قیام دہلی میں اپنے تبحر علمی سے درس قرآن کریم کے ذریعہ اسلامی اصولوں کی صداقت پر سائنٹیفک طریق پر ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ ہمارے جلسہ کے صدر تھے۔ نیز جماعت احمدیہ کے واجب التعظیم بزرگ جناب خان بہادر صاحب میاں غلام رسول صاحب جو جماعت دہلی کی خوش قسمتی سے انہی ایام دہلی میں تھے۔ انہوں نے بھی جلسہ کی صدارت فرما کر ہم سب کو مشکور فرمایا۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ جلسہ خود ہم میں شامل ہو کر ملاحظہ کریں کہ

جلد ۲۸ — لاہور یوم جمعہ مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۴۰ء — نمبر ۲۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن کریم کی ایک اعجازی خاصیت

یہ قرآن میں ہی ایک اعجازی خاصیت ہے کہ وہ اپنے دعوےٰ اور دلیل کو آپ ہی بیان کرتا ہے اور یہی ایک اوّل نشانی اس کے منجانب اللہ ہونے کی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا ثبوت ہر ایک پہلو سے آپ دیتا ہے اور آپ ہی دعویٰ کرتا ہے اور آپ ہی اس دعویٰ کے دلائل پیش کرتا ہے اور ہم نے قرآن کی اس اعجازی خاصیت کو اس رسالہ (نور القرآن) میں اس لئے شائع کرنا چاہا کہ تا اس تقریب سے وہ تمام مذاہب بھی جانچے جائیں جن کے پابند اسلام کے مقابل پر ایسی کتابوں کی تعریف کر رہے ہیں . . . . جن میں یہ طاقت ہرگز نہیں کہ وہ اپنے دعوے کو دلیل کے ساتھ ثابت کر سکیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الہٰی کتاب کی پہلی نشانی علمی طاقت ہے اور یہ امر ممکن ہی نہیں کہ ایک کتاب فی الحقیقت الہامی کتاب ہو کر کسی سچائی کے بیان میں جو عقائد دینیہ کی ضروریات میں سے ہے قاصر ہو یا ایک انسانی کتاب کے مقابل پر تاریکی اور نقصان کے گڑھے میں گری ہوئی ہو۔ بلکہ الہٰی کتاب کی اول نشانی تو یہی ہے کہ جس ثبوت اور عقیدہ کی اس نے بنا ڈالی ہے۔ اس کو معقولی طور پر ثابت بھی کرتی ہو۔ کیونکہ اگر وہ اپنے دعاوی کو ثابت نہیں کرتی۔ بلکہ انسان کو گرداب حیرت میں ڈالتی ہے۔ تو ایسی کتاب کو منوانا اکراہ اور جبر میں داخل ہوگا . . . . کوئی عقل صحیح تجویز نہیں کر سکتی جو دین میں اکراہ اور جبر جائز ہو۔ اسی واسطے اللہ جلشانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین۔ جب ہم انصاف کیساتھ سوچتے ہیں کہ الہٰی کتاب کیسی ہونی چاہیئے تو ہمارا نور قلب بڑے زور سے شہادت دیتا ہے کہ الہٰی کتاب کے چہرہ کا حقیقی حلیہ یہی ہے کہ وہ اپنی روشنی سے علمی اور عملی طریقوں میں حق الیقین کی آپ راہ دکھاتی ہو۔ اور پوری بصیرت بخش کر اسی جہان میں بہشتی زندگی کا نمونہ قائم کر دیتی ہو۔ کیونکہ الہٰی کتاب کا زندہ معجزہ صرف یہی ہے کہ وہ علم اور حکمت اور فلسفہ حقہ کی معلم ہو اور جہاں تک ایک ایسے سوچنے والے کیلئے روحانی حقائق کے سلسلہ کا پتہ لگ سکتا ہو۔ وہ تمام حقائق اس میں موجود ہوں اور صرف مدعی نہ ہو بلکہ اپنے ہر ایک دعویٰ کو ایسے طور سے ثابت کرکے پوری تسلی بخش دیوے۔

(نور القرآن حصہ اوّل)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں اطلاع درج ہو چکی ہے کہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر و رئیس اعظم وزیر آباد نے جالندھر شہر کے ہسپتال میں آنکھوں کا اپریشن کرایا ہے۔ چند روز ہوئے حضرت مولانا صدر الدین صاحب آپ کی عیادت کیلئے جالندھر تشریف لے گئے تھے۔ الحمد للہ اپریشن کامیاب ہوا ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد شیخ صاحب ممدوح کی آنکھیں تندرست ہو جائیں گی۔ احباب سے التماس دعا ہے۔

— مسلم ہائی اسکول لاہور کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات ۲۷ اپریل کو آنریبل سر شیخ عبد القادر کی صدارت میں منعقد ہوگا۔

— رسالہ "محمد مصطفےٰ" کی مفت تقسیم میں مندرجہ ذیل اصحاب نے حصہ لیا۔

(۱) جناب خان بہادر میاں غلام رسول خانصاحب تمیم رئیس اعظم جھنگ۔ ۴۰ کاپی

(۲) شیخ فضل حق صاحب احمدی آڑھتی تاندلیانوالہ ۵ کاپی

دیگر احباب کو بھی اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیئے۔ اس رسالہ کی اصل قیمت ۵ فی کاپی ہے۔ لیکن مفت اشاعت کیلئے ایک روپیہ کی پانچ کاپیاں مل سکتی ہیں۔ جو صاحب اس کے خریدنے کی بالکل استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ ایک آنہ کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر دفتر جناب جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے بلا قیمت منگا سکتے ہیں۔ خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

— بعض مضامین اور مراسلے جو دفتر اخبار میں برائے اشاعت موصول ہوتے ہیں۔ نہایت مخلط اور پیچیدہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ مراسلوں میں اکثر غیر معمولی طوالت سے کام لیا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام دوستوں کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ وہ اپنے مضامین صاف اور خوشخط لکھ کر کاغذ کے صرف ایک طرف لکھا کریں۔ آیات، احادیث اور حوالوں کے نقل کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ مراسلوں میں بلا ضرورت طوالت کو بالکل ترک کر دیں۔

— جناب ملک کرم الہٰی صاحب کی اہلیہ محترمہ اور ان کا نوجوان صاحبزادہ علیل ہیں۔ احباب ان کے لئے دعائے صحت کریں۔

— مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن کے نانا جناب مرزا نصر اللہ بیگ صاحب پنشنر رئیس کلانور ۲۰ اپریل کو ایک حادثہ سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مفصل اطلاع ... صفحات میں۔

ہر ایک احمدی نوجوان امتحانات دینیات میں شریک ہو۔ تفصیلات کیلئے پیغام صلح ۶ مارچ ۱۹۴۰ء ملاحظہ فرمائیں

مراسلات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کے سالانہ جلسہ کے تاثرات

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دہلی کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ تو امید ہے شائع ہو گئی ہوگی لیکن چند باتیں جن کا میرے دل پر اثر باقی ہے۔ وہ بطور خود میں عرض کر دینا چاہتا ہوں۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خاص فضل کیا جو جامع مسجد دہلی کے سامنے کے میدان میں ہمیں جلسہ کرنے کیلئے جگہ مل گئی۔ حالانکہ قادیانی جماعت اور انجمن سیعت الاسلام کے لوگوں کو وہاں جگہ نہ ملی۔ ان کا جلسہ کمیٹی باغ میں ہوا۔ یہاں جلسہ کرنے کا فائدہ یہ تھا کہ لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے تمام میدان میں کثرت سے لوگ باہر سبزہ پر بیٹھے ہوئے لیکچر سنتے رہے۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں اور برآمدوں میں بھی لوگ لیکچر سن رہے تھے لیکچرار شیخ عبدالحق صاحب مولوی فاضل۔ سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی۔ مولوی عمرالدین صاحب اور مولانا مولوی صدرالدین صاحب تھے اور سب کی تقریریں نہایت برجستہ اور علم وحقائق کا ایک دریا تھیں۔ لیکن ان میں دو تین امور قابل توجہ تھے۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے لیکچر

ایک تو یہ کہ اپنے لیکچروں میں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے شہد کی مکھی اور شہد پر ایسے ایسے حقائق ومعارف بیان کئے جن سے اہل علم طبقہ کے علم میں بہت اضافہ ہوا اور قرآن کریم کی سورۃ النحل کی آیات پر جن میں شہد کی مکھی اور شہد کا ذکر ہے۔ ایمان بڑھ گیا اور لذت آگئی۔ اور اسی شہد سے ہی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ادیان کا موعود اس خوبصورتی سے ثابت کیا کہ حیرت ہو گئی

بدھ کی کتابوں سے، ویدوں سے، بائیبل سے غرضیکہ تمام کتابوں سے محمد رسول اللہ صلعم کی آمد کی پیشگوئیاں بیان کیں۔ جن میں آپ کی بعثت اور آپ کی وحی کو شہد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آریہ پنڈت کا فرار

دوسرے دن "ویدا در قرآن" اور "بائیبل اور قرآن" پر مولانا موصوف کے لیکچر تھے اور سوال کرنے کی اجازت تھی۔ لیکن مولانا موصوف کا خدا کے فضل سے وہ رعب تھا کہ کوئی آریہ پنڈت یا پادری بالمقابل کھڑا نہ ہوا۔ بلکہ حیرت تو یہ ہوئی کہ آریہ سماج کو چیلنج دینے کے باوجود ان میں سے کوئی پنڈت سامنے نہ آیا۔ ایک پنڈت جی کو مولوی عمرالدین صاحب نے راضی بھی کر لیا تھا۔ مگر وہ وقت پر سامنے نہ آئے اور یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب بالمقابل ہمیں یہ بھی نظر آیا کہ وہی آریہ سماج جو قادیانیوں کے جلسہ میں وید اور قرآن پر مناظرہ کرنا چاہتی تھی اور نہ معلوم کس وجہ سے قادیانی اس مناظرہ کیلئے راضی نہ ہوئے ان کا معاملہ یہاں بالکل برعکس ہو گیا۔ ہماری طرف سے آریہ سماج کو اسی مضمون پر "وید اور قرآن" پر مناظرہ کیلئے چیلنج دیا گیا اور وہ ٹال گئے اور سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود کے الہام جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کی مصداق کونسی جماعت ہے . . . .

. . . .

سید اختر حسین صاحب گیلانی کے لیکچر

دوسرا امر قابل توجہ یہ تھا کہ سید اختر حسین صاحب گیلانی نے احمدیت کی خدمات اسلام اور ختم نبوت کے دو لیکچروں میں جہاں احمدیت کی خدمات پیش کیں اور ختم نبوت کو نہایت وضاحت سے ثابت کر کے دکھایا۔ وہاں تمام دنیا کے لئے ایک مذہبی مرکز کی ضرورت اس خوبصورتی سے ثابت کی اور اس کا مصداق کعبۃ اللہ کو اس عمدگی سے قرار دیا کہ لوگ عش عش کر گئے۔ پہلے دن وقت کی تنگی سے لیکچر کچھ نامکمل سا رہ گیا۔ تو غیر از جماعت لوگوں نے اس [illegible] پر بڑا اصرار کیا کہ ذرا کے لئے اس لیکچر کو تکمیل پر پہنچنے کا موقع دیا جائے۔ سو دوسرے دن ان کی یہ خواہش پوری ہو گئی۔ سید موصوف نے قادیانیت کی بھی خوب تردید کی اور جب انہوں نے وہ حوالہ پڑھا جس میں میاں محمود احمد صاحب نے آئندہ نبی بننے کیلئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبع ہوں۔ یعنی محمد رسول اللہ صلعم کو نہ صرف نبوت زمانہ کی کرسی سے ہی معزول کیا۔ بلکہ بزعم شان ختم نبوت کی مہر بھی محمد رسول اللہ صلعم سے چھین کر حضرت مسیح موعود کو دیدی تو جماعت اور غیر از جماعت سبھی قسم کے لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ لوگوں پر بہت اثر تھا۔

قادیانیوں کی ناکام ونامراد کوششیں

گو باہر بعض قادیانی برابر لوگوں کو بہکانے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن کچھ بنا نہ سکے۔ بس یہی کہے گئے کہ مولوی محمد علی صاحب نے عقیدہ بدل لیا ہے۔ پہلے وہ بھی نبی مانتے تھے۔ معقول طبقہ کا قول یہ تھا۔ کہ یہاں مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ زیر بحث نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ زیر بحث ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ کی بنا مولوی محمد علی صاحب کے عقیدہ کی بنا پر نہیں رکھی جاسکتی جناب مرزا صاحب کو زید یا بکر کیا سمجھتا تھا۔ یا اب کیا سمجھتا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ زیر بحث تو یہ مسئلہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا اپنا دعویٰ کیا تھا اور اس کی بنیاد ان کی اپنی تحریر پر ہی رکھی جا سکتی ہے۔ ولا غیر۔ فلاں نے کیا سمجھا اور فلاں کیا سمجھتا ہے۔ یہ سب کچی اور لغو باتیں ہیں۔ اور اس طرف بھاگنے والا دراصل اپنی کمزوریاں اور عیوب کو درخت کے پتوں سے چھپاتا ہے۔

مولوی عمرالدین صاحب کا لیکچر

تیسری مزیدار بات یہ ہوئی۔ کہ مولوی عمرالدین صاحب کا صداقت حضرت مسیح موعود پر لیکچر تھا۔ ... مولانا موصوف نے نہایت خوبی اور وضاحت سے اپنے مضمون کو ادا کیا اور حق تبلیغ ادا کر دیا مولانا موصوف برابر پونے دو گھنٹے گرجتے اور برستے چلے گئے۔

ایک اہلحدیث مولوی کی بدزبانی اور خفت

خاتمہ پر ایک مولوی صاحب انجمن اہلحدیث غربا کے نمائندے جلسہ میں آکر بولے کہ مولوی عمرالدین صاحب نے جو یہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم پڑھی ہے اور ابن ماجہ کا حوالہ دیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اور تمام فرقہائے ضالہ بالخصوص مرزائیہ کا یہی طریق ہے کہ یہ دل سے گھڑ کر حدیثیں پڑھ دیتے ہیں۔ میں یہ کتاب ابن ماجہ پیش کرتا ہوں۔ اگر یہ حدیث نکال دیں تو میں پانچ روپے انعام ابھی پیش کر دونگا اور پھر انہوں نے خوب دل کا بخار نکالا اور کہا کہ ہم لوگ حدیث کے رسیا ہیں اگر یہ حدیث ابن ماجہ میں ہوتی تو ہماری نظروں سے کس طرح مخفی رہ سکتی تھی۔ مولوی عمرالدین صاحب نے کہا۔ شام کو تبلیغ میرا لکچر ہے۔ میرا پہلا فرض ہوگا کہ "یہ" یہ حدیث ابن ماجہ میں سے نکال کر آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ اس پر مولوی صاحب چلّائے کہ یہ صریح فرار ہے اور لوگوں سے کہا کہ دیکھ لیا ان کا جھوٹ! مولوی عمرالدین صاحب نے آدمی دوڑایا۔ اور انجمن کی لائبریری سے کتاب ابن ماجہ منگوائی۔ کیونکہ اس کتاب میں اس حدیث پر نشان لگا یا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ آسانی سے مل سکتی تھی۔ کتاب کے آنے میں جو ذرا دیر ہوئی۔ تو ان مولوی صاحب نے خوب خوب زہر اگلا۔ آخر شیخ عبدالحق صاحب نے کہا کہ "مولانا کچھ تو اخلاق سے کام لو۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے پادریوں تک کو اپنی مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ ان کے اخلاق سے سبق لو۔" اس پر مولوی صاحب نے شور مچا دیا کہ "توبہ توبہ مسجد نبوی کو گرجا بنا دیا کہاں لکھا ہے۔ ہمیں نکال کر دکھاؤ"! انہیں سمجھایا گیا کہ عیسائی اپنی عبادت کرنے کو گرجا کرنا کہتے ہیں۔ خیر وہ مولوی صاحب ابھی بہکا رہے تھے جو کتاب ابن ماجہ آگئی۔ اور مولوی عمرالدین صاحب نے للکار کر وہ حدیث پڑھی۔ بس پھر کیا تھا۔ تمام مجمع جو اس بحث میں بیحد دلچسپی لے رہا تھا ہنسنے لگے میں آگیا۔ مخالف مولوی صاحب نے گھبرا کر کہا کہ حدیث میں خود دیکھونگا جب انہیں دکھایا گیا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ کہنے لگے کہ اس کا ترجمہ کرو۔ مولوی عمرالدین صاحب نے کہا۔ ترجمہ اپنے استاد سے پڑھو

پبلک کے تاثرات

غرض مولوی صاحب بہت خفیف ہو کر جلسہ سے نکلے اور لوگ بہت متاثر ہوئے۔ عام طور پر لوگ کہتے سنے گئے کہ ان مولویوں نے کس قدر غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں۔ یہ تندی دیکھو اور یہ شکست دیکھو۔ کسی نے کہا "پانچ روپے تو دیتے جاؤ"! مگر مولانا سنی کو ان سنی کر گئے ان کے دوستوں نے کہا کہ "مولانا ان مرزائیوں کے منہ نہ آیا کرو یہ بڑے چالاک لوگ ہیں"! کسی نے کہا کہ "چالاکی اس میں کیا ہے۔ چالاکی تو خود ان مولوی صاحب نے کی تھی۔ جو چل نہ سکی"

اللہ کے فضل سے جلسہ کا اثر بہت اچھا رہا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔

(نامہ نگار)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | لاہور یوم جمعہ ۱۷ ربیع الاوّل ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۲۵

لکھنؤ میں شیعہ سُنّی فساد

ایسے واقعات اتحاد شکن ہیں

لکھنؤ ۱۲ر اپریل کی خبر تھی:-

"اس جگہ شیعہ سنی فساد ہوگیا۔ معلوم ہُوا ہے کہ سنیوں کی ایک جماعت مدح صحابہ کے جلوس میں شامل ہونے کے لئے عیدگاہ کی طرف جا رہی تھی کہ مکانوں کی چھتوں سے ان پر اینٹیں اور پتھر اور پھٹنے والے گولے پھینکے گئے۔ حالات پر قابو پانے کے لئے پولیس کو گولی چلانا پڑی۔ اب تک تین اشخاص ہلاک اور قریباً پچاس زخمی ہو چکے ہیں۔ ان میں چار کانسٹیبل بھی شامل ہیں۔ پولیس نے کئی مفسدہ پرداز گرفتار کرلئے ہیں۔ مسٹر جے۔ ایم چارلس سٹی مجسٹریٹ بال بال بچے ایک شخص تلوار گھماتا ہُوا ان کی طرف بڑھا۔ انہوں نے اپنی چھڑی سے حملہ کو روکا۔

مقامی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت ۲ احکام نافذ کر دیئے ہیں اور نیز شیعہ اور سنیوں پر بالترتیب ۶½ بجے شام اور ۸½ بجے شام سے کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا ہے

آخری اطلاعات سے معلوم ہُوا ہے کہ آٹھ مسلمان داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہے آٹھ سو گرفتاریاں عمل میں آچکی ہیں۔"

لاہور کے خونچکاں واقعہ کے نقوش ابھی مسلمانوں کے قلوب سے محو نہیں ہوئے تھے کہ لکھنؤ کے حادثہ خونیں کی اطلاع موصول ہوئی۔ جس سے تمام مسلمانوں کے دلوں میں افسوس اور بےچینی کی لہر دوڑ گئی۔ معلوم نہیں کن اعمال کی پاداش میں مسلمانوں پر ان آفات اور بلاؤں کا نزول ہو رہا ہے۔ شیعہ سنی تفضیہ تو صدیوں سے چل رہا ہے اور اس سے اسلامی تاریخ کے اوراق خون آلود ہیں۔ لیکن لکھنؤ کے موجودہ تنازعہ کو شروع ہوئے جس کی وجہ سے یہ فسادات رونما ہو رہے ہیں دو سال ہوئے۔ گذشتہ سال اس کی نوعیت صد درجہ خطرناک ہوگئی تھی۔ اس تنازعہ کو سلجھانے اور ختم کرنے کی کئی بار کوششیں ہو چکی ہیں۔ لیکن ہنوز یہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اس واقعہ کی وجہ سے سول نافرمانی بھی ہوئی تھی اور قریباً پندرہ ہزار شیعہ جیلوں میں چلے گئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس جھگڑے کو چکانے کی کوشش ۔۔۔ کی تھی لیکن ان کی کوششیں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچیں۔ ملکہ تشنۂ تکمیل ہی رہیں اور جھگڑا جوں کا توں رہا۔ بھلا جس قوم پر بدبختیاں مسلط ہوں اور وہ پیچیدہ اجتماعی امراض میں مبتلا ہو۔ اس کی چارہ سازی کون کرسکتا ہے!

اس قضیئے کی اصل وجہ اہلسنت والجماعت کی طرف سے مدح صحابہ اور اہل تشیع کی طرف سے تبرا بازی ہے یعنی مسلمانوں کے دونوں گروہ علانیہ مدح صحابہ اور تبرا بازی نہ کریں تو اس قسم کے تکلیف دہ واقعات کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اسلام کی بنیاد نہ تو مدح صحابہ پر ہے اور نہ تبرا بازی پر۔ لیکن مسلمانوں کی ان دو جماعتوں کو ان دو امور کو مذہب کی اساس قرار دے کر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونا کچھ ایسا پسند آیا ہے کہ وہ اس ہلاکت خیز روش کو ترک کرنے کا نام ہی نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں کہ کن فضول باتوں پر برسرپیکار ہو کر انہوں نے اسلامی دنیا اور خصوصاً ہندوستان کی اسلامی فضا کو جہنم زار بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ وہ امور ہیں جن میں الجھنا تو درکنار رنیک اور صالح اقوام تو یہ دنیا بھی تضیع اوقات خیال کرتی ہیں۔ لیکن ایک مسلمان ہیں! وہ مسلمان! جنہیں خدا تعالیٰ کی برگزیدہ قوم ہونے کا سودا ستے جا رہے ہیں)

۔۔۔۔۔۔ ایک دوسرے کے جان لیوا ہیں۔ ایک دوسرے کی تباہی اور بربادی پر آمادہ ہیں اور باوجود ان منصوبوں اور فاسد ارادوں کے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کا صریح اور صاف ارشاد موجود ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ (۴۸: ۲۹)

محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ پر قوی اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔

اگر اس آیت کو معیار قرار دیا جائے تو ہمیں معلوم نہیں کہ ان مسلمانوں کو جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ کیا کہنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے ارشاد کو پس پشت پھینک کر مسلمان قوم کبھی رستگاری حاصل نہیں کرسکتی۔ غضب ہے جو مسلمان ایک دوسرے کی ڈھال اور پشت پناہ تھے آج ایک دوسرے کی جان کے لاگو ہیں۔ حالانکہ مسلمان کی تعریف میں ہی یہ شرط شامل ہے کہ مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے باقی مسلمان محفوظ رہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:-

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ (بخاری)

فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس ارشاد نبوی کی خوب لاج رکھی جا رہی ہے۔ غالباً تبرہ بازی اور ہلاکت خیزی بھی مسلمانوں کی حفاظت ہی ہے!

مسلمانوں پر خواہ شیعہ ہوں یا سنی ہوں۔ یہ امر خوب روشن ہونا چاہئے کہ وہ دنیا میں اس وقت تک یقیناً ذلیل و خوار رہیں گے۔ جب تک وہ خدا اور رسول کے احکام کا پاس نہیں کرتے۔ مسلمانوں نے جب بھی ان احکامات کی خلاف ورزی کی ہے اور اسلامی سواد اعظم سے خروج کیا ہے اس کے نتائج نہایت ہی مہلک نکلے ہیں اور اغیار نے زندگی کے ہر میدان میں ان کا قافیہ حیات تنگ کیا ہے۔ جیسا کہ شاعر مشرق نے کیا ہی خوب کہا ہے

از سواد کعبہ چوں آہو رمید
ناوک صیاد پہلویش درید

خیر قرآنی احکامات کی حرمت اور تابعداری تو ایک طرف رہی انہیں تو مسلمان خیرباد کہہ ہی چکے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ان احکامات کی حقیقی روح کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان مامور اور مجدد کو مبعوث فرمایا۔ لیکن سب سے بڑھ کر افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ خونیں واقعہ یوم میلاد کو رونما ہُوا یعنی یہ وہ مبارک دن ہے۔ جبکہ ہماری سرکار آنحضرت صلعم دنیا میں تشریف لائے لکھنؤ کے مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ اس دن آنحضرتؐ کے اخلاق حسنہ اور عظیم الشان سوانح حیات کو دنیا میں پھیلاتے۔ لیکن انہوں نے آپس میں برسرپیکار ہو کر ہر مسلمان کے قلب کو مجروح کیا اور اس مبارک تقریب کی بےحرمتی کی۔ شیعہ اور سنی میں لاکھ اختلافات سہی۔ لیکن آنحضرت صلعم کی عزت اور حرمت تو ان پر واجب ہے اور دنیا میں اس کی اشاعت کرنا ان کا متحدہ فرض ہے۔

دنیا میں ہر جگہ شیعہ اور سنی پہلو بہ پہلو رہتے ہیں لیکن ان میں اس قسم کے اوچھے جھگڑے اور اختلافات رونما نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک دوسرے سے مل جل کر قومی اور ملی فرائض کو سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں لکھنؤ کی خاک کو کیا شرف حاصل ہے کہ وہاں پہنچتے ہی ان میں سر پھٹول شروع ہو جاتی ہے

مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں انہیں چاہئے کہ موجودہ حالات کا جائزہ لیں اور اپنی سیاسی اور ملی مشکلات کو پیش نظر رکھیں اور ان فرعی جھگڑوں کو خیرباد کہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے گلے کاٹیں۔ انہیں چاہئے خدا تعالیٰ کے راستہ میں اور اسلام کو ممتاز اور سربلند کرنے کے لئے کوشش کریں کیونکہ اسلام کا زندہ ہونا ان سے ایک عظیم الشان قربانی کو چاہتا ہے اور انہیں نہایت مستعدی کے ساتھ گوش برآواز ہونا چاہئے کہ دنیا کے کسی کونہ سے یہ آواز تو نہیں آرہی "اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ چاہتا ہے اور وہ ہے ہمارا اسی کی راہ میں مرنا"

(ابن۔ محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

آہ! مرزا نصر اللہ بیگ صاحب

نہایت افسوس کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے اسسٹنٹ سکرٹری انجمن کے محترم نانا جناب مرزا نصر اللہ بیگ صاحب رئیس کلانور ۱۵ر اپریل سنہ کو اسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ضعف بصارت کی وجہ سے سیڑھیوں سے گر پڑے۔ شدید چوٹیں آئیں جو جان لیوا ثابت ہوئیں۔ مرحوم نہایت نیک، پابند اسلام، بلند اخلاق، ہمدرد، وضعدار اور شفیق بزرگ تھے۔ ان اعلیٰ اوصاف اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے اپنے قصبہ اور علاقہ میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ پندرہ سولہ سال قبل جماعت میں شامل ہوئے اور نہایت اچھا نمونہ پیش کیا۔

اس صدمہ میں ہمیں مرزا مسعود بیگ صاحب اور مرحوم کے معزز خاندان کے دیگر افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

شذرات

انگریز قوم کا "بچت فنڈ"

اہل انگلستان نے حال ہی میں جنگ میں اپنی حکومت کو امداد دینے کیلئے تخفیف اخراجات کی ایک مہم شروع کی تھی۔ اس مہم کی چند ماہ کی کارگذاری کے متعلق ایک تازہ خبر ملاحظہ فرمائیں۔

" لندن ۲۳ اپریل۔ جنگ میں حکومت کی امداد کیلئے تخفیف اخراجات کی جو مہم برطانیہ میں شروع کی گئی تھی اس کے نتائج نہایت حوصلہ افزا ہے۔ یہ تحریک شروع ہونے لیکر اب تک اس بچت فنڈ میں تقریباً ۱۱ کروڑ پونڈ جمع ہو چکے ہیں"۔

اس خبر کے مطالعہ کے بعد غالباً بہت سے دوستوں کو یاد آجائیگا کہ ہمارے ہاں بھی ایک "بچت فنڈ" قائم ہے، اگر تمام دوست اس میں پوری باقاعدگی سے حصہ لیں تو اچھی خاصی رقم ہر ماہ جمع ہو سکتی ہے لیکن اکثر جماعتیں اور احباب اس سے غافل ہیں اور ان کی اس غفلت کی وجہ سے قوم اس فائدہ سے محروم ہے جو کہ اس فنڈ کی وجہ سے بلا دقت اسے پہنچ سکتا ہے بعض افراد اس قسم کی تحریکوں کو حقیر سمجھکر نظر انداز کر دیتے ہیں حالانکہ یہ بہت مفید ہوتی ہیں، ان سے نہ صرف بسہولت اچھی خاصی رقم فراہم ہو جاتی ہے بلکہ قوم کے اندر اپنے مقصد کی تکمیل ...... اور اس کے لئے قربانی اور جد وجہد کرنے کا احساس بھی زندہ اور تازہ رہتا ہے۔

چنانچہ دیکھ لیجئے انگریزوں اور یورپ کی دیگر اقوام نے اس قسم کی تحریکوں کو اپنے ہاں جاری کر رکھا ہے، برادران وطن بھی ان تدبیروں سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

کیا ہمارے دوست اور جماعتیں اب اپنی گذشتہ غفلت تساہل کی تلافی کرنے کے لئے تیار ہیں؟

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا جدید انتخاب

جیسا کہ قارئین "پیغام صلح" کو معلوم ہو چکا ہے۔ ۱۰ اپریل مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا عارضی انتخاب عمل میں آیا جس میں باتفاق آراء جناب مولانا آفتاب الدین صاحب مبلغ انگلستان صدر اور مرزا یعقوب بیگ صاحب سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ہمارے خیال میں موجودہ حالات میں یہ انتخاب نہایت صحیح اور موزوں ترین ہے۔ جناب مولانا آفتاب الدین صاحب ایک عالم باعمل، دردمند اور صاحب عزم نوجوان ہیں۔ جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب سے ہمارے اکثر دوست اچھی طرح واقف ہیں، یہ بھی خوبیوں کے انسان ہیں۔ انشاء اللہ ان کا عہد صدارت و نظامت ایسوسی ایشن و نوجوانان جماعت کے لئے مفید و بابرکت ثابت ہوگا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے وقتاً فوقتاً نوجوانوں کو مخاطب کرکے ضروری نصائح فرماتے رہتے ہیں، سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے ــــ ایسوسی ایشن کے باخبر صدر محترم اور سیکرٹری صاحب ہم سے زیادہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ آجکل دیگر اقوام کی جد وجہد میں ان کے نوجوان نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ ان اقوام کی رفتار ترقی زیادہ تر ان کے نوجوانوں کے ولولۂ عمل اور جوش ایثار ہی کی مرہون منت ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو بھی یقیناً ایسا ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالے کے فضل سے احمدی نوجوانوں میں قوت عمل، اخلاص اور جذبہ قربانی سب کچھ موجود ہے صرف تنظیم اور ان سے احسن طریق پر کام لینے کی ضرورت ہے۔

یہ نامناسب ہوگا اگر ہم اس موقعہ پر ایسوسی ایشن کے سابق صدر اور سیکرٹری صاحبان کا شکریہ ادا نہ کریں۔ انہوں نے حتی الامکان اپنے فرائض کو کوشش سے انجام دیا۔ ہم یقین رکھتے ہیں آیندہ کے لئے بھی وہ اپنے تعاون اور امداد سے دریغ نہ کریں گے۔

جاپان میں برطانیہ کی ثقافتی لائبریری

گذشتہ ہفتہ کی ولائتی ڈاک کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں:۔

"برطانیہ کی طرف سے ٹوکیو (دارالسلطنت جاپان) میں ایک لائبریری ثقافتی معلومات کے لئے کھولی گئی ہے۔ برطانی دکاندار اور باشندے اس میں جی کھول کر چندہ دے رہے ہیں"۔

برطانیہ کے جاپان کیساتھ صرف چند سیاسی اور تجارتی مفاد وابستہ ہیں۔ محض انہی تعلقات کی بنا پر برطانیہ پایۂ تخت جاپان میں اپنی ایک لائبریری کھول رہا ہے اور جنگ کے مصارف و گرانی کے باوجود برطانی تاجر و عوام اس میں دل کھول کر چندہ دے رہے ہیں ــــ لیکن مسلمان جن پر ساری دنیا میں دین اسلام کی تبلیغ فرض کی گئی ہے اور جن کا اس لحاظ سے جاپان اور دوسرے تمام غیر مسلم ممالک سے ایک زبردست رشتہ ہے، اپنے مقدس فرض سے کہاں تک باخبر ہیں؟ برطانیہ اپنی تجارت وسیاست کے لئے جو کوشش کر رہا ہے کاش ہم احمدی ویسی ہی کوشش جاپان میں اپنے دین کی اشاعت کے لئے کرتے۔ جاپان ایشیا کا ایک اہم ترقی یافتہ ملک ہے وہاں اشاعت اسلام کے امکانات بہت زیادہ ہیں ہمارے نوجوانوں کو اسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے ــــ اس سلسلہ میں سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ چند نوجوان جاپانی زبان سیکھیں اور اس میں تحریر و گفتگو کی لیاقت پیدا کریں۔

انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس

انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء بروز اتوار صبح کو نو بجے دفتر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ اراکین وقت مقررہ پر تشریف لائیں۔ ایجنڈا علیحدہ بھیج دیا گیا ہے۔ خاکسار

محمد عبد اللہ جنرل سیکرٹری

جناب مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی کا مکتوب

جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی بمبئی تشریف لے گئے ہیں اپنے سفر کی مختصر کیفیت انہوں نے تازہ والا نامہ میں رقم فرمائی ہے جو ہدیہ قارئین کرام ہے۔ (مدیر)

مکرم شیخ صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

لاہور سے رخصت ہو کر تین روز تک دہلی میں رہا۔ دلی کا جلسہ بہت کامیاب تھا اگرچہ احرار نے رقیبانہ انداز میں سیف الاسلام انجمن کے پلیٹ فارم پر اور اس سے پہلے اشتہارات وغیرہ میں نازیبا حرکات بھی کیں تاہم اجلاس بارونق رہے امید ہے کہ شیخ عبد الحق صاحب نے روداد بھیجدی ہوگی۔ جلسہ کے علاوہ دوستوں اور بزرگوں سے ملاقات اور گفتگو انتہا انداز پرلطف تھی۔

۹ اپریل کو دہلی سے روانہ ہو کر علیگڈھ پہنچا۔ پروفیسر سید عنایت علی صاحب اور شیخ عطاء اللہ صاحب سے ملاقات کی علیگڈھ کی علمی فضا میں چند سانس لینے کی توقع تھی مگر پروفیسر صاحب کی اچانک علالت نے فضاء کو مکدر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروفیسر صاحب جیسے پرخلوص دوست کو دیر تک زندہ اور سلامت رکھے پروفیسر صاحب کو قرآن مجید اور سلسلہ کیساتھ ایک خاص شغف ہے ان کی صحت کیلئے دعا کرتا ہوا بادل ناخواستہ علیگڈھ سے اپنی آخری منزل بمبئی کی طرف روانہ ہوا۔

ہمہ آرزو آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

یوں تو ریلوے سرتاپا میٹیریل چیز ہے جس میں احساسات کا کوئی مرکز نہیں تاہم ایک ریلوے لائن کو دوسرے ریلوے لائن کیساتھ شدید رقابت ہے اور رقابت آپ جانتے ہیں کسی قاعدہ اور ضابطہ کا پابند رہنے نہیں دیتی۔ جی۔ آئی۔ پی اور بی۔ بی۔ سی۔ آئی دونوں چاہتی ہیں کہ مسافران کے دام میں گرفتار ہوں اسلئے مشترکہ سٹیشنوں سے لیکر متحدہ سٹیشنوں تک کا کرایہ کم ہے اس لئے بمبئی کا واسطہ دالکر ٹکٹ خریدنا کفایت کی راہ ہے ویسے بمبئی کا نام بھی اپنے اندر ایک اچھی خاصی کشش رکھتا ہے اور میں راستہ کاٹ کر بھی وہاں جانا ثواب کا کام سمجھتا ہوں۔ اصغری بیگم کے ارتداد نے سوامی شردھانند غریب کی جان لی اور اصغری بیگم بفضلہ میرے واسطہ سے معہ اپنے آریہ خاوند ایک بچی اور -/۶۰۰۰ روپیہ سمیت اسلام کی آغوش میں آئی۔ اسلئے جب کبھی بمبئی کے نواح سے گزرتا ہوں ان کی خیریت دریافت کئے بغیر گزرنا اخلاقی گناہ سمجھتا ہوں۔

بمبئی میں ایک ہوٹل "شاہجہان ہوٹل" کہلاتا ہے جس کے پروپرائٹر سید فضل شاہ صاحب ہیں جو احمدیت کی مخالفت میں مرد میدان ہیں دامے درمے۔ قدمے۔ سخنے وہ ہر رنگ میں ہمارے خلاف ہیں مگر مجھے ان سے محبت ہے شاید اسلئے کہ ان کو مجھ سے محبت ہے۔ ہوٹل میں پہنچتے ہی نہایت تپاک سے ملنے کے بعد فوراً احمدیت کے خلاف آستینیں چڑھا لیتے ہیں ہوٹل کے مہمانوں کو جمع کر لیتے ہیں گفتگو کی یہ مسرت افزا محفل نہایت دلچسپ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ ہوٹل ہوٹل نہیں رہتا بلکہ اسلام کی روایتی میزبانی کیا گھر ہو جاتا ہے ان کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں ان کا زیادہ سے زیادہ مہمان رہوں، سید فضل شاہ صاحب کو اور ان کے خلف رشید مسعود شاہ صاحب کو بالخصوص قرآن مجید سے ولولہ انگیز عشق ہے وہ اس علمی صحبت سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور مجھے خود ان باتوں کے سننے سنانے کا چسکا ہے، انصاف کیجئے راستہ کاٹ کر بمبئی نہ جاؤں تو سفر کی کلفت کیسے دور کروں؟ مختصر یہ کہ میں بمبئی اترا اور اس پروگرام کو بھی پورا کیا۔

کل ۱۶ اپریل کو حبلی وارد ہو چکا ہوں۔ یہاں ہمارے بہت سے دوست ہیں ان میں سے ایک نہایت ہی قابل قدر بزرگ محبوب خانصاحب ہیں جن پر ایک ماہ کا عرصہ ہوا فالج گرا لاہور میں میں نے ان کے لئے بہت دعا کی دوستوں سے بھی دعا کیلئے استدعا کی کل شام دھارواڑ بہنگران سے ملاقات کی۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ فالج کے اثرات سے باہر آ رہے ہیں، ہاتھ پاؤں میں سکت آگئی ہے صرف دماغ اور زبان پر ضعف باقی ہے، اللہ تعالیٰ اس دور دراز علاقہ میں ایسے قیمتی اور مخلص وجود کو سلامت رکھے دوستوں سے ان کی صحت کے لئے درخواست کرتا ہوں۔

جلسہ کل سے شروع ہوگا انشاء اللہ تعالے روئداد جلسہ حبلی اور دھارواڑ بعد میں لکھوں گا۔

عبد الحق ودیارتھی
محمدیہ انجمن اشاعت اسلام حبلی۔
۱۷ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر

خدا کے فعل کے متعلق غلط فہمی

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۵)

کچھ عرصہ ہوا میں نے "آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر" کے عنوان سے چند مضامین اخبار "پیغام صلح" میں شائع کئے تھے جو ایک ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع ہو گئے ہیں۔ اور آیت استخلاف کی تشریح آیات قرآنی سے ہی کی تھی تاکہ شک و شبہ کی گنجائش نہ باقی رہ جائے۔

"الفضل" کا مایوس کن جواب

مجھے کسی دوست نے ۲۰ اپریل ۱۹۵۶ء کا "الفضل" دکھلایا کہ اس میں آپ کے مضمون کا جواب نکلا ہے۔ میں نے جو اسے دیکھا تو وہ اخبار کے پہلے صفحہ پر نہایت نمایاں طریق پر چھپا ہوا تھا۔ میں نے بڑے شوق سے پڑھا کہ شاید قرآنی آیات کا جواب قرآنی آیات سے ہی دیا گیا ہوگا۔ لیکن مجھے اس امر میں قطعاً مایوسی ہوئی۔ قرآن کا جواب قرآن سے دینا تو اہل علم اور حق پرستوں کا کام ہوا کرتا ہے۔ ایسا انسان جو باطل کو اختیار کر چکا ہوتا ہے وہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ کے ماتحت قرآن کے نزدیک نہیں پھٹکتا۔ وہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور عجیب و غریب استدلال کرتا ہے۔

مولوی غلام حسن صاحب کا انوکھا استدلال

جب سے مولوی غلام حسن صاحب پشاوری نے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کر کے ان کی خلافت پر یہ انوکھا استدلال کیا ہے کہ اگرچہ حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں انجمن کو اپنا جانشین بنایا تھا اور اپنے بعد کوئی سلسلہ خلافت نہیں چلایا لیکن مولوی نورالدین صاحب اور میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ بن جانے سے یہ پتہ لگا کہ حضرت اقدس کا یہ فعل خدا کی مرضی کے خلاف تھا۔ خدا چاہتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلافت چلے لیکن حضرت اقدس نے باوجود مامور ہونے کے خدا کی منشا کے صریح خلاف الوصیت لکھ کر ایک انجمن کو اپنا جانشین بنایا اور ڈھائی برس اپنی زندگی میں اسے چلایا۔ تاکہ اس میں کوئی کور کسر باقی نہ رہے۔ لیکن خدا اپنے مامور کو ایسی صریح غلطی کرتا ہوا دیکھ کر بھی بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے مامور نے اپنی ساری جماعت کی بنیاد ایک غلط اصول پر رکھ دی۔ مگر خدا نے باایں ہمہ کہ وہ اپنے مامور سے تقریباً روزانہ ہمکلام ہوتا تھا۔ نہ معلوم کیا ضد تھی کہ اس معاملہ میں اسے الہام یا تفہیم سے کوئی روشنی نہ بخشی۔ شاید اس قدر غصہ تھا کہ چپ بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا۔ اور یہ سوچتا رہا کہ مامور کو مرنے دو۔ میں اپنے فعل سے یہ سارا تانا بانا توڑ کر رکھ دوں گا۔ چنانچہ مامور کے وفات پاتے ہی "خدا کا فعل" شروع ہوا۔ اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ بن گئے۔ اور ان کی وفات پر تو انجمن کا کھوج ہی کھو دیا گیا اور ایک ایسی خلافت کی بنیاد پڑ گئی جس کی مطاع الکل اور معصوم عن الخطا حیثیت نے انجمن پر موت طاری کر دی۔ . . . .

. . . .

مولوی صاحب کی اصطلاح میں خدا کی فعلی شہادت کسے کہتے ہیں؟

مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کی اصطلاح میں اسے "خدا کا فعل" کہا کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں خدا کے ماموروں اور نبیوں کی صریح تعلیم اور وصایا کے بعد جو قوم میں گمراہیاں اور ضلالت پھیل جایا کرتی ہیں اور قوم اپنی نالائقی اور غلطیوں سے غلط راہ پر جا پڑتی ہے۔ مولانا موصوف کے نزدیک وہ "خدا کا فعل" ہوا کرتا ہے۔

خدا کی "فعلی شہادت" کی چند مثالیں

مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تو عمر بھر خدا کی توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی قوم میں تثلیث کا عقیدہ پھیل جانا یہ "خدا کا فعل" تھا جس سے پتہ لگا کہ خدا کو تثلیث کا عقیدہ پیارا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے حضرت عیسیٰ کے بعد توحید کی جگہ تثلیث کو رواج دیدیا۔ حضرت عیسیٰ جو توحید کی تعلیم دیتے رہے تھے۔ یہ خلاف منشائے الٰہی تھا۔ خدا نے ان کی زندگی میں تو انہیں نہیں بنایا۔ مگر ان کی وفات کے بعد فوراً ہی توحید کی تعلیم خدا نے مٹا کر رکھدی، اور دیکھ لو آج بھی دنیا میں اہل تثلیث پرستوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ بقول مولانا یہ "خدا کا فعل" ہے جو تثلیث کی تائید کر رہا ہے۔ خدا نے قرآن کریم میں سود کو حرام قرار دیا تھا مگر آج سود کا دور دورہ ہے۔ یہ خدا کا فعل ہے۔ قرآن نے اگر روکا تھا تو غلطی کی تھی۔ غالباً سود کی حرمت کی آیتیں اُن آیتوں میں سے ہوں گی جو بقول "مولانا" منسوخ ہیں۔ کیونکہ "خدا کا فعل" سود کی حرمت کی آیتوں کو منسوخ ٹھہرا رہا ہے۔ اسی طرح اگر ان ضلالتوں اور گمراہیوں کے نام جو دنیا میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں۔ خدا کا فعل رکھتے لگو تو ساری قرآنی تعلیم پر پانی پھر جاتا ہے

اہل باطل کا شیوہ

اب تک تو ہم یہ سمجھتے رہے تھے کہ یہ شیطان کا فعل ہوتا ہے جو انبیاء اور ماموروں کی صریح تعلیم اور وصایا کے خلاف گمراہی اور بدعات پھیلایا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے زین للذین کفروا ما کانوا یعملون میں زُیّن کا محذوف فاعل شیطان کو سمجھتے رہے ہیں کہ یہ شیطان ہوا کرتا ہے جو ماموروں کی تعلیم اور وصایا کے خلاف عمل کرواتا ہے۔ لیکن مولانا سے اب پتہ لگا کہ یہ "خدا کا فعل" ہوا کرتا ہے جو وہ اپنے نبیوں اور ماموروں کی تعلیم اور وصایا کو کاٹ کر دھر دیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ماموروں کے اعمال اور وصایا خدا کو پسند نہیں ہوتے اس لئے وہ ان پر موت طاری کر چھوڑتا ہے۔ خواہ جلدی کرے یا بدیر۔

الفضل کے جواب کا خلاصہ

جب ہاتھ میں معقول دلیل کوئی نہ ہو تو یہی طریق اہل باطل کا ہوا کرتا ہے کہ وہ ہر بہتے ہوئے تنکے کو موجب نجات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قادیان کے بھولے بھالے لوگ تقلید کو راشد کے عادی اب مولانا کی اسی لغو دلیل کے تنکے کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی اب وہ بات بات میں اس انوکھے خدا کے فعل کو پیش کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی صریح آیات جو آیت استخلاف کی تشریح میں ہم نے پیش کی تھیں۔ جب ان کے جواب میں کچھ بن نہ آیا تو "الفضل" میں بڑے طمطراق سے یہ نکالا جس کا ملخص یہ ہے کہ آیتیں کو کیا کریں۔ خدا کا فعل اس کے خلاف ہے۔ ابوبکر شخصی خلیفہ بن کر بیٹھ گئے یا نہیں؟ اب بولئے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا کا فعل اپنے کلام کے خلاف بھی ہوا کرتا ہے اور نعوذ باللہ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کا مرتکب خود خداوند جل و علا بھی ہو جاتا ہے۔ مولانا غلام حسن صاحب نے تو "خدا کا فعل" اپنے مامور کی وصایا کے خلاف بتلایا تھا مگر ان ہر بندوں نے "خدا کا فعل" خود اپنے کلام کے خلاف پیش کر کے وہ پیترا مارا کہ خود مولانا بھی پڑھ کر حیران رہ گئے ہوں گے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ دین کو بچوں کا کھیل بنانا اسی کو کہتے ہیں۔

خلافت راشدہ قومی خلافت تھی

بات یہ ہے کہ ہیضان خلافت نے دل و دماغ کو اس قدر معطل کر دیا ہے کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ قومی خلافت کہتے کسے ہیں۔ میں نے صاف صاف لکھدیا تھا کہ جس طرح بنی اسرائیل قوم کے متعلق خدا نے جعلکم ملوکا فرما کر بتایا تھا کہ قوم کی ظاہری خلافت قوم کا بادشاہ بننا تھا۔ اسی طرح کما استخلف الذین من قبلھم کے مطابق مسلمانوں کی قوم سے پادشاہ بننے کا وعدہ تھا۔ چنانچہ خدا کا وعدہ پورا ہوا اور مسلمانوں کی قوم پادشاہ بنی۔ مسلمانوں کی قوم نے انتظامی امور کیلئے حضرت ابوبکر کو اپنا امیر تسلیم کیا تھا۔ وہ قوم کے سامنے اپنے ایک ایک فعل کے ذمہ دار تھے۔ جس قوم نے انہیں امیر بنایا تھا۔ وہ انہیں معزول بھی کر سکتی تھی۔ ان کے ایک ایک فعل پر باز پرس بھی کر سکتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کا خطبہ ان احسنت فاعینونی وان زغت فقوّمونی اس پر صریح دلیل ہے۔ کہ اگر میں ٹھیک چلوں تو میری مدد کرو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کردو حضرت عمر کی عبا پر ایک مسلمان نے عین خطبہ کے وقت اعتراض کیا اور انہیں آگے بولنے نہیں دیا جب تک وہ اعتراض کے جواب سے عہدہ برآنہ ہو گئے۔ یاد رکھئے کہ جس شخص کو قوم اپنا امیر بناتی ہے۔ وہ قوم کے سامنے اپنی تمام حرکات و افعال کا جوابدہ ہوتا ہے۔ وہ سید القوم خادمہم کے مطابق قوم کا خدمتگذار ہوتا ہے اسی کو قومی بادشاہی کہتے ہیں سرکار!

محمودی خلافت کا گمراہ کن نمونہ

افسوس ہے کہ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست۔ بات یہ ہے کہ آپ کے سامنے میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کا نمونہ نہایت گمراہ کن ہے۔ انہیں قوم نے امیر بنایا تھا۔ مگر انہوں نے اپنی پوزیشن وہ بنالی ہے جو خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ یعنی مامور من اللہ یا نبی کی ہوتی ہے اور جسے مخلوق اس لئے معزول نہیں کر سکتی کہ اس کا انتخاب خدا کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ مخلوق سے۔ جو خدا کا مامور نہ ہو وہ اگر اپنے آپ کو قوم کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتا اور اسے قوم معزول نہیں کر سکتی تو وہ ایک مطلق العنان بادشاہ ہے۔ بلاوہ اپنے آپ کو اگر مذہبی رنگ میں پیش کرتا ہے تو پوپ کے نقش قدم پر ہے۔

اسلام میں خلافت قومی ہوتی ہے

اسلام اس قسم کی خلافت کو جائز نہیں رکھتا۔ اسلام میں خلافت قومی ہوتی ہے۔ ان کا امیر جمہوریت کے اصولوں پر قوم کا

ایک خادم ہوتا ہے۔ وہ قوم کے آگے جوابدہ ہوتا ہے۔ قوم اسے جب چاہے معزول کر سکتی ہے۔ ایک مطلق العنان امیر یا حاکم جس سے قوم نہ باز پرس کر سکتی ہے نہ اسے معزول کر سکتی ہے جو قوم کے مشورہ کا پابند نہیں ہے۔ وہ اسلامی اصطلاح میں خلیفہ نہیں کہلاتا۔ وہ "ملک عاض" کہلاتا ہے جس کا کہ حدیثوں میں ذکر ہے۔ اور یہ ایک لعنت ہوتی ہے۔ جس سے قومی ترقیوں کا گلا گھونٹا جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلا "ملک عاض" یزید تھا۔ جس کے خلاف حضرت امام حسین علیہ السلام نے جہاد کیا۔

مجددیت اور ماموریت بھی قوم ہی کی روحانی خلافت ہے

باقی رہا اس امر پر زور دینا کہ اگر خلافت قومی ہے تو ہر ایک آدمی نبی کیوں نہیں بن گیا۔ سو اس کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ اگر تعصب اور دھڑے بازی کی پٹی آنکھوں پر بندھی نہ ہوتی تو میرے اسی مضمون میں یہ لکھا ہوا نظر آجاتا کہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل قوم کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ جعل فیکم انبیاء ظاہر کرتا ہے کہ نبوت یا بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم کے مجددیت و ماموریت اگرچہ انفرادی طور پر بعض لوگوں کو عطا ہوتی ہے۔ مگر وہ چونکہ قوم کے احیاء و تجدید کیلئے ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بھی ایک نعمت روحانی ہوتی ہے جس کی حق دار قوم ہی ہے۔ کیونکہ قوم میں ایسے افراد کا پیدا ہوتے رہنا جن کی بعثت کا مقصد قوم کی اصلاح اور روحانی ترقی ہو۔ وہ دراصل قوم کی ہی روحانی خلافت ہے۔ مثلاً آج فقط مسلمانوں میں مجددین اور مامورین الٰہی کا پیدا ہوتا اور کسی دوسری غیر مسلم قوم میں ایسے وجودوں کا نظر نہ آنا یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان قوم ہی فقط خلافت روحانی کی وارث ہے ولا غیر۔ خلافت ظاہری یا سلطنت میں تو بیسیوں اور قومیں بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن خلافت روحانی میں صرف مسلمانوں کی قوم ہی ۔۔۔ ایک قوم واحد ہے جو اس نعمت کی وارث ہے ولا غیر۔ اور اس معاملہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی تحدیوں سے غیر اقوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

اگر وہ رغانہ کس است ہمیں قدر بس است

قادیانی مناظر کا افترا

(از جناب مولوی احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ او۔ ایل مولوی فاضل منشی فاضل)

الفضل مورخہ ۲۳ اپریل سنہ میں قادیانی مناظر مولوی اللہ دتا صاحب نے بمصداق کھسیانی بلی کھمبا نوچے گوجرانوالہ کے مناظرہ کی خفت کو مٹاتے ہوئے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷ سے ایک شہادت پیش کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ غیر مبائع مناظر کو اس کا جواب نہ آیا۔ حالانکہ مولوی صاحب موصوف کے باوجود اپنے حواریوں اور مددگاروں کے ہونے کے ایسے ہوش اڑے ہوئے تھے کہ یہ حوالہ تو درکنار حقیقۃ الوحی ساری کتاب کو ناقابل اعتبار اور منسوخ قرار دیدیا۔ شنیدنے کہ بعد از جنگ یاد می آید بر کلہ خود باید زد۔

دوسرا افترا یہ کیا ہے کہ گویا میں نے حضرت اقدس کی شان کا استخفاف کیا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ میں نے قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل دو آیات پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ السابقون کو باقی تمام امت سے افضل قرار دیا ہے

الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ و اولئک ھم الفائزون (سورۃ التوبہ)

"لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر (سورۃ الحدید)

مگر قادیانی مناظر نے ان کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ قرآن اور اسلام کے ساتھ استہزا کیا۔ خاکسار نے بار بار ان کی خدمت میں گذارش کی کہ کیا یہ آیات خلفاء راشدین اور السابقون الاولون کے باقی تمام امت سے افضل ہونے پر نص صریح نہیں ہیں۔ ان آیات سے صاف واضح ہے کہ کوئی خواہ وہ کتنا ہی جناب الٰہی میں مقرب و مکرم کیوں نہ ہو۔ السابقون الاولون سے قطعاً افضل نہیں ہو سکتا۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ انہیں آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا ہے:-

"یہ میرے لئے کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کا مداح اور خاک پا ہوں"

(اخبار الحکم ۲۹ جلد ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

اگر میں نے یہ کہکر کہ حضرت اقدس نے اپنے آپ کو حضرت شیخین سے افضل قرار نہیں دیتے حضرت اقدس کی شان کا استخفاف کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قادیانی مبلغ نے حضرت اقدس کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ پر افترا اور بہتان گھڑا ہے۔

تتمہ حقیقۃ الوحی والے حوالے میں مولوی صاحب کو حضرت کی تحریر میں یہ تو نظر آگیا۔ کہ "آنے والی قوم میں ایک نبی ہو گا" مگر یہ نظر نہ آیا کہ "وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو گا۔ اور اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اب بروز کی تشریح حضرت اقدس کی زبانی سن لیجئے:-

"اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا۔ تو اولیاء امت تو مر جاتے۔ یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید نے محمد کہلایا۔ اور اس کہنے پر ستر مرتبہ کفر کا فتویٰ اس کے خلاف دیا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا"

(بدر مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ کالم ۱)

تتمہ حقیقۃ الوحی کے اسی صفحہ پر حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"لہٰذا وہی فرقہ منہم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے اور خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے"

ان دو مذکورہ بالا تحریروں سے صاف واضح ہے کہ اگر حضرت اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور محمد کہلانے سے واقعی اور حقیقی نبی ہیں تو پھر حضرت بایزید بسطامی بھی یقیناً واقعی اور حقیقی نبی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی بروزی نبی اور محمد کہلائے۔ ایک اتنے پرانے قادیانی مناظر سے ایسی غلطی کی امید نہیں تھی۔ جیسی مولوی اللہ دتا صاحب نے کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو چاہئے کہ اس تتمہ کے صفحہ ۶۷ پر حضرت اقدس کی یہ تحریر بھی ملاحظہ فرمائیں اور پھر اپنے دل میں سوچیں کہ جس راستہ پر وہ گامزن ہیں۔ وہ کس قدر خطرناک اور گمراہی کی طرف لیجانے والا ہے۔

"اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کس قدر جہالت، کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے"

اس لئے مولوی صاحب کو چاہئے کہ حضرت اقدس کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے اپنے آپ کو جاہل۔ احمق اور حق سے خروج کرنے والا کہلانے سے بچیں۔

بے شک ہم "حضرت صاحب کی ہر ایک تحریر کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں"۔ نہ قادیانی مناظر کے پیر و مرشد کی طرح کہ جو عبارات اپنے مطلب کی ہوئیں انہیں قبول کر لیا اور جو ذرا اپنے مطلب کے خلاف نظر آئیں تو انہیں منسوخ قرار دیدیا۔ نبوت بھی ایسی ہو جسے خلیفہ بھی ایک جنبش قلم منسوخ کر سکے۔ قربان جائیے اس نبوت پر۔ آخر پر جمیع قادیانی دوستوں سے گذارش ہے کہ وہ حضرت اقدس کی کھلی کھلی تحریرات کو نہ جھٹلائیں۔ اگر انہیں حکم عدل مانتے ہیں تو ان کے ہر ایک فیصلہ کو بسر و چشم قبول کریں۔

وباللہ التوفیق

امرتسر میں سیرت النبیؐ کا جلسہ

مورخہ ۱۲ کو زیر صدارت میاں شریف احمد صاحب مقبول فلور ملز امرتسر میں عید المیلاد کی تقریب پر جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں علاوہ احباب جماعت کے غیر از جماعت دوست بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ جناب میاں صاحب موصوف نے مہمانوں کو کھانا کھلایا بعد ازاں تلاوت قرآن کریم و نعت شریف سے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر قریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی جس میں آپ نے حضورؐ کی قوت قدسیہ اور اخلاق کا کمال دکھایا۔ مسلمانوں کو الحاد اور تکفیر سے بچنے کی تلقین کی۔ جلسہ کے اختتام پر بہت سے احباب نے تقسیم شیرینی اور جناب میاں صاحب موصوف کی طرف سے حاضرین کی شیرینی سے تواضع کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب میاں صاحب موصوف کو دارین میں سرخرو اور فائز المرام فرمائے۔ آمین ثم آمین (نامہ نگار)

میرا سفر بمبئی

بہائیوں سے تبلیغی گفتگو

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب از دہلی)

گذشتہ ماہ محرم میں اتفاق سے اس عاجز کو ایک ماہ کے قریب بمبئی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اس سفر میں میں نے تبلیغ اسلام کی حتی القدر کوشش کی۔ یہودیوں، عیسائیوں اور بہائیوں سے ملا۔ اور اسلام کی تبلیغ کی۔ اپنے مسلمان بھائیوں کو مجدد وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچایا۔

بمبئی کا بہائی ہال

بہائی ہال جو جی۔ آئی۔ پی ریلوے کے آخری سٹیشن وکٹوریہ ٹرمینس کے قریب ہی ہے۔ ایک بہت بڑا کرایہ کا ہال ہے۔ جو ایک بلڈنگ کی تیسری منزل پر واقع ہے جس کا کرایہ ایک سو روپے سے کچھ زائد ماہوار ہے۔ جسے غالباً بمبئی کے بہائی اپنے چندوں سے ادا کرتے ہیں۔ یہاں کا چارج مولوی محفوظ الحق علمی بہائی کے سپرد ہے اور بمبئی جیسے عظیم الشان بندرگاہ کی اہمیت کے لحاظ سے بہائیت کی اشاعت کیلئے بہت موزوں مقام پر یہ ہال واقع ہے اور محض اشاعت بہائیت کی خاطر اتنا بڑا ماہوار خرچ اٹھایا جاتا ہے۔ اگرچہ خرچ کے مقابل اتنے بڑے ہال کا بہت کم فائدہ نظر آتا ہے میں ہفتہ بھر متواتر وہاں جاتا رہا۔ لیکن یہ ہال بند ہی نظر آیا۔ آخر پتہ چلا کہ اس ہال کے اوپر کی منزل میں ایک بہائی شدہ پارسی رہتا ہے۔ میں اوپر گیا تو ایک لڑکی نے بتایا کہ مولوی محفوظ الحق صاحب باہر گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہال عموماً بند رہتا ہے

ایک بوڑھی بہائی خاتون سے گفتگو

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس لڑکی کی والدہ بہائیت سے خوب واقف ہے اور وہ مجھ سے اس مذہب کے متعلق گفتگو کرسکتی ہے میں اس بہائی بوڑھی عورت سے ملا۔ اور مدت تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ یہ عورت بہت نیک سیرت اور شستہ کلام تھی اور بہائیت سے اچھی واقف تھی۔ لیکن جب میں نے اسے کچھ پتے کی باتیں بتائیں اور ذرا باب اور بہاء اللہ کے دعاوی پر روشنی ڈالی تو اس نیک خاتون نے کہا کہ آپ تو اس سے زیادہ جانتے ہیں جو ہمیں معلوم ہے۔ اس لئے آپ مزید تحقیقات کیلئے مولوی محفوظ الحق صاحب کے واپس آنے کا انتظار کریں۔

بمبئی کے بہائی

اس بہائی عورت نے بتایا کہ بمبئی میں جس قدر بہائی ہیں - وہ آتش پرستوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کو مان کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مان لیا ہے۔ ورنہ وہاں مسلمانوں میں سے ایک دو بہائیوں کے سوا کوئی نہیں ہے اور یہ سب لوگ چونکہ کاروباری لوگ ہیں۔ اس لئے ہال میں وہ گاہے گاہے آتے ہیں کبھی کوئی آ گیا اور کبھی کوئی۔ سب کا اکٹھا ہوسکنا مشکل ہے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ آتش پرستوں کو حضرت خاتم الانبیاء کی صداقت کا پیغام بہاء اللہ صاحب کے ذریعہ پہنچ گیا۔ اور میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ جب تک بہاء اللہ صاحب کو آپ لوگ خاتم الانبیاء صلعم کا ایک خادم یا ولی نہ مانیں۔ خود باب اور بہاء اللہ مدعیان کاذب ثابت ہوں گے۔ مگر میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کو خود بھی اچھی طرح خبر نہیں کہ بہاء اللہ صاحب کا دعویٰ کیا ہے؟

بہاء اللہ کا دعویٰ ۔۔۔ علمی صاحب سے گفتگو

میں نے مولوی محفوظ الحق صاحب کے آنے پر ان سے مل کر بہاء اللہ صاحب کے دعوے کے متعلق ان سے بار بار دریافت کیا لیکن سچ یہ ہے کہ میں تو کیا سمجھتا خود علمی صاحب بھی نہیں سمجھتے تھے کہ کیا کہنا چاہیئے۔

میں نے دریافت کیا کہ آپ نے بہاء اللہ صاحب کو نبی صاحب شریعت جدیدہ کی حیثیت میں اپنے رسالہ بہائی میگزین میں پیش کیا ہے اور آیت قرآنی ما یاتیھم من ذکر محدث الا استمعوہ و ھم یلعبون سے استدلال کیا ہے۔ کیا آپ واقعی بہاء اللہ صاحب کو رسول مانتے ہیں۔

مولوی صاحب نے نہایت صفائی سے کہا کہ "نہیں تو"۔ پھر جب میں نے پوچھا کہ دسمبر ۱۹۳۹ء کے بہائی میگزین میں آپ نے کیوں لکھا ہے کہ بہاء اللہ صاحب شریعت جدیدہ نبی ہے۔

بہائی مولوی صاحب نے فرمایا۔

مسئلہ تثلیث کی طرح بہاء اللہ کا دعویٰ بھی ناقابل فہم ہے

یہ آپ لوگوں کے مسلمات کی بنا پر لکھا ہے ورنہ حضرت جمال مبارک نبی یا رسول نہ تھے بلکہ ان کا مقام قرآن مجید کے الفاظ میں "رب العلمین" اور "مالک یوم الدین" کا مقام ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی یوم یقوم الناس لرب العلمین میں قیامت میں لوگوں کے رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا مذکور ہے۔

تب میں نے مولوی صاحب کو بتایا کہ یہ مقام تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے نہ کہ کسی انسان کا۔ اس لئے آپ اگر بہاء اللہ کو مدعی الوہیت و ربوبیت مانتے ہیں تو صاف صاف اقرار کیجئے تاکہ آپ کا اور ہمارا جھگڑا جلد فیصلہ ہوجائے۔ ہمارے نزدیک قرآن مجید کی پاک تعلیم کی رو سے نبوت و رسالت کا مرتبہ انتہائی مقام ہے جو ممکن للبشر ہے۔ اس سے تجاوز ممکن ہی نہیں۔ خود بہاء اللہ کو بھی اس کا اقرار ہے

لیکن باوجود میرے بار بار پوچھنے کے بھی بہائی مولوی صاحب نے نہ تو یہ دعویٰ ہی تسلیم کیا کہ وہ خدا ہے۔ جیسا کہ بہاء اللہ صاحب کے الفاظ

لا الہ الا انا الفرید المسجون

وغیرہ سے ظاہر ہے اور نہ ہی بہاء اللہ کو نبی یا رسول مانا غرض عیسائیوں کی تثلیث کی طرح بہاء اللہ کا دعویٰ بھی ناقابل فہم ہی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا غیر معقول طرز عمل

مولوی ثناء اللہ صاحب احمدیت کی دشمنی کی وجہ سے ہمیشہ بہاء اللہ کو مدعی نبوت و رسالت قرار دیتے رہتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ نہ بہاء اللہ نے کہیں رسالت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ بہائی اسے رسول مانتے ہیں۔ مگر مدعی سست و گواہ چست کے مصداق امرتسری مولوی فاضل صاحب خواہ مخواہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور بہاء اللہ صاحب کو مدعی رسالت قرار دے کر حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔

بہائیوں کی اسلام سے دشمنی - علمی صاحب کا بے معنی اعتراض

مولوی محفوظ الحق صاحب جو کبھی قادیانی تھے وہ خوب جانتے ہیں کہ اسلام کی پاک تعلیم کی رو سے یہ ہرگز جائز نہیں کہ کسی قوم یا شخص کو محض اس لئے کہ اس کا مذہب اسلام نہیں قتل کرنا یا ان سے جہاد کے نام پر لڑائی کرنا جائز نہیں۔ مگر پھر بھی محض اپنے معبود باطل کا یہ احسان جتانے کے لئے کہ اس نے جہاد اسلامی کو منسوخ کرکے دنیا میں امن و سلامتی کا دستور قائم کیا اور کل اہل مذاہب سے روح و ریحان سے معاشرت کا حکم دیا۔ آتش پرست بہائیوں کی طرح یہ اعتراض کیا کہ اسلام میں ان تمام لوگوں کے ساتھ تلوار کا جہاد فرض ہے۔ جو مسلمان نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ وہ غیر مسلم لوگ جزیہ دینا قبول کرکے اطاعت اختیار کرلیں اور اس طرح ذلیل ہوکر رہنا گوارا کرلیں۔ اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت ذیل کو بطور دلیل پیش کیا۔

قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون (۹؍۱)

اس آیت شریفہ سے بہائی مولوی نے اس طرح استدلال کیا کہ اہل کتاب کے ساتھ لڑنے کا حکم اس وقت تک ہے کہ وہ جزیہ دیں اور ماتحتی اختیار کریں اور کہا کہ تمام تفاسیر میں یہی لکھا ہے کہ غیر مسلم اہل کتاب کے ساتھ دو ہی شرطیں ہیں۔ یا تو وہ اسلام قبول کریں اور یا جزیہ دیتے ہوئے ماتحت ہو کر رہیں۔ ورنہ ان کا قتل کردینا آیت بالا کی رو سے حکم الٰہی ہے۔

میں نے کہا کہ علمی صاحب مجھے افسوس ہے کہ نصوص قرآن کو چھوڑ کر آپ وہمی باتوں کی بنا پر قرآن مجید پر اعتراض کررہے ہیں۔ ذرا آپ غور کریں کہ یہاں جن اہل کتاب سے جنگ کا حکم ہے وہ وہی ہیں جو مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے خود جنگ میں سبقت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو جلا وطن کرانے والے ہیں۔ اسی لئے اس آیت میں یہ حکم نہیں "کہ قتل کرو"۔ بلکہ مقابلہ قتال کا ہے جیسا کہ لفظ قاتلوا کا مفہوم ہے۔ اور اگر غیر مسلموں کو قتل کرنے کا حکم ہوتا تو قاتلوا کی بجائے اقتلوا آنا چاہیئے تھا۔ اور پھر اگر اس جنگ کا باعث اہل کتاب کا غیر مسلم ہونا ہی ہوتا تو حکم قتال کو اس وقت تک جاری رہنا چاہیئے تھا کہ جب تک وہ لوگ مسلمان نہ ہوجائیں۔ ان سے نہ جزیہ قبول ہوتا نہ اطاعت اختیار کرنے پر انہیں امن دیا جاتا۔ مگر حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون کے الفاظ بلسان مبین یہ کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا باعث اہل کتاب کا غیر مسلم ہونا نہیں ہے۔ بلکہ ان کا اہل اسلام کے مقابل فتنہ و فساد اور جنگ کی آگ کو بھڑکانا ہے۔ جزیہ دیتے ہوئے فرمانبرداری کی صورت میں یہ فتنہ و فساد دور ہوجاتا ہے۔ اس لئے قتال کا حکم بھی اطاعت اختیار کرلینے تک ہے۔

یہودیوں عیسائیوں، آریوں اور بہائیوں کی غلطی

اس آیت کی بنا پر اعتراض کرنے میں پہلے یہود و نصاریٰ نے غلطی کی۔ پھر ان کی تقلید کرتے ہوئے آریہ لوگوں نے غلطی کی۔ اور اب بہائیوں نے بھی انہیں کے نقش قدم پر غلطی سے وہی اعتراض کیا ہے اور سب نے خیر سے یہ سمجھا ہے کہ اس آیت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ:۔

"قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق"

اس کا منشا یہ ہے کہ اہل کتاب اور دوسرے کافروں کو اس لئے قتل کرو کہ وہ نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ یوم آخرت کو مانتے ہیں، نہ خدا اور اس کے رسول کے حرام کو حرام جانتے ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں۔

مگر یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان الفاظ میں یہ کہاں لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لاتے۔ چنانچہ میں نے علمی صاحب کو کہا کہ آپ ذرا یہ بتائیں کہ وجہ قتال کا بیان کہاں ذکر ہے اگر ایمان نہ لانا وجہ قتال ہوتی تو جب تک یہ وجہ باقی ہے جنگ جاری رہنا چاہئے تھا۔ حالانکہ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ اگر جزیہ دیدیا جائے اور اطاعت اختیار کر لی جائے تو پھر کوئی جنگ نہیں۔ اور یہ الفاظ آیت میں صراحتاً سے موجود بھی ہیں تو کیا جزیہ دینے کی حالت میں وہ اللہ اور رسول کو ماننے والے ہوجاتے ہیں۔ یا دین حقہ اسلام کو قبول کرنے والے ہوجاتے ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس حکم قتال کا باعث لفظ قاتلوا کے اندر موجود ہے۔ کیونکہ اس کے معنی قتل کرنے کے نہیں، مقاتلہ کرنے کے ہیں جو فریق مخالف کے بالمقابل جنگ میں آنے کو چاہتا ہے۔ مثلاً اگر میں یہ کہوں کہ بہائیوں کو قتل کرو۔ تو آپ فوراً پوچھیں گے۔ کہ کیوں؟ اب اگر میں یہ کہدوں کہ اس لئے قتل کرو کہ یہ بہائی ہیں تو بلاشبہ یہ ظلم ہے اور اسلامی تعلیم لا اکراہ فی الدین اور یکون الدین للہ کے خلاف ہے لیکن اگر میں یہ کہوں کہ میرا حکم بہائیوں کے قتل کا اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کو بلا وجہ محض ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کیا ہے تو ایسا حکم عین انصاف ہوگا۔ اور بہائیوں کے قتل کا باعث خود بہائیوں کا مسلمانوں کو قتل کرنا ہوگا۔ اور کسی شخص کا یہ حق نہ ہوگا کہ وہ یہ کہے کہ ان کے قتل کا باعث ان کا بہائی مذہب ہے۔ ٹھیک اسی طرح آیت زیر بحث کو سمجھ لیں کہ جن کے ساتھ قتال کا حکم ہے اس کا باعث ان کا غیر مسلم ہونا نہیں بلکہ خود ان کا مسلمانوں پر حملہ کرنا ہے۔

قرآن کریم غیر مسلموں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے

قرآن شریف نہایت صفائی سے غیر مسلم خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک سب کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا ہے:۔

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ (۶۰: ۸)

ترجمہ:۔ نہیں روکتا تم کو اللہ ان سے جو نہیں لڑتے تم سے دین کے بارے میں اور نہیں نکالا انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے یہ کہ تم احسان کرو ان سے اور انصاف کرو ان سے یقیناً اللہ پسند کرتا ہے۔ انصاف کرنے والوں کو۔

اس حکم بین کے ہوتے ہوئے اسلام پر یہ تہمت لگانا کہ وہ غیر مسلمانوں کے قتل کا حکم اس لئے دیتا ہے کہ وہ غیر مسلم ہیں محض شرارت ہے۔ جیسے پہلے یہود و نصاریٰ نے اختیار کیا اور اب مسیح کی بجائے بہاء اللہ کو خدا ماننے والوں نے بھی اختیار کیا ہے۔ حالانکہ خود بہاء اللہ نے کبھی اسلام پر یہ الزام نہیں لگایا بلکہ یہ اقرار کیا ہے کہ اسلام کا دامن اس تہمت سے پاک ہے۔

باقی آئندہ

قارئین اخبار پیغام صلح کیلئے نہایت ضروری قابل توجہ اعلان

کاغذ اور سامان طباعت کی غیر معمولی گرانی کی وجہ سے انجمن کے اخراجات میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ موجودہ صورت حالات زیادہ کفایت اور احتیاط کا تقاضا کر رہی ہے۔ اس لئے تاکیداً درخواست ہے کہ ذیل میں جو نمبر خریداری دیئے گئے ہیں۔ ان کی خدمت میں فرداً فرداً شروع اپریل سے ۱۶ اپریل ۱۹۴۰ء تک یاد دہانیاں کرائی جا چکی ہیں۔ دوبارہ التماس ہے کہ اپنا سال رواں کا چندہ اخبار و سالقہ بقایا اپنی پہلی فرصت میں بذریعہ منی آرڈر بھیجکر عنداللہ ماجور ہوں تاکہ وی پی کا زائد خرچ ہر دو فریق کو برداشت نہ کرنا پڑے دیگر وی پیاں شروع مئی سے کئے جائیں گے۔ جیسا کہ یاددہانیوں میں عرض کیا جا چکا ہے۔ دوست نوٹ فرمالیں کہ وی پی واپس ہونے کی صورت میں اخبار فوراً بند کر دیا جائیگا۔ خاکسار

محمد عبداللہ۔ جنرل سیکرٹری

۴۹۱	۱۱۱	۱۸۴	۵۲۱	۰	۰	۰
۴۳۳	۳۶۹	۲۸۴	۲۰۷	۱۴۳	۵۷	۳
۴۳۴	۳۷۰	۲۹۰	۲۰۸	۱۴۴	۵۹	۵
۴۳۷	۳۷۱	۲۹۱	۲۱۳	۱۴۵	۶۱	۶
۴۴۱	۳۷۲	۲۹۸	۲۱۷	۱۴۶	۶۲	۷
۴۴۲	۳۷۳	۳۰۱	۲۱۹	۱۴۷	۶۴	۸
۴۴۳	۳۷۴	۳۰۳	۲۲۲	۱۵۰	۷۱	۱۰
۴۴۴	۳۷۵	۳۰۴	۲۲۵	۱۵۱	۷۴	۱۱
۴۴۵	۳۷۷	۳۱۰	۲۲۶	۱۵۴	۷۶	۱۲
۴۴۶	۳۸۰	۳۱۳	۲۲۸	۱۵۵	۷۷	۱۳
۴۴۸	۳۸۹	۳۱۵	۲۳۰	۱۵۶	۷۸	۱۴
۴۴۹	۳۹۹	۳۱۹	۲۳۲	۱۶۱	۸۳	۱۷
۴۵۰	۴۰۰	۳۲۲	۲۳۳	۱۶۲	۸۹	۱۸
۴۵۲	۴۰۲	۳۲۳	۲۳۴	۱۶۳	۹۵	۲۲
۴۵۷	۴۰۴	۳۲۵	۲۳۵	۱۶۶	۹۸	۲۳
۴۵۸	۴۰۵	۳۲۸	۲۳۶	۱۶۸	۱۰۰	۲۵
۴۶۰	۴۰۶	۳۲۹	۲۴۰	۱۶۹	۱۰۱	۲۸
۴۶۱	۴۰۸	۳۳۱	۲۴۲	۱۷۳	۱۰۲	۲۹
۴۶۲	۴۱۰	۳۳۶	۲۵۷	۱۷۶	۱۰۴	۳۱
۴۶۴	۴۱۱	۳۳۸	۲۵۸	۱۸۶	۱۰۵	۳۳
۴۷۰	۴۱۲	۳۴۴	۲۶۰	۱۸۸	۱۰۷	۳۷
۴۷۳ *	۴۱۳	۳۴۹	۲۶۱	۱۸۹	۱۰۹	۳۹
۴۷۶	۴۱۸	۳۵۱	۲۷۰	۱۹۲	۱۱۲	۴۲
۴۷۷	۴۱۹	۳۵۲	۲۷۴	۱۹۳	۱۱۵	۴۵
۴۷۹	۴۲۰	۳۵۳	۲۷۶	۱۹۵	۱۲۴	۴۸
۴۸۲	۴۲۲	۳۵۶	۲۷۷	۱۹۶	۱۲۵	۴۹
۴۸۳	۴۲۳	۳۵۸	۲۸۱	۱۹۸	۱۲۶	۵۱
۴۸۵	۴۲۴	۳۶۰	۲۸۲	۲۰۳	۱۲۸	۵۲
۴۸۶	۴۲۵	۳۶۶	۴۹۹	۲۰۴	۱۲۹	۵۳
۴۸۹	۴۲۸	۳۶۷	۴۸۶	۲۰۵	۱۳۸	۵۴
* ۴۷۴	۴۱۴	۳۵۰	۲۶۹	۱۹۰	۱۱۰	۴۰

دفتر عساکر

ضروری خبروں کا خلاصہ

— ناروے میں جرمن اور اتحادی فوجوں کے درمیان شدید جنگ جاری ہے۔ امید ہے کہ اتحادی فوجیں بہت جلد غلبہ حاصل کر لیں گی۔ اور

— لندن ۲۲ اپریل۔ ناروے میں تین مقامات پر اتحادی اور جرمن فوجوں میں جنگ ہو رہی ہے۔ اوسلو کے شمال میں اتحادی فوجیں نارویجی فوجوں سے جا ملی ہیں۔ جرمن افواج کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

— جنیوا ۲۱ اپریل۔ خیال کیا جاتا ہے کہ فرانسیسی افواج بہت جلد سگفریڈ لائن پر حملہ کرنے والی ہیں۔ فضائی جھڑپیں بدستور ہو رہی ہیں۔

— بخارسٹ ۲۲ اپریل۔ ہنگری کی سرحدوں پر پھر جرمن افواج کا اجتماع ہو رہا ہے۔ اندیشہ ہے کہ جرمنی رومانیہ پر حملہ نہ کر دے۔ یوگوسلاویہ کی سرحد پر بھی جرمن فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔

— لندن ۲۲ اپریل۔ سویڈن پر بھی جرمن حملے کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ چند روز ہوئے۔ سویڈن کی فضا پر جرمن طیاروں نے پرواز کی جن میں بعض گرا لئے گئے۔ اس واقعہ پر اہل سویڈن جرمنی کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ بعید کی خبر ہو کہ جرمن حملے کے امکانات بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔

— لندن ۲۳ اپریل۔ ناروے میں اتحادی فوجیں، ناروے کی فوجوں کے ساتھ مل کر کامیابی کے ساتھ جرمن افواج کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ اوسلو کے نواح میں انہوں نے مورچے بنانے شروع کر دیئے ہیں۔ ایک خبر ہے کہ برطانوی فوجوں نے اوسلو ریلوے لائن پر قبضہ کر لیا ہے۔ سٹرین دل کے جنکشن پر بھی اتحادی قبضہ ہو چکا ہے۔ ناروے کی لڑائی میں جرمنی کا شدید فضائی اور بحری نقصان ہو چکا ہے۔

— استنبول ۲۲ اپریل۔ بلقان میں جرمنی کی ناکہ بندی کا سلسلہ کامیابی کے ساتھ شروع ہو گیا ہے۔ ترکی نے ہنگری کو جانیوالا مال روک لیا ہے۔

— نئی دہلی ۲۳ اپریل۔ چند روز میں میاں خان بہادر اللہ بخش سابق وزیر اعظم سندھ کی صدارت میں کانگرسی مسلمانوں کا ایک اجتماع "آزاد مسلم کانفرنس" کے نام سے منعقد ہو رہا ہے۔ کانگریس اس اجتماع کی کامیابی کی خواہاں ہے۔

— لندن ۲۰ اپریل۔ کل رات برطانوی طیاروں نے جرمنی، ڈنمارک اور ناروے میں جرمن فضائی اڈوں پر کامیاب حملے کئے۔ دو جرمن کشتی جہاز غرق کر دیئے گئے ہیں۔

— لندن ۲۴ اپریل۔ ٹرانڈہیم کے شمال میں اتحادیوں اور جرمنوں میں زبردست بری جنگ شروع ہونے والی ہے۔ اس علاقہ میں جرمن فوجیں دو اطراف سے محصور ہو گئی ہیں۔

— جنیوا۔ یوگوسلاویہ کی حکومت نے اپنی حدود میں دریائے ڈینیوب میں گزرنے والے جرمنی کے جہاز ضبط کر لئے۔

— کلکتہ ۲۴ اپریل۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک رکن مسٹر عبدالرحمن صدیقی ایم۔ ایل۔ اے کلکتہ کارپوریشن کے میئر منتخب ہو گئے۔ مسٹر سبھاش چندر بوس کا نمائندہ مسٹر لی۔ ریہہ بامتفقہ طور پر ڈپٹی میئر منتخب ہوا۔

— دہلی ۲۴ اپریل۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حکومت ہند اور حکومت پنجاب نے احکام جاری کئے ہیں کہ علامہ مشرقی کے نام پر مختلف بنکوں میں جو ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع ہے اسے ضبط کر لیا جائے۔

— لاہور میں خاکساروں کے مظاہرے ابھی تک جاری ہیں۔ ۲۳ اپریل کو نو خاکسار خواتین نے برقعوں میں ملبوس ہو کر مارچ کیا۔ بعض عورتوں کے پاس بیلچے بھی تھے۔ پولیس نے ان سے تعرض نہ کیا۔ رات کے وقت خاکسار مردوں نے بھی جو شہر کی مساجد میں پناہ گزین تھے کچھ حرکت کی لیکن وہ بہت جلد واپس مساجد میں چلے گئے۔ ۲۴ اپریل کو انارکلی میں باوردی خاکسار مردوں نے مظاہرہ کیا اور گرفتار ہو گئے۔ آج انہوں نے پولیس کا مقابلہ نہیں کیا۔ اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ اب انہوں نے تشدد اور پولیس کا مقابلہ ترک کر کے پر امن سول نافرمانی شروع کر دی ہے۔

[illegible] پرنٹر و پبلشر [illegible] دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے

بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علما، لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھیراتے اور عام مسلمانوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص مع اپنی تمام جماعت عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے (ایام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷)

اعلانات

اعلان بیعت

(۱) یہ خبر خوشی کیساتھ سُنی جائے گی کہ جناب ملک اعجاز الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ سالٹ اینڈ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ خلف الرشید جناب ملک کرم الٰہی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر انہار متوطن بھیرہ حال ساکن لاہور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بیش از بیش توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جناب خلیفہ قادیان کی بیعت سے علیحدگی

منجانب خاکسار شمس الدین عفی اللہ تعالیٰ عنہ از دہلی۔

بخدمت شریف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی قادیان — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

افسوس! بعض وجوہات کی بنا پر میں اور میری اہلیہ آج سے آپکی بیعت سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ والسلام

مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۴۰ء (نقل مطابق اصل)

(۱ موصوف کا پتہ: ڈاکٹر شمس الدین صاحب چھوٹی پہاڑ گنج دہلی)

نامہ نگار حضرات اور قلمی معاونین کی خدمت میں التماس

پیغام صلح کے نامہ نگار حضرات اور قلمی معاونین کی خدمت میں چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ امید ہے وہ آیندہ ان کا لحاظ رکھیں گے۔ (۱) ہر قسم کے مراسلے، اطلاعیں اور جلسوں وغیرہ کی روئیدادیں حتی الامکان مختصر بھیجی جائیں۔ غیر ضروری طوالت سے اجتناب کیا جائے۔ (۲) تمام تحریریں جو اشاعت کیلئے اخبار کو بھیجیں نہایت خوشخط اور کاغذ کے صرف ایک طرف لکھی جائیں۔ آیات اور حوالوں کی صحت کا خصوصیت کیساتھ خیال رکھیں (۳) ناقابل اشاعت مضامین وغیرہ دفتر اخبار میں محفوظ نہیں رکھے جاتے۔ جن حضرات کو ان کے مسودات واپس منگانے ہوں وہ جوابی لفافہ ساتھ بھیجا کریں۔ بہتر ہوگا کہ مختصر مضامین کی نقول دوست اپنے پاس رکھ لیا کریں تاکہ عدم اشاعت کی صورت میں واپس منگانے اور بھیجنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

خریداران پیغام صلح کی خدمت میں درخواست

کہ ان میں سے جن احباب کی خدمت میں وی پی ارسال کئے گئے ہیں وہ ازراہ کرم انہیں لازمی طور پر وصول فرمالیں۔ وی پی واپس آنے کی صورت میں اخبار مجبوراً بند کر دیا جائے گا۔ (مینیجر)

درخواست دعا

ہماری جماعت کے محترم بزرگ جناب حاجی سعادت علیخان صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر کچھ عرصہ سے بیمار ہیں۔ ریاحی دردوں نے صاحب فراش کر رکھا ہے۔ تمام دوست ان کیلئے دعا صحت کریں۔ نہایت مخلص اور قیمتی ہستی ہیں۔

حسب معمول امسال بھی ۲۶ مئی کو پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر شائع ہوگا مفصل اعلان آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں (مینیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو نہ ماننے والے

میاں محمود احمد صاحب ڈاکٹر عبد الحکیم خاں مرتد کے نقش قدم پر

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

پیغام صلح مورخہ ۳۰ اپریل میں ہم نے حقیقۃ الوحیؑ کی حسب ذیل عبارت کی بنا پر یہ ثابت کیا تھا۔ کہ میاں محمود احمد صاحب بھی آج وہی بات کہہ رہے ہیں۔ جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے اس عبارت میں ڈاکٹر عبد الحکیم خاں کا سراسر افترا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:-

"ڈاکٹر عبد الحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال میں مجھ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے۔ جس میں یہ لکھا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸)

اس کے جواب میں "الفضل" ۵ رمئی میں ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جس بات کو ڈاکٹر عبد الحکیم خاں کا "سراسر افترا" قرار دیا ہے۔ وہ یہ نہیں۔ کہ آپ نے ان تمام لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لائے کافر قرار دیا ہے۔ بلکہ افترا یہ تھا کہ ایسے تمام لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بھی نہیں سنا وہ آپ کے نزدیک نہ صرف کافر ہیں۔ بلکہ دوزخی اور قابل مواخذہ ہیں اور ہم سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ:-

"کیا غیر مبائعین یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی کہیں یہ لکھا ہے۔ کہ ایسے تمام لوگ دوزخی اور قابل مواخذہ ہوں گے۔ اگر نہیں تو ان کی یہ بیان کردہ مماثلت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے"

اس عقل و فہم کو کیا کہا جائے جو ایک سیدھی سادی عبارت کی ایسی رکیک تاویلات سے سلسلہ اور حضرت مسیح موعود کو بدنام کرنے کے درپے ہے۔ عبارت بالا میں حضرت مسیح موعود نے جہاں اس بات کو ڈاکٹر عبد الحکیم خاں کا افترا قرار دیا ہے کہ جو لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے۔ وہ آپ کے نزدیک دوزخی ہیں۔ وہیں اس بات کو بھی "سراسر افترا" ہی کہا ہے کہ ایسے لوگوں کو آپ نے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور دونوں ہی امور کے متعلق آپ نے یہ چیلنج کیا ہے کہ "اس پر فرض ہے۔ کہ وہ ایسی کوئی کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے"۔ افترا دونوں ہی ہیں کافر ٹھہرانا بھی اور دوزخی قرار دینا بھی حضرت مسیح موعود نے یہ نہیں لکھا کہ صرف دوزخی قرار دینے کا الزام افترا ہے اور کافر ٹھہرانے کا الزام افترا نہیں۔

پس یہ کہنا کہ میاں محمود احمد صاحب نے ایسے لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو جہنمی اور قابل مواخذہ قرار نہیں دیا اور صرف کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کہا ہے۔ انہیں اس الزام سے بری نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ڈاکٹر عبد الحکیم خاں مرتد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ایک ہی بات (یعنی کافر ٹھہرانے) میں سہی۔ لیکن وہ ایک بات بھی بہرحال ڈاکٹر عبد الحکیم خاں ہی کا نقش قدم ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے اس کو بھی "سراسر افترا" قرار دیا ہے اور ایسا افترا کرنے والوں کو آپ کا چیلنج ہے۔ کہ "وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہو"۔ کیا میاں صاحب اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس صورت میں وہ حضرت مسیح موعود کی پیروی کا دم بھر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اسی بات پر "الفضل" کو اصرار ہو کہ کافر ٹھہرانے کو حضرت مسیح موعود نے افترا قرار نہیں دیا۔ حالانکہ مندرجہ بالا عبارت سے صاف ثابت ہے تو اسے چاہئے کہ اس حقیقۃ الوحی میں ذیل کی عبارت کو بھی ایک نظر دیکھ لے۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں.... کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھیرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے۔ جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کرے۔ ورنہ وہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقع تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ جس کو ایک عقلمند سوچ سکتا ہے"

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۰)

کیا اب بھی یہ کہا جائے گا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے تمام نہ ماننے والوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ افسوس کہ اپنے اوپر "الزام" سراسر افترا" "خیانت"۔ "جھوٹ" اور "خلاف واقعہ تہمت" قرار نہیں دیا۔ اگر قرار دیا ہے۔ تو یہ جھوٹا الزام اور خلاف

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم یکشنبہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۲۵

جناب میاں محمود احمد صاحب سے ایک درخواست

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ)

مکرم معظم میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنے کسی خطبہ میں یا تحریر میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ جس طرح جماعت قادیان تبلیغ اور اشاعت کا کچھ کام کر رہی ہے۔ جماعت لاہور بھی اپنی جگہ پر کچھ کام کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اشاعت اور تبلیغ اسلام کا کام ہی حضرت مسیح موعود کا اصل کام تھا اور دونوں جماعتوں کے لئے یہ سب سے مقدم کام ہے۔ بایں اس وقت دونوں جماعتوں کی طاقت کا ایک خاصہ حصہ باہمی جھگڑے پر صرف ہو رہا ہے۔ اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے اصل عقائد پر قائم ہے اور آپ کے مشن کو پورا کر رہی ہے۔ اور ہر ایک جماعت یہ چاہتی ہے۔ کہ دوسری جماعت کے افراد کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی قوت کو بڑھائے۔ اس لئے دونوں جماعتیں اس بات کی خواہشمند ہیں کہ ان کے دلائل سے دوسرا فریق بھی آگاہ ہو۔ اور اس وجہ سے ہر قسم کے سوالات اور اعتراضات اور ان کے جوابات دونوں طرف سے ہو رہے ہیں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ ہر فریق کے سامنے اس کے اپنے ساتھیوں کے اعتراضات اور دلائل تو آتے رہتے ہیں۔ مگر دوسرے فریق کے سوالات یا دلائل نہیں آتے۔ اور پھر لکھنے والے ہر قسم کے آدمی ہیں۔ ایک اخبار اختلافی لٹریچر کا پہلے موجود ہے اور ایک نیا اخبار اب نیا رہو رہا ہے۔ اس میں جو خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ خانہ جنگی دونوں جماعتوں کے اصل محاذ کو جو اعدائے اسلام کا مقابلہ ہے۔ نقصان پہنچائے گی۔ میں نے کچھ دن ہوئے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ ان مسائل میں جن کی وجہ ہم میں باہم اختلاف ہے ایک سرگرم بحث ہو جائے جو آپ کے اور میرے درمیان ہو۔ اس کی طرف تو آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اس لئے اب میں یہ ایک دوسری تجویز آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اس باہمی اختلاف میں ہماری کم سے کم قوت خرچ ہو تا کہ زیادہ سے زیادہ قوت تبلیغ اسلام پر خرچ ہو سکے۔

میری تجویز یہ ہے کہ ہم دونوں فریق ایک دوسرے پر ایک معین تعداد سوالات یا اعتراضات کی قائم کریں۔ مثلاً بیس۲۰ یا تیس۳۰ یا چالیس۴۰ یا پچاس۵۰۔ ہر ایک سوال ایک معین تعداد الفاظ سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو مثلاً بیس۲۰ یا تیس۳۰ یا چالیس۴۰ الفاظ۔ ہر ایک سوال کے جواب میں بھی ایک معین تعداد سے زیادہ الفاظ نہ ہوں۔ مثلاً دو سو۲۰۰ یا چار سو۴۰۰ یا پانچ سو۵۰۰۔ پھر اول یہ دونوں فریق کے سوالات "الفضل" اور "پیغام صلح" میں آپ کے اور میرے دستخطوں سے شائع ہو جائیں۔ اور اس کے بعد ہفتہ وار یا جیسا مناسب سمجھا جائے۔ ایک ایک سوال لے کر اس کا جواب دونوں اخباروں میں شائع ہوتا رہے۔ اور اس جواب پر دستخط یا آپ کے ہوں یا میرے۔ میں جتنے سوال اور جواب لکھوں گا۔ اپنے قلم سے لکھوں گا۔ آپ اگر چاہیں تو بے شک دوسرے سے لکھوا لیں۔ مگر سوال یا جواب کی ذمہ داری صرف آپ کی ہوگی۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ دونوں جماعتوں کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مضبوط دلائل کس گروہ کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر ہر ایک شخص کا اختیار رہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے جس کے ساتھ چاہے۔ شامل ہو جائے۔

اس طرح بہت سا وقت اور بہت سا خرچ اور بہت سی طاقت بچ کر وہ کسی اور زیادہ مفید کام پر لگ سکتے ہیں۔ آخر ہماری اپیل تو دلائل کے رنگ میں ہی ہے۔ زبردستی تو ہم کسی کو منوا نہیں سکتے۔ اگر ہم آپ کے دلائل کو کمزور سمجھتے ہیں۔ تو ہمیں اس میں کیا خطرہ ہے کہ آپ کے کمزور دلائل ہماری جماعت کے سامنے بھی آ جائیں۔ اور آپ ہمارے دلائل کو کمزور سمجھتے ہیں۔ تو آپ کو اس میں کیا خطرہ ہے۔ کہ ہمارے کمزور دلائل سے آپ کی جماعت آگاہ ہو کر اور بھی مضبوطی سے اپنے عقائد پر قائم ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس میں نقصان کسی کا نہیں اور فائدہ دونوں کا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ایک دفعہ جواب الجواب کا موقع بھی دونوں فریق کو دیا جا سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ بذات خود میری اس درخواست پر توجہ فرما کر جواب سے ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار

محمد علی

۱۱ مئی سنہ ۱۹۴۰ء

خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کا جدید عہدہ

یہ خبر پبلک کے تمام حلقوں میں مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ ہمارے محترم دوست جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا تقرر مستقل طور پر لاہور شہر میں ہو گیا ہے۔ ۱۰ مئی کو لعبد دوپہر انہوں نے اپنے جدید عہدہ کا چارج لے لیا ہے۔ شہر کے مختلف طبقات کی طرف سے آپ کا خیر مقدم نہایت خلوص دگرمجوشی کے ساتھ کیا گیا۔ ہندو، مسلم اور سکھ معززین کی کثیر جماعت آپ کو شہر کے بعض حصوں میں جلوس کی صورت میں لے گئی۔ لوگوں نے آپ کو جگہ جگہ پھولوں کے ہار پہنائے اور شربت اور دودھ وغیرہ پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل شہر کے دل میں آپ کی سابقہ ساڑھے پانچ سالہ پر امن عہد کی یاد تازہ ہے۔ یہ پر مسرت خیر مقدم اور اظہار شادمانی اسی یاد کا نتیجہ ہے۔

جیسا کہ تمام واقفکار اصحاب کو معلوم ہے۔ میاں صاحب موصوف ایک نہایت دیانتدار، قابل، محنتی اور تجربہ کار پولیس افسر ہیں جہاں کہیں رہے۔ افسران بالا نے آپ کی دیانتداری، جرأت، دلیری فہم اور غیر جانبداری کی تعریف کی۔ اور اس کے ساتھ پبلک بھی آپ سے خوش رہی۔ لاہور سے آپ دہلی گئے تھے۔ وہاں بھی آپ کا عہد نہایت کامیاب رہا۔ آجکل آپ محکمہ انسداد رشوت میں کام کر رہے تھے اس محکمہ کی کامیابیوں میں آپ کی دیانتدارانہ مساعی کو بہت زیادہ دخل ہے۔

ہم میاں صاحب موصوف کے جدید تقرر کو دار السلطنت پنجاب کے امن کیلئے ایک مبارک فال سمجھتے ہوئے حکومت کو اس دانشمندانہ انتخاب پر اسے مبارکباد دیتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ لاہور میں میاں صاحب موصوف کا یہ عہد۔ ان کے گذشتہ عہد سے بھی زیادہ کامیاب و خوشگوار ہوگا۔ انشاء اللہ

ہنگامہ جنگ

۱۰ مئی کی صبح کو نازی ازم کے ایک اور وحشیانہ مظاہرہ کا آغاز ہوا۔ یعنی جرمنی نے ہالینڈ، بلجیم اور لکسمبرگ پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس کے علاوہ برطانیہ، فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے بعض مقامات پر بھی جرمن طیاروں نے بمباری کی ——— ہالینڈ، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ پر حملہ اس بات کا ایک اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ جرمنی کے نزدیک قاعدہ، قانون، حق و انصاف اور معاہدات کی کوئی حقیقت نہیں ہے ——— وہ اپنی اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے بڑی سے بڑی بے انصافی اور معاہدہ شکنی اور انتہائی وحشیانہ اور سفاکانہ حرکت بھی کر سکتا ہے۔ جرمنی کے اس تازہ حملہ کی تفصیلات احباب کو روزنامچوں کے ذریعہ معلوم ہو چکی ہونگی۔ ہالینڈ اور بلجیم پامردی کے ساتھ جرمن حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ بھی حالات کے مقابلے کیلئے تیار ہے۔ برطانیہ اور فرانس نے ان کمزور و مظلوم ممالک کی امداد کا اعلان کر کے عملی کاروائی شروع کر دی ہے۔ دوسری طرف ہٹلر مغربی محاذ پر بیچارہ جنگی کاروائیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ ناروے میں لڑائی کے نتائج کی وجہ سے چیمبرلین وزارت پر انگلستان کے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ وہ ایک زیادہ مضبوط وزارت کے خواہاں تھے چنانچہ قومی مفاد کے پیش نظر مسٹر چیمبرلین مستعفی ہو گئے ہیں اور مسٹر چرچل نے نئی وزارت مرتب کی ہے۔ امید ہے یہ وزارت مضبوطی و کامیابی کے ساتھ حملہ آور کا مقابلہ اور برطانیہ کے وقار کا تحفظ کر سکے گی۔

ان حالات میں کہا جا سکتا ہے کہ دنیا موجودہ مصیبت سے ایک بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہونیوالی ہے۔ بہت سی تباہیاں اولاد آدم کے لئے اپنا منہ کھولے کھڑی ہیں۔ ضرورت ہے کہ عالم گم کردہ راہ انسانیت پر غور کرے۔ کیونکہ اس کا فضل ہی اس مصیبت کو ٹال سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] ہے اور حق کا بول بالا ہو۔

شذرات

انگلستان کی کاشتکار عورتیں

یورپ کی جنگ میں اب کافی تیزی و تندی پیدا ہو چکی ہے۔ ہندوستان میں بھی لڑائی کی خبروں کے ساتھ لوگوں کی دلچسپی روز افزوں ہے جنگی کوائف بڑی دلچسپی سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم جنگی تیاریوں کے متعلق انگلستان کی ایک تازہ دلچسپ اور سبق آموز خبر درج کرتے ہیں :-

"لندن ۵ رمئی۔ عورتوں کی ایک بہت بڑی جماعت انگلستان اور ویلز کے دیہاتی کھیتوں میں سبزی پیدا کرنے کی غرض سے بیج کے بیس ہزار پیکٹ بوئیں گی۔ کاشتکار عورتوں کی یہ جماعت گذشتہ جنگ یورپ میں ظہور میں آئی تھی اور اس نے ۱۹۱۵-۱۹ء میں زرعی اعتبار سے انگلستان کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور اس کی سرگرمیاں تعلیمی اور اجتماعی امور تک وسعت پذیر ہو گئیں۔ جنگ کے آغاز میں اس قسم کے پونے چھ ہزار ادارے برطانیہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے جن کے ممبروں کی تعداد ۳ لاکھ ۷۲ ہزار آٹھ سو تھی۔ یہ عورتیں موجودہ جنگ میں بھی نہایت سرگرم خدمات انجام دے رہی ہیں اور ان کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ جو زمیندار اور کاشتکار میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے ہیں ان کے کھیتوں کی آبیاری کریں"۔

یہ اور اس قسم کی دوسری خبریں جن میں مختلف ممالک کی عورتوں کی قومی سرگرمیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ ہماری احمدی خواتین کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ انگلستان ایک مادی جنگ میں مبتلا ہے انگریز عورتیں مردوں سے زیادہ اس جنگ کو کامیاب بنانے میں حصہ لے رہی ہیں ـــــ اسلام کو تو اس سے بہت بڑا ایک روحانی مقابلہ درپیش ہے۔ کیا ہر ایک احمدی عورت اور بچی کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اس مقابلہ میں اسلام کو سربلند و کامران بنانے کے لئے ہر ممکن قربانی کرے؟ انگریز عورتیں گھروں کو چھوڑ کر کھیتوں میں پہنچ گئی ہیں۔ لیکن ہماری معزز بہنیں اگر چاہیں تو گھروں پر ہی رہ کر سب کچھ کر سکتی ہیں ـــــ صرف صحیح احساس اور سچی اسلامی تڑپ کی ضرورت ہے۔

نوجوانان مرکز کی بیداری

مقام مسرت ہے کہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے عہدیدار انتخاب کے بعد نوجوانان مرکز میں بیداری کے امید افزا آثار نظر آ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمود و بے عملی کی شب تاریک کا دور دورہ ختم ہو کر عمل و جد و جہد کی روشن صبح طلوع ہو چکی ہے ـــــ اب ایسوسی ایشن کے ہفتہ وار اجلاس باقاعدہ منعقد ہو رہے ہیں۔ مولانا آفتاب الدین صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب احمدی نوجوانوں کے اس ادارہ کو صحیح معنوں میں بیدار اور فعال بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ امید ہے کہ اس عہد و جہد کو نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ جاری رکھا جائیگا اور جو مبارک عزم کیا گیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضرور پورا کیا جائے گا ـــــ نوجوانوں کے اس اقدام سے قدرتی طور پر بزرگوں کے دلوں میں بہت سی بہتر و بلند توقعات پیدا ہو گئی ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ یہ توقعات انشاء اللہ جلد صحیح ثابت ہوں گی۔ مرکز میں ایسوسی ایشن کو پوری طرح مضبوط و منظم کرنا بے شک ضروری ہے مگر ہمارے خیال میں اگر اس کے ساتھ ساتھ بیرونجات کی طرف بھی توجہ کی جائے تو مناسب ہوگا۔ گذشتہ سالوں میں متعدد مقامات پر ایسوسی ایشن کی شاخیں قائم ہو چکی تھیں۔ ان کو آسانی کے ساتھ از سر نو زندہ اور آمادہ عمل کیا جا سکتا ہے۔ اگر کام باقاعدگی کے ساتھ مضبوط بنیادوں پر ہوتا رہا۔ تو انشاء اللہ کامیابی لازمی ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ احمدی نوجوانوں میں خلوص، تڑپ، جذبہ قربانی اور قوت عمل کسی چیز کی کمی نہیں۔ صرف بیداری و تنظیم کی ضرورت ہے۔

ہم تمام نوجوانانِ جماعت سے کہیں گے کہ وہ ایسوسی ایشن کے جدید عہدیداروں کے ساتھ صحیح معنوں میں تعاون کر کے انکی مبارک کوششوں کو کامیاب بنائیں، اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ نوجوانان قوم کو اپنی دعاؤں۔ اخلاقی امداد اور قیمتی ہدایات سے محروم نہ رکھیں۔

تپدق کی تباہ کاریاں

حال ہی میں ہیرا منڈی لاہور ٹیوبرکلوسس انسٹی ٹیوٹ (تپدق کا ہسپتال) میں مریضوں کے لئے ایک ویٹنگ روم یعنی کمرۂ انتظار تعمیر کیا گیا ہے۔ جس کی رسم افتتاح ۷ رمئی کو آنریبل میاں عبدالحی صاحب وزیر تعلیم و صحت پنجاب نے ادا کی۔ اس موقع پر موصوف نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ :-

"بلدیہ لاہور کی حدود کے اندر تپدق کے کم از کم پندرہ ہزار مریض ہیں جن میں سے کم از کم چھ ہزار پرانے شہر میں رہتے ہیں جس کی آبادی ایک لاکھ ستر ہزار ہے ...... ہر ۳۰ آدمیوں میں سے ایک سے زائد تپدق میں مبتلا ہے"۔

یہ اعداد و شمار بے حد تشویشناک ہیں۔ یہ ایک دردانگیز حقیقت ہے کہ تپدق کا موذی مرض تمام ملک بالخصوص شمالی ہندوستان میں ہوش ربا سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ شہروں کے بعد اب اس کے مہلک اثرات دیہات میں بھی پھیل چکے ہیں۔ مسلمان عورتیں بہت زیادہ اس کا شکار ہوتی ہیں۔ اس کے علاج و انسداد کا انتظام اس کی تباہ کاری اور وسعت کے مقابلہ پر بہت ناکافی ہے۔ یہ ایک ایسا منحوس خطرہ ہے جو ہماری آئندہ نسلوں کی زبردست تباہی کا باعث ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ایک طرف حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اس مہلک مرض کے انسداد و علاج کیلئے وسیع پیمانہ پر مؤثر تدابیر اختیار کرے اور ایسے ذرائع مہیا کئے جائیں جن سے عوام کو آسانی کے ساتھ صحت بخش خوراک اور تازہ ہوا میسر آ سکے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر ایک مذہب و ملت کے طبی، تعلیمی، مذہبی، اصلاحی اور سیاسی اداروں کا بھی فرض ہے کہ وہ لوگوں کو تپدق کے اسباب و علامات سے آگاہ کر کے انہیں اس کے علاج و انسداد پر آمادہ کریں۔ اور اس بارہ میں انہیں ہر ممکن امداد پہنچائیں۔ حکومت کی طرف سے تپدق کے مریضوں کے ...... علاج کے انتظامات بے حد ناکافی ہیں۔ جدید صحت گاہوں اور سینی ٹوریموں کی ضرورت ہر حصہ ملک میں محسوس کی جا رہی ہے۔ حکومت و پبلک کا مخلصانہ اشتراک عمل ہی مفلس ہندوستان کو تپدق کے ظالم دیو کی آہنی گرفت سے نجات دلانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

ـــــ لاہور ۸ رمئی۔ لاہور کی مساجد میں محصور خاکساروں کی حالت خوراک نہ ملنے کی وجہ سے نازک ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بے چینی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ ممکن تھا۔ خاکساروں کی حمایت میں مظاہرے شروع ہو جاتے۔ اس لئے آج ایک وفد نے جو لاہور شہر کے معزز مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ جناب نواب شاہ نواز خان صاحب آف ممدوٹ کی قیادت میں آنریبل وزیر اعظم سے ملاقات کی اور انہیں صورت حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا۔

ـــــ اس ملاقات کے نتیجے میں آنریبل وزیر اعظم نے فوراً ہدایات جاری کر دیں کہ محصور خاکساروں کیلئے اشیائے خوردنی پہنچانے پر جو پابندیاں ہیں وہ اٹھا دی جائیں اور مساجد کا محاصرہ ترک کر دیا جائے علاوہ ازیں موصوف نے اہل وفد پر زور دیا کہ موجودہ حالات کی اصلاح کیلئے وہ خاکساروں پر اپنا اثر و رسوخ ڈالیں اور وعدہ کیا کہ اگر خاکسار خلاف قانون سرگرمیوں میں حصہ نہ لینے کا وعدہ کریں تو حکومت خاکساروں کو خلاف قانون انجمن قرار دینے کا حکم واپس لینے کیلئے تیار ہو جائیگی۔

ـــــ آنریبل وزیر اعظم کی ان ہدایات کا اثر نہایت خوشگوار ہوا۔ لوگ مساجد میں محصور خاکساروں کیلئے بکثرت اشیائے خوردنی لیجا رہے ہیں، مگر تا حال انہوں نے گرفتار ہونے یا قانون کی خلاف ورزی ترک کرنے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ شہر کی دیگر متعدد مساجد میں بھی محصور ہو گئے ہیں۔

ـــــ لاہور ۱۰ رمئی۔ روزنامہ "انقلاب" اس خبر کا ذمہ وار ہے کہ اگر خاکساروں کا رویہ پرامن رہا۔ تو دو تین دن تک انجمن خاکساروں پر سے وہ حکم اٹھا لیا جائیگا۔ جس کی رو سے اسے خلاف قانون قرار دیا تھا۔ خاکساروں کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ سالار کیمپ لاہور نے ہدایت جاری کی ہے کہ تین دن تک حکومت کے خلاف کوئی مظاہرہ نہ کیا جائے۔

ـــــ لاہور ۱۰ رمئی۔ خاکسار تحقیقاتی کمیٹی کی کاروائی جاری ہے گذشتہ دو تین دنوں میں متعدد اشخاص نے ایسی شہادتیں دی ہیں جن میں خاکساروں کے ساتھ پولیس کی بدسلوکی کا ذکر تھا۔ کمیٹی کے سامنے کئی آدمیوں سے یہ بھی کہا گیا۔ کہ انہیں دھمکا کر شہادت سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے

ـــــ آنریبل سر عبدالقادر انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر مقرر ہوئے ہیں

ـــــ لاہور ۱۰ رمئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو آج مسٹر جسٹس سکیمپ نے پانچ ہزار روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا۔

ـــــ لندن ۱۰ رمئی۔ آج جرمنوں نے ہالینڈ، بلجیم اور لکسمبرگ پر حملہ کر دیا۔ ان ملکوں کی سرحد پر جرمنوں کی پیادہ فوج اور توپخانوں کے حملے ہو رہے ہیں۔ جرمن فوج ہالینڈ میں دس میل اندر گھس گئی ہے تینوں ملکوں میں جرمن سپاہی ہیراشوٹ کے ذریعے اتر رہے ہیں۔

ـــــ المانوی اخباروں کا بیان ہے کہ جرمن برسلز میں داخل ہو چکے ہیں اور انہوں نے متعدد فضائی اڈوں کو تباہ کر دیا ہے۔ فرانس، سوئٹزرلینڈ اور برطانیہ کے مختلف مقامات پر جرمن طیاروں کی بمباری کی فرانس کے دو شہروں میں ۱۲ شہری ہلاک اور ۴۳ مجروح ہوئے۔ ہٹلر بذات خود مغربی محاذ پر موجود ہے۔

ـــــ لندن ۱۰ رمئی۔ مسٹر چیمبرلین مستعفی ہو گئے ہیں اور مسٹر چرچل وزیر اعظم بنائے گئے ہیں۔

ـــــ لاہور ۸ رمئی۔ گورنر پنجاب نے ایکٹ ترمیم انتقال اراضی کی منظوری دیدی ہے۔ یہ بل پنجاب اسمبلی نے تھوڑے دن ہوئے اپنے اجلاس میں پاس کیا تھا۔ (۱۱ رمئی تک موصول شدہ)

مولوی غلام حسن خان صاحب کی آخری گذارش

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ)

مکرم معظم مولوی صاحب! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کے آخری مضمون کو پڑھ کر مجھے اس بات پر افسوس ہوا کہ جس طرز کلام سے آپ آج سے پیشتر سخت ترین مخالفوں کے ساتھ بھی پیش نہ آتے تھے۔ وہ میاں صاحب کی بیعت کے بعد آپ نے میرے متعلق اختیار کیا ہے۔

سیدھے سادے مطالبات پر مولوی صاحب کی برہمی

میرے مطالبات نہایت سیدھے ہیں ان پر برہم ہونے کی ضرورت نہیں۔ آخر آپ پچیس سال لگاتار "خلافت" کی مخالفت کرتے رہے ہیں اس سے نہ آپ کو انکار ہو سکتا ہے۔ نہ دنیا کبھی اس کے خلاف یہ بات مان سکتی ہے کہ آپ "خلافت" کے مخالف نہ تھے تو میرا ایک نہایت صاف سوال صرف اس قدر تھا۔ کہ آیا آپ کی اتنی عمر بلا دلیل ہی مخالفت میں گذری۔ یا کچھ دلائل بھی آپ کے ہاتھ میں تھے۔ اگر آپ اتنی مدت بلا دلیل ہی مخالفت کرتے رہے ہیں تو پھر آپ سے اس وقت تائید خلافت کے دلائل طلب کرنا فی الواقع مناسب نہیں لیکن اگر جیسا کہ دنیا جانتی ہے آپ قوی دلائل کے ساتھ خلافت کے مخالف تھے۔ تو میں نے صرف اس قدر دریافت کیا تھا کہ وہ دلائل اب کس طرح غلط ثابت ہوئے۔

جواب کی بجائے بے بنیاد الزامات

آپ نے اس بات کی طرف توجہ کرنے کی بجائے مجھے دھوکا دینے اور تفرقہ اندازی کا مرتکب ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ آپ اس مضمون میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے ایک خلاف واقعہ بات پیش کر کے پبلک کو دھوکا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت میں تفرقہ کی بنیاد قائم ہو گئی اور اس نتیجہ کی ذمہ داری صرف آپ پر اور آپ کے رفقا پر ہے"

آپ پر سب سے بڑھ کر ذمہ داری ہے

اگر یہ سچ ہے تو اور رفقاء کو تو چھوڑیئے۔ یہ ذمہ داری ہم دونوں پر ہے۔ یعنی آپ پر اور مجھ پر۔ کیونکہ جس نظام میں میں صدر تھا۔ اس میں آپ پہلے دن سے نائب صدر تھے اور بیس سال تک نائب صدر رہے اس لئے "پبلک کو دھوکا دینے" اور تفرقہ کی بنیاد قائم کرنے میں، میں اور آپ برابر کے شریک ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ میرے دوسرے رفقاء پر یہ ذمہ داری ڈالتے ہیں۔ لیکن آپ اپنے پر نہیں ڈالتے۔ یہ تو انصاف نہیں۔ بلکہ دوسرے رفقاء پر یہ ذمہ داری اس قدر نہیں جس قدر آپ پر ہے۔ کیونکہ آپ ایک اور رنگ میں بھی اس میں میرے برابر کے شریک تھے جب آپ اس وقت "خلافت ثانیہ" اور حق کا بلند ترین مظہر خیال کر رہے ہیں۔ اس کی تردید میں ۱۹۱۴ء میں ایک رسالہ لکھا گیا تھا جو صرف میری طرف سے نہ تھا بلکہ ہم دونوں کی طرف سے تھا اور آپ نے ذیل کے الفاظ بڑھا کر اس رسالہ پر اپنے دستخط کئے۔

"مذکورہ بالا مضمون کی میں تصدیق اور تائید کرتا ہوں اور سلسلہ کی بھلائی اسی پر عامل ہونے میں یقین رکھتا ہوں"

"غلام حسن سب رجسٹرار پشاور"

سلسلہ کی بھلائی کی بات دھوکا اور تفرقہ کس طرح بن گئی؟

تو اس وقت میرے اور آپ کے نزدیک انکار "خلافت ثانیہ" سلسلہ کی بھلائی تھی۔ اور آپ نے اس رسالہ کو پڑھ کر اس کے مضمون کی نہ صرف تصدیق بلکہ تائید بھی کی تھی۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جس بات پر عامل ہونے میں ۱۹۱۴ء میں آپ سلسلہ کی بھلائی سمجھتے تھے آج اسے دنیا کو دھوکا دینا اور تفرقہ کی بنیاد قرار دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ آیا اسی قدر ہے کہ آپ میرے مطالبات کی وجہ سے ضرورت سے زیادہ طیش میں آ گئے ہیں اور اس غیظ کی وجہ سے جو آپ کو آئینہ دار اس عاجز میں نظر آیا۔ اس بات میں جس میں ۱۹۱۴ء میں سلسلہ کی بھلائی نظر آتی تھی۔ آج دھوکا اور تفرقہ نظر آ رہا ہے۔ بہرحال اگر یہ سچ ہے کہ ہم محض دھوکہ دے رہے تھے تو آپ یوں تحریر فرماتے کہ:۔

"ہم دونوں یعنی محمد علی اور غلام حسن نے ۱۹۱۴ء میں "خلافت" کا انکار کر کے دنیا کو محض دھوکہ دیا تھا۔ اور ایک تفرقہ کی بنیاد رکھی تھی"

میرا گناہ یہ ہے کہ میں دلائل کا مطالبہ کرتا ہوں

میں یہ اس لئے نہیں لکھتا کہ آپ کو اپنے ساتھ شامل کرنے سے مجھے کوئی خوشی ہوتی ہے۔ بلکہ اس لئے لکھ رہا ہوں کہ صرف اسی طرح آپ کے اس نظریہ کی لغویت آپ پر کھل سکتی ہے جو اب آپ قائم کر رہے ہیں کہ انکار خلافت محض دنیا کو دھوکا دینے کیلئے تھا۔ ہاں یوں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت میں نے اور آپ نے سلسلہ کی بھلائی انکار "خلافت" میں دیکھی تھی۔ اب پچیس سال انکار کرتے کرتے آپ کو یہ کس طرح معلوم ہو گیا کہ سلسلہ کی بھلائی تائید خلافت میں ہے۔ اور میں اب بھی سلسلہ کی بھلائی اس خود ساختہ "خلافت" کے انکار میں ہی دیکھتا ہوں جس سے میرے نزدیک بھی اور آپ کے نزدیک بھی چالیس کروڑ کلمہ گو کافر ہو گئے۔ اور ختم نبوت کے بعد ایک نئی نبوت قائم ہو گئی۔ اور ایک نئے دین کی بنیاد رکھدی گئی جس کا کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ نہیں۔ میرا گناہ صرف اسی قدر ہے کہ میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ پہلے جن دلائل سے آپ سمجھتے تھے کہ "خلافت" کے انکار میں ہی سلسلہ کی بھلائی ہے۔ ان میں کیا غلطی نکلی۔ کسی آیت یا حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ یا حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ اتنی معمولی سی بات پر روشنی ڈالنے کی بجائے آپ اس طرز کلام پر کیوں اتر آئے جو آپ کی ساری عمر کی عادت کے خلاف ہے اور دوسرا یہ بتا دیں کہ اب اس "خلافت" کی تائید میں دلائل کیا ملی ہیں۔ ان دو سیدھے سیدھے سوالوں کا جواب آپ نہیں دیتے۔

آپ کی بیعت "خلافت" دلائل پر مبنی نہیں ہے

جس سے سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ کا بیعت خلافت کرنا دلائل پر مبنی نہیں بلکہ کسی جذبہ کے ماتحت ہے۔

پہلے مدعی دعویٰ کے اثبات میں دلائل پیش کیا کرتا ہے

آپ نے اپنی آخری گذارش میں یہ لکھا ہے کہ یہ بھی ظلم کا طریق ہے کہ میں آپ سے خلافت کے دلائل مانگتا ہوں۔ حالانکہ نفی خلافت کے دلائل دینا میرے ذمہ ہے۔ کیونکہ میں "ایک جاری شدہ چیز کو بلا وجہ بند کر رہا ہوں" اور آپ میرے سوالات کو ملاّؤں کے سے سوالات قرار دیتے ہیں۔ تو یہ سوالات تو وہی ہیں جو ہیں اور آپ ہم دونوں پچیس سال سے قادیان والوں سے کر رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ختم نبوت کے بعد ایک نئی نبوت کس طرح قائم ہو گئی۔ ساری دنیا کے مسلمان وہ جو حضرت مسیح موعود کے نام سے بھی بے خبر ہیں۔ دائرہ اسلام سے کس طرح خارج ہو گئے۔ لیکن اس کو بھی الگ رکھ کر آپ بھی جانتے ہیں اور ساری دنیا جانتی ہے کہ جو شخص دعوے کرے وہ اس کے اثبات کے لئے دلائل دیا کرتا ہے۔ اس کے مخالف سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تم پہلے انکار کے دلائل دو۔ پھر ہم اپنے دعوے کے اثبات کے دلائل پیش کریں گے

آیت استخلاف میں کس کے ساتھ خلافت کا وعدہ ہے؟

آپ نے اس حقیقت کا ایک رنگ میں اعتراف بھی کیا ہے۔ جب آپ نے خلافت کے دلائل میں آیت استخلاف کو پیش کیا۔ تاہم آپ سے اول تو یہ سوال کرتا ہوں کہ آیت استخلاف محمد رسول اللہ صلعم کے خلفا کے لئے ہے یا مسیح موعود کے خلفاء کے لئے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم میں ایمان حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر مراد ہے یا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر۔ خلافت کا وعدہ محمد رسول اللہ صلعم کو دیا گیا ہے یا حضرت مرزا صاحب کو۔ اگر ایمان محمد رسول اللہ صلعم پر ہی یہاں مراد ہے۔ اگر خلافت کا وعدہ محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہی ہے تو مسیح موعود کی خلافت کا یہاں ذکر ہے نہ تھی۔

الفاظ قرآنی کے خلاف مولوی صاحب کا نیا اصول

مگر آپ نے الفاظ قرآنی کو تو بحث سے ہی خارج کر دیا اور ایک لمبی جست لگا کر الفاظ کے خلاف اپنی طرف سے ایک نیا اصول قائم کر لیا۔

"اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں خلافت کا سلسلہ قائم ہوگا۔ اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ مگر کئی لوگ اس کا کفران کر کے فاسقوں میں داخل ہو جائیں گے چنانچہ اسلام کے ہر زمانہ میں خلافت کا سلسلہ کسی نہ کسی رنگ میں چلا آیا ہے اور ہر زمانہ میں اس کے منکر بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں آپ اور آپ کی انجمن اسی زمرہ میں داخل ہیں"

کاش دو جملے اور بھی بڑھا دیئے ہوتے۔ یعنی ایک یہ کہ "آج سے چار ماہ پیشتر میں (مولوی غلام حسن) بھی اسی زمرہ میں داخل تھا۔" اور دوسرا یہ کہ "چودھویں صدی ہجری کے شروع میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اسی زمرہ میں داخل تھے"

مولوی صاحب کی تعجب انگیز باتیں

آپ ایسی کچی باتیں لکھنے کے عادی نہ تھے اور اس لئے مجھے بعض وقت یہ شک ہوتا ہے کہ یہ مضمون آپ ہی لکھ رہے ہیں؟

صرف گذشتہ صدی کے خلفا کے نام بتا دیجئے

اگر یہ سچ ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ "ہر زمانے میں خلافت کا سلسلہ کسی نہ کسی رنگ میں چلا آیا ہے اور ہر زمانہ میں اس کے منکرین پیدا ہوتے رہے ہیں" تو چودھویں صدی کے شروع میں یا تیرھویں کے آخر میں کونسا خلیفہ تھا جس کی بیعت حضرت مرزا صاحب نے کی تھی یا حضرت مرزا صاحب بھی منکر خلافت اور نعوذ باللہ خلافت کا کفران کر کے فاسقوں میں داخل تھے۔ اور کیا تاریخ اسلام میں آپ یہ دکھا سکتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک خلیفہ کہیں نہ کہیں موجود رہا ہے جس کی بیعت ساری اسلامی دنیا پر واجب تھی۔ اور کوئی شخص قرآن کو مانے۔ حدیث کو مانے مگر اس خلیفہ کو نہ مانے تو وہ فاسق تھا۔ زیادہ نہیں۔ مجھے صرف ایک پچھلی صدی کے ان خلفاء کا نام بتا دیں جو تیرھویں صدی ہجری کے آغاز سے لیکر اس کے آخر تک تھے۔ اور پھر یہ بھی اعلان کر دیں کہ سوائے ان چند نفوس کے جنہوں نے تیرھویں صدی میں پہلے مثلاً سید احمد صاحب بریلوی کی۔ ان کے بعد ان کے فلاں خلیفہ کی پھر اس خلیفہ کے بعد اس کے فلاں خلیفہ کی بیعت کر لی۔ باقی ساری دنیا کے مسلمان نعوذ باللہ فاسق تھے۔ کامل

صفحہ ۸ کالم ۲

آپ غور فرماتے کہ اس خلافت کی بیعت کر کے آپ کا قدم کس طرف جا رہا ہے اور کس طرح پر آپ ایسی باتیں کہتے چلے جاتے ہیں جن سے اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

دوبارہ غور فرما کر کوئی مضبوط دلیل پیش کیجئے!

آپ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اس ساری امت میں جو مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہوگی ایک شخص ہر وقت ایسا موجود رہے گا جس کی بیعت تمام مسلمانان عالم پر واجب ہوگی اور جو نہ کرے گا وہ فاسق ہوگا۔ یہ معنے تو کھلے واقعات کے خلاف ہیں اور قرآن شریف کے ایسے معنی کرنا جو خلاف واقعات ہوں بہت بڑی جسارت ہے۔ تو یہ آپ کی دلیل جو آپ نے قادیانی "خلافت" کی تائید میں پیش کی ہے اور الفاظ قرآنی کی صراحت کو چھوڑ کر اپنی طرف سے بنالی ہے بہت ہی بودی ہے اس لئے عرض کروں گا کہ پھر غور فرمائیں اور کوئی مضبوط دلیل پیش کریں۔

دوسرے مطالبہ کو آپ نے چھوا ہی نہیں

میرا دوسرا مطالبہ آپ سے یہ تھا کہ میاں صاحب کے مصلح موعود ہونے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کو آپ نے چھوا ہی نہیں۔ اس لئے میں اس پر جو کچھ پہلے لکھ چکا ہوں کافی ہے۔

تیسرے مطالبہ کا جواب

میرا تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ آپ کے عقائد میں اور اس خلیفہ کے عقائد میں جس کی آپ نے بیعت کی ہے ایک بڑا بھاری فرق موجود ہے یعنی وہ دنیا کے چالیس کروڑ کلمہ گو مسلمانوں کو کافر خارج از اسلام سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک آج کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان نہیں ہوتا۔ گویا کلمہ اس کے نزدیک منسوخ ہے اور آپ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے تو آپ دونوں میں مرشد اور مرید کا تعلق کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مرید کے نزدیک . . . مرشد کافر اور مرشد کے نزدیک مرید کافر اور اس پر حوالہ میں نے خود جناب میاں صاحب کا دیا تھا کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والوں اور عدم تکفیر کرنے والوں کو وہ ایک دوسرے کے نزدیک کافر ٹھہراتے ہیں۔ آپ نے جھنجھلا کر اس کا جواب دینے کی بجائے مجھے دو چار سنا دیں اور بالآخر کافر بنا دیا۔

"یہ آپ کی سراسر دھوکا دہی ہے اور اگر دھوکا دہی نہیں تو پھر جہالت ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ شیعوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور شیعہ خلفائے ثلاثہ کو جو یقینی مومن ہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اب اگر ایک مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے تو شیعہ کافر ہوئے اور جب آپ ان کو مسلمان کہتے ہیں۔ تو اس اصل کے مطابق کہ ایک کافر کو مسلمان کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے آپ خود ہی اس کفر کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں"

مولوی صاحب کے افلاس دلائل کا ثبوت

"دھوکا دہی" اور "جہالت" کے الفاظ کے استعمال سے تو میں قائل نہیں ہو گیا۔ بلکہ پتہ لگ گیا کہ آپ کے پاس بجائے دلائل کے اس قسم کے نازیبا الفاظ کا ذخیرہ ترقی کر رہا ہے۔

میرے سوال پر دوبارہ غور کیجئے!

آپ کی دلیل کا بودا پن میں پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ میرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمانوں کی تکفیر کرنے والا اور ایک کلمہ گوؤں کو مسلمان کہنے والا ان دو میں بوجہ ایک اختلاف عظیم کے پیر اور مرید کا تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ آپ تو مجھے کفر کی لپیٹ میں لا کر خوش ہو گئے ہوں گے۔ مگر اول تو یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ کافر کو مسلمان کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ دوسرے آپ نے یہ غور نہ فرمایا کہ میں کس کے نزدیک کافر ہوں؟ اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے نزدیک نہیں۔ وہ بھی کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ میں بھی سب کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے اس بات پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ وہ لوگ جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اپنے لئے ایسے پیر یا خلیفہ کا انتخاب کریں جو مسلمانوں کا مکفر ہے۔ بہرحال دونوں کا مسلک تو ایک ہوا لیکن وہ لوگ جو مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے۔ اس شخص کے مرید نہیں بن سکتے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے۔ اور نہ وہ لوگ جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں جو مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتا۔ اس لئے میں تو کبھی کسی شخص کی بیعت نہیں لونگا جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہو۔ اسی طرح جناب میاں صاحب کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی بیعت نہ لیں جو مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے۔ وہ رئیس المکفرین ہوں اور ان کے مرید مکفر ہوں۔ تو یہ بات تو موزون ہے۔ لیکن جو مسلمان کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں وہ ایک رئیس المکفرین کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ میاں صاحب کے اپنے قول کے مطابق ایسی صورت میں مرشد کے نزدیک ایک مرید کافر اور مرید کے نزدیک ایک مرشد کافر۔ اور ہمارے خیال کے مطابق بھی ایسا شخص جو سارے روئے زمین کے مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہو۔ ایک ایسے جرم عظیم کا مرتکب ہے کہ گو ہم اسے مسلمان تو کہہ لیں۔ مگر وہ اس بات کا ہرگز اہل نہیں۔ کہ مسلمانوں کے کسی گروہ کا ہادی اور رہنما بن سکے۔ ایسا شخص اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے نفرت کے قابل ہے نہ احترام کے قابل۔

خان دلاور خاں صاحب کا خط

آپ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے یعنی خان دلاور خاں صاحب کے کسی خط کا ذکر کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس خط میں

"حضرت خلیفہ صاحب نے کفر غیر احمدیاں کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ اس سے مراد کفر دون کفر ہے۔ اور یہ منشا نہیں کہ غیر احمدی لوگ ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح اسلام سے نکل گئے ہیں"

یہ ایک سیاسی خط ہے۔ آپ خود بھی اس کے قائل نہیں ہیں

تو پہلا تعجب تو مجھے یہ ہے کہ یہ خط تو آپ نے مدت ہوئے دیکھا ہوا تھا اور اس کو دیکھنے کے بعد بھی آپ نے اپنی تفسیر میں قادیانیوں کو باطل پرست لکھا۔ پھر آپ نے جو بیعت کے وقت یہ اعلان کیا تھا کہ آپ کو خلیفہ صاحب سے بعض مسائل میں اختلاف ہے۔ وہ کیا مسائل تھے۔ کفر دون کفر کے تو آپ بھی قائل ہوں گے۔ اور خلیفہ صاحب بھی اب آپ کے نزدیک اسی حد تک جاتے ہیں۔ اس سے آگے نہیں جاتے اور اسلام سے غیر احمدیوں کو خارج قرار نہیں دیتے۔ بایں آپ کا "خلیفہ" صاحب سے اختلاف عقیدہ کا اعلان کر کے بیعت کرنا بتاتا ہے کہ آپ کو بھی دلاور خاں والے خط کی صداقت پر یقین نہیں۔ تو آپ مجھے اس کی صداقت کا کس طرح قائل کر سکتے ہیں۔ وہ تو محض ایک سیاسی خط ہے اور اس کا منشا ممکن ہے اسی قدر ہو کہ خان صاحب جو ایک بڑے آدمی ہیں۔ پہلے کی طرح پھر جماعت سے نہ نکل جائیں۔ بہرحال آپ کا اختلاف عقیدہ بتاتا ہے کہ آپ بھی جو کچھ اب فرما رہے ہیں کہ اس خط میں لکھا ہوا ہے اس کے قائل نہیں۔

میاں صاحب کے عقیدہ کے متعلق الفضل کا تازہ اعلان

لیکن آپ کا قائل ہونا یا نہ ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ جناب میاں صاحب کا اصل عقیدہ ان کے اپنے اخبار "الفضل" میں اب پھر شائع ہو گیا ہے اور آپ نے جو وسوسہ پیش کیا ہے کہ جناب میاں صاحب اپنے پہلے عقیدہ سے کچھ پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اس کی تردید اخبار "الفضل" میں ہو گئی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اخبار "الفضل" ۵ مئی ۱۹۴۰ء صفحہ اول

"حضرت امیر المومنین کا جو عقیدہ ہے اور جو پیغام صلح نے بھی نقل کیا وہ صرف یہ ہے کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

اس بات کو نوٹ فرمالیں کہ "صرف" یہی عقیدہ ہے گویا اسلام سے خارج کرنے کے بعد کچھ اور بھی سزا دی جا سکتی تھی جو نہیں دی گئی۔

قادیانی اخبارات کا دین کے ساتھ تمسخر

مجھے ان باتوں پر تعجب آتا ہے کہ کس طرح آپ کے اخبارات میں دین کے ساتھ ہنسی ہو رہی ہے۔ آپ لکھ دیتے ہیں کہ میاں صاحب غیر احمدیوں کو خارج از اسلام نہیں کہتے تو وہ بھی شائع کر دیا جاتا ہے اور اگلے دن یہ بھی بڑے زور شور سے شائع کر دیا جاتا ہے کہ میاں صاحب کے نزدیک تمام غیر احمدی وہ بھی جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام تک نہیں سنا۔ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ وہ ۲۶ اپریل کا پرچہ یہ ۵ مئی کا۔ پانچ اور پانچ دس دن کا فرق۔ ایک میں یہ دعویٰ کہ غیر احمدی خارج از اسلام نہیں۔ دوسرے میں یہ دعویٰ کہ خارج از اسلام ہیں۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔

(باقی آئندہ)

خاکسار:۔ محمد علی

۵ ۸

اپنی جماعت کو ضروری انتباہ

برادران مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ہماری جماعت کے لئے حضرت مسیح موعود نے ماہوار چندہ کو اس قدر ضروری ٹھہرایا ہے کہ صاف الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ جو شخص نظام جماعت کے ماتحت ماہواری چندہ تین ماہ تک ادا نہیں کرتا۔ اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ ہماری جماعت میں کئی ایک احباب ایسے ہیں جو اب تک ماہوار چندہ ادا نہیں کرتے اور بعض ایسے بھی ہیں جو باقاعدہ ادا نہیں کرتے اور بعض ایسے بھی ہیں جو ماہوار چندہ کی ادائیگی سے انکار کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کے ارشاد کا احترام کرتے ہوئے میں آئندہ کیلئے اپنے سب احباب کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے مبلغین کو یہ ہدایات دے رہا ہوں کہ جو اصحاب ماہوار چندہ کے دینے سے قطعی انکار کرتے ہیں۔ ان کے ناموں سے مجھے اطلاع دیں۔ وہ نام شائع کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ جماعت میں کارکن احباب یا حضرت مسیح موعود کا حکم ماننے والے احباب کے متعلق غلط فہمی نہ رہے فرمانبرداری اور یکدلی سے کام کرنے والے چالیس آدمی ان اسی سے اچھے ہیں جن میں سے بڑا حصہ کام میں کوئی مدد نہ دے اور تماشائی کے طور پر جماعت میں شامل ہوں۔ سو اول تو ان اصحاب کے نام سے جملہ احباب کو مطلع کر دیا جائیگا جو ماہوار چندہ دینے سے انکاری ہیں اور پھر اس کے بعد دوسری کوشش یہ کی جائے گی کہ سب اصحاب اپنے چندوں کو باقاعدہ ماہ بماہ ادا کریں۔ سوائے زمیندار اصحاب کے جن سے فصل کے موقعہ پر چندہ وصول کیا جائے گا اور جو اصحاب بار بار بیقاعدگی اختیار کر کے جماعت کی کمزوری کا موجب بنے ہیں ان کے ناموں سے بھی جماعتوں کو مطلع کر دیا جائے گا۔ ہمیں کام کرنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو کام کرنے سے انکار کریں۔ انہیں نام کے لئے ساتھ رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

خاکسار:۔ محمد علی

متفرق خیالات

(از ایس محمد آصف قادیانی ۔ بی ۔ اے)

گاندھی جی اور اچھوتوں کی رستگاری

یوں تو گاندھی جی کا پرانا نظریہ ہے۔ لیکن پھر کچھ عرصہ سے ہریجن میں اس نظریہ کو دوہرایا جارہا ہے۔ گاندھی جی کہتے ہیں کہ اچھوتوں کی اصلاح میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو حصہ نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ صرف ہندوؤں کو یہ کام کرنا چاہئے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ اچھوتوں پر ہندوؤں نے ظلم کئے ہیں۔ اس لئے وہی تلافیٔ مافات کر سکتے ہیں اور سوسائٹی میں ایک اچھی اور ممتاز جگہ ان کے لئے پیدا کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں نے چونکہ اچھوتوں کو کبھی گزند نہیں پہنچایا۔ اس لئے وہ ان کی معاشی الجھنوں کو دور کرنے کی تکلیف کیوں گوارا کریں

اس دلیل کی مضحکہ خیزی تو رہی ایک طرف۔ لیکن یہ دلیل اس لحاظ سے بھی تو معقول نہیں۔ کیونکہ اچھوتوں کے بارہ میں ابھی سب ہندوؤں نے مل کر اپنے معاشی اور سوشل گناہ کو تسلیم نہیں کیا۔ جب یہ لوگ جو رسوم و قیود میں سرگشتہ ہیں۔ اپنے عدوان کو محسوس ہی نہیں کرتے تو یہ اصلاح کیا خاک کریں گے۔ تلافی تو وہی قوم کر سکتی ہے جسے اپنی غلطی کا احساس ہو۔ مسلمان ہندوؤں کے پڑوسی ہیں۔ وہ ہندوؤں کے اس گناہ اور معاشی ظلم و جور کی تلافی کرنے کو تیار ہیں۔ اچھوت صرف اسلام کے ذریعہ حلقۂ انسانیت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ہندو قوم جس کے ہاں کلچر مذہب پر مقدم ہے اور اس کلچر کی بنیاد ہی ذات پات پر ہے۔ یعنی ذات پات کے ٹوٹنے سے ہندو قوم کا کلچر تباہ و برباد ہو جاتا ہے تو یہ قوم کسی نیت پر بھی اپنے کلچر کی تباہی پر آمادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہندوؤں کے ہاتھوں اچھوتوں کی کبھی رستگاری نہیں ہو سکتی۔ اچھوتوں کو نجات صرف وہی مذہب و ملت دلا سکتے ہیں۔ جن کی بنیاد ہی انسانی اخوت پر ہو اور جن کا نجات دہندہ دنیا کی سب قوموں کی رستگاری کے لئے آیا ہو۔ اور ایسا مذہب و ملت صرف اسلام اور مسلمان ہیں۔ قرآن مجید میں کسی گروہ کو عام انسانوں پر امتیاز نہیں دیا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوتا ہے۔

كان الناس امة واحدة فبعث الله النبين مبشرين ومنذرين۔ سب لوگ ایک ہی جماعت ہیں پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا۔ خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے

اسلام میں سب انسان ایک امت واحدہ ہیں۔ جو صرف اپنے نیکی اور تقوے سے ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری کوئی نسبی خصوصیت انہیں ایک دوسرے پر ممتاز نہیں کر سکتی۔ لیکن ہندو کلچر میں یہ تعلیم مفقود ہے اس لئے مسلمان اس ہمدردی کی وجہ سے جو بنی نوع انسان کے لئے ان کے قلوب میں ودیعت ہے۔ مجبور ہیں کہ اچھوتوں کو ان مصائب سے نجات دلائیں۔

گاندھی جی "ہندوستان کی ایک متحدہ قومیت" کے لیڈر ہیں۔ انہیں ایسے فرقہ وارانہ معاملات میں دخل انداز نہیں ہونا چاہئے انہیں اپنی توجہ کو صرف پولٹیکل معاملات تک ہی محدود رکھنا چاہئے ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کی مہندو ذہنیت واشگاف نہ ہو جائے۔

چین پر روس کا بڑھتا ہوا اثر

جب سے روس کے اندر بالشویک نظام حکومت رائج ہوا ہے اس وقت سے روس چین پر اپنا اثر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ روسی ارباب حل و عقد اپنے معاشی نظام حکومت کو تمام دنیا میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے جو علاقے روس کے گرد و پیش میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں سب سے پہلے متاثر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے چینی دولت عامہ میں سنکیانگ ایک بہت بڑا علاقہ ہے جس کا رقبہ ۵۵۰۱۰۰۰ مربع میل ہے۔ اس کی حدود ہندوستان، افغانستان، تبت اور روس سے ملتی ہیں۔ اس میں مسلمان اور بدھ مت کے پیرو کثرت سے آباد ہیں۔ یوں تو روس کی دیر سے اس علاقہ پر آنکھ لگی ہوئی تھی۔ لیکن انقلاب عظیم کے بعد سے روسیوں نے اپنے اثر اور اقتدار کو اس علاقہ پر اچھا خاصا بڑھا لیا ہے اور اس علاقہ میں اشتراکی پروپیگنڈہ بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے۔ تمام ایشیا میں بالشوزم کو رائج کرنے کے لئے اس علاقہ کو انتخاب کیا گیا ہے۔ یہاں کی مسجدوں کی وہ پہلی سی حرمت نہیں رہی۔ مسجدیں بالعموم اشتراکیوں کے لئے مجالس مشاورت کو منعقد کرنے کا کام دیتی ہیں۔ یہاں قرآن مجید کو کارل مارکس کی اشتراکی تعلیم کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت دینے کی کوشش کی جارہی ہے گو یہ علاقہ چین کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ معاشی سیاسی اور کلچرل لحاظ سے روسیوں کا ایک صوبہ ہے جو سارے مشرق کو متاثر کرنے کیلئے اس علاقہ کو مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ سرزمین ایشیا کے تمام مذاہب اور تمدنوں کو اشتراکیت کے مقابلہ کیلئے آمادہ رہنا چاہئے۔ دنیا کے معاشی اور سیاسی حالات نہایت سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہیں۔ اشتراکیت ایک خالص مادی نظام معیشت ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے ایک بہت بڑی روحانی قوت کی ضرورت ہے۔ اسلام ایک روحانی قوت کا حامل ہے اگر اس قوت کو بروئے کار لانے کی کوشش کی جائے تو یقین ممکن ہے کہ یہ روسی صید افگن خود اسلام کے قدموں میں صید زبوں ہو کر گر پڑے۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے کہ بالآخر اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آئے اور اسلام کے علاوہ کوئی دین قبول نہ کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعید ہے۔ ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الاخرة من الخاسرين اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہتا ہے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ بالآخر قبولیت صرف اسلام کو ہے۔ جھوٹے مادی تمدنات ایک دن تباہ برباد ہو جائیں گے۔ سو اس دین کے تفوق کے لئے مسلمانوں کو تساہل اور تغافل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ اسے سربلند کرنے کے لئے ہر امکانی کوشش کرنی چاہئے۔

اشتراکیت اور مذہب

فی زمانہ اشتراکیت بہت اہمیت حاصل کر گئی ہے ہندوستان میں بھی حکومت تحریک اشتراکیت کی ترقی سے خدشہ محسوس کر رہی ہے۔ اشتراکیت کو ہر جگہ تشدد کے ساتھ دبانے کی کوشش کیجاتی ہے۔ لیکن بالعموم اشتراکیت کو قبول کرنے والے معقول اور عقلمند انسان ہوتے ہیں۔ کوئی مجرم نہیں ہوتے۔ جنہیں پولیس کے ذریعہ دبانے کی ضرورت پیش آئے۔ یہ لوگ اپنی عقل اور ہمت کے مطابق انسانوں کی بہتری اور بہبود کے لئے ایک معاشی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو سرمایہ داری کی ضد ہو۔ یعنی وہ سارے نظامات جو سرمایہ داری پر قائم ہیں۔ ان کی تخریب چاہتے ہیں۔ دوسرے اس میں بھی شک نہیں کہ اشتراکیت مذہب کی دشمن ہے اور وہ دشمن اس بنا پر ہے کہ "مذہب انسانوں کو آخرت کی جھوٹی امیدیں دلاتا ہے دولت اور ثروت کے متعلق غریب اور مزدور لوگوں کی توقعات اس دنیا میں ختم کر دیتا ہے۔ جس سے مزدور لوگ جھوٹے صبر اور شکر کے خوگر ہو کر سرمایہ داروں کے استبدادی پنجہ میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور ان کے قلوب میں اپنے حقوق کے مطالبہ کی امنگیں پیدا نہیں ہوتیں اور وہ سرمایہ داری کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتے سو اس لحاظ سے مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے۔ جسے یک قلم موقوف کر دینا چاہئے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ اشتراکیت کا مندرجہ بالا دعوے بہت انقلاب انگیز ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سطحی ہے۔ سو بجائے اس کے کہ اشتراکیت کو تشدد کے ساتھ دبایا جائے۔ اس کی سطحیت کو واشگاف کرنا چاہئے۔ اشتراکیت کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ انسان کو صرف ایک "معاشی جانور" تصور کرتی ہے اور خیال کرتی ہے کہ انسان کی ذہنی، روحانی اور جسمانی ضروریات صرف اس دنیا کی اشیاء سے متعلق ہیں۔ ایسا خیال کرنے میں انسان کی روح اور اس کے تقاضوں کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔ انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں ہے۔ نان شبینہ ہی صرف اس کی تقویت کا باعث نہیں۔ بلکہ نیکی۔ تقویٰ اور اخلاقی قوت بھی بہت عظیم الشان محرکات ہیں جو یقیناً مذہب کے پیدا کردہ ہیں۔ مذہب کے عظیم المرتبت قائدین یقیناً سرمایہ دار نہیں تھے اور نہ سرمایہ داری کے موید اور محرک تھے۔ سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح ناصری اور حضرت بدھ سرمایہ داری کے محرک تو نہ تھے۔ نیکی اور تقوے کے پیکر اور اخلاق حسنہ کے حامل تھے انہوں نے انسانوں کے اندر ایسی اخلاقی قوت پیدا کی جو انسانیت کی بقا کا باعث ہے اور آج تہذیب و تمدن کی بنیادوں میں وہی اخلاقی عناصر کار فرما ہیں۔ جو ان جلیل القدر انسانوں نے پیدا کئے تھے۔ کوئی تہذیب اور تمدن بغیر اخلاقی قوت کے قائم نہیں رہ سکتے۔ ان میں مصائب بھی یقیناً موجود ہیں۔ لیکن ان مصائب کی اصلاح بھی تو صرف اخلاق سے ہی ہو سکتی ہے۔

دوسری غلطی اور سطحیت اشتراکیت میں یہ ہے کہ وہ تمام انسانی مشکلات کو صرف معاشی ہی خیال کرتی ہے جن کا علاج انتظام اور وضع قانون سے ہو سکتا ہے لیکن اگر قلوب اور دماغوں میں ایک اخلاقی فساد ہو تو کیا اس کا علاج بھی مجلس قانون ساز ہی کر سکتی ہے۔ یقیناً وہ اصلاح مذہب ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ نیک ارادوں اور نیک اخلاق سے ہی اچھی قانون سازی کی توقع ہو سکتی ہے

اسلام ایک مذہب ہے اور دین فطرت ہے جو سرمایہ کی مرکزیت کا دشمن ہے جس میں ایک اعلیٰ درجہ کی اشتراکیت موجود ہے لیکن ساتھ ہی اس کے اندر ایک ایسا اخلاقی نظام بھی موجود ہے جو سرمایہ دار کا پشت پناہ نہیں۔ بلکہ اس کے افعال کا نگران ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اب تک اسلامی ممالک میں سرمایہ داری پنپ نہیں سکی۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی اخوت اور مساوات کا علمبردار ہے کارل مارکس کی اشتراکیت کا سب سے بڑا جواب اسلام کی اشتراکیت ہے جس کا کوئی مادی نظام حلیف نہیں ہو سکتا۔ مادیت اور روحانیت کا مقابلہ ہی کیا

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ آپ کے الہامات کی روشنی میں

{ از جناب بشیر احمد صاحب ۔ بیداد پور ضلع شیخوپورہ }

آج تک متنازعہ فیہ امور پر حضرت صاحب کے الہامات کی رو سے بحث نہیں کی گئی۔ آج ہم اسی طریق پر چلیں گے صرف چند روشن دلائل الہامیہ پیش کئے جائیں گے۔ اور بس:۔

(۱) ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں۔ ایک الہامی فقرہ اس طرح درج ہے:۔

"تو مجھ سے ایسا ہے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل"

اس الہامی فقرہ نے ۔ حدیث العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا اُردو زبان میں ترجمہ کرکے اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے اب ہمیں اس کے راویوں کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں حضرت صاحب از روئے الہام حدیث کے مخصوص علماء کی صف میں کھڑے ہیں۔

(۲) دوسرا الہام حسب ذیل ہے۔

"جری اللہ فی حلل الانبیاء"

اگر جری اللہ۔ کی جگہ الہام میں۔ نبی اللہ کے الفاظ رکھ لئے جائیں تو یہ الہامی فقرہ بالکل بے معنے ہو جائے گا۔ کیونکہ جو نبی الحقیقت نبی اللہ ہو۔ اس کو نبیوں کے حلول میں کہنے کے کچھ معنے نہیں ہیں جری اللہ کے خطاب نے حضرت صاحب کے حقیقی مرتبہ کو واضح کر دیا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جری اللہ کے معنے۔ اُمت کا مخصوص عالم ہیں۔ جسے حدیث نے کانبیائے بنی اسرائیل کا خطاب دیا ہے۔

(۳) تیسرا الہام حسب ذیل ہے:۔

"کیا شک ہے۔ ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا"

جس طرح اس لطیف مشابہت کی بنا پر جو سلسلہ محمدی کے مخصوص علماء۔ اور انبیاء بنی اسرائیل میں واقع ہونیوالی تھی۔ حدیث نے سلسلہ محمدی کے مخصوص علماء کو کانبیائے بنی اسرائیل کا خطاب دیدیا ہے۔ بالکل اسی طرح مجدد صد چہاردہم کو جو مماثلت حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہونیوالی تھی۔ اس کی بنا پر اسے مسیح کا نام دیا گیا۔ گویا حضرت صاحب حقیقی رنگ میں مسیح ناصری نہیں ہیں۔ بلکہ تمثیلی رنگ میں مسیح ناصری ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ انک انت ھو فی حلل البروز (انجام آتھم صفحہ) تو بروز کے رنگ میں وہی مسیح ناصری ہے۔ یہی حقیقت الہام مندرجہ بالا میں بیان کی گئی ہے۔ کہ جس طرح تم اپنے مصلحین اور حاذق حکیموں کو مسیح کا خطاب دیتے ہو۔ اسی طرح ہم نے بھی اپنے ایک بندہ کو مماثلت کے واقع ہونیکی وجہ سے مسیح کا نام دے دیا ہے۔ پس ہمارا فعل باعث اعتراض کیوں ہو۔ الغرض حضرت صاحب کو مسیح کا نام مجازی رنگ میں دیا گیا ہے۔ اب چونکہ نبی کا خطاب۔ آپ کو آپ کے اُس نام کی نسبت سے دیا گیا ہے۔ جو خود مجازی ہے۔ یعنے مسیح۔ تو نبی اللہ کا خطاب مجاز در مجاز ہوا اب جو خطاب مجاز در مجاز کی صورت میں دیا گیا ہو۔ اس میں حقیقت کہاں سے آجائیگی پس حضرت صاحب نبی نہیں ہیں۔ یہاں حدیث کی احتیاط بھی قابل غور ہے کہ اُس نے مجدد صد چہاردہم کو۔ نہ مجدد ہونیکی حیثیت سے نبی اللہ کا خطاب دیا اور نہ مہدی ہونیکی حیثیت سے۔ بلکہ اُس کو اُس کے نام کی نسبت سے نبی اللہ کہا۔ جو خود مجازی تھا۔ تا اسے مجدد یا مہدی کے ناموں کی نسبت سے نبی اللہ کہنے سے حقیقت مراد نہ لی جائے۔ اور یہ مجازی نام اپنی اصلی مجازی صورت میں باقی رہ جائے۔ حدیث نبی اللہ۔ حدیث العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی ہی ایک شق خصوصی ہے۔

(۴) چوتھا الہام حسب ذیل ہے:۔

"قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب"

غور کرنے سے معلوم ہو جائے کہ الہام الٰہی حضرت صاحب سے۔ دیگر مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے ۔کس امر کے متعلق انکار کرانا چاہتا ہے۔ پھر ایسا انکار کہ جس کے اندر ایک لطیف رنگ میں اقرار بھی موجود ہے۔ آیا نبی بننے ۔ اور بنائے جانے کے متعلق۔ یا نبی اللہ کا نام بصورت خطاب حاصل کرنے کے متعلق ظاہر ہے ۔ الہام ہذا میں صرف آخری امر ہی مراد ہے۔ پس اسی کے متعلق آپ سے انکار کرایا جا رہا ہے جس میں اقرار بھی موجود ہے۔ پس حضرت صاحب حقیقی رنگ میں نبی اللہ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ نام آپ کو مجاز اور استعارہ کے رنگ میں اعزاز کے طور پر ذات باری تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

الغرض یہ وہ تین الہامی شواہد ہیں۔ جن سے حسب ذیل نتیجہ برآمد ہوتا ہے:۔

کہ آپ جری اللہ ہیں۔ آپ حقیقی معنوں میں مسیح ناصری نہیں ہیں۔ آپ کو نبی اللہ کا نام محض خطاب اور عزت افزائی کے طور پر دیا گیا ہے۔ اور آپ کا اصل مرتبہ مجدد ہونیکا ہے۔ مہدی بھی آپ کا ایک صفاتی نام ہے۔

حضرت صاحب کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا

(۱) ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں ایک الہامی فقرہ اس طرح درج ہے۔

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور اُن کے نفوس اور اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ **اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے**"

جن حروف کو ہم نے جلی کیا ہے وہ اصل عبارت میں جلی نہیں ہیں۔

یہاں حضرت صاحب کے انکار کرنیوالوں کو صاف طور پر مسلمان قرار دیا گیا ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں پس حضرت کے انکار کرنیوالے۔ از روئے الہام مسلمان قرار پائے۔ ہاں انہیں "حاسدوں اور معاندوں کا گروہ" ضرور کہا گیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔

(۲) دوسرا الہام حسب ذیل ہے:۔

"انی معک یا ابن رسول اللہ۔ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ علیٰ دین واحد"

الہام ہذا نے ایک اور حدیث کی تصدیق کر دی۔ کہ مہدی کے ہاتھ پر تمام اسلامی فرقے اکٹھے ہو جائیں گے۔ دین واحد سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کو ان تمام رستوں سے پھیر کر۔ جو انہوں نے زمانہ فیج اعوج میں اختیار کر رکھے تھے۔ ایک رستہ پر لے آؤ۔ گویا غلط فہمیوں کی وجہ سے۔ مختلف رستوں پر چلنے والے تمام مسلمان الہام الٰہی کے نزدیک مسلمان ہی ہیں۔

(۳) تیسرا رؤیا حسب ذیل ہے:۔

"ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر عربی عبارت میں ایمان کے اقسام لکھے ہیں۔ وہ عبارت یاد نہیں رہی۔ مگر اس کا مطلب غالباً یہ تھا۔ کہ ایمان چار قسم ہے ایک روایتی ایمان ہے۔ دوسرا وہ جو بصیرت سے حاصل ہوتا ہے تیسرا۔ حالی ایمان۔ چوتھا استغراقی ایمان۔ جو محبت سے حاصل ہوتا ہے"

(الحکم جلد ۹ نمبر)

اب اگر ایمان کی ان چاروں قسموں میں سے ۔کوئی سی قسم بھی۔ دیگر مسلمانوں میں تسلیم کر لی جائے۔ تو جب بھی وہ ایماندار ثابت ہو گئے۔ اب جو شخص ایمان دار ہے۔ اسے کافر کیونکر کہا جا سکتا ہے پس مسلمانوں کو کافر کہنا جائز نہیں۔

(۴) چوتھا الہام حسب ذیل ہے:۔

"چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند"

مجدد کا کام ہی یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کی کمزوریوں۔ اور خامیوں کو دور کرکے ۔ انہیں ایک قسم کے نئے مسلمان بنا دے اور بس۔ یہی تجدید ہے۔

الغرض ۔ مندرجہ بالا الہامی شواہد سے حسب ذیل نتیجہ برآمد ہوتا ہے:۔

حضرت صاحب کے دعویٰ کا انکار کرنے سے کوئی شخص کافر دجال۔ یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ ہمارا یہ مضمون نہایت مختصر مضمون ہے۔ اور محض چند اشارات پر مشتمل ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ اشارات کافی ہیں۔ سوچنے والے سوچ لیں۔ والسلام۔

فہرست چندہ ٹریکٹ و لٹریچر فنڈ

معرفت عبدالحق صاحب منجانب جماعت مرار		۴—۱—۰
،، خواجہ غلام محمد صاحب ،،	پونچھ	۷—۰—۰
،، ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب ،،	راولپنڈی	۲—۰—۰
،، شیخ عبیداللہ صاحب ،،	وزیرآباد	۱—۱—۰
،، شیخ عبدالحق صاحب ،،	دہلی	۱۲—۱۲—۰
،، شیخ عبدالصمد صاحب ،،	سری نگر	۸—۰—۰
،، مولوی مرتضیٰ خان صاحب ،،		۵—۰—۰
،، سید خیر علیشاہ صاحب ،،	لائل پور	۲۳—۴—۶
،، فضل داد صاحب مصل ،،		۰—۴—۰
،، ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب ،،	راولپنڈی	۲—۸—۰
،، قاضی شیر محمد صاحب ،،	علی پور	۲—۱۴—۰
،، چوہدری غلام باری صاحب سرگودھا		۱—۰—۰
،، ماسٹر عطا الٰہی صاحب بڑمالہ		۲—۰—۰
مسٹر رحمت الٰہی صاحب سابق D.O. معرفت ڈاکٹر نبی بخش صاحب شاہدرہ		۱۰—۰—۰

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا [illegible] آرگن

قیمت فی کاپی ڈیڑھ آنہ

نمبر ۳۱-۳۲

قادیانی دوستوں کی خدمت میں ایک پُرخلوص پیشکش

امسال مسیح موعود نمبر میں [illegible] مضامین قادیانی عقائد [illegible] کے متعلق شائع کئے جا رہے ہیں ہم پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تحریک احمدیت کی مخالفت اور اس کے متعلق غلط فہمیوں کا سب سے بڑا سبب اور اس کی ترقی میں سب سے بڑی روک قادیانی جماعت کا طرز عمل اور عقائد ہیں اگر ان کی اصلاح ہو جائے تو تحریک احمدیت [illegible] حیرت انگیز ترقی کر کے غلبہ اسلام کے لئے بہت زیادہ شاندار اور نتیجہ خیز خدمات انجام دے سکتی ہے اور غلبہ اسلام ہی حضرت مسیح موعود کے خدائی مشن کا مقصد وحید ہے۔ بہر حال میں اس

مسیح موعود نمبر کو انتہائی خلوص کے ساتھ قادیانی دوستوں کی خدمت میں

پیش کرتے ہوئے ان سے اس مقدس انسان اور اس کے مقدس مشن کی عظمت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس نمبر کے مضامین کا بغور مطالعہ فرما کر ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور سوچیں کہ کیا وہ آج کل اسی راستہ پر گامزن ہیں جو کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کے لئے تجویز فرمایا تھا اور ان کی منزل مقصود وہی ہے جو کہ اس پہلوان اسلام کی تھی؟ اگر قادیانی دوستوں کا ضمیر اس سوال کا جواب نفی میں دے تو ان کے فرائض بالکل واضح ہیں یاد رہے کہ اندھی تقلید ضد، تعصب اور دھڑا بندی مومن کا شیوہ نہیں وہ اس سے بہت بلند ہوتا ہے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں اسلام اور قرآن کا خادم بنائے۔ آمین ثم آمین

خاکسار

محمد انعام الحق ہوشیارپوری

ایڈیٹر اخبار پیغام صلح

احمدیہ بلڈنگس لاہور مورخہ [illegible] مئی [illegible]

اختلاف سلسلہ احمدیہ پر ایک نظر

قادیانی "خلافت" کی مختصر سرگذشت

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت

سلسلہ احمدیہ کے باہمی اختلاف کی ابتداء درحقیقت حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت ہے جو آپ نے ۱۹۰۵ء میں لکھی اور جس میں اپنی جماعت کے نظام کو اسلامی جمہوریت کی بنیادوں پر کھڑا کر کے تجدید دین کا یہ عظیم الشان کارنامہ بھی دنیا کے آگے پیش کر دیا کہ اسلام جمہوریت کا حامی ہے نہ کہ ملوکیت اور استبدادیت یا ڈکٹیٹرشپ کا۔ اور پھر اس پر اتنا زور دیا کہ اپنی زندگی میں اس نظام کو قائم کر کے برابر ڈھائی برس تک سلسلہ کو اپنی جمہوریت کے اصولوں پر چلایا۔ اور آخر میں ایک امر متنازعہ فیہ میں یہ یگانہ کار نامہ بھی لکھ کر دے گئے کہ "میرے بعد امور میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

... کی ہوس اقتدار اور تمنائے حصول ریاست

آپ کے بڑے صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کے ہوس اقتدار اور تمنائے حصول ریاست میں یہ وصیت جو جمہوریت کے اصولوں پر مبنی تھی بڑی روک تھی۔ اس لئے ان کا ہمیشہ یہی میلان رہا کہ اس جمہوریت کو فنا کیا جائے اور اس وصیت کو کالعدم کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر مولانا نور الدین صاحب مرحوم کو جب احمدی جماعت نے اپنا امیر چنا تو میاں محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کو اس سے بڑا صدمہ ہوا۔ اس واقعہ کے بعد دو باتوں کا انسداد انہیں ضروری نظر آیا۔

(۱) ایک تو یہ کہ اہل بیت سے باہر کسی شخص کا امیر بن جانا۔

(۲) دوم انجمن کا وجود جو جمہوریت کے اصولوں پر قائم ہونے کی وجہ سے لمدی اور پیر پرستی کے لئے روک بنی ہوئی تھی۔

پہلی مشکل کو دور کرنے کی تدبیر۔ میاں صاحب کے علم و تقویٰ کا پروپیگنڈا

(۱) پہلی مشکل کو آسان کرنے کیلئے یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ میاں محمود احمد صاحب کے حامی موالی نے میاں محمود احمد صاحب کے علم اور تقویٰ کا ایک بیجا پروپیگنڈا شروع کر دیا تاکہ آئندہ انتخاب کے موقع پر قوم کی نظر انتخاب میاں صاحب کے سوا اور کسی پر نہ پڑے۔ خود میر ناصر نواب صاحب (میاں صاحب کے نانا) دور الضعف کے چندے کے بہانے شہر بشہر اور دہ بدہ دورے کرتے پھرے اور جماعت میں میاں صاحب کی استجابت دعا اور تقویٰ و تقدس کا ایک غلط پروپیگنڈا کرتے اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے پھرے۔ کیونکہ مولوی نور الدین صاحب کے بعد ان دو شخصوں پر قوم کی نظر انتخاب پڑ سکتی تھی۔ وہ ہی دونو بزرگ تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ قوم کی نظروں سے ان دونوں کو گرا دیا جائے اور میاں محمود احمد صاحب کی عظمت و سکہ ان کے دلوں پر بٹھایا جائے۔

انجمن کے وجود کو مٹانے اور بے اثر کرنے کی کوشش

(۲) دوسرا طریق انجمن کے وجود کو مٹانے یا اسے بے اثر بنا دینے کی کوشش تھی۔ اور خواہش یہ تھی کہ یہ بندوق مولوی نور الدین صاحب کے کندھے پر رکھ کر چلائی جائے۔ یعنی انجمن کو حضرت مولانا نور الدین صاحب کے ہاتھوں مٹوایا جائے یا بے اثر بنا دیا جائے اور خود الگ کے الگ بھی رہیں۔ یعنی سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ انجمن کو بے اثر بنانے کے لئے میاں محمود احمد صاحب نے اپنے بعض رشتہ دار ممبران انجمن کے ساتھ مل کر ایک پارٹی بنائی جس کا مقصد یہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو ہر اہم معاملہ میں نیچا دکھایا جائے۔ کیونکہ ڈر یہی تھا کہ میاں صاحب کو چھوڑ کر کہیں قوم ان دونو بزرگوں کی طرف نہ مائل ہو جائے۔

میر ناصر نواب مرحوم کی زبان سے دلی خواہش کا اظہار

چنانچہ ایک مرتبہ میر ناصر نواب صاحب نے جموں میں مولوی غلام احمد صاحب سے صاف لفظوں میں کہا "مولوی نور الدین صاحب تھوڑے سے گر گئے ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ ابھی ان کی بہت ضرورت ہے۔ ابھی کچھ مدت وہ زندہ رہیں۔ کیونکہ میاں صاحب ابھی چھوٹے ہیں۔ انہوں نے ابھی قرآن کو اچھی طرح سمجھنا ہے۔ اس وقت خلافت خواجہ کمال الدین کی طرف جھک رہی ہے۔ وہ خلافت کے دل میں اپنا اثر ڈال رہا ہے اور خلافت تمام رجوع ہو گئی ہے۔ ہمارے میاں صاحب ابھی خورد سال ہیں۔ خدا کرے مولوی صاحب کی عمر دراز ہو۔ ہم نے میاں صاحب کو خلیفہ بنانا ہے" وغیرہ وغیرہ۔ میر صاحب موصوف کا یہ بیان کیا صاف طور پر نہیں ظاہر کر رہا کہ دن رات میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کے لئے پروپاگنڈا ہو رہا تھا۔ اور مولوی نور الدین صاحب کی زندگی کی اگر تمنا تھی تو صرف اس لئے کہ میاں صاحب ذرا بڑے ہو جائیں۔ یہ بیان سید محمود شاہ صاحب سیکرٹری انجمن جموں نے اخباروں میں چھپوایا، اور کسی کو اس کی تردید کی جرأت نہیں ہوئی۔

میاں صاحب کی پارٹی کی پہلی فتنہ انگیزی

اسی اثنا میں سب سے پہلا فتنہ جو میاں محمود احمد صاحب کی پارٹی نے قادیان میں اٹھایا تھا وہ یہ تھا کہ مولوی نور الدین صاحب کے سامنے یہ سوالات لا ڈالے کہ آیا انجمن خلیفہ کے ماتحت ہے یا خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے۔ آیا انجمن خلیفہ کو برطرف کر سکتی ہے یا خلیفہ انجمن کو توڑ سکتا ہے؟ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی سادگی سے ان سوالات کو آگے چلا دیا۔ یعنی انجمن کے ممبروں کے سامنے پیش کر دیا۔

انجمن کے صائب الرائے ممبروں کا جواب

میاں صاحب کی پارٹی تو حضرت اقدس کی وصیت اور انجمن کو کالعدم کرنے پر پہلے ہی تلی ہوئی تھی۔ اس نے تو یہی کہنا تھا اور یہی کہا کہ حضور سرکار جو کچھ ہے خلیفہ ہی ہے۔ انجمن کیا بلا ہوتی ہے۔ لیکن باقی تمام ممبران انجمن نے جن میں مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین مرحوم۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم۔ شیخ رحمت اللہ مرحوم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم۔ میر حامد شاہ مرحوم، مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری وغیرہ تھے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں لکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کی رو سے اُن کی جانشین انجمن ہے۔ حضرت صاحب نے کسی فرد واحد کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ یہ اور بات ہے کہ اہل انجمن نے بالاتفاق آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو اپنا مطاع بنا لیا۔ تو یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ وہ وصیت کے ماتحت ایسا کرنے کے لئے مجبور نہ تھی۔ آئندہ بھی آپ جیسا عالم و فاضل متقی بزرگ اگر مل جائے اور انجمن بالاتفاق اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا مطاع بنا لے تو یہ اس کا اختیار ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا آدمی نہ ملے یا آئندہ کسی فرد واحد کو مطاع بنانے کی وہ ضرورت نہ سمجھے تو خواہ مخواہ کسی فرد واحد کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اسے اپنا مطاع بنانے کے لئے وہ مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ وصیت میں کسی فرد واحد کو مطاع بنانے کا کوئی حکم موجود نہیں۔ وہاں حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین فقط انجمن ہے۔ پس یہ سوالات قبل از وقت اور بے محل ہیں۔

وصیت میں کسی نئے پیر کی بیعت توبہ کا کوئی حکم نہیں ہے

یہ جوابات نہایت معقول تھے اور حقیقت پر مبنی تھے جن کی تردید نہیں ہو سکتی تھی۔ وصیت میں ایسا کوئی حکم موجود نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد کسی نئے پیر کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ساری جماعت احمدیت سے خارج ہو گئی تھی جو مولانا نور الدین صاحب کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی اسے ضرورت پڑ گئی۔ حضرت مسیح موعود نے تو فقط اپنی جماعت میں ایسے بزرگوں کو جن پر جماعت کے چالیس آدمی اتفاق کریں غیر احمدیوں سے بیعت لینے کی اجازت دی تھی۔ نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مرید ایک نیا پیر و مرشد پکڑیں اور پھر جب وہ وفات پا جائے تو پھر ایک اور نیا پیر و مرشد بنائیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنے یہ ہوئے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوا۔ تو آپ کی ساری جماعت احمدیت سے مرتد قرار پائی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ مولوی نور الدین صاحب کے ہاتھ پر پھر یہ لوگ توبہ کر کے دوبارہ احمدیت میں داخل ہوں۔ جب مولوی نور الدین صاحب فوت ہوئے تو پھر سب مرتد ہو گئے اور ضروری ہوا کہ توبہ کر کے نئے پیر و مرشد کے ہاتھ پر پھر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں۔ یہ کیا مذاق ہے۔

اسلام میں بھی اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے

کیا اسلام میں اس کی کوئی اور بھی مثال ہے۔ (۱) کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر تمام دنیا کے مسلمان بیعت کیا کرتے تھے یا صرف چند اکابر صحابہ جن کے ہاتھ میں سلطنت کے نظم و نسق کی باگ تھی بیعت کیا کرتے تھے۔

(۲) کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے فقط بیعت اطاعت کیا کرتے تھے یعنی امور سلطنت اور امر بالمعروف میں ان کی اطاعت کا اقرار کرتے تھے۔ یا بیعت توبہ کرتے تھے۔ یعنی ان کو اپنا پیر و مرشد مانا کرتے تھے اور یہ خلافت راشدہ کیا پیری مریدی کی گدیاں ہوا کرتی تھیں؟

خلفائے راشدین صرف بیعت اطاعت لیتے تھے

اگر ایسا نہیں تھا یعنی خلافت راشدہ میں صرف اکابر قوم جن کے ہاتھ میں سلطنت کے نظم و نسق کی باگ ہوا کرتی تھی خلیفہ کی بیعت کیا کرتے تھے۔ اور وہ بیعت فقط بیعت اطاعت ہوا

کرلی تھی نہ کہ بیعت توبہ یعنی بیعت کرنے والے خلیفہ کو پیر و مرشد نہیں مانتے تھے بلکہ بیعت سے مراد فقط امور سلطنت اور امر بالمعروف میں اطاعت کا اقرار تھا۔ تو پھر اب یہ بدعت کیسی کہ حضرت مسیح موعود کے بعد سب احمدی پھر سے بیعت کرکے احمدیت میں داخل ہوں۔

صوفیا کا طریق اور اقوال

یہ جو مسلمانوں میں پیری مریدی کی گدیاں بنی ہوئی ہیں ان کے ہاں بھی پیر کے مرنے کے بعد اس کے مرید اسکے خلیفہ کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہیں کرتے اور اس نئے خلیفہ کے پیر بھائی کہلاتے ہیں نہ کہ مرید۔ بلکہ وہاں تو اتنا شغف ہے کہ بعض صوفیا نے حضرت مسیح موعود کو صادق مانتے ہوئے بھی آپ کی بیعت نہ کی۔ عذر یہی پیش کیا کہ ہم اس سے قبل کسی بزرگ کے مرید ہو چکے ہیں۔ تو مرید ایک ہی ہوتا ہے جب ایک جگہ روحانی نکاح ہو جاتا تو دوسری بار نکاح کیسے ہو؟ ان کا یہ عذر غلط ہو یا صحیح۔ مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ کسی امام کے فوت ہونے پر اس کے مریدوں کا آئے دن ایک نیا پیر پکڑتے رہنا صریح بدعت ہے جس کا اسلام میں کہیں نام و نشان نہیں اور اسلام کا تعامل اس سے قطعاً خالی ہے اور متشرعین صوفیا کے نزدیک تو یہ ایک نت نیا خصم کرتے رہنے کے مترادف ہے۔

مولانا محمد علی صاحب کا کلمۂ حق

یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جب جماعت کے لوگ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور وہ نئی سے نئی بیعت اطاعت کے بعد توبہ لینے لگے۔ تو مولوی محمد علی صاحب نے صاف کہا کہ احمدیوں کو بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ غیر احمدیوں کو جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کیلئے اس بیعت کی ضرورت ہے نہ کہ احمدیوں کو۔ جو لوگ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرکے ان کو اپنا روحانی پیر و مرشد بنا چکے ہیں انہیں اب دوبارہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت کیا ہے"؟

ایک اصولی غلطی

لیکن وہ وقت بہت نازک تھا حضرت مسیح موعود کی اچانک وفات کی وجہ سے ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بہت بڑا فتنہ اٹھایا ہوا تھا اور بڑا شور و شر کر رہے تھے۔ اور جماعت احمدیہ کو اس وقت مرتد کردینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور جماعت کے کمزور لوگ بہت انتشار کی حالت میں تھے اور بے دل ہو رہے تھے۔ اس لئے خواجہ کمال الدین صاحب نے فرمایا کہ اس وقت چپ کر رہو۔ وقت ایسا نازک ہے کہ اس مسئلہ کو چھیڑنے سے ایک نیا اختلاف اور فتنہ پیدا ہوجانے کا احتمال ہے۔ چلو مولوی نورالدین صاحب ایک بزرگ عالم ہیں۔ اگر ان کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرلی تو کیا مضائقہ ہے"؟ لیکن حق یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی یہ ایک اصولی غلطی تھی۔ اور اس غلطی کا خمیازہ آج جماعت اٹھا رہی ہے۔ کہ قادیان میں ایک گدی بن گئی۔ جو استبداد اور شخصیت پرستی میں تمام گدیوں پر سبقت لے گئی ہے اور جماعت کا کثیر حصہ اسی ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر انسان پرستی اور عقائد شنیعہ کے گڑھے میں جا گرا ہے۔

میاں صاحب کے مریدوں کا بے معنی اعتراض

میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں میں سے کوئی قرآن نہیں کھول کر دیکھتا۔ حدیث اور تعامل اسلام پر نظر نہیں ڈالتا۔ خلافت راشدہ پر غور نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت کو نہیں پڑھتا۔ بس سب کے سب اس ایک بات کو سینہ سے لگائے پھرتے ہیں کہ تم نے مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر کیوں بیعت کر لی تھی۔ سمجھ نہیں آتا کہ اگر ہماری یہ تقلید کورانہ ایسی ہی اہم ہے کہ قرآن و حدیث۔ تعامل اسلام۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت غرضیکہ سب اس کے سامنے کالعدم اور ناقابل توجہ ہیں تو پھر چاہئے کہ آج ہماری تقلید کرتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بھی بیعت نہ کریں اور ان کی خلافت کو ایک بدعتی خلافت سمجھیں اور ان کے عقائد کو سخت ضلالت اور گمراہی کے عقائد سمجھیں۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ تم اب غلطی کر رہے ہو تو معلوم ہوا کہ ہم غلطی بھی کرسکتے ہیں خواہ پہلے کریں۔ یا پیچھے کریں۔ پس ہمارا فعل تو تمہارے لئے کوئی حجت نہ رہا۔

اہل تحقیق اور حق پرستوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہوتا

ہمارا فرض ہے کہ ہمارے افعال کو قرآن اور حدیث۔ تعامل اسلام۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت اور مختلف تحریروں پر رکھ کر پرکھو۔ جس فعل کو ان کے مطابق پاؤ درست مان لو۔ جسے خلاف پاؤ اسے نہ مانو۔ آگے پیچھے کے معاملہ کو چھوڑ دو۔ جو پیچھے آکر غلطی کرسکتا ہے وہ پہلے بھی کرسکتا تھا کسی فعل میں اگر بعد میں آکر غلطی ہو سکتی ہے تو پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ پس ہمارا کوئی فعل غلط ہو یا صحیح کسی محقق کے لئے حجت نہیں۔ اہل تحقیق اور حق پرستوں کا تو یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریرات اور وصیت کو مقدم کریں اور ان کی اتباع کریں۔ خدا کے سامنے جوابدہی کے وقت یہ عذر لنگ تو کام نہیں آئیگا کہ

باقی معاملات میں پیغامیوں کی تقلید کیوں نہیں کرتے ہو؟

"پیغامیوں نے مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اس لئے ہم نے بھی میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس وقت نہ پوچھا جائیگا کہ پیغامیوں کی تقلید اتنی اہم تھی۔ تو صرف ایک معاملہ میں ہی کی۔ باقی میں کیوں نہ کی؟ جہاں اپنے مطلب کی بات نظر آوے وہاں تقلید کرنا اور جہاں خلاف پڑے وہاں بیزاری ظاہر کرنا درحقیقت یہ اپنے خواہش نفس کی تقلید ہے نہ کہ کسی اور کی۔ اور میں نے صاف طور پر ذکر کر دیا ہے کہ کن حالات میں مولوی نورالدین صاحب کی بیعت کی گئی تھی

مولانا انجمن ہی کو حضرت مسیح موعود کا جانشین سمجھتے تھے

چنانچہ جب مولوی صاحب نے سوالات لکھے تو اصل واقعہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا۔ انہوں نے جو مسجد میں تقریر کی۔ اس میں انہوں نے کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔ کہا تو یہ کہا کہ تم لوگوں نے چونکہ میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اس لئے میری زندگی میں یہ معاملہ نہ اٹھاؤ۔ اور مولوی نورالدین صاحب نے ان معنوں میں کبھی بھی اپنے آپ کو خلیفہ نہیں منوایا۔ جن میں اب میاں محمود احمد صاحب منوا رہے ہیں انہوں نے میاں صاحب کی طرح انجمن کی اس دفعہ میں سے جس میں حضرت مسیح موعود کو انجمن کا مطاع قرار دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود کا نام کٹوا کر اپنا نام نہیں لکھوایا اور نہ کبھی انجمن کے فیصلہ پر ویٹو دیا۔ بلکہ ایک دفعہ عید کے خطبہ میں صاف فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کی وصیت کی رو سے انجمن ہی آپ کی جانشین ہے۔ ہاں انجمن کے ممبروں نے میری بیعت کر لی ہے یعنی ان کے نزدیک بھی حضرت مسیح موعود کی جانشین انجمن ہی تھی

میاں صاحب کی پارٹی انصار اللہ کا قیام اور اس کے کارہائے نمایاں

جن کے دلوں میں خلافت کی تمنا نے آگ لگا رکھی تھی وہ جوڑ توڑ سے کب باز آنے والے تھے۔ مولوی نورالدین صاحب کی زندگی بھر انہیں انجمن کے ممبروں سے بدظن کرنے کی کوشش برابر جاری رہی جس نے تفصیل دیکھنی ہو وہ پیغام صلح کے سلور جوبلی نمبر میں میرا مضمون "اختلاف سلسلہ احمدیہ کی مختصر سرگذشت" کو پڑھے۔ بیان اس تفصیل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ میاں محمود احمد صاحب سیاست کی مستند کتابوں میں پڑھ چکے تھے کہ کسی منصب کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اپنی کوئی پارٹی ہو۔ چنانچہ انجمن کے اندر تو پہلے ہی اپنی پارٹی بنا رکھی تھی۔ اب قوم کے اندر بھی اپنی پارٹی بناؤ۔ جس کے پیشوا خود میاں صاحب موصوف بنے اور اس پارٹی کا نام انصار اللہ رکھا۔ اور الفضل نامی اپنا ایک اخبار بھی جاری کیا۔ یہی پارٹی اور اخبار مولوی نورالدین صاحب کی وفات پر میاں صاحب کے بڑے کام آئے۔ جس پارٹی نے شور و شغب مچا کر میاں صاحب کو خلیفہ بنایا تھا وہ یہی انصار اللہ پارٹی تھی۔ اور میاں صاحب کے خلاف مولوی محمد علی صاحب کی آواز کو دبانے میں اس پارٹی نے بڑا کارنمایاں کرکے دکھایا۔

مولانا محمد علی صاحب کیا چاہتے تھے؟

میاں صاحب کے خلاف آواز میں کچھ نہ تھا فقط یہی تھا کہ میاں محمود احمد صاحب چونکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو سب کو کافر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہیں قوم کا مقتدا نہیں بنایا جاسکتا۔ پس ہمیں حضرت مسیح موعود کی وصیت کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور جیسا کہ اس میں لکھا ہے کہ انجمن حضرت مسیح موعود کی جانشین ہے۔ اسی کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہئے۔ اور کسی فرد واحد کو پیر بنا کر جماعت کا اس کی بیعت کرتے رہنے کا غلط طریق جو خلاف وصیت رائج ہو گیا ہے اسے ترک کر دینا چاہئے۔

میاں صاحب کیلئے یہ بات ناقابل برداشت تھی

میاں محمود احمد صاحب یہ بات کب برداشت کرسکتے تھے انہوں نے اپریل ۱۹۱۱ء میں یہ تکفیر کا مسئلہ بھی حصول خلافت ہی کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کی پبلک میں ہردلعزیزی کو شانے کی خاطر تو ایجاد کیا تھا اب وہ عین وقت پر جب خلافت کا پیالہ منہ کے قریب تھا۔ ایسی آواز کو کس طرح اٹھنے دیتے۔ ان کے حالیوں موالیوں نے ہوا کا رخ دیکھ کر اس وقت نہایت درجہ غل مچا دیا۔ کہ ہم کسی کی بات کو سنتے ہی نہیں مانگتے اور میاں محمود احمد صاحب نے بھی موقع کو غنیمت جان کر فوراً جیسا جب بیعت لینی شروع کردی

انصار اللہ پارٹی کی نازیبا حرکات

اور انصار اللہ پارٹی نے خوشی سے اچھلنا اور کودنا اور پگڑیاں اچھالنی شروع کردیں۔ اور نعرہ خلافت مبارک اور تخت خلافت مبارک کے نعروں سے زمین و آسمان گونج گئے اور رات کو میاں صاحب موصوف کے نفس نے بھی میاں صاحب کو مبارکباد دی۔ کہ

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل\
کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

یعنی آخر محنت کا صلہ مل گیا اور تخت خلافت حاصل ہو گیا۔ قوم میں سے دل کی نرمی اور خشیت اللہ جاتی رہے تو اس کی پروا نہیں

حصول خلافت کیلئے منصوبہ بازیاں — مولانا اکبر شاہ خاں مرحوم کا بیان

اس خلافت کے حصول کے لئے کیا کیا در پردہ منصوبہ بازیاں انصار اللہ پارٹی کر رہی تھی۔ وہ طشت از بام ہو چکا ہے ایک بیان مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کا یہاں درج کردیتا ہوں جس سے اس منصوبہ بازی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ وہ بیان یہ ہے:-

" جس روز حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ (یعنی مولانا نورالدین صاحب۔ ناقل) نے بعد عصر وصیت لکھکر مولانا محمد علی

صاحب نے بڑی مرتبہ سنوائی۔ اس کے بعد اسی روز قبل از مغرب، جبکہ میں شیخ تہذیب علی صاحب کے مکان کے نیچے سے شہر سے دارالعلوم کو آ رہا تھا۔ سامنے سے مولوی محمد اسماعیل صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور انہوں نے کہا کہ مجھے ایک خاص بات تم کو کہنی ہے۔ میں کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا حضرت صاحب (یعنی مولانا نورالدین صاحب۔ ناقل) نے وصیت تو لکھ دی ہے۔ آپ نے سنا ہو گا۔ میں نے کہا کہ ہاں میں اس جلسہ پر موجود تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اب خلافت کا معاملہ درپیش ہو گا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ کہا کہ حضرت مسیح موعود نے جیسے کہ لکھا ہے کہ چالیس آدمی جس کے لئے متفق ہوں۔ اس کے ہاتھ پر بیعت ہو۔ لہذا افضل صاحب نے از راہ حافظ روشن علی صاحب سیکرٹری انصار اللہ پارٹی بنے ہیں۔ ناقل) بعض دوستوں کے نام مجھے بتائے ہیں۔ ان میں آپ کا نام بھی لیا تھا۔ تو اس سے ذکر کرنا۔ یہ سوچا گیا ہے کہ جب ایسا واقعہ ہو۔ فوراً ہی چالیس آدمی یک لخت بول اٹھیں تا کسی کو چون و چرا کا موقع ہی نہ ملے۔ اور کوئی جھگڑا اٹھا ہی نہ سکے۔ پس آپ بتائیں کہ میں ان سے کیا کہہ دوں؟" میں نے کہا کہ "مولوی صاحب! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میاں صاحب کی میرے دل میں بہت عزت اور عظمت ہے لیکن میں کہ جائز نہیں سمجھتا۔ کہ ایک خلیفہ جو ہم میں ابھی زندہ ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہم کسی کے لئے کوئی تجویز کریں۔ اور اس لئے میں اپنا نام لکھ دے سکتا ہوں نہ اور کچھ!" مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ہم لکھوانے کچھ نہیں۔ لیکن صرف اپنا خیال بتا دیں۔ میں نے کہا کہ بس مجھ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور اب نماز مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ مجھ کو مسجد نور میں نماز پڑھنی ہے میں جاتا ہوں! چنانچہ میں وہاں سے چل دیا اور دوڑتا ہوا مسجد میں پہنچ گیا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ صحیح صحیح واقعہ بیان ہو جائے۔ اور جبکہ مجھ سے کہا گیا کہ میں یہ شہادت لکھ دوں تو میں نے بلا تامل لکھ دی ہے اور اس سے پہلے زبانی بھی کہا تھا اور میں امید کرتا ہوں کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی اس بیان کی تصدیق کریں گے۔ (دستخط) اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء

میاں صاحب کے خلیفہ بننے کے بعد قادیانیوں کا غلط پروپیگنڈا

میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ بننے کے بعد پھر جو گورنمنٹ اور باہر کی جماعتوں کو غلط تاریں دی گئیں کہ میاں محمود احمد صاحب بالاتفاق خلیفہ چن لئے گئے ہیں اور کس طرح تمام اطراف میں کثرت سے مبلغین بھیجے گئے۔ جنہوں نے دور افتادہ ناواقف احمدیوں سے تحریری بیعت پر دستخط کروا کے قادیان کو روانہ کیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے اور کیسے کیسے غلط پروپیگنڈوں سے جماعت کو مغالطہ میں ڈال کر لوگوں کو سمیٹا گیا ہے۔ وہ مذہبی پروپیگنڈے کا ایک تاریک ورق ہے جو تاریخ عالم میں لکھا جا چکا ہے اور شاید اس کی اصل حقیقت پر سے تو اب قیامت کے دن ہی پردہ اٹھیگا جب یوم تبلی السرائر کا نظارہ پیش نظر ہوگا۔

اختلاف کے بعد تمام جماعت پر میاں صاحب کا برق رفتار حملہ

غرضیکہ بجلی کی طرح ایک برق رفتار حملہ سے تمام جماعت پر قبضہ کر لیا گیا جیسا کہ خود اس زمانہ کے الفضل کی تحریروں سے یہ امر ثابت ہے۔ بطور نمونہ چار حوالے پیش کرتا ہوں۔

الفضل ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء "قادیان میں سوائے بیس کے سب آپ کی خلافت پر متفق ہیں"

الفضل ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء "یقینی طور پر کل انجمنیں بیعت میں داخل ہو چکی ہیں۔ پشاور اور گوجرانوالہ کے دو چار آدمی رہ گئے ہوئے ہیں"

الفضل ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۴ء "ہم کئی بار بتا چکے ہیں ۹۸ فیصدی بیعت کر چکے ہیں"

الفضل ۱۸ مئی سنہ ۱۹۱۴ء "لاہور میں صرف ۲۳ غیر مبائع رہ گئے ہیں"

میاں صاحب کا مصالحت سے صاف انکار

مولوی محمد علی صاحب پر جو قادیان کے تین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ قادیان میں سوقیانہ نعروں اور طعن و تشنیع کے آوازوں سے جب زمین تنگ کر دی گئی تو مولوی محمد علی صاحب لاہور چلے آئے یہاں آ کر انہوں نے جماعت کا رکن جمع کر کے میاں محمود احمد صاحب سے مصالحت کی کوشش کی۔ کہ اگر وصیت کے مطابق انجمن کو حضرت مسیح موعود کا جانشین تسلیم کر لیا جائے اور احمدیوں کو میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے تو صلح ہو سکتی ہے۔ اور باہم مل کر خدمت دین کا کام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے وفد سے ملنے سے انکار کر دیا اور سب غیر مبائعین کو فاسق اور ابلیس کا خطاب دیکر سرخرو ہو گئے۔

جماعت لاہور کا قیام

ناچار مجبور ہو کر ۲ مئی سنہ ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی جس کے متعلق "الفضل" ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۴ء کا بیان قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"صرف بیس پچیس قائم مقام لاہور میں ۲ مئی کو جمع ہوتے اور ۵۹ ممبر ہو سکے۔"

"الفضل" کا اپنی جماعت کا ۹۸ فیصدی ہونے کا اعلان میں اوپر نقل کر چکا ہوں۔

ایک قابل غور بات

اب مقام غور ہے کہ یہ دو فیصدی۔ تعداد میں ساٹھ ستر لاہوری احمدی کس حالت میں تھے کہ ان کے پاس نہ کوئی دفتر تھا۔ نہ مکان۔ نہ روپیہ نہ مبلغ، چند آدمی ...... تھے جو تمام مکانات، مساجد، مدرسہ، سکول، بورڈنگ ہوس انجمن کے روپیہ پیسہ سب کچھ قادیان چھوڑ کر خالی ہاتھ ...... لاہور میں جمع ہوئے اس تڑپ کو لیکر کہ مسلمانوں کی تکفیر سے جس پر نئے قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی گئی ہے الگ ہو کر تبلیغ اسلام کے کام کی بنیاد رکھیں پھر خدا نے اس معدودے چند گروہ کو اپنے وعدہ کے ماتحت جو اس آیت میں ہے کہ انا لننصر رسلنا والذين امنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد۔ کہ بیشک ہم اپنے فرستادوں کی نصرت کرتے ہیں اور ان کی نصرت کرتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ کھڑے ہونگے۔ اسی آیت کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت میں پہلی نصرت الٰہی کو قدرت اولیٰ فرمایا ہے، اور دوسری نصرت کو جو مومنوں کے ساتھ ہوتی ہے قدرت ثانیہ فرمایا ہے، اس خدائی وعدہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس قلیل جماعت کی نصرت فرمائی اور اس سے خدمت دین کا کام لیا وہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ قدرت ثانیہ اس جماعت کیساتھ ہے جو لاہوری احمدی جماعت ہے

دو فیصدی قلیل و بے سروسامان جماعت کی خدمات دینی

اب میں اس "دو فیصدی" قلیل اور بے سروسامان لاہوری جماعت کی خدمت دین کو پیش کرتا ہوں۔ اور بالمقابل ۹۸ فیصدی قادیانی جماعت کے کام کو بھی ملاحظہ فرماتے جائیے۔

(۱) دو فیصدی [illegible] نوں قرآن کریم کا ترجمہ کر چکی ہے انگریزی۔ ڈچ اور جرمن۔ اس کے بالمقابل قادیان کی ۹۸ فیصدی جماعت کا ابھی تک ایک یورپین زبان میں بھی ترجمہ شائع نہیں ہوا اور ۲۶ برس گذر چکے ہیں۔

(۲) یہ تراجم چالیس ہزار کی تعداد میں دنیا میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے دس ہزار سے زیادہ مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ۹۸ فیصدی قادیانی جماعت اشاعت قرآن کے لحاظ سے صفر ہے۔

(۳) دو فیصدی جماعت لاہور کثرت سے مذہبی لٹریچر شائع کر چکی ہے اور اس لٹریچر کا ترجمہ تقریباً تینتیس ۳۳ مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جس قدر لٹریچر تمام دنیا کے مذاہب پر اتمام حجت کے رنگ میں جماعت لاہور کی طرف سے نکلا ہے اس کا دسواں حصہ بھی قادیان کی ۹۸ فیصدی جماعت نہیں دکھا سکتی۔ بلکہ سچ پوچھو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کو چھوڑ کر اسلام کے متعلق لٹریچر پیدا کرنے کی ان سے خدا نے توفیق ہی چھین لی۔

(۴) دو فیصدی جماعت لاہور نے ۲۶ سال کے عرصہ میں اسلامی مذہبی لٹریچر میں دو انگریزی اخبارات ایک جرمن رسالہ ایک ڈچ ایک البانوی ایک جاوی اخبار کا اضافہ کر دکھایا۔ ۹۸ فیصدی قادیانی جماعت چھ اخباروں کا اضافہ نہیں دکھا سکتی

(۵) دو فیصدی جماعت لاہور ڈیڑھ لاکھ روپے کے خرچ سے جرمنی میں ایک مسجد بنوا چکی ہے۔ ۹۸ فیصدی قادیانی جماعت خود بتا سکتی ہے کہ مغربی دنیا میں کس قدر مساجد بنوائی ہیں اور ان پر کیا خرچ کیا۔

(۶) دو فیصدی جماعت لاہور کی ہمت سے یورپ میں جو مرکز دجالیت ہے تین مشن کام کر رہے ہیں۔ کیا اسی نسبت سے ۹۸ فیصدی قادیانی جماعت کے ڈیڑھ سو مشن کام کر رہے ہیں؟

(۷) تعلیمی پہلو سے دو فیصدی لاہوری جماعت نے ۲۶ سال میں دو ہائی سکول قائم کر دیئے اور ان دونو کی عمارتیں اور ان کے بورڈنگ ہوسوں کی عمارتیں بھی تیار کر دیں۔ ۹۸ فیصدی جماعت قادیان اس اسکول کو جو قادیان میں چالیس سال سے قائم ہے اس حیثیت میں بھی نہیں رکھ سکی جس میں یہ اختلاف سے پہلے تھا اور نہ اس کی عمارت میں معتد بہ اضافہ کر سکی۔ حالانکہ اپنی تعداد کے لحاظ سے اُسے چاہیئے تھا کہ بیس پچیس ہائی سکول اور دو تین کالج قائم کر دیئے ہوتے۔ میاں محمود احمد صاحب کے شاندار قصر خلافت کا بن جانا، سندھ میں ان کی بہت سی زمین کسی قومی ترقی کی دلیل نہیں بلکہ ان کی اپنی انفرادی دنیوی ترقی کی علامت ہے۔

خدا تعالیٰ کی نصرت کس جماعت کیساتھ ہے؟

پس ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ خدا کی نصرتیں کس جماعت کے ساتھ ہیں اور قدرت ثانیہ کا ظہور کس طرف ہے۔ کیا سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله

قادیانی اور لاہوری جماعت کے عقائد کا فرق

اب میں قادیانی اور لاہوری جماعت کے عقائد اور اصولوں کا بھی فرق بتا دوں۔ تو بہتر ہوگا۔

(۱) لاہور والے ہر ایک کلمہ گو اہل قبلہ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ قادیان والے ہر ایک کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ سوائے اُن کے جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہوں ان کے نزدیک اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود کو صادق بھی مانتا ہو مگر بیعت نہ کی ہو تب بھی وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو تب بھی وہ کافر خارج از اسلام ہے۔

(۲) حضرت مسیح موعود کو لاہور والے ایک عظیم الشان مجدد مانتے ہیں۔ قادیان والے نبی مانتے ہیں انہیں معنوں میں جو اسلام کی

جناب میاں محمود احمد صاحب سے ایک درخواست

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مکرم معظم میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنے کسی خطبہ میں یا تحریر میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جس طرح جماعت قادیان تبلیغ اور اشاعت کا کچھ کام کر رہی ہے۔ جماعت لاہور بھی اپنی جگہ پر کچھ کام کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اشاعت اور تبلیغ کا کام ہی حضرت مسیح موعود کا اصل کام تھا۔ اور دونوں جماعتوں کے لئے یہ سب سے مقدم کام ہے۔ باایں اس وقت دونوں جماعتوں کی طاقت کا ایک حصہ باہمی جھگڑوں پر صرف ہو رہا ہے۔ اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے اصل عقائد پر قائم ہے اور آپ کے مشن کو پورا کر رہی ہے۔ اور ہر ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ دوسری جماعت کے افراد کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی قوت کو بڑھائے۔ اس لئے دونوں جماعتیں اس بات کی خواہشمند ہیں کہ ان کے دلائل سے دوسرا فریق بھی آگاہ ہو۔ اور اس وجہ سے ہر قسم کے سوالات اور اعتراضات اور ان کے جوابات دونوں طرف سے ہو رہے ہیں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ ہر فریق کے سامنے اس کے اپنے ساتھیوں کے اعتراضات اور دلائل تو آتے رہتے ہیں۔ مگر دوسرے فریق کے سوالات یا دلائل نہیں آتے اور پھر لکھنے والے ہر قسم کے آدمی ہیں۔ ایک انبار اختلافی لٹریچر کا پہلے موجود ہے اور ایک نیا انبار اب تیار ہو رہا ہے اس میں جو خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ نمائشی جنگی دونوں جماعتوں کے اصل مقصد کو جو اعلائے اسلام کا مقابلہ ہے نقصان پہنچائے گی۔ میں نے کچھ دن ہوئے۔ یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ ان مسائل میں جن کی وجہ سے ہم میں باہم اختلاف ہے۔ ایک سیر کن بحث ہو جائے۔ جو آپ کے اور میرے درمیان ہو۔ اس کی طرف تو آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اس لئے اب میں یہ ایک دوسری تجویز آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اس باہمی اختلاف میں ہماری کم سے کم قوت خرچ ہو۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ قوت تبلیغ اسلام پر خرچ ہو سکے۔

میری تجویز یہ ہے کہ ہم دونوں فریق ایک دوسرے پر ایک معین تعداد سوالات یا اعتراضات کی قائم کریں۔ مثلاً بیس یا تیس یا چالیس یا پچاس۔ ہر ایک سوال ایک معین تعداد الفاظ سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو۔ مثلاً بیس یا تیس یا چالیس الفاظ ہر ایک سوال کے جواب میں بھی ایک معین تعداد سے زیادہ الفاظ نہ ہوں۔ مثلاً دو سو یا چار سو۔ یا پانچ سو۔ میرا دل یہ ہے دونوں فریق کے سوالات "الفضل" اور "پیغام صلح" میں آپ کے اور میرے دستخطوں سے شائع ہو جائیں۔ اور اس کے بعد ہفتہ وار یا جیسا مناسب سمجھا جائے۔ ایک ایک سوال لے کر اس کا جواب دونوں اخباروں میں شائع ہوتا رہے۔ اور اس جواب پر دستخط یا آپ کے ہوں یا میرے۔ میں جتنے سوال اور جواب لکھوں گا۔ اپنے قلم سے لکھوں گا۔ آپ اگر چاہیں تو بے شک دوسرے سے لکھوا لیں۔ مگر سوال یا جواب کی ذمہ داری آپ کی ہو گی۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ دونوں جماعتوں کو معلوم ہو جائے گا کہ متنازعہ دلائل کس قدر ہے کے ہاتھوں میں ہیں پھر ہر ایک شخص کا اختیار ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے جس کے ساتھ چاہے شامل ہو جائے۔

اس طرح بہت سا وقت اور بہت سا خرچ اور بہت سی طاقت بچ کر کسی اور زیادہ مفید کام پر لگ سکتے ہیں۔ آخر ہماری اپیل تو دلائل کے رنگ میں ہی ہے۔ زبردستی تو ہم کسی کو منوا نہیں سکتے۔ اگر ہم آپ کے دلائل کو کمزور سمجھتے ہیں۔ تو ہمیں اس میں کیا خطرہ ہے کہ آپ کے کمزور دلائل ہماری جماعت کے سامنے بھی آ جائیں۔ اور آپ ہمارے دلائل کو کمزور سمجھتے ہیں۔ تو آپ کو اس میں کیا خطرہ ہے کہ ہمارے کمزور دلائل سے آپ کی جماعت آگاہ ہو کر اور بھی مضبوطی سے اپنے عقائد پر قائم ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس میں نقصان کسی کا نہیں۔ اور فائدہ دونوں کا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ایک دفعہ جواب کا موقع بھی دونوں فریق کو دیا جا سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ بذات خود میری اس درخواست پر توجہ فرما کر جواب سے ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

امتحانات دینیات کا مکمل کورس

نوجوانان جماعت کی خاص توجہ کے قابل

امتحانات دینیات کے احیا کی تجویز قارئین کرام کے سامنے آ چکی ہے۔ ۲۶ر مارچ کے "پیغام صلح" میں مکمل کورس بھی شائع ہو چکا ہے۔ اب اس کورس کو دوبارہ درج کیا جاتا ہے۔ دیگر دریافت طلب امور کے لئے جناب مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ خط و کتابت کی جائے۔

ان امتحانات میں شرکت علم دین حاصل کرنے کی ایک مفید ترکیب ہے۔ امتحانات میں شرکت اور اس میں کامیابی و سرٹیفکیٹ کے خیال سے انسان پابندی کے ساتھ مطالعہ اور تیاری کرتا ہے اب اسکولوں کے علاوہ کالجوں کے طلباء بھی اپنے سالانہ امتحانات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ چند ہفتوں تک اسکولوں اور کالجوں میں موسم گرما کی طویل تعطیلات ہو جائیں گی۔ اس طرح طلبہ کو امتحانات دینیات کی تیاری کے لئے کافی فرصت مل جائے گی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں نوجوانان جماعت کو اس طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی تھی۔ جس پر متعدد مقامی نوجوانوں نے شرکت امتحانات کے لئے اپنے نام لکھوا دیئے تھے۔ باہر سے بھی نام آئے ہیں۔ لیکن بہت کم ہیں۔ بیرونی جماعتیں اپنے ہاں کے دوستوں اور نوجوانوں میں تحریک کریں۔

کورس	قرآن کریم	سیرت و تاریخ	مسائل دینیات	کتب سلسلہ
کورس درجہ اول	قرآن کریم سورہ فاتحہ و البقرہ ترجمہ و تفسیر	سیرت و تاریخ سیرت خیر البشر	مسائل دینیات و حدیث و مسائل طہارت نماز روزہ	کتب سلسلہ رسالہ مسیح موعود
کورس درجہ دوم	سورۂ آل عمران نساء و مائدہ ترجمہ و تفسیر	تاریخ خلافت راشدہ	درجہ اول کے علاوہ مسائل زکوٰۃ حج	تحریک احمدیت توضیح مرام۔ فتح اسلام ازالہ اوہام
کورس درجہ سوم	سورہ انعام تا آخر توبہ ترجمہ و تفسیر	سیرت عائشہ صدیقہ سیرت صحابہ سیرت صحابیات	فضل الباری تا ص ۱۶۱	آئینہ احمدیت تعلیم اسلام النبوۃ فی الاسلام انجام آتھم
کورس درجہ چہارم	سورہ یونس تا آخر عنکبوت ترجمہ و تفسیر	الفاروق۔ شبلی تاریخ بنو امیہ تاریخ ہسپانیہ	فضل الباری تا ص ۳۷۳	آئینہ کمالات اسلام برکات الدعا۔ جنگ مقدس حجۃ الاسلام۔ سرمہ چشم آریہ
کورس درجہ پنجم	سورہ روم تا ختم قرآن ترجمہ و تفسیر	تاریخ بنو عباس حروب صلیبیہ۔ حالات سلطان محمود۔ حالات اورنگ زیب	فضل الباری تا ص ۹۲۹	براہین احمدیہ ہر چہار حصہ ملفوظات اولیائے امت تذکرۃ الاولیاء ہر دو حصہ فصل الخطاب

نوٹ:۔ (۱) امتحان ہر سال اکتوبر کے آخر یا نومبر کے پہلے ہفتہ میں ہوا کرے گا۔ تاریخہائے امتحان کی اطلاع بذریعہ اخبار پیغام صلح دی جایا کرے گی۔

(۲) ہر شخص کا اختیار ہوگا کہ جس درجہ کا چاہے امتحان دے۔ مگر دو ماہ پیشتر دفتر سیکرٹری میں اطلاع دینی ضروری ہے کہ کس درجہ کے امتحان میں شامل ہوگا

(۳) امتحان کے ہر درجہ کے نصاب میں اس سے پہلے کے سب درجوں کا نصاب شامل ہوگا۔

(۴) نصاب امتحان کے پانچ درجے ہیں جن کی تفصیل اوپر درج ہے۔

(عزیز بخش جائنٹ سیکرٹری)

تنظیمی بیعت

ایک عجیب و غریب گورکھ دھندا

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

مذہبی جماعت میں تنظیمی بیعت بے معنی چیز ہے

بعض دوستوں نے استفسار کیا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ آف قادیان کی تنظیمی بیعت کے متعلق میں بھی اپنی رائے کا اظہار کروں۔ سو گذارش ہے کہ مجھے تو آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ کسی مذہبی جماعت میں عقائد کا اختلاف رکھ کر بیعت تنظیمی کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ آخر جماعت احمدیہ کس قسم کی تنظیم پر مبنی ہے۔ کیا یہ کوئی سیاسی جماعت ہے جو ہندوستانیوں کو ان کے سیاسی حقوق دلانے کیلئے قائم ہوئی ہے۔ اس لئے ہر ایک قسم کے عقیدہ رکھنے والے لوگ اس میں شامل ہو سکتے ہیں؟ کیا اصلاح معاشرت کے لئے یہ کوئی سوسائٹی مثل برہمن سوسائٹی وغیرہ کے ہے۔ اس لئے عقیدہ کی کوئی قید نہیں؟ یا یہ کوئی کلب ہے جس میں ٹینس اور تاش اور برج کھیلنے کے لئے تفریحی لوگ جمع ہوتے ہیں اور اس لئے ان میں عقائد کا جھگڑا بالکل بے معنی ہے؟ کیا یہ کوئی جائنٹ اسٹاک کمپنی ہے جس میں لوگ مشترک سرمایہ سے تجارت کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ مذہبی عقائد کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں بلکہ احمدی جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور اس کی تنظیم ایک مذہبی تنظیم ہے تو عقائد کو مذہب سے الگ کر کے مذہب کیسے باقی رہے گا اور اس کی تنظیم کیا معنی رکھتی ہے؟ میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے یہ اجازت کہ اختلاف عقائد رکھ کر بیعت کر لو۔ بالکل ایسی ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ لاہوری اور قادیانی جماعت کے عقیدوں میں ایسا فرق ہے کہ اگر ایک لاہوری احمدی اپنے مسلمہ عقائد کے ساتھ خلیفہ صاحب قادیان کی بیعت کر کے ان کا مرید ہو جائے تو مرید کے عقیدہ سے پیر کافر ٹھہرتا ہے اور پیر کے عقیدہ کے رو سے مرید کافر ٹھہرتا ہے۔

عقائد میں فرق

میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسلامی اصطلاح کے رو سے نبی ہیں۔ جو ان کی بیعت میں داخل نہیں۔ خواہ اس نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر خارج از اسلام ہے (دیکھو آئینہ صداقت) اور یہ مقام جو حضرت مرزا صاحب کو میاں محمود احمد صاحب نے دیا ہے۔ وہ ہے جو تمام دنیا کے نبیوں سے بڑھ کر صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کیونکہ آنحضرت صلعم سے پہلے ہر ایک قوم میں جو نبی آتا تھا اس پر ایمان لانا دوسری قوم کے لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کل دنیا کے لئے نبی تھے۔ اس لئے ہر ایک قوم کو آپ پر ایمان لانا ضروری ہوگیا۔ وہی مقام میاں محمود احمد صاحب اب حضرت اقدس مرزا صاحب کو دے رہے ہیں کہ مسلمان ہونے کے لئے ہر ایک قوم کو یہاں تک کہ تمام امت محمدیہ کو بھی حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانا وہ ضروری قرار دے رہے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن تمام دنیا کے نبیوں سے بڑھ کر وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو محمد رسول اللہ صلعم کے مقام پر بھی سبقت لیجانے والی اور آپ کی رسالت کو بھی منسوخ کر دینے والی ہے۔ کہ آپ کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود انسان مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی رسالت پر بھی ایمان نہ لاوے۔ ورنہ پھر وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

تنظیمی بیعت مذہب کے پردہ میں ایک سیاسی چال ہے

پس اگر ایک مرید تمام غیر احمدی کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتا ہے اور میاں محمود احمد صاحب انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ تو اگر مرید کا عقیدہ سچا ہے تو میاں محمود احمد صاحب مسلمانوں کو کافر کہکر حدیث شریف کے ماتحت خود کافر بن گئے اور اگر میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ سچا ہے تو مرید کافروں کو مسلمان کہکر کافر بن گیا۔ غرضیکہ پیر کے عقیدہ کے رو سے مرید کافر اور مرید کے عقیدہ کے رو سے پیر کافر۔ یہ ایسا گورکھ دھندا ہے جسے کوئی عقلمند حل نہیں کر سکتا۔ باایں ہمہ میاں محمود احمد صاحب کا سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے یہ اعلان کرنا کہ بے شک اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کر لو۔ ایک ایسی سیاسی چال ہے کہ حیرت ہو جاتی ہے کہ مذہب کے پردہ میں بھی کیا کیا کاروائیاں ہوا کرتی ہیں۔ میں نے جانتے بوجھتے اس لئے کہا کہ میاں محمود احمد صاحب نے ایک مرتبہ صاف طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ ان کا اور مولوی محمد علی صاحب کا مباہلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تمام کلمہ گوؤں کو مولوی محمد علی صاحب مسلمان کہتے ہیں۔ اور میں انہیں کافر خارج از اسلام مانتا ہوں۔ تو میں مسلمانوں کو کافر کہکر مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک کافر ٹھہرا اور مولوی محمد علی صاحب میرے نزدیک کافروں کو مسلمان کہنے کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔ پس اندریں حالات جب ایک فریق کے عقیدہ کی رو سے فریق ثانی کافر ٹھہرتا ہے تو باہم مباہلہ ہو سکتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس مرید کا جو تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتا ہے اپنے پیر سے جو تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے نئے زمانہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی باہم مباہلہ ہو سکتا ہے۔ تو جب عقائد کے اختلاف کا یہ عالم ہو کہ پیر اور مریدین باہم مباہلہ ہو سکتا ہے۔ تو یہ پیری مریدی خاک ہوئی۔ یہ تو دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے۔

تنظیمی بیعت کا اصل مقصد

بات دراصل یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب خوب جانتے ہیں کہ اگر ایک لاہوری احمدی اختلاف عقیدہ رکھتے ہوئے ان کی مریدی اختیار کرے گا تو وہ اتنی بڑی جماعت کے اندر جو میاں محمود احمد صاحب کی ہم عقیدہ ہے نقار خانہ میں طوطی کی آواز بن کر رہ جائیگا اور قوم کا کچھ بگاڑ نہیں سکیگا۔ بالخصوص جب میاں محمود احمد صاحب کا یہ بھی حکم ہو کہ ایسے اختلاف عقیدہ رکھنے والے لوگ اپنے عقائد کا اظہار تحریر اور تقریر کے ذریعہ نہیں کر سکتے۔ جماعت کا عقیدہ وہی کہلائے گا۔ جو خلیفہ وقت کا ہوگا۔ پس اندریں حالات چند لوگوں کا اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کر لینا کسی نقصان کا موجب نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔ کیونکہ ایک تو جماعت کی نفری بڑھی۔ دوسرے چندہ بڑھا۔ تیسرے پروپاگنڈا کرنے کے لئے ایک ذریعہ ہاتھ آیا۔ اور میاں صاحب موصوف یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کے اختلاف عقیدہ کا ادعا بھی چند روز کا ہی مہمان ہوا کرتا ہے کیونکہ قلت کثرت میں جذب ہو جایا کرتی ہے۔ اور رات دن کی صحبت سے رفتہ رفتہ ان نو گرفتاروں کی ذہنیت بھی اسی سانچہ میں ڈھل جاتی ہے۔ جس میں تمام محمودی قوم کی ذہنیت ڈھلی ہوئی ہے اور واقعات اور تجربات بھی یہی بتلاتے ہیں کہ جو لوگ اختلاف عقیدہ رکھ کر میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اگر وہ جلدی ہی اس گڑھے سے باہر نہیں نکل آئے تو پھر کچھ عرصہ کے بعد غلو میں اس قدر ترقی کر جاتے ہیں کہ نہ آنکھوں میں کوئی شرم و مروت باقی رہ جاتی ہے۔ نہ دل و دماغ میں کوئی معقولیت کا نشان باقی رہتا ہے۔ پس میاں محمود احمد صاحب کا نقطہ نظر تو یہ ہے۔ جو میں نے ابھی عرض کیا ہے یعنی انہوں نے لوگوں کو احمق سمجھتے ہوئے اور دل میں ہنستے ہوئے اجازت دے رکھی ہے کہ اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کر لو۔ وہ جانتے ہیں کہ ایک دفعہ جال میں پھنس جائیں تو کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی وہی بولی بولنے لگ جائیں گے جو دوسرے میاں مٹھو بول رہے ہیں۔

تنظیمی بیعت کرنے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں

البتہ حیرت مجھے ان بزرگوں پر ہے جو اختلاف عقیدہ رکھکر تنظیمی بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ علاوہ اس امر کے کہ اندریں حالات پیر کے نزدیک مرید کافر اور مرید کے نزدیک پیر کافر ٹھہرتا ہے جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ کیا اتنا بھی خیال نہیں آتا کہ جماعت احمدیہ خواہ قادیانی ہو یا لاہوری۔ آخر وہ ایک مذہبی جماعت ہے اور اپنی اپنی جگہ بعض عقائد خصوصی کی نمائندہ ہے اور اسی اختلاف عقیدہ کی بنا پر جماعت چھٹ کر دو حصوں میں منقسم ہو گئی ہے تو ایسی حالت میں قادیانی جماعت کے عقائد کو باطل سمجھتے ہوئے جو لوگ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی بیعت کرتے ہیں تو کیا یہ سچ نہیں کہ وہ لوگ اپنی شمولیت سے عقائد باطلہ کی نمائندہ ایک باطل پرست جماعت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ اور اپنے مال اور اپنی طاقت کو اشاعت باطل میں صرف کر کے ایک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

عقائد محمودیہ

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں صریح حکم ہے کہ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اگر جماعت محمودیہ قادیانی محمد رسول اللہ صلعم کے بعد ایسی نبوت کی قائل ہے جس سے محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت و رسالت عملاً منسوخ ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھ کر کوئی شخص خدا کی توحید اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے بھی ان کے نزدیک اسلام میں داخل نہیں ہوتا۔ تو پھر والسند ایسے خطرناک عقیدہ کی (جس سے محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی جڑیں کٹ جاتی ہیں) اشاعت کرنے والی جماعت کے ساتھ تعاون کرنا کس قدر خطرناک غلطی اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔

ایک ضروری تصریح

یاد رہے کہ یہاں میرے مخاطب وہ لوگ نہیں جو دل سے ان عقائد باطلہ کو سچا سمجھتے ہیں اور حضرت اقدس مرزا صاحب کی نبوت اور جملہ مسلمانان عالم کی تکفیر کے قائل ہیں اور گو منہ سے تو محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر عملی طور پر انہوں نے بابیوں اور بہائیوں کی طرح آنحضرت صلعم کی رسالت کو منسوخ گردانا ہوا ہے

کیونکہ ان کے نزدیک خدا کی توحید کے ساتھ آپ صلعم کی رسالت کا اقرار کر کے اب کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اسلام کی تخریب میں محمودی اور بہائی دونوں متفق ہیں

یہ سچ ہے کہ محمودی اور بہائی آپس میں مختلف ہیں۔ وہ اس طرح کہ محمودی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی اور رسول مانتے ہیں اور بہائی بہا اللہ کو مظہر اللہ سمجھتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی عمارت کو مسمار کرنے میں دونوں آپس میں متفق ہیں گویا محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی عمارت کو مسمار کرکے ہی دونوں نے اپنی بنیادیں اٹھائی ہوئی ہیں۔ گو تعبیر کا انداز جدا جدا ہو۔ مگر تخریب میں دونوں متحد ہیں۔ البتہ بہائی زیادہ اخلاقی جرأت رکھتے ہیں کہ وہ زبان سے بھی رسالت محمدیہ کے نسخ کا اعلان کرتے ہیں اور محمودی اس امر میں بزدلی دکھاتے ہیں کہ منہ سے تو اس کا انکار کرتے ہیں لیکن عملاً وہ رسالت محمدیہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے رسالت محمدیہ پر ایمان لانے والے کو وہ مسلمان نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اب رسول زمانہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے بلکہ حضرت مرزا غلام احمد ہیں۔ پس بہائی کھلم کھلا شریعت محمدیہ کو منسوخ ٹھہراتے ہیں مگر محمودی منہ سے تو ایسا نہیں کہتے۔ لیکن ایمانیات کی فہرست میں ایک موعن بہ نبی کا اضافہ کرکے الیوم اکملت لکم دینکم کے خلاف اسلام کے نقص پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا ایمانیات دین اور شریعت کا ایک اہم جز نہیں؟ پھر ایمانیات میں ایک نبی کا اور وحی نبوت یعنی کتاب کا اضافہ دین اور شریعت میں کیا صریح اضافہ نہیں۔ پھر محمودی مذہب کو اگر بہائیت کی طرح اسلام سے الگ ایک نیا دین نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

میرے مخاطب کون ہیں؟

پس جو لوگ سچے دل سے حضرت مرزا صاحب کو اسلامی اصطلاح میں نبی مانتے اور غیر احمدی مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود کافر خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ وہ میرے مخاطب نہیں۔ کیونکہ لا اکراہ فی الدین۔ دین میں کوئی زبردستی ہو ہی نہیں۔ سینکڑوں مسلمان بہائی ہو گئے۔ اگر اسی طرح لوگ محمودی بن جائیں اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کو ایک گزشتہ رسالت کی طرح مان کر عملاً منسوخ قرار دے لیں تو ان کی مرضی۔ قیامت میں کسی نے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھانا۔ البتہ میرے مخاطب صرف وہ بزرگ ہیں جو عقائد میں اختلاف رکھتے ہوئے تنظیمی بیعت کرتے ہیں۔ کیا وہ اسلام کے لئے ان تباہ کن عقائد کی اشاعت کے واسطے اب چندہ اور مالی امداد دیں گے؟ اور اپنی شمولیت سے ان عقائد باطلہ کی علمبردار جماعت کو تقویت پہنچا کر باطل کی امداد میں کوشاں رہیں گے اور صاف دیکھا کریں گے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کو عملاً منسوخ ٹھہرایا جا رہا ہے اور تمام دنیائے اسلام کو کافر بنا کر خوشیاں منائی جا رہی ہیں کہ جنت میں اب زیادہ بھیڑ بھاڑ نہ ہوگی اور محمودیوں کو اب وہاں میدان خالی ملے گا اور دوسروں کا حصہ بھی انہی تنگدلوں کو مل جائیگا۔ کیا پیر پرستی کے جوئے سے نیچے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بن کر وہ یہ سب کچھ برداشت کر لیں گے اور صرف اتنی سی بات پر یہ ضمیر کشی اختیار کر لیں گے کہ جماعت بہت بڑی ہے اور تنظیم خوب ہے۔ اور اس آیت کو دل سے بھلا دیں گے کہ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ (الانعام) کہ اگر تو اس زمین میں کثرت کی پیروی کریگا تو تجھے یہ لوگ اللہ کے رستہ سے گمراہ کر دینگے۔

ضمیر کش تنظیم

اور محمودی تنظیم جو ہے اس کی بھی اصل حقیقت فقط اتنی ہے کہ پیر پرستی کے جال میں مریدوں کی گردنیں خوب مضبوطی سے جکڑی ہوئی ہیں۔ مجال ہے کہ کوئی شخص خلیفہ معصوم و مطاع الکل کی رائے سے ذرا بھی اختلاف کر سکے۔ اگر کسی اختلاف کا اظہار کریگا تو فوراً منافق کا خطاب خلیفہ کی سرکار یا جماعت کے دربار سے اسے مل جائیگا۔ دل میں عقیدہ کچھ ہو۔ خلیفہ صاحب کے افعال پر ہزارہا سچے اعتراضات دل میں پیدا ہوں لیکن زبان سے اُف تک کرنے کی اجازت نہیں۔ ایسے معصوم و مطاع الکل خلیفہ کی تنظیم اسی طرح ضمیر کش ہوا کرتی ہے جس طرح ازمنہ وسطیٰ میں پوپ میں پوپ آف روم کی تھی۔ جس کی غلامی کی زنجیروں میں سارا یورپ بندھا ہوا تھا اور وہ تنظیم اتنی زبردست تھی کہ یورپ کی تمام طاقتیں پوپ کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچتی تھیں۔ آخر کار یورپ کو ضمیر کی آزادی اور عقل اور علم کی ترقی کے لئے اس تنظیم کو توڑ پھوڑ کر پھینکنا پڑا۔

ایسی اندھی تقلید اور ضمیر کش تنظیم سے اسلام کا دامن پاک ہے یہ رومن کیتھولک مسیحیوں کا کبھی طغرائے امتیاز تھا۔ جواب نئے قادیانی مسیحیوں کے حصہ میں آیا ہے۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود تو احبار و رہبان کی پرستش سے نجات دلانے آئے تھے اور فیج اعوج کی کورانہ تقلید اور شخصیت پرستی سے گردنیں چھڑا کر مسلمانوں پر ایک احسان عظیم کرنے تشریف لائے تھے۔ یہ اُلٹی گنگا جو اب قادیان میں بہ رہی ہے۔ اس سے حضرت اقدس کا دامن بکلی پاک ہے۔

ایک مخلصانہ درخواست

جن کی آنکھوں پر تعصب اور خلافت پرستی یا شکم پرستی کی پٹی بندھی ہے وہ معذور ہیں لیکن جو لوگ ان عقائد کو باطل سمجھتے ہیں۔ وہ قبل اس کے کہ رفتہ رفتہ بتدریج غلو کے اس تیز رفتار سیلاب میں بہ جائیں۔ اپنی جگہ غور کر لیں کہ اپنی شمولیت سے اگر وہ ان عقائد باطلہ کو فروغ دے رہے ہیں۔ جو میاں محمود احمد صاحب نے پھیلا رکھے ہیں تو مرنے کے بعد خدا اور رسول اکرم صلعم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں ان کا عذر کیا ہوگا؟ اور ان کے پاس لا تعاونوا علی الاثم والعدوان کا جواب خدا کے حضور میں کیا ہوگا؟ دنیا روزے چند آخرش کار با خداوند دنیا کی رنجشوں اور کدورتوں پر خدا کے سامنے جوابدہی کو مقدم کرو۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے اقرار بیعت پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے۔ آمین

(بقیہ صفحہ ۱۳)

اظہار اور اس کو کیمیا بنانے کی طاقت۔ ان دونوں معیاروں پر مجدد زماں کو پرکھئے۔ جو بیش بہا علوم کے ذخائر ان کی کتابوں میں ملتے ہیں اور جس تحدی سے دشمنوں کو انہوں نے للکارا اور پچھاڑا ہے۔ جو دفاع انہوں نے محبوب کبریا کے لئے پیش کیا ہے جس علم کلام سے انہوں نے اپنی قوم کو مسلح کیا ہے۔ جو فتوحات انہوں نے غیروں پر حاصل کی ہیں اور جو جارحانہ اقدامات ان کی قوم کی طرف سے ممالک یورپ پر ہو رہے ہیں۔ ان کو دیکھو اور ان پر غور کرو تو اس سارے معاملہ میں سرور کائنات کی اتباع کی جھلک نظر آتی ہے جس سے بڑھ کر مجدد زماں کی صداقت کی دلیل کوئی نہیں۔

علاوہ ازیں مجدد زماں کو اس دوسرے معیار پر پرکھا جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا۔ وہ یہ کہ آیا حضرت مرزا صاحب کے ملنے سے قرآن کریم سے محبت پیدا ہوئی؟ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ان لوگوں نے ترقی کی جو ان کے پاس بیٹھے اور آیا خدا کی عبادت اور خدا کی قرب کی راہوں پر چلنے کیلئے لوگ تیار ہوئے یا نہیں؟ یقیناً یقیناً لوگوں نے عام طور پر عشق الٰہی اور عشق رسول و قرآن میں ترقی کی۔ اور خدمت دین کی قربانی کرنے کے نمایاں اور قابل تعریف نمونے پیش کئے۔ اور کثرت کے ساتھ وہ لوگ دیکھے گئے جنہوں نے عبادت الٰہی میں سرشاری حاصل کی اور خاص خاص لوگوں نے تو ولایت کے مقام کو بھی پا لیا جس سے واضح طور پر حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوتی ہے اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

لیکن نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ وہ قادیان جہاں سے انوار کے چشمے پھوٹتے تھے آج معمولی گدیوں کی طرح ایک گدی بن کر رہ گئی ہے۔ جہاں علوم دین کی نشر و اشاعت کے بجائے مخاصمت کے لئے کتابیں لکھی جاتی ہیں جہاں صداقت کا وہ معیار پیش کیا جاتا ہے جس کو قرآن کریم نے دنیاداروں اور جاہلوں کا مقرر کردہ معیار بتایا ہے۔ عالیشان مکانات۔ شاندار سواریاں اور جتنے آج کس کے پاس ہیں۔ جس پر اہل قادیان کو فخر ہے۔ اس کے بجائے ان کو اپنا کلام پیش کرنا چاہئے تھا۔ لیکن ان کا علم کلام عیسائیوں کے علم کلام کی طرح نہایت ہی کمزور اور غیر معقول ہے اور دوسری طرف لوگوں کو باخدا کرنے میں خلیفہ قادیان نمایاں طور پر ناکام ہیں۔ ان کی اپنی جماعت اور ان کے اپنے مریدین بہت سخت شاکی ہیں۔ اور آئے دن ان پر تہمت لگاتے اور ان کو بدنام کرتے ہیں جس کے مقابل پر خلیفہ صاحب کی دفاع کوئی نہیں۔ جو چیزیں اپنی حمایت میں وہ پیش کرتے ہیں۔ وہ تمام گدی نشینوں کو میسر ہیں اور جو چیز عام طور پر گدی نشینوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کا فقدان قادیان میں بھی واضح طور پر نظر آتا ہے اور وہ ہے روحانیت۔

صدرالدین

۱۲ر مئی سنہ ۴۰ء

خوشخبری

قرآن کریم کے ہندی، گورمکھی، اردو اور انگریزی تراجم کی مفت تقسیم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے جوبلی فنڈ میں سے -/۲۰۰۰ روپیہ مفت اشاعت قرآن کریم کے لئے مخصوص کیا ہے جس سے

(۱) گورمکھی ترجمہ قرآن کریم از شیخ محمد یوسف صاحب قادیانی کی ۳۰۰ کاپی اور

(۲) ہندی ترجمہ قرآن کریم کی بھی ۳۰۰ کاپی منگوا کر دفتر جائنٹ سیکرٹری انجمن میں رکھی جاوے گی۔ اور ان منز سکھ صاحبان و ہندو صاحبان کو مفت بھیجی جاوے گی جو خواہشمند ہوں اور انجمن میں درخواست کریں بصرف محصولڈاک ان سے منگوایا جائے گا۔

(۳) اس کے علاوہ

مکمل بیان القرآن یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم

کی دس جلدیں ان برادران اسلام کو مفت دی جاویں گی جو کسی جگہ درس قرآن شریف دیتے ہوں یا دینے کا پختہ وعدہ کریں۔ ایسے اصحاب کی درخواستیں آنے پر ان سے ڈیڑھ روپیہ جلد کی لاگت اور ؂ روپے محصول ڈاک منگوا کر ان کو ہر سہ جلد مجلد بھیجی جاویں گی۔

(۴) اسی طرح ترجمہ انگریزی قرآن کریم معہ متن عربی کی پانچ جلدیں مستحق اصحاب کو درخواست آنے پر محصولڈاک منگوا کر بھیجی جو دیں گی

(۵) نیز ترجمہ انگریزی قرآن کریم بلا متن کی ۸۶ کاپی مستحق اصحاب کو بصورت بلا قیمت تقسیم ہوں گی۔ سعید انسانوں کے لئے قرآن کریم کے مطالب سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہے۔

المعلن، عزیز بخش جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دنیا کی دولت مکانات، باغات اور دیگر سامان جاہ و حشمت

کسی پیغمبر یا مامور من اللہ کی صداقت کی دلیل نہیں ہیں

ہاں یہ غیر مامورین کی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے سامان ہیں

(از حضرت مولانا صدر الدین صاحب)

ایک دنیا جانتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بے سروسامانی کی حالت میں دعویٰ نبوت کیا اور بڑے زور سے دعویٰ نبوت کیا اور بڑی تحدی سے فرمایا کہ باطل پرستی کو اٹھا دیا جائیگا۔ اور مکہ کے کفار بڑی شدومد کے ساتھ معبودان باطلہ کی حمایت کے لئے اٹھے۔ اور ان کی مادہ پرست آنکھ نے یقین کر لیا کہ مدعی نبوت نعوذباللہ تعلی سے کام لیتا ہے۔ ورنہ اس کے پاس ایسے سامان کہاں ہیں۔ جن کے ذریعے وہ فتحیاب ہو سکے۔ انہوں نے لوگوں میں اپنی قوت وطاقت کے مظاہرے کئے۔ اور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے برخلاف بڑے سخت قسم کا پراپاگنڈا کیا کہ جہاں دنیا کے جاہ وحشم کا نہ ہونا ان کے دعویٰ نبوت کو باطل کرتا ہے وہاں سازوسامان کا بیرونی فقدان ان کو ہماری بے پناہ طاقتوں کا شکار بھی بناتا ہے۔ وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا۔ او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منھا وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا۔ یعنی دشمنوں نے استہزا اور حقارت سے کہا بھلا یہ کس قسم کا رسول بنا ہے معمولی انسانوں کی طرح کھانے پینے کی کمزوریاں ان کو لگی ہوئی ہیں اور سودا سلف خریدنے کی احتیاج ان کو بازاروں میں پھراتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو معمولی انسانوں پر بھی کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ چہ جائیکہ دعویٰ پیغمبری کریں۔ ان کے شایان شان تو یہ تھا کہ ان پر فرشتہ نازل ہوتا اور وہ اعلان کرتا کہ جو آسمان کے بادشاہ کے ایلچی کو نہ مانے گا۔ اس پر آسمان سے بلا نازل ہوگی یا ان پر آسمان سے ایک عظیم الشان خزانہ اترتا وہ اس کے ذریعہ سے اس نادار ملک کو مالا مال کر دیتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ سارے لوگ ان کے غلام بن جاتے۔ اور اگر لوگوں کو مالا مال کرنے کا خیال ترک بھی کر دیا جائے تو ان کی اپنی فاقہ مستی ہی دور ہوتی۔ کوئی ان کا باغ ہوتا جو ان کی اور ان کے متبعین کی حاجات کا متکفل ہوتا جب حالات یہ ہوں جن کا تم مشاہدہ کرتے ہو تو اس قسم کے انسان کی بات کو نہ مانو۔ جو خود حواس باختہ اور فریب خوردہ ہے۔ انسان کو چاہئے کہ غور کرے کہ کفار نے دعویٰ نبوت کو کن معیاروں سے پرکھنا چاہا۔ فضلوا۔ ظاہر ہے وہ اس قسم کے معیار بیان کرنے میں غلطی پر تھے اور جادہ مستقیم سے منحرف فلا یستطیعون سبیلا اسی لئے قبول حق کا راستہ ان کو میسر نہ آیا اور وہ گمراہ اور گم گشتہ کر دیئے گئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاداروں کے باطل معیاروں اور گری ہوئی توقعات کے خلاف یوں اعلان فرمایا۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الی ھل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکرون۔ فرمایا میں لوگوں کو اس قسم کے جھوٹے دعووں سے پھانسنا نہیں چاہتا کہ میں لوگوں میں مشہور کردوں کہ خدا نے مجھے اپنے خزانوں پر مسلط کر کے اختیار دیدیا ہے کہ جس پر نظر عنایت ہو جائے اس کو مالا مال کردوں۔ اور نہ ہی میرے ساتھ نازونیاز کا یہ عالم ہے کہ خدا نے مجھ کو تمام امور غیبیہ پر متمکن کر دیا ہو۔ اور نہ ہی میں احتیاج انسانی سے علیحدہ ہو کر فرشتہ بن چکا ہوں۔ بلکہ میں تو ان تمام حدبندیوں اور قیود کے اندر زندگی بسر کرتا ہوں جو احکام الٰہی میرے اوپر عائد کرتے ہیں۔ وہ دنیا پرست جو ایک اندھے کی طرح ہے جو مدعی نبوت کو ان گرے ہوئے معیاروں پر پرکھنا چاہتا ہے۔ ان کو وہ بصیرت میسر نہیں۔ جو نبی کے کمالات اور اس کے عرفان کی جانچ پڑتال سے لذت اٹھاتی ہے۔ افلا تتفکرون۔ نہیں کیا ہوا کہ سوچ بچار سے کام لینا چھوڑ دیا اور غلط معیار مقرر کر کے غلط نتائج اخذ کئے۔

حضور نے فرمایا یاد رکھو۔ نبوت کے صحیح معیار یہ ہیں وھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ خدا کے ایک عظیم الشان رسول کو گندہ ترین ناشائستہ امیوں میں مبعوث فرمایا۔ تاکہ جاہلوں کو عالم بنا دے۔ ناہنجاروں کا تزکیہ کر کے ان کو اولیاء اللہ بنا دے اور ان کو علوم وحکمت کے خزانوں سے مالا مال کر دے۔ قناعت، صبر، استقلال وہمت اور عبادت الٰہی ان کے اخلاق فاضلہ کی زینت ہوں۔ یہ دعویٰ بہت بڑی مشکلات اور مہمات سے معمور ہے۔ اس دعوے کے مطابق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ نے عربوں کے تمام پہلوؤں کو قعر مذلت سے اٹھا کر اوج ترقی پر پہنچا دیا۔ اور اس اوج ترقی کا نمایاں جزو باریک تقویٰ تھا جس سے قوم کی قوم آراستہ وپیراستہ نظر آتی تھی۔ اور غیر معمولی طور پر انصاف عدل اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی تھی۔ قربانی کی روح سے شعلہ زن تھے۔ ہمت واستقلال کے پہاڑ تھے۔ انہوں نے جس طرف رخ کیا فتح ونصرت نے استقبال کیا۔ غیر قوموں کے اندر جا کر انہوں نے بجائے غارتگری وستمگری کے عدل وانصاف اور امن وآرام قائم کیا اور ان تاریک ملکوں کو اپنے تقوے کے نور سے منور کیا۔ یہ معیار مشکل ترین معیار ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جہان نے پرکھا اور وہ اس بڑی مشکل کسوٹی پر کامیاب ترین انسان ثابت ہوئے۔

حضور نبی کریم صلعم کا اعلان اعطیت جوامع الکلم اس وقت تک درست ٹھہرتا ہے۔ سرور کائنات کا وہ کلام جو ان پر اللہ تعالےٰ کی جناب سے اترا وہ بھی بےنظیر کلام ہے۔ وہ مختصر ہے لیکن علوم کا سرچشمہ ہے۔ لا تنقضی عجائبہ۔ اور اسی طرح سے حضور کا وہ کلام جو زبان مبارک سے صادر ہوا اور جس کو احادیث نبویؐ کہتے ہیں وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حیثیت حیات ابدی یقینی کیا جائے گا۔ ساری دنیا کے لٹریچر کو مجال نہیں کہ اس لٹریچر کا مقابلہ کرے۔ اسی طرح سے وہ اخلاق فاضلہ اور صفات محمودہ جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو آراستہ فرمایا۔ آپ کے نام لیوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فخر موجودات، سرور کائنات کے کمالات کا لاجواب نمونہ پیش کرتے رہیں گے۔ یہ ہے نمونہ نبوت کے کمالات کا جس کو قرآن کریم نے پیش کیا ہے اور اسی طرح سے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ اگر تم میرے پیچھے لگو اور میرے طریق پر چلو تو خدا کے محبوب بن جاؤ۔ یہ معیار کس قدر دلربا ہے اور کس قدر مشکل۔ خاک کو کیمیا بنانا سہل ہے اور جاہلوں ظالموں، سفاکوں کی قوم کی قوم کو باخدا متقی انسان بنانا نہایت ہی مشکل ہے یہ مشکل ترین کام حضور نے نہایت کامیابی کے ساتھ کر کے دکھایا۔ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے جو حضور کو حاصل ہوئی اور باوجود اتنی بڑی کامیابی کے اور باوجود اس سرفروشی کی روح کے جو حضور نے اپنی قوم کے اندر پیدا کی۔ اس خطرہ عظیم سے بھی متنبہ فرمایا جو ان حالات میں قوموں کو تباہ کر دیتا ہے۔ وہ ہے انسان پرستی۔ انسان پرستی کی لعنت سے بھی اپنی قوم کو بچایا۔ فرمایا لا تغلوا فی دینکم اور فرمایا۔ لعن اللہ الیھود والنصارا اتخذوا قبور انبیائھم مساجد اور بار بار بڑے زور سے تلقین فرمائی کہ میں خدا کا عبد ہوں۔ مجھے معبود نہ بنانا اور فرمایا۔ لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون۔ فرمایا میں لوگوں کو فائدہ یا نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں تو خود اپنے نفع یا نقصان پر بھی حاوی نہیں اور نہ ہی میں امور غیبیہ پر اطلاع رکھتا ہوں۔ ایسا ہوتا تو ہمیشہ مجھے اور میری قوم کو فتح وکامیابی نصیب ہوتی اور کسی قسم کا گزند نقصان وشکست ہم کو نصیب نہ ہوتی۔ لیکن میرے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ میں ایک انسان ہوں جس کے سپرد یہ کام ہے کہ برائی کے نتائج سے ڈراؤں اور اس بات کا لوگوں کو یقین دلاؤں۔ کہ نیکی وبھلائی کے اصولوں پر چل کر انسان ضرور راحت کا وارث بنتا اور اطمینان قلب کی دولت سے متمتع ہوتا ہے اور ہمیشہ اپنے عبد ہونے پر زور دیا اور اپنے تمام معاملات میں مساوات اور حریت کے اصولوں پر عمل پیرا رہے اور قوم کے اندر سے غلامی کی ذہنیت کو نکال دیا۔ سبحان اللہ محمد رسول اللہ عشاق کی قوم پیدا کی جو پوری طرح سے احرار کی قوم تھی۔ یہ چیزیں مشکل ترین۔ یہ اخلاق بلندترین ہیں۔ جن کی تلقین فرمانے میں خواجہ دوجہان پورے طور پر کامیاب ہوئے۔

ان اصولوں پر تمام مامورین کو پرکھنا چاہئے۔ جو مامور اپنے آقا محمد رسول اللہ کے نقش قدم پر چلتا ہو وہ سچا ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی مامور من اللہ اور مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آؤ ان کو ان اصولوں پر پرکھیں جو فخر رسل علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات نے قائم کئے۔ وہ ہیں علوم روحانی کا

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

میاں محمود احمد صاحب کا حضرت مسیح موعود کے انصاف اور علم پر حملہ

بہشتی مقبرہ — خاندانی مقبرہ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

اہل قادیان کی طرف سے بڑا زور دیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے اہل وعیال اور اولاد اور خاندان سب جنتی ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب نے ان کو بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے کی تمام شرائط سے مستثنیٰ رکھا ہے پس چونکہ وہ سب جنتی ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ سب متقی ہیں۔ اس لئے جو ان کی دیانت وامانت پر اعتراض کرتا ہے وہ منافق ہے۔ اگر اسے کوئی بات قابل اعتراض نظر آئے تو وہ دل کو یوں سمجھائے کہ اس کی آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اور کان جو کچھ سنتے ہیں سب غلط ہے چنانچہ خود جناب میاں محمود احمد صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مقبرہ میں دفن ہونے کے بارے میں میرے اہل وعیال کی نسبت خدا تعالیٰ نے استثنا رکھا ہے اور وہ وصیت کے بغیر بہشتی مقبرہ میں داخل ہوں گے۔ اور جو شخص اس پر اعتراض کریگا منافق ہوگا۔" (الفضل ۱۷ر جولائی ۱۹۳۷ء)

سرکار والا! کیوں معلوم نہیں۔ سب کچھ معلوم ہے حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں نہیں تحریر فرمایا کہ میری اولاد، خاندان وغیرہ سارے کا سارا جنتی ہو۔ بے شک ہماری تمنا اور دعا ضرور ہے کہ سب کے سب جنتی ہوں۔ لیکن حضرت صاحب نے کہیں ایسا نہیں لکھا۔ افسوس ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے اصل الفاظ بیان پیش نہیں کئے۔ اور جس طرح چاہا۔ بدل بدلا کر انہیں سنا دیا حضرت مسیح موعود کے اصل الفاظ تو یہ ہیں:۔

"میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثنا رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو۔ ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنیوالا منافق ہوگا۔" (الوصیت)

ہمیں کوئی شکایت نہیں

ہمیں کوئی شکایت نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا۔ شکایت تو وہ کرے جس کو نعوذ باللہ حضرت اقدس پر بدگمانی ہو۔ اور بدگمانی پیدا ہونے کا جو طریق ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم یہ سمجھیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس معاملہ میں نعوذ باللہ بے انصافی سے کام لیا ہے کہ اپنے خاندان کو تو بلا شرط جنت میں داخل کر دیا اور عوام کے لئے شرطیں لگا دیں۔ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت اقدس ایسی بے انصافی کبھی کر ہی نہیں سکتے۔ وہ دنیا کو عدل اور انصاف سکھانے آئے تھے تو وہ آپ اس کے خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔

بہشتی مقبرہ کا وجود جماعت میں تقویٰ اور قربانی کی تحریک کیلئے تھا

انہوں نے رویا میں جماعت کے برگزیدوں کی چند قبریں دیکھی تھیں جس کا نام بہشتی مقبرہ آپ کو بتایا گیا۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کی جماعت کے برگزیدہ لوگ جنتی ہیں۔ آپ نے اسی رویا کو ظاہر میں بھی پورا کرنا چاہا۔ ایک قبرستان بنایا اور اس میں برگزیدہ لوگوں کے داخل ہونے کیلئے شرطیں وہ لگا دیں جو قرآن کریم میں جنتیوں کی ہیں۔ یعنی تقویٰ اور قربانی خواہ مال کی ہو یا جان کی۔ کیونکہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون فرما کر قرآن کریم نے متقیوں کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے پس آپ نے بھی یہی شرطیں اس قبرستان میں داخل ہونے کی لگا دیں یعنی تقویٰ اور قربانی۔ گو یہ بحث جدا ہے کہ کسی کے تقویٰ کو پرکھنے کیلئے انسان کا علم کافی نہیں ہو سکتا۔ وہ تو جناب الٰہی کا ہی علم ہے جو انسان کے ظاہر اور باطن سب پر حاوی ہے۔ وہی جانتا ہے کہ دراصل کون متقی ہے اور کون نہیں ہے۔ انسان کا علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ بہرحال آپ نے محض اپنی اس تمنا کو پورا کرنے کیلئے کہ جماعت کا قدم اس راہ پر پڑے جو جنت کے حصول کے لئے ضروری ہے بہشتی مقبرہ کے وجود میں تقویٰ اور قربانی کے لئے ایک تحریک کی بنیاد ڈال دی جس سے بہشت کے دروازے مومن پر کھلتے ہیں۔

بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے کی شرائط

آپ نے بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے کیلئے تین شرطیں لگائیں۔

(۱) ایک تو قبرستان کو سنوارنے اور درست کرنے کیلئے کچھ چندہ دو۔

(۲) متقی ہونا ضروری ہے۔

(۳) قربانی کرنی ضروری ہے یعنی اپنے ترکہ کا کم سے کم دسواں حصہ خدا کی راہ میں وصیت کر جائے۔

جماعت کے غریب اور مفلس مخلصین کیلئے آپ نے پہلی اور تیسری شرط اڑا دی۔ مگر دوسری شرط تقویٰ کی نہیں اڑائی کیونکہ قرآن کریم نے جنت کے لئے تقویٰ کو ضروری ٹھہرایا ہے۔ پس حضرت صاحب اس شرط کو کسی صورت میں اڑا نہیں سکتے تھے۔ لہذا یہ شرط ہر صورت میں برقرار رہے گی کہ جو بہشتی مقبرہ میں داخل ہوگا اس کے لئے ضروری ہے کہ متقی ہو۔

اپنے خاندانی لوگوں کیلئے تینوں شرطیں اڑا دیں

مگر آپ نے اپنے خاندان کے لوگوں کے لئے تینوں شرطیں اڑا دیں یعنی آپ کے اہل وعیال کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے نہ یہ شرط ہے کہ وہ قبرستان میں دفن ہونے کیلئے کوئی چندہ دیں نہ یہ شرط ہے کہ وہ وصیت کریں اور نہ یہ شرط ہے کہ وہ متقی ہوں۔ پھر آپ کی تحریر کو دوبارہ پڑھو آپ نے ان تمام شرائط کو جو بہشتی مقبرہ میں داخلہ کے لئے ضروری تھیں اپنے اہل وعیال سے اڑا دیں۔ یہاں تک کہ متقی ہونے کی شرط بھی اڑا دی۔ پھر آپ نے کہیں نہیں لکھا کہ میں اس وجہ سے اڑاتا ہوں کہ وہ سب کے سب وصیت کرنے والے ہی ہوں گے۔ اور وہ ایسا لکھ بھی کیسے سکتے تھے کیونکہ اگر ان میں یہ اوصاف تقویٰ اور قربانی کے بالطبع موجود ہوتے تو ان کو مستثنیٰ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ مستثنیٰ تو اسے کیا جاتا ہے جس میں وہ اوصاف موجود نہ ہوں جو شرائط کے لحاظ سے پائے جانے ضروری ہیں۔

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی اولاد ضرور متقی ہوگی

اور یہ سچ ہے حضرت مسیح موعودؑ کیا دنیا میں کوئی انسان بھی نہیں کہہ سکتا کہ میری اولاد اور خاندان کے لوگ ہمیشہ متقی ہی ہوتے رہیں گے اگر یہ سچ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کا بیٹا کافر اور فاسق وفاجر تھا۔ اگر یہ سچ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے شان وشوکت والے نبی کے بیٹے نے باپ کی گدی کو اپنی نالائقی سے تباہ کر دیا۔ اگر یہ سچ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف جیسے برگزیدہ نبیوں کی اولاد وہ قوم یہود تھی۔ جو ملعون اور مردود بارگاہ الٰہی ہوئی۔ اگر یہ سچ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام جیسے برگزیدہ نبیوں کی اولاد میں سے ہی ابوجہل اور ابولہب اور مکہ کے فتنہ انگیز بت پرست تھے۔ اگر یہ سچ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی اولاد میں سے جو بیٹی کی طرف سے چلی۔ بڑے بڑے فاسق وفاجر اور کافر ومرتد سید بھی پیدا ہوئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے متعلق کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ متقی ہی ہوں گے اور ان میں فسق وفجور پیدا نہیں ہو سکتا۔ آخر مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد مرحوم حضرت مسیح موعود کی ہی اولاد تھے۔ پھر ان کے اعمال کی وجہ سے جو حضرت صاحب نے انہیں علیحدہ کر دیا۔ تو اس سے کیا صاف یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد ہونا متقی ہونے کی سند نہیں ہو سکتی۔ ایسا کہنا واقعات کے برخلاف ہوگا۔ اور پھر جب آپ کی اولاد ہونا کوئی متقی ہونے کی سند نہیں تو پھر جنتی ہونے کی بھی کوئی سند نہیں۔ اندریں حالات آپ کا خدا کے حکم سے اپنے اہل وعیال کو مستثنیٰ کرنا اس وجہ سے تو نہیں ہو سکتا کہ آپ کی اولاد کو جنت میں جانے کیلئے کسی تقویٰ کی ضرورت نہیں۔ آپ کی اولاد کے لئے کوئی دوسرا قرآن نہیں اترا۔ کوئی دوسری شریعت نازل نہیں ہوئی۔ شریعت تو اپنے قانون سے کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتی۔ خود حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ قیامت میں تیرے اعمال تیرے کام آئیں گے۔ میرا باپ ہونا تیرے کام نہیں آئے گا۔

مستثنیٰ کرنے کی اصل وجہ

پس مستثنیٰ کرنے کی ایک ہی وجہ معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اس قبرستان کو اپنے خاندان کے لئے بہشتی مقبرہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ خاندانی مقبرہ قرار دیا۔ اگر اپنے خاندان کیلئے اس مقبرہ کو بہشتی مقبرہ قرار دیتے تو ضروری تھا کہ ان شرائط سے ان کو کبھی مستثنیٰ نہ کرتے۔ جو جنت میں داخل ہونے کیلئے قرآن نے لگا دی ہیں۔ کیونکہ ان کے خاندان کے لئے کوئی نیا قرآن اور نئی شریعت نازل نہیں ہوئی تھی۔ پس حضرت صاحب کا ان لوگوں کو ان شرائط سے مستثنیٰ کر دینا جو بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو دراصل قرآن کریم کی ہی شرائط ہیں۔ جو جنت میں داخل ہونے کے لئے لازمی ہیں۔ بتلاتا ہے کہ آپ نے اپنے خاندان کے لئے اس قبرستان کو خاندانی قبرستان کی حیثیت دی بہشتی مقبرہ کی حیثیت نہیں دی۔ بہشتی مقبرہ اس زمین کا نام نہیں جہاں قبرستان ہے۔ بلکہ بہشتی مقبرہ تو ان اعمال سے بنتا ہے جو شرائط میں درج ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اسی لئے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جو شخص متقی ہو اور وصیت کر چکا ہو۔ وہ کہیں بھی دفن ہو بہشتی مقبرہ میں ہی داخل ہے۔ پس بہشتی مقبرہ اس قبرستان کا نام نہیں بلکہ ان اعمال کا نام ہے۔ جن کو شرائط میں آپ نے وہاں کے داخلہ کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ پس جس کیلئے وہ شرائط نہیں۔ اس کیلئے وہ بہشتی مقبرہ نہیں۔ اس کیلئے وہ ایک معمولی قبرستان ہے۔

دو سوالات

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ حضرت اقدس نے اپنے آپ کو بھی تو مستثنیٰ کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو بھی مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ رویا میں آپ کو اپنی چاندی کی قبر الگ دکھلائی گئی تھی۔ اور جماعت کے برگزیدوں کی قبریں

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

قادیانی اصحاب سے حضرت مسیح موعودؑ کے دعوئے نبوت کے متعلق ۲ دو سوال

پہلا سوال

حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ نبوت کب کیا؟ جناب میاں صاحب کے اس بارے میں تین متضاد بیانات ہیں۔

پہلا بیان ؎ (۳ر جنوری سنہ ۱۹۱۵ء "القول الفصل" صفحہ ۲۴) "تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست سنہ ۱۸۹۹ء میں شروع ہوئی اور ۲۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا...... کہ آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے لیکن بعد میں...... آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ...... کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں، بلکہ نبی ہیں"

"پس سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہو سکتا"

دوسرا بیان ؎ (مارچ سنہ ۱۹۱۵ء "حقیقت النبوت" صفحہ ۱۲۱) "نبوت کا مسئلہ آپ پر سنہ ۱۹۰۰ء یا سنہ ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے"

"یہ بات ثابت ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"

تیسرا حلفی بیان ؎ (۲۷ر مارچ سنہ ۱۹۳۵ء بعدالت دیوان سکھانند مندرجہ الفضل ۳۰ر مارچ سنہ ۱۹۳۵ء)

"حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت سنہ ۱۸۹۰ء کے آخر میں یا سنہ ۱۸۹۱ء کے شروع میں کیا"

جناب میاں صاحب کے ان تینوں بیانات میں سے جو ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ آپ کس بیان کو سچا سمجھتے ہیں؟ دعویٰ نبوت سنہ ۱۹۰۲ء میں کیا یا سنہ ۱۹۰۱ء میں کیا یا سنہ ۱۸۹۰ء میں کیا؟

غالباً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ آخری اور حلفی بیان درست ہو ورنہ دروغ حلفی بن جاتی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر کسی عدالت میں جناب میاں صاحب سے بہ حلف کے ماتحت دریافت کیا جائے کہ ان کا کونسا بیان سچا ہے۔ تو وہ خود بھی اپنے حلفی بیان کو ہی سچا کہنے پر مجبور ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں دو اور سوال پیدا ہوتے ہیں کہ:-

(ا) اگر فی الواقع سنہ ۱۸۹۰ء میں حضرت مسیح موعود نے دعویٰ نبوت کیا تھا تو کیا وہ مکفر علماء جنہوں نے اس بنا پر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں سچے تھے؟

(ب) اور حضرت مرزا صاحب نے جب بالفاظ ذیل دعویٰ نبوت سے انکار کیا۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ صفحہ ۴۲۱)

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۳)

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا ہو" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸)

"بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال کر لیں"

(اقرار نامہ ۳ر فروری سنہ ۱۸۹۲ء)

تو سنہ ۱۸۹۰ء میں دعویٰ نبوت کرنے کے بعد جب یہ اور اس قسم کی صدہا اور تحریریں لکھیں تو نعوذ باللہ من ذالک کیا آپ دن رات یہ جھوٹ بولتے جاتے تھے اور صرف اپنے مخالفوں کو دھوکا دیتے رہتے تھے؟

دوسرا سوال

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے متعلق لفظ نبی کی جو تشریح کی ہے۔ کیا آپ اسے درست سمجھتے ہیں یا غلط؟

مثلاً آپ فرماتے ہیں:-

"اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہو بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلعم نے متکلم مراد لئے ہیں"

(اقرار نامہ ۳ر فروری سنہ ۱۸۹۲ء)

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کیلئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کیلئے مامور ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹ حاشیہ)

"بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ویسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے"

(سراج منیر صفحہ ۳)

"اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے...... یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴)

سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (حقیقت الوحی ضمیمہ صفحہ ۶۵)

"محدثیت کو ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آ گیا" (ازالہ صفحہ ۴۲۲)

اس سوال کا جواب دینے کے لئے جناب میاں صاحب کی طرف رجوع نہ کریں۔ کیونکہ وہ دونوں باتیں لکھ گئے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود کے اپنے کئے ہوئے معنوں سے باہر جانے کی اجازت کسی کو نہیں" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۶۱)

"ہم کیوں اس نبی کے لفظ کے ساتھ ظلی یا جزوی کا لفظ بول کر مجرم بنیں" (الفضل ۲۶ر نومبر سنہ ۱۳ء)

آپ لوگ مجھ پر جو اعتراض کرتے ہیں وہ بلا سوچے سمجھے کرتے ہیں میں حضرت صاحب کی تشریحات کو درست مانتا ہوں۔ اس لئے میرے لفظ نبی کے استعمال کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ میں نے اسے اسی طرح مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال کیا جس طرح حضرت مسیح موعود نے کیا۔ مراد اس سے محدث لیا جس طرح حضرت صاحب نے مراد محدث لیا۔

مسئلہ نبوت آپ کے لئے ایک عقدہ لاینحل اس لئے ہو گیا ہے کہ آپ حضرت صاحب کی تشریحات کو رد کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت صاحب کے مکفر حق پر تھے اور حضرت صاحب خود باطل پر۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور پھر آپ کو کسی بات پر قرار نہیں دعویٰ نبوت تک کی تاریخ تک کی تعین آپ نہیں کر سکتے۔

محمد علی

(بقیہ صفحہ ۱۸)

صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتا چلا جائے۔ آخر اس تعلیم کا کوئی دوسرا نتیجہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ خلیفہ پر سچے اعتراض کرنا بھی جرم ہے۔ بارہا قادیانی دوستوں کی خدمت میں سوال کہ برائے خدا اس ملک کا جواز اسلامی شریعت سے نکالیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض کئے لیتے ہیں کہ حضرت اقدس کے بعد اسی قسم کی خلافت کا سلسلہ چلتا ہے جیسے حضرت نبی کریم صلعم کے بعد چلا۔ تو پھر بھی خلیفہ وقت کی مامورانہ حیثیت کیسے قائم کی گئی؟ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بڑھ کر تو قادیانی خلیفہ کا مقام نہیں۔ پھر جب ان خلفاء نے اپنی پوزیشن خود یہ بتلائی کہ شریعت کی خلاف ورزی کی صورت میں ان کی اطاعت فرض نہیں تو اب یہ نئی قسم کا کونسا خلیفہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نہ تو وہ قوم کے سامنے کسی رنگ میں جوابدہ ہے اور نہ ہی کوئی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ ایک غیر مامور امیر کو کیونکر یہ جائز ہے کہ وہ ایسی حیثیت اسلام میں اختیار کرے؟ اس کا کوئی جواب قادیانی دوستوں کی طرف سے نہیں دیا جاتا۔ دراصل جواب ہو بھی کیا مسئلہ خلافت تو ایجاد کیا گیا۔ اپنی علمی و عملی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے یعنی نہ یہ اصول قائم ہوگا کہ خلیفہ مسئول ہے اور نہ کسی مسئلہ یا مسالک میں پابندی اختیار کرنی پڑیگی جو جی چاہا کیا اور واجب الاطاعت خلیفہ بنے رہے۔

قادیانیوں کا مسئلہ خلافت شرک کی بدترین عملی صورت ہے

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مسئلہ خلافت کبھی اسلامی دنیا کیلئے قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اس کی قبولیت گویا شرک کی بدترین عملی صورت کی قبولیت ہے اور اس بدترین غلامی کے خلاف جہاد کرنا اسلام کے سب سے بڑے عظیم الشان اصول توحید کو عملی رنگ میں قائم کر دکھلانا ہے۔ پھر کیا ہمارے احباب اپنی جد و جہد کو اس راہ میں وقف نہ کرینگے تا اگر ممکن ہو تو خود حضرت اقدس کی جماعت کا ایک حصہ اس شرک عظیم سے پاک ہو جائے؟ کیا اشاعت دین کا یہ جزو نہیں کہ قوم کو ایسے عملی شرک سے متنبہ کیا جائے؟ مسئلہ خلافت نے بھی جس حد تک پہنچنا تھا اپنی انتہا کو پہنچ چکا۔ اس لئے اب یہ مسئلہ بھی فروغ پاتا نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر کچھ کمی ہے تو یہ کہ قادیانی مسئلہ خلافت کی حقیقت پر ہماری جماعت کی طرف سے اور زیادہ وضاحت و تواتر سے روشنی ڈالی جائے۔ یہ تار عنکبوت ہے جسے نہایت ہوشیاری سے بچھایا گیا ہے۔

احمدیت اور قادیانیت

احمدیت کے متعلق غلط فہمیاں اور ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے خیالات

{از جناب ایس۔ محمد آصف صاحب قادیانی۔ بی اے}

مسلمانوں کا زوال

تاریخ اسلام کا ہر ایک طالب علم اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ انیسویں صدی اسلامی دنیا کی معاشرتی اور تمدنی انحطاط کی ایک نہایت دردانگیز داستان ہے اور سب سے بڑھکر افسوسناک امر یہ ہے کہ اس عالمگیر افسردگی اور پژمردگی نے جو کہ روئے زمین کے مسلمانوں پر چھائی ہوئی تھی مسلمانوں کے قلوب سے ایمان کے دیئے کو گُل کر دیا تھا اور امر واقع یہ ہے کہ جب کسی قوم کے اندر اپنے کیش اور مسلک پر ایمان نہ رہے تو اس قوم کیلئے دنیا میں تمام ترقیات کے راستے بند ہو جاتے ہیں اور اس قوم پہ ایک قسم کی روحانی موت وارد ہو جاتی ہے اور اس موت سے ہر قسم کی قوت فعال بالکل معطل ہو جاتی ہے۔ اگر اس قوم کے اندر زندگی کی علامات باقی ہوں تو قدرت اور مشیت ایزدی اُس دین اور ملت سے ہی ایک ایسی روحانی تحریک پیدا کرتی ہے جو قوم کے مردہ قوٰی میں ازسر نو زندگی پیدا کر دے۔

قوم اور مسیح

اور یہ قوم کے مردہ قالب میں زندگی پیدا کرنا مسیحائی ہے اور ایسے مصلحین جو قوم کے اندر ازسر نو زندگی پیدا کرتے ہیں انہیں مذہبی اصطلاح میں مسیح کہا جاتا ہے بنی اسرائیل کے اندر جب افسردگی اور انحطاط کی علامات ظاہر ہوئیں تو اُن کے اندر خداوند تعالیٰ نے مسیح ناصری کو پیدا کیا اور بالکل اسی طرح جب امت مسلمہ کے اندر ایک روحانی موت کے آثار ظاہر ہوئے تو خداوند تعالےٰ نے اُن کے اندر حضرت مسیح موعود کو پیدا کیا فرق صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام ایک نبی تھے کیونکہ اس وقت نبوت کا دروازہ بند نہیں تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نبی نہیں تھے بلکہ محدث تھے کیونکہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند تھا

اسلام اور روحانی تحریک

اسلام کے اندر ایک زندگی پیدا کرنیوالی اور خالص اسلامی اور روحانی تحریک کا پیدا ہونا اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس وقت اسلام پر جو حملے ہو رہے تھے ان کا مقابلہ صرف روحانیت ہی کر سکتی تھی

مشرقی طلبا اور مادیت

مثلاً مغربی لوگوں کے اقتدار نے مسلمان نوجوانوں کو مغربی علوم و فنون حاصل کرنے کے لئے مجبوراً دل آمادہ کیا یعنی وہ دنیا میں کسی قسم کی بہتری اور بہبودی کی توقع رکھ ہی نہیں سکتے تھے جب تک کہ وہ مغربی علوم کو نہ سیکھیں ان علوم کے سیکھنے سے ان نوجوانوں کے قلوب میں مذہب کے بارہ میں ممی شکوک اور شبہات پیدا ہو گئے۔

شبہات اور روحانیت

اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ شکوک اور شبہات کیلئے صرف ایک ہی چیز سم قاتل ہے اور وہ ہے روحانیت چنانچہ جب بھی دنیا میں شکوک اور شبہات پیدا ہوئے تو اُن کے دور کرنے کیلئے ضرور کوئی نہ کوئی روحانی تحریک ہی اٹھی ہے چنانچہ پانچویں صدی ہجری میں جبکہ یونانی فلسفہ کا چرچا عام تھا اور ایک قسم کی علمی تشکیک پیدا ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے روحانیت سے ہی یونانی علوم کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ خود ابتداء میں ان علوم کے بڑے دلدادہ اور ماہر تھے سو شک اور شبہ کو دور کرنے کے لئے ایک ایسے عظیم الشان انسان کی ضرورت تھی جو زبردست روحانی قوت کا حامل ہو اور الہام کی قوت سے اس کا دل اتنا مضبوط ہو کہ وہ دنیا کو للکار کر کہے کہ ؏

منم مسیح ببانگ بلند می گویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

عیسائیت اور آنحضرت صلعم

دوسرا حملہ جو اسلام پر تھا اور اپنی نوعیت میں نہایت خطرناک تھا وہ عیسائیت کا حملہ تھا اور اس کا سب سے بڑا حربہ یہ تھا کہ آنحضرت صلعم کو دنیا میں بدنام کیا جائے تاکہ مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو سو ان مذہبی وساوس کو دور کرنے کیلئے بھی آنحضرت کے ایک ایسے غلام کی ضرورت تھی جو اپنی قوت قدسی سے دنیا پر یہ امر واضح کر دے کہ جب غلام میں اتنی قوت ہے تو پھر آقا کی قوت قدسی کا اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے جس سے غلام نے اکتساب نور کیا ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایسا نور دیا گیا تھا جس سے مسیحی قوموں کی اصلاح مدنظر تھی اس لئے انہیں مسیح کا خطاب دیا گیا جیسا کہ حضرت صاحب خود فرماتے ہیں ؏

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آریہ سماج

ان حملوں کے علاوہ ملک کے اندر اور ایسی تحریکات پیدا ہو چکی تھیں جو کسی نہ کسی طریقہ سے اسلام کو نقصان پہنچا رہی تھیں ان میں سے تحریک آریہ سماج نہایت خطرناک تھی جس نے ہندوؤں کو مسلمان ہونے سے بچانے کے لئے اسلام کی نہایت غلیظ رنگ میں مخالفت کی اور خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق ایک ایسا تخیل پیدا کیا جس میں شرک کی تعلیم دی گئی تھی یعنی اس نے تعلیم دی کہ جس طرح خدا ازلی اور ابدی ہے اسی طرح روح اور مادہ بھی ازلی اور ابدی ہیں اور یہ واضح بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایسا ناقص تخیل اسلامی توحید کے بالکل منافی تھا۔

برہمو سماج اور نیچریت

اس تحریک کے علاوہ برہمو سماج جس کے بانی راجہ رام موہن رائے تھے اور نیچریت جس کے بانی مسلمانوں کے اندر سر سید احمد خاں تھے ان دونوں بزرگوں نے الہام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دیں برہمو سماج نے سرے سے ہی الہام کا انکار کر دیا اور نیچریت نے الہام اور وحی کی ایسی ناقص تاویل کی جس سے قرآن مجید کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہونیکا اندیشہ تھا یعنی انہوں نے کہا کہ وحی خارج سے نزول نہیں کرتی یعنی خداوند تعالیٰ کی طرف سے لفظوں کی صورت میں نازل نہیں ہوتی بلکہ دل سے اُٹھ کر دل پر پڑتی ہے۔ [illegible] تحریکات کی مدافعت کیلئے

ایک زبردست روحانی تحریک کی ضرورت تھی جو اسلامی معتقدات کی حقیقی روح کو ازسر نو زندہ کرے اور سب سے بڑھکر یہ کہ مسلمانوں کے اندر منظم صورت میں اشاعت اسلام کے جذبہ کو تازہ کرے اور غلبۂ اسلام کے لئے ایک یقین اور اس کی اشاعت کے لئے ایک جوش پیدا کرے اور اسلام بجائے ان تحریکات سے مفتوح ہونے کے اکناف عالم میں فتوحات شروع کرے پس اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جو تحریک معرض وجود میں آئی وہ تحریک احمدیت ہے۔

مسیح کی آمد اور احساس کمتری

مسلمانوں کے اندر یہ عقیدہ بہت راسخ چلا آتا تھا کہ اسلام کے انتہائی انحطاط کے زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام جو بجسد عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں وہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور مسلمانوں کی مشکلات کو دور کریں گے یہ انتظار ایک قسم کا احساس کمتری تھا جسے انگریزی زبان میں Inferiority Complex کہتے ہیں اور جن اقوام میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے انکی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے شومئی قسمت سے مسلمانوں کے اندر یہ احساس نہایت شدت کے ساتھ پیدا ہو چکا تھا اور وہ اپنی رستگاری کیلئے ایک بنی اسرائیلی نبی کا انتظار کر رہے تھے لیکن احمدیت نے اس طلسم بیچ مقداری کو دور کیا۔

مجددِ اعظم کی شانِ مسیحیت

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو مسلمانوں کے سواد اعظم میں سے ہی پیدا ہوئے انہوں نے اپنے دعوے سے اس امر کی وضاحت کر دی کہ امت مسلمہ کو اپنی رستگاری کیلئے کسی بنی اسرائیلی نبی کی ضرورت نہیں اس کے اپنے اندر ہی اتنی روحانی قوت موجود ہے کہ وہ اپنے بطن سے ایسے مجدد اچھال کر باہر پھینکے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبین کے غلام ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر مسیحی شان رکھتے ہوں اور اسلام کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے پیروؤں کی اصلاح اور مدد کیلئے دوسری امتوں سے نبی مستعار لے چنانچہ یہ امر خوب وضاحت کرتا ہے کہ احمدیت ایک خالص اسلامی تحریک ہے اور احمدیت نے ہی اس عقیدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے کیونکہ اس تحریک سے پہلے مسلمان ایک بنی اسرائیلی نبی کے آنے کے قائل تھے لیکن احمدیت نے اس فاسد عقیدہ کو دور کیا اور تردید کرتے ہوئے کہا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ نیا۔

احمدیت کی مقبولیت

چنانچہ یہ احمدیت کے خالص اسلامی عناصر ہی تھے جن کی وجہ سے تحریک احمدیت بہت مقبول ہوئی اور مقبول کیوں نہ ہوتی جبکہ اس نے جہاں اسلام پر حملوں کی شدت کے ساتھ مدافعت کی تھی تو ساتھ ہی فتوحات بھی شروع کر دی تھیں یعنی ایک ایسی جماعت وجود میں آگئی جس کا منتہائے مقصود صرف ایک تھا اور وہ تھا اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام سو یہی وہ خالص اسلامی تحریک ہے جس نے مسلمانوں کے اندر سب سے پہلے یہ خیال پیدا کیا کہ اسلام دنیا کے ہر کیش اور مسلک کو فتح کر سکتا ہے اور دنیا کے ہر ملک میں اسے پھیلایا جا سکتا ہے۔

احمدیت اور ڈاکٹر اقبال مرحوم

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے بہت بڑے لیڈر بھی جنہوں نے بعد میں بعض غلط فہمیوں کے پیدا ہو جانے سے احمدیت کی شدید مخالفت کی ... اُس زمانہ میں یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں دیکھو" یہ مندرجہ بالا الفاظ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے ہیں جنہوں نے بعد میں بعض غلط فہمیوں کے پیدا ہو جانے [illegible]

جن کا باعث قادیانیت تھی احمدیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا حالانکہ خود ان پر ایک زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جب وہ احمدی نقطۂ نگاہ سے بہت متاثر تھے اور روحانیت کو مادی طاقتوں پر فوقیت دیتے تھے،

ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر

چنانچہ ان کا ایک شعر ہے

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یعنی جب قوم اور ملت پر انحطاط اور پستی کا دور ہو تو جہاد بالسیف کام نہیں آتا بلکہ اس زمانہ میں ضرورت ہوتی ہے کہ انسان کے سینہ میں ایمان کی چنگاری روشن ہو یہ کیا ہے؟ یہ خالص احمدی نقطۂ نگاہ ہے چنانچہ اگر کوئی تحقیق اور جستجو کی کاوش کو برداشت کرے تو ڈاکٹر صاحب کے کلام سے متعدد ایسی مثالیں پیش کر سکتا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں احمدیت کی تعلیم سے کتنے متاثر تھے اور بعد میں تو وہ تحریک کے معاند ہوئے تو یہ احمدیت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کا باعث تحریک قادیانیت ہے۔

اختلاف اور نوتراشیدہ عقاید

سو ایک زمانہ تھا کہ احمدیت اپنے خالص اسلامی عقاید خدمات اور مسلمات کی وجہ سے بہت مقبول تھی لیکن ۱۹۱۴ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس سے جماعت پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور اختلاف اس امر پر ہوتا ہے کہ ایک گروہ باقی مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر سمجھتا ہے اور اس نوتراشیدہ عقیدہ کو نہایت تحدی کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک حقیقی نبی تھے لیکن دوسرا گروہ چونکہ زیادہ تر حضرت مسیح موعود کے اصحاب پر مشتمل تھا ان جدید عقاید کی مخالفت کرتا ہے چنانچہ اس مخالفت کی وجہ سے انہیں قادیان کو خیرباد کہنا پڑتا ہے اور وہ لاہور میں آ کر احمدیہ بلڈنگس میں آباد ہوتے ہیں

احمدیہ بلڈنگس کی تاریخی حیثیت

احمدیہ بلڈنگس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تھا اور یہ تاریخی لحاظ سے ایک عظیم الشان مقام ہے کیونکہ یہ جگہ ہی حضرت صاحب کی تعلیمات کا صحیح مسکن قرار پایا اور یہاں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک ممبروں نے حضرت صاحب کی وصیت کے مطابق جمہوری نظام کو قائم کیا اور یہیں سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹ کر دنیا میں بہے اور اسی مرکز سے یورپ میں اسلامی تبلیغ کے مشن کھولے گئے اور یہاں سے قرآن مجید کے تراجم اور تفسیریں شائع ہوئیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور مولانا ابوالکلام

۱۹۱۴ء میں ہمارے بزرگوں نے بہت بڑی ایمانی جرأت دکھائی اور جماعت کے ایک حصہ کو غلو اور مسلمانوں کی تکفیر کی لعنت سے بچایا چنانچہ اس جرأت ایمانی کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد جو مسلمانوں کے ایک نہایت بلند پایہ عالم اور لیڈر ہیں انہوں نے الہلال میں لکھا :۔

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں (یعنی جماعت احمدیہ میں) مسئلۂ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود ہیں اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا مولوی محمد علی صاحب۔ ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کیساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے جہاں پہلے گروہ کے رؤساء ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا" (الہلال مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء)

عبارت اس سے آگے بھی چلتی ہے لیکن یہاں طوالت کی وجہ سے درج نہیں ہو سکتی۔

اسلامی دنیا اور ۱۹۱۴ء کا واقعہ

مندرجہ بالا اقتباس سے اس امر کا خوب اندازہ ہو سکتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا پر ۱۹۱۴ء کے واقعہ کا کتنا بڑا اثر تھا۔ خیر دونوں جماعتیں ایکدوسرے سے علیحدہ ہو کر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتی ہیں ایک جماعت مسلمانوں کو کافر بناتی ہے اور دوسری کافروں کو مسلمان

جماعت قادیان اور ایک جدید مذہب

جماعت قادیان صرف مسئلہ تکفیر اور نبوت پر ہی اکتفا نہیں کرتی بلکہ بتدریج اس میں غلو کرتے کرتے اپنے اندر ایک جدید مذہب و ملت کی خصوصیات پیدا کرنا شروع کر دیتی ہے اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جب امت کے کسی ایک حصہ کو علیحدہ کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تو وہ حصہ اپنے اندر ایک قسم کی انفرادیت اور خودی پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے چنانچہ یہی حالت آج سے قریباً دو ہزار سال پہلے ہمیں عیسائیت کی نظر آتی ہے، جب ابتداء میں عیسائیت کو یہودیت سے علیحدہ کیا گیا تو اسمیں اتنی غیریت نہ تھی جتنی کہ اب ہم دیکھتے ہیں پہلے پہل عیسائیت یہودیت کا ایک فرقہ ہی متصور ہوتی تھی لیکن بعد میں سینٹ پال نے اس میں غیر اسرائیلی عناصر شامل کر کے اسے یہودیت سے علیحدہ کر دیا اور آج قادیانیت بھی جو ابتداء میں مسلمانوں کا ایک فرقہ ہی متصور ہوتی تھی خود بخود کٹ کے مسلمانوں کے سواد اعظم سے علیحدہ ہو رہی ہے اور یہ سب کچھ بتدریج ہو رہا ہے اور کس طرح ہوتا رہتا ہے،

تغیر کی دو مثالیں

اسکی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مثالیں کافی ہیں لیکن یہاں صرف دو ایک پیش کی جائیں گی مثلاً جب جناب میاں محمود احمد صاحب نے فرمایا ہے کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو گیا ہے اس وقت سے قادیانی صحیفے اپنے پیر کی مرضی کو سمجھ کر اس امر کی تائید میں ترغیبات دیتے رہتے ہیں چنانچہ ابھی گذشتہ سال کی بات ہے ۲۴ جنوری ۱۹۳۹ء کے الفضل میں ایک نظم شائع ہوئی جس کا عنوان تھا "امیر پیغام کے نام" اور اس نظم کا ایک بند تھا ؎

اسقدر غیب کے اخبار خدا سے پائے ٭ کوئی بھی اہل جہاں سے نہ مقابل آئے
روز و شب اپنی صداقت کے نشان دکھلائے ٭ بڑی انجیل سے ساتھ اپنے کتاب اک لائے
ایسے صادق کا بھی نام رکھو گے کہ نہیں ٭ رہ باطل سے پھر اک بار ہٹو گے کہ نہیں

اور اس مصرعہ کے متعلق یعنی بڑی انجیل سے ساتھ اپنے کتاب اک لائے، حاشیہ میں لکھا ہے کہ کتاب سے مراد تذکرہ ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صاحب کتاب نبی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

معاصر سن رائز کا ایک مضمون

خیر یہ تو پچھلے سال کی بات ہے اس سال جنوری کی ۱۳ تاریخ کو "سن رائز" میں ایک تقریر کی رپورٹ درج کی گئی ہے جس کا عنوان تھا The Spirit of Ahmadism یعنی احمدازم کی روح احمدازم سے یہاں انکی مراد قادیانیت ہے یہ تقریر خانصاحب مولوی عطاء الرحمن صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن آسام کی ہے جس کا ایک اقتباس یوں ہے

"ساتویں صدی عیسوی کی جہالت اور توہمات کا معقول علاج صحیفہ حکمت یعنی قرآن مجید میں تھا اور خود غرضی نے اپنا تریاق ایثار آمیز تصوف میں پایا جسے اسلام پیش کرتا تھا اب جبکہ قومی رقابتیں جنگیں لڑ رہی ہیں سیاسی تصورات نوع انسانی کو درپیش ہیں صرف احمدازم یعنی قادیانیت ان تمام مسائل کا تسلی بخش حل پیش کر سکتی ہے"

قادیانی صحیفوں کے رجحانات

اب اس اقتباس سے قادیانی صحیفوں کی ذہنیت اور رجحان کا خوب اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں خواہ تاویلیں اور تشریحیں کر کے اس مندرجہ بالا اقتباس کے ڈانڈے اسلام سے ملا دیئے جائیں لیکن اس میں تو شک نہیں کہ اس مندرجہ بالا اقتباس کا انداز ایسا ہے جس سے اسلام اور قادیانیت میں ایک غیریت اور بُعد پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خیر مثالیں اور بھی ہیں جسے ہم آیندہ کسی مجلس میں بیان کر دیں گے

ایک مستقل مکفر گروہ

۱۹۱۴ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اختلاف کے واقعہ کو یونہی اتنی بڑی اہمیت نہیں دی تھی ساری اسلامی دنیا کو اس امر کا احساس تھا کہ قادیان میں مستقل طور پر ایک مکفر گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو مسلمانوں کو بنیادی طور پر دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتا ہے چنانچہ اسلامی مشاہیر نے اس فتنہ کو اسی وقت بھانپ لیا تھا اور یہ احساس مسلمانوں میں بتدریج بڑھنا شروع ہو گیا اور ان کے اندر تحریک احمدیت کیخلاف بدظنیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں

مسلمان رؤسا کی رائے میں تبدیلی

چنانچہ وہ لوگ جو ابتدا میں تحریک احمدیت سے بہت متاثر تھے وہ قادیانی طرز کو بہت شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور اسکی مشابہت بہائیت اور بابیت سے قائم کرنے لگے حالانکہ بہائیت اور احمدیت میں کوئی مناسبت ہوتی تو تحریک احمدیت کا مقصد صرف اشاعت اسلام نہ ہوتا آخر بہائیت نے کتنے اسلامی مشن یورپ میں کھولے ہیں اور قرآن مجید کی کتنی خدمت کی ہے لیکن چونکہ قادیانی غلو کا پراپاگنڈہ بہت وسیع پیمانہ پر ہو رہا ہے اسلئے اس کے سامنے تحریک احمدیت کی حقیقی روح دن بدن مسخ ہو رہی ہے۔

قادیانی غلو کا نتیجہ

چنانچہ یہ قادیانی غلو کا ہی نتیجہ ہے کہ تمام مسلمان ہمارا اس تحریک کو نہایت خطرناک تصور کرتے ہیں اور افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ بیماری ملک کے تعلیمیافتہ طبقہ میں پھیل چکی ہے پہلے تو صرف جہلا اس تحریک کی مخالفت کرتے تھے لیکن اب تعلیمیافتہ طبقہ بھی مخالفت کرنے لگا ہے اور وہ اپنے پاس

تحریک کے خلاف علمی دلائل

تحریک کیخلاف چند ایک علمی دلائل بھی رکھتا ہے جسے وہ اپنے خیال میں علمی سمجھتا ہے تعلیمیافتہ مسلمانوں کا خیال ہے کہ تحریک احمدیت اسلام کا احیاء نہیں بلکہ آریائی اور مجوسی تصوف کا امتزاج ہے اور یہ اسلام کی آمد کا تخیل قرآنی تخیل نہیں بلکہ خالص مجوسی تخیل ہے یہ دلائل اور خیالات سر اقبال مرحوم کے ہیں اور ان سے علمی حلقے متاثر ہیں اسلئے حیدرآباد، یو۔پی۔ اور پنجاب میں ایسی سوسائٹیاں موجود ہیں جو کسی حد تک منظم صورت میں بھی ان خیالات کی اشاعت کرتی ہیں۔

غلط فہمیوں کا دور ہونا اور ہماری ترقی

اس لئے جب تک ہم علمی دلائل سے ان غلط فہمیوں کو دور نہیں کر لیتے اسوقت تک مسلمانوں میں ہمارے راستے صاف نہیں ہو سکتے ہیں ان غلط فہمیوں کے ازالہ کیلئے دو محاذ قائم کرنے ہونگے ایک تو ہم قائم کر چکے ہیں یعنی جماعت قادیان کیخلاف تو ایک سعی شروع ہو چکی ہے اور دوسرا کام ابھی باقی ہے ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ مل جل کر اس کام کو کریں کیونکہ جب تک تحریک کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور نہ ہوں گی اس وقت تک خاطر خواہ نتائج نہیں پیدا ہو سکتے اور اشاعت اسلام کو چونکہ تقویت تحریک احمدیت کی اجتماعی قوت سے ہی ہو سکتی ہے جب تک ہماری جماعت وسیع معززاور قوی نہ ہوگی اسوقت تک ہم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر اشاعت اسلام کے پروگرام کو بروئے کار نہ لا سکیں گے۔ م م

جماعت احمدیہ لاہور کا تازہ و مبارک اقدام

یعنی

قادیانی دوستوں کی اصلاح کے لئے عملی جدوجہد

(جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب از کوہ مری)

حال ہی میں جس جوش صداقت و عزم صمیم سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت کو قادیانی دوستوں کی اصلاح کے عظیم الشان مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے وہ ایک نہایت مبارک و موزوں اقدام ہے۔ بعض دوستوں کو یہ غلط فہمی لگنے کا اندیشہ ہے کہ قادیانی جماعت کے متعلق کوئی جدوجہد کسی ذاتی جذبۂ عداوت پر مبنی ہے۔ بعض اس پروپیگنڈا کا شکار ہیں کہ یہ معاملہ کوئی رقابت کا سلسلہ ہے اور اس لئے وہ ہر ایسی تحریک کو جو قادیانی بھائیوں کی اصلاح کے لئے عمل میں لائی جائے۔ ذاتی دشمنی پر محمول کرکے اس کی اہمیت و عظمت کو محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر وہ ذرا غور کریں تو انہیں معلوم ہو کہ حقیقت کچھ اور ہے۔ ایک طرف وہ معتقدات ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تعلیم کے برخلاف ہیں اور جو قادیان سے نکلے ہیں نہ صرف وہ اعتقادات خلاف تعلیم اسلام ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ مصیبت پیش آرہی ہے کہ انکی نشر و اشاعت کے باعث حضرت اقدس کی پوزیشن مشتبہ ہوگئی ہے پھر اگر نتائج صرف یہیں تک محدود ہوتے تو بھی ایک بات تھی۔ لیکن سب سے بڑا تکلیف دہ امر یہ ہے کہ خود اشاعت اسلام کے عالی نصب العین میں قادیانی غلو ایک سد سکندری کی طرح حائل ہو رہا ہے۔

اختلافی مسائل پر بحث سے گھبراہٹ

یہاں کوہ مری میں ایک دو دوستوں سے ملنے پر معلوم ہوا کہ ان کے ہاں اخبار پیغام صلح نہیں آتا۔ میرے وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ چونکہ اخبار میں متنازع فیہ امور پر بحث ہوتی ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں اس لئے انہوں نے اخبار بند کرا دیا ہے میں نے ان دوستوں کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ ذرا غور کریں کہ اختلافی مسائل کا ذکر کیوں ضروری ہے۔ اگر ہمارے سامنے اپنی جماعت کی توسیع و ترقی کا مقصد موجود ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ سلسلہ کے اخبار و رسائل ہوں اور اختلافی مسائل پر بحث نہ کریں۔ اس لئے کہ ہم غیر از جماعت احباب کو تب ہی جماعت کا جزو بنا سکینگے جب انہیں اپنے خصوصی مسائل کی صداقت کا قائل کرلیں ورنہ بجز اس کے کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔ جو شخص احمدیت کی طرف مائل ہوگا۔ اُسکے سامنے پہلا سوال یہ ہوگا کہ دونوں جماعتوں میں سے کس جماعت کے ساتھ وہ شمولیت اختیار کرے۔ آخر جب یہ بات بدقسمتی سے حقیقت میں موجود ہے کہ جماعت احمدیہ کے نام سے دو جماعتیں اپنے آپ کو موسوم کرتی ہیں تو اسے نظر انداز کرکے یہ کیونکر فرض کرلیا جائے کہ شامل ہونے والے صاحب کو یہ مشکل درپیش نہیں۔ اگر جماعت احمدیہ لاہور اختلافی مسائل پر بحث نہ کرے۔ تو لوگوں پر یہ امر کیسے ثابت ہو کہ یہ جماعت ہی فی الواقع حضرت بانیٔ سلسلہ کی صحیح نمائندہ جماعت ہے؟ اور بغیر اس قسم کے ثبوت کے یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی شخص جماعت لاہور سے اپنے آپ کو وابستہ کرے۔

اشاعت دین کی راہ میں بھاری رکاوٹیں

دراصل جو لوگ اختلافی مسائل پر بحث سے گھبراتے اور گریز کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں انہیں یہ علم ہی نہیں کہ اشاعت دین کے مقصد کی تکمیل کے لئے کیا کیا ذرائع اختیار کرنے ضروری ہوا کرتے ہیں دل میں ایک خوشنما تخیل اشاعت اسلام کا قائم کرلینا اور شے ہے مگر اس کام کو عملی جامہ پہنا دینا امر دیگر ہے۔ آخر تبلیغی جدوجہد کے لئے کسی جماعت کی ضرورت درپیش ہے۔ وہ جماعت وقتی مصلحتوں کی بنا پر جس مسلک پر قائم ہوگی جبتک اُس مسلک کی اہمیت و صداقت کو قوم پر واضح نہ کیا جائے تب تک اس جماعت کی طاقت و قوت میں اضافہ ہونا کیونکر ممکن ہے؟

اشاعت دین درحقیقت کیا شے ہے؟ عملی رنگ میں ایک بڑھتی ہوئی فاتح جماعت کے قیام و دوام کا نام اشاعت حق ہے اور اس جماعت کی ترقی میں جو رکاوٹیں حائل ہوں انہیں دور کرنا اشاعت کے مسدود راستہ کو کھولنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک کو دیکھ لو ان اصحاب کا اصل منشا اشاعت اسلام ہی تھا نہ کچھ اور۔ مگر جنگ و جدال کے کسقدر طویل و خوفناک سلسلہ کو انہوں نے اختیار کیا۔ پھر اُس زمانہ کی مصلحتوں کی بنا پر حکومتوں اور سلطنتوں کے انصرام پر اپنی طاقت و ہمت کو صرف کیا۔ یہ سب کچھ اس لئے نہ تھا کہ ان اصحاب کو جنگوں یا حکومتوں کے مقاصد سے کچھ سروکار تھا۔ بلکہ یہ مشاغل اس لئے اختیار کئے کہ بجز اس راہ کے کوئی دوسری عملی راہ اشاعت حق کی کھلی نہ تھی۔

اختلافی مسائل کی اہمیت کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟

بے شک آج اشاعت کی ضروریات جنگ و جدال کی متقاضی نہیں نہ ہی حکومتوں کا اصول آج اس مقصد کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ اشاعت حق آج اشاعت علوم قرآنیہ سے ہی وابستہ ہے۔ مگر تبلیغ کے لئے ایک ترقی پذیر جماعت کی حاجت بہرحال درپیش ہے۔ اور مسلمانوں کی موجودہ ذہنیت کو مدنظر رکھا جائے تو جماعتی ترقی کے لئے مخصوص معتقدات کی صداقت الم نشرح کرنا ازبس ضروری ہے۔ اختلافی مسائل بمقابلہ اصول اسلام گو فروعی امور ہیں مگر موجودہ وقت کی ضروریات اشد متقاضی ہیں کہ ان کی حقیقت کو واضح کیا جائے۔ گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تبلیغی جماعت کی ترقی و توسیع میں اختلافی مسائل زبردست روک ثابت ہو رہے ہیں۔ انہیں نظرانداز کرکے یہ جماعت اپنی ترقی کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اگر اختلافی مسائل کی اس روک کو درمیان سے اٹھایا نہ جائے تو عملی طور پر اشاعت اسلام کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے چنانچہ جماعت احمدیہ کا اندرونی اختلاف اسکی ایک بیّن مثال ہے۔ بہت سے غیر از جماعت احباب جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت سے اس لئے محترز ہیں کہ ان کے قلوب اس امر پر مطمئن نہیں کہ بانیٔ سلسلہ کی اصل تعلیم اس جماعت کے مسلمات کے مطابق ہے۔ اگر ایسے اصحاب کو یہ یقین ہو جائے کہ بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی وہی تعلیم ہے جو کچھ جماعت لاہور کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے نہ کہ وہ جسے جماعت قادیان نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ تو ان کے راستے سے ایک بھاری پتھر دور ہو کر مسالک واضح ہو جاتا ہے اور پھر خود جماعت قادیان کے غلطی خوردہ بھائیوں کی اصلاح بھی ایک ضروری امر ہے۔

اشاعت و اصلاح لازم و ملزوم ہیں

اپنی قوم کی اعتقادی و عملی اصلاح کے بغیر وسیع پیمانہ پر اشاعت دین ممکن نہیں اور حضرت اقدس علیہ السلام کے نزول کے مقاصد میں سے ایک مقصد خود اپنی مسلمان قوم کی اصلاح ہے۔ پھر جب حضرت اقدسؑ کی جماعت کا ایک حصہ بگڑ چکا ہے تو کیا اس حصہ کی اصلاح ضروری نہیں؟ یا کم از کم اس کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرنا ہم پر فرض نہیں؟ اس وقت وہ حالات پیدا ہو چکے ہیں جو جماعت قادیان کی اصلاح میں بہترین ممد ہیں۔

جماعت قادیان کے دو بنیادی مسائل

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جماعت قادیان کی بنیاد دو مسائل پر قائم ہے۔ مسئلہ تکفیر اور مسئلہ خلافت۔ مسئلہ تکفیر کا زور و شور اب ختم ہو چکا ہے۔ یہانتک کہ اس مسئلہ کے شدید حامی بھی اسے پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ایک تو خود یہ مسئلہ سراسر خلاف تعلیم اسلام اور خلاف تعلیم بانیٔ سلسلہ ہے۔ پھر اس پر یہ کہ اسی مسئلہ کی بنا پر جماعت سے نفرت اور بغض و عناد پیدا ہوتا ہو تو ان حالات میں خود جماعت قادیان کا قدم لڑکھڑا گیا ہے اور انہیں قطعی طور پر یہ محسوس ہو چکا ہے کہ نہ تو یہ مسئلہ قابل قبول ہے اور نہ اس کی موجودگی میں جماعت کی ترقی ممکن ہے۔ چنانچہ میں ایک تازہ واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میرے ایک عزیز بھائی بمع اپنے ایک دوست کے کسی قادیانی صاحب سے ملنے گئے۔ ان قادیانی دوست کو یہ علم نہ تھا کہ میرے عزیز جماعت لاہور سے تعلق رکھنے کے باعث اختلافی مسائل سے واقف ہیں۔ اس بے خبری میں قادیانی دوست نے سلسلۂ گفتگو میں کہا کہ دیکھئے صاحب! آپ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ ہم آپکی خاطر فلاں فلاں عملی ہمدردی کے کام کرتے ہیں میرے عزیز نے جواباً کہا کہ مجھے بھی آپکے معتقدات مطالعہ کرنیکا اتفاق ہوا ہے۔ مگر یہ معاملہ تو بالکل برعکس ہے کافر تو آپکی طرف سے قرار دیا جاتا ہے۔ پھر یہ الزام آپکی طرف سے کیونکر درست ہے۔ اس پر وہ قادیانی دوست گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہاں یہ وقت بحث کا نہیں دوسرے کمرے میں ایک مریض لیٹا ہے۔ اس لئے گفتگو کسی دوسرے وقت ہوگی۔

یہ واقعہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں۔ مگر اس سے قادیانی دوستوں کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے کہ اب وہ اس مسئلہ کو کن راہوں سے اخفا کی کوشش میں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اسوقت موقع حاصل ہے کہ مسئلہ تکفیر پر ایک آخری زبردست ضرب لگا کر اس باطل عقیدہ کا یکقلم قلع قمع کر دیا جائے۔

مسئلہ خلافت کی حقیقت

دوسرا بڑا مسئلہ جس پر قادیانی عمارت قایم ہے وہ مسئلہ خلافت ہے اور ایک پہلو سے دیکھا جائے تو حقیقتاً یہی مسئلہ مابہ الامتیاز ہے جیسے کہ ایک مضمون کے دوران میں خود حضرت امیر ایدہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔ چاہے خلیفہ صاحب سے کوئی کیسا ہی شدید اختلاف کیوں نہ رکھے بیعت خلافت کرلے۔ بس سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور چاہے خلیفہ صاحب سے کوئی شخص کل مسائل میں ہی کیوں متفق نہ ہو لیکن اگر خلافت کا قائل نہیں تو بس مخالف و مرتد ہی ٹھیریگا۔ وجہ بھی اس کی ظاہر ہے جونہی خلافت کو تسلیم کر لیا توں ہی غلامی کا وہ طوق گلے میں ڈال لیا جس سے راہ فرار نہیں۔ اب کوئی اختلاف ہے بھی تو بیچارہ مرید کرے کیا۔ اعتراض وہ نہیں کرسکتا۔ دلائل اپنی تائید میں وہ پیش نہیں کرسکتا۔ اپنے مسلک کو کسی کے سامنے بیان وہ نہیں کرسکتا۔ دل ہی دل میں اگر پیچ و تاب کھا کر نہ رہ جائے تو اور چارہ ہی کیا ہے۔ تو اس سے بہتر راستہ یہ ہے کہ دل کے پیچ و تاب پر بھی قابو پا کر خلیفہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

چند قادیانی سوالات کے جوابات

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب سابق اڈیٹر پیغام صلح)

مسئلہ نبوت مسیح موعود کے بارہ میں چند سوالات قادیانیوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں، جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ "لاینحل" ہیں، ان کے جوابات خاص طور پر یاد رکھنے ضروری ہیں:۔

کثرت نشانات اور نبوت

سوال نمبر۱ "چشمہ معرفت" میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:۔

"اور خدا تعالےٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشانات دکھلائے ہیں، کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کردیئے"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

جب حضرت مسیح موعود کے نشانات ہزار نبی پر تقسیم کرنے سے اُن کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کے نشانات کے ہزارویں حصہ سے ایک نبی کی نبوت ثابت ہوجاتی ہے تو آپ کی اپنی نبوت ان سے کیوں ثابت نہیں ہوتی؟

الجواب۔ ساری غلطی اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ نشانات یا مبشرات کو اصل نبوت سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ وہ اصل نبوت نہیں بلکہ مویدات میں سے ہیں۔ اور جس طرح سے نبیوں کی نبوت، ان سے ثابت ہو سکتی ہے، اگویا مبشرات یا نشانات انبیاء اور اولیا دونوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اور اسی قدر دیئے جاتے ہیں جس قدر اتمام حجت کیلئے ان کی ضرورت ہو بغیر اس لحاظ کے کہ کوئی نبی ہے یا ولی، بسا اوقات اولیا کے نشانات بعض انبیاء کے نشانات سے بڑھ جاتے ہیں۔ کیونکہ انبیا کو اپنے اپنے زمانہ میں اس قدر نشانات کی ضرورت پیش نہ آئی تھی جس قدر بعض اولیاء کو پیش آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے متعلق قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔ ولقد اتینا موسیٰ تسع آیات بیّنٰت اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو کھلے نشان دیئے۔ یہ ایک صاحب شریعت نبی کا حال ہے۔ کہ صرف نو نشانات اس کی نبوت کے ثبوت کیلئے کافی سمجھے گئے جو ہزار نبی تو کجا دس نبیوں پر بھی پوری طرح تقسیم نہیں ہوسکتے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ نشانات کی کثرت کا نام نبوت نہیں بلکہ نبوت ایک علیحدہ چیز ہے۔ جس کے ثبوت کیلئے نشانات دیئے جاتے ہیں۔ ایسا ہی ولایت و محدثیت کیلئے بھی نشانات کی ضرورت ہوتی ہے۔ قلیل ہوں یا کثیر۔ اس سے وہی چیز ثابت ہوگی۔ جس کی تائید کے لئے وہ دیئے گئے۔ ایک ولی یا مجدد و محدث کے کروڑوں نشانات بھی اسے نبی نہیں بنا سکتے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ وہی نشانات اگر نبیوں کو دیئے جاتے تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہوجاتی۔ تاہم اگر وہ ولی یا مجدد و محدث کو دیئے گئے ہیں۔ تو اس کی ولایت و محدثیت ہی ان سے ثابت ہوگی۔ اس کو وہ نبی ثابت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ نبوت کے مقام پر وہ کھڑا ہی نہیں کیا گیا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ نبی متبوع کی نبوت اس سے ثابت ہوگی۔ کیونکہ اسکی اتباع سے وہ نشانات اسے دیئے گئے۔ غرض نشانات نبی کو بھی دیئے جاتے ہیں۔ اور ولی کو بھی لیکن ان کی وجہ سے کوئی ولی نبی نہیں ہوسکتا۔ حضرت امام شعرانی لکھتے ہیں:۔ اعلم ان جمہور العلماء قائلون بان ما کان معجزۃ النبی جاز ان یکون کرامۃ الولی۔

(الواقیت والجواہر جلد ا صفحہ ۱۶۰ مصری)

یعنی تمام علما اس بات کے قایل ہیں کہ جو چیز نبی کیلئے معجزہ ہے۔ وہی ولی کیلئے کرامت ہے، چیز ایک ہی ہے۔ جس سے نبی کی نبوت اور ولی کی ولایت ثابت ہوتی ہے۔ اور کوئی کثرت وقلت کسی ولی کو نبی یا نبی کو ولی نہیں بنا سکتی۔ اس لئے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہوسکتی ہے۔ تاہم خود حضرت مسیح موعود ان نشانات کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ آپ کو مقام نبوت پر کھڑا نہیں کیا گیا بلکہ آپ کو مقام ولایت و محدثیت پر کھڑا کیا گیا۔ زمانہ کا مجدد اور مسیح موعود بنایا گیا۔ اور جو نشانات آپ کو دیئے گئے وہ اسی مقام کی تائید میں دیئے گئے۔ یا اسی نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں جس کی اتباع اور جس کے فیضان سے یہ عظیم الشان مقام آپ کو حاصل ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجددیت و محدثیت اور غیر تشریعی نبوت

سوال۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ "شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ نبوت تشریعی اور نبوت غیر تشریعی نقیضین ہیں۔ جن کا اجتماع کسی صورت میں ممکن نہیں۔ پس اگر غیر تشریعی نبوت سے مراد مجدد اور محدث لی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تشریعی نبی مجدد یا محدث نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے صاف طور پر ثابت ہوا ہے کہ ہر تشریعی نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ اور مجدد بھی، اور اس طرح مجددیت اور محدثیت تشریعی نبوت کے ساتھ جمع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم (جو تشریعی نبی تھے) کی نسبت تحریر فرمایا ہے "پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶) پس اگر غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لی جائے تو اجتماع نقیض لازم آتا ہے۔ جو محال ہے اور جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال اور باطل ہوتا ہے پس غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لینا علمی اور عقلی طور پر محال اور باطل ہے۔ "فتدبروا یا ایہا العاقلون"

(احمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۲۷/۲۲۸)

الجواب:۔ اس علم و عقل کو کیا کیا جائے جو اپنے پاس سے ایک بات بنا کر حضرت مسیح موعودؑ پر تھوپنے کی کوشش کرے۔ کہاں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ ہر تشریعی نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ ہم دعوٰی سے کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہ دکھایا جاسکے گا۔ لیکچر سیالکوٹ کا جو فقرہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم کو آپ نے سچائی کے لئے "مجدد اعظم" بیشک لکھا ہے۔ جس کی تشریح ہم آگے چل کر کریں گے لیکن "محدث" ہرگز نہیں لکھا۔ کیونکہ "محدث" کی جو تعریف آپ نے کی وہ یہ ہے۔ کہ "محدث" میں دونوں شانوں (امتیت اور نبوت) کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونو رنگوں سے رنگین ہوتی ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ اول ایڈیشن)

اس تعریف کے مطابق آنحضرت صلعم یا کسی اور تشریعی نبی کو محدث کہنا گویا انہیں امتی نبی یا صاحب نبوت ناقصہ قرار دینا ہے اور یہ کفر ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کے متعلق لکھا ہے:

"جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا، وہ بداہت سمجھ لیگا کہ حضرت عیسیٰؑ کو امتی قرار دینا کفر ہے۔ کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلعم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بیدین ہو اور پھر آنحضرت صلعم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔"

پس فرمائیں میاں عبدالرحمٰن صاحب خادم کہ آنحضرت صلعم اور دیگر انبیا کو محدث قرار دیکر وہ کس کے امتی بنانا چاہتے ہیں جس کی پیروی سے انہیں "ایمان اور کمال نصیب ہوا"؟ (۲) کیا تمام انبیا کو جن میں حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں "محدث یا امتی نبی" قرار دیکر انہوں نے بقول حضرت مسیح موعود کفر کا ارتکاب نہیں کیا؟

(۳) حضرت مسیح موعود نے تو آنحضرت صلعم کی نبوت کو "نبوت تامہ کاملہ محمدیہ" قرار دیا ہے۔ (الوصیت صفحہ ۱۰)

پس فرمایئے کہ صاحب نبوت تامہ جو صرف ایک ہی شان نبوت رکھتا ہے۔ محدث کس طرح ہوسکتا ہے؟ کیونکہ محدث میں امتیت اور نبوت دونو شانوں کا ہونا ضروری ہے؟

(۴) کیا آنحضرت صلعم کو ایک ہی وقت میں صاحب نبوت تامہ اور "محدث" (یا صاحب نبوت ناقصہ) قرار دینا اجتماع نقیضین نہیں؟ اگر ہے تو بقول آپ کے "جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال اور باطل ہوتا ہے۔ پس تشریعی نبی کو محدث قرار دینا علمی اور عقلی طور پر محال اور باطل ہے۔ فتدبروا یا ایہا العاقلون"

رہ گئی یہ بات کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کو "سچائی کیلئے مجدد اعظم" قرار دیا ہے اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق آپ غیر تشریعی نبی بھی تھے۔ مجددیت کا وہ منصب جو امت محمدیہ میں تجدید دین کیلئے جاری ہے الگ چیز ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا "سچائی کے لئے مجدد اعظم" ہونا امر دیگر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس سچائی کی تجدید کرتی ہے جو انبیائے کرام لیکر آئے۔ اس لئے آپ سچائی کے لئے "مجدد اعظم" ہیں۔ اور مجددین امت اسی شریعت کی جو آپ لیکر آئے تجدید کرتے ہیں اس لئے وہ مجدد کہلائے۔ کہاں اس سے ہمارے عقیدہ کی رو سے آنحضرت صلعم کا تشریعی اور غیر تشریعی نبی ہونا ثابت ہوا؟ آنحضرت صلعم صاحب شریعت کاملہ ہونے کی وجہ سے ہو مصدق لما معہم ہے۔ سچائی کیلئے مجدد اعظم ہیں۔ اور مجددین امت آپکی شریعت کی تجدید کی وجہ سے مجدد کہلاتے ہیں فتدبروا یا ایہا العاقلون۔

فضیلت مسیح موعود اور نبوت

سوال نمبر۳ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے اس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

(ریویو جلد ا صفحہ ۴۷۸ نمبر ۶ و حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ناصری پر اپنی کلی فضیلت کا دعوٰی کیا ہے۔ اس کے متعلق ہمارا اہل پیغام سے

سنتِ ہٹلریہ یا سنتِ فاروقیہ!

قادیانی احباب کی خدمت میں ایک مخلصانہ دعوتِ اتحاد

(از جناب مولانا محمد یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور)

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے مجھ سے بھی فرمائش کی ہے۔ کہ مسیح موعود نمبر کے لئے کچھ لکھوں اور چونکہ یہ نمبر خاص طور پر قادیانی احباب کی اصلاح کے لئے ہوگا۔ اس واسطے اسی کو مدِ نظر رکھ کر لکھوں میں نہیں کہہ سکتا کہ ہماری تحریریں کہاں تک کسی قادیانی دوست کو حق کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ بدقسمتی سے قادیانی اکابر و اخبارات نے منافرت کی خلیج کو اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ ہمارے قادیانی بھائی ہر بات کو خواہ مخواہ اشتباہ کی نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اس ذہنیت پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی حق پرستی کا نمونہ تھی

ایک وقت تھا کہ ایک احمدی صرف حق کی حمایت جانتا تھا خواہ وہ حق مخالف کے ہاتھ میں ہو۔ اس کی دھڑابندی اس کی جماعت بندی صرف حق کے لئے ہوتی تھی جس عظیم الشان آسمانی انسان کی یاد میں یہ نمبر نکل رہا ہے اس کی ساری زندگی اسی اصول کا عملی نمونہ تھی۔ حق اور جماعت کا جب کبھی تصادم ہوا آپ نے فوراً اپنی شخصیت کا تمام تر وزن حق کی حمایت میں ڈالا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی حمایتِ حق کا ایک روشن واقعہ

بٹالہ میں ایک مناظرہ کا واقعہ حمایتِ حق کا ایک اسی قسم کا روشن اور زریں واقعہ ہے۔ چند حنفی دوست آپ کو اہلِ حدیث کے مقابلہ کے لئے لے گئے۔ جب اہلِ حدیث کے نمائندہ نے مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق اپنی پوزیشن بیان کر دی تو آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا کہ مولانا یہ جو کچھ آپ نے فرمایا بلکہ درست ہے یہی صحیح اسلامی تعلیم ہے اور یہی ہمارا خیال ہے۔ آپ کے رفقا جو آپ کو خاص طور پر اپنی فتح کے لئے لے گئے تھے بڑے حیران اور مایوس ہوئے مگر آپ کو اس کی ایک پرِ پشہ جتنی پرواہ نہ تھی۔ آپ ایک ہی جماعت بندی کے قائل تھے اور وہ حق کی جماعت بندی تھی۔ انسانی جماعت بندی کی ادنےٰ سی بھی خواہش آپ کے دل میں نہیں تھی۔ آپ حق کے لئے زندہ رہنا چاہتے تھے اور حق کے لئے مرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

حمایتِ حق کے لئے آپ کی دلی تڑپ

کشتیٔ نوح کے پرزور الفاظ میں آپ کی یہی دلی تڑپ نظر آتی ہے۔ جہاں آپ گن گن کر اعلان کرتے ہیں کہ فلاں قسم کی کمزوری رکھنے والا آدمی میری جماعت سے نہیں ہے۔ آپ حق کے شیدائی تھے۔ اور گو حق کی حمایت کے لئے آپ ایک جماعت کو تیار دیکھنا چاہتے تھے لیکن حق کو جماعت پر قربان کرنے کے لئے کبھی تیار نہ تھے بلکہ جماعت کو ہر وقت حق پر قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔

قادیانی دوستوں کی خدمت میں ایک مخلصانہ درخواست

میں اپنے قادیانی دوستوں سے درخواست کروں گا کہ خدارا ذرا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ جماعت بلاشبہ ایک نعمت ہے لیکن وہ جماعت جو حق کی حمایت کے لئے ہو جو حق کو ہر ایک چیز پر مقدم کرنے کے لئے تیار ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو جماعت ایک بت ہے۔ جس کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ جماعت ایک بدترین لعنت ہے جو ہو سکتی ہے اور ایک حق پرست انسان کی نگاہ میں ایسی جماعت کی کچھ وقعت نہیں ہو سکتی میں اپنے قادیانی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایسی جماعتی بت پرستی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ غور کریں۔ اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں غور کریں اور اگر ان کی ضمیر سے یہی آواز آتے کہ انہوں نے جماعت کو ہی حق کا مرتبہ دیدیا ہے بلکہ کئی دفعہ جماعت کو حق پر مقدم بھی کرتے ہیں تو یقیناً انکا قدم مسیح موعود کے نقشِ قدم پر نہیں جس پر چلنے کے وہ مدعی ہیں وہ اپنی خواہشات کی اتباع میں مبتلا ہیں۔

قادیانیوں نے جماعت بندی کو مقصود بالذات قرار دیدیا ہے

میں سمجھتا ہوں میں قادیانی دوستوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کرونگا اگر میں یہ کہوں کہ بلاشبہ انہوں نے جماعت بندی کو مقصود بالذات قرار دیدیا ہے اور اگر حق کا خون بھی ہوتا ہو تو اس کو ٹھنڈے دل سے دیکھتے ہیں اگر وہ جماعتی مفاد کے موافق ہو۔ مثلاً تکفیر کو لے لیجئے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسیح موعود کی طرف اس قسم کی کوئی چیز منسوب کرنا ایک ظلمِ عظیم ہے۔ آپکے کھلے الفاظ موجود ہیں کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ قادیانی دوست ان مقدس و نورانہ الفاظ کو ردی کی ٹوکری میں پھینکتے ہیں۔ اسلئے کہ جماعت بندی کا یہی تقاضا ہے۔ یہ مومنانہ شان نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض ایسی تاویلات کے پیچھے وہ پناہ تلاش کرتے ہیں جہاں حضرت مسیح موعود کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکا نہ ماننے والا مسلمان نہیں ہو سکتا مگر یہ تاویلات کیکہ ہیں۔ اور ذہنی دیانتداری اجازت نہیں دیتی کہ ان کو کھینچکر یہ کہا جائے کہ آپکے نہ ماننے والے کافر ہیں۔ "مسلمان نہ ہونا" اور "کافر ہونا" دو علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔ آخر احادیث میں لکھا ہے کہ جھوٹ بولنے والا بھی مسلمان نہیں ہوتا اس کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ معنوں میں مسلمان نہیں ہوتا۔ میں نے جب کبھی قادیانی احباب سے اس بارے میں اپیل کی ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ ان کے دل محسوس کرتے ہیں کہ غیر احمدی . . . . مسلمانوں کو کافر کہنا حضرت مسیح موعود کی کھلے تحریرات کے خلاف ہے۔ وہ دل میں شرم بھی محسوس کرتے ہیں بعض کہہ بھی دیتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں جماعت قادیان کے ہمخیال نہیں لیکن جماعت بندی کو حق پر مقدم کرتے ہیں اور اسقدر جرأت سے کام نہیں لیتے کہ علی الاعلان ایسے غلط اور خطرناک عقیدہ سے جس سے اتحادِ اسلامیہ پاش پاش ہوتا ہے اپنی برأت کا اعلان کر دیں ـــــ یہ ہی جماعت کو بت بنانا اور اس بت کو پوجنا جو ماموؑ وقت کے شیوہ سے بعد المشرقین پر ہے۔

افسوسناک قادیانی ذہنیت

میں سمجھتا ہوں میں یقیناً غلطی نہیں کر رہا۔ اور یہی قادیانی ذہنیت کی صحیح کیفیت ہے۔ اس میں ذرا بھر بھی مبالغہ یا غلط بیانی نہیں کہ نوے فیصدی قادیانی احباب جماعت بندی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور حق و ناحق ہر ایک طریق سے جماعت بندی کو مضبوط کرنا اپنا مقدس ترین مذہبی فرض سمجھتے ہیں میں نے اکثر روشن خیال قادیانی دوستوں سے یہ بطور دلیل سنا ہے کہ دیکھو سارا یورپ بالخصوص وہ ممالک جنمیں آمریت رائج ہے اسی مسئلہ پر آ رہا ہے جس پر قادیانی خلافت قائم ہے۔ مجھے اس ذہنیت پر بھی رونا آتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے۔ خدا کی شان کہ آج اس انسان کے پیرو جو حق کا علمبردار ہو کر آیا ہٹلر اور مسولینی کی سنت سے اپنی لئے تائید تلاش کرتے ہیں اور اس تائید پر خوش ہوتے ہیں

قادیانی خلافت ہٹلر کے نقشِ قدم پر

ہٹلر پر نکتہ چینی کرنیوالا جرمن قانون کے رو سے سزا پاتا ہے قادیان کی خلافت نے بھی یہی پوزیشن اپنے لئے اختیار کی ہے اور اعلان کیا ہے کہ اس خلافت پر سچا اعتراض کرنیوالا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ گرفت ہوگا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر ہمارے قادیانی دوستوں میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ بھی ہیں صاحبِ فہم بھی ہیں اور اسلامی روایات سے واقف بھی وہ کس طرح اس قسم کی چیزوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر سکتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضؓ کا طرزِ عمل

یہ سنت ہٹلریہ ہو تو ہو، سنت فاروقیہ سے اسے دور کی بھی نسبت نہیں جس سے موجودہ قادیانی خلافت کی مماثلت قائم کی جاتی ہے فاروق اعظم رضؓ کی ہر ادنیٰ حرکت پبلک نکتہ چینی کی روشنی کے لئے ہر وقت حاضر تھی ایک بڑھیا عورت بھی آپ پر اعتراض کرنیکی مجاز تھی اور آپ خندہ پیشانی سے جواب دیتے تھے کہ مدینہ کی عورتیں بھی عمر سے زیادہ قرآن دان ہیں۔

ہٹلر کی سنت سے سند تلاش کرنا روحانی موت کی علامت ہے

میں اکثر محو حیرت ہوتا ہوں کہ ہمارے قادیانی دوستوں کی . . . . Sense of propor[tion] کو کیا ہوا۔ کیا ایسی بدیہی باتیں نہیں کہ انکی اس حس پر گراں گذریں اگر وہ حس جماعت بندی کی رات دن کی دگر گوں سے مسخ نہیں ہو چکی۔ مگر وہ ایسی باتوں کو سنتے ہیں اور آمنا و صدقنا کہتے ہیں۔ کیا یہ روحانی صحت کی علامت ہے یا روحانی موت کی؟ ہٹلر کی سنت سے سند تلاش کرنا عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلام کا ایک ایک سچا فرزند ہزار ہا ہٹلروں سے بلند تر تھا اور مسیح موعودؑ اس زمانے میں اس لئے مامور نہیں ہوئے کہ ہم نمونہ کے لئے جرمنی یا اٹلی کی طرف منہ پھیریں بلکہ اسلئے کہ مسلمانوں کو دوبارہ اس اعلیٰ ترین اسوہ پر قائم کیا جائے جو اسلام کے قرونِ اولیٰ نے پیش کیا تھا۔

قادیانیوں کی تازہ ادائے ہٹلرانہ

کس قدر ظلم ہے کہ ایسے ایمان لانیوالے کی جماعت ہٹلریت کے رنگ میں رنگین ہو اور اسے اپنی کامیابی کی علامت سمجھ رہی ہو، اسکی تازہ ترین ادا بھی ملاحظہ ہو۔ آجکل ہٹلر نے جس طریق کا حملہ کیا ہے اسے ہٹلری اصطلاح میں Lightning attack (بجلی کا حملہ) کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اس شدت اور سرعت سے حملہ آور ہونا جیسے کسی پر بجلی گرتی ہے۔ ہٹلریت کے شیدائی قادیانیوں نے آج "پیغامیوں" کے خلاف بھی اسی قسم کا حملہ بول دیا ہے اور اعلان ہوا ہے کہ پوری طاقت سے اہلِ پیغام پر ٹوٹ پڑو اور ان کو پاش پاش کر دو۔ یہ اعلانِ جنگ اس گھمنڈ پر ہوتا ہے کہ قادیان کی جماعت [illegible] اس قدر مضبوط ہے کہ وہ اہلِ پیغام کو کچل دینے کیلئے کافی ہے۔ معاف کیجئے یہ ادائے ہٹلرانہ ہے:

"اہلِ پیغام حق پر ہیں بالآخر وہی غالب آئیں گے"

ہٹلر کے ساتھ کیا پیش آئیگی میں نہیں کہہ سکتا لیکن یہاں اس قسم کے تصادم کا ایک ہی نتیجہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ حق غالب ہوگا۔ جب کبھی بھی جماعت بندی حق کے بالمقابل جنگ کیلئے نکلی ہے ہاں خواہ اسے شکست ملی ہے اور حق ہمیشہ غالب رہا ہے۔ "اہلِ پیغام" فئہ قلیلہ ہیں دوسری طرف ایک اژدہام ہے لیکن اگر اہلِ پیغام میں ایک متنفس بھی ایسا کھڑا ہو تو میں یقین نہیں کرتا کہ وہ محض اژدہام کی کثرت سے مرعوب ہو یا کبھی مغلوب ہو۔ ایک فردِ واحد جو قد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ کا مصداق ہو ایک بھیڑ اور انبوہ سے بہت زیادہ بڑی طاقت ہے جس کی شیرازہ بندی محض جماعتی وفاداری کی ریتلی بنیادوں سے ہوئی ہو۔

کلمہ گوؤں کی تکفیر کا ظلم ناقابلِ برداشت ہے

میں قادیانی دوستوں سے صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ آج تکفیر کے ظلمِ عظیم سے بیزاری کا اعلان کر دیں تو ہمارے آپس کے اختلاف مٹ جاتے ہیں۔ ہم اور آپ بھائی بھائی ہیں اور آپ کو ہمیں مسخر کرنے یا نیست و نابود کرنے کیلئے کسی برقی حملہ کی ضرورت

چند قادیانی سوالات کے جوابات

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب۔ سابق ایڈیٹر پیغام صلح)

مسئلہ نبوت مسیح موعود کے بارہ میں چند سوالات قادیانیوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں، جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ "لاینحل" ہیں ان کے جوابات خاص طور پر یاد رکھنے ضروری ہیں:۔

کثرت نشانات اور نبوت

سوال نمبر ۱۔ "چشمہ معرفت" میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:۔

"اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشانات دکھلائے ہیں، کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

جب حضرت مسیح موعود کے نشانات ہزار نبی پر تقسیم کرنے سے اُن کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کے نشانات کے ہزارویں حصہ سے ایک نبی کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے تو آپ کی اپنی نبوت ان سے کیوں ثابت نہیں ہوتی؟

الجواب۔ ساری غلطی اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ نشانات یا مبشرات کو اصل نبوت سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ وہ اصل نبوت نہیں بلکہ مویدات میں سے ہیں۔ اور جس طرح سے نبیوں کی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے اگویا مبشرات یا نشانات انبیاء اور اولیا دونوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اور اسی قدر دیئے جاتے ہیں جس قدر اتمام حجت کیلئے ان کی ضرورت ہو بغیر اس لحاظ کے کہ کوئی نبی ہے یا ولی، بسا اوقات اولیا کے نشانات محض انبیاء کے نشانات سے بڑھ جاتے ہیں کیونکہ انبیا کو اپنے اپنے زمانہ میں اس قدر نشانات کی ضرورت پیش نہ آئی تھی جس قدر [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے [illegible]

ولی کو بھی لیکن ان کی وجہ سے کوئی ولی نبی نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام شعرانی لکھتے ہیں:۔ اعلم ان جمہور العلماء قائلون بان ما کان معجزۃ النبی جاز ان یکون کرامۃ الولی۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۶۲ مصری)

یعنی تمام علماء اس بات کے قایل ہیں کہ جو چیز نبی کیلئے معجزہ ہے وہی ولی کیلئے کرامت ہے، چیز ایک ہی ہے جس سے نبی کی نبوت اور ولی کی ولایت ثابت ہوتی ہے۔ اور کوئی کثرت وقلت کسی ولی کو نبی یا نبی کو ولی نہیں بنا سکتی۔ اس لئے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نشانات ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔ تاہم خود حضرت مسیح موعود ان نشانات کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتے کیونکہ آپ کو مقام نبوت پر کھڑا نہیں کیا گیا بلکہ آپ کو مقام ولایت و محدثیت پر کھڑا کیا گیا۔ زمانہ کا مجدد اور مسیح موعود بنایا گیا اور جو نشانات آپ کو دیئے گئے وہ اسی مقام کی تائید میں دیئے گئے۔ یا اسی نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں جس کی اتباع اور جس کے فیضان سے یہ عظیم الشان مقام آپ کو حاصل ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

مجددیت و محدثیت اور غیر تشریعی نبوت

سوال۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ "شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵) اس سے معلوم ہوا۔ کہ نبوت تشریعی اور نبوت غیر تشریعی نقیضین ہیں۔ جن کا اجتماع کسی صورت میں ممکن نہیں۔ پس اگر غیر تشریعی نبوت سے مراد مجدد اور محدث لی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تشریعی نبی مجدد یا محدث نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے صاف طور پر ثابت ہوا ہے کہ ہر تشریعی نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ اور مجدد بھی، اور اس طرح مجددیت اور محدثیت تشریعی نبوت کے ساتھ جمع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم (جو تشریعی نبی تھے) کی نسبت تحریر فرمایا [illegible]

کی وہ یہ ہے کہ "محدث" میں دونوں شانوں (امتیت اور نبوت) کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف

ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونو رنگوں سے رنگین ہوتی ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ اول ایڈیشن)

اس تعریف کے مطابق آنحضرت صلعم یا کسی اور تشریعی نبی کو محدث کہنا گویا انہیں امتی نبی یا صاحب نبوت ناقصہ قرار دینا ہے اور یہ کفر ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کے متعلق لکھا ہے

"جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا وہ بداہت سمجھ لیگا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا کفر ہے۔ کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلعم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بیدین ہو اور پھر آنحضرت صلعم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔"

پس فرمائیں میاں عبدالرحمن صاحب خادم کہ آنحضرت صلعم اور دیگر انبیا کو محدث قرار دیکر وہ کس کے امتی بنانا چاہتے ہیں جس کی پیروی سے انہیں "ایمان اور کمال نصیب ہوا"؟ (۲) کیا تمام انبیا کو جن میں حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں "محدث یا امتی نبی" قرار دیکر انہوں نے بقول حضرت مسیح موعود کفر کا ارتکاب نہیں کیا؟

(۳) حضرت مسیح موعود نے تو آنحضرت صلعم کی نبوت کو "نبوت تامہ کاملہ محمدیہ" قرار دیا ہے۔ (الوصیت صفحہ ۱۰)

پس فرمایئے کہ صاحب نبوت تامہ جو صرف ایک ہی شان نبوت رکھتا ہے۔ محدث کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیونکہ محدث میں امتیت اور نبوت دونو شانوں کا ہونا ضروری ہے؟

(۴) کیا آنحضرت صلعم کو ایک ہی وقت میں صاحب نبوت تامہ اور "محدث" (یا صاحب نبوت ناقصہ) قرار دینا اجتماع نقیضین نہیں؟ اگر ہے تو بقول آپ کے جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال اور باطل ہوتا ہے۔ پس تشریعی نبی کو محدث قرار دینا علمی اور عقلی طور پر محال اور باطل ہے۔ فتدبروا یہا العاقلون"

رہ گئی یہ بات کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کو "سچائی کیلئے مجدد اعظم قرار دیا ہے" اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہمارے عقائد کے مطابق آپ غیر تشریعی نبی بھی تھے۔ مجددیت کا وہ منصب جو امت محمدیہ میں تجدید دین کیلئے جاری ہے الگ چیز ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا "سچائی کے لئے مجدد اعظم" ہونا اور۔ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس سچائی کی تجدید کرتی ہے جو انبیائے کرام لیکر آئے۔ اس لئے آپ سچائی کے لئے مجدد اعظم ہیں۔ [illegible]

سوال یہ ہے کہ (۱) کیا ایک غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت ہو سکتی ہے؟ جواب مع حوالہ و عبارت ہونا چاہیئے (۲) دوسرا سوال اس حوالہ کے متعلق یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تھے تو آپ حضرت مسیح ناصری سے شان نبوت میں کیونکر بڑھ کر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ میں تسلیم فرما لیا ہے کہ محولہ بالا عبارت میں حضرت مسیح ناصری پر جزوی فضیلت سے بڑھ کر آپ کو دعویٰ ہے۔ اس لئے اس عبارت کا کوئی ایسا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کرنا جس سے صرف جزوی فضیلت کا دعویٰ نکلتا ہو حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کے صریح خلاف ہوگا۔ اور اسی لئے ناقابل قبول۔

الجواب: (۱) ریویو جلد ۱ نمبر ۶ جون ۱۹۰۲ء میں شایع ہوا جس میں حضرت مسیح موعود نے بقول قادیانی اپنے آپ کو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر قرار دیا۔ اس کے چار ماہ بعد ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء حضرت مسیح موعودؑ نے "تریاق القلوب" کی تصنیف ختم کی۔ جس کے آخری صفحات میں صفائی کے ساتھ لکھا کہ:

"اس جگہ کسی کو وہم نہ گزرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے" معلوم ہوا۔ کہ اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ آپ کو مسیح ناصری پر "کلی فضیلت" حاصل ہے۔ نہ یہ مطلب ہے کہ آپ شان نبوت میں مسیح ناصری سے بڑھ کر ہیں ورنہ چار ماہ بعد یہ نہ لکھتے کہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"۔

(۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۵ پر بعنوان "۱۰۸ النشان" لکھا ہے۔

"ایک دفعہ جب میں گورداسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم دین جہلمی نے میرے پر دائر کیا تھا) موجود تھا۔ مجھے الہام ہوا۔ یسئلونک عن شانک قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے کہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے پھر ان کو اپنی لہو و لعب میں چھوڑ دے۔ سو میں نے یہ الہام اپنی اس جماعت کو جو گورداسپور میں میرے ہمراہ تھی [illegible] آدمی سے کم نہیں ہوں گے سنا دیا جن میں مولوی محمد علی صاحب [illegible] اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر بھی تھے۔ پھر بعد اس کے جب ہم کچہری گئے۔ تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ "تریاق القلوب" میں لکھا ہے میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے اسی نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے تب وہ الہام جو خدا کی طرف سے صبح کے وقت ہوا تھا۔ قریباً عصر کے وقت پورا ہو گیا اور ہماری تمام جماعت کے زیادت ایمان کا موجب ہوا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۵/۲۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ "تریاق القلوب" میں آپ نے جو اپنی شان بیان کی ہے کہ "یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"۔ وہی آخر تک رہی۔ گورداسپور کے مقدمہ کے وقت بھی جو ۱۹۰۳ء میں ہوا اسی شان کا آپ نے عدالت میں اقرار کیا اور پھر "حقیقۃ الوحی" میں بھی جس کو سب سے آخری اور ناسخ کتاب بتایا گیا ہے اسی شان اور مرتبہ کو دہرایا اور عدالت کے بیان کی تصدیق کی۔

پس یہ کہنا کہ آپ نے ریویو میں یہ لکھ کر کہ

"خدا تعالیٰ نے اس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"۔ کلی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے۔ ایک کھلی غلط بیانی ہے "کلی فضیلت" کے الفاظ آپ نے ایک جگہ بھی نہیں لکھے نہ ہی "ریویو" میں اور نہ ہی "حقیقۃ الوحی" میں اور نہ ہی کسی اور جگہ۔

(۳) یہ بھی غلط ہے کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود نے جزوی فضیلت سے بڑھ کر دعویٰ کیا ہے آپ نے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:-

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹/۱۵۰)

اس عبارت سے جزوی فضیلت سے بڑھ کر ہونے یا کلی فضیلت کا دعویٰ نکالنے سے پہلے اس بات پر غور کر لینا ضروری ہے کہ (۱) اس تمام عبارت میں "جزئی فضیلت" کے مقابلہ پر "کلی فضیلت" کا لفظ آپ نے نہیں لکھا۔ (۲) آخری فقرہ میں اپنے آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کہا ہے اور یہ محدث کی تعریف ہے۔ نہ کہ نبی کی۔ کیونکہ امتیت اور نبوت کی دونوں شانیں محدث میں پائی جاتی ہیں اور صاحب نبوت تامہ صرف ایک۔ شان نبوت رکھتا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲)

(۳) اسی آخری فقرہ کی تشریح حاشیہ پر کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت"۔

(۴) فضیلت کا یہ ذکر صفحہ ۱۴۹ پر ہے اور اس کے بعد صفحہ ۲۶۸ پر "۱۰۸ نشان" ہے جس میں "تریاق القلوب" والی جزئی فضیلت کی شان کا اقرار کیا ہے۔

(۵) اسی حقیقۃ الوحی کے آخری صفحات میں فرمایا ہے:-

سمیت نبیا من اللّٰہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام اللہ کی طرف سے نبی رکھا گیا بطور مجاز نہ بطریق حقیقت۔

(الاستفتاء حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

یہ تمام محکم عبارات اس بات کی متقاضی ہیں۔ کہ "جزئی فضیلت قرار دیتا تھا"۔ کے معنے وہ کئے جائیں۔ جو ان کے مطابق ہوں نہ کہ مخالف۔ اس کے لئے سب سے پہلے "اوائل" کے زمانہ کو دیکھنا چاہیئے ظاہر ہے کہ یہ وہی "براہین احمدیہ" کا زمانہ ہے جب آپ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ سمجھتے تھے۔ اس وقت آپ مسیح ابن مریم پر ویسی ہی جزئی فضیلت اپنے آپ کو دیتے تھے جیسی علمائے امت کو علی العموم بعض اعتبار پر حاصل ہے لیکن بعد میں جب آپ کو مسیح ابن مریم کے مقام پر کھڑا کیا گیا اور "امتی اور نبی" کے مقام عالیہ پر آپ کو فائز کر کے وہ عظیم الشان کام سپرد کیا گیا۔ جو مسیح ابن مریم کو اپنے زمانہ میں پیش نہیں آیا۔ تو آپ نے اس "جزئی فضیلت" کا درجہ پہلے سے بہت بلند سمجھا جو صرف خواص امت کے لئے مخصوص ہے۔ مگر ہے وہ بھی "جزئی فضیلت" جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔

"عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم"

کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ یہ وہ زمانہ نہیں جب آپ کا عقیدہ تھا کہ "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے"؟ پھر تریاق القلوب میں اپنی جو شان بتائی ہے وہ اس فقرہ سے ظاہر ہے۔

"جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گزرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو ولایت عامہ کا خاتم سمجھتے آئے ہیں اور حقیقت آدمیہ کی بروزات کا تمام دائرہ اسی پر ختم کرتے ہیں اور اپنے کشوف صحیحہ کی رو سے اسی کا نام آخری آدم رکھتے ہیں اور اسی کا نام مہدی محمود اور اسی کا نام مسیح موعود رکھتے ہیں"۔

تریاق القلوب صفحہ ۱۵۰

لیکن باوجود اس کے اسے جزئی فضیلت ہی قرار دیا۔

پس یہ جزئی فضیلت اس جزئی فضیلت سے بہت بڑھ کر ہے جو اوائل میں آپ اپنے آپ کو مسیح ابن مریم پر دیتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ آپ نے کلی فضیلت کا دعویٰ کیا۔ جو صرف نبی کو ہی دوسرے نبی پر ہو سکتی ہے۔

(۴) رہ گیا۔ اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونا۔ اس میں بھی "اپنی تمام شان" میں اپنے آپ کو بڑھ کر قرار دیا ہے نہ کہ مسیح ابن مریم کی تمام شان میں اور ظاہر ہے کہ اپنی تمام شان وہی غیر نبی یا امتی اور نبی ہونے کی شان ہے جس کا ذکر "تریاق القلوب" اور "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۵۰ پر ہے۔ کہیں کسی جگہ بھی شان نبوت کے لحاظ سے اپنے آپ کو "بہت بڑھ کر" قرار نہیں دیا بلکہ ان کاموں اور خدمات کے لحاظ سے اپنے آپ کو فضیلت دی ہے۔ جو آپ کے سپرد کی گئیں۔ قرآن کریم جیسے عالمگیر پیغام کا علمبردار ہونے کے لحاظ سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل نبی کے متبع ہونے کی وجہ سے جن کا فیضان تمام دنیا اور تمام زمانوں پر محیط ہے اپنی فضیلت کا اظہار کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام فضائل ایک جزوی رنگ رکھتے ہیں نبوت میں نہ اپنے آپ کو فضیلت دی اور نہ فضیلت کلی کا کبھی دعویٰ کیا اس لئے ایسے متشابہ فقرات پر جو محکم عبارات کی روشنی میں وہ معنے پیدا نہیں کر سکتے۔ جو قادیانیوں کا مقصد ومنشاء ہے۔ دعویٰ نبوت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

نبی کا نام پانے کی خصوصیت

سوال (۴) - اگر ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات میں بھی نبی کے لفظ کی بجائے محدث کا لفظ سمجھنا چاہیئے تو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے اس فقرہ میں کہ

"نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا"۔

نبی کی بجائے محدث کا لفظ لگا کر عبارت کا مفہوم شائع فرمائیں جو ہر اہل انصاف کی عقل کے مطابق یہ ہے گا کہ تیرہ سو سال میں محدث کا نام پانے کے لئے حضرت مسیح موعود ہی مخصوص ہوئے ہیں اور آپ سے پہلے کوئی محدث اس امت میں نہیں گزرا

(۲) نام پانے میں اگر حقیقت مراد نہیں ہوتی تو محدث کا نام پانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت مسیح موعود صرف محدث کا نام پانے والے ہیں حقیقی طور پر محدث بھی نہیں ہیں اور امت میں حضرت مسیح موعود کے سوا کوئی غیر حقیقی محدث بھی نہیں ہوا۔ (ملخصاً از احمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۴۲ ٹائٹل)

الجواب - اس سوال کو ایک ایسا "وزنی پتھر" قرار دیا گیا ہے جو گزشتہ بیس سال میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود ہلا نہیں سکا جل جلالہ۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ "وزنی پتھر" ایک مغالطہ کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس فقرہ میں کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے محدثین میں اپنی ایک خصوصیت بیان کی ہے کہ ان کو نبی کا نام نہیں ملا مجھے یہ نام ملا ہے اس میں حقیقی نبوت مقصود ہے نہ محدثین سے اپنے آپ کو باہر نکالنا ہے۔

. . . . ورنہ یہی نبی کے بجائے محدث کا لفظ یہاں لکھنا ضروری ہے کیونکہ خصوصیت جو بیان کی گئی ہے [illegible]

(بقیہ صفحہ ۱۴)

ی کا نام پانے ہی کی ہے پس باوجود اس کے کہ یہاں بھی دعوائے موت کوئی نہیں صرف محدثین میں اپنی ایک امتیازی خصوصیت کا اظہار ہے نبی کے بجائے محدثیت کا لفظ یہاں نہیں لکھا جاسکتا۔ اور یہ مغالطہ ہے کہ ۱۹۰۲ء کے اس ارشاد کو کہ جس جس جگہ نبی کا لفظ لکھا ہے اس کو کاٹ کر محدث کا لفظ لکھ لیں۔ اس خصوصیت والے فقرہ پر لگا یا جائے اس میں تو بتایا ہے کہ نبی کا لفظ جو محدث کے بجائے لکھا ہے تو وہ صرف ایک خصوصیت کے لئے ہے۔ دعوئی نبوت اس سے مقصود نہیں۔ اس سیدھی سادی بات کو ایچ پیچ ڈال کر بھول بھلیاں بنا دینا انہی لوگوں کا کام ہے۔ جو فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ کے مصداق ہیں۔

۲۔۳ کے جواب بھی اسی میں آگئے نہ محدث کا نام پانے کا یہاں ذکر ہے اور نہ وہ نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں جو ۲۔۱۔۲ میں بیان کئے گئے ہیں۔ فالحمد للہ۔

(بقیہ صفحہ ۱۹)

منہیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنی آنکھوں سے حق کا خون ہوتا دیکھیں مسیح موعود پر یہ بہتان عظیم لگتا دیکھیں کہ آپ نے کروڑہا اہل اسلام کو کافر کہا اور ہم خاموش رہیں۔ اس صورت میں اس قسم کا کوئی منافرانہ حملہ ہمیں متاثر نہیں کرسکتا ہم ایسی جماعت بندی کو اسلامی روایات کے منافی سمجھتے ہیں اور اس میں ہمارے لئے کوئی کشش نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی جماعت بندی ہمارے لئے کوئی کشش ہوسکتی تو مسیح موعود کی آواز پر لبیک نہ کہتے۔ اس امام وقت کی آواز پر حق کی خاطر لبیک کہنے والا اب جماعت کے بت کے سامنے کیسے سربسجود ہوسکتا ہے۔

آؤ حق و صداقت اور رضا الٰہی کے راستوں سے اتحاد کی تلاش کریں

زمانہ انسانی اتحاد کے نئے نئے راستے تلاش کر رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کا یہ مقام تھا کہ وہ دنیا کے لئے اتحاد و اتفاق کا ایک نمونہ بن کر دکھاتی۔ مگر افسوس کہ آج اس جماعت کی اپنی یہ حالت ہے کہ ایک قادیانی دوست ایک "پیغامی" کے خون کا اس سے زیادہ پیاسا نظر آتا ہے بہ نسبت اس کے کہ مثلاً انگریز یا فرانسیسی کے خون کا۔ کیا یہی مسیحائی تھی جو مسیح موعود نے کرنی تھی اور یہی نجات تھی جو اس موعود مامور نے اسلام کی ڈوبتی کشتی کو دلانی تھی ——— یہ ایک سوال ہے جس پر ہم سب کو غور کرنا چاہیئے۔ جماعت بندی کے طریق سے اس سوال کا حل کرنا سنت مشکل ہے۔ آؤ ہم سنت مسیح موعود سے آپس کے اختلافات کو مٹانے کی کوشش کریں یعنے جماعتی اغراض سے علیحدہ ہوکر محض حق و صداقت اور رضاء الٰہی کے راستوں سے باہمی اتحاد تلاش کریں۔

جن کا نام بہشتی مقبرہ بتایا گیا تھا الگ دکھایا گیا تھا۔ پس آپ کو بہشتی مقبرہ میں داخل کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ آپ کا تو وہ مقام تھا کہ آپ کے طفیل صدہا انسان بہشتی بن گئے۔ آپ کی قبر بجائے خود روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ تھی تو آپ نے اگر اپنے آپ کو مستثنیٰ کیا تو عین اس دلیل کے مطابق کیا اور نہایت ٹھیک کیا۔

اپنی اولاد کے لئے خاندانی قبرستان کیوں قرار دیا؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ نے اپنے خاندان اور اولاد کیلئے اس قبرستان کو خاندانی قبرستان کیوں قرار دیا۔ ان کیلئے بھی اس کی بہشتی مقبرہ کی حیثیت کیوں نہ رہنے دی۔ اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ خدا نے یہ استثنا رکھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی علیم و خبیر ذات تو بڑی ستار ہے جناب الٰہی کے اخلاق میں بڑی چشم پوشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو علم تھا کہ حضرت مسیح موعود کی اولاد میں نیک اور متقی بھی ہوں گے اور بدعمل لوگ بھی ہوں گے۔ پس اگر قبرستان میں دفن ہونے کے لئے تقویٰ اور قربانی کی شرائط ان کے لئے بھی لازم حال رہیں تو دو صورتیں ہونگی یا تو حضرت اقدس کے مرید اہل بیت سمجھ کر چشم پوشی اور لحاظ کر جائیں گے اور تقویٰ نہ ہونے پر بھی وہیں دفن کردیں گے۔ اس صورت میں وہ شرائط عملی طور پر کالعدم ہو جائیں گی اور جو اگر بجائے اس کے چشم پوشی نہ کی اور اعمال کی چھان بین کی تو پھر خواہ مخواہ کی پردہ دری ہوگی اور غیروں کی نگاہ میں ایک ...نی کا سبب ہو جائیگا۔ نیز محبان اہل بیت اور محققین کے درمیان خواہ مخواہ کا ایک جھگڑا اٹھیگا اور خاندان والے اس زمین کو عبدی جائداد قرار دیتے ہوئے الگ مالکانہ حقوق جتلانے پھریں گے۔ اس لئے جناب الٰہی کی صفت ستاری نے یہی چاہا کہ اس جھگڑے کو ہی درمیان سے ہٹا دیا جائے جیسا بھی جو آدمی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب لیگا۔ نیک ہوگا تو جنت دیدیگا۔ بد ہوگا تو اس کی مرضی ہے خواہ مغفرت کرے یا [illegible] کیا ضرورت ہے کہ بہشتی مقبرہ کا معاملہ درمیان میں لاکر ایک فتنہ کو جگایا جائے۔

حضرت کے انصاف پر حملہ

اب اللہ تعالیٰ کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر جناب میاں محمود احمد صاحب کا اس کے معنی یوں لینا کہ ہمارا مستثنیٰ ہونا۔ ہمارے قبل از دفن اور قبل از عمل جنتی ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ ناحق کی زبردستی اور خلاف قرآن کریم اور خلاف منشائے حضرت مسیح موعود ہے اور حضرت کے انصاف اور علم و معرفت پر ایک حملہ ہے۔ بات سچی وہی ہے جو میں نے عرض کردی جس کیلئے بہشتی مقبرہ کی شرائط نہیں اس کیلئے بہشتی مقبرہ نہیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ جنت یا بہشتی مقبرہ تو ان اعمال صالحہ سے بنتا ہے جو شرائط میں درج ہیں یعنی تقویٰ اور خدا کے رستہ میں ایثار و قربانی۔ خود حضرت صاحب الوصیت میں صاف طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس بہشتی مقبرہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کردیگی بلکہ جب یہ زمین کسی کو بہشتی نہیں بناتی تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اعمال صالحہ بہشتی بناتے ہیں جو شرائط میں درج ہیں تو پھر تین نتیجے تو بالبداہت اس سے نکلینگے۔

نتیجہ نمبر ۱۔ مجاورین بہشتی مقبرہ آخر انسان ہیں کسی کے قلب اور اعمال کو کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔ خدا کے سوا کسی کے تقویٰ اور اخلاص کا کون فیصلہ کرسکتا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص بہشتی مقبرہ میں دفن ہو جائے اور وہ ان اعمال صالحہ سے متصف نہ ہو جو بہشتی مقبرہ کی شرائط میں درج ہیں۔ تو وہ باوجود اس قبرستان میں مدفون ہونے کے بہشتی نہیں ہوسکتا۔

نتیجہ نمبر ۲۔ اگر کسی شخص میں وہ اعمال صالحہ موجود ہوں گے۔ جو بہشتی مقبرہ کی شرائط میں درج ہیں۔ وہ کہیں بھی مدفون ہو بہشتی مقبرہ میں ہی ہے یعنی بہشتی ہے۔ (دیکھو قاعدہ نمبر ۱۷۔ الوصیت)

نتیجہ نمبر ۳۔ بہشتی مقبرہ دراصل زمین کا نام نہیں بلکہ ان شرائط کا نام ہے جو انسان کو بہشتی بناتی ہیں۔ پس جن کیلئے وہ شرائط نہیں ان کیلئے وہ بہشتی مقبرہ نہیں۔

اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(بقیہ صفحہ ۵)

اصطلاح میں نبی ہوتا ہے۔ خاتم النبیین کے معنے لاہور والوں کے نزدیک نبوت کو ختم کرنیوالے کے ہیں اور قادیان والوں کے نزدیک اپنی مہر سے نبی بنانے والے کے ہیں۔

(۳) لاہور والوں کا یہ ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ ابتدائے دعوئے سے آخر تک ایک ہی دعویٰ تھا۔ اور قادیان والوں کا یہ ایمان ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود اپنے دعوئے نبوت کو سمجھتے نہ تھے اور جب مخالف علما آپ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرکے آپ کو کافر ٹھہراتے تھے تو آپ جو ان سے خفا ہو ہو کر مباہلہ کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور خانۂ خدا میں کھڑے ہو ہو کر دعوئے نبوت کا انکار کرتے تھے تو نعوذ باللہ یہ آپ کی ناسمجھی تھی۔ ۱۹۰۱ء میں آپکو سمجھ آگئی اور آپ اسی نبوت کے نعوذ باللہ مدعی بن بیٹھے جس دعوے پر آپ ۱۹۰۱ء سے قبل لعنتیں بھیجتے تھے۔ لاہور والے ان باتوں کو حضرت مسیح موعود پر افترا جانتے ہیں

(۴) حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی احمد کے آنے کے بارے میں جو قرآن شریف میں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی آیت میں مذکور ہے۔ لاہور والے اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے ہیں۔ اور قادیان والے حضرت مسیح موعود کو۔

(۵) لاہور والے حضرت مسیح موعود کا جانشین ان کی وصیت کے مطابق انجمن کو سمجھتے ہیں جس کا ہر ایک فیصلہ امرھم شوریٰ بینھم کے ماتحت آپس کے شورہ اور کثرت رائے سے ہوتا ہے وہ جمہوریت کے قائل ہیں اور شخصی حکومت اور استبدادیت کے منکر ہیں قادیان والے میاں محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود کا جانشین خلیفہ مطاع الکل معصوم عن الخطا مانتے ہیں جس کے اختیارات کا احاطہ کرنا عاجز انسان کے فکر و وہم سے بھی بالاتر ہے کیونکہ وہ بزعم خویش خدا کا خلیفہ ہے جو نہ کبھی غلطی کرسکتا ہے نہ کوئی اسے معزول کرسکتا ہے۔ اس پر بیجا اعتراض کرنیوالا بھی خدا کے ہاں مستوجب سزا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی پوزیشن اس کے ماتحت نوکروں کی ایک ٹولی کی ہے اور بس۔

ان پانچ عنوانات کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے اختلافات ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا موجب طوالت ہے کسی کو تحقیقات کا شوق ہو تو وہ دونوں فریق کا لٹریچر پڑھ سکتا ہے۔

صاحب انصاف مسلمانوں سے ایک سوال؟

اب میں ہر ایک صاحب انصاف مسلمان سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ہو تو کیا وہ مذکورہ بالا عقائد جو قادیانیوں کے ہیں ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت کرسکتا ہے پھر اگر ہم لاہوری احمدی ان لوگوں سے الگ ہوگئے۔ تو کیا برا کیا؟ کیا اسلام کے مفاد کی خاطر ضروری نہ تھا کہ ہم ان سے علیحدہ حضرت مسیح موعود کے صحیح مشن خدمت اسلام کی بنا پر انجمن قائم کرکے اشاعت اسلام کا کام شروع کرتے؟

ختم نبوت اخوت اسلامی کا بنیادی پتھر ہے

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ طیبہ ہے جس کے اقرار سے ایک انسان مسلمان ہو جاتا ہے اور جس کے انکار سے ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ اس کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک لا الٰہ الا اللہ اور دوسرا محمد رسول اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ کے اندر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد رکھی ہے اور محمد رسول اللہ کے اندر مسلمان کی عالمگیر اخوت کا راز مضمر ہے۔ اسلام نے دو دائرے قائم کئے ہیں۔ ایک بڑا دائرہ جو کہ وحدت نسل انسانی کا دائرہ ہے۔ اس کی بنیاد توحید الٰہی پر رکھی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ ..... یعنی اگر تمام مذاہب کے لوگ ایک متفقہ بات پر جمع ہو سکتے ہیں تو وہ صرف توحید الٰہی ہے اور تمام لوگوں کو اتحاد نسل انسانی کے لئے توحید کی دعوت دی ہے اور یہی ایک اصول ہو جس پر تمام مذاہب اکٹھے ہو سکتے ہیں اور یہی ایک امر سب میں مشترک ہے۔

رنگ۔ نسل۔ قومیت کے تفرقوں، ذات پات کے جھگڑوں کو اگر کوئی چیز دور کر سکتی ہے تو وہ صرف توحید الٰہی ہے جس کو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں پیش کیا ہے۔ کہیں تو قل ھو اللہ احد کہا اور کہیں لا الٰہ الا اللہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ الغرض نسل انسانی کی وحدت کی اگر کوئی بنیاد ہو سکتی ہے تو وہ صرف توحید الٰہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد اگر ہو سکتا ہے تو وہ صرف لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ عیسائی، مسلمان اور یہودی میں اگر دوستی ہو سکتی ہے تو صرف لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔

بعینہٖ اسی طرح اگر مسلمانوں کے اندر اتحاد اور یگانگت کوئی چیز پیدا کر سکتی ہے تو توحید الٰہی کے بعد ختم رسالت کا اصول ہے۔ جس طرح وحدت نسل انسانی توحید کے بغیر ایک لمحہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کا اتحاد و مسلمانوں کی عالمگیر اخوت ختم نبوت اور ختم رسالت کے بغیر ناممکن ہے جس طرح کہ اس اصول کو ماننے سے کہ ہندوؤں کا خدا اور ہے اور مسلمانوں کا رب اور ہے اور عیسائیوں اور یہودیوں کا خالق اور ہے۔ وحدت نسل انسانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے اتحاد، ان کی اخوت اور برادری کا یک قلم خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔

مسلمانوں کی اخوت ہی کو قرآن کریم نے "انما المومنون اخوۃ" کے زریں الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ صرف اسی ایک صورت میں قائم رہ سکتی ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلعم اس امت کے واحد مطاع ہوں، جس طرح کہ اس دنیا کا نظام بگڑ جائے۔ اگر اس دنیا کی حکومت دو حاکموں کے سپرد کر دی جائے۔ اسی طرح مسلمانوں کی اخوت کا خاتمہ ہو جاوے۔ اگر رسول کریم کے بعد یا ساتھ کسی اور کو رسالت میں شریک ٹھہرایا جائے۔ اسی لئے دنیا کے نظام کو قائم رکھنے کے لئے اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے فرمایا۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا یعنی اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی حاکم ہوتا تو اس کا نظام قائم نہ رہ سکتا۔ اور یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جاتا۔ اور مسلمانوں کے اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے فرمایا:۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین یعنی آنحضرت صلعم بمنزلہ باپ کے ہیں اور تمام مسلمان اسلامی رشتہ اخوت میں منسلک ہیں۔

میں نے مختصراً یہ دکھایا ہے کہ اگر ایک طرف وحدت نسل انسانی کو قائم رکھنے کے لئے توحید الٰہی کا اصول اشد ضروری ہے تو دوسری طرف اخوت اسلامی بغیر ختم نبوت کے قائم نہیں رہ سکتی۔

بعض معترضین ایک اعتراض پیدا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر ختم نبوت اخوت اسلامی کو قائم رکھنے کے لئے اس قدر ضروری ہے تو پھر حضرت مسیح موعودؑ نے کیوں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس ضمن میں میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ اس موضوع پر بارہا لکھا جا چکا ہے اور اس مسیح موعود نمبر میں بھی بعض مضامین اس پر روشنی ڈالیں گے۔ میں صرف حضرت صاحب کی چند ایک موٹی موٹی اور بین تحریریں پیش کرتا ہوں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت صاحب ہرگز مدعی نبوت نہ تھے۔ بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے والے اور اس کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے والے تھے۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں .....
..... نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں ہے صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔"
(ایک اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

(۲) "مدعی نبوت کو کافر کاذب جانتا ہوں۔"

(۳) پھر لفظ نبی کے استعمال کے متعلق لکھا ہے کہ:۔
"چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔"
(اخبار الحکم مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

پھر ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:۔
"جن لوگوں کو لفظ نبی شاق گزرتا ہے وہ اسے کٹا ہوا سمجھیں۔"
(" " " ")

(۴) پھر تحریر فرمایا ہے "کہ اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔" (کتاب نشان آسمانی)

(۵) اگر آپ نبی تھے تو نبی کے دعوے کا منکر تو کافر ہوتا ہے لیکن آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
"میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔"

میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح حضرت صاحب نے ختم نبوت پر زور دیا ہے وہ شاید ہی کسی ولی یا مجدد کے حصہ میں آیا ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض ظالموں نے نبوت کا دعویٰ آپ کی طرف منسوب کر کے آپ پر افترا کیا ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اصل غرض کیا تھی۔ یہ بالکل بجا ہے کہ آپ کی بعثت کی غرض یہی تھی۔ لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یعنی اسلام کا تمام ادیان پر غلبہ ثابت کرنا۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ نے بیشمار کتابیں لکھیں اور اشتہارات دیئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا بھاری اور زبردست کام جو آپ کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچا وہ اس بات کا محکم ایمان اور یقین پیدا کرنا تھا کہ دنیا کے اندر اصل طاقت اور قوت روحانی طاقت ہے اور مادی قوت گو بسا اوقات عارضی طور پر غالب نظر آتی ہو۔ لیکن آخری غلبہ روحانیت کا ہی ہوتا ہے۔

مادہ پرستی کے موجودہ عالمگیر ماحول میں اس قسم کا محکم ایمان پیدا کر دینا آپ کی ماموریت پر کافی سے زیادہ دلیل ہے ــــ لوگ اکثر معجزے طلب کرتے ہیں اور خارق عادت واقعات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دجالی اور مادی زمانہ میں اس امر کا محکم یقین پیدا کر دینا کہ آخری فتح روحانیت کی ہوتی ہے ایسا زبردست معجزہ ہے جس کی مثال فی زمانہ قطعاً ناممکن ہے۔ دنیا نے مادہ پرستی اور مادی ترقی میں کمال کر دیا ہے اور اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں کہ اس ترقی کا کمال ہمیں اقوام یورپ میں اپنے انتہا کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے دولت، حکومت دو چیزیں مادی ترقی کا منتہائے نظر ہیں اور یہ دونوں یورپین اقوام میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ ان کا سکہ تمام دنیا مانتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس مادی ترقی نے دنیا کو کچھ فائدہ پہنچایا۔ کیا انسانی تہذیب و تمدن میں ترقی ہوئی۔ کیا بنی نوع انسان کا مال، جان، عزت زیادہ محفوظ ہو گئے یا ان سب کا خاتمہ نظر آ رہا ہے۔ اس کا جواب لازماً نفی میں ہوگا

اس زمانہ کی سب سے بڑھ کر اور کونسی بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ ہماری موجودہ نسل کو ۲۵ سال کے قلیل عرصہ میں دو عظیم الشان اور تباہ کن جنگیں دیکھنی پڑیں۔ اور ان دونوں کا آغاز یورپ سے ہوا۔ اس جنگ کا کیا حشر ہوگا یہ تو مستقبل ہی بتا سکے گا۔ لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ اب مادہ پرستی کا خاتمہ ہو گا۔ اور روحانیت کی فتح ہو گی۔ ہندوستان میں وائسرائے ہند نے ۲۶ رمئی کا دن دعا کے لئے تجویز کیا ہے، اور تمام مذاہب سے درخواست اور اپیل کی ہے کہ اس دن گرجوں، مسجدوں اور دیگر معبدوں میں فتح کے لئے دعا کی جائے۔ ہمارے لئے تو پہلے ہی ۲۶ رمئی کا دن حضرت مسیح موعود کے وصال کا دن ہونے کی وجہ سے دعا کا دن ہے اور ہماری دعا یہی ہے:۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلعم اور ہمارا اس دعا پر کامل یقین ہے۔

خلافت کی "تنظیمی برکات"

اپنی جماعت کے متعلق جناب میاں صاحب کے قابل غور اعترافات

جماعت قادیان کو اپنی تنظیم پر بہت ناز ہے اور خلافت کی "تنظیمی برکات" کا چرچا ان کی طرف سے غیر معمولی زور شور کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ کثرت افراد کے بعد تنظیم ہی وہ چیز ہے جس کو یہ لوگ جماعت لاہور کے مقابلہ میں اپنی صداقت و کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت سمجھتے ہیں۔ اسی تنظیم کی خاطر انہوں نے ایک مطلق العنان خلیفہ کی غلامی اور اندھی تقلید کو قبول کر رکھا ہے۔ بعض بھولے بھالے لوگ عقائد میں جناب میاں صاحب سے شدید اختلاف رکھنے کے باوجود اسی فریب تنظیم کا شکار ہو کر ان کی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ان کے اس تنظیمی جبت کا مستقل پھندا موجود ہے۔ اس تنظیم کی اصل حقیقت اور اس کے اثرات نتائج کیا ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس کے متعلق ہم اپنی زبان سے کچھ کہنے کی بجائے جناب میاں صاحب کے ارشادات ہی پیش کر دیں۔ چند سال ہوئے انہوں نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ:-

"میں ابھی جماعت کی کمزوری پر زیادہ کلام نہیں کرتا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی جماعت میں وہ بلوغت نہیں آئی۔ جبکہ عقل پختہ ہوتی ہے۔ ابھی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی عیب بیان کیا جائے۔ تو قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں تک ہے اور کس حد تک ہے۔ لوگ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ کہ جس میں یہ عیب پایا جاتا ہے اس سے زیادہ ذلیل چیز اور کوئی نہیں۔ اور اسے جس قدر جلد ممکن ہو مٹا دینا چاہیے اور کوئی خوبی بیان کی جائے تو بجائے اس کے کہ غور کریں کہ وہ خوبی کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ کہنے لگ جائیں گے۔ کہ اس سے زیادہ مفید اور اچھی چیز کوئی نہیں۔ اس وقت ہماری جماعت کے دوستوں کی مثال اس جھولے کی سی ہے جو میلوں پر لگایا جاتا ہے۔ جب اس کا ایک سرا نیچے جاتا ہے تو دوسرا اوپر کو اٹھ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ وسطی مقام قبول کرنے کو کبھی تیار نہیں ہوتے اور بسا اوقات میں کسی چیز کے متعلق اپنی رائے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ جماعت کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے۔ اگر کوئی نقص بیان کیا جائے تو کہہ اٹھیں گے کہ یونہی مال برباد ہو رہا ہے۔ اور اگر خوبی بیان کر دی تو کہیں گے۔ بھلا کوئی عیب ہو سکتا ہے۔ کوئی کالا داغ تک نہیں اور اس لئے کہ بعض کے لئے اس رنگ میں ٹھوکر کا موجب نہ ہو جاؤں۔ بسا اوقات میں اپنی رائے کو مخفی رکھتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر عقلمند خلیفہ جس نے روحانی ہونے کا تمام حاصل کیا ہو۔ ایسی ہی احتیاط کریگا۔ جب تک کہ جماعت میں بلوغت نہ آ جائے۔ اپنے ایسے خیالات اپنے تک ہی محدود رکھیگا۔ اس جذبہ کے ماتحت میں بہت دفعہ اپنی رائے کو چھپائے رکھتا ہوں۔" (الفضل ۹ر جون ۱۹۳۲ء)

ہماری رائے میں جناب میاں صاحب کے مندرجہ بالا خیالات پر کسی تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ جس خلافت اور تنظیم کو ہر مرض کی دوا خیال کیا اور بتایا جاتا ہے اس کے نتائج خود میاں صاحب کے اپنے الفاظ میں یہ ہیں کہ ساری جماعت میں سے عقل اور سمجھ کا مادہ اور نیک و بد میں امتیاز کی قابلیت جاتی رہی ہے بیشک جناب میاں صاحب نے یہ کہکر اپنے آپ کو اور اپنے مریدوں کو تسلی دینی چاہی ہے کہ جماعت میں ابھی بلوغت نہیں آئی۔ اس وجہ سے یہ نقائص موجود ہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ نقائص "بچپن" یا "نابلوغت" کے ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اندھی تقلید اور آزادی رائے کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہیں۔ یہ روز بروز دور ہونے کی بجائے ترقی کرتے جائیں گے۔

یہ تو قادیان کی عام جماعت کی کیفیت تھی۔ اس کے بعد ذرا ان کے نوجوانوں اور ہونے والے کارکنوں اور مبلغوں کی حالت بھی ذرا میاں صاحب کے الفاظ ہی میں سن لیجئے۔ اپنی مایہ ناز درسگاہ مدرسہ احمدیہ کے طلبہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے نہایت افسوس سے معلوم ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں جو طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ انہیں کنوئیں کے مینڈکوں کی طرح رکھا گیا ہے۔ ان میں کوئی وسعت خیال نہ تھی۔ ان میں کوئی شاندار امنگیں نہ تھیں اور ان میں کوئی روشن دماغی نہ تھی۔ میں نے کرید کرید ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا مگر چاروں طرف سے ان کے دماغ کا راستہ بند نظر آیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ سوائے اس کے کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وفات مسیح کی یہ یہ آیتیں رٹ لو یا نبوت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کر لو۔ انہیں اور کوئی بات نہیں سکھلائی جاتی میں نے جس سے سوال کیا معلوم ہوا کہ اس نے اخبار کبھی نہیں پڑھا اور جب کبھی میں نے ان سے امنگ پوچھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تبلیغ کریں گے۔ اور جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہوگا تبلیغ کریں گے۔ یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں۔ مگر عقل تو نہیں بتاتے۔ الفاظ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والے میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیالی ہے جس طرح ہوگا۔ تو سور کہا کرتا ہے۔ اگر سور کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کریگا۔ تو وہ یہی کہتا جس طرح ہوگا۔ کرونگا۔ بس سور کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ سیدھا چل پڑتا ہے۔ آگے نیزہ لے کر بیٹھو تو وہ نیزہ پر حملہ کر دے گا۔ بندوق لے کر بیٹھو تو بندوق کی گولی کی طرف دوڑ کر چلا آتا ہے۔ پس یہ تو سوروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے۔ اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا۔"

(الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۵ء)

ان اعترافات کی روشنی میں خلافت کی "تنظیمی برکات" کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے تمام قادیانی دوستوں کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اپنی اس حالت پر غور کریں۔ ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ یہ ان کے خلیفہ صاحب ہی کے الفاظ ہیں۔ انہوں نے محض تنظیم کی خاطر ایک مطلق العنان "خلافت" کا جوا اپنی گردن پر رکھا۔ آزادی رائے کی نعمت کو قربان کیا۔ ان قربانیوں کے بعد انہیں جس قسم کی تنظیم حاصل ہوئی ہے۔ کیا یہ کوئی قابل فخر اور مفید چیز ہے؟

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح زمان مہدی دوران مجدد اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا

یوم وصال

مورخہ ۲۶ر مئی ۱۹۴۰ء بروز اتوار شام کے ساڑھے آٹھ بجے مسلم ہائی سکول واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب حضرت اقدس مجدد اعظم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے یوم وصال کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا جس میں حضرت اقدس کی سیرت اور بے نظیر خدمات اسلامیہ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عظیم المرتبت بزرگ اور دیگر اصحاب تقریریں فرمائیں گے اور اس جلیل القدر انسان کی یاد کو تازہ کیا جائے گا جس کی مسیحائی سے امت مسلمہ کے قالب میں زندگی پیدا ہوئی اور جس نے تمام اسلامی دنیا کے اندر اسلامی غلبہ و اشاعت اسلام کا ایک جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ سب مسلمان بھائیوں اور ہر مذہب و ملت کے دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تشریف لا کر جلسہ کی رونق کا باعث ہوں۔

پروگرام جلسہ

(۱) حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور — تقریر

(۲) حضرت مولانا صدر الدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان و جرمنی — "

(۳) جناب مولانا آفتاب الدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان — "

(۴) جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے۔ — "

ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے

المشتہر

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

احمدی احباب سے اپیل

برادران مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اس زمانہ میں خدمت اسلام کے مبارک کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپکی جماعت کو چن لیا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہم کو یہ توفیق دی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس کام کے متعلق میں آپکو ایک پہلو کی طرف جو بڑا ضروری ہے توجہ دلاتا ہوں جو یہ ہے کہ آپکو علم دین کے حاصل کرنے کے لئے اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے کتب سلسلہ کے علاوہ قرآن کریم کے ترجمے و تفاسیر احادیث کے ترجمے اور سیرت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر اسلامی لٹریچر کا ایک ذخیرہ اپنے پاس رکھنا ضروری ہے اسلئے آپ اپنے مال کا ایک حصہ اس کام کے لئے وقف کر کے جوں جوں توفیق ملے علم دین کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کریں تا کہ آپکو تبلیغ حق و اشاعت اسلام کے کام میں سہولت میسر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے آمین۔ والسلام

۲۰-۵-۴۰ — خاکسار عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

خوشا قسمت تو آیا ہم میں مامورِ خدا بنکر!

{از جناب مولانا مرتضیٰ خانصاحب بی اے حسن}

شبستانِ جہاں میں آیا تو شمعِ ہدیٰ بن کر
ضیا گستر ہُوا عالم پہ تو شمس الضحیٰ بن کر

بڑی مدت سے دُنیا منتظر تھی تیرے آنیکی
خوشا قسمت تو آیا ہم میں مامورِ خدا بن کر

ترو تازہ ہُوا آنے سے تیرے وضعِ ملت
تُو آیا گلشنِ اسلام میں بادِ صبا بن کر

پڑی تھی سخت گرداب بلا میں کشتیٔ اُمت
خدا نے دستگیری کی تُو آیا ناخُدا بن کر

نیا دینِ شریعت تُو نے پھر اقوام عالم کو
دکھائی راہ دیں کی گمرہوں کو رہنما بن کر

کیا آگاہ دُنیا کو حقائق سے معارف سے
بنایا راہِ عرفاں مہبطِ وحیٔ خدا بن کر

ڈرا ہر گز نہ دشمن سے میں صدقے تیری جُرأت کے
ادا حق کر دیا تبلیغ کا مردِ خُدا بن کر

خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہُوا تجھ کو
کلیمِ حق بنا تو نائبِ خیر الوریٰ بن کر

شمائل میں ترے شانِ محمدؐ ہے نظر آتی
ہُوا ظاہر جہاں میں تو بروزِ مصطفیٰؐ بن کر

خدا نے سِرّک سِرّی ہے فرمایا تیرے حق میں
یہ وہ دولت ہے جو ملتی ہے محبوبِ خدا بن کر

تمنا ہے رہوں تیرا سدا میں خاکِ پا بن کر
رہوں دنیا میں تیرا میں سدا مدحت سرا بن کر

مسیحا! میرا دامن گوہرِ مقصود سے بھر دے
مَیں آیا ہوں ترے در پر گدائے بے نوا بن کر

اے میرزا قربان تو

{از جناب مولانا مرتضیٰ خانصاحب بی۔ اے حسن}

اے عیسیٰ موعودِ حق اے مہدیٔ مسعودِ حق
اے حامد و محمودِ حق اے میرزا قربان تو

اے مہبطِ وحیٔ خدا اے آیتِ فضلِ الٰہ
اے نائبِ خیر الوریٰ اے میرزا قربان تو

اے نیرِ صدق و صفا اے آفتابِ اتقیا
اے نورِ چشمِ مصطفیٰ اے میرزا قربان تو

ذاتِ تو فخرِ اولیا لاریب ظلِ انبیاء
اے پیکرِ نورِ خدا اے میرزا قربان تو

اے حافظِ دینِ متیں اے حامیٔ شرعِ مبیں
اے حجۃ اللہ بر زمیں اے میرزا قربان تو

اے صدرِ بزمِ آخریں محبوبِ ربّ العالمیں
اے خاتمِ دیں راستگیں اے میرزا قربان تو

اے راہبرِ راہِ یقیں اے محرمِ اسرارِ دیں
اے مطلعِ انوارِ دیں اے میرزا قربان تو

اے مخزنِ لطف و عطا اے معدنِ جُود و سخا
اے چشمۂ علم و ہُدیٰ اے میرزا قربان تو

اے شمعِ بزمِ عارفاں اے سرگروہِ عاشقاں
اے راہنمائے گمرہاں اے میرزا قربان تو

اے قلبِ تو عرشِ ربیں اے رُوحِ تو سدرہ نشیں
اے مصطفیٰ را جانشیں اے میرزا قربان تو

اے عشقِ تو ایمانِ من اے دردِ تو درمانِ من
بر تو تصدق جانِ من اے میرزا قربان تو

من عاشقِ زارِ توام مشتاقِ دیدارِ توام
از جاں طلبگارِ توام اے میرزا قربان تو

این است بس کامِ دلم جانم فدا بر تو کنم
اے وقفِ راحت ایں سرم اے میرزا قربان تو

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

قادیانی حضرات میں تقسیم کیلئے مفت لٹریچر کی فہرست

مندرجہ ذیل رسائل و اشتہارات غیر قادیانی عقائد کے رد کے لئے نہایت مفید ہیں۔ انہیں قادیانی جماعت میں بکثرت تقسیم کرانا چاہیئے۔ اپنی جماعت کے علاوہ قادیانی حضرات بھی یہ دفتر جناب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ سے صرف محصول ڈاک کیلئے ٹکٹ بھیجکر مفت منگا سکتے ہیں۔ جو غریب قادیانی دوست محصول ڈاک کی بھی استطاعت نہیں رکھتے انہیں ہم اپنے پاس سے ٹکٹ لگاکر ارسال کر دیں گے (سیکرٹری)

نمبر شمار	رسالہ کا نام	نام مصنف	موضوع	ضخامت و تقطیع
۱	رد تکفیر اہل قبلہ	حضرت مولینا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور	مسلمانوں کو کافر کہنے کے متعلق قرآن و حدیث و تحریرات حضرت مسیح موعود سے استدلال	۳۰×۲۰/۱۶ ۹۶ صفحہ
۲	مسیح موعود اور ختم نبوت	" " "	تحریرات حضرت مسیح موعود سے ثبوت کہ آپکا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا	۲۹×۲۲/۴ ۳۶ "
۳	مراۃ الاختلاف	جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات	۳۰×۲۰/۱۶ ۱۱۲ "
۴	آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر	" " "	[illegible] میاں محمود احمد صاحب کے غلط خیالات کا جواب	۳۰×۲۰/۱۶ ۳۲ "
۵	مولوی غلام حسن خانصاحب سے ایک مخلصانہ گذارش	حضرت مولینا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور	مولوی غلام حسن خانصاحب کی "بیعت خلافت" کی وجوہات پر چند سوالات	۲۶×۲۰/۸ ۱۲ "
۶	احباب قادیان سے اپیل	" " "	جماعت قادیانی کو حق کی طرف دعوت اور خدمت اسلام کے کام میں شامل ہونے کی تحریک	۲۶×۲۰/۸ ۸ "
۷	ایک غلطی کے ازالہ میں غلط فہمی کا ازالہ	میر [illegible] صاحب گیلانی	حضرت مسیح موعود نے ایک اشتہار میں ایک مرید کی غلطی کا ازالہ کیا۔ میاں محمود احمد صاحب نے اس کو حضرت صاحب کے دعوے نبوت کی بنا ٹھہرا کر آپ پر تبدیلی عقیدہ کا الزام لگا دیا۔ میر [illegible] صاحب نے میاں صاحب کی اس غلط فہمی کو اس میں دور کیا ہے اور حضرت مسیح موعود کے سارے اشتہار کی پوری تشریح کر دی ہے	۲۹×۲۲/۴ ۷۲ "
۸	قادیانی جماعت اور احمدی جماعت لاہور کے اختلاف میں فیصلہ کی راہ	ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور	دونوں فریق کا فیصلہ صرف بانی سلسلہ کی تحریرات پر ہو سکتا ہے۔	۲۹×۲۲/۴ ۸ "
۹	میاں محمود احمد صاحب پر انکے مریدین کے الزامات اور بریت کا نرالا طریق تمام راستبازوں پر حملہ	حضرت مولینا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور	میاں صاحب کے بعض مریدوں نے جو الزام میاں صاحب پر لگائے ان سے بریت کا ثبوت دینے کی بجائے کیا طریقہ اختیار کیا گیا؟	۲۹×۲۲/۴ ۴ "
۱۰	جماعت قادیان کی تبدیلی عقیدہ	" " "	مسئلہ نبوت کے متعلق مصنفین سلسلہ احمدیہ کے پہلے عقاید	۲۹×۲۲/۴ ۴ "
۱۱	آئینہ غلو و اختلاف	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	اس ۱۱۲ صفحے کے رسالہ میں میاں محمود احمد صاحب قادیانی کے غالیانہ عقاید کے بخیئے ادھیڑ دیئے ہیں یہ رسالہ ختم ہو چکا ہے عنقریب دوبارہ شائع ہوگا	۲۶×۲۰/۱۶ ۱۱۲ "
۱۲	بیان المجاہد	مولوی غلام احمد صاحب مجاہد مولوی فاضل	مقدمہ بہاولپور میں حضرت مسیح موعود کے دعوی نبوت کے انکار کے حوالے پیش کئے گئے	۲۹×۲۲/۴ ۴ "
۱۳	کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا؟	حضرت مولینا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور	انکار نبوت کے حوالے از کتب مرزا صاحب	۲۹×۲۲/۴ ~ "
۱۴	نبی کا نام پانے کی خصوصیت	" " "	اس میں حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ کے اسی حوالہ کی ڈاکٹر صاحب نے تشریح کر دی ہے جسکو غالیان قادیانی حضرت مسیح موعود کے دعوی نبوت کی دلیل ٹھہراتے ہیں	۲۶×۲۰/۱۶ ۲۰ "

ضروری نوٹ: مندرجہ بالا رسائل اور اشتہارات کے علاوہ قادیانی جماعت کے عقائد اور مسلک کے رد میں بہت سی کتابیں قیمتاً بھی مل سکتی ہیں جنمیں سے احمد مجتبےٰ، مراۃ الحقیقت، حقیقت اختلاف، عقائد احمدیہ، اظہار الضیاع، النبوۃ فی الاسلام، فرائد نبی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب جو غیر از جماعت اصحاب میں تقسیم کرنے کے لئے نہایت مفید ہیں قیمتاً مل سکتی ہیں تحریک احمدیت، آئینہ احمدیت حصہ اول و دوم، شناخت مامورین، آیت اللہ، ملفوظات اولیائے امت، احمدیت کیا ہے؟ ان تمام کتابوں کے متعلق مزید معلومات اور انکی قیمتیں معلوم کرنے کے لئے انجمن کی مفصل فہرست مفت طلب فرماکر ملاحظہ فرمائیں۔ کتابیں اور فہرست منگانے کا پتہ:۔ دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

جلد ۲۸ لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۲ ربیع الثانی مطابق ۳۰ مئی سنہ ۱۹۴۰ء نمبر ۳۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مومنوں پر جو مصائب آتی ہیں انکے اندر روحانی لذت ہوتی ہے

محبت ایک ایسی شئے ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے۔ ایک شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کیلئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا ایک عورت کسی پر عاشق تھی۔ اسکو کھینچ کھینچ کر لاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ماریں کھاتی تھی۔ مگر وہ کہتی تھی کہ مجھے لذت ملتی ہے۔۔۔۔۔ جبکہ جھوٹی محبتوں فسق و فجور کے رنگ میں جلوہ گر ہونیوالے عشق میں مصائب اور مشکلات کے برداشت کرنے میں ایک لذت ملتی ہے تو خیال کرو کہ وہ جو خدا تعالیٰ کا عاشق زار ہو اسکے آستانہ الوہیت پر نثار ہونیکا خواہشمند ہو وہ مصائب اور مشکلات میں کس قدر لذت پا سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت دیکھو مکہ میں ان کو کیا کیا تکلیفیں پہنچیں بعض ان میں سے پکڑے گئے قسم قسم کی تکلیفوں اور عقوبتوں میں گرفتار ہوئے۔ مرد تو مرد بعض مسلمان عورتوں پر اس قدر سختیاں کی گئیں کہ ان کے تصور سے بدن کانپ اُٹھتا ہے۔ اگر وہ مکہ والوں سے ملجاتے تو اس وقت بظاہر وہ انکی بڑی عزت کرتے کیونکہ وہ ان کی برادری ہی تو تھے۔ مگر وہ کیا چیز تھی جس نے انکو مصائب اور مشکلات کے طوفان میں بھی حق پر قائم رکھا۔ وہ وہی لذت اور سرور کا چشمہ تھا جو حق سے پیار کی وجہ سے ان کے سینوں میں پھوٹ نکلتا تھا۔۔۔۔۔۔ غرض اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مرجانا منظور ہوتا ہے اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو مومن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول ہونے کیلئے تیار رہتا ہے اسی طرح اگر کسی شخص کو کہدیا جاوے کہ یا نصرانی ہوجا یا قتل کردیا جائیگا۔ اس وقت دیکھنا چاہیئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز آتی ہے۔ آیا وہ مرنے کیلئے سر رکھ دیتا ہے یا نصرانی ہونیکو ترجیح دیتا ہے اگر وہ مرنے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ مومن حقیقی ہے۔ ورنہ کافر۔ غرض ان مصائب میں جو مومنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذت ہوتی ہے بھلا سوچو تو سہی کہ اگر یہ مصائب لذت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گذارتے ؛ (تقریر ۲۴ / جون سنہ ۱۹۰۱ء)

اعلانات

اعلانِ بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۔ جناب سردار خاں صاحب جھنگ ؛ ۲۔ جناب احمد شاہ صاحب کشمیر ؛
۳۔ جناب گل شیر خانصاحب ضلع پشاور ؛ ۴۔ جناب محمد عبیداللہ صاحب افریقی لاہور ؛
۵۔ جناب میاں رفیع صاحب نائجیریا (افریقہ) ۶۔ جناب محمد جے۔ اڈی خلا صاحب نائجیریا (افریقہ)
۷۔ محترمہ وحیدن النساء صاحبہ رام پورہ ؛ ۸۔ جناب اے کریم صاحب رام پورہ

آئینہ احمدیت حصہ دوم } آئینہ احمدیت حصہ دوم ایک مختصر رسالہ بطور ضمیمہ حصہ اول تھوڑی سی تعداد میں موجود ہے۔ جن احباب نے آئینہ احمدیت حصہ اول خرید کی ہوئی ہے اور یہ ضمیمہ ان کے پاس نہیں تو وہ ایک آنہ (۱ر) کے ٹکٹ بھجواکر یہ رسالہ منگوا سکتے ہیں۔

خاکسار محمد عبداللہ جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بیرون ہند کی جماعتیں اور احباب مسیح موعودؑ نمبر کے آرڈر بھیجدیں } مسیح موعود نمبر کا اعلان

ایسے وقت پر ہوا کہ بیرون ہند کی جماعتوں اور احباب کے آرڈر اس پرچہ کی اشاعت سے قبل موصول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے کچھ پرچے زیادہ چھپوائے گئے ہیں۔ جو آخر جون تک محفوظ رہیں گے۔ بیرون ہند کی جن جماعتوں اور دوستوں کو اس نمبر کی ضرورت ہو وہ بہت جلد اپنی فرمائش بھیجدیں۔ قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ۔ ایک روپیہ میں بارہ کاپیاں۔ محصولڈاک علاوہ ہوگا۔ قیمت اور محصولڈاک فرمائش کے ہمراہ بھیجدیں۔ جماعت بغداد اور عراق کے دوسرے دوستوں کو ہم خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں۔
ہندوستان کے اندر بھی جن احباب کو تا حال اس پرچہ کی ضرورت ہے وہ فی الفور اطلاع دیدیں ممکن ہے کہ دفتر ان کی بعض فرمائشوں کی تعمیل بھی کر سکے ؛

مضمون نگار حضرات کیخدمت میں } بعض دوست نامکمل مضامین اشاعت کیلئے ارسال فرماتے ہیں حوالوں کا ذکر کرکے انکے لئے جگہ خالی چھوڑ دیتے ہیں اور ایڈیٹر کو لکھ دیتے کہ وہ حوالے تلاش کرکے خود اسجگہ کو پر کرلے یہ بہت تکلیف دہ اور وقت طلب کام ہے۔ سوائے خاص حالات کے عملہ ادارت اس کام سے معافی چاہتا ہے آیندہ تمام دوست مضامین مکمل بھیجا کریں ؛

ہر ایک احمدی خاتون کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر میں "بچت فنڈ" کی صندوقچی رکھے۔ اور جمعرات کے دن بچت کے پیسے اس میں ڈالے

کیا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ میں تبدیلی کی؟

میاں محمود احمد صاحب کی ایک غلط بیانی

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

میاں محمود احمد صاحب نے اپنے ۱۵ر مارچ ۱۹۴۰ء کے خطبہ جمعہ میں جو "الفضل" مورخہ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا حضرت مسیح موعودؑ پر تبدیلی دعویٰ کا الزام لگاتے ہوئے یہ لفظ کہے تھے کہ

"پہلے آپ لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں مگر بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ میرا تو پہلے بھی یہی مطلب تھا کہ میں نبی ہوں "نہیں" کا لفظ کاتب نے غلطی سے لکھدیا۔ بلکہ سادگی سے اقرار کر لیا۔ کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ کی بارش کی طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔"

ان الفاظ پر اعتراض کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۵ر اپریل ۴۰ء میں جو ۱۸ر اپریل ۴۰ء کے "پیغام صلح" میں درج ہوا یہ فرمایا کہ:-

"دیکھنے والی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کبھی پہلے اپنے آپ کو نبی نہ کہتے تھے اور بعد میں کہنے لگے اور لوگوں کے اعتراض پر آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کی وجہ سے تھا یہ از سرتاپا غلط ہے۔"

اس کے جواب میں ۲۴ر اپریل ۴۰ء کے "الفضل" میں ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جس میں حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹-۱۵۰ سے حضرت مسیح موعودؑ کی وہ عبارت نقل کر کے جس میں آپ نے مسیح ناصری پر اپنی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آپ نے اس میں تبدیلی دعویٰ کا اعلان کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔

کیا یہ تبدیلی دعویٰ کا اعلان ہے؟

یہ کہاں تک صحیح ہے۔ آیا حقیقۃ الوحی کی محولہ بالا عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کا ذکر کیا ہے جو میاں صاحب نے خطبہ میں کہی؟ ذیل میں حقیقۃ الوحی کے اصل الفاظ ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کر کے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ میاں صاحب کے اس بیان کی تائید کہاں تک ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:-

"اگرچہ خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسےٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الہٰی ہوئی کہ وہ مسیح موعود آنے والا تو ہی ہے ...... اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔"

کیا اس عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کہیں فرمایا ہے کہ پہلے میں مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتا تھا اور اب سمجھتا ہوں۔ کیا مسئلہ نبوت کے متعلق اپنے عقیدہ نہیں بلکہ اپنے دعوےٰ کو بدلنے کا کوئی ذکر ان الفاظ میں پایا جاتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی ذکر اس عبارت میں موجود نہیں۔ جن عقائد کی تبدیلی کا ذکر ان الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ وہ یا تو مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ ہے اور یا مسیح علیہ السلام پر فضیلت کا عقیدہ۔ کون منصف مزاج یہ کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں عقائد کو دعویٰ نبوت سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ یا اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ دربارہ نبوت کی تبدیلی کا اعلان کیا ہے۔ کیا یہ کہنا کہ پہلے میں اپنے آپ کو مسیح علیہ السلام سے افضل نہیں سمجھتا تھا بلکہ کوئی نسبت اپنے آپ کو مسیح علیہ السلام سے نہیں دیتا تھا۔ لیکن بعد میں بارش کی طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اس بات کا مترادف ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ دربارہ نبوت میں تبدیلی کر لی؟ کہاں مسیح علیہ السلام پر فضیلت[1] کا مسئلہ اور کہاں دعویٰ نبوت؟

تبدیلی دعویٰ کا اعلان کوئی نہیں؟

اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پہلے لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ مگر بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا" تو چاہئے تھا کہ کھلے طور پر اس کا اعلان کرتے۔ مسیح علیہ السلام پر فضیلت کی بحث میں جو کسی معترض کے جواب میں لکھی گئی۔ اس قسم کا کوئی اعلان پایا نہیں جاتا۔ نہ ہی کسی دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا اعلان کیا ہے جس کا اعتراف خود میاں صاحب بھی حقیقۃ النبوۃ میں ان الفاظ کر چکے ہیں کہ:-

"اس قول کا کیا فائدہ کہ آپ نے کوئی اعلان کیوں نہیں کیا..... اس کی کیا ضرورت ہے کہ یہ بھی اعلان کیا جائے کہ پہلی بات جو میں نے لکھی تھی غلط تھی"۔

یہ الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ خود میاں صاحب کے نزدیک بھی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوےٰ دربارہ نبوت کے متعلق تبدیلی کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ اگر کوئی ایسا اعلان ہوتا تو وہ یہ کبھی نہ لکھتے کہ ایسے اعلان کی ضرورت نہیں۔

اعلان کی ضرورت

ضرورت کیوں نہ تھی جبکہ بارہ تیرہ سال تک بار بار یہ اعلان کرتے رہے کہ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۴۲۱) قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے رہے کہ دعویٰ نبوت کا الزام مجھ پر صحیح نہیں۔ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات حصہ دوم ص ۲۹۷) "میری تحریر سے لفظ نبی کو ترمیم شدہ تصور کر کے اس کی جگہ محدث سمجھ لیا جائے" (مجموعہ اشتہارات حصہ اول ص ۳۱۳) تو جب خدا کا حکم بدل گیا اور آپ کو سمجھ آگئی کہ آپ محدث نہیں بلکہ نبی ہیں اور آپ کا دعویٰ نبوت سے انکار صحیح نہ تھا تو کیا کھلے طور پر اس کا اعلان کرنے کی ضرورت نہ تھی؟ مسیح علیہ السلام کے نزول کے متعلق تبدیلی عقیدہ کا اعلان آپ نے بار بار کئی جگہوں پر کیا۔ مسیح علیہ السلام پر فضیلت کے بارہ میں تبدیلی کا اعلان صریح طور پر حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے۔ ان سب اعلانات کی ضرورت تھی۔ لیکن دعویٰ جیسی اہم چیز میں تبدیلی کے اعلان کی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر بقول میاں صاحب اعلان کیا بھی تو محض ضمنی طور پر۔ اور وہ بھی کسی معترض کو مسئلہ فضیلت کے متعلق جواب دیتے ہوئے اتنا کہدیا کہ صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

حقیقۃ الوحی میں نیا دعویٰ نہیں

اس میں کہاں تبدیلی دعویٰ کا ذکر ہے۔ کیا ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ازالہ اوہام میں اپنے آپ کو نہیں لکھا؟ جس کے معنی وہاں محدثیت کے کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل:-

"سو یہ بات کہ اس کو (یعنی مسیح موعود کو) امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں میں رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام ص ۵۳۳)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقۃ الوحی میں جو صریح طور پر نبی کا خطاب دینے کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے کیا ہے۔ وہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ یہ وہی خطاب ہے جو براہین احمدیہ میں آپ کو دیا گیا اور جس کا ذکر ازالہ اوہام میں آپ نے فرمایا اور اسے محدثیت قرار دیا ہے۔

نبوت تامہ سے انکار ۱۹۰۱ء کے بعد

کہا جائے گا کہ ازالہ اوہام میں "ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" کہ آپ بے شک محدث یا جزئی نبی سمجھتے تھے لیکن بعد میں اس کو کامل نبی سمجھنے لگ گئے۔ اس پر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعد کا کوئی اعلان دکھاؤ۔ تم کہتے ہو ۱۹۰۱ء میں تبدیلی کی۔ اول تو اس کا کوئی اعلان موجود نہیں اور دوسرے "الوصیت" میں جو ۱۹۰۵ء کی تصنیف ہے یہ صاف طور پر لکھا ہوا موجود ہے کہ:-

"اس کا (یعنی رسول اللہ صلعم کا) کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔" (الوصیت ص ۱۰)

[1] مسیح علیہ السلام پر فضیلت کا عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ نے کب تبدیل کیا؟ وہ فضیلت جزئی تھی یا کلی اور آیا اس سے آپ کا نبی ہونا ثابت ہو سکتا ہے یا یہ ایک جداگانہ موضوع ہے جس پر گذشتہ نمبر میں روشنی ڈالی جا چکی ہے

پیغامِ صلح

جلد ۲۸ | لاہور یوم پنجشنبہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ | نمبر ۲۳

جنگ کا ایک روشن پہلو

یورپ کے مادہ پرست ممالک خدا کی طرف جھک رہے ہیں

ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کہ یورپ میں ہماری تبلیغی کوششوں پر مسکرایا کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یورپ مادہ پرستی میں غرق ہو کر خدا اور مذہب کو بالکل فراموش کر چکا ہے۔ اب اس کو خدا اور مذہب کی طرف بلانا سعیٔ لاحاصل ہے ـــــ ان کے سامنے معزز و عالم یورپین نومسلموں کی شکل میں ایسی واضح مثالیں موجود ہیں۔ جو کہ ان کے اس غلط خیال کی تردید کے لئے کافی ہونی چاہئیں لیکن یہ لوگ ان نومسلموں کو ایک ایسا "استثنا" سمجھتے ہیں جس سے کوئی کلیہ غلط نہیں ہو جایا کرتا ـــــ انہیں اس بات پر اصرار ہے کہ خواہ کچھ ہو۔ اب یورپ میں خدا کی پکار اور مذہب کا رواج بالکل ناممکن ہے۔ یورپ والوں کا خدا مادی ساز و سامان۔ برق و دخان مشین اسلحہ اور فوجیں ہیں۔ یہ صرف انہی پر بھروسہ کر سکتے اور انہی کے سامنے جھک سکتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ خدا کو بہت بڑی حد تک بھول چکا تھا۔ یورپین قومیں مادہ پرستی کی لعنت میں پوری طرح غرق ہو چکی تھیں۔ لیکن انسانی فطرت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ خدا کے آگے جھکنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس کی روح کسی معبود کے سامنے سربسجود ہوئے بغیر چین ہی نہیں پا سکتی۔ انسان کی سرکشی کو دوام نہیں یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے حقیقی مالک کی عبادت کی بجائے فرضی، فانی اور خود ساختہ معبودوں کی پوجا شروع کر دے اور اس گمراہی و شرک میں صدیاں بسر کر دے۔ لیکن مادہ پرستی اور دہریت میں اولاد آدم کوئی لمبا عرصہ نہیں گذار سکتی ـــــ کیا آپ نہیں دیکھ رہے۔ وہی یورپ کی مادہ پرست اقوام جو خدا کو بھول گئی تھیں۔ اور مذہب سے عملی طور پر کنارہ کش ہو چکی تھیں۔ جنگ کے ایک ہی تھپیڑے سے ان کو خدا یاد آ گیا ہے۔ باقاعدہ "یوم دعا" مقرر کر کے دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ گرجوں اور عبادت گاہوں میں جو کہ بے رونق و ویران ہو چکی تھیں۔ آج پھر لوگوں کا ہجوم نظر آ رہا ہے۔ دن رات وہاں دست دعا بلند ہوتے اور سر نیاز جھکتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں عشرت کدہ پیرس کی ایک تازہ خبر ملاحظہ فرمائیے۔

"لندن ۲۰ مئی۔ روزنامہ "ٹائمز" کا نامہ نگار خصوصی پیرس سے اطلاع دیتا ہے کہ فرانس کے دارالسلطنت میں زبردست ہیجان پایا جاتا ہے۔ مذہبی سپرٹ پھر عود کر آئی ہے مزاروں اور دوسرے مقامات مقدسہ پر عوام الناس کے ہجوم نظر آ رہے ہیں۔ جو فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہیں سینٹ آئین ڈومنٹ کا مزار خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ فرانس کے باشندے اسے پیرس کا محافظ خیال کرتے ہیں۔ یہاں خاص اہتمام سے دعائیں مانگی جا رہی ہیں"۔ (احسان ۲۱ مئی ۱۹۴۰ء)

یہ بات صرف پیرس تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ برطانیہ اور فرانس اور دوسرے بیشمار ممالک کے لوگ آج اس بات پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ مادی ساز و سامان . . . پر بھروسہ کرنے کی بجائے، نصرت آنے والے خدا کی غیبی امدادوں کے طالب ہوں۔ جو لوگ سمجھتے تھے یا اب بھی سمجھتے ہیں کہ یورپ دہریہ ہو چکا ہے اب وہ خدا اور مذہب کی طرف دوبارہ رخ نہیں کر سکتا۔ انہیں اپنے خیالات پر احتیاط و انصاف کیساتھ نظرثانی کرنی چاہئے۔ جنگ تو ہمیشہ سے تباہی و بربادی کا دوسرا نام رہا ہے لیکن موجودہ جنگ جن ہلاکتوں اور بربادیوں کو اپنے ساتھ لائی ہے اس کی کوئی نظیر تاریخ میں موجود نہیں ـــــ یہ نوع انسانی کے لئے ایک عذاب الیم ہے۔ ہوا، پانی، زمین ہر جگہ آگ کی بارش ہو رہی ہے۔ انسانی خون پوری بیدردی سے بہایا جا رہا ہے۔ پر رونق آبادیاں عظیم الشان شہر۔ سربفلک عمارتیں۔ پھلے پھولے باغ اور ہرے بھرے کھیت لمحوں کے اندر مسمار و ویران ہو رہے ہیں ـــــ دنیا بھر میں تاریکی و مایوسی غالب آتی دکھائی دے رہی ہے۔ مستقبل کے متعلق امیدیں بہت کم ہو گئی ہیں لیکن ہر ایک تاریکی کیساتھ ایک روشنی بھی ہوتی ہے ـــــ اس جنگ کا روشن پہلو یہ ہے کہ وہ لوگ جو مادہ پرستی کی دلدل میں غرق ہو کر خدا کو بھول چکے تھے ان پر مادہ پرستی اور مادی ساز و سامان کی حقیقت واضح ہو رہی ہے اور انہیں بھولا ہوا خدا پھر یاد آ رہا ہے ـــــ یہ جذبہ خدا پرستی خواہ کس قدر غلط رنگ میں ظاہر ہوا ہو لیکن بہرحال بیدار ہو چکا ہے۔ اب ضرورت صرف اس قدر باقی رہ گئی ہے کہ اسے صحیح راہ پر لگا دیا جائے ان لوگوں تک امن و سلامتی کے حقیقی پیغام یعنی قرآن کو پہنچا دیا جائے ولیوں اور راہبوں کی قبروں پر سربسجود ہونیوالوں کو دہریوں کی نسبت زیادہ آسانی کے ساتھ بتایا اور سمجھایا جا سکتا ہے کہ حقیقی محافظ خداوند کریم کی ذات پاک ہے۔ جنگ کے یہ بادل انشاءاللہ بہت جلد چھٹ جائیں گے ـــــ بیشک یہ جنگ اپنی بربادیوں کے بہت سے نشانات چھوڑ جائے گی لیکن کھنڈروں پر تعمیر نو کا وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ تہذیب مغرب کا یہ ہولناک کھیل ختم ہوتے ہی ضرورت ہوگی کہ اسلام کے نام لیوا قرآن پاک کو ہاتھوں میں لیکر ان ملکوں میں نکل جائیں اور دجالی تہذیب کے ان زخم خوردوں کو بتائیں کہ دیکھو نسخہ شفا یہ ہے۔ اس کو سنو۔ پڑھو اور آزماؤ تمہارے تمام روگ دور ہو جائیں گے ـــــ کیا ہم اس کے لئے کوئی تیاری کر رہے ہیں؟

ہندوؤں اور سکھوں کی بیان کردہ تیاریاں

"آجکل جنگ کے حالات کیوجہ سے ہندوستان میں بے اعتمادی اور بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے متعلق تو ہم وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن پنجاب میں یہ چیز موجود۔ اور روز بروز ترقی کر رہی ہے بالخصوص لاہور میں۔ لوگ مستقبل قریب میں بدامنی اور خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں ـــــ ہمارے خیال میں ان کا یہ اندیشہ صحیح نہیں ہے لیکن افسوس ہندوؤں اور سکھوں کے طرز عمل نے اس بے بنیاد اندیشہ کو خواہ مخواہ تقویت دیدی ہے۔ چنانچہ معزز معاصر "انقلاب" کا بیان ہے کہ

"عام افواہ ہے کہ سکھ اور ہندو اپنے گھروں میں اسلحہ اور حرب جمع کر رہے ہیں اور شہر کے بعض ہندو محلوں میں کوچہ بندیوں کے آہنی جنگلے بنائے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وہم کے ماتحت کیا جا رہا ہے کہ اگر حکومت برطانیہ کو جرمنی کے مقابلے میں شکست ہو گئی تو ہندوستان میں لوٹ مار اور قتل و خون کا ہنگامہ برپا ہو جائیگا۔ لہذا ہر شخص کو جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا بندوبست خود کرنا چاہیئے" (۳۰ مئی ۱۹۴۰ء)

معاصر موصوف کا بیان بالکل صحیح ہے یہ افواہ شہر میں زور کے ساتھ پھیل رہی ہے اور گذشتہ چند روز سے جو دیہاتی سکھ کثرت کیساتھ شہر میں آ رہے ہیں اور کرپانیں اور دوسرے ہتھیار لیکر گشت کرتے ہیں انکی وجہ سے اس افواہ سے پیدا شدہ بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے ـــــ یہ صورت حالات حکومت کی فوری توجہ کے قابل ہے اس کا فرض ہے کہ اس قسم کی افواہوں کو پھیلنے سے روکے اور عوام کے اعتماد و اطمینان کو بحال کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اس غرض کو حاصل کرنے کیلئے ان حرکات کا روکنا ضروری ہے جو کہ بے چینی اور بے اعتمادی پیدا کر رہی ہیں۔

ہم بلا امتیاز مذہب و ملت پبلک کے تمام طبقات کی خدمت میں گذارش کرینگے کہ اس قسم کی تیاریاں اور حرکات خانہ جنگی کی آگ تو ضرور بھڑکا سکتی ہیں لیکن کسی کی حفاظت کی ذمہ دار ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی ہیں۔ ہم سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اور سب کی متحدہ و مخلصانہ کوششوں ہی سے ملک کا امن محفوظ رہ سکتا ہے جس کی موثر ترین تدبیر یہ ہے کہ متفقہ طور پر بدامنی پیدا کرنیوالے افراد کی مذمت و حوصلہ شکنی کی جائے اور قیام امن کے معاملے میں حکومت کیساتھ پورا تعاون کیا جائے۔

میاں بشیر احمد صاحب کو صدمہ

یہ خبر ملک کے تمام اسلامی اور ادبی حلقوں میں بے حد افسوس کیساتھ سنی جائے گی کہ گذشتہ ہفتہ جناب میاں بشیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" کے نوجوان صاحبزادے مسٹر اصغر بشیر آکسفورڈ میں شناوری کی مشق کرتے ہوئے غرق ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نعش باوجود تلاش بسیار کے تاحال دستیاب نہیں ہوئی۔ تلاش جاری ہے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اگر نعش دستیاب ہو گئی تو ووکنگ کے اسلامی قبرستان میں میاں نعیم حسین مرحوم (خلف سر فضل حسین مرحوم) کی قبر کے پاس سپرد خاک کی جائے گی۔

مسٹر اصغر بشیر بیس سال کے قبول صورت، تندرست اور لائق نوجوان تھے۔ نہایت اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے۔ آکسفورڈ کے ویڈہم کالج میں زیر تعلیم تھے ان کا شمار اس مشہور کالج کے ممتاز طلبہ میں ہوتا تھا والدین اور خاندان کی بہت سی بلند توقعات اس سعید و لائق نوجوان کے ساتھ وابستہ تھیں۔ معلوم ہوا ہے کہ جنگ شروع ہونے کے بعد اب تک میاں بشیر احمد صاحب نے کئی مرتبہ اصغر مرحوم کو بذریعہ تار لکھے کہ فوراً ہوائی جہاز کے ذریعہ ہندوستان آ جاؤ لیکن مرحوم نے ہمیشہ یہ جواب دیا کہ ماہ جون میں میری یونیورسٹی کی "ٹرم" ختم ہونیوالی ہے اس کے بعد میں ہندوستان آؤں گا ـــــ لیکن آہ یہ نوجوان ٹرم ہونے سے قبل ہی چل بسا۔ نہ صرف والدین بلکہ تمام "میاں فیملی" اور اس کے بیشمار دوستوں کیلئے یہ ہولناک حادثہ انتہائی رنجدہ ہے۔ ہم اس صدمہ

شذرات

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر

مسیح موعودؑ نمبر کی تیاری کے لئے صرف چند روز کا وقت ملا۔ مضمون کی فراہمی و ترتیب اور کتابت و طباعت وغیرہ سب کام اسی قلیل مدت میں انجام پائے۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ پرچہ پسند کیا گیا۔ بہت سے بزرگوں اور دوستوں نے اس کی تعریف کی۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈلہوزی سے اپنے تازہ والا نامہ میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مسیح موعود نمبر میری نظر سے گزرا۔ بہت اچھا لکھا گیا ہے۔ مضامین بھی نہایت موزوں اور بہت اچھے ہیں۔ قادیانیوں کو تبلیغ کے لئے یہ نمبر انشاء اللہ الرحمٰن بہت مفید رہے گا۔ مگر کاش کہ یہ لوگ پڑھیں!"

بزرگوں اور دوستوں کی اس ذرہ نوازی کا شکریہ۔ مگر ہم ان کی خدمت میں گذارش کریں گے۔ کہ اس نمبر کا اصل مقصد اسی حالت میں پورا ہو سکتا ہے۔ جب کہ قادیانی حضرات اسے مطالعہ کریں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب ممدوح نے فرمایا ہے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ ہمارے تمام دوست اور جماعتیں کوشش کر کے سعید الفطرت اور موزوں قادیانی حضرات تک یہ پرچہ پہنچائیں۔ مرکز میں تبلیغ کے لئے عمدہ لٹریچر تیار ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے۔ مگر مناسب طور پر اس کی تقسیم و اشاعت احباب کے سرگرم تعاون کے بغیر مشکل ہے۔

انگلستان کا ایک نیا قانون

اخبار بین حضرات کو معلوم ہو گا کہ چند روز ہوئے برطانی پارلیمنٹ میں اتفاق رائے سے ایک مسودہ قانون منظور ہوا ہے جس کی رو سے بوقت ضرورت ملک معظم کو انگلستان کے تمام باشندوں، ان کی جائیدادوں اور تمام پرائیویٹ کمپنیوں۔ فرموں اور کارخانوں پر کلی اختیار ہو گا۔ اور وہ ان کو جس طرح چاہیں مصرف میں لا سکینگے۔ جنگی ضروریات کے پیش نظر یہ قانون منظور کیا گیا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ انگلستان پر دشمن نے حملہ کیا تو یہ فی الفور نافذ سمجھا جائے گا۔۔۔ یہ مسودہ قانون نہ صرف پارلیمنٹ میں اتفاق رائے سے منظور ہوا بلکہ انگریز عوام نے بھی اس کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا۔۔۔ جو قوم اپنے ملک اور سلطنت کے تحفظ کیلئے اس قدر گرانقدر قربانی کر سکتی ہے۔ وہ ضرور کامیاب ہو گی۔ عارضی طور پر خواہ کس قدر ہی مشکلات پیش آئیں۔ لیکن امید ہے کہ آخری فتح اسی قوم کا حصہ ہے۔ انگریز قوم کی اس قربانی میں ہمارے لئے۔۔۔ ہاں ہم احمدیوں کے لئے جو اسلام کے خادم اور دین کے سپاہی کہلاتے ہیں۔ ایک سبق ہے۔ یقیناً اسلام آجکل برطانیہ سے بہت زیادہ مشکلات میں مبتلا ہے۔ اس کے دشمن برطانیہ کے دشمنوں سے بہت زیادہ ہیں۔ کیا ہم بھی اسلام کے تحفظ اور اس کی سربلندی کے لئے وقت پڑنے پر اس قسم کی قربانی کر سکتے ہیں؟ ضرورت ہے کہ ہم میں سے ایک فرد اپنے ضمیر سے اس سوال کا جواب پوچھے اور اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔

اخبار بین دوستوں کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں یہ مسودہ قانون ایک ہی دن میں پیش ہو کر منظور ہو گیا۔ اور اسی روز ملک معظم کی منظوری بھی اسے حاصل ہو گئی۔ اس میں بھی ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ برطانی پارلیمنٹ طویل بحث مباحثوں کے لئے مشہور ہے۔ اس میں مختلف پارٹیاں ہیں۔ حزب مخالف حکومت پر خوب نکتہ چینی کرتی ہے بعض اوقات ایک مسودہ قانون پر بحث میں ہفتوں صرف ہو جاتے ہیں۔ لیکن آپ دیکھ لیجئے۔ جب ملک، قوم اور سلطنت کا مفاد کسی فوری قانون کا مطالبہ کرتا ہے تو اس مطالبہ کو بلا تامل پورا کر دیا جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ ان لوگوں نے پارٹی بندیوں اور بحث مباحثہ کو اصل مقصد نہیں بنایا بلکہ خدمت ملک و قوم کا ایک ذریعہ سمجھا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ خدمت تنقید اور بحث و مباحثہ کے بغیر انجام دی جا سکتی ہے تو وہ فوراً اس سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ کیا ہمارے ہاں کے نکتہ چین برطانی قوم کے اس طرز عمل پر غور کریں گے؟

فتح کا یقین

یہ خبر تمام مہذب دنیا میں بے حد افسوس کے ساتھ سنی گئی۔ کہ شاہ لیوپولڈ والئے بلجیم کے حکم سے بلجیمی فوجوں نے اتحادیوں سے مشورہ کئے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔ اب برطانیہ اور فرانس تنہا نازی ازم کی بربریت کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہیں۔ اتحادیوں نے اور بالخصوص فرانس میں اس خبر کو جس طرح سنا گیا ہو گا وہ محتاج بیان نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ بلجیم کے اس اقدام سے حالات اور زیادہ نازک ہو گئے ہیں۔ لیکن با ایں فرانس کے حوصلے پست نہیں ہوئے اس کے دم خم وہی ہیں۔ اسے اپنی فتح پر پورا یقین ہے۔ ۲۸ مئی کو فرانس کے وزیر اعظم موسیو رینو نے شاہ بلجیم کے اس افسوسناک اقدام کا اعلان کرتے ہوئے ایک پر اعتماد تقریر کی۔ جس میں کہا کہ:۔

"اگرچہ اب حالات زیادہ خطرناک ہو گئے ہیں۔ لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ فرانس پر آج تک ایک سو حملے ہو چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی فرانس آزاد ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی رہیگا۔ ہماری فوجیں بدستور ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ خواہ کچھ ہو آخر ہمیں اپنی فتح پر یقین ہے"

یہی خود اعتمادی۔ یقین محکم اور عزم راسخ ہے۔ جو انسانوں اور قوموں کو شدید مشکلوں اور ابتلاؤں کے باوجود کامران و سربلند رکھتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ برطانیہ اور فرانس اپنی صفات کی بدولت بالآخر کامیاب ہوں گے۔۔۔ لیکن احمدی بزرگو! اور دوستو! کیا آپ کو اسلام کی کامیابی اور فتح پر اتنا بھی یقین نہیں جتنا کہ وزیر اعظم فرانس کو اپنے ملک کی کامیابی اور فتح پر ہے؟ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو جدوجہد، قربانی اور عمل میں ہم میں کمی کیوں نظر آ رہی ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ اسلام پر باطل پرستوں کے بے شمار حملے ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اس دین فطرت کو مٹا ڈالنا چاہا۔ لیکن اسلام بدستور اپنی پوری قوت کے ساتھ زندہ ہے اور زندہ و سربلند رہے گا۔۔۔ پھر آپ اسکی نصرت کیلئے آگے کیوں نہیں بڑھتے؟۔۔۔ خوب یاد رکھو کہ اسلام کی سربلندی، فتح اور غلبہ کا یقین ہی وہ چیز ہے۔ جس کو از سر نو پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ آئے۔ جس احمدی کا دل اس یقین سے محروم ہے وہ حقیقی معنوں میں احمدی نہیں۔۔۔ ہاں اس یقین کا ثبوت ہمارے اعمال سے ظاہر ہونا چاہئے۔ زبان کا دعویٰ اور شہادت کافی نہیں ہے۔

اخبار احمدیہ

۔۔۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

۔۔۔ مسٹر خان زمان صاحب پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ جب وہ حضرت ممدوح کی خدمت میں خط تحریر کریں اپنا پورا پتہ ضرور اس میں لکھا کریں تاکہ جواب وغیرہ میں تاخیر نہ ہو۔

۔۔۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۲۴ مئی ۱۹۴۰ء کو ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔ ان سے خط و کتابت "پردین ۔۔۔ ڈلہوزی" کے پتہ پر کی جائے۔

۔۔۔ پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر تمام جماعتوں اور دوستوں کو ارسال ہو چکا ہے۔ ۲۸ مئی تک موصول شدہ تمام فرمائشوں کی تعمیل ہو چکی ہے۔

۔۔۔ ۲۶ مئی کی شام کو بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کے سلسلہ میں مسلم ہائی اسکول لاہور کے صحن میں بصدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایک بارونق جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری نے تقریریں کیں مفصل روئیداد اس پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔

۔۔۔ امسال ہمارے مسلم ہائی سکول پیدوہلی نے امتحان میٹریکولیشن میں ۲۳ طلبہ بھیجے۔ جن میں سے ۱۸ کامیاب ہوئے۔ یعنی سکول کا نتیجہ ۷۸ فیصدی رہا۔ ۹ طلبہ فسٹ ڈویژن میں اور ۸ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوئے صرف ایک طالب علم تھرڈ ڈویژن میں رہا۔ ہم ہیڈ ماسٹر صاحب، دیگر اساتذہ اور کامیاب ہونے والے طلبہ کو اس اطمینان بخش نتیجہ پر دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

۔۔۔ مسلم ہائی اسکول لاہور کا نتیجہ بھی گو گذشتہ سال جیسا نہیں ہا لیکن مقامی اسکولوں میں اب بھی اچھا ہے۔ امسال ۹۴ طلبہ کامیاب ہوئے۔ ایک کے وظیفہ کی بھی امید ہے۔

۔۔۔ منشی عبد المجید صاحب منشیر موضع ناجے وال حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت اقدس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا صاحبزادہ سلسلہ جنگ ملک مصر میں مقیم ہے اس کی سلامتی کے لئے دعا کریں۔ منشی صاحب موصوف نے دو روپے بھی ارسال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔

۔۔۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی طبیعت چند روز سے کچھ علیل ہے۔

۔۔۔ جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی بھی قریباً دو ہفتے سے بیمار ہیں (معلوم ہوا کہ اب نسبتاً افاقہ ہے)

۔۔۔ بابو عبد العزیز صاحب ٹکٹ کلکٹر کوٹ رادھاکشن کا بچہ ایک ماہ سے بعارضہ محرقہ بیمار ہے۔ تکلیف بہت زیادہ ہے۔

۔۔۔ جناب بابو علم الدین صاحب ٹین پلیٹ کمپنی جمشید پور کی ہمشیرہ صاحبہ بعارضہ ٹیفائیڈ بیمار ہیں۔

تمام احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کیلئے درد دل سے دعائے صحت کریں۔

۔۔۔ ہماری جماعت سرینگر کے ایک رکن ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب چند روز ہوئے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نیک شخص تھے۔ اس صدمہ میں ہمیں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرمائے۔

۔۔۔ انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص رکن جناب خان عبد العزیز خان صاحب (آف زیدہ) انسپکٹر پولیس بمبئی

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ہر مردم شماری پر لاکھوں کروڑوں افراد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس ہندو گھٹ رہے ہیں۔ حساب دانوں کا اندازہ ہے کہ اگر اس "حسابی قوم" کی تعداد کے متعلق ترقی معکوس کی یہی کیفیت رہی تو بیسویں صدی کے اندر اندر اکثریت چھوڑ، اس کا وجود ہی زبردست خطرہ میں پڑ جائیگا۔ ہندوؤں کو یہ فکر قدرتی طور پر پریشان کئے ہوئے ہے اور وہ کچھ عرصہ سے اپنی تعداد کو بڑھانے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس بارہ میں ان کی مساعی بہت کم کامیاب ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندو لیڈروں نے قلت تعداد کے مرض کے اسباب کی صحیح تشخیص کی ہے نہ ان کا صحیح علاج سوچا ہے اور اپنی اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے جو ذرائع اختیار کئے ہیں وہ اخلاقی لحاظ سے بھی سخت قابل اعتراض ہیں۔

کانگریس اپنے اثر و رسوخ کا لاکھ دعویٰ کرے لیکن دراصل ہندو عوام کے دماغ پر ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج ہی مسلط ہیں اور خود کانگریس ہندو مہاسبھا سے غیر معمولی طور پر متاثر ہے — آپ جانتے ہیں کہ ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج کے نزدیک ہندو دھرم اور ہندو قوم کی ہر ایک مصیبت، کمزوری، ذلت اور غلامی کا سبب مسلمان اور صرف مسلمان ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ہندوؤں کی کمی تعداد کا سبب مسلمانوں کو قرار نہ دیتے۔ چنانچہ عرصہ سے ارشاد ہو رہا ہے کہ مسلمان، ہندو بچوں اور عورتوں کو اغوا کر کے لیجاتے ہیں۔ ہندو مردوں کو ڈرا اور لالچ کے ذریعہ مسلمان بنا لیتے ہیں اس وجہ سے ہندو کم ہو رہے ہیں۔ اب چونکہ مردم شماری قریب آ رہی ہے اس لئے ہندوؤں کی کمی تعداد کی ایک وجہ یہ بھی قرار پائی ہے کہ مردم شماری کے موقع پر مسلمان کارکن غلط اندراجات کرتے ہیں۔ اس لئے ہندوؤں کی تعداد ہر مردم شماری پر کم ظاہر ہوتی ہے۔ ورنہ دراصل ان کی تعداد میں کمی نہیں ہو رہی ہے بلکہ مسلمانوں کی طرح اضافہ ہی ہو رہا ہے چنانچہ پنجاب کے آریہ سماجی اخبارات آج کل یہی رٹ لگا رہے ہیں — ان اخبارات نے یہ صراحت نہیں کی۔ کہ مسلمانوں پر ہندو عورتوں اور بچوں کے اغوا وغیرہ کے الزامات غلط ہیں یا ان کی تعداد میں اضافہ اس قدر تیز رفتار ہے کہ وہ ان اغوا وغیرہ کی وارداتوں کے باوجود جاری رہتا ہے۔

دراصل ہندو قوم کو ظالم مظلوم بننے میں کمال حاصل ہے۔ جب ہندو لیڈر اور اخبارات مسلمانوں کے خلاف کسی سازش یا مہم کا منصوبہ سوچتے ہیں تو پہلے الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں۔ شدھی کی تحریک کے زمانہ میں ان کا سب سے زیادہ زور اس بات پر تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہندو عورتیں اور بچے اغوا ہو رہے ہیں اور مسلمان دھوکا، فریب، رعب اور لالچ کے ذریعے ہندوؤں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ دراصل یہ بہتان طرازیاں آریہ سماجی پرچارکوں کے اس قسم کے "کارناموں" کا دیباچہ تھیں۔ اس سلسلہ میں آریوں کے حقیقی اور فرضی بدھوا آشرموں اور یتیم خانوں کے "کارناموں" کو بھلا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ دہلی اور بعض دوسرے شہروں میں آریوں کے بدھوا آشرم اغوا اور بردہ فروشی کے باقاعدہ اڈے ثابت ہو چکے ہیں۔

اب آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں کا ارادہ یہ ہے کہ سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں جس طرح ہو مسلمانوں کی تعداد کم ظاہر کی جائے۔ چونکہ پنجاب اور بنگال کی اسلامی اکثریتیں ان لوگوں کی پُرتعصب آنکھ میں خار کی طرح کھٹکتی ہیں۔ اس لئے یہ پنجاب و بنگال میں مردم شماری کے موقع پر خاص طور پر اپنی "حساب دانی" کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ آریہ اخبارات، آریہ اور ہندو نوجوانوں کو اکسا رہے ہیں کہ وہ مردم شماری کے لئے اپنی خدمات پیش کریں اور اس موقعہ پر "خاص کوشش" اور احتیاط سے کام کریں یعنی جس طرح ہو اسلامی اکثریت کو نقصان پہنچائیں۔ علاوہ ازیں اچھوتوں کو ہندو، اور اردو اور پنجابی بولنے والوں کی زبان ہندی درج کریں۔ ایسے کاموں میں یہ لوگ بے حد "مشاق" ہیں۔ لہذا اگر مسلمان مردم شماری کے موقع پر پہلے کی طرح غافل رہے تو یہ لوگ اپنی اس سوچی سمجھی ہوئی سکیم کو ضرور عمل میں لا کر رہیں گے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان بیدار ہوں اور ہر جگہ مردم شماری کے کام اور نگرانی میں حصہ لیں اور یاد رکھیں کہ سود خوار قومیں ہر قسم کے حساب و شمار میں "کمالات" ہی کیا کرتی ہیں۔ جو قوم "ہندسہ" کی ہیر پھیر سے "حساب" کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں بناتے کی عادی ہو وہ جو اندھیر مچائے تھوڑا ہے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہندوؤں نے اپنی قلت تعداد کا جو علاج تجویز کیا ہے۔ وہ بالآخر ناکام ہو گا۔ اس قسم کی حرکتوں سے وہ مسلمانوں اور اچھوتوں کو کچھ وقت کیلئے ضرور نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن اپنے لئے کوئی مستقل فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ قومیں شدھی جیسی نام نہاد تحریکوں، آریہ بدھوا آشرموں جیسی حرکات اور مردم شماری کے موقع پر غلط اندراج سے نہیں بڑھا کرتیں۔ بلکہ اس طرح ان کے اخلاق پست ہو جایا کرتے ہیں۔ ہندو قوم کی قلت تعداد کی وجہ اس کے وہ تمدنی اور معاشرتی نقائص ہیں۔ جنکی اصلاح وہ اپنا دھرم سنتن اور روایات قربان کئے بغیر نہیں کر سکتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال

مرکز میں بارونق و کامیاب جلسہ

مرکز میں حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال حسب معمول احسن طریق پر منایا گیا۔ ۲۶ مئی کو اتوار تھا اس لئے اکثر احباب کو دن میں بھی فرصت تھی۔ بہت سے دوستوں نے اس فرصت کا نہایت صحیح استعمال کرتے ہوئے پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر اور دوسرا لٹریچر قادیانی حضرات میں تقسیم کیا۔ شام کو بعد نماز مغرب حسب اعلان مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مسلم ہائی اسکول لاہور کے وسیع صحن میں ایک بارونق جلسہ بصدارت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب منعقد ہوا جس میں احباب جماعت کے علاوہ بہت سے غیر از جماعت معززین اور خواتین بھی تشریف لائیں۔ خواتین کے لئے باپردہ نشست کا انتظام تھا۔ جلسہ کا اہتمام نہایت معقول اور صاف ستھرا تھا جس کیلئے ہم ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے معزز صدر مولوی آفتاب الدین احمد صاحب اور اس کے لائق و باہمت سکرٹری جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ساڑھے آٹھ بجے کے قریب جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب سیکرٹری ایسوسی ایشن نے تحریک صدارت پیش کی اور جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے۔ اس کے بعد کارروائی جلسہ باقاعدہ شروع ہوئی۔ سب سے اول ایک ترک بزرگ نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اس کے بعد جناب مولوی محمد طفیل صاحب خوشنویس نے جو عارضی طور پر مرکز میں قیام فرما ہیں حضرت مسیح موعودؑ کا فارسی کلام خوش الحانی سے سنایا۔ اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک پر معارف تقریر فرمائی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

حضرت امیر نے فرمایا کہ مولوی لوگ حضرت مسیح موعودؑ اور احمدیت کی مخالفت محض تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کر رہے ہیں ورنہ وہ دل سے اکثر ان امور کے قائل ہو چکے ہیں جو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کئے ہیں یہ لوگ حق کو چھپاتے ہیں اور ان کی حالت بالکل علماء بنی اسرائیل کی ہو گئی ہے۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے حضرت ممدوح نے فرمایا کہ احادیث میں ایک مسیح اور مہدی کے آنے کی واضح پیشگوئیاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی دجال اور یاجوج و ماجوج کے متعلق پیشگوئیاں ہیں مسلمانوں کے بڑے بڑے مولوی وفات مسیح کے دل سے قائل ہو چکے ہیں اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی پیشگوئیوں کی صحت اور ان کے پورے ہونے کا بھی صاف طور پر اعتراف کر چکے ہیں۔ اب معاملہ صاف ہے حضرت عیسیٰ وفات پا چکے۔ دجال اور یاجوج ماجوج آ چکے۔ اب ان کے ازالہ کیلئے لازمی طور پر ضرورت ہے کہ مسیح اور مہدی آئے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی طرف مولوی رخ نہیں کرتے بلکہ ان پیشگوئیوں کو چھپاتے ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ان کے اخفا کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ ان چیزوں کو بار بار مسلمانوں کے سامنے لائیں اور بار بار مولویوں کو ان باتوں کی طرف بلائیں۔ ہمارے پاس صداقت اور محکم اصول ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ انہی محکم اصولوں پر غیر از جماعت اور قادیانیوں سے گفتگو کریں۔ اگر ہم اس طریق پر عامل ہوں اور کوشش، ہمت اور قربانی کو اپنا شعار بنائیں تو قلیل ہونے کے باوجود ہم غالب کامیاب ہو سکتے ہیں۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی تقریر

اس کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے مخصوص پرجوش و دلنشین انداز میں تقریر فرمائی۔ جس میں ثابت کیا کہ مامورین کی صداقت کو پرکھنے کے لئے قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معیار مقرر کیا اس کی رو سے حضرت مرزا صاحب صادق ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بڑا مشکل معیار ہے لیکن بانی حضرت مرزا صاحب کی سچائی سورج کی طرح روشن ہے۔ اسکے بعد آپ نے حضرت صاحب کی عظیم الشان خدمات اسلامی اور آپ کے بلند پایہ علم الکلام پر اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی اور فرمایا کہ حضرت صاحب کا دعویٰ صرف مجددیت کا تھا۔ نبوت کا ہرگز ہرگز نہیں تھا۔ اور آپ نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر ہرگز نہیں کہا۔

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب کی تقریر

اس کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے ایک نہایت موزوں اور سلجھی ہوئی تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے عشق اسلام، عشق قرآن اور عشق رسولؐ کو اچھے پیرائے میں بیان کیا اور دوران تقریر میں حضرت صاحب مم [illegible] کی زندگی کے متعدد واقعات اور آپ کے عربی، اردو، فارسی کے [illegible] سے اشعار [illegible] اختتام پذیر ہوا۔ راولپنڈی، حیدرآباد اور بعض دیگر مقامات پر بھی یوم وصال کے سلسلہ میں جلسے منعقد ہوئے جن کی رپورٹ [illegible]

پنجاب کے اردو آریہ اخبارات ماشاء اللہ بڑے "اصول پسند" اور "حقائق پرست" ہیں کیونکہ اردو زبان میں شائع ہونے کے باوجود نہایت سرگرمی سے اردو زبان کی مخالفت فرما رہے ہیں۔ ۲۶ مئی کے آریہ گزٹ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے۔ "اردو زبان ہندوستان کی زبان نہیں" دیکھئے کس قدر صحیح بات ہے۔ بھلا اردو ہندوستان کی زبان کہاں ہے؟ یہ تو جاپان اور چین، شمالی جرمنی اور مغربی فرانس میں بولی جاتی ہے اور "آریہ گزٹ" "پرکاش" "ملاپ" اور "پرتاپ" ہندوستان سے نہیں بلکہ حبشہ، تبت۔ فن لینڈ اور قطب شمالی سے شائع ہوتے ہیں۔ "آریہ گزٹ" تو اسکیمو قوم کا خاص پرچہ ہے ✦

[illegible]

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

—— پیرس ۲۸ مئی۔ آج صبح چار بجے شاہ بلجیم کے حکم سے بلجیمی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں جس کی وجہ سے حالات زیادہ نازک ہو گئے۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلجیمی فوجیں نہایت بہادری اور جانفشانی سے دشمن کا مقابلہ کر رہی تھیں کہ شاہ لیوپولڈ نے اتحادیوں سے مشورہ کئے بغیر اپنی فوجوں کے نام ہتھیار ڈال دینے کے احکام نافذ کر دیئے اور جرمنی سے غیر مشروط طور پر صلح کرنے کی استدعا کی۔

—— شاہ بلجیم کے اس حکم کے خلاف برطانیہ اور فرانس میں اظہار ناراضگی کیا جا رہا ہے بلجیم کے اعلیٰ فوجی حکام بھی اس کے خلاف ہیں اور نیشنل حکومت کے ماتحت علیحدہ فوج تیار کر کے اتحادیوں کے دوش بدوش اپنی سابقہ روایات جاری رکھنے پر مصر ہیں۔

—— پیرس ۲۸ مئی۔ آج صبح موسیو رینو وزیر اعظم فرانس نے بلجیمی افواج کے ہتھیار ڈال دینے کی خبر سناتے ہوئے کہا کہ ہمیں بلجیمی فوجوں پر بھروسہ تھا۔ لیکن آج یہ بھروسہ ختم ہو گیا۔ شاہ لیوپولڈ صلح کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں آج سے ۱۸ دن پیشتر وہ ہم سے امداد طلب کر رہے تھے۔ لیکن اب ہمیں بتائے بغیر جرمنی سے صلح کر لی ہے یہی شاہ لیوپولڈ جنگ سے پیشتر اتحادیوں کے قدردان تھے۔ لیکن خود ان کی حکومت ان کے اقدام سے مطمئن نہیں ہے۔

—— سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے وزیر اعظم فرانس نے کہا کہ اگرچہ اب حالات زیادہ خطرناک ہو گئے ہیں لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ فرانس پر آج تک ایک سو حملے ہو چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی فرانس آزاد ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی رہے گا۔ ہماری فوجیں بدستور ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ خواہ کچھ ہو آخر میں ہمیں اپنی فتح کا یقین ہے۔

—— لندن ۲۸ مئی۔ نمائندہ اخبار کا بیان ہے کہ بلجیمی افسروں نے اعلان کیا ہے کہ تمام فرموں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے تاکہ اسلحہ جات پر پورا قبضہ رہ سکے۔

—— لندن ۲۸ مئی۔ بلجیم کے وزیروں نے (جو اس وقت فرانس میں ہیں) جب ہتھیار ڈال دینے کی خبر سنی تو حالات پر غور کرنے کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ شاہ بلجیم کا اقدام آئین کے خلاف ہے وزیر اعظم بلجیم نے ایک براڈکاسٹ تقریر میں شاہ بلجیم کے رویہ کی مذمت کی ہے۔ اور قرار پایا کہ ان کا یہ اقدام خلاف آئین ہے۔

—— علاوہ ازیں وزیر اعظم بلجیم نے اعلان کیا کہ شاہ لیوپولڈ نے آئین توڑ کر دشمن کے آگے ہتھیار ڈالے ہیں۔ اب وہ ہماری رہنمائی کے قابل نہیں رہے۔ کسی ایک شخص کا فیصلہ ماننے کے لئے ملک تیار نہیں ہے حکومت بلجیم نے آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ شاہ بلجیم سے اب اسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب فرانس میں بلجیم کی فوج کو از سر نو تربیت دی جائے گی۔

—— لندن ۲۸ مئی۔ بلجیمی فوجوں کے ہتھیار ڈال دینے کے متعلق مسٹر چرچل وزیر اعظم انگلستان نے ایوان عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شاہ بلجیم نے اپنا ایلچی بھیج کر بلجیمی مورچہ پر لڑائی بند کر دی ہے اور اپنی فوجوں کو حکم دیدیا ہے کہ وہ اتحادیوں کی ہدایات سے بے تعلق رہیں۔

—— لندن ۲۸ مئی۔ شاہ بلجیم کے اقدام پر امریکہ بھر میں مایوسی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اہل امریکہ کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ انہیں اس امر کا اعتراف ہے کہ حالات شدید صورت اختیار کر گئے ہیں۔ امید ہے کہ اس سلسلہ میں عنقریب کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

—— لندن ۲۸ مئی۔ سر سٹیفورڈ کرپس حکومت روس کے ساتھ تجارتی سمجھوتہ کے سلسلہ میں جوابی امور طے کرنے کے لئے ماسکو روانہ ہو گئے۔

—— بمبئی۔ کراچی اور ہندوستان کے دیگر متعدد مقامات پر اس ہفتہ بہت سے جرمنوں کو نظر بند کیا گیا

—— لاہور ۲۸ مئی۔ خاکسار تحقیقاتی کمیٹی مشتمل بر سر ڈگلس ینگ و چودھری نعمت اللہ نے اپنی رپورٹ پنجاب گورنمنٹ کو بھیجدی ہے۔

—— بمبئی ۲۸ مئی۔ عدن اور صومالی لینڈ سے ہندوستانی پناہ گزینوں کا ایک جتھہ یہاں پہنچ گیا ہے۔

—— شملہ ۲۸ مئی۔ حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ ملک کی حفاظت کیلئے زیادہ سے زیادہ فوج بھرتی کی جائے گی۔

—— ٹوکیو ۲۸ مئی۔ جاپان میں مذہبی تنظیم کے متعلق حال ہی میں ایک نیا قانون نافذ ہوا ہے۔ جس کی رو سے جائز مذہب کی حفاظت اور مذموم رسوم کا انسداد ضروری قرار دیا گیا ہے۔

—— جبرالٹر ۲۷ مئی۔ جبرالٹر میں آج سے کرفیو آرڈر کے نفاذ کا اعلان کیا گیا۔ یہ حکم نازی ایجنٹوں کی سرگرمیوں کو کچلنے اور ہوائی چھتریوں سے فوجیں اتارنے کے خطرہ کے انسداد کیلئے نافذ کیا گیا ہے۔

—— قاہرہ ۲۷ مئی۔ مصر میں رات کے نو بجے سے صبح پانچ بجے تک بلیک آؤٹ کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قبل ازیں صرف ساحلی شہروں میں بلیک آؤٹ کیا جاتا تھا۔ لیکن اب سارے ملک میں کیا جائے گا۔ (۲۹ مئی تک موصول شدہ)

معاصرین کے افکار

"علمائے کرام" کے مشاغل

خدا تعالیٰ ہمارے علمائے کرام کے حال پر رحم فرمائے۔ اخبار تنظیم اہلحدیث روڑ میں پانچ کالم کا ایک لیڈر شائع ہوا ہے جس میں مولینا مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی کے اس دعویٰ کو رد کیا گیا ہے کہ شیطان غیر مقلد ہے

مولینا مرتضیٰ حسن صاحب نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دلائل کا ذکر کئے بغیر شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اور شیطان نے اس حکم کو بلا دلیل نہ مانا اور وہ اس طرح غیر مقلد ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔"

"تنظیم اہلحدیث" نے بڑے شد و مد سے شیطان کے غیر مقلد ہونے کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ شیطان بحکم افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ اپنی ہوا کا مقلد تھا اس واسطے اس کا شمار مقلدین میں ہونا چاہئے۔

ہم نہیں جانتے کہ شیطان مقلد ہے یا غیر مقلد؟ البتہ یہ ضرور عرض کرتے ہیں کہ وہ علمائے کرام جو اس قسم کی فضول بے تکی لایعنی اور باطل بحثوں میں الجھے ہوئے ہیں اور جنہوں نے مسلمانوں کی موجودہ زندگی کے مسائل سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور جو فضول قسم کے اختلافی مسائل میں الجھ کر اپنا اور قوم کا وقت ضائع کر رہے ہیں ضرور قابل رحم ہیں۔

دنیا کی دوسری قوموں کا حال دیکھئے۔ کوئی تعلیم میں کوشاں ہے۔ کوئی تجارتی ترقی کے لئے جہاد کر رہی ہے۔ کوئی اپنی تنظیم میں مصروف ہے۔ کوئی ملکی فتوحات کے درپے ہے۔ لیکن ایسے نازک وقت میں بھی مسلمانوں کے علمائے کرام اس امر کے فیصلے میں مصروف ہیں کہ شیطان مقلد تھا یا غیر مقلد؟ —— مصطفےٰ کمال سچا تھا جس نے ترکی کو فرقہ پرست عالموں کے وجود سے پاک کر دیا۔ اے کاش کوئی ایک مصطفےٰ کمال پاشا ہندوستان کے حصے میں بھی آ جاتا۔

اے علمائے دین! تم پر خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ ہندو اور انگریز کا سنگھٹن تو مقلدوں اور غیر مقلدوں دونوں کو برباد کر رہا ہے۔ پھر تم اس بربادی کو کیوں نہیں دیکھتے۔ تمہیں شیطان کا فکر ہے۔ یہاں اسلام کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ خدا تمہاری حالت پر رحم فرمائے۔

جادو کی جاگ

"جادو خاص ہمارے ملک و وطن کا فن ہے۔ ہم نے مدت سے اس کی ناقدری شروع کر دی ہے اور اسے اپنی سرپرستی سے محروم کر دیا ہے۔ بلکہ ہمارے ہاں سے تو کہیں زیادہ اس کی قدر یورپ میں ہو رہی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ یہ فن مردہ از سر نو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ مغربی ممالک کی طرز پر ہم نے اپنے ہاں بھی ایک "جادوگروں کا کلب" قائم کر دیا ہے اور طے کر لیا ہے کہ آئندہ اس فن کو ترقی دے کر رہیں گے۔ چنانچہ جو لوگ اس سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ مزید معلومات "انڈین میجک سرکل"۔ . . . . سے طلب فرمائیں۔

یہ اعلان مغربیت پرستی اور وطن پرستی کی ہلاکت کی ایک مثال ہے۔ دیکھئے سیکرٹری صاحب نے کتنی اچھی دلیلیں دی ہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ جادو ہمارے وطن کا میوہ ہے اسے ہم کیوں ترق نہ دیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اہل یورپ جادو کا کلب کھول رہے ہیں تو ہم کیوں نہ کھولیں؟ ہم سیکرٹری صاحب کے ارشادات کی تائید کرتے ہیں۔ صرف وطنی جادو کو نہیں۔ آپ گھوڑے اور گائے کی قربانی کو بھی زندہ کیجئے۔ تیرہ دو سو سال کے زمانہ کی معاشرت کو بھی۔ قمار بازی میں بیویوں کے داؤ بھی لگائیے۔ پھر شو لنگ کی پوجا کا سلسلہ بھی جاری کیجئے وطن پرستی کا پورا پورا حق تو صرف اسی وقت ادا ہوگا۔ جبکہ آپ زمانہ جاہلیت کی ہر جہالت۔ ہر بدکاری۔ ہر وحشت اور ہر درندگی پوری طرح ہندوستانیوں کے لئے زندہ کر دیں گے۔

اب رہی آپ کی دوسری دلیل یعنی جب جرمن اور انگریز اپنے ملکوں میں جادو کے کلب بنا رہے ہیں تو ہم کیوں نہ بنائیں؟ یہ راستہ بھی نہایت معقول ہے۔ اہل یورپ جو جو کچھ بھی یورپ میں کر رہے ہیں آپ اسے ضرور ہندوستان میں رواج دیں۔ آپ جوئے اور شراب کی مجلسیں گرم کریں۔ آپ عریانی کے کلب بنائیں۔ آپ بجیلی کا ناچ شروع کر دیں۔ آپ آزمائشی شادیاں شروع کر دیں۔ صرف ایک جادو کلب بنانے سے تقلید مغرب کا حق ادا نہیں ہوتا۔ لائق شاگرد وہ ہے جو استاد کے سارے کرتب سیکھے اور ان میں کمال کر کے دکھائے۔ (ایمان)

ایک مقدمہ کی روداد

اخبار بین ناظرین کو یاد ہوگا کہ مارچ ۳۹ء میں لیوا (علاقہ براڑ) میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک بلوہ ہوا تھا کئی شخص زخمی ہوئے تھے اور بعد میں ایک زخمی ہندو کا انتقال بھی ہو گیا۔ اس پر صوبہ کا سارا ہندو پریس اس شور سے گونج اٹھا کہ مجرم صرف مسلمان ہیں حکومت کانگریس کی تھی گرفتار ۵۴ مسلمان ہوئے۔ عدالت میں قتل کی فرد جرم لگنے تک ان ۵۴ کی تعداد میں سے کل ۴۴ ملزمین رہ گئے۔ باقی کے خلاف کوئی ثبوت کیا معنی شبہ ثبوت ہی نہ تھا اس لئے وہ سب چھوٹ گئے۔ سشن بیچ کر ۱۲۔ اور چھوٹے اب کل ۳۲ رہے۔ ہائیکورٹ میں ابھی مقدمہ شروع ہوا تھا کہ استغاثہ نے ان میں سے ۱۹ کے متعلق مایوس ہو کر مقدمہ واپس لے لیا۔ گویا ۵۴ سے گھٹتے گھٹتے مجرمین کی تعداد اب کل ۱۲ رہ گئی۔ ان ۱۲ سے متعلق بھی وکیل سرکار نے کہدیا کہ سزا کے قابل صرف ۳ ہیں یہاں ۵۴ کی شور اشوری کہاں ۳ کی بے نکلی اور آغاز کا انجام بالآخر یہ ہوا کہ ہائیکورٹ نے ان تینوں کو بھی رہا کر دیا کہ ان میں سے کسی ایک کے خلاف ایک ذرہ ثبوت موجود نہ تھا چیف جسٹس نے فیصلہ میں الفاظ یہ لکھے ہیں "گواہ پرگواہ جھوٹی شہادتیں اور

اسکھائی ہوئی شہادت کے ساتھ پیش ہوتے رہے۔ انسانیت کی پستی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ دشمنوں کی ہلاکت کا سامان دروغ حلفیوں کے ذریعہ سے کیا جائے" کوئی دل سے گڑھی ہوئی حکایت اس آنکھوں سے گزری ہوئی واقعیت کا مقابلہ

یورپ پر اسلام کے علمی احسانات

جزائر بحر روم صقلیہ سے اسلامی علم و تہذیب کی اشاعت

(از مولوی عبد الواحد صاحب بی۔اے)

(۳)

اندلس کو تھوڑی دیر کے لئے نظر انداز کر کے ہم صقلیہ اور دیگر جزائر بحر روم کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سے اسلامی علم و تہذیب نے یورپ پر براہ راست اپنی روشنی ڈالی۔ صقلیہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے اسی تاریکی و جہالت میں پڑا ہوا تھا۔ جس میں کہ باقی یورپ تھا۔ کسی وقت یہاں پر علم و تہذیب کا وہ دور دورہ تھا کہ وہ یونان۔ روم اور قسطنطنیہ سے کسی طرح کم نہ تھا۔ جس قوم نے بھی صقلیہ کو فتح کیا۔ اسے ان کی تمام خوبیاں جذب کرنے کے لئے تیار پایا۔ صقلیہ کی سرزمین نے مشاہیر علماء اور فلسفی پیدا کئے۔ آرکیمیدس یہیں کا باشندہ تھا۔ افلاطون اپنی عمر کا بیشتر حصہ یہاں بسر کر چکا تھا۔ ہیملکار۔ پائرس اور مارسے لس یہاں کے درخشندہ ستارے ہیں۔ ہومر نے اپنے افسانوں کیلئے صقلیہ کی سرزمین ہی کو منتخب کیا۔ مشہور عاد وگرنی سرسے اور یک چشم دیو سائیکلپس صقلیہ کے باشندے ہی تصور کئے جاتے ہیں۔ یونانی خرافات الاصنام کا بیشتر حصہ صقلیہ کی طرف ہی منسوب ہے۔ لیکن دیگر ممالک کی طرح صقلیہ بھی جہالت کا شکار ہونے سے نہ بچ سکا۔ مسلمانوں سے پہلے صقلیہ بزنطینی حکومت کی ایک نوآبادی تھی۔ مرکز کے انحطاط سے صقلیہ کو بھی زوال آیا۔ جزیرہ متعدد ریاستوں میں منقسم ہو گیا۔ باہمی خانہ جنگیوں اور حکومت کے خلاف بغاوتوں سے علم و تہذیب تو کیا ملک کی تمام پیداوار بھی فنا ہو گئی۔ گذراوقات قزاقی اور اقطاع الطریق پر ہونے لگی۔

۸۲۷ء میں مسلمانوں کو حملہ کی دعوت دی گئی۔ فتح اندلس اور صقلیہ میں کچھ عجیب مماثلت ہے۔ جس طرح کونٹ جولین نے مسلمانوں کو اندلس فتح کرنے کے لئے بلایا تھا۔ اسی طرح بزنطینی فوج کے ایک افسر یوفی می لیس نامی نے بھی مسلمانوں کو دعوت دی وہ ایک خانقاہ سے کوئی راہبہ اڑا لایا تھا۔ اس کے برخلاف قسطنطنیہ میں شکایت ہوئی۔ قانون نافذ الوقت کے مطابق اس کی ناک کاٹنے کا حکم صادر ہوا۔ افسر مذکور کو جب اس کا علم ہوا تو پہلے تو اس نے اپنے حامیوں کی مدد سے بغاوت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اپنی طاقت کو کمزور محسوس کرتے ہوئے افریقہ بھاگ گیا اور شاہ قیروان امیر زیادۃ اللہ کو اپنی مدد پیش کرتے ہوئے صقلیہ کی فتح پر آمادہ کیا۔ بادشاہ نے . . امراء و وزراء سے مشورہ کیا اور متفقہ فیصلہ ہوا کہ صقلیہ فتح کر لیا جائے۔ ایک بڑے عظیم الشان بحری بیڑے کے ذریعہ سے فوج ساحل صقلیہ پر پہنچائی گئی۔ افسر مذکور کے قصبہ مزارا پر آسانی سے قبضہ ہو گیا۔ یہیں سے مسلمانوں نے پیشقدمی کی اور بڑی بھاری خونریز جنگوں کے بعد بمشکل مسلمان جزیرہ کے ایک حصہ پر قابض ہو سکے۔ پلرمو کو انہوں نے اپنا دارالخلافہ بنایا اور اسے وہی وقعت دی جو اندلس میں قرطبہ کو حاصل تھی۔

یہیں سے مسلمانوں نے دیگر جزائر بحر روم پر قبضہ کیا۔ بحر روم کی کنجی مالٹا ۸۷۰ء میں فتح ہوا۔ جزیرہ کریٹ بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا۔ جزائر مانشارکا۔ کارسیکا اور سارڈینیا وغیرہ پر مسلمان قابض ہوئے اور ان پر کم و بیش اڑھائی سو سال حکومت کی اور ان کو تہذیب کی اسی بلندی پر لا کھڑا کیا۔ جس پر کہ دیگر اسلامی مقبوضات قائم تھیں۔ لیکن صقلیہ کو زیادہ اہمیت حاصل رہی اور یہیں سے براہ راست اٹلی کے راستہ یورپ کو روشنی پہنچی۔

مسلمانوں نے صقلیہ پر ۸۲۷ء سے ۱۰۷۲ء تک حکومت کی۔ زیادہ وقت باہمی خانہ جنگیوں میں صرف ہوا لیکن پھر بھی ملک کی فلاح و بہبود ان کے مدنظر رہی۔ پلرمو کو انہوں نے نظیر قرطبہ بنایا باوجود زیادہ آبادی عیسائی ہونے کے شہر میں . ۵ مساجد اور اسی قدر حمام تعمیر کرائے۔ شہر کی آبادی اس وقت تین لاکھ تھی۔ حالانکہ اس وقت یورپ کے کسی شہر حتی کہ لندن اور پیرس کی آبادی بھی اتنی نہ تھی۔ زراعت کو اس قدر ترقی ہوئی کہ موجودہ زمانہ میں بھی وہ ترقی نہ ہو سکی۔ ملک کی آبادی قریباً پچاس لاکھ تھی۔ مگر بالمقابل تمام انگلستان کی آبادی اس وقت قریباً پچیس لاکھ تھی۔ ...ء میں صقلیہ میں اٹھارہ شہر اور نو سو قصبات اور دیہات تھے۔

اگرچہ مسلمانوں نے تمام عرصہ خانہ جنگیوں میں بسر کیا۔ لیکن ہر وقت عربوں کا علمی و ادبی ذوق بروئے کار رہا۔ یونانی فلسفہ اسی طرح رواج پا گیا تھا جس طرح سپین میں۔ ریاضیات میں انہوں نے انتہائی کمال حاصل کر لیا تھا۔ علم ہیئت کو انہوں نے خوب ترقی دی۔ عرب مہندسوں نے تجربی ہندسہ سے آلات المساحۃ کو ترقی دی اور نئے آلات جنگ بنائے۔ صنعت و حرفت میں بھی انہوں نے بڑی ترقی کی۔ دریاؤں اور نہروں کے کنارے انہوں نے سینکڑوں کارخانے قائم کئے تھے۔ جن کے پہیے ان کے پانی سے چلائے جاتے تھے۔ آبپاشی کے وہ اصول رائج تھے۔ جو آجکل کے انجینیروں کو متحیر کرتے ہیں۔ ریشمی کپڑا بنانے میں انہیں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ململ اور دیگر سوتی کپڑے نہایت اعلیٰ بنتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ یہاں سے کپڑا بکثرت برآمد ہوتا تھا۔ غرض ہر فن میں انہوں نے اتنی ترقی حاصل کی کہ وہ شاید ہی مسلمانان اندلس سے کم ہوں۔

دسویں اور گیارھویں صدی میں نارمن اقوام تمام یورپ پر چھا گئی تھیں۔ فرانس میں آکر انہوں نے وہ تباہی مچائی تھی جو ان سے پہلے وحشیان یورپ نے کبھی نہ کی ہو۔ ۱۰۶۶ء میں انہوں نے انگلستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن وہاں پر ان کی ترقی کی رفتار نہایت ہی سست رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود مہذب تھے . نہ ہی انگلستان میں اتنی تہذیب موجود تھی۔ کہ وہ انہیں مہذب و متمدن بناتی۔ اٹلی پر بھی انہوں نے قبضہ کیا۔ لیکن وہاں کی حالت بھی انگلستان کی طرح رہی۔ اندلس پر بھی انہوں نے حملے کئے لیکن وہاں پر کامیاب نہ ہوئے۔ ۱۰۷۲ء میں نارمنوں نے بعض جزائر بحر روم پر قبضہ کر لیا اور اسی وقت سے یورپ میں باقاعدہ طور پر مسلمانوں کے علوم کی اشاعت شروع ہوئی۔

نارمنوں نے متعدد ممالک کو فتح کر کے کچھ ذوق سلیم حاصل کر لیا تھا۔ انہیں مختلف اقوام سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ یورپ کی مختلف تہذیبوں کے آثار سے انہوں نے کچھ فائدہ اٹھایا۔ اس کے علاوہ تقلید و تاخذ کا مادہ ان میں ودیعت تھا۔ گویا وہ مسلمانوں سے سبق لینے کے لئے تیار تھے۔ صقلیہ میں ایک بلند تہذیب کو پا کر وہ بڑی مستعدی سے اس کے جذب کرنے میں مشغول ہو گئے۔ وہ مسلمانوں سے اس قدر متاثر تھے کہ مذہبی آزادی دینے کے علاوہ نارمن بادشاہوں نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ اگر کوئی مسلمان برضا و رغبت بھی عیسائی ہونا چاہے تو اسے عیسائی نہ کیا جائے۔ مسند وزارت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ دربار میں اکثر مسلمان ہوتے تھے۔ قضاۃ و حکام سب مسلمان تھے مطلب یہ کہ قوانین کی بنیاد . . . مسلمانوں کے قوانین پر تھی اور قانونی کتابیں سب عربی میں ہوتی تھیں۔ ملکی زبان بھی عربی تھی۔ عیسائی اور مسلمان یکساں طور پر عربی نظمیں اور اشعار پڑھتے تھے اور ان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ عربی نظمیں اتنا رواج پا چکی تھیں کہ عین روم میں بھی عیسائی بچے عربی گیت گاتے تھے۔

انہی نارمنوں نے تمام جزیرہ میں وہ امن قائم کیا جو مسلمانوں کے وقت میں بھی نہ تھا۔ علوم کی شاہی سرپرستی کی وجہ سے اب عرب پہلے کی نسبت بھی زیادہ تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ راجر ثانی کے عہد حکومت میں عرب تہذیب و تمدن اور علوم و فنون اپنے انتہائی عروج پر پہنچے۔ اسی کے وقت میں ابن حوقل جیسا سیاح گزرا ہے۔ مسلمانوں کے مایہ ناز جغرافیہ دان ادریسی نے اسی بادشاہ کی دعوت پر پندرہ سال کی محنت کے بعد پندرہ ضخیم جلدوں میں دنیا کا جغرافیہ لکھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ وہ اکثر ممالک کو خود دیکھ آیا تھا۔ اسی نے ساڑھے پانچ من چاندی خرچ کر کے بادشاہ کے لئے ایک کرہ مسطحہ بنایا۔ جس سے سطح ارضی و سماوی بیک وقت معلوم ہو سکتی تھی۔ عرب انجینیروں نے بادشاہ کے لئے ایک گھڑی . . . بنائی جس میں کسی اندرونی طاقت سے چھوٹی چھوٹی گولیاں پیتل کی طشتریوں میں گرتیں۔ اور ان سے وقت معلوم ہوتا تھا۔ غالباً موجودہ کلاک کا یہی باوا آدم ہے۔ ابوالملیت صقلیہ کا ہی باشندہ تھا جس نے بارھویں صدی میں اشبیلیہ کی مسجد تعمیر کی۔

راجر ثانی کے اتالیق مسلمان تھے۔ اس وجہ سے وہ اپنے باپ راجر اول سے زیادہ عربوں کی قدر کرتا تھا۔ وہ عربوں کی دماغی قابلیت سے بہت متاثر تھا اور اپنے عرب وزراء اور درباریوں کی مدد سے اس نے صقلیہ کو بلند ترین معیار تہذیب پر پہنچا دیا۔ اس میں مذہبی تعصب بالکل نہ تھا۔ اور پادریوں کے تعصب کو بند کیا جاتا رہا۔ صقلیہ کی فضا خصوصیت سے عربوں کی سائنس کی ترقی کے موافق تھی۔ کیونکہ وہاں پر متعصب لوگوں کے ہاتھ میں کوئی طاقت نہ تھی۔ لوگوں میں باہمی اختلاط و ارتباط اس طرح تھا۔ کہ گویا وہاں ایک ہی قوم بستی تھی۔ یہودی۔ عیسائی و مسلمان کسی میں تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ ان کا لباس اسلامی۔ ان کے اخلاق و عادات اسلامی، ان کی زبان اسلامی۔ غرض سب ایک ہی رنگ میں رنگین تھے۔ ان کے سکوں پر سنہ ہجری اور لفظ اللہ لکھا ہوا تھا۔ مذہبی آزادی اتنی تھی کہ گرجاؤں پر قرآنی آیات نقش کی جاتی تھیں۔ اراکین سلطنت کے لباسوں پر عربی عبارتیں کڑھی ہوتی تھیں۔ عیسائی بچے بلا پس و پیش مسلمانوں کے پاس تعلیم کے لئے بٹھائے جاتے تھے مسلمانوں کے حرموں میں آزادی سے عیسائی خواتین بھیجی جاتی تھیں۔ الغرض اگرچہ مسلمانوں کی آبادی کم تھی۔ لیکن تمام اہلیٔ صقلیہ میں صرف ایک ہی تہذیب موجود تھی۔

یہی نارمن اٹلی اور جرمنی کے مہذب بنانے میں اسلامی تہذیب کے مبلغوں کا کام دینے لگے۔ اگرچہ مسلمانوں نے اٹلی پر متعدد

یا حملہ کیا تھا اور روم کی فصیل تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن وہاں ان کو قیام نصیب نہیں ہوا۔ اٹلی کے لوگ تو ان کو اٹلی میں ہی دیکھ کر متاثر ہو چکے تھے۔ لیکن مستقل طور پر انہوں نے ان سے کچھ حاصل نہ کیا۔ صقلیہ سے جب نارمنوں کی آمد و رفت باقی یورپ کے ساتھ شروع ہوئی تو انہوں نے یورپین اقوام کو اسلامی تہذیب سے روشناس کرایا۔ صقلیہ ہی انہوں نے اندلس کی شہرت بھی سن لی تھی۔ وہ صقلیہ کے چشم دید حالات بیان کرتے اور اسپین کی حالت بھی بیان کرتے لوگوں کو شوق پیدا ہو گیا اور وہ خود جا کر ان ممالک کو دیکھتے وہاں پڑھتے اور وہاں کی تہذیب اپنے ساتھ لاتے تھے۔ یہ لوگ خود نارمنوں کی تبدیل شدہ حالت سے بھی بڑے متاثر ہوئے۔ اور ہر وضع و قطع میں انہی کی نقل کرتے۔ غرض ہم یہ بعد میں بیان کریں گے کہ مسلمانوں نے یورپ کو کس طرح تعلیم دی۔ یہاں پر صرف ایک سطحی خاکہ پیش کرنا تھا۔

صقلیہ میں اس وقت تک یہ حالت رہی جب تک کہ غیر متعصب بادشاہ صقلیہ میں رہے جب ان کا خاتمہ ہو گیا تو ان ہی کے ساتھ اسلامی تہذیب کا بھی خاتمہ ہوا۔ صقلیہ کی حالت کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں صقلیہ کی آبادی پچاس لاکھ کے قریب تھی۔ لیکن ۱۸۷۱ء میں جب اٹلی نے اسے فتح کیا۔ تو اس کی آبادی کل پچیس لاکھ تھی۔ مضافات پلرمو اس زمانہ میں علم کے مرکز تھے۔ لیکن اب وہ قزاقوں کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ سائنس کی بجائے اب وہاں توہمات کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ جاہل رومن کیتھولک وہاں بستے ہیں۔ اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی وہاں پر جہالت چھائی ہوئی ہے۔ یہ ہے فرق موجودہ تہذیب یورپ اور غیر مہذب اور مبغوض "مسلمانان قرون وسطیٰ" میں۔

(بقیہ صفحہ ۵)

اور یہی بات حقیقۃ الوحی میں اس جگہ جہاں صریح طور پر نبی کا خطاب دیئے جانے کا ذکر ہے بدیں الفاظ فرمائی ہے:۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا کہ معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵)

یہ دونوں عبارات اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی حضرت مسیح موعودؑ اپنی نبوت کو نبوت تامہ نہیں۔ بلکہ جزئی نبوت سمجھتے تھے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کیونکہ صاف لکھتے ہیں کہ صرف "نبی" کہلانے میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک ہے۔

فرق نفس نبوت میں ہے محض حصول نبوت میں نہیں

کیا جو شخص خود نبوت تامہ کے مقام پر فائز ہو وہ صرف "نبی" کہلانے سے، انکار کر سکتا ہے؟ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک تو خود ہو گئی۔ جب نفس نبوت کے لحاظ سے بقول میاں صاحب مسیح موعود اور آنحضرت صلعم میں کوئی فرق نہ رہا۔ صرف "نبی" نہ کہلانے اور امتی اور نبی کے الفاظ اجتماعی رنگ میں استعمال کرنے سے کیا فرق پڑ جاتا ہے۔ اگر صرف براہ راست اور بالواسطہ کا فرق ہوتا اور حقیقت ایک ہوتی۔ تو حضرت مسیح موعودؑ یہ نہ لکھتے کہ:۔

"بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔"

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ فرق صرف براہ راست اور بالواسطہ کا نہیں بلکہ نفس نبوت کے لحاظ سے فرق ہے۔ ایک نبوت تامہ ہے اور دوسری جزئی نبوت یا محدثیت۔

نبوت تامہ سے انکار اول بھی اور آخر بھی

اسی فرق کی وجہ سے ابتدا میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے یہی فرمایا کہ:۔

"وہ (مسیح موعود) واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس کے اندر پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی اپنے اندر رکھتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲/۵۳۳)

اور آخر میں بھی یہی فرمایا کہ:۔

"اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔"

(الوصیت صفحہ ۱۰)

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

مجازی نبوت اول بھی اور آخر بھی

ابتدا میں بھی یہی کہا کہ:۔

"محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۱)

اور آخر میں بھی یہی فرمایا کہ:۔

ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰی علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ وواللہ ما حصل ھذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویۃ وسمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

تبدیلی دعویٰ کا الزام غلط ہے

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی اور کسی وقت بھی اپنے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ امتی نبی اپنے آپ کو ابتدا میں بھی کہا اور آخر میں بھی امتی نبی کو پہلے بھی نبوت ناقصہ کا حامل قرار دیا اور آخر میں بھی اسے صرف نبی کہنے میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک قرار دیا۔ یا بالفاظ دیگر اس کی نبوت کے تامہ کاملہ ہونے سے انکار کیا۔ ابتدا میں بھی اس کو مجازی نبوت ٹھیرایا اور آخر میں بھی علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ کہکر بتا دیا کہ اس دعویٰ میں کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی۔ ایسی حالت میں میاں صاحب کا یہ کہنا کہ آپ نے اپنے دعویٰ کو بدل لیا اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹/۱۵۰ کو تبدیلی دعویٰ کا اعلان قرار دینا کیا صریح غلط بیانی نہیں؟

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسانی بولیوں کا موجد و خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے انسانی ایجاد نہیں ہے

بعض لوگ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ بولی انسان کی ایجاد ہے اور جبکہ انسان کی ایجاد ہوئی تو پھر بلاغت اور فصاحت اور دوسرے کمالات متعلقہ کلام میں جیسا کہ چاہیئے انسان مراتب اقصیٰ تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ یہ بات بالکل غیر معقول اور خلاف قیاس ہے کہ انسان اپنی ایجاد میں ترقیات کرنے سے قاصر اور عاجز رہے۔ جب کلام کی بلاغت اور فصاحت میں ہر قسم کی ترقی کرنا اور مرتبہ کمال تک پہنچ جانا عند العقل ممنوع نہیں ہے تو اس صورت میں قرآنی بلاغت کی نظیر بنانا بھی ممنوع نہ ہوگا۔ سو واضح ہو کہ یہ وسوسہ اول تو ہماری اس تقریر مندرجہ بالا سے دور ہوتا ہے جس میں ہم نے بتوضیح تمام لکھ دیا ہے کہ انسان کی علمی طاقتیں خدا تعالیٰ کی علمی طاقتوں سے ہرگز برابر نہیں ہو سکتیں اور جو علمی طاقتوں میں ادنیٰ اور اعلیٰ اور قوی اور ضعیف کا فرق ہوتا ہے وہ ضرور ہے کہ کلام میں ظاہر ہو یعنی جو کلام اعلیٰ طاقت سے صادر ہوئی ہے وہ اعلیٰ اور ادنیٰ طاقت سے صادر ہوئی ہے وہ ادنیٰ ہو جیسا کہ خود انسان کے افراد متفاوت الاستعداد پر نظر کرنے سے یہ فرق ظاہر اور ہویدا ہے اور ضعیف الاستعداد، قوی الاستعداد کا مقابلہ نہیں کر سکتا حالانکہ سب انسان ایک ہی نوع میں داخل ہیں ماسوا اس کے یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ ہر یک بولی انسان کی ہی ایجاد ہے۔ بلکہ بکمال تحقیق ثابت ہے کہ موجد اور خالق انسان کی بولیوں کا وہی خدائے قادر مطلق ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پیدا کیا اور اس کو اسی غرض سے زبان عطا فرمائی کہ تا وہ کلام کرنے پر قادر ہو سکے اگر بولی انسان کی ایجاد ہوتی تو اس صورت میں کسی بچہ نوزاد کو تعلیم کی کچھ بھی حاجت نہ ہوتی بلکہ بالغ ہو کر آپ ہی کوئی بولی ایجاد کر لیتا لیکن بیداہت عقل ظاہر ہے کہ اگر کسی بچہ کو بولی نہ سکھائی جائے تو وہ کچھ بول نہیں سکتا اور خواہ تم اس بچہ کو یونان کے کسی جنگل میں پرورش کرو یا انگلینڈ کے جزیرہ میں چھوڑ دو۔ خواہ تم اس کو خط استوا کے نیچے لے جاؤ تب بھی وہ بولی سیکھنے میں تعلیم کا محتاج ہوگا اور بغیر سکھانے کے بے زبان رہے گا۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت چند روز سے علیل ہے۔ بخار کی شکایت ہے چنانچہ ۳۱ رمئی کو علالت کی وجہ سے حضرت ممدوح نماز جمعہ کیلئے بھی تشریف نہ لا سکے۔ نماز حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے پڑھائی۔ تمام احباب حضرت امیر کی صحت کے لئے دعا کریں۔

—— امید ہے حضرت امیر ایدہ اللہ آج (۲ رجون) کی شب کو ڈلہوزی تشریف لیجائیں گے۔ وہاں آپ سے خط و کتابت کا پتہ:- "دارالسلام۔ ڈلہوزی" ہوگا۔ (تشریف لے گئے)

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب حسب معمول آجکل بھی مسجد احمدیہ بلڈنگس میں قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں۔ نماز فجر کے بعد قرآن کریم کا شام کو نماز مغرب کے بعد حدیث شریف کا درس ہوتا ہے۔ مقامی احباب بالخصوص احمدی نوجوانوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ضرور ان درسوں میں شریک ہونیکی کوشش کریں۔

—— مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ہفتہ وار جلسے باقاعدہ منعقد ہو رہے ہیں آجکل ایسوسی ایشن کے عہدہ دار قابل تعریف محنت اور سرگرمی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں بزرگان و احباب جماعت کی طرف سے ان کی قدر و حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔

—— حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری کی طبیعت ابھی تک علیل ہے پوری طرح افاقہ نہیں ہوا احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قیمتی و بابرکت وجود کو صحت و توانائی دے۔

—— مولانا عبید الحق صاحب ودیارتھی کی صاحبزادی بعارضہ خسرہ بیمار ہے احباب ان کی کیلئے بھی دعائے صحت کریں۔

اعلان بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ہ (۱) جناب پیر علی صاحب ضلع ہزارہ (۲) جناب محمد عرفان صاحب ضلع ہزارہ (۳) غلام احمد صاحب گلگار سری نگر کشمیر۔

آئینہ احمدیت حصہ دوم

آئینہ احمدیت حصہ دوم ایک مختصر رسالہ بطور ضمیمہ حصہ اول تھوڑی سی تعداد میں موجود ہے۔ جن احباب نے آئینہ احمدیت حصہ اول کی خرید کی ہوئی ہے اور یہ ضمیمہ ان کے پاس نہیں تو وہ ایک آنہ (۱ر) کے ٹکٹ بھیج کر یہ رسالہ منگوا سکتے ہیں۔

خاکسار محمد عبد اللہ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مضمون نگار حضرات کی خدمت ضروری درخواست

بعض دوست نامکمل مضامین اشاعت کیلئے ارسال فرماتے ہیں۔ حوالوں کا ذکر کر کے ان کیلئے جگہ خالی چھوڑ دیتے ہیں اور ایڈیٹر کو لکھ دیتے ہیں کہ وہ ملاش کر کے خود اس جگہ کو پُر کرلے۔ یہ بہت تکلیف دہ اور وقت طلب کام ہے۔ سوائے خاص حالات کے عملہ ادارت اس کام سے معافی چاہتا ہے۔ آئندہ تمام دوست مضامین مکمل بھیجا کریں۔

میاں محمود احمد اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

۲۴ اپریل ۱۹۵۲ء کے "الفضل" میں ایک مراسلہ نگار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے میاں محمود احمد صاحب کی بعض مشابہتیں لکھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت عمرؓ بھی دوسرے خلیفہ تھے اور میاں صاحب بھی دوسرے خلیفہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ کی توسیع کی۔ میاں صاحب نے مسجد اقصیٰ کی توسیع کی۔ حضرت عمرؓ نے مسجدوں میں چراغ جلوائے۔ میاں صاحب نے بجلی لگوائی۔ حضرت عمرؓ نے سن ہجری جاری کیا۔ میاں صاحب نے سن "ہش" جاری کیا۔ حضرت عمرؓ نے حاجیوں کی رہبری کے لئے لوگ مقرر کئے۔ میاں صاحب نے جلسہ اور مجلس مشاورت کیلئے والنٹیر مقرر کئے وغیرہ وغیرہ۔ از این قبیل چند باتیں لکھدی ہیں جن کا مہمات دینی یا اخلاقی اعمال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر نامہ نگار صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل کارناموں میں بھی خلافت مآب کی کوئی مشابہت ثابت کرتے

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ یاد ہوگا جس میں آپ نے بڑے بڑے مہر مقرر کرنے سے لوگوں کو منع کیا۔ اس پر ایک بڑھیا نے اسی وقت اٹھ کر آپ کو یا ابن الخطاب کہکر للکارا اور کہا۔ اللہ یعطینا و انت تحرمنا۔ خدا تو ہمیں دیتا ہے اور تو منع کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ آیت پڑھی۔ وان اتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا۔ اگر تم ان کو (عورتوں کو) سونے کے ڈھیر بھی دیدو تو اس سے کوئی چیز واپس نہ لو۔ بتیے اس کا کیا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا؟ فرمایا لنساء المدینۃ افقہ من عمر۔ مدینہ کی عورتیں عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں۔

کیا اس کی کوئی مثال میاں محمود احمد صاحب کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے؟ جہاں تک ہمیں معلوم ہے میاں صاحب کیطرف سے معترضین کو یہ زبردست ڈانٹ پلائی جا چکی ہے کہ جو مجھ پر پیچ اعتراض کرے گا وہ بھی جہنمی ہوگا۔ فرمایئے اس جواب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسوہ سے کیا نسبت؟ اور کونسی مشابہت اس میں پائی جاتی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو غلط اعتراضات پر بھی ایسا جواب نہیں دیا۔

(۲) آپ پر اعتراض ہوتا ہے کہ جو کرتہ آپ نے پہن رکھا ہے وہ مال غنیمت کی دو چادروں سے بنا ہوا ہے۔ حالانکہ ایک ہی چادر آپ کے حصہ میں آئی تھی جس کے جواب میں آپ اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور وہ بتاتا ہے کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی اپنے باپ کو دیدی۔ لیکن جناب میاں صاحب پر خطرناک سے خطرناک اور گندے سے گندے الزامات لگتے ہیں اور آپ جواب دینے اور صفائی پیش کرنے کے بجائے معترضین کو مورد غیظ و غضب ٹھہراتے اور موجب سرزنش قرار دیتے ہیں۔ کیا حضرت عمرؓ کے ساتھ مشابہت کا کوئی رنگ اس میں نظر آتا ہے؟

(۳) بیت المال کا اونٹ گم ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرب کی جلتی ہوئی دھوپ میں خود اس کو تلاش کرنے چلے جاتے۔ رات کے وقت پھر کر رعایا کا حال معلوم کرتے اور غریبوں اور مصیبت زدوں کی فوراً امداد کرتے۔ باوجودیکہ بعض وقت ان کے موہنوں سے نادانستگی میں نازیبا کلمات بھی نکل جاتے۔ ایک غریب بیوہ کے لئے آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے۔ ایک مسکین عاملہ کے وضع حمل کی خبر پاکر اپنی بیوی کو اس کی خدمت اور دایہ گری کے کام کے لئے لے جاتے۔ کیا جناب میاں صاحب کی تمام زندگی میں اس قسم کی کوئی ایک مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے؟ اگر نہیں تو حضرت عمرؓ سے مشابہت کے کیا معنے؟

(۴) حضرت عمرؓ عرب و عجم کے بادشاہ ہو کر کوئی قصر خلافت نہیں بناتے عموماً پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے اور مسجد میں ہی بیٹھکر مہمات خلافت سرانجام دیتے۔ آرام کی ضرورت ہوتی تو ایک اینٹ سرہانے رکھکر وہیں ننگی زمین پر لیٹ جاتے۔ بادشاہوں کے سفیر آتے اور اس سادگی کو دیکھ کر تھرا اٹھتے۔ کیا میاں محمود احمد صاحب کے عظیم الشان محلات شاندار ملبوسات اور ان آراستہ و پیراستہ کمروں میں جو ملاقات کے لئے مخصوص ہیں اس سادگی کی کوئی ہلکی سی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔

(۵) سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کا غلام ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے سفر میں جب آپ آخری منزل پر تھے اور آپ کی باری پیدل چلنے کی تھی۔ اس وقت بھی غلام کے اصرار کے باوجود آپ نے اس کی باری لینی پسند نہ کی اور پیدل ہی چلتے رہے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس سامنے آگیا اور لوگوں نے حیرانی کے ساتھ یہ بے نظیر منظر دیکھا کہ غلام اونٹ پر ہے اور خلیفۃ المسلمین اس کی مہار پکڑے ہوئے پیدل چلے آ رہے ہیں۔

کیا میاں محمود احمد صاحب کی شاندار موٹروں اور ان کے آگے پیچھے چلنے والے باوردی پہرہ داروں، ان کی سپیشل ٹرینوں اور ان تزک و احتشام میں جو گورداسپور کی عدالت میں ایک گواہی کے موقعہ پر دیکھنے میں آیا اور جس کا اظہار آئے دن مختلف مواقع پر ہوتا رہتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا طریق عمل کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے عہد میں ایران و روم کی دو عظیم الشان سلطنتیں فتح ہو کر مسلمانوں کی حکومت وہاں قائم ہوئی۔ کیا میاں محمود احمد صاحب نے بھی گذشتہ پچیس سالہ دور خلافت میں کوئی عظیم الشان فتح حاصل کی؟ ملکی فتح نہ سہی کسی بادشاہ یا عظیم الشان انسان کو مسلمان ہی کیا ہے؟ کوئی اور ہی اسلام کی بڑی خدمت سرانجام دی ہو؟ اگر ان میں سے کوئی چیز نہیں تو حیرت ہے کہ کس برتے پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جناب میاں صاحب کو مشابہت حاصل ہے؟ کیا ان کھلے واقعات کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب نہیں کہ،

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مراسلات

وزیر آباد میں یوم وصال کا جلسہ

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مندرجہ ذیل جلسہ کی کاروائی کو اخبار میں جگہ دے کر مشکور فرمادیں۔

حسب ہدایت مرکز کل مورخہ ۲۶ رمئی بروز اتوار جامع احمدیہ وزیر آباد میں یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ منایا گیا۔ رات کے نو بجے تمام احباب اور چند ایک غیر از جماعت دوست مسجد میں جمع ہوئے۔ اس اجتماع میں مندرجہ ذیل حضرات نے زیر صدارت جناب شیخ عزیز احمد صاحب خلف الرشید قبلہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ نظمیں اور مضمون پڑھے۔ سب سے پہلے تلاوت قرآن کے ساتھ جلسہ کی کاروائی شروع کی گئی۔ اس کے بعد مستری عبد الکریم صاحب نے ایک نظم سنائی۔ اس کے بعد ایک چھوٹے سے بچے مسعود اختر نے احمدیت کے متعلق نظم سنائی۔ اس کے بعد شیخ محمد عبد اللہ صاحب خلف جناب شیخ محمد جان صاحب مرحوم و مغفور نے ایک مضمون "تحریک احمدیت" سے پڑھا جس میں بتایا کہ "مجدد کو ماننا کیوں ضروری ہے" اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ کس وجہ سے مجدد تھے۔ اور انہوں نے کون کون سے کارنمایاں اسلام کے لئے سرانجام دیئے۔ جو کہ ان کی مجددیت کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کے بعد جناب حکیم مولوی اللہ دتا صاحب امام جامع احمدیہ نے ایک تقریر صداقت مسیح موعودؑ پر کی۔ جو کہ نہایت جامع تھی۔ اس کے بعد جناب شیخ نثار احمد صاحب بی۔ اے نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ جو کہ اس زمانے میں پوری ہوئی ہے اور اپنی جماعت کے دوستوں کو نصیحت کی کہ ماہ بماہ ایک میٹنگ ضرور اس قسم کی کیا کریں۔ اس کے بعد خاکسار الیس عبید اللہ نے ایک تقریر کی جس میں جماعت کے دوستوں کو ان کا عہد "دین کو دنیا پر مقدم رکھنے" کا یاد دلایا اور شیخ نثار احمد صاحب کی تجویز کی تائید کی۔ اور اس کے بعد ایک مضمون میں صداقت حضرت مسیح موعودؑ کو غیر از جماعت کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد مستری عبد الکریم صاحب نے ایک تقریر کی اور بتایا کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے یہ جماعت بھی اپنے پھلوں سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کے بعد بابو ابراہیم صاحب نے ایک تقریر میں لوگوں کی توجہ استخارہ کی طرف دلائی کہ وہ استخارہ کرکے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو اللہ تعالے سے دریافت کریں۔ دعا کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فقط

الیس عبید اللہ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
وزیر آباد

پیغام صلح

جلد ۲۸ | لاہور۔ یوم دوشنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ | نمبر ۳۴

مادیت اور روحانیت

مسلمانوں کی مشکلات اور وقت کی نوعیت

جب کسی قوم پر ذلت اور ادبار مسلط ہو جاتے ہیں اور اس کے جسمانی اور دماغی قواہیں اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ اپنی حریف اقوام کا مقابلہ کر سکیں تو ایسے نازک وقت میں ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کی جائے اور اس کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ مصلح ہوتا ہے جو اس کے قلب میں اخلاقی تحریکات اور طبائع میں روحانی تسلط کے رجحانات پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عمرانیات کے اساتذہ اب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ کسی قوم کے تعزز اور ترفع کا باعث اخلاقی قوت ہوتی ہے۔ نہ کہ جسمانی قوت۔ اگر کوئی قوم صرف اپنی جسمانی قوت سے حالات پر قابو بھی پا لے تو یہ غلبہ بالکل عارضی ہوتا ہے۔ یا تو وہ قوم خود کسی دوسری قوم کے اخلاق سے مغلوب ہو جاتی ہے یعنی کسی صالح قوم کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ یا کوئی دوسری با اخلاق قوم جلد ہی اس قوم پر حاوی ہو جاتی ہے۔ ورنہ اگر یہ بات نہ تھی تو وحشی قبائل جو جسمانی قوت میں مہذب اقوام سے بہت بڑھے ہوئے ہیں ضرور دنیا پر غالب آ جاتے۔

سو وہ اقوام جو اخلاقی اور روحانی لحاظ سے پست ہیں انہیں عسکریت اور فوجی تسلط کے سبز باغ دکھانا محض ریگ رواں پر پانی کا نقش ڈالنا ہے۔ اسی لئے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب کہا تھا۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یعنی جب قوم محکوم اور غلام ہو تو اسے جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی اور اخلاقی قوت کی ضرورت ہوا کرتی ہے جس سے غلامی اور انحطاط کی زنجیریں خود بخود کٹ جاتی ہیں۔

قرآن مجید جو کہ خداوند تعالیٰ کا کلام ہے اور جس کی حکمت زمان مکان کے سب حقائق پر حاوی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے موجودہ انحطاط کے متعلق ایک زبردست پیشگوئی ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد ۔ متاع قلیل ثم ماوٰھم جھنم و بئس المھاد ۔ لکن الذین اتقوا ربھم لھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا نزلا من عند اللہ ۔ و ما عند اللہ خیر للابرار۔

ترجمہ:۔ "جو کافر ہیں ان کا ملکوں میں تصرف تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔ تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔ لیکن جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ کیا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہی میں رہیں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ راستبازوں کیلئے بہت اچھا ہے"۔

یہ دنیا کا عام دستور ہے کہ مغلوب اور کمزور قومیں غالب قوموں کے مادی تصرف اور تسلط سے بہت دھوکا کھا جاتی ہیں۔ اور کچھ عرصہ کے لئے روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کی طرف سے ان کی آنکھیں بالکل بند ہو جاتی ہیں اور وہ حاکم اقوام کی مادی خصوصیات کا تتبع شروع کر دیتی ہیں۔ چنانچہ آج بھی جبکہ ہر طرف مغربی اقوام کا فوجی اور مادی غلبہ ہے۔ تو مسلمان ایک دھوکا کا شکار ہو رہے ہیں اور بالکل آنکھیں بند کر کے ان اقوام کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں علم نہیں۔ خود یہ اقوام بھی اپنی مادی اور عسکری خصوصیات کی وجہ سے ایک جہنم زار میں گری ہوئی ہیں۔ حالانکہ وقت کی نوعیت کا تقاضا یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے اور حقوق اللہ ادا کئے جائیں یعنی اپنے اندر ایک زبردست روحانی اور اخلاقی قوت پیدا کی جائے اور یہی وہ اخلاق اور روحانی محرکات ہیں جن پر دنیا اور آخرت جنت میں بدل سکتی ہے۔ اور اسی صداقت کو منوانے کے لئے ہی خداوند تعالیٰ نے ایک عظیم الشان امام مجدد اور محدث کو مبعوث فرمایا اور مسیح کا خطاب دیا۔ تاکہ وہ مسلمان قوم کے اندر ایک زبردست روحانی اور اخلاقی قوت پیدا کرے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس مسیح اور نذیر کو قبول نہ کیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ . . . . زور آور حملوں سے اس صداقت کو منوا رہا ہے کہ مسلمانوں کی رستگاری صرف اس وقت ایک روحانی اور اخلاقی قوت میں ہے ورنہ مادی ساز و سامان میں وہ اقوام بہت بڑھی ہوئی ہیں جو روحانیت اور اخلاق کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے پر تلی ہوئی ہیں اور ان کا یہ عزم اور فساد ہی ان کی تباہی اور بربادی کی خبر دے رہا ہے اور وہ ایک دوسرے پر اتنے زبردست فوجی اور عسکری حملے کر رہی ہیں جن سے بنی نوع انسان کے دل دہل رہے ہیں اور عام انسان ہاتھ پھیلائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ یہ آسمانی روشنی اور مدد کے طالب ہیں۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے وہ روشنی اور مدد بہت پہلے کی آ چکی ہے۔ جب دنیا میں کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ پہلے سے ہی انسانوں کے لئے اس سے بچنے اور مدافعت کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔

چنانچہ موجودہ مادی فساد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مصلح اعظم کو روحانیت اور اخلاق کا علمبردار کر کے دنیا میں بھیجا۔ اب انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں کی رستگاری اسی میں ہے کہ وہ اس امام اور مصلح کو قبول کریں۔

امت موسویہ کی امت محمدیہ سے ایک بہت بڑی مشابہت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر بھی جب اس قسم کا زوال اور انحطاط مسلط ہو گیا تھا تو خداوند تعالیٰ نے ایک مسیح کو اس قوم کے اندر ایک اخلاقی اور روحانی زندگی پیدا کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ لیکن اس قوم نے سنگی القلب ہونے کی وجہ سے اس مسیح کو قبول نہ کیا بلکہ صلیب پر چڑھا دیا اور اس کے اخلاقی اور روحانی پیغام سے ان کی تشفی نہ ہوئی۔ بلکہ وہ لوگ اپنے مادی اور جسمانی غلبہ کے لئے کوشش کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رومیوں نے جو کہ یورپ کی ہی ایک قوم تھی۔ یہودیوں کو کچل کے رکھ دیا اور وہ قوم سیاسی لحاظ سے ہمیشہ کے لئے اقوام عالم کی صف سے خارج ہو گئی۔ کیا اب مسلمان بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی اور اخلاقی پیغام کو پس پشت پھینک کر ذلیل و خوار ہونا چاہتے ہیں۔ وقت کا تقاضا یہ نہیں کہ وہ اپنے اندر سیاسی اور فوجی رجحانات پیدا کریں۔ بلکہ تقاضا یہ ہے کہ اس قوم کو چاہئے کہ اپنے اخلاقی عوارض کو دور کرے اور اپنے اندر اعلیٰ درجہ کی روحانی خصوصیات پیدا کرے۔ کیونکہ حقیقت میں یہی قوت ہے اور یہی زندگی ہے۔

آج ہندوستان میں کانگرس کو جو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی ہے وہ صرف عدم تشدد اور اخلاقی قوت سے ہوئی۔ ورنہ کانگرس اس اخلاقی انحطاط اور زوال کے ہوتے ہوئے اگر تیر و تفنگ سے یہ کامیابی حاصل کرنا چاہتی تو کبھی اسے یہ کامیابی حاصل نہ ہو سکتی۔ سو مسلمان بھی اگر ہندوستان میں ایک پولٹیکل اقتدار چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاقی ضبط سے اسے حاصل کریں۔ نمونہ ان کے سامنے موجود ہے۔

وہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹرکی۔ مصر، ایران اور افغانستان اسلامی ممالک ہیں۔ انہوں نے بغیر اخلاقی قوت کے مادی ساز و سامان پیدا کر لئے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ باوجود اس مادی ساز و سامان کے ان ممالک کے اندر اتنی قوت موجود ہے کہ وہ مغرب کی مادیت اور عسکریت کا مقابلہ کر سکیں۔ ان کے اندر تو وہ روح اور سپرٹ ہی موجود نہیں کہ ان میں ان کے مقابلہ کی ہمت پیدا ہو۔

سو وقت کی نوعیت کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان اپنے اندر ایک شاندار اخلاق اور روحانی قوت پیدا کریں۔ مادی ساز و سامان سے اخلاقی شان نہیں پیدا ہوتی۔ جب اخلاقی قوت مفقود ہو سامان دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور قوم مٹ جاتی ہے لیکن جب سپرٹ اور قوت موجود ہو تو یہ ساز و سامان نہ بھی ہوں تو پیدا ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے نازک وقت میں بجائے مغرب کے خدا اور خدا کے رسول کی طرف رخ کریں۔ اور امام وقت کی آواز پر لبیک کہیں جس نے قوم کو قرآنی اخلاق اور روحانیت کی طرف توجہ دلائی۔ امام کو مشیت ایزدی نے کھڑا کیا ہے اور مسلمانوں کی رستگاری اس وقت صرف اس امام کی تقلید میں ہے۔ جو خدا اور اس کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کرتا ہے۔

ملت اسلامیہ اس وقت نہایت خطرناک دور سے گذر رہی ہے اس کے اندر ایک قسم کا روحانی اور اخلاقی اختلال پیدا ہو چکا ہے اور خارج سے ہیبتناک دشمن اس پر حملہ آور ہیں۔ عوام گم کردہ راہ ہیں اور لیڈر خام دماغ ہیں۔ اس قوم کی بدبختی کا بھی کوئی اندازہ ہو سکتا ہے جس کے عوام اور خواص دونوں بگڑ چکے ہوں۔ ایسے نازک وقت میں صرف ایک چیز مسلمانوں کو تباہ ہونے سے بچا سکتی ہے اور وہ ہے روحانیت جس کے داعی علمبردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ صرف ان کی رہنمائی سے مسلمانوں کو نجات مل سکتی ہے۔ کیونکہ یہی مشیت ایزدی ہے اور یہی تقاضائے وقت ہے۔

(ایس محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے)

شذرات

مسلم ہائی سکول بدوملہی کا قابل تعریف نتیجہ

قارئین کرام گذشتہ اشاعت میں یہ خبر ملاحظہ فرما چکے ہونگے کہ امسال ہمارے مسلم ہائی اسکول بدوملہی (ضلع سیالکوٹ) نے میٹریکولیشن کے امتحان میں ۲۲ طلبہ بھیجے تھے جن میں سے ۱۸ کامیاب ہوئے یعنی اسکول کا نتیجہ ۸۰ فیصدی رہا۔ ۹ طلبہ فسٹ ڈویژن میں اور ۸ سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے صرف ایک طالب علم تھرڈ ڈویژن میں آیا۔ کل یونیورسٹی کے کامیاب طلبہ کی اوسط اور صوبہ کے اسلامی سکولوں کے نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ قابل تعریف ہے۔ ہماری درسگاہوں میں تمام تر کوشش صرف یونیورسٹی کے اچھے نتائج حاصل کرنے پر ہی نہیں صرف کیجاتی بلکہ اس سے زیادہ توجہ طلبہ کے اخلاق وصحت کی اصلاح اور دینی تعلیم وتربیت پر دی جاتی ہے۔ ان کے باوجود یہ امتیازی نتیجہ اسکول کی انتظامی جماعت اور سٹاف کی محنت اور قابلیت کا ثبوت ہے ـــــ لیکن ہمیں اور اسکول کے اساتذہ اور طلبہ کو اس پر ہی قانع نہیں ہونا چاہیئے بلکہ آیندہ سال اس سے بہت زیادہ بہتر نتیجہ حاصل کرنے کی سعی کرنا چاہیئے۔ آجکل جد وجہد کا زمانہ ہے ہم صحیح معنوں میں امتیاز وفخر کے اسی وقت مستحق ہونگے جبکہ ہر لحاظ سے دوسرے تمام اسکولوں پر اپنی فوقیت ثابت کر دیں۔

مسلم ہائی سکول لاہور کی ہردلعزیزی

یہ امر بھی ہمارے لئے باعث مسرت ہے کہ ہمارا مرکزی مدرسہ مسلم ہائی سکول اپنی گوناگون خوبیوں کی وجہ سے لاہور کے اسلامی حلقوں میں روز افزوں ہردلعزیزی حاصل کر رہا ہے۔ اس کے طلبہ کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ سال طلبہ کی تعداد قریبًا پانچسو تھی اور اس سے پہلے سال میں صرف ساڑھے چارسو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ تعداد ترقی کر کے ساڑھے پانچسو تک جا پہنچی ہے گویا دو سال کے عرصہ میں یکصد طلبہ کا اضافہ ہوا ہے، احباب کو معلوم ہوگا کہ بعض معاندین سلسلہ کو ہمارے اس مدرسہ سے محض اسلئے خدا واسطے کا بیر ہے کہ یہ احمدیوں کا مدرسہ ہے اور وہ اس کی مخالفت اور اس کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بعض لوگ جذبہ سابقت کے زیر اثر ان کی اس مخالفت کو سند ودلیل کے طور پر بھی استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتے لیکن ذاتی اغراض تعصب اور تنگدلی کی بنا پر مخالفت حقائق وخلوص اور محبت وخدمت کا مقابلہ نہیں کر سکتی ـــــ لاہور کے روشن خیال وصحیح الخیال مسلمان شرفا جنہیں کہ اپنے بچوں کی صحت واخلاق اور مستقبل کیساتھ سچی ہمدردی ہے وہ مخالف اثرات کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے بچوں کو اس سکول میں بھیجنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کا یہ انتخاب اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمیشہ اطمینان بخش ثابت ہوتا ہے

اسکول کی اس ہردلعزیزی اور کامیابی پر ہم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور انکے سٹاف کی خدمت میں مخلصانہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اُمید ہے وہ اپنی مساعی کا سلسلہ بدستور جاری رکھیں گے اور مستقبل قریب میں ہی اسکول مزید نیک نامی وترقی حاصل کریگا۔

سلطنت آصفیہ کیخلاف آریوں کی بہتان طرازیاں

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی حکومت کے خلاف آریوں کی بہتان طرازیوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اب مہاسبھائیوں کے علاوہ ذمہ دار کانگرسی لیڈر بھی زور وشور کے ساتھ انکی ہمنوائی کرنے لگے ہیں۔ گذشتہ دنوں ایک آریہ سماجی کی شرارت کیوجہ سے بیدر میں جو ہندو مسلم فساد ہوا تھا۔ اُس کے متعلق ان لوگوں نے خوب غلط بیانیاں اور زہر چکانیاں کیں۔ گاندھی جی نے بھی اس موقع پر اپنی مہر سکوت توڑی اور بیدر کے ہندوؤں کے ساتھ اظہار ہمدردی کے پردہ میں حکومت نظام اور مسلمانان دکن کے خلاف دبی زبان میں بہت سی باتیں کہہ ڈالیں۔ پنڈت نہرو جی نے تو کمال ہی کر دیا۔ انہوں نے سلطنت آصفیہ کے متعلق نہایت بے تکلفی سے ایسی باتیں ارشاد فرمائیں جن میں صداقت کا شائبہ تک موجود نہیں۔ اس طرح انہوں نے دنیا بھر میں نہایت کامیابی کے ساتھ اپنی زہریلی مہاسبھائی ذہنیت کو بے نقاب۔ اور کانگرسی دیانت کو رسوا کر ڈالا۔ محکمہ اطلاعات عامہ حیدرآباد دکن کے مستند ومدلل سرکاری بیانات کی روشنی میں گاندھی ونہرو کی غلط بیانیاں پوری طرح واضح ہو چکی ہیں۔

فساد بیدر کے سلسلہ میں مخصوص بہتان طرازیوں سے قطع نظر ان لوگوں کو ہمیشہ یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ سلطنت آصفیہ کے اندر تمام ہندوؤں بالخصوص آریوں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے ان پر نامناسب پابندیاں عائد ہیں لیکن بسا اوقات ان کے اپنے اعلانات و بیانات سے ان کی تردید ہو جاتی ہے۔ آریہ گزٹ ۱۲ جون میں "نظام راجیہ میں آریہ سماج کا پرچار" کے عنوان سے مندرجہ ذیل طور شائع ہوئی ہیں:-

"آجکل ریاست حیدرآباد میں آریہ سماج کے سالانہ جلسے نہایت دھوم دھام سے منائے جا رہے ہیں۔ ان جلسوں پر حاضری کافی ہوتی ہے خانگی عمارتوں اور مقامات پر بلا اطلاع و اجازت سرکاری جلسے بلا روک ٹوک منائے جا رہے ہیں غیر خانگی مقامات پر اجازت لینی پڑتی ہے جو فوری مل جاتی ہے اندرون اور بیرون ریاست مقررین کی تقریریں ہو رہی ہیں جلسوں اور پرچار کے متعلق حکومت نظام کا سلوک اچھا رہا ہے"۔

لیکن اس کے باوجود حکومت نظام متعصب، ہندوکش ہے اور اس کے خلاف شور وشر اور شکوہ وشکایت کا ہنگامہ جاری رہنا چاہیئے۔ یہ ہے آریوں مہاسبھائیوں اور کانگرسی ہندوؤں کی دیانت و اصول پسندی۔

کیا ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کو بھی اس قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے اُن کے ساتھ وہاں کی حکومتیں اسی طرح حسن سلوک سے پیش آتی ہیں؟ ـــــ ضرورت ہے کہ آریہ گزٹ اور دوسرے آریہ اور مہاسبھائی اخبارات اس سوال کا جواب اپنے ضمیر سے پوچھیں بشرطیکہ ان میں کوئی زندگی باقی ہو۔

ہمارے نوجوان

دنیا میں جتنی زندہ اور ترقی کرنے والی قومیں ہیں۔ ان کے نوجوان قربانی اور ایثار کے پیکر ہیں اور ترقی کے راستہ پر بڑھ بڑھ کر قدم مار رہے ہیں۔ اور اپنی اجتماعی قوت سے اپنے ملک وملت کا نام روشن کر رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ اعلائے کلمۃ اللہ کے میدان میں تمام مسلمانوں کی خضر راہ ہے جس فرض کو باقی مسلمان فراموش کر چکے ہیں اُسے یہ ننھی سی جماعت اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہے اور اس کی ذمہ داریاں جہاں تک اسلامی تعلیمات کا سوال ہے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ احمدی نوجوان ایک طبقہ ہے اسلامی مجاہد ہے جنکا مقصد حیات صرف اشاعت اسلام ہو ..... لیکن یہ مقصد اس وقت تک بروئے کار نہیں آسکتا جب تک ہمارے نوجوان اپنے اندر چند ایک اجتماعی خصوصیات نہ پیدا کریں کیونکہ آجکل دنیا میں بغیر تنظیم اور اجتماع کے کوئی کام نہیں ہو سکتا ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مسلمات اور معتقدات میں راسخ ہوں۔ ان کے اندر اعلیٰ درجہ کے روحانی اور اخلاقی رجحانات موجود ہوں کیونکہ جو قوم دوسروں کی رہنما بنتی ہے اس کے لئے اخلاقی لحاظ سے بلند ہونا از بس ضروری ہے۔ وہ ایک مرکزیت اور اعلیٰ درجہ کی اجتماعیت کے حامل ہوں۔ ان خصوصیات کو پیدا کر کے انہیں چاہئے کہ ان تحریکات کا نہایت شدت سے مقابلہ کریں جو کہ تحریک احمدیت کی حقیقی روح کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں۔ تاکہ وہ تحریک جو کہ حقیقی اسلامی تعلیم کی ترجمان ہے زندہ اور پائندہ رہے۔

احمدی نوجوانوں کو اپنے موجودہ فرائض کا جائزہ لینا چاہئے اور ایک عملی جد وجہد کیلئے بہت جلد آمادہ ہو جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ایک غلطی کا ازالہ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

میں نے ایک دفعہ اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ بہاء اللہ نے کہیں لکھ دیا تھا کہ حضرت داؤد حضرت موسےٰ سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ بعد میں عبد البہا نے جو کبھی یہ کہا کہ حضرت داؤد حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ تو کسی نے یہ اعتراض کیا کہ بہاء اللہ نے ایسا کیا تھا۔ کہ حضرت داؤد حضرت موسیٰ سے پہلے ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اعتراض مت کرو۔ کیونکہ وہ صاحب عصمت کبریٰ ہے۔ اس وقت وہ صحیح تھا۔ اور اس وقت یہ صحیح ہے۔ اس وقت مجھے مولوی عمرالدین صاحب نے توجہ دلائی ہے کہ اصل واقعہ یوں نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ علی محمد باب نے لکھا تھا کہ حضرت داؤد حضرت موسےٰ سے پانصد برس پیشتر ہو گزرے ہیں کسی نے بہاء اللہ کی خدمت میں یہ اعتراض کیا کہ داؤد نبی کا زمانہ تو حضرت موسےٰ کے بعد ہے۔ جیسا کہ کتب بنی اسرائیل سے ثابت ہے تو بہاء اللہ نے کہا کہ خبردار کوئی اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ وہ صاحب عصمت کبریٰ ہے۔ اس لئے لمَ او کیا کہنے کا کسی کو حق نہیں ہے"۔ مگر خود بہاء اللہ صاحب جب لکھنے بیٹھے تو لکھا کہ داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ اب مصیبت یہ پڑی کہ بہاء اللہ بھی . . . . صاحب عصمت کبریٰ ہیں۔ دونو صاحب عصمت کبریٰ جب ایک دوسرے کی ضد بات کریں۔ تو بہائیوں کے پاس اس کے سوا جواب اور کوئی نہیں کہ اس وقت باب سچے تھے یعنی یہ سچ تھا کہ حضرت داؤد حضرت موسیٰ سے پہلے تھے۔ اور اب حضرت بہاء اللہ سچے ہیں کہ حضرت داؤد حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ اس وقت وہ سچ تھا۔ اب یہ سچ ہے۔

یہ ہوتا ہے غالیوں کے صاحب عصمت کبریٰ کا حشر جن پر سچے اعتراض کرنے بھی مستوجب سزا ہوتے ہیں۔ یہی وہ اربابًا من دون اللہ ہیں۔ جن سے بچنے کی قرآن کریم نے اس قدر تاکید فرمائی ہے

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

موجودہ وقت میں ہمارا فرض

برادران مکرم ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آج کل قادیانی جماعت میں جناب میاںصاحب کی تحریک پر ایک خاص جوش ہمارے مٹانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ اٹھتے بیٹھتے اسی فکر میں ہیں۔ کہ ہم پر بہتیرے اعتراضات کا ایک طومار بنا کر ہمارے احباب کے دلوں میں وساوس پیدا کریں۔ ابتدائے اختلاف میں بھی کئی سال تک ان کا یہی شغل رہا تاکہ یہ جماعت بننے نہ پائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام کرکے چار پانچ آدمیوں کے کام میں وہ برکت دی کہ آج دنیا کے کناروں تک اس جماعت کا کام پہنچا ہوا ہے۔

جماعت لاہور کا کام

اور اپنے کام کے لحاظ سے یہ جماعت ایک بلند معیار پر کھڑی ہے۔ لیکن جس طرح ایک عیسائی یا آریہ بغیر اس بات کو سوچنے کے کہ اسلام نے نسل انسانی کی بہتری کا کتنا بڑا کام کیا۔ اسلام کو صرف اعتراضات کا ہدف بنانا جانتا ہے۔ یا جس طرح ملاں لوگ اور ان کے پیرو حضرت مجدد صد چہاردہم کی عظیم الشان خدمات اسلام کی طرف توجہ کئے بغیر صرف آپ پر نکتہ چینی کرنا ہی جانتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے قادیانی احباب کی حالت ہے کہ ان کی آنکھیں اس طرف سے تو بند ہیں کہ ہم نے محض اللہ کے فضل نے اپنے دین کی خدمت کا کتنا بڑا کام لیا جو تعداد کے لحاظ سے ہماری طاقت سے بہت ہی بلند نظر آتا ہے کتنے اسلامی مشن ہم نے یورپ میں قائم کر لئے۔ کتنی زبانوں میں قرآن کریم اور تعلیمات اسلامی کا ترجمہ کر دیا۔ کتنے ہزار کا پیاں قرآن کریم کے تراجم اور دیگر کتب مفت دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں۔ تعلیمی رنگ میں بھی دو ہائی سکول قائم کر دیئے۔ اور یہ اتنا بڑا کام ہے کہ قادیان کی ہم سے پچاس گنا جماعت بھی اتنا کام نہیں کر سکی

قادیانی جماعت ہماری تباہی کے درپے کیوں ہے

لیکن یہ ہمارا سارا کام ان کی نظروں میں ہیچ ہے۔ اور اس کام کو دیکھتے ہوئے بھی وہ ہماری جماعت کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اسے فاسق اور باغی قرار دیتے ہیں۔ لیمزقنھم کے خواب چھبیس سال سے دیکھ رہے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ہم ان کی خود ساختہ خلافت کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔

قادیانیوں نے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی ہے

خدمت اسلام کا کام ہو نہ ہو مسیح موعودؑ کی تعلیم قائم رہے نہ رہے۔ وہ تب خوش ہوں گے کہ ہمارے سر اس خلیفہ کے سامنے جھکیں جس نے بیک جنبش قلم چالیس کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ کر دیا۔ اور دین اسلام کی تیرہ سو سالہ بنیاد کو گرا کر ایک نئے دین کی بنیاد رکھی ہے جس میں خدا اور رسول کی جگہ خلیفہ نے لے لی ہے کیونکہ اس نئے دین میں "خلیفہ" ایک ایسی ہستی ہے جسے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ اگر اس کا اعتراض سچا بھی ہو یعنی "خلیفہ" سے سچ مچ غلطی ہوئی ہو تو بھی معترض ہی جہنم میں جائے گا۔

جب کوئی قادیانی آئے اس سے دو باتیں دریافت کریں

لیکن میں آپ کو پہلی بات یہ کہوں گا کہ آپ ان کے اپنے پاس آنے کو برا نہ منائیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پیدا کر دیا ہے کہ شاید وہ ہماری بات سنیں اور اگر خدا توفیق دے تو سن کر غور بھی کریں۔ وہ آپ کے پاس تبلیغ کے لئے آئیں۔ تو آپ ان سے نرمی اور محبت سے پیش آئیں اور انہیں بتائیں کہ ہم آپ کے اعتراضات کو سننے کے لئے اور ان کا جواب دینے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن پہلے ان سے دو باتیں دریافت کریں۔ کہ:۔

۱۔ خدا نے آپ سے تبلیغ و اشاعت قرآن کی توفیق کیوں چھین لی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے تبلیغ و اشاعت قرآن کی توفیق کیوں چھین لی؟ کیا یہی وہ غرض نہ تھی۔ جس کے لئے مسیح موعودؑ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ کیا آپ نے مسیح موعودؑ کے دعوے کے ساتھ ہی اس بات کو واضح نہ کر دیا تھا کہ "ایک شخص خدا کی طرف سے اٹھا ہے اور چاہتا ہے کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ تمام دنیا پر ظاہر کرے اور اس کی راہیں مغربی ملکوں کی طرف کھولے" (ازالہ صفحہ ۷۶۹) "میری صلاح ہے کہ ..... عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے"۔ (ازالہ صفحہ)

اور پھر یہ دریافت کریں کہ کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ ۱۹۱۴ء میں اختلاف کے وقت جماعت قادیان نے اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ ایک پارہ ماہوار کی رفتار سے ترجمہ قرآن کریم دنیا کو دیدیں گے اور اس طرح اڑھائی سال میں حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تڑپ کو پورا کر دیں گے۔ اور پھر یہ بھی دریافت کریں کہ یہ سچ ہے یا نہیں کہ اڑھائی سال کی بجائے چھبیس سال بھی گذر گئے جوبلی بھی ہوگئی۔ لیکن یہ کام ان سے نہ ہو سکا۔ اور کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ اس چھوٹی سی جماعت نے جس کے چند افراد خالی ہاتھ قادیان سے نکلے تھے اس مدت میں ایک نہیں تین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیا۔ اور اس کی ہزارہا کاپیاں مفت دنیا میں پہنچا دیں۔ اور سیرت نبوی اور تعلیمات اسلام کا ترجمہ چھ زبانوں میں کر دیا۔ اور بالآخر یہ بھی دریافت کریں کہ کبھی آپ لوگ یہ غور کیوں نہیں کرتے کہ اتنی تعداد اور اتنے مال اور اتنے نظام کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض کو پورا کرنے کی توفیق آپ سے کیوں چھن گئی اور جس جماعت کو آپ فاسق اور منافق قرار دے کر تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسے بے سروسامانی کی حالت میں کیوں اتنی نصرت مل گئی۔

۲۔ کلمہ منسوخ ہے یا نہیں؟

دوسری بات جو سب سے پہلے فیصلہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ ان سے دریافت کیا جائے کہ آپ کے خلیفہ صاحب جن کی بیعت آپ ہم سے چاہتے ہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منسوخی کے قائل تو نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان کے کھلے اعلان کی رو سے چالیس کروڑ مسلمان جو روئے زمین پر آباد ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ گو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آج اس زمین پر کہیں کوئی کلمہ پڑھ کر مسلمان بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو یہ چالیس کروڑ جو کلمہ پڑھتے ہیں یہ کافر کس طرح بن گئے۔ اور اگر نہیں ہو سکتا تو پھر کلمہ منسوخ ہوا۔ تیرہ سو سال تک تو اس کلمہ کو پڑھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے لیکن اگر آج کلمہ کے پڑھنے سے مسلمان نہیں ہوتے تو پھر اس بات کے ماننے سے کوئی چارہ نہیں کہ کلمہ منسوخ ہوا۔ اور یہ بھی دریافت کریں کہ اگر یہ کلمہ منسوخ ہے تو اس کی جگہ کون سا کلمہ ہے جسے پڑھ کر آج کوئی شخص مسلمان ہو سکتا۔

مسئلہ کفر و اسلام پر فیصلہ کن بحث کی دعوت

اس کے بعد نصیحت کے رنگ میں انہیں یہ توجہ دلائیں کہ جب دونوں جماعتوں میں اتنا بڑا اختلاف ہو۔ جس کی زد دین اسلام کی بنیاد پر پڑتی ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دین اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر وہ بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے اوپر جو عمارت ہے وہ خود گر گئی پس اتنے بڑے اختلاف کے سامنے چھوٹے چھوٹے اعتراضات کو لانا بے معنی ہے۔ اگر ہم میں اور آپ میں پچاس بھی اور اختلافی مسائل ہوں تو وہ اس ایک اختلاف کے سامنے کہ کلمہ منسوخ ہے یا دین اسلام ہی منسوخ ہے ہیچ ہیں۔ پہلے کیوں اس اصولی اختلاف کا فیصلہ نہ کیا جائے کہ کیا حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب تھا۔ اور کیا اس کے فیصلہ کا اس سے بہتر کوئی طریق ہو سکتا ہے کہ دونوں جماعتوں کے امام اس پر ایک فیصلہ کن بحث کر لیں۔ جو چاہے ایک مجمع میں ہو جائے۔ اور چاہے اخبارات کے ذریعے سے ہو جائے۔ اور کیوں جناب میاںصاحب اس بحث سے گریز کرتے ہیں۔ اگر ان کا یہی عقیدہ ہے تو وہ میدان میں آئیں۔ کم سے کم یہ تو ثابت کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود کا یہی مذہب تھا کہ اب کلمہ کے اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہم تمام دوسرے اعتراضات کو سننے کے لئے اور ان کا جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اس وقت پہلے اس بنیادی اختلاف پر گفتگو ہو جائے۔

تین ضروری باتیں

اس کے ساتھ ہی میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری کامیابی کا انحصار اس پر نہیں کہ ہم نے زید یا بکر کو شکست دیدی بلکہ اپنی جماعت کو مضبوط کرنے پر ہے۔ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم خدا کا حکم ہے اس کے لئے مختصراً تین باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

توسیع جماعت کی کوشش کرو

اوّل یہ کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اٹھتے بیٹھتے اس فکر میں رہیں کہ کس طرح دوسروں کو اس جماعت کے اندر لا کر انہیں خدمت اسلام کے کام کی قوت کا موجب بنا سکتے ہیں۔ جو دوست اس طرف توجہ نہیں کرتے میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ اپنی خداداد قوتوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ ایک ایسا آدمی جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ وہ بھی تبلیغ کا کام کر سکتا ہے۔ پھر ابھی تو ہمارے اپنے گھروں کے اندر تبلیغ کی ضرورت ہے۔ اپنے دوستوں میں تبلیغ کی ضرورت ہے۔ اپنے ساتھ ہر وقت ہتھیار رکھو۔ ہمارا ہتھیار وہ علمی دلائل ہیں جو ہمارے ٹریکٹوں رسالوں کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ مفت اشاعت کے ٹریکٹ اپنے پاس رکھو اور انہیں ایک بیج کی طرح جہاں موقعہ دیکھو ڈالتے رہو اور جہاں ضرورت ہو مزید لٹریچر مرکز سے منگوا کر دوسروں کو جماعت کے اندر لانے کی کوشش کرو۔

ماہوار چندہ کی اہمیت کو نظر انداز نہ کرو

دوم۔ ہماری جماعت میں بڑی کوتاہی یہ نظر آتی ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگوں نے ماہوار چندہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ حالانکہ یہ نظام حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ ہے اور آپ نے بیان

یہاں تک لکھدیا ہے کہ جو شخص تین ماہ متواتر چندہ ادا نہ کرے اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ میری اپنی رائے ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس حکم کی تعمیل کی طرف کافی توجہ نہیں دی اور یہی وجہ ہے کہ ہم جماعت میں اس بارے میں کمزوری نظر آتی ہے۔ بہت سے ایسے دوست ہیں جو کبھی چندہ دیتے ہی نہیں بلکہ بعض تو آہستہ آہستہ اس خیال کی طرف آ رہے ہیں کہ ہم اپنے طور پر خدا کے رستے میں خرچ کر دیں یا اپنے غریب رشتہ داروں کو دیدیں تو وہی کافی ہے اور چندہ ماہوار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ جو اصحاب چندہ ماہوار دینے سے انکار کرتے ہیں ان کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ چندہ ماہوار ہمارا جہاد ہے اور جو اپنے طور پر خرچ کریں وہ خیرات ہے۔ جہاد میں شمولیت فرض ہے۔ خیرات نفل ہے۔ پس اپنے طور پر خرچ کر کے یہ کہدینا کہ چندہ ماہوار کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی ہے کہ ساری رات نفل پڑھتا رہے اور فجر کی نماز کو ترک کر دے۔ میں عنقریب اس بارے میں ایسے لوگوں کے متعلق ایک آخری کوشش کر کے ان کے ناموں کا اعلان کر دوں گا جو ہر جماعت کے جہاد میں شامل نہیں ہوتے۔

چندہ ماہوار کی شرح کے متعلق انجمن کا فیصلہ

اسی ذیل میں میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس انجمن نے جسے آپ حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین مانتے ہیں اور جس کے فیصلوں کو حضرت صاحب نے صاف طور پر قطعی اور واجب التعمیل قرار دیا ہو جماعت کے نظام چندہ کی بنیاد یہ ٹھہرائی ہے کہ پچاس روپے سے کم آمنی والے اصحاب بحساب تین پیسے فی روپیہ چندہ دیں اور اس سے اوپر ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے۔ میں نے ۱۹۳۸ء کے آخری مہینوں میں ایک مختصر سا دورہ کیا تھا اور جہاں جہاں میں گیا احباب جماعت نے انجمن کے اس فیصلے کے سامنے عموماً سر تسلیم خم کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت کا ماہوار چندہ جو اوسطاً سترہ اٹھارہ سو روپیہ ماہوار ہوتا تھا ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار تک پہنچ گیا۔ لیکن نادہندگان کو چھوڑ کر ابھی چندہ دینے والوں میں نصف سے بھی کم لوگ ہیں جنہوں نے اس اصول کو قبول کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر سب احباب اس اصول کو قبول کر لیں تو جماعت کا ماہوار چندہ آسانی سے تین ہزار روپے ماہوار تک ترقی کر سکتا ہے اور بہت سی مشکلات کو حل کر سکتا ہے جن کی وجہ سے جماعت کی ترقی رکی ہوئی ہے۔

بچت فنڈ

سوم تیسری اہم بات جس کی طرف میں اس خط کے ذریعہ سے آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دن یعنی جمعرات کے دن اپنے کھانے کی عادت کو تبدیل کر دیں۔ اگر آپ دو سالن کے عادی ہیں تو ایک پر اکتفا کریں۔ اگر گوشت کھانے میں ناغہ کر کے دال یا سبزی پر گزارہ کر لیں۔ اگر پہلے ہی دال یا سبزی پر گزارہ ہے تو سادہ روٹی پر گزارہ کر لیں۔ اگر خالی روٹی پر گزارہ ہو تو اس میں ایک مٹھی بھر آٹا کم کر دیں۔ اگر آپ گھی، دودھ، چائے، پان وغیرہ کے عادی ہیں تو اس میں کمی کر دیں۔ مگر امیر ہو یا غریب اس سے خالی کوئی نہ رہے اور اس کمی سے جو کچھ بچت ہو اسے ایک صندوقچی میں جمع کرتے جائیں۔ یا اگر صرف آٹے کی بچت ہو تو اسے ایک برتن میں جمع کرتے جائیں اور مہینے کے آخر پر اسے انجمن کے سپرد کر دیں۔ یہ ہمارا بچت فنڈ کہلاتا ہے۔

بچت فنڈ کے فوائد

اس میں پہلا فائدہ تو یہ ہو کہ خود آپ اور آپکے بیوی بچوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے دین کو دنیا میں پہنچانے کیلئے ہمیں کچھ تکلیف اٹھانی چاہئیے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارے اپنے غریب بھائی کس طرح گزارہ کرتے ہیں آخر وہ بھی ہماری طرح ہی انسان ہیں۔ اگر وہ سادہ روٹی کھا کر زندہ رہ سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں رہ سکتے۔ تیسرا فائدہ اس میں یہ ہے کہ ہم اپنی عادات کے غلام نہیں بنتے اور شرف انسانیت یہی ہو کہ انسان عادات کا غلام نہ ہو بلکہ ان پر حکمران ہو۔ چوتھا فائدہ اس میں یہ بھی ہو کہ معدے کو ایک دن قدرے آرام مل کر وہ بہتر کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جس سے صحت جسمانی ترقی کرتی ہے۔

خاکسار محمد علی

امیر جماعت احمدیہ لاہور

متفرق خیالات

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

مولوی ثناء اللہ صاحب اور معاصر اخوت لاہور

لاہور سے ایک عیسائی رسالہ شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے "اخوت"۔ اس میں ایک مضمون پادری ایس۔ ایم۔ پال صاحب کا شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے "عملی اور رسمی مسلمان"۔ اس مضمون کا روئے سخن مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف ہے۔ مضمون کے شروع میں مدیر کا نوٹ ہے جس میں لکھا ہے :۔

"ہمیں اہلحدیث سے یہ معلوم کر کے بیحد افسوس ہوا کہ قبلہ مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان ان دنوں صاحب فراش ہیں۔ کل مسیحی جماعت آپ کی خدمات در بارہ ابطال و استیصال مسیحیت قادیان کو از بس بنظر استحسان دیکھتی ہے اور ہمارے ساتھ بہ صمیم قلب اس دعا میں شامل ہے کہ خدائے شافی آپ کو صحت عاجل اور شفائے کامل عطا فرمائے"۔

معلوم دیتا ہے احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب عیسائی دنیا میں بہت ہر دلعزیز ہیں۔ اگر ایک خالص اسلامی جماعت کی مخالفت کر کے عیسائی حلقوں میں نام پیدا ہو جائے تو برا ہی کیا ہے۔ یار لوگوں کو تو شہرت سے غرض ہے۔ لیکن مولوی صاحب موصوف پر یہ امر روشن ہونا چاہئے کہ مندرجہ بالا اقتباس میں حب علی کام نہیں کر رہی۔ بلکہ بغض معاویہ کار فرما ہے حقیقت یہ ہے کہ عیسائی مناظر اور مبلغین احمدیوں سے دبتے ہیں اور ان کے مقابلہ پر آتے ہوئے ان کی ہمت قصور کرتی ہے اور دوسرے احمدیت نے ایک منظم صورت میں عیسائیت کے ہر محاذ پر دانت کھٹے کئے ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر ان زخم خوردہ مبلغین کو معاندین سلسلہ احمدیہ سے ہمدردی اور محبت ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر انسان کو اپنے دشمن کے دشمن سے محبت ہوتی ہے۔

اس بڑھی ہوئی محبت اور انس کی ایک وجہ اور بھی ہے کہ یہ مولوی حضرات عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت کمزوری کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ پادری۔ ایس۔ ایم۔ پال صاحب اپنے اس مذکورہ بالا مضمون میں لکھتے ہیں کہ ان کا ایک مناظرہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے گوجرانوالہ میں ہوا تھا۔ مناظرہ مسئلہ توحید پر تھا۔ اس کے ضمن میں پادری صاحب نے مولوی صاحب پر ایک سوال کیا تھا جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں :۔

"سوال کیا تھا۔ مولوی صاحب کے لئے بم کا گولہ ثابت ہوا۔ اس وقت مولوی صاحب کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا۔ ایک رنگ آتا اور دوسرا جاتا تھا۔ بست ہاتھ پاؤں مارے تو بہت لیکن افغانی گرفت سے کب چھوٹ سکتے تھے"۔

اب معاملہ بالکل واضح ہے کہ مولوی صاحب عیسائیوں کی گرفت میں آ کر اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اس لئے یہ انہیں عزیز ہیں اور دوسرے احمدی انہیں کیوں عزیز ہونے لگے۔ کیونکہ احمدی جب میدان میں آتے ہیں تو قرآن مجید کی اس آیت کا نقشہ کھنچ جاتا ہے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اور مولوی صاحب اس میدان سے سینہ پر زخم کھا کے پلٹتے ہیں اور ایسا ہونا ضروری گئی ہے۔ کیونکہ ع

از سواد کعبہ چوں آمد امید

ناوک صیاد پہلویش درید

موجودہ جنگ اور دعا

انسان علوم و فنون میں خواہ کتنی ترقی کر جائے۔ طبعی قوتوں پر اپنا تسلط جمائے۔ عسکری نظام سے اپنے آپکو محکم کرے۔ لیکن وہ کمزور ہے اپنی خلقت اور جبلت میں کمزور ہے خداوند تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وخلق الانسان ضعیفا۔ انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔ یورپ کی وہ اقوام جو اپنے ساز و سامان پر اینٹھتی تھیں۔ آج خاک و خون میں لتھڑی ہوئی آگ کے گڑھوں میں اوندھی پڑی ہیں اور ان کے منہ سے اضطراری طور پر دعائیہ فقرات نکل رہے ہیں۔ اصل فطرت مادی پردوں کو چاک کرتی ہوئی اپنے آپ کو واشگاف کر رہی ہے۔ کل جن لوگوں میں ملحدانہ رجحانات بدرجہ اتم موجود تھے آج آستانہ خداوندی پر سر نیاز خم کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم چند ایک اضطراری فقرات کو درج ذیل کرتے ہیں :۔

(الف) خدا تمہاری حفاظت کرے۔ خدا حق کی حمایت کرے۔ (چیمبرلین)

(ب) ہم نہایت تقدس کے ساتھ اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ (ملک معظم)

یعنی اگر ایک شعر میں اس فقرہ کا مطلب ادا کیا جائے وہ یوں ہوگا۔ ع

سپردم بتو مایۂ خویش را

تو دانی حساب کم و بیش را

(ج) ہماری خواہش ہے کہ جس طرح خداوند قدوس نے ہمارے ہتھیاروں میں برکت دی ہے۔ اسی طرح وہ دوسری اقوام کی آنکھوں کو روشن کرے۔ (مسولینی)

اس کے علاوہ یورپ کے طول و عرض میں مسیحی اساقفہ نے گڑگڑا کر دعائیں کی ہیں اور ابھی ۲۶ مئی کو تمام سلطنت برطانیہ میں یوم دعا منایا گیا ہے۔

عین ممکن ہے کہ یورپ میں اس جنگ سے مادیت کا خاتمہ ہو اور روحانیت کا ظہور ہو۔ کیونکہ یہ ہولناک واقعات جہاں دنیا میں تباہیاں لاتے ہیں۔ تو ساتھ ہی بعض خوشگوار حالات کا بھی پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جنگ ہی مغربی انسان کو خدا کے قریب تر کردے۔

چندہ ماہوار

کے متعلق حضرت امیر نے بے حد تاکید فرمائی ہے اور ایک مضمون میں نادہندوں کے نام شائع کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے احباب جماعت کو چاہئے وہ کوشش کریں کہ کہیں ان کا نام اس فہرست میں نہ آجائے

مبشرات اصل نبوت نہیں

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

میاں محمود احمد صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ مبشرات ہی عین نبوت ہوتے ہیں اور اس کی تائید آیت ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین کو پیش کیا ہے یعنی ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے۔ مگر بشارت دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے اس پر ذیل کے اعتراض وارد ہوتے ہیں:-

(۱) اگر مبشرات اصل نبوت ہیں تو حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات دوسرے لفظوں میں یوں ہوئی۔ لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ۔ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر عین نبوت۔ کیا یہ کسی عقلمند انسان کا کلام ہو سکتا ہے؟

(۲) مبشرات کے معنی حدیث میں الرؤیا الصالحۃ کئے گئے ہیں یعنی سچی خوابیں۔ اگر یہ عین نبوت ہے تو سچی خوابیں دیکھنے والے یا مبشرات پانے والے امت میں گذر چکے وہ سب نبی ہو چکے حالانکہ ان کے متعلق صاف لکھا ہے وانما للاولیاء وحی المبشرات

(۳) میاں صاحب کے اصول کے مطابق چونکہ تیرہ سو سال میں سوائے حضرت مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی کو مبشرات یا رویائے صالحہ بھی نصیب نہیں ہوئے۔ گویا اس امت میں جس قدر اولیاء اللہ اور محدث و مجدد ہوتے رہے اور انہوں نے اللہ تعالےٰ سے وحی الہام پانے کا دعویٰ کیا وہ سب معاذ اللہ مفتری تھے۔

(۴) حدیث میں مبشرات یا رؤیائے صالحہ کو جزء من اجزاء النبوۃ کہا گیا ہے۔ جزء کل کے برابر نہیں ہو سکتا اس لئے مبشرات کو عین نبوت کہنا صحیح نہیں۔

(۵) لا نبی بعدی اور دیگر کثیر التعداد احادیث میں انقطاع نبوت کا ذکر ہے۔ تمام امت کا مذہب ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود کا فرمان کہ والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلعم (نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہو گئی (حقیقۃ الوحی الاستفتا صفحہ ۶۴) ان معنوں کے خلاف ہے کہ مبشرات عین نبوت ہیں۔

(۶) اگر مبشرات کو عین نبوت قرار دیا جائے تو ماننا پڑے گا۔ کہ مبشرات کے علاوہ جو کچھ نبیوں کو ملتا تھا وہ زوائد تھے جو آنحضرت صلعم کے بعد جاتے رہے اور اصل نبوت باقی رہ گئی۔ یہ نہ صرف حضرت مسیح موعود بلکہ بزرگان امت کے مذاہب کے بھی صریح خلاف ہے حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

فلیست المعجزات ولا استجابۃ الدعوات ونحو ذالک الا امورا خارجۃ عن اصل النبوۃ لازمۃ لھا فی الاکثر یعنی معجزات اور قبولیت دعا اور دوسری ایسی باتیں (یعنی پیشگوئیاں یا تبشیر و انذار) مگر یہ ایسے امور ہیں جو اصل نبوت سے خارج ہیں۔ ہاں اکثر حالات میں اس کے لازم ہیں . . . . . . ہم اس سے ثابت ہوا کہ زوائد اگر ہیں تو مبشرات ہیں جو اصل نبوت سے خارج ہیں گو اکثر حالات میں نبیوں کے لازم حال ہوں۔

ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین کے معنے

ان اعتراضات کی روشنی میں یہ تو قطعاً تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ مبشرات عین نبوت ہیں۔ رہی آیت ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین سو اس میں کس کو کلام ہے کہ رسولوں کا مبشر و منذر ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس میں یہ نہیں بتایا کہ ہر مبشر و منذر کا رسول ہونا ضروری ہے۔ مبشر و منذر ہونا رسولوں اور غیر رسول ماموروں کا مشترک کام ہے۔ نرے مبشر و منذر ہونے سے کوئی رسول نہیں ہو جاتا۔ ورنہ امت میں جس قدر مجددین گذرے جنہوں نے حسب ضرورت انذار و تبشیر کی۔ ان سب کو رسول قرار دینا پڑے گا۔ رسالت یا نبوت میں جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے انذار و تبشیر کے علاوہ صاحب کتاب ہونا بھی لازمی ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب (البقرہ ۲۔ آیت ۲۱۳) اللہ تعالےٰ نے نبی بھیجے بشارت دینے والے اور انذار کرنے والے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری۔ گویا ایک نبی کیلئے ضروری ہے کہ وہ:-

۱- صاحب کتاب ہو۔

۲- مبشر و منذر ہو۔

پہلی شق باقی نہیں رہی دوسری باقی ہے جس کو نبوت کا ایک حصہ کہا جا سکتا ہے نہ کہ اصل نبوت۔

(۷) خود رسول اللہ صلعم کو نبوت سے پہلے جو کچھ ملا وہ مبشرات ہی تھے۔ اول ما بدی بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم (بخاری کتاب بدء الوحی) رسول اللہ صلعم پر وحی میں سب سے پہلے جو کچھ شروع ہوا وہ رؤیائے صالحہ تھا اور رؤیائے صالحہ کو دوسری حدیث میں خود رسول اللہ صلعم نے مبشرات قرار دیا ہے۔ پس اگر مبشرات پانے کے باوجود رسول اللہ صلعم اس وقت تک نبی نہ بنے جب تک اقرأ کی وحی نہ نازل ہوئی تو مبشرات کو عین نبوت قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اور کوئی دوسرا شخص محض مبشرات سے کیونکر نبی بن سکتا ہے؟

معاصرین کے افکار

افواہوں پر یقین نہ کرو ہم نے پہلے بھی لکھا تھا کہ آجکل بعض لوگ باطل خیالی خطرات سے متاثر ہو کر عجیب و غریب حرکات پر اتر آئے ہیں۔ بعض بنکوں اور ڈاکخانوں سے اپنا روپیہ نکلوا رہے ہیں بعض کرنسی آفس میں جا کر اپنے نوٹوں کو نقدی میں تبدیل کرا رہے ہیں بعض سرکاری کفالتوں اور پوسٹ آفس کیش سرٹیفکیٹوں کو نقد کی صورت میں منتقل کرا رہے ہیں۔ غرض خواہ مخواہ بلا وجہ اپنے ہی لئے نقصان اور خطرے کا موجب بن رہے ہیں۔ اب حکومت ہند نے ایک کمیونکے شائع کیا ہے جس میں لوگوں کی ان حرکات کا ذکر کر کے نہایت زوردار الفاظ میں افواہوں کی تردید کی ہے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حکومت برطانیہ نے چونکہ انگلستان میں ایک قانون کے ذریعے سے تمام ذاتی اور انفرادی مملوکات کو سرکاری جائیداد قرار دیدیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حکومت ہند، ہندوستان میں بھی بنکوں پر قبضہ کر لے اور کسی کو اس کا ایک پیسہ بھی واپس نہ دے۔ اس قسم کی افواہیں قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ ان میں ذرہ بھر سچائی نہیں۔ حکومت ہند ذاتی مملوکات پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی نہ اس منشا کے لئے وضع قانون کی کوئی تجویز زیر غور ہے۔

جو لوگ اپنا روپیہ بنکوں سے نکال کر اپنے پاس رکھتے ہیں وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں ہر پڑھے لکھے آدمی کو چاہئے کہ لوگوں کے خیالی خطرات کو دور کرنے کی کوشش کرے اور ان کو بتائے کہ حکومت کی ساکھ بہت اونچی ہے اس لئے بنکوں میں روپے کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ (انقلاب)

کمزوروں کا انجام عونی بک شامی، ترکی سیاحت کے بعد لکھتے ہیں کہ موجودہ ترکی زندگی کے نمایاں عنوان تین ہیں۔ زندہ دلی، ہمت اور مستقبل کی امید۔ آپ کسی بھی ترک سے پوچھیں کہ اس کا مقصد حیات کیا ہے؟ وہ جواب دے گا۔ باعزت زندگی۔ ترکی میں مایوسی کا کہیں نام و نشان تک موجود نہیں ہے۔ آج دلوں کی تازگی، چہروں کی رونق، ارادوں کی بلندی اور عزم کی پختگی ترکی زندگی کے درخشندہ ترین عنوان ہیں۔

عام ترکوں کو بچوں کی تعلیم کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ ترکی طلبا تعطیلوں میں کسانوں کے بچوں کو گھروں پر جا کر بلا معاوضہ تعلیم دیتے ہیں۔ میں نے خود سمرنا کے ایک قصبے میں دیکھا کہ تین طلبہ روزانہ گھروں کا چکر لگایا کرتے تھے اور جملہ بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ ترکی عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ مردوں کی نسبت خدمت قوم کی زیادہ ذمہ دار ہیں۔ ۷۰۰ ہزار ترک عورتوں نے اپنی خدمات حکومت کے پیش کی ہیں کہ اگر جنگ چھڑ جائے تو وہ رضاکارانہ طور پر کام کریں گی۔ ترکی باشندوں کی عام سپرٹ کا یہ حال ہے کہ اگر تمام باشندوں کو میدان جنگ میں بھیج دیا جائے تو وہ بہترین سپاہی ثابت ہوں گے۔

جب ایک جرمن سپاہی ہلاک اور گم ہو جاتا تو اس کے بدلے میں تین پول گولی سے اڑا دیئے جاتے۔ جب واقعات نہ رکے تو ایک جرمن کے بدلے نو نو پولوں کی قربانی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اب یہ تعداد یہاں تک پہنچا دی گئی ہے۔ حال ہی میں ایک جرمن سپاہی قتل کر دیا گیا۔ اس کے معاوضے کے لئے جو پول ایک قطار میں لا کر کھڑے کئے گئے۔ ان کی تعداد ۲۳ نکلی موصوا س واسطے حکم دیا گیا کہ ایک اور پول لایا جائے۔ میدان کے سامنے ہی پہلی دکان پر ایک پول حجامت کرا رہا تھا اسے گرفتار کر کے قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ اور سب کو گولی مار کر اڑا دیا گیا۔

جب ایک قوم دوسری قوم کے قابو میں آ جاتی ہے تو پھر اس پر عزت کی زندگی حرام کر دی جاتی ہے۔ کسی بھی انسانی جماعت کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس قدر جذبہ پیدا کرے کہ کوئی دوسری قوم اس پر حاوی نہ ہو جائے۔ یقین کیجئے۔ کہ پولوں کی یہ تقدیر کچھ انوکھی ہے دنیا کی ہر مغلوب قوم کا ورثہ یہی ہے۔

چند مفید و مجرب ادویات

دوائی اٹھرا۔ جائیڈ برینڈ رجسٹرڈ نسخہ مجوزہ لقمان الزمان حکیم مولوی نورالدین صاحب شاہی طبیب جس کے ذریعہ ہزاروں انسان اٹھرا جیسی موذی مرض سے نجات پا چکے ہیں۔ مرض اٹھرا کیا ہے؟ یہی وہ موذی مرض ہے جس میں وقت مقررہ سے پیشتر حمل گر جاتے ہیں یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں یا بچے پیدا ہو کر چھوٹی عمر میں ہی مختلف امراض کا شکار ہو کر والدین کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے جاتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں دوائی اٹھرا کا استعمال بفضلہ تعالیٰ مفید ثابت ہوا ہے دوائی اٹھرا اسقاط حمل کا بہترین علاج ہے۔ قیمت محض ہ۴ر فی تولہ مکمل خوراک گیارہ تولہ کے خریدار سے عہ علاوہ محصولڈاک

سرمہ مرواریدی۔ یہ نسخہ بھی حضرت لقمان الزمان شاہی حکیم مولانا نورالدین صاحب کا مجوزہ ہے جو کہ ہیرا اور موتیوں جیسے قیمتی اجزا کا مرکب ہے اور آنکھوں کی جملہ امراض۔ دھند۔ جالا۔ ڈھلکہ۔ پھولا۔ کمزوری نظر۔ خارش۔ سرخی چشم۔ ابتدا موتیا بند وغیرہ کا بہترین علاج ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے۔ ۱/ کا ٹکٹ بھیج کر نمونہ مفت طلب کریں

مقوی اعصاب فولادی گولی۔ یہ گولیاں پٹھوں کو طاقت دیتی ہیں اور بدن کی عام کمزوری کو دور کرتی ہیں۔ ہر قسم کی اعصابی کمزوری۔ مثلاً جوڑوں کا درد۔ درد کمر۔ تمام بدن کا درد ان گولیوں کے چند روزہ استعمال سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ گولیاں جسم میں خون پیدا کر کے چست و توانا بناتی ہیں اور معدہ کو قوت دیتی ہیں۔ قیمت خوراک ایک ماہ عہ

اصلی آفتابی ست سلاجیت۔ جو کہ طب یونانی کی مایہ ناز مفرد اکسیر ہے۔ مثانہ کو قوت دیتی۔ پتھری کو توڑتی۔ سلسل البول۔ جریان۔ اور قرحہ سوزاک کو نفع پہنچاتی۔ ٹوٹی ہڈیوں کو جوڑتی۔ بدن کی عام کمزوری کو دور کرتی اور چوٹ کے درد کو نفع پہنچاتی ہے۔ قیمت محض ہندستان بھر کی بہبودی کیلئے فی تولہ ۸ر۔ ۵ تولہ کے زائد خریدار سے ۵ر فی تولہ۔

حکیم عبدالعزیز مالک دواخانہ رفیق زندگی قادیان

ضرورت رشتہ

ایک پڑھے لکھے کاشتکار آرائیں لڑکے کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکا نہایت شریف محنتی اور نوجوان ہے۔ کاشتکاری کا کام کرتا ہے۔ جملہ امور کی دریافت کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کی جائے۔

م۔ ج معرفت مولوی محمد رمضان و عبدالرؤف دکاندار منڈی بہاؤالدین

ضرورت ملازمت

ہمارے ایک دوست جو نہایت قابل اور ہمہ صفت موصوف الیکٹریکل سپروائزر اور لائن مین ہیں۔ ملازمت کے متلاشی ہیں اگر احباب جماعت میں سے کسی کو ضرورت ہو یا کسی ضرورتمند کا علم ہو تو براہ کرم مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے کر مشکور فرمائیں:۔

شیخ افتخار احمد صاحب معرفت مولوی محمد رمضان و عبدالرؤف دکاندار منڈی بہاؤالدین

دفتر عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

ہندوستان

—— کئی دنوں کے سکون کے بعد گذشتہ ہفتہ حکومت اور خاکساروں کے درمیان کشمکش پھر شدید صورت اختیار کر گئی۔ ۲۹ مئی کو خاکساروں کا ایک جیش مظاہرہ کیلئے سنہری مسجد سے باہر نکلا جس پر پولیس کے ایک سب انسپکٹر نے گولی چلا دی جس کے نتیجہ میں متعدد افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔

—— گولی چلنے کے بعد مقامی افسر فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ پولیس کا کڑا پہرہ مناسب مقامات پر لگا دیا گیا۔ عوام کی کثیر تعداد میں جمع ہو گئے اور آدھی رات کے لگ بھگ سنہری مسجد کے قریب ان کا ہجوم رہا۔ حکام بالخصوص ڈپٹی کمشنر اور خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کا رویہ پبلک کے ساتھ عمدہ اور ہمدردانہ تھا۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ اس روز مکانوں کی چھتوں سے پولیس پر اینٹ پتھر بھی برسائے گئے جس سے پولیس کے متعدد آدمی جن میں افسر بھی شامل ہیں۔ زخمی ہوئے۔

—— گولی چلنے کے متعلق مختلف بیانات ہیں۔ کوئی خاکساروں کی اور کوئی پولیس کی غلطی بتاتا ہے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

—— گولی چلنے کے بعد نواب سر محمد شاہنواز خاں اور بعض دیگر مسلم اکابر سنہری مسجد میں تشریف لے گئے اور مسلم ہجوم کو ٹھنڈا کر کے قیام امن میں قابل قدر امداد دی۔

—— لاہور۔ ۳۰ مئی۔ کل کے حادثہ میں عبدالحمید جانباز کوچہ چابک سواراں اور عبدالرحمان شہید ہو گئے تھے۔ ان کی نعشوں کو آج پولیس نے علی الصبح قبرستان میانی صاحب لے جا کر اپنے انتظام سے دفن کر دیا۔

—— لاہور ۳۰ مئی۔ کل کے فائرنگ میں ایک خاکسار محمد عثمان صابونی شدید مجروح ہو گیا تھا۔ جسے خاکسار اٹھا کر سنہری مسجد میں لے گئے تھے۔ صبح چار بجے اس کا انتقال ہو گیا۔ آج اس وجہ سے شہر کی اسلامی دکانیں بند رہیں۔

—— مرحوم کا جنازہ جلوس کے ساتھ قبرستان لے جایا گیا جس میں قریباً ایک لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ برقعہ پوش خواتین بھی سینکڑوں کی تعداد میں جنازہ کے ہمراہ تھیں۔ خاکسار بھی معقول تعداد میں باوردی اور بابیلچہ ساتھ تھے اور فوجی قواعد کرتے جا رہے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس کا کوئی آدمی ہمراہ نہ تھا۔ تاہم امن قائم رہا۔ غیر مسلموں کو اہل جلوس سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔

—— لاہور ۳۱ مئی۔ خاکساروں پر پولیس فائرنگ کے خلاف بطور احتجاج آج بھی شہر میں مسلمانوں کی دکانیں بند رہیں۔ اسلامیہ کالج کے طلبہ نے ایک عظیم الشان جلوس نکالا۔ اس کے علاوہ شہر کے مختلف حصوں میں نوجوان اور بچے چھوٹے چھوٹے جلوس بنا کر پھر رہے تھے۔ اکثر جلوسوں کے آگے خاکساروں کا سرخ پرچم لہرا رہا تھا۔ آج مظاہرہ میں حصہ لینے والے اکثر لوگوں نے خاکی قمیصیں پہن رکھی تھیں اور بازوؤں پر خاکساری نشان لگا رکھے تھے۔ پولیس نے کسی سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔

—— لاہور ۳۱ مئی۔ آج سنہری مسجد میں کثیر تعداد مسلمانوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ قرب و جوار کے بازار اور گلیاں نمازیوں سے بھر گئیں عورتیں بھی کافی تعداد میں نماز کے لئے آئی تھیں۔

—— لاہور ۳۱ مئی۔ علامہ مشرقی کا پندرہ سالہ نوجوان فرزند احسان اللہ خاں عارضہ بخار وفات پا گیا۔ انا للہ۔ آج شام پانچ بجے مرحوم کی نماز جنازہ یونیورسٹی گراؤنڈ میں ادا کی گئی جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔

—— سرحد کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر بالکل امن ہے۔

ممالک خارجہ

—— جنگ کے حالات بدستور نازک ہیں۔ شاہ بلجیم کی بزدلی سے اتحادیوں کیلئے خطرات میں اضافہ ہو گیا ہے لیکن وہ پامردی و جرأت کے ساتھ اپنے ارادوں پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

—— لندن۔ ۳۰ مئی۔ پیرس میں سرکاری طور پر معلوم ہوا ہے کہ بلجیم میں اتحادی فوجیں احتیاط کے ساتھ ساحل کی طرف جا رہی ہیں۔ برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کے کسی دستے نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ بلکہ وہ بہادری سے مقابلہ کرتی ہوئی اور نقصان اٹھائے بغیر ڈنکرک کی طرف جا رہی ہیں۔ ڈنکرک ابھی تک اتحادیوں کے قبضے میں ہے۔

—— ماسکو۔ ۳۰ مئی۔ برلن سے ایک اعلان میں اعتراف کیا گیا ہے کہ شمالی فرانس کے ایک مقام سے جرمن فوجوں کو پسپا ہونا پڑا۔ لیکن اعلان میں اس مقام کا نام نہیں ظاہر کیا گیا۔

—— لندن۔ ۳۰ مئی۔ حکومت ترکی نے نیشنل اسمبلی میں ایک بل پیش کیا ہے جس کی رو سے وزیر خزانہ کو قومی بچاؤ کے لئے پانچ کروڑ پاؤنڈ قرضہ لینے کا اختیار ہو گا۔ اس قرضہ کی ضمانت کے طور پر برطانیہ نے ڈیڑھ کروڑ پونڈ کا سونا دے دیا ہے۔

—— [illegible] ۲۹ مئی۔ بلجیم کی سرحد سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ شاہ لیوپولڈ بروسلز میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔ جسے جرمنوں نے ان کے استعمال کے لئے وقف کر دیا ہے۔ رویا کی اطلاع ہے کہ شاہ بلجیم کے ہوائی کونٹ آف فلنڈرز کا پاؤں جنگ میں اس قدر زخمی ہوا کہ بالآخر اسے کٹوا دینا پڑا۔

—— لندن ۳۱ مئی۔ بلجیم اور شمالی فرانس میں لڑنے والی برطانوی فوجیں انگلستان واپس آ گئی ہیں۔ بلجیم میں شاہ لیوپولڈ کے حکم کی بنا پر فوج کے ہتھیار ڈال دینے سے اتحادی فوجوں کی پوزیشن خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اس لئے انہیں واپس بلانے میں ہی مصلحت سمجھی گئی۔

—— جرمنوں نے انہیں روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

—— لندن ۳۱ مئی۔ انگلستان کی طرح نیوزی لینڈ میں بھی ہنگامی اختیارات کا قانون منظور ہو گیا۔

—— لندن ۳۱ مئی۔ امریکن لوگ حکومت جمہوریہ امریکہ پر زور دے رہے ہیں کہ جنگ میں اتحادیوں کی فوراً امداد کی جائے اتحادیوں کی فتح کی صورت میں ہی امریکہ کی جمہوریت محفوظ ہو گی۔

—— لندن ۳۰ مئی۔ برطانوی حکومت نے جنگ کو کامیابی سے چلانے کے لئے نئے اختیارات سنبھال لئے ہیں۔ آئندہ ہر ایسا آدمی گرفتار کر لیا جائے گا۔ جو ملک میں اس قسم کا پروپیگنڈا کرے گا جس سے جنگ کو کامیابی سے چلانے میں رکاوٹ پڑے۔

—— پیرس یکم جون۔ فرانس کے ذمہ دار حلقوں کا بیان ہے۔ کہ برطانیہ اور اطالیہ کے درمیان محکمہ احتساب کا معاہدہ نہیں ہو سکا

—— پیرس یکم جون۔ یہاں عوام الناس کا خیال ہے کہ اطالیہ ۲ اور ۴ جون کے درمیان کسی دن اعلان جنگ کرے گا۔

—— میڈرڈ یکم جون۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ میڈرڈ میں برطانوی سفارت کے سامنے میڈرڈ یونیورسٹی کے طلبہ نے مظاہرہ کیا اور "جبرالٹر ہسپانیہ کا ہے" کے نعرے لگائے۔ یہ مظاہرہ اس لئے کیا گیا تھا کہ اس وقت سر سیموئیل ہور سفارت میں موجود تھے۔ عوام نے اس مظاہرہ میں دلچسپی لی۔ ہسپانوی اخباروں نے کل سے مطالبہ شروع کر دیا ہے کہ جبرالٹر ہسپانیہ کو واپس کر دیا جائے۔

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ [illegible]

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کی توحید کے زبانی اقرار کیساتھ عملی تصدیق لازمی ہے

اصل توحید کو قائم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔ صرف زبان سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا مثلاً جس طرح کوئی شخص مصری کا نام لیتے لیتے شیریں کام نہیں ہوتا۔ یا اگر زبان سے کسی شخص کی دوستی کا اعتراف کرے اور مصیبت اور وقت پڑ جانے پر اس کی امداد و دستگیری کرنے سے پہلوتہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو۔ اور اس کے ساتھ محبت کا بھی محض زبانی ہی اقرار موجود ہو تو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ درکار ہے۔ اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو۔ اور یہی حقیقی اسلام ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کیلئے کہ میں بھیجا گیا ہوں پس جو شخص اس چشمہ کے قریب نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس جاری چشمہ کے کنارے پر اپنا منہ رکھ دے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ الوہیت پر نہ گر پڑے اور یہ عہد نہ کرے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی وہ خدا کو نہیں چھوڑے گا اور اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے پر تیار ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہی بڑا اخلاص تھا کہ خدا کی رضا کیلئے بیٹا قربانی کرنے کیلئے تیار ہو گئے اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنے +

(۲۷ر دسمبر ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ اب خدا کے فضل سے انہیں بخار وغیرہ سے بالکل آرام ہے۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا مزاج تا حال ناساز ہے۔ احباب حضرت موصوف کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعا کریں۔

— خاکسار مدیر پیغام صلح کو گذشتہ ہفتہ دو مرتبہ لاہور سے باہر جانا پڑا۔ بیمار بھی رہا۔ اس لئے بعض احباب کے ارشادات کی تعمیل نہیں ہو سکی۔ بعض کے خطوط کا جواب نہیں دیا جا سکا۔ معذرت کے ساتھ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ چند روز مزید انتظار فرمائیں۔

— قاضی عبد الرحمٰن صاحب جتوئی علیل ہیں۔ ان کیلئے دعائے صحت کی جائے۔

— سید عبد الغفور شاہ صاحب ساکن موضع کندف ضلع ہزارہ ایک دیوانی مقدمہ میں کامیابی کیلئے احباب سے دعا کے ملتجی ہیں۔

اعلانات

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش

جملہ جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش ہو کہ اپنی جماعتوں کے چندے حتی الوسع ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک جمع کرکے ارسال فرمانے کی کوشش کیا کریں۔

(خاکسار اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ)

خریداران پیغام صلح کی خدمت میں درخواستیں

(۱) جن خریداران پیغام صلح کی خدمت میں چندہ اخبار کے وی پی ارسال کئے گئے ہیں وہ انہیں ضرور وصول فرمالیں۔ وی۔ پی واپس آنے کی صورت میں نہایت افسوس کیساتھ ان کے نام مجبوراً اخبار بند کر دیا جائے گا۔

(۲) جن اصحاب کے ذمہ مسیح موعود نمبر کی قیمت بقایا ہے۔ وہ از راہ کرم ۱۵ر جون تک ضرور ارسال فرما کر حساب صاف کر دیں۔

(خاکسار منیجر پیغام صلح)

آئینہ احمدیت حصہ دوئم

آئینہ احمدیت حصہ دوئم ایک مختصر رسالہ بطور ضمیمہ حصہ اول تھوڑی سی تعداد میں موجود ہے۔ جن احباب نے آئینہ احمدیت حصہ اول خریدی ہوئی ہے اور یہ ضمیمہ ان کے پاس نہیں تو وہ ایک آنہ کے ٹکٹ بھیجکر رسالہ منگا سکتے ہیں۔

(خاکسار محمد عبد اللہ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مقررہ شرح اور باقاعدگی کیساتھ چندہ ماہوار ادا کرنا ہر ایک احمدی کا اولین فرض ہے اور دینی جہاد میں شرکت کی سب سے ضروری شرط ہے۔

ہندو عورت کے حقوق اور شادی

ہندو عورت کی زبوں حالی کے متعلق ایک ہندو فاضل کے تاثرات

(از ایس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

(۲)

اس غیر منصفانہ تفوق سے یعنی اگر بیوی فوت ہو جائے تو خاوند دوبارہ شادی کر سکتا ہے لیکن خاوند کی وفات پر بیوی شادی نہیں کر سکتی ملک میں بیوہ عورتوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ بیوہ عورتوں کے فائدہ کے لئے ۱۸۵۶ء میں ایک ایکٹ پاس ہوا تھا جس کی رو سے بیوائیں شادی کر سکتی ہیں لیکن وہ شادی شدہ عورتیں جن کی خبر نہیں لی جاتی بلکہ اُن سے بدسلوکی کیجاتی ہے۔ ان کی بہبودی کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے دُنیا کی نعمتوں سے وہ لطف اندوز نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی اس غیر خوشگوار معاہدہ سے اپنی جان چھڑا سکتی ہیں۔

ہندو قانون کا تشدّد

اس کے علاوہ ہندو قانون شادی شدہ عورت کے ساتھ ایسی بے انصافی روا رکھتا ہے جسے معاف نہیں کیا جا سکتا یعنی خاوند اگر چاہے تو پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر سکتا ہے اس اجازت اور اختیار سے پہلی بیوی کے حقوق کو بہت صدمہ پہنچتا ہے اور باقی ماندہ عمر میں اس کے حقوق یوں ہی پامال ہوا کرتے ہیں۔ جب پیمان شکن خاوند اپنی بیویوں کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مظلوم بیوی کو طلاق کا حق نہ دیا جائے تاکہ اگر وہ چاہے تو کسی اور جگہ شادی کر لے۔

خانگی زندگی پر اثر

طلاق کوئی نئی چیز نہیں۔ قدیم ہندو قانون میں ایسی دفعات اور گنجائش موجود ہے جس سے ازدواجی زندگی کی تلخیوں کا علاج ہو سکے۔ سیاسی زوال کیوجہ سے ہندو سوسائٹی انحطاط پذیر ہے جس سے بنیادی سوشل اصولوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اور اب گھرانوں کو ان کی گری ہوئی حالت سے اٹھانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔

وہ لوگ جو طلاق کے مخالف ہیں ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس سے شادی کا معیار گر جائیگا۔ اور انکا اشارہ یورپ میں طلاقوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی طرف ہوتا ہے۔ جن کی فراوانی سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قانونِ طلاق کی موجودگی سے شادیاں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طلاق سے لوگ شادی کے متعلق کسی حد تک غیر محتاط ہو جاتے ہوں لیکن عدم طلاق سے بداخلاقی اور بے حیائی نہیں بڑھتی کیا؟ بلکہ طلاق کے نہ ہونے سے گھروں کی ہیئت اسقدر بگڑ جاتی ہے کہ وہ اس قابل نہیں رہتے کہ ان میں خورد و کلاں زندگی بسر کر سکیں۔

قانون طلاق سے شادی کی کامیابی اور ناکامی کا اندازہ کرنا بہت غلطی ہے بلکہ یہ تو ایک ایسا معیار ہے جس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ سوسائٹی کہاں تک ازدواجی زندگی کی خرابیوں کو برداشت کر رہی ہے اور کہاں تک ان کی اصلاح کے لئے کوشاں ہے۔

بدقسمتی سے قدامت پسند ہندو یہ فرض کرتے ہوئے کہ جہاں طلاق نہیں وہاں ہندو خاندان کے اندر انتشار نہیں۔ اصول طلاق کی مخالفت کر رہے ہیں۔

بدلتے ہوئے حالات

زمانہ نہایت سرعت کے ساتھ بدل رہا ہے۔ معاشی حالات تغیر پذیر ہیں تعلیم عام ہو رہی ہے۔ مغربی خیالات کا چرچا ہے اور عورت ہر جگہ آزادی حاصل کر رہی ہے ان کوائف کے پیش نظر ہندوؤں کے بیاہ شادی کے قوانین میں بھی کچھ تبدیلی پیدا ہونی چاہئے۔ انصاف پسندی مساوات اور اخلاق کو ہر چیز پر حاوی رہنا چاہئے۔ خاندان اور سوسائٹی کی بہتری کے جذبات سے ہی آئندہ قوانین کی تدوین ہونی چاہئے۔

ہندو قانون جیسا کہ آج کل رائج ہے یہ موجودہ زمانہ کی ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ نہایت آسانی کے ساتھ اس کے نقائص کو دُور کیا جا سکتا ہے۔

جب زندگی ناقابل برداشت ہوتی ہے

جب زندگی عورت کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے تو متعدد عورتیں قدیم ہندو قوانین کی پابندی چھوڑ دیتی ہیں اور معاہدہ کی تکلیف دہ کمند سے نکل جاتی ہیں۔ اس وقت تک ہندو عورتوں نے مشکلات سے نجات کی جو راہ نکالی ہے وہ خاوند سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہے لیکن یہ راستہ بھی خاردار راستہ ہے۔ جو مصائب سے معمور ہے۔

مغرب میں اس علیحدگی کو غریبوں کی طلاق کے نام سے موسوم کرتے ہیں علیحدگی کی خصوصیت واضح کرتی ہے کہ خاندانی انتشار اور بدنظمی کے ان دو طریقوں میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں گو علیحدگی سے متعدد ازدواجی زندگی سے نجات ہوا کرتی ہے لیکن یہ علیحدگی طلاق کا نعم البدل نہیں ہے کیونکہ اسمیں قطعیت مفقود ہے۔ فریقین اس سے معلق سے رہتے ہیں اور کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچتے۔

بہت سے خاوند جو اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو جاتے ہیں وہ کچھ عرصہ کے بعد پھر اپنی بیویوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو انہیں قبول کر لیتی ہیں اور بالعموم ایسا غربا میں ہوا کرتا ہے مغرب میں اس علیحدگی کی دلچسپ صورت یہ ہے۔ کہ خاوند عموماً اپنی بیویوں سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اتنی عام ہو گئی ہے کہ جونہی علیحدگی کا سوال پیدا ہوتا ہے تو فوراً خیال کر لیا جاتا ہے۔ کہ خاوند اپنی بیوی سے علیحدہ ہو رہا ہے۔ لیکن ہندوستان میں عجیب بات یہ ہے کہ عام طور پر بیوی ہی خاوند سے علیحدہ ہوتی ہے۔

ہندو عورتوں کی پناہ گاہیں

یہ واقعات ہمیں حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ کیونکہ عورت ہندوستان میں معاشی لحاظ سے مرد کی محتاج ہے۔ اور سوشل لحاظ سے روایات کی بہت پابند ہے اور ازدواجی زندگی میں بیاہ بچوں سے زیادہ محبت کرنے والی ہے کیونکہ ماممتا اسے ایسا کرنے پر مجبور بھی کرتی ہے۔

علیحدگی کے واقعات کا کہیں اندراج وغیرہ نہیں ہوتا اس لئے اس نوع کے واقعات کی سالانہ اوسط نہیں نکالی جا سکتی اور اس مسئلہ کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ہم کسی حد تک آشرموں کے اندراجات سے اسکا اندازہ کر سکتے ہیں کیونکہ متعدد عورتیں انہیں آشرموں میں پناہ گزین ہوتی ہیں۔

شردھانند اناتھ مہیلا آشرم کے پانچ سالہ اندراجات کی تفصیل ہم درج ذیل کرتے ہیں جس نے جگہ کی تنگی کیوجہ سے بہت تھوڑی عورتوں کو پناہ دی ورنہ معلوم نہیں ان عورتوں کے داخلہ کی میزان کہاں جا کر پہنچتی۔

۱۹۳۳ء میں ۳۱ عورتوں کو داخل کیا گیا جنمیں سے ۱۴ کو خاوندوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اور ۱۷ اپنے خاوندوں سے علیحدہ ہوئی تھیں ۱۹۳۴ء میں ۲۰ کو داخل کیا گیا جنمیں سے ۹ سے خاوند جدا ہوئے اور ۱۱ خاوندوں کو چھوڑ کر آئیں ۱۹۳۵ء میں ۴۰ عورتیں آشرم میں داخل ہوئیں ۱۵ سے خاوند علیحدہ ہوئے اور ۲۵ اپنے خاوندوں کو ہمیشہ کیلئے ترک کر آئیں ۱۹۳۶ء میں ۵۷ داخل ہوئیں۔ ۲۰ کو خاوند چھوڑ گئے اور ۳۷ اپنے خاوندوں سے علیحدہ ہوئیں ۱۹۳۷ء میں ۴۲ آشرم میں داخل ہوئیں جنمیں سے چودہ کو خاوند چھوڑ رہے ہو گئے تھے۔ اور باقی خاوندوں کو چھوڑ کے آئی تھیں۔

باقی آشرموں کے اعداد و شمار کا بھی یہی حال ہے اب اس عجیب و غریب سوشل مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ کیا کہا جا سکتا ہے یہ اپنی نوعیت میں مغرب کے بالکل برعکس ہے اس کی وضاحت کرنے کیلئے سوسائٹی کی ہیئت و تشکیل کو نظر غائر سے مطالعہ کرنا پڑیگا۔

ہندو سوسائٹی کچھ اسطرح واقعہ ہوئی ہے کہ اسمیں نہ تو خاوند طلاق دے سکتا ہے اور نہ عورت طلاق لے سکتی ہے گو قانون مرد کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور دوسرے ہندو خاندان کی تشکیل اشتراک پر ہوتی ہے جسمیں چھوٹے چھوٹے خاندان جو رشتہ میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں باہم مل جل کر ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔

بہو اور ساس کے قصے

ان مشترک خاندانوں میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں جنمیں رشتہ دار اور احباب درمیان میں پڑ کر ان خاندانی الجھنوں اور گتھیوں کو سلجھا دیتے ہیں اور متعدد ایسی مثالیں بھی ہیں جسمیں انہیں رشتہ داروں نے افتراق اور جدائی کو پیدا کیا۔ بہو اور ساس کے قصے تو مشہور ہی ہیں بہت سی خانماں بربادیوں کی وجہ یہی لڑائیاں ہی ہوتی ہیں۔

ایک برہمن لڑکی تھی جس کی شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی تھی بہت اچھے گھرانے کی لڑکی تھی والدین نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کا جہیز دیا تھا لیکن جس دن سے اس نے گھر میں قدم رکھا۔ ساس خوامخواہ اس کے منہ آنے لگی۔ خاوند والدہ کی محبت اور بزرگی کیوجہ سے بول نہیں سکتا تھا ایک صبح ساس نے بہو کو بہت جلی کٹی سنائیں کہ وہ اپنے خاوند کا خیال نہیں رکھتی اور اسے زدوکوب بھی کیا زیورات چھین لئے اور زبردستی گھر سے نکال باہر کیا اور اسے کچھ بھی لیجانے کی اجازت نہ دی۔ بہو نے منتیں اور التجائیں کیں لیکن بوڑھی قطامہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ لڑکی اس کس مپرسی کی حالت میں گھر سے باہر نکل کھڑی ہوئی۔ اس غریب کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ آخر کہاں سر چھپائے۔ خوش قسمتی سے ایک نیک دل پارسی خاتون اسے راستہ میں مل گئی جس نے اسے بمبئی کا ٹکٹ خرید دیا۔ جہاں پہنچکر وہ آشرم میں داخل ہو گئی۔

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۵ رجادی الاول سنہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۳۶

تبلیغ اور رفق و ملائمت

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

ہر مذہب جو مخلوق خدا کی رستگاری اور رہبری کیلئے دنیا میں آیا اس میں اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور خصوصاً اسلام نے تو ایسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دی۔ ہے کہ جس کو بڑے بڑے ملحد فلاسفر اور اساتذہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سو جو مذہب اور دین اخلاقی لحاظ سے ایک بلند معیار پر قائم ہو۔ اس کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے اسی اخلاق کی ضرورت ہے۔ جس کا وہ دین، در مذہب حامل ہے جس مذہب کے اخلاق کو اس کے مبلغ اور پہنچانے والے خود اپنی تبلیغ میں ملحوظ نہیں رکھتے وہ مذہب اور کیش دنیا میں پھیل چکا!

عام لوگوں کو تو دوسرے مذاہب کی تفصیلات اور جزئیات کا علم نہیں ہوتا۔ وہ تو اس کے پیروؤں اور مبلغوں کے طرز عمل سے اس مذہب کی اخلاقی قوت کا اندازہ کرتے ہیں۔ کیونکہ دین اگر درخت ہے تو پیرو اس کے پھل ہیں کسی درخت کی خوبی کا اندازہ اس کے پھلوں سے ہی ہو سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ ایک ایسی خالص اسلامی جماعت ہے جس نے اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات کو اقصائے عالم میں پھیلانے کے لئے وقف کیا ہے۔ یہ اپنی سرشت میں ایک خالص مشنری جماعت ہے یعنی ہر احمدی بچہ ایک مبلغ ہے اور وہ امین ہے اسلامی تعلیم کا تاکہ اسے دنیا میں نہایت ذمہ داری کے ساتھ پھیلائے۔ سو جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں اپنے فرائض کی وجہ سے بہت بڑھی ہوئی ہیں یہ جماعت مسیح محمدی کی ماننے والی ہے جسکو خدا تعالےٰ نے اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے اخلاقی معائب کو دور کرنے کیلئے مبعوث فرمایا۔ ایسے وقت میں جو مصلح اور مجدد آتے ہیں جبکہ کوئی عظیم الشان قوم ایک بہت بڑے عروج کے بعد زوال آمادہ ہوئی ہو تو وہ ہمیشہ قوم کو اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور عدم تشدد کے ساتھ پھر اسی معیار پر قائم کرتے ہیں جس سے وہ قوم گری ہو۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی الہامی فراست کی وجہ سے نبض ملت کو سمجھتے ہیں۔ اگر ایک زوال پذیر قوم کو جلال اور عسکریت کی طرف راغب کیا جائے۔ تو سوائے اس کے کہ وہ قوم قعر ذلت میں جا گرے اور نتیجہ کیا نکلے گا۔ مثلاً مشرقی اقوام آجکل زوال پذیر ہیں۔ وہ اگر مغرب کا مقابلہ مادی شوکت اور جلال سے کریں۔ تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ سو ایسی قوموں کو بیدار کرنے کے لئے ایک ایمانی جذبہ اور رفق و ملائمت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ ایک قالب جس کے اندر روح اور جذبات کمزور ہو چکے ہیں۔ اس کے قوا کو مقویات اور غذا سے خواہ کتنا ہی مضبوط کر دیا جائے لیکن جب تک اس کی روح اور جذبات میں ایک جولانی پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت تک وہ قالب کوئی کارہائے نمایاں نہیں کر سکتا۔ ——— سو جماعت احمدیہ مسیح محمدی کی ماننے والی ہے جو کہ ایمانی جذبہ اور رفق و ملائمت کے آئینہ دار تھے۔ اور دنیائے اسلام کیلئے محبت و عشق کا پیغام تھے۔ وہ محبت جس کی چنگاری الوہی اور سرمدی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

احمدیت کیا ہے؟ احمدیت محض اشاعت اسلام اور رفق و ملائمت ہے احمدیت رسولؐ سے عشق اور اس کے پیروؤں سے محبت کا دوسرا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام محبت صلح اور آشتی ہے۔ احمدی وہ ہے جو گالیاں سنے اور چپ رہے۔ جو ظلم سہے اور اُف تک نہ کرے اور دنیا کے کونوں تک پہنچاتا چلا جائے جو کچھ اسے پہنچانا ہے

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جماعت قادیان جو مسیح محمدی کی ایک عالی جماعت ہے۔ اس نے اس شیوہ فروتنی کو ترک کر دیا۔ قادیانی صحیفے ایسا اسلوب بیان اختیار کرتے ہیں۔ جو قابل تعریف نہیں۔ اور ان کا طرز استدلال وہی ہوا کرتا ہے جو کسی زمانہ میں معاندین سلسلہ کا ہوا کرتا تھا۔ اور وہ بعض دفعہ استدلال اور دلائل کے جواب میں ایسا طرز اختیار کرتے ہیں جو کسی لحاظ سے قابل ستائش نہیں۔ ایسے طرز تحریر اور تقریر کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ براہین احمدیہ حصہ دوم میں فرماتے ہیں:-

"جب بعض لوگ حکیمانہ اور معقول کلام کرنے کا مادہ نہیں رکھتے یا جب کسی اہل حق کے الزام اور افحام سے تنگ آجاتے ہیں اور رک جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی پردہ پوشی اسی میں دیکھتے ہیں جو علمی بحث کو ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف منتقل کر دیں۔ اور اگر کسی اور طور سے نہیں تو اسی طرح اپنے ہم شربوں میں نام حاصل کریں"

جماعت احمدیہ لاہور ایک علمی اور مذہبی جماعت ہے۔ جس نے اسلام کی عظیم الشان علمی خدمت کی ہے اور اس کی اپنی بنیاد جذبات اور وجدانی خطبات پر نہیں بلکہ دلائل اور براہین پر ہے لیکن قادیانی بزرگ اپنی وجدانیات میں چور ہو کر اتنی درشت کلامی کرتے ہیں جس سے جماعت احمدیہ کے سنجیدہ ضمیر اور اخلاق کو بہت صدمہ پہنچتا ہے جماعت قادیان کی طرف سے جماعت لاہور کو عجیب عجیب خطاب دیئے گئے ہیں۔ مثلاً پیغامی جہنم کی جلتی پھرتی آگ، شکاری کتے، شلغم اور گوبھی کے چھلکے، زیدی الطبع وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ جو قادیانی طلبا فارغ التحصیل ہو کر قلم اٹھاتے ہیں اور انہیں مضمون نویسی کا شوق چراتا ہے تو وہ اپنا تختہ مشق ہیں یا ہمارے بزرگوں کو بناتے ہیں۔ قادیانی نوجوان دوستوں کو لکھتے وقت اتنا احساس ضرور چاہئے کہ وہ جن "پیغامیوں" کے متعلق لکھ رہے ہیں۔ ان میں بعض بزرگ ایسے بھی ہیں۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور جن درسگاہوں سے ان نوجوانوں نے تحصیل علم کیا ہے ان کی ایک ایک اینٹ جماعت لاہور کے بزرگوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے پاک ممبروں کے ایثار اور خلوص کی خاموش گواہ ہے۔ اور قادیانی اداروں کے ذرہ ذرہ پر انہیں بزرگوں کا نام ثبت ہے۔

ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ایک قادیانی اخبار جس کے ایڈیٹر بہت معمر انسان ہیں۔ انہوں نے اپنے مقالوں میں ایسا مضحکہ خیز اور طفلانہ رنگ اختیار کیا کہ اس ترنگ میں معاصر پیغام اسلام کا نام بگاڑ کے تنگ اسلام لکھ گئے اور پھر اس کا اعادہ کیا اور غالباً انہیں اپنے اس انداز پر ناز بھی ہوگا۔ لیکن ہمارے خیال میں جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھے ہیں انہیں ایسی طرز سے بلند ہونا چاہئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرز کو پسند نہیں فرمایا۔ اگر خیالات کے اظہار سے تبلیغ مدنظر ہو تو اسے نہایت احسن طریقہ پر کرنا چاہئے۔ ورنہ ان طریقوں کو خداوند تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون۔

"ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے۔ شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ۔ اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو۔ ایمان کے بعد برا نام کیا ہی برا ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے تو وہی ظالم ہیں۔

قرآن مجید نے صاف طور پر ہنسی کرنے اور نام وغیرہ رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے لیکن قادیان والے ہیں کہ ہمیں پیغامی کہے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم احمدی ہیں۔ آنحضرت صلعم نے صاف طور پر فرمایا ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

یعنی پورا مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

درشت کلامی اور بدزبانی ہر لحاظ سے بری چیز ہے لیکن تبلیغ اور دین کی اشاعت کے ضمن میں درشت کلامی کرنا تو کسی صورت میں قابل معافی نہیں۔ دین سکھانے والوں اور مذہب کی اشاعت کرنے والوں کو اس غلاظت سے اپنا دامن بچانا چاہئے اور پھر اس مامور کی جماعت کو جس کی خصوصیت میں اخلاق اور رفق و ملائمت تھی۔ تحریر و تقریر میں بہت بلند ہونا چاہئے۔ اس کے منہ سے تو دلائل اور براہین کو یوں نکلنا چاہئے جیسے موتی جھڑتے ہوں کیونکہ یہی وہ طریق تبلیغ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار کیا۔ اور اسی طریق کو خدا اور خدا کا رسول پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صلح اور آشتی کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

(الیس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

شذرات

تبلیغی لٹریچر کی تقسیم کے متعلق احباب کے فرائض

جیسا کہ ہم پہلے بھی کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکز میں بہترین تبلیغی لٹریچر تیار ہوتا رہتا ہے۔ علماء و بزرگان جماعت کی تحقیق و کاوش ہمیشہ اس کی خاطر جاری رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت ہمارے پاس ایک ایمان افروز اور ہدایت بخش علمی خزانہ موجود ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ لٹریچر مدد رحمہ مدلل و موثر ہوتا ہے۔ مخالفین بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس کی قوت کو ضرور محسوس کرتے ہیں جہاں کہیں یہ جاتا ہے ۔۔ امید افزا اثر ڈالتا ہے۔ مرکز کے کارکن اخبار کے اچھے اچھے نمبر اور عمدہ عمدہ رسائل ٹریکٹ اور تبلیغی اشتہارات تو تیار کر سکتے ہیں لیکن ان کی خاطر خواہ تقسیم و اشاعت احباب کے سرگرم تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے دوست اور جماعتیں اس بارہ میں تساہل سے کام لے رہی ہیں۔ حالانکہ اس لٹریچر کا ایک معقول حصہ (جس کی تفصیل وقتاً فوقتاً پیغام صلح میں شائع ہوتی رہتی ہے) صرف محصول ڈاک بھیج کر مفت منگایا جا سکتا ہے۔ احباب کا فرض ہے کہ مفت اشاعت کیلئے مختلف قسم کے رسائل، ٹریکٹ اور اشتہارات اپنے پاس منگا کر رکھیں اور مناسب طریق پر اسے تقسیم کرتے رہیں۔ یہ لٹریچر درحقیقت ہمارا تبلیغی ہتھیار ہے۔ ہر ایک احمدی مجاہد کو یہ ہتھیار اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ ۳ رجون کے پیغام صلح میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا جو مکتوب شائع ہوا ہے۔ اس میں حضرت ممدوح نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ:-

"اپنے ساتھ ہر وقت ہتھیار رکھو۔ ہمارا ہتھیار وہ علمی دلائل ہیں جو ہمارے ٹریکٹوں، رسالوں، کتابوں میں بھرے پڑے ہیں مفت اشاعت کے ٹریکٹ اپنے پاس رکھو اور انہیں ایک بیج کی طرح جہاں موقعہ دیکھو ڈالتے رہو۔ اور جہاں ضرورت ہو مزید لٹریچر مرکز سے منگوا کر دوسروں کو جماعت کے اندر لانے کی کوشش کرو۔"

ضرورت ہے کہ امیر جماعت کی اس نصیحت پر ہر ایک فرد جماعت فوراً عمل شروع کر دے۔ اگر تقسیم لٹریچر کے متعلق ایک سرگرم اجتماعی کوشش کی جائے تو چند ماہ کے اندر ہی انشاء اللہ اس قدر حوصلہ افزا اور حیرت انگیز نتائج ظاہر ہوں گے جن کا اس وقت تصور بھی مشکل ہے۔

مفت اشاعت کے لٹریچر کے علاوہ صاحب استطاعت دوست قیمتاً کتابیں بھی منگا کر تقسیم کریں اور مفت اشاعت کے فنڈ کو مالی امداد دیں۔

قادیانی دوستوں تک اپنا لٹریچر پہنچاؤ

اس وقت قادیانی دوستوں میں ہمیں اپنا لٹریچر تقسیم کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے یہ ایک مسلم امر ہے کہ قادیانی غلو بے راہ روی اور پیر پرستی ہی تحریک احمدیت کی ترقی میں سب سے بڑی روک ہے اگر یہ روک دور ہو جائے تو اس تحریک کیلئے راستہ صاف ہو کر غلبۂ اسلام کی بہت جلد صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس روک کو دور کرنے کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ ہمارا لٹریچر ہے۔ آج کل قادیانی دوستوں نے اپنے پیر کے حکم کے مطابق ہماری جماعت پر زبردست حملہ بول دیا ہے کیونکہ ان کو ہماری سرگرمیوں میں غلو و پیر پرستی کی شکست کا خطرہ نظر آتا ہے اس حملہ کی مدافعت کی موثر ترین تدبیر بھی ان لوگوں میں اپنے لٹریچر کی تقسیم ہے۔ تقریر، بحث و مناظرہ اور گفتگو اپنی جگہ تبلیغ کے اچھے ذرائع ہیں لیکن قادیانی دوستوں کی موجودہ ذہنی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے خیال میں لٹریچر کی تقسیم سب سے زیادہ مفید ہے۔ تحریر کو انسان پڑھتا ہے اور بسا اوقات اس پر سکون دل کے ساتھ غور بھی کرتا ہے تقریر و گفتگو میں یہ بات مشکل ہوتی ہے۔ ہمارے احباب کو چاہیئے کہ وہ قادیانی دوستوں کو متواتر اپنا لٹریچر پہنچاتے رہیں۔ مطالعہ کے بعد ان کے جو اعتراضات و شبہات باقی رہ جائیں ان کو دور کرنے کے لئے مزید رسائل دیں اور اگر مناسب ہو تو زبانی گفتگو بھی کریں۔ ۔۔۔ دلائل اور صداقت ہمارے پاس ہیں ان لوگوں نے خاص از و جوش کے ماتحت حملہ کیا ہے اگر ہم ذرا ہمت سے کام لیں تو مدافعت کے علاوہ ان غالی حملہ آوروں کو صراط مستقیم پر قائم کر کے اپنے دست و بازو بھی بنا سکتے ہیں۔

ہمارے بعض احباب نے لکھا ہے کہ قادیانی ہمارا لٹریچر پڑھتے نہیں ہیں۔ بلکہ ضائع کر دیتے ہیں، پھینک دیتے ہیں۔ بیشک بعض جگہ قادیانی دوستوں نے ایسا کیا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس افسوسناک فعل کے مرتکب کیوں ہوئے ممکن ہے کہ ان کے بزرگ ایسا چاہتے ہوں یا یہ ان کی پیر پرستانہ ذہنیت کا اثر ہو۔ لیکن اس کے برعکس ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ قادیانی دوستوں نے شوق و غور سے ہمارا لٹریچر پڑھا اور مزید کتابیں اور رسائل طلب کئے۔ ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بھی دیدی۔ ہم جانتے ہیں کہ قادیانی غلو اور پیر پرستی بہت ہی خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ جناب میاں صاحب نے اپنے مریدوں کی ذہنیت کو بگاڑنے اور ان کو غور و تدبر سے روکنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ۔۔۔ لیکن ہمیں انسانی ضمیر سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ قادیانی ہمارے بچھڑے ہوئے بے راہ رو بھائی ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں پیر پرستی کے گڑھے سے نکال کر راہ راست پر لانے کی کوشش جاری رکھیں۔ پیہم کوشش کی جلد یا بدیر کامیابی یقینی ہے۔

سکھوں کی خطرناک تیاریاں

جناب عبدالمجید صاحب قرشی اپنے اخبار "ایمان" کی تازہ اشاعت میں لکھتے ہیں کہ:-

"چونکہ میں خود سکھوں کے علاقے میں بستا ہوں اس واسطے مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں ان کے متعلق اپنی ذاتی شہادت پیش کر دوں۔ . . . . گاؤں گاؤں کے سکھ اس قدر تیار ہو رہے ہیں کہ گویا مسلمانوں کی طرف سے انہیں لڑائی کا چیلنج مل چکا ہے سکھ قوم کی اٹھان اور تیاری کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے جرمنی میں ہٹلر کی تنظیم یعنی وہ اسی مثال کو سامنے رکھ کر انتہائی جوش و خروش کے ساتھ مصروف عمل ہیں جب سے حکومت پنجاب نے یہاں کی نیم فوجی جماعتوں کو پبلک جگہوں پر ڈرل پریڈ کرنے سے روکا ہے سکھوں نے گوردواروں کے احاطہ کو فوجی چھاؤنیاں بنا دیا ہے یعنی انہوں نے حکومت کے ظاہری حکم کی تو پابندی کی ہے مگر اپنے پروگرام پر ایک ذرہ برابر آنچ نہیں آنے دی۔ ایک باخبر دوست نے بتایا کہ اس وقت کم سے کم پانچ لاکھ سکھ اس طرح منظم اور تیار ہو چکے ہیں کہ اگر انہیں اشارہ کر دیا جائے تو وہ ایک مستقل فوج کی طرح ایک راستے پر بہ جائیں گے۔ (ایمان ۱۶ رجون ۱۹۴۰ء)

سکھوں کی جنگی تیاریوں کے متعلق بہت سی خبریں مشہور ہو چکی ہیں جنہیں مبالغہ آمیز کہا جا سکتا تھا لیکن یہ ایک ذمہ دار اخبار نویس کے مشاہدات ہیں انہیں جھٹلانا بہت مشکل ہے۔ سکھوں کی یہ تیاریاں یقیناً مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ اگر گذر لو گھاڑا ڈنے اور جوڑ میلہ کی سکھ کانفرنسوں کی تقریروں اور قرار دادوں کی روشنی میں ان خوفناک تیاریوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی لیکن کیا صوبہ کی اور مرکزی حکومت کو ان حقائق کا علم ہے اور کیا انہوں نے سکھوں کی ان جنگی تیاریوں کے نتائج پر غور کیا ہے؟ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو اسکی خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ موجودہ نازک ایام میں ایک فرقہ کی ان جنگی تیاریوں کو نظر انداز کر دینا مصلحت اور دور اندیشی سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا لیکن با ایں حکومت خاموش ہے۔

حکومت سے زیادہ مسلمانوں کیلئے موجودہ صورت حالات قابل غور ہے مگر افسوس ان میں زندگی و بیداری کے آثار ہی مفقود ہیں اور انہیں آنیوالے خطرات کا احساس تک نہیں اللہ تعالیٰ رحم کرے

اعلیٰحضرت حضور نظام کی نصیحت

اعلیٰحضرت حضور نظام دکن و برار نے ۹ رجون کو ایک فرمان صادر فرمایا ہے جس میں حضور ممدوح نے ہر ایک مذہب و ملت کے افراد سے اپیل کی ہے کہ وہ:-

"جنگ کے دوران میں معاندانہ سرگرمیوں سے محترز رہیں اور اس نازک صورت حالات میں باہمی اتحاد پیدا کرنے میں امداد دیں موجودہ واقعات اور جنگ یورپ نے سیاسی صورت حالات کو نازک بنا دیا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ جنگ کے دوران میں شرارت آمیز تقریریں نہ کریں اور قابل اعتراض مضامین کی اشاعت سے مجتنب رہیں۔ نیز یہ وقت داخلی اختلافات اور بیہودہ سرگرمیوں میں اپنی قوت کو ضائع کرنے کا نہیں ہے"۔

خسرو دکن و برار کی یہ بزرگانہ و عاقلانہ نصیحت اس قابل ہے کہ سلطنت آصفیہ کی رعایا کے علاوہ ہندوستان کے تمام صوبوں کے باشندے اسے گوش ہوش سے سنیں اور اس پر عمل کریں ۔۔ کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ لوگ جو اتحاد شکن تقریروں اور داخلی اختلافات کو ترقی دینے والی امن سوز سرگرمیوں میں مصروف ہیں ہندوستان کے سب سے بڑے تاجدار کے اس فرمان سے فائدہ اٹھا کر اپنی روش میں کوئی بہتر تبدیلی پیدا کریں گے!

معاصر "آریہ ویر" کا ایک اہم سوال

آریہ سماج کی ماس پارٹی مردم شماری کے معاملہ میں غیر معمولی دلچسپی لے رہی ہے مسلمانوں اور اچھوتوں کو نقصان پہنچانے کے علاوہ ہندوؤں کی تعداد کو حتی الامکان زیادہ ظاہر کرنے کا بیڑا بھی اس نے اٹھا رکھا ہے۔ اس جوش میں اس نے مخفی شانوں کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں یہ ہدایت موجود ہے کہ آریہ سماجی دھرم کے خانہ میں ہندو دھرم اور فرقہ مذہب کے خانہ میں آریہ سماجی لکھائیں اس پر بعض راسخ العقیدہ آریہ سماجی بہت لال پیلے ہو رہے ہیں کیونکہ ستیارتھ پرکاش میں تو ہندو لفظ کو ایک بدترین گالی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آریہ ویر اپنی ۹ رجون کی اشاعت میں لکھتا ہے

"آریہ پرادیشک سبھا (ماس پارٹی) نے مردم شماری کے متعلق یہ سرکلر بھیج کر ... ویدک دھرم آریہ سماج اور رشی دیانند سے بدترین غداری کی ہے اس سے زیادہ لجاجنک (شرمناک) کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ ویدک دھرم کے پرچارک آریہ سماج کو ہندو دھرم کا فرقہ بنا دیا جائے ہم پرادیشک سبھا کے ذمہ دار اصحاب سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ ہندو دھرم کی ذرا تشریح کریں کیا ہندو دھرم ویدک دھرم ہے؟ کیا دوسرے ہندو اسے ماننے میں ایک ہیں امید ہے ماس پارٹی کا آرگن آریہ گزٹ اس سوال کا جواب دیکر ہماری تسلی کرنے کی کوشش کریگا بیشک سوامی دیانند جی نے لفظ ہندو کی بابت ... الفاظ

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

موجودہ جنگ اور جماعت احمدیہ کا طرز عمل

برادران مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جنگ یورپ نے جو خطرناک صورت اس وقت اختیار کرلی ہے۔ اس کے پیش نظر میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ چند باتیں آپ سے کہوں تاکہ ہماری جماعت کا رویہ ہر جگہ ایک ہی ہو۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جنگ کے شروع میں ہی جب اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ہماری جنرل کونسل کا اجلاس ہوا تو اس میں کونسل نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ چونکہ جنگ میں ابتدا اور زیادتی جرمنی کی طرف سے ہوئی ہے اس لئے ہماری جماعت کی ہمدردی اور امداد انگریز قوم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہے اور رہے گی۔ اس وقت صرف چند ماہ کے عرصہ میں جرمن فوج کئی ممالک فتح کرکے انگلستان کے ساحل سے انیس میل کے فاصلے پر آپہنچی ہے اور ادھر فرانس پر اس کا دباؤ دن بدن بڑھ رہا ہے اور وہ خطرات جو ابتدائے جنگ میں ایک دور کا قصہ معلوم ہوتے تھے اب ایک ہولناک صورت اختیار کرکے بہت قریب آگئے ہیں۔ ہندوستان پر کسی بیرونی حملے کا خطرہ تو شاید اب بھی اس قدر قریب نہیں۔ لیکن بیرونی حملے سے بدتر وہ خطرہ ہے جو برطانیہ کو اور اس کے ساتھ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو کوئی ضعف پہنچنے کی وجہ سے اندرونی فساد کی صورت میں رونما ہوکر اس ملک کی تباہی اور بربادی کا موجب ہوسکتا ہے۔ گو وہ ضعف محض وقتی ہی ہو۔ ہندوستان میں جہالت کا دور دورہ اس قدر ہے کہ ہر ایک شریر اور مفسد اس ملک کے امن کے خرمن کو ایک ادنیٰ سی حرکت سے جلا سکتا ہے۔ اور جب ایک دفعہ حکومت کے رعب میں فرق آجائے تو اس کو دوبارہ قائم کرنے میں جس قدر وقت لگیگا۔ اس وقفہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان تباہ ہوسکتے ہیں اور ہزاروں خاندانوں کی عزت اور آبرو برباد ہوسکتی ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت میں حکومت کے رعب کے اٹھ جانے کے نتائج نہایت ہولناک ہوسکتے ہیں۔ اور اگر کوئی ابتری کی آگ ایک دفعہ بھڑک اٹھی تو اس کی لپیٹ ان لوگوں کو بھی جھلس دے گی جو نادانی سے اس کی چنگاڑیاں سلگانے والے ہیں۔ اس لئے کوئی ہندوستانی برطانیہ کے ہندوستان پر اقتدار کے قائم رہنے کا خواہ کتنا ہی مخالف ہو اس کے اپنے ملک اور قوم کی، اس کے ہم مذہبوں کی، اس کی اپنی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اس وقت ہندوستان کی حکومت کو جیسی بھی وہ ہو کسی قسم کا ضعف نہ پہنچے۔ اس بارہ میں جو سب سے بڑی امداد ہم حکومت کی کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک آدمی نہ صرف قانون اور نظام کا حامی ہو، بلکہ اس بارہ میں وہ ایک مستعد سپاہی کی طرح کام کرنے والا ہو اور جہاں تک اس کے بس میں ہو یہ کوشش کرے کہ دوسروں کو بھی قانون اور نظام کا حامی بنائے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک مسلمان کا جس طرح یہ فرض ہے کہ وہ مساجد کے علاوہ گرجوں اور دوسری اقوام کے عبادتگاہوں کی حفاظت کرے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں غرض ہر قوم کی جان اور مال اور آبرو کا محافظ ہو۔

خاکسار

محمد علی

دار السلام ڈلہوزی

۶/۴۰

(بقیہ صفحہ ۶)

سوراخ کئے ہیں جس میں سے محمد رسول اللہ صلعم اور گذشتہ انبیا نظر آتے ہیں ورنہ نعت ختم ہے۔

یہیں تک نہیں۔ ایک مرتبہ کسی سائل کا جواب دیتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آئندہ جو بھی نبی آئے گا اسے حضرت مسیح موعود کا متبع ہونا ضروری ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں خاتم النبیین کے اگر محمودی معنی لئے جائیں کہ اپنی اتباع کی مہر سے نبی بنانے والا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اب ختم نبوت کی مہر حضرت مسیح موعود کے پاس ہے۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم الانبیا بنانے کا یہی جواب ہے۔ جب انہیں نبی زمانہ کی کرسی سے اتار کر ان کی جگہ نئے نبی کو لا بٹھایا۔ تو لازمی بات ہے کہ ختم نبوت کی مہر جو ساتھ ہی نئے نبی کو دی جایا جاتا۔ سو دے دیا گیا۔

لیکن مزہ یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب اگرچہ نبی نہیں ہیں لیکن خاتم الانبیا ضرور ہیں۔ کیونکہ میاں محمود احمد صاحب سے بلکہ کسی راہ چلتے محمودی سے پوچھ دیکھو کہ کیا آئندہ جو نبی آئیں گے وہ میاں محمود احمد صاحب کے متبعین میں سے آئیں گے یا باہر سے۔ پیشتر کیا کوئی "پیغامی" نبی بن سکتا ہے؟ تو وہ قطعاً انکار کردیں گے۔ ... گے کہ ضروری ہے کہ آئندہ جو نبی بھی آئے وہ میاں محمود احمد صاحب کا مرید ہو۔ تو ثابت ہوا کہ ختم نبوت کی مہر اب میاں محمود احمد صاحب کے پاس ہے اگرچہ وہ خود نبی نہیں ہیں۔ مگر خاتم الانبیا ضرور ہیں۔ یعنی ان کی اتباع کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ یہ ہوتا ہے نتیجہ ختم نبوت کے غلط معنی کرنے کا۔ ابھی دیکھنا کون کونسا خلیفہ خاتم الانبیا بنتا ہے۔

خاتم الانبیا کیا ہوا۔ ایک دل لگی ہوگئی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ہر خصوصیت چھین کر حضرت مسیح موعود کو دیدی۔ ایک رقابت کا سا معاملہ ہوگیا۔ ایک نئی امت بن گئی۔ جو اپنے نبی کو کسی صورت میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے پیچھا رکھنا نہیں چاہتی۔ بلکہ کچھ بڑھا کر دکھانا چاہتی ہے۔ کہیں آیت اخرین منہم لما یلحقوا بہم سے محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ثانی نکالی ہے۔ پھر وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ سے بعثت ثانی کو بعثت اولیٰ سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے شعر کہے جاتے ہیں کہ:-

> محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
> اور آگے سے ہیں بڑھکر اپنی شاں میں

اور اخباروں میں خوشی خوشی شائع کئے جاتے ہیں۔ کہیں ۲۰۰ اور ۱۴۰۰ برس کا مقابلہ کرکے کہا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی نسبت مسیح موعود دگنی قوت روحانیت لیکر آئے اور کہیں خادم صاحب فرما رہے ہیں کہ فیضان نبوت محمدیہ مردہ ہوچکا تھا۔ اس لئے قادیان کو نئے نبی کی ضرورت پڑ گئی۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم مردہ نبی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود زندہ نبی ہیں۔

مجھے کبھی امید نہ تھی کہ مسلمان مسلمان رہ کر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی اس قدر بے وقعتی کرسکتے ہیں۔ جو ان محمودیوں نے کر دکھائی۔ کجا حضرت مسیح موعود کا یہ الہامی شعر کہ:-

> برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
> جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اور کجا میاں محمود احمد صاحب کا یہ شور کہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق خود حضرت مسیح موعود ہیں۔ دی رئی تندرا مصاحبہ۔ اپنا ایک نبی بنا لیا ہے تو وہ نعت کریں رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مسیح موعود کا مشن تو تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی حقیقی شان کو دکھا کر لوگوں میں آپ کی عزت و احترام کو قائم کیا جائے اور اب اس محمودی قوم کی حالت یہ ہے کہ ان ... محمد رسول اللہ صلعم کا احترام کم ہو رہا ہے اور آپ کی ...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان روحانیت کی نسبت قادیانیوں کا غلط عقیدہ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

حضرت مسیح موعود کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو تمام دنیا میں آخری نبی اور زندہ نبی منوایا جائے اور اہل عالم پر براہین نیرہ کے ساتھ یہ ثابت کر دیا جائے کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ جن کا فیضان روحانیت قیامت تک ممتد ہے۔ اور اب جو شخص خدا کے قرب اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کے شرف سے ممتاز ہوگا۔ وہ فقط محمد رسول اللہ صلعم کے فیض سے اس مرتبہ عالی کو پائیگا۔ چونکہ تمام نبوتوں کا فیضان ختم ہو چکا اور حضور نبی کریم صلعم کا فیض باقی ہے۔ اس لئے آپ ہی اکیلے زندہ نبی ہیں۔ اور آپ کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ فقط آپ کی اتباع ہی سے انسان خدا سے تعلق پکڑ سکتا ہے۔ ولاغیر۔ خود اپنی نسبت حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا۔ اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا۔ اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں۔ کہ انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے"

(حقیقۃ الوحی۔ چوتھا باب)

پھر اسی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اس کو انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے رہیں"۔ (حقیقۃ الوحی)

حضرت مسیح موعود کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:۔

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں ایسے سینکڑوں حوالجات موجود ہیں۔ میں نے مذکورہ بالا تین حوالے فقط مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کئے ہیں۔

اب ملک عبد الرحمٰن خادم صاحب بی۔ اے کے ایک ٹریکٹ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔ ان خادم صاحب پر محمودی نشہ بہت غالب ہے۔ اور "تبلیغ" کے میدان میں بہ ٹٹ دوڑتے ہیں اور محمودی اخباروں اور ٹریکٹوں میں ہر جگہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ انہوں نے ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کو ایک ٹریکٹ شائع فرمایا تھا۔ جس کا عنوان تھا۔ "قرآن مجید کی رو سے سلسلہ نبوت جاری ہے"۔ کس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے اس کی کیفیت مندرجہ ذیل حوالہ سے معلوم کرلیں۔ فرماتے ہیں:۔

"پس ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ کی قوت قدسی اتنی تھی کہ ان کی وفات کے بعد چھ سو برس تک اللہ تعالیٰ کو کسی نبی کے مبعوث کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور ہمارے نبی صلعم کی قوت قدسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوت قدسی سے دگنی تھی۔ اس لئے آنحضرت کے بعد تیرہ سو برس تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوا"۔

ملاحظہ فرمایا خادم صاحب کا ارشاد یعنی حضرت عیسیٰ کی قوت قدسی چھ سو برس تک چلی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کو اس عرصہ میں کسی نبی کے مبعوث کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ لیکن جیسے کہ ایک چراغ کا تیل ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا چراغ جلانا پڑتا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کی قوت قدسی کے ختم ہونے کے بعد خدا کو ضرورت ہوئی کہ دوسرا نبی مبعوث کیا جائے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی قوت قدسی چونکہ حضرت عیسیٰ سے دگنی تھی۔ اس لئے بجائے چھ سو برس کے تیرہ سو برس تک کام چل گیا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی بھی قوت قدسی ختم ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ دوسرا چراغ جلایا جائے تو خدا نے حضرت مسیح موعود کو نبی بنا کر مبعوث کر دیا۔ اب اس کے بعد نئے نبی یعنی حضرت مسیح موعود کی قوت قدسی چلے گی۔

دیکھ لیجئے کہ کس طرح حضرت نبی کریم صلعم کا نام پرانے نبیوں کی فہرست میں چڑھا دیا۔ جن کی قوت قدسی ختم ہو چکی اور جنہیں اس وجہ سے اب زندہ نبی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان کا فیض روحانیت ختم ہے۔ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میرا وجود حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی قوت قدسی اور فیضان روحانیت کا ایک زندہ نمونہ ہے اور آپ کے زندہ نبی ہونے پر ایک دلیل واضح ہے اور آنحضرت صلعم کے فیضان روحانیت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ لیکن یہ قادیانی سپوت فیضان محمودیہ کے زندہ نمونے محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی اور فیضان روحانیت کو ختم کرکے ایک نئے نبی کی ضرورت کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں یہ محمد رسول اللہ صلعم جیسے زندہ نبی کو نعوذ باللہ مردہ بنانے والے حضرت مسیح موعود کے متبع نہیں بلکہ مخالف اور دشمن ہیں حضرت مسیح موعود تو اپنے سید و آقا محمد رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے یوں عرض کریں کہ:۔

یا نبی اللہ فدائے ہر سر موئے توام
وقف راہ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار
راغب اندر رحمت یا رحمت اللہ آمدیم
ایکہ چوں ما بہر تو صد ہزار امیدوار
صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دم تو بیشمار
اہل دل فہمند قدرت عارفاں دانند حال
از دو چشم شپراں پنہاں خورے نصف النہار

حضرت مسیح موعود تو فرمائیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپ آخری اور زندہ نبی ہیں۔ آپ کی زندہ نبوت کی موجودگی میں کسی پرانے یا نئے نبی کو قدم دھرنے کی جگہ نہیں۔ لیکن خادم صاحب محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی کو ختم کرکے نئی نبوت کی ضرورت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کی قوت قدسی کو تیرہ سو برس پر لاکر ختم کر دیا جائے اور آپ کی زندہ نبوت کو مردہ قرار دیدیا جائے۔

پھر خادم صاحب "ہمارے نزدیک" کا جمع متکلم کا صیغہ استعمال فرماکر گویا اسلام کے لئے اپنے اس تباہ کن عقیدہ کو اپنی ساری جماعت کا عقیدہ بتاتے ہیں۔ گویا ایک وکیل کی حیثیت سے جماعت کا نمائندہ بن کر دنیا کے سامنے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی ختم ہو گئی۔ ان کی نبوت مردہ ہو چکی۔ اس لئے اب نئے نبی کی ضرورت ہے۔ اگر یہ جماعت کا عقیدہ نہ تھا تو اخبار "الفضل" میں اس کی تردید کیوں نہ ہوئی۔ جماعت کے افراد کی رگ حمیت کیوں نہ پھڑکی۔ میاں محمود احمد صاحب کے متعلق تو یہ عشق کہ کوئی الف سے بے نہ کہے ورنہ ساری جماعت بھوٹے بڑے کھینچنے چبانے کو موجود ہو جائیں گے۔ بلکہ میں نے تو معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ بعض دور افتادہ محمودی صبح اٹھ کر یہ رونے لگتے ہیں کہ خدا جانے حضور (یعنی میاں محمود احمد صاحب) رات کو سوئے بھی ہیں یا نہیں؟ شام کو پیٹ پکڑے پھرتے ہیں کہ خدا جانے آج حضور نے کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟ ادھر تو یہ اندھا عشق۔ اور ادھر محمد رسول اللہ صلعم کی زندہ نبوت کو مردہ قرار دے کر نئی نبوت کا ڈھونگ رچایا جائے اور کسی مسلمان کہلانے والے محمودی کی غیرت کو ٹھیس نہ لگے۔ اس کی وجہ یہی کہ روز بروز اب ان لوگوں کو محمد رسول اللہ صلعم سے دوری ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ان محمودیوں نے واقعی ان کو پرانے گذشتہ نبیوں کی فہرست میں داخل کرکے زمانہ کا نبی حضرت مسیح موعود کو بنا رکھا ہے۔ جن پر ایمان لائے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔

اس سے بھی بڑھ کر ایک دفعہ جون ۱۹۲۲ء کے خطبہ میں میاں محمود احمد صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ کوئی نبی بغیر کتاب اور شریعت کے نہیں ہوتا حضرت مسیح موعود نبی ہیں تو ضروری بات ہے کہ وہ بھی کتاب اور شریعت لادیں۔ پس اب جو قرآن ہے وہ حضرت مسیح موعود کا ہے اور جو شریعت ہے وہ حضرت مرزا صاحب کی ہے۔ اور جس طرح نئے زمانہ کے آنے سے گذشتہ نبیوں کے سامنے ایک دیوار کھینچ دی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کی نبوت نے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے سامنے ایک دیوار کھینچ دی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود بمنزلہ ایک

(باقی صفحہ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان صریح

جماعت قادیان متوجہ ہو

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔اے۔ ایم۔او۔ایل)

قریباً دو ہفتے ہوئے چند قادیانی نوجوان احمدیہ بلڈنگس میں نبوت خانہ ساز اور خلافت محمودیہ کی تبلیغ کرنے کے لئے وارد ہوئے ہماری تبلیغی کلاس کے بعض طالبعلموں نے بہتیری کوشش کی۔ کہ گفتگو اصولی اور صرف حضرت اقدس کی کتب سے ہو۔ مگر جیسا کہ قارئین کرام سے مخفی نہیں ہے کہ قادیانی حضرات منہ سے اگرچہ حضرت مسیح موعود کو نبی کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ایک مولوی جتنا بھی نہیں مانتے۔ حضرت صاحب کی جو تحریر پیش کی جائے نہایت بے تکلفی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ حضرت کو اس وقت سمجھ نہیں آئی۔ ہمیشہ کسی عبارت کا مفہوم اس کے وقوع کے بعد معلوم ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ حضرت کی تحریرات اور الہامات کا مفہوم جو انہوں نے خود سمجھا وہ غلط ہے۔ آج جو کچھ ہم سمجھ رہے ہیں وہ صحیح ہے۔ کیونکہ واقعات ہمارے مفہوم کی تائید کر رہے ہیں۔ دیکھ لیا آپ نے! یہ ہے خانہ ساز نبوت کی حیثیت اور یہ ہے ان کا ایمان۔ گویا نعوذ باللہ حضرت اقدس ہمیشہ اپنی تحریرات اور الہامات کا مطلب اُلٹ سمجھتے رہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ان تحریرات اور الہامات سے ان مصنوعی نبوت اور بے بنیاد خلافت کا بھرم کھلتا ہے اور جس مکر و فریب کے ساتھ یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے اس کا پردہ چاک ہوتا ہوا انہیں نظر آ رہا ہے۔ اس لئے خلافت کے حلقہ بگوش بجائے اس کے کہ سچ اور حقیقت کا اعتراف کریں اور ان خرافات کو جھٹلائیں۔ جو حضرت اقدس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اُلٹا امام زمان و مہدی دوران کی کھلی کھلی تحریرات اور واضح پیشگوئیوں کی تکذیب کرتے ہیں اگر اس قسم کی سب باتیں پیش کر دی جائیں تو مضمون بہت لمبا ہو جائے گا۔ میں اس وقت صرف ایک ہی بات پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس سے آپ ان کی دیانت و دیانت کا اندازہ لگا سکتے ہیں

ازالہ اوہام (پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۲) پر حضرت کا ایک الہام ہے۔ جو قریباً ہر چھوٹے بڑے قادیانی کے ورد زبان ہے۔ جسے وہ ہر مجلس اور پلیٹ فارم سے بیان کر کے خوشی محسوس کرتا ہے حتیٰ کہ ان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اس الہام کی تشریح و توضیح کے لئے ایک بہت بڑے کہنہ مشق مولوی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ جو منہ کی چیندی نکالنے اور جھوٹی سوئی باتوں سے خلافت مآب کو سراہنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس مولوی صاحب کو دیکھ کر ایک واقعہ یاد آ جاتا ہے جو عقد الفرید میں اس طرح مرقوم ہے۔

قیس ابن الصفت سے ایک آدمی نے کہا کہ آج فلاں صاحب کے مکان پر ایک بہت بڑے پیر و مرشد آئے ہوئے ہیں۔ ان کی زیارت کے لئے لوگ جوق در جوق جا رہے ہیں۔ ہم بھی چلیں اور ان کی زیارت سے مشرف ہوں (زیارت بزرگاں کفارت گناہ) جب قیس ابن الصفت معہ اپنے ساتھی کے وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پیر صاحب کیا ہیں خیر سے ایک توپ ہیں۔ آنکھیں نہایت چھوٹی چھوٹی اور موٹاپے کی وجہ سے اندر کو دھنسی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جسم اتنا بھدا اور بھاری ہے کہ چلنے سے عاری ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر حضرت قیس ابن الصفت اُلٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور اپنے ساتھی سے فرمانے لگے۔ الزاهد لا یکون ضخیما یعنی زاہد اتنا موٹا نہیں ہوتا۔ اگر اس قسم کے مولویوں میں ذرہ بھر بھی خوف خدا ہوتا۔ تو وہ کس طرح اس قسم کی تاویلات رکیکہ سے کام لے سکتے تھے۔

حضرت کا وہ الہام یہ ہے اخرج منہ الیزیدیون اس کے متعلق اگر آپ کسی قادیانی سے پوچھیں تو جھٹ یہی جواب دیگا کہ اس کا مطلب ہے کہ یزیدی لوگ اس میں سے یعنی قادیان سے نکالے جائیں گے۔ چنانچہ جو لوگ اس سے نکالے گئے وہ حضرت امیر قوم مولانا محمد علی ادام اللہ بقاءہ و فیوضہ اور ان کے دیگر ساتھی ہیں۔ اس لئے یزیدیوں سے مراد لاہوری جماعت ہے۔ اگر قادیانیوں میں ذرہ بھر بھی دیانت ہوتی تو وہ کبھی ایسا بہتان نہ تراشتے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔ اب ہمیں اصل ماخذ کی طرف توجہ کرنا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ یزیدیوں سے مراد لاہوری جماعت ہے یا خلیفہ قادیان معہ حواریوں کے ہیں اس ازالہ اوہام صفحہ ۷۲ پر حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"اور خدا نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے"

عبارت بالا سے کم از کم دو باتیں نہایت واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مرزا صاحب سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ دوسری یہ کہ قادیان نے بوجہ دمشق کے مشابہ ہونے کے کسی یزیدی الصفت خلیفہ کا پایہ تخت ہونا ہے۔ جو قسم قسم کے جھوٹے منصوبے باندھیگا اور ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ کرے گا۔ پھر اسی ازالہ اوہام (پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۷۳) پر حضور فرماتے ہیں:۔

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں (یورپ و امریکہ) بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

عبارت بالا سے یہ صاف واضح ہے کہ انگریزی تفسیر لکھنا اور اسے ممالک یورپ و امریکہ میں پھیلانا حضور اپنا مقصد قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا یہ کام مجھ سے ہی سرانجام پائے گا۔ یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کام کو کس نے سرانجام دیا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے یا خلیفہ قادیان نے؟ حضرت اقدس نے اپنی شاخ اور اپنے میں داخل اسے قرار دیا ہے۔ جو حضرت کے مقصد مشن کی تکمیل کرے۔ قادیانی جماعت باوجود خدا کا لاڈلا خلیفہ رکھنے اور کثرت تعداد و مال و دولت کے ہونے کے آج تک اس سعادت سے محروم رہی ہے۔

باقی بھی جن لوگوں نے اس میدان میں اپنی کوششوں اور مساعی کے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ وہ بھی نہایت بری طرح ناکام رہے۔ بھلا وہ کامیاب بھی کس طرح ہو سکتے ہیں جبکہ امام زمان فرما چکا ہے کہ یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے۔ پھر ان کی یہ مساعی اللہ تعالےٰ کے نزدیک کیسے مقبول ہو سکتی تھیں حضرت اقدس کے فرمان کے مطابق حضرت مولانا محمد علی حضور کی شاخ اور حضور میں ہی داخل ہیں۔ جو حضرت ممدوح کے ساتھ بغض و عناد رکھتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کو جھٹلاتا ہے۔

پھر حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی الہامی بشارت (کہ ختم قرآن مبارک۔ اس کا انکار نہ کریں) اس امر کو واضح کر دیتی ہے کہ یہ ترجمہ و تفسیر حضرت مسیح موعود کے عین منشا کے مطابق اور شریعت حقہ کے بالکل موافق کی گئی ہے۔ جو شخص اس کو قبول نہیں کرتا وہ نہ حضرت مرزا صاحب اور نہ نورالدین اعظم کو مانتا ہے جب حضرت امیر حضرت صاحب کی شاخ اور آپ میں داخل ٹھہرے تو قادیانی جماعت اور ان کے خلیفہ نے جو ان کے ساتھ سلوک کیا۔ اس کا ایسا ہونا ضروری تھا۔ تاکہ حضرت مسیح موعود کی مشابہت حضرت امام حسینؓ کے ساتھ اور قادیان کی دمشق کے ساتھ بالکل مکمل طور پر پوری ہو جائے۔ اگر قادیانی خلیفہ اور اس کے رفیق کار ایسی ساز شیں اور نازیبا حرکات نہ کرتے جس سے جماعت لاہور کے پاک ممبروں کو مجبوراً قادیان چھوڑنا پڑا۔ تو پھر قادیان دمشق کے مشابہ اور یزید کا پایہ تخت کیسے بنتا۔ اس قسم کے ظالمانہ احکام اور نازیبا افعال جو اب بھی قادیان میں وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہتے ہیں حضرت امام کے فرمودہ اور آپ کی صداقت کو اور بھی واضح کر دیتے ہیں۔ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری۔ حکیم عبدالعزیز صاحب۔ مولوی عبدالکریم اور مولوی فخرالدین اور ان کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ دنیا سے مخفی نہیں ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے کیا خدا کے فرستادہ کے فرمودہ میں اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اخرج منہ الیزیدیون کے معنی "اس سے (قادیان سے) یزیدی لوگ نکالے گئے" کے ہیں۔ وہ ذرا خوف خدا کریں۔ اللہ اور اس کے فرستادہ پر افترا باندھنے سے احتراز کریں۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا۔ اگر ہماری بات پر یقین نہ آئے۔ تو حضرت مسیح موعود کے ارشادات کو ذرا غور سے پڑھ لیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"سو خدا تعالےٰ نے اس عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارہ میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منہ الیزیدیون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں"

(حاشیہ ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۲)

اگر اس سے تسلی نہ ہو تو مزید تشریح سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر

یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔"

(حاشیہ ازالہ اوہام پہلا ایڈیشن صفحہ ۷۱)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر فرماتے ہیں:۔

"مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں۔ یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں۔ وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں۔"

قادیان میں اس وقت اکثریت محمودی حضرات کی ہے اس لئے حضرت کا مندرجہ بالا ارشاد بھی انہی کے متعلق ہے کہ اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں وہ قادیانی علماء جو اس قسم کی تاویلات رکیکہ سے کام لیتے ہیں اور حضرت کی واضح تحریرات کے خلاف چلتے ہیں اور آپ کے الہامات کے معانی کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ ان کی اس بددیانتی اور اعراض عن الحق پر کسی قسم کا تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت اقدس ان کے متعلق بھی قبل از وقت خبر دے چکے ہیں کہ یہ نہ صرف میرے الہامات اور تحریرات کو بگاڑیں گے۔ بلکہ سید الانبیاء خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے نہیں چوکیں گے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۸ پر فرماتے ہیں:۔

"پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا میری عبادتگاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔"

حضرت صاحب کی محولہ بالا تحریر کو پڑھ کر اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں رہ جاتا کہ قادیانی واقعی گمراہ اور جادۂ حق سے منحرف ہیں جس طرح ان کے خلیفہ اور مولویوں نے حضرت کے مشن کو بدل ڈالا۔ وہ کسی اہل انصاف سے مخفی نہیں ہے۔ حضرت کی عبادتگاہ میں بقول ان کے بعض مریدوں کے جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ اس قوم کا حصہ ہے اور جس طرح ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کتربیونت سے کام لیا ہے۔ وہ کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا مانگنا چاہیئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس فتنہ سے بچائے۔ نبی امی سید العرب والعجم نے اس فتنہ کے متعلق قبل از وقت اپنی امت کو آگاہ کر دیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص صراط مستقیم کے بدلے اس گمراہی کو خرید تا ہے تو وہ قیامت کے دن خود اس کا جواب دہ ہوگا۔ کیونکہ ہر طرح سے اس پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے۔

عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الفتنۃ من ھھنا واشار الی المشرق۔

(بخاری شریف صفحہ ۹۵۰ مطبوعہ مجتبائی)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فتنہ اس طرف سے یعنی مشرق سے نکلیگا۔ قادیان ملک عرب کے بالکل جانب مشرق میں واقع ہے۔ اسلام میں جس قدر فتنے اس وقت اٹھے ہیں۔ یہ ان تمام سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اسلام کا نام لیکر ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی جارہی ہے منہ سے اگرچہ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ مگر اسے مسلمان بننے کے لئے کافی نہیں سمجھتے حتیٰ الوسع ان کے خلیفہ اور اس کے مقربین کی یہی کوشش ہے کہ کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور قرآن دنیا سے نیست و نابود ہو جائیں اور ان کی خلافت باطلہ اور من گھڑت نبوت کا دنیا میں چرچا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ ضرور بہت جلد انہیں ان کے مقاصد مشئومہ میں خائب و خاسر کریگا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون اور اپنے دین و نور کو دنیا میں تکمیل تک پہنچائیگا

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

ہندوستان

—— لاہور ۱۱ جون۔ آج علی الصبح لاہور پولیس نے شہر کی دس مسجدوں پر چھاپہ مار کر ۲۷۴ خاکساروں کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت ۱۲ زخمی خاکسار میو ہسپتال میں اور نصف درجن کے قریب سنٹرل جیل میں ہیں۔ ایک شہید خاکسار کو قبرستان میانی صاحب میں سرکاری انتظام سے دفن کر دیا گیا۔

—— پولیس کی جمعیت ایک ہزار سے زائد کنسٹیبلوں اور چھوٹے بڑے افسروں پر مشتمل تھی۔ بہت سی مساجد میں خاکساروں سے پولیس کا تصادم بھی ہوا۔ بعض جگہ پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ پانچ چھ مساجد میں اشک آور گیس کا استعمال کیا گیا۔ لاٹھی چارج بھی کیا گیا۔ ایک خاکسار گولیوں سے شہید اور متعدد لاٹھیوں سے زخمی ہوئے۔ پولیس کے چند افسر بھی زخمی ہوئے

—— سب سے زیادہ انتظام سنہری مسجد کے لئے تھا۔ رات کے ساڑھے دو بجے پولیس مساجد میں داخل ہو گئی۔ چند مساجد میں پولیس سیڑھیاں لگا کر داخل ہوئی بعض کے دروازے بھی توڑے۔ جو پولیس کے افسر اور ملازم مساجد کے اندر داخل ہوئے وہ سب کے سب بوٹ اور جوتیاں اتار کر مساجد میں داخل ہوئے اور صرف مسلمان ملازمین پولیس کو مساجد کے اندر بھیجا گیا۔

—— مساجد میں چھاپے اور خاکساروں کی گرفتاریوں کے بعد لاہور میں گورہ اور دیسی فوج بلا کر شہر کے مختلف حصوں میں تعینات کر دی گئی ہے

—— لاہور ۱۲ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ ان اشخاص کو جن کے خلاف پولیس کے پاس یہ ثبوت ہے کہ وہ خاکساروں کے ہمدرد ہیں اور خاکساروں کیلئے کام کر رہے ہیں۔ جلدی گرفتار کر لیا جائے گا۔

—— لاہور ۱۱ جون۔ آج سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے موجودہ صورت حالات کے متعلق ایک طویل بیان دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پولیس کے حکام اعلیٰ کو بدامنی پیدا کرنے والی جماعتوں کے خلاف موثر کارروائی کرنے کا اختیار دیدیا گیا ہے۔

—— خاکسار تحریک کے متعلق وزیر اعظم نے فرمایا ہے کہ اس تحریک کا تعلق دشمن سے ہے۔ ممکن ہو سکتا ہے کہ خاکسار رادران کے بعض افسر تحریک چلانے والوں کے ان مقاصد سے متعارف نہ ہوں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ تحریک دشمن کیلئے مفید ہے

—— وزیر اعظم نے ان لوگوں کو جو اس تحریک کی آڑ لیکر اپنے مخصوص سیاسی مقاصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں انتباہ کیا ہے کہ اگر وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف بھی ضروری کارروائی کی جائے گی

—— لاہور ۱۱ جون۔ آج صبح ہی سنہری مسجد میں مزید خاکسار پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنا جھنڈا لہرا دیا اور مسجد کے باہر پہرہ دینا شروع کر دیا۔ افواہ ہے کہ ان کو بھی چھاپہ مار کر گرفتار کر لیا جائے گا۔

—— لاہور ۱۱ جون۔ آج شہر میں مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کی۔ دن کے ڈھائی بجے سنہری مسجد میں اور بعد نماز عشا مسجد وزیر خاں میں احتجاجی جلسے ہوئے

—— لاہور ۱۱ جون گورنر پنجاب نے آج شام ایک غیر معمولی گزٹ میں اعلان کیا ہے کہ لاہور سٹی کوتوالی کے زیر اثر رقبہ شورش زدہ اور خطرناک حالت میں ہے۔ یہ اعلان ایک سال تک نافذ العمل رہیگا۔

—— مزید اعلان کیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا رقبہ کے باشندوں کے نا پسندیدہ طرز عمل کی وجہ سے پولیس کی تعداد بڑھانی ضروری ہو گئی۔ زائد پولیس کے تقرر کی تاریخ کے بعد سے یہ اعلان بھی ایک سال تک نافذ رہیگا۔

—— راولپنڈی ۱۱ جون۔ آج صبح مقامی پولیس نے حکومت پنجاب کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے جامع مسجد میں چھاپہ مارا اور خاکساروں پر گیس چھوڑ کر انہیں گرفتار کر لیا۔

—— لاہور ۱۱ جون۔ آج شام کے چھ بجے کے قریب چھ خاکساروں کے ایک جیش نے سنہری مسجد سے نکل کر کشمیری بازار میں مارچ کیا اور بعد میں سنہری مسجد میں داخل ہو گئے

ممالک خارجہ

روم ۱۰ جون۔ آج شام اٹلی کے وزیر خارجہ نے برطانیہ اور فرانس کے سفیروں سے ملاقات کی جس میں آپ نے انہیں سرکاری طور پر مطلع کیا کہ اٹلی نے برطانیہ اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے اور کل ۱۱ جون سے اس اعلان کو نافذ العمل تصور کیا جائے۔

—— روم ۱۰ جون۔ مسولینی نے ترکی، یوگوسلافیہ، یونان، مصر، اور رومانیہ کو اپنی تقریر میں آگاہ کر دیا ہے کہ اٹلی کا اعلان جنگ صرف اتحادیوں کے خلاف ہے۔ وہ کسی دوسرے ملک کو اس جنگ میں گھسیٹنا نہیں چاہتا۔

—— لنڈن ۱۰ جون۔ آج صبح حکومت برطانیہ نے اعلان کیا ہے کہ اتحادیوں کے لئے اس نازک وقت میں اٹلی نے اعلان جنگ کر کے بزدلی دکھائی ہے لیکن ہماری دونوں سلطنتیں اٹلی کو کچل دیں گی۔ اتحادی حکومتوں نے اٹلی سے مقابلہ کی تمام تیاریاں مکمل کر رکھی ہیں۔ اتحادی جانتے ہیں کہ تلوار کا جواب تلوار سے کس طرح دیا جاتا ہے۔

—— لنڈن ۱۱ جون۔ صدر روزویلٹ نے اٹلی کو الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر اٹلی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کریگا تو امریکہ بھی اتحادیوں کے ساتھ مل کر اعلان جنگ کر دے گا۔

—— لنڈن ۱۱ جون۔ پیرس کا شہر خالی ہونا شروع ہو گیا ہے۔ عورتیں اور بچے شہر سے نکال لئے گئے ہیں۔ دوسرے لوگ بھی آس پاس کے شہروں میں جا رہے ہیں۔ حکومت گرد و نواح کے صوبجات میں منتقل کر دی گئی ہے۔ ارکان حکومت اور اعلیٰ حکام بھی پیرس چھوڑ چکے ہیں۔ غیر ملکی سفارتخانے بھی پیرس سے منتقل ہو گئے ہیں۔ فرانس کے وزیر اعظم موسیو رینو پیرس سے محاذ جنگ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔

—— پیرس ۱۱ جون۔ تازہ ترین فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ فرانسیسی فوجوں نے ایلیس کے مورچے سنبھال لئے ہیں۔ ابھی ان مورچوں پر حملہ نہیں ہوا۔ دشمن کی پیشقدمی روک لی گئی ہے۔

—— پیرس ۱۱ جون۔ برطانیہ سے تازہ دم فوج فرانس کی مدد کیلئے پہنچ رہی ہے۔ پیرس سے جرمن فوجیں ۳۵ میل کے فاصلے پر پہنچ گئی ہیں۔

—— پیرس ۱۱ جون۔ فرانس میں ۱۴۹ میل لمبے محاذ پر جنگ ہو رہی ہے جس میں ۴ ہزار ٹینک اور ۵ لاکھ سپاہی صرف ایک محاذ پر لڑ رہے ہیں جرمن فوجوں کے مشینی دستوں کے ساتھ زبردست توپخانہ بھی ہے۔ نوین سے ۵ امیل شمال مغرب کی طرف جرمن فوجوں کے ایک ڈویژن کو محاصرے میں لے لیا گیا ہے۔

—— لنڈن ۱۱ جون۔ ناروے کے شاہ ہاکن اور ناروے کی حکومت اب برطانیہ میں آ چکی ہے۔ شمالی ناروے میں لڑنے والی برطانی اور فرانسیسی افواج بھی واپس بلا لی گئی ہیں۔ ان کے ساتھ ناروی فوج کے چند دستے بھی ہیں

—— پیرس ۱۱ جون۔ کل رات فرانسیسی توپخانہ نے میجینو لائن کے اس سرے سے جو سوئٹزرلینڈ کی سرحد سے لگتا ہے۔ دشمن پر نہایت خوفناک بمباری کی۔ جرمن علاقہ سے دھوئیں کے بادل اٹھتے دکھائی دیئے۔

—— لنڈن ۱۱ جون۔ جرمن "ففتھ کالم" کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک زبردست مدافعتی فوج تیار کی گئی ہے۔

—— لنڈن ۱۱ جون۔ کل صدر امریکہ نے اپنی براڈکاسٹ تقریر میں بتایا کہ امریکہ کو ان قوموں سے ہمدردی ہے جو جور و استبداد کے خلاف لڑ رہی ہیں۔ آپ نے کہا کہ امریکہ اتحادیوں کو سامان جنگ دیگا اور اپنے ملکی بچاؤ کی تیاریاں مکمل کریگا۔ آپنے اہل امریکہ سے اپیل کی کہ وہ ہر خطرے کے مقابلے کے لئے تیار رہیں۔

—— نیوزی لینڈ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور ہندوستان نے اٹالیہ کیخلاف اعلان جنگ کر دیا۔

(۱۲ جون کی صبح تک موصول شدہ)

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

جلد ۲۸ — لاہور ـ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۰ ر جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۷ ر جون ۱۹۴۰ء — نمبر ۳۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میری صداقت کے فیصلے کا ایک آسان طریق

ہٰذا اب مجھے اتمام حجت کیلئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالدے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈالدی ہے رو بہ اصلاح ہوجائے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جلشانہٗ کی قسم دیکر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوے کے بارے میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں پھر اگر انکے الہامات اور کشوف اور رویاء صادقہ سے جو وہ شائع کریں کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بیشک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کریں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں انکو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے اور اس تجویز سے بہت آسانی کیساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آجائے گا لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رویاء صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خداترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر اور تکذیب سے باز آوے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مرنا ہے پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دنیا میں کوئی ذلت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔ ہٰذا میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جلشانہٗ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھ دینا سچے دینداروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس ۲۱ روز توجہ کریں یعنی اس صورت میں کہ اکیس ۲۱ روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟ آیا کذاب ہوں یا منجانب اللہ۔

(اشتہار ۱۵ ر جولائی ۱۸۹۷ء)

اعلانات

مولوی محمد یار صاحب عارف قادیانی کا جواب

جناب میاں صاحب اس جواب کی تصدیق کریں اور ذمہ لیں

مولوی محمد یار صاحب عارف نے مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو سوالات کا جواب "الفضل" مورخہ ہر جون ۱۹۴۰ء میں لکھا ہے اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ اگر یہ جواب صحیح نہیں تو اسکی غلطی کو ظاہر کیا جائے حضرت امیر ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس مطالبہ کا جواب دینے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ جناب میاں صاحب اپنے قلم سے اپنے اخبار میں صرف یہ الفاظ شائع کردیں کہ "مولوی محمد یار صاحب عارف کا جواب میری طرف سے سمجھا جاوے اور اس کا میں ذمہ وار ہوں"۔ والسلام۔ خاکسار رحمان خان پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ دار السلام ڈلہوزی۔

(نوٹ: اسکی ایک نقل ایڈیٹر صاحب اخبار "الفضل" قادیان کو بھیجی گئی)

جناب خلیفہ قادیان کی بیعت سے علیحدگی

بخدمت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب "خلیفۃ المسیح الثانی" قادیان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہایت افسوس کیساتھ میں جناب کی بیعت سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہوں اور آپسے پُرزور درخواست کرتا ہوں کہ آپ ازراہ مہربانی حضرت مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کے مطالبات کو پورا کریں۔ میں خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ میرے ساتھ ہو۔

خاکسار۔ سلطان احمد خاں ہوشیارپوری احمدی از دہلی ۲ ر جون ۱۹۴۰ء (نقل خط)

جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کی خدمتمیں گذارش

جملہ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اپنی جماعتوں کے چندے حتی الوسع ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک جمع کرکے ارسال فرمانے کی کوشش کیا کریں۔ (خاکسار۔ اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ)

ضروری تصحیح

۸ ر جون کے پیغام صلح صفحہ ۸ پر ایک مراسلہ "میری جماعت قادیان سے علیحدگی اور جماعت لاہور میں شمولیت کی وجوہ" کے عنوان سے درج ہوا اس میں مراسلہ نگار کا نام "عبدالمجید صاحب" غلط لکھا گیا ہے صحیح نام "جناب عبدالحمید صاحب دفتر آبپاشی پونچھ" ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

تمام دوست تبلیغی لٹریچر مرکز سے منگا کر اپنے پاس رکھیں اور اسے مناسب طریق پر تقسیم کرتے رہیں۔ یہ لٹریچر ہمارا تبلیغی ہتھیار ہے۔ ہر احمدی کو اس سے مسلح رہنا چاہیئے۔

خانبہادر مولوی غلام حسن خانصاحب توجہ فرمائیں!

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ)

قادیانی احباب کی طرف سے جو خطوط مجھے آئے ہیں۔ ان سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب میاںصاحب نے گو آج تک اس بات کے صاف صاف کہنے سے گریز کیا ہے کہ ان کے نزدیک کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله منسوخ ہے۔ لیکن ان کی جماعت کے ایک حصہ نے خواہ وہ ابھی تھوڑا ہی ہو۔ اس عقیدہ کو بلا تکلف قبول کر لیا ہے

چند قادیانی احباب کے خطوط کے خلاصے

جناب رکن الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ سے شاید بھول گیا ہے کہ ہر نبی کا کلمہ ابھی تک موجود ہے۔ بالخصوص صاحب شریعت نبیوں کا۔ مگر ان کی اُمت بعد میں آنے والے نبی کے نہ ماننے سے کافر ہوئی۔ آپ کو اگر یاد نہ ہو تو لا اله الا الله موسیٰ کلیم الله کے ماننے والی امت بعد کے نبیوں سے کافر ہوئی۔ لا اله الا الله عیسیٰ روح الله۔ لا اله الا الله ابراهیم خلیل الله۔ اسی طرح ہر ایک امت اس کے بعد میں آنے والے نبی کے ماننے سے یا اس کے پہلے کسی نبی کے انکار سے کافر ہوئی...... اور صرف کلمہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔"

جناب برکت علی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہم مرکزی مقام قادیان کی وابستگی کو مکہ معظمہ کی وابستگی کے برابر قرار دیتے ہیں........ لا اله الا الله محمد رسول الله اسی کا قبول ہے جو مسیح موعودؑ پر ایمان لائے۔"

(پہلا فقرہ نئے قبلہ کی بنیاد ہے اور دوسرا نئے کلمہ کی)

جناب ایس۔ اے صوفی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بروز محمدؐ کا آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا پھر ویسی ہی بروزی کافر ہو چکی تھی اور اس میں کلمہ گو بھی آ گئے اور دوسرے بھی آ گئے۔ جس طرح پہلے (UNITARIAN) اور یہود آ گئے تھے۔"

جرأت کرکے نیا کلمہ کیوں نہیں بتاتے؟

ان بزرگوں سے تو میں صرف اس قدر عرض کروں گا۔ کہ اگر کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله کی وہی حیثیت ہے۔ جو لا اله الا الله موسیٰ کلیم الله کی۔ تو جس طرح حضرت موسےٰؑ کے بعد حضرت عیسےٰؑ کا کلمہ بن گیا اور حضرت عیسےٰؑ کے بعد محمد مصطفےٰ صلعم کا کلمہ بن گیا۔ آپ اب تک کس بھول میں پڑے ہوئے ہیں اور جرأت کرکے وہ کلمہ کیوں نہیں بتاتے جس سے ایک کافر مسلمان ہو سکے؟

نئے دین کی بنیاد رکھنے کا واضح اقرار کیوں نہیں کرتے؟

اور پھر جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت موسےٰؑ کے آنے سے اور حضرت موسےٰؑ کے بعد حضرت عیسےٰؑ کے آنے سے اور حضرت عیسےٰؑ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلا دین بدل گیا اور ایک نئے دین کی بنیاد رکھدی گئی۔ آپ صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ اب محمد رسول اللہ صلعم کا دین بدل گیا ہے اور اس کی جگہ ایک نئے دین نے لے لی ہے.........

....

میاںصاحب صاف الفاظ میں اپنے عقیدہ کا اعلان کریں

اور جناب میاںصاحب سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اپنے قلم سے میری خاطر نہیں اپنے مریدین کے ایمان کی خاطر اس بات کا اعلان صاف الفاظ میں کریں کہ آیا ان کے مرید یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ درست ہے یا غلط۔ کیا ان کے نزدیک آج لا اله الا الله محمد رسول الله کا وہی مقام ہے جو لا اله الا الله موسیٰ کلیم الله یا لا اله الا الله ابراهیم خلیل الله کا مقام ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو ان کا فرض ہے کہ صاف الفاظ میں اعلان کریں کہ ان کے مرید حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ درست ہے اور ان کا اپنا بھی یہی عقیدہ ہے اور قرائن یہی ہیں تو پھر صاف طور پر اعلان کر دیں کہ ہمارا نبی بھی نیا ہے۔ کلمہ بھی نیا ہے اور دین بھی نیا۔ دوسروں کے کندھوں پر رکھکر بندوق چلانا ایک مذہبی پیشوا کا کام نہ ہونا چاہئے۔ اسے لازم ہے کہ وہ صاف طور پر اس بات کا اعلان کرے جو اس کا عقیدہ ہے۔ تاکہ خان بہادر مولوی غلام حسن خاں اور خان بہادر دلاور خانصاحب جیسے بزرگ اور معتدل لوگ ایسی غلطی سے نکل جائیں کہ جناب میاںصاحب کے نزدیک کلمہ منسوخ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی جماعت کی بنیاد ایک سیاسی مسلک پر رکھنے کے بجائے ایک مذہبی عقیدہ پر رکھیں۔ ان کا دعویٰ تو مذہبی رہنما ہونے کا ہے اور کام وہ کر رہے ہیں جو آج کل کے سیاستدانوں کو زیب دیتے ہیں کہ جو بھی جس بہانے سے ساتھ مل جائے اسے ملا لیا جائے۔

مولوی غلام حسن صاحب کے لئے قابل توجہ بات

اسی لئے میں شروع سے جناب خان بہادر مولوی غلام حسن خاں صاحب کو جب سے انہوں نے قادیانی خلافت میں بیعت کی ہے اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ اور الجھنوں میں پڑنے کی بجائے پہلے اس بات کو صاف کر لیں کہ آیا ان کا "مصلح موعود" ان کا "خلیفہ" ایک نئے دین کی بنیاد تو نہیں رکھ رہا؟ بات تو صاف ہے کہ اگر آج لا اله الا الله محمد رسول الله کا وہی مقام ہے۔ جو پہلے انبیاء کے کلموں کا۔ تو جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت موسےٰؑ کے آنے سے دین بدل گیا اور حضرت موسےٰؑ کے بعد حضرت عیسےٰؑ کے آنے سے دین بدل گیا اور حضرت عیسےٰؑ کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے آنے سے دین بدل گیا۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت مرزا صاحب کے آنے سے دین بدل گیا۔ یہ دین جس کی اب میاںصاحب تبلیغ کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہؐ کا دین نہیں۔ بلکہ ایک نیا دین ہے۔

مولوی صاحب اصولی بات کی طرف نہیں آتے

مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ بڑے بڑے علما اور فضلاء قادیانی جماعت میں شامل ہو کر بجائے اصولی طور پر کسی مسئلہ کو طے کرنے کے کھیلوں میں لگ جاتے ہیں۔ میں نے مولوی غلام حسن خانصاحب کو بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ پہلے اس اصولی بات کی طرف توجہ کریں کہ میاںصاحب کے نزدیک حضرت مرزا صاحب مومن بہ ہیں آپ کے نزدیک نہیں۔ میاںصاحب کے نزدیک کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله کے پڑھنے سے ایک کافر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ آپ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ میاںصاحب محمد رسول اللہ صلعم کے دین کو منسوخ کرکے ایک نیا دین بنا رہے ہیں۔ آپ اسلام کو منسوخ

نہیں سمجھتے۔ مگر اس بات کی طرف مولوی صاحب نے نہ تا ناتھا اور نہ آئے۔ یہاں تک کہ اپنے آخری مضمون میں جھنجلا کر لکھ دیا کہ اس کے بعد وہ کچھ نہیں لکھیں گے!

مولویصاحب کا تازہ مضمون ــــ وہی پرانی بے اصولی باتیں

لیکن اب پھر میرے کسی خطبہ کی بنا پر ۷ جون کے الفضل میں خلافت کی تائید میں بولے ہیں۔ مگر اس بنیادی مسئلے کا نام تک نہیں لیا اور اسی کھیل میں لگ گئے ہیں کہ حضرت صاحب کے الہام انا اعطینا اربعة عشر دوابا سے مراد انجمن کے چودہ ممبر ہیں

مولویصاحب حضرت صاحب کی واضح تحریروں کو پس پشت پھینک رہے ہیں

چونکہ خلافت قادیان کی عمارت کا بنیادی پتھر حضرت مسیح موعود کی تحریرات کو پس پشت پھینکنا ہے۔ اس لئے جناب مولوی صاحب نوے سال کی عمر میں اسی رنگ میں رنگین ہو گئے ہیں۔ حضرت صاحب خود اپنے الہام کی تشریح کرتے ہوئے اسے مخالفین سلسلہ پر لگاتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب حضرت صاحب کی تشریح کو پرچہ کے برابر وقعت نہیں دیتے جنہوں نے اس الہام کا بارھواں مصداق ایک مخالف کو قرار دیا ہے۔ حضرت صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ملہم سے بڑھ کر الہام کے معنی سمجھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اور یہ بھی حقیقت الوحی میں ہی لکھا ہے۔ مگر خلافت کی تائید حضرت مسیح موعود کی مخالفت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جناب مولوی صاحب اس بات کو کس طرح مانیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس الہام کو مخالفین سلسلہ پر لگایا اور بارھویں آدمی کا جو اس الہام کے نیچے ہے۔ کھول کر حقیقت الوحی میں ذکر کیا۔ جہاں یہ الہام بھی موجود ہے۔ مگر مولوی غلام حسن خانصاحب اپنی ضد کو نہیں چھوڑتے اور حضرت مسیح موعود کی واضح تحریر کو پس پشت پھینک رہے ہیں۔ ان کو اگر یہی شوق ہے کہ اس الہام کو انجمن کے بعض ممبروں پر لگانا ہے۔ تو میں ان سے اس پر زیادہ بحث کرنا فضول سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ جب وہ امام حکم عدل کی بات کو نہ مانیں۔ خود ملہم کے اپنے کئے ہوئے معنی کو نہ مانیں تو ان کا منہ میں کس طرح بند کر سکتا ہوں۔ خلافت کی تائید ہو جائے۔ خواہ مسیح موعود کی تحریروں کو پاؤں کے نیچے روندنا پڑے

پاک ممبر دو اب نہیں ہو سکتے

مگر مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی زد میں وہ ممبران انجمن نہیں آ سکتے۔ جو حضرت مسیح موعود کے فیصلہ کے سامنے کہ اس سے مراد مخالفین سلسلہ ہیں سر جھکاتے ہیں۔ وہ دو آپ نہیں کیونکہ وہ ملہم کی بات کو صحیح مانتے ہیں۔ ہاں جو ممبران انجمن ایک طرف حضرت مسیح موعود کے اپنے فیصلہ کو رد کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اپنے آپ کو اس الہام کا مصداق بننے کا شوق رکھتے ہیں ہم ان کو کہاں تک روک سکتے ہیں۔ بارہ کا عدد تو حضرت مسیح موعود نے خود پورا کر دیا۔ اب چودہ بنانے کے لئے دو اور کی ضرورت تھی۔ سو جناب مولوی غلام حسن خانصاحب اپنے آپ کو بار بار اس کا مصداق بناتے ہیں۔ کیونکہ چودہ میں وہ خود بھی ہیں۔ اور جناب میاںصاحب بھی اس توجیہ کو اپنے اخبار میں بار بار چھپوا کر اپنے آپ کو اس الہام کا مصداق سمجھنے میں حرج نہیں سمجھتے تو بارہ اور دو چودہ یوں پورے کر لیں یہ ان کا اختیار ہے۔ ہم اس توجیہ سے بری ہیں۔ ہم حضرت مسیح موعود کے فیصلے کے سامنے سر جھکاتے ہیں کہ اس سے مراد مخالفین سلسلہ ہیں اور دوسرے الہام میں

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

کم سے کم ان ممبروں کو جو جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتے ہیں اس سے مستثنیٰ بھی کر دیا ہے۔ پاک ممبر دو آپ نہیں ہو سکتے۔

اصولی بات کو پہلے طے کیجئے

میں پھر مولوی صاحب سے عرض کرونگا کہ خدا کیلئے اصولی بات کو پہلے طے کریں۔ کیا آپ کا مصلح موعود آپ کا خلیفہ کلمہ کو منسوخ قرار دیکر نیا دین بنا رہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے ... کی فکر کریں۔ یا بے سجادہ رنگیں کن کا مصداق ہو کر خود بھی اپنی ساری عمر کی تحقیقات بہا لیں ... پھر کر اصل بات

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۱۰ رجمادی الاول ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۳۷

مسلمانوں کی زبوں حالی کا علاج

ایمان کی کمزوری کس طرح دور ہو سکتی ہے؟

مسلمانوں کی عالمگیر زبوں حالی ایک نہایت افسوسناک لیکن واضح حقیقت ہے جس سے انکار ناممکن ہے — واقعات مسلمانوں کو بار بار یہ احساس دلا رہے اور بتا رہے ہیں کہ وہ بے حد کمزور و ذلیل ہو چکے ہیں۔ معاصر "ایمان" پٹی ضلع لاہور مسلمانوں کی اسی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ۱۶ رجون کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:-

"آپ دنیا کے کسی گوشے میں چلے جائیں۔ آپ ہر طرف مسلمانوں کو نقصان میں دیکھیں گے۔ مسلمانوں کا نقصان صرف تجارت تک محدود نہیں۔ سرکاری دفتروں میں مسلمان ملازموں کا حال تنگ۔ سیاسیات میں مسلمان لیڈروں کی حالت بُری۔ زراعتی دنیا میں مسلم زمینداروں کا وقت خراب۔ مسجدوں میں جاؤ تو وہاں دین میں ابتری اور اسلامی محلوں اور گھروں میں جاؤ تو وہاں کی دنیا میں ابتری۔ مسلمان تباہ ہوا! آپ غور فرمائیں مسلمانوں کی حالت، کیوں ہر جگہ اسقدر کمزور ہو رہی ہے؟"

اس سوال کا جواب معاصر موصوف خود ہی ان الفاظ میں دیتا ہے کہ:-

"ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا یہ زوال بے وجہ نہیں ہے۔ مسلمانوں میں کوئی کمزوری ہے جس کے سبب سے ان کا قدم پیچھے ہٹ رہا ہے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی تمام علتوں کی جڑ صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہے اور اب اسی وجہ سے ان میں کیریکٹر کی مضبوطی اور اصول پرستی کی شان نظر نہیں آتی۔ اسی وجہ سے ان میں امانتداری اور عہد کی پابندی باقی نہیں رہی۔ اسی وجہ سے وہ اعتدال، استقلال اور دور اندیشی کی قوت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اگر ذرا سا ہنگامہ ہو جائے تو ساری کی ساری قوم بگولے کی طرح اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ لیکن چند ہی روز کے بعد کسی کو یاد تک نہیں رہتا کہ ہم کل کیا تھے اور آج کیا ہیں"؟

مرض کی یہ کیفیت اور اس کی تشخیص بالکل صحیح ہے۔ بے شک دنیا کے ہر ایک گوشہ میں مسلمان نقصان میں ہیں۔ ان کی تباہی و زوال اور زبوں حالی کا سبب محض ایمان کی کمزوری ہے۔ اگر یہ کمزوری دور ہو جائے تو مسلمانوں کی حالت دنوں میں درست ہو سکتی ہے لیکن اس مرحلہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کمزوری کس طرح دور ہو۔ اس کا علاج کون کرے؟ اس سوال کا جواب ہمارے معاصر نے بے حد مایوسانہ دیا ہے:-

"مسلمانوں کو وقار۔ اعتدال و استقلال اور راستبازی کی راہوں پر چلانا علما کا فرض تھا۔ مگر انہیں آمین اور رفع یدین کے جھگڑوں سے ہی فرصت نہیں۔ لیڈروں کا فرض تھا مگر وہ صرف اسی قدر وکالت کرنا جانتے ہیں جس سے ان کو چندہ مل جائے۔ یا کسی اسلامی حلقے کے ووٹ بآسانی حاصل ہو جائیں۔ اخبارات کا فرض تھا۔ مگر وہ سب سے زیادہ محتاج اصلاح ہیں"۔

لیکن پھر کیا کیا جائے؟ کیا اب مسلمانوں کی تقدیر میں تباہی ہی ہے۔ اور ان کے مرض کا کوئی مداوا موجود نہیں ہے۔ ہمارے معاصر نے مرض کی تشخیص اور کیفیت تو بالکل صحیح بیان کی لیکن افسوس وہ اس کا علاج معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ — حالانکہ کامیاب طریق علاج اس کے سامنے موجود ہے۔ جو ہر مسلمان کی دسترس کے اندر ہو۔ لیکن معلوم نہیں اس کی طرف توجہ کیوں نہیں ہوتی۔ اور اس سے فائدہ اٹھانے میں ہمارے معاصر اور دوسرے مسلمانوں کو کیوں تامل ہے!

ایمان کی کمزوری جو مسلمانوں کے دکھوں کا اصل سبب ہے وہ زمینی طریقوں سے دور نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاج کے لئے انسانوں کے تجویز کردہ مادی نسخے کارگر و مفید نہیں ہو سکتے — تجربہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ اپنے علما سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ راہ راست پر رہتے تو قوم کی یہ حالت ہی کیوں ہوتی۔ آپ کی نگاہیں اپنے لیڈروں اخباروں اور سیاسی و تعلیمی انجمنوں کی طرف اٹھتی ہیں۔ مگر وہاں امید کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی — یاد رکھئے ایمان کی کمزوری تو ایسا مرض ہے جس کا علاج کوئی مرد خدا ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالے نے اسلام کے اندر اس کا کامل انتظام رکھا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ لیبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ چنانچہ ہر صدی کے سر پر امت مسلمہ میں مجدد آتے اور دین کی تجدید اور مسلمانوں کی اصلاح کا فرض انجام دیتے رہے ہیں — اس صدی میں بھی ایک مجدد آیا۔ لیکن مسلمان اپنی زبوں حالی اور بربادی کا ماتم کرنے کے باوجود اس عظیم الشان مجدد جس کے متعلق زبان نبوی سے ارشاد ہوا تھا۔ لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس کی باتوں کو نہیں سنتے۔ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں ہوتے — کیا ایسے مریض کے صحتیاب ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔ جو طبیب کی ہدایات کی بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ تلخ دوا کے استعمال کی بجائے ثقیل و بدہضم مٹھائیاں کھائے — آج مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ وہ مجدد وقت کی آواز کو نہیں سننا چاہتے بلکہ اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی میں مصروف ہیں۔ اس حالت میں ان کا صحتیاب ہونا ممکن نہیں ◆

موجودہ جنگ اور جماعت احمدیہ کا طرز عمل

گذشتہ اشاعت میں مندرجہ بالا عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالی کا جو مکتوب گرامی شائع ہوا ہے امید ہے کہ احباب نے اسے بغور مطالعہ کیا ہو گا۔ جنگ یورپ نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی ہے اور حالات غیر متوقع طور پر بے حد نازک ہو گئے ہیں مغربی محاذ پر جو کچھ ہو رہا ہے اس سے اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میدان جنگ سے ہزاروں میل دور اور دشمن کی توپوں اور بمبار طیاروں کی زد سے باہر ہے۔ لیکن گذشتہ ڈیڑھ صدی سے ہندوستان اور برطانیہ کی قسمت اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے کہ ہندوستان برطانیہ کے مصائب و مشکلات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے اپنے مکتوب میں فرمایا ہے کہ ہندوستان پر کسی بیرونی حملے کا خطرہ تو بظاہر قریب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن بیرونی حملے سے زیادہ تشویشناک اندرونی فساد کا خطرہ ہے۔ جو کہ موجودہ حالات میں ہندوستان کے اندر انگریزی حکومت کے کمزور ہو جانے کی صورت میں فی الفور رونما ہو سکتا ہے حکومت کا یہ ضعف اور ملک کا یہ اندرونی فساد گو عارضی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن پھر بھی یہ بے حد تباہی کا موجب ہو گا۔ اس فساد کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی ہلاکت، کروڑوں اربوں روپیہ کے مالی نقصان اور ہزاروں خاندانوں کی عزت و آبرو کی بربادی کا اندیشہ ہے۔ لہذا اس وقت اولین ضرورت یہ ہے کہ کسی اندرونی فساد کو رونما نہ ہونے دیا جائے۔ بدقسمتی سے ملک کے اندر ایسے عناصر اور اسباب موجود ہیں جو اس فساد کا باعث ہو سکتے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اس مکتوب میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ:-

"اگر کوئی ابتری کی آگ ایک دفعہ بھڑک اٹھی۔ تو اس کی لپیٹ ان لوگوں کو بھی جھلس دے گی جو نادانی سے اس کی چنگاریاں سلگانے والے ہیں۔ اس لئے کوئی ہندوستانی برطانیہ کے ہندوستان پر اقتدار کے قائم رہنے کا خواہ کتنا ہی مخالف ہو۔ اس کے اپنے ملک و قوم کی، اس کے ہم مذہبوں کی، اس کی اپنی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اس وقت ہندوستان کی حکومت کو جیسی بھی وہ ہو کسی قسم کا ضعف نہ پہنچے"۔

اس کے بعد آپ نے وابستگان سلسلہ کو مخاطب کر کے یہ نصیحت کی ہے کہ:-

"اس بارہ میں جو سب سے بڑی امداد ہم حکومت کی کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک آدمی نہ صرف قانون اور نظام کا حامی ہو بلکہ اس بارہ میں وہ ایک مستعد سپاہی کی طرح کام کرنے والا ہو اور جہاں تک اس کے بس میں ہو یہ کوشش کرے کہ دوسروں کو بھی قانون اور نظام کا حامی بنائے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک مسلمان کا جس طرح یہ فرض ہے کہ وہ مساجد کے علاوہ گرجوں اور دوسری اقوام کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہو کہ نہ صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ ہندوؤں عیسائیوں سکھوں بغرض ہر قوم کی جان و مال، اور آبرو کا محافظ ہو"۔

ہمارے احباب کو چاہئے کہ وہ حضرت امیر کے ارشاد پر خود عمل کرنے کے علاوہ ان کے اس مکتوب کو دوسرے صحیح الخیال اور امن پسند لوگوں تک پہنچائیں۔ ان کی یہ کوشش انشاء اللہ قیام امن کیلئے بہت مفید ثابت ہو گی۔

شذرات

احمدی نوجوان میدان عمل میں آئیں

آریہ سماج کی کالج پارٹی کے مشہور رکن پرنسپل دیوان چند صاحب نے ایک اپیل کے ذریعے ایسے آریہ نوجوانوں کے نام مانگے ہیں جو امسال موسم گرما کی تعطیلات میں مختلف مقامات پر لیکچر دے سکتے ہوں۔ کالجوں کے نوجوان طلبہ کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔ اندازہ ہے کہ اس اپیل کے جواب میں کم از کم ایک سو آریہ نوجوانوں کے نام موصول ہو جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک نوجوان پانچ لیکچر کم از کم تین مقامات پر دے گا۔ لیکچروں کے متعلق مفصل ہدایات انہیں دیدی جائیں گی۔ اس طرح یہ نوجوان پنجاب کے کم از کم تین سو مقامات پر معین عرصہ کے اندر خاص پروگرام کے ماتحت ایک آواز بلند کریں گے جس سے صوبہ کی ہندو اور سکھ آبادی کا کسی نہ کسی حد تک متاثر ہو جانا لازمی ہے۔ صاحب احساس قوموں کے کام کرنے کے طریقے یہی ہیں۔ وہ اپنے وقت اور طاقت کو بہترین طریق پر صرف کرتی ہیں۔ ان کے اکا دکا افراد قوم سے کام لینا جانتے ہیں۔ ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کی دوسری مذہبی تعلیمی اور سیاسی جماعتیں بھی ایسے پروگرام مرتب کر کے ان پر عمل کرتی رہتی ہیں۔ کوئی خاص۔۔ پیغام جو معین عرصہ کے اندر بلند ہمت نوجوانوں کے ذریعے قوم کو پہنچایا اور دوسرے لوگوں کو سنایا جائے اس کے اندر یقیناً ایک کشش اور طاقت ہوتی ہے اور اس کے نتائج بالعموم حیرت انگیز ہوتے ہیں۔

تعجب ہے کہ ہمارے احمدی نوجوانوں میں دوسری قوموں کی یہ سرگرمیاں کوئی حرکت عمل پیدا نہیں کرتیں۔ اس میں کوئی شک نہیں بہت سے احمدی نوجوان حسب موقع تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور ان کی طرف سے اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانے میں حتی الامکان کوتاہی نہیں ہوتی۔ ان کی یہ کوشش اور جذبہ اپنی جگہ مفید اور قابل قدر ہے لیکن ان انفرادی کوششوں کے ساتھ خاص پروگرام کے ماتحت اجتماعی کوششیں بھی ایک تبلیغی جماعت کے لئے بے حد ضروری ہیں اور ان کا نہ ہونا قوم کے جوش عمل کی قدر و قیمت کو کم کرنے کا باعث ہے ——

یہ کام مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے کرنے کا ہے۔ موسم گرما کی تعطیلات عنقریب شروع ہونے والی ہیں۔ ہمارے بہت سے نوجوان اور اساتذہ مختلف مقامات پر سیر و تفریح اور اعزہ و احباب کی ملاقات کے لئے جائیں گے۔ اگر باقاعدہ اپیل کی جائے تو ان میں سے اکثر تبلیغی لیکچروں اور لٹریچر تقسیم کرنے کیلئے اپنی خدمات پیش کر سکتے ہیں۔ ہم ایسوسی ایشن کے فاضل صدر مولانا آفتاب الدین صاحب کو اس طرف خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اس بارہ میں بھی ایسوسی ایشن کے موجودہ بے عملی کا خاتمہ کر کے ایک اچھی اور امید افزا مثال قائم کریں گے۔

تہذیب مغربی کی اخلاقی تباہ کاریاں

امریکہ میں بچوں کی پیدائش کے متعلق چند عبرتناک اعداد و شمار ملاحظہ فرمائیے:۔

"حکومت امریکہ کا بیان ہے کہ وہاں ایک ہزار بچوں میں اوسطاً ۴۰ بچے حرامی پیدا ہوتے ہیں۔ دیہات میں ۴۲ فی ہزار حرامی دس ہزار آبادی کے قصبات میں ۳۸ فی ہزار حرامی۔ ۱۹۳۶ء میں صرف ایک شہر نیویارک میں ۱۳۴۷ حرامی بچوں کی پیدائش درج رجسٹر کرائی گئی۔ حرامیوں کی یہ تعداد وہ ہے جسے عورتیں خود میونسپل کمیٹی کے دفتروں میں آکر لکھا دیتی ہیں۔ نام شادی شدہ عورتیں آشنائی کے رنگ میں جو حرامی بچے پیدا کرتی ہیں ان کا شمار علیحدہ ہے۔"

ان اعداد و شمار سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یورپ و امریکہ میں جنسی اخلاق کس قدر پست اور عصمت و عفت کی کس قدر بے قدری ہو چکی ہے۔ واقف کار لوگوں کے چشم دید بیانات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل حالات اس سے بھی زیادہ تاریک اور گھناؤنے ہیں۔ تہذیب مغرب کا ایک انسانیت سوز اور خون آشام مظاہرہ جنگ یورپ کی صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ دوسرا اخلاق سوز مظاہرہ ان شرمناک اعداد و شمار کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ جس تہذیب کے پھل اس قدر تلخ، روح کش اور اخلاق سوز ہوں۔ وہ کرہ ارض اور نوع انسانی کے لئے یقیناً سب سے بڑی لعنت ہے جس روز یہ دجالی تہذیب تباہ ہو جائے گی۔ یقیناً وہ دن دنیا کے لئے بڑا ہی مبارک ہوگا۔

ہمارے ملک کے بہت سے مرد اور عورتیں، امریکہ کی اس آبرو باختگی اور حرام کاری پر نفرت و حیرت کا اظہار کریں گے —— بے شک ہندوستان تہذیب مغرب کے ان نتائج سے دور ہے۔ لیکن افسوس دن بدن نزدیک ہو رہا ہے —— یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے انکار خود فریبی ہوگی کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مرد اور عورتیں بیاں کے روشن خیال گھرانے اور انگریزی درسگاہیں کم و بیش اسی راہ پر گامزن ہیں جس نے یورپ و امریکہ کو انتہائی اخلاقی پستی کے تاریک غار تک پہنچا دیا ہے —— اگر ہندوستان اس انجام سے بچنا چاہتا ہے تو اسے تقلید مغرب کی راہ کو خیرباد کہنا پڑے گا۔

کانگریسی راج کے کارنامے

مالابار مسلم لیگ کانفرنس کے صدر استقبالیہ جناب احمد جعفری صاحب نے اپنے خطبہ میں صوبہ مدراس کی سابق کانگریسی وزارت کے مندرجہ ذیل دو کارنامے بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان فرمائے:۔

(۱) "کانگریسی ڈسٹرکٹ بورڈ مالابار نے موپلا اسکول بورڈ کے نام ایک سرکلر بھیجا کہ سورۂ فاتحہ کی بجائے ایک منگل گیت سے دن کا کام شروع کیا جائے۔"

(۲) "مالاپورم گورنمنٹ مسلم ہائی اسکول" کے نام سے لفظ "مسلم" کے ہٹائے جانے کا حکم کانگریسی وزیر تعلیم نے دیدیا۔ مگر جب مسلمانوں نے سخت ترین ایجی ٹیشن کیا۔ تب جا کر کہیں اس کانگریسی وزیر نے اپنا حکم نامہ منسوخ کیا۔"

ان واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کانگریسی وزارتوں نے اپنے عہد حکومت میں مسلمانوں کیساتھ کیا سلوک کیا اور آئندہ، پھر، برسر اقتدار آنے کا موقع ملا تو کیا کریں گی۔ یقیناً کانگرس کی ہندو اکثریت کی دلی خواہش اور اصل مقصد اسلامی تہذیب و تمدن کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو بحیثیت قوم کے مٹانا ہے۔ کانگریسی وزارتوں کے یہ کارنامے اس پر شاہد ہیں —— وہ مسلمان جو کانگرس میں شامل یا اس کی طرف راغب ہیں۔ انہیں ان واقعات پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جموں میں جلسہ
مسئلہ ختم نبوت پر تقریر

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی)

میں بمعیت مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ۱۲؍مئی کو صبح لاہور سے جموں روانہ ہوا۔ جماعت جموں ہماری آمد کی منتظر تھی۔ چنانچہ انہوں نے اگلے ہی دن شہر کے ہر گلی و کوچہ میں دو تین مرتبہ منادی کرائی کہ رات مسجد احمدیہ میں جلسہ ہوگا جس میں فلاں فلاں صاحب کی تقریریں ہوں گی ختم نبوت پر تقریر کا خصوصیت سے اعلان کیا گیا۔ رات جلسہ شروع ہوا تو لوگ نہایت کثیر تعداد میں جمع تھے حتیٰ کہ مسجد کا صحن بھر گیا۔ میری تقریر ختم نبوت پر شروع ہوئی۔ مرزا مظفر بیگ ساطع صدر تھے اعلان کیا گیا کہ اگر کسی صاحب کو کوئی اعتراض ہو تو اختتام تقریر پر انہیں وقت دیا جائے گا۔ کامل دو گھنٹہ تک تقریر ہوئی جس میں انقطاع نبوت کے لفظوں کی اہمیت کے دوش بدوش حضرت مرزا صاحب کے مقصد بعثت کو بھی واضح کیا گیا کہ آپ کی آمد کی غرض وحدت ملی کا قیام انقطاع نبوت کا اثبات اور اعلائے کلمۂ حق ہے۔ احمدی جماعتوں کے باہمی اختلافات کا ذکر بھی ہوا۔ جماعت قادیان کس طرح پیدا ہوئی کیا اس کے قائد نے اپنے عقائد کی بنیاد قرآن و سنت یا تعلیم مجدد پر رکھی ہے یا باب اور بہاء اللہ کی تعلیمات پر؟ میں نے واضح کر دیا کہ اگرچہ یہ جماعت بظاہر اپنے آپ کو احمدی کہتی ہے لیکن اس کا مورث اعلیٰ حضرت مجدد وقت نہیں۔ بلکہ باب ایرانی ہے مرزا محمود احمد صاحب نے بدقسمتی سے بابی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد ان اذکار کو اسلامی رنگ دیکر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس مضمون کو شرح و بسط سے بیان کیا گیا اور اس کی تائید کے طور پر یہ دکھایا گیا کہ جس طرح بابیت نے اسلام کے تمام مرکزی اصول مثلاً انقطاع نبوت، آخری کلمہ طیبہ۔ آخری قبلہ، آخری کتاب اللہ کا انکار کیا ہے اور ایک برتر پیغمبر برتر مرکز نسل انسانی۔ برتر کتاب کے تصور کو پیش کیا ہے بعینہٖ اسی طرح جماعت قادیان نے روش اختیار کر لی اور آج ان کے ارباب حل و عقد نے اپنے جشن سیمیں پر یہ اعلان کر دیا ہے کہ اسلام تو صرف ساتویں صدی مسیحی کے توہمات اور جاہلیت کا علاج تھا۔ آج کی اقتصادی بحرانی اور سیاسی مشکلات کا علاج اس میں موجود نہیں۔ اس کا علاج احمدیت کی صورت میں نازل ہوا۔ جماعت قادیان نے ظلی نبوت کو حقیقی نبوت کا مقام دیا اب ظلی حج اور ظلی کتاب وہی درجہ حاصل کریں گے جو اصل حج اور اصل کتاب کو حاصل ہے۔

تقریر بہت کامیاب رہی۔ قادیانی اصحاب بہت سی کتابیں اور حوالے لیکر آئے ہوئے تھے لیکن انہیں جرأت نہ ہو سکی کہ مقابل پر کھڑے ہو کر جواب دیں۔ البتہ جلسہ میں فساد انگیزی کے لئے چند لڑکوں کو کھڑا کر دیا جنہیں ہمارے آدمیوں نے فوراً ہی قابو کر لیا اور باہر نکال دیا۔ تمام مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر ہند کے لئے اللہ اکبر اور زندہ باد کے نعروں سے تمام محلہ گونج اٹھا۔ تقریر کے اختتام پر مرزا مظفر بیگ صاحب نے سوالات و جوابات کیلئے وقت دیا۔ مگر کوئی مقابل پر نہ آیا۔ الحمد للہ کہ اس جلسہ میں ہماری خاطر خواہ حتمی اور تحریک احمدیت کی بخوبی تبلیغ ہو گئی۔ میں نے دوران تقریر میں جماعت قادیان کے غلو کو حضرت مرزا صاحب کے مثیل مسیح ہونے کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کیا اور اس پر ایک حدیث بطور شہادت پیش کی جماعت کے تبلیغی کارنامے اور عقائد و خیالات پبلک کے ذہن نشین کرا دیئے گئے۔ جموں شہر پر اس تقریر کا بہت اثر ہوا ہے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کے نام کھلی چٹھی

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مکرم معظم میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے آپ کے سامنے تین تجویزیں رکھی تھیں تاکہ اس غیر متناہی سلسلہ اعتراضات وجوابات میں جس میں دونوں جماعتوں کی قوت برباد ہو رہی ہے۔ کوئی روشنی پیدا ہو جس سے لوگوں کو صحیح راستہ نظر آنے لگے۔

پہلی تجویز

پہلی تجویز یہ تھی کہ آپ میرے ساتھ تینوں مسائل مختلف فیہا پر بتقرر ثالثان تحریری بحث کریں۔

۱۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے سوائے اپنے بیعت کنندگان کے کل روئے زمین کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

۲۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے بارہ سال تک دعویٰ نبوت کا انکار کرتے کرتے آخر ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا؟

۳۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد کسی ایسی شخصی خلافت کا سلسلہ قائم کیا جس میں بیعت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دیا ہو۔

یہ تین صاف اور سیدھے سوال ہیں۔ آپ ان تینوں باتوں کا جواب اثبات میں دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے کل روئے زمین کے مسلمانوں کو سوائے اُن کے جو آپ کی بیعت کر چکے ہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ اور آپ کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۱ء تک دعویٰ نبوت کا انکار کرتے رہے اور ۱۹۰۱ء میں دعوے نبوت کیا۔ اور آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے بعد ایسی شخصی خلافت کا سلسلہ قائم کیا۔ جس میں بیعت نہ کرنے والے فاسق ہوں گے گو وہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں داخل ہوں۔ ہم ان تینوں سوالوں کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔

دوسری تجویز

دوسری تجویز یہ تھی کہ آپ اگر آمنے سامنے بیٹھ کر تحریری بحث کرنا نہیں چاہتے۔ تو ایک معین تعداد سوالات کی جو ہم پر عائد ہوتے ہوں آپ خود کریں اور ہم اتنے ہی سوالات آپ پر کریں۔ پھر ان دونوں قسم کے سوالات کے جواب ایک مقررہ حد کے اندر ایک طرف آپ کے قلم سے لکھے جائیں اور دوسری طرف اسی مقررہ حد کے اندر میرے قلم سے۔

[illegible]ت وجوابات دونوں جماعتوں کے اخبارات میں شائع [illegible]ت "الفضل" میں اور دوسری طرف "پیغام صلح" میں [illegible] بکیساں نہ زائد از راق لگائے جا سکتے ہیں)

[illegible]ی تجویز

[illegible]کہ آپ لمبی بحث میں پڑنے سے گھبراتے ہوں تو اس بحث کو مختصر کرنے کیلئے میں نے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ اختلافات کا سب سے اہم مسئلہ تکفیر اہل قبلہ ہے اور آپ کا مسلک یہ ہے کہ کوئی کافر کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کا اقرار نہ کرے۔ گو اس نے حضرت مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کلمہ منسوخ ہے۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ صرف اس ایک بات پر بحث کریں کہ کیا حضرت مسیح موعود نے کلمہ کو منسوخ قرار دیا؟

ان مسائل کی ذمہ داری ہم دونوں پر عائد ہوتی ہے

ان تجاویز پر ایک ڈیڑھ ماہ گزر جانے کے باوجود آپ ایسے خاموش ہیں کہ گویا یہ باتیں آپ کے علم میں ہی نہیں آئیں۔ حالانکہ میں آپ کو ایک اخبار رجسٹری کرا کر بھی بھیج چکا ہوں۔ اور اتمام حجت کے لئے اب پھر یہ اخبار رجسٹری کرا کر بھیج رہا ہوں۔ آپ کی جماعت میں بڑے بڑے عالم فاضل ہوں گے اور خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں بھی ہیں۔ لیکن ان مسائل کی ذمہ داری صرف ہم دو پر عائد ہے۔ یعنی ایک طرف آپ پر اور دوسری طرف مجھ پر۔ اور ایک آگ لگا کر ہمارا خاموشی اختیار کرنا اور۔۔۔ دونوں جماعتوں کے اندر ایک جھگڑا کھڑا کر کے جس سے ان کی توجہ تبلیغ اسلام کے کام سے لازماً ہٹ رہی ہے خود ایک طرف ہو جانا اور دوسروں کو یہ کہہ دینا کہ جس طرح چاہو کیچڑ اچھالو۔ میرے نزدیک کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہو گا کہ ایک ایسا لٹریچر پیدا ہو گا جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیدا ہو گیا تھا جس کے متعلق گبن لکھتا ہے کہ اگر اس کو جلا کر اسکندریہ کے تمام گرم کئے گئے ہوں تو ابتدئاً اس سے بہتر مصرف اس لٹریچر کا نہ ہو سکتا تھا۔

جھگڑوں کو ختم کرنے کیلئے فیصلہ کن قدم اٹھائیں

میں آپ سے قرآن کریم کا واسطہ دے کر جس کے دنیا میں پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیکر جس رسولؐ پاک کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کیلئے ہماری جماعت بنائی گئی تھی اور بالآخر حضرت مسیح موعود کا واسطہ دیکر جنہوں نے اس بلند کام پر اس زمانہ میں ہمیں لگایا تھا۔ یہ درخواست کرتا ہوں کہ ان تینوں تجویزوں میں سے جس تجویز کو آپ چاہیں پسند کر کے ان جھگڑوں کو ختم کرنے کی طرف قدم اٹھائیں۔ آپ کی تھوڑی سی توجہ سے دونوں جماعتیں بجائے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے علوم قرآنی کو جن کے لئے اس زمانہ کے امام نے رستہ کھول دیا تھا حاصل کرنے اور انہیں دنیا میں پھیلانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اسلام کو کفر پر غالب کرنے میں ایسا کام کر سکتی ہیں۔ جس کا ذکر خیر جب تک یہ دنیا ہے رہے گا۔

آپ اس جھگڑے کو ختم کیوں نہیں کرتے؟

اور یہ کوئی لمبی چوڑی تکلیف نہیں۔ صرف چند ایام کا اس کام کے لئے مخصوص کر دینا ہے کہ ان تینوں مسائل میں حضرت مسیح موعودؑ کی صحیح تعلیم کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہی حضرت مسیح موعود کی اصل تعلیم ہے تو ہماری جماعت کے لوگ ایک لمحہ توقف کئے بغیر آپ کے ساتھ مل جائیں گے اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ اگر آپ کے مریدوں کو اس بات کا پتہ لگ جائے کہ جس راہ پر آپ نے انہیں ڈالا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم نہیں تو ان میں سے بھی کچھ لوگ ہماری جماعت کے ساتھ مل جائیں گے۔ پس آپ کیوں اس جھگڑے کو ختم کر کے دو جماعت کو اس کے اصل کام تبلیغ اسلام اور اشاعت علوم قرآنی کی طرف نہیں آنے دیتے؟ اگر آپ حق پر ہیں اور آپ کے پاس دلائل ہیں۔ تو آپ ہماری جماعت کو چند دنوں میں اس بحث کے ذریعہ سے اپنے ساتھ ملا سکتے ہیں۔ ہمارا آپ سے اختلاف صرف ان تین مسائل پر ہے اور میں اپنی ہر ایک جماعت کی طرف سے یہ ریزولیوشن بھی پاس کرا کر اخبار میں شائع کرا دوں گا۔ کہ اگر ان پر یہ ثابت ہو جائے کہ:-

(۱) حضرت مسیح موعود نے ان تمام مسلمانوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لائے خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اب آپ کے آجانے کے بعد کوئی کافر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور کہ

(۲) حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور اس سے پہلے کی آپ کی کل تحریریں مسئلہ نبوت وتکفیر اہل قبلہ کے متعلق منسوخ ہیں۔ اور کہ

(۳) حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات کے بعد ایک ایسی شخصی خلافت کا سلسلہ قائم کیا۔ جس میں بیعت نہ کرنیوالے گو مسیح موعودؑ کے پیرو بھی ہوں فاسق ہوں گے۔ اور جن کی بیعت کرنیوالے خلیفہ پر سچا اعتراض بھی کریں گے تو جہنمی ہوں گے۔

تو وہ سب کے سب آپ سے مل جائیں گے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس کے بالمقابل آپ بھی اپنی جماعتوں کی طرف سے ایک ایک ریزولیوشن شائع کرا دیں گے کہ اگر ان پر یہ ثابت ہو جائے کہ:-

(۱) حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ اور

(۲) حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے ۱۸۹۱ء سے لیکر آخر زندگی تک ایک ہی رہا اور وہ دعویٰ مجددیت کا، محدثیت کا، مسیح اور مہدی ہونے کا تھا اور ظلی طور پر انہی معنوں میں نبی کہلانے کا تھا جن معنوں میں اس امت کے دوسرے اولیاء پر بھی یہ لفظ مجازاً بولا جا سکتا ہے اور بولا جاتا ہے۔ اور

(۳) حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد انجمن کو اپنا جانشین ٹھہرایا۔ اور اس انجمن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اور اس کے کثرت رائے کے فیصلوں کو قطعی قرار دیا۔

تو ہم جناب میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کر کے جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ مل جائیں گے۔

خاکسار

محمد علی

امیر جماعت احمدیہ لاہور

ڈلہوزی۔ ۱۰رجون سنہ ۱۹۴۰ء

[illegible]بڑھا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ [illegible]پانچ آدمی احمدیہ جماعت [illegible]ی جماعت سے منتخب کر لوں [illegible] امر ثابت شدہ سمجھا

^۲ دونوں جماعتوں میں یہ فرق ہے کہ ایک طرف پیری مریدی کا سلسلہ جاری [illegible] مرید پیر کو سیدھی راہ پر دیکھ کر بھی یہ تاویل کر بیٹھتے ہیں کہ پیر نے غلطی نہیں کی بلکہ ہماری آنکھوں نے غلطی کی۔ اور دوسری جماعت کے لوگ تو ناداں ذہنی ہدایت پر رکھتے ہیں۔

مسئلہ کفر دون کفر میں قادیانی مغالطہ دہی

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کا افسوسناک مضمون

۲۸ مئی ۱۹۴۶ء کے "الفضل" میں جناب صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مسئلہ کفر و اسلام میں ہمارا مسلک" نکلا ہے جس کو پڑھ کر مجھے بہت افسوس ہوا۔ وجہ یہ کہ میاں بشیر احمد صاحب کو یہ حق تو بے شک حاصل ہے کہ وہ مسئلہ کفر و اسلام میں جو اپنا مسلک چاہیں تجویز کریں۔ لیکن انہیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ ایک اسلامی اصطلاح کا مفہوم بدل کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالیں اور دنیا کو جتلا دیں تو یہ کہ ہم بھی کفر دون کفر کے قائل ہیں۔ مگر مفہوم اس کا وہ رکھیں۔ جو تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں آیا۔ بلکہ خالص ملت محمودیہ کا اختراع ہے۔ اس سے مسلمانوں کو بلکہ خود ان کی جماعت کے لوگوں کو دھوکا لگتا ہے۔ وہ بیچارے خوشی خوشی کہتے پھرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے چھوٹے میاں مرزا بشیر احمد صاحب نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ ہم بھی کفر دون کفر کے قائل ہیں۔ اب لاہوریوں کو ہم پر مسئلہ کفر و اسلام میں اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل رہ گیا۔ ان بیچاروں کو کیا پتہ ہے کہ این زمین را آسمانے دیگر است۔ یہاں کفر دون کفر کا مطلب ہی کچھ اور ہے۔

صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں مودبانہ التجا

میں میاں بشیر احمد صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے التجا کروں گا کہ اپنی جماعت کے حال پر رحم فرماویں۔ آپ کو خوب پتہ ہے کہ آپ کی جماعت آنکھیں بند کر کے بڑے میاں صاحب یعنی میاں محمود احمد صاحب اور خود آپ صاحبزادگان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اسے اب قرآن و حدیث سے تو کوئی واسطہ نہیں رہا۔ آپ صاحبزادوں کے ارشاد کو ہی وہ اب قرآن و حدیث سمجھتی ہے۔ اندریں حالات کفر دون کفر کی ایسی تشریح کرنا جو اسلام کی اپنی مقرر کردہ اصطلاح کے بالکل برخلاف ہے۔ ایک قوم کی قوم کو گمراہی میں ڈال دینا ہے آخر کوئی خدا ہے۔ جس کے سامنے مر کر جوابدہی کرنی ہے۔ وہاں کیا جوابدہی فرماویں گے۔ وہاں حضرت مسیح موعود کا بیٹا ہونا تو کام نہیں آئے گا اور نہ قادیان کا بہشتی مقبرہ بچا سکے گا۔

کفر کی دو قسمیں

اب مسئلہ کفر دون کفر کی تھوڑی سی تشریح کر دینی مناسب سمجھتا ہوں۔ جو جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں لکھا ہے کہ الکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والاخر کفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ من اصل الایمان۔ یعنی کفر دو قسم کا ہے۔ ایک اصل ایمان کا کفر اور دوسرا اسلام کے فروع میں سے کسی فرع کا کفر۔ تو اس سے انسان ایمان سے یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

کفر مطلق

گویا ایمانیات کا کفر ہوا جسے عام اصطلاح میں کفر مطلق بولا جاتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کا انکار، ملائکہ، کتابوں اور رسولوں کا انکار، یوم آخر کا انکار۔ یہ وہ کفر ہے جس کا مرتکب پکا کافر اور خارج از اسلام ہوتا ہے۔ دہریہ، ہندو، یہودی، عیسائی چونکہ وہ خدا یا خدا کی طرف سے ساری کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتے۔ اس لئے وہ سب کے سب اسی کفر مطلق کے ماتحت کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

کفر دون کفر

دوسرا کفر وہ ہے جو کفر دون کفر کہلاتا ہے۔ یہ ایمانیات کا انکار نہیں۔ بلکہ اسلام کے اندر داخل ہونے کے بعد خدا و رسول کے کسی حکم کی جو فرائض میں سے ہو نافرمانی پر بولا جاتا ہے۔ یہی وہ کفر ہے جسے فرع کا کفر کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص مسلمان ہے وہ خدا اور اس کے فرشتوں۔ رسولوں، کتابوں۔ یوم آخر سب کو مانتا ہے لیکن عمل میں کوتاہی کرتا ہے۔ مثلاً نماز نہیں پڑھتا۔ تو حدیث شریف میں اس کے لئے بھی کفر کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر جس نے دانستہ نماز چھوڑ دی پس اس نے کفر کیا۔ پس اسی طرح شوہر کی نافرمان عورت پر بھی آپ نے کفر کا لفظ بولا ہے۔ چونکہ نماز کا تارک یا شوہر کی نافرمان عورت خدا و رسول کے حکم کے نافرمان ہیں۔ اس لئے وہ ایک قسم کے کافر ہیں۔ اسی کو اصطلاح اسلام میں کفر دون کفر کہتے ہیں۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز کافر مطلق نہیں جو خارج از اسلام ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو خدا اور رسول کے حکم کی نافرمانی پر بولی جاتی ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کے بعد کوئی شخص کافر مطلق نہیں ہو سکتا

حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کے بعد کوئی شخص کافر مطلق خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ دین کامل ہو چکا۔ قرآن کریم آخری کتاب نازل ہو چکی اور آپ کی نبوت و رسالت ایک عالمگیر اور زندہ نبوت و رسالت ہے جس کا دامن قیامت تک دراز ہے۔ پس آپ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی و رسول کو قدم دھرنے کی جگہ نہیں۔ قرآن کریم نے خود اس امر کی نہایت خوبی سے وضاحت فرما دی ہے فرماتا ہے۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا (البقرہ) کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ اتارا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم ایمان لانے میں ان نبیوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہم اسی ایک خدا کے فرمانبردار مسلمان ہیں پس اگر یہ لوگ ایمان لے آویں اسی کے مانند جیسا کہ تم ایمان لائے ہو تو پھر بے شک یہ لوگ ہدایت پا گئے۔

ان آیات میں قرآن کریم نے ایک مسلمان کی تعریف کر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور قرآن پر اور ان تمام کتابوں پر ایمان لاتا ہے جو قرآن سے پہلے نبیوں پر اتاری گئیں اور محمد رسول اللہ صلعم پر اور تمام نبیوں پر جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ایمان لاتا ہے ایسا شخص مسلمان اور ہدایت یافتہ ہے۔ چونکہ دین کامل ہو چکا۔ اس لئے ایمانیات میں اب کسی مومن بہ کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس آخری دین محمدی میں جس کا نام الاسلام ہے۔ داخل ہو کر کفر مطلق کا دروازہ بند ہو چکا۔ اس کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ رسول۔ نہ دین میں اضافہ یا ترمیم و تنسیخ۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے کافر مطلق بننے کی راہیں سب بند ہو چکیں۔ اب محمد رسول اللہ صلعم کے بعد جو شخص یہ کہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے ایک مسلمان کافر خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ یا کوئی دوسرا شخص یہ کہے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کے بعد کوئی اور شخصیت بھی ایسی ہو سکتی ہے جس کے دعوے پر ایمان نہ لانے سے ایک مسلمان کافر خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ وہ دراصل دین محمدی کو ناقص قرار دے کر ایک نئے دین کی بنیاد ڈالتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب) اور حق بھی یہی ہے۔ جب دین کامل ہو چکا اور قرآن کریم کے نزول اور محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کے بعد کسی وحی نبوت یعنی کتاب یا نبی و رسول پر ایمان لانے کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ تو پھر اس کے بعد کسی شخص کے دعوے کے انکار سے کوئی مسلمان کس طرح کافر خارج از اسلام ہو سکتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کا مذکورہ بالا ارشاد ثابت صحیح اور عین مطابق تعلیم اسلام ہے۔

حضرت صاحب نے اپنے منکرین کو کفر دون کفر کے ماتحت رکھا

البتہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے منکرین کو کفر دون کفر کے ماتحت رکھا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے منکرین خدا و رسول کے حکم کے نافرمان ہیں۔ یعنی جس مسیح موعود کے ماننے کیلئے خدا و رسول نے حکم دیا تھا۔ وہ اس کا انکار کر کے خدا و رسول کے حکم کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ پر بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا ہے:-

"کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ جو شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔"

حضرت صاحب نے کفر کی تقسیم اہلسنت والجماعت والی کی

دیکھ لیجئے حضرت مسیح موعود نے ... ہے جو اہلسنت والجماعت کا مذہب ... جس میں آپ نے حضرت آنحضرت ... اور اس کا نام اسلام سے ... (۲) دوم فرع کا کفر جیسے ... کو نہیں مانتا۔ یہاں مثلاً ... ہیں جن کے نہ ماننے ... کو آپ کفر اول کی طرح ... بلکہ صاف طور پر ... فرمان کا منکر ہے کو ...

کفر دون کفر ہے نہ کہ کفر مطلق یعنی ایسا آدمی خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے اور اس پر جو کفر دون کفر کا فتویٰ لگا تو اس لئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے نہ اس لئے کہ وہ مسیح موعود کے دعوے کا منکر ہے۔ اگر دس ہزار مدعی مسیحیت بھی آ جائیں۔ اور ان کے ماننے کیلئے خدا و رسول کا کوئی حکم نہ ہو تو ایک مسلمان ان کے ماننے کے لئے مکلف نہیں۔ کیونکہ دین کامل ہو چکا اور اس کیلئے اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں۔ لیکن اگر کسی موعود کے ماننے کیلئے کوئی حکم خدا و رسول کا موجود ہو۔ تو اس موعود کے آنے پر اتمام حجت ہو جانے کے بعد اگر کوئی مسلمان انکار کرے گا۔ تو وہ پھر خدا و رسول کے حکم کا نافرمان ٹھیرتا ہے اور اس نافرمانی کی وجہ سے وہ کفر دون کفر کے نیچے آ جاتا ہے اور یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اس کا کفر دون کفر کے نیچے آ جانا خدا و رسول کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے ہے نہ کہ اس موعود کے دعوے کے انکار کی وجہ سے۔

دونوں قسم کے کفر محمد صلعم کے انکار اور نافرمانی سے پیدا ہوتے ہیں

خود حضرت مسیح موعود بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس گناہ کا داد خواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کیلئے میں بھیجا گیا۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی۔"

پس دونوں قسم کے کفر درحقیقت محمد رسول اللہ صلعم کے انکار اور نافرمانی کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ کفر مطلق محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانے سے انکار ہے اور کفر دون کفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی ہے یعنی دونوں قسم کے کفر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار اور نافرمانی کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ دلا غیر پس مسیح موعود کے انکار پر جو کفر دون کفر کا فتویٰ لگا تو اس لئے کہ مسیح موعود کو ماننے کیلئے محمد رسول اللہ صلعم کا فرمان تھا۔ اگر ایسا کوئی فرمان نہ ہوتا تو کسی مدعی مسیحیت کا انکار قطعاً کفر دون کفر کے نیچے نہ آتا۔ کیونکہ دین کامل ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے دعوے کے انکار کی وجہ سے نہ کوئی مسلمان کافر مطلق بنتا ہے نہ کفر دون کفر کے نیچے آتا ہے۔ دین کی تکمیل کی وجہ سے کفر مطلق کا تو دروازہ ہی بند ہے۔ کفر دون کفر خدا و رسول کے کسی حکم کو چاہتا ہے جس کی نافرمانی پر یہ عائد ہو سکے۔ اور یہ یاد رہے کہ کفر دون کفر کا فتویٰ کسی مسلمان کو اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کرتا۔ ہاں وہ حکم کی نافرمانی ہے اور اس لئے قابل مواخذہ ہے۔

میاں بشیر احمد صاحب کی کفر دون کفر کی نرالی تشریح

کفر دون کفر کی مذکورہ بالا تشریح کے بعد جو تمام اہلسنت والجماعت مسلمانوں اور خود مسیح موعود کا مسلک ہے۔ میں اب اس نرالی تشریح کو یہاں نقل کرتا ہوں جو جناب میاں بشیر احمد صاحب نے اس مسئلہ کی فرمائی ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ "کفر دون کفر" کا مسئلہ درست اور برحق ہے۔" اور دوسری طرف اس کا مفہوم وہ بیان کرتے ہیں۔ جو عین کفر مطلق ہے۔ ذرا ان کی یہ تحریر ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

"کفر دون کفر" کا مسئلہ بالکل درست اور برحق ہے۔ ایک دہریہ جو مذہب کی تمام اصولی صداقتوں کا منکر ہے۔ وہ ہم سے دور ترین مقام ہے۔ اس کے بعد ایک ہندو کا نمبر آتا ہے۔ جو خدا کو اور بعض غیر سامی انبیاء کو تو مانتا ہے۔ مگر جملہ سامی انبیا کا منکر ہے۔ اس کے بعد یہودی ہیں۔ جو اکثر انبیاء کو مانتے ہیں۔ مگر مسیح ناصری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر ہیں ان سے اوپر عیسائی ہیں جو دیگر انبیا کے علاوہ حضرت مسیح ناصریؑ کو بھی مانتے ہیں اور اسلام کے عرفی دائرہ سے باہر ہمارے قریب تر ہیں اور بالآخر سب سے اوپر اور سب سے زیادہ قریب غیر احمدی ہیں جو باقی سب انبیا پر ایمان لانے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لانے کے بھی مدعی ہیں۔ مگر وہ موجودہ زمانہ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں۔ بیشک یہ تمام گروہ اصطلاحی طور پر کفر کی زد کے نیچے آتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی حقیقی رنگ میں مسلمان نہیں کیونکہ قرآن کی اصولی تعلیم کے مطابق جو شخص بھی کسی اہم اور اصولی مذہبی صداقت کا منکر ہو۔ وہ خدا کی نظر میں مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ ان مختلف اقوام کا کفر الگ الگ رنگ اور الگ الگ درجہ رکھتا ہے اور ان سب کو ایک درجہ اور ایک لیول پر سمجھنا کسی طرح درست نہیں۔ اسی لئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے غیر احمدی منکروں کو کافر قرار دیا ہے۔ وہاں کفر کی اقسام کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے کفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفر سے علیحدہ اور ممتاز بھی رکھا ہے۔ بہرحال ہمارے نزدیک کفر کے مختلف درجے ہیں اور کفر دون کفر کے اصول کے ماتحت غیر احمدی مسلمان ہمارے قریب تر ہیں اور یہ ایک ایسی بدیہی صداقت ہے جسے کسی صورت میں رد نہیں کیا جا سکتا۔"

صاحبزادہ صاحب کی تحریر کا مطلب

ملاحظہ فرمایا آپنے اکس "خوبصورتی" سے جناب میاں بشیر احمد صاحب تمام غیر احمدی مسلمانوں کو کفر دون کفر کے ماتحت بھی لائے ہیں اور پھر انہیں کافر خارج از اسلام بھی رکھا ہے۔ گویا پرنالہ وہیں کا وہیں رہا۔ ان کی مذکورہ بالا تحریر سے ان کا یہ عقیدہ نہیں نکلتا کہ اسلام کے دائرہ کے اندر خدا و رسولؐ کے کسی حکم کی نافرمانی پر جو کفر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ وہ کفر دون کفر ہے۔ بلکہ ان کے عقیدہ کے رو سے اسلام کے دائرہ سے باہر کفر مطلق کے یہ مختلف مدارج ہیں مثلاً ایک دہریہ کا کفر ہے۔ ایک محمدی کا کفر ہے۔ (میں نے غیر احمدی مسلمانوں کو محمدی اس لئے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے والوں کو میاں بشیر احمد صاحب کی اصطلاح کے رو سے اب محمدی کہنا چاہئیے۔ کیونکہ ان کے نزدیک "قرآن کی اصولی تعلیم کے مطابق اب وہ خدا کی نظر میں مسلمان نہیں"۔ وجہ یہ کہ وہ رسول زمانہ حضرت مسیح موعود کے منکر ہیں۔ پس ایک محمدی کو اب مسلمان کہنا خواہ مخواہ کی گڑبڑ پیدا کرنا ہے) غرضیکہ یہ سب کفر اگرچہ کفر مطلق ہیں۔ کیونکہ یہ بیشک انبیا کے کفر ہیں۔ لیکن یہ سب اپنی کفریات میں برابر نہیں۔ دہریہ سب سے بڑا کافر خارج از اسلام ہے۔ کیونکہ وہ خدا کو بھی نہیں مانتا۔ ہندو بھی کافر اور خارج از اسلام ہے۔ مگر چونکہ خدا کو اور ہندوستان کے نبیوں کو تو مانتا ہے اس لئے اس کا کفر دہریہ سے کمتر ہے۔ لہذا دہریہ کے مقابل میں وہ کفر دون کفر کا مرتکب ہے۔ اسی طرح یہودی جو کافر اور خارج از اسلام ہے۔ ہندو کے مقابل میں کفر دون کفر رکھتا ہے یعنی اس سے کم کافر ہے اسی طرح ایک عیسائی جو کافر خارج از اسلام ہے ایک یہودی کے مقابل میں کفر دون کفر کا مرتکب ہے۔ کیونکہ وہ یہود سے کم کافر ہے۔ اسی طرح ایک محمدی یعنی غیر احمدی مسلمان نبی زمانہ حضرت مسیح موعود کو نہ ماننے کی وجہ سے اسی طرح کافر خارج از اسلام ہے جیسے ایک عیسائی حضرت محمد رسول اللہ کو ان کے زمانہ رسالت میں نہ ماننے کی وجہ سے کافر خارج از اسلام تھا۔ لیکن اُس کا کفر عیسائی کے کفر سے کمتر ہے۔ اس لئے ہم غیر احمدی کو کہہ دیں گے کہ وہ کفر دون کفر کا مرتکب ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اسلام سے خارج نہیں۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ رسول زمانہ حضرت مسیح موعود کا منکر ہے۔ وہ یقیناً کافر مطلق اور خارج از اسلام ہے۔ اسے جو کفر دون کفر کا مرتکب کہا تو دوسرے کافروں کے مقابلہ میں کہا گیا ہے۔ جیسے دہریہ کے مقابلہ میں ہندو، ہندو کے مقابلہ میں یہودی۔ یہودی کے مقابلہ میں عیسائی۔ عیسائی کے مقابلہ میں ایک غیر احمدی یہ سب کفر دون کفر کے مرتکب ہیں۔ گویا کفر مطلق کے مختلف مدارج کے لحاظ سے کفر دون کفر کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ورنہ ہیں یہ سب کافر مطلق خارج از اسلام۔ ان میں سے ہم کسی کو کافر مطلق کہہ دیں یا کفر دون کفر کا مرتکب کہہ دیں۔

کفر دون کفر کے پردہ میں کفر مطلق کا فتویٰ

یہ ایک ہی بات کے دو پہلو ہیں نتیجہ ایک ہی ہے یعنی سب کے سب پکے کافر خارج از اسلام ہیں۔ خود میاں بشیر احمد صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"ہر ایک شخص جو موسیٰؑ کو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۰ مصنفہ میاں بشیر احمد صاحب)

دیکھ لیجئے یہ سب اہل مذاہب میاں بشیر احمد صاحب کے اصطلاح کی رو سے کفر دون کفر کے مرتکب ہوتے ہوئے پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج" ہیں۔ اب فرمائیے کفر دون کفر کے پردہ میں کفر مطلق کا فتویٰ کیا التباس حق بالباطل نہیں ہے؟ دنیا کے اور جماعت کے سامنے سرخرو ہو جانا کہ "بھائی! ہم بھی تو کفر دون کفر کے ہی قائل ہیں"۔ لیکن اس سے مراد کفر مطلق کے مختلف مدارج لینا کس قدر خطرناک مغالطہ دہی ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ گرفتار لوگ جو ملت محمودیہ میں تازہ گرفتار ہیں۔ اور اس دھوکے میں ہیں کہ قادیان میں بھی اکابر قوم کفر دون کفر کے ہی قائل ہیں۔ وہ ذرا اس کفر دون کفر کی حقیقت کو عریاں شدہ ملاحظہ فرمائیں اور کفر دون کفر کی اصطلاح کے پردہ میں اس گمراہ کن مغالطہ سے بچیں۔ جس میں جماعت محمودیہ بلکہ تمام دنیا کو ڈالا جا رہا ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔

میاں صاحبان کی شکایت بے جا

اخیر میں جناب میاں بشیر احمد صاحب شکایت کرتے ہیں کہ "ہمارے غیر مبائع مہربان ہمیں خود مجبور کر کے اس مسئلہ کی طرف لاتے ہیں۔ جب سے ان کی غرض احقاق حق نہیں ہوتی۔ بلکہ دوسروں کو اشتعال دلانا اصل مقصد ہوتا ہے اور پھر ہمیں بھی مجبور ہو کر ایک تلخ صداقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے"۔ یہی بات ایک دفعہ بڑے میاں صاحب یعنی میاں محمود احمد صاحب نے اپنے خطبہ میں کہی تھی اور یہی بات اب چھوٹے میاں صاحب یعنی میاں بشیر احمد صاحب کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم لاہوری احمدی دوسروں کو اشتعال دلانے کے لئے اس مسئلہ کی طرف قادیانی احمدیوں کو لاتے ہیں۔ کیسا عجیب ہے ایک قوم کا ایک عقیدہ ہو جس پر اس کے مذہب کی ساری عمارت استادہ ہے یعنی اس کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت مسیح موعود اسلامی اصطلاح میں نبی ہیں جن کا انکار اسلامی اصطلاح میں کفر ہے جیسا کہ اسی اخبار میں میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ "آپ کا (یعنی حضرت مسیح موعود کا۔ ناقل) منکر اسلامی اصطلاح کے رو سے کافر ہے"۔ اور بڑے میاں صاحب ایدہ اللہ کے "تشحیذ الاذہان" میں، اس کا بڑے زور سے اعلان کر چکے ہوں "میرا یہ عقیدہ ہے"۔ اور "انوار خلافت" میں بڑے وثوق اور تاکید کے ساتھ اس عقیدہ کفر کو اپنی قلم سے . . . . لکھ کر دنیا بھر میں مشتہر کر چکے ہوں۔ کلمۃ الفصل میں خود چھوٹے میاں صاحب بڑے زور سے اس عقیدہ

کفر کا اعلان کر چکے ہوں۔ ان سب باتوں کے باوجود جب ہم ان کے شائع ان کا اپنا شائع کردہ یہ عقیدہ پیش کر کے ان کو توجہ دلا دیں کہ یہ عقیدہ غلط ہے اور حضرت مسیح موعود اور خدا و رسول کے عقیدہ کے خلاف ہے اس عقیدہ سے تو اسلام کی جڑ کٹ جاتی ہے اور ایک نئے مذہب کی بنیاد پڑتی ہے۔ آؤ اس کا تصفیہ کریں تو دونوں میاں صاحبان شکایت کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ دیکھو ہمارے اس عقیدہ کو پیش کر کے اشتعال دلایا جاتا ہے۔ ارے صاحب! کس کو اشتعال دلایا جاتا ہے۔ غیر احمدیوں کو؟ مگر ان کو اشتعال دلانے والے تو یہ دونوں میاں صاحبان خود ہیں جنہوں نے یہ عقیدہ اختراع کیا اور اس پر کتابیں لکھ کر دنیا میں شائع کیں ہم تو اس عقیدہ کی اصلاح چاہتے ہیں۔ ہاں اصلاح کیلئے پیش کرنے سے ہر دو میاں صاحبان کو اشتعال آ جاتا ہو تو پتہ نہیں۔ ورنہ اگر ایک عقیدہ لوگوں کو اشتعال دلانے والا ہے تو اس اشتعال کا مرتکب تو وہ شخص ہے جس نے اسے ایجاد کیا اور دنیا میں شائع کیا۔

دینیات کے امتحانات

نوجوانان جماعت فوری توجہ کریں

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن)

کچھ عرصہ ہوا میں نے اخبار پیغام صلح کے ذریعہ نوجوانان جماعت کی توجہ اس طرف منعطف کرانے کی کوشش کی تھی کہ ہماری جماعت کی ایک بڑی بھاری خصوصیت تحصیل علم تھی۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہر احمدی علم کا شیدائی اور پروانہ نظر آتا تھا۔ اور ساتھ ہی عرض کیا تھا کہ نوجوانوں کو پھر اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے منجملہ اور تجاویز کے ایک تجویز یہ تھی کہ حضرت صاحب کی کتب اور دیگر کتب دینیات کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔ سکول اور کالج کے طالبعلموں کو چاہئے کہ ان امتحانات میں شامل ہوں۔ اس تحریک پر مرکزی جماعت کے نوجوانوں نے تو لبیک کہی اور اپنے نام پیش کئے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیرونی جماعتوں کی طرف سے تا حال بالعموم خاموشی ہے۔ اب سکولوں اور کالجوں کے امتحانات کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور موسم گرما کی تعطیلات قریب آ رہی ہیں۔ لہذا میں جماعت کے نوجوانوں کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ وہ امتحانات دینیات کا نصاب (جو کہ مسیح موعود نمبر میں شائع ہو چکا ہے) دیکھ کر اپنے اپنے ناموں سے مرکز کو فوراً مطلع فرما دیں۔ اور ابھی سے اس امتحان میں شریک ہونے کی تیاری شروع کر دیں۔ امتحان انشاء اللہ ستمبر یا اکتوبر میں ہوگا۔ امید ہے کہ بیرونی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان بھی اس طرف توجہ کریں گے اور نماز جمعہ میں تحریک کر کے نوجوانوں کو اس نیک کام میں شرکت کرنے کی ترغیب دلائیں گے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ خاکسار۔ محمد عبداللہ

ایک احمدی طالبعلم کی شاندار کامیابی!

عزیز شیخ یوسف احمد خلف الرشید ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم وزیرآبادی نے انٹرنس کا امتحان امتیاز کیساتھ پاس کر کے سرکاری وظیفہ حاصل کیا ہے ہم دلی مبارکباد عرض کرتے ہوئے اس عزیز کی مزید دینی و دنیوی کامیابیوں کے لئے دست بدعا ہیں۔ (مدیر)

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

ہندوستان

لاہور ۱۳ جون۔ خاکساروں کی وجہ سے شہر میں جو بے چینی پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ مختلف مساجد سے کافی تعداد میں خاکسار گرفتار ہو چکے ہیں۔ خاکساروں سے ہمدردی رکھنے اور انہیں امداد دینے والوں کی بھی گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔ صورت حالات پر قابو پانے کیلئے جو فوج طلب کی گئی تھی۔ وہ واپس چلی گئی ہے۔

—— لاہور ۱۳ جون۔ حاجی میر رحمت اللہ ہمایوں سابق جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور اور بعض دیگر معززین شہر کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میر صاحب سابق فرمانروا افغانستان امیر امان اللہ خاں کے سیکرٹری رہ چکے ہیں۔

—— لاہور ۱۳ جون۔ لاہور میں جو تعزیری پولیس مقرر کی جائے گی وہ ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔ ایک انسپکٹر، چار سب انسپکٹر، چالیس ہیڈ کنسٹیبل اور پانچ سو کانسٹیبل پر مشتمل ہوگی۔

—— لاہور ۱۴ جون۔ ٹرکش ریلیف فنڈ میں پنجاب کے باشندوں کی طرف سے جو چندے دیئے گئے۔ ان کی میزان اب ۱۲۰۰۵۶ روپے تک پہنچ گئی ہے۔

—— لاہور ۱۴ جون۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر کے سلسلے میں لاہور میں فوج کے تعاون سے شہری حکام بہت جلد ایک بلیک آؤٹ کریں گے۔

—— لاہور ۱۴ جون۔ روزنامہ "شہباز" کا بیان ہے کہ حکومت نے خاکسار تحریک کا قلع قمع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ پولیس کی طرف سے ان شہریوں کی کڑی نگرانی شروع ہو گئی ہے۔ جن کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ خاکسار تحریک کے حامی و مددگار ہیں۔ یا مسجدوں میں مقیم خاکساروں کی خفیہ مدد کرتے ہیں۔

—— لاہور ۱۴ جون۔ گزشتہ رات پولیس نے کندی گراں کی گلی میں چھاپہ مارا اور متعدد مکانات کی تلاشیاں لیں اور بہت سے آدمیوں کو گرفتار کیا۔ ان کے خلاف الزام یہ ہے کہ انہوں نے خاکساروں کی امداد کی اور پولیس پر خشت باری کی تھی۔ خاکسار کندی گراں کی مسجد سے کسی دوسری جگہ چلے گئے ہیں۔

—— لاہور ۱۴ جون۔ آج بھاٹی دروازے کے اندر اونچی مسجد میں داخل ہو کر پولیس نے ۱۶ خاکساروں کو گرفتار کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ خاکساروں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور اپنے بیلچے پولیس کے حوالے کر دیئے

—— کلکتہ ۱۲ جون۔ برٹش ایرویز نے مسافروں کو سمندر پار لے جانا بند کر دیا۔

—— کراچی ۱۴ جون۔ کراچی میں فضائی حملہ سے بچنے کی تدابیر وسیع پیمانہ پر شروع کی جا رہی ہیں۔

—— لاہور ۱۵ جون۔ آج پولیس نے مسجد نقل خاں پر چھاپہ مار کر چند خاکساروں کو گرفتار کیا۔

—— شملہ ۱۵ جون۔ سرکاری طور پر اس افواہ کی زبردست تردید کی گئی ہے کہ حکومت ہند بھی حکومت برطانیہ کی طرح ایک ایساقانون منظور کر رہی ہے۔ جس کے مطابق عوام کی جائیداد یا بنکوں میں جمع شدہ روپیہ ضبط کر لیا جائے گا۔

—— بمبئی ۱۵ جون۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس مسٹر جناح کی صدارت میں ان کے دولتکدے پر آج شروع ہوا۔ اس سے جنگ کے متعلق ہندوستان کی مساعی کے سلسلے میں مسلم لیگ کے رویہ کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

ممالک خارجہ

لندن ۱۴ جون۔ آج جرمن فوجیں پیرس میں داخل ہو گئیں۔ اور فرانسیسی فوجیں جرمنوں کی پیشقدمی کے لئے راستہ چھوڑ کر پیرس کے پیچھے جا پہنچیں۔ جہاں وہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گی۔

—— ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ پیرس پر دونوں طرف سے جرمن حملہ کا دباؤ بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ اتحادی فوجیں پیچھے ہٹ گئیں۔

—— لندن ۱۲ جون۔ لیبیا اور مصر کی سرحد پر اطالوی اور برطانوی دستوں میں آج پہلی مرتبہ جھڑپ ہوئی جس کے نتیجے میں دو اطالوی افسر اور ۶۰ سپاہی گرفتار کر لئے گئے۔ باقی اطالوی سپاہی جان بچانے کی خاطر بھاگ نکلے۔

—— لندن ۱۲ جون۔ آج پھر برطانوی طیاروں نے اسمارہ اور حبشہ میں ڈرے ڈروہ اور گورا کے اڈوں پر بمباری کی۔ اطالوی طیاروں نے بھی مالٹا اور کینیا میں بم پھینکے۔ عدن پر بھی معمولی بمباری ہوئی

—— لندن ۱۴ جون۔ آج لندن سے اہل فرانس کے نام ایک پیغام بھیجا گیا۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ جنگ جاری رکھی جائے گی اور فرانس اور برطانیہ اور نوآبادیات سمندر اور خشکی اور فضا میں ہر جگہ دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

—— پیرس ۱۲ جون۔ آج مسٹر چرچل اور مسٹر ایڈن بذریعہ ہوائی جہاز فرانس گئے۔ جہاں وزیر اعظم فرانس اور جنرل ویگان سے اہم کانفرنس کی گئی۔

—— قاہرہ ۱۲ جون۔ ایک مصری ایجنسی کی اطلاع مظہر ہے کہ آج اٹلی نے حکومت مصر کو الٹی میٹم ...... ہے۔

—— ٹوکیو ۱۴ جون۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ نانکن کی جاپانی حکومت نے یورپ کی متحارب طاقتوں کو الٹی میٹم دیدیا ہے کہ چین سے اپنی بری اور بحری فوجیں واپس بلا لیں۔ تاکہ چین میں کوئی ناخوشگوار حادثہ رونما نہ ہو۔

—— لندن ۱۳ جون۔ برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن نے اعلان کیا ہے کہ ٹرکی نے اٹلی کے ساتھ تجارتی تعلقات ختم کر لئے ہیں۔

—— لندن ۱۴ جون۔ آج اطالوی طیاروں نے جنوبی فرانس پر حملہ کیا۔ مگر فرانسیسی طیارہ شکن توپوں نے انہیں پسپا کر دیا۔

—— لندن ۱۴ جون۔ روما سے اعلان کیا گیا ہے کہ جزیرہ سسلی کے سمندروں میں بارودی سرنگیں بچھا دی گئی ہیں۔ لہذا کوئی جہاز اس علاقہ میں داخل نہ ہو۔

—— نیویارک ۱۳ جون۔ عام خیال یہی ہے کہ امریکہ بہت جلد جنگ میں شامل ہو جائے گا اور زیادہ دیر تک اس کا جنگ سے باہر رہنا ناممکن ہے۔ البتہ کی خبروں سے اس خیال کی تردید ہو گئی ہے!

—— لندن ۱۴ جون۔ آج برطانی طیاروں نے طرابلس کے متعدد شہروں، طرازوں کے فضائی مستقر اور اسمارہ کی مشہور اطالوی بندرگاہ پر بمباری کی اور فرانسیسی طیاروں نے میلان کی اطالوی بندرگاہ پر بم برسائے۔

—— اٹلی کے بہت سے باشندے جنگ میں شرکت کے خلاف ہیں ایک تازہ اطلاع یہ ہے کہ ہزاروں رومن کیتھولک طاری اٹلی سے باہر جا بیٹھے ہیں

—— لندن ۱۵ جون۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حکومت فرانس تور سے اور کسی جگہ چلی گئی ہے۔

—— برلن ۱۵ جون۔ جرمن ہائی کمان کا دعویٰ ہے کہ جرمن فوج نے فصیل موڑ کے دونوں کناروں کے حلقوں کی لائن کو توڑ کر وردن پر قبضہ کر لیا۔

(۱۶ جون تک موصول شدہ)

(مطبوعہ گلبرگ الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا)

جلد ۲۸ — لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۴۰ء — نمبر ۳۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسانی روح کی تربیت اور تکمیل کیلئے ابتلا ضروری ہیں

فطرت انسانی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے تاکہ اس کے جملہ قویٰ کی تکمیل ہو جائے اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوتا ہے جبکہ وہ انسان کو بعض وقت ابتلا میں ڈال دیتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی رضا بالقضاء اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں ہوتا۔ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر وہ گھبرا جاتے ہیں اور خودکشی کرنے ہی میں آرام دیکھتے ہیں۔ لیکن انسانی روح کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر مختلف قسم کے ابتلا آئیں تاکہ اس کا اللہ تعالیٰ پر یقین بڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تاہم جن لوگوں کو اپنی عمر میں کسی قسم کی تکلیف اور ابتلا کا سامنا نہیں پڑتا ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بالکل دنیا اور اس کی خواہشات میں منہمک ہوتے ہیں۔ اور ان کا سر کبھی اوپر کی طرف نہیں اٹھتا اور خدا تعالیٰ کا کبھی بھول کر بھی انہیں خیال نہیں آتا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انسانیت کی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو ضائع کر دیتے ہیں اور اس کی بجائے ادنیٰ سی باتیں حاصل کر لیتے ہیں۔ کیونکہ مصائب کے اندر ایمان اور ایقان کی ترقی ان کیلئے وہ راحت اور اطمینان کے سامان پیدا کرتی ہے جو دنیا کے اموال و لذات میں کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ دنیادار لوگ بچوں کی طرح آگ کے انگارہ پر خوش ہو جاتے ہیں لیکن اس کی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں ہوتے لیکن جو لوگ ابتلاؤں کی حالت میں استقامت سے کام لیتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ایمان اور یقین کی دولت سے مالامال کر دیتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی ابتلا نہیں آیا۔ وہ ایک وجہ سے بدقسمت ہیں۔ کیونکہ وہ ناز و نعمت کی زندگی بسر کر کے خدا سے غافل اور بہائم کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔

(جنوری ۱۹۰۲ء)

اعلانات

اعلان بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب و خواتین حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۱) جناب عزیز الدین صاحب بی اے (آنرز) (۲) جناب عطا محمد صاحب بدوملہی
(۳) جنت بی بی صاحبہ ہوشیارپور (۴) امان اللہ خاں صاحب ہوشیارپور
(۵) شیخ عبدالحمید صاحب دودھ ساگر (گوا) (۶) زہرہ بی بی صاحبہ دودھ ساگر (گوا)

تار کے پتے کے متعلق ضروری اعلان

انجمن کے جملہ دفاتر اور اخبارات کیلئے تار کا پتہ "مسلمان لاہور" مقرر تھا۔ اس مختصر پتہ کیلئے محکمہ ڈاک و تار کو معقول فیس ادا کی جاتی تھی۔ لیکن جنگ کی وجہ سے اکثر بیرونی ممالک سے تار نہیں آ سکتے۔ لہذا سردست یہ پتہ قائم رکھنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ تا اطلاع ثانی لسے متروک تصور کیا جائے۔ اور احباب تار دیتے وقت "مسلمان" کی بجائے عام مختصر پتہ لکھا کریں۔

خاکسار (ڈاکٹر) محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تقریر و تحریر میں نرمی اور احتیاط کی ضرورت

قادیانی اخبارات و حضرات ہمارے متعلق ہمیشہ سخت کلامی کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے تو ان کا طرز عمل بہت ہی افسوسناک اور دل آزار ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ہماری جماعت کے افراد کے دلوں میں قدرتی طور پر رنج اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن میں بزرگان سلسلہ کی ہدایت کے مطابق جماعت کے تمام دوستوں انجمن کے جملہ کارکنوں، اپنے اخبارات کے مضمون نگاروں کی خدمت میں تاکید کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ وہ قادیانی سخت کلامی پر ہمیشہ صبر و ضبط سے کام لیں اور اس کے جواب میں ہرگز سخت کلامی نہ کریں۔ ہماری طرف سے قادیانی حضرات کو راہ راست پر لانے کی کوشش۔ اخلاق، خلوص اور استقلال کے ساتھ جاری رہنی چاہیئے صداقت اور دلائل ہمارے ہاتھ میں ہیں اور وہی ہمارے کام آنے والے ہیں ایک دن آئے گا جبکہ قادیانی دوستوں کو خود اپنی سخت کلامیوں پر ندامت ہوگی۔ انشاءاللہ

خاکسار (ڈاکٹر) محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدی طلبہ گرمیوں کی تعطیلات میں امتحان دینیات کی تیاری کریں اور تبلیغ احمدیت کا فرض انجام دیں

مسئلہ خلافت اور رسالہ "الوصیت"

(از جناب خان زمان صاحب پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

"مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو در اصل وہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفہ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔" (میاں محمود احمد صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات کے قریب ایک وصیت تحریر فرمائی۔ اس کی رو سے سلسلہ کا نظام ایک انجمن کے سپرد کیا۔ اور فرمایا کہ "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔ حضرت مولوی نور الدین اعظمؓ کے زمانہ میں رسالہ الوصیت کے مطابق سلسلہ کا نظام چلتا رہا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد میاں محمود احمد صاحب نے ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی جس کو ایک مطلق العنان یا مطلق الکل خلافت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہاں اس امر کو واضح کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسی خلافت اسلامی خلافت نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ مجھے اس وقت یہ دکھانا منظور ہے کہ موجودہ قادیانی خلافت کا قیام خلاف منشائے حضرت مسیح موعود ہے اور رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا جانشین انجمن کو قرار دیا ہے۔ نہ کہ ایک فرد واحد کو۔ چنانچہ اس امر کو واضح کرتے ہوئے حضرت امیر امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

"آج یہ خلافت جس پر اس قدر زور دیا جاتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ ساری "الوصیت" پڑھ جاؤ۔ کہیں خلافت کا ذکر نہیں ملیگا۔ لیکن آج سارا زور ہی خلافت پر ہے اور سب کچھ خلیفہ ہی خلیفہ ہے۔"

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے "الفضل" مورخہ ۳ مئی ۱۹۳۰ء میں انوار احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"گویا مولوی صاحب کے نزدیک خلافت جماعت احمدیہ قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایجاد کردہ ہے اور "الوصیت" میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔"

اس کے بعد اخبار "بدر" مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۸ء سے ایک اعلان کا اقتباس پیش کرتے ہیں کہ دیکھو تم نے خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ اس اعلان میں حضرت مولوی نور الدین اعظمؓ کو کن معنوں میں جانشین تسلیم کیا گیا ہے اور کیا اس اعلان میں کہیں یہ ذکر ہے کہ جماعت نے حضرت مولوی صاحبؓ کو آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ تسلیم کیا تھا۔ یا ایسا خلیفہ تسلیم کیا تھا جس پر سچے اعتراض بھی نہیں کئے جا سکتے اور جس کی بیعت نہ کرنے والا فاسق ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ کہنا کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کو انہی معنوں میں اور رسالہ "الوصیت" کے مطابق خلیفہ تسلیم کیا تھا۔ جن معنوں میں کہ میاں محمود احمد صاحب "خلیفہ" بنے بیٹھے ہیں سراسر دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟ الوصیت میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔ اور فرمایا کہ میرے بعد سب مل کر کام کرو۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور نہ آیت استخلاف آپ پر نازل ہوئی۔

یہ سچ ہے کہ محولہ بالا اعلان میں حضرت مولوی نور الدین اعظمؓ کے لئے خلیفہ اور جانشین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس لفظ خلیفہ کے استعمال سے وہ مفہوم لینا جو میاں صاحب نے بعد میں ایجاد کیا ہے صحیح نہیں۔ میاں صاحب کے نزدیک ان کی خلافت ایسی ہے کہ ان کی بیعت نہ کرنے والا فاسق ہے۔ خلیفہ کا یہ مفہوم حضرت مولوی صاحب کے زمانہ میں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس وقت بعض احباب نے حضرت مولوی صاحب کی بیعت نہیں کی۔ مگر ان کو فاسق کہنے کی جرأت کسی نے نہیں کی۔ اس پر سب سے بڑی شہادت خود مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری کی ہے کہ باوجود ان کے بیعت نہ کرنے کے ان کو کسی نے فاسق نہیں کہا۔ گو وہ اب اپنے نئے عقیدہ کی رو سے ۳۲ سال کا ایک لمبا عرصہ فاسقانہ زندگی کا گذار چکے ہیں۔ ہاں تو انجمن کی جانشینی اور اس کا سلسلہ کو چلانے کا ذمہ دار ہونا اس زمانہ میں مسلم رہا۔ اور قواعد میں اسی طرح پر حضرت مسیح موعود کا نام درج رہا جس طرح حضرت صاحب کے اپنے زمانہ میں تھا۔

مگر میاں صاحب نے اوّل تو یہ کام کیا کہ جو شخص ان کی بیعت نہ کرے وہ فاسق ہوگا اور دوسرا یہ کام کیا کہ قواعد میں سے حضرت مسیح موعود کا نام کاٹ کر اس کی جگہ اپنا نام درج کرا لیا۔ اور اس طرح میاں صاحب نے انجمن کی جانشینی کو بالکل کالعدم قرار دے دیا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف فرمایا تھا کہ "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔ علاوہ ازیں لفظ "خلیفہ" کے معنی جانشین کے ہیں۔ اور حضرت مولوی صاحب کو نہ صرف بیعت لینے کے لئے ہی حضرت مسیح موعود کے جانشین تسلیم کیا گیا۔ بلکہ امیر ہونے کی حیثیت کو بھی تسلیم کیا گیا۔ اس لئے باوجود لفظ خلیفہ کے استعمال کے وہ مفہوم ہرگز نہ لیا گیا تھا۔ جو بعد میں میاں صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ میاں صاحب اور ان کے مرید اس خلافت کو ایک مخصوص خلافت قرار دیتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ یہ وہ خلافت ہے جس کا وعدہ آیت استخلاف میں ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ کو اس آیت کے ماتحت خلیفہ تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف ان معنوں میں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک حصہ کام میں جانشین تھے۔ اس تصریح کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ جب حضرت مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ کو خلیفہ تسلیم کیا تھا تو اب "خلیفہ ثانی" کی خلافت سے کیوں انکار ہے۔ سراسر نادانی اور ہٹ دھرمی ہوگی۔

رسالہ الوصیت میں جب کہیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد سلسلہ خلفاء کے چلنے کا ذکر ہی موجود نہیں تو یہ کہنا کہ میاں صاحب مطابق رسالہ الوصیت خلیفہ ہیں صریح دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے؟ خود جناب میاں صاحب کو یہ مسلم ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت کے ماتحت جو مجلس معتمدین کی بنیاد ڈالی۔ اس میں اپنے بعد کسی خلافت کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:-

"مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو در اصل وہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفہ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔ ایک ریزولیوشن خلافت ثانیہ میں پاس کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خلیفہ کہے گا مجلس مانے گی۔ یہ اصولی بات نہیں ..... اور چونکہ مسئلہ خلافت کے جماعت کے بنیادی اصولوں میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے۔ اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے ..... اس کے لئے ضرورت تھی کہ ایک ایسا نقطہ قرار دیا جائے جس پر جماعت قائم کر دی جائے۔ تا اس بارہ میں ٹھوکر نہ لگے۔" (الفضل ۱۳ اکتوبر و ۳ دسمبر ۱۹۹۵ء)

نقل کردہ عبارت سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) خلیفہ کا وجود مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں شامل نہیں۔

(۲) مطلق العنان خلیفہ کا وجود "خلافت ثانیہ" کے وقت بذریعہ ریزولیوشن تسلیم کیا گیا۔

(۳) اس اعلان سے پیشتر میاں صاحب کی خلافت کی بنیاد چند لوگوں کے رحم پر تھی اور خلافت ان لوگوں کی جنبش قلم سے اڑ سکتی تھی۔

(۴) ایک ایسا نقطہ میاں صاحب کی خلافت کے زمانہ میں قرار دیا گیا۔ جس پر جماعت قائم کی گئی۔ پہلے ایسا نقطہ نہیں تھا یہ الفاظ دیگر میاں صاحب کی "خلافت" ان معنوں میں ہرگز نہیں جن معنوں میں حضرت مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ خلیفہ تھے۔

ظاہر ہے کہ چونکہ الوصیت میں خلافت کا کوئی ذکر نہیں تھا اس لئے میاں صاحب کو یہ دھڑکا لگا کہ میری خلافت جسے لوگوں میں بڑی تحدی سے اور تعلّیوں سے پیش کیا کرتا ہوں کہ خدا کی مقرر کردہ ہے محض چند لوگوں کے رحم پر موقوف ہے۔ اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے کہ کہیں یہ عمارت جس کی بنیاد کمزور تھی ایک دو جھٹکوں سے گر نہ جائے میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ایک نیا نظام قائم کیا یعنی موجودہ "مطلق العنان" خلافت ایجاد کی۔ کیونکہ اگر ویسی ہی خلافت کا ذکر "الوصیت" میں ہوتا۔ یا ویسی ہی خلافت حضرت مولوی نور الدین اعظمؓ کی ہوتی جیسی کہ میاں صاحب اور ان کے مخلص مرید شب و روز منوانے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں تو ان کو ایک ریزولیوشن "خلافت ثانیہ" کے وقت پاس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کو تو بنی بنائی چیز مل رہی تھی۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے سترہ سال بعد ایسا نقطہ قرار دینا پڑا جس پر جماعت کو قائم کیا گیا۔ اگر یہ نقطہ قائم ہونا تھا تو ۱۹۰۸ء میں ہوتا نہ کہ ۱۹۲۵ء میں۔ پس یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ میاں صاحب کی خلافت کی بنیاد ایک ریزولیوشن پر ہے۔ قرآن، حدیث اور رسالہ الوصیت میں ایسی خلافت کا ہرگز ذکر نہیں۔ اگر خدا اور اس کے رسول صلعم اور مسیح موعود کی وصیت پر اس کی بنیاد ہوتی تو انجمن کے دس گیارہ ممبروں کی کیا مجال تھی کہ وہ اپنی جنبش قلم سے خدا اور رسول صلعم کے حکم اور حضرت مسیح موعود کی وصیت کو اڑا دیتے۔

ہاں اس قدر ضرور ثابت ہو گیا کہ میاں صاحب نے الوصیت کو بدل ڈالا اور منسوخ کر دیا۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت مسیح موعود کی دیگر کتب کو منسوخ کیا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کتب کے بارہ میں تو لکھ دیا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب کے حوالجات متعلقہ نبوت منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ اور یہاں اپنے عمل سے وصیت کی منسوخی کا اعلان کر دیا پھر تعجب ہے کہ کسی خیر خواہ مرید نے نہ پوچھا کہ موصی کی وصیت کو بدل ڈالنے کا آپ کو کیا حق ہے۔

اب دو صورتیں ہیں یا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظام مندرجہ رسالہ الوصیت کو غلط قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ "خلیفہ" صاحب نے کیا ہے۔ یا اس کو صحیح مان لیا جائے اور "خلیفہ" صاحب کے قائم کردہ نظام کو غلط سمجھا جائے۔ قادیانی حضرات تو شاید یہی کہیں گے کہ میاں صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ درست فرمایا ہے اور شاید وہ یہ کہدیں کہ حضرت مسیح موعود کو غلطی لگ گئی۔ خدا کا تو یہی منشا تھا کہ جماعت احمدیہ کو ایک مطلق العنان خلیفہ کے سپرد کیا جائے۔ لیکن مسیح موعودؑ نے خدا کے منشا کو نہ سمجھا اور جماعت

(باقی صفحہ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم جمعہ ۴ ار جمادی الاول سنہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۳۸

زبانِ اُردو کی خطرناک مخالفت

مسلمانان ہند کیلئے ایک قابل غور مسئلہ

مہاسبھائی اور کانگرسی ہندوؤں کی متعصبانہ ذہنیت ہر اس چیز کو مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے جس سے اسلام یا مسلمانوں کا ذرہ بھر بھی تعلق ہو۔ وہ ہندوستان کو خالص ہندوؤں کا ملک سمجھتے ہیں اور اس میں اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی کلچر اور اسلامی عہد حکومت کی کوئی نشانی قائم رہنے کے ہرگز روادار نہیں ہیں۔ ہندو مہاسبھا کو چھوڑیئے۔ کانگرسی وزارتوں نے اپنے عہد اقتدار میں جو کچھ کیا۔ وہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ کئی معاملات میں واقعات و حالات کی ندامت نے ارادوں اور خواہشوں کا ساتھ نہ دے سکی۔ ورنہ خدا جانے کانگرسی وزارتیں کیا کچھ کر چکی ہوتیں۔

زبان اردو کی مخالفت بھی مہاسبھائی اور کانگرسی حلقوں سے محض اسی لئے ہو رہی ہے کہ یہ زبان اسلامی عہد حکومت کی پیداوار اور ہندو مسلمانوں کے گذشتہ اتحاد اور شاہان اسلام کی ہندو نوازیوں کی جیتی جاگتی یادگار ہے۔ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ زبان اردو ہندو مسلمانوں کے اتحاد و ارتباط سے عالم وجود میں آئی۔ اس کی بنیادیں خالص ہندی ہیں۔ اس کی دیواریں ہندی، ترکی، فارسی، عربی وغیرہ زبانوں کی امداد سے اٹھائی گئی ہیں۔ اور دیگر بیشمار زبانوں نے مل کر اس شاندار عمارت کی آرائش و زیبائش میں حصہ لیا ہے۔ براعظم ہند میں صرف یہی ایک زبان ہے جو ملک کی مشترکہ قومی زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ہندو مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں وغیرہ تمام باشندگان ہند کو اس سے ایک قدرتی مناسبت ہے۔ اس زبان میں ترقی کرنے کا مادہ اور بے اندازہ وسعت اور لوچ موجود ہے۔ اس میں نشوونما کی صلاحیت ہے۔ یہ آسان، دلکش اور شیریں ہے۔ اس کا رسم الخط خوبصورت اور مختصر ہے۔ برخلاف اس کے ہندی جس کے حامی مجنونانہ حمایت میں کچھ عرصہ سے ہمارے برادران وطن مصروف ہیں ایک محدود، مشکل اور غیر مانوس زبان ہے ہندوؤں کے ایک قلیل حصے کے سوا کروڑوں ہندوستانیوں کو اس سے کوئی مناسبت اور دلچسپی نہیں ہے۔ اس کا رسم الخط بھی کافی مشکل پیچیدہ اور صرف ہندوستان تک محدود ہے۔ اس کی طباعت کے اخراجات بھی اردو کی نسبت کافی گراں ہیں۔

لیکن جن آنکھوں پر تعصب اور مسلم آزاری کی پٹی بندھی ہوئی ہے ان کے سامنے یہ تمام حقائق بیکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کانگرسی اور مہاسبھائی اپنی تمام طاقتوں کو فراہم کرکے اردو کی بیخکنی کیلئے میدان عمل میں آ گئے ہیں۔ کانگرس نے پہلے "ہندوستانی" کی پرفریب آڑ لی۔ لیکن اب اس آڑ کا بھرم بھی کھل چکا ہے اب یہ مخالفین اردو واضح الفاظ میں ڈنکے کی چوٹ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کی قومی زبان ہندی اور صرف ہندی ہو سکتی ہے اردو۔۔۔ ایک بدیشی زبان ہے۔ اس کو محفل وطن میں ہرگز ہرگز کوئی جگہ نہیں ملنی چاہیئے۔ گاندھی جی اور دوسرے معتمد ذمہ دار کانگرسی ہندو بھی مختلف طریق پر اس کی حمایت و پیشوائی میں مصروف ہیں۔ آج سے چند سال قبل یہ لوگ ناصحانہ انداز میں فرماتے تھے کہ ہندوستان کی قومی زبان "ہندوستانی" ہے جسے فارسی اور دیوناگری دونوں رسم الخطوں میں لکھا جا سکتا ہے لیکن آج ان میں بہت سے بزرگ اپنے اس قول کو فراموش کرکے خالص ہندی زبان اور ہندی رسم الخط کی حمایت میں مصروف ہیں۔ بعض صرف عمل سے اور بعض زبان اور عمل دونوں طریق پر۔ اس کیلئے کانفرنسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ لاکھوں روپے چندہ جمع ہو رہا ہے۔ اخبار اور رسالے اس مقصد کی تکمیل کیلئے جاری کئے جا رہے ہیں۔ سینکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں مدارس شبینہ اور کتب خانے کھل چکے ہیں۔ کانگرسی وزارتوں نے اپنے عہد میں ان چیزوں کی خوب دل کھول کر امداد و سرپرستی کی اور بلا دریغ لاکھوں روپیہ ان پر صرف کیا۔

حامیان ہندی کی یہ کوششیں خواہ کس قدر بھی نامناسب اتحاد شکن اور ملک کیلئے نقصان رساں کیوں نہ ہوں لیکن ان کی وسعت اور تنظیم سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان کوششوں کا مقابلہ نہ کیا گیا۔ تو اس کے نتائج دور رس اور انقلاب انگیز ہوں گے۔ یہ لوگ ایک زبردست عزم اور وسیع تیاریوں کے ساتھ میدان میں آئے ہیں۔ ہندو والیان ریاست اور سیٹھ ساہوکاروں کی دولت، ہندو سیاستدانوں اور حکام کا اثر و رسوخ، ہندو اہل قلم کا دماغ اور ہندو پریس کی طاقت ان کی پشت پر ہے۔ اب ان لوگوں کو رواداری، اتحاد اور ملک کے مشترکہ مفاد کا واسطہ دینا اور دلائل پیش کرنا بیکار ہے۔ بچاؤ کی صورت صرف میدان مقابلہ میں مردانہ وار اور مسلسل جد و جہد ہے۔

زبان اردو جہاں ہندوستان کی مشترکہ جائیداد اور ہندو مسلم اتحاد کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہاں مسلمانوں کی بھی ایک قومی متاع ہے مسلمان حکمرانوں، رئیسوں، شاعروں، ادیبوں اور خوشنویسوں نے اس کی تعمیر و ترقی میں بہت زیادہ حصہ لیا ہے ــــ مسلمان قوم نے زبان اردو کی ترقی کیلئے غیر معمولی ایثار کیا ہے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ ہندوستان میں جو مسلمان آئے۔ ان کی اپنی زبان عربی۔ فارسی یا ترکی تھی۔ گذشتہ صدی کے وسط تک مسلمانوں کا تمام تر مذہبی تاریخی اور علمی لٹریچر عربی اور فارسی میں تھا حتیٰ کہ خط و کتابت بھی فارسی میں ہوتی تھی سرکاری زبان بھی فارسی تھی۔ اردو صرف شعر و شاعری کی زبان تھی۔ لیکن مسلمانوں نے ملک کے مفاد اور اتحاد کی خاطر اپنی قومی و مذہبی اور علمی زبانوں کو ترک کرکے ان کی جگہ بلا تکلف اردو کو دیدی۔ اپنا لٹریچر اردو میں منتقل کرنے لگے عربی و فارسی کو فراموش کرکے اردو کی ترقی کیلئے وقف ہو گئے۔ اس کا صلہ برادران وطن کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ ہندوستان اور مسلمانوں کے سر پر ایک غیر مانوس، ناکارہ اور بوسیدہ زبان کا نامعقول بار زبردستی ڈالا جا رہا ہے۔

اگر اردو زبان مخالفین کے حملوں کی وجہ سے کمزور ہو گئی یا اس کی جگہ ہندی کو دیدی گئی تو یہ نہ صرف ہندوستان کیلئے فال بد ہوگی۔ بلکہ اس سے ہندوستان میں اسلامی مفاد اور اسلامی کلچر کو بھی غیر معمولی صدمہ پہنچیگا۔ ہندوستان میں اردو زبان کے ساتھ مسلمانوں کے بہت سے مذہبی، تاریخی، تمدنی، تجارتی اور اقتصادی مفاد وابستہ ہیں۔ ان کا مذہبی و تاریخی لٹریچر زیادہ تر اسی زبان میں ہے۔ ان کی مذہبی و سیاسی تنظیم کیلئے یہ زبان سب سے زیادہ آسان اور مفید ذریعہ ہے۔ ۵۰ فیصدی سے زائد، اسلامی اخبارات و رسائل اسی زبان میں شائع ہوتے ہیں مسلمان تاجروں کی خط و کتابت اور اشتہارات کا بڑا ذریعہ یہی زبان ہے مسلمانوں کے ہزاروں، لاکھوں اخبار نویس مصنف، شاعر، کاتب، سنگساز، کتب فروش اور مطبع والے اسی زبان کی بدولت اپنی روزی کماتے ہیں۔ اگر مخالفانہ حملوں کی وجہ سے اردو زبان مردہ ہو گئی تو ہندوستانی مسلمانوں میں ایک ایسا انتشار پیدا ہو جائیگا کہ ان کے سنبھلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔

جماعت احمدیہ کو بھی اردو سے ایک غیر معمولی اُنس ہے حضرت مسیح موعودؑ کی زیادہ تر کتابیں اور سلسلہ احمدیہ کے دیگر لٹریچر کا کثیر حصہ اسی زبان میں ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام کی ترقی کا بہت بڑا انحصار مجدد وقت کے علم الکلام اور آپ کے دلائل پر ہے اور احمدیت ہی اسلام کی صحیح اور حقیقی شکل ہے تو پھر اسلام اور احمدیت کی ترقی و اشاعت کے بارہ میں زبان اردو کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ اس زبان کا تحفظ ایک لحاظ سے ہمارا قومی و مذہبی فریضہ ہے ــــ اردو زبان کی ترقی و حفاظت کے متعلق ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ اردو کی مفید کتابوں اخباروں اور رسالوں کی عملی امداد و حوصلہ افزائی کی جائے تجارتی اور ذاتی خط و کتابت میں زیادہ سے زیادہ اس زبان کا استعمال ہو۔ تبلیغوں کی کارروائی بھی حتی الامکان اسی زبان میں ہو۔ دوکانوں پر سائن بورڈ اور مکانوں پر نام کی تختیاں اردو زبان میں لگائی جائیں۔ اسکولوں میں اردو زبان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ گھروں میں بچوں کو اردو بولنے کی عادت ڈالی جائے اور سب سے زیادہ یہ کہ جو لوگ اردو زبان سے ناواقف ہیں ان کو اس زبان میں لکھنے پڑھنے کے قابل بنایا جائے۔ برادران جماعت کے لئے سب سے بہتر یہ ہوگا کہ سلسلہ کے اردو لٹریچر اور اخبارات کو خریدیں خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لئے دیں۔ اس طرح وہ اپنے دو اہم فرائض بیک وقت ادا کر سکیں گے۔

بے شک جنگ کی وجہ سے حالات بے حد تشویشناک اور مخدوش ہو رہے ہیں۔ انقلاب و تباہی کے خونین دیوتا کے خوفناک ناچ سے ساری دنیا سہمی ہوئی ہے۔ اس وقت بہت سے اہم مسائل ہندوستان اور مسلمانوں کے سامنے ہیں۔ لیکن زبان اردو کی حفاظت کو ان کے باوجود فراموش و ملتوی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انقلابی زمانوں میں قوموں کو اپنے کلچر، تہذیب و تمدن اور زبان کی حفاظت کی ضرورت سب سے زیادہ ہوتی ہے ــــ اس کے علاوہ جب مخالفین اردو کی سرگرمیاں جاری ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حامیان اردو خاموش و بے عمل رہیں ــــ موجودہ دور میں دنیا کے اندر صرف وہی اقوام باعزت زندہ رہ سکتی ہیں۔ جو ہر جہتی کوشش و ترقی کو اپنا شعار بنائیں۔

شذرات

ایک دل آزار کتاب

ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں آجکل بمبئی کے ایک شخص دیوی کا شاستری کی کتاب "آریہ سنسکرتیہ" کے خلاف شدید احتجاج اور غم وغصہ کا اظہار کیا جارہا ہے جمعیتہ العلما ئے ہند دہلی کی مجلس منتظمہ نے بھی اپنی ایک قرارداد کے مطابق ہز ایکسیلنسی گورنر بمبئی کو بذریعہ تار توجہ دلائی ہے یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری لیکن جمعیتہ العلمائے ہند کی قرارداد اور دیگر احتجاجی جلسوں کی روئیداد سے معلوم ہؤا ہے کہ اس کے اندر اسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی شان میں نہایت اشتعال انگیز گستاخیاں کی گئی ہیں ہم اس دل آزار کتاب کی اشاعت پر دلی افسوس وملامت کا اظہار کرتے ہوئے حکومت بمبئی سے اس کے مصنف وناشر کے خلاف فوری قانونی کاروائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ایسی کتابوں کی اشاعت ہر حالت میں قابل نفرین اور ملک کے امن کے لئے نقصان رساں ہے لیکن موجودہ نازک زمانہ توحکومت کو اس قسم کی اشتعال انگیز حرکات قطعاً برداشت نہیں کرنا چاہئے اور پوری قوت اور عجلت کے ساتھ انہیں کچل دینا چاہئے آج کل مرکزی اور صوبائی حکومتیں امن اور فرقہ وار اتحاد کے لئے خاص طور پر مساعی ہیں لیکن دیوی کار جیسے اشخاص کی اشتعال انگیزیوں کو نظر انداز کر کے وہ اپنے اس مقصد میں ہرگز پورے طور پر کامیاب نہیں ہوسکتی ہیں ——— ہم صوبہ بمبئی اور دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کو بھی درخواست کرینگے کہ وہ کامل صبر وضبط سے کام لیں اور اپنے احتجاج کو آئینی حدود سے ہرگز متجاوز نہ ہونے دیں ÷

"بلیک آؤٹ" کی مشق

ویسے تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے مستقبل قریب میں ہندوستان پر ہوائی حملے کا کوئی خطرہ نہیں لیکن جنگ کی وجہ سے اس کے بعید امکانات ضرور موجود ہیں ان کے پیش نظر بندرگاہوں کے علاوہ اندرون ملک کے مختلف مقامات پر "چراغ گل" یعنے بلیک آؤٹ کی مشق کی جارہی ہے۔ جالندھر، لاہور وغیرہ متعدد شہروں میں یہ مشق کامیابی کے ساتھ ایک مرتبہ ہوچکی ہے غالباً اب اسکا جلد جلد اعادہ بھی ہوگا۔ بہت سے شہروں میں یہ مشق عنقریب ہونے والی ہے۔ چونکہ یہ ہندوستان کے لئے نئی چیز ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مختصر تشریح کردی جائے۔

"بلیک آوٹ" کا مقصد شب میں شہروں اور آبادیوں کو دشمن کے طیاروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا ہوتا ہے اس کی مشق اس طرح کیجاتی ہے کہ مقررہ تاریخ پر رات کے وقت فرضی خطرہ کا آلارم دیا جاتا ہے (اس الارم کی تفصیل سے مقامی حکام پبلک کو اشتہارات، اخبارات اور منادی کے ذریعے آگاہ کردیتے ہیں۔ الارم سنتے ہی ضروری ہوتا ہے کہ سواریوں، مکانوں، دکانوں، سڑکوں اور دیگر پرائیویٹ اور پبلک مقامات کی روشنیاں فوراً گل کردی جائیں اگر کسی کمرے میں روشنی کی اشد ضرورت ہوتو اسے پوری احتیاط کے ساتھ اسطرح پوشیدہ کردیا جائے کہ گلی کوچے سڑک اور فضا سے بالکل نظر نہ آسکے۔ سڑکوں اور دوسرے پبلک مقامات کے لیمپ گل کرنیکا انتظام حکومت خود کرے گی لیکن مکانوں اور سواریوں کی روشنیاں اور آگ کے الاؤ وغیرہ بجھانا پبلک کے ذمہ ہے جو شخص ان احکام کی خلاف ورزی کریگا اس کو چھ مہینے کی قید یا جرمانے کی سزا ہوسکتی ہے۔ مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہوگیا ہوگا کہ "چراغ گل" یعنی بلیک آوٹ کی مشق ملک کے تحفظ کے سلسلے میں ایک ضروری کوشش ہے اس میں حصہ لینا اور پورا تعاون کرنا نہ صرف قانونی طور پر لازمی ہے بلکہ یہ ایک اخلاقی وملکی فرض بھی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جہاں جہاں "چراغ گل" کی مشق کی جائے گی۔ پبلک حکام سے کامل تعاون کریگی۔ والنٹیان سلسلہ کو ہم خصوصیت کے ساتھ اسکی تاکید کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ حتی المقدور اپنے محلہ اور حلقہ اثر میں "چراغ گل" .... کی مشق کی ضرورت واہمیت کو واضح کریں اور لوگوں کو اس کے قواعد اور طریقے سمجھائیں علاوہ ازیں انہیں یہ بھی بتائیں کہ "چراغ گل" کی مشق سے پریشان وہراسان ہونے کی مطلق ضرورت نہیں ہندوستان پر ہوائی حملے کا کوئی خطرہ نہیں ہے یہ سب کچھ بطور حفظ ماتقدم کیا جارہا ہے ÷

مسلمانان کشمیر کا ایک جائز مطالبہ

کشمیر کی ہندو ریاست اپنے مذہبی عقیدہ کی بنا پر گئو رکھشا کی بہت ہی زیادہ شائق ہے لیکن اسکا یہ مذہبی شوق کشمیر کی غالب اکثریت ومظلوم اسلامی اکثریت کے لئے وبال جان بنا ہؤا ہے۔ قارئین کرام اس امر سے تو واقف ہوں گے کشمیر میں ذبح گاؤ کی شدید ممانعت ہے اور اس ہندو ریاست کی کتاب آئین میں اس "جرم" کا ارتکاب کرنے والے کے لئے دس سال قید سخت کی ہوشربا سزا موجود ہے یہ قانون "انصاف ومعقولیت کیساتھ کہاں تک مطابقت رکھتا ہے؟ اس سوال کو جانے دیجئے لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانان کشمیر اس قانون کیوجہ سے ایک جائز اور ارزاں غذا سے محروم ہونے کے علاوہ اس بات کیلئے بھی مجبور ہیں کہ وہ اپنی کمزور بوڑھی اور ناکارہ گائیوں کو خواہ مخواہ پالتے اور اس طرح اپنی اقتصادی زبوں حالی میں ناقابل برداشت اضافہ کرتے رہیں انہوں نے کئی مرتبہ ریاست سے مطالبہ کیا کہ ذبح گاؤ پر دس سال قید کا "منصفانہ" قانون قائم ہی رکھنا ہے تو کم از کم گئو شالے ہی بنا دے جہاں اپنی بوڑھی اور ناکارہ گائیوں کو .... چھوڑ آیا کریں۔ لیکن تا حال کوئی شنوائی نہیں ہوئی ۔۔

مسلمانان کشمیر کا یہ مطالبہ بالکل جائز اور ضروری ہے سب جانتے ہیں کہ کشمیر کی ۹۵ فیصدی سے بھی زائد مسلمان آبادی زراعت پیشہ ہے۔ بھاری محاصل، ناقص نظام حکومت اور حکام کے غیر ہمدردانہ رویہ نے غریب کشمیری مسلمان کاشتکار کو بالکل قلاش بنا دیا ہے۔ ان کی حالت پنجاب کے زمینداروں سے بہت زیادہ زبون اور قابل رحم ہے۔ وہ سال بھر دن رات جان توڑ محنت کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں۔ ان حالات میں اسے قانون کے ذریعہ مجبور کرنا کہ وہ ہندوؤں کے ایک مذہبی عقیدہ اور انصاف کش خواہش کے احترام میں بوڑھی اور ناکارہ گائیوں کو پالے اور اپنا پیٹ کاٹ کر

(باقی پرت میں)

(بقیہ صفحہ ۷)

زمین بھی کہیں بنجر نہ دکھائی دیتی تھی۔ اس وقت بھی پانی کے ایسے بندوں کے آثار پائے جاتے ہیں جو ۰۰ ، فٹ لمبے تھے اور ایسے تالاب جن کا محیط تین میل تھا۔ جنوب کی وادیوں میں سالانہ چار پانچ فصلیں ہوتی تھیں۔

لیکن اس کے برعکس اس عہد میں یورپ کی جو حالت تھی اس کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ خلیفہ کو جرمنی کے بادشاہ آٹو کے متعلق معلوم ہُوا کہ وہ بھی علوم وفنون کا مربی ہے خلیفہ نے اس کے پاس سفیر بھیجا جس کے جواب میں خلیفہ کو اس نے ایک خط بھیجا جس میں حضرت کریم کو گالیاں دی گئیں تھیں۔ خط اس قسم کا تھا کہ کوئی شخص اسے خلیفہ کے پاس لانے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ آخر کار ایک "طالب شہادت" عیسائی پادری نے یہ کام اپنے ذمہ لیا۔ اسے قرطبہ کے لوگوں نے سمجھایا کہ وہ یہ خط خلیفہ کے سامنے پیش نہ کرے اور بمشکل اس بات پر راضی کیا کہ جرمنی سے نیا خط منگا یا جائے۔ یورپ کے وسائل آمد ورفت اتنے خراب تھے کہ خط کے لانے میں اٹھارہ ماہ لگے۔ پھر اس پادری کو لباس تبدیل کرنے کیلئے کہا گیا۔ مگر وہ اپنے چیتھڑوں ہی میں ملبوس خلیفہ کے پاس حاضر ہونے پر مصر رہا۔ خلیفہ کو جب اس کی ضد کا علم ہُوا تو اس نے اسی حالت میں اسے دربار میں حاضری کی اجازت دیدی اور اس کے ساتھ نہایت خاطر سے پیش آیا۔

الغرض باقی یورپ اور سپین کا مقابلہ ہم ڈاکٹر رابنسن کے اس حوالہ سے بخوبی کرسکتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب (Story of the medicine) میں لکھتا ہے:۔

"یورپ سورج کے غروب ہوجانے پر تاریک ہوجاتا تھا لیکن قرطبہ سرکاری چراغوں سے روشن تھا۔ یورپ بالکل گندہ تھا۔ قرطبہ میں قریباً ایک ہزار حمام تھے۔ یورپ کے لوگ اکثر گندے کپڑے پہنتے تھے۔ قرطبہ والے اپنا لباس روزانہ تبدیل کرتے تھے۔ یورپ میں کیچڑ بکثرت تھا لیکن قرطبہ کے گلی کوچوں پر فرش تھا۔ یورپ کے محلات کی چھتوں میں، دھوئیں کے لئے سوراخ ہوتے۔ لیکن قرطبہ کے مکانات عربی پچی کاری سے آراستہ تھے یورپ کے امراء دستخط کرنا نہ جانتے تھے۔ قرطبہ کے بچے سکولوں کو جاتے یورپ کے راہب کا بائبل بمشکل پڑھ سکتے تھے لیکن قرطبہ کے اساتذہ نے سکندریہ کی وسعت کے کتبخانے جمع کئے ہوئے تھے۔"

ایک احمدی خاتون کی کامیابی!

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہمارے دوست چوہدری محمد سردار خاں صاحب کی اہلیہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ نے جو ڈومسٹک سکول فار ویلج ویلفیر میں داخل ہیں، دیہاتی موضوعات پر مضمون نگاری میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ قبل ازیں وہ ایک مقابلہ کے مضمون میں اول درجہ کا انعام (عـہ) حاصل کرچکی ہیں۔ اب پھر ایک اور موضوع پر مختلف لڑکیوں سے مضامین لکھوائے گئے جس کے نتیجہ میں محترمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ کو چھ روپے (ﷲ) کا انعام ملا۔

ہم اس کامیابی پر محترمہ موصوفہ اور ان کے بھائی ڈاکٹر سید محمد اسحاق صاحب اور دیگر افراد خاندان کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خاتون کو بیش از بیش کامیابیاں عطا فرمائے اور انہیں دیہاتی بہنوں کی اصلاح کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ÷ (نامہ نگار)

جناب خلیفہ قادیان کے تازہ ارشادات و دعاوی

موجودہ جنگ میں برطانیہ کی مشکلات کی وجہ قادیانیوں کی بددعائیں ہیں

اس جنگ کے متعلق مجھے بہت سی باتیں معلوم ہیں اگر انگریز مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو ان کی فتح کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔ جماعت قادیان کے بعض ارکان نے انگریزوں کے خلاف بڑی بڑی بددعائیں کی ہیں۔

۲۶ اپریل کو جناب میاں صاحب نے قادیان میں ایک تقریر فرمائی جو "الفضل" ۴ جون میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے ضروری حصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ (مدیر)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں جو برطانیہ پر ابتلا آیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق چاہے ہنسیں چاہے ٹھٹھا اور مذاق کریں۔ چاہے ہمیں پاگل اور مجنون سمجھیں حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء میں ہمارے دلوں سے ملند ہوئیں۔ میرے اس وقت کے خطبات چھپے ہوئے موجود ہیں ان کو نکال کر پڑھ لیا جائے۔ میں نے متواتر ان خطبات میں کہا ہے کہ انگریز یہ مت خیال کریں کہ اُن کے پاس توپیں، فوجیں، ہوائی جہاز اور بم ہیں۔ کیونکہ جس خدا پر ہمارا انحصار ہے اس کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ انہوں نے اس وقت میری اس آواز پر کان نہ دھرا اور کہا اس کی کیا حیثیت ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی جماعت کا فرد ہے۔ جسے جب چاہیں ہم تباہ کر سکتے ہیں اور جب چاہیں مار سکتے ہیں . . . ×

خدا تعالیٰ کا قول دُنیا سے کبھی محو نہیں ہوتا۔ مجھے چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب کی یہ بات بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے لارڈ ولنگڈن سے ۱۹۳۵ء کی گرمیوں میں کہی جبکہ وہ ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سرایمرسن اپنے آپ کو بہت دوراندیش خیال کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ احمدیہ جماعت بوجہ اپنی تنظیم کے اور ایک امام کے برطانوی حکومت کے لئے ایک ممکن خطرہ ہے اور اس خیال سے وہ احمدیہ جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ تاریخ سے قطعاً ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ یا کم سے کم انہوں نے تاریخ کا صحیح طور پر مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جب کبھی کسی شاہنشاہیت نے کسی مذہب سے ٹکر لگائی ہے ہمیشہ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ ایمپائر تباہ ہو گئی ہے۔ مگر مذہب تباہ نہیں ہوا۔ اور سچی بات یہی ہے کہ ایمپائر جب مذاہب سے ٹکراتی ہیں۔ وہ مٹ جاتی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کا قائم کیا ہوا کوئی مذہب آج تک دنیا سے نہیں مٹا اور نہ مٹ سکتا ہے۔

لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ بعض مقامی افسروں نے کیا تھا۔ حکومت برطانیہ اس کی بالواسطہ ذمہ دار تھی۔ مگر بلاواسطہ ذمہ دار نہیں تھی۔ اور اس وجہ سے ضروری ہے کہ ہم حالات کو صحیح طور پر سمجھیں۔

جب جرمنی کے مقابلہ میں اتحادی فوجوں کو فلنڈرز میں پہلی شکست ہوئی تو اس وقت میں کراچی میں تھا۔ مجھ پر اس خبر کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ رات کو میری نیند اُڑ گئی اور بے چینی اور اضطراب کی حالت میں مَیں نے اتحادیوں کی کامیابی کے لئے دعا کرنی شروع کر دی اور گھنٹوں دعا کرتا رہا۔ جب صبح ہونے کے قریب ہوئی۔ تو اس وقت مجھے الہام ہوا۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

میں نے بعد میں سوچا کہ اس کا کیا مفہوم ہے۔ تو اس کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا کہ ابھی دو چار سال پہلے تو بہت سے احمدیوں کے دلوں سے حکومت کے خلاف آہیں نکل رہی تھیں۔ اور اب ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کر رہے ہو۔ گویا اللہ تعالےٰ نے سمجھایا کہ ہماری جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر جو بددعائیں کی گئی تھیں وہ ضرورت سے زیادہ تھیں اور اس میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ یعنی یہ نہیں دیکھا گیا تھا کہ ظلم کتنا ہے اور آہیں کتنی بلند ہو رہی ہیں۔ اور نہ یہ سوچا گیا کہ اگر یہ حکومت تہ وبالا ہو گئی۔ تو اس کے بعد جو آئے گا۔ وہ کیسا ہوگا۔ اچھا ہوگا یا بُرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

کہ الزام تو ان پر دیا جاتا تھا۔ مگر اب قصور خود جماعت کا نکل آیا۔ کیونکہ گو انگریز حکام الزام کے نیچے تھے۔ مگر ان کا جرم اتنا نہ تھا کہ اس کے نتیجہ میں اس قدر آہیں ہمارے دلوں سے نکلتیں۔ جس قدر نکلیں اور اس قدر بددعائیں کی جاتیں جس قدر بددعائیں کی گئیں۔

تو اللہ تعالےٰ نے مجھے الہام کے ذریعہ یہ سبق دیا ہے کہ ہر بات میں توازن کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ میں تو اس وقت بھی جماعت کو روکتا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ جھگڑا چند مقامی افسروں سے ہے حکومت برطانیہ سے اس جھگڑے کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بارہ میں مَیں مجرم نہیں۔ مگر ذاتی طور پر مجھے معلوم ہے کہ جماعت کے بعض دوستوں نے انگریزوں کے خلاف بڑی بڑی بددعائیں کی ہیں۔ پس اب اللہ تعالیٰ نے یہ حالات پیدا کر کے ہمیں ہی مجبور کیا کہ ہم ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کریں۔ کیونکہ وہ خطرہ جو آنے والا ہے بہت زیادہ سخت ہے . . . . ×

پس اس وقت اتحادیوں کا ضعف احمدیت اور اسلام کیلئے بظاہر خطرناک ہے۔ یوں اللہ تعالےٰ چاہے تو دلوں کو بدل بھی سکتا ہے۔ ہلاکو خاں نے بغداد کو فتح کیا تھا۔ مگر اسی کی اولاد بعد میں مسلمان ہو گئی۔ اسی طرح کیا عجب ہے کہ ہٹلر پہلے دنیا کو فتح کرے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے مسلمان بنا دے لیکن مومن کا انحصار خیالی باتوں پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ظاہری حالات پر ہوتا ہے باقی اگر خدا تعالیٰ ہمیں بتا دے کہ ہمارا اسی میں فائدہ ہے تو ہم انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ذرہ بھی پروا نہ کریں۔ مگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہمیں کوئی ایسا علم نہیں دیا گیا۔ اور ظاہری حالات کے رو سے اس وقت اسلام اور احمدیت کا فائدہ انگریزوں کی فتح میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ میں انگریزوں کو فتح دے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت کی اتباع میں اور اس وجہ سے کہ جہاں تک ہماری عقل کام کرتی ہے۔ ہمیں انگریزوں کی فتح میں ہی فائدہ دکھائی دیتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس جنگ کے متعلق بہت سی باتیں بتائی ہیں اور تواتر اور تسلسل کے ساتھ پچھلے چھ ماہ میں اس جنگ کے حالات مجھ پر ظاہر کئے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اب وہ باتیں پوری ہو رہی ہیں۔ بعض باتیں چونکہ ایسی ہوتی ہیں جن کا قبل از وقت شائع کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے چند دوستوں کو وہ خوابیں سُنا دی ہیں تاکہ وقت پر وہ ان خوابوں کے پورا ہونے کے گواہ رہیں . . . . ×

اسی طرح انگلستان پر جرمن حملہ کی اللہ تعالےٰ نے مجھے قبل از وقت خبر دے دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج حکومت برطانیہ کے وزراء یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ اس سے پہلے انگلستان پر حملہ بالکل ناممکن سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کئی ماہ پہلے مجھے یہ خبر دیدی تھی۔ چنانچہ ابھی انگلستان پر حملے کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا۔ انگلستان ایسے خطرہ میں گھر گیا ہے قریب ہے کہ وہ جرمن کا غلام ملک ہو جائے۔ اس نے اس خطرہ کی حالت میں بعض دوسرے ملکوں سے امداد کی درخواست کی۔ یہ ان دنوں میں دھرم سالہ میں تھا۔ اور ابھی جنگ شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ عزیزم مظفر احمد بھی ان دنوں وہیں تھے۔ میں نے انہیں اور بعض دوسرے دوستوں کو یہ خواب سنا دی تھی۔ غالباً جولائی یا اگست کے مہینہ کی یہ بات ہے اور ستمبر میں لڑائی شروع ہوئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان امور کے متعلق مجھ پر بہت سے انکشافات کئے ہیں۔ لیکن ان کی تشریحات میں مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے میرا قلب محسوس کرتا ہے کہ انگلستان کی بھلائی میں ہماری بھلائی ہے۔ کیونکہ رؤیا میں مَیں نے جب بھی انگلستان کو مشکلات میں مبتلا دیکھا ہے۔ میں نے یہی کوشش کی ہے کہ انگریزوں کے علاقہ میں چلا جاؤں۔ پس میں سمجھتا ہوں اس قوم سے ابھی ہماری قوم کے فوائد وابستہ ہیں اور اس لحاظ سے ان کی فتح ہی ہمارے لئے مفید ہے۔ اور مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر یہ سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ تاہم ان کی کامیابی کے لئے ہم دعا ہی کرتے ہیں۔ گو یہ دعا ویسی نہیں ہو سکتی جیسی وہ دعا جس کے لئے وہ خود درخواست کریں۔ کیونکہ موجودہ صورت تو ایسی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گویا انہیں ہماری دعاؤں کی احتیاج نہیں۔ لیکن اگر وہ توحید کا اقرار کر کے ہم سے دعا کی درخواست کریں تو پھر وہ دعا ایسی ہوگی جیسے دعائے مباہلہ ہوتی ہے اور جو سیدھی اپنے نشانہ پر پہنچتی ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو یقیناً ان کی تکلیف کے دن دور ہو سکتے ہیں۔

میرا سفر بمبئی

غیر از جماعت میں تبلیغ احمدیت

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب تو مسلم صاحب مجبور ہو کر مسئلہ نبوت کے متعلق گفتگو کرنے لگے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

مسلم۔ مرزا صاحب نے حضرت مسیح پر ہر شان میں فضیلت کا دعوےٰ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اوائل میں تو میں اپنی فضیلت کو جزوی فضیلت قرار دیتا رہا۔ لیکن بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا۔

عمر الدین۔ "حقیقت الوحی" کی جس عبارت کو پڑھکر اعتراض کیا گیا ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ ہر شان میں مسیح موعود کو مسیح ناصری پر فضیلت ہے۔ پھر اس عبارت کی رو سے کلی فضیلت کا دعویٰ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ "تمام شان میں فضیلت" اور "ہر شان میں فضیلت" میں بہت فرق ہے۔ "تمام شان" کا لفظ تو محض باعتبار خلافت محمدیہ کے یا کارناموں کے لحاظ سے لکھا گیا ہے جیسا کہ تمام شان کی تفصیل مندرجہ حقیقۃ الوحی سے ظاہر ہے۔ اس سے کلی فضیلت نہیں نکل سکتی یہی وجہ ہے کہ مسلم صاحب نے پڑھا تو تمام شان میں فضیلت کا حوالہ اور استدلال کے وقت ہر شان میں فضیلت کہنے لگ گئے۔

اوائل سے مراد وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت مرزا صاحب قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور وہی آکر اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ثابت کریں گے۔ جیسا کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اس زمانہ میں آپ کو اپنی فضیلت کی نسبت الہامات ہوتے تھے۔ مگر آپ یہی فرماتے تھے کہ مجھ کو اس مسیح نبی اللہ سے کیا نسبت۔ مجھے تو غربت اور مسکنت کے ساتھ جمالی رنگ میں خدمت اسلام کے کام میں اس مسیح سے مشابہت دیگئی ہے۔ ورنہ خدمت اسلام کا اصل کام جو لیظہرہ علی الدین کلہ ہے وہ مسیح ہی آکر کریں گے۔ لیکن جونہی خدا تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا کہ وہ مسیح ناصری تو فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح آپ ہی ہیں تو آپ نے ازالہ اوہام میں اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا اور فرمایا۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم

عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

پس اوائل کے بعد آپ جس عقیدہ پر قائم نہیں رہے وہ محض یہ ہے کہ پہلے آپ اپنی نسبت مسیح ناصری کے ساتھ بہت ادنیٰ بیان فرماتے تھے۔ لیکن جب مسیح موعود ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس مسیح کو میرے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی خلافت و نیابت کا وارث ہونے کے اعتبار سے میرا کام کل روئے زمین کے رہنے والوں کے متعلق ہے اور مسیح ناصری تو صرف موسےٰ کے خلیفہ تھے جن کا کام صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں تک محدود تھا۔

رہا یہ لکھنا کہ "صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا"۔ اس سے بھی نبوت کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ کیونکہ اول تو نبی ہونے میں اور نبی کا خطاب پانے میں فرق ہے۔ لیکن اگر اس امر کو نظر انداز بھی کر دیں۔ تو بھی جہاں یہ صریح خطاب لکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی لکھا:۔

"مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"

اور پھر اس پر بھی حاشیہ لکھا ہے کہ:۔

"بہت سے لوگ نبی کا نام سُن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے نبیوں کو براہ راست خدا کی طرف سے ملی تھی۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں میری نبوت اصلی نبوت نہیں۔ محمدی نبوت کا ظل ہے۔"

اب اس تفصیل کی موجودگی میں نبی کا نام پانے کے صرف اور صرف یہی معنی ہیں کہ بطور مجاز یہ نام آپ کو دیا گیا ہے ورنہ آپ نبی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسی حقیقۃ الوحی میں بالصراحت لکھا ہے کہ:۔

"سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ"

پس مجازی طور پر نبی کا نام پانا صحیح ہے نبی نہیں بنا دیتا اور مجازی نبوت کو اگر آپ نبوت کہو گے تو پھر آپ لوگوں کو بڑی مشکل ہو گی۔ کیونکہ قرآن مجید میں بھی بہت جگہ مجاز کا استعمال موجود ہے۔ مثلاً آنحضرت صلعم کی بیویوں کو ہماری مائیں کہا ہے حالانکہ ماں کی تعریف قرآن مجید میں یہ ہے کہ کسی کی ماں وہ ہے جس نے اسے جنا ہے۔

مسلم۔ تمام اور کل میں کیا فرق ہے۔ اگر تمام و کل ہم معنی ہے تو تمام شان میں فضیلت اور کلی فضیلت میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟

عمر الدین۔ تمام اور کل تو مترادف ہے۔ لیکن تمام شان میں فضیلت اور کلی فضیلت میں فرق ہے۔ کلی فضیلت تو یہ ہے کہ ہر شان میں یا تمام شانوں میں فضیلت ہو۔ لیکن "تمام شان" "ہر شان" اور "تمام شانوں" کے مترادف نہیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کا تمام شان میں فضیلت کا دعویٰ صرف نیابت محمدی کے اعتبار سے ہے جس کے ساتھ عظیم الشان کارنامے لازمی ہیں اور یہ جزوی فضیلت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جون ۱۹۰۲ء میں ریویو آف ریلیجنز میں مسیح موعود کی شان پر لکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب نے اس تمام شان کی فضیلت کو جزوی فضیلت صراحتاً لکھا ہے۔

مسلم (اپنے دوسرے گیلانی مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر) کیا یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ غیر نبی کو ایک نبی پر جزوی فضیلت بھی ہو سکتی ہے۔

عمر الدین۔ قرآن مجید میں خضر و موسےٰ کا واقعہ مندرج ہے۔ جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خضر جو غیر نبی تھے حضرت موسیٰ پر جزوی فضیلت رکھتے تھے۔

گیلانی۔ یہ خضر تو نبی تھے جیسا کہ بعض مفسروں نے لکھا ہے اس لئے آپ کوئی اور مثال دیں۔

عمر الدین۔ خضر نے جو کام کئے وہ اس امر پر دال ہیں کہ وہ نبی نہ تھے اور اکثر اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے اور حدیث میں ہے کہ موسےٰ نے خضر سے کہا کہ جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ تجھے نہیں دیا گیا۔ جس کے یہی معنی ہیں کہ وہ نبی نہ تھے۔ مجھے اس وقت اس مثال سے بڑھ کر اور کوئی مثال معلوم نہیں ہے۔

یہ خلاصہ اس بحث کا ہے ورنہ یہ بحث بہت دیر تک ہوتی رہی اور ایک ایک سوال و جواب کئی کئی مرتبہ مختلف پیرایوں میں زیر بحث آتا رہا۔ لیکن مفہوم یہی رہا۔

چونکہ جن سیٹھ صاحب کے ہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بڑا مانتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لئے میں نے انہیں جزوی فضیلت کا مسئلہ سمجھانے کے لئے مندرجہ ذیل واقعہ پیش کیا۔

حضرت پیران پیر اور خضر علیہ السلام

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو ولایت محمدی کی خلعت سے سرفراز فرمایا گیا تو ابو العباس حضرت خضر علیہ السلام میرا امتحان لینے کے لئے آئے تو میں نے کہا کہ اے خضر تو نے موسےٰ کو کہا تھا کہ لن تستطیع معی صبرا۔ یعنی اے موسیٰ تو میرے ساتھ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ تو ان عجیب و غریب حالات کو جو واقعہ ہونے والے ہیں دیکھ کر صبر نہیں کر سکیگا۔ مگر اے خضر تجھے میں کہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ نہیں چل سکتا۔ کیونکہ تو صبر نہیں رکھ سکیگا اور اگر تجھے تاب مقابلہ ہے تو میدان میں آجاؤ۔

ہمیں گو است و ہمیں میدان

میرا گھوڑا زین کسا ہوا ہے اور میری تلوار چمکنے والی ہے۔ تم بھی تیار ہو جاؤ۔

آنحضرت صلعم کے فرزند روحانی وارث اسرار ختم نبوت کی اس تقریر کو سنکر خضر خاموش رہے اور سلام کہکر رخصت ہو گئے۔

یہ واقعہ آپ کے حالات میں "قلائد الجواہر" میں مفصل درج ہے۔

اس کا جواب

اس واقعہ کا انکار اگر کوئی وہابی صفت خشک ملاں کر دے تو کر دے۔ لیکن کوئی صحیح العقیدہ مسلمان جو حضرت شیخ عبد القادر رض سے عقیدت رکھتا ہے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے سیٹھ صاحب کی توجہ بار بار اس واقعہ کی طرف پھیرائی۔ مگر غالباً ان کے علماء ان کو اس واقعہ کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ ورنہ وہ مجھے ضرور بتا دیتے۔ اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ مسلم صاحب تو رہے ایک طرف تمام مخالف مل کر بھی اس کا رد نہیں کر سکتے۔

یورپ پر اسلام کے علمی احسانات

عبدالرحمن ثالث کا عہد۔ اسلامی علم و تہذیب معراج پر

(از مولوی عبدالواجد صاحب بی۔اے)

(۴)

سپین میں کامل ۲۰ سال کی بدامنی کے بعد ایسا شخص تخت نشین ہوتا ہے جس کے متعلق ڈوزی کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ "وہ دور حاضر کا بادشاہ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے"۔ لین پول اس کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے ایک تباہ شدہ ملک کو "اس بلندی پر لاکھڑا کیا جس کا خیال وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا"۔ امیر عبدالرحمن جس نے بعد میں خلیفہ کا لقب اختیار کر لیا تھا اپنے عصر کا سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ اس کا طویل عہد حکومت یورپ کے تاریک ترین زمانہ میں اتنا روشن اور بلند ہے کہ متعصب سے متعصب مؤرخ کو بھی اس کی ذاتی لیاقت علمی قدردانی اور سیاسی قابلیت اور تدبر کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ ڈوزی اپنی تاریخ میں اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"سپین کے خاندان الیہ کے تمام بادشاہوں میں عبدالرحمن ثالث بلاشک سب سے بڑا ہے۔ اس کے کارنامے تقریباً خارق عادت ہیں۔ اس نے ملک کو فتنہ و فساد کا شکار پایا جو بغاوتوں کی وجہ سے بالکل تباہ ہو چکا تھا اور ایک سو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوگیا تھا اور جو کہ شمالی عیسائیوں کے حملوں کے لئے بالکل کھلا پڑا تھا اور اس درجہ گرا ہوا تھا کہ شاہ لیون یا افریقہ کا فاطمی خاندان اس کو اپنی سلطنتوں میں مدغم کر لیں۔ باوجود لاتعداد و دقتوں کے اس نے ملک کو بیرونی حملوں سے محفوظ کر کے اسے امن اور خوشحالی بخشی اور پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط اور مستحکم کیا۔ بیرونی ممالک میں اسے قابل تکریم و تعظیم بنایا۔ اس نے قومی خزانہ کو بالکل خالی پایا اور مالا مال چھوڑا۔ قومی خراج کا تیسرا حصہ جس کی میزان ۶۲۴۵۰۰۰ دینار تھی عام اخراجات کے لئے کافی تھا ایک ثلث محفوظ رکھا اور باقی رفاہ عام کے کاموں پر خرچ کیا۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ ۹۵۱ء میں شاہی خزانہ میں ۲۰ لاکھ دینار تھے۔ ایک سیاح جو کہ مالی معاملات میں ماہر تھا ہمیں یقین دلاتا ہے کہ عبدالرحمن اور عراق کا بادشاہ ہمدانی اس زمانہ میں دنیا کے امیر ترین شخص تھے۔ ملک کی حالت قومی خزانہ کے مطابق تھی۔ زراعت، صنعت و حرفت، تجارت اور علوم و فنون خوب ترقی پر تھے۔ بنجر بیابان جو کہ زرخیز بنا دئے گئے تھے اور ہر جگہ کاشت شدہ اراضی جن کی آبپاشی سائنٹیفک اصول پر کی جاتی تھی کو دیکھ کر سیاح کی آنکھ خیرہ ہوتی جاتی تھیں۔ دور دراز کے علاقوں میں پولیس کے ذریعہ کامل امن کے قیام کو دیکھ کر وہ حیران ہوتا اشیائے خورد و نوش کی ارزانی (لذیذ ترین میوہ کوڑیوں کے مول ملتا تھا۔ لباس کی خوبصورتی اور صفائی۔ ملک کی عام خوشحالی کہ ہر ایک شخص بلا استثنا پیدل چلنے کی بجائے خچر پر سفر کرتا تھا اس کے لئے باعث تعجب تھے۔ مختلف صنعتوں سے قرطبہ اور المیریا اور دیگر قصبات مالا مال تھے۔ تجارت اتنی ترقی پر تھی کہ ملکی آمد کا بیشتر حصہ اسی سے حاصل ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک انسپکٹر محصولات کی رپورٹ سے ظاہر ہے۔ قرطبہ اپنے ۵ لاکھ کی آبادی۔ تین ہزار مساجد، عالیشان محلات، ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات، تین سو حمام - ۲۸ نواحی دیہات کے ساتھ حشمت و شوکت میں صرف بغداد سے کم تھا۔ جس کے ساتھ اس کے باشندے اس کا مقابلہ کرنا پسند کرتے تھے۔ قرطبہ کی شہرت جرمنی تک بھی پہنچی۔ ایک سیکسن راہبہ ہراسوتھ جو اپنے زمانہ میں لاطینی نظموں اور ڈراموں کیلئے مشہور تھی اسے دنیا کا ہیرا کہا کرتی تھی۔ مقابل شہر جو عبدالرحمن نے آباد کیا تھا۔ کچھ کم قابل تعریف نہ تھا......

"عبدالرحمن کی طاقت دوسری سلطنتوں کیلئے باعث خطرہ تھی۔ ایک شاندار بیڑے کے ذریعہ بحیرہ روم کی ملکیت پر وہ افریقہ کے فاطمی خاندان کا مقابلہ کرنے لگا اور مارتینیا کی کنجی سیوٹا میں زیادہ مستحکم ہوا۔ ایک بڑی اور باضابطہ فوج نے جو شاید دنیا میں اس وقت بہترین تھی۔ اسے شمالی عیسائیوں پر تفوق دلایا۔ متکبر ترین بادشاہوں نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بیزنطینی بادشاہ جرمنی، فرانس اور اٹلی کے فرمانرواؤں نے اس کے دربار میں سفیر بھیجے۔

ایسے کارنامے بلاشک بہت بڑے تھے لیکن جو چیز قارئین کو نمایاں معلوم ہوتی ہے وہ عمارتیں نہ تھیں بلکہ وہ مہارت فن تھی۔ جس سے کوئی چیز نظر انداز نہیں ہوئی اور وہ بلند دماغی جس نے اسے معمولی تفصیلات اور بلند ترین تخیل کا قابل تحسین مالک بنایا۔ یہ عجیب اور لائق انسان جس نے قوم کو متحد اور اس کے ذرائع کو جمع کیا اور جس نے اپنے معاہدوں سے ایک متوازن طاقت کو قائم کیا اور جس کی رواداری کی وجہ سے اس کے دربار میں دیگر مذاہب کے آدمی آئے بمقابلہ قرون متوسطہ کے خلیفہ زمانہ حاضرہ کا قابل تقلید فرمانروا ہے"

ڈوزی نے آبادی کے اعداد و شمار میں سخت غلطی کھائی ہے۔ قرطبہ کے مکانات بجائے ایک لاکھ تیرہ ہزار کے دو لاکھ ساٹھ ہزار تین سو ستر تھے اور کل آبادی پانچ لاکھ کی بجائے دس لاکھ سے زائد تھی۔ حمام نو سو تھے۔ مساجد کی تعداد میں کچھ مبالغہ ہے غالباً ان کی تعداد ۷۰۰ سے ۹۰۰ تک تھی۔ ملک میں ۸ بڑے بڑے شہر، تین ہزار چھوٹے شہر اور قصبات اور لاتعداد دیہات تھے۔ بارہ ہزار دیہات تو صرف دریائے وادی الکبیر کے کنارے آباد تھے۔ کل ملک کی آبادی تین کروڑ سے زائد تھی۔ حالانکہ عیسائیوں کے دوبارہ فتح کرنے کے بعد سپین کی آبادی ۶۰ لاکھ تھی۔ قرطبہ کی آبادی ابتدائی انیسویں صدی کے لندن سے زائد تھی۔ اس زمانہ میں اتنی عظیم الشان آبادی کا خوشحال رہنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عربوں کا نظام حکومت اور ان کی تہذیب اور کلچر موجودہ نظام سے بدرجہا بہتر تھا۔ سپین سے مسلمانوں کے خروج کے بعد ۷ لاکھ آبادی وہاں بمشکل گذر اوقات کر سکتی تھی۔ عربوں کے عہد میں ملک کی خوشحالی کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک وزیر نے نوروز کے دن بادشاہ کو دس لاکھ پونڈ کا تحفہ پیش کیا۔ لیکن یہ دولت بادشاہ، وزرا اور امرا نے کبھی غریب طبقہ کے لوگوں پر ظلم کر کے وصول نہیں کی۔ قرطبہ میں متوسط درجہ کے لوگوں کے مکانات کی تعداد ۶۰۳۰۰ تھی۔ ۸۰۴۵۵ دکانیں اور ۴۳۰۰ منڈیاں تھیں۔ دکانوں اور منڈیوں کی تعداد سے پتہ ملتا ہے کہ تجارت کتنے عروج پر تھی۔

شہروں کی اتنی گنجان آبادی کے باوجود صحت و صفائی کا یہ حال تھا کہ ہر شہر میں نالیوں کا انتظام تھا۔ بلنسیہ کی ایک بدرو اتنی چوڑی تھی کہ اس میں ایک چھکڑا با سانی گذر سکتا تھا۔ گلی کوچوں میں باقاعدہ پکے فرش تھے اور سرکار کی طرف سے روشنی کا انتظام تھا۔ قرطبہ میں دس میل تک ایک شخص رات کے وقت چراغوں کی روشنی میں سفر کر سکتا تھا۔ عوام خود صفائی پسند تھے اور ان کے نزدیک صابن و غیرہ کی اہمیت روٹی سے زیادہ تھی۔ ڈریپر اپنی کتاب "یورپ کی دماغی ترقی" میں لکھتا ہے:-

"بہت سی آرام دہ اشیاء کیلئے ہم ان عربوں کے ممنون ہیں یہ مذہباً اتنے صاف تھے کہ ان کے لئے یورپین باشندوں کی طرح چیتھڑوں میں ملبوس رہنا جن میں بے انتہا جوئیں ہوتی تھیں اور جن سے بو آتی تھی ناممکن تھا"

بیمار اور اپاہج آدمیوں کے لئے سرکاری محتاج خانوں کا انتظام تھا۔ جہاں ان کی خبر گیری کی جاتی تھی۔ یتیم اور نادار بچوں کی تعلیم کا خرچ خلیفہ اپنے صرف خاص سے ادا کرتا تھا۔ ایسے طلبا کی تعداد کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ قرطبہ کے ایک مدرسہ میں ایسے پانچ سو طالب علم تھے جن کا خرچ خلیفہ برداشت کرتا تھا۔ سرائیں بہت عام تھیں جن میں محتاج مگر قابل طلبا رہتے تھے۔ ان سراؤں کا خرچ بیت المال سے ادا ہوتا تھا۔ کھانا و دیگر ضروریات مفت بہم پہنچائی جاتی تھیں۔ سیاحوں، سوداگروں اور زائرین کے لئے الگ سرائیں تھیں۔

تعلیمی حالت کے متعلق ایس۔ پی سکاٹ اپنی کتاب "ہسٹری آف دی مورز ان یورپ" میں لکھتا ہے:-

"قدردانی علم میں خلیفہ عبدالرحمن اپنے نامور پیشروؤں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ وہ خود بدیہہ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی رعایا میں اس فن کی بہت قدر تھی۔ ان کی قدردانی، قدر افزائی اور فیاضی نے دنیا بھر کے قابل ترین علما کو یہاں کھینچ لیا تھا۔ دارالخلافہ میں بہت سے کالج، دارالعلوم اور ترقی علم کے دیگر ذرائع بکثرت موجود تھے طبابت نے وہاں بہت ترقی کی۔ یہاں تک کہ قرطبہ کے یہودی جراح دنیا بھر میں لاثانی سمجھے جاتے تھے۔ بہت سے طبیب شاہی تنخواہ دار تھے۔ ان کی فراخ حوصلگی اور غربا پروری کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے بڑے طبیب کا دروازہ غریب سے غریب آدمی کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ وہ مفت علاج کرتے تھے۔ علم ہیئت دیکھئے بغداد کی رصدگاہوں اور قاہرہ اور دمشق کے تجربوں کی بنا پر قرطبہ میں بے مثال ترقی کی تھی۔ قصر شاہی میں، شہزادوں کے محلوں میں، امرا کے مکانات میں اور علما کے گھروں میں غرضیکہ ہر جگہ ایک متلاشی علم کو اپنے دل و دماغ کی ترقی کا پورا سامان مل جاتا تھا کیونکہ ہر مذاق کے مباحثات کی کثرت تھی۔ کہیں سائنٹیفک تحقیقات ہو رہی ہیں۔ کہیں علمی تقریریں سنی جا رہی ہیں کہیں بدیہہ گوئی کی مشق ہو رہی ہے اور کہیں شعرا آپس میں طبع آزمائیاں کر رہے ہیں۔ ہر ایک پیشہ، ہر ایک طبقہ، ہر گروہ میں کا ما حاد خوبصورت صنعتوں کا زور تھا۔ مرد و عورت علم و ادب کے شیدائی تھے اور ہر فرد اس تحصیل میں لگا ہوا تھا"

صنعتیں خوب ترقی پر تھیں۔ صرف ایک صوبہ کے تین ہزار گاؤں میں ریشم کے کیڑوں کی پرورش کا انتظام تھا۔ اشبیلیہ اور طلیطلہ کپڑا بننے میں قرطبہ سے بہت آگے تھے۔ آبپاشی وغیرہ کا یہ عالم تھا کہ اس زمانہ میں شہروں میں دھات کے نلوں کے ذریعہ سے پہاڑوں کا پانی پہنچایا جاتا تھا۔ وہ پہاڑ جو آجکل بالکل بنجر اور سنسان دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں بھی فصلوں کی کاشت ہوتی تھی۔ ملک میں ایک کروڑ

(باقی صفحہ ۹)

(بقیہ صفحہ ۲)

کو ایک غلط راستہ پر ڈال گئے۔ نعوذ باللہ من ذالک لیکن قادیانیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قائم کردہ نظام ہی صحیح ہے اور وہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔ انجمن کو حضور نے اپنا جانشین قرار دیا ہے۔ یہی جانشین رہے گی۔ جب تک کہ کوئی روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو۔ قادیان کی خود ساختہ خلافت ایک ڈھکوسلہ ہے ایک کھیل ہے۔ پس دین کو بچوں کا کھیل نہ بناؤ اور عدّاعتدال سے تجاوز نہ کرو اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرکے دین میں رخنہ نہ ڈالو۔

میں پھر عرض کرتا ہوں کہ جس قسم کی خلافت قادیانی منوانا چاہتے ہیں ایسی خلافت جماعت کے ذہن میں کبھی تھی نہ اس کا کہیں "الوصیت" میں ذکر ہے۔ حضرت مولوی نورالدین اعظمؓ کو جو امیر تسلیم کیا۔ بقول حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ "یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ روحانی تعلق بڑھانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح جیسے پاک وجود کی اعانت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اور آپ کے علم و فضل کے آگے سر نیچا کرنے کیلئے تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ مرید اپنے آپ کو مرشد کے سامنے بے جان کی طرح ڈال دے اور اپنی جملہ خواہشات کو اس کے سپرد کر دے" اس عبارت کو الفضل میں نقل کرکے لکھا ہے کہ:۔

"مولوی صاحب نے اپنے آپ کو خلیفہ کے سامنے سر نیچا کرنے والا اور بے جان کی طرح ڈال دینے والا اور جملہ خواہشات کو اس کے سپرد کرکے خلافت کی ضرورت حقہ کا اظہار کیا ہے" (الفضل ۳۰ر مئی ۱۹۴۰ء)

لیکن دریافت طلب تو یہ امر ہے کہ اس عبارت سے یہ کہاں ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ لکھا ہے کہ حضرت مولوی نورالدین اعظمؓ کی خلافت آیت استخلاف کے ماتحت تھی یا مطابق رسالہ الوصیت تھی یا ان کی بیعت نہ کرنے والا فاسق تھا۔ اگر ان تینوں امور کا ذکر مندرجہ بالا تحریر میں نہیں تو پھر یہ کہنا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے "خلافت کی ضرورت حقہ کا اظہار کیا ہے" انتہائی غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟

آخر پر انوار احمد صاحب حضرت مولوی نورالدین اعظمؓ کی تقریروں سے قطع و برید کرکے چند فقرات نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

"ان ارشادات سے صاف معلوم ہوگیا کہ آنے والا خلیفہ کسی کی کوششوں کا رہین منت نہیں ہوگا۔ بلکہ خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا"

میں پوچھتا ہوں کہ اگر آنے والے خلیفہ کو خدا نے آپ کھڑا کرنا تھا اور کسی کی کوششوں کا اسے رہین منت نہیں ہونا تھا تو میاں صاحب کو یہ دھڑکا کیوں لگا کہ آپ کی "خلافت" چند لوگوں کے رحم پر تھی... جن کی جنبش قلم مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل سکتی تھی اور قادیان مثل لاہور بن سکتا تھا اور پھر وہ ریزولیوشن کیوں پاس کیا گیا کہ جس طرح خلیفہ کہے گا مجلس مانے گی۔ اگر میاں صاحب واقعی خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ہوتے تو یہ خطرات بھی نہ ہوتے۔ ان خطرات کا ہونا اور اس خلافت کو ریزولیوشنوں سے مضبوط کرنا قطعی دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ یہ خدا کی مقرر کردہ خلافت نہیں۔ بلکہ یہ انسانوں کی رہین منت ہے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا نتیجہ۔ اگر قادیانیوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی ذرہ بھر بھی عزت ہے تو ان کی مندرجہ ذیل تحریر پر غور کریں اور آئندہ ایک غیر مامور کی نقلیوں کو ایک مامور من اللہ کے حقائق پر ترجیح نہ دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ . . . . اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"

(دستخط) مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

نقل کردہ عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد سلسلہ کا نظام ایک انجمن کے سپرد کیا ہے نہ کہ ایک فرد واحد کے۔ اور صاف طور پر فرما دیا کہ "ہر ایک امر میں انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ میاں صاحب نے ایک پوزیشن حاصل کرنے کی خاطر اس خدا کے مامور کے مقرر کردہ نظام کو بدل ڈالا اور ایک مدعیٰ خلافت کو قائم کر دیا۔ سمجھ نہیں آتا کہ یہ لوگ کس منہ سے کہتے پھرتے ہیں کہ:۔

"ہم جب خلافت پر زور دیتے ہیں تو اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کے حکم، حضرت مسیح موعود کے منشا اور حضرت نورالدین اعظمؓ کے ارشاد اور رسالہ الوصیت کے مطابق ہے" (الفضل ۳۰ر مئی ۱۹۴۰ء)

خدا نے کسی کو حکم نہیں دیا اور کبھی نہیں فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفا ہوں گے۔ بلکہ آیت استخلاف حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ انہی کے خلیفے بادشاہت یا ماموریت کے رنگ میں ہوں گے۔ جو کچھ حضرت مسیح موعود کا منشا تھا۔ وہ میں نے حضرت صاحب کی عبارت سے واضح کر دکھایا ہے۔ پس حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "آج یہ خلافت جس پر اس قدر زور دیا جاتا ہے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ ساری الوصیت پڑھ جاؤ کہیں خلافت کا ذکر تک نہیں ملے گا۔ لیکن آج سارا زور ہی خلافت پر ہے سب کچھ خلیفہ ہی خلیفہ ہے" عین حقائق پر مبنی ہے جس کی تردید قادیانیوں سے تا قیامت نہیں ہو سکتی۔

لاہور میں خاکساروں کے بڑے مقدمے کی سماعت جاری ہے۔ اس میں ۱۶۱ خاکساروں کے خلاف قتل اور اقدام قتل وغیرہ کا الزام ہے۔ آجکل استغاثہ کی شہادتیں ہو رہی ہیں۔

—— لاہور ۱۹ر جون۔ آج لاہور میں پہلی بار فضائی حملہ کے خطرہ کے سلسلہ میں "چراغ گل" یعنی بلیک آؤٹ کی مشق کی گئی۔ عوام نے پوری طرح تعاون کیا اور یہ پہلا تجربہ نہایت کامیاب رہا۔

—— مدراس ۱۹ر جون۔ آغا غضنفر علی شاہ ایڈووکیٹ بلند شہر نے ویلور سنٹرل جیل میں علامہ مشرقی سے ملاقات کی۔ نمائندہ پریس کے سوال پر آپ نے کہا کہ میں اس وقت تک کوئی بیان نہیں دے سکتا جب تک وزیر اعظم پنجاب سے ملاقات نہ کر لوں۔ البتہ آپ نے اس امید کا اظہار کیا کہ حکومت اور خاکساروں میں سمجھوتہ ہو جائے گا۔

—— لندن ۱۵ر جون۔ معلوم ہوا ہے کہ رائل ایئر فورس کے طیاروں نے کل رات جرمنی کے بہت سے مقامات پر پرواز کی اور بم گرائے ہیمبرگ اور کولون پر بھی حملے کئے۔ جس سے دشمن کو کافی نقصان پہنچا اور اس کے تیل کے بہت بڑے ذخیرے تباہ ہو گئے۔

—— لاہور ۱۹ر جون۔ لاہور میں خاکساروں کے مظاہرے جاری ہیں۔ آج مقامی پولیس نے شاہی قلعہ کی دیوار کے ساتھ سکھوں کے گوردوارے کے قریب مارچ کرتے ہوئے پانچ خاکساروں کو گرفتار کیا۔ اس ہفتہ پانچ خاکسار عورتیں بھی مظاہرہ کرتی ہوئی گرفتار ہوئیں۔

—— قاہرہ ۱۸ر جون۔ آج پھر مصر کے دو شہروں پر بمباری کی گئی۔ اطلاع ملی ہے کہ اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

(۲۰ر جون تک موصول شدہ)

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

—— لندن ۱۷ر جون۔ فرانس کی وزارت مستعفی ہو گئی ہے موسیو رینو کی جگہ مارشل پیتاں نے نئی وزارت قائم کی ہے۔ اس وزارت نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صدر فرانس کی اجازت سے جرمنی سے صلح کی درخواست کی۔ درخواست صلح اور جنگ کے خاتمہ کے اعلان کے باوجود ابھی تک فریقین میں لڑائیوں کی خبریں آ رہی ہیں۔ آج صبح جرمنوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کی فوجیں بیزنسون کے پیچھے سوئٹزرلینڈ کی سرحد تک پھیل گئی ہیں۔

—— لندن ۱۷ر جون۔ جرمنی کے سابق برطانوی سفیر سر ہنڈرسن نے ایک تقریر میں اعلان کیا ہے کہ جرمنی کی طرف سے جون کے اواخر یا جولائی کے دوران میں انگلستان پر حملہ ہوگا۔ کیونکہ برطانیہ کی فتح کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔

—— لندن ۱۸ر جون۔ برلن ریڈیو کا اعلان مظہر ہے کہ میونخ کے ریلوے اسٹیشن پر ہٹلر اور مسولینی کی ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ ہر فان ربن ٹراپ اور کاؤنٹ چیانو بھی ہیں۔ اس ملاقات میں فرانس کی درخواست صلح پر غور کیا گیا۔

—— لندن ۱۸ر جون۔ برلن ریڈیو نے آج صبح اعلان کر دیا ہے کہ جرمنی اسی شرط پر صلح کر سکتا ہے کہ فرانس پوری طرح ہتھیار ڈال دے۔

—— دوسری طرف فرانس سے اعلان کیا گیا ہے کہ فرانس نے دشمن کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے اور نہ لڑائی بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ مارشل پیتاں نے تو حکومت جرمنی سے صرف یہ دریافت کیا ہے کہ وہ کن شرائط پر عارضی صلح کے لئے تیار ہے۔ جب تک سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ لڑائی بند نہیں ہوگی۔ اور فرانس کسی ذلت آمیز شرط پر ہتھیار نہیں ڈالے گا۔

—— لندن ۱۸ر جون۔ آج دارالعوام میں مسٹر چرچل وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ فرانس کی جنگ ختم ہو گئی لیکن برطانیہ آخری دم تک جنگ جاری رکھیگا اور اپنے تمام حلیفوں یعنی چیکوں، پولوں، ناروے اور بلجیم کے لوگوں کو آزاد کرا کے دم لیگا۔

—— آپ نے برطانیہ کی دفاعی تیاریوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہماری تیاریوں کو مکمل کرنے کیلئے امریکہ سے ہر قسم کا سامان جنگ آئے گا اور مستعمرات سے آدمی آئیں گے۔

—— لندن ۱۹ر جون۔ ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ حکومت جرمنی نے فرانسیسی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے ایسے نمائندے مقرر کر دے جنہیں سمجھوتہ کرنے کے پورے اختیارات ہوں۔ اس کے بعد صلح پر آمادگی اور ملاقات کی جگہ اور وقت بتایا جائے گا۔

—— جرمنی کے اس مطالبہ پر فرانس کی مجلس وزراء نے غور کیا معلوم ہوا ہے کہ حکومت فرانس نے اپنے با اختیار نمائندے منتخب کر دیئے ہیں لیکن ابھی تک ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔

—— لندن ۱۹ر جون۔ اس کے ساتھ ہی فرانس سے بدستور اعلان ہو رہا ہے کہ جنگ جاری رکھی جائے گی۔ تا آنکہ آبرو مندانہ شرائط پر صلح نہیں ہو جاتی۔ آج کے فرانسیسی اعلان میں بتایا گیا ہے کہ دشمن کے حملے بدستور جاری ہیں۔ لیکن اسے خاص کامیابیاں حاصل نہیں ہوئیں۔

—— لندن ۱۹ر جون۔ کل رات جنوب مشرقی انگلستان کے کئی اضلاع پر جرمن طیاروں نے بمباری کی۔ دشمن کے سات جہاز گرا لئے گئے۔ چند شہری ہلاک و زخمی ہوئے۔

(عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد انعام الحق ... پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تثلیث پرستوں کی ہدایت کیلئے دعا اور تڑپ

چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہوں اسلئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اسقدر صدمہ پہنچاتا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھکر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبیؐ پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہ راست لیکر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک ہو جاؤں اور پھر اس کے ساتھ یہ وقت بھی کہ رسمی مباحثات ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتے اور پرانے مشرکانہ خیالات اس قدر دل پر غالب آگئے ہیں کہ ہیئت اور فلسفہ اور طبعی پڑھ کر ڈوبے بیٹھے ہیں اور ان کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اسّی برس بڈھا ہندو ہر چند دل میں تو خوب جانتا ہے کہ گنگا صرف ایک پانی ہے جو کسی کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ضرر کر سکتا ہے۔ تب بھی وہ اس بات کے کہنے سے باز نہیں آتا کہ گنگا مائی میں بڑی بڑی ست اور طاقتیں ہیں اور اس پر دلیل پوچھی جائے تو کوئی بھی دلیل بیان نہیں کر سکتا تاہم منہ سے یہ کہتا ہے کہ اس کی تسلی کی دلیل میرے دل میں ہے جس کے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے مگر وہ کیا دلیل ہے صرف پرانے خیالات جو دل میں جمے ہوئے ہیں یہی حالات ان لوگوں کے ہیں۔

.... ایک زمانہ گزر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کریں اور تثلیث کے عقیدہ سے توبہ کریں۔ چنانچہ ان دعاؤں کا اثر یہ ہوا ہے کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے بلکہ صلیب سے نجات پا کر اور پھر مرہم عیسیٰ سے صلیبی زخموں سے شفا حاصل کر کے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہ نعمان میں گئے اور اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو اب تک موجود ہے اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں گئے اور ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی عمر پا کر کشمیر میں ہی فوت ہو گئے۔

(اشتہار الانصار ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ۲۱ جون کو ہفتہ عشرہ کے لئے کد کشمیر تشریف لے گئے ہیں تا حال ان کا مزاج ناساز ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔ ۲۱ جون کو نماز جمعہ حضرت موصوف ہی نے پڑھائی۔

— **اعلان بیعت**) جناب غلام مرتضیٰ صاحب سب انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز رنبیر سنگھ پورہ جموں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

— جناب سید تصدق حسین صاحب قادری ہو۔ ۔ بغداد کے تازہ خط سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزیز بی اے۔ آر سلیمان صاحب قیصرہ کے گھر بچی عطا فرمائی ہے خداوند کریم اسے صحت و مسرت کے ساتھ عمر دراز دے اور خادمہ دین بنائے۔ دلی مبارکباد قبول ہو۔

— سید صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ جناب عبد الصمد صاحب برقی نے کرکوک میں کتب سلسلہ کا درس شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو کامیاب و بابرکت بنائے۔

— عراق کے بعض دوستوں اور خواتین کی علالت کی خبر موصول ہوئی ہے۔

(۱) مئی کے آخری ہفتہ میں ہمارے محترم مجاہد سید تصدق حسین صاحب قادری بیمار رہے، اب افاقہ ہے۔

(۲) جناب عبد الصمد صاحب برقی کی اہلیہ محترمہ بیمار ہیں۔

(۳) جناب اسماعیل محمود صاحب کا بڑا صاحبزادہ حمید علیل ہے۔

(۴) جناب عبد الرحمان صاحب انصاری اور انکی اہلیہ محترمہ بھی علیل ہیں۔

— ٹاٹا نگر سے جناب بابو علم الدین صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کی علالت کی خبر موصول ہے۔

— قاضی عبد الرحمان صاحب جتوئی ضلع مظفر گڑھ عرصہ دراز سے بیمار ہیں۔

— جناب ایم اے رحمان صاحب ایم لیڈ گذشتہ دنوں۔۔ بعارضہ اختلاج و تپ محرقہ شدید بیمار رہے اب افاقہ ہے لیکن کمزوری بے حد ہے، اختلاج بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔

ان تمام اصحاب و خواتین کے لئے درد دل سے دعائے صحت کیجائے

— مینجر صاحب پیغام صلح درخواست کرتے ہیں کہ جن دوستوں کا چندہ اخبار ماہ جولائی میں ختم ہونا ہے یا اس سے پہلے ختم ہو چکا ہے وہ از راہ کرم بہت جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔

خاتم النبیین کے غلط معنوں کا نتیجہ

جناب میاں محمود احمد صاحب نبی نہیں مگر خاتم النبیین ہیں

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

۱۲ جون ۱۹۵۲ء کے "پیغام صلح" میں ایک مضمون میں ضمناً میری قلم سے یہ بات نکل گئی تھی کہ خاتم النبیین کے جو معنی میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مرید کرتے ہیں۔ اس کے رو سے میاں محمود احمد صاحب باوجود اس بات کے کہ ان کا دعویٰ نبوت کا نہیں ہے لازمی طور پر خاتم النبیین بن جاتے ہیں۔ اس پر کسی دوست نے مزید تشریح پوچھی ہے۔ واضح ہو کہ عربی لغت میں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور تمام مسلمانوں اور لاہوری احمدیوں کا عقیدہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق یہی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور نیز یہ کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے اور آپ کے ذریعہ دین اور شریعت کامل ہو چکی۔ اس لئے آپ کے بعد کسی نبوت کی ضرورت باقی نہیں۔ جب ایک اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ انسان کامل کا محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں نوع انسانی کی ہدایت کے لئے ظہور پکڑ چکا تو آپ کے بعد اب کسی اور نمونہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب تو اس نمونہ کی اتباع کی ضرورت ہے۔ تا انسان ان کمالات کو پا سکے جن کیلئے خالق نے اسے پیدا کیا ہے۔

خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی اپنی زبان مبارک سے جب لا نبی بعدی کر دیئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو وہ شخص مومن کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو آپ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ: فلا و ربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (النساء) ترجمہ: تیرے رب کی قسم جب تک کہ یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے حکم نہ بنا دیں اور جو کچھ تو فیصلہ کر دے اس سے کسی طرح کی تنگی ان کے نفسوں میں نہ پیدا ہو اور اس کے آگے خوشی سے سر تسلیم نہ کر دیں۔ اس وقت تک یہ مومن نہیں کہلا سکتے۔

علاوہ ازیں خود حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے کئے ہیں۔ اور "منن الرحمٰن" صفحہ ۲ پر آپ نے اپنی وحی کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں: واوحی الی ان الدین ھو الاسلام و ان الرسول ھو المصطفیٰ سید الانام فکما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ کذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ ولا شریک معہ و انہ خاتم النبیین۔ ترجمہ: اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک دین صرف اسلام ہی ہے اور رسول فقط محمد مصطفیٰ صلعم ہی ہیں۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اکیلا مستحق عبادت ہے۔ اسی طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکیلے اطاعت کے مستحق ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور کوئی آپ کے ساتھ نبوت میں شریک نہیں اور آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔

آنحضرت صلعم کے خود بیان کردہ مفہوم اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور الہام کے ذریعے تشریح کردہ معنی کے بعد خاتم النبیین سے اجرائے نبوت کا مفہوم نکالنا اور اس کے معنی یوں کرنے کہ ایسا شخص جس کی مہر سے نبی بنا کریں گے" کس قدر جرأت اور ان بزرگوں کی شان میں گستاخی ہے۔ گویا اپنا مطلب نکالنے کے لئے نہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کی کوئی پرواہ ہے اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کی کوئی عزت دلوں میں باقی ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں کہ خاتم النبیین کے معنی کرنے میں آنحضرت صلعم کے فیصلہ کو رد کر دیا اور حضرت مسیح موعود کے الہام اور تحریروں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ بلکہ ناحق کی ہیکڑی بازی کے ساتھ لاہوری احمدیوں کو اس امر میں وقتاً فوقتاً چیلنج بھی کرتے رہتے ہیں۔ جن کا دندان شکن جواب ہمیشہ دیا جاتا رہا ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو ان لوگوں کا یہ چیلنج لاہوری احمدیوں کی آڑ میں خود حضرت نبی کریم صلعم کو چیلنج ہے۔ جنہوں نے سب سے پہلے خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی کے کئے تھے کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ پس پردہ آنحضرت صلعم کو چیلنج کر رہے ہیں کہ آپ نے جو خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی کر دیئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو زبان عربی کے ادب اور لغت کی خبر نہیں۔ ورنہ اگر خبر ہوتی تو آپ خاتم النبیین کے معنی کبھی لا نبی بعدی نہ کرتے۔

اسی طرح ان کا چیلنج خود حضرت مسیح موعودؑ کو بھی ہے کہ افسوس ہے کہ باوجود آپ کی دشمن کے بالمقابل عربی میں تصنیف کرنے کی اس قدر تحدیوں کے عربی ادب اور لغت کی خبر نہ آپ کو ہے اور نہ آپ کے خدا کو ہے۔ جو آپ کو خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدہ ولا شریک معہ الہام کرتا رہتا ہے۔ اگر خبر ہوتی تو وہ ایسا الہام آپ کو ہرگز نہ کرتا۔ یہ خبر تو صرف ہمارے "خلیفہ" میاں محمود احمد صاحب اور ان کے حاشیہ نشینوں کو ہے۔ جنہوں نے بڑے زور سے یہ معنی ڈھونڈ نکالے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں "ایسا شخص جس کی مہر سے نبی بنا کریں گے"۔

اب آؤ ذرا ان معنوں پر غور کریں جو جناب میاں محمود احمد صاحب نے خاتم النبیین کے اختراع کئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مہر سے نبی بنانے والے کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ اس کے پاس کوئی لوہے یا ربڑ کی مہر ہوگی جس کے لگا دینے سے انسان نبی بن جاتا ہے۔ بلکہ اس کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ "اپنے اتباع کی مہر سے نبی بنانے والا"۔ یعنی کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ جب تک وہ خاتم النبیین کی اتباع نہ کرے اب محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین تھے۔ اس لئے آپ کی اتباع کی مہر سے حضرت مسیح موعود بزعم ایشاں نبی بن گئے۔ لیکن اب آئندہ کیا ہوگا؟ یہ ایک سوال ہے جو قابل حل ہے۔

نبوت تو جاری ہے۔ اب آئندہ جو نبی بنیں گے تو کیا وہ حضرت مسیح موعود کی اتباع کے بغیر نبی بن سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ انہوں نے نبی کیا بننا ہے۔ وہ تو مسلمان بھی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جب تک حضرت مسیح موعود کی اتباع کی مہر نہ ہو کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ اس لئے اب خاتم النبیین حضرت مسیح موعود ہوئے۔ حضرت نبی کریم صلعم تو خاتم النبیین نہ رہے۔ کیونکہ محض ان کی اتباع سے کوئی شخص نبی کیا مسلمان بھی نہیں بن سکتا۔ بہت اچھا تو خاتم النبیین حضرت مسیح موعود ہوئے جن کی اتباع کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ آپ کے بعد کیا کوئی احمدی میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی کی اتباع کے بغیر نبی بن سکتا ہے؟ یہ سوال جناب میاں محمود احمد صاحب سے دریافت کر لو۔ بلکہ کسی راہ چلتے محمودی سے پوچھ دیکھو کہ آیا کوئی احمدی بغیر بیعت جناب میاں محمود احمد صاحب کے یا دوسرے لفظوں میں کوئی "غیر مبائع" نبی بن سکتا ہے۔ فوراً جواب ملیگا "ہرگز نہیں۔ جو میاں محمود احمد صاحب کی بیعت نہیں کرتا۔ وہ فاسق اور ابلیس ہے۔ اس نے نبی کیا بننا ہے"۔ تو اب یہ ثابت ہوا کہ محض مسیح موعود کی اتباع کسی کو نبی نہیں بنا سکتی۔ بلکہ نبی بننے کیلئے ضروری ہے کہ اس پر میاں محمود احمد صاحب کی اتباع کی مہر لگی ہوئی ہو۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ میاں محمود احمد صاحب اب خاتم النبیین ہیں جن کی اتباع کی مہر سے اب نبی بنا کریں گے۔ کس قدر پر لطف بات ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کا دعویٰ تو نبوت کا نہیں لیکن وہ خاتم النبیین ضرور ہیں۔ کیونکہ ان کی اتباع کی مہر کے بغیر اب کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ اور اگر خلافت کا یہی ڈھونگ قائم رہا۔ تو آئندہ جو بھی "خلفا" اس ملت محمودیہ میں ہوں گے۔ وہ خود چاہے نبی نہ ہوں مگر خاتم النبیین ضرور ہوں گے۔ کیونکہ ان کی اتباع کے بغیر کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔

میں نے آئندہ کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے قبل تو کوئی ایسا خلیفہ اسلام میں نہیں ہوا جس کی اتباع کے بغیر انسان نبی نہ بن سکے۔ چنانچہ دیکھو حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے کسی خلیفہ کی بیعت نہیں کی۔ اور آپ نبی بن گئے۔ بلکہ بعض صوفی منش لوگوں نے اس پر اعتراض بھی کیا کہ حضرت مرزا صاحب کس طرح مقرب الٰہی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ان کا کوئی مرشد ہی نہیں جس کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی ہو۔ تو ہم نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ یہ کوئی ضروری بات نہیں۔ خدا کا مقرب بننے کے لئے اللہ اور رسول کی اطاعت کافی ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ سے پہلے اسلام میں کوئی ایسا خلیفہ نہیں ہوا جس کی اتباع کی مہر کے بغیر انسان نبی نہ بن سکے صرف آنحضرت صلعم ہی خاتم النبیین تھے۔ ہاں محمودی معنوں کے رو سے حضرت مسیح موعودؑ اب خاتم النبیین بن گئے۔ مگر بقول محمودی صاحبان وہ خود نبی تھے۔ اس لئے ان کے لئے خاتم النبیین کوئی اب ظہور والا خطاب نظر نہیں آتا۔ لیکن انسان کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ خاتم النبیین کے ان معنوں کے رو سے خود میاں محمود احمد صاحب بھی خاتم النبیین ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی اتباع کی مہر کے بغیر اب کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ کیا مزہ ہے کہ خود بدولت کا دعویٰ نبی ہونے کا نہیں ہے۔ مگر نبی گر یعنی خاتم النبیین ضرور ہیں۔ اور اب یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل ملت محمودیہ میں جو بھی خلیفہ آئے گا۔ وہ نبی ہو یا نہ ہو نبی گر یعنی خاتم النبیین ضرور ہوگا کیونکہ ان خلیفوں کی اتباع کی مہر کے بغیر کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

یہ لغویت خاتم النبیین کے غلط معنی کرنے کا نتیجہ ہے۔ کاش کوئی سمجھے!

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۱۹ ر جمادی الاول ۱۳۵۹ہجری | نمبر ۳۸

جناب خلیفہ صاحب قادیان اور موجودہ جنگ

موجودہ جنگ کا باعث جناب میاں صاحب کی دعائیں اور بددعائیں نہیں ہیں

پچھلے دنوں جناب میاں صاحب نے ایک تقریر میں موجودہ جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:-

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں برطانیہ پر جو ابتلا آیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق چاہے ہنسیں چاہے ٹھٹھا اور مذاق کریں، چاہے ہمیں پاگل اور مجنون سمجھیں حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء میں ہمارے دلوں سے ملند ہوئیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب موجودہ جنگ کو اپنی آہوں اور بددعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یعنی اگر خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت بددعا نہ کرتی تو آج برطانیہ پر ابتلا نہ آتا۔ اور موجودہ جنگ ہی برپا نہ ہوتی اور ہٹلر کی خون آشامیوں سے آج لاکھوں انسان جو موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں نہ اترتے لیکن ہمیں جناب خلیفہ صاحب کے اس فلسفہ بددعا سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ جناب خلیفہ صاحب کے اپنے بیان سے ظاہر ہوتا ہے اور حالات بھی اس امر کے شاہد ہیں کہ جو کچھ ان مذکورہ بالا سالوں میں جناب خلیفہ صاحب اور ان کے نظام کے ساتھ ہوا تو وہ بعض مقامی افسروں نے کیا تھا۔ لیکن ان مقامی افسروں کے عتاب اور درشتی کا نتیجہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تمام حکومت برطانیہ کو خون اور آگ کی کھولتی اور دہکتی ہوئی بھٹی میں جھونک دیا جائے۔ قصور تو ہو دو چار افسروں کا۔ لیکن مکافات اور سزا محیط ہو تمام قوم اور سلطنت پر۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اسے عقل انسانی باور نہیں کرتی۔ اس سے خداوند تعالیٰ کے معیار عدل اور قانون مکافات پر حرف آتا ہے۔ لیکن بددعا اور عذاب کے اس بین فرق کا جناب میاں صاحب کو خود بھی احساس ہے چنانچہ کہتے ہیں:-

"ہماری جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر جو بددعائیں کی گئی تھیں، وہ ضرورت سے زیادہ تھیں اور اس میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بددعائیں کم ہوتیں تو عذاب بھی کم نازل ہوتا یعنی موجودہ جنگ کی تباہ کاریوں کی علت غائی صرف وہ بددعائیں ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ جس کی مشیت اور حکمت ذرہ سے لیکر آفتاب تک حاوی ہے اس میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ وہ بددعا اور عذاب میں توازن قائم رکھ سکے؟

یہ عالمگیر جنگ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ انسانی میں ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ اسے جناب خلیفہ صاحب کی دعاؤں اور بددعاؤں سے کیا تعلق۔ اس کی حقیقی وجہ تو یورپ کے وہ نظامات ہیں جو رنگ و نسل اور مادیت کے اصولوں پر قائم ہیں۔ اس خود غرضی امتیاز اور دعوت بندیوں نے مغرب کی سفید فام قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے متصادم کیا ہے۔ مختلف سیاسی، معاشی اور تمدنی منظمات حربی نظام حیات میں آتشیں لاوا کی طرح کھول رہی تھیں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ آتشیں لاوا پھوٹ کر موجودہ جنگ کی صورت اختیار کر گیا اور یورپ کے اندر اتنی روحانی اور اخلاقی قوت موجود نہ تھی کہ وہ اس جنگ کی روک تھام کر سکے۔ اس لئے جنگ ناگزیر ہو گئی۔ ورنہ اگر مغرب کے اصول حیات میں یہ بے اعتدالیاں اور خود غرضیاں نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مکافات کے طور پر یہ آگ اور خون کا عذاب بھی نازل نہ کرتا۔ اور یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ ایسا تاریخ انسانی میں متعدد دفعہ ہو چکا ہے۔ وہ قومیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں تسلط اور حکمرانی دی جاتی ہے۔ ان کے اعمال اگر بالیہ اخلاق سے گر جائیں۔ اور ان کے اندر وہ خصوصیات باقی نہ رہیں جن کی وجہ سے انہیں یہ فوقیت دی گئی تھی۔ تو خدا تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے اور انہیں صفحہ ہستی سے ناپید کر دیتا ہے اور ان کی جگہ ایک اور قوم پیدا کر دی جاتی ہے۔ جو دنیا میں معیار عدل قائم کرے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:-

الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن مکنٰھم فی الارض ما لم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا وجعلنا الانھر تجری من تحتھم فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم قرنا اٰخرین۔

ترجمہ:- کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ کس قدر ان سے پہلے ہم نے قومیں ہلاک کر دیں۔ جن کو ہم نے زمین میں وہ طاقت دی تھی جو طاقت تم کو نہیں دی۔ اور ہم نے ان پر زور سے مینہ برساتا ہوا بادل بھیجا اور نہریں بنا دیں جو ان کے نیچے بہتی تھیں۔ پھر ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ اور ان کے پیچھے دوسری نسل پیدا کر دی۔

سو یہ موجودہ جنگ میاں صاحب کی دعا یا بددعا کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کے سچے اور اٹل قوانین کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی قوم اور شخص کیلئے اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی حکمت کے شایان شان ہی نہیں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کی بددعا سے ایک بہت بڑی قوم پر عذاب نازل کر دے۔ البتہ جب دنیا میں فسق و فجور بڑھ جاتا ہے۔ روحانیت اور اخلاق مسخ ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح کیلئے ایک عظیم الشان مامور کو بھیجتا ہے اور اس مامور کے ذریعہ اقوام پر حجت پوری کی جاتی ہے۔ اگر لوگ اس مامور کی آواز پر کان نہ دھریں اور اس کی باتوں پر تمسخر کریں۔ تو پھر اس مامور کی نافرمانی کی وجہ سے بیشک عذاب نازل ہوتا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے یونہی ہوتا رہا ہے اور اس پر خداوند تعالیٰ کا رسول اور کلام شاہد ہے۔ آج بھی دنیا میں ایک عظیم الشان مجدد، محدث اور مامور آیا جس نے اسلام کی حقیقی تعلیم اور قرآنی براہین و دلائل کو دنیا کے سامنے پیش کیا اگر دنیا اسلام کو قبول نہ کرے گی تو یقیناً اس کے ساتھ وہی ہوگا جو ہونا چاہئے۔ لیکن اس میں جناب میاں صاحب کا کوئی عمل دخل نہیں۔

اس تقریر میں میاں صاحب اپنی قبولیت دعا کے متعلق یوں اظہار کرتے ہیں:-

"اور مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ لوگ یعنی انگریز سچے طور پر توجہ کریں اور مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔"

جناب میاں صاحب کو اپنی دعا کی قبولیت پر اتنا وثوق ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ اس احساس برتری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کو بالکل فراموش کر گئے ہیں۔ دنیا میں کون شخص ہے خواہ کتنا ہی خدا تعالیٰ کا مقرب ہو جو اتنے وثوق سے کہہ سکے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ ایک بزرگ اور ولی انسان اتنا تو یقین اور بصیرت کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس کی فلاں دعا قبول ہوئی اور فلاں قبول نہیں ہوئی۔ لیکن یہ وہ حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس کی فلاں دعا یقیناً قبول ہوگی۔ خدا تعالیٰ جس کی شان بہت بلند ہے اس کی غیرت کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ ایک کمزور اور مٹی کے بنے ہوئے انسان کی دعا قبول کرنے پر مجبور ہو۔ خدا تعالیٰ کی مشیت آزاد و مطلق ہے۔ چاہے تو وہ دعا کو قبول کرے اور چاہے تو اسے رد کر دے۔ اس کے ماموروں کو آج تک کبھی اتنی قطعیت کا دعویٰ نہیں ہوا۔ اور جناب میاں صاحب تو مامور بھی نہیں ہیں کہ وہ قبولیت دعا کے اس درجہ تک ہی پہنچ سکیں۔ جہاں خدا تعالیٰ کے مامور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ قبولیت دعا میں ان کی حقیقت ایک عام انسان کی حیثیت ہے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سب انسان برابر ہیں۔ اور وہ ان انسانوں میں سے جس انسان کی دعا کو چاہتا ہے قبول کرتا ہے اور جس کی دعا چاہتا ہے رد کر دیتا ہے کسی کی مجال ہے کہ اس کے سامنے اپنی مرضی چلا سکے اور دعاؤں کے متعلق تو بعض دفعہ انبیاء کو بھی تنبیہ کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام برکات الدعا کے صفحہ ۱۱ اور ۱۲ پر فرماتے ہیں:-

"بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ انی اعظک ان تکون من الجاھلین اس پر شاہد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دعا عبادت ہوتی تو حضرت نوح علیہ السلام کو لا تسئلن کا تازیانہ کیوں لگایا جاتا۔ اور بعض اوقات اولیاء اور انبیاء دعا کرنے کو سوء ادب سمجھتے رہے ہیں اور صلحا نے ایسی دعاؤں میں استفتاء قلب پر عمل کیا ہے۔ یعنی اگر مصیبت کے وقت دل نے دعا کرنے کا فتویٰ دیا تو دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور اگر صبر کے لئے فتویٰ دیا تو پھر صبر کیا اور دعا سے منہ پھیر لیا۔ ماسوا ان کے اللہ تعالیٰ نے دوسری دعاؤں میں قبول کرنے کا وعدہ نہیں کیا۔ بلکہ صاف فرمایا ہے کہ چاہوں تو قبول کروں اور چاہوں تو رد کر دوں۔ جیسا کہ یہ آیت قرآن کی صاف بتلا رہی ہے اور وہ یہ ہے۔ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء۔"

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سوائے ان دعاؤں کے جو فرض اور عبادت میں شامل ہیں ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسب دعاؤں کو قبول کرے۔ یہ اس کی مرضی ہے وہ چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔ اب قارئین کرام خود اندازہ کر کے دیکھ لیں کہ جناب میاں صاحب کے مذکورہ بالا دعویٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد میں کتنا بُعد ہے اور یہ بُعد اور فرق ایک مومن

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۳۸

جناب خلیفہ صاحب قادیان اور موجودہ جنگ

موجودہ جنگ کا باعث جناب میاں صاحب کی دعائیں اور بددعائیں نہیں ہیں

پچھلے دنوں جناب میاں صاحب نے ایک تقریر میں موجودہ جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:۔

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں برطانیہ پر جو ابتلا آیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق چاہے ہنسیں، چاہے ٹھٹھا اور مذاق کریں، چاہے ہمیں پاگل اور مجنون سمجھیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو سنہ ۳۴ء، سنہ ۳۵ء اور سنہ ۳۶ء میں ہمارے دلوں سے بلند ہوئیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب موجودہ جنگ کو اپنی آہوں اور بددعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یعنی اگر خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت بددعا نہ کرتی تو آج برطانیہ پر یہ ابتلا نہ آتا۔ اور موجودہ جنگ ہی برپا نہ ہوتی اور جرمن کی خون آشامیوں سے آج لاکھوں انسان جو موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں نہ اترتے لیکن ہمیں جناب خلیفہ صاحب کے اس فلسفہ بددعا سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ جناب خلیفہ صاحب کے اپنے بیان سے ظاہر ہوتا ہے اور حالات بھی اس امر کے شاہد ہیں کہ جو کچھ ان مذکورہ بالا سالوں میں جناب خلیفہ صاحب کے خلاف ہوا وہ بعض مقامی افسروں نے کیا تھا [illegible] مقامی افسروں کے عتاب اور درشتی کا نتیجہ یہ کیونکر [illegible] تو مغرب پر یہ خون [illegible] ہو سکتا ہے [illegible]

نظام حیات میں آتشیں لاوا کی طرح کھول رہی تھیں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ آتشیں لاوا پھوٹ کر موجودہ جنگ کی صورت اختیار کر گیا اور یورپ کے اندر اتنی روحانی اور اخلاقی قوت موجود نہ تھی کہ وہ اس جنگ کی روک تھام کر سکے۔ اس لئے جنگ ناگزیر ہو گئی۔ ورنہ اگر مغرب کے اصول حیات میں یہ بے اعتدالیاں اور خودغرضیاں نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مکافات کے طور پر یہ آگ اور خون کا عذاب بھی نازل نہ کرتا۔ اور یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ ایسا تاریخ انسانی میں متعدد دفعہ ہو چکا ہے۔ وہ قومیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں تسلط اور حکمرانی دی جاتی ہے، ان کے اعمال اگر بد یا یہ اخلاق سے گر جائیں اور ان کے اندر وہ خصوصیات باقی نہ رہیں جن کی وجہ سے انہیں یہ فوقیت دی گئی تھی۔ تو خدا تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے اور انہیں صفحہ ہستی سے نابود کر دیتا ہے اور ان کی جگہ ایک اور قوم پیدا کر دی جاتی ہے۔ جو دنیا میں معیار عدل قائم کرے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن مکنٰھم فی الارض ما لم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا وجعلنا الانھار تجری من تحتھم فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم قرنا آخرین۔

ترجمہ: کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ کس قدر ان سے پہلے ہم نے زمانے [illegible] ہلاک کر دیئے جن کو ہم نے زمین میں وہ طاقت دی تھی جو طاقت تم کو نہیں دی۔ اور ہم نے ان پر زور سے مینہ برساتا ہوا بادل [illegible] پھر ان کو ان کے [illegible]

اگر دنیا اسلام کو قبول نہ کرے گی تو یقیناً اس کے ساتھ وہی ہو گا جو ہونا چاہئے۔ لیکن اس میں جناب میاں صاحب کا کوئی عمل دخل نہیں۔

اس تقریر میں میاں صاحب اپنی قبولیت دعا کے متعلق یوں اظہار کرتے ہیں:۔

"اور مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ لوگ ابھی انگریز سچے طور پر جیسا کہ اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔"

جناب میاں صاحب کو اپنی دعا کی قبولیت پر اتنا وثوق ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ اس احساس برتری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کو بالکل فراموش کر گئے ہیں۔ دنیا میں کون شخص ہے خواہ کتنا ہی خدا تعالیٰ کا مقرب ہو جو اتنے وثوق سے کہہ سکے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ ایک بزرگ اور ولی انسان اتنا تو یقین اور بصیرت کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس کی فلاں دعا قبول ہوئی اور فلاں قبول نہیں ہوئی لیکن یہ وہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس کی فلاں دعا یقیناً قبول ہو گی۔ خدا تعالیٰ جس کی شان بہت بلند ہے اس کی غیرت کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ ایک کمزور اور مٹی کے بنے ہوئے انسان کی دعا قبول کرنے پر مجبور ہو۔ خدا تعالیٰ کی مشیت آزاد مطلق ہے۔ چاہے تو وہ دعا کو قبول کرے اور چاہے تو اسے رد کر دے۔ اس کے ماموروں کو آج تک کبھی اتنی قطعیت کا دعویٰ نہیں ہوا۔ اور جناب میاں صاحب تو مامور بھی نہیں ہیں کہ وہ قبولیت دعا کے اس درجہ تک ہی پہنچ سکیں جہاں خدا تعالیٰ کے مامور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ قبولیت دعا میں ان کی حقیقت ایک عام انسان کی حیثیت ہے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سب انسان برابر ہیں۔ اور وہ ان انسانوں میں سے جس انسان کی دعا کو چاہتا ہے قبول کرتا ہے اور جس کی دعا چاہتا ہے رد کر دیتا ہے کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے اپنی مرضی چلا سکے اور دعاؤں کے متعلق تو بعض دفعہ انبیاء کو بھی تنبیہ کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام برکات الدعا کے صفحہ ۱۱ اور ۱۲ پر فرماتے ہیں:

"بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ انی اعظک ان تکون من الجاھلین اس پر شاہد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دعا عبادت ہوتی تو حضرت نوح علیہ السلام کو لا تسئلن کا تازیانہ کیوں لگایا جاتا۔ اور بعض اوقات اولیاء اور انبیاء دعا کرنے کو سوء ادب سمجھتے رہے ہیں اور صلحاء نے [illegible] استفتاء قلب [illegible]

اللہ غیر مامورکے کلام میں ہونا بھی چاہئیے۔ حضرت مسیح موعود صاحب حال تھے اور جناب میاں صاحب نہیں ہیں۔ اس لئے جناب میاں صاحب کا یہ دعویٰ تنقید کا حریف نہیں ہو سکا۔ سو موجودہ جنگ میاں صاحب کی بددعا کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ میاں صاحب کی دعا قطعی طور پر مغربی اقوام کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ وہ اگر خدا تعالیٰ کے حضور دعا کریں تو یہ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ اس دعا کو قبول کرے یا رد کردے۔

موجودہ جنگ تو مغربی اقوام کی اپنی ہی افتاد ہے۔ ع

اسے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

ان قوموں نے پہلے ایک انسان کو خدا بنایا اور اس کی الوہیت کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اب رنگ و نسل کے امتیازات اور مادی خوانوں کو بھی خدا سمجھے ہوئے ہیں۔ جب تک یہ اقوام ان جھوٹے معبودوں کی عبادت کو ترک نہ کریں گی اور خداوند تعالیٰ کے حضور سر بسجود نہ ہونگی اور وحدت نسل انسانی کو تسلیم نہ کریں گی۔ اس وقت تک ان کے یہ عوارض دور نہیں ہو سکتے۔ اگر آج یہ اقوام اسلام اور توحید کو قبول کرلیں تو ان کی یہ آہنی اور آتشیں زنجیریں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اور وہ خدا جو جناب میاں صاحب سے زیادہ ان اقوام کے قریب ہے۔ بلکہ ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ان کی دعاؤں کو سنے گا اور شرف قبولیت بخشے گا۔ اور اس شرف قبولیت کے لئے کسی شفاعت کی ضرورت نہیں۔

ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے

شذرات

"قادیانی جماعت کا یوم تبلیغ"

۴ ارجولائی ۱۹۴۲ء کو قادیانی حضرات اپنا "یوم تبلیغ" منانے والے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس موقع پر جماعت لاہور پر خاص توجہ فرمائی جائے گی۔ "الفضل" میں جناب خلیفہ صاحب کی ہدایت خصوصی کے مطابق سیکرٹریان اصلاح مابین اور سیکرٹریان تبلیغ و انصار اللہ کے نام اعلان شائع ہوا ہے کہ اس روز۔

"غیر مبائعین میں بھی تبلیغ کی جائے اور غیر مبائعین تبلیغ افراد سے ایسا تعلق پیدا کیا جائے کہ آئندہ بھی تبلیغ جاری رہے۔ حتیٰ کہ تمام وہ غلط فہمیاں اور شکوک دور ہو جائیں جن کی وجہ سے ہمارے بھائی مرکز احمدیت سے دور ہیں"

(الفضل ۲۶ رجون ۱۹۴۲ء)

اس عنایت کا شکریہ۔ لیکن اس کے لئے یوم تبلیغ کے تکلف و اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارے "شکوک اور غلط فہمیاں" تو بڑی آسانی کے ساتھ دور ہو سکتی ہیں۔ اس کے متعلق بار بار ایک نہایت سہل تجویز پیش کی جا چکی ہے۔ یعنی جناب خلیفہ قادیان ہمارے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے تکفیر، نبوت اور خلافت کے مسائل پر بحث فرما لیں۔ اگر انہیں زیادہ فرصت نہیں۔ تو صرف مسئلہ تکفیر المسلمین پر ہی بحث ہو جائے۔ کیونکہ اختلاف کی اصل جڑ یہی مسئلہ ہے۔ لیکن جناب خلیفہ صاحب ادھر توجہ ہی نہیں فرماتے۔ اگر "الفضل" کا مندرجہ بالا اعلان خلوص پر مبنی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جناب خلیفہ صاحب اس تجویز کو نہ مانیں۔ بار بار توجہ دلانے کے باوجود ان کی خاموشی نہ صرف ان کے دلائل و عقیدہ کی کمزوری کا یقین دلاتی ہے۔ بلکہ ان کے تبلیغی خلوص و ہمدردی کی حقیقت کو بھی واضح کر دیتی ہے۔

ہمارے احباب کا فرض

اگر ۴ ارجولائی کو قادیانی حضرات غیر مبائعین کے ہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائیں تو ہمارے احباب کا فرض ہے کہ ان کا خوشدلی اور اخلاق کیساتھ خیر مقدم کریں اور ان سے کہیں کہ آپ سب سے اول اس بات کا فیصلہ کریں کہ کلمہ منسوخ ہے یا نہیں؟ اگر منسوخ نہیں تو کلمہ گو کس طرح کافر ہو سکتے ہیں؟ اور اگر منسوخ ہے تو اس کا واضح اعتراف ہونا اور نیا کلمہ بنانا چاہئیے۔ جب تک وہ اس بات کو طے نہ کریں۔ ان سے اور کوئی بات نہ کیجئے۔ انشاء اللہ قادیانی حضرات اس سوال کے ساتھ ہی اپنی تبلیغ وغیرہ سب کچھ بھول جائینگے

اگر اس موقع پر ذمہ دار قادیانی اکابر اس سوال کا واضح جواب عنایت فرمادیں۔ یا جناب خلیفہ صاحب فیصلہ کن بحث کیلئے سچ مچ آمادہ ہو جائیں تو فی الحقیقت قادیانیوں کا یہ "یوم تبلیغ" تاریخ احمدیت کا ایک قابل ذکر دن ہوگا۔

زمانہ جنگ میں ملک معظم کی روزمرہ زندگی

جنگ کی وجہ سے انگلستان کے عوام امراء کے علاوہ ملک معظم کی روزمرہ زندگی میں بھی زبردست انقلاب آگیا ہے تازہ ولایتی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ۔

"آجکل بادشاہ سلامت کا کام بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ مگر آپ کا عملہ کم ہو گیا ہے۔ دربار داری۔ ملاقاتیں۔ گارڈن پارٹیاں اور تمام سرکاری دعوتیں بند کر دی گئی ہیں۔ قصر بکنگھم کے باہر سنتری سر پر لوہے کا ٹوپ اور جسم پر خاکی لباس پہنتے ہیں۔ اس ایک مثال سے محل شاہی کی اندرونی تبدیلیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔۔۔ بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کے پاس بھی عام لوگوں کی طرح ان کے راشن کارڈ ہیں۔ تمام رسمی امور کم کر دیئے جانے کے باوجود بادشاہ سلامت کو امن کے زمانہ کے مقابلہ میں آجکل بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔۔۔ جنگ کے زمانہ میں ہر قسم کے اہم انتظامات آرڈر ان کونسل کے بغیر انجام نہیں پا سکتے۔۔۔۔ کونسل کی کاروائی بہت مختصر، رسمی اور صیغہ راز میں ہوتی ہے۔ آرڈر سامنے آتا ہے بادشاہ سلامت آہستہ سے فرماتے ہیں "منظور"۔ کلارک آف دی کونسل آرڈر پر دستخط کرتا ہے اور چند منٹ میں اجلاس ختم ہو جاتا ہے"

(مرکزی اطلاعات دہلی ۱۵ رجون ۱۹۴۲ء)

انگلستان کا تاجدار، سلطنت برطانیہ کا شہنشاہ کروڑوں انسانوں کا فرمانروا جب اپنے ملک کو خطرہ میں اور اپنی قوم کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو فوراً اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کر لیتا ہے۔ محل شاہی کے ملازموں میں کمی کر دی جاتی ہے۔ شاہی دربار، گارڈن پارٹیاں اور تمام سرکاری دعوتیں موقوف ہو جاتی ہیں۔ بادشاہ دن رات مزدوروں اور سپاہیوں کی طرح کام کرتے ہیں ــــ ہم میں سے کتنے ہیں جو وطن ملت کے لئے اس قسم کا ایثار گوارا کر سکتے ہیں؟ یقیناً اسلام کو برطانیہ سے زیادہ کٹھن اور زیادہ فیصلہ کن روحانی جنگ درپیش ہے۔ لیکن ہمارے روزمرہ کے برباد کن تکلفات۔ ہماری تقریبات اور ہمارے مسرفانہ تمدن و معاشرت کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمیں اس جنگ کی اہمیت کا احساس ہے؟ اگر تم اسلام کے سپاہی ہو تو اسلام کے لئے مردانہ وار لڑو اور قربانیاں کرو ــــ ورنہ نرا دعویٰ فضول ہے۔

آجکل پریوی کونسل کی کاروائی جس عجلت اور خاموشی کے ساتھ انجام پاتی ہے۔ وہ بھی ان کے افراد قوم کیلئے قابل غور ہے جو ہر موقع پر طویل طویل بحثوں اور باریک نکتہ چینیوں کے عادی ہیں۔ حالانکہ قوموں کی زندگیوں میں ایسے مواقع اور ضرورتیں بھی پیش آتی رہتی ہیں جبکہ طویل بحثیں بے محل اور فائدہ سے خالی ہوتی ہیں۔ غیر معتدل تنقید اور نکتہ چینی تو بہرحالت میں نقصان رساں ہے۔

میاں شریف احمد صاحب کو صدمہ

ہم نے یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی کہ جناب خلیفہ صاحب قادیان کی نوجوان برادر زادی جناب میاں شریف احمد صاحب کی صاحبزادی عزیزہ امۃ الودود بیگم صاحبہ ۱۹ اور ۲۰ رجون کی درمیانی شب کو دماغ کی رگ پھٹ جانے کی وجہ سے اچانک وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ذہین، ہونہار اور اچھے اخلاق کی مالک تھیں انہی سال بی۔ اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ اس صدمہ میں ہمیں جناب خلیفہ صاحب، جناب میاں شریف احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ، مرحومہ کے محترم نانا جناب نواب محمد علی صاحب اور دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔ ثم آمین

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

موجودہ جنگ ایک ہولناک عذاب الٰہی ہے

اس عذاب کا اصل سبب کیا ہے اور اس سے نجات کس طرح حاصل ہوسکتی ہے

برادران مکرم! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

موجودہ جنگ دنیا پر ایک ہولناک عذاب کی صورت میں مسلط ہو رہی ہے۔ ملکوں کے ملک برباد ہو گئے۔ ان کے رہنے والے مارے مارے پھرتے ہیں اور انہیں پناہ نہیں ملتی۔ انسانوں سے بھری ہوئی خوبصورت آبادیاں اور زمین کے بڑے سرسبز قطعات جو باغوں کی طرح تھے۔ آج ویرانے بن گئے جس حصہ زمین میں یہ آگ بھڑکتی ہے۔ اس کے سامنے مردوں، عورتوں اور بچوں کے گروہوں کے گروہ بے سر و سامانی کی حالت میں بھاگ اُٹھتے ہیں۔ کہ کہیں ان کو پناہ ملے۔ مگر نہ صرف اُن پر زمینی آبادیوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ بلکہ آسمان سے بھی ان پر آگ برستی ہے۔ جس شخص نے اس عذاب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ وہ سوائے جہنم کے اسے کسی دوسرے نام سے تعبیر نہیں کرسکتا۔ وہ آخرت کا دوزخ جس کا مادی تہذیب انکار کرتی تھی اسی دنیا کی زندگی میں وہ ان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ وعرضنا جھنم یومئذ للکفرین عرضا۔ الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعا۔ یعنی ہم اس دن جہنم کو ایک رنگ میں کافروں کے سامنے لا کر رکھ دیں گے ان لوگوں کے سامنے جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ میرا نام سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

اس ہیبتناک عذاب کے نیچے بھی رحمت الٰہی کام کر رہی ہے

بعض لوگ کہتے ہیں۔ اگر کوئی خدا ہوتا۔ اگر رحم اس کی صفت ہوتی تو ایسا ہیبتناک عذاب جس میں بوڑھے، نوجوان، بچے اور عورتیں سب گرفتار ہیں کیوں دنیا پر آتا۔ مگر حق یہ ہے کہ اس دردناک عذاب کے نیچے بھی رحمت الٰہی کام کر رہی ہے۔ جب کبھی بھی لوگ دنیا پرستی میں اور اپنی حرص و ہوا کی اتباع میں حد سے زیادہ مبتلا ہو جاتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے ہیں۔ مال اور آسائش کے حصول کو اپنی آخری غرض ٹھہرا لیتے ہیں تو ان کے اندر روحانی بیداری پیدا نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ مال دنیا کے معبود باطل کو اللہ تعالیٰ نیست و نابود نہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون

اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون قرآن کریم میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔ حتی اذا اخذت الارض زخرفھا وازینت وظن اھلھا انھم قادرون علیھا اتاھا امرنا لیلا او نھارا فجعلنھا حصیدا کان لم تغن بالامس (یونس۔ ۲۴) جب زمین اپنا سنگھار اختیار کر لیتی ہے۔ اور خوبصورتی میں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ اور دنیا کے رہنے والے اس قدر اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ خدا کا کیا کام ہم اس کے مالک ہیں۔ اور اس پر ہر قسم کی قدرت رکھتے ہیں۔ تب ہمارا حکم رات یا دن کے وقت اس پر آتا ہے۔ اور ہم اسے کٹی ہوئی کھیتی

کی طرح کر دیتے ہیں۔ گویا وہ کل تھی ہی نہیں۔ پھر اسی کی طرف آگے چل کر حضرت موسیٰ کی دعا میں اشارہ کیا ہے۔ ربنا انک اتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا۔ ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم (یونس ۸۸) اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آسائش کا سامان اور انبار در انبار مال دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ خود تو بہکے تھے۔ وہ اپنے ان اموال اور آسائش کے سامانوں سے دوسروں کو بھی صحیح راستہ سے بہکا رہے ہیں۔ اے ہمارے رب تو ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں پر اثر کر۔

دلوں پر خدا کی حکومت کس طرح قائم ہوسکتی ہے؟

سو اگر یہ سچ ہے کہ آج دنیا مال اور آسائش کی غلام بن گئی ہے اور اسی کی پوجا کرتی ہے۔ لہٰذا اخلاق سب اسی قربانگاہ پر چڑھا دئے گئے ہیں۔ مکاری اور فریب کا دور دورہ ہے۔ جھوٹ اور عیاری سے کام لینے والے دنیا میں آگے آگئے ہیں۔ تو کیا ان آسائشوں اور اس مال پر تباہی وارد کرنے کے بغیر بھی دنیا بیدار ہوسکتی ہے؟ اگر یہ مال کی پرستش دنیا کو روز بروز نیچے گراتی چلی جاتی ہے اور آج مادی تہذیب اسی ... گڑھے کی طرف دنیا کو لے جا رہی ہے تو سوائے اس کے کہ دنیا پر ایسا عالمگیر عذاب مسلط ہو۔ جو ایک وسیع پیمانے پر ان مالوں کو برباد کر دے اور اس آسائش کا خاتمہ کر دے۔ دلوں پر خدا کی حکومت کس طرح قائم ہوسکتی ہے اور نسل انسانی اپنی بہتری کی راہوں کو کس طرح دیکھ سکتی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے بار بار عذاب بھیجنے کی صرف یہی ایک غرض بیان فرمائی ہے۔ لعلھم یرجعون تاکہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں۔ لعلھم یتضرعون۔ تاکہ وہ خدا کے سامنے عاجزی اختیار کریں۔

مادی تہذیب کی ناکامی

سو یہ تو سچ ہے کہ دنیا پر آج خدا کا غضب بھڑک اُٹھا ہے مگر اس غضب کی آگ کے اوپر رحمت کے بادل بھی منڈلا رہے ہیں اور ان دکھوں اور مصائب کے نیچے دنیا کی اصلاح پنہاں ہے مادی تہذیب نے جس عروج پر انسان کو پہنچانا تھا پہنچا چکی۔ مگر وہ اپنی ساری علمی ترقیوں اور عجیب و غریب ایجادات کے باوجود انسانوں کو امن اور محبت کے ساتھ بھائیوں بھائیوں کی طرح رہنا نہ سکھا سکی علمی ترقیاں ہوں۔ ہماری آسائش کے لئے اعلیٰ درجہ کی ایجادات ہوں۔ لیکن اگر ان کے ساتھ امن و محبت نہیں تو یہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یہی چیز جس کو لوگ قصہ سمجھتے تھے۔ آج وہ حقیقت بن گئی ہے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن چیزوں کو انسان کی آسائش کا ذریعہ سمجھا گیا تھا کس طرح آج وہی دوزخ کا ایندھن بن گئی ہے اور بعید نہیں کہ اسی آگ کی لپیٹ میں ہم خود بھی آجائیں

اس لئے کہ یہاں بھی اسی دجالی تہذیب نے حقائق پر پردہ ڈال دیا ہے مالداروں کی پریشانی اور ان کیلئے ایک قابل غور امر مال کو یہاں بھی انسانوں نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے ابھی تو ہلکا سا تصور ہی مغرب کی آگ کا یہاں نہیں پہنچا صرف پہنچنے کا خطرہ پیدا ہوا ہے۔ تو سب لوگوں کو یہی فکر ہے کہ کسی طرح اپنے مال کو اپنے بچاؤ کے لئے محفوظ کر لیں۔ کوئی بنک کی طرف دوڑا جا رہا ہے کہ اپنے سرمایہ کو گھر میں لا کر دفن کرے۔ کوئی نوٹوں کو چاندی اور سونے کی صورت میں تبدیل کرنے کی فکر میں ہے اور اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ لیکن کیا یہ گھروں میں دفن کئے ہوئے مال انسانوں کے لئے جہنم نہیں بن جاتے۔ کیا ان کی فکر انسانوں کو نہیں کھا جاتی؟ اور کیا ہمارے لئے کوئی خدائی وعدہ ہے کہ یہ آگ ہم تک نہ پہنچے گی اور اگر پہنچی خواہ کسی رنگ میں پہنچی۔ تو کیا اس ملک کی حالت وہی نہ ہوگی جو ہماری آنکھوں کے سامنے پولینڈ۔ اور ناروے اور بلجیم اور ہالینڈ اور فرانس کی حالت ہو چکی ہے۔

دنیا میں امن اور محبت کس طرح پیدا ہوسکتی ہے؟

ان لوگوں کو تو کیا کہا جائے جن کی آنکھیں بند ہیں۔ میں اپنے دوستوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ عذاب ہمارے بھی قریب آ رہا ہے اور اس سے بچنے کی راہ ایک ہی ہے۔ مال دنیا کی محبت کو، آسائش کے فکر کو کم کرنا۔ اور خدا کے حضور عاجزی سے گرنا۔ خوب یاد رکھئے کہ دنیا پر محبت اور امن پیدا کرنے والی ایک ہی طاقت ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گرنے کے سوا نہیں مل سکتی۔ یہی وہ رحمۃ للعالمین ہے جس نے پہلے دنیا کی باہمی عداوتوں کی آگ کو محبت اور اخوت کی بارش سے بجھا دیا اس پر قرآن گواہ ہے۔ واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا اور جس چیز کی گواہی قرآن دیدے۔ دنیا اس کی گواہی دینے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

یورپ کے علماء و فضلا کا اعتراف

چنانچہ آج خود یورپ کے علماء و فضلا اس بات کے قائل ہیں کہ اخوت اور محبت پیدا کرنے کی جو طاقت اسلام میں ہے اور کسی مذہب میں اور کسی نظام میں نہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ یورپ کی مادی تہذیب اسلام کی روحانی طاقتوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

امام الزماں کا تجویز کردہ نسخہ۔ یورپ میں اشاعت اسلام

یہی وہ حقیقت تھی جو آج سے پچاس سال پیشتر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندے پر ظاہر فرمائی اور نسل انسانی کو مصائب سے بچانے کے لئے اس نے یہ نسخہ تجویز کیا کہ اسلام کے پیغام اخوت اور محبت کو یورپ میں پہنچایا جائے۔ کاش مسلمان اس کی بات پر کان دھرتے! کاش خود اس کی اپنی جماعت کا بڑا حصہ اس مادی تہذیب سے متاثر ہو کر دنیوی جاہ و حشم کے پیچھے پڑ کر اصل مقصد سے نہ ہٹ جاتا۔ کاش جماعت کے چھوٹے حصہ نے اس مابہ مقصد کیلئے وہ قربانیاں کرنے میں سستی نہ کی ہوتی جن کے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ خوب یاد رکھئے کہ اگر آپ دنیا کی ان مصائب سے نجات چاہتے ہیں۔ ہاں اور اپنی بھی نجات چاہتے ہیں تو صحیح راستہ وہی ہے جو امام الزمان نے تجویز کیا۔ یعنی مغربی ممالک میں پیغام اسلام کا پہنچانا۔

امن عالم اسلام کے ساتھ وابستہ ہے

باقی اگر آج صلح بھی ہو جائے تو یورپ میں پھر بھی امن قائم نہیں ہوگا۔ جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی میں داخل نہ ہو۔ کیا سنہ ۱۹۱۹ء میں یہ نہ ہوا تھا کہ جن طاقتوں کو دنیا کے امن میں

محل سمجھا جاتا تھا۔ اسے بظاہر کچل کر رکھ دیا گیا تھا۔ اور ایسی شرائط صلح تجویز کی گئی تھیں کہ وہ قوم کبھی اُٹھ نہ سکے۔ لیکن آج پہلے سے بدتر منظر عذاب کا دنیا کے سامنے ہے اور اسی قوم کے ہاتھوں رونما ہوا ہے۔ جیسے اس طرح کچل کر رکھ دیا گیا تھا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ جنگ کا انجام کیا ہے۔ لیکن کوئی بھی موجودہ دنیا کی نجات سوائے اس کے نہیں کہ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور سب ہو کر رہے گا۔ کیونکہ خدائی وعدہ ہے۔ لیظهره على الدين كله۔ جب تک یہ نہ ہوگا۔ اس وقت تک کوئی اثر ایک فریق کے غلبہ یا دوسرے کی مغلوبیت سے دنیا کے امن پر نہیں پڑ سکتا۔ اسلام پیغام امن ہے اور امن اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر دنیا اس پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو ابھی بطشۃ الکبریٰ بھی باقی ہے۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے عذاب انا کاشفوا العذاب قليلاً انكم عائدون کے مصداق ہیں اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ابھی کیا کیا مصائب دنیا پر آنے والے ہیں۔

مال کی محبت چھوڑ دو اور اسے خدا کے رستے میں خرچ کرو

ہم نہیں جانتے کہ ہمیں کن کن مصائب سے گزرنا پڑے۔ واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة۔ ہاں ہمارا فرض واضح طور پر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم نے وہ زور اس فرض کو پورا کرنے کے لئے نہیں لگایا جو لگانا چاہئے تھا۔ ہم میں سے بہت ہیں جنہوں نے اس فرض کو بھلا رکھا ہے۔ اور کیوں؟ صرف مال سے محبت کر کے۔ یہ وہی بیماری ہے جس کے علاج کیلئے آج یہ عذاب الٰہی نازل ہوا ہے۔ اگر ہم نے پہلے سستی کی ہے تو کم سے کم اس عذاب کو سامنے دیکھ کر آؤ آج اس سستی کو خیرباد کہیں۔ یہ مال ہمارے ہاتھوں سے نکلنے والا ہے اور اگر رہے گا بھی تو کل کو بالکل ممکن ہے کہ ہمارے لئے بجائے آرام کے دکھ کا موجب ہو۔ میرے دوستو! آؤ اس وقت جب لوگ اس مال کو زمین میں دفن کرنے کی فکر میں ہیں تاکہ کل یہ ان کے کام آئے۔ ہم خدا کے کلام پر ایمان لاتے ہوئے اسے آسمان پر پہنچا دیں جس سے نہ صرف ہمیں ہی دکھ سے نجات ملے۔ بلکہ یہ دنیا کے دکھوں کو بھی دور کرنے کا ذریعہ بن جائے اور پھر یہ مال کئی گنا ہو کر بھی ملے۔

خدا کیلئے اپنی آسائشوں کی فکر کم کر دو

حضرت مسیح موعود تبلیغ اسلام کی ایک عظیم الشان بنیاد رکھنا چاہتے تھے۔ آؤ آج وہ بنیاد ہم اپنے ہاتھوں سے رکھیں جس پر وہ بلند مینار بن جائے جس سے قرآن کی روشنی ساری دنیا میں پہنچ جائے خدا کے لئے اپنی ان آسائشوں کے فکر کو کم کرو۔ آپ خیال کرتے ہیں کہ فلاں چیز کے بغیر ہمارا گذارہ نہیں۔ فلاں کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔ فلاں کے بغیر ہم کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کے بغیر ہمارے ہی بھائی گذارہ کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ شاید ہم سے بہتر انسان ہیں۔ کیونکہ ان کا بھروسہ مال پر نہیں اور جس کا بھروسہ مال پر نہ ہو۔ اس کے دل میں خدا پر بھروسہ پیدا ہو جانا بہت آسان ہے اور بالکل ممکن ہے کہ ہم پر بھی وہ وقت آ جائے کہ ان سب چیزوں کے بغیر ہمیں گزارہ کرنا پڑے۔

دین کی ضرورتوں کیلئے اپنے مالوں کا ایک حصہ الگ کر دو

میں صرف اس قدر کہتا ہوں کہ ایک مقرر حصہ اپنے کمائے ہوئے مال کا خدا کے دین کی ضرورتوں کے لئے الگ کر دو۔ اسے خدا کا مال سمجھ کر اپنے لئے حرام سمجھو۔ اپنی ضرورتوں پر اس کو خرچ کرنا خدائی مال میں غبن یقین کرو اور وہ حصہ ایک آنہ روپیہ سے کم نہ ہو۔ آؤ ہم سب خدا کے سامنے عاجز بندوں کی طرح کھڑے ہو کر اپنے اموال اگر سب کے سب خدا کی راہ میں نہیں دے سکتے تو ان کا ایک حصہ ہی دیدیں۔ اور جو ایک حصہ دیدیتا ہے اور باقی حصہ خدا کے حکم کے ماتحت ہی اپنے متعلقین کی بہتری پر صرف کرتا ہے۔ وہ درحقیقت سب ہی دے دیتا ہے۔ آؤ سب خدا کے سپاہی بن کر کلمہ پر اسلام کو بلند کرنے کے لئے اس کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو خرچ کریں۔ قبل اس کے کہ وہ وقت آ جائے جبکہ یہ مال ہمارے ہاتھ سے نکل کر خدا جانے کہاں پہنچے آؤ ہم خود اپنے ہاتھوں سے اسے خدا کی راہ میں خرچ کر دیں جہاں نہ صرف اسی قدر ہمیں واپس مل جائے گا۔ بلکہ چند در چند ہو کر ملیگا اس قدر بڑھ کر ملے گا کہ ہم اسے پہچان بھی نہ سکیں گے۔

اپنی وصیتوں کے ساتھ تبلیغ اسلام کی مضبوط بنیاد رکھو

اس موقعہ پر میں ایک اور بات کی طرف بھی آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ آؤ آج ہم اپنی وصیتوں کے ساتھ تبلیغ اسلام کی وہ مضبوط بنیاد رکھیں جس کی تڑپ حضرت مسیح موعود کے دل میں تھی۔ آپ نے وصایا کے اموال کو تبلیغ اسلام کی بنیاد قرار دیا تھا یعنی ان اموال کو تجارت یا اور ذرائع آمدنی پر لگا کر ان کی آمدنی سے تبلیغ اسلام کو مستقل طور پر جاری رکھنے کا حکم دیا تھا۔

قادیان میں وصایا کا مال بہت آیا لیکن اصل مقصد پر خرچ نہ ہوا

قادیان میں وصایا کا مال بہت آیا۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود کی غرض پوری نہ ہوئی۔ اور تبلیغ اسلام کی مستقل بنیاد اس کے ذریعہ سے رکھنا تو ایک طرف رہا۔ اس کا کثیر حصہ تبلیغ اسلام کی بجائے دوسری کھیلوں پر برباد ہو گیا۔

تبلیغ اسلام کیلئے بیس لاکھ روپے کا مستقل سرمایہ

آپ کی جماعت نے حضرت مسیح موعود کے علم کو ورثہ میں لیا ہے۔ مگر اب آپ کے بعد یہ ورثہ بھی برباد نہ ہو جائے۔ اس بات کی کوشش اور فکر کو سب فکروں پر مقدم کرو کہ اس کے حامل کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں اور یہ علم دنیا میں پہنچتا بھی رہے۔ اگر ہماری ساری جماعت خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی ہے۔ آج اپنی وصایا سے تبلیغ اسلام کی مستقل بنیاد رکھنے کا فیصلہ کرے تو بیس لاکھ کا سرمایہ یقیناً ہو سکتا ہے جس سے ایک لاکھ سالانہ کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ کیوں آپ کے دلوں میں اس خیال سے وجد پیدا نہیں ہوتا کہ آج ہم وہ عظیم الشان بنیاد تبلیغ اسلام کی رکھیں جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے اور پیچھے آنے والی نسلیں دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس عمارت کی بنیاد رکھنے والوں کے لئے دعائیں کرتی رہیں کہ اے خدا جن لوگوں نے یہ عظیم الشان بنیاد رکھی، تو ان کی روحوں پر رحمت بھیج اور ان کی ترقی درجات فرما اور ان کی اولاد پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ کیوں آپ کو اس بات سے خوشی نہیں ہوتی کہ آپ جب یہ مال چھوڑیں تو اس کا ایک حصہ وہ بھی ہو جو آپ کے ساتھ ہی خدا کے ہاں پہنچ جائے اور اس سے خدا کا نام ہمیشہ دنیا میں پھیلتا رہے۔

خدا اور رسول کی محبت کا تقاضا

آپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے تو آپ کا دل چاہتا ہے کہ کچھ حصہ آپ کی دولت کا اس کے لئے آپ کے بعد رہ جائے کیا خدا اور اس کے رسول سے محبت کا تقاضا یہ نہیں کہ آپ اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا اور اس کے رسول کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے چھوڑیں جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ کا کام دے۔

خدا کی راہ میں مال کی قربانی ہی عذاب الٰہی کا علاج ہے

مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت ہی وہ چیز ہے جو دنیا پر عذاب کو لائی ہے۔ اور اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مال کو خدا کی راہ میں قربان کیا جائے۔ یہی مال کی قربانی اب خدا کی رحمت کو کھینچ کر لا سکتی ہے اور دنیا پر اللہ اکبر کی آواز غالب ہو کر اس کے بندے باہم امن اور محبت سے رہ سکتے ہیں۔ آؤ آج ہم تھوڑی تھوڑی قربانیاں کر کے اس رحمت الٰہی کے جاذب بنیں جو دنیا کو دکھوں سے نجات دینے کا موجب ہو جائے۔ ایک چیز آج ایک حقیقت عظمیٰ بن کر دنیا کے سامنے آ گئی ہے کہ مال کی حد سے زیادہ محبت ہی دنیا پر عذاب کے لانے کا اصلی باعث ہے۔ اس دوسری چیز کو کہ مال کو خدا کی راہ میں قربان کرنے سے خدا کی رحمت کا نزول دنیا پر ہوگا حقیقت عظمیٰ بنا کر دکھا دینا آپ کا کام ہے۔ کیا آپ اس بلندی پر پہنچنے کیلئے ہمت کر کے قدم اُٹھائیں گے جہاں سے آپ کا نام دنیا میں بھی ہمیشہ روشن رہے اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا ہمت کر کے یہ بلند قدم اُٹھا لیں تو اس عذاب کے اندر بھی جو سامنے آتا ہوا نظر آ رہا ہے اور جو لا عاصم اليوم الا من رحم کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھیگا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ آگ جو ایک کو جلا دیتی ہے وہی دوسرے کیلئے گلزار بھی بن سکتی ہے۔ بشرطیکہ ابراہیمی اخلاص اس کے اندر ہو۔ قبل اس کے کہ ہمارا مال آگ کے اندر بھسم ہو جائے آؤ اسے خدا کی راہ میں قربان کر کے آگ کے بجھانے کا ذریعہ بنا لیں۔

؎ من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

حق کی فتح اور غلبہ اسلام کے لئے دعائیں کرو

دوسری بات جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس وقت جب عذاب الٰہی دنیا پر مسلط ہے۔ مخلوق کی حالت زار کو سامنے رکھکر خدا کے آگے ہم گر جائیں۔ راتوں اور تنہائی کے وقت میں گر جائیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی اس مصیبت کو ختم کر دے۔ مگر ایسے رنگ میں جو بہتر ہو۔ یا اللہ تو دیگر دنیا میں وہ حالات پیدا کر دے جو اسلام کے دنیا میں پھیل جانے کا موجب ہوں۔ سب خوشحالی اور تنگیاں عارضی ہیں۔ آج اگر ایک قوم کا حصہ ہیں تو کل دوسری کا۔ مگر حق کی فتح ہمیشہ کے لئے ہوتی ہے۔ سو آؤ ہم حق کی فتح کے لئے دعا کریں۔ اسلام کے غلبہ کے لئے دعائیں کریں۔

خدا سے اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کے سامان مانگو

خدا کے آگے گریں اور اس کے آگے رو رو کر یہ التجا کریں کہ اے خدا ہمیں وہ سامان عطا فرما۔ اپنے فضل اور رحمت کے وہ دروازے ہم پر کھول دے جس سے ہم تیرے آخری پیغام قرآن کو دنیا میں پہنچا دیں اور دنیا میں وہ حالات پیدا کر دے کہ تیرے قرآن اور تیرے اسلام اور تیرے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے سامنے دنیا کی گردنیں جھکنے لگیں۔ تاکہ دنیا کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔ اے خدا تو ہماری عاجزانہ کوششوں کو قبول فرما۔ ہم کو اپنے دین کی خدمت کیلئے قبول فرما اور ہمیں اپنا جبل اور اپنا حزب بنا لے۔ ہاں اپنا دین دنیا میں پھیلانے والی فوج بنا لے۔ اور ہماری طرف رحمت کی وہ نظر فرما جو ایک بادشاہ کی اپنی فوج کی طرف ہوتی ہے۔ تو ہماری نصرت اسی طرح فرما جس طرح تو نے اپنے برگزیدہ بندے محمد مصطفےٰ صلعم کی نصرت فرمائی تھی۔ اور تو ہمیں اسی طرح فوج در فوج لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دکھا جس طرح تو نے محمد مصطفےٰ صلعم اور آپ کے صحابہ کو دکھایا تھا۔ ہاں اے خدا تو اپنے دین کی نصرت فرما۔ اپنے رسول کی نصرت فرما۔ اپنے قرآن کی نصرت فرما۔ یہ سب آج بیکسی کی حالت میں ہیں اور ہم بھی بیکسی کی حالت میں ہیں۔ فانصرنا فانك انت ارحم الراحمين۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

ڈلہوزی۔ ۹ جون ۱۹۴۰ء

مراسلات

رپورٹ جلسہ میلاد النبی ہبلی

(از جناب محمد حسین صاحب گھوڑے سوار ہبلی)

نوٹ:۔ یہ رپورٹ ایک عرصہ سے دفتر میں موصول ہو چکی تھی۔ مگر اس کا شائع ہونا اس لئے ملتوی رہا کہ میری صحت اچھی نہ تھی اور بغیر میری نظر سے گزرنے کے ایڈیٹر صاحب نے اس کا شائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انجمن محمدیہ ہبلی نے حسب معمول اس مرتبہ بھی عید میلاد النبیؐ کی تقریب پر تین روز تک جلسہ منعقد کیا اور ہبلی کے بڑے بازار کے عین وسط میں ایک وسیع پنڈال کھڑا کیا۔ ممبران انجمن خود ہی منتظمین جلسہ تھے اور خود ہی پنڈال کے مزدور بھی۔ چنانچہ انجمن کا ہر فرد پنڈال کے کھڑا کرنے میں حصہ لے رہا تھا۔ جلسہ کے انتظام اور پنڈال کے اہتمام میں قدم قدم پر اپنوں اور بیگانوں نے روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔ مگر اس مخالفت کو دیکھ کر ممبران انجمن محمدیہ کا ایمان اور بھی مضبوط ہو جاتا تھا اور وہ نہایت خلوص کے ساتھ کہتے کہ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی اس سے بہتر سامان پیدا کر دے گا۔ اسی کی ہر شکست کے بعد ان کے چہروں پر پژمردگی کی بجائے مسرت کی جو لہر پیدا ہوتی تھی۔ اس میں مجھے قرآن مجید کی یہ آیت عملی نظر آتی تھی۔ لما را المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما۔ پنڈال کیلئے سامان کی فراہمی جلسہ کے اشتہارات کی طباعت اور اخبارات میں اس کا اعلان۔ جلسہ کے صدر صاحبان کی منت خوشامد۔ ان سب معاملات میں مخالفت اور حوصلہ شکن وعدہ خلافیاں ان کی ہمت کو پست نہیں بلکہ اور مضبوط بناتی تھیں۔

ہبلی میں آریہ سماجی ذہنیت

ہبلی میں پہلی مرتبہ اس جلسہ کے موقع پر آریہ سماج پنجاب کی سی ذہنیت کنڑی اخبارات میں کام کرتی ہوئی نظر آئی کہ باطل اور فریب وہ پروپاگنڈا کے زور سے حق کی آواز یا جلسہ میلاد کو روکا جائے۔ اس کا نام ان کی قومی اصطلاح میں شتی لنا سنر ہے۔ یعنی گائے۔ برہمن اور دھرم کی خاطر جھوٹ بولنا ثواب کا کام ہے۔ اس لئے ایک آریہ سماجی دھرم کی خاطر جھوٹ بولتا ہوا کبھی بھی دھرم سے پشت یا روگردان نہیں ہوتا۔

بہرحال آریہ مہندوا در بعض سادہ دل مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود جلسہ نہایت کامیاب ہوا جس میں نہ صرف مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خوبیوں پر تقاریر کیں۔ بلکہ بعض منصف مزاج ہندوؤں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ بالخصوص ہمارے دوست پنڈت واسودیو دیاس جو مسد مہا منڈل کے معزز رکن اور مشنری ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک پرخلوص تقریر کی اور تقریباً ہر روز ملاقات کے لئے تشریف لاتے رہے۔ (عبدالحق ودیارتھی)

سالہا معمول کے مطابق ہماری انجمن نے جلسہ میلاد النبیؐ اس سال بھی تین روز کے لئے منعقد کیا۔ ۱۸ تا ۲۰ اپریل جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایدہ اللہ بنصرہٖ سے ہم ممبران جماعت محمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی نے درخواست کی تھی کہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے بھیجا جائے۔ کیونکہ مولانا کی گذشتہ دو سال کی تقریروں سے لوگ بہت متاثر تھے حضرت امیر نے ازراہ کرم دینی خدمت سمجھتے ہوئے ہماری درخواست کو منظور فرمایا۔ چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب اس مرتبہ انعقاد جلسہ سے ایک روز پہلے ہی تشریف لے آئے اور محبوب خانصاحب کی خیریت دریافت کرنے کیلئے دھارواڑ تشریف لے گئے

محبوب خانصاحب کی عیادت

محبوب خانصاحب جو ہماری جماعت کے ایک معزز رکن ہیں وہ تاریخ انعقاد جلسہ سے قریباً دو ہفتہ پہلے یہاں ہبلی تشریف لائے اور جلسہ کی پرزور ترغیب دی اور جلسہ درحقیقت انہی کی کوشش اور سعی کا نتیجہ تھا مگر ہماری شومئی قسمت سے وہ جلسہ سے دس بارہ روز پہلے بیمار ہو گئے اور ان پر فالج کا نہایت مہلک حملہ ہوا۔ یہاں تک کہ زیست کی امید منقطع ہو گئی۔ میں نے اس کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولوی عبدالحق صاحب کو دعا کے لئے لکھا۔ انہی بزرگوں کی دعا کا اعجاز ہے کہ وہ اس مہلک حملہ سے جانبر ہو گئے۔ جماعت کے بزرگوں سے مکرر التماس ہے کہ وہ ان کی کامل صحت کیلئے دعا کریں

جلسہ میلاد النبی کی مختصر رپورٹ

اس سال جلسہ کی صدارت کے لئے تین مختلف بزرگوں کو دعوت دی گئی تھی۔ مگر دو صدر صاحبان نے عذر خواہی کی اور جلسہ پر تشریف نہ لا سکے۔

۱۸ اپریل کو یعنی جلسہ کے اول روز جناب اسے گنور صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر مجوزہ صدر تھے۔ مگر وہ کسی ضرورت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ لہذا فرائض صدارت مولانا عبدالحق صاحب نے ادا فرمائے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد حکیم عبدالرحمن صاحب کی تقریر ہوئی۔ انہوں نے مذہب کی مثال کو انسانی بچہ کی تربیت کے مطابق دکھاتے ہوئے کہ بچہ کو کیونکر سادہ غذا سے کامل اور مکمل غذا کی طرف لایا جاتا ہے۔ یہ ثابت کیا کہ پہلے پیغامبروں کی تعلیم بچہ کی غذا کے موافق سادہ تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں وہ ایک کامل اور مکمل غذا کا کورس ہو گئی۔ حکیم صاحب نے اسے نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کیا۔

آپ کے بعد مولانا بڈن صاحب نے جو کنڑی زبان کے ایک فصیح مقرر ہیں اپنی تقریر شروع کی۔ اور کامل ڈیڑھ گھنٹہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف حیثیات اور رفضائل پر بحث کی۔ ان کی تقریر سے ہندو لوگ جو اردو کی نسبت کنڑی زبان زیادہ تر سمجھتے ہیں۔ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کے بعد ایک برہمن پنڈت واسو دیو دیاس کو مختصر سا وقت تقریر کے لئے دیا گیا۔ انہوں نے جہاں میں جو کچھ ہے وہ محمد کا اجالا ہے پر خیالات ظاہر کئے۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا میں مسیح اور رام جو کچھ لائے تھے وہی روشنی محمد صلعم کامل طور پر لائے۔ اس کے بعد صدر جلسہ مولانا عبدالحق صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ حکیم صاحب نے جس مضمون کو وقت کی تنگی کی وجہ سے ادھورا چھوڑا تھا۔ اس کو مولانا صاحب نے نہایت وضاحت کے ساتھ پورا کیا۔ اور بتایا کہ دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ کامل انصاف صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ جس عدل اور خدا کی بادشاہت کی دنیا کی قوموں کو تلاش تھی۔ اسے آپ کے دین نے آکر پورا کر دیا۔ یہ تقریر کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد صاحب صدر اور مقرر صاحبان کی گل پوشی کے بعد اس دن کا جلسہ ختم ہوا۔

دوسرے دن کی کاروائی

دوسرے دن جلسہ کے مجوزہ صدر جناب بانگی صاحب بی۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ اے تھے جو کسی مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لائے اور جلسہ پھر مولانا عبدالحق صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ سب سے پہلے محمد یوسف صاحب احمدی (شموگی) نے سلیس ہندی زبان میں تقریر کی۔ آپ نے غیر مذاہب کی کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کا ذکر کرتے ہوئے آخر پر یہ بھی بتایا کہ اس دین کے زندہ ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ آپ کی صداقت کا معجزہ ہر سو سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کی تصدیق کے لئے ایک مجدد مبعوث کرتا ہے۔ جو خدا کی ہستی پر زندہ ثبوت پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کلام کرتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے مجدد اعظم بنا کر کھڑا کیا۔ جس نے دین اسلام کی صداقت کو بڑے دعوے کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے بعد مولانا بڈن صاحب نے کنڑی زبان میں تقریر شروع کی کہ آنے والا مجسمۂ گوہر سلیم جلیے ممتاز ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے انتہا درجہ کی غربت میں صبر کر کے عظیم الشان صبر کا نمونہ دکھایا۔ یتیم ہونے کے باوجود اعلیٰ اخلاق پیدا کئے۔ رہاوردوں میں بے نظیر بہادر، سپاہیوں میں اعلیٰ درجہ کا سپاہی، بادشاہوں میں کامیاب ترین بادشاہ۔ تاجروں میں ایک متدین تاجر۔ بیویوں کے لئے اچھا خاوند۔ دوستوں کا غمخوار دوست وغیرہ وغیرہ ثابت کر کے آپ کو مکمّل انسان کامل ہستی کا مصداق ظاہر کیا۔

اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب صدر جلسہ کی تقریر شروع ہوئی۔ آپ نے سورۃ النحل کی ایک آیت پڑھ کر اس کی ایک ایسی جامع تشریح کی کہ سب لوگ حیران اور ششدر رہ گئے۔ آپنے قرآن مجید کو شفاء للناس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی اور خاتم النبیین ہونا فلسفیانہ دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔ یہ جلسہ بھی مقرر صاحبان کی گل پوشی کے بعد بخیر و خوبی ختم ہوا۔ (باقی دارد)

فرانس سے عارضی صلح کیلئے جرمنی کی شرائط

لندن ۲۲ جون جرمنی کی طرف سے فرانس کو صلح کی جو شرائط پیش کی گئی ہیں۔ اور جنہیں مارشل پیتاں کی حکومت نے منظور کر لیا ہے۔ یہ ہیں:

(۱) فرانس کا سارا مغربی ساحل اور تورز کے شمال کے سارے علاقہ پر جرمنی کا قبضہ ہوگا۔ قبضہ کا خرچ فرانس ادا کریگا۔ (۲) فرانس کی مسلح فوجیں توڑ دی جائیں گی۔ فرانس کا جو حصہ جرمنوں کے قبضہ سے بچ رہے گا اس میں معمولی تعداد میں فوج رکھنے کی اجازت ہوگی۔ تعداد کا فیصلہ جرمنی اور اٹلی مل کر کریں گے (۳) جرمنی فرانس سے اس کا سارا توپخانہ ٹینک ہوائی جہاز اور اسلحہ اچھی حالت میں طلب کر سکتا ہے (۴) فرانس کا کوئی سپاہی فرانس چھوڑ کر نہیں جا سکے گا۔ (۵) برطانیہ کو کوئی سامان نہیں بھیجا جائے گا۔ (۶) کوئی فرانسیسی جہاز فرانسیسی بندرگاہوں سے باہر نہیں جا سکیگا اور جو جہاز فرانس سے باہر ہیں انہیں واپس بلا لیا جائیگا (۷) تمام سامان اچھی حالت میں جرمنی کے حوالے کیا جائے یہ اصول بندرگاہوں قلعہ بندیوں۔ جہاز سازی کے کارخانوں۔ ریلوے لائنوں اور ذرائع رسل و رسائل پر بھی حاوی ہوگا۔ (۸) غیر مقبوضہ علاقہ کے تمام وائرلیس سٹیشن فوراً بند کر دیئے جائیں (۹) فرانسیسی حکومت کو جرمنی اور مالک کے درمیان تجارتی مال کی آمد و رفت کی سہولتیں مہیا کرنا ہوں گی (۱۰) جنگ میں پکڑے ہوئے جرمن قیدی رہا کئے جائیں۔ لیکن فرانسیسی قیدی صلحنامہ پر دستخط ہو جانے تک جرمنوں کی قید میں رہینگے (۱۱) فرانس کا بحری بیڑہ فرانسیسی سمندروں میں واپس بلا کر اسے اٹلی اور جرمنی کی نگرانی میں [illegible] نظر بند کر دیا جائیگا۔ فرانسیسی بیڑے کا کچھ حصہ جس کا فیصلہ جرمن اور اطالوی حکومتیں کریں گی۔ فرانس اور اس کی نوآبادیات [illegible]

مراسلات

ایک نئے دوست کا خط

ایک صاحب بڑانوالہ سے حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں۔

"سیدی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تقریباً دو سال سے مجھے جماعت احمدیہ لاہور کے مشاغل اور عقائد مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے آپ کی ذات بابرکات کی اسلامی خدمات سے بھی بہت متاثر ہوا ہوں میرا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ جماعت ایسے خلوص اور امتیاز کا ثبوت دے رہی ہے۔ جو کہ اس وقت اسلامی ترقی کے لئے اشد ضروری ہے ——— جماعت قادیان پیر پرستی اور غلو میں بہت دور جا چکی ہے۔ اس جماعت میں تحریک احمدیت کا مقصد فوت ہو چکا ہے اس کی تمام تر توجہ تکفیر مسلمین اور اجرائے نبوت پر خرچ ہو رہی ہے جو سراسر تخریب ہے ——— جماعت احمدیہ لاہور کی خالص اسلامی خدمات اور تحریک احمدیت کی حقیقی روح کو برقرار رکھنے سے میں اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ بغیر اس جماعت میں شامل ہونے کے نہیں رہ سکتا۔ اور وقت کی نوعیت کے لحاظ سے اس جماعت میں شامل ہونا میں اور ہر مسلمان کا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ جماعت ایک مامور اور مجدد کی قائم کردہ ہے لہٰذا مہربانی میری بیعت قبول فرما کر شکریہ کا موقع دیجئے۔"

مرسلہ: عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی علی پور میں

۳ تا ۸ جون جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی علی پور مقیم رہے۔ شہر اور دیہات میں بمعیت خاکسار خوب دورہ کیا گیا۔ اچھے اثرات پیدا ہوئے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

۶ جون کی تقریر

۶ جون ۱۹۴۰ء کو جناب مولانا گرنتھی صاحب کا لیکچر صداقت اسلام پر ملک غلام حیدر صاحب راجی کی جگہ پر ہوا۔ لیکچر ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ تقریر دلپذیر پیرایہ سے مدلل و جامع تھی۔ ہندو صاحبان بکثرت شریک جلسہ ہوئے۔ مجمع غیر معمولی تھا۔ شیخ محمد یوسف صاحب نے اپنی خداداد قابلیت اور قوت بیان سے حاضرین مجلس کو مسحور کر دیا۔ بارہ بجے رات تک بخیر و خوبی جلسہ قائم رہا۔ صبح تمام اہالیان شہر حضوصاً ارباب علم سبھی خراج تحسین دینے لگے۔

۸ جون کی کاروائی

بعد اصرار بسیار اہل اسلام شہر علی پور ۸ جون بوقت ایک بجے شب پھر جلسہ بالمقابل احمدیہ لائبریری منعقد ہوا۔ منادی کرائی گئی۔ دعوتی چٹھیاں شائقین کے نام بھجوائی گئیں۔ موضوع تقریر "میثاق النبیین" تھا ہندو صاحبان کو بالخصوص دعوت شمولیت دی گئی۔ تمام جگہ پر ہو گئی۔ سلسلہ تقریر ڈھائی گھنٹہ تک جاری رہا۔ شیخ صاحب موصوف نے بہت محنت سے تیار کردہ مضمون پر اپنا بیان جاری رکھا۔ ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کی مقدسہ مسلمہ الہامی کتب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بابت پیشگوئیاں سنائیں۔ حوالجات کی ایک بارش اور دلائل و براہین سے سامعین پر اتمام حجت فرمایا۔ اختتام وعظ پر خدمات جماعت احمدیہ کا مختصر سا مگر جامع ذکر فرمایا۔ اہل مجلس بےحد محظوظ ہوئے۔ نہایت کامیابی سے یہ اجتماع انجام پذیر ہوا۔

احباب جماعت احمدیہ علی پور کو خدا تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہر قسم کی امداد فرمائی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

بندہ بشیر محمد احمدی پیش امام جماعت احمدیہ علی پور۔ مظفر گڑھ

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

ہندوستان

——— لاہور ۲۰ جون۔ آج شام مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔

——— حیدرآباد دکن ۲۰ جون۔ حیدرآباد کے جاگیرداروں کی ایسوسی ایشن کی مجلس انتظامیہ نے اپنے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے۔ کہ جنگ میں حکومت برطانیہ کو ہر ممکن طریقے سے امداد دینی چاہئے۔

——— پشاور ۲۰ جون۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ہندوؤں کے پیشوا اجناب بادشاہ گل نے اعلان کیا ہے کہ جرمنی کے پانچویں کالم کے جو افراد سرحد میں شورش پیدا کریں گے۔ ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے گا۔

——— واردھا گنج ۲۱ جون۔ کانگرس کی ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مسٹر گاندھی کو اپنے عدم تشدد کے نظریہ پر کاربند رہنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے۔ اس لئے کانگرس ورکنگ کمیٹی مسٹر گاندھی کو ان سرگرمیوں اور پروگرام سے بری الذمہ قرار دیتی ہے۔ جو اندرونی بدامنی کے انسداد اور خارجی حملوں کو روکنے کیلئے کانگرس کو بعض حالتوں میں اختیار کرنے پڑینگے

——— کمیٹی مذکور نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے طور پر حفاظت خود اختیاری اور عوام کی جان و مال کی حفاظت کیلئے اپنے آپ کو منظم کریں اور یہ کام غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر ہونا چاہئے۔ اس کام میں جو جماعتیں دلچسپی لے رہی ہوں۔ ان سے پورا تعاون کرنا چاہئے۔

——— علاوہ ازیں اس امر کا بھی اعلان کیا ہے کہ کانگرسی سرکاری جنگی کمیٹیوں سے تعاون کریں نہ انہیں مالی امداد دیں۔

——— کراچی ۲۱ جون۔ سندھ کے بعض اضلاع میں حالات خراب ہونے اور بین الاقوامی صورت حالات کی نزاکت کی وجہ سے سندھ پولیس کی تعداد بڑھا دی جائے گی۔ اس سلسلے میں دو لاکھ روپیہ خرچ آئیگا

——— لاہور ۲۱ جون۔ ہز ایکسیلینسی سر ہنری کریک کے لارڈ حکومت ہند کے سیاسی مشیر آنریبل سر برٹرانڈ گلینسی پنجاب کے گورنر مقرر ہوں گے۔

——— شملہ ۲۱ جون۔ قانونی تعلیم کی کونسل نے سنہ ۱۹۴۰ء کے بیرسٹری کے امتحان کے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ لندن کے امتحان کے ساتھ ساتھ یہ ہندوستان میں بھی ہوگا۔ یہ فیصلہ جنگی حالات کی وجہ سے کیا گیا ہے

——— شملہ ۲۱ جون۔ خیال ہے کہ حکومت ہند فی الفور لقمت کروڑ روپے کے صرف سے تین سو ہوا بازوں اور دو ہزار مکینکوں کو تعلیم دینے کا انتظام کرنے والی ہے۔

——— شملہ ۲۱ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے ہند کو اطلاع ملی ہے کہ ان کے بڑے صاحبزادے ارل آف ہوپ ٹاؤن قید کر لئے گئے ہیں لیکن اس سلسلے میں سرکاری طور پر کوئی اطلاع نہیں ملی۔

——— لاہور ۲۲ جون۔ پولیس نے ۲۱ اور ۲۲ جون کی درمیانی شب کو شہری مسجد لاہور پر چھاپہ مار کر وہاں سے ۲۴ خاکساروں کو گرفتار کر لیا ہے۔

——— حیدرآباد دکن ۲۱ جون۔ ان مختلف چندوں کے علاوہ جو جنگی اغراض کیلئے حکومت برطانیہ کو دئیے جا چکے ہیں حکومت نظام نے برطانیہ کی مزید امداد کیلئے حکومت ہند کے بلا سودی ڈیفنس بانڈس پچاس لاکھ کی مالیت کے خریدے ہیں۔

——— بمبئی ۲۳ جون۔ فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں مسٹر بوس عنقریب مسٹر جناح سے ایک اور ملاقات کریں گے۔ مسٹر بوس کا خیال ہے کہ فرقہ وار مسائل کو صوبائی بنیادوں پر حل کرنا آسان اور زیادہ بہتر ہوگا۔

——— بمبئی ۲۴ جون۔ وائسرائے نے مسٹر جناح کو ۲۷ ماہ حال کو شملہ آنے کی دعوت دی ہے چنانچہ آپ کل یہاں سے شملہ روانہ ہو رہے ہیں معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے نے گاندھی جی کو بھی بلایا ہے۔

ممالک خارجہ

——— لندن ۲۱ جون۔ جنرل میکلی کا ایک اعلان مظہر ہے کہ آج فرانسیسی نمائندوں نے ہٹلر سے ملاقات کی اور عارضی صلح کی شرائط حاصل کیں صلح نامہ کی تمہید میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ فرانس نے جرمنی کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن وہ بری طرح شکست کھا گیا۔ اس کے باوجود جرمنی اپنے شکست خوردہ حریف سے کوئی ذلت آمیز سلوک نہیں کرنا چاہتا۔

——— لندن ۲۱ جون۔ برطانوی فوجیں لیبیا کی سرحد عبور کر کے تمام صحرا پر چھا گئی ہیں اور اطالیہ کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے ۷۰۰ اطالوی سپاہی اور کئی افسر انگریزی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔

——— لندن ۲۳ جون۔ مارشل پیتاں کی درخواست صلح پر جرمنی کی طرف سے جو شرائط صلح پیش کی گئی تھیں۔ وہ فرانس کی نئی وزارت نے منظور کر لیں اور جرمنی اور فرانس کے درمیان صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔ شرائط نہایت ذلت خیز ہیں اور اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج کی جا رہی ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ کالم ۳)

——— فرانسیسی نمائندے واپس آ گئے ہیں اور اب مسولینی سے اسی قسم کی گفت و شنید صلح کرنے کے لئے اطالیہ پہنچ گئے ہیں۔ اطالیہ سے صلح ہو جانے کے چھ گھنٹے بعد لڑائی عملاً بند کر دی جائے گی۔

——— لندن ۲۳ جون۔ اگرچہ جرمنی اور اطالیہ سے صلح ہو جانے کے بعد فرانس میں مسلح مقابلہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن فرانسیسی نوآبادیوں سے جو اطلاعیں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جرمنی کے خلاف بدستور لڑائی جاری رکھیں گی۔

——— لندن ۲۳ جون۔ کل رات وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چرچل نے اعلان کیا ہے۔ کہ ملک معظم کی حکومت دشمن کے خلاف ہر حالت میں لڑائی جاری رکھیں گی۔ ہم نے عزم صمیم کر لیا ہے۔ دشمن کا مقابلہ بحر و بر اور فضا سے آخر دم تک کیا جائے گا۔ خواہ یہ مقابلہ کتنی مدت ہی کیوں نہ جاری رہے۔ تاآنکہ دشمن کا خاتمہ ہو جائے۔

——— مسٹر چرچل نے تمام فرانسیسیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی آزادی و بقا کی خاطر برطانیہ کی امداد کریں۔ اور ہر ممکن طریق سے اس کا ہاتھ بٹائیں۔ برطانیہ فرانسیسی نوآبادیوں کی مالی امداد کرے گا کیونکہ وہ فرانس اور اس کی نوآبادیوں کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔

——— لندن ۲۳ جون۔ بورڈو سے اعلان کیا گیا ہے کہ فرانسیسی بحری فوج نے صلح نامہ کے باوجود جرمنی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

——— خیال ہے کہ ہسپانیہ بھی کہیں جنگ میں شریک نہ ہو جائے چند روز سے ہسپانوی اخبارات برطانیہ کے خلاف نہایت سخت مضامین شائع کر رہے ہیں۔

——— لندن ۲۲ جون۔ عراق کے وزیر خارجہ انقرہ جا رہے ہیں تاکہ حکومت ترکی کے ساتھ شام کی پوزیشن کے متعلق بات چیت کر سکیں۔

——— لندن ۲۲ جون۔ آج اطالوی طیاروں نے مالٹا پر پچاس مرتبہ ہوائی حملہ کیا۔ لیکن نقصان کچھ نہیں ہوا۔

——— لندن ۲۲ جون۔ آج پہلی مرتبہ قاہرہ پر دشمن نے ہوائی حملہ کیا

——— لندن ۲۴ جون۔ فرانس میں ابھی تک لڑائی جاری ہے۔ وسطی فرانس میں شدید مقابلہ ہو رہا ہے۔ جنوب مشرقی فرانس میں دشمن کی فوجوں نے جنوب کی طرف پیشقدمی کرنی چاہی۔ لیکن فرانسیسی افواج نے انہیں بری طرح پسپا کر دیا۔ (۲۵ جون تک موصولہ)

جلد ۲۸ — لاہور یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۴۰ء — نمبر ۴۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ نے الہامات و مکاشفات کے متعلق نیکوں اور بدوں میں مشارکت کیوں رکھی؟

رہی یہ بات کہ خدا تعالیٰ نے (الہامات و مکاشفات کے بارہ میں) نیک بختوں اور بدبختوں میں مشارکت کیوں رکھی اور تخم کے طور پر غافلین گروہ کو نعمت غیبی کا کیوں حصہ دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الزام اور اتمام حجت کیلئے تا اس تخمی شراکت کی وجہ سے ہر ایک منکر کاملوں کی حالت کا گواہ ہو جائے کیونکہ جبکہ وہ اپنے چھوٹے سے دائرہ استعداد میں کچھ نمونہ ان باتوں کا دیکھتا ہے جو ان کاملوں کی زبان سے سنتا ہے پس اس تھوڑی سی جھلک کی وجہ سے اس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ اپنے سچے دل سے ان الہامی امور کو بکلی غیر ممکن سمجھے۔ سو وہ اس روحانی خاصیت کا ایک ذرا سا نمونہ اپنے اندر رکھنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے الزام کے نیچے ہے جس کے رُو سے بحالت انکار وہ پکڑا جائیگا جیسا کہ آجکل کے آریہ خیال کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے چار رشیوں کو نازل کر کے پھر ہمیشہ کیلئے الہامات کی صف کو لپیٹ دیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا قانون قدرت انہیں ملزم کرتا ہے جبکہ وہ بچشم خود دیکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ انکشافات غیبیہ اب تک جاری ہے اور ان میں سے فاسق آدمی بھی کبھی کبھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں پس ظاہر ہے کہ وہ خدا جس نے اپنا روحانی فیض نازل کرنے سے زمانہ کے فاسقوں اور دنیا پرستوں کو بھی محروم نہیں رکھا اور ان پر بھی باوجود فقدان کامل مناسبت کے کبھی کبھی نفحات فیض نازل کرتا ہے تو اپنے نیک بندوں پر جو اس کی مرضی پر چلیں اور اکمل اور اتم طور کی اس سے مناسبت رکھیں کیا کچھ نازل نہیں کرتا ہوگا۔ اور ایک بھید اس تخمی مشارکت میں یہ ہے کہ تا ہر یک شخص گو وہ کیسا ہی فاسق اور بدکار یا کافر خونخوار ہو اس مشارکت پر غور کرنے سے سمجھ لیوے کہ خدا تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کے اندر ترقی کی راہ رکھی ہے اور اس کو بھی تخم کے طور پر ایک نمونہ دیا ہے۔ ہاں وہ آگے قدم بڑھا سکتا ہے اور وہ فطرتاً خدا تعالیٰ کے خوان نعمت سے محروم نہیں ہے۔ (توضیح مرام)

اخبار احمدیہ و اعلانات

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب گلمرگ (کشمیر) میں قیام فرما ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی صحت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تالیف مجدد اعظم کی دوسری جلد کا مسودہ قریباً مکمل ہو چکا ہے کتابت ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ چند ماہ تک یہ جلد بھی حسن و خوبی کے ساتھ شائع ہو جائے گی۔

— ہماری جماعت کے سرگرم رکن جناب چودھری فضل داد صاحب کلرک کوآپریٹو سوسائٹیز منڈی بہاؤالدین کے چھوٹے بھائی محمد حیات صاحب نے ایس ایل بی۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ چودھری صاحب موصوف نے اس خوشی میں اشاعت اسلام فنڈ کیلئے مبلغ پانچ روپے ارسال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ چودھری محمد حیات صاحب کی یہ کامیابی ان کی آئندہ دینی و دنیوی ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ خدمت دین کی بہت بہت توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

— جناب مولوی دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح کے بڑے بھائی جناب ملک کرم الٰہی صاحب کا صاحبزادہ عزیز عبد الحمید شدید علیل ہے۔ والدین اسے شملہ کے قریب لیا (؟) ڈیرے گئے ہیں۔ نہایت ہونہار نوجوان ہے۔ تمام احباب عزیز موصوف کی صحتیابی کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

— نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مولوی عبد الوہاب صاحب کارکن انجمن کی شیر خوار بچی ۲۸ و ۲۹ جون کی درمیانی شب کو فوت ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس صدمہ میں ہم مولوی صاحب کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ صبر جمیل و نعم البدل عطا فرمائے۔

تار کے پتے کے متعلق ضروری اعلان۔ انجمن کے جملہ دفاتر اور اخبارات کیلئے تار کا پتہ "مسلمان لاہور" مقرر تھا۔ اس مختصر پتہ کے لئے محکمہ ڈاک و تار کو معقول فیس ادا کی جاتی تھی۔ لیکن جنگ کی وجہ سے اکثر بیرونی ممالک سے تار نہیں آسکتے۔ لہذا سردست یہ پتہ قائم رکھنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ تا اطلاع ثانی اسے متروک تصور کیا جائے اور احباب تار دیتے وقت "مسلمان" کی بجائے عام مختصر پتہ لکھا کریں۔

خاکسار (ڈاکٹر) شیخ محمد عبد اللہ جنرل سیکرٹری (انجمن)

ضرورت ملازمت — ایک موٹر ڈرائیور ملازمت کی تلاش میں ہیں۔ کسی دوست کو موٹر ڈرائیور کی ضرورت ہو یا وہ ملازمت دلا سکتے ہوں تو ضرور توجہ فرمائیں۔ خط و کتابت سیکرٹری صاحب انجمن کی معرفت کی جائے۔

جلسہ سالانہ پر جن دوستوں نے تبلیغی ڈائری لکھنے اور اسے باقاعدہ حضرت امیر کی خدمت میں بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ اُسے یاد رکھیں

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر القرآن اور قادیانی جماعت

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے ایک ٹریکٹ کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

جس دن سے قرآن کریم کا انگریزی و اردو ترجمہ و تفسیر حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ قادیانی جماعت کی طرف سے اس کی اہمیت کو کم کرنے اور لوگوں کی توجہ کو اس کی طرف سے ہٹانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور جتن کئے جا رہے ہیں پہلے (اس کی طباعت اور اشاعت میں ہی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور جب انگریزی ترجمہ مکمل ہو کر پریس میں جا رہا تھا۔ تو قادیان سے یہ اعلان شائع ہوا کہ یہ ترجمہ قادیانی جماعت کی ملکیت ہے۔ لہذا کوئی شخص احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو اس کی طباعت اور اشاعت کے لئے امداد نہ دے۔ لیکن خدا جس کام کو کرنا چاہے وہ کبھی ان باتوں سے رک نہیں سکتا۔ وہ ترجمہ جس کو حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ نے ابتدا سے آخر تک خود سنا اور پسند کیا اور جس کی قبولیت کا الہام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا تھا۔ اس کی اشاعت ایسے اعلانوں سے کس طرح رک سکتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ترجمہ بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہو کر دنیا بھر میں مقبولیت اور پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا گیا۔

میاں صاحب کا بڑا بول

لیکن اس کے ساتھ ہی میاں محمود احمد صاحب نے ایک اور قدم یہ اٹھایا کہ قادیان میں علماء کی کمیٹی بٹھا کر ترجمہ قرآن کا کام اس کے سپرد کیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ ہر ماہ ایک پارہ انگریزی اور اردو ترجمہ و تفسیر کا شائع ہوا کرے گا۔ چنانچہ پہلا پارہ بڑی محنت و کوشش سے مدراس سے چھپوا کر شائع بھی کیا گیا۔ یہاں تک تو عمدہ اور نیک کام تھا۔ بشرطیکہ نیک نیت ہوتی۔ لیکن اس سلسلہ میں خود میاں صاحب نے ایک خطبہ میں حضرت امیر کے ترجمہ کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ تو دیا سلائی لگانے کے قابل ہے۔ ہم خود ترجمہ شائع کریں گے۔ خدا کی شان بڑے بول کو ہمیشہ سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔ وہ دن جائے اور آج کا دن آئے۔ پورے چھبیس سال اس بات کو کہے ہوئے گزر گئے ہمارے بار بار کے مطالبہ اور قادیانی اخبارات کے آئے دن کے وعدوں کے باوجود کہ قرآن کریم کا ترجمہ عنقریب شائع ہو گا۔ (بلکہ اس کام کے لئے مولوی شیر علی صاحب کو ولایت بھی بھیجا گیا) ترجمہ نہ شائع ہونا تھا اور نہ ہوا۔

حضرت امیر کے ترجمہ و تفسیر کے شاندار اثرات

اور وہ ترجمہ جس کو دیا سلائی لگانے کے قابل بتایا گیا تھا نہ صرف انگریزی بلکہ دنیا کی کئی دوسری زبانوں میں شائع ہو کر بیشمار تشنہ کامان بادۂ ہدایت کو سیراب کر چکا ہے اور کر رہا ہے کئی بڑے بڑے لوگ ہیں جو اس ترجمہ سے ہدایت یاب ہونے کا کھلے لفظوں میں اعتراف کر چکے ہیں[1] اور یہ سلسلہ خدا کے فضل سے اب تک جاری ہے۔ خود کئی ایک قادیانیوں نے بھی اگرچہ زبان سے نہیں مگر اس ترجمہ کو خرید کر اور دوسروں تک اسے پہنچا کر اور یہ کہہ کر کہ یہ ہماری (قادیانی) جماعت کا کام ہے۔ اس کی خوبیوں کا عملاً اعتراف کیا ہے۔ یہی اس کی قبولیت کا نشان ہے اور اس کے بالمقابل میاں صاحب کے ارادوں کا آج تک پورا نہ ہونا ھموا بما لم ینالوا کا کھلا نظارہ اور درگاہ الٰہی میں ان کے ارادوں کی ناپسندیدگی کی ایک کھلی دلیل ہے۔

مسیح موعود کی حقیقی شاخ

یہ ہے خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت جو واقعات کی صورت میں ہویدا ہو کر بتا رہی ہے کہ مسیح موعود کی حقیقی شاخ اگر کوئی جماعت ہو سکتی ہے تو جماعت احمدیہ لاہور ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے کہ:-

"میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے (یعنی انگلستان کے لوگوں کے) پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو سکیگا۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے"۔ (ازالہ اوہام ص۷۷۳)

قادیانی جماعت کا کھسیانہ پن

لیکن قاعدہ ہے کہ جب کوئی کام کسی سے بن نہ آئے تو وہ کھسیانہ ہو کر دوسروں کے کام پر نکتہ چینی شروع کر دیتا ہے۔ یہی حال آج قادیانی جماعت کا ہے۔ خود تو قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر شائع کرنے کی توفیق انہیں میسر نہیں اس لئے کھسیانے ہو ہو کر کبھی تو تفسیر القرآن کے مطالبہ کو عبد الحکیم خاں مرتد کا نقش قدم قرار دیا جاتا ہے۔ اور کبھی اس عظیم الشان اور مقدس ترین کام کی اہمیت کو یہ کہکر کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ قرآن کے ترجمے تو غیر مسلموں نے بھی کئے ہیں اور اب آخری قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمہ اور تفسیر کو حضرت مسیح موعود کے خیالات کے مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

[1] بطور مثال مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی کے حسب ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں:- مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ کی خوبیوں سے اس کے اثرات سے۔ اس کی تبلیغی کامیابیوں سے انکار کرنا آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا ہے صدہا ہزار ہا بیگانوں کو یگانہ بنانے، صدہا ہزار ہا منکروں کو اسلام کے قریب لانے میں وہ یقیناً معین ہوا ہے۔ خود اپنے متعلق میں یہ اعتراف بمسرت کرتا ہوں کہ آج سے ۱۵-۱۶ سال پیشتر جب میں الحاد و ارتیاب کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔ اس وقت گنتی کی دو چار کتابیں جو مجھے اسلام سے قریب لانے میں معین ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہی انگریزی ترجمہ قرآن تھا۔ مترجم کے ہمنام مولانا محمد علی (مدیر کامریڈ) بھی اس سے بہت متاثر تھے اور اس کی تعریف ہی کیا کرتے تھے۔ (سچ ۲۵ رمضان سنہ ۳۴ء)

تفسیر القرآن پر ایک اور حملہ

اس سلسلہ میں حال ہی میں نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کی طرف سے ایک آٹھ صفحہ کا ٹریکٹ شائع ہوا ہے جس میں اس قدر و منزلت کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کو جماعت احمدیہ میں حاصل رہی ہے (اور اب بھی خدا کے فضل سے اس سے بڑھ کر عزت آپ کو حاصل ہے) آپ کو معاذ اللہ مرتد بتاتے ہوئے آپ کی خدمات دینیہ اور تفسیر القرآن کو حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد کا مصداق قرار دیا ہے:-

"قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کو دنیا میں پھیلانا بے شک عمدہ طریق ہے۔ مگر رسمی طور پر تکلف اور ریا اور خود غرضی سے یہ کام کرنا اور خود اپنا نفس واقعی طور پر حدیث اور قرآن کا مورد نہ ہونا ایسی ظاہری اور بے مغز خدمتیں ہر ایک با علم آدمی کر سکتا ہے اور ہمیشہ جاری ہیں۔ ان کو مجددیت سے کوئی علاقہ نہیں۔ یہ تمام امور خدا تعالیٰ کے نزدیک استخوان فروشی ہے۔ اس سے بڑھکر نہیں"۔ (فتح اسلام)

کاش کوئی ان دشمنان عقل سے پوچھے کہ کیا جس شخص کا اپنا دل حدیث اور قرآن کا مورد نہ ہو۔ وہ دوسروں کی ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے؟ اور اس کا کام خدا کی نظروں میں اس قدر قبولیت حاصل کر سکتا ہے کہ جماعت لاہور کی بے بضاعتی اور قادیانی جماعت کی ہر طرح کی رکاوٹوں کے باوجود وہ نہ صرف ہزارہا کی تعداد میں دنیا میں شائع ہو۔ بلکہ تمام علمی حلقوں میں اسے "شاہکار" قرار دیا جائے اور لوگ اس سے ہدایت یاب ہوں۔

حقیقت قرآن کو کھولنے والا ترجمہ کہاں ہے؟

اگر یہ ترجمہ رسمی اور محض تکلف اور ریا کا نتیجہ ہے اور اس کو قرآن کی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تو خدا کے لئے بتایا جائے کہ آج دنیا میں حقیقت قرآن کو کھولنے والا ترجمہ کہاں ہے کیا جماعت قادیان اور ان کے پیر کو جو علوم قرآنی سب سے زیادہ جاننے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور دنیا جہان کے عالموں کو تفسیر القرآن لکھنے کی دعوت دیتا رہتا ہے۔ کوئی ترجمہ اور تفسیر شائع کرنے کی توفیق ہوئی؟ کاش رسمی طور پر ہی تم نے کوئی ترجمہ اور تفسیر کی ہوتی۔ لیکن تم کو تو اس کی بھی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ پھر اس شخص کو جس نے قرآن کریم کی وہ خدمت کی جو ہمیشہ دنیا میں یادگار رہے گی جس نے مسیح موعود کے بتائے ہوئے اصولوں اور آپ کی تعلیم کی روشنی میں قرآن کریم کی وہ تفسیر لکھی جس کی خواہش مامور من اللہ نے ظاہر کی تھی۔ اور جس کے لکھنے والے کو اپنی شاخ قرار دیا تھا مرتد قرار دینا کہاں کی دینداری اور اسلام پرستی ہے؟

طلب زر اور استخوان فروشی کون کرتا ہے؟

اگر یہ شخص مرتد ہے اور بقول ٹریکٹ نویس مسیح موعود کے منشا اور آپ کی بعثت کی غرض کو پورا کرنے کے بجائے "طلب زر اور استخوان فروشی" کر رہا ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ کون وہ شخص ہے جس کی باتیں مسیح موعود کے منشا کے مطابق اور احمدیت کو فائدہ پہنچانے والی ہیں؟ کیا وہ شخص جس نے مسیح موعود کے کھلے ارشادات کے خلاف انہیں نبوت کے مقام پر کھڑا کیا۔ ان کے نہ ماننے والوں کو خواہ انہوں نے نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا اصلی مصداق محمد رسول اللہ صلعم کے بجائے مسیح موعود کو ٹھہرایا۔ وہ مسیح موعود کے منشا اور آپ کی بعثت کی غرض کو پورا کر رہا ہے کیا وہ شخص جو قوم کا لاکھوں روپیہ ایک جاگیر اور ریاست بنانے پر صرف کر دیتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی اسے توفیق نصیب نہیں ہوئی، طلب زر اور استخوان فروشی نہیں کر رہا؟ خدا کیلئے سوچو اور غور کر کے دیکھو کہ واقعات کس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ اگر تم نے

[2] کوئی کام کر کے دکھایا ہوتا تو بھی ایک بات تھی لیکن کام تو کوئی نہیں۔ رات دن روپیہ پیدا کرنے، زمین خریدنے، محلات بنانے اور محلوں میں اترتے پھرنے کی دھن لگی ہوئی اور کام کرنے والوں پر اعتراض ہے کہ مسیح موعود کے منشا کے ...

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۴۹

جناب خلیفہ قادیان کا فیصلہ کن بحث سے گریز

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کے "باآواز بلند اعلان" کی حقیقت

جماعت احمدیہ لاہور اور قادیانی جماعت کے درمیان اختلافی مسائل پر عرصہ دراز سے اعتراضات و جوابات کا غیر متناہی سلسلہ جاری ہے اور اس طرح دونوں جماعتوں کی قوت کا ایک بہت بڑا حصہ جس سے کہ خدمت اسلام و اشاعت قرآن کا عظیم الشان کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ خواہ مخواہ ضائع ہو رہا ہے۔ اسی لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب خلیفہ قادیان کو کفر و اسلام، نبوت اور خلافت تینوں اختلافی مسائل پر فیصلہ کن بحث کی دعوت دی۔ تاکہ دونوں جماعتیں آپس میں اعتراضات و سوالات کی الجھنوں سے نکل کر اپنے امیروں کی ذمہ دارانہ اور فیصلہ کن بحث کی روشنی میں اپنے لئے عقیدہ و عمل کی کوئی صحیح راہ تلاش کر سکیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کن بحث کے لئے نہایت معقول اور آسان شرائط بھی پیش فرمائیں اور مختلف اوقات میں اس دعوت بحث کی جناب خلیفہ صاحب کو یاد دہانی کراتے رہے۔ اس طرح کئی سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

گذشتہ قریباً ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں حضرت ممدوح جناب خلیفہ صاحب کے نام اس ضمن میں دو کھلی چٹھیاں رقم فرما چکے ہیں جو پیغام صلح کے ۱۲ مئی اور ۱۷ جون کے پرچوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی چٹھی ۱۲ مئی کے علاوہ ۲۷ مئی کے مسیح موعود نمبر میں دوبارہ بھی درج کی گئی تھی۔

(۱) کیا حضرت مسیح موعودؑ نے سوائے اپنے بیعت کنندگان کے کل روئے زمین کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے؟

(۲) کیا حضرت مسیح موعودؑ نے بارہ سال تک دعویٰ نبوت کا انکار کرتے کرتے آخر ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا؟

(۳) کیا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد کسی ایسی شخصی خلافت کا سلسلہ قائم کیا جس میں بیعت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دیا ہو؟

ان تینوں سوالوں کا جواب ہم نفی میں دیتے ہیں اور قادیانی اثبات میں۔ حضرت امیر نے بحث کیلئے تین تجاویز پیش کیں۔ اول۔ ان تینوں مختلف فیہ مسائل پر جناب خلیفہ صاحب بر تقرر ثالثان تحریری بحث کر لیں۔ دوئم۔ اگر جناب خلیفہ صاحب اس طرح آمنے سامنے بیٹھ کر تحریری بحث نہیں کرنا چاہتے تو دونوں طرف سے سوالات و جوابات کی تعداد معین کر کے ان کیلئے زیادہ سے زیادہ الفاظ کی حد مقرر کر لی جائے۔ اور یہ سوالات و جوابات دونوں جماعتوں کے امیروں کے قلم سے لکھے جائیں اور دونوں جماعتوں کے اخباروں میں شائع ہوں۔ سوئم۔ اگر جناب خلیفہ صاحب طویل بحث میں پڑنے سے گھبراتے ہیں تو صرف مسئلہ تکفیر اہل قبلہ پر جو کہ اختلاف کی اصل جڑ ہے بحث کر لیں۔

جناب خلیفہ صاحب نے اس دعوت کا جو کہ دونوں جماعتوں کی بھلائی کی خاطر انتہائی خلوص و معقولیت کے ساتھ دی گئی تھی۔ کوئی جواب دیا نہ انہیں اب تک میدان مقابلہ میں آنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ حالانکہ پیغام صلح کے محولہ بالا پرچے انہیں رجسٹری کرا کے بھی بھیجے گئے۔

اس دعوت کے جواب میں جناب خلیفہ صاحب کیوں خاموش ہیں اور میدان مقابلہ میں کیوں نہیں آتے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب بالکل واضح و عیاں ہے اور جناب خلیفہ صاحب کے اس طرز عمل کا جو اثر قادیانی جماعت اور دوسرے لوگوں پر ہوا ہے اور ہو سکتا ہے اسے بھی بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ غالباً اسی اثر کو زائل کرنے کی ناکام کوشش کا فرض ابو العطا مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے اپنے ذمے رکھا ہے۔ کیونکہ وہ روز اول ہی سے اس دعوت کے جواب میں جناب خلیفہ صاحب کی خاموشی و گریز کی تلافی کے لئے سعی ناکام فرماتے آئے ہیں۔ اس "فرض" کی ادائیگی میں انہیں ہمیشہ ایسے ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں جو مذہبی و اخلاقی لحاظ سے بے حد ناپسندیدہ ہیں اور ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جو کہ حقیقت و صداقت سے بے نیاز ہوتی ہیں۔ اس ہفتہ مسئلہ نبوت کے متعلق مولوی صاحب مذکور کا لکھا ہوا اور قادیانی انجمن کے صیغہ نشر و اشاعت کا شائع کردہ ایک تبلیغی اشتہار ۲۶ ہماری نظر سے گذرا۔ تاریخ اشاعت تو اس پر درج نہیں۔ لیکن ہمارے پاس اسی ہفتہ پہنچا ہے اور آجکل قادیانی حضرات اسے بکثرت تقسیم کر رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غالباً مولوی اللہ دتا صاحب کا "تازہ کلام" ہے۔ اس اشتہار کے آخر میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"بعض غیر مبائع اپنی تحریر و تقریر میں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) ان سے مناظرہ کرنے سے گریز کرتی ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ کیونکہ ہر دفعہ انہوں نے ہی مناظرہ سے فرار کی راہ اختیار کی ہے لیکن ان کی اس غلط بیانی کے ازالہ کیلئے ہم پھر ایک مرتبہ باآواز بلند اعلان کرتے ہیں کہ اگر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں میں جرأت ہے تو آئیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں تحریری اور تقریری مناظرہ کر لیں۔ کیا کوئی ہے جو ہمارے اس چیلنج کو منظور کرے؟"

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بار بار فیصلہ کن بحث کی دعوت کے جواب میں جناب خلیفہ صاحب کی مسلسل خاموشی و گریز کا اثر اس قدر وسیع ہے کہ اس کے زائل کرنے کی کوشش میں مولوی اللہ دتا صاحب بڑی سے بڑی غلط بیانی کرنے کیلئے مجبور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مندرجہ بالا سطور میں بیک وقت متعدد از سر تا پا غلط باتیں ارشاد فرما دی ہیں۔

واقعات دنیا کے سامنے ہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ اختلافی مسائل کی سب سے زیادہ ذمہ داری دونوں جماعتوں کے امیروں پر ہے۔ فیصلہ کن بحث بھی لازمی طور پر انہی دونوں کے درمیان ہونی چاہئے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جماعتوں کے علما اور عام افراد کے درمیان بحث و مناظرہ اور اعتراضات و جوابات کا سلسلہ گذشتہ بیس پچیس سال سے جاری ہے۔ لیکن اب تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ ضرورت ہے کہ دونوں طرف کے امیر نکلیں اور تینوں اختلافی مسائل پر آپس میں فیصلہ کن مناظرہ کریں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر کئی سال سے اس بحث کیلئے قادیانی جماعت کے خلیفہ کو متواتر و مسلسل دعوت دے رہے ہیں۔ اس کیلئے مختلف تجاویز معقول اور آسان شرائط پیش فرما چکے ہیں۔ انہوں نے خدا، اسلام، رسول، قرآن اور سلسلہ کا واسطہ دیکر جناب خلیفہ صاحب سے اپیلیں کیں لیکن خلیفہ صاحب خاموش ہیں۔ نہ منہ سے کچھ بولتے ہیں اور نہ اپنے قلم سے کچھ لکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مولوی اللہ دتا صاحب کا ارشاد ہے کہ جماعت لاہور مناظرہ سے گریز کرتی ہے۔ ہر دفعہ اس نے ہی راہ فرار اختیار کی ہے اور اس کے ساتھ ہی "باآواز بلند اعلان" کے ذریعے چیلنج بھی ہو رہا ہے اور دریافت کیا جا رہا ہے کہ "کیا کوئی ہے جو ہمارے اس چیلنج کو منظور کرے"؟ مولوی صاحب! فیصلہ کن مناظرہ کی دعوت تو ہماری طرف سے تھی۔ اس کے جواب میں چیلنج کی نہیں بلکہ چیلنج کو منظور کرنے کی ضرورت ہے۔ آنکھیں رکھنے کے باوجود کوئی نہ دیکھے اور کان رکھنے کے باوجود نہ سنے تو اس کا کیا علاج؟ ہماری طرف سے تو ہمارے امیر بحث کیلئے آمادہ و تیار ہیں اور بار بار اپنی دعوت کی یاد دہانی کرا رہے ہیں۔ آپ اپنی بے جان و بے محل رجز خوانی کو چھوڑیئے۔ اور ہمارے امیر کے مقابلہ میں اپنے خلیفہ صاحب کو میدان مناظرہ میں لایئے ان کی مہر سکوت کو توڑیئے۔ ان کو سمجھایئے اور بتایئے کہ یہ خاموشی و گریز "خدا کے مقرر کردہ اولوالعزم خلیفہ" کے شایان شان نہیں ہے۔ باقی ہر بات میں قادیانی حضرات خلیفہ کی ذات کو مقدم رکھتے ہیں تو پھر اس فیصلہ کن بحث میں کیوں انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ان کے گریز و خاموشی کو کیوں گوارا کیا جا رہا ہے؟ ہمارے حضرت امیر تو واضح الفاظ میں یہ اعلان بھی فرما چکے ہیں کہ میں اکیلا بحث کروں گا۔ صرف میرا خدا میرے لئے کافی ہوگا۔ جناب خلیفہ صاحب اپنی امداد کیلئے جتنے آدمی چاہیں لے آئیں۔ تو پھر مولوی اللہ دتا صاحب اور ان جیسے دوسرے قادیانیوں کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ جناب خلیفہ صاحب کے گریز و تامل کی پردہ پوشی میں نامناسب کوششوں کی بجائے انہیں سہارا دیکر اور حوصلہ دلا کر میدان میں لائیں۔ اور جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں بھی ہم مودبانہ گزارش کریں گے کہ وہ خود خاموش رہ کر مولوی اللہ دتا صاحب جیسوں کو سامنے کرنے کی بجائے خود میدان مقابلہ میں تشریف لا کر ان کی قابلیت اور معلومات سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمارے حضرت امیر کی پیش کردہ شرائط میں ان کیلئے اس بات کی پوری گنجائش موجود ہے۔

مولوی اللہ دتا صاحب شروع ہی سے اس بات پر مصر ہیں کہ مناظرہ صرف مسئلہ نبوت پر ہو۔ افسوس ان کا یہ اصرار بالکل بیجا ہے اور معقولیت سے ذرہ بھر بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ کیا کفر و اسلام اور خلافت کے مسائل دونوں جماعتوں میں وجہ اختلاف نہیں ہیں؟ اگر قادیانی جماعت ان مسائل میں جماعت احمدیہ لاہور کے عقیدہ و مسلک سے متفق ہو چکی ہے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اس صورت میں ہمارے حضرت امیر جناب خلیفہ صاحب سے صرف مسئلہ نبوت پر ہی بحث فرما لیں گے۔ لیکن اگر ان مسائل میں اختلاف باقی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان پر بحث نہ ہو۔ ان کے بغیر فیصلہ کن بحث ہو ہی نہیں سکتی اور ہم فیصلہ کن بحث چاہتے ہیں۔ قادیانی حضرات کو فیصلہ کن بحث میں غالباً اپنا نقصان نظر آ رہا ہے۔ اس کے سوا ان کے گریز کی وجہ دیکھی ہی نہیں جا سکتی۔

ہماری پوزیشن بالکل واضح اور نہایت معقول ہے۔ ہم تینوں اختلافی مسائل پر دونوں جماعتوں کے امیروں کے درمیان فیصلہ کن بحث کے طالب ہیں۔ جن میں مسئلہ نبوت بھی شامل ہے۔ اگر اپنے مشاغل و مصروفیات کی وجہ سے جناب خلیفہ صاحب اس بحث کو مختصر کرنا چاہتے ہیں تو صرف مسئلہ کفر و اسلام پر بحث فرما لیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اختلاف کی اصل جڑ یہی مسئلہ ہے۔ اگر ان کے نزدیک مسئلہ نبوت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے تو پھر تسلیم شدہ تینوں مسائل پر بحث کر لیں۔ اگر ہم یہ کہتے کہ صرف مسئلہ کفر و اسلام پر بحث کی جائے اور مسئلہ نبوت کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے تو بے شک یہ ہمارا فیصلہ کن بحث سے گریز و فرار ہوتا۔ لیکن ہم بڑے شوق سے دوسرے دو [illegible] ہیں اور مولوی اللہ دتا صاحب اس کے برعکس باقی دو اہم مسائل کو چھوڑ دینے پر مصر ہیں۔ [illegible] سے گریز و فرار ان کی طرف سے ہو رہا ہے۔ ان کا "باآواز بلند اعلان" دراصل فیصلہ کن بحث سے گریز و فرار کا اعلان ہے۔ لیکن مولوی صاحب مذکور کے اس اعلان گریز و فرار کے باوجود ہم جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں یہی عرض کریں گے کہ وہ [illegible]

شذرات

سوامی دیانند کا پروگرام اور آریہ سماج

لاہور کا مشہور آریہ سماجی اخبار "آریہ ویر" اپنے ۳۰ رجون کے مقالہ افتتاحیہ میں رقمطراز ہے کہ:۔

"رشی دیانند کے ویدک دھرم کے پروگرام کو پورا کرنے کیلئے تو ہمارے لیڈر ہی نہیں کہ کچھ کر نہیں رہے بلکہ ان کی ایک ایک بات کا عملی ورودھ (تردید) کیا جا رہا ہے۔ رشی دیانند سے دشواش گھات اور غداری کی جا رہی ہے۔ ان کے پروگرام کے برعکس اپنے بنائے ویدک سدھ نتوں (اصولوں) پر کٹھار گھات کرنے والے اور آریہ سبھیتا اور سنسکرتی کو مٹانے والے پروگراموں پر جنتا (قوم) کو چلایا جا رہا ہے اور پھر ڈینگیں رشی دیانند کے نام کی ماری جا رہی ہیں اور آریہ سماج کی اُنتی کیلئے جھوٹی دہائی دے کر دنیا کو دھوکا دیا جا رہا ہے"

اس میں کوئی شک نہیں کہ آریہ سماج اور اس کے لیڈر سوامی دیانند کے پروگرام کو بہت پہلے کا چھوڑ چکے ہیں اور روز بروز چھوڑتے جاتے ہیں۔ اب اکثر امور میں ان لیڈروں کا رویہ سوامی جی کے ارشادات کے برعکس ظاہر ہو رہا ہے۔ لیکن ہم اس کے باوجود آریہ لیڈروں کو ملزم قرار دینے میں آریہ ویر سے متفق نہیں ہیں۔ کیونکہ سوامی دیانند جی کے ویدک دھرم کا پروگرام ہی ناقابل عمل ہے۔ بیچارے آریہ لیڈر زمانہ کی ضروریات کی وجہ سے اس ناقص پروگرام کو ترک کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ سوامی دیانند جی کی تعلیمات کا غالب حصہ قطعاً ناقابل عمل ہے۔۔۔۔۔۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ آریہ ویر نے اپنے لیڈروں سے انصاف نہیں کیا اور وہ ان سے اس چیز کا متوقع ہے جو بالکل ناممکن ہے ـــــــ ہمارا معاصر خواہ اس حقیقت کو درست تسلیم کرے یا نہ کرے۔ لیکن بہرحال اس نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ موجودہ زمانہ میں سوامی جی کے ویدک دھرمی پروگرام پر عمل کرنے سے آریہ سماج اور اس کے لیڈر بھی قاصر ہیں۔

اپنے اسی مقالہ افتتاحیہ میں آریہ ویر لکھتا ہے کہ:۔

"آج آریہ سماج کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ بھگتی سے کورے باتونی، خشک فلاسفی چھانٹنے والوں کا سمودائے بن رہا ہے"

کس قدر سچ فرمایا تھا مجدد وقت نے کہ سو سال کے اندر اندر آریہ سماج مذہبی حیثیت سے مردہ ہو جائے گا۔ اس پیشگوئی کی صداقت پر نہ صرف آریہ سماج کا عمل بلکہ اس کی زبان بھی شہادت دے رہی ہے ـــــــ جس کو اللہ نے کان دیئے ہیں سنے۔

ایک انگریز خاتون کا ایثار

انگریزوں کی حب الوطنی اور قوم پروری ہمیشہ سے مشہور ہے۔ لیکن آجکل یہ لوگ جنگ میں فتح و کامیابی حاصل کرنے کیلئے حیرت انگیز قربانیاں کر رہے ہیں۔ مردوں کے علاوہ انگریز عورتوں نے بھی ایثار کی قابل تعریف ۔۔ ۔۔لائق ذکر مثالیں پیش کی ہیں۔ اس بارہ میں ایک تازہ خبر ملاحظہ فرمایئے:۔

"لندن ۸ رجون رکرسٹی کے ۔۔ مشہور نیلام گھر میں ایک خاتون نے اپنا نام ظاہر کئے بغیر جواہرات کی ایک مالا اس لئے بھیجی ہے کہ اسکو نیلام کر کے رقم جنگی مصارف میں خرچ کر دی جائے۔ یہ مالا بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے اور اس میں کل ۱۶۹ جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ کرسٹی کے نیلام گھر میں اس مالا کو باقاعدہ نیلام کر دیا گیا۔ بولی ایک ہزار پونڈ سے شروع ہوئی اور آخر چھبیس ہزار چار سو پونڈ پر ختم ہوئی۔"

(احسان ۳۰ رجون)

یہ خبر ہماری جماعت کی خواتین اور ان سے زیادہ ہمارے مردوں کیلئے قابل توجہ ہے۔ وہ ایک مجاہد جماعت کے فرد ہیں۔ دین کے سپاہی کہلاتے ہیں۔ لیکن کیا ان کے اندر اس انگریز عورت جیسی روح قربانی اور جذبہ ایثار موجود ہے؟ کیا ہم اپنے دین کے لئے وہ کچھ کر سکتے جو اس انگریز عورت نے اپنی قوم و ملک کیلئے کیا۔ اور اگر ہم ایسا کر سکیں تو ہماری کامیابی سو فیصدی یقینی ہے ـــــ خدا ہم میں سے ہر ایک مرد، عورت کو اس کی توفیق دے۔

غیر مدبرانہ چشم پوشی

اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ ۲۳ رجون کی شام کو شاہ عالمی دروازہ لاہور کے اندر کنجر محلے میں قریباً ساٹھ ہندو رضاکار لاٹھیاں اٹھائے، سبز قمیص اور خاکی نیکریں پہنے مارچ کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ لیکن پولیس نے ان سے قطعاً کوئی تعرض نہ کیا۔ اخبارات کی روایت کے مطابق بعض ذمہ دار حضرات کا بیان ہے کہ یہ "بھارت دل" کے رضاکار تھے اور "بھارت دل" کا شمار غالباً ان انجمنوں میں ہے جن پر ۲۲ رفروری کے حکم امتناعی کا اطلاق ہوتا ہے اور جن کی خلاف ورزی کی وجہ سے تحریک خاکسار خلاف قانون قرار دی جا چکی ہے۔ لاہور اور پنجاب کے اسلامی حلقوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی جنگی تیاریوں کی افواہوں کی وجہ سے پہلے ہی کافی اضطراب اور تشویش موجود ہے۔ اور یہ چیز آپس میں عدم اعتماد کی وجہ بن رہی ہے۔ ان حالات میں "بھارت دل" کے رضاکاروں کی اس خلاف قانون حرکت سے پولیس کی چشم پوشی اور حکومت کا اغماض مدبرانہ فعل نہیں کہا جا سکتا۔ اس بارہ میں ہم معاصر "انقلاب" کی رائے سے بالکل متفق ہیں کہ:۔

"خاکساروں کی سرا‌‌ ‌‌قربانی اور ان کی گیر و دار کے پیش نظر اس قسم کی پریڈ ‌‌دیکھ کر شہر (لاہور) کا ہر مسلمان طبعاً یہی سوال کرتا ہے کہ کیا ان کیلئے کوئی پابندی نہیں؟ ہمارے نزدیک ہندو اور سکھ رضاکار جماعتوں کے ان مظاہروں سے اغماض کرنا حکومت کے اپنے اغراض و مقاصد کیلئے بے انتہا مضر ہو گا۔ کیونکہ موجودہ حالات میں اس قسم کی نمائش فوری اشتعال کا باعث ہو سکتی ہے"

ہم توقع کرتے ہیں کہ حکومت آئندہ کیلئے اس قسم کی غیر مدبرانہ چشم پوشی اور اغماض کو ہرگز روا نہ رکھیگی جو ایک طبقہ کو قانون کی خلاف ورزی پر دلیر کر کے دوسرے لوگوں کی شکایت و اضطراب کا باعث بنے۔

ایک حیا سوز وبا

کچھ عرصہ سے لاہور کے مغرب زدہ اصحاب میں اپنی تعلیم یافتہ نوجوان بہنوں اور بیٹیوں کو پبلک کے سامنے نچوانے کا شوق ترقی کر رہا ہے اپنی "روشن خیالی" کے جوش میں یہ لوگ آرٹ اور موسیقی کے نام پر سوسائٹیاں اور کلب قائم کرتے ہیں۔ ان کے باقاعدہ جلسے منعقد ہوتے ہیں جن میں اعلیٰ گھرانوں کی لڑکیاں اپنا ناچ دکھاتی اور گانا سناتی ہیں۔ ان جلسوں میں ہر شخص معمولی دام خرچ کر کے شریک ہو سکتا ہے۔ کالجوں کے نوجوان طلبہ اور طالبات تفریح پسند مرد اور عورتیں اور ان کے علاوہ ہر حیثیت و اعلیٰ طبقات کے افراد بلا تکلف ان جلسوں میں جاتے ہیں اور وہاں سے جو نفسانی جذبات لیکر آتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔

چند ماہ ہوئے لالہ لاجپت رائے ہال میں ہندو "روشن خیالوں" نے ایک اسی قسم کے جلسہ کا ہندو شرنارتھی فنڈ کی امداد کیلئے انتظام کیا اور اس کا خوب اشتہار دیا۔ لیکن عین وقت پر بعض ہندو نوجوانوں کے زبردست مظاہرہ کی وجہ سے جلسہ ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ سکون رہا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں نے ۲۷ رجون کو مالی ...... ہال میں اس قسم کا جلسہ منعقد کیا جس میں تین ہندو لڑکیاں ناچیں۔ متعدد ہندو لڑکیوں کے علاوہ ایک مسلمان کہلانے والی خاتون نے بھی اپنا ناچ دکھایا۔ ان مشکلات کا حل موجود ۔۔۔ کرنے کے لئے بھی

افسوس ہم مغرب زدہ اصحاب کی اس بے غیرتی اخلاقی کو بیان کرنے کیلئے مجبور رہیں۔ صحیح الخیال ہندو مسلمان انسداد کی طرف فوراً متوجہ ہونا چاہئیے۔ ورنہ یہ مرض بہت ناقابل انسداد ہو جائے گا۔

...ست اسلام لاہور

اس میں کوئی شک نہیں ابھی تک یہ لوگ صرف ہندو خواتین ۔۔ کا محتاج ہندو گھرانوں کی لڑکیوں ہی کو نچوانے میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن ادنیٰ درجہ کا لٹریچر اس وبا کے اثرات سے مسلمانوں کے "روشن خیال" گھرانے بھی پوری ۔۔۔ یہ پھیلایا ۔۔۔ مکان ہیں اس وبا کے پھیلنے کے زبردست امکانات موجود ہیں۔ تہذیب و شرافت کیلئے یہ بات بہت زیادہ ناقابل برداشت، خوفناک رسالے ہوں گی۔ اس لئے سرمایہ داروں پر اس وبا کے انسداد کا فرض ۔۔ موجود اور سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے۔

نمبر ۱۲

اشتہار مشتہر حکم حاضری مدعا علیہ

زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خاں

ایم۔ ایس سی۔ ایل ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

نمبر مقدمہ ۱۱ دیوانی بابت ۱۹۴۰ء

سید یار محمد شاہ ولد سید داد محمد شاہ ذات سید ساکنہ کوئٹہ

دوکاندار بذریعہ جیون داس ولد جیا رام مختار عام کوئٹہ

بنام

ملک عبد الغنی سوداگر مقام لاہور مزنگ سبزی مارکیٹ لاہور

علی بہادر ولد نامعلوم ساکنہ کوئٹہ حال مزنگ لاہور بمعرفت مدعا علیہ ۱

دعوے ۳/۹/۹ ۶۵

بنام ملک عبد الغنی ولد نامعلوم سوداگر مقام لاہور مزنگ سبزی مارکیٹ لاہور

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی ملک عبد الغنی مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام ملک عبد الغنی مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۲ ماہ اگست ۱۹۴۰ء کو بمقام کوئٹہ بوقت ۱۰½ بجے دن حاضر عدالت ہذا نہیں ہو گا تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۲۲ ماہ جون ۱۹۴۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

چند قادیانی اعتراضات کے جوابات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مکتوب گرامی

ہمارے ایک محترم دوست نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں جناب میاں صاحب کے ایک مرید کے چند اعتراضات بذریعہ خط پیش کئے تھے۔ حضرت ممدوح نے ان کا جواب انہیں خط ہی کی صورت میں بھیج دیا۔ اس خط کو قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

... شاید کہ میں نے اپنے عقائد میں تبدیلی کر لی ہے اس کی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ وہ خود اس بارہ میں جرح بھی کر چکے ہیں اور میں نے ان کو یہی جواب دیا کہ لغوی معنی میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے لئے لفظ نبی ... اس لغوی اور مجازی معنی میں ہی استعمال کیا ... صاحب چونکہ مامور تھے۔ وہ احتیاط بھی زیادہ فرماتے تھے جب استعمال فرماتے تھے ساتھ ہی اس کی تشریح بھی فرما ... نے یہ احتیاط نہیں کی۔ لیکن اس زمانہ میں اس لفظ کو ... جب نہ صرف خود حضرت صاحب نے اس بات کی صراحت کی تھی کہ اس زمانہ میں لفظ نبی سے اللہ تعالیٰ کی مراد صرف مامور من اللہ ہے۔ بلکہ قادیانی جماعت کے بڑے بڑے بزرگ خود یہی تشریح کرتے تھے جس کا جواب وہ آج کچھ نہیں دیتے۔ یہی تشریح آپ نے اپنی ... میں فرمائی کہ اس سے مراد محدث ہے اور آخر تک یہی کہتے رہے کہ مجھے صرف نبی مت کہو اور ... میرے لئے لفظ نبی استعمال نہ کرو۔

لیکن ایک بات ... سے کیا فرق ... عقیدہ میں تبدیلی اس جماعت نے کی جس نے حضرت صاحب کے زمانہ کا سارا مسلک تبدیل کر دیا۔ یا اس جماعت نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک پر قائم ہے آخر ... کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے جاتے تھے۔ لاہور میں، شملہ میں، سیالکوٹ میں۔ ان میں سے کسی جماعت کے کسی پرانے آدمی سے دریافت کر لیا جائے۔ خود قادیان میں پڑھے جاتے تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھے۔ پڑھنے کا فتویٰ ... اپنی وفات کے سال میں دیا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے پڑھے اور پڑھوائے۔ میاں صاحب کے زمانہ میں یہ سارا پچیس سال کا عمل دریا برد ہو گیا۔ عقیدہ کا اثر عمل پر ہوتا ہے اور عقیدہ اس جماعت نے تبدیل کیا جس کے عمل میں تبدیلی نظر آتی ہو۔ تعجب ہے کہ ... جیسا فہیم انسان اس بات میں غلطی کھا جائے۔ کہ عقیدہ کس جماعت نے بدلا ہے۔ اگر حضرت صاحب کے زمانہ کا عمل جماعت قادیان نے تبدیل کیا ہے۔ تو عقیدہ بھی انہوں نے ہی تبدیل کیا ہے۔ اس سے انہیں انکار نہ ہونا چاہئے ظاہر ہے کہ میاں صاحب اب غیر احمدی کے جنازہ کے خلاف اس لئے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں کو کافر خارج از اسلام سمجھتے ہیں حضرت صاحب اس کو جائز سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ان غیر احمدیوں کو کافر خارج از اسلام نہ سمجھتے تھے۔ تو ... کم سے کم اسی قدر تسلیم کر لیں۔ کہ مسئلہ کفر و اسلام میں جماعت قادیان نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ میں نے درباره نبوت عقیدہ تبدیل کیا ہے یہ محض ایک مغالطہ ہے۔ جو مولوی صاحبان نے پیدا کیا ہے۔ مجھے اس سے نہ پہلے انکار ہوا۔ نہ آج انکار ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے لئے لفظ نبی ایک خاص معنی میں استعمال کیا یعنی لغوی معنی میں یا مجاز اور استعارہ کے طور پر۔ اسی معنی میں میں نے استعمال کیا۔ اور آج بھی اس معنی میں لفظ نبی کا استعمال جائز سمجھتا ہوں۔ مگر صرف اس لئے کہ جماعت قادیان نے ایک غلط راہ اختیار کی ہے اور اس لفظ کے مجازی استعمال سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ میں اس کا استعمال نہیں کرتا۔ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ اسی لفظ نبی کا استعمال آپ نے

(۱) لغوی معنوں میں کیا ہے شرعی اصطلاح میں نہیں کیا یعنی مراد صرف پیشگوئی کرنے والا ہے۔

(۲) مجاز اور استعارہ کے طور پر کیا ہے۔ یہ الفاظ ... سے ... آخر تک پائے جاتے ہیں۔

(۳) معنی نبی کا لفظ محدث پر صادق آتا ہے۔

پس اصل جھگڑا لفظ نبی کے استعمال میں نہیں کہ اس سے کوئی نتیجہ نکل سکے۔ جماعت قادیان نے تو کفر و اسلام کے مسئلہ میں نمایاں اور کھلی تبدیلی کی ہے۔ لفظ نبی کے مفہوم میں تبدیلی کر دی ہے۔ اور جو مفہوم حضرت صاحب نے اپنا تھا اسے تسلیم نہیں کیا جاتا۔

اصلی مسائل تو یہی دو ہیں۔ ان کو پہلے صاف کرنا چاہئے میں بار بار میاں صاحب کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ ان مسائل کو آمنے سامنے بحث میں یا اخباری بحث میں ہی صاف کرا لیا جائے مگر اس طرح کہ یہ دو بحث کریں اور لکھیں باہم۔ یہ جو مولوی صاحبان کی طبع آزمائیاں ہوتی رہتی ہیں ان کو کچھ عرصہ کے لئے موقوف کر دیا جائے۔ آخر ... بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ دونوں جماعتوں کا کس قدر وقت ان جھگڑوں پر برباد ہو رہا ہے۔ جو کسی بہتر مصرف پر لگ سکتا تھا ... ہی جناب میاں صاحب سے عرض کریں کہ وہ خود توجہ فرمائیں۔ تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو کس جماعت نے تبدیل کیا ہے۔

مجھ سے اگر کسی حوالے کے نقل کرنے میں یا حوالہ دینے میں غلطی ہو گئی ہو تو یہ بالکل ممکن ہے۔ کم سے کم یہ میں نے بھی کبھی نہیں لکھا کہ حضرت مسیح موعود کو کوئی ایسے الہامات بھی ہوتے تھے جنہیں آپ نے خلاف قرآن و حدیث پا کر گھٹا کر کی طرح پھینک دیا ... اور امکان اگر میری تحریر میں موجود ہے تو حضرت صاحب کی تحریر میں بھی موجود ہے۔ اس وقت تو اصل الفاظ میرے سامنے موجود نہیں۔ لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت صاحب کی کس تحریر کا حوالہ دینے میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ تو میں اس کی اصلاح ضرور کر دونگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات دریافت کرتا ہوں کہ اگر جناب میاں صاحب نے اس سے بڑھ کر غلطیاں حضرت صاحب کی تحریروں کے حوالے دینے میں کی ہوں تو وہ بھی اصلاح فرما دیں گے؟

ہم خدا کے فضل سے کبھی تفریط سے کام نہیں لیتے۔ نہ ڈاکٹر صاحب نے لیا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ نہ آپ نبی ہیں۔ تو یہ وہی بات ہے جو خود حضرت مسیح موعودؑ نے کہی ہے۔ دعویٰ نبوت کو آپ نے اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے۔ ہاں لفظ نبی کا استعمال مجاز اور استعارہ کے طور پر اور چیز ہے۔ یہاں تک کہ لفظ خدا کا استعمال بھی مجاز کے طور پر کتب سابقہ میں ہوا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں۔ ان میں آپ کو بھی خدا کہا گیا ہے۔ ابن اللہ کا مجازی استعمال بھی ہوا۔ تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ جس شخص کے متعلق لفظ خدا کا استعمال مجازی طور پر ہوا۔ وہ بھی ایک قسم کا خدا ہے۔ جس طرح جب انسان کو مجازی طور پر شیر کہا جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ ایک قسم کا شیر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اگر یہ لکھا ہے کہ ہم مرزا صاحب کو کسی قسم کا نبی نہیں مانتے تو اس سے مراد بھی اسی قدر ہے۔ مجازی طور پر استعارہ کے طور پر لغوی معنے میں کسی پر لفظ نبی کا استعمال یہ نہیں بتاتا کہ وہ ایک قسم کا نبی ہے۔ حدیثوں میں بادشاہ کو ظل اللہ کہا گیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ ایک قسم کا خدا ہے۔ اسی طرح ظلی نبوت لغوی نبوت۔ مجازی نبوت یہ سب ولایت کے نام ہیں حضرت مسیح موعود کا مرتبہ مجدد کا ہے نہ کہ نبی کا۔ ہاں چونکہ مجدد اور محدث میں بعض صفات نبوت کے پائے جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ میں وہ بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے مجازی طور پر استعارہ کے طور پر ان کے لئے لفظ نبی کا استعمال ہو سکتا ہے

اگر آپ کے پاس کتاب النبوۃ فی الاسلام ہو تو اس کو دوبارہ یا کر ایک دفعہ دیکھ لیں۔ بلکہ اگر ... کی نظر سے یہ کتاب نہ گذری ہو۔ تو میں ایک کاپی ان کی خدمت میں بھجوا دونگا ہم خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود کے مرتبہ میں کسی قسم کی تفریط نہیں کرتے۔ ہاں یہ مانتے ہیں کہ جو دعوے آپ نے ۱۸۹۱ء میں کیا۔ اسی پر آپ آخر تک قائم رہے۔ یہ نہیں ہوا کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے دعویٰ تبدیل کر لیا ہو۔ اور جس دعویٰ نبوت کو پہلے اپنے اوپر افترا قرار دیتے تھے پھر وہی دعویٰ نبوت کر دیا ہو۔ سنہ ۱۸۹۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۱ء تک جو کچھ حضرت مسیح موعود اپنے متعلق فرماتے تھے۔ اگر وہ تفریط نہیں تو جو کچھ ہم آپ کو مانتے ہیں اس میں بھی کوئی تفریط امکانی طور پر نہیں۔ والسلام

خاکسار

محمد علی

دارالسلام ڈلہوزی ۲۰ ۶/۴۲

خریداران پیغام صلح کیلئے ضروری درخواست

اگر کسی دوست کو اخبار پیغام صلح کا کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ پہنچنے پر فوراً دفتر کو اطلاع دیں۔ ورنہ بعد میں تعمیل نہ ہو سکے گی اور جو پرچہ نہ ملا ہو اس کے نمبر اور تاریخ سے بھی مطلع فرمائیں۔

خاکسار (ڈاکٹر) محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

متفرق خیالات

(الیس محمّد اصف قادیانی - بی - اے)

مہاتما گاندھی اور عورت کی معاشی آزادی

گاندھی جی "ہریجن" مورخہ ۸ جون کے ایک شذرہ میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ اگر عورت کو معاشی اور اقتصادی لحاظ سے آزاد کر دیا جائے تو کیا اس کے اخلاق کو اس سے نقصان پہنچیگا؟ رقمطراز ہیں:-

"کیا معاشی اور اقتصادی آزادی سے مرد کے اخلاق کو کوئی نقصان پہنچا ہے؟ اگر اسکا جواب اثبات میں ہو تو یقیناً عورت کو بھی نقصان پہنچے گا لیکن نہیں اگر عورت کو مرد کی طرح معاشی اور اقتصادی حقوق دے دئے جائیں تو نسوانی دنیا میں ان حقوق کی وجہ سے کوئی اخلاقی اختلال پیدا نہیں ہوگا۔ اخلاق کا اس سے تعلق ہی کیا؟ اخلاق کا تو انسانی قلب کی پاکیزگی سے تعلق ہے۔"

اس مندرجہ بالا اقتباس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گاندھی جی کی رائے کے مطابق عورت کو اقتصادی لحاظ سے آزاد کر دینا چاہئے اور ہندو سوسائٹی میں یہ جو خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے عورت کے اخلاق خراب ہو جائیں گے اور خانگی زندگی کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچے گا۔ بالکل غلط ہے۔ معاشی آزادی سے عورت کے اخلاق کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ اصل میں حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں عورت کے ساتھ ایسی سختی کا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں کیا گیا ہے اور عورت کو نہایت ادنی درجہ کی مخلوق خیال کیا گیا ہے اور اسے ہر قسم کے معاشی تمدنی حقوق سے بالکل محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن آج جبکہ حالات بدل چکے ہیں اور ہندو قانون کی خامیاں واشگاف ہونے لگی ہیں اور عورتوں کے اندر بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا احساس پیدا ہو چکا ہے۔ تو ہندو لیڈر جانتے ہیں کہ ہندو قانون کو جو بالکل ساکن اور غیر متحرک ہے اور زمانہ کی ضروریات کے مطابق اس کے اندر لچک موجود نہیں ہے۔ اسے اگر تقاضائے وقت کے لحاظ سے بنیادی طور پر تبدیل کرنا پڑے تو کیا مضائقہ ہے۔ چنانچہ مسئلہ طلاق اور نکاح بیوگان کو اختیار کرنے میں سراسر ہندو قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور واضح طور پر اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے اس کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ اور آج عورت کی اقتصادی اور معاشی آزادی کے لئے جو حرکت پیدا ہوئی ہے وہ بھی دین الفطرت کی طرف ایک قدم اٹھا ہے۔ ہندو ارباب حل و عقد خواہ جس راستہ سے چاہیں اپنی آزادی اور ترقی کو حاصل کریں وہ اپنی منزل مقصود دینِ فطرت یعنی اسلام کو پائیں گے جس کی طرف انسان خود بخود کھنچا چلا آتا ہے۔

چنانچہ یہ معاشی اور اقتصادی آزادی سب سے پہلے اسلام اور قرآن نے عورت کو دی ہے۔ اور اس کے حقوق جائداد کو تسلیم کیا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا۔

ترجمہ:- مردوں کے لئے اس سے ایک حصّہ ہے۔ جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں اور عورتوں کے لئے اس سے ایک حصّہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں۔ خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ایک مقرر حصّہ۔

سو ہندو سوسائٹی کے عوارض کا علاج خواہ اسکا تعلق عورت سے ہو یا مرد سے قرآن مجید میں ہے ان لوگوں کو بجائے اپنی ناقص عقل کو کام میں لانے کے اسلام کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور وہ یقیناً وہیں تمام معاشی اور تمدنی الجھنوں کا حل پائیں گے۔

روس کی ملحدانہ تحریک کا زوال

پچھلے دنوں روس کی ملحدانہ جنگی تحریک نے اپنی پندرھویں سالگرہ منائی ہے جس کی روئداد متعدد روسی رسالوں میں شائع ہوئی ہے جس میں اس تنظیم کی کارکردگی کی مختلف دفعات کو یوں بیان کیا گیا ہے (الف) اس تنظیم نے مزدوروں کے اندر مادی علوم کے فلسفہ کا چرچا کیا (ب) تقریر اور تحریر کے ذریعہ نہایت وسیع پیمانے پر مزدوروں کے اندر اس امر کی وضاحت کی گئی کہ مذہب اور پادریوں نے بنی نوع انسان کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس افیون کے اثر کو انسانی دماغ سے زائل کرنے کے لئے ایک بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس کارکردگی کے علاوہ اس تنظیم کے مندرجہ ذیل اعداد و شمار بتائے گئے ہیں۔ یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو اس ملحدانہ تحریک کے کل افراد کی میزان ۵۰۰۰۰۰۰۰ ۲۹۲۵ تھی اور عجیب بات یہ ہے ستمبر ۱۹۳۹ء میں ۳۵۰۰۰۰۰ ۳۵ لاکھ تھی اور ۱۹۴۳ء ۵۰۰۰۰۰ ۵ لاکھ تھی یعنی اسکا مطلب یہ ہوا کہ اس تحریک کے افراد کی تعداد دن بدن کم ہو رہی ہے اور باوجود انتہائی کوششوں کے یہ لوگ اس کمی کو جو دن بدن پیدا ہو رہی ہے دور نہیں کر سکتے۔

روس نے ابتدا میں مذہب کے معاملہ میں ایک بہت بڑی غلطی کی ایک انسان کو خدا کا درجہ دیا ایک ایسا انسان جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا جو چلتا پھرتا کھاتا پیتا تھا اسے خدا بنا دیا چنانچہ اس تمہیدی غلطی کی وجہ سے اخلاق اور مذہب کے اندر بہت بڑے بڑے معائب پیدا ہو گئے اور پادریوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جو مذہب کی اجارہ دار بن بیٹھی اور سرمایہ داری کی حامی بنی اور عوام پر جور و تعدی کرنے میں پیش پیش نظر آنے لگی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب سرمایہ داری کے خلاف بغاوت ہوئی تو پادریوں اور مذہب کے خلاف بغاوت ہونا بھی ناگزیر ہو گئی لیکن یہ لوگ اپنی بدقسمتی کی وجہ سے اسلام کی تعلیم سے شناسا نہیں تھے ورنہ اسلام کے اندر معاشی اقتصادی اور مذہبی عوارض کی دوا موجود تھی نہ اس دین کے اندر کوئی انسان ایسا تھا جسے الوہیت کا مرتبہ دیا گیا ہو نہ کوئی پادریوں کی ایسی جماعت تھی جو مذہب کی اجارہ دار اور سرمایہ داری کی حامی ہو بلکہ یہ دین دینِ فطرت ہے جس میں صرف ایک خدا کی حکومت ہے اور انسانوں کی ایک عالمگیر برادری کا تخیل ہے جس میں گورے اور کالے سرمایہ دار اور مزدور کی کوئی تمیز نہیں اور اسکا معاشی نظام اسقدر زبردست ہے جس کے مقابلہ میں سرمایہ داری پنپ ہی نہیں سکتی اور اسی مذہب اور دین کے مقابلہ میں ہر جھوٹے اور باطل مذہب کو فنا ہے۔ یورپ کے اندر بیشمار مادی اور ملحدانہ تحریکات پیدا ہوئیں اور بالآخر فنا ہوئیں اور فنا ہو رہی ہیں اور وہ لوگ ایک سچے دین اور مذہب کے متلاشی ہیں جو انہیں روحانی غذا دے سکے کیونکہ انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں ہے بلکہ اس کی روح کے لئے روحانی نعمتوں اور دسترخوان کی بھی ضرورت ہے اور کیونکہ اس غذا کو مہیا نہیں کر سکے اس لئے صرف اسلام ہی ہے جو اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے کیونکہ اس کے اندر جہاں معاشی ہے وہاں انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان ہے۔

ایک نہایت مفید ٹریکٹ

تبلیغی اغراض کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت نے جیسا اعلیٰ درجہ کا لٹریچر پیدا کیا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں مسلمات اور قرآن و حدیث پر نہایت اعلیٰ موجود ہے جسے غیر مسلم اقوام میں نہایت وسیع پیمانہ پر پھیلایا گیا ہے اور اس کی اشاعت کے نتائج نہایت شاندار ہیں۔

جماعت قادیان اور جماعت احمدیہ لاہور میں اختلافی مسائل ہیں اس کے متعلق ایسی کتب ٹریکٹ اور اشتہار ہیں جسے اگر وسیع پیمانہ پر قادیانی اصحاب میں شائع کیا جائے تو نہایت قلیل عرصہ میں نقشہ بدل سکتا ہے لیکن حال ہی میں انجمن اشاعت اسلام نے جماعت قادیان میں تبلیغ اور اشاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے جسکا نام ہے "موجودہ قادیانی مذہب خلاف مذہب حضرت مسیح موعود" اسے آغا میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری نے نہایت خوبی اور کاوش سے مرتب کیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں میاں محمود احمد صاحب کے ان اقوال اور معتقدات جو کہ بانئے سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے بالکل متضاد ہیں کو جمع کیا ہے۔ ان دنوں جماعت قادیان کے اندر اس ٹریکٹ کی اشاعت نہایت مفید رہے گی۔ کیونکہ جماعت قادیان کی طرف سے پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ جماعت لاہور نے سابقہ اور صحیح عقائد کو تبدیل کر لیا ہے اس ٹریکٹ پر صرف ایک نظر اس باطل پروپیگنڈہ کے اثر کو زائل کر سکتی ہے اور ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اس نتیجہ پر نہایت آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا ہے کہ احمدیت کی حقیقی اور صحیح تعلیم کو جماعت قادیان نے ہی فراموش کیا ہے اور جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح مسلک پر قائم ہے۔ اس ٹریکٹ میں بڑی خوبی یہ ہے کہ بحث اور تبصرہ مطلق نہیں کیا گیا بلکہ صرف میاں صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات سے اقتباسات کو لیکر درج کر دیا گیا ہے جس سے اہل تحقیق کیلئے خود موازنہ کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے ہماری جماعت کے احباب کو چاہئے کہ دفتر جائنٹ سکرٹری سے اس ٹریکٹ کو منگوا کر نہایت وسیع پیمانہ پر قادیانی دوستوں میں تقسیم کریں۔ یہ اشاعت انشاء اللہ نہایت نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔

مڈگاسکر میں اسلام

ایک عیسائی مشنری کے تاثرات و مشاہدات

حال ہی میں ایک مشنری نے مڈگاسکر میں تبلیغ عیسائیت کے سلسلہ میں ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں یہاں کے اسلامی تاثرات اور مسلمانوں کے متعلق بھی مفید معلومات ہیں۔ اس لئے اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

جزیرہ مڈگاسکر افریقہ سے ۲۴۰ میل مشرق میں ہے اس کا طول تقریباً ۱۰۰۰ میل اور عرض تین سو پچاس میل ہے۔ مڈگاسکر اور جزیرہ کمورا دونوں فرانسیسی نوآبادیات ہیں۔ اس کی آبادی میں عرب عنصر نوے فیصدی سے شامل ہے۔ مڈگاسکر میں عیسائیت کی ترقی واشاعت کی تازہ ترین اطلاع (یعنی پانچویں انٹرمشنری کانفرنس ۱۹۳۵ء منعقدہ مڈگاسکر کی رپورٹ میں درج ہے کہ اس جزیرہ میں چھ لاکھ بیس ہزار پروٹسٹنٹ اور تین لاکھ دس ہزار رومن کیتھولک اور اٹھائیس لاکھ غیر عیسائی آباد ہیں مسلمانوں کی آبادی پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے زیادہ ہے۔ لیکن عیسائی مبلغین کی توجہ ابھی ان علاقوں اور قبیلوں کی طرف نہیں ہوئی ہے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

۱۹۲۲ء میں ایک مشہور فرانسیسی عیسائی مبلغ نے بیان کیا تھا کہ مڈگاسکر کے علاقوں میں تبلیغ عیسائیت کا کوئی کام اب تک نہیں ہوا ہے۔ یہاں مسلمانوں کی مسجدیں اور مدرسے ہیں۔ وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی زبان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور عیسائیوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔

یہاں کی آبادی میں عرب عنصر نوے فیصدی عیسوی سے شامل ہوا ہے۔ اس جزیرہ میں دنوں کے نام عربی ہیں جنوبی مغربی اور شمالی مشرقی حصوں میں عربی النسل طبقے حکمران ہیں۔

ابتدا میں اس جزیرہ کے باشندوں پر بھی جن کو ملاگاسی کہتے ہیں عربوں کا اثر تھا۔ اس کا پتہ دیسی زبان کے ان الفاظ سے چلتا ہے جو عربی سے لئے گئے ہیں۔ مثلاً مہینوں اور دنوں کے نام، نجوم اور علم غیب۔ لباس، بستر، سکول، کتابوں تحریریں، موسیقی کے آلات، سلام وغیرہ اور بہت سی چیزوں کے نام و اصطلاحات عربی ہیں۔

مڈگاسکر کے مسلمان تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں جنوب میں جزیرہ کمورا (آبادی ۱۰۹۴۰۵) انکارا (۱۸۵۷۸) اور کیمی (۱۸۹۱۳) کے باشندے جنوب اور مغرب میں سکالاوا (۲۰۹۰۰) انتہائی جنوبی حصہ شیمار و (۵۲۰۰۰) تمبومبوکا (۲۴۰۰۰) تفاسی (۴۶۰۰۰) اور تیکاسا (۱۳۱۰۰) ان سب کی مسلم آبادی ۶۷۰۰۰ ہے ۱۹۳۶ء میں یہ آبادی ۔۔۔ تھی ۱۹۳۸ء میں ۸۰۵۰۰ ہو گئی ہے۔

عرب چھٹی اور نویں صدی میں یہاں آئے اور کچھ لوگوں کو حلقہ اسلام میں داخل کیا۔ یہ لوگ غالباً خلیج فارس سے آئے تھے اور سنی تھے ایک دوسری جماعت دسویں صدی میں کابل کے راستے آئی۔ کچھ ایرانی آٹھویں صدی میں آئے تھے۔ آخری بار عرب پندرھویں صدی کے وسط میں اس جزیرہ میں داخل ہوئے۔

یہاں کے باشندوں پر عربوں، ان کی زبان اور معاشرت کا بہت اثر ہے۔ مڈگاسکر اس کی بڑی مثال ہے کہ اسلام جہاں خود قوی نہ ہو سکا۔ وہاں کم از کم اسلامی خیالات اس نے پھیلا دیئے۔ مڈگاسکر کی زبان پر اسلام کے بے شمار نقوش ہیں۔ سب سے اہم عربی حروف تہجی ہیں۔ جو اب بھی جنوب مشرق میں اور کسی زمانہ میں اس سے بڑے رقبہ میں رائج تھے۔ مخطوطات زمانہ ہوا مسلمان ایک عربی رسالہ قمر الدین شائع کرتے تھے۔ جزیرہ کموما میں بھی تقریباً عربی حروف تہجی رائج ہیں۔

مڈگاسکر کے غیر اہل کتاب طبقوں میں بھی عربوں کا نمایاں اثر ہے سارے جزیرہ میں ختنہ کی رسم تقریباً عام ہے۔ جو اسلام کے اثر کا نمایاں ثبوت ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا سالانہ تہوار منایا جاتا ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ وہ عید الفطر کی ایک شکل ہے۔ یہاں کی لامذہب جماعتوں میں جو توہمات پائے جاتے ہیں ان میں بہت زیادہ اسلامی اثر کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں کے تمام قبیلے تقدیر کے قائل ہیں جو غالباً عربوں ہی کا اثر ہے مڈگاسکر کے جنوب مشرق میں بسنے والا قبیلہ برائے نام مسلمان ہے لیکن اس میں بھی اسلامی شعائر اور روایات پائے جاتے ہیں۔ یہ نقشہ دور ماضی کے اسلام کا تھا جب نہ پروٹسٹنٹ عیسائی وہاں پہنچے تھے اور نہ فرانسیسی اقتدار قائم ہوا تھا۔

یہاں کے موجودہ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جزیرہ کمورا کے مسلمان شافعی مذہب کے پیرو ہیں۔ ان کی زبان سواحیلی ہے نام کے تین سلطان فرانسیسی اقتدار کے ماتحت ہیں، مغربی ساحل سکالاوا کے مسلمان اسلامی شعائر کے کچھ بہت زیادہ پابند نہیں ہیں۔ جنوب و مشرق کے مسلمان ابتداً مکہ معظمہ سے آئے تھے۔

۱۹۲۴ء سے ہندوستانی احمدی جماعت کے آدمی یہاں ماریشس اور زنجبار سے آنے لگے ہیں۔ ان کو تبلیغ اسلام میں کسی حد تک کامیابی ہوئی ہے ۱۹۱۳ء میں تبلیغ عیسائیت کے مشن نے یہ رپورٹ کی تھی کہ عرصے سے جزیرہ کے مشرقی حصہ میں عربوں کا اثر محسوس کیا جا رہا ہے بہت سے ہندوستانی مسلمان یہاں آکر بس گئے ہیں اور جزیرہ کے دوسرے حصوں سے آئے ہوئے مسلمانوں سے جن میں تعدد ازدواج کی رسم ہے اس اثر کو زیادہ تقویت پہنچی ہے۔ اگر گذشتہ تلخ تجربوں سے سبق لیا جا سکتا ہے تو یہ بات بالکل عیاں ہے کہ قبول اسلام کے بعد قبول عیسائیت کا مسئلہ بہت دشوار ہو جاتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان رقبوں کو بہت جلد عیسائی اثر و اقتدار میں لایا جائے۔

۱۹۱۹ء میں رابرٹ گرفتھ نے بیان کیا تھا کہ شمال مغربی مڈگاسکر میں اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ عرب، اور زنجبار کے مسلمان مبلغین گاؤں گاؤں میں اور ایک بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام عیسائیت کی ترقی کا زینہ نہیں۔ بلکہ عیسائیت کا سب سے بڑا اور سخت ترین مدمقابل ہے اخلاقی لغزشوں کے باوجود مذہب کے ظاہری کا بڑا اثر محسوس کیا جا رہا ہے چنانچہ مڈگاسکر کے مغربی ساحل پر نومسلمانوں کی تعداد اتنی ہزار ہو چکی ہے۔ ایک فرانسیسی مشنری کا بیان ہے کہ گجراتی مسلمان بھی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم ہیں اور اپنے تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں وہ حبشی اور سفید بادی کے درمیان رابطہ قائم کرتے ہیں۔ یہاں کا اسلام سطحی سہی لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے وہ خطرناک نہیں ہے یہی نام نہاد تبدیل مذہب اسلام کی اشاعت کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کرتا ہے۔ یہاں اس وقت ہندوستانی مسلمانوں کا مرکز مجیمگا ہے۔ ان لوگوں تک پہنچنے کیلئے آج تک کچھ نہیں کیا گیا۔

(معارف)

ضروری خبروں کا خلاصہ

—— لندن ۲۶ جون۔ دشمن کے ساحلی علاقہ کی دیکھ بھال کرنے کی غرض سے برطانیہ کی چھاپہ مارنے والی فوج دشمن کے ساحل پر کئی جگہ اترنے میں کامیاب ہو گئی۔ کئی مقامات پر اس کا جرمن سپاہیوں سے تصادم ہوا جس میں بہت سے جرمن ہلاک ہو گئے یا زخمی ہوئے اور کئی ایک گرفتار کر لئے گئے۔ انگریزی فوج کا ایک آدمی بھی ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔ برطانوی فوج نے اس طرح بہت سی مفید معلومات حاصل کیں۔

—— روم ۲۶ جون۔ اٹلی اور فرانس کے درمیان عارضی صلح کی شرائط بھی شائع ہو گئی ہیں جو کافی ذلت خیز ہیں۔ فرانس نے ان شرائط کو بلا چون و چرا مان لیا۔

—— پانامہ ۲۶ جون۔ نہر پانامہ کے دونوں طرف بارودی سرنگیں بچھا دی گئی ہیں۔

—— بورڈو ۲۷ جون۔ فرانس کی پیتاں وزارت نے فرانسیسی نوآبادیوں کے افسران اعلیٰ کو معزول کر کے ان کی جگہ نئے افسر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے چنانچہ فرانسیسی ہند چینی مڈغاسکر اور شمالی افریقہ کے فرانسیسی حکام اعلیٰ کو معطل کرنے کے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں مندرجہ بالا تینوں فرانسیسی مقبوضات کے کمانڈروں نے پیتاں وزارت کی عارضی صلح کے باوجود جرمنی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

—— انقرہ ۲۷ جون۔ شام کے متعلق ترکی اور عراق میں سمجھوتہ ہو گیا ہے

—— شملہ ۲۷ جون۔ آج مسٹر جناح نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے سے ملاقات کی جس کا سلسلہ قریباً ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ آپ نے ملاقات کے بعد کوئی بیان دینے سے انکار کر دیا۔ اس ملاقات کے متعلق سیاسی حلقوں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں اور قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔

—— لندن ۲۸ جون۔ کل رات جرمن طیاروں نے انگلستان پر تیری بار حملہ کیا۔ لیکن وہ کوئی خاص نقصان نہ پہنچا سکے۔ ان میں سے دو طیارے گرائے ہیں۔ دشمن کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔

—— لاہور ۲۷ جون۔ آج لاہور اور پنجاب کے بعض دوسرے شہروں میں پولیس نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت ۱۴ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ ان میں سے پانچ پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں گرفتاری کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ لوگ مسلح انقلاب برپا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گرفتار ہونے والوں میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہے

—— شملہ ۲۸ جون۔ سرکاری طور پر معلوم ہوا ہے کہ بحر ہند میں تیجان؟ کے سوا اور کوئی جہاز غرق نہیں ہوا۔

—— شملہ ۲۵ جون۔ حکومت ہند نے آج ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت ایک نئے رول کا نفاذ کیا ہے کہ جو شخص بغیر کسی معقول وجہ کے نوٹ سے زیادہ سکے جمع کرے گا۔ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو پانچ سال تک سزا ہو سکتی ہے۔

—— لندن ۲۸ جون۔ روس نے رومانیہ کو الٹی میٹم دیکر بسرابیا اور شمالی بکووینیا کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس وقت روسی فوجیں ان دونوں علاقوں میں بڑھ رہی ہیں۔

—— رومانیہ کے ان تازہ حالات سے بلقان میں زبردست ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ ہنگری سے رومانیہ کو خاص خطرہ لاحق ہے۔ رومانیہ نے ہنگری کا ہر طرح سے مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ رومانیہ کے مزید علاقوں کو بچانے کیلئے شاہ کیرول نے ایک وار کونسل مقرر کر دی ہے اور ہنگری کی سرحد کی طرف فوجیں بھیجدی ہیں۔ بلغاریہ اور یوگوسلاویہ میں بھی سرگرمیاں ہو رہی ہیں

—— ایک اطلاع مظہر ہے کہ ترکی کا جنگی بیڑہ اچانک باسفورس سے بحر اسود کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ دوسری طرف اناطولیہ میں عام بندی شروع ہے

شملہ ۲۸ جون۔ حکومت نے بمبئی کی بندرگاہ کو عارضی طور پر بند کر دیا ہے اب کوئی جہاز بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ ہندوستان کی باقی بندرگاہیں بدستور کھلی ہیں۔ شملہ ۲۸ جون۔ مسٹر جناح نے اعلان کیا ہے کہ اگر کسانوں کے ایک ۔۔۔ پر مجھے صلح کرانے کا اختیار دیں اور یقین دلائیں کہ میری ہدایات پر عمل کریں گے تو میں ۔۔۔ میں باعزت سمجھوتہ کرانے کیلئے تیار ہوں

مراسلات

ہبلی کے جلسہ میلاد النبیؐ کی رپورٹ

(از جناب محمد حسین صاحب گھوڑے سوار ہبلی)

(۲)

تیسرے دن کی کاروائی

تیسرے دن کا جلسہ جناب پٹھان صاحب وکیل پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ دھارواڑ کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد پنڈت واسودیو وی دیاس کی ایک مختصر سی تقریر ہوئی اور آپ نے کچھ وید منتر پڑھکر یہ بتایا کہ وہرم اصل میں سلامتی اور امن پیدا کرنیکا نام ہے اور اسلام کے معنی بھی امن و سلامتی ہیں گویا وید بھی اسی دہرم کی تائید کرتا ہے یہ جلسہ جو یہاں تین روز سے ہو رہا ہے ہندو مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنا اسکا مقصد ہے دونوں قومیں جیسا کہ بتایا گیا ہے اگر ایک دوسرے کے مذہب اور بزرگوں کی عزت کریں تو سوراجیہ کا ملنا بالکل آسان ہو جاتا ہے اور میں ان تقریروں کو سن کر بہت خوش ہوا ہوں،

پنڈت صاحب کے بعد مولانا محمد بڈن صاحب کی تقریر کنٹری زبان میں اس مضمون پر ہوئی کہ ہندوؤں کے خیال میں اب تک ۹ اوتار ہو چکے ہیں مگر دسواں اوتار جسے وہ کلنکی اوتار کہتے ہیں اس کا انہیں انتظار ہے، اس میں شبہ نہیں کہ ہندوؤں نے اوتاروں کو ایسے نام دیتے ہیں جن سے مسلمانوں کو ایک گونہ نفرت ہے مگر جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ پر مختلف حالتیں گذرتی ہیں اور ان کے لحاظ سے اس کے الگ الگ نام بھی ہو سکتے ہیں اور یہ اختلافات دس مہینے تک جاری رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بچہ کامل ہو کر انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح ہندوؤں کے ۹ اوتاروں کا فلسفہ ہے،

پہلے اوتاروں کی حالت اور شکل جنین کی مختلف اشکال کے مطابق تھی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا انسان کامل تھے ہندو پرانوں مثلاً بھگوت پران اور کلنکی پران میں آپ کو دسواں اوتار یا دسواں موعود اوتار کہا گیا ہے اسی کو کلنکی اوتار بھی کہا جاتا ہے۔ بڈن صاحب نے جب اس مضمون کو ختم کیا تو لوگ بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر شروع ہوئی اور انہوں نے ہندو کلچر اور اسلامی کلچر یا تہذیب کا مقابلہ کر کے دکھایا اور یہ بتایا کہ پنڈت جواہر لال نہرو یا بعض کانگریسی لیڈر جو یہ کہتے ہیں کہ اسلامی کلچر اور ہندو کلچر میں کوئی فرق نہیں محض ٹونٹی والے لوٹے اور بغیر ٹونٹی کے لوٹے کا فرق ہے۔ اور یا داڑھی اور چوٹی کا فرق ہے جو عقل کے نزدیک کوئی قابل لحاظ چیز نہیں۔ مولانا نے بتایا کہ ہندو کلچر کا محور گائے ہے اور اسلامک کلچر کا محور توحید ہے گائے کو از روئے ہندو دہرم وہ مرتبہ اور فضیلت حاصل ہے جو ڈاکٹر ٹیگور، مولانا ابوالکلام آزاد پنڈت جواہر لال نہرو اور خود مہاتما گاندھی کو بھی حاصل نہیں، جس طرح یونانی فلسفہ کے عروج کے دنوں میں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ ایک مکان میں اگر ایک کمیاب بت اور انسان کا بچہ دونوں موجود ہوں خدانخواستہ اس مکان کو آگ لگ جائے تو دونوں میں سے کسے بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے؟ تو فلاسفروں نے کہا کہ بت کو کیونکہ بچے تو ہر روز پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں مگر بت کا دوبارہ بننا بڑا مشکل ہے اسی طرح اگر کسی مکان میں مہاتما گاندھی اور ایک گائے کا ویل سا بچھڑا موجود ہو اور اس مکان کو آگ لگ جائے تو دونوں میں سے کس کو بچانے کی کوشش ہونی چاہیئے؟ تو ہندو دہرم کا جواب یہی ہوگا کہ مہاتما گاندھی جیسے لیڈر تو بیسیوں ہو سکتے ہیں مگر بچھڑے کی موت گئو ہتیا کا ایک ہولناک پاپ ہے جو دنیا کو تہ و بالا کر دے گا اسلئے بچھڑے کو بچاؤ اور مہاتما گاندھی کو نذرِ آتش ہونے دو۔

بخلاف اس کے اسلام انسانی بچہ کی حفاظت خواہ بچہ ہندو ہو یا عیسائی یا کسی۔۔ نام نہاد اچھوت کا ضروری قرار دیتا ہے دونوں کی کلچر اور تہذیب میں کس قدر فرق ہے وہ اس مثال سے ظاہر ہے، دونوں قوموں کی تہذیب اور کلچر میں یہ فرق بنیاد ہے اس قانون کی جو ہندوستان میں آریوں نے بنایا اور مسلمانوں کو قرآن مجید نے دیا ایک میں انسان کی عظمت اور فضیلت کو مدنظر رکھا گیا ہے تو دوسرے میں انسان کو گائے بیل درختوں اور پتھروں کا پرستار بنا کر خدا کی ساری مخلوق میں اسے ذلیل و حقیر ٹھہرا دیا گیا ہے۔

گائے پرستی کی اسی بیماری کا اثر ہے کہ اس موجودہ زمانہ کا ہندو قوم کا ریفارمر سوامی دیانند بھی انسانوں کو مار کر جانوروں کو خوش کرنے کا فتوے بڑی تاکید کے ساتھ اپنے وید بھاش میں جگہ جگہ دیتا ہے اور اسی کا نتیجہ چھوت چھات اور اچھوتوں کی ذلت ہے، جسے آج ہندو لیڈر ملک کی غلامی اور انتہائی بدبختی کا باعث بتاتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا نے اچھوت پن کے متعلق ہندو لیڈروں کے خیالات کو حوالجات دے کر سنایا اور بتایا کہ اچھوت پن ہندوستان سے کبھی دور نہیں ہو سکتا جب تک انسان کی فضیلت کو پورے طور پر ساری مخلوق میں تسلیم نہ کیا جائے، اگر گائے کو فضیلت بغیر کسی جدوجہد اور اکتساب کے حاصل ہے یا اسے پیدائشی فضیلت بغیر کسی خصوصیت کے حاصل ہے تو برہمن چھتری اور ویش کو بھی پیدائشی فضیلت ساری قوموں پر حاصل ہے اور یہ فضیلت یہاں تک مسلم ہے کہ گائے۔ برہمن اور دہرم کی خاطر جھوٹ تک بولنا شاستر میں جائز ہے تو یہ کلچر اور تہذیب غیر اقوام کے ساتھ کبھی عدل و انصاف کا برتاؤ نہیں کر سکتی۔ حقیقی کلچر اور تہذیب کی بنیاد خدا کی توحید اور نسل انسانی میں مساوات ہے اور یہ صرف اسلام میں موجود ہے، پس ہندوستان کی آزادی اور ملک کی تہذیب اور ترقی کا ذریعہ صرف اسلامی تہذیب اور کلچر ہے اور جب تک ملک میں اسے ترقی نہ دی جائے گی ہندوستان میں امن کا پیدا ہونا محال ہے۔ بڑی تفصیل کے ساتھ مولوی صاحب نے اس مضمون کو دلائل دیکر بیان کیا۔

اس کے بعد ایک نومسلم پنڈت صاحب نے تقریر کی جو کنٹری زبان میں تھی، انہوں نے کہا جب تک کوئی شخص مختلف مذاہب کا مطالعہ نہیں کرتا تب تک ہر مذہب کی خوبیاں اور برائیاں اس پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ میں اپنی ذاتی تحقیقات کی بنا پر کہتا ہوں کہ دنیا میں امن اور سلامتی کا مذہب صرف اسلام ہے اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں امن اور سلامتی پھیلانے میں کامیاب ترین انسان تھے۔

اس کے بعد صاحب صدر پٹھان صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل نے تقاریر پر مختصر ریمارکس کئے اور مقررین کی تقاریر کے علاوہ جناب مولانا عبدالحق صاحب کا درس اور خطبہ (قلمی نوشتہ پڑھا نہیں جا سکا)

اس سال مولانا ہر روز رات کو دھارواڑ چلے جانے کی بجائے ہبلی کی انجمن کے دفتر میں ہی ٹھہرے تکلیف تو ان کو بہت ہوئی مگر اس سے ہم لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ جماعت کے اپنے ممبروں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تبادلہ خیالات کا سلسلہ برابر جاری رہا چند ایک انگریزی خواں آریہ نوجوانوں نے اسلام پر اپنے اعتراضات پیش کئے مولانا نے نہایت عمدگی کے ساتھ سائنس کے انکشافات سے ان کا جواب دیا اور وہ خوش ہو کر رخصت ہوئے پھر مولانا نے قرآن مجید کی آیت لا اکراہ فی الدین کی ایک عجیب اور مدلل تفسیر سے درس دیا ان دنوں مولانا صاحب صبح سے لیکر گیارہ بارہ بجے رات تک گفتگو کرتے رہتے آپکی صحبت کے یہ چند دن بہت ہی بابرکت تھے ہر وقت قرآن مجید اور حدیث کی باتیں ہوتی رہتی تھیں گویا تین روز ہماری ہبلی کی انجمن لاہور کی احمدیہ بلڈنگس بنی ہوئی تھی۔

اس کے بعد مولانا کو دھارواڑ والوں نے اپنی انجمن اسلامیہ میں تقریر کی دعوت دی جس کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ خاص طور پر آپ کو ایک دن اسی جگہ تقریر کے لئے مجبور کیا گیا ماسٹر عبدالمجید صاحب سٹیشن ماسٹر دودھ ساگر کو مولانا کی تقریر سننے کا بہت شوق تھا، آپ چند دن کی رخصت لیکر دودھ ساگر سے تشریف لائے اور تقریر سن کر بہت خوش ہوئے (حال ہی میں انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی ہے)۔

مولانا کی تقریر سے ایک پنڈت دی وی واسودیو بہت متاثر ہوئے اور دور دور تک متواتر ملاقات کے لئے فارغ وقت میں تشریف لاتے رہے اور آخری دن بھی سٹیشن پر رخصت کرنے کے لئے تشریف لائے اور اپنی چند شائع کردہ کتب بھی مولانا کو دیں ۔

جلسہ یوم وصال

ہمارے محترم دوست جناب ملک کندل خان صاحب سعید ڈیری سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کا جلسہ امسال مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۸ء بروز اتوار بمقام سرائے متصل اسلامیہ کالج بلب سٹرک جمعہ منعقد کیا گیا۔ جماعت پشاور کے بھائی بھی کثرت سے شامل جلسہ ہوئے۔ ہماری ینگ مین ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسوں سے متاثر ہو کر قادیانیوں نے موضع ابیچی بالا میں اسی روز اپنا جلسہ منعقد کرنے کا انتظام کیا۔ اور مردان اور صوابی اور چارسدہ وغیرہ سے قادیانیوں کو بلایا اور بڑے زور شور سے پروپیگنڈا کیا۔ مگر۔۔۔۔ ان کی اپنی جماعت کے کوئی بھی شامل نہ ہوا۔ سوائے آٹھ دس غیر از جماعت کے۔ کیونکہ اسی روز احراریوں نے اسی موضع میں برخلاف قادیانیوں کے اپنا جلسہ کیا اور اس سے پہلی رات بھی خوب مخالفت کی۔ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ ہمارا جلسہ کامیاب رہا۔ حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو خوب صاف کیا۔ غیر از جماعت لوگوں پر خوب اثر ہوا۔ حضرت میر صاحب، کیفور خان، حسین شاہ، سلطان محمد استاد صاحب گل، ماسٹر محمد فردوس خان، ڈاکٹر عبدالرحمان صاحبان نے مندرجہ ذیل مضامین پر تقریریں کیں۔ (۱) تحریک احمدیت وفات مسیح پر کیوں زور دیتی ہے (۲) حضرت مرزا صاحب کا اصلی دعویٰ اور اس کی حد اقدم (۳) حضرت مرزا صاحب کے وجود سے اسلام کو نفع پہنچا یا نقصان۔ (۴) مرزا صاحب کے تبدیلیٔ عقیدہ کا الزام جماعت قادیان پر عائد ہوتا ہے (۵) آیت خاتم النبیین اور حضرت مرزا صاحب (۶) سلسلہ موسویہ اور محمدیہ میں

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت نبی کریم صلعم کا ایک اخلاقی معجزہ

میں تھوڑی دیر کیلئے پھر معجزات کے سلسلہ کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ ایک قسم کے خوارق تو شق القمر وغیرہ کی مانند علمی رنگ کے ہیں اور دوسرے حقائق و معارف کے رنگ کے۔ تیسرا طبقہ معجزات کا اخلاقی معجزات ہیں۔ اخلاقی کرامت میں بہت اثر ہوتا ہے، فلاسفر لوگ معارف اور حقائق سے تسلی نہیں پا سکتے۔ مگر اخلاق عظیمہ ان پر بہت بڑا اور گہرا اثر کرتے ہیں۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایکدفعہ آپ ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شور و پکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنگلی اعرابی تلوار کھینچکر خود حضور صلعم پر حملہ آور ہے۔ اس نے کہا اے محمدؐ! بتا اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپنے پورے اطمینان اور سچی سکینت سے جو آپ کو حاصل بھی فرمایا کہ اللہ آپ کا یہ فرمانا عام انسانوں کی طرح نہ تھا۔ اللہ جو خدا تعالیٰ کا ایک اسم ذات ہے اور جو تمام جمیع صفات کاملہ کا مستجمع ہے۔ ایسے طور پر آپ کے منہ سے نکلا جو دل سے نکل کر دل پر ہی جا ٹھہرا۔ کہتے ہیں کہ اسم اعظم یہی ہے اور اس میں بڑی بڑی برکات ہیں لیکن جس کو وہ اللہ یاد ہی نہ ہو۔ وہ اس سے کیا فائدہ حاصل کرے گا۔ الغرض ایسے طور پر اللہ کا لفظ آپکے منہ سے نکلا اور اس پر رعب طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار گر پڑی۔ آنحضرت صلعم نے وہی تلوار اٹھا کر کہا کہ اب بتلا میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ ضعیف القلب جنگلی کس کا نام لے سکتا تھا۔ آخر آنحضرت صلعم نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھلایا اور فرمایا کہ جا تجھے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ مروت اور شجاعت مجھ سے سیکھ اور اس اخلاقی معجزہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

(۲۸ دسمبر ۱۸۹۷ء)

میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" کی خدمت میں عرض

قادیانی "یوم تبلیغ" پر اپنی تالیف "دین الحق" کا دوسرا ایڈیشن شائع فرمائیے

چند ماہ کا عرصہ ہوا جناب خلیفہ صاحب قادیان نے ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء کے خطبہ جمعہ میں اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ جماعت لاہور کے افراد اور نئے قادیانی حضرات کو سلسلہ کا پرانا لٹریچر مہیا کر کے مطالعہ کے لئے دیا کریں ہم نے پیغام صلح ۲۲ اپریل میں ان کی اس ہدایت کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"واقعی تجویز معقول ہے۔ پرانے لٹریچر کا مطالعہ انشاء اللہ بہت مفید ہوگا اور اس کی بدولت ہر ایک انصاف پسند آسانی کیساتھ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے گا۔ قادیانی حضرات کو بہت جلد پرانے لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دینا چاہیئے اور جو کتابیں اور ٹریکٹ وغیرہ نایاب ہو چکے ہیں انہیں قطع و برید کئے بغیر دوبارہ چھپوانے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔"

اس ضمن میں ہم نے جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ وہ اپنی مشہور تالیف "دین الحق یا ہمارا مذہب" کا دوسرا ایڈیشن شائع فرما دیں۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں نکلا تھا۔ میر صاحب کا بیان ہے کہ وہ بہت جلد ختم ہو گیا تھا اور اب اس کی کوئی کاپی فرخت کے لئے موجود نہیں ہے اس سے کتاب کی مقبولیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے اسے دوبارہ نہیں چھپوایا۔ اس درخواست کیساتھ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میر صاحب یہ کتاب دوبارہ شائع فرما دیں تو کارکنان پیغام صلح اپنی گرہ سے لاگت کے مطابق اس کی پانچسو کاپیوں کی قیمت پیش کر دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ دوسرا ایڈیشن پہلے کے مطابق ہو قطع و برید مطلق نہ کی جائے۔ ہمارے علاوہ جناب عبداللہ خاں صاحب نمبردار چک ۱۷۴ ضلع لاہور نے بھی اپنے مکتوب مطبوعہ پیغام صلح ۱۳ مئی میں پانچسو کاپیوں کی خرید کا وعدہ فرمایا تھا۔

لیکن ہمیں افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ جناب میر صاحب موصوف نے تا حال اس ضروری اور مخلصانہ درخواست پر توجہ نہیں فرمائی۔ ۱۴ جولائی کو قادیانی "یوم تبلیغ" ہے اس روز "غیر مبائعین" میں تبلیغ کی ہدایات بھی مقام خلافت سے جاری ہو چکی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ اس کتاب کی اشاعت کا نہایت موزوں موقعہ ہے۔ لہذا ہم میر قاسم علیصاحب کی خدمت میں ایکمرتبہ پھر اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کی گذارش کرتے ہیں۔ چھوٹی سی کتاب ہے اگر ہمت سے کام لیا جائے تو ہفتہ عشرہ میں تیار ہو سکتی ہے۔ امید ہے اس مرتبہ ضرور توجہ فرمائی جائیگی تا کہ یوم تبلیغ کے موقعہ پر یہ کتاب ہر ایک "مبلغ" اور ہر ایک پیغامی کے ہاتھ میں نظر آئے اور وہ اس کے مطالعہ سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔

ہر ایک احمدی خاتون کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر میں "بچت فنڈ" کی صندوقچی رکھے اور جمعرات کے دن بچت کے پیسے اس میں ڈالے

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر القرآن اور قادیانی جماعت

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کے ایک ٹریکٹ کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

(۲)

ٹریکٹ نویس نے حضرت امیر کی اُردو تفسیر بیان القرآن سے بعض عبارات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ تفسیر حضرت مسیح موعود کے منشا کے خلاف ہے۔ اور آپ کی تعلیم کی روشنی میں نہیں لکھی گئی۔ ہم ذیل میں اس کے پیش کردہ حوالجات پر ایک ایک کر کے غور کرتے ہیں۔

آیت خاتم النبیین کی تفسیر

پہلا اختلاف آیت ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کی تفسیر کے بارہ میں بتایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:-

"خاتم النبیین کے معنے لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنے رکھتا ہے۔ یعنی ان میں سے آخری ہونا پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔" (بیان القرآن صفحہ ۱۵۱۵)

اس تفسیر کو غلط ثابت کرنے کے لئے قادیانی ٹریکٹ نویس نے حضرت مسیح موعود کے یہ الفاظ حقیقۃ الوحی سے نقل کئے ہیں:-

"یہ وحی الٰہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایک ایسا فاسد زمانہ آ گیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶ و ۹۷)

حوالجات کے نقل کرنے میں خیانت

ان دونوں حوالجات کے نقل کرنے میں ٹریکٹ نویس نے جس خیانت اور قطع و برید سے کام لیا ہے۔ اس پر افسوس کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ غیر احمدی مخالفین کی طرح قادیانیوں کی بھی یہ عادت ہو گئی ہے کہ عبارات کے سیاق و سباق کو چھوڑ کر ایسی طرز سے انہیں نقل کر دیا جاتا ہے کہ ان کا اپنا مطلب اس سے پورا ہو جائے خواہ لکھنے والے کا مفہوم کچھ ہی ہو۔ پہلے حوالہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر سے صرف اتنے ہی فقرے نقل کئے گئے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلعم کو آخری نبی بتایا گیا ہے۔ اس سے آگے چل کر آپ کے فیض روحانی کے جاری ہونے کا جو ذکر حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا ہے اس کو نظر انداز کر دیا۔ ملاحظہ ہوں حضرت امیر ایدہ اللہ کے حسب ذیل الفاظ:-

"لیکن یہاں پھر ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجانے سے تو پہلے رسولوں کی ابوت منقطع ہو جاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یعنی آخری نبی۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ بھی تا قیامت منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ جو فیض ملیگا۔ وہ صرف محمد رسول اللہ صلعم سے ہی ملیگا۔ اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ وہ نبی نہ ہوں گے پر نبیوں کی طرح ہوں گے۔ وہ نبی نہ ہوں گے پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہونگے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔" (بیان القرآن صفحہ ۱۵۱۷)

اس عبارت میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے صاف طور پر آنحضرت صلعم کے فیض روحانیت کے تا قیامت جاری ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس سے مستفیض ہونے والوں کو کانبیاء بنی اسرائیل قرار دیا ہے۔ بعینہٖ یہی بات حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی کے منقولہ بالا حوالہ میں بیان فرمائی ہے۔ مگر بُرا ہو ضد اور تعصب کا جس نے آپ کے پورے الفاظ نقل نہ ہونے دیئے۔ حالانکہ جہاں آپ نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ وہیں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے:-

"اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

دونوں عبارات کا ایک مطلب

اب فرمائیں جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ (جن کی طرف سے یہ ٹریکٹ شائع ہوا ہے) کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا جو اختلاف وہ حضرت مسیح موعود سے ثابت کرنا چاہتے تھے، وہ کہاں باقی رہا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بھی آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کو آپ کے فیض کے تا قیامت جاری ہونے کی دلیل ٹھہراتے اور اسی فیض کے پانے والوں کو کانبیاء بنی اسرائیل قرار دیتے ہیں اور یہی حضرت مسیح موعود نے عبارت بالا میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے صاحب خاتم ہونے کی وجہ سے آپ کا فیض جاری ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ لیکن اس توجہ روحانی سے جو نبی بنتے ہیں۔ وہ کانبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ اس سے بڑھ کر نہیں۔ مطلب دونوں عبارات کا ایک ہے۔ صاحب خاتم ہونا بھی وہی نتیجہ پیدا کرتا ہے اور آخری نبی ہونا بھی وہی نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ لیکن . . . . . ضد اور تعصب نے عبارات کے وہ الفاظ جن سے اصل مطلب واضح ہوتا ہے حذف کر کے بات کچھ کی کچھ بنا دی۔

. . . .

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی

یہ خیال کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے صاحب خاتم ہی معنی کئے ہیں۔ آخری نبی کے معنی نہیں کئے۔ بالبداہت غلط ہے حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل عبارات سے اس خیال کی کھلے طور پر تردید اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی تائید ہوتی ہے:-

(۱) "آنحضرت صلعم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

(۲) "یہ بات (آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا) اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔ کیا نہیں جانتے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے۔" (ترجمہ عربی عبارت از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

(۳) "اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کیلئے ایک انجام بھی ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۰)

(۴) "ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔ ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔" (حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

حضرت امیر کی تفسیر مسیح موعود کی تعلیم کے مطابق ہے

کیا ان عبارات کی موجودگی میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر حضرت مسیح موعود کی تفسیر کے خلاف ہے؟ خاتم النبیین کے معنے اگر حضرت امیر ایدہ اللہ نے آخری نبی کئے ہیں تو حضرت مسیح موعود نے بھی صریح لفظوں میں جا بجا یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اگر حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے افاضہ کمال کو جاری اور آپ سے فیض پانے والوں کو کانبیاء بنی اسرائیل بتایا ہے تو یہی حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ پھر فرمایئے اختلاف کہاں رہا۔ اور کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں نہیں لکھی گئی۔ اور تو اور خود میاں محمود احمد صاحب بھی اختلاف سے پہلے خاتم النبیین کے یہی معنی کرتے رہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ملاحظہ ہوں عبارات ذیل:-

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

(الحکم ۱۴ر مارچ ۱۹۱۱ء زیر عنوان خاتم النبیین)

"اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے . . . . . آنحضرت صلعم کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے جن کو ہم سچا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں . . . . . . پس اسی طرف اشارہ تھا کہ کان اللّٰہ بکل شیءٍ علیما۔ یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔" (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء) اب فرمائیں جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کہ [illegible] صاحب نے یہ تفسیر آیا حضرت مسیح موعود کی پیروی اور آپ کی تعلیم کی روشنی میں کی ہے یا آپ کی مخالفت میں؟ امید ہے اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۲۶؍جمادی الاول ۱۳۵۹ھ | نمبر ۴۱

معاصر "فاروق" اور اشاعت اسلام

جماعت احمدیہ لاہور ایمان اور نور کی حامل ہے

حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ نے "پیغام صلح" کے مسیح موعود نمبر میں ایک مضمون "قادیانی احباب کیلئے ایک قابل غور موازنہ" کے عنوان سے لکھا تھا جس کا ملخص یہ تھا کہ جماعت لاہور جس کی تعداد ۱۹۱۴ء میں نہایت قلیل تھی اور بقول معاصر "الفضل" کے صرف دو فیصدی تھی۔ اگر یہ قلیل جماعت ۹۰ فیصدی یعنی جماعت قادیان میں شامل ہو جاتی تو اس سے قادیانی جماعت کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا لیکن اگر یہ جماعت الگ نہ ہوتی تو اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام بروئے کار نہ آسکتا جو کہ گذشتہ ربع صدی میں ہوا ہے اور اس فائدہ سے محرومی کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی تعلیم پر غلو کا پردہ پڑ گیا ہوتا۔ اور جس طرح مسیح اسرائیلی کے خدا ہونے کا اعتقاد ہی باقی رہ گیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کی نبوت کا اعتقاد ہی باقی رہ جاتا۔ لیکن اگر جماعت قادیان جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ شامل ہو جاتی تو اس سے جماعت احمدیہ لاہور کے کام میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا۔

لیکن یہ موازنہ معاصر "فاروق" کے ایک مضمون نگار صاحب کے لئے بارخاطر ہوا ہے۔ اور انہوں نے اس کے جواب میں "فاروق" مورخہ ۱۸ جون کے صـ۵ پر ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے "مولوی محمد علی صاحب کے موازنہ کا موازنہ"۔ اور اس مضمون میں رقمطراز ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض نہ تو برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنانا تھی اور نہ تین زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کرنا تھی۔ . . . . نہ وہ اسلامی لٹریچر جو کہ جماعت لاہور نے شائع کیا ہے شائع کرنا تھی۔ . . . . . حضور کی بعثت کی غرض تو محض ایک تھی اور وہ یہ کہ انسان کا تعلق اپنے خالق اور مخلوق کے ساتھ سنور جائے . . . . . . تا ناسوت کی خاک سے شعلے اٹھیں اور وہ مشت خاک لاہوت کی ذات میں منجذب ہو جائے۔ وغیرہ وغیرہ"

افسوس کا مقام ہے کہ جماعت لاہور نے کب انکار کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعلق باللہ کی تعلیم نہیں دی۔ البتہ مشت خاک کا لاہوت کی ذات میں منجذب ہونا جو ہمہ اوست کی تعلیم ہے اس کی جماعت احمدیہ لاہور قائل نہیں ہے اور ہماری جماعت کی شبانہ روز اسلامی خدمات، خدا اور خدا کے رسول سے محبت اور عشق کی ہی آئینہ دار ہیں اور اس کے قلوب کے اندر خدا پر ایک زندہ ایمان موجود ہے تبھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو بروئے کار لا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد تجدید احیائے اسلام اور غلبہ اسلام تھا۔ چنانچہ حضور "براہین احمدیہ" میں لکھتے ہیں:۔

"روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے۔ اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں ہو یا بعد وفات ہو"۔

اور پھر اس غلبہ کے متعلق "فتح اسلام" میں اسلام کے زندہ ہونے اور اس امر کو بروئے کار لانے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ کا ذکر فرماتے ہوئے امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو کئی شاخوں پر منقسم کیا ہے اور اسی ذکر کے ضمن میں حضور فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و حقائق سکھلائے گئے۔ جو انسان کی طاقت سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں . . . . . . دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

پھر اشاعت اسلام کی انہی شاخوں میں حضور نے مہمانخانہ، سلسلہ بیعت اور سلسلہ مکتوبات کو شامل کیا ہے اور جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان قائم کی ہوئی شاخوں پر ہی کاربند ہے۔ تالیف و تصنیف، اشتہارات، مہمان خانہ سلسلہ بیعت اور سلسلہ مکتوبات کے ذریعہ اشاعت اسلام کر رہی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ آج یہ شاخیں جماعت قادیان کے مضمون نگاروں کی آنکھوں میں کھٹکتی نہیں۔ حتیٰ کہ مغرب میں اشاعت اسلام اور قرآن مجید کے تراجم کو بھی عبث چیز خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ مغرب میں اشاعت اسلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف کے مطابق ہوئی اور قرآن مجید کے تراجم آپ کی خواہش اور آرزو کے مطابق کئے گئے۔ چنانچہ حضور "ازالہ اوہام" میں فرماتے ہیں:۔

"عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں (یعنی مغربی ممالک۔ ناقل) میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہو"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آرزو تھی کہ عمدہ عمدہ تالیفیں اور ایک قرآن مجید کی تفسیر بھی تیار کر کے مغربی ممالک میں بھجوائی جائیں چنانچہ جماعت لاہور جو کہ حضور کی ہی شاخ اور حضور میں ہی داخل ہے۔ اس نے ہزاروں کی تعداد میں قرآن مجید کے تراجم اور عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھجوائیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ان خدمات اور ارشاد کی تعمیل بعض حضرات کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹک رہی ہے۔ اگر اشاعت اسلام اور قرآن مجید کے تراجم کا شائع کرنا اتنا ہی گناہ ہے تو پھر جماعت قادیان نے پچیس سال کیوں قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ میں دریا برد کر دیئے اور نتیجہ پھر وہی ڈھاک کے ڈھائی پات رہا۔ قادیانی دوستوں پر یہ امر خوب روشن ہونا چاہئے کہ اشاعت اسلام کے میدان میں جہاں ان کی مساعی ختم ہوتی ہیں۔ وہاں سے خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت لاہور جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہی شاخ ہے اور ان میں ہی داخل ہے اس کی کوششیں شروع ہوتی ہیں۔ اور اس میدان میں ہم ان سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔

> یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
> ہم "محو نالۂ جرس کارواں رہے"

اس کے علاوہ مضمون نگار صاحب رقمطراز ہیں:۔

"اگر جماعت لاہور جماعت قادیان میں شریک ہو جاتی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تذلیل اور توہین کرنیوالے خود انہی کے پیرو کہلانے والے نہ ہوتے"۔

یعنی ان کا مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ جماعت لاہور کے افراد کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توہین اور تذلیل ہوئی ہے۔ اگر ایک امام اور مجدد کے عزائم اور مقاصد کو عملی جامہ پہنانا جرم ہے تو پھر یقیناً ہم اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور اگر مسیح ناصری کے پیروؤں کی طرح ایک مامور کے مقام میں غلو کرنا ثواب ہے تو پھر یقیناً ہم اس ثواب سے محروم رہے ہیں۔ لیکن حقیقت پھر بھی حقیقت ہے۔ خواہ اسے سو پردوں میں چھپا کر رکھا جائے۔ وہ ان پردوں کو چاک کر کے باہر نکل آتی ہے۔ اسی صفحہ اور اسی مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"لیکن ہمیں غم ہے اس بات کا کہ آپ لوگ (یعنی جماعت لاہور۔ از ناقل) آسمانی بانی سے اس قدر قریب ہو کر پھر بھی دور رہیں ؎
کافر کنند دعویٰ حب مسیح من"

یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جماعت لاہور کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کا دعویٰ ہے۔ سوچیں جماعت کو محبت کا دعویٰ ہو وہ تذلیل کیسے کر سکتی ہے۔ یہ دونوں متضاد سی باتیں ہیں۔ محبت اور ذلت ایک جگہ کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔

اگر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت اور محبت نہ ہو۔ تو ہم ہر جگہ مورد عتاب کیوں ہوں؟ کیوں ہم ہر جگہ اپنے سینوں کو پیش کریں۔ کہ انہیں صرف احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے زہر میں بجھے ہوئے تیروں سے چھلنی کر دو۔ دنیا میں کونسا شخص خوشی کے ساتھ ظلم و جور اپنے اوپر وارد کرتا ہے۔ صرف وہی جسے ایک مقصد اور اس مقصد کے پیش کرنے والے سے عشق ہو۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے مقاصد سے عشق ہے۔ ہمارے خیال میں تو مسائل تکفیر اور نبوت تراش کر قادیانی حضرات نے تحریک احمدیت کو بہت بدنام کیا ہے اور ہم نے ان مسائل کو رد کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔

پھر اسی مضمون میں ایک جگہ لکھا ہے۔۔

"اسلام کو جو فتح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (یعنی جناب میاں صاحب) کی کتاب احمدیت نے دی ہے۔ وہ آپ کے لیے ہزار زبانوں میں شائع شدہ تراجم قرآن بھی نہیں دے سکتے"۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ الفاظ کس قدر تکلیف دہ اور دل آزار

(باقی صفحہ کالم ۳ پر)

شذرات

چندہ ماہوار

ہمارے دینی کاروبار میں چندہ ماہوار کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے سب واقف ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بہت سے دوست اس اہمیت کو عملی طور پر محسوس نہیں کرتے۔ چندہ ماہوار کا نظام حضرت مسیح موعود کا قائم کردہ ہے اور آپ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جو فرد جماعت تین ماہ متواتر چندہ ادا نہ کرے اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ یہ ایک ایسا انتباہ ہے جس کے بعد کسی سچے اور صاحب احساس احمدی کو چندہ ماہوار کی باقاعدہ ادائیگی میں کوتاہی کی جرأت نہیں ہونی چاہئے۔ اس بارہ میں احباب کی طرف سے جو تساہل ہو رہا ہے اس کا اثر انجمن کی خدمات دینی پر پڑتا ہے کیونکہ اس کی مالی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق متعدد مرتبہ توجہ دلا چکے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں انہوں نے اپنے ایک مکتوب مفتوح میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ:-

"میں اس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ جو اصحاب چندہ ماہوار دینے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ چندہ ماہوار، بار احباد ہے جو اپنے طور پر خدا کے راستہ میں خرچ کریں وہ خیرات ہے۔ جہاد میں شمولیت فرض ہے۔ خیرات نفل ہے۔ پس اپنے طور پر خرچ کر کے یہ کہہ دینا کہ چندہ ماہوار کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی ہے کہ ساری رات نفل پڑھتا رہے اور فجر کی نماز ترک کر دے۔ میں عنقریب اس بارے میں ایسے لوگوں کے متعلق ایک آخری کوشش کر کے ان کے ناموں کا اعلان کر دوں گا جو جماعت کے جہاد میں شریک نہیں ہوتے۔" (پیغام صلح ۳ر جون سنہ ۴۲ء)

ہمیں امید ہے کہ جو دوست غفلت یا اور کسی وجہ سے کمانے اور آمدنی رکھنے کے باوجود چندہ ماہوار ادا نہیں کرتے۔ وہ فوراً اپنے فرض کا احساس کریں گے۔ اور حضرت امیر جماعت کو مزید اعلان و کوشش کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

چندہ ماہوار کی شرح

چندہ ماہوار کی باقاعدہ ادائیگی کے ساتھ مقررہ شرح کی پابندی بھی ضروری ہے۔ ورنہ مالی پہلو سے اس کی غرض پوری نہیں ہو سکے گی اور انجمن کی مشکلات بدستور باقی رہیں گی۔ بہت سے دوست ایسے ہیں۔ جو مقررہ شرح کی پابندی نہیں کرتے۔ انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے۔ کہ وہ اپنے اس فرض سے جو کہ چندہ ماہوار کی شکل میں ان پر عائد ہوتا ہے۔ پوری طرح سبکدوش ہیں۔ کیا مقررہ نصاب سے کم زکوٰۃ اور مقررہ حساب سے کم مالیانہ، آبیانہ اور انکم ٹیکس ادا کرنے والے خدا اور حکومت کے نزدیک اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو اس دینی جہاد کے متعلق ہمارے یہ دوست کیوں اس غلط فہمی میں ہیں۔ چنانچہ محولہ بالا مکتوب میں حضرت ممدوح نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ:-

"اس انجمن نے جسے آپ حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین

مانتے ہیں اور جس کے فیصلوں کو حضرت صاحب نے صاف اور قطعی طور پر واجب التعمیل قرار دیا ہے۔ جماعت کے نظام چندہ کی بنیاد یہ ٹھہراتی ہے کہ پچاس روپے سے کم آمدنی والے اصحاب حساب تین پیسے فی روپیہ چندہ دیں اور اس سے اوپر آمدنی والے ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے۔ میں نے سنہ ۱۹۳۹ء کے آخری مہینوں میں ایک مختصر سا دورہ کیا تھا۔ اور جہاں جہاں میں گیا اب جماعت نے انجمن کے اس فیصلہ کے سامنے عموماً سر تسلیم خم کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت کا ماہوار چندہ جو اوسطاً سترہ اٹھارہ سو روپے ماہوار ہوتا تھا۔ ڈھائی ہزار روپے ماہوار تک پہنچ گیا۔ لیکن نادہندگان کو چھوڑ کر ابھی چندہ دینے والوں میں نصف سے بھی کم لوگ ہیں جنہوں نے اس اصول کو قبول کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر سب احباب اس اصول کو قبول کر لیں تو جماعت کا ماہوار چندہ آسانی سے تین ہزار روپے تک ترقی کر کے بہت سی مشکلات حل کر سکتا ہے۔ جن کی وجہ سے جماعت کی ترقی رکی ہوئی ہے۔"

بیرونی جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے مقامات پر دوستوں کو حضرت امیر کے ان ارشادات کی طرف مناسب طریق پر توجہ دلائیں اور ان سے باقاعدہ اور مقررہ شرح کے مطابق چندہ ادا کرنے کا وعدہ لیں۔ ہماری جماعت بیشک چھوٹی ہے۔ لیکن اگر اس کا ہر ایک فرد اپنے فرائض کا کما حقہٗ احساس کرے تو ہم نسبتاً بہت زیادہ اور شاندار پیمانہ پر خدمات اسلامی انجام دے سکتے ہیں۔

ساہوکاروں کا تازہ ظلم

ذمہ دار اخبارات کے بیانات کے مطابق سرکاری حلقوں میں تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ کرنسی نوٹوں کے متعلق پبلک میں جو تھوڑی بہت بے اعتمادی اور تشویش پیدا ہوئی ہے ان میں ساہوکاروں کا ہاتھ ہے۔ مختلف صوبوں میں ساہوکارہ قوانین بن جانے کی وجہ سے ان لوگوں کے کاروبار کو سخت نقصان پہنچا اور طلب زر کے بہت سے ناجائز ذرائع سے یہ محروم ہو گئے ہیں اسلئے انہوں نے موجودہ موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ کرنسی آفسوں سے سکوں کی بہت بڑی تعداد نکلوا لی اور دیہات میں اپنے ایجنٹ بھیجدیئے جنہوں نے وہاں جا کر ان پڑھ اور بھولے بھالے دیہاتیوں میں اس قسم کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ غیر ملکی حملے کی وجہ سے نوٹوں کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی۔ ان افواہوں سے متاثر ہو کر دیہاتیوں نے ساہوکاروں کے ان ایجنٹوں سے نوٹوں کے بدلے روپے لینے شروع کر دیئے اور یہ ایجنٹ انہیں نوٹوں کے عوض اصل قیمت سے کم رقم دے کر ناجائز نفع کمانے لگے، اس طرح انہیں جو نوٹ ملتے، ساہوکار انہیں دوبارہ کرنسی آفسوں میں لے جا کر ان کے بدلے روپیہ نکالنے لگے۔ اسی وجہ سے حکومت ہند کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت حکم جاری کرنا پڑا کہ ضرورت سے زیادہ نقد روپیہ اپنے پاس

گاندھی جی کے نظریہ عدم تشدد کی ناکامی

اکثر کانگرسی گاندھی جی کو دنیا کا سب سے بڑا زندہ انسان مانتے ہیں یا تو ان کا عقیدتمندانہ مبالغہ ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہندو قوم کے بہت بڑے اور غالباً سب سے بڑے لیڈر ہیں بعض لحاظ سے انہیں کانگرسی اور غیر کانگرسی ہندوؤں پر غیر معمولی اثر و اقتدار حاصل ہے۔ ان کی عالمگیر شہرت کی سب سے بڑی وجہ ان کی مفسرانہ طرز زندگی کے علاوہ ان کا نظریہ عدم تشدد ہے۔ یہ نظریہ ہندو ذہنیت اور ہندو فلسفہ و تصوف سے ایک ایک عجیب قسم کی مناسبت رکھتا ہے۔ اسی لئے ہندو قوم گاندھی جی سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئی ہے جس طرح ٹیگور کے خواب آلود گیتوں نے مضطرب و مادہ پرست یورپ کے کانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اسی طرح گاندھی جی کا یہ نظریہ یورپ و امریکہ میں ان کی شہرت کا ذریعہ بن گیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ عمل حقیقت کی دنیا میں ان کے اس نظریہ کی قدر و قیمت اور حیثیت کیا ہے؟ اس کا جواب بہت ہی مایوس کن اور عبرت انگیز ہے۔ دوسری قوموں اور حکومتوں کو نظریہ عدم تشدد سے متفق کرنا تو بڑی بات ہے۔ گاندھی جی خود اپنی قوم اور اپنے معتقدوں کو بھی اس نظریہ کا پابند کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ کانگرسی وزارتوں نے اپنے عہد اقتدار میں جس طرح انکے اس نظریہ کی خلاف ورزی و توہین کی ہے اسے سب جانتے ہیں۔ بیسیوں جگہ ان وزارتوں نے جائز و ناجائز تشدد کیا۔ اس کے متعلق کانگرسی لوگ طرح طرح کے غیر معقول عذرات پیش کیا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ وزارتیں پورے طور پر آزاد نہ تھیں۔ لیکن حال ہی میں اس نظریہ کی ناکامی کا ایک ناقابل تردید ثبوت مہیا ہوا ہے۔ جو اپنے اندر تاویل اور عذر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رکھتا۔

اخبار بین حضرات نے ۲۳ر جون کے روزناموں میں کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اہم فیصلہ پڑھا ہو گا جس کے مندرجہ ذیل الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں:-

"مسٹر گاندھی کو اپنے عدم تشدد کے نظریہ پر کاربند رہنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے اور اس لئے کانگرس ورکنگ کمیٹی مسٹر گاندھی کو کانگرس کی ان سرگرمیوں اور پروگرام سے بری الذمہ قرار دیتی ہے جو اندرونی بدامنی کے انسداد اور خارجی جارحانہ حملوں کو روکنے کے لئے کانگرس کو بعض حالتوں میں کرنے پڑیں گے .... جہاں کانگرس ورکنگ کمیٹی ہندوستان کی آزادی کے حصول کیلئے عدم تشدد کے عقیدے پر سختی سے کاربند رہیگی۔ وہاں کمیٹی یہ امر فراموش نہیں کر سکتی کہ عدم تشدد میں بہت سی خامیاں بھی ہیں۔ کمیٹی نے اس مسئلہ پر پوری طرح غور و فکر کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ وہ مسٹر گاندھی کا پوری طرح ساتھ نہیں دے سکتی۔" (انقلاب ۲۳ر جون سنہ ۴۲ء)

جب کانگرس کی ورکنگ کمیٹی ہی اپنے قائد اعلیٰ اور روحانی و سیاسی گرو کے اس نظریہ کا پوری طرح ساتھ نہیں دے سکتی تو اور کون دے گا؟ اصل میں بات یہ ہے کہ گاندھی جی کا نظریہ عدم تشدد جذباتی ہے عملی نہیں۔ یہ افراط و تفریط اور خامیوں سے پُر ہے۔ اس میں توازن مفقود ہے یہ راہبوں اور سادھوؤں کیلئے غور و فکر کا ایک دلکش موضوع ہو سکتا ہے لیکن کوئی زندہ قوم یا جماعت اسے اپنے لئے مشعل راہ نہیں بنا سکتی۔ اس کے مقابلہ میں اسلام ایک متوازن، معقول اور قابل عمل تعلیم پیش کرتا ہے۔ یہ دین فطرت، بدامنی و انارکی کا شدید مخالف ہو اور اس کی تمام راہوں کو روکتا ہے۔ ہر ایک جائز قانون و حکم کی پابندی کی تلقین کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مدافعت کی خاطر مقررہ شرائط و قواعد کے ساتھ مناسب استعمال کو بھی جائز قرار دیتا ہے۔

گاندھی جی کے عقیدہ عدم تشدد کی طرح لبنت سے [illegible]

عقیدہ [illegible] ثابت ہوتے ہیں [illegible] وہ وقت ہوتا ہے [illegible]

مراسلات

ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

میری "جماعت قادیان" سے علیحدگی

اور جماعت لاہور میں شمولیت کی وجوہ

(از جناب عبدالحمید صاحب دفتر آب و ہوا۔ پونہ)

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے جس نبوت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے وہ مجازی طور پر نبی کا نام پانا ہے اب میں دوسرے خطرناک قادیانی عقاید پر جن سے اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے نجات دلائی کچھ لکھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں :-

(۲) حضرت مرزا صاحب کا ماننا جزو ایمان ہے جس طرح ایک انسان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر مسلمان ہوتا ہے۔

(۳) حضرت مرزا صاحب پر جو ایمان نہیں لاتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جس طرح کہ دوسرے لوگ جو اسلام سے باہر ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے محض اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا۔ جب آپ نے "مسیح موعود" اور "مہدی موعود" ہونے کا دعویٰ کیا تو مولویوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اس پر آپ نے فرمایا کہ "یہ مولوی کون ہیں جو مجھے اسلام سے باہر نکال سکیں میں کلمہ پڑھتا ہوں" گویا حضرت مرزا صاحب کے نزدیک ہر ایک وہ شخص جو کلمہ گو ہے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ کلمہ کا انکار نہ کرے آپ نے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ جو باتیں مولوی صاحبان میری طرف منسوب کرتے ہیں وہ بالکل جھوٹ ہیں۔ میرا کوئی الیسا دعویٰ نہیں جو اسلامی شریعت کے خلاف ہو۔ مگر مولویوں نے اس جواب کو "تقیہ" اور "نفاق" سمجھا۔

ان عقائد کو جو قادیانی دوست اب حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں صحیح مان لیا جائے۔ تو حضرت مرزا صاحب کو چاہئے تھا کہ مولویوں کو یہ جواب دیتے۔ کہ بھائیو میں مجبور ہوں۔ خدا تعالےٰ نے بذریعہ وحی مجھے بتایا ہے کہ جو مسلمان میرے دعوے کا انکار کریگا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ مگر افسوس آپ نے یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ مولویوں کو کفر کا فتویٰ لگانے میں ملزم ٹھہرایا جس بات کو آپ نے اس وقت پیش کیا وہ وہی بات تھی جسے ہر ایک مسلمان آج بھی پیش کر سکتا ہے یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے تو حدیث نبوی کے ماتحت خود مجرم بن جاتا ہے اور کفر خود اس پر الٹ کر پڑتا ہے جسکا وہ دوسرے بھائی کو شکار کرنا چاہتا ہے۔

اس مسئلہ پر ایک قادیانی دوست سے میری گفتگو ہوئی وہ آخرکار فرمانے لگے کہ اچھا ہم کسی کو کافر نہیں کہتے تم خود بتاؤ کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں کہ مہدی علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے جب یہ بات ہے تو پھر اس کے انکار سے کفر ہی لازم آئیگا۔ ہمارے نزدیک مہدی علیہ السلام آگئے ہیں۔ لہٰذا ان کے انکار سے سب مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ بات میں نے دوسرے قادیانی دوستوں سے بھی سنی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس جواب سے انکا چھٹکارا ہو جاتا۔ میں حیران ہوں کہ یہ جواب کس طرح انکو اطمینان دلا سکتا ہے جبکہ یہ لوگ مسلمانوں کے دوسرے بہت سے عقاید کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمان ان باتوں کو بھی تو مانتے ہیں۔

(ا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہ مسلمانوں کو نجات دلانے کیلئے آسمان سے نازل ہوں گے۔

(ب) مہدی علیہ السلام سب لوگوں کو آکر مسلمان بنائیں گے اگر ضرورت پڑی تو تلوار سے بھی کام لیا جائیگا۔

اب میں ان قادیانی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر وہ مسلمانوں کے عقائد پر اپنے مذہب کی عمارت کھڑی کرتے ہیں تو انہیں چاہئے جہاں انہوں نے ان کی ایک بات مان لی ہے وہاں دوسری باتیں بھی مان لیں۔ چنانچہ جب میں نے یہ پیش کیا تو وہ دوست خاموش ہو گئے اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

اس وقت مسلمان کیا مانتے ہیں اس پر بحث نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے دنیا کے سامنے کیا پیش کیا ہے آپ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گذاری اور حضرت محمد صلعم کی غلامی کا دعویٰ کیا اسلام کی خدمت اپنا مشن بنایا اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہر وقت مقابلے کئے اور انکو ہمیشہ شکست دی۔

اور مولویوں کو ہمیشہ یہی سمجھایا کہ اس طاقت کو جو اسلام کی حفاظت کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپکو عنایت فرمائی تھی اسے فضول بحثوں میں ضائع نہ کریں آپ نے بار بار اعلان کیا کہ میں اسلام کا سپاہی ہوں اور اس وقت اسلام کی مہم خدا تعالےٰ نے میرے ہاتھ میں دی ہے اور تم سب ملکر میری مدد کرو اور اسلام کی کشتی جو ڈوبنے کو ہے اسے غرق ہونے سے بچاؤ۔ مگر مولویوں نے ایک نہ سُنی۔ اور یہی جواب دیا کہ یہ سب باتیں کہنے کی ہیں گویا ان تمام باتوں کو جو حضور نے ان لوگوں تک پہنچائی تھیں۔ دھوکہ سمجھا اور نعوذ باللہ حضور پر منافقت کا الزام لگایا۔

اب آپ ان عقائد پر غور فرمائیں جو قادیانی بزرگ حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں جن کی وجہ سے ہر ایک انسان بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب سچ مچ لوگوں کو دھوکہ دیتے رہے تھے۔ یہ قادیانی عقائد جنکا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں سخت خطرناک ہیں۔ یہ حضرت محمد صلعم کی پوزیشن گراتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو دنیا کی نظر میں بدنام کرتے ہیں۔ مجدد

تو کہاں ان عقائد کے رکھنے پر مسلمان آپکو ایک ادنیٰ مسلمان بھی ماننے کے لئے آمادہ نہیں۔ ایک فتویٰ کیا ہزاروں کفر کے فتوے دینے کے لئے اب بھی تیار ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس عاجز نے پونہ میں یہ کام شروع کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے اصلی عقائد سے لوگ واقف ہو جائیں وہ لوگ جو آج سے چند ماہ پہلے حضرت صاحب کو گالیاں دیتے تھے اب حضور کو مسلمان ماننے کے لئے تیار ہیں انشاء اللہ ایک وقت آئیگا کہ میں ایسے لوگوں کی فہرست پیغام صلح میں دے سکونگا۔

جہانتک ایمان کا تعلق ہے حضرت مرزا صاحب اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہے اس سٹیج پر جہاں ایک شخص اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے اسی سٹیج پر حضرت مرزا صاحب کو بھی کھڑے ہو کر اپنے مسلمان ہونے کا لوگوں کو ثبوت دینا پڑا لہٰذا مرزا صاحب پر ایمان لانا ایک بے معنی بات ہے۔ دنیا میں ہر ایک انسان کچھ نہ کچھ اپنی حیثیت رکھتا ہے۔ کوئی امیر ہے اور کوئی غریب۔ کوئی خان بہادر ہے اور کوئی خانصاحب وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح روحانی دنیا میں ہر ایک مسلمان علیحدہ علیحدہ حیثیت رکھتا ہے۔ صلاحیت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ایک بلند منصب پر کھڑا کیا۔ اور آپ وقت کے امام بنا دیئے گئے آپ نے لوگوں سے یہی درخواست کی تھی کہ وہ آپکا ساتھ دیں اگر کوئی ایسا نہیں کریگا تو وہ خدا کے حضور جواب دہ ہوگا یہ بات بالکل معقول ہے اور کوئی مسلمان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ وقت کے امام کے ساتھ مل کر کام کرنا اس کا فرض ہے لیکن امام کا فرض ہوگا کہ وہ اپنا امام ہونا دنیا پر ثابت کر دے۔ حضرت مرزا صاحب کی یہی خواہش تھی بلکہ آپکے دل میں یہی تڑپ تھی کہ لوگ جاہلیت کی موت سے بچ جائیں۔ آپکا لوگوں کو اپنی طرف بلانا اپنی ذات کے لئے نہ تھا۔ بلکہ اسلام، خدا۔ قرآن، اور رسول کے لئے تھا۔ یہ عقاید جو قادیانی مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت کو کسی حالت میں امام کی پوزیشن نہیں دلا سکتے۔

میں نے بہت دفعہ دیکھا ہے کہ یہ قادیانی دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں جہاں مسلمانوں نے ذرا سختی اختیار کی (مثلاً قبرستانوں میں انکے مردے دفن نہ ہونے دئے وغیرہ وغیرہ) وہیں ان لوگوں نے مرزا محمود احمد صاحب کے عقائد کو بالائے طاق رکھ دیا اور وہ صحیح باتیں کہنی شروع کیں جو حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور حضرت مرزا صاحب کے متعلق لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس وقت یہی عقائد نجات کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔ میں قادیانی دوستوں سے درخواست کرونگا کہ وہ غور کریں کہ اس چندروزہ زندگی میں مصیبت کے وقت جس جماعت کے عقائد ان کو چھٹکارا دلاتے ہیں۔ وہی عقائد کہیں خدا تعالےٰ کے سامنے چھٹکارا دلانے والے نہ ہوں

میں نے بہت دفعہ دیکھا ہے جہاں لوگوں نے انکی باتوں کو سننے سے انکار کیا اور ذرا سختی کی تو پھر یہ قادیانی کہتے ہیں "کہ ہم مسلمانوں کو مرزا صاحب کا فر نہیں کہتے ہیں اور نہ یہ لوگ دائرہ اسلام سے کسی حالت میں خارج ہیں۔ دیکھئے کس قدر دھوکہ ہے یہ لوگ یا تو میاں محمود احمد صاحب کے عقائد سے واقف نہیں یا جان بوجھ کر دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب کا عقیدہ یہ نہیں ہے۔

کشتی نوح کے صفحہ ۱۷ پر حضرت مرزا صاحب نے [illegible]

لکھا ہے۔ "جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان قادیانیوں کے ایمان کے مطابق جو حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے حضرت مرزا صاحب نے اوپر کی عبارت میں ایک لمبی فہرست دی ہے اور خلیفہ قادیان کے خطبات کو سامنے رکھ کر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قادیانیوں میں یہ کمزوریاں جنکا ذکر حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے پائی جاتی ہیں۔ اب ہمیں اس بات پر "ایمان" لانا پڑیگا کہ سوائے خلیفہ صاحب قادیان کے (چونکہ آپکو اللہ تعالے نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ بقول میاں محمود احمد صاحب) باقی سب قادیانی کسی نہ کسی کمزوری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جماعت سے علیحدہ ہیں۔

کیونکہ یہ لوگ حضرت مرزا صاحب کے ارشاد کے مطابق عمل نہیں کرتے لہٰذا سب کے سب کافر ہیں۔ (جو جماعت میں نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے

حضرات! آپ غور فرمائیں کہ ان قادیانی عقائد کی رُو سے صرف میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان دنیا میں تنہا ایک مسلمان رہ جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ کروڑوں مسلمان مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے کافر۔ اور قادیانی مرزا صاحب کی تعلیم پر عمل نہ کرنے سے کافر۔ ایک اسلامی دشمن کیوں نہ ڈنکے کی چوٹ یہ دعوے کرے کہ اسلام مردہ ہے۔ ایسا مذہب جسمیں تیرہ سو سال بعد صرف ایک مسلمان رہ جاتا ہے وہ اس قابل نہیں کہ کوئی بھول کر بھی اسکا نام لے۔

یہ ہے قادیانی عقاید نمبر (۲) اور (۳) کی حقیقت۔ کس قدر خطرناک۔ کس قدر تباہ کن۔ کس قدر حضرت مرزا صاحب کو بدنام کرنے والے یہ عقائد ہیں۔ کیا اسلام کی حفاظت کے ذمہ دار لوگوں کا فرض نہیں کہ وہ ان قادیانی عقائد اور ان کی اصلیت کو اشتہار کی شکل میں چھاپ کر مسلمانوں کے گھروں میں تقسیم کریں۔ اس وقت جماعت احمدیہ لاہور اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم لوگوں تک پہنچا رہی ہے۔ اسی جماعت کا یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کے بچے بچے کو ان خطرناک قادیانی عقائد سے آگاہ کرے اور ان کا یہ فعل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو خوش کرنے کا باعث ہوگا۔ اُسی طرح جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا اس وقت دنیا میں آنا حضرت مسیح علیہ السلام کی روح کو خوش کرنے کا باعث ہوا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے آمین ۞

—— شملہ یکم جولائی۔ مسٹر جناح آج یہاں سے بمبئی روانہ ہوگئے۔ آپ نے وائسرائے سے دوبارہ ملاقات نہیں کی۔

—— ۳ رجولائی کو دہلی میں کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کا ہنگامی اجلاس ہو رہا ہے

—— بمبئی یکم جولائی۔ مسٹر ساورکر (صدر ہندو مہا سبھا) اور مسٹر ... کو وائسرائے نے ملاقات کیلئے بلایا ہے۔

—— لندن ۲ رجولائی۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ جرمن دو بار انگلستان کے جزائر جرسی اور گرنسے پر اتر آئے ہیں۔

—— لندن ۱ رجولائی۔ حکومت برطانیہ نے اعلان کیا ہے کہ شام پر کسی ملک کے حملہ کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر شام پر حملہ کیا گیا تو عراق، ترکی، مصر اور برطانیہ مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔

رفتارِ عالم
ضروری خبروں کا خلاصہ

—— لندن ۳۰ رجون۔ اطالوی افریقہ میں برطانوی طیاروں کے کامیاب حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ۳۵ ہزار مربع میل رقبہ پر برطانیہ کا قبضہ ہو چکا ہے۔

—— کلکتہ ۲ رجولائی۔ آج مسٹر سبھاش چندر بوس سابق صدر آل انڈیا کانگرس کمیٹی اور فارورڈ بلاک کے بانی کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کرکے علی پور جیل میں نظر بند کر دیا گیا ہے۔

—— لندن ۳۰ رجون۔ بخارسٹ میں یہ خوف ظاہر کیا جا رہا ہے کہ روس رومانیہ سے بحر اسود کا علاقہ اور ٹرانسلوانیا بھی طلب کریگا۔

—— لندن ۳۰ رجون۔ لیبیا کے اطالوی کمانڈر انچیف مارشل بالبو مارے گئے ہیں۔ روما سے بھی اس اطلاع کی تصدیق ہو چکی ہے۔ آپ کی موت نہایت پر اسرار طریقے سے ہوئی ہے۔ اٹلی کا بیان ہے کہ برطانوی طیاروں کے حملے کے دوران میں مارشل موصوف مارے گئے۔ لیکن برطانوی ذرائع نے اس بیان کی تردید کی ہے۔

—— لندن ۲۹ رجون۔ معلوم ہوا ہے کہ جنرل ڈیگال خاص طور پر بذریعہ طیارہ شام پہنچے اور شام کی فرانسیسی افواج کے کمانڈر انچیف پر دباؤ ڈال کر اس سے جرمنی کے خلاف جنگ بند کر دینے کا اعلان کرا دیا۔

—— لندن ۲۹ رجون۔ حکومت برطانیہ نے لندن میں جنرل ڈیگال کی قائم کردہ فرانسیسی نیشنل کمیٹی کو فرانس کی جائز اور آئینی حکومت تسلیم کر لیا ہے۔ فرانسیسی ہزاروں کی تعداد میں فرانس سے بھاگ کر انگلستان پہنچ رہے ہیں اور اس والنٹیر کور میں بھرتی ہو رہے ہیں جو جنرل ڈیگال نے فرانس کو آزاد کرنے کیلئے ترتیب دی ہے۔ فرانس کی سابق وزارت کے متعدد ارکان بھی لندن پہنچ چکے ہیں

—— گوآ ۲۹ رجون۔ فرانسیسی ہند کے گورنر نے اعلان کیا ہے کہ برطانیہ اس جنگ میں ضرور کامیاب ہوگا۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔ فرانسیسی ہند برطانیہ کے دوش بدوش لڑیگا۔

—— مالٹا پر اطالوی حملوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

—— واشنگٹن ۲۹ رجون۔ مسٹر روزویلٹ نے آج ایک بل پر دستخط کئے ہیں جس کی رو سے امریکہ کے قریباً ۳۵ لاکھ غیر ملکیوں کو اپنا نام درج رجسٹر کرانا پڑے گا۔ اور اپنی انگلیوں کے نشانات بھی ثبت کرنے ہوں گے۔

—— لندن یکم جولائی۔ ہانگ کانگ سے مزید ۲ ہزار عورتیں اور بچے روانہ ہوگئے۔

—— شملہ یکم جولائی۔ ہندوستان میں گولہ بارود اور جدید قسم کے اسلحہ جنگ وسیع پیمانہ پر تیار کرنے کے لئے حکومت ہند نے ایک سکیم پر عملدرآمد کا فیصلہ کیا ہے۔ جس پر سات کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ اس سکیم کے مطابق پرانے کارخانوں کی توسیع کے علاوہ نئے کارخانے بھی قائم کئے جائیں گے۔

—— گذشتہ ہفتہ حکومت پنجاب نے کمیونسٹوں کی جو گرفتاریاں عمل میں لائی ہیں۔ ان پر امن دوست طبقے اظہار اطمینان کر رہے ہیں

—— لندن یکم جولائی۔ ہنگری اور رومانیہ کی سرحد پر ہنگرین اور رومانوی پہرہ داروں میں شدید جھڑپ ہوگئی۔

—— لندن یکم جولائی۔ برطانیہ کے وزیر امن داخلی نے اعلان کیا ہے کہ ممکن ہے کہ دشمن چند دن یا چند گھنٹوں کے اندر برطانیہ پر حملہ کر دے۔ اہل برطانیہ کو مضبوط دل اور عزم راسخ کے ساتھ مقابلہ کیلئے تیار رہنا چاہئے

(بقیہ صفحہ ۳)

ہے۔ کہاں جناب میاں صاحب کی ایک تصنیف اور کہاں قرآن مجید کی تفسیر اور تراجم! اگر یہ بات تھی تو پچیس سال سے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کیلئے کیوں ہزاروں روپے برباد کر دیئے گئے اور ترجمہ پھر بھی نہ ہو سکا۔ میاں صاحب کی ایک تصنیف کو قرآن مجید کی تفسیر کے مقابل پر لے آنا دماغی توازن کے فقدان کا نتیجہ ہے یہ ہے غلو اور پیر پرستی کا نتیجہ کہ انسان کو جسے اللہ تعالیٰ نے ملند معیار پر پیدا کیا کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور اس کی عقل اور وجدان پیر کے قدموں میں صید زبون کی طرح گر پڑتے ہیں۔ اس پر ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ مضمون نگار صاحب کی خدمت میں درخواست کریں کہ وہ ازراہ مہربانی اپنے اس بیان پر نظر ثانی کریں۔

قادیانی بزرگو! اور بھائیو! آنکھیں وا کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض پر غور کرو۔ اگر تم ایسا کروگے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچوگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ مسلمانوں میں زندہ خدا پر ایک زندہ ایمان پیدا کریں اور اس جذبہ اور ایمان سے ایک ایسی جماعت بنائیں جو دنیا میں تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کرے۔ ایمان ایک ذریعہ ہے اور مقصد غلبہ اسلام ہے اور جو جماعت دن رات غلبہ اسلام کیلئے تگ و دو کر رہی ہے۔ ان کے قلوب میں یقیناً ایمان کے دیئے روشن ہیں کیونکہ بغیر ایمان کی قوت کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ حضرت صاحب کی شاخ ان صفات کی حامل نہیں جن کا حامل اسے ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مادیت، مغربیت اور دہریت کے اس لق و دق صحرا میں ایمان اور نور کا ایک درخت ہیں اور اس درخت کی شاخیں اس ایمان اور نور کی حامل ہیں جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک موعود جماعت ہے اور ان کی شاخ ہے۔ اس لئے ایمان اور نور کی حامل ہے ۞

(ایس محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے)

یورپ پر اسلام کے علمی احسانات

الحکم ثانی اور اس کی علم پروری خاندان امیہ کا خاتمہ

(از مولوی عبد الواحد صاحب بی۔ اے)

(۵)

عبد الرحمٰن ثالث کے عہد میں ملک خوشحال ہو گیا تھا امن قائم تھا۔ لوگوں کو مذہبی آزادی مل چکی تھی۔ ہر قسم کا لٹریچر پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں کو ذہنی ترقی کا کافی سامان فراہم تھا۔ مذہبی آزادی کے علاوہ ذہنی آزادی بھی حاصل تھی۔ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اس کے دربار میں رسائی کیلئے اگر کوئی راستہ تھا تو وہ علم میں کامل ہونے کا تھا۔ اگر کسی نے دینی و دنیوی شہرت حاصل کرنا ہوتی۔ تو وہ بھی علم کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی تھی۔ ملازمتوں کیلئے معیار علم تھا۔ سوسائٹی سب علمی تھی۔ ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ تعلیم نے کتنا رواج پایا ہوگا۔ لیکن خلیفہ الحکم ثانی کے عہد میں یہ سب کچھ انتہا کمال کو پہنچ گیا تھا۔ یہ خلیفہ خود علمی مذاق کا آدمی تھا اور تمام مشاغل پر تعلیم و تعلم کو فضیلت دیتا تھا۔ خود بہت بڑا عالم تھا اور اس کا دربار متبحر علما و فضلا سے بھرا تھا۔ ان کے ساتھ ہر وقت مختلف مسائل پر گفت و شنید کرتا رہتا تھا۔ اپنے ہمعصر علماء میں سے کوئی شخص اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اس کا فیصلہ بڑے بڑے علما بہت شوق سے بلاچون و چرا قبول کرتے تھے۔ دنیوی بادشاہوں میں سے شاید ہی اتنا عالم کوئی شخص گذرا ہو۔

عشق علم کی وجہ سے اس نے ایک ایسا کتب خانہ جمع کیا تھا۔ کہ جس کی نظیر موجودہ وقت میں بھی مشکل سے ملے گی۔ اس کتبخانہ میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ یہ کتابیں خلیفہ نے ریا و فخر کیلئے نہ اکٹھی کی تھیں اور نہ ہی کتب فروشوں کی طرح اس کے پاس جمع تھیں بلکہ اس نے ان تمام کتابوں کو پڑھا تھا اور اکثر پر حاشیہ اور شرح بھی لکھی تھی۔ علم تاریخ میں خلیفہ لاثانی سمجھا جاتا تھا۔ اندلس نے تاریخ اندلس نامی ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ لیکن دنیا کی بدقسمتی کہ وہ کتاب ضائع ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ کتاب کس قسم کی ہوگی۔ جو بلاخوف حکومت اور بلا کسی غرض نفسانی کے ایسے شخص نے لکھی تھی۔ جو خود حاکم وقت ہونے کے علاوہ عالم وقت بھی تھا۔ علم تاریخ میں خلیفہ کی تحقیق بلاچون و چرا تسلیم کی جاتی تھی علم الانساب میں علما کے لئے خلیفہ سے زیادہ معتبر اور کوئی سند نہ تھی۔ نظم و نثر پر پوری قدرت حاصل تھی۔ اس کا حافظہ لاثانی تھا اس کی قوت استنباط و استخراج مسلم تھی۔ قرطبہ جیسے شہر میں جہاں اقصائے عالم کے مشاہیر موجود تھے اور خود خلیفہ کے دربار میں جہاں متبحر علما اپنے علم و فضل میں ایک دوسرے سے فضیلت لے جاتے تھے۔ باوجود انتہائی آزاد خیالی و آزادی رائے حاصل ہونے کے دنیاوی علوم میں خلیفہ کی تحقیق و تدقیق کو ناطق سمجھنا خلیفہ کے تبحر علمی پر دال ہے۔

خلیفہ کا کتب خانہ یورپ کا سب سے پہلا کتبخانہ تھا۔ کتابوں کی اس وقت اتنی قدر تھی۔ کہ ان کی فراہمی میں تکلیف اٹھانا عین راحت سمجھا جاتا تھا۔ خلیفہ کو پیش کرنے کے لئے سب سے قیمتی اگر کوئی تحفہ ہو سکتا تھا تو وہ کوئی نایاب کتاب تھی۔ خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصود ہوتی۔ تو وہ خلیفہ کے کتب خانہ کیلئے کتاب پیش کرنے سے آسانی سے حاصل ہو سکتی تھی۔ نہ ہی کتب خانہ میں اس طرح کتابوں کے پہنچنے کے علاوہ خلیفہ نے فراہمی کتب کیلئے خاص اہتمام کیا تھا۔ مختلف ممالک میں اس نے کاتب اور نقل نویس بھیجے تھے۔ قاہرہ، اسکندریہ، قیروان، دمشق، بغداد، کوفہ غرضیکہ ان تمام شہروں میں جہاں علم و تہذیب کا رواج تھا۔ اس کے آدمی متعین تھے۔ جن کا واحد غرض کتابیں جمع کرنا اور ان کو شاہی کتب خانہ کے لئے بھیجنا تھا۔ خواہ کتنی ہی قیمت کسی کتاب کے لئے طلب کی جاتی وہ بخوشی ادا کر دی جاتی تھی۔ اگر کوئی مصنف کتاب دینے سے انکار یا تامل کرتا تو اس کی خوشامد کر کے اور قیمت میں اضافہ کا لالچ دے کر کتاب یا اس کی نقل حاصل کر لی جاتی۔ عام طور پر کسی تصنیف کے حاصل کرنے کے لئے ایک ہزار دینار ادا کئے جاتے تھے۔ یہ سب خرچ خلیفہ کے صرف خاص سے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ کو معلوم ہوا کہ عراق میں ابو الفرج اصفہانی عرب شعرا کی تاریخ مرتب کر رہا ہے۔ اس نے فوراً ایک شخص بھیجا کہ کتاب کے مکمل ہونے پر فوراً ہی تصنیف حاصل کر لی جائے کتاب کے پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہی ایک ہزار دینار کے بدلے کتاب حاصل کر لی گئی۔

خلیفہ کی قدردانی علم کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے۔ ایک دفعہ فقیہہ ابو ابراہیم مسجد میں بیٹھے چند طلباء کو حدیث کا درس دے رہے تھے۔ خلیفہ نے انہیں کسی خواجہ سرا کے ذریعہ بلوا بھیجا تو ابو ابراہیم نے خواجہ سرا سے کہا کہ میں اس وقت حدیث کا درس دے رہا ہوں۔ اگر درس دینا بند کر دوں تو طلبا کا بہت حرج ہوگا اور سلسلہ سبق بھی ٹوٹ جائے گا۔ اس واسطے خلیفہ سے عرض کر دیجئے کہ آپ کی یاد آوری کا مشکور رہوں۔ میں درس ختم کر کے حاضر خدمت ہو جاؤنگا۔ خواجہ سرا بہت گھبرایا کہ خلیفہ کے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی۔ لیکن مجبوراً اسے خلیفہ کے پاس جا کر ابو ابراہیم کا جواب دینا پڑا۔ خلیفہ بہت خوش ہوا۔ اور اسی خواجہ سرا کے ذریعہ ابو ابراہیم کو دوسرا پیغام دیا کہ میں آپ کی نیکی اور خدمت دین سے بہت خوش ہوں۔ آپ کیلئے دربار ہر وقت کھلا رہے گا۔ جس وقت درس دینے سے فارغ ہو جائیں۔ تو تشریف لے آئیں۔ خواجہ سرا نے یہ بھی کہا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے فارغ ہونے تک حاضر خدمت رہوں اور پھر آپ کے ساتھ ہی بارگاہ خلافت میں حاضر ہو جاؤں۔ جب ابو ابراہیم درس سے فارغ ہوئے۔ تو شاہی محل کا رخ کیا محل کے دروازہ پر کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے خواجہ سرا، علما و امراء آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ انہیں شاہی شان و شوکت کے ساتھ محل کے اندر پہنچایا گیا۔ اس قسم کے واقعات کوئی نادر نہ تھے۔ بلکہ اکثر ایسا ہوا کرتا تھا۔

کتابوں کی قدر کا اندازہ لائبریری کی عمارت اور انتظام سے ہو سکتا ہے۔ یہ عمارت شاہی محل سے شان و شوکت اور خوبصورتی میں کسی طرح کم نہ تھی۔ اس کا فرش قیمتی سنگ مرمر کا تھا۔ اس کی دیواریں سنگ رخام کی تھیں اور بہترین قسم کی پچی کاری سے مزین تھیں۔ دیواروں پر زریں اقوال سنہری حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ کتابوں کے لئے الماریاں نہایت قیمتی اور نایاب لکڑی سے بنائی گئی تھیں۔ بعض الماریاں خوشبودار لکڑی کی تھیں ہر الماری پر سونے کے پانی سے لکھا ہوتا تھا۔ کہ یہ الماری کس موضوع کی کتابوں کے لئے ہے۔ لائبریری کے ساتھ دارالکتابت بھی ملحق تھا۔ جس میں کاتب، نقل نویس اور جلد ساز کام کرتے تھے اچھی کتابوں کی جلدیں نہایت خوبصورت بنائی جاتی تھیں۔ اگرچہ عمارت بہت وسیع تھی۔ لیکن کتابوں کی روز افزوں تعداد کی وجہ سے اس عمارت میں کتابوں کے لئے جگہ باقی نہ رہی۔ اور ایک اور عمارت ساتھ بنائی گئی۔ کتابوں کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی۔ اس فہرست میں صرف کتابوں کے نام ہی درج تھے۔ ایک اور فہرست مضامین وار بھی مرتب کی گئی تھی۔ لائبریرین وغیرہ نہایت قابل اشخاص تھے۔ ان میں دو مشہور ادیبہ خواتین فاطمہ اور لبنہ بھی تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ عورتیں بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کرتی تھیں چنانچہ بہت سی شاعرہ خواتین کا تاریخ سے پتہ ملتا ہے۔

تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شاہی لائبریری کے علاوہ قرطبہ میں ستر لائبریریاں تھیں۔ ان لائبریریوں کے علاوہ امرا و غربا کے پاس ذاتی کتب خانے بھی موجود تھے۔ امرا کے پاس کتب خانوں میں پچاس ہزار کتابوں سے لیکر ایک لاکھ تک کتابیں ہوتی تھیں۔ عوام کے پاس بھی بہت سے کتبخانے تھے۔ جن میں کتابوں کی تعداد ہزاروں تک ہوتی تھی۔ مشہور ہے کہ ایک غریب شخص کے پاس ایسا کتبخانہ تھا جس میں نادر الوجود کتابیں جمع تھیں اور بڑے بڑے علماء اس کتبخانہ میں جا کر مطالعہ کرنا فخر سمجھتے تھے کتابوں کی اس قدر قدر دانی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں علم کی کتنی قدر ہوگی۔ ایک غریب شخص اپنے ضروری اخراجات میں اس واسطے کفایت شعاری سے کام لیتا تھا کہ وہ کچھ رقم پس انداز کر کے اس سے کتابیں خرید سکے۔ چنانچہ اس کی وفات پر معلوم ہوا کہ اس کے کتب خانہ میں ایک ہزار کتابیں تھیں۔ کتابوں کی اس کثرت سے یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت جبکہ مطابع وغیرہ موجود نہ تھے۔ قرطبہ میں کتابیں کس کثیر تعداد میں لکھی جاتی تھیں اور کہ بازار میں کتب فروشوں کی کس قدر تعداد ہوگی۔ کہا گیا ہے کہ صرف قرطبہ میں سالانہ ستر اسی ہزار کتابیں نقل کی جاتی تھیں۔ لیکن اس کے برخلاف یورپ کی طرف توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یورپ کے کسی ملک میں بھی کوئی لائبریری موجود نہ تھی۔ پندرھویں صدی تک کسی بادشاہ کے کتب خانہ میں ایک ہزار کتابیں بھی نہ تھیں۔ اس وقت فرانس کے بادشاہ کے پاس کل نوسو کتابیں تھیں سترھویں صدی تک کسی لائبریری میں پانچ ہزار تک کتابیں جمع نہ تھیں۔ تیرھویں صدی میں انگلستان کی سب سے بڑی لائبریری (کینٹربری لائبریری) میں کل ۲۰۰۹ کتابیں تھیں۔

ایسی حالت کے پیدا ہونے میں نو سالقہ امرا اندلس کی مساعی جمیلہ کا بھی ہاتھ تھا لیکن خلیفہ الحکم ثانی نے ان سب امرا سے ملک کی دماغی ترقی کے لئے زیادہ کام لیا۔ اس کا عہد بالکل امن و امان کا عہد تھا اور خوش قسمتی سے اس کو ایسے لائق اور دیانتدار وزرا مل گئے تھے کہ اس نے انتظام حکومت ان کو سپرد کر کے خود صرف تعلیمی و علمی ترقی

سلسلہ کیلئے ۱۲ رجون کا پرچہ ملاحظہ ہو۔

میں منہمک رہا۔ اس نے محکمہ تعلیم اپنے بھائی منذر کے سپرد کیا۔ خود بھی اس طرف بہت توجہ دیتا رہا۔ قرطبہ ہی میں اس نے ۲۷ مدارس کھولے تھے جن میں غربا اور امرا کے لڑکے یکساں طور پر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ابتدائی و ثانوی تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھا۔ شہروں میں مدارس کے علاوہ دیہات میں بھی سکول موجود تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اندلس میں قریباً سو فیصدی لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ اس کے برخلاف اس وقت یورپ کا یہ عالم تھا کہ لیپ جنرل سلوسٹرو وھم اپنے پادریوں کے متعلق یہ کہتا تھا کہ ان میں تعلیم ایسی مفقود ہے کہ وہ درباں رکھنے کے قابل بھی نہ تھے۔

ان مدارس کے قیام کے علاوہ بہت بڑا کام جو خلیفہ نے کیا وہ لوگوں کو مذہبی و دماغی آزادی دینا تھا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے لٹریچر کی اشاعت کی اجازت تھی۔ اس کے عہد میں افلاطون اور ارسطو کی اکثر کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر اشاعت پذیر ہوئیں۔ مختلف الخیال لوگوں کے ایک جگہ موجود ہونے سے تحقیقات کی طرف قدرتی طور پر میلان زیادہ تھا۔ اور روز بروز نئے نئے علم پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن ان علماء کے علاوہ ممالک غیر سے بہت سے علماء ہجرت کر کے اندلس میں آ بسے۔ ان کو خلیفہ کی علم پروری کا حال تاجروں اور خلیفہ کے ان آدمیوں سے معلوم ہوا۔ جو کتابوں کی فراہمی پر متعین تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ بہتر سمجھا کہ ان کے لئے بہترین جائے سکونت وہی ہو سکتی ہے جہاں عام فضا کے اچھے ہونے کے علاوہ علم کو شاہی سرپرستی بھی حاصل ہو۔ نتیجہ اندلس میں غیر ممالک سے علماء کا ایک جم غفیر آ کر سکونت پذیر ہوا۔ الحکم ثانی کے عہد میں ملک کی دماغی ترقی انتہائے کمال تک پہنچ گئی۔ اسی خلیفہ کے عہد میں قرطبہ کی وہ مسجد جو سیاحوں اور زائرین کے لئے موجب کشش تھی۔ پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

اسی خلیفہ پر خاندان امیہ کی شان و شوکت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد اس کا بیٹا ہشام ثانی تخت نشین ہوا لیکن کم عمری کے باعث اس کے ایک وزیر منصور ابن ابی عامر نے ایسا اقتدار حاصل کر لیا۔ کہ لوگ خلیفہ کا نام تک نہ جانتے تھے بعد میں خلیفہ کا پتہ بھی نہ لگا کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ ابھی تک تاریخ اس راز کو افشا نہیں کر سکی۔ ابن ابی عامر اگرچہ بہت لائق انسان تھا۔ لیکن اس کی طبیعت کا رجحان زیادہ تر فتوحات کی طرف تھا۔ ملک کی تعلیمی حالت کی ترقی میں وہ اپنے سابق خلیفہ کے کارناموں میں کوئی اضافہ نہ کر سکا۔ منصور کے بعد خاندان امیہ کے بادشاہوں کی وہی حیثیت رہی جو ہندوستان میں اورنگ زیب کے بعد خاندان مغلیہ کے بادشاہوں کی رہی اور یہ خاندان بہت جلد تباہ ہو گیا۔ اس واسطے ہم الحکم ثانی کو ہی خاندان امیہ کا آخری خلیفہ تصور کرتے ہیں۔ اس پر ایسے خاندان کا خاتمہ ہوا جس نے ایک قلیل عرصہ میں ایک تاریک اور جاہل ملک کو روشنی کا مینار اور ایک بنجر ملک کو جنت کا نمونہ بنا دیا۔ جس نے اس ملک کو وہ تہذیب بخشی۔ جو اوراق تاریخ میں ہمیشہ نمایاں رہے گی۔ ہم نے مختصراً خاندان امیہ کے عہد میں سپین میں علم و تہذیب کی نشو و نما کا مختصر خاکہ پیش کر دیا ہے۔ آئندہ قسط میں ہم یہ دیکھیں گے کہ سپین سے کس طرح یورپ پر اسلامی علم و تہذیب نے اثر کیا اور کہ یورپ کی نشاۃ جدیدہ میں مسلمانوں کا کس قدر ہاتھ رہا ہے۔

"ٹینک"

موجودہ جنگ کا ایک خوفناک ہتھیار

سب سے زبردست مشین جو حملہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ٹینک کہلاتی ہے۔ اس کو اگر لوہے کا ہاتھی کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ نہایت بھاری اور مضبوط ہوتا ہے اور معمولی چوٹ کھانے پر بھی دوڑتا رہتا ہے۔ اس کو آگے بڑھنے کے واسطے زنجیر کا انتظام ہوتا ہے۔ جو پٹرول انجن کے ذریعہ حرکت میں لائی جاتی ہے۔ بھاری ٹینک ایک میل چلنے میں ایک گیلن پٹرول ختم کر دیتا ہے۔ آجکل ترقی شدہ ٹینکوں میں بھاری سے بھاری لوہے کے پہیے بڑی جلدی جلدی گھومتے ہیں اور پٹرول کے ڈبے اندر نہایت حفاظت سے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ چوٹ لگنے پر بھی پٹرول میں آگ نہ لگ سکے۔ ٹینک کے چاروں طرف نہایت موٹی فولاد کی چادر چڑھی رہتی ہے۔ تاکہ اس کے اندر بیٹھے ہوئے آدمیوں کو کوئی نہ مار سکے۔ یہ آدمی اندر بیٹھے بیٹھے ٹینکوں کو چلاتے بھی ہیں اور توپ کے ذریعہ دشمن پر گولہ باری بھی کرتے ہیں ٹینک میں بڑی بڑی توپیں جن کے دہانے چھ انچ چوڑے ہوتے ہیں رہتی ہیں اور تین چھوٹی توپیں بھی رہتی ہیں۔ ٹینک کے باہر گولہ نکلنے کے لئے راستہ رہتا ہے۔ اس کے اندر آٹھ سپاہی تک کام کر سکتے ہیں لیکن عموماً دو یا تین سے زیادہ نہیں رہتے۔

ٹینک اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ اس سے رائفل اور مشین گنوں کی گولیاں ٹکر کھا کر لوٹ جاتی ہیں۔ بڑے بڑے توپ کے گولے بھی مضبوط ٹینک کو برباد نہیں کر پاتے۔ یہ سینکڑوں من بھاری ہوتا ہے اور بعض مرتبہ ایسا بھاری ہوتا ہے کہ جس کے وزن سے سڑکیں دھنس جاتی ہیں اور یہی وجہ تھی کہ پولینڈ پر دھاوا کرنے کے لئے جرمنی کے بھاری ٹینک پولینڈ کی گھٹیا سڑکوں پر دوڑنے میں بیکار ثابت ہوئے اور وہاں ہلکے ٹینک ہی استعمال کر کے فتح حاصل کی گئی۔

ٹینک کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سڑک ہی پر چلے۔ یہ میدان میں بھی بھاگتا ہے اور معمولی گہری گھاٹیوں اور نیچے نیچے ٹیلوں کو پار کر جاتا ہے۔ ٹینک شروع میں ایک گھنٹہ میں دو ڈھائی میل چلا کرتے تھے۔ اس کے بعد رفتار پانچ میل فی گھنٹہ ہو گئی۔ آج کل ایسے بھی ٹینک موجود ہیں جو بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگتے ہیں ٹینک ادھر ادھر کو دھاوا کرتا ہے گولہ باری کرتا چلا جاتا ہے۔ اور دشمن کے سپاہیوں اور فوج کی لائن کو تتر بتر کر دیتا ہے۔ حملہ کرنے کی غرض سے ٹینکوں کی کافی تعداد دشمن پر جھپٹتی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ یہ خوراک اور سپاہیوں کو بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ حفاظت کے ساتھ پہنچاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر یہ پچیس سپاہی اور ۱۰۰ سو من تک سامان اپنے اندر بھر لیتے ہیں اور جہاں فوج کو ضرورت ہوتی ہے وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ اب اڑنے والے ٹینک بھی تیار ہوئے ہوئے ہیں۔ جو ۴۰ فٹ چوڑا خندق سامنے آ جانے پر اس کو چھلانگ مار کر پار کر جاتے ہیں۔ یہ قریب ۱۶۰ من بھاری ہوتے ہیں۔ اور موٹر گاڑیوں کی طرح تیز دوڑتے ہیں۔ دوڑنے کے درمیان میں جب یہ اڑنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو ان کا اگلا حصہ زمین سے اوپر اٹھ جاتا ہے اور پھر کل ٹینک سطح زمین سے کئی فٹ اونچا اٹھ کر خندق کی دوسری طرف دھماکے کے ساتھ گرتا ہے اور گرتے ہی فوراً بھاگتا ہوا آگے دوڑ جاتا ہے۔

جب کبھی ٹینک کو دلدل زمین پار کرنی پڑتی ہے تو اپنے وزن کی وجہ سے یہ اس میں پھنس جاتا ہے اور بیکار ہو جاتا ہے۔ ٹینکوں کو پکڑنے کے واسطے نہایت مضبوط لوہے کے جال بچھائے جاتے ہیں۔ جن میں ٹینک پھنس کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ٹینک کے پھنس جانے پر اس کو برباد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عموماً توپ کے گولوں سے توڑ دیئے جاتے ہیں یا پٹرول ڈال کر اس میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ تاکہ اس کے اندر بیٹھے ہوئے سپاہی گرم لوہے میں بھن کر ختم ہو جائیں۔ بعض مرتبہ ایسی سڑک پر گذرتے ہیں، یا ایسے راستہ میں آ جاتے ہیں۔ جہاں نیچے بارود بچھائی ہوئی ہوتی ہے جس کے بھڑک اٹھنے کا انتظام بھی اندر رہتا ہے اور جو اوپر بوجھ پڑنے پر اپنا کام کرتا ہے۔ ٹینک کا بوجھ پڑتے ہی بارود میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور ساری سرنگ بھڑک اٹھتی ہے اور ٹینک برباد ہو جاتا ہے۔ بھاری ٹینک ریتلی زمین میں دوڑنے سے مجبور رہتا ہے۔ گہرا پانی سامنے آ جانے پر بھی اس کو مشکل ہوتی ہے۔ برفیلی جگہوں میں بھی چلنے میں اس کو کامیابی نہیں ہوتی۔ اس کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے لوہے کے موٹے موٹے لٹھے زمین میں گاڑ دیئے جاتے ہیں۔ جن میں یہ پھنس جاتے ہیں۔

شروع میں دشمن کی فوج پر ایک دم حملہ کر دینے اور اس کو تتر بتر کر دینے کے لئے گھوڑوں پر چڑھ کر دھاوا کرنے کا طریقہ استعمال کیا جاتا تھا۔ گھوڑے سوار اور گھوڑے زرہ بکتر سے اپنے جسموں کو محفوظ کر کے دشمن پر جھپٹتے تھے۔ آج کل کی لڑائی میں یہ حملہ کام نہیں دیتا۔ کیونکہ تیز رائفلوں، مشین گنوں اور توپوں کے بڑے گولوں (Shells) کی کڑی مار اس قسم کے حملے کو ناکامیاب کر دیتی ہے۔ ادھر ہوائی جہازوں کے بم اور کانٹے دار فولادی تار اور خندق ان کے حملہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے گھوڑوں کے ذریعہ حملہ آج کل ترک کر دیا گیا ہے۔

گھوڑوں کی جگہ آج کل ان ٹینکوں نے لے لی ہے اور جو دشمن کی فوج میں بلا کسی خوف کے گھس کر مار مار جاتے ہیں۔ اور سامنے آنے والی رکاوٹوں پر فتح حاصل کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ٹینک کی کامیابی اس کے لوہے اور انجن کی مضبوطی اور چلانے والے کی عقلمندی پر مبنی ہے۔ اگر روس جیسے ملک کو مضبوط لوہا اور انجن بنانا نہیں آتا تو اس کے ٹینک زیادہ کارگر نہیں ہوتے۔ اسی طرح اگر اس کے چلانے والے اناڑی ہیں، تو ٹینکوں کی تعداد ہوائی بیڑوں کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتی اور ان کا حملہ کمزور ہو جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد فوج کا ایک نیا صیغہ جس کو انگریزی میں میکینائزڈ یونٹ ( ) کہتے ہیں۔ فوج کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اس صیغہ میں وہ فوج ہوتی ہے جو دوڑنے والی گاڑیاں اور مشینوں کو استعمال کر کے اور ان پر سوار ہو کر حملہ کرتی ہے۔ اس میں ان ٹینکوں کے علاوہ زرہ بکتر والی موٹر گاڑیاں اور جنگی سائیکلیں اور مشین گنیں وغیرہ رہتی ہیں۔

(ملخوذ)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر القرآن اور قادیانی حجت

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے ایک ٹریکٹ کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

(۳)

دوسرا حوالہ ۔ حضرت عائشہؓ کا قول

دوسرا حوالہ قادیانی ٹریکٹ نویس نے بیان القرآن ہی سے یہ نقل کیا ہے:۔

"ایک قول حضرت عائشہؓ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں ۔ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ ۔ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ...... ایک بے سند قول پر اس لئے بھروسہ کیا جاتا ہے یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں"۔ (بیان القرآن ص $\frac{1519}{1513}$)

اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:۔

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ ۔ اگر اسلام میں نبوت نہیں تو آپ لوگوں کے پاس ما بہ الامتیاز نہیں"۔

(بدر ۵ ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

قادیانی قطع و برید

ان دونوں حوالوں کے نقل کرنے میں بھی اسی قطع و برید اور سیاق و سباق سے اغماض کا طریق اختیار کیا گیا ہے جو ہمیشہ سے اہل باطل کا شیوہ چلا آتا ہے ۔ نہ تو حضرت امیر کے الفاظ پورے طور پر نقل کئے گئے ہیں اور نہ ہی حضرت مسیح موعود کے الفاظ کا سیاق و سباق پیش کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت عائشہ کے اس قول کا کیا مطلب ہے

حضرت عائشہؓ کا قول حضرت امیر کے نزدیک

سب سے پہلے ہم حضرت امیر کی پوری عبارت ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

"اور ایک قول حضرت عائشہؓ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں ۔ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ ۔ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ۔ اور اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کچھ اور تھے ۔ کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے ۔ حضرت عائشہ کے اپنے قول میں ہوتے ۔ کسی صحابی کے قول میں ہوتے نبی کریم صلعم کی حدیث میں ہوتے ۔ مگر وہ معنی در بطن قائل ہیں ۔ اور اس تیس حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی کئے گئے ہیں ۔ ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے ۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں خاتم النبیین کافی ہے ۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ تو آپ نے کہا ۔ خاتم الانبیاء کہنا تجھے بس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ خاتم النبیین واضح ہیں تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو ۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں ۔ اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول جو شرعاً حجت نہیں"۔

(بیان القرآن ص $\frac{1516}{1517}$)

دیکھ لیجئے ان الفاظ میں اور قادیانی ٹریکٹ نویس کے الفاظ میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ کے اس مفہوم کو کہ حضرت عائشہ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا نہیں ...... اس بنا پر صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے کہ خود آنحضرت صلعم کی بیسیوں احادیث ان معنوں کی مخالف ہیں لیکن ان معنوں میں حضرت عائشہ کے اس قول کو آپ نے صحیح تسلیم کیا ہے کہ خاتم النبیین کہنا کافی ہے ۔ لا نبی بعدہٗ کی ازدیادی کی ضرورت نہیں۔

حضرت عائشہؓ کا قول حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک

اس کے بالمقابل کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عائشہ کے اس قول کو اجرائے نبوت کی دلیل قرار دیا ہے ۔ اگر آپ کی اس تقریر سے جس میں سے منقولہ بالا الفاظ نقل کئے گئے ہیں ، مندرجہ ذیل فقرات بھی نقل کر دیئے جاتے تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی اور یہ پتہ لگ جاتا کہ آپ نے حضرت عائشہ کے قول سے محض لغوی نبوت یعنی مکالمہ الٰہیہ کے جاری ہونے پر ہی استدلال کیا ہے اور اسی کے حضرت امیر ایدہ اللہ بھی قائل ہیں ۔ ملاحظہ ہوں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ:۔

"یہ الزام کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بنا لوں اور نئی شریعت ایجاد کروں ۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کیا دوں ۔ میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے ۔ اس لئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے ۔ جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے ۔ مگر یہ حقیقی نبوت نہیں ۔ نبا کا لفظ خود اس پر شاہد ہے ۔ نبا کے معنی ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا ۔ میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ آنحضرت صلعم سے الگ ہو کر میں نبی ہوں ۔ ہم جب مکالمہ الٰہی کہتے ہیں ہم اسے نبوت کہہ لیتے ہیں ۔ یہ لفظی نزاع ہے ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ۔ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ ۔ اگر اسلام میں نبوت (خدا سے الہام و اعلام پانا)[1] نہیں تو پھر آپ لوگوں کے پاس کوئی ما بہ الامتیاز نہیں اور آپ کوئی نصرت الٰہی کا نشان نہیں دیکھ سکتے ۔ چراغ میں اگر تیل نہ ہو وہ آخر ویران ہو گا ۔ جس دین میں نبی نہیں وہ بھی ایک دن تباہ ہو گا ۔ حضرت مجدد سرہندی بھی ایسے مکالمہ کے قائل ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرتا ہے تو اسے عربی میں نبوت کے سوا اور کیا کہیں گے ۔ تعجب ہے جب وہی بات پنجابی میں کہی جائے تو مانتے ہیں ۔ اور جب پنجابی کی بجائے عربی لفظ اختیار کیا جائے ۔ تو نہیں مانتے ۔ اگر یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے"؟

(بدر ۲۵ر جون ۱۹۰۸ء)

اس تمام عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عائشہ کے قول سے جس چیز کے جاری ہونے پر استدلال کیا ہے ۔ وہ لغوی نبوت ہے ۔ جو کثرت مکالمہ مخاطبہ سے بڑھ کر اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ اس کی تائید میں آپ نے مجدد صاحب سرہندی کا بھی ذکر کیا ہے کہ "وہ بھی ایسے مکالمہ کے قائل ہیں"۔ یہی تقریر اخبار "الحکم" میں بھی موجود ہے جس میں مندرجہ بالا الفاظ کے بجائے یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

"مجدد صاحب بھی اس کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں"۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک لغوی نبوت محدثیت سے بڑھ کر نہیں ہے اور آپ نے اسی کے ...... جاری ہونے پر حضرت عائشہ کے قول سے استدلال کیا ہے۔

لغوی نبوت کے بارے میں حضرت امیر اور حضرت مسیح موعودؑ کا اتفاق

اسی لغوی نبوت اور مکالمہ مخاطبہ کے حضرت امیر ایدہ اللہ بھی قائل ہیں اور بیان القرآن میں اس کو تسلیم کیا ہے ۔ ملاحظہ ہوں الفاظ ذیل:۔

"اس پر قریباً قریباً امت کا اتفاق ہے کہ نبوت اپنے لغوی معنی کی رو سے یعنی محض خدا سے ہمکلام ہونے کے معنی میں تو اس امت میں جاری ہے ...... گویا نبوت عامہ درحقیقت ولایت ہی کا نام ہے ۔ اس لئے اس کو محدثیت کے نام سے بھی پکارا ہے ۔ کیونکہ اس میں محض اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں حاصل رہیگا" (بیان القرآن ص $\frac{532}{533}$)

فرمائیے ان الفاظ میں اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات میں بلحاظ مفہوم کیا فرق ہے ۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی محض لغوی نبوت بمعنی مکالمہ مخاطبہ کے اجرا کے قائل ہیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ بھی اسی کو جاری سمجھتے ہیں ۔ حضرت عائشہ کے قول کو حضرت امیر بھی اسی صورت میں صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس سے اصلی اور حقیقی نبوت کے اجرا پر استدلال نہ کیا جائے اور حضرت مسیح موعودؑ بھی اس سے اصلی اور حقیقی نبوت کا اجرا نہیں بلکہ محض لغوی نبوت کے اجرا پر دلیل پکڑتے ہیں ۔ پس دونوں میں اختلاف کہاں رہا اور کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی روشنی میں نہیں لکھی گئی۔

(باقی آئندہ)

---

[1] یہ الفاظ بین القوسین قادیانی ٹریکٹ نویس نے عمداً چھوڑ دیئے کیونکہ ان سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود یہاں صرف اعلام سے بڑھ کر جو لغوی نبوت ہے اصلی اور حقیقی نبوت کے قائل نہیں۔

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ یکم جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ | نمبر ۴۲

قادیانی "یوم تبلیغ"

محمودی حضرات کی اصلاح کیلئے ایک اچھا موقع

جیسا کہ قارئین "پیغام صلح" کو گذشتہ اشاعتوں سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ قادیانی جماعت جناب میاں صاحب کے فرمان کے مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۴۰ء کو اپنا "یوم تبلیغ" منا رہی ہے۔ اس کا یہ "یوم تبلیغ" مسلمانوں میں قادیانی عقائد کی اشاعت کیلئے مخصوص ہے۔ دیانت و اصول کا تقاضا یہ ہے کہ اس روز قادیانی حضرات مسلمانوں میں اپنے اصلی و حقیقی عقائد یعنی اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کی اشاعت کریں اور اس بارہ میں کسی اخفا یا تامل سے کام نہ لیں۔ بلکہ مسلمانوں کے پاس جا کر صاف کہیں کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور جو آپ کو نہیں مانتا وہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ خواہ اس نے حضرت مرزا صاحب کا کبھی نام بھی نہ سنا ہو۔ یہی وہ عقائد ہیں جنہیں مخالف علماء نے حضرت صاحب کی طرف منسوب کر کے فتویٰ کفر دیا تھا۔ حضرت صاحب ساری عمر اس کی تردید کرتے رہے۔ لیکن جناب میاں صاحب اور ان کے ساتھیوں نے حضرت صاحب کی پے در پے تردید کے باوجود یہی غلط عقائد آپ کی طرف منسوب کر کے مخالف علماء کی عملاً تائید و تصدیق فرمائی ——— بے شک ان عقائد کو احمدیت اور حضرت مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن بہرحال یہ جناب میاں صاحب کے قادیانی مذہب کی بنیاد ہیں۔ لہٰذا محمودی حضرات کو اپنے "یوم تبلیغ" پر مسلمانوں میں انہی عقائد کی تبلیغ کرنی چاہئے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو یقیناً وہ اپنے مذہب کی تبلیغ سے قاصر رہیں گے۔ اور ان کا یہ "یوم تبلیغ" بے معنی قرار پائے گا۔

خیر یہ تو وقت ہی بتلائے گا کہ اس موقع پر قادیانی دوست اپنے صحیح و حقیقی عقائد کا اظہار فرماتے ہیں۔ یا نہیں۔ سر دست ہم جناب خلیفہ صاحب کی اس عنایت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو کہ اس "یوم تبلیغ" کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ لاہور پر فرمائی جانے والی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ "الفضل" میں جناب خلیفہ صاحب کی ہدایت خصوصی کے مطابق سیکرٹریان اصلاح ماہین اور سیکرٹریان تبلیغ و انصار اللہ کے نام اعلان شائع ہوا ہے کہ ۱۴ جولائی کو:-

"غیر مبائعین میں بھی تبلیغ کی جائے اور زیر تبلیغ افراد سے ایسا تعلق پیدا کیا جائے کہ آئندہ بھی تبلیغ جاری رہے۔"

پیش نظر اشاعت کے صفحہ ۵ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک پر معارف مضمون "قادیانی یوم تبلیغ" کے عنوان سے درج ہو رہا ہے۔ اس میں جناب خلیفہ صاحب کو فیصلہ کن بحث کی یاد دہانی کے علاوہ کلمہ کے متعلق اہم سوال بھی ہے۔ جو کہ قادیانی یوم تبلیغ اور دوسرے مواقع پر محمودی حضرات سے دریافت کرنا چاہئے اور انہیں کہنا چاہئے کہ سب سے اول اس بات کا فیصلہ کریں کہ محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ منسوخ ہے یا نہیں؟ اگر منسوخ ہے تو نیا کلمہ لائیے اور اگر منسوخ نہیں تو وہ لوگ جو یہ کلمہ پڑھتے ہیں کافر خارج از اسلام کس طرح ہو سکتے ہیں؟ کفر و اسلام کا مسئلہ ہی دونوں جماعتوں میں اختلاف کی اصل جڑ ہے۔ سب سے اول اسے ہی طے کرنا چاہئے۔ مندرجہ بالا سوال اس کے حل کا ایک بہترین اور آسان ترین ذریعہ ہے اور یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب قادیانی حضرات نہیں دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں لہٰذا ان سے ان کے مذہب کے متعلق مزید گفتگو کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سوال کے جواب کے بغیر مزید گفتگو ہرگز نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ قادیانیت کی تبلیغ کا معاملہ تو اسی ایک ہتھیار کے ذریعہ ختم ہو جائیگا لیکن ہمارے فرائض صرف قادیانی عقائد کی تردید اور محمودی مبلغین کو خاموش و ساکت کر دینے پر ہی بس نہیں ہو جاتے۔ بلکہ یہ "قادیانی یوم تبلیغ" ہمارے لئے خود قادیانی حضرات میں احمدیت کے اصلی عقائد کی اشاعت اور محمودی گروہ کے راہ روی کی اصلاح و انسداد کا ایک عمدہ موقع مہیا کرتا ہے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ۱۴ جولائی کو جو قادیانی حضرات تشریف لائیں ان کا ہر جگہ اخلاق و خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کیا جائے۔ مذکورہ بالا سوال پیش کرنے سے جب وہ خاموش و لاجواب ہو کر پہلو بچانے اور واپس جانے کی کوشش فرمائیں تو انہیں محبت و احترام کیساتھ ٹھہرا کر ان کی خدمت میں قادیانیت کے متعلق اپنا لٹریچر پیش کیا جائے اس لٹریچر کی فہرست "پیغام صلح" کے گذشتہ "مسیح موعود نمبر" اور "تنظیم نمبر" میں شائع ہو چکی ہے۔ ہمارے ہر ایک دوست اور تمام بیرونی جماعتوں کا فرض ہے کہ اس موقع کیلئے یہ لٹریچر کافی مقدار میں اپنے پاس موجود رکھیں اور جن کو ضرورت ہو وہ صرف محصول ڈاک بھیج کر دفتر جائنٹ سیکرٹری صاحب سے مفت طلب کر لیں۔ اس روز جو قادیانی حضرات تشریف لائیں ان کے نام اور پتے دریافت کر لئے جائیں تا کہ آئندہ کیلئے لٹریچر پہنچانے اور ان سے ملاقات کرنے میں آسانی رہے ——— قادیانی "یوم تبلیغ" جیسی تقریبات و تحریکات ہمارے لئے قادیانی جماعت میں تبلیغ کے متعلق آسانیاں پیدا کرتی ہیں جن کے نتیجہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں زیادہ تیز ہو جانی چاہئیں۔

اس موقع پر قادیانی حضرات اپنے اصلی عقائد کو خواہ ظاہر کریں یا چھپائیں یا توڑ مروڑ کر پیش کریں۔ بہرحال ان کی طرف سے جو کچھ بھی پیش کیا جائیگا اس کا غالب حصہ غلط ہوگا۔ اس کی وجہ سے عام مسلمانوں میں لازمی طور پر تحریک احمدیت اور حضرت مسیح موعود کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوں گی اور بڑھیں گی۔ لہٰذا قادیانیوں کی پیدا کی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہمارا فرض ہے۔ اس کیلئے بھی مرکز میں معقول لٹریچر موجود ہے جو بلا قیمت منگایا جا سکتا ہے۔ یہ لٹریچر بھی ۱۴ جولائی کو بکثرت عام مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے۔ تا کہ محمودی عقائد کے زہر کا تریاق بھی ساتھ ساتھ لوگوں کے پاس پہنچتا رہے۔ اور انہیں حضرت مجدد زماں کی صحیح تعلیمات و عقائد کا علم حاصل ہو جائے ٭

فریضہ زکوٰۃ

ماہ جمادی الثانی شروع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد رجب آنے والا ہے اور یہ مہینہ ہندوستان میں ادائیگی زکوٰۃ کیلئے مخصوص ہے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کا ہر صاحب نصاب فرد اپنا فرض ادا کرنے کیلئے تیار ہے اس کے علاوہ انجمن کے کارکنوں اور مقامی جماعتوں کے عہدہ داروں کو اس امر کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ امسال فراہمی زکوٰۃ کا کام پوری باقاعدگی اور منشائے شریعت کے مطابق انجام پائے۔ مسلمان قوم کی بہت بڑی اکثریت فریضہ زکوٰۃ سے غافل ہو چکی ہے اور اس غفلت کی سزا مالی زبوں حالی اپنے اور قومی اداروں کی کس مپرسی کی صورت میں بھگت رہی ہے۔ الحمد للہ اس بارہ میں ہماری جماعت احمدیہ کی حالت نسبتاً بہت بہتر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہمارے بہت سے احباب بھی ادائیگی زکوٰۃ کے وقت منشائے شریعت کو پورے طور پر مد نظر نہیں رکھتے۔ زکوٰۃ کا کم از کم دو تہائی حصہ لازمی طور پر قومی بیت المال میں داخل ہونا چاہئے۔ جو لوگ ساری یا ایک تہائی سے زیادہ زکوٰۃ انفرادی طور پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کے نزدیک پورے طور پر اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہیں اور انہیں اپنے اس غلط طریق عمل کو آئندہ کیلئے ترک کر دینا چاہئے۔

زکوٰۃ کے مسائل اور اس کے بارہ میں قرآن و حدیث سے احکام اور تنظیم زکوٰۃ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کئی مرتبہ "پیغام صلح" میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی روشنی میں کوشش ہونی چاہئے کہ ہر جگہ جماعت کے تمام صاحب نصاب مرد اور عورتیں پوری زکوٰۃ ادا کریں اور اس کا کم از کم دو تہائی حصہ مرکزی بیت المال میں بھیجا جائے۔ خواتین اس بارہ میں غالباً مردوں کی نسبت زیادہ تساہل سے کام لیتی ہیں اور بہت کم اپنے زیورات کی زکوٰۃ ادا کرتی ہیں۔ حالانکہ اس کیلئے سخت وعید موجود ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ اشاعتوں میں اس مسئلہ کے متعلق تفصیلی طور پر عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مسلمانوں کی قومی خوشحالی و ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنایا ہے۔ ہمیں اس کی برکات سے محروم ہونے کی بجائے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ تا کہ دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کو صدمہ

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج و افسوس کیساتھ سنی جائے گی۔ کہ جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن کی نوجوان ناکتخدا ہمشیرہ گذشتہ ہفتہ وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ دیندار، بلند اخلاق اور باحیا لڑکی تھیں۔ دیندار شریف گھرانوں کی لڑکیوں کی تمام صفات ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ گذشتہ سال ڈاکٹر صاحب موصوف کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ مرحومہ کی حساس طبیعت نے اس حادثہ سے غیر معمولی اثر لیا اور اسی زمانہ سے علیل تھیں۔ آخر سال ڈیڑھ سال کے بعد اپنے شفیق والد کے پاس پہنچ گئیں۔ اس صدمہ میں ہم جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب، جناب ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اور دیگر افراد خاندان کی خدمت میں دلی افسوس و ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو خاتون جنت کے قرب میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

شذرات

اتحاد کی قابل تقلید مثال

انگلستان میں مختلف سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ان میں سے اکثر آپس میں شدید اختلاف رکھتی ہیں۔ قدامت پسندوں اور مزدور پارٹی کے باہمی اختلافات تو بہت زیادہ ہیں۔ جن سے ہر ایک اخبار بین بخوبی واقف ہے ــــ لیکن کیا یہ اختلافات ان کے ملک و قوم کے مشترکہ مفاد پر بھی کبھی اثر انداز ہوتے ہیں؟ کیا یہ پارٹیاں اور ان کے ارکان و رہنما ایک دوسرے کو زک دینے کی خاطر کسی ایسے فعل کے روادار ہیں جس سے سلطنت کے وقار پر حرف آئے؟ واقعات اس سوال کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ بلکہ ضرورت کے وقت یہ مختلف خیالات و آراء رکھنے والی پارٹیاں یکجان ہو کر ملک و قوم اور سلطنت کی حفاظت کیلئے میدان عمل میں آجاتی ہیں۔ دنیا انگریز قوم کی اس خصوصیت کا کئی مرتبہ مشاہدہ کر چکی ہے۔ اس جنگ میں بھی انگریزوں نے اپنے قومی اتحاد کا نہایت بلند اور قابل تعریف نمونہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ ایک غیر ملکی جس نے حال ہی میں انگلستان کا سفر کیا ہے اپنے تاثرات اس طرح بیان کرتا ہے کہ:-

"مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہو جانے کی بہترین مثال اس وقت انگلستان میں پائی جاتی ہے۔ یہاں مسٹر چرچل کی قیادت میں تمام پارٹیوں پر مشتمل جنگی وزارت وطن کی حفاظت کے لئے مصروف جدوجہد ہے اور مزدور پارٹی اور اس کی تمام شاخوں نے حکومت کو یقین دلایا ہے کہ انگلستان کے تمام مزدور جرمنی اور اٹلی کے ڈکٹیٹروں کا مقابلہ کرنے کیلئے حکومت کا ساتھ دیں گے۔"

انگریز قوم کے اس جذبہ اتحاد میں مسلمانوں کیلئے ایک زریں حیات بخش سبق موجود ہے۔ اگر ہم بھی دین ملت کی خاطر اپنے باہمی اختلافات کو نظر انداز و فراموش کرنے کی قابلیت پیدا کر لیں تو ہماری کامیابی یقینی ہے ــــ انگریز قوم جو کچھ اپنے ملک و [illegible]۔ سلطنت کی خاطر کر رہی ہے۔ کاش ہم اپنے دین کی خاطر کر سکیں۔

منجموں اور جوتشیوں کی تباہ کاریاں

اس ہفتہ متعدد انگریزی اردو روزناموں میں روسی ذرائع سے موصول شدہ جرمنی کے متعلق مندرجہ ذیل قابل غور خبر شائع ہوئی ہے:

"ماسکو ۴ جولائی۔ جرمنی میں پولیس کے ایک حکم کے مطابق، جوتش لگانا اور مستقبل کے متعلق پیشگوئی کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس حکم کے اغراض و مقاصد میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جرمنوں میں جنگ کے بارے میں مستقبل کے حالات معلوم کرنے کا رواج عام ہے۔ اور بعض جوتشیوں کی پیشگوئیوں سے جرمنوں میں خوف و ہراس پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

. . . . پولیس کے اس حکم کی تائید کرتے ہوئے گذشتہ ہفتے اخبار "شوارز کورپس" نے لکھا ہے کہ ایسی پیشگوئیاں عوام کے حوصلے پست کر دیتی ہیں اور ان میں عزم اور استقلال کا جذبہ منتشر ہو جاتا ہے۔ وہ کچھ کرنے کی بجائے تقدیر پر شاکر ہو بیٹھ جاتے ہیں۔" (انقلاب ۶ جولائی [illegible])

قطع نظر اس سے کہ نجوم اور جوتش کی علمی حیثیت کیا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ نجومیوں اور جوتشیوں کی اکثر پیشگوئیاں اقوام و افراد کے اندر غلط توقعات یا مایوسی و بےعملی پیدا کر دیتی ہیں۔ وہ تقدیر پر شاکر ہو کر تدبیر سے بےپروا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے اسلام نے نجوم اور جوتش وغیرہ سے منع کیا ہے۔ ایک سچے مجاہد کا شیوہ عمل اور جدوجہد ہے۔ نتائج کو وہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا اس کے لئے نجوم اور جوتش بیکار ہیں۔ عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے۔ اس سے ہمکلامی کا شرف رکھنے والوں ہی کو پیشگوئیاں کرنا زیب دیتا ہے اور صرف انہی پاک نفوس کی پیشگوئیاں بالکل سچی اور بابرکت ہوتی ہیں۔ یورپ کی ایک قوم نے یہ حکم جاری کر کے اسلام کی صداقت کا گویا عملی اعتراف کر لیا ہے۔

ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی منجموں اور جوتشیوں کا وجود کافی نقصان رساں ثابت ہو چکا ہے۔ یہاں گذشتہ چند سالوں کے اندر یہ لوگ زلزلہ، قحط اور سیلابوں وغیرہ کی بیشمار غلط پیشگوئیاں کر کے بیبیوں کو کئی مرتبہ ہراساں کر چکے ہیں۔ صرف ان پڑھ تاریک خیال اور قدامت پسند لوگ ہی نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے روشن خیال اور تعلیمیافتہ گھرانے ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آج پامسٹری وغیرہ کا رواج ہمارے تعلیمیافتہ نوجوانوں میں عام ہے۔ ہوشیار و چالاک جوتشی ان کی سادہ لوحی سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لہذا ہندوستان میں بھی جوتشیوں کے متعلق ایک قانون کی بہت ضرورت ہے۔ ہمارے ہندو بھائی جوتش کو خلاف قانون قرار دینے پر شاید رضامند نہ ہوں گے۔ لیکن بہرحال ملک اور آئندہ نسل کے مستقبل کی خاطر پیشہ ور جوتشیوں پر مؤثر پابندیاں ضرور عائد ہونی چاہئیں۔

آریوں کا طریق عبادت

گذشتہ دنوں دیانند سالویشن مشن کی طرف سے مہاشہ گوروتہ مل منتری آریہ سماج لارنس روڈ امرتسر نے پنجاب کی مختلف آریہ سماجوں کا دورہ کیا۔ اس دورہ کے مشاہدات و تاثرات کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں کہ آریوں کا کوئی مقررہ طریق عبادت نہیں۔ میں حیران گیا جب میں نے دیویوں کو مختلف طریقوں پر سندھیا ہون وغیرہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس بارہ میں آریہ سماج میں شدید قسم کی بدنظمی اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ سماج مندروں میں بھی کوئی امتیازی نشان نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں دوسرے مکانوں کے جھرمٹ میں سے شناخت کیا جا سکے۔ مہاشہ جی نے تجویز پیش کی ہے کہ اس مسئلہ کو شرومنی سبھا اور ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کیا جائے تاکہ یہ دونوں سبھائیں غور و فکر کر کے آریوں کیلئے کوئی متفقہ طریق عبادت مقرر کریں۔ اس طریق کی اطلاع ہر ایک آریہ سماج کو دیدی جائے اور ہر جگہ اسی طریقہ پر آریہ سماجی سندھیا اور ہون کیا کریں۔

العظمۃ للہ! آریہ سماجی اپنے ویدک دھرم کو عالمگیر اور قدیم ترین مذہب کہتے ہیں اور ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بجانے کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیفیت یہ ہے کہ بقول مہاشہ گورو تہ مل عبادت کا کوئی متفقہ طریق ہی مقرر نہیں ہے جب اس بدنظمی کا احساس پیدا ہوتا ہے تو وید اور ستیارتھ پرکاش کی طرف رجوع کرنے کی بجائے شرومنی سبھا اور ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کی امداد طلب کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کی الہامی کتاب وید اور سوامی دیانند جی کا مجموعہ تعلیمات "ستیارتھ پرکاش" بھی اس بارہ میں کوئی قابل عمل ہدایت دینے سے قاصر ہیں۔ جس مذہب کی الہامی کتاب خدا کی عبادت کا طریق ہی بتانے سے قاصر ہے وہ دیگر معاملات میں کیا رہنمائی کر سکتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں اسلام کی طرف دیکھئے جس کا طریق عبادت مقررہ اور متفقہ ہے۔ دنیا کے ہر ایک حصے اور گوشے میں فرزندان توحید ایک ہی طریق پر نماز ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ستیارتھ پرکاش کے آخری چار باب

"آریہ گزٹ" اور "آریہ ویر" اس خبر کے ذمہ دار ہیں کہ آریوں کی مجلس اعلیٰ سارودیشک سبھا نے ریاست حیدرآباد میں کام کرنے والے اپنے پرچارکوں کو ہدایت کی ہے کہ محدود ریاست میں:-

"ستیارتھ پرکاش کے صرف پہلے دس سملاسوں (ابواب) سے پرچار کیا جائے۔ آخری چار سملاسوں سے جو کھنڈن سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے کچھ نہ سنایا جائے۔"

اگر یہ خبر صحیح ہے تو سارودیشک سبھا کے اس دانشمندانہ اقدام پر اسے مبارکباد دی جا سکتی ہے کیونکہ ستیارتھ پرکاش کے آخری چار ابواب نہایت دل آزار اور اشتعال انگیز ہیں۔ ان میں مختلف مذاہب کے مقدس بانیوں کے متعلق بیحد توہین آمیز اور غلط باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ بالخصوص اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق۔ ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات اور کشیدگی کی ایک بڑی وجہ ستیارتھ پرکاش کے یہ چار ابواب بھی ہیں ــــ اور یہ تو عام طور پر مشہور ہے کہ ان میں سے آخری دو باب جن میں اسلام اور عیسائیت کا ذکر ہے سوامی دیانند جی کے اپنے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کے بعد کسی نے اضافہ کئے تھے۔

بہتر ہوتا کہ یہ ہدایت عام ہوتی۔ ریاست حیدرآباد کے ساتھ اسے مخصوص نہ کیا جاتا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اس خبر کی صحت میں ہی شبہ ہے۔ کیونکہ ملک کی بدقسمتی سے آریہ سماج اپنی متعدد بنیادی تعلیمات و عقائد سے کنارہ کش ہونے کے باوجود دیگر مذاہب پر کذب آمیز امن سوز اور اشتعال انگیز تنقید سے دستبرداری کیلئے آمادہ نظر نہیں آتا ہے۔ اس حالت میں کسی آریہ سماجی سبھا کیلئے اپنے پرچارکوں کے نام اس قسم کے دانشمندانہ و روادارانہ احکام جاری کرنا بہت مشکل ہے۔

ایک دیندار نوجوان کی وفات

افسوس اس ہفتہ ہماری جماعت ایک دیندار و لائق نوجوان سے محروم ہو گئی یعنی جناب حافظ محمد بخش صاحب اوکاڑہ والے کے نوجوان صاحبزادے چودھری نذیر احمد صاحب متعلم بی۔ اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور قریباً ایک ماہ کی علالت کے بعد ۴ جولائی کی سہ پہر کو مرکز میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک سعید الفطرت، خوش اخلاق، محنتی اور مقبول صورت نوجوان تھے۔ عمر اٹھارہ انیس سال عمر تھی۔ نوجوان اور انگریزی تعلیمیافتہ ہونے کے باوجود صوم و صلوٰۃ اور دیگر احکام شرعی کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے۔ نماز سے تو گویا آپ کو عشق تھا۔ پانچوں وقت باقاعدہ مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے۔ آپ کی اس پابندی پر بارہا کئی بزرگوں نے بھی رشک کیا۔ اس کے ساتھ آپ کی تعلیمی حالت بھی بہت عمدہ تھی۔ اپنی کلاس میں ہمیشہ اچھے رہتے۔ ایک قیمتی اور ہونہار نوجوان کی بے وقت موت بہت ہی رنجدہ ہے۔ اس حادثہ میں ہم مرحوم کے والد محترم اور بھائیوں اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو [illegible] آمین۔

قادیانی "یوم تبلیغ"

جناب میاں صاحب کی خدمت میں فیصلہ کن بحث کی یاد دہانی اور ایک مخلصانہ مشورہ

آپ اپنے آدمیوں کو ہماری جماعت میں تبلیغ کیلئے کوئی معقول و مضبوط منصوبہ تیار کر کے بھیجیں

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

۴ جولائی کو قادیانی احباب یوم تبلیغ منا رہے ہیں اور سُنا گیا ہے کہ اس دن کے لئے قادیان سے ہدایت جاری ہوئی ہے کہ احمدیہ جماعت لاہور کے افراد کو خصوصیت سے قادیانیت کی تبلیغ کی جائے۔

میاں صاحب اپنے "یوم تبلیغ" پر ہی فیصلہ کن بحث کے لئے رضامند ہو جائیں

پہلی بات جو میں اس موقع پر پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اگر اس کی غرض تحقیق حق ہے تو جناب میاں صاحب وہ طریق اختیار کیوں نہیں کرتے جس سے حق ظاہر ہو جائے اور میں اس کو تین ماہ سے بار بار پیش کر رہا ہوں۔ اس کی طرف اصل میں بلایا بھی مجھے خود میاں صاحب نے ہی تھا۔ اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ بتقرر ثالثان مجھ میں اور ان میں یہ بحث ہو جائے کہ میرا عقیدہ دربارہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کیا تھا اور ان کا کیا؟ اس کی بجائے میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ حکم و عدل تو حضرت مسیح موعودؑ تھے نہ میں حکم و عدل ہوں نہ آپ ہیں۔ اس لئے میں اس بات پر خوش ہوں کہ مجھ میں اور آپ میں بحث ہو جائے اور بہ تقرر ثالثان ہی ہو۔ مگر بحث اس بات پر ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب امور ذیل میں کیا تھا؟

(۱) کیا آپ کل روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر خارج از اسلام قرار دیتے تھے جنہوں نے آپ کی بیعت نہ کی ہو گو انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔

(۲) کیا آپ کا دعویٰ نبوت کا تھا یا مجددیت کا۔

(۳) کیا آپ نے اپنے بعد نظام سلسلہ کے لئے انجمن کو اپنا جانشین قرار نہیں دیا تھا؟

اب میں پھر میاں صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ یوم تبلیغ کو اس طرح منائیں کہ اس دن اس بحث کے لئے ان کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہو جائے۔

فیصلہ کے لئے سہل و سادہ تجویز

دیکھئے کس قدر سہل بات ہے۔ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو اپنے اندر جذب کرنا چاہتی ہیں۔ مگر اس کا کس قدر آسان طریق میں ان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ دونوں جماعتوں میں سے پانچ پانچ بزرگ منتخب کر لئے جائیں۔ میاں صاحب کی جماعت میں سے میں منتخب کر لوں۔ میری جماعت میں سے میاں صاحب منتخب کر لیں۔ ان دس آدمیوں کے سامنے جناب میاں صاحب ایک طرف سے اور میں دوسری طرف سے اپنے اپنے دلائل پیش کریں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے میاں صاحب کا دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے یا میرا۔ اگر ایک فریق کی تائید میں کثرت رائے ہو جائے تو دونوں جماعتیں آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکیں گی کہ دونوں میں سے کون فریق حق پر ہے۔ یہ گھر کے اندر بیٹھ کر فیصلہ ہو جاتا ہے۔

میاں صاحب خود میدان میں کیوں نہیں نکلتے؟

اور میں کہتا ہوں کہ جب جناب میاں صاحب اپنے مریدوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے افراد سے احقاق حق کے لئے بحث و تمحیص کریں۔ تو کیا ان پر یہ حق نہیں کہ وہ خود اس بحث و تمحیص کے لئے میدان مقابلہ میں نکلیں۔ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ آپ خود اس بحث میں پڑنے سے گریز کرتے ہیں اور مریدوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ تم میدان میں نکلو۔ تو آپ خود میدان میں کیوں نہیں نکلتے۔ اگر آپ کی جماعت کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ میری جماعت کو سمجھانے کے لئے میدان میں نکلے۔ تو آپ پر بھی یہ حق ہے کہ آپ مجھے سمجھانے کے لئے نکلیں۔ مہروں کو چلانے کی بجائے آپ بازی خود کیوں نہیں کھیلتے۔

اختلاف کی اصل جڑ اور حل طلب مسئلہ

دوسری بات جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس بات کو بھی صاف کر دیا جائے کہ آپ ہماری جماعت کو کیا تبلیغ کرنا چاہتے ہیں؟ خدا پر، رسولؐ پر، قرآن پر آپ کا بھی ایمان ہے ہمارا بھی ایمان ہے۔ دونوں اس بات پر بھی متفق ہیں کہ چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس امت میں جس مسیح اور مہدی . . . . کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ آپ ہیں۔ اختلاف ہم میں صرف یہ ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ مومن بہ نبی ہیں۔ جن پر اگر پہلے رسولوں اور نبیوں کی طرح ایمان نہ لایا جائے تو انسان اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ ہمارے نزدیک آپ کا ماننا اسی طرح ضروری ہے جس طرح مجددین سابقین کا۔ اور آپ کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

کیا مسیح موعودؑ مومن بہ نبی ہیں؟

اس لئے اگر آپ اپنی جماعت کو ہماری جماعت میں تبلیغ کیلئے بھیجنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں یہ بھی بتا دیں کہ وہ سب سے پہلے ہماری اس مشکل کو حل کریں کہ کیا فی الواقع جن لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہیں کی۔ گو انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

آپ اپنے عقیدۂ تکفیر کی تبلیغ کی بجائے اسے چھپاتے کیوں ہیں؟

جس چیز کی تبلیغ کرنی ہے اسے تو آپ کے مبلغ ایک مری ہوئی لاش کی طرح چھپاتے پھرتے ہیں۔ اور پھر کہتے یہ ہیں کہ وہ کبھی ہمیں بدنام اور ذلیل کرنے کے لئے یہ ہمارے عقیدۂ تکفیر کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا عقیدۂ تکفیر واقعی ایسا ہے کہ اس سے بدبو پھیلتی ہے اور آپ کی بھی بدنامی ہوتی ہے تو پھر اسے ترک کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر فی الواقع یہ ایک خوشبودار چیز ہے تو اسے فخر سے ہر جگہ پیش کیوں نہیں کرتے؟ بالخصوص جب کہ آپ کا اور ہمارا اختلاف بھی یہی ہے جس دن آپ ہم پر یہ ثابت کر دیں گے کہ مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں جو عقیدہ آپ کا ہے وہی حضرت مسیح موعودؑ کا تھا تو ہماری جماعت فوراً ٹوٹ جائیگی اور آپ کی دلی مراد پوری ہو جائے گی۔

غلو کی بنیاد پر قائم کی عمارت ضرور گر جائیگی

ادھر یوں اگر کوئی کثرت کو دیکھ کر اور کوئی تنظیم سے مرعوب ہو کر اور کوئی نوکری مل جانے کے لالچ سے آپ کے ساتھ مل جائے خواہ وہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو۔ تو اس سے ہماری جماعت کا ایمان متزلزل کر دینے کا پہاڑ بھی کھڑا ہوتا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اگر آج آپ نے پیری مریدی کے رنگ میں اپنی جماعت کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ تو کل کو یہ پٹی ضرور کھلے گی۔ اور آپ کی جماعت بالآخر عقیدۂ حقہ کی طرف رجوع کرے گی۔ غلو کی بنیاد محکم نہیں ہوتی۔ اور جس عمارت کی بنیاد غلو پر ہو تو وہ آج نہیں تو کل منہدم ہو جائے گی۔

کیا محمد رسول اللہ کا کلمہ منسوخ ہے؟

اور یہ مشکل صرف اسی قدر نہیں جس کا حل کرنا آپ کے ذمہ ہے۔ تاکہ آپ کی جماعت ہماری جماعت کو تبلیغ کر سکے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ مشکل ہے کہ آپ کے اس عقیدہ کے رو سے آج کوئی کافر کہاں روئے زمین پر محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا تو آپ اس بارے میں ان مریدوں کو جب ہم میں تبلیغ کرنے کے لئے بھیجیں تو پوری طرح تیار کر کے بھیجیں کہ آیا آپ کے عقیدہ کے رو سے فی الواقع یہ سچ ہے یا نہ کہ کوئی کافر آج کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ سچ نہیں تو حضرت مرزا صاحب مومن بہ نبی نہیں ہے اور آپ کو مسلمانوں کی تکفیر کے عقیدہ سے بھی رجوع کرنا پڑے گا اور اگر یہ سچ ہے تو پھر گویا محمد رسول اللہ کا کلمہ حضرت مرزا صاحب کے آنے سے منسوخ ہو گیا۔

اگر یہ کلمہ منسوخ ہے تو پھر نیا کلمہ پیش کیجئے

اور اگر محمد رسول اللہ کا کلمہ منسوخ ہے تو پھر اپنی پوری طور پر مبلغ کر کے آپ بھیجیں کہ اب کون سا کلمہ ہے جس سے کافر کو اسلام میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان عیسائیوں میں تبلیغ کے لئے جاتا ہے تو وہ ان کے سامنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پیش کرتا ہے۔ آپ کی جماعت اب تبلیغ اسلام کے لئے کس کلمہ کو پیش کرتی ہے؟ کیونکہ آپ نے محمد رسول اللہ کے کلمہ کو تو منسوخ کر دیا۔

اور انہیں یہ بھی بتا دیجئے کہ آیا کلمہ دین اسلام کی بنیاد ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر کلمہ کی منسوخی سے دین بدل گیا یا نہیں جس عمارت کی بنیاد اکھڑ جائے وہ عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی۔ اگر محمد رسول اللہ کا کلمہ منسوخ ہے تو پھر محمد رسول اللہ کا دین بھی باقی نہیں رہا۔ اور اب نئی عمارت یا نئے دین کی بنیاد بھی وہ رکھے گا جو نیا کلمہ بناتا ہے۔

قرآن و حدیث کی رو سے بحث کیجئے

یہ سب باتیں کھول کر آپ اپنے مبلغین کو بتا دیں تاکہ وہ ہم میں تبلیغ کا حق ادا کر سکیں۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ آپ نے ان کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ یہ کہہ دیا کرو۔ کہ سیاسی رنگ میں ہم سب کو مسلمان مانتے ہیں۔ تو پھر آپ کے ساتھ سیاسی جنگ انگیز انہیں بتانا یہ چاہئے کہ آیا آج اسلام کی رو سے وہ شخص مسلمان

یا نہیں۔ حدیث کے رو سے وہ مسلمان ہے یا نہیں۔ آپ اپنی سیاست کو قرآن و حدیث سے بلند مرتبہ نہ دیں۔ ہماری بحث آپ کے ساتھ قرآن و حدیث کے رو سے ہے۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ ایک جواب آپ نے یہ بھی انہیں سکھا رکھا ہے کہ تم کہدیا کرو کہ کلمہ پڑھ کر انسان صرف رسمی طور پر مسلمان ہوتا ہے۔ مگر میں آپ کے ساتھ بروئے رسم و رواج بحث نہیں کر رہا۔ میں تو قرآن و حدیث کے رو سے بحث کرتا ہوں۔ اس لئے انہیں یہ بتایئے کہ بروئے قرآن و حدیث وہ مسلمان ہوا یا نہ؟

ایک مخلصانہ مشورہ

اور یہ بھی انہیں بتا دیں کہ آپ کے نزدیک اگر محمد رسول اللہ صلعم کے کلمہ سے صرف رسمی مسلمان بنتا ہے تو کیا مرزا صاحب پر ایمان لانے سے حقیقی مسلمان بن جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے افضل کون ہوا۔ وہ جس پر ایمان لانے سے انسان صرف رسمی مسلمان بنا۔ یا وہ جس پر ایمان لانے سے وہ حقیقی مسلمان بن گیا؟ یہ باتیں آپ نے محض اپنے گھنونے عقیدہ کی پردہ پوشی کے لئے انہیں سکھا رکھی ہیں وہ جہلا کو تو شاید ان باتوں سے دھوکہ دے لیں۔ مگر ہماری جماعت خدا کے فضل سے عالم دین جماعت ہے۔ وہ آپ کے ان جوڑ توڑ سے قائل نہیں ہو سکتے۔

غرض میں آپ کو خود آپ کی اپنی خیر خواہی کے لئے کہتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے ہاتھ میں جنہیں ہماری جماعت میں تبلیغ کیلئے بھیجیں کوئی مضبوط ہتھیار دے کر بھیجیں۔

سب سے اول بنیادی اصول طے کیجئے

باقی رہا خلافت کا جھگڑا تو یہ مت کلمہ کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکتا۔ کلمہ کی تلوار بڑی زبردست تلوار ہے۔ یہ سب جھگڑے پیچھے چلے جائیں گے۔ پہلے تو بنیادی اصول کو طے کریں۔ پھر یہ سب فروعی جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اسی طرح ہیری کرنو۔ یوں کے گننے سے بھی کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ بے شک آپ کے مرید پتھر اچھا پھینک سکتے ہیں لیکن آپ ان کو اس قدر بتا دیں کہ آپ خود ایک شیش محل میں رہتے ہیں۔ اگر دوسری جماعت نے ایسے پتھر پھینکنے شروع کئے تو یہ شیش محل چکنا چور ہو جائے گا۔

اپنے احباب سے ایک ضروری بات ——— قادیانیت کے مقابلہ کیلئے مؤثر ہتھیار

اور اب میں اپنے احباب کو مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ میاں صاحب ان امور کے متعلق ایک لفظ نہیں بولیں گے کیونکہ ان کے بولنے سے ان کے باطل عقیدہ کا پول کھلتا ہے۔ آپ کے پاس ان کے بڑے بڑے مبلغ آئیں گے۔ جن کے دنیوی مرتبہ کی وجہ سے آپ ان کی عزت کریں گے۔ اور ضرور کرنی چاہئے لیکن حق کے معاملہ میں کسی دنیوی مرتبہ سے مرعوب ہو جانا یا کثرت سے مرعوب ہو جانا مومن کا کام نہیں۔ مسلمانوں کی نشانی یہ رہی ہے کہ وہ بڑے بڑے بادشاہوں کے سامنے بھی کلمہ حق کہنے سے نہیں رکے۔ آپ بھی خواہ کتنا بڑا آدمی آپ کے سامنے آئے اسے صاف طور پر کہیں کہ جب تک یہ بنیادی امر طے نہ ہو جائے جو ہم میں اور آپ میں اصل وجہ اختلاف ہے اس وقت تک ہم دوسری کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں۔

کیا محمد رسول اللہ کلمہ منسوخ ہے؟

اسی ایک ہتھیار کو آپ برتیں۔

خاکسار
محمد علی

۲ ۷/۴۰

ہندو مذہب میں تغیرات

(از ایس محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

ہندو مذہب کو سناتن دھرم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو مذہب ایک ایسا مذہب ہے جو کہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ لیکن مرور زمانہ سے اس میں غیر معمولی تغیرات پیدا ہوتے رہے ہیں۔ زمانہ قدیم میں بدھ اور مہاویر کی مذہبی تحریکات نے اس مذہب کی بنیادوں کو متزلزل کر کے اس کے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا لیکن یہ تحریکات اندرونی تھیں۔ مگر ان کے علاوہ خارجی محرکات بھی اس مذہب پر نہایت شدت کے ساتھ اثر انداز ہوئے ہیں۔ جدید روحانی قوتیں جدید اداروں کے قیام کا باعث ہوئی ہیں۔ اسلام نے اس مذہب پر جو اثر ڈالا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اور تاریخی لحاظ سے اسلام کا درجہ ان سب موثرات سے بلند ہے جو کہ اس ملک اور مذہب پر اثر انداز ہوئے ——— اس کے بعد دوسرا درجہ عیسائیت و مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کا ہے۔ ان مذاہب کا اثر ہندو مت پر تین طرح سے ہوا۔

(۱) ان مذاہب نے ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد کو اپنے اندر شامل کر لیا۔ ہندوؤں نے اپنے قدیم مذہب کو ترک کیا اور اسلام کو قبول کیا اور ایک قابل تعداد حلقہ عیسائیت میں بھی شامل ہوئی۔

(۲) دوسرا اثر اسلام کا ہندو مذہب پر یہ ہوا کہ ہندو مذہب کے اندر بعض ایسے مذاہب پیدا ہو گئے جو ہندو مذہب سے زیادہ اسلام سے اثر پذیر تھے مثال کے طور پر سکھ مذہب اور برہمو سماج کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں مذاہب ہندو مت سے بہت حد تک مختلف ہیں اور اسلام کے قریب ہیں۔

(۳) تیسرا اثر یہ ہوا کہ ہندو مت کے اندر بہت سے فرقے پیدا ہو گئے جو اسلام کے مقابلہ میں ردعمل کے طور پر پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے اندر اسلامی فتوحات خواہ ملکی ہوں یا مذہبی قریباً دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی ہیں اور یہ تمدن اور مذہبی تسخیر کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور اسے ہندو لیڈر اپنے قدیم کلچر اور تمدن کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن اب مغربی تہذیب اور خیالات نے بھی اس تغیر کے سمند کو تازیانہ لگایا ہے اور اس تغیر کا آغاز قریباً انیسویں صدی کے شروع سے ہوتا ہے۔ اس سے ہندو مذہب کے اندر چار تحریکیں پیدا ہوئیں یعنی (۱) بنگال میں برہمو سماج (۲) کاٹھیاواڑ میں ست سنگ۔ (۳) پنجاب میں آریہ سماج (۴) اور پھر بنگال میں راما کرشنا کی تحریک۔

برہمو سماج کے بڑے بڑے رہنما رام موہن رائے۔ دویندر ناتھ ٹیگور۔ کیشب چندر سین تھے۔ آریہ سماج کے سوامی دیانند اور ست سنگ کے سوامی ستیانارائن۔ راما کرشنا اور وویکانند راما کرشنا تحریک کے بانی مبانی تھے۔

ان تحریکات میں چند ایک انفرادی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ سب سے پہلی خصوصیت ان میں یہ ہے کہ یہ تحریکات بہت حد تک صوبجاتی ہیں۔ برہمو سماج صرف بنگال میں پروان چڑھی۔ آریہ سماج کو پنجاب میں ہی فروغ حاصل ہوا۔ راما کرشنا تحریک کے مرکز گو ہندوستان کے مختلف حصوں میں قائم ہوئے۔ اس کا اثر امریکہ تک بھی پہنچا لیکن یہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ جہاں اس کی باگ ڈور بنگالیوں کے ہاتھ میں تھی۔ ورنہ اسے کہیں پہنچنے کا موقع نہیں ملا۔ اور ست سنگ کے متعلق تو نہایت قطعیت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تو صرف کاٹھیاواڑ میں ہی مقید رہی مختصر یہ کہ ان تحریکات کے حلقہ ہائے اثر اپنے اپنے صوبے ہی میں رہے۔ بنگالیوں میں کثرت سے آپ برہمو سماجی پائیں گے پنجاب میں آریہ سماجیوں کی تعداد کافی ہے اور کاٹھیاواڑ میں ست سنگ کچھ کم نہیں ہیں۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کے اندر جو تحریکات پیدا ہوئیں وہ زیادہ تر شمال مغربی ہندوستان میں پیدا ہوئی تھیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی تمدن کا شمال مغربی ہندوستان پر نہایت گہرا اثر پڑا۔ اور اب جو تحریکات پیدا ہوئیں۔ یعنی انیسویں صدی میں جو تغیرات رونما ہوئے۔ وہ اکثر جنوب مشرقی ہندوستان میں ہوئے اس کا سبب یہ ہے کہ عیسائیت اور مغربی تہذیب جنوبی علاقوں سے ہندوستان میں داخل ہوئیں۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی فیکٹریاں زیادہ تر جنوبی ہندوستان میں ہی قائم کیں۔ انگریزی تعلیم کا بھی جنوبی حصص پر نہایت گہرا اثر پڑا۔ اور اس کے علاوہ سب سے بڑی عیسائی مشنری سوسائٹی بھی جنوبی ہندوستان میں ہی ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ جدید تحریکات سوشل لحاظ سے بہت حساس ہیں اور امر واقعہ بھی یہ ہے کہ ان تحریکات کو سماجی کمزوریات نے ہی پیدا کیا ہے۔ اور یہ تحریکات اس لئے معرض وجود میں آئی ہیں تا کہ ہندو سوسائٹی کی اصلاح کریں۔ کیونکہ جب مغرب کے متمدن اور مہذب انسان ہندوستان میں داخل ہوئے۔ تو ہندو اجتماعی اور سوشل لحاظ سے بہت پست اور گرے ہوئے تھے۔ ان کی حالت حد درجہ کی ناگفتہ بہ تھی۔ اور ان کے مذہبی عقائد اور روزمرہ زندگی میں ایک قسم کا بعید المشرقین واقعہ ہو چکا تھا۔ اور اس کے علاوہ جماعتی اخلاق کی تو گویا ایک رسم ہی باقی رہ گئی تھی۔ ستی کی رسم۔ خانگی زندگی کا انحطاط۔ شاید بازاری کی قبولیت اور اس کے علاوہ اور سینکڑوں عوارض تھے۔ جو ہندو سوسائٹی کے قالب کو گھن کی طرح چاٹ رہے تھے سو رام موہن رائے وویندر ناتھ ٹیگور، وویکانند اور دیانند ان سب نیتاؤں نے صرف سماجی خرابیوں کو دور کرنے کیلئے مذہب کی قوت اور اثر پذیری سے کام لیا۔ گو ان تحریکات کی سطح تو مذہبی ہے لیکن ان کی گہرائیاں یقیناً سماجی ہیں۔ ان کی کشمکش میں ہندوؤں کی روح کسی نجات اور مکتی کی تلاش میں سرگرداں نہیں۔ بلکہ مذہب کو ہندوؤں کی تمدنی اور معاشرتی زندگی کو درست کرنے کے لئے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اس خصوصیت کو واضح کرنے کے لئے مغربی تہذیب اور خیالات اور دیگر محرکات کو ایک پس منظر خیال کرنا چاہئے۔ جس سے تقابل پیدا ہو کر ہندو سوسائٹی کی خرابیاں نمایاں ہو گئیں۔ مغربی تہذیب کے پہلو پر ہندو تہذیب کا نقش نہایت بھونڈا اور قبیح معلوم دینے لگا۔ اور یہ تحریکات وہ مو قلم ہیں جنہیں اس قبیح اور بھونڈے پن کو دور کرنے کیلئے استعمال کیا گیا۔

یورپ پر اسلام کے علمی احسانات

مسلمانوں نے کس طرح یورپ کو تعلیم دی

(از جناب مولوی عبدالواحد صاحب حقانی ایم اے)

(۶)

جبکہ ابھی یورپ میں وحشت اور بربریت کا دور دورہ تھا اسلامی ممالک تہذیب و تمدن سے پورے آشنا ہو چکے تھے۔ انہوں نے علوم و فنون انتہائے کمال تک پہنچا دیئے تھے۔ انہوں نے ذہنی و عقلی ارتقا کے لئے ہر ممکن سامان فراہم کر لیا تھا۔ اور وہ لٹریچر پیدا کیا جسے آئندہ تحقیقات کے لئے بطور بنیاد استعمال کیا گیا۔ فلسفہ اور سائنس کا کوئی شعبہ ان سے نظر انداز نہیں ہوا اور انہوں نے ایسی ایجادات اور انکشافات کیں کہ آج کل کا ترقی یافتہ سائنس بھی ان میں اضافہ نہ کر سکا۔ جس طرح مشرق میں علم و تہذیب کے واحد علمبردار مسلمان تھے اسی طرح مغرب میں انہی کی بدولت ایسی بلند و اعلیٰ تہذیب و تمدن کی اشاعت ہوئی کہ یورپ کو اسے نقل کئے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اڑھائی سو سال کے عرصہ میں سپین میں خاندان امیہ کی بدولت تہذیب اپنے معراج پر پہنچ چکی تھی اور ہر قسم کے علوم و فنون کا عام رواج ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے برخلاف یورپ میں عقلی دور کا آغاز خاندان امیہ کے زوال سے ایک صدی بعد ہوتا ہے۔ یعنی سنہ ۱۱۰۰ء سے۔ اگرچہ جگہ جگہ بعض پوشیدہ عناصر اس سے پہلے بروئے کار تھے لیکن وہ اتنے نمایاں نہ تھے کہ یورپ کو تاریکی سے نکال کر اسے عقل کے فوائد سے آشنا کر سکیں سنہ ۱۱۰۰ء سے یورپ میں عقلی دور کی ابتدا ہوئی لیکن ترقی کی رفتار اس قدر سست تھی کہ سات صدیوں میں یعنی سنہ ۱۸۰۰ء تک یورپ مسلمانوں کی تہذیب تک نہیں پہنچ سکا۔ مسلمان ایک قلیل عرصہ میں ملک میں قومی اتحاد و ارتباط پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جس کی موجودہ وقت میں بھی نظیر نہیں ملتی۔ دسویں صدی میں باشندگان سپین کا بیشتر حصہ تعلیم یافتہ تھا لیکن اٹھارہویں صدی میں یورپ کی ۸۵ فیصدی سے زیادہ آبادی جاہل تھی۔ یورپ کیلئے تو مسلمانان سپین کی مثال موجود تھی۔ اہل یورپ ان کے حالات سے واقف ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی تعلیم کا عام رواج نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ صرف مذہبی تعصب تھی۔

اس مذہبی تعصب کی وجہ سے سپین کے عیسائی مسلمانوں سے یہودیوں کی طرح فائدہ نہ اٹھا سکے۔ مقتدایان مذہب کی گرفت اتنی کڑی تھی کہ عوام ان سے پوری طرح آزادی حاصل نہ کر سکے۔ برخلاف اس کے یہودیوں نے مسلمانوں کے علوم حاصل کرنے میں بڑی مستعدی دکھائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائی ممالک میں ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جا چکا تھا اور جب وہ ہجرت کر کے سپین میں آتے تو ان کو وہی آزادی ملتی۔ جس طرح کہ آبائی وطن میں حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے حصول تعلیم میں ان کو کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ ویسے بھی یہودی قوم ہمیشہ سے علم پرستی کے لئے مشہور رہی ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یہودیوں اور مسلمانوں کا لٹریچر ایک ہی قسم کا تھا دونوں قومیں وحی اور الہام اور مذہبی روایات کو تمام علوم کا سرچشمہ مانتی تھیں۔ اس لئے یہودیوں کو مسلمانوں کے علوم کو حاصل کرنے میں کوئی تامل نہ ہوا۔ چنانچہ

الحکم دوم کے عہد میں فلسفہ کی کتابیں اندلس میں شائع ہونا شروع ہوئی تھیں۔ عوام کا میلان فلسفہ کی طرف روز افزوں تھا۔ برخلاف اس کے یہودیوں میں فلسفہ قبالہ رائج تھا۔ مسلمانوں میں فلسفہ مشائیہ کے پھیلنے سے یہودیوں نے اپنے فلسفہ کو چھوڑ کر اسی فلسفہ کو ترقی دینے میں مسلمانوں کے دوش بدوش کوشش کرنی شروع کر دی۔ لیکن اگرچہ عیسائیوں کو بھی یہودیوں کی طرح عقلی و مذہبی آزادی حاصل تھی۔ تاہم انہوں نے اپنا زیادہ وقت بغاوتوں اور حکومت کے برخلاف سازشوں میں ضائع کیا۔ اور جب کبھی امن ہوتا تو عیسائی پادری مسلمانوں کے علوم حاصل کرنے کے برخلاف عوام کو ان سے متنفر کرتے رہتے۔ گویا صرف مذہبی تعصب نے سپین کی طرح باقی یورپ کو ایک عرصہ دراز کے لئے تاریکی میں رکھا۔ یہ تعصب ابھی تک ان سے زائل نہیں ہو سکا۔ چنانچہ جب کبھی بھی کوئی عیسائی مورخ مسلمانوں کی تاریخ پر قلم اٹھاتا ہے۔ تو وہ مسلمانوں کے ساتھ پورا انصاف نہیں کرتا۔ پچھلی صدی میں بعض مورخین نے یورپ پر مسلمانوں کے احسانات کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن وہ کتابیں اب نایاب ہو گئی ہیں

اہالیان سپین نے خود اپنے مسلمان محسنوں کے کارہائے نمایاں پر پردہ ڈالنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ گذشتہ صدی میں انگلستان کا ایک محقق سپین اس غرض سے گیا کہ وہ اسکوریل لائبریری سے مسلمانوں کی اپنی کتابیں نکال کر انگریزی زبان میں ان کی تاریخ لکھے۔ لیکن اس کو اجازت نہ ملی۔ سپین کے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن پر کتابیں لکھنے والے زیادہ تر سپین کے ہی اہل قلم ہیں۔ یہ لوگ مذہبی تعصب کی وجہ سے کبھی بھی منصف مزاجی کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ نہیں لکھ سکے۔ ان کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک وحشی قوم نے مشرق سے آکر سپین کی ایک بلند پایہ تہذیب کو تباہ و برباد کیا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات ان کے لئے زیادہ باعث شرم ہے کہ ان کی مہذب قوم نے ایک وحشی قوم کو اپنے ملک میں آٹھ صدیوں تک حکومت کرنے کی اجازت دی۔ باقی یورپین مورخین میں سے بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے ذاتی تحقیقات کر کے اور ان سپینش کتب سے بے نیاز ہو کر مسلمانوں کی تاریخ لکھی ہو۔ ان مورخین کے سامنے بھی چونکہ مورخین سپین کی کتابیں تھیں۔ اس لئے وہ حقائق و واقعات معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور وہی قومی اور مذہبی تعصب جو سپینش اہل قلم کی کتابوں میں دکھائی دیتا ہے ان مورخین کی کتب میں بھی نمایاں ہے۔

اس سے زیادہ بے انصافی مسلمانوں کے ساتھ اور کیا ہوگی کہ سنہ ۱۴۹۲ء میں اسلامی حکومت کو تباہ کرنے والے فرڈیننڈ اور آئزبیلا تو قوم کے ناجی قرار دیئے جائیں جن کے عہد میں اس تین کروڑ آبادی میں سے جو مسلمانوں کے عہد میں نہایت خوشحال تھی۔ ۶۰ یا ۷۰ لاکھ ننگے اور بھوکے لوگ رہ جاتے ہیں۔ ایک سو سال بعد جب امریکہ کا سونا بھی اہل سپین کے ہاتھ میں تھا۔ سپین کی دولت بالکل تباہ ہو گئی اور بمشکل سے حکومت چلانے کیلئے ہی روپیہ پورا ہو سکتا تھا۔ اس قلیل آبادی کی تعلیمی حالت کا یہ حال تھا کہ ان میں دس فیصدی مشکل سے تعلیم یافتہ کہلا سکتے تھے۔ یورپ کی نشاۃ جدیدہ کے دو سو سال بعد سپین یورپ کا جاہل ترین ملک رہا حالانکہ کبھی وقت تھا کہ تمام یورپ سے طلبا سپین میں جوق در جوق حصول تعلیم کیلئے آتے تھے۔ لیکن جب حکومت تو می ہو گئی۔ تو طلبا کا سپین میں حصول تعلیم کے لئے آنا تو درکنار تعلیم کی طرف سے بے اعتنائی کی وجہ سے سپین کا کوئی طالب علم باقی یورپین یونیورسٹیوں میں نہ دکھائی دیتا تھا۔ غرض یورپین مورخین اور محققین مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے۔ بلکہ ان مصلحین یورپ کو یہ لوگ مور (یعنی حبشی و وحشی) کے نام سے پکارتے ہیں۔

یورپ میں مسلمانوں کے علم و تہذیب کے رائج ہونے میں دو رکاوٹیں تھیں۔ ایک مذہبی تعصب اور دوسری عام جہالت۔ جب تک مذہبی تعصب دور نہ ہوا۔ اس وقت تک یورپ کی رفتار ترقی بہت سست رہی۔ سنہ ۱۱۰۰ء سے یورپ میں عقل اور مذہب کی جنگ علانیہ طور پر شروع ہوئی۔ اس سے پہلے عقل کی طرف سے بعض خفیہ عناصر وقتاً فوقتاً بروئے کار رہے۔ ان کو مدد دینے میں بھی مسلمانوں نے بہت حصہ لیا۔ مثلاً فلسفہ مدرسیہ کی ترقی میں مسلمانوں نے بہت حصہ لیا۔ انگلستان میں نویں صدی میں جان ارجینے اس فلسفہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ کلیسا کے ساتھ بحث کے وقت اس کی طرف سے مسلمانوں کے علمی تجربات عام طور پر بطور دلائل پیش کئے جاتے تھے۔ لیکن ایک مدت تک کلیسا کو تفوق حاصل رہا۔ سنہ ۱۱۰۰ء کے بعد جب عقل اور کلیسا کی جنگ بادشاہوں اور پوپ کی جنگ میں تبدیل ہو گئی تو اس وقت سے کلیسا کا زور گھٹتا گیا۔ تاہم بعض اوقات میں وہ اتنا اقتدار حاصل کر لیتا کہ بادشاہ کو سوائے پوپ کی اطاعت کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا تھا۔ مثلاً تیرھویں صدی کی ابتدا میں شاہ انگلستان اور پوپ کے درمیان ایک لاٹ پادری کی تقرری پر تنازعہ ہو گیا۔ بادشاہ نے پاپائے روم کے نمائندہ کو تسلیم نہ کیا۔ اس پر پوپ نے اس کے برخلاف کفر و الحاد کا فتویٰ لگا دیا۔ بادشاہ چار سال تک تو پوپ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب پوپ نے بادشاہ کو کلیسا سے خارج کر دیا۔ تو بادشاہ مجبور ہو کر پوپ کی اطاعت پر آمادہ ہو گیا۔ ان تنازعات سے عوام بہت فائدہ اٹھاتے تھے ان کے دلوں میں اساقفہ کی بدعنوانیوں کے برخلاف نفرت پیدا ہونے لگی۔ اس عقل و مذہب کے تصادم میں عقل کی طرف سے نمائندہ وہ تھے۔ جو مسلمانوں کی تعلیم سے متاثر ہوتے تھے۔ مثلاً بارھویں صدی میں پیٹرس معظم۔ ابیلارڈ اور جربرٹ تین مشہور شخص تھے۔ جو پوپ کی مخالفت میں عقلی و ذہنی آزادی کے لئے کوشش کرتے رہے۔ پیٹرس معظم وہ شخص ہے جس نے قرآن کریم کا سب سے پہلا لاطینی ترجمہ کیا۔ ابیلارڈ عربی علوم سے اچھی طرح واقف تھا اور اکثر مایوسی کی حالت میں کہہ دیا کرتا کہ کاش میں سپین کے کافروں میں رہائش پذیر ہوتا۔

جربرٹ فرانس کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا۔ بچپن میں اس نے کسی کلیسا میں تعلیم حاصل کی۔ جب شاہزادہ کاؤنٹ آف بارسیلونا سے غرناطہ لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ ریاضیات میں اس نے خاص مہارت حاصل کر لی۔ جب واپس فرانس آیا تو اس نے ریمیس میں ایک مدرسہ بھی کھولا۔ اسی شخص نے شاید عربی ہندسوں کو یورپ میں رواج دیا ہے۔ حالات اس کے موافق تھے۔ یکدم وہ ریمیس کا لاٹ پادری بن گیا۔ اپنی حیثیت سے وہ کلیسا میں اصلاح کی کوشش کرتا رہا اور مدارس کی ترقی پر ہمیشہ زور دیتا رہا۔ پوپ سے مخالفت لابدی تھی۔ [illegible]

آزاد خیالی اور فلسفی ہونے کا الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے عام جہالت پر افسوس کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے پادری خود اس درجہ جاہل ہیں کہ وہ صاحب رکھنے کے قابل بھی نہیں اس کی یہی تحریر اس کے برخلاف پیش کی گئی جس کا کلیسا کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ چونکہ سیلرس کے نائندے افلاطون ، ارسطو و دیگر جماعت فلاسفہ کو استاد نہیں مانتے۔ جو پرندوں کی طرح عالم تخیل میں بلند پروازی کرتے ہیں اور سمندر میں مچھلیوں کی طرح غوطے لگاتے ہیں۔ اس واسطے تم کہتے ہو کہ وہ صاحب رکھنے کے قابل نہیں ہاں وہ صاحب ہیں لیکن جنت کے " اس کو اپنے منصب سے برطرف کر دیا گیا۔ انہی دنوں میں شاہ فرانس آٹو سوم بھی کلیسا میں اصلاحات کرانا چاہتا تھا۔ پوپ کو اس کے ساتھ بھی عداوت ہو گئی۔ بادشاہ نے پوپ کے خلاف جربرٹ کو ہی آلہ کار بنایا۔ پوپ کی وفات پر بادشاہ نے اسے پوپ منتخب کیا۔ گویا اسلامی ملک کا تعلیم یافتہ اب کلیسا کا واحد حاکم بن گیا لیکن بہت جلدی اس کو اور بادشاہ کو زہر دے کر قتل کیا گیا۔ اس طرح سپین باقی یورپ کے عقلی دو رکی ترقی میں بالواسطہ کام کرتا گیا۔ اور پوشیدہ طور پر اسلامی تاثرات یورپ کی ترقی میں کام کرتے رہے۔

مسلمانوں نے براہ راست یورپ پر تین اطراف سے اثر ڈالا مغرب میں سپین سے۔ جنوب میں جزیرہ صقلیہ (سسلی) سے شمالی ہی اٹلی کے راہ سے اور مشرق میں صلیبی جنگوں سے۔ وقت کے لحاظ سے سب سے پہلے یورپ پر مسلمانوں کا اثر جمالیاتی اور اخلاقی تھا جمالیاتی اثر کے واحد ذمہ دار عربی رومانی شعرا تھے۔ یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ دسویں صدی میں سپین میں شعر گوئی اس کثرت سے رائج تھی کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت سب اس میں حصہ لیتے رہے۔ اگر لوگ باتیں کرتے تھے تو وہ بھی عام شعروں میں ہوتی تھیں۔

چونکہ شمالی سپین کے عیسائیوں کو مسلمانوں سپین کے ساتھ اکثر میل ملاپ کا موقعہ ملتا تھا جنگوں میں بھی اور تجارتی سفروں میں بھی۔ اس لئے انہوں نے بہت جلد یہ فن مسلمانوں سے سیکھ لیا۔ انہوں نے ہی یہ اثر کوہ پرنیز کے پار فرانس میں پہنچایا۔ فرانس کے لوگوں کو خود بھی مسلمانوں کے ساتھ کئی جنگوں میں واسطہ پڑ چکا تھا۔ وہاں پہ بھی فرانسیسی مسلمانوں کی غزل گوئی وغیرہ سے متاثر ہو چکے تھے۔ لوگوں کو اکثر عربی نظمیں یاد ہو گئی تھیں اور وہ عربی نظمیں بہت شوق سے گایا کرتے تھے۔

سسلی پر گیارہویں صدی میں نارمنوں نے قبضہ کر لیا تھا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان نارمنوں نے کس طرح مسلمانوں کا اثر قبول کر لیا تھا اور کہ وہ کس طرح مسلمانوں کی تہذیب کو ہی سرشار تھے انہوں نے تو عربی زبان اختیار ہی کر لی تھی۔ جب وہ وسطی یورپ میں آتے۔ تو وہ مسلمانوں کی علم و تہذیب کا ہر جگہ ذکر کرتے۔ ان کو عربی نظمیں وغیرہ یاد ہو جاتی تھیں اور وہ لوگوں کو سناتے رہتے تھے۔ ان کا گذر اٹلی جب ہوتا تھا اور وہاں بھی اپنا اثر چھوڑتے جاتے۔ ان نارمنوں سے پہلے مسلمان کئی دفعہ روم کی دیواروں تک پہنچ چکے تھے۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے وہاں پر چھوٹے بڑے تمام لوگ عربی نظمیں گاتے رہتے تھے۔

صلیبی جنگوں میں یورپ کے ہر ملک کے سپاہی شامل ہوتے اور کبھی کبھی ان کی تعداد کئی لاکھ تک پہنچ جاتی۔ اس سے پہلے عیسائیوں کو کبھی اتنی تعداد میں مسلمانوں کے ساتھ واسطہ نہیں پڑا تھا سو ہاں سے بھی عیسائی یہ اثر لیکر آئے۔ سپین کے یہودی جو اکثر تجارت پیشہ تھے اور اچھی طرح تعلیم یافتہ تھے وہ اکثر یورپ میں اغراض تجارت کے مدنظر پھرتے وہ خود بھی عربی میں شعر کہنا جانتے تھے اور اگر نہ جانتے تھے تو دوسرے

(باقی پھر میں)

دنیا و عالم

ہندوستان (ضروری خبروں کا خلاصہ) ممالک خارجہ

—— بمبئی ۳ر جولائی۔ فضائی حملوں سے بچاؤ کیلئے انگلستان میں جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ ان کو بمبئی میں رائج کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ان تدابیر کی وجہ سے ہوائی حملوں کی صورت میں اتلاف جان بہت کم ہوتا ہے۔

—— شملہ ۴ر جولائی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ بمبئی کی بندرگاہ جسے عارضی طور پر بند کر دیا گیا تھا۔ آج صبح پھر کھول دی گئی ہے۔

—— شملہ ۴ر جولائی۔ ہندوستان میں طیارہ سازی کے بارے میں آج ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حکومت ہند کے حکام اور ماہرین فن نے شرکت کی۔ ہندوستان میں طیارہ سازی کے متعلق مسٹر والچند ہیراچند نے جو سکیمیں پیش کیں۔ حکام نے انہیں پسند کیا

—— لاہور میں خاکساروں کی سول نافرمانی اور ان کے مقدمات کی سماعت جاری ہے۔

—— کلکتہ ۳ر جولائی۔ "بلیک ہول" کی یادگار کے خلاف سول نافرمانی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ آج پہلا دستہ یادگار کے قریب ہاتھوں میں ہتھوڑے لئے ہوئے آرہا تھا کہ پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔

—— لاہور ۴ر جولائی۔ صوبہ میں دیوانی مقدمات کی تعداد میں کمی ہو جانے کی وجہ سے حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ پراونشل سول سروس (جوڈیشل برانچ) میں اٹھارہ اسامیوں کی تخفیف کر دی جائے۔ اس وجہ سے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۱ء میں پنجاب سول سروس (جوڈیشل برانچ) کی ملازمت کیلئے کوئی امتحان منعقد نہیں کیا جائے گا۔

—— لاہور ۴ر جولائی۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبہ میں تمام ملحقہ شاخوں کو ہدایات ارسال کی جائیں کہ لیگ کے وہ ممبر جنہوں نے وار کمیٹیوں میں کام کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ وہ ان میں شمولیت اختیار کرنے سے احتراز کریں۔ تاوقتیکہ انہیں ایسا کرنے کی قطعی ہدایت نہ مل جائے۔

—— شملہ ۵ر جولائی۔ مسٹر فضل حق وزیر اعظم بنگال آج صبح یہاں وارد ہوئے اور آپ نے سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کے ساتھ بات چیت کی اور بعد دوپہر شملہ سے دھرم پور روانہ ہو گئے۔

—— کلکتہ ۵ر جولائی۔ شہر کے ہندوستانی حلقوں میں سبھاش ڈے کے سلسلہ میں آج مکمل ہڑتال کی گئی۔

—— شملہ ۵ر جولائی۔ آج سہ پہر مسٹر ساورکر صدر ہندو مہا سبھا کی وائسرائے سے ملاقات کی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی۔

—— نمائندگان اخبارات کو بیان دیتے ہوئے مسٹر ساورکر نے کہا کہ بعض امور میں وائسرائے نے مجھے اطمینان دلایا ہے لیکن چند امور میں میری تسلی نہیں ہوئی

—— شملہ ۵ر جولائی۔ قانون دفاع ہند کے ماتحت گورنر پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ پنجاب کی حدود کے اندر کوئی آدمی دس یا اس سے زیادہ کے مجمع کے اندر شامل نہ ہو اور نہ کوئی ہتھیار اپنے پاس رکھے۔ اجازت کردہ جلوس اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے۔

—— شملہ ۵ر جولائی۔ وائسرائے اپنے گرمائی دورہ پر ۲۵ر جون کو روانہ ہو جائیں گے۔ یہ دورہ ایک ماہ تک جاری رہیگا۔ اس سلسلہ میں آپ صوبہ مدراس اور بمبئی بھی جائیں گے۔

—— شملہ ۵ر جولائی۔ پنجاب اسمبلی کے آئندہ خفیہ اجلاس کے سلسلے میں سر سکندر حیات خان وزیر اعظم ۷ر جولائی کو شملہ سے لاہور روانہ ہو جائیں گے۔ یہ اجلاس ۱۵ر جولائی کو منعقد ہو گا۔

—— لندن ۳ر جولائی آج رائل ایرفورس کے طیاروں نے نہر کیل میں داخل ہو کر ۲۶ ہزار ٹن وزنی جرمن جہاز شارنہارسٹ پر بمباری کر کے اسے سخت نقصان پہنچایا۔

—— اب جرمن طیاروں نے روز روشن میں انگلستان پر حملے شروع کر دیئے ہیں لیکن انہیں اپنے مقصد میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۸ جون سے لیکر آج تک قریباً تین درجن جرمن طیارے گرائے جا چکے ہیں۔

—— لندن ۳ر جولائی۔ جرمن اسیروں کا پہلا دستہ آج کینیڈا پہنچ گیا۔

—— لندن ۴ر جولائی۔ آج مسٹر چرچل نے دار العوام میں بیان کیا کہ حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ فرانسیسی بحری بیڑے کو دشمن کے تصرف سے بچایا جائے اور فرانس کی بندرگاہوں پہ نہ جانے دیا جائے چنانچہ اس فیصلہ پر کل شام سے عمل شروع ہو گیا ہے جس کے نتیجہ پر فرانسیسی بیڑے کے اکثر اعلیٰ جنگی جہاز برطانیہ کے قبضہ میں آگئے ہیں۔

—— جن جہازوں نے فرانس کی بندرگاہوں کی طرف جانے پہ اصرار کیا۔ انہیں ڈبو دیا گیا یا ناکارہ بنا دیا گیا۔ بہت سے فرانسیسی جہاز اور آبدوزیں از خود برطانوی بیڑے کے ساتھ مل کر دشمن کے مقابلہ پر آمادہ ہو گئی ہیں۔

—— الجزائر کی بندرگاہ میں فرانس کے ۲ اعلیٰ جنگی جہاز۔ کئی کروزر متعدد آبدوزیں وغیرہ تھیں۔ برطانوی بیڑے کے کمانڈر انچیف نے فرانسیسی کمانڈر کے سامنے متعدد شرائط پیش کیں لیکن اس نے کوئی شرط نہ مانی

—— آخر انتظار کے بعد برطانوی بیڑے نے فرانسیسی جہازوں پہ حملہ کر دیا۔ اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جس میں کئی فرانسیسی جہاز غرق اور کئی ناکارہ ہو گئے۔ متعدد جہازوں نے اطاعت قبول کر لی۔

—— لندن ۴ر جولائی۔ رومانیہ کی حکومت مستعفی ہو گئی۔ اس کی جگہ جو نئی کابینہ بنی ہے۔ اس میں تمام پارٹیوں کے نمائندے شامل ہیں۔

—— لندن ۵ر جولائی۔ گذشتہ ماہ کے آخری دنوں میں برطانیہ کی ساحلی فضائی کشتیوں کے ہاتھوں کم از کم ۵ جرمن آبدوزیں تباہ ہوئیں

—— لندن ۵ر جولائی۔ وزارت فضائیہ کا اعلان مظہر ہے کہ برطانوی طیاروں نے جرمنی کے کئی شہروں پر بمباری کی ہے جن میں برسلز بھی شامل ہے۔

—— لندن ۵ر جولائی۔ فرانسیسی جہازوں پر برطانیہ کے قبضہ کی وجہ سے جرمنی کی بہت سی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ جرمنی اور اٹلی میں برطانیہ کے اس اقدام پر بہت غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کے برخلاف امریکہ اور ترکی میں اسے سراہا گیا ہے۔

—— اسکندریہ ۵ر جولائی۔ اسکندریہ میں مقیم تمام فرانسیسی جہازوں اور ان کے سپاہیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

—— نیویارک ۵ر جولائی۔ نیویارک کی نمائش کے برطانوی حصے میں ایک بم پھٹ گیا جس کی وجہ سے خفیہ پولیس کے دو افسر ہلاک ہوئے۔ متعدد آدمی مجروح ہوئے۔

—— لندن ۵ر جولائی۔ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے آج پہلی مرتبہ جبل الطارق پر فضائی حملہ کیا گیا۔ نقصان کی تفصیل ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔

—— ڈبلن ۵ر جولائی۔ آج مسٹر ڈی ولیرا نے ایک اعلان میں بتایا کہ آئرلینڈ کی حکومت اپنی کامل غیر جانبداری کو ہر حال میں برقرار رکھیگی۔

—— ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ فرانس کی حکومت نے اپنے بیڑے کی تباہی سے متاثر ہو کر برطانیہ سے اپنے سیاسی تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ برطانوی حلقوں میں اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ (۶ر جولائی تک موصول شدہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رقص و سرود سے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی ہے

پنجاب و ہندوستان کے سجادہ نشین اور گدیوں کے پیرزادے قوالوں کے گانے سے اور حق ہو کے نعرے مارنے اور الٹے سیدھے لٹکنے ہی میں اپنی معرفت اور کمال کا انتہا جانتے ہیں اور ناواقف پیر پرست ان باتوں کو دیکھکر اپنی روح کی تسلی اور اطمینان ان لوگوں کے پاس تلاش کرتے ہیں۔ مگر غور سے دیکھو کہ یہ لوگ اگر فریب نہیں دیتے تو اس میں شک نہیں کہ فریب خوردہ ضرور ہیں۔ ..... اب اے دانشمندو! سوچو اور اے سلیم فطرت والو غور کرو اگر یہی الٹا سیدھا لٹکنا اور طبلہ سارنگی ہی کے ذریعہ خدا کی معرفت اور انسانی کمال حاصل ہو سکتا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس فن میں ماہر اور موجد انگریزوں کو جو قسم قسم کے باجے اور گانے کا سامان نکالتے ہیں ایسی ٹھوکر لگی کہ یا خدا کے بالکل منکر یا تثلیث کے قائل ہو گئے باوجودیکہ دنیوی امور میں ایجادات اور اختراعات میں ان کی عقلیں ترقی پذیر سمجھی جاتی ہیں۔ پھر اس پر اور بھی غور کرو اور سوچو کہ اگر یہی معرفت کا ذریعہ تھا تو تھیٹروں میں ناچنے والے اور تمام ناچنے اور گانے والے پھر اعلیٰ درجہ کے صاحبدل اور صاحب کمال ماننے پڑیں گے۔ افسوس کہ ان لوگوں کو خبر ہی نہیں کہ خدا کی معرفت ہوتی کیا ہے؟ اور انسانی کمال نام کس کا ہے۔ وہ شیطانی حصہ کی شناخت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صرف چند قطرے آنسوؤں کے بہا لینا اور دو تین چیخیں مار دینا ہی روح کی تسلی اور اطمینان کا موجب سمجھ رکھا ہے۔

(۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک نئے دوست کا خط

خطبات جمعہ اور کتاب "مجدد اعظم" کے مطالعہ کا اثر

جناب مرید علی صاحب گجرات حال ہی میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے ہیں۔ ان کا خط درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (پیغام صلح)

گجرات مورخہ ۲۹ ۔۔۔ مکرمی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد جناب کی خدمت اقدس میں عرض پرداز ہوں کہ میں عرصہ ۔۔۔ سے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مخالفوں کی زبان سے سنتا رہا۔ اور بذریعہ اخبارات جو قادیان سے نکلتے تھے۔ پڑھتا اور سنتا رہا۔ تعجب آتا تھا۔ کہ ایک انسان جناب رسول مقبول کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہرگز دل نہیں مانتا تھا۔ کہ حقیقت میں یہ دعویٰ سچ ہے۔ الحال میں جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جو حضور کی سوانحعمری لکھی ہے۔ اس میں حضرت صاحب کے طفولیت سے لیکر وفات تک کے حالات لکھے ہیں۔ جن میں آپکی (حضرت مرزا صاحب) کی عابدانہ اور زاہدانہ زندگی کا ذکر ہے۔ اور دوسرا آپ کے خطبات اور تحریرات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت اور مامور من اللہ ہونے کی غرض کیا تھی۔ ایسے معتبر بزرگوں کی تحریرات سے یقین ہوا۔ کہ واقعی حضرت مرزا صاحب مامور من اللہ اور مجدد ہیں گویا آپ لوگ اشاعت کلام اللہ میں جس قدر کوشاں ہیں یہی حضرت صاحب کی اصل منشاء تھی کہ کلام اللہ دنیا میں پھیلے۔ اور اسلام میں جو کچھ افراط تفریط ہو چکی ہے۔ اس کی صحت کریں۔ چونکہ آپ حضور کے حسب منشاء دینیات اور اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ وہی باتیں جو مخالف اعتراض کے طور پر آپ پر لگاتے تھے وہ سب باطل ہو گئیں۔ اور اب میں حقیقی اعتقاد سے آپکے ہاتھ پر حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ سے عقد اخوت باندھتا ہوں اور مانتا ہوں کہ حضرت صاحب فنافی الرسول ہو کر ولی ہیں اور دین کی صحت کرنے کی رو سے حضور مجدد ہیں۔ والسلام۔ (میں بوجہ علالت اور ضعیفی کے حاضر خدمت نہیں ہو سکتا اسلئے بذریعہ خط بیعت کرتا ہوں)

(احقر مرید علی از گجرات)

"قادیانی یوم تبلیغ" کے عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا جو مضمون "پیغام صلح" ۸ جولائی میں درج ہوا ہے وہ ٹریکٹ کی صورت میں چھپوا کر بیرونی احباب اور جماعتوں کو ارسال کیا جا رہا ہے۔ تمام دوست اسے خود پڑھنے کے علاوہ ۱۴ جولائی کو قادیانی حضرات میں اس کی اشاعت کریں۔ (سکرٹری)

۱۴ جولائی ۱۹۴۰ء کو قادیانی حضرات جب "اپنی تبلیغ" کے لئے تشریف لائیں تو آپ اُن سے یہ ضرور پوچھیں کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے یا نہیں؟ اگر منسوخ ہے تو نیا کلمہ لائیے اور اگر منسوخ نہیں تو کلمہ گو کافر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ سب سے اول ان سے اس بات کا فیصلہ کیا جائے۔

معاصر "الفضل" کا غرور بیجا

"قبولیت دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب

(از ایس محمد اصغر قادیانی۔ بی۔ اے)

پیغام صلح مورخہ ۲۶ جون سنہ میں "جناب خلیفہ صاحب قادیان اور موجودہ جنگ" کے عنوان سے مقالہ افتتاحیہ لکھا گیا تھا جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ موجودہ جنگ کا باعث جناب میاں صاحب کی دعائیں اور بددعائیں نہیں ہیں۔ بلکہ ان تباہ کاریوں اور ہلاکت خیزیوں کی وجہ کچھ اور ہے۔ جس کی وضاحت کر دی گئی تھی لیکن افسوس کہ ہمارے دلائل کا جواب الفضل مورخہ ۸ جولائی سنہ میں دلائل سے نہیں دیا گیا بلکہ عجیب تحکمانہ انداز میں" دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے غیر مبائعین کی ناواقفیت" کا عنوان قائم کر کے اور نیچے دو تین مناظرانہ چٹکیاں لگا کر بلا کو گلے سے ٹال دیا گیا ہے۔

سوال واقفیت اور ناواقفیت کے فتویٰ کا نہیں۔ سوال دلیل کا ہے۔ ہم نے جناب میاں صاحب کی قبولیت دعا کے متعلق تحدی پر ایک اصولی اعتراض کیا تھا۔ لیکن اس اصولی تنقید کے متعلق کہا گیا ہے کہ اخبار پیغام صلح نے تمسخر اڑایا ہے لیکن تعجب ہے کہ جو اقتباس درج کیا گیا ہے اس میں ایک بھی لفظ تمسخر کا نہیں۔ معلوم دیتا ہے۔ معاصر "الفضل" کے انداز بیان میں صرف مناظرانہ مصلحت کارفرما ہے اور تحقیق حق مقصود نہیں یہ تیور تو ایسے ہیں جن پر ایک مذہبی صحیفہ فخر کر سکے۔ جناب میاں صاحب کی تحریر کا اقتباس یوں ہے:۔

"مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ (انگریز) سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے سنگ کی توپیں بھاگ سکتی ہیں۔"

ہم نے سوال کیا کہ جناب میاں صاحب کو اپنی دعا کی قبولیت پر اتنا وثوق ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اس احساس برتری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کو بالکل فراموش کر گئے ہیں۔ دنیا میں کون شخص ہے جو اتنے وثوق سے کہہ سکے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ ایک بزرگ اور ولی انسان اتنا تو یقین اور بصیرت کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس کی فلاں دعا قبول ہوئی اور فلاں قبول نہیں ہوئی۔ لیکن یہ وہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کی فلاں دعا یقیناً قبول ہو گی۔ خدا تعالیٰ جس کی شان بہت بلند ہے۔ اس کی غیرت کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ ایک کمزور اور مٹی کے بنے ہوئے انسان کی دعا قبول کرنے پر مجبور ہو۔ خدا تعالیٰ کی مشیت آزاد مطلق ہے۔ چاہے تو دعا کو قبول کرے اور چاہے تو اسے رد کر دے۔ اس کے مامورین کو کبھی آج تک اتنی قطعیت کا دعویٰ نہیں ہوا اور جناب میاں صاحب تو مامور بھی نہیں ہیں۔ کہ وہ قبولیت دعا کے اس درجہ تک ہی پہنچ سکیں۔ جہاں خدا تعالیٰ کے مامور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ قبولیت دعا میں ان کی حیثیت ایک عام انسان کی حیثیت ہے۔

یہ سب کچھ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور دعا کے متعلق قائم کئے ہوئے اصول کے مطابق ہی لکھا تھا اور حضور نے آیت ادعونی استجب لکم کی جو تفسیر کی ہے۔ اس سے سر مو انحراف نہیں کیا گیا اور جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کے مطابق ہی لکھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک سوائے ان دعاؤں کے جو فرض اور عبادت میں شامل ہیں۔ ضروری نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سب دعاؤں کو قبول کرے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ چاہے تو قبول کر دے اور چاہے تو رد کر دے۔

جناب میاں صاحب نے اپنی قبولیت دعا کے متعلق جو تحدی کی ہے۔ وہ یقیناً ایسی دعا کے متعلق تحدی نہیں ہے۔ جو فرض اور عبادت میں شامل ہو۔ چنانچہ ہم ذیل میں حضور علیہ السلام کے دعا کے متعلق قائم کئے ہوئے اصول کو نقل کرتے ہیں۔ قارئین کرام خود اندازہ کر کے دیکھ لیں۔ کہ آیا جناب میاں صاحب کی تحدی اس معیار پر پوری اترتی ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر سید احمد خانصاحب کو جواب دیتے ہوئے برکات الدعا کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں:

"سید صاحب کا یہ قول ہے کہ گویا قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حالانکہ تمام دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ یہ ان کی سخت غلط فہمی ہے اور یہ آیت ادعونی استجب لکم ان کے مدعا کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ یہ دعا آیت ادعونی استجب لکم میں بادر امر کے بجا لانے کے لئے فرمائی گئی ہے۔ اس سے مراد معمولی دعائیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ عبادت ہے جو انسان پر فرض کی گئی ہے۔ کیونکہ امر کا صیغہ یہاں فرضیت پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ کل دعائیں فرض میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اللہ تعالیٰ نے صابرین کی تعریف کی ہے جو انا للہ پر ہی کفایت کرتے ہیں اور اس دعا کی فرضیت پر بڑا قرینہ یہ ہے کہ یہ صرف امر پر ہی کفایت نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کو عبادت کے لفظ سے یاد کر کے بحالت نافرمانی عذاب جہنم کی وعید اس کے ساتھ لگا دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ دوسری دعاؤں میں یہ وعید نہیں۔ بلکہ بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ چنانچہ انی اعظک ان تکون من الجاھلین اس پر شاہد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دعا عبادت ہوتی تو حضرت نوح علیہ السلام کو لا تسئلن کا تازیانہ کیوں لگایا جاتا۔ اور بعض اوقات اولیا اور انبیاء دعا کرنے کو سوء ادب سمجھتے رہے ہیں۔ اور صلحاء نے ایسی دعاؤں میں استفتاء قلب پر عمل کیا ہے۔ یعنی اگر مصیبت پر دل نے دعا کرنے کا فتویٰ دیا۔ تو دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور اگر صبر کے لئے فتویٰ دیا تو پھر صبر کیا اور دعا سے منہ پھیر لیا۔ ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ نے دوسری دعاؤں میں قبول کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف فرمایا ہے کہ چاہوں تو قبول کروں اور چاہوں تو رد کر دوں۔ جیسا کہ آیت قرآن کی صاف بتلا رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء۔"

اس مندرجہ بالا اصول کو اگر مدنظر رکھا جائے تو جناب میاں صاحب کی تحدی ان دعاؤں میں شامل نہیں ہو سکتی جو کہ فرض اور عبادت نہیں ہیں اور یہ دعائیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن پر بعض دفعہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کو بھی زجر و توبیخ کر دی جاتی ہے اور ضروری نہیں کہ وہ قبول کی جائیں اور صلحاء لوگ تو ایسی دعاؤں میں قلبی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اگر دل فتویٰ دے تو دعا کرتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ اب ایسی دعاؤں کے متعلق جناب میاں صاحب کی تحدی خلاف اصول ہے۔ اور یہی ہم نے پیغام صلح میں لکھا تھا کہ اس نوع کی دعاؤں میں تحدی درست نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی مشیت آزاد مطلق ہے وہ چاہے تو ان دعاؤں کو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔ ہاں البتہ جب یہ خدا تعالیٰ کی مشیت ہو کہ اس قسم کی دعائیں کی جائیں تو پھر ان کی قبولیت کے متعلق وثوق سے کہنا عین خدا تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی مامور سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کہ میں تیری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ تو جو دعا بھی اس وعدہ کے مطابق کی جائے گی وہ عین خدا تعالیٰ کی مشیت ہو گی۔ جیسا کہ انجام آتھم صفحہ ۱۶۲ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وان اللہ بشرنی وقال یا احمد اجیب کل دعائک الا فی شرکائک۔ ترجمہ۔ وخدا مرا بشارت داد و گفت کہ اے احمد من ہر دعائے تو قبول خواہم کرد مگر در بارہ شرکائے تو"

حضرت صاحب کی جو دعائیں بھی اس بشارت کے مطابق ہوں گی۔ ان کے متعلق یقیناً وثوق سے کہا جا سکتا ہے اور یہ وثوق خلاف مشیت نہیں۔ بلکہ عین خدا تعالیٰ کی مشیت ہے۔ جناب میاں صاحب تو مامور نہیں ہیں کہ ہم سمجھیں کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی بشارت دے رکھی ہے جس کے مطابق وہ تحدی کر سکتے ہیں اور وہ ان کی تحدی، تحدی نہیں بلکہ مشیت الٰہی ہے۔

قبولیت دعا کے متعلق بشارت دینے کے علاوہ بعض دفعہ خداوند تعالیٰ اپنے مامورین کو الہام کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ ایک خاص امر کے متعلق دعا کریں اور وہ دعا قبول ہوتی ہے جس کی قبولیت کے متعلق وہ پیش از وقت بھی یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۸۷ پر فرماتے ہیں:۔

"ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا۔ جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال ہے اور بے ایمان اور ریاں میں یہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔"

اب یہ ظاہر ہے کہ جناب میاں صاحب کو بحیثیت مامور ہونے کے کوئی الہام نہیں ہوا جس میں دعا سے قبل انہیں مطلع کیا گیا ہو کہ وہ دعا یقیناً قبول ہو گی۔ اب کس طرح سمجھا جائے کہ جناب میاں صاحب کی تحدی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بعض مقبولین کو ۔۔۔ غلطیوں سے نکالنے کے لئے مامور کرتا ہے۔ اب ان غلطیوں سے نکالنے کے لئے جتنی دعائیں بھی کی جائیں گی۔ وہ عین منشائے ایزدی کے مطابق ہوں گی اور یقیناً قبول ہوں گی اور ان کی قبولیت کے متعلق پیش از وقت اطلاع بھی دی جا سکتی ہے۔

(باقی صفحہ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم جمعہ۔ ۵ر ربیع الثانی ۱۳۵۹ سنہ ہجری | نمبر ۴۳

موجودہ سائنس اور مذہب

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کا ایک نظریہ

جب سے دنیا کے اندر علوم جدیدہ اور سائنس کا دور دورہ ہوا ہے اس وقت سے علمی حلقوں میں یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ مذہب انسانی زندگی کا ضروری جزو نہیں ہے اور مذہب انسان کے ارتقاء کی ایک حالت ہے جو کہ گذر چکی ہے اور انسان کے قوائے عقلیہ اتنی قوت پکڑ چکے ہیں کہ آپ انہیں اپنی رہنمائی کے لئے کسی قدیم نبوت اور مذہب کی ضرورت نہیں۔ اور ان لوگوں کے نزدیک اس علم اور روشنی کے زمانہ میں کسی مذہب پر عمل کرنا قدامت پسندی اور رجعت قہقری ہے۔ دور کیوں جاؤ۔ خود ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم ایک عرصہ تک اسی خیال کے مؤید تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک انسانی عقل اس قابل نہیں ہوئی تھی کہ اس پر بھروسہ کیا جا سکے۔ اس وقت تک نبوت کی ضرورت تھی۔ جو انسان کی مشعل راہ ہو۔ لیکن جب انسان کے دماغ اور عقل بلوغت کو پہنچ گئے۔ تو ضرورت نہ رہی کہ انسان کی تحریکات طبعی کے ذریعہ رہبری کی جائے اور انسان خود اس قابل ہو گیا کہ جہد للبقا کے میدان میں اپنا رستہ تلاش کر سکے۔ اس لئے نبوت ختم ہو گئی۔ اور ہمیشہ کیلئے کالعدم ہو گئی۔ یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم علم الحیات کی رو سے ختمیت نبوت کو ثابت کیا کرتے تھے۔ ختمیت نبوت پر ایمان لانا تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ لیکن یہ طرز استدلال ڈاکٹر اقبال مرحوم نے جہاں سے مستعار لیا۔ وہ مغربی فلاسفر ہیں جنہوں نے اپنے فلسفہ کی بنیاد سائنس پر رکھی۔ چنانچہ آگسٹس کامٹے (Augustus comte) جو کہ ایک بہت بڑا مغربی فلسفی گذرا ہے اس کا یہ خیال تھا: "مذہب انسانی ارتقاء کی ایک حالت ہے۔ جوں جوں علوم جدیدہ ترقی کریں گے یہ حالت پیچھے رہتی چلی جائے گی۔ حتیٰ کہ مذہب بالکل کالعدم ہو جائے گا"۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب ایک فرسودہ چیز ہے جس کی اس سائنس اور علم کے زمانہ میں کوئی ضرورت نہیں۔ اسی خیال سے شاعر مشرق جنہوں نے براہ راست مغربی فلاسفہ سے استفادہ کیا تھا شدت سے متاثر تھے۔ گو انہوں نے اس تخیل کو ایک نیا رنگ دے کر ختم نبوت کیلئے استعمال کیا۔ لیکن اس سے انسانی عقل کو اتنا تفوق دے گئے۔ جس سے تخلقوا باخلاق اللہ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جو اسلام کی روح رواں تھے بالکل بے حقیقت سی چیز ہو کر رہ گئے۔ عقل جب تک وحی الٰہی اور الہام کے تابع ہو یقیناً نہایت مفید اور احسن چیز ہے۔ لیکن جونہی اسے وحی اور الہام پر فوقیت دیدی جائے۔ تو پھر انسان کی لغزشوں خامیوں اور ناکامیوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید خود دلیل اور نور کا انتزاج ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایها الناس قد جاءکم برهان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ اے لوگو۔ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح کر دینے والا نور نازل کیا ہے۔

انسانی علم جس کی بنیاد حواس خمسہ اور محسوسات پر ہے۔ اس سے ہر وقت غلطی کا احتمال ہے۔ انسان باوجود عقل بلیغ رکھنے کے جاہل ہے! انسان باوجود قوی ہونے کے نہایت ضعیف ہے! اور جب تک خدا اور براہ راست اس کے بوجھ کو ہلکا نہ کرے اس کی کامیابی اور رستگاری کی توقع نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ اس کی تخلیق ہی ضعف سے ہے۔ اس کی عافیت اور سلامتی محض خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہونے میں ہے۔ ورنہ ضعف اور بشریت سے بڑی بڑی توقعات رکھنا عبث ہے۔ انسان اپنی عقل پر اینٹھتا ہے اور خود رو ہو اختیار کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مرضی اور رحمت اسے تباہ ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اور اس کی اپنی افتاد کی گٹھڑی کو اس کے کندھوں سے اٹھا کر بوجھ کو ہلکا کر دیتی ہے۔

یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ کو ہلکا کر دے اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔

خیر ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کا ذکر تو ضمناً آ گیا۔ اصل سوال تو سائنس اور مذہب کی پیکار کا ہے۔ انیسویں صدی ایک میدان رستخیز ہے جس میں سائنس نے بہت بڑے بڑے حملے مذہب پر کئے ہیں اور اسے پچھاڑ کر اس کی جگہ کو غصب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابتدا میں تو ایک نشہ تھا سکر تھا علوم جدیدہ کے خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ لیکن وہ جام جس میں علوم حاضرہ کی شراب کو غٹاغٹ پیا جا رہا تھا۔ اس کے کنارے زہر آلود تھے اور خنجر کی دھار سے زیادہ تیز تھے پینے والوں کے ہونٹ چر گئے اور زہر جسم میں داخل ہو گیا جس سے نظام عصبی اور دوران خون میں ایک فشار پیدا ہو گیا۔ اور قومی اور اجتماعی زندگی زہر آلود ہو گئی۔ اور آج اس زہر اور فشار کے کرشمے تمہارے سامنے ہیں۔ سائنس اور علوم جدیدہ خود اپنی آگ میں جل رہے ہیں۔ اگر یہی علوم اور سائنس الہام اور مذہب کی روشنی میں اپنے رستے تلاش کرتے اور مغربی اساتذہ اپنی تمدنی اور معاشرتی زندگی کو مذہب اور الہام کی اثر پذیری سے بلند اخلاقی معیار پر استوار کرتے تو آج تہذیب و تمدن کے مرکزوں میں خون کی نالیاں نہ بہتیں عقل کی رہنمائی انسان کو کہاں سے کہاں لے گئی۔ مغربی انسان پانی کی تلاش میں نکلا لیکن ریگ رواں میں بھٹک کے رہ گیا۔

سائنس اپنے حلقوں میں خود اپنی نقاد ہے وہ ابھی تک انسانی زندگی کے راستوں کا تعین نہیں کر سکی۔ انسان کے اندر ایک اخلاقی ضبط اور معیار قائم کرنے سے قاصر رہی ہے۔ اور اب تک مذہب کے قائم کئے ہوئے اخلاقی معیار پر زندہ ہے اور اب تو بڑی شد و مد سے یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ ایک اعلیٰ درجہ کے اخلاقی معیار کو قائم کرنے کیلئے اگر کوئی مذہب اختیار نہ کیا گیا تو زمینی خداؤں اور اداروں کی پرستش شروع ہو جائے گی۔ قومیت اور ریاست کی مختلف ہیئتوں کی پرستش شروع ہو چکی ہے آج فسطائی ملکوں میں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں مٹی کے بنے ہوئے انسان کی مرضیاں ادیاناً من دون اللہ کا نقشہ پیش کر رہی ہیں۔ ان ملکوں میں کوئی ایسا اخلاقی اور مذہبی قانون نہیں ہے کہ ارباب حل و عقد جس کے پابند ہوں۔ ایک قسم کا ملحدانہ نظام ہے۔ جس کے نتائج یقیناً بہت مہلک ہوں گے۔ کیونکہ انسانوں اور زمینی اداروں کی پرستش سے آج تک کبھی خوشگوار نتائج نہیں نکلے

عیسائیت تو ان اقوام اور خصوصاً جرمنی کی مشکلات کو حل نہیں کر سکی۔ اس قوم کے مفکرین کا خیال ہے کہ عیسائیت کمزوروں کا مذہب ہے۔ اور اس میں ایسے عقائد کی تعلیم دی گئی ہے جن کا انسان کی روزمرہ زندگی سے کوئی تعلق نہیں اور دوسرے عیسائیت بزدل بناتی ہے اور بہادر کو کمزور کرتی ہے۔ نطشے مشہور جرمنی فلاسفر جس کا فلسفہ آج کل جرمنی میں ہٹلر اور موجودہ جرمنی قوم کی شکل میں بروئے کار آ رہا ہے۔ عیسائیت کا بہت دشمن تھا وہ کہا کرتا تھا:

"میں عیسائیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اس پر سب سے بڑا الزام عائد کرتا ہوں جو کہ ایک مدعی کر سکتا ہے۔ میں مسیحی مذہب کو دنیا کی سب سے بڑی بدکاری سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک مسیحیت بہت بڑا انتقام ہے مسیحیت ہر قسم کے صفات ذمیمہ سے متصف ہے۔ میں مسیحی مذہب کو دامن انسانیت پر ہمیشہ باقی رہنے والا داغ سمجھتا ہوں"۔

سو جبکہ موجودہ سائنس میں عافیت نہیں اور عیسائیت ان کی مشکلات کو دور نہیں کرتی۔ تو پھر دنیا میں ایک ہی مذہب ہے جو ان کی مشکلات کو دور کر سکتا ہے اور وہ اسلام ہے۔ اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ آج جبکہ انواع و اقسام کی خرابیاں اور گمراہیاں مشرق و مغرب پر مسلط ہیں۔ انسانیت اور شرافت اور تہذیب و تمدن خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں اور تمام اقوام میں ایک بد امنی اور بے چینی نظر آتی ہے اور جنگی ظلمتوں کا طوفان امڈ آیا ہے۔ علوم حاضرہ کی لائی ہوئی افتاد سے ہر طرف ایک تباہی اور ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ اس وقت صرف قرآن مجید امن و سکون اور محبت و اخوت کے جذبات پیدا کر سکتا ہے یہی ان ظلمتوں کا نور ہو سکتی ہے۔ اور روئے زمین کی اقوام کے اندر ظلم و ستم کا بازار سرد پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام اور قرآن مجید تمام اقوام عالم کے لئے ہدایت ہے اور ایک ایسے کلچر اور تمدن کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے جو اخلاق اور روحانیت پر استوار ہو۔ کیونکہ اس کا منبع اور مخرج خداوند کائنات ہے جس کی ہر حرکت صرف انسان کی عافیت کیلئے ظہور میں آتی ہے۔ اس کی طرف سے جو پیغام آتا ہے وہ تمام بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کیلئے ہے اور اس کا رسول تمام ملکوں کو تباہی اور بربادی سے ڈرانے والا ہے۔

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا کہ وہ تمام ملکوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔

(ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

امام الزمان کو ماننا ضروری ہے

ایک شخص کے تین سوالوں کے جوابات

(از خان زمان صاحب پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ)

سوال نمبر ۱۔ کیا وہ شخص جو دل سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد اور مسیح موعود مانتا ہے۔ اور ان کے احکام مثلاً دین کو دنیا پر مقدم رکھنا کی پیروی کرتا ہے۔ لیکن وہ کسی جماعت میں شامل نہ ہو یعنی بیعت نہ کرے۔ کیا یہ اس کے لئے فائدہ مند ہے؟ کیا اس کے لئے بیعت ضروری ہے اور کیوں؟

جواب۔ ا۔ بیعت کرنا حضرت مسیح موعودؑ کے احکام میں سے ہے۔ اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ احکام کو ماننے کے اور ان کی پیروی کرنے کے کیا معنی ہوئے۔

ب۔ بیعت کرنے سے یا جماعت میں شمولیت سے قوت پیدا ہوتی ہے۔ جو نہ صرف بیعت کنندہ کی اپنی ترقی ایمان کا موجب ہوتی ہے۔ بلکہ جماعت کی اور اسلام کی مضبوطی کا موجب بھی۔ ہماری جماعت کی حیثیت ایسی ہے جیسے دشمن کے مقابلہ پر ایک جماعت کھڑی ہو۔ دشمن کی فوج لاکھوں نہیں کروڑوں پر مشتمل ہو۔ ہر ایک قسم کے سامان اس کے پاس ہوں اور دوسری طرف ایک بے سروسامان مختصر سی جماعت۔ اس مقابلہ میں سوال اسلام کے غلبہ کا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان جو حضرت مرزا صاحب کو مانتا بھی ہے۔ وہ کیوں کر ایک طرف کھڑا ایک تماشائی کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ اور کیونکر بھرتی ہو کر قوت کا موجب نہیں بنتا۔

(ج) آپ کے سوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ دونوں جماعتوں میں شامل ہونے سے اس لئے متردد ہیں کہ آپ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ حضرت مرزا صاحب کی کیا حیثیت ہے۔ لہذا اس کو صاف کر لینا ضروری ہے۔ اگر آپ کے دل میں یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو تو اس کو حل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ آپ وقت نکال کر یہاں تشریف لے آئیں۔ حضرت صاحب کی کتابیں آپ کے سامنے رکھ دی جائیں گی۔ اور مسئلہ انشاء اللہ تعالیٰ صاف ہو جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو لٹریچر اب تک ہماری طرف سے اس بارہ میں شائع ہوا ہے۔ اس کو پڑھ لیں اور اپنے شبہات کو دور کر لیں۔

سوال نمبر ۲۔ کیا آپ اس شخص کو جو مرزا غلام احمد صاحب کو مسلمان تو مانتا ہے۔ لیکن مجدد اور مسیح موعود نہیں مانتا مسلمان تصور کرتے ہیں؟

جواب۔ میں اس کو مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ جب تک ایک شخص کلمہ کا انکار نہیں کرتا۔ کوئی چیز اس کو اسلام سے خارج نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر ایسا شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر غور ہی نہیں کرنا چاہتا اور ابھی کو کافی جانتا ہے کہ بہرحال مسلمان تو ہے تو ایسے شخص کو میں ایک سخت غلطی خوردہ اور اسلام کی موجودہ ضرورتوں سے اہمیت لاپرواہ سمجھتا ہوں۔ اور وہ قابل مواخذہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا ماننا صرف اس لئے ہی ضروری نہیں۔ کہ آپ کے دعوے کی تصدیق قرآن اور حدیث سے ہوتی ہے۔ بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام اس وقت ایک ایسی خطرناک حالت میں ہے۔ جس سے سوائے مامور من اللہ کے جو ایمان کو زندہ کرے۔ اس کو باہر نہیں نکال سکتا۔

سوال نمبر ۳۔ کیا مجدد کو ماننا ضروری ہے؟

جواب۔ ہاں بلاشبہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کونوا مع الصادقین۔ صادق سے مراد صرف سچ بولنے والا ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ صادق وہ ہے جو خدا کی راہ میں صدق اور وفا دکھلاتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر مجدد کو ماننا ضروری نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسے فعل کو منسوب کرنا ہوگا جس سے اس کی پاک ذات پر حملہ ہو یعنی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجددین کو مبعوث کرنا خالی از حکمت ہے۔

نیز اس صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے صرف اسلام کی اندرونی اصلاح کے لئے ہی مبعوث نہیں فرمایا بلکہ اعدائے اسلام کا مقابلہ کرنا بھی ان کا ایک زبردست کام تھا۔ اور یہی اس زمانہ کا جہاد ہے جو سوا اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک مجدد اور مامور من اللہ کی فوج میں اپنے آپ کو بھرتی کیا جائے

(حسب ارشاد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

---

(۱) کیا جناب میاں صاحب کی قبولیت دعا کو اس معیار پر پرکھنا چاہئے جس پر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو پرکھتے ہیں؟

(۲) کیا خداوند تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ جناب میاں صاحب کی اپنی دعا کے متعلق [illegible] تحدی کو رد کر دے۔ اگر قادر ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ تحدی بھی رد نہ کی گئی ہو۔

(۳) کیا جناب میاں صاحب نے یہ دعا کسی بشارت کے ماتحت کی۔ اگر بشارت کے ماتحت کی تو وہ بشارت کونسی ہے۔

(۴) کیا جناب میاں صاحب کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ اس امر کے متعلق دعا کریں اور وہ یقیناً قبول کی جائے گی۔ اگر ایسا ہے تو وہ الہام کہاں ہے؟

(۵) کیا جناب میاں صاحب خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ وہ بعض غلطیوں کو دور کرنے کے لئے دعا کیا کریں۔ اور یہ دعا اس ضمن میں کی گئی ہے؟

(۶) فرض کرو میاں صاحب نے جس امر کے متعلق اپنی قبولیت دعا کیلئے تحدی کی ہے۔ وہ تقدیر مبرم ہے تو کیا اس صورت میں بھی یہ دعا یقیناً قبول ہوگی؟ اور ان کے پاس کیا ثبوت ہے کہ موجودہ جنگ کی ہولناکیاں خداوند تعالیٰ کی تقدیر مبرم نہیں ہیں۔

ہمارے استفسارات واضح ہیں امید ہے ان میں خواہ مخواہ الجھن پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ تکلم بلیغ وہی ہوا کرتا ہے جس میں بحث کو صرف موضوع تک ہی محدود رکھا جائے اور اس میں تحکمانہ انداز اور غیر ذمہ دارانہ بندشوں کی [illegible] دکی جائے۔

(بقیہ صفحہ ۲)

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرسید احمد کے مقابلہ میں کیا جناب میاں صاحب کو خداوند تعالیٰ نے بعض غلطیوں کے نکالنے کے لئے مامور نہیں کیا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے حضور ان غلطیوں کے نکالنے کے لئے دعائیں کیا کریں؟ تو پھر وہ کس طرح تحدی کر سکتے ہیں کہ ہر دعا جو وہ کریں گے۔ وہ یقیناً قبول ہوگی۔ ان مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قبولیت دعا کے متعلق مذہب واضح ہے اور اس معیار پر جناب خلیفہ صاحب کا فلسفہ دعا پورا نہیں اترتا۔ حضرت صاحب نے تو "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۹ پر صاف لکھا ہے:۔

"یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے۔ کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوانا چاہتا ہے"

جن دعاؤں کی قبولیت محض خدا تعالیٰ کی مشیت پر ہے پھر ان کے متعلق آخر کیسے تحدی کی جا سکتی ہے اور وہ دعا جو بشارت اور الہام کے ماتحت ہو۔ اس کے متعلق ایک بزرگ اور ولی کی بصیرت یقیناً بڑھ جاتی ہے اور اس میں اس کی ذاتی تحدی کا کوئی بھی دخل نہیں ہوتا۔ قطع نظر دعا کی قبولیت کے متعلق ان خصوصیات کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ جناب میاں صاحب کی تحدی کے متعلق ہمارا اصل سوال یہ تھا کہ:۔

"خدا تعالیٰ جس کی شان بہت بلند ہے اس کی غیرت کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ ایک کمزور اور مٹی کے بنے ہوئے انسان کی دعا قبول کرنے پر مجبور ہو۔ خدا تعالیٰ کی مشیت آزاد مطلق ہے۔ چاہے تو وہ دعا قبول کرے اور چاہے تو اسے رد کر دے۔ اس کے مامورین کو آج تک کبھی ایسی قطعیت کا دعویٰ نہیں ہوا۔ اور جناب میاں صاحب تو مامور بھی نہیں ہیں۔ کہ وہ قبولیت دعا کے اس درجہ تک ہی پہنچ سکیں۔ جہاں خدا تعالیٰ کے مامور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں قبولیت دعا میں ان کی حیثیت ایک عام انسان کی حیثیت ہے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سب انسان برابر ہیں۔ وہ ان انسانوں میں سے جس انسان کی دعا کو چاہتا ہے قبول کرتا ہے اور جس کی دعا چاہتا ہے رد کر دیتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے اپنی مرضی چلا سکے"

(پیغام صلح مورخہ ۲۶ جون [illegible])

اس سوال کا جواب معاصر "الفضل" نے دینے سے گریز کیا ہے اور حقیقی مطلب کو منظر انداز کر کے پیچیدگیوں میں الجھانے کی کوشش کی ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ وہ دعا جو عبادت میں شامل نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔ وہ اسے قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مجبور ہو تو یہ شرک فی التوحید ہے اور وہ دعائیں جو بشارت الہام اور مامورانہ حیثیت میں کی جاتی ہیں۔ ان کی قبولیت کے متعلق ایک مامور کی بصیرت یقیناً بڑھی ہوئی ہوتی ہے لیکن عام حالتوں میں عام انسان کس طرح تحدی کر سکتے ہیں کہ ان [illegible] قبول ہوگی۔ جناب میاں صاحب کی اس تحدی کے متعلق جس کا اقتباس اوپر درج ہوا۔ ہم اپنے سوالات [illegible] وضاحت کے ساتھ درج کرتے ہیں تاکہ کسی قسم کا ابہام [illegible] نہ رہے اور معاصر "الفضل" کو جواب دینے میں آسانی ہو۔

خدا پر مضبوط ایمان کے بغیر بلند کیرکٹر پیدا نہیں ہو سکتا

دنیا کے موجودہ نازک حالات میں اسلامی اخوت و رواداری کی ضرورت

خطبہ جمعہ مورخہ ۵ جولائی ۱۹۴۷ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب

لله ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم .... وعلیہا ما اکتسبت (البقرہ ۲: ۲۸۶-۲۸۴)

ترجمہ۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرو۔ جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے۔ یا اسے چھپاؤ۔ اللہ اس کے مطابق تم سے حساب لیگا۔ پھر وہ تمہاری نیات اور اعمال کے لحاظ سے جس کو چاہے مغفرت کرے جس کو چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رسول اس پر ایمان لاتا ہے جو اس کے رب سے اس کی طرف اتارا گیا اور (مومن بھی) سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی۔ اے ہمارے رب تیری مغفرت (مانگتے ہیں) اور تیری طرف ہی انجام کار پہنچنا ہے۔ اللہ کسی شخص پر کچھ مشقت نہیں ڈالتا مگر (جو) اس کی طاقت ہو۔ اس کیلئے ہے جو وہ اچھی کمائی کرے اور اسی پر ہے جو وہ (بری) کمائی کرے۔

تمام چیزوں کا حقیقی مالک اللہ ہے

لله ما فی السموات وما فی الارض (اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) زمین و آسمان کی ہر ایک چیز خدا کی ایجاد اور اس کی بنائی ہوئی ہے اور اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ آسمان میں جس قدر ستارے اور سیارے اور قوتیں ہیں۔ اور جس قسم کی قوتیں اور مخلوقات زمین کے اندر موجود ہیں اور کام کرتی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان سب کا مالک اور قابض ہے اس کے علاوہ دنیا میں جو لوگ ان چیزوں کے مالک کہلاتے ہیں وہ برائے نام مالک ہیں حقیقی مالک اور بادشاہ اللہ ہی ہے اور اسی کا تمام مخلوق پر تصرف ہے۔

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ

(اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ۔ اللہ اس کے مطابق تم سے حساب لیگا) جب اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو اسے ان کے خواص کا بھی پورا علم حاصل ہے۔ اور جو علم کسی چیز کے متعلق موجد کو حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور کو نہیں ہوتا۔ سو اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور تمام کائنات پر محیط ہے۔ فرمایا۔ خدائی علم کے مقابلے پر تمہارے ارادے خواہ تم اسے دلوں میں چھپا کر رکھو۔ اس کا ہم کو علم ہے اور ہم اس کا محاسبہ کرتے ہیں۔

خدائی حکموں کی تعمیل اور نافرمانی کرنیوالے

فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی ہمارے احکام کے مطابق اچھے کام کرتا ہے۔ اس پر ہم انعام کرتے ہیں اور جو کوئی ہمارے احکام کو چھوڑتا ہے اور نافرمانی کرتا ہے اس پر ہمارا عذاب نازل ہوتا ہے۔

خدا کی خوبصورت اور مکمل تصویر

اس آیت میں چار چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک یہ کہ خدا ایجاد کرنے والا ہے اس لئے اس کا علم کامل اور محیط ہے۔ اور وہ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز پر قادر اور اس کا مالک ہے۔ اگر تم اس قدر بڑے بادشاہ کے ساتھ تعلق لگانا چاہتے ہو تو اندازہ کرو کہ کس قدر قلب کے اندر اخلاص لگا ہے اور اعمال کے اندر کس قدر صلاحیت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف تمہارے اعمال ہی کا نہیں بلکہ دلوں کی ... مخفی در مخفی نیتوں اور ارادوں کا بھی پورا علم رکھتا ہے اور اگر کوئی اس سب سے بڑے بادشاہ اور حاکم کو خوش کرنے کیلئے اپنے ایک ایک ذرے کو کام پر لگاتا ہے تو اندازہ کرو اس پر خدا کے کس قدر انعامات و اکرامات ہوں گے۔ خدا رحیم اور قدردان ہے۔ ہمارے ہر ایک عمل اور ایک ایک دھڑکن کی پڑتال کرتا ہے۔ لیکن محض اس کے رحم و کرم کی وجہ سے عذاب نہیں آتا کیونکہ ستاری اور معاف کرنا بھی اسکی صفت اور پیشہ ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ اپنے اس بندے کی غلطی اور لغزش کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ لیکن جو اس کے احکام کو توڑتا ہے اور نافرمانی کرتا ہے اس کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے کس قدر خوبصورت اور مکمل یہ تصویر ہے خدا کی جو کہ قرآن کریم نے بیان کی ہے۔

تعلق باللہ کا نسخہ

اور اس کے اندر تعلق باللہ کا ایک نسخہ بھی رکھا ہے۔ قرآن کریم صرف خدا کو منوانا ہی نہیں چاہتا بلکہ بندہ کو اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اس کا طریق بتلاتا ہے۔ قرآن کریم اعمال کے سرچشمہ یعنی دل کو پاک اور مصفا کرنا چاہتا ہے۔ قرآن کریم صرف اس قدر ہی نہیں چاہتا کہ اسے ماننے والے ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح گرجوں اور مندروں میں کبھی کبھی جا کر چند منتر پڑھ لیا کریں۔

خدا پر مضبوط ایمان کے بغیر بلند کیرکٹر پیدا نہیں ہو سکتا

بلکہ قرآن کریم انسان کے اندر ایک بلند کیرکٹر پیدا کرنا چاہتا ہے اور جب تک خدا پر مضبوط ایمان نہ ہو انسان کے اندر بلند کیرکٹر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ کس قدر کمال ہے قرآن کریم کا کہ اس قدر اہم اور وسیع مضمون کو ایک چھوٹی سی آیت کے اندر بیان کر دیا۔ یہ سورہ بقرہ کی آخری رکوع کی آیت ہے۔ اس سورت کے شروع میں بھی فرمایا گیا ہے **الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنٰہم ینفقون۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** (جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا) اسی مضمون کو اس سورت کے آخر میں ادا کیا گیا ہے۔

مومن کیلئے غیب پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ (یہ رسول اس پر ایمان لاتا ہے جو اس کے رب سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن (بھی) سب خدا پر اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں) غیب پر ایمان لانا بھی مومن کیلئے ضروری ہے۔ خدا کی ذات بھی نظر نہیں آتی۔ اس لئے اس نے ہر ایک چیز کے خواص بھی مخفی رکھے ہیں۔ تاکہ ان کی صفت اس کی مخلوق کے اندر بھی نظر آئے۔

بہترین اعمال کیا ہیں؟

بہترین اعمال کیا ہیں۔ نماز کا ادا کرنا باجماعت اور پابندی کے ساتھ ادا کرنا اور مخلوق خدا کیلئے اپنا مال خرچ کرنا۔ اس کے علاوہ بتایا کہ مسلمان دنیا کا باشندہ ہے اس کا تعلق تمام دنیا کے ساتھ ہونا چاہئے یہ تعلق کس طرح قائم ہو سکتا ہے اس طرح کہ مسلمان تمام دنیا کی قوموں اور ملکوں کے پیغمبروں کو مانے اور ان پر ایمان لائے۔

لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر (ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی۔ اے ہمارے رب تیری مغفرت (مانگتے ہیں) اور تیری طرف ہی انجام کار پہنچنا ہے) سمعنا کے معنی سننا بھی ہیں اور قبول کرنا بھی ہیں۔ سچے مومن کا شیوہ یہی ہوتا ہے کہ وہ خدا کے تمام رسولوں کو مانتا ہے ان پر ایمان لاتا ہے۔ اور رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتا اللہ کے تمام حکموں کے آگے سر جھکاتا ہے اور اپنے عمل سے اپنی فرمانبرداری کا ثبوت دیتا ہے۔

حقیقی اصلاح کیلئے انسان کو اپنے محاسبہ کا عادی ہونا چاہئے

پھر وہ اپنی نماز پر۔ اپنی زکوٰۃ پر اور اپنے چندے پر کوئی تکبر نہیں کرتا۔ بلکہ یہی کہتا ہے کہ اے خدا تیری بخشش اور تیرا کرم ہو تو سب کچھ ہو جائے ورنہ کچھ بھی نہیں اور بالآخر ہم نے تیرے پاس ہی آنا اور تیرے حضور ہی پیش ہونا ہے۔ انسان کے کیرکٹر کی تعمیر اور اس کے دل میں خدا پر پختہ ایمان نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کہ اس کو حقیقی طور پر یقین نہ ہو کہ خدا ہے اور بالآخر ہم نے اس کے پاس جانا ہے اور اس نے ہمارے تمام اعمال کا محاسبہ کرنا ہے اور یاد رکھئے جب تک انسان خود اپنے محاسبہ کا عادی نہ ہو اس وقت تک اس کی حقیقی اصلاح نہیں ہو سکتی ہے اور اس کے عیوب دور نہیں ہو سکتے۔ سو قرآن کریم نے ہمیں اپنا محاسبہ کرنا بھی سکھایا ہے اور اس کے بعد یہ تلقین کی ہے کہ مسلمان تمام قوموں کیلئے رحمت ثابت ہو۔

مسلمان کو ساری مخلوق کیلئے برکت اور رحمت کا مجسمہ ہونا چاہئے

لیکن آج اس کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت کم ہو گئی ہے ضرورت ہے کہ اس نقص کو دور کیا جائے۔ مسلمانوں کو اپنے لئے اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کیلئے، اپنی قوم کیلئے ہی نہیں بلکہ سب بنی نوع انسان اور ساری مخلوق کیلئے برکت و رحمت کا مجسمہ ہونا چاہئے ایک وقت تھا کہ مسلمان قوم دوسروں کیلئے بھی فرشتہ رحمت اور بندہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ جو دشمنوں کو بھی خیر خواہی کے ذریعہ اپنا بنا لیا جانتی تھی۔

حضرت نبی کریم کے بلند اخلاق سے مسلمانوں کی افسوسناک حالت

افسوس آج یہی قوم آپس میں لڑتی ہے اور فرقہ بازی میں مصروف ہے ہمارے پیشوا و ہادی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ہم امت کہلاتے ہیں۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر کافر بھی جان کے

دین کا۔ ان کی جان کا اور ان کی قوم کا دشمن ہی آجائے تو اس سے اس طرح اخلاق اور خوبصورتی کے ساتھ پیش آتے ہیں کہ وہ اپنا ہو جاتا ہے

سیرت نبوی کے چند سبق آموز واقعات

ایک مرتبہ ایک کافر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسجد کے اندر آکر پیشاب کرنے لگا ـــــ ذرا غور کیجئے کہ حضورؐ کو خدا کے نام، اس کی توحید کی کس قدر غیرت تھی۔ اس کے مقدس گھر مسجد میں آکر ایک کافر پیشاب کرتا ہے صحابہؓ اسکو پکڑنے کیلئے اٹھے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو پیشاب کرنے دو۔ ایسا نہ ہو کہ پیشاب رک جانے کی وجہ سے یہ بیمار ہو جائے ـــــ کس قدر رحمت و کرم مجسم ہے یہ شخص ہر انسان کے بچے کیلئے خواہ وہ دشمن اور کافر ہی کیوں نہ ہو ـــــ جب وہ شخص پیشاب کر چکا تو اسے بلا کر آرام سے کہا کہ یہ مسجدیں خدا کی عبادت کیلئے ہوتی ہیں۔ انہیں پاک صاف رکھنا چاہیئے اور ان میں بول براز نہ کرنا چاہیئے۔ اور صحابہؓ کو کہا اشتعال کی ضرورت نہیں چند ڈول پانی اس جگہ پر ڈال دو جگہ پاک ہو جائیگی۔ حضورؐ کے اخلاق اور تحمل کا اس کافر پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اسی قسم کے بیسیوں واقعات ہیں۔ حضورؐ بادشاہ وقت ہیں۔ اس کے باوجود عیسائی مسافروں کو اپنی مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت ایک کافر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان رہا۔ کھانا زیادہ کھا لیا اور رات میں بستر کو نجاست سے خراب کر دیا اور صبح چپ چاپ بلا اطلاع چلا گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اٹھ کر دیکھا تو مہمان غائب تھا اور بستر پر اس کی حرکت نازیبا کے نشانات موجود تھے۔ لیکن حضورؐ نے ذرہ ملال اور غصہ نہ کیا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے اس آلودہ بستر کو صاف فرمانے لگے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی آپ چھوڑ دیجئے ہم اس نجاست کو دور کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں میرا مہمان تھا میں خود اس کا بستر صاف کروں گا۔ اتنے میں اس شخص کو اپنی تلوار یاد آئی جو وہ پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ واپس آکر کیا دیکھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اس کا بستر دھو رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ بجید حیران اور شرمندہ ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ آپ کا یہ اخلاق دیکھ کر وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

حضرت مجدد وقت اور آپ کے احباب کا طرز عمل

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ میں بیشک خوف اور دین کیلئے بے حد غیرت تھی۔ لیکن اس کے ساتھ مخلوق خدا کے ساتھ محبت انتہا درجہ کی تھی۔ ہر مسلمان کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ خود ہم نے اپنی آنکھوں سے قادیان میں دیکھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب اور حضرت مولانا نور الدین صاحب سے ہندو، سکھ وغیرہ کافر دعائیں کراتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ ان پاک وجودوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ان سے فائدہ ہوتا ہے یہ لوگ ان سے علاج بھی کراتے تھے۔ حضرت صاحب اور حضرت مولانا نور الدین صاحب بلا تامل انہیں قیمتی سے قیمتی دوائیں بلا قیمت عطا فرما دیتے تھے اور ان لوگوں کو یقین تھا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے زیر سایہ قادیان میں بالکل محفوظ اور امن سے ہیں۔ ہم کو ان کی طرف سے قطعاً کسی قسم کا نقصان اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔

مسلمانوں کا بلند درجہ اور نازک ذمہ داریاں

مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب اور دائسرائے بنایا ہے جس قدر اس کا یہ مقام بلند ہے اسی قدر اس کی ذمہ داریاں نازک ہیں۔ ان ذمہ داریوں کی نزاکت اور اہمیت کو ہمیں محسوس کرنا چاہیئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو با خدا بنا دیا۔ اور ایک ہم ہیں کہ ان کے نام لیوا ہو کر اپنی تمام اسلامی روایات کو ضائع کر رہے ہیں اور خدا کے احکام پر اپنی خواہشات کو ترجیح دے رہے ہیں

دنیا کے موجودہ مخدوش حالات

اس وقت دنیا کے حالات بہت مخدوش ہو چکے ہیں۔ یہ زمانہ بڑا نازک ہے۔ چاروں طرف ہراس و مایوسی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی قومیں جن کی جاہ و حشمت اور طاقت بے اندازہ تھی۔ آج اعتراف کر رہی ہیں کہ دنیا میں صرف خدا کی حکومت ہے انسانی طاقت اور دنیوی ساز و سامان اور جاہ و حشمت بے حقیقت چیزیں ہیں

اسلامی اخوت و رواداری کی ضرورت

اس وقت ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا سچا بھائی ہو۔ اور اس کے اندر صلاحیت ہو کہ وہ ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ تمام غیر مسلموں کو اپنے اخلاق و عمل سے یقین دلا سکے کہ وہ ان کا محافظ ہے۔ اگر آج ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان آپس میں بھائی بن جائیں اور یہ ثبوت دیتے کہ وہ تمام غیر مسلموں کی ناموس اور جان و مال کے محافظ ہیں تو یہ اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق بات ہوتی۔ موجودہ حالات بیشک بہت نازک ہیں۔ لیکن نازک اوقات ہی میں قوموں کا امتحان ہوتا ہے۔ اگر دہلی سے لیکر کلکتہ تک اور پشاور سے لیکر راس کماری تک مسلمانوں کے اندر اتحاد و اخوت کا حقیقی جذبہ پیدا ہو جائے اور آٹھ کروڑ انسان ایک ہی آواز بلند کریں تو یہ ہندوستان بلکہ ساری دنیا کیلئے کس قدر مفید اور بابرکت ثابت ہو۔

قرآن کریم کی بلند تعلیم

اگر یہ نظارہ پیدا نہ بھی ہو سکے تو یہ امر بھی اطمینان بخش نہیں کہ ایسے نازک اوقات کے لئے ہماری الہامی کتاب قرآن کریم نے کیسی بلند تعلیم دی ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود اس تعلیم پر عمل کر کے دکھلایا۔ بلکہ تاریخ کی شہادت ہے کہ ان کی جماعت یعنی صحابہ کرامؓ نے بھی اس تعلیم پر پورا پورا عمل کیا۔

میری دلی تمنا

میری دلی تمنا ہے کہ آج بھی مسلمان قرآن کریم کی اس تعلیم پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوں۔ ہماری جماعت پر تو امام وقت کے ذریعہ دوبارہ حجت قائم ہو چکی ہے۔ ضرورت ہے ہم قرآن کریم کے ان احکام پر پورے طور پر عمل پیرا ہو کر دوسرے مسلمانوں کے سامنے ایک اچھا نمونہ پیش کریں۔

چودھری نذیر احمد کا انتقال پر ملال

اس کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا کہ :-

اس وقت میں ایک نہایت غمناک خبر آپ کو سناتا ہوں جس کی وجہ سے میرا دل صدمہ زدہ ہے۔ کل اس مسجد کی زینت ایک نوجوان چودھری نذیر احمد چل بسا۔ یہ نوجوان فی الحقیقت اس مسجد کی زینت تھا۔ کل اٹھارہ انیس سال عمر تھی اسلامیہ کالج میں بی۔ اے کے طالب علم تھے۔ اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے نوجوان بالعموم نماز سے غافل ہوتے ہیں۔ وہ اس کی پابندی نہیں کرتے۔ کہتے ہیں مطالعہ کے بعد نمازوں کے لئے وقت نہیں ملتا امتحان کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔ یہ کرنا ہوتا ہے، وہ کرنا ہوتا ہے۔

مرحوم کی پابندی صوم و صلوٰۃ

لیکن چودھری نذیر احمد مرحوم کی یہ حالت تھی کہ مجھے یہاں (احمدیہ بلڈنگس) میں آئے قریباً ڈیڑھ سال ہو گیا۔ میں نے انہیں نمازوں میں باقاعدہ پایا۔ پانچوں نمازوں کے علاوہ درسوں میں، تراویح کی نمازوں میں باقاعدہ تھے اور بڑی لذت اور خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے۔ اس کے ساتھ ہی اپنی کلاسوں میں بھی ہوشیار تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازوں اور درسوں کی وجہ سے پڑھائی میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ ان کی بے وقت موت سے جماعت ایک دیندار ہونہار اور خلیق نوجوان سے محروم ہو گئی۔ میرے دل میں ان کیلئے بہت محبت تھی۔ پرسوں شام جب میں باہر سے لاہور پہنچا۔ تو انہیں دیکھنے گیا۔ قریباً ایک ماہ سے ٹائیفائیڈ سے بیمار تھے۔ بہت کمزور ہو چکے تھے بڑی مشکل سے چند باتیں کیں۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اچھے ہو جاؤ گے۔ پرسوں جمعہ ہے۔ ڈاکٹر تفضل حسین صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو دکھایا گیا۔ لیکن جمعہ سے قبل ہی ہمارا یہ عزیز نوجوان خدا کے پاس چلا گیا۔ مجھے ان کی وفات کا بہت ہی صدمہ ہے ایسے صالح اور دیندار نوجوان بہت کم ہوتے ہیں۔

ہمیں مرحوم کی وفات سے سبق سیکھنا چاہیئے

ہمیں ان کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیئے اور دین کے ساتھ زیادہ لگاؤ پیدا کرنا چاہیئے۔ چودھری نذیر احمد ایک پاک طینت فرشتہ تھا۔ ہمارے دلوں میں اس کی خوبیوں نیکی اور دینداری کی وجہ سے کس قدر عزت ہے۔ فی الحقیقت وہ مرا نہیں بلکہ ہمارے دلوں میں زندہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی مصلحت کو خوب سمجھتا ہے۔ لہذا اس نوجوان کی وفات پر جو بظاہر بے وقت معلوم ہوتی ہے

تلقین صبر

ان کے والد حافظ محمد بخش صاحب (اوکاڑہ والے) اور ان کے بھائیوں اور ہم سب کو صبر کرنا چاہیئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیم نہایت خوبصورت اور لاڈلا تھا۔ اللہ نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ نذیر احمد کے تو ماشاء اللہ دوسرے بھائی بھی ہیں۔ اللہ انہیں عمر دراز دے۔

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر حضرت صاحب کا وعظ

مبارک احمد حضرت مسیح موعود کا نہایت پیارا اور لاڈلا بیٹا تھا۔ اس کی بیماری کے ایام میں ہم نے حضرت صاحب کو دیکھا حضرت صاحب دن رات وعظ کرتے تھے کہ ابتلاؤں میں انسان کو ثابت قدم رہنا چاہیئے اور فرماتے مصائب انعامات کا باعث ہوتی ہیں۔ میاں مبارک احمد کی بیماری بڑھتی چلی گئی حتی کہ ایک دن جب کہ حضرت صاحب صبح کی نماز میں جماعت کے ساتھ کھڑے تھے کہ اندر سے رونے کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ میاں مبارک احمد فوت ہو گئے ہیں۔ یہ امتحان کا وقت تھا لیکن حضرت صاحب پہلے سے زیادہ وعظ کرنے لگے اور خود لوگوں کو تسلی دینے لگے۔ فرمایا کہ خدا کی دی ہوئی چیزیں ہیں۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ اگر خدا ان میں سے کوئی چیز لیلے تو ہم شکایت کرنے بیٹھ جائیں۔ شکایت کا کوئی موقع نہیں حضرت صاحب کو جو رضا بالقضا کا مقام حاصل تھا۔ وہ ذیل کے شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو انہوں نے میاں مبارک احمد کی وفات پر کہا اور جو ان کی قبر کے کتبے پر درج ہے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا۔ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کی ہمشیرہ کی وفات

دوسری افسوسناک خبر یہ ہے کہ ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب (جنرل سیکرٹری انجمن) کی نوجوان ہمشیرہ وفات پا گئیں۔ یہ بھی نہایت دیندار، شریف الطبع اور اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ اس صدمہ میں ہم سب کو ڈاکٹر صاحب اور ان کے خاندان سے ہمدردی ہے۔ اب نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھا جائے گا جو لوگ مرحوم نذیر احمد کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوئے وہ ان کو بھی اس

یورپ پر اسلام کے علمی احسانات

مسلمانوں نے یورپ کو کس طرح تعلیم دی

(از مولوی عبد الواحد صاحب بی۔ اے)

جہالت کی اثر کے بعد مسلمانوں کا اخلاقی اثر تھا یورپ میں عقلی بیداری کے پیدا کرنے میں ضروری عنصر ثابت ہوا۔ اگرچہ پادریوں اور راہبوں نے عوام کے دلوں کو مسلمانوں کے برخلاف سخت متنفر کیا ہوا تھا کہ وہ وحشی اور خونخوار قوم ہیں۔ لیکن جب ان کو مسلمانوں کے ساتھ میل جول کا موقعہ ملا تو ان کے دلوں سے مسلمانوں کے وحشی پن کا تصور بالکل مٹ گیا۔

اٹلی کے باشندوں نے باقی یورپ سے بہت پہلے یہ تجربہ کر لیا تھا لیکن صلیبی جنگوں نے باقی یورپ پر بھی یہ روشن کر دیا کہ جس قوم کو وہ وحشی اور خونخوار تصور کرتے رہے۔ وہ قوم ان سے بہت زیادہ با اخلاق اور مہذب تھی۔ تیسری صلیبی جنگ میں جب کثیر التعداد عیسائی افواج ایشیائے کوچک کو عبور کر رہی تھیں تو وہاں کے خوبصورت شہر، عظیم الشان عمارتیں اور دلکش مناظر دیکھ کر ان کی نظریں خیرہ ہو گئیں۔ جب انہیں مسلمانوں کے ساتھ میل جول کا موقعہ ملا تو ان کو بہادر، رحمدل اور انصاف پسند پایا۔ یورپ کے اخلاق اور اسلامی اخلاق کے موازنہ سے انہیں معلوم ہوا کہ کلیسا نے اپنے اغراض کے پیش نظر ان کو کتنی تاریکی میں رکھا ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا شاہ انگلستان رچرڈ اول کے ساتھ سلوک بہت زیادہ مؤثر ثابت ہوا۔ جب رچرڈ اول اپنے خیمہ میں بخار سے بیمار پڑا ہوا تھا تو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ متعدد بار اس کی عیادت کیلئے گیا اور کئی مرتبہ اپنے اونٹوں پر شاہ انگلستان کیلئے برف بھیجی۔ اپنے دشمن کے ساتھ ایک مسلمان بادشاہ کا یہ سلوک دیکھ کر انہیں بہت تعجب ہوا۔ لیکن اسلامی اور عیسائی اخلاق کے موازنہ کا موقع انہیں اس وقت ملا جب واپسی پر یورپ کے ایک عیسائی شہزادہ نے شاہ رچرڈ کو خفیہ طور پر گرفتار کر کے نظربند کر لیا۔ اور اس وقت تک رہا نہ کیا جب تک کہ ایک رقم کثیر بطور فدیہ وصول نہ کر لی۔ انگلستان کی دولت پہلے ہی صلیبی جنگوں میں ختم ہو چکی تھی۔ اس لئے بادشاہ کا زر فدیہ ادا کرنا اس کیلئے بہت بوجھ تھا۔ لوگوں کی نظریں پوپ کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ وہ کلیسا کے اس بہادر سپاہی کی رہائی میں کچھ مدد دے گا۔ لیکن بالآخر ان کو اس طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی۔ اسلامی اور عیسائی اخلاق کا یہ فرق ایسا نہ تھا کہ عیسائی افواج پر اثر انداز نہ ہوتا۔ معمولی سے معمولی سپاہی نے اسے محسوس کیا اور جب جنگ سے وہ واپس ہوئے تو بجائے عوام میں مدغم ہونے کے وہ اسلامی اخلاق کی تلقین کرتے رہے۔

اس طرح مسلمانوں کے جمالیاتی اور اخلاقی اثرات یورپ میں عقلی دور کو تیز رفتار بنانے اور کلیسائی اقتدار کے زائل کرنے میں بہت کارگر ثابت ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ کلیسا کے برخلاف بغاوتوں میں منتج ہوئے۔ ان بغاوتوں میں چار بغاوتیں بہت مشہور ہیں۔ پہلی البیجنسٹن (Albigensians) کی بغاوت تھی۔ جو براہ راست قرطبہ اور غرناطہ کی تعلیمات کا نتیجہ تھی۔ دوسری بغاوت وائیکلف کی تھی۔ یہ وہی شخص ہے جس نے سب سے پہلے بائبل کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا۔ تیسری بغاوت مارٹن لوتھر کی تھی۔ جس نے مستقل طور پر کلیسائی اقتدار کو پاش پاش کر کے عیسائی دنیا میں ایک نئے فرقے کا اضافہ کیا جس کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔ اس کی بغاوت کا نتیجہ یہ تھا کہ قریباً تمام شمالی یورپ پوپ کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ چوتھی بغاوت فلسفیوں کی تھی۔ ان میں ابن رشد کے فلسفہ کا بہت اثر تھا۔ انہی دنوں میں میگلن ایک شخص نے دنیا کے گرد سفر کر کے زمین کے گول ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ اگرچہ اس سے پہلے مسلمان علماء نے اس پر بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور تجربہ کی بنا پر بھی یہ ثابت کیا تھا۔ تاہم عام یورپ اس سے ناآشنا تھا۔ یہ دلیل فلسفیوں کے پاس کلیسا کی تعلیمات کے برخلاف ثبوت ثابت ہوئی۔ یہ بغاوتیں بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمانوں کی تعلیمات کا نتیجہ تھیں انہی سے کلیسا کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ اور یورپ کی دماغی ترقی کا رستہ صاف ہو گیا۔

ان دو اثرات کے بعد یورپ میں اسلامی علوم کی اشاعت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ ان کی اشاعت کی رفتار بہت سست تھی ان کیلئے ابھی تک فضا بالکل صاف نہ ہوئی تھی۔ لوگوں میں ابھی اتنی استعداد پیدا نہ ہوئی تھی۔ کہ ان علوم کو یکدم اخذ کر سکیں۔ یورپ کا اپنا ذاتی لٹریچر کوئی موجود نہ تھا۔ مذہبی دور میں جو یونانی لٹریچر موجود تھا وہ بھی ضائع ہو گیا تھا۔ عقلی دور کے آغاز میں عربی لٹریچر کے تراجم شائع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن یورپ کا اپنا اہل قلم کوئی نہ تھا۔ سنہ ۱۱۰۰ء سے لیکر سنہ ۱۲۰۰ء تک جو اہل قلم ہیں۔ وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کی بھی کوئی اپنی تحقیقات یا ایجادات نہیں ہیں۔

دسویں اور گیارھویں صدی میں یورپ کے صرف دو مصنف مشہور ہیں۔ جربرٹ اور ہرمان آف ریچینو۔ جربرٹ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس نے یورپ میں عربی ہندسوں کو روشناس کرایا۔ راجر بیکن سے پہلے یہی شخص یورپ کا بڑا سائنسدان شمار ہوتا ہے لیکن اس کی اپنی ذاتی تحقیقات کوئی نہیں۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ عربوں سے اخذ کیا ہے۔ ہرمان بالکل معمولی عربی ریاضی اور ہیئت یورپ کو دے سکا۔ لیکن اسی جہالت کے زمانہ میں تعلیمی اشاعت کیلئے ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ بارھویں صدی میں سلرنو کے چند اطباء اور عربی کتب کے کچھ مترجم مشہور ہیں۔ سلرنو کی یونیورسٹی عربی علوم کی نشر و اشاعت کیلئے قائم ہوئی تھی۔ اور اس میں یہودی اور عرب پروفیسروں کی کثرت تھی۔ اگر وہاں کے ڈاکٹروں نے کچھ کتابیں لکھیں تو ظاہر ہے کہ ان کا سرچشمہ بھی عربی علوم ہیں۔

بارھویں صدی میں طلیطلہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر عیسائیوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ وہاں کے آزاد خیال اور علم پرست بادشاہ نے عربی کتب کے ترجمہ کیلئے ایک محکمہ قائم کیا تھا۔ انگلستان کے سب سے پہلے سائنسدان اڈیلارڈ نے طلیطلہ میں ہی آکر اپنی تعلیم مکمل کی تھی۔ اس کے بعد دوسرا قابل ذکر شخص رابرٹ آف چیسٹر ہے اس نے بھی یہیں آکر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اور بھی کئی آدمی انگلستان سے آئے اور انہوں نے عربی کتب کے تراجم کا سلسلہ شروع کیا۔ گویا انگلستان کے مایہ ناز سائنسدان راجر بیکن سے قریباً ڈیڑھ صدی پہلے انگلستان میں عربی کتب کے تراجم رائج ہو چکے تھے۔ تیرھویں صدی میں راجر بیکن، البرٹ، آرنلڈ اور ریمانڈ مشہور سائنسدان ہو گزرے ہیں۔ راجر بیکن کے استاد گراسٹیٹے نے خود عربی علوم سے استفادہ حاصل کیا تھا۔ راجر بیکن کی طرف علم المناظر میں بعض ایجادات اور انکشافات منسوب ہیں۔ لیکن ماہرین فن بتلاتے ہیں کہ وہ عرب ڈاکٹروں کی معلومات پر کچھ اضافہ نہیں کر سکا۔

البرٹ ایک جرمن راہب تھا۔ اس نے جرمن علم نباتات میں کچھ نئی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ لیکن باقی علوم میں وہ بھی عربی کتب سے ہی استفادہ کرتا ہے۔ آرنلڈ تو خود سپین کا باشندہ تھا۔ اور ریمانڈ جزائر بلیارک کا رہنے والا تھا۔ یہ جزائر سپین کی حکومت کے ماتحت تھے غرض یہ کہ عقلی دور کے آغاز میں جتنے یورپین مصنفین ہو گزرے ہیں۔ وہ سب یا تو اسلامی ممالک کے تعلیم یافتہ تھے یا انہوں نے عربی کتب سے افاضہ کیا۔

یورپ میں سائنسدانوں کی اس قلت کے مقابلہ پر ابن خلکان نے اپنی کتاب میں سپین کے ہزاروں اہل قلم کی سوانح عمریاں دی ہیں برخلاف یورپ کے سپین کے اہل قلم سائنس کی صرف ایک شاخ میں ہی مہارت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا علم کئی شاخوں پر حاوی ہوتا تھا۔ وہ بیک وقت شاعر بھی ہوتے تھے اور فلسفی اور طبیب بھی۔ ان سب علوم کی تعلیم کا سپین کی درسگاہوں میں باقاعدہ انتظام تھا۔ علم ہیئت اور علم طب خاص طور پر ترقی یافتہ تھے۔ یورپ میں بھی ابتداء میں انہی علوم کی نشر و اشاعت ہوئی۔ یورپین طالبعلموں نے سب سے پہلے انہی علوم کو حاصل کیا۔ بطرس معظم جب قرطبہ گیا تو اس نے وہاں انگلستان کے بہت سے طالبعلموں کو علم ہیئت کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے پایا۔ علم طب یورپ میں زیادہ یہودیوں کی مدد سے پھیلا۔ یہ لوگ چونکہ ریاضی اور طب میں بہت ماہر تھے۔ اس واسطے ان کو یورپ میں جلدی ملازمتیں بہت ملیں۔ پادریوں اور پوپوں کے پاس بھی یہی طبیب تھے اور امراء اور بادشاہوں کے پاس بھی۔ چنانچہ گیارھویں صدی میں یورپ کے تمام اطباء یہودی تھے۔ اگرچہ ان یہودیوں سے خدمات لینا قانوناً ممنوع تھا۔ لیکن کسی کو ان کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ علاج معالجہ کے عام ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی عقیدت پادریوں سے جو وہ نذر و نیاز دے کر دعا کراتے تھے اٹھتی جاتی تھی۔ کلیسا نے اپنے زوال کو دیکھ کر سنہ ۱۳۰۶ء میں فرانس سے تمام یہودیوں کو نکلوا دیا۔ گو یہودی تو فرانس سے چلے گئے۔ لیکن ان کا اثر وہاں باقی رہا۔

اس طرح عربی علوم کی خدمت انفرادی طور پر ہو رہی تھی۔ لیکن اگر کہیں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں تو وہ بھی انہی کی بدولت۔ وہاں پروفیسر یہی ہوتے تھے۔ کتابیں عربی پڑھائی جاتی تھیں اور ذریعہ تعلیم بھی عربی تھا۔ چنانچہ سلرنو کا قدیم طبی سکول انہی کی بدولت یونیورسٹی میں تبدیل ہوا۔ وہاں یونانی، عبرانی اور عربی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ یہی یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی تھی۔ اس کے بعد دوسری یونیورسٹی جنوبی فرانس میں مانٹ پیلیئر کے مقام پر قائم ہوئی۔ یہ وہ علاقہ ہے۔ جہاں پر عربی اثر عبد الرحمٰن ثانی کے وقت سے پھیل رہا تھا فرانس کا جنوبی حصہ ہی پہلے تہذیب سے بہرہ اندوز ہوا اس کے بعد شرلمین اور رومی کے زیر اثر درسگاہیں کھلیں۔ وہ بھی انہی کی وجہ سے۔ وہاں بھی عربی کی تعلیم دی جاتی رہی۔ ان یونیورسٹیوں کے بعد یورپ کی سب سے بڑی پیرس میں وجود میں آئی۔ انگلستان کے مایہ ناز سائنسدان راجر بیکن نے یہیں پر عربی تعلیم حاصل کی تھی پہلے یورپ کے طلباء اسلامی ممالک میں جا کر حصول تعلیم کرتے۔ اب انہی کے بدولت ان کیلئے یورپ میں درسگاہیں کھلیں اور وہ خود ہی اس میں پروفیسر بنے

اسلامی علوم کو یورپ میں اشاعت دینے کیلئے جو کوششیں فریڈرک شاہ جرمنی نے کی ہیں وہ سب سے زیادہ ہیں۔ اس بادشاہ نے بچپن میں پلرمو (جزیرہ صقلیہ) میں تعلیم حاصل کی اور وہ عربی تہذیب ہی میں پروان چڑھا۔ جب وہ جرمنی اور شمالی اٹلی کا بادشاہ ہو گیا۔ تو اس نے اپنی زیادہ تر توجہ اسلامی علوم کو اپنی سلطنت میں پھیلانے پر صرف کی اگرچہ شمالی اٹلی کو، اٹلی پر مسلمانوں کے حملوں سے لیکر صقلیہ پر نارمن قبضہ تک، مسلمانوں کے ساتھ میل جول کے مواقع ملتے رہے تھے اور نارمن بادشاہوں راجر اول و دوم نے بھی اسلامی تہذیب کو اٹلی و یورپ میں پہنچانے کی کوششیں کی تھیں۔ لیکن فریڈرک ثانی کی مسلسل اور باقاعدہ مساعی ان دو نارمن بادشاہوں سے بہت زیادہ تھیں اور انہیں کا نتیجہ تھا کہ شمالی اٹلی ان علوم کو سیکھنے کیلئے باقی یورپ سے پیش پیش ہو گیا گو وہاں پر اس کی مخالفت بہت ہوئی۔ لیکن شمالی اٹلی کا باقی یورپ کی نسبت جلد مہذب اور تعلیم یافتہ ہونا بتاتا ہے کہ اس کی مساعی بار آور ہوئیں۔

عربی علوم کے ساتھ اس بادشاہ کو بہت عشق تھا۔ اس لئے اس نے سپین کے ایک تعلیم یافتہ میکائل سکاٹ کو ۔۔ عربی کتب کے تراجم کا کام سپرد کیا۔ عربی فلسفہ کا اتنا دلدادہ تھا کہ ہر وقت وہ اسلامی ممالک کے علماء کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہتا تھا۔ جب اسے کسی مسئلہ میں کوئی الجھن پیش آتی۔ تو فوراً ان علماء سے دریافت کرتا۔ جب ایک ملک کے علماء کے جواب سے تسلی نہ ہوتی تو دوسرے ملک کو لکھتا۔ اس طرح اس نے جرمنی میں عربی فلسفہ کی ترویج کی۔ پوپ کے ساتھ اسے بھی عداوت ہو گئی تھی۔ وہ بھی کلیسا کا مخالف تھا اور اصلاحات چاہتا تھا اس نے اپنی ساری عمر اس میں صرف کر دی۔ لیکن بالآخر اس کو بھی پوپ کے سامنے جھکنا پڑا۔ ایک دفعہ پوپ نے اسے صلیبی جنگ میں حصہ لینے کا حکم دیا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں اسے جانا پڑا۔ وہاں پر جنگ میں اس نے کوئی نمایاں حصہ نہ لیا بلکہ مسلمان علماء کو اپنے پاس بلاتا اور علمی مسائل پر ان سے بحث و تمحیص میں وقت صرف کرتا۔ اس نے مسلمانوں کی ایک فوج بھی رکھی تھی۔ چنانچہ جب اس نے روم پر حملہ کیا تھا تو اسی فوج کو استعمال کیا۔ غرض یہ کہ جرمنی اور شمالی اٹلی کو مہذب بنانے کا کام اس شخص نے کیا جو تہذیب و تمدن اور فلسفہ و سائنس میں عربوں کا معتقد و دلدادہ تھا۔

بارھویں صدی سے سولھویں صدی تک عربی علوم میں سے ابن رشد کے فلسفہ نے یورپ میں بہت رواج پایا تھا۔ فلسفہ مدرسیہ نے اسی کے فلسفہ کو اختیار کر کے ترقی کی تھی۔ اسی فلسفہ کی تعلیم کیلئے پیڈوا یونیورسٹی وجود میں آئی تھی۔ اس یونیورسٹی میں بھی زیادہ مدرسین عرب اور یہودی تھے۔ یورپ میں اس کی کتابوں کے جس قدر تراجم ہوئے ہیں شاید عربی علوم میں سے کسی شاخ کی کتابوں کے نہیں ہوئے۔ عیسائی مذہبی لوگوں کو اس فلسفہ کے رد کیلئے امام غزالی کی کتاب تہافت الفلاسفہ سے مدد لینا پڑی۔ ایک طرف اگر عربی فلسفہ کی اشاعت ہوتی رہی۔ تو دوسری طرف اسی فلسفہ کی تردید کیلئے دیگر اسلامی کتب کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ ابن رشد پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ ارسطو کا ناقل اور شارح ہے اور کہ اس نے ارسطو کے فلسفہ پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی یورپ پر اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ کیونکہ یورپ اسی کے ذریعہ سے ارسطو کے فلسفہ سے روشناس ہوا۔ لیکن یورپ خود اس اعتراض کے زد میں آتا ہے۔ کیونکہ اگر ابن رشد بارھویں صدی میں ارسطو کی شرح و نقل کرتا ہے تو یورپ اس کے تین صدیاں بعد بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر یورپ بارھویں صدی میں ہی اس فلسفہ کو قبول کرتا اور آئندہ اس پر اضافہ کرتا رہتا تو آج یورپ فلسفہ میں تین صدیاں اور آگے ہوتا۔

غرض یورپین طلباء کے لئے اگر کوئی درسگاہیں تھیں تو وہ اسلامی ممالک کی تھیں۔ اگر وہ ان کے ملک میں کوئی قائم ہوئیں تو انہی کی بدولت۔ پڑھنے کو اگر کتابیں تھیں تو وہ عربوں کی کتابیں تھیں۔ تہذیب و تمدن، علم و فنون اور فلسفہ و سائنس کے ساتھ اگر ان کو کوئی واقفیت ہوئی تو وہ عربوں کے ذریعہ سے۔ مگر پھر بھی ان کے احسانات کا اعتراف نہ کرنا پرلے درجہ کی احسان فراموشی ہے اگر اس زمانہ میں یورپ اسلامی علوم کے ساتھ تعاون کرتا۔ تو آج یورپ صدیاں اور آگے ہوتا۔ ڈریپر اپنی کتاب یورپ کی دماغی ترقی میں مسلمانوں کے احسانات اور یورپ کی احسان فراموشی کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے:۔

"مجھے یورپ کے اس رویہ پر افسوس کرنا پڑتا ہے کہ اس نے اپنے لٹریچر میں مسلمانوں کے احسانات کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً وہ بہت عرصہ تک مخفی نہیں رہ سکتے۔ مذہبی تعصب اور قوم پرستی پر مبنی بے انصافی ہمیشہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عربوں نے یورپ پر اپنا دماغی اثر چھوڑا ہے جس کا عیسائی ممالک کو بہت جلد اعتراف کرنا پڑے گا۔ عربوں نے اسے آسمان پر اس طرح لکھا ہے کہ کبھی نہ مٹ سکے گا جس کو ہر وہ شخص پڑھ لیگا جو آسمان پر ستاروں کے نام پڑھ سکتا ہے۔"

ختم شد

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

—— حیدر آباد دکن ۹ جولائی۔ اعلیحضرت حضور نظام نے صرف خاص میں سے وائسرائے ہند کے جنگی فنڈ میں ۵۰ ہزار پونڈ کی رقم خطیر عطا فرمائی ہے۔

—— لندن ۹ جولائی۔ مغربی فرانسیسی افریقہ کی بندرگاہ میں فرانس کے ایک اور سب سے بڑے جنگی جہاز "رشیلو" کے خلاف کارروائی کر کے اسے ناکارہ کر دیا گیا ہے۔ اس جہاز کا وزن ۳۵ ہزار ٹن تھا اور اس کا شمار دنیا کے بہترین جنگی جہازوں میں ہوتا تھا۔

—— جبل الطارق ۸ جولائی۔ آج فرانسیسی طیاروں نے جبل الطارق پر حملہ کر کے برطانی جہازوں پر بم برسائے۔

—— انگلستان کے مختلف حصوں پر جرمن طیاروں کے فضائی حملے بدستور جاری ہیں۔

—— لاہور ۹ جولائی۔ خاکسار تحریک کے موجودہ لیڈر ڈاکٹر اسمٰعیل نامی کے حکم کے بعد کل اور آج یہاں خاکساروں کا کوئی مظاہرہ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ بیرونجات کے خاکسار لاہور سے واپس چلے گئے ہیں۔

—— لاہور میں خاکساروں کے مختلف مقدمات کی سماعت کا سلسلہ جاری ہے۔

—— لندن ۹ جولائی۔ آج پارلیمنٹ میں بتایا گیا کہ جنگ کے سلسلہ میں برطانیہ ۹۵ لاکھ پونڈ روزانہ خرچ کر رہی ہے۔

—— لندن ۹ جولائی۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ شام کے کمانڈر انچیف اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔

—— شملہ ۱۰ جولائی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ رائل انڈین آرمی سروس کور کی ۳۲ ۔ ٹی کمپنی فرانس میں گم ہو گئی ہے۔ اور قیاس ہے کہ جرمنوں نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔

—— وشی (فرانس) ۱۰ جولائی۔ آج یہاں فرانس کی نیشنل اسمبلی کا خفیہ اجلاس شروع ہوا جس میں آئین نو کے متعلق قرارداد منظور کی جائے گی۔

—— اس قرارداد کا مقصد یہ ہے کہ مارشل پیتان کو ڈکٹیٹر بنا دیا جائے۔ یہ قرارداد کل سینیٹ میں پاس ہو چکی ہے۔

—— لندن ۱۰ جولائی۔ سنگاپور میں ایک ۴۵ ہزار ٹن کے فرانسیسی جہاز کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ۴ ہزار ٹن کا ایک فرانسیسی جہاز "نواسکوشا" میں پکڑا گیا ہے۔

—— لندن ۱۰ جولائی۔ ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ روسی فوجیں ایران کی سرحد کو عبور کر کے ایران میں داخل ہو گئی ہیں۔

—— روما ۱۰ جولائی۔ کل بحر روم میں اطالوی اور برطانوی جنگی بیڑوں کے درمیان خونریز جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اٹلی کا کافی نقصان ہوا

—— کلکتہ ۱۰ جولائی۔ بلیک ہول کی یادگار کے خلاف ستیہ گرہ جاری ہے۔ آج صبح بھی پولیس نے پانچ رضا کاروں کو گرفتار کیا۔

—— قاہرہ ۱۰ جولائی۔ اطالوی طیاروں نے آج پیر روز روشنی میں اسکندریہ پر بمباری کی جس کی وجہ سے چالیس آدمی ہلاک اور ۴۰ مجروح ہوئے۔ عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا۔

—— لندن ۱۰ جولائی۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ سوویٹ روس نے ترکی کو الٹی میٹم دیا ہے کہ وہ دم دار دانیال کا قبضہ اس کے حوالے کر دے۔

—— لندن ۱۰ جولائی۔ ایک اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ ہنگری رومانیہ اور اطالیہ کے وزراء خارجہ کا اجلاس کل میونخ میں منعقد ہو رہا ہے

اس میں ہنگری کے وزیر اعظم بھی میونخ پہنچ گئے ہیں۔

—— ڈبلن ۱۰ جولائی۔ آئرلینڈ پر جرمن حملے کا شدید خطرہ ہے۔ بعض حلقوں کا خیال ہے کہ آئندہ میدان جنگ آئرلینڈ ہی ہوگا حملے کے خطرے کے پیش نظر سمندر میں سرنگیں بچھا دی گئی ہیں۔

—— لندن ۱۰ جولائی۔ ملک معظم نے ڈیوک آف ونڈسر کو جزائر بہاماس کا گورنر اور کمانڈر انچیف مقرر کیا ہے جزائر بہاماس جزائر غرب الہند کے قریب ہی واقع ہیں۔

—— بخارسٹ ۱۰ جولائی۔ شاہ کیرول والئے رومانیہ نے آئرن گارڈ کو خلاف قانون جماعت قرار دے دیا تھا۔ لیکن اس کے لیڈر جنرل سکیاس نے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آئرن گارڈ کی دوبارہ تشکیل شروع کر دی جس پر اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔

—— کٹک ۱۰ جولائی۔ اڑیسہ میں کثرت باراں کی وجہ سے دریاؤں میں طغیانی آگئی ہے۔ مہاندی بہت چڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے کٹک کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے

—— لندن ۱۰ جولائی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نے نہر پانامہ کے دونوں سروں پر بارودی سرنگوں کا جال بچھا دیا تھا۔ اب ان سرنگوں کو اور بھی زیادہ رقبے میں پھیلا دیا گیا ہے۔

—— پیرس ۸ جولائی۔ موسیو پیتان کی حکومت نے تمام جرمن قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔ لیکن جرمن حکومت نے ابھی تک فرانسیسی قیدیوں کو رہا نہیں کیا۔

—— چنگکنگ ۸ جولائی۔ جنرل چیانگ کائی شیک نے جنگ چین جاپان کی تیسری سالگرہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ گذشتہ تین سال کی جنگ میں سولہ لاکھ جاپانی سپاہی ہلاک، مجروح اور گرفتار ہوئے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی

ایک قادیانی بزرگ کے خط کے جواب میں

مندرجہ ذیل مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک قادیانی بزرگ کے خط کے جواب میں رقم فرمایا تھا۔ چونکہ اس میں بعض اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لہذا اسے قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

مکرم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پہنچا۔ بلاشبہ ہماری واقفیت بہت پرانی ہے اور نہ بھی ہو تو خط لکھنے میں جب غرض کسی مسئلہ کو صاف کرنا ہو۔ کوئی ہرج نہیں۔ البتہ مجھے اس بات پر ہمیشہ تعجب رہا ہے کہ ۱۹۳۰ء میں جو خط آپ نے مجھے مولوی عبد الکریم وغیرہ کا معاملہ قادیان میں پیش ہونے پر لکھا تھا اس کے بعد آپ میاں صاحب کی بیعت میں کیونکر رہ سکے۔

آپ نے میرے مضمون مندرجہ اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۷ ارجون ۱۹۷۰ء پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے۔ کہ بعض قادیانی بزرگوں نے جو خطوط مجھے لکھے ہیں۔ ان کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کہ ان خطوط میں جو نبیوں کے کلموں کا ذکر ہے اس کا ماخذ کیا ہے۔ اور آپ کا یہ خیال ہے کہ چونکہ ان نبیوں کی زبان عربی نہ تھی۔ اس لئے ان کا یہ کلمہ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ آپ کو کلمے کے لفظ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ کسی نبی کے کلمہ سے مراد وہ اقرار ہے جو وہ نبی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کیلئے اپنے پیروؤں سے لیتا رہا۔ اس کی زبان کوئی ہو یہی ہر نبی کا کلمہ تھا اور یہی اس نبی کے دین کی بنیاد تھا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار سب انبیاء میں مشترک ہے۔ اس لئے نئے نبی کے آنے پر نبوت کا اقرار بدل جاتا تھا اور جو شخص اس نبوت کا اقرار نہ کرتا وہ کافر تھا اس پر خود میاں محمود احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب کی تحریریں شاہد ہیں۔ جن کے حوالے دینے کی مجھے ضرورت نہیں۔

چنانچہ میاں محمود احمد صاحب نے ان لوگوں کو جو حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اور میاں بشیر احمد صاحب نے یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص جو محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لاتا ہو مگر حضرت مسیح موعود پر ایمان نہ لاتا ہو۔ وہ پکا کافر ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ قادیانی رہنماؤں کے نزدیک آج کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ آپ اس خطرناک عقیدہ کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے اور یہی حالت دوسرے قادیانی بزرگوں کی ہے کہ اصل مسئلہ جو اختلاف کا موجب ہے اس کی طرف وہ قطعاً نہیں آنا چاہتے اور وہ مسئلہ یہی ہے کہ آیا آج کوئی شخص حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لانے کے بغیر مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ قادیانی عقیدہ یہ ہے کہ نہیں ہو سکتا۔ اور آپ خود دوسروں کو غلو کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس غلو سے پاک قرار دیتے ہوئے۔ اس مسئلہ میں صفائی سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے اس کو یہ کہہ کر ٹالنا چاہا ہے کہ حضرت صاحب کسی نہ کسی رنگ میں نبی تھے اور نبی کا انکار کیا ہوگا۔ تو آپ صفائی سے یہ کیوں نہیں لکھتے کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے اور ان کی نبوت پر ایمان لانے کے بغیر آج کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ قرار پائے گا اور جب کلمہ منسوخ ہو گیا تو وہ دین جس کی بنیاد وہ کلمہ تھی خود منسوخ ہو گیا۔

دوسرا سوال۔ آپ نے یہ پوچھا ہے کہ مسیح موعود کی پوزیشن کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ اگر وہ محض ایک عالم ہیں تو پھر ان کی کوئی دعوت نہیں۔ اور اگر مجدد ہیں تو پھر انکے نہ ماننے سے فسق لازم آئے گا۔ پھر فسق پر اصرار کرنے کا کیا حشر ہوگا؟ پھر آپ یہاں گول مول کر گئے ہیں۔ آپ خود ہی فرما دیجئے کہ کیا حشر ہوگا۔ کیا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کا بھی نہ ماننا فسق ہے۔ تو اگر آپ کا یہی مذہب ہے کہ کوئی شخص جو خدا اور رسول صلعم کے کسی حکم کو نہیں مانتا فاسق ہے۔ اور پھر فسق پر اصرار کر کے کافر بن جاتا ہے تو فرمائیے آپ خود یا آپ کی ساری جماعت خدا اور اس کے رسول صلعم کے جملہ احکام کی پوری فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یا اس جماعت میں ایسے بھی لوگ ہیں جو بعض احکام کو نہ مانتے ہوں؟ تو پھر احمدی بھی اس کفر کے دائرے کے اندر آ جائیں گے جس میں آپ دوسروں کو لانا چاہتے ہیں سب مجھے تعجب ہے کہ آپ لوگ حضرت صاحب کی تحریروں کو کبھی توجہ سے نہیں پڑھتے۔ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۸ء میں اپنی وفات سے کچھ پیشتر لاہور میں ایک تقریر کی تھی۔ اور اس تقریر کو حجۃ اللہ کے نام سے حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے شائع بھی کیا تھا۔ اس میں صاف طور پر حضرت مسیح موعود نے یہ فرمایا کہ جس طرح پر نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور سچ بولنا وغیرہ خدا اور رسول کے احکام ہیں۔ اسی طرح مسیح موعود کا ماننا بھی خدا اور رسول صلعم کا ایک حکم ہے اور جو شخص خدا اور رسول کے کسی حکم کو نہیں مانتا وہ ایمان کے زیور سے آراستہ نہیں یعنی اس کا ایمان کمال کو نہیں پہنچا۔ اس تقریر میں اپنے ماننے کو حضرت صاحب نے ایسا ہی ایک حکم قرار دیا ہے جس طرح پر شریعت کے دوسرے احکام ہیں۔ اور جو بات کسی اور حکم کے نہ ماننے سے لازم آتی ہے۔ وہی مسیح موعود کے نہ ماننے سے لازم آتی ہے

آپ پوچھتے ہیں کہ مسیح موعود کی پوزیشن کیا ہے؟ مجھ سے دریافت کرنے کی بجائے آپ یہی سوال جناب میاں صاحب سے کر سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ کی پوزیشن کیا تھی کیونکہ آپ لوگوں کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ ۱۹۰۱ء میں کیا۔ تو پہلے آپ قادیان سے یہ صاف کر دیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کیا تھی۔ پھر آپ نے لکھا ہے کہ اگر وہ مجدد ہیں تو بھی ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ یہ تو درست ہے۔ لیکن اسی رنگ میں تسلیم کرنا ضروری ہے۔ جس طرح باقی مجددوں کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اب آپ خود غور کر لیں کہ آیا وہ لوگ جو کسی مجدد پر ایمان نہیں لائے تھے۔ کیا وہ سب کے سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج تھے۔ پھر تعجب ہو کہ اتنی ایسی بیہودہ سے نتیجہ وہ نکالا جاتا ہے جس کی حضرت مسیح موعود نے خود کھلے الفاظ میں تردید کی ہے اور اس کا تا قیامت کوئی قادیانی جواب نہیں دے سکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن قادیانی بزرگ پیچ در پیچ تاویلات سے انہیں کافر بنانا چاہتے ہیں اور جس بات کی حضرت مسیح موعود نے حکم و عدل نے خود تردید کی ہے اسے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اب آپ کے نزدیک حکم و عدل مسیح موعود نہیں بلکہ میاں صاحب ہیں یا آپ خود ہیں۔

پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت صاحب نے کھلے الفاظ میں ہی یہ نہیں فرمایا کہ ان کے دعویٰ کا انکار کرنیوالا کافر نہیں بلکہ اپنے عمل سے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے کے فتوے دیکر اور خود ان کے جنازے پڑھ کر ان پر ایسی تصدیق کی مہر لگا دی جس کو قادیانی جماعت قیامت تک توڑ نہیں سکتی۔ اور انشاء اللہ آپ کو ایک نہ ایک دن یہ عقیدہ چھوڑنا پڑیگا۔ بشرطیکہ آپکے دل میں حضرت مسیح موعود کی وہ عزت ہو جو مسیح موعود کا دعویٰ زبانی ہو یوں تو آپ کو نبی مانا جاتا ہے۔ مگر بات مسیح موعود کی نہیں مانی جاتی بلکہ جو کچھ میاں صاحب کے منہ سے نکل جائے۔ وہ مانا جاتا ہے۔

تیسرا سوال۔ آپ لفظ نبی کے استعمال میں پناہ لیتے ہیں اور آپ نے اس کو بڑی بھاری دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو یا ایہا النبی اطعموا الجائع والمعتر الہام ہوا تھا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ آج تک کسی مجدد کو اللہ تعالیٰ نے لفظ نبی سے مخاطب نہیں کیا۔ افسوس ہے کہ اس بارے میں آپ کا علم بہت محدود ہے۔ مجدد تو ایک طرف رہے معمولی اولیاء کو بھی اللہ تعالیٰ کا لفظ نبی سے مخاطب کرنا ثابت ہے۔ اس کی ایک شہادت تو آپ خان بہادر ولادر خان صاحب سے لے سکتے ہیں۔ کہ کیا ان کے علاقہ میں جو ایک بزرگ کوٹھے والے گزرے ہیں۔ ان کے الہامات میں لفظ نبی سے خطاب پایا جاتا ہے یا نہیں۔ اور ابھی تین چار دن کی بات ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو کلکتہ سے ایک صوفی صاحب کا خط آیا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہامات میں کئی بار لفظ نبی سے مخاطب کیا ہے۔ اور پھر یہ امر مسلم ہے اور خود حضرت صاحب نے اس کو لکھا ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت کسی ولی کو الہام ہو سکتی ہے۔ مگر وہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہوتی اس میں سب کچھ آ جاتا ہے۔

مگر مجھے قادیانی بزرگوں کی اس جرأت پر بار بار تعجب آتا ہے کہ وہ ملہم کے الہام پر تو اتنا زور دیتے ہیں اور جو اس نے خود تشریح کی ہے اس کو پرکاہ کے برابر وقعت دینا پسند نہیں کرتے۔ کیا حضرت صاحب نے بار بار یہ نہیں لکھا کہ اس لفظ نبی سے جو میرے الہامات میں یا حدیث میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے مراد محض مجاز اور استعارہ ہے اور خود ہی یہ بھی تصریح فرما دی ہے کہ محدث کو بھی مجازی طور پر نبی کہا جاتا ہے اور یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ جو شخص اس لفظ کو ناپسند کرتا ہو وہ اسے کٹا ہوا سمجھ کر اس کی جگہ لفظ محدث رکھ لے۔ اسی طرح پر آپ لفظ امتی نبی کو تو لے لیتے ہیں۔ لیکن اس بات پر کبھی غور نہیں کرتے کہ امتی نبی کی تشریح حضرت مسیح موعود نے یہ کی ہے۔ کہ اس سے مراد مجدد ہے اور اس لئے فرمایا کہ میرے لئے صرف لفظ نبی استعمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گناہوں سے بچنے کا واحد طریق اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ہے

گناہوں سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ انسان کو اس بات پر کامل یقین ہو جائے کہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور وہ ہر فعل کی جزا و سزا دیتا ہے جب تک اس اصول پر یقین کامل نہ ہو تب تک گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدا ہے اور ہونا چاہیئے یہ دو فقرے ہیں جن میں بہت بڑے فکر اور غور کی ضرورت ہے۔ پہلی بات یہ کہ خدا ہے یہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کی تہ سے نکلتی ہے اور دوسری بات یہ کہ خدا ہونا چاہیئے محض قیاسی اور ظنی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو فلاسفر یا حکیم ہو وہ صرف نظام شمسی اور دیگر اجرام و مصنوعات عالم پر نظر کر کے صرف اتنا ہی کہہ دے کہ اس ترتیب محکم اور ابلغ نظام کو دیکھ کر وہ کہتا ہے کہ ایک مدبر اور حکیم و علیم صانع کی ضرورت ہے تو اس کہدینے سے انسان یقین کے اس درجہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا جس تک وہ شخص جو خود خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو کر اور اس کی تائیدات کے چمکتے ہوئے نشان اپنے ساتھ رکھ کر کہتا ہے کہ واقعی ایک قادر مطلق خدا ہے۔ ایسا شخص معرفت اور بصیرت کی آنکھ سے اسے دیکھتا ہے۔ اسلئے ان ہر دو اشخاص میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک حکیم یا فلاسفر جو صرف قیاسی طور پر خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل ہے سچی پاکیزگی اور خدا ترسی کے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ صرف ضرورت کا علم کبھی بھی اپنے اندر وہ قوت اور طاقت نہیں رکھتا کہ خدا تعالیٰ کا رعب پیدا کر کے اسے گناہ کی طرف دوڑنے سے بچا لے اور اس تاریکی سے نجات دیدے جو گناہ سے پیدا ہوتی ہے لیکن وہ شخص جو براہ راست خدا تعالیٰ کا جلال آسمان سے مشاہدہ کرتا ہے وہ نیک کاموں اور وفاداری اور اخلاص کیلئے اس الٰہی جلال کیساتھ ہی ایک قوت اور روشنی حاصل کرتا ہے جو اسے بدیوں سے بچا لیتی اور تاریکی سے نجات بخشتی ہے۔ (۱۶ / نومبر ۱۹۰۱ء)

اعلانات

"عیسویت کا آخری سہارا"

اس نام سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ٹریکٹ مدت ہوئی شائع ہوا تھا اس کی کوئی کاپی اب دفتر میں موجود نہیں، اگر کسی صاحب کے پاس اس کی کوئی کاپی ہو اور وہ عاریتاً مرحمت فرما سکیں تو ذیل کے پتہ پر بھیجکر ممنون فرمائیں۔ فارغ ہونے پر انہیں احتیاط کیساتھ واپس کر دی جائیگی۔

خاکسار۔ جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

اپنے قلمی معاونین کی خدمت میں درخواست

"پیغام صلح" کے محدود صفحات میں غیر معمولی طویل مضامین اور مراسلوں کیلئے جگہ نکالنی بہت مشکل ہے احباب اور معزز قلمی معاونین حتی الامکان اختصار سے کام لیا کریں آیندہ سوائے خاص حالات کے تین قطعے سے زیادہ طویل کوئی مضمون درج اخبار نہیں کیا جائیگا۔ (خاکسار مدیر)

ایک ضروری اعلان

انجمن نے رسید بک ۳۲ میں سے رسیدات از ۳۲۸۱ تا ۳۳۰۰ منسوخ قرار دی ہیں۔ ان رسیدات پر کوئی صاحب کسی کو چندہ برائے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نہ دیں۔ رسید بک ۳۲ منشی نور محمد صاحب مرحوم ڈیرہ غازیخان کو دی گئی تھی۔ ابھی مذکورہ بالا نمبروں کی رسیدات ان کے ذمہ تھیں کہ وہ انتقال فرما گئے لہذا انجمن کو یہ فیصلہ اور اعلان کی ضرورت پیش آئی۔ (خاکسار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ)

ماہوار چندے فی الفور ارسال فرمائیں

جن جماعتوں اور احباب نے اپنے ماہوار چندے تا حال ارسال نہیں فرمائے وہ براہ کرم فی الفور ارسال فرماویں جیسا کہ پہلے بھی متعدد مرتبہ اعلان کیا جا چکا ہے ماہوار چندے حتی الوسع ۱۵ / تاریخ تک مرکز میں بھیجدیئے جایا کریں۔

ضرورت ملازمت

ایک موٹر ڈرائیور کو ملازمت کی تلاش ہے کسی دوست کو موٹر ڈرائیور کی ضرورت ہو یا وہ ملازمت دلا سکتے ہوں تو ضرور توجہ فرمائیں۔ خط و کتابت جناب سیکرٹری صاحب انجمن کی معرفت کی جانے۔

ماہ رجب قریب آ رہا ہے۔ ہندوستان میں یہ مہینہ **ادائیگی زکوٰۃ** کے لئے مخصوص ہے۔ تمام جماعتیں زکوٰۃ کی فراہمی اور اسے مرکز میں ارسال کرنے کے متعلق ابھی سے انتظام شروع کر دیں۔ زکوٰۃ کا قومی بیت المال میں جمع ہو کر ایک نظام کے ماتحت خرچ ہونا ضروری ہے۔

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ | نمبر ۴۲

اشتعال انگیزی کا بے بنیاد قادیانی الزام

مسئلہ کفر و اسلام سے پہلوتہی کی نئی ترکیب

آجکل ایک صاحب ملک محمد عبداللہ "الفضل" کے صفحات پر بہت نمایاں ہو رہے ہیں۔ ان کا طریق استدلال و انداز تحریر مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری سے بہت کچھ ملتا ہے یعنی اس میں معقولیت نہیں ہوتی۔ دلائل کی کمی کو غلط بیانیوں اور جذبات انگیزی سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس قسم کے "اہل قلم حضرات" کسی جماعت کیلئے کس حد تک مفید اور باعث فخر ہو سکتے ہیں۔

ملک صاحب مذکور کا ایک مضمون ۱۰ر جولائی کے "الفضل" میں "غیر مبائعین اور دوسرے مسلمان" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:-

"غیر مبائعین کا شروع سے یہ مسلک اور طریق رہا ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کے خلاف طرح طرح سے بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے وہ عموماً ہر موقع پر مسئلہ کفر و اسلام کو پیش کرتے ہیں۔ اور اسے اس بارہ میں ایک مؤثر حربہ سمجھتے ہیں۔ ان کے حضرت امیر کا کوئی خطبہ ہو۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا کوئی مضمون ہو اور دوسرے غیر مبائعین کی کوئی تحریر ہو، عام طور پر ان سب کی تان اسی بات پر ٹوٹے گی۔ کہ جماعت احمدیہ (قادیانیہ) دوسرے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان نہیں سمجھتی۔ اور اس طرح مسلمانوں کے جذبات کو ہمارے خلاف مشتعل کیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اپنے آپ کو یہ لوگ مسلمانوں کے انتہائی خیر اندیش قرار دیتے ہیں۔ ان کی خوشنودی کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ تعلیم اور جماعت احمدیہ کے عقائد کو ترک کر چکے ہیں۔"

کچھ عرصہ ہوا جناب خلیفہ صاحب کے چھوٹے بھائی جناب میاں بشیر احمد صاحب نے مسئلہ کفر و دون کفر پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور پر اشتعال انگیزی کا اسی قسم کا غلط الزام لگایا تھا جس کا جواب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے، ۱۱ جون سنہ کے "پیغام صلح" میں شائع ہو چکا ہے۔ کفر و اسلام کا مسئلہ جو کہ قادیانی دوستوں کیلئے بے حد تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے۔ اشتعال انگیزی کا یہ بے بنیاد الزام اس سے جان بچانے کی ایک نئی "ترکیب" ہے۔ اس میں غلط بیانی کے علاوہ اضطرار و اضطراب کا بھی بہت کچھ دخل ہے۔ اس لئے یہ "ترکیب" کسی لحاظ سے بھی ان کیلئے مفید نہیں ہو سکتی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب خلیفہ صاحب قادیان اور ان کے مریدوں کی بہت بڑی اکثریت غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے۔ اس کے متعلق ان کے واضح اعلانات بیشمار کتابیں اور مضامین موجود ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ عقیدہ اسلام اور احمدیت کے سخت خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے نہ ماننے والوں کو ہرگز کافر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہا۔ بلکہ فرمایا کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا ہے۔ اس محمودی عقیدہ کی زد براہ راست اسلام کی بنیاد پر پڑتی ہے اور اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ کلمہ اور اس کے ساتھ ہی دین اسلام منسوخ ہے۔

لہذا ہم اس عقیدہ کی پر زور تردید کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ ہی دونوں جماعتوں میں اختلاف کی اصل جڑ ہے اس لئے ہمارے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب خلیفہ قادیان کو اس پر فیصلہ کن بحث کی دعوت دی اور اسی غرض سے ہمارے دوسرے بزرگ اور مضمون نگار بھی اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں لیکن جناب خلیفہ صاحب تا ایں میدان مقابلہ میں تشریف نہیں لاتے۔ بلکہ اسکی بجائے اپنے مریدوں اور تنخواہ دار مبلغوں کو آگے کر دیتے ہیں۔ جن کا سب سے بڑا حربہ اس قسم کے غلط و بے بنیاد الزامات ہیں۔

ہم قادیانی حضرات سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ اور ان کے خلیفہ صاحب تمام غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے؟ کیا ان کے خلیفہ صاحب نے بار بار اپنی تقریروں، کتابوں اور رسالوں میں اس پر زور نہیں دیا؟ کیا انہوں نے مختلف مواقع پر یہ نہیں فرمایا کہ:-

"ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں"۔ (انوار خلافت صفحہ ۹۰)

"نہیں نہ صرف اسکو جو آپ (حضرت مسیح موعودؑ) کو کافر نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبان سے بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن بیعت میں اسے کچھ توقف ہو کافر قرار دیا گیا ہے"۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں"۔ (آئینہ صداقت)

اگر قادیانی حضرات کا عقیدہ فی الحقیقت یہی ہو اور مندرجہ بالا ارشادات ان کے خلیفہ صاحب ہی کے ہیں۔ تو پھر ہمارا یہ کہنا کہ قادیانی غیر از جماعت کلمہ گو مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں کس طرح اشتعال انگیزی ہو سکتا ہے؟ اگر کسی عقیدہ کا محض ذکر اشتعال انگیزی ہے تو پھر اس شخص اور جماعت کو کیا کہا جائیگا۔ جس نے کہ یہ عقیدہ اختراع کیا۔ اس پر اس قدر زور دیا۔ اور اب تک اس عقیدہ کو مانتے چلے آ رہے ہیں۔ ہماری پوزیشن نہایت مستحکم اور بالکل واضح ہے۔ دلائل ہمارے پاس ہیں ہمیں اشتعال انگیزیوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ جناب خلیفہ صاحب ایک مرتبہ کہدیں کہ ہم نے اس عقیدہ کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہم ہرگز نہیں کہینگے کہ قادیانی غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ یہ کہنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اور بدستور اسی عقیدہ پر قائم ہیں تو پھر قادیانی حضرات کو اشتعال انگیزی کا الزام دینے کی بجائے ہمارا ممنون ہونا چاہئے کہ ہم ان کے ایک بنیادی عقیدہ سے دنیا کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ ملک صاحب کا یہ الزام بھی از سر تا پا غلط ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کی پاکیزہ تعلیم اور جماعت احمدیہ کے بنیادی اصول اور عقائد ترک کر دیئے ہیں ـــــ یہ ہم پر ایک بہتان عظیم ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود اور احمدیت کے تمام عقائد و تعلیمات پر قائم ہیں۔ اور ان کو پورے طور پر مانتے ہیں۔ اس نزاع کے خاتمہ کی مؤثر اور احسن تدبیر یہی ہے کہ ملک صاحب اپنے

"قادیانی یوم تبلیغ"

قادیانی "یوم تبلیغ" جس کے متعلق محمودی اخبارات میں کئی ہفتوں سے اعلانات و ہدایات چھپ رہی تھیں اور جس کا بہت چرچا کیا جا رہا تھا۔ ۱۴ر جولائی کو خاموشی کے ساتھ آیا اور کامل سکون سے گزر گیا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

جناب خلیفہ صاحب کی ہدایت خاص کے مطابق قادیان سے تمام محمودی حضرات کے نام احکام جاری ہوئے تھے کہ اس موقع پر عام مسلمانوں کے علاوہ جماعت احمدیہ لاہور میں خصوصیت کے ساتھ قادیانیت کی تبلیغ کی جائے۔ دوسرے مسلمانوں میں ان حضرات نے اپنے عقائد کی تبلیغ کس طرح اور کس حد تک کی؟ اس کے متعلق ہم پورے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن جہاں تک جماعت احمدیہ لاہور کا تعلق ہے۔ ان کا "تبلیغی جوش" کچھ ٹھنڈا ہی رہا۔ اور اس طرح ہماری وہ توقعات جو قادیانی "یوم تبلیغ" کے ساتھ وابستہ تھیں بہت بڑی حد تک پوری نہ ہو سکیں۔ اب تک ہمیں جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد مقامات پر تو قادیانی حضرات نے مقامی خلافت کے تاکیدی احکامات کے باوجود جماعت احمدیہ لاہور کے افراد تک پہنچنے کی زحمت ہی گوارا نہ فرمائی۔ ہمارے احباب منتظر ہی رہے۔ اور جہاں کہیں انہوں نے اس کی جرأت کی۔ وہاں کلمہ کے متعلق سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور مسئلہ کفر و اسلام کو جو کہ اختلاف کی اصل جڑ ہے چھوا تک نہیں۔ لاہور میں قادیانی جماعت کے مقامی اکابر میں سے تو کسی نے ہمارے ہاں آنے کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔ البتہ ایک تنخواہ دار مبلغ چند غیر معروف نوجوانوں کو لیکر احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے لیکن مسئلہ کفر و اسلام کا ذکر آتے ہی باوجود اصرار کے تشریف لے گئے۔

ہمارے خیال میں محمودی حضرات کے اس طرز عمل اور اجتناب کی بڑی وجہ خود خلیفہ صاحب کا طرز عمل ہے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کے نام تو حکم جاری کر دیا کہ ۱۴ر جولائی کو "غیر مبائعین" میں خصوصیت کے ساتھ قادیانی مذہب کی تبلیغ کی جائے۔ لیکن خود میدان عمل میں نہ آئے۔ حالانکہ ان کا فرض تھا کہ وہ اس موقع پر مردانہ وار آگے آتے اور ہمارے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی فیصلہ کن بحث کے متعلق دعوت کو قبول فرماتے جس کی کہ بار بار یاد دہانی کرائی جا رہی ہے ـــ خلیفہ صاحب کو اپنے مریدوں کی اندھی عقیدت اور اپنی جماعت کی ظاہری تنظیم پر خواہ کس قدر ہی اعتماد کیوں نہ ہو۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر سردار مقابلہ کے وقت روپوشی و پہلوتہی اختیار کرے تو عقیدت و تنظیم کے باوجود جماعت صحیح و صالح جوش عمل سے بالعموم محروم رہتی ہے۔

۱۴ر جولائی کا قادیانی "یوم تبلیغ" اگر فی الحقیقت قادیانیت کی تبلیغ کیلئے تھا تو افسوس یہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اگر اس کی اور کوئی غرض تھی تو پھر اسکی کامیابی و ناکامی کا اندازہ قادیانی حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ جب کوئی مضبوط دلائل پاس نہ ہوں کسی مفید اور ٹھوس کام کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ملے تو ہزاروں لاکھوں کی جماعت کو قابو میں رکھنے کیلئے آخر کوئی تدبیر کرنی ہی پڑتی ہے ـــ ہو سکتا ہے کہ یہ "یوم تبلیغ" اسی قسم کی ایک تدبیر ہی ہو ـــ بہرحال قادیانی یوم تبلیغ کی غرض خواہ کچھ ہی ہو۔ یہ دبے پاؤں آیا اور تیزی کے ساتھ گذر گیا۔ لیکن فیصلہ کن بحث کے متعلق جناب خلیفہ صاحب سے ہمارا مطالبہ بدستور قائم ہے۔ بہتر یہی ہے کہ وہ میدان مقابلہ میں آ ہی جائیں +

صاحب کو فیصلہ کن بحث کیلئے میدان میں لائیں۔ اس بحث سے دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ عقائد کس نے تبدیل کئے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی تعلیمات اور عقائد کو کس نے ترک کیا ہے؟ کس ہر جناب خلیفہ صاحب کو تامل کیوں ہو۔ ان کی جرأت کے ...

ان کی گستر بیدوں کی الزام تراشیوں سے ہرگز پوری نہیں ہو سکتی ہے ـــ غیر از ... علاوہ قادیانی حضرات کے بھی ہیں اور ہماری دلی خواہش اور انتہائی کوشش یہی ہے کہ وہ غلو پرستی سے نجات پا کر راہ راست

شذرات

گاندھی جی اور زکوٰۃ

گاندھی جی پر سوال کیا گیا تھا کہ ہندوستان میں گداگری کا انسداد کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے وہ اپنے اخبار "ہریجن" میں لکھتے ہیں کہ:-

"عوام کی مالی حالت میں مساوات پیدا کی جائے۔ موجودہ وقت میں اونچ نیچ ہے۔ اس کا ایک بھاری سوشل برائی کی صورت میں مقابلہ کیا جانا چاہیئے۔ کسی زندہ سوسائٹی میں چند آدمیوں کے پاس سرمایہ اکٹھا ہوجانا اور لاکھوں کا بیکار ہونا ایک عظیم گناہ یا مرض ہے۔ جس کا علاج ہونا چاہیئے"!

گاندھی جی کی تشخیص اور ان کا پیش کردہ حل بہت بڑی حد تک صحیح ہے۔ موجودہ زمانہ میں مالی مساوات پیدا کرنے کی بیحد ضرورت ہے۔ اور اس کے نہ ہونے سے طرح طرح کے مفاسد پیدا ہو رہے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مالی مساوات کس طرح پیدا کی جائے۔ اس کا عملی طریق کیا ہے؟ اس کے متعلق گاندھی جی نے کچھ نہیں بتایا۔ اشتراکیت کو تو وہ پسند نہیں کرتے۔ اور یہ صالح و عملی مساوات پیدا کرنے میں ناکام بھی ہوچکی ہے۔ ہندو دھرم اور عیسائیت بھی اس معاملہ میں نوع انسانی کی امداد سے قاصر ہیں۔ اس بارہ میں صرف دین فطرت کی تعلیمات و احکامات ہی اولاد آدم کی رہنمائی و دستگیری کرسکتے ہیں۔ جس نے آج سے چودہ سو برس قبل فریضہ زکوٰۃ کے ذریعہ مالی عدم مساوات اور سرمایہ داری کا خاتمہ کردیا اور ہکا دکر کہا۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کے (مقررہ حصہ) کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دو) جن مفاسد کی تباہ کاریاں کو دنیا آج محسوس کررہی ہے۔ اس کے انسداد کے طریقے قرآن نے صدیوں پیشتر بتا دیئے تھے۔ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو گاندھی جی کے مندرجہ بالا الفاظ نظام زکوٰۃ کی ضرورت کے واضح اعتراف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات

گذشتہ چند سال کے عرصہ میں ہندوستان کے اکثر صوبوں میں بکثرت ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ لیکن پنجاب اس وبا سے بہت بڑی حد تک محفوظ رہا۔ بدقسمتی سے ایسے عناصر موجود ہیں۔ جنہیں تقاضائے فطرت اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر ایک اسلامی صوبے کا امن گوارا نہیں۔ وہ پس پردہ برابر مصروف کار رہے۔ آخر ان کی نامبارک کوششوں کا منحوس نتیجہ سرگودھا کے مسلم سکھ فساد اور گوجرانوالہ کے اسناک واقعہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

گوجرانوالہ میں بات زیادہ نہیں بڑھی۔ حالات پر جلد قابو پالیا گیا۔ سرگودھا کے واقعات سرکاری اطلاعات اور ذمہ دار حضرات کے چشم دید بیانات کے ذریعے پبلک کو معلوم ہوچکے ہیں۔ ہندو اخبارات اور ان کے نامہ نگاروں کی شرمناک غلط بیانیوں کی حقیقت بھی واضح ہوچکی ہے۔ جو لوگ اس فساد کے ذمہ دار ہیں اور جنہوں نے اس آگ کو ہوا دیکر اس کے شرارے پنجاب کے دوسرے مقامات پر پہنچانے کی کوشش کی۔ ان سے حکومت و قانون خود نپٹ لیں گے۔ لیکن ہم اس قدر ضرور کہیں گے کہ موجودہ نازک زمانہ میں فسادی عناصر سے کسی قسم کی نرمی ہرگز روا نہیں رکھنی چاہیئے۔ ورنہ سرگودھا کا ہنگامہ خدا جانے کتنے خونیں فسادوں کا دیباچہ بن جائیگا۔ یہ امر قابل اطمینان ہے کہ اس فساد میں مسلمانوں نے کئی مواقع پر سکھوں اور ہندوؤں کی انتہائی اشتعال انگیزیوں کے باوجود کامل ضبط و صبر سے کام لیا۔ امید ہے کہ آئندہ بھی مسلمان ہر جگہ ایسا ہی کرینگے لیکن حکومت کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس فساد کے دوران میں ہندو اور سکھوں کی طرف سے اسلحہ کی نمائش اور تیزاب کے استعمال کی وجہ سے اسلامی علقوں کے اس خیال کو اضطراب انگیز تقویت پہنچی ہے۔ کہ برادران وطن نے صوبہ کے تمام علاقوں میں اسلحہ اور تیزاب کی مقدار کثیر ذخیرہ کرلی ہے۔ اور ہر جگہ اس کا مصرف کچھ اسی قسم کا ہوگا۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کی باقاعدہ تحقیق کرکے اسلحہ اور تیزاب ذخیرہ کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دے۔ اب تک اس بارہ میں جو کچھ ہوا ہے وہ نہایت غیر موثر اور بالکل ناکافی ہے۔

نازی ضابطہ اخلاق

نیویارک کی بعض نسوانی انجمنوں کو یورپ کے غیر جانبدار ممالک کی وساطت سے جرمن عورتوں کی جو دردناک شکایات موصول ہوئی ہیں۔ ان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ:-

"کنواری لڑکیوں کو شادی کے بغیر بچے پیدا کرنے اور شادی شدہ عورتوں کو مقامی سپاہیوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کئی لڑکیوں اور شادی شدہ عورتوں نے اس زندگی سے تنگ آکر خودکشی کرلی ہے۔ عورتوں کو کارخانوں میں اور فوجی بارکوں میں کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جہاں ان کی آبرو محفوظ نہیں۔ اور کئی عورتیں اسی وجہ سے امراض خبیثہ میں مبتلا ہوگئی ہیں۔ مگر ان کے علاج کی کوئی پروا نہیں کی جاتی ہے"۔

نازی ازم کے وحشیانہ افعال اور غیر انسانہ حرکتیں تو بکثرت دنیا کے سامنے آچکی ہیں۔ اب اس کا ایک حیا سوز اور غیرت کش کارنامہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ جرمنی پر جنگ و فوج کشی کا جنون سوار ہے۔ وہ اس کیلئے ہر ایک فعل جائز سمجھتا ہے۔ شرافت، انصاف اور معاہدات کی تو اسے پہلے بھی زیادہ پروا نہ تھی۔ لیکن اب وہ عورتوں کی عصمت بلکہ سارے ضابطہ اخلاق کو تباہ کرنے پر آمادہ ہوگیا ہے نازی ازم کی تباہی کا دن دنیا کیلئے بڑا ہی مبارک دن ہوگا۔

چودھری سلطان محمود کو صدمہ

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے عزیز دوست چودھری سلطان محمود صاحب کارکن دارالکتب اسلامیہ کا پانچسالہ بچہ افتخار احمد میو ہسپتال لاہور میں کل ۱۵ر جولائی سنہ۴۰ء کو بوقت ۷ بجے شام گلے کے اپریشن سے بحالت کلوروفارم فوت ہو گیا۔ نہایت پیارا بچہ تھا۔ اس کی موت نہ صرف چودھری سلطان محمود صاحب بلکہ ان کے تمام دوستوں کیلئے صدمہ عظیم کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نعم البدل عطا فرمائے اور اس حادثہ عظیم کے برداشت کی طاقت اور صبر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین +

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدرالدین صاحب بوٹ کشمیر تشریف لیگئے

— جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم رئیس جھنگ ۱۵ر جولائی کو لاہور تشریف لائے۔ میانصاحب موصوف تبدیل آب و ہوا کی غرض سے شملہ جارہے ہیں۔ وہاں ان کا قیام اپنے صاحبزادے میاں غلام عباس صاحب کے ہاں ہوگا۔

— ہمارے محترم دوست جناب جمعدار آزاد خانصاحب پولیٹیکل نائب تحصیلدار وانہ خیل (وزیرستان) کو ملک معظم کی سالگرہ کی تقریب پر "خانصاحب" کا خطاب ملا ہے۔ ہم اس عزت افزائی پر خانصاحب موصوف کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

— جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی والدہ محترمہ بعارضہ تپ محرقہ علیل ہیں۔

— جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی بیگم صاحبہ محترمہ عرصہ دراز سے بعارضہ ذیابیطس بیمار ہیں اب کچھ دنوں سے کاربنکل بھی نکل آیا ہے۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اپریشن کیا جو کامیاب رہا۔ علاج جاری ہے۔

— جناب غلام حسین صاحب جنرل سیکرٹری جماعت دہلی چھاؤنی کی اہلیہ محترمہ عرصہ طویل سے بیمار ہیں۔

— جناب مولانا آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ کے دو خوردسال صاحبزادے بعارضہ بخار علیل ہیں۔

ان تمام بیماروں کیلئے دردِ دل سے دعائے صحت کیجائے

— ہمارے مبلغ مولوی عبدالقادر صاحب ضلع مظفر گڑھ کو تبلیغ احمدیت کی وجہ سے ان کے عزیز اور علاقہ کے دوسرے لوگ طرح طرح کی تکالیف دیتے ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے ان کے رشتہ داروں نے ان کے بیوی بچوں کو لیجا کر روک رکھا ہے۔ تمام وابستگان سلسلہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مذکور کی مشکلات کو دور کرے۔ اور مخالفین کو ہدایت بخشے۔

— ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مبلغ انجمن ہری پور ہزارہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ جناب صاحبزادہ انعام اللہ خان صاحب برادر رحمت اللہ خانصاحب ۲ر جولائی کو وفات پاگئے۔ انا للہ۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا تعزیتی مکتوب

چودھری نذیر احمد صاحب مرحوم کی وفات کی خبر ملنے پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب مولوی عزیز بخش صاحب کو مندرجہ ذیل تعزیتی مکتوب لکھا:-

برادر مکرم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ایسے صدمہ جانکاہ کی خبر لایا جس سے دل بہت مغموم ہے آہ! ایسے نوجوان کا اٹھ جانا نہ صرف عزیزوں کیلئے ہی صدمہ ہے بلکہ قوم کیلئے صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عزیز کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کے قلوب حزیں کو اپنی جانب سے تسکین عطا فرمائے۔ حافظ صاحب (حافظ محمد بخش صاحب نذیر مرحوم کے والد محترم) کا ایسے جوان بیٹے کی موت پر صبر کا یہ نمونہ دکھانا بہت بلند ہمتی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صدمہ کو ان کے ترقی درجات کا موجب بنائے۔ والسلام۔

خاکسار محمد علی از ڈلہوزی۔ ۷ر جولائی سنہ۱۹۴۰ء

سبحان اللہ عما یصفون

میاں محمود احمد صاحب کے خطبہ بر جنگ موجودہ پر ایک نظر

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

"الفضل" ۴ر جون سنہ ۱۹۴۰ء میں جو جناب میاں محمود احمد صاحب کا ۲۴ر مئی سنہ ۱۹۴۰ء کا خطبہ شائع ہوا ہے۔ اسے پڑھکر مجھے نہایت درجہ حیرت اور افسوس ہوا۔ اس لئے کہ اب تک تو ہم یہ سمجھتے رہے تھے کہ یہ جنگ اور خونریزی اور دنیا پر جو تباہی آئی ہوئی ہے یہ جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کے ظلم و ستم کا کرشمہ ہے۔

جنگ یورپ کی وجہ بقول میاں صاحب

لیکن میاں محمود احمد صاحب کے خطبہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت ہٹلر کی توپوں اور ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کے پس پردہ یہ قادیان کے ڈکٹیٹر جناب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے حاشیہ نشینوں کی بد دعاؤں اور آہوں کے حربے ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ جناب میاں صاحب کے ارشاد سے یہ پتہ لگا کہ سنہ ۳۴ء اور سنہ ۳۵ء اور سنہ ۳۶ء میں گورداسپور کے ضلع کے بعض حکام جو جناب میاں صاحب کے خلاف مرضی کچھ اقدام کرتے رہے (میں نے "خلاف مرضی" اس لئے کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھوں کوئی خاص تکلیف جناب میاں صاحب کو نہیں پہنچی۔ البتہ ان لوگوں نے میاں صاحب کی بعض معاملات میں پرواہ نہیں کی اور جو کچھ ان کی سمجھ میں آیا کرتے رہے)

محمودی آہوں اور بددعاؤں نے ناکردہ گناہوں کا تختہ پلٹ دیا

اس لئے میاں صاحب اور ان کے مریدوں کو جو غصہ چڑھا تو انہوں نے اس قیامت کی آہیں اور بددعائیں کیں کہ ناکردہ گناہوں کا تختہ پلٹ گیا۔ میں نے "ناکردہ گناہوں" اس لئے کہا کہ قصور تو کیا تھا گورداسپور کے ضلع کے حکام نے یا اگر بہت دور کھینچا جائے تو گورنر پنجاب نے۔ مگر سزا سب سے پہلے ملی پولینڈ کو کہ وہاں کے باشندوں کو جنگی کے پاٹوں کے اندر رکھکر پیس دیا گیا۔ پھر فن لینڈ مارا گیا۔ پھر ڈنمارک اور ناروے کا کھوج اکھڑ گیا۔ پھر ہالینڈ اور بلجیم کا ستیاناس ہو گیا پھر فرانس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ آخر ان بیچاروں نے کیا قصور کیا تھا۔ اور گورداسپور کے ضلع کے وہ حکام جو اس ساری مصیبت کے بانی تھے وہ امن امان سے بیٹھے مزے کر رہے ہیں۔ ان کا تو سر تک نہیں دکھا۔

جناب میاں صاحب کا ارشاد

جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"ہماری جماعت کی طرف سے اس موقع پر جو بددعائیں کی گئی تھیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ تھیں اور اس میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ یعنی یہ نہیں دیکھا گیا تھا کہ ظلم کتنا ہے اور آہیں کتنی بلند ہو رہی ہیں اور یہ نہ سوچا گیا کہ اگر یہ حکومت تہ و بالا ہو گئی۔ تو اس کے بعد جو آئے گا۔ وہ کیسا ہوگا۔ اچھا ہوگا یا بُرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

کہ الزام تو ان پر دیا جاتا تھا۔ مگر اب قصور خود جماعت کا نکل آیا۔ کیونکہ گو انگریز حکام الزام کے نیچے تھے مگر ان کا جرم اتنا نہ تھا کہ اس کے نتیجہ میں اس قدر آہیں ہمارے دلوں سے نکلتیں جس قدر نکلیں اور اس قدر بددعائیں کی جاتیں جس قدر بددعائیں کی گئیں۔ . . . بعض دوستوں نے انگریزوں کے خلاف بڑی بڑی بددعائیں کی ہیں"

میاں صاحب نے اپنی جماعت کو یہ الزام دیا ہے کہ ان کی بددعاؤں میں توازن نہیں رہا تھا یعنی جتنا انگریز حکام کا ظلم تھا اس سے بہت زیادہ آہیں اور بددعائیں کی گئیں جس کا نتیجہ یہ عالمگیر اور قیامت خیز جنگ ہے

بددعاؤں اور آہوں کے توازن میں خطرناک غلطی

جناب خلیفہ صاحب کے پاس اپنے مریدوں کی بددعاؤں کا توازن معلوم کرنے کے لئے جو معیار ہوگا اس کا تو ہمیں علم نہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یورپ کی یہ تباہی اور خونریزی اور آگ اور خون میں کھیلنے کی اصل وجوہات جناب میاں صاحب اور ان کی جماعت کی آہیں اور بددعائیں ہی ہیں تو کیا شک ہے کہ ان کے توازن میں خطرناک غلطی ہو گئی ہے۔ اگر یہ درست ہوتا تو سب سے پہلے گورداسپور کے ضلع کے حکام پر بجلی گرے پھٹتے۔ پھر گورنر پنجاب کی باری آتی۔ پھر انگریزوں کا تختہ پلٹتا۔ لیکن ہوا یوں کہ گورداسپور کے ضلع کے حکام بالکل امن امان سے دندناتے پھرتے ہیں۔ گورنر صاحب کو بھی کچھ نہ ہوا۔ انگریز بھی اب تک بچے ہوئے ہیں۔ بس شامت ان غریبوں کا ہو گیا جو بالکل بے قصور تھے خرمائیے۔ پولینڈ۔ فن لینڈ، ناروے۔ ڈنمارک، ہالینڈ، بلجیم، فرانس نے کیا قصور کیا تھا۔ کیا اس سے صاف یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میاں صاحب کی جماعت کی بددعاؤں کا توازن ہی خراب ہو گیا تھا۔ جو ناکردہ گناہوں پر عذاب کا کوڑا پھر گیا اور قصور وار صاف . . . بچ گئے جس طرح لمبی مار کی توپ کا فائر کرتے وقت اندازہ صحیح نہ لگایا جاوے تو گولہ کہیں کا کہیں جا پڑتا ہے۔ اسی طرح میاں صاحب کی جماعت کی بددعاؤں میں توازن نہ رہنے کی وجہ سے عذاب کا گولہ کہیں کا کہیں جا پڑا۔

عدم توازن کے متعلق میاں صاحب کو "الہام"

پھر یہ بھی درست ہے کہ گورداسپور کے حکام ضلع کے قصوروں میں اور ان کی سزا میں دنیا پر جو یہ تباہی موجودہ جنگ کی صورت میں آئی ہے جس کا انجام خدا ہی جانتا ہے کہ کیا ہوگا کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اس عدم توازن کے متعلق میاں صاحب موصوف کو یہ الہام ہوا ہے کہ:-

"ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

اس الہام میں یہ "ان کو" کی ضمیر قابل غور ہے کہ کس کی طرف پھرتی ہے کیونکہ فقرہ کی ترکیب سے یہ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ فعل ایک ہی ہے جس کے لئے غلطی سے کسی اور کو ملزم سمجھ رکھا تھا اور در اصل تھا کوئی اور۔

"ان کو" کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے؟

اندریں حالات یہ ضمیر یا تو خود خدا کی طرف پھرے گی۔ یا ہٹلر کی طرف۔ پہلی صورت میں تو یہ معنی ہوئے کہ میاں صاحب نعوذ باللہ خود خدا کو ملزم ٹھہرا رہے تھے کہ اس قدر خونریزی اور تباہی کیوں کی جا رہی ہے۔ لیکن خدا نے کہا کہ تم مجھے کیوں الزام دیتے ہو قصور تو تمہارا ہے جو حد سے زیادہ آہیں اور بددعائیں کرتے رہے۔ اور یا یہ ضمیر ہٹلر کی طرف جاتی ہے کہ ہٹلر کو خونریزی اور دنیا کے امن کی تباہی کا الزام دینا سراسر غلط ہے۔ اس کی تو جوابدہ میاں صاحب موصوف کی وہ جماعت ہے جو حد سے زیادہ بددعائیں کرتی رہی۔ گویا اس ساری تباہی اور بربادی اور خونریزی اور انتشار میں قصور نہ خدا کا ہے نہ ہٹلر کا۔ قصور اگر ہے تو میاں صاحب کی اس جماعت کا جو اپنے واجب الاطاعت خلیفہ کی مرضی کے خلاف توازن سے بڑھی ہوئی بددعائیں کرتی رہی۔ اور اگر "ان" کی ضمیر انگریزوں کی طرف پھرتی ہے تو اس الہام کے معنی ہوئے کہ قصور انگریزوں کا نہ تھا بلکہ قادیانیوں کا تھا یعنی جو کچھ ضلع گورداسپور کے حکام نے کیا تھا وہ درست کیا تھا۔ قادیانی ناحق تلملاتے پھرے۔ یہ معنی امید نہیں کہ جناب میاں صاحب تسلیم کریں۔ پس دہی دو معنے درست ٹھہرتے ہیں جو میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔

میاں صاحب کی ایک ناقابل فہم بات

البتہ ایک بات ابھی تک مجھے سمجھ نہیں آئی۔ وہ یہ کہ آیا بددعاؤں کو قبول کرنا خدا کا کام ہے یا نہیں؟ یعنی آیا میاں صاحب اور ان کی جماعت کی بددعائیں بغیر کسی خدا کی مداخلت کے براہ راست یورپ پر توپوں اور بم کے گولوں۔ ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی صورت میں عذاب بن کر نازل ہو رہی ہیں۔ یا درمیان میں کوئی خدا ہے جو ان بددعاؤں کو سنتا اور انہیں درجہ اجابت بخش کر ان کے مطابق تباہی کے اسباب پیدا کرتا ہے۔

خدا نے غیر متوازن دعاؤں کو کیوں قبول کیا؟

اگر کوئی خدا ہے اور اس کو بداعمالیوں اور ان کی سزا میں توازن قائم رکھنے کا احساس ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں خدا کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون (آل عمران) پھر پورا پورا بدلہ دیا جائیگا ہر ایک نفس کو اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا یعنی اعمال بد اور ان کی سزا میں توازن نہ رہنا صریح طور پر ظلم اور نا انصافی ہے۔ اور یہ خدا کے تقدس کی شان عدل و انصاف کے سراسر خلاف ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ خدا نے میاں صاحب کے مریدوں کی توازن سے بڑھی ہوئی بددعاؤں کو سن کر انہیں رد نہ کیا۔ یا اگر قبول کیا تھا تو اپنی صفت اور شان کے مطابق ایسی متوازن تو بنا جن سے توازن نہ برباد ہوتا۔ اور وہ عدل و انصاف سے . . . گزر نہ جاتیں۔ یعنی انہی لوگوں کو سزا ملتی جو قصوروار تھے۔ اور جو قصور تھا، اسی کے مطابق سزا ملتی۔

کیا نعوذ باللہ قادیانیوں کی بددعا کے آگے خدا بے بس ہے؟

یہ کیا کہ کریں ڈاڑھی والے اور پکڑے جائیں مونچھوں والے اور چند آدمیوں کے میاں صاحب کے مزاج کو برہم کر دینے کی سزا میں کل دنیا پر اس قیامت کا عذاب نازل کر دیا جائے جس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی مشکل ہے اور ابھی معلوم نہیں کہ اس عذاب کا ہاتھ دنیا کے کس کس حصہ پر پڑے گا۔ آخر گورداسپور کے ضلع کے حکام نے ایسا کیا قصور کر دیا تھا جس کی ایسی خطرناک سزا کل بنی نوع انسان کو ملنے لگی ہے۔ کوئی خدا کا بڑا ہی لاؤلا خلیفہ معلوم ہوتا ہے جو اس کی ذرا سی برہمی اور اس کی جماعت کی بددعاؤں سے نعوذ باللہ خدا الٹا آپے سے باہر ہو گیا کہ اپنے وعدوں کے خلاف اپنے عدل و انصاف کا سارا توازن برباد کر کے اپنی ساری مخلوق کو خاک و خون میں ملانے اور آگ اور جہنم میں بھسم کر دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ میاں صاحب کے مریدین

کی بددعائیں اگر توازن سے گزر گئی تھیں تو نعوذ باللہ خدا کا فعل بھی تو توازن سے گذر گیا۔ کیونکہ سزا جو توازن سے گذری ہوئی مل رہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے میاں صاحب کو کہا کہ مجھے کیوں الزام دیتے ہو۔ اپنے آپ کو الزام دو جنہوں نے توازن سے بڑھی ہوئی بددعائیں کیں۔ گویا میاں صاحب کے مریدوں کی بددعاؤں کے آگے خدا ایسا بےبس ہے کہ وہ اب مجبور ہے کہ اپنی صفت اور شان اور عدل کے خلاف انسان کے اعمال سے بڑھ کر حد سے اور توازن سے گذری ہوئی سزا بھی انہیں دے۔ تو اب بجائے خدا کے اور خلیفہ صاحب کے ان مریدوں سے ڈرنا چاہئے۔ جن کی بددعاؤں کے آگے خدا بھی عاجز ہے۔

میاں صاحب کی طرف سے خدا کی شان وصفات کی توہین!

سبحان اللہ عما یصفون۔ اللہ پاک ہے اس سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ مقام غور ہے یہ باتیں جو میاں صاحب موصوف کے منہ سے نکلی ہیں۔ ان میں کس قدر خدا کی صفات اور اس کی شان کی توہین مضمر ہے۔ کیا یہی وہ نکات معرفت ہیں جن کے سکھانے کے لئے خدا کے خلیفے آیا کرتے ہیں؟

ذرا غور فرمائیے کہ سینکڑوں سال سے نعوذ باللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسائی پادری گالیاں دے رہے ہیں۔ ان کی سیاہ سے سیاہ تصویریں کھینچ رہے ہیں۔ آریوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں دشنام دہی اور زبان طرازی میں حد کر دی ہے۔ اگر ان تمام اعتراضات اور خرافات کو جو آنحضرت صلعم کے خلاف دشمنان اسلام کی زبان اور قلم سے نکل رہے ہیں ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک پہاڑ بنتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف گالیوں اور ہزلیات کا ایک طومار شائع ہو چکا اور ہو رہا ہے۔ لیکن نہ تو میاں محمود احمد صاحب کے دل کو چوٹ لگتی ہے اور نہ ان کے مریدوں کے دلوں سے آہیں اور بددعائیں نکلتی ہیں اور نہ خود خدا کو ہی کوئی غیرت آتی ہے کہ ان لوگوں پر عذاب نازل کرے وہ اس طرح گالیاں دیتے اور دندناتے پھرتے ہیں۔ لیکن میاں صاحب کو ذرا سا بھی کسی حاکم کے ہاتھوں رنج کیا پہنچا کہ خدا کی خدائی پلٹ گئی نہ خدا کو اپنی شان اور صفت کا خیال رہا۔ نہ جرم اور سزا ہی توازن کی پروا کی۔ دو چار کے بدلے ساری دنیا کو غرق کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔

میاں صاحب کا پیش کردہ خدا

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ستر پیارے قاری صحابیوں کو ایک قوم یہ دھوکہ دے کر ساتھ لے گئی کہ ہمارے قبیلہ کو چل کر اسلام سکھائیں۔ رستہ میں بئر معونہ کے مقام پر سوتے میں ان صحابیوں کو قتل کر کے وہ لوگ بھاگ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر پہنچی تو آپ کو اس قحط الرجال کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی نہایت رنج پہنچا۔ اور آپ نے ان ظالموں کے لئے نہایت درد دل سے بددعائیں کیں۔ متواتر کئی دن بددعائیں کرتے رہنے کے بعد یہ وحی ہوئی کہ لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون (آل عمران) تیرا اس معاملہ میں کچھ بھی اختیار نہیں۔ خواہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رجوع برحمت کرے یا انہیں عذاب دے پس بیشک یہ لوگ ظالم ہیں۔ یعنی ان کا ظالم ہونا تسلیم کرنے کے باوجود یہ فرمایا کہ خدا چاہے تو ان پر رحم کر دے اور انہیں معاف کر دے اور چاہے سزا دے۔ تمہارا اس معاملہ میں دخل دینا ٹھیک نہیں۔ اللہ اللہ! ایک یہ قرآن نازل کرنے والا محمد رسول اللہ صلعم کا خدا ہے کہ ظالموں کے ظلم کے باوجود ان کیلئے بددعائیں کرنا پسند نہیں کرتا اور دوسرا یہ میاں محمود احمد صاحب کا پیش کردہ خدا ہے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے ایسا کہنے میں ہے۔ اور ان کے دھڑے کا ایسا پکا ہے کہ چند آدمیوں نے جو میاں صاحب کا مزاج برہم کر دیا تو اس کے بدلہ میں ساری دنیا کو آگ اور خون میں نہلا رہا ہے اور ابھی بس نہیں کرتا۔

سبحان اللہ عما یصفون۔

کیا نعوذ باللہ خدا میاں صاحب کا کارندہ ہے؟

تعجب اور افسوس ہے کہ جو تصویر خدا کی میاں صاحب کھینچتے ہیں اس سے بعض دفعہ تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے خدا نعوذ باللہ کوئی ان کے گھر کا کارندہ ہے۔ مثلاً اسی تقریر میں جناب میاں صاحب انگریزوں کی نسبت فرماتے ہیں۔

"اور مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر یہ سب خود تو توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ تاہم ان کی کامیابی کیلئے ہم دعا ہی کرتے ہیں۔ گو یہ دعا ویسی نہیں جیسی وہ دعا جس کے لئے وہ خود درخواست کریں۔ کیونکہ موجودہ صورت تو ایسی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا انہیں ہماری دعاؤں کی احتیاج نہیں۔ لیکن اگر وہ توحید کا اقرار کر کے ہم سے دعا کی درخواست کریں۔ تو پھر وہ دعا ایسی ہو گی جیسے دعائے مباہلہ ہوتی ہے اور جو سیدھی اپنے نشانہ پر پہنچتی ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو یقیناً ان کی تکلیف کے دن دور ہو سکتے ہیں۔"

بے معنی و فضول شرط

ملاحظہ فرمایا آپ نے! میاں صاحب کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ کیسے یقین سے فرما رہے ہیں گویا خدا ان کا کوئی اپنا کارندہ ہے۔ اسے اشارہ کرنے کی دیر ہے اور اس نے ہٹلر کی فوجوں کو بھگایا۔ لیکن ایک شرط ساتھ لگا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ گورنمنٹ انگلشیہ باقاعدہ خلیفہ قادیان کی خدمت میں دعا کے لئے درخواست کرے توحید کو ماننے کی شرط تو یونہی فالتو ہے۔ کیونکہ یہ عذاب تثلیث کا عقیدہ ماننے کی وجہ سے تو آیا نہیں کہ تثلیث کا عقیدہ فتح میں حائل ہو رہا ہے اور ہٹلر کونسا تثلیث کا عقیدہ رکھتا ہے۔ یہ شرط تو صرف پردہ پوشی کے لئے ہے کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ تمہاری توحید میں فرق رہ گیا تھا۔ خود میاں صاحب کے ارشاد کے مطابق یہ عذاب تو اس لئے آیا ہے کہ میاں صاحب کو گورداسپور کے ضلع کے حاکموں نے ناراض کر دیا تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ باقاعدہ میاں صاحب موصوف کی خدمت میں درخواست کرے۔ اس کے اندر معافی مانگنا خود بخود آ جاتا ہے کیونکہ جو شخص دعا کے لئے درخواست کریگا۔ وہ جس کی خدمت میں درخواست کر رہا ہے۔ اس کی عظمت اور تقدس کا تو خواہ مخواہ قائل ہو گیا۔ پس باقاعدہ درخواست آنے پر میاں صاحب ایسی دعا کریں گے جو تیر بہدف ہو گی

میاں صاحب کی افسوسناک تعلی وجسارت

کیا کوئی عارف باللہ ایسا کلمہ منہ سے نکال سکتا ہے

ہر کہ عارف تر است ترساں تر است۔ یہاں بڑے بڑے انبیاء اور اولیاء جناب الٰہی کی شان بے نیازی سے ترساں اور لرزاں رہتے ہیں۔ خود حضرت نبی کریم صلعم نے باوجود خدا کی طرف سے فتح و نصرت کے وعدوں کے جنگ بدر کے موقع پر جس طرح گریہ وزاری سے دعا کی ہے اسے سن کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ یہاں تک عرض کی کہ اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ خود قرآن کریم میں آتا ہے بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء (الانعام)

بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پس جس معاملہ میں تم اسے پکارتے ہو اگر وہ چاہیگا تو اس کو دور کر دے گا۔ گویا کسی تکلیف کو دور کرنا محض جناب الٰہی کی مشیت پر منحصر ہے۔ کسی انسان کے بس میں یہ نہیں بجز مقرب سے مقرب انسان کا یہ مقدور نہیں کہ وہ یقین سے کہہ سکے کہ ہماری دعا سے ضرور یہ ہو جائے گا سوائے اس حالت کے کہ کسی رسول یا مامور من اللہ سے خدا نے یہ وعدہ کر رکھا ہو۔ لیکن تاہم اس کی شان بے نیازی سے یہ وقت ہر ایک عارف کانپتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم سے ظہور میں آیا۔

کیا ہٹلر میاں صاحب کے مقابلہ میں دعا کریگا؟

باقی رہا یہ کہنا کہ جب انگریز میاں صاحب سے دعا کی درخواست کریں گے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ انہوں نے محسوس کر لیا کہ ان کو میاں صاحب کی دعاؤں کی احتیاج ہے۔ ان حالات میں میاں صاحب کی دعائیں مباہلہ کا رنگ پکڑ جائیں گی۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو انسانی سمجھ سے باہر ہے۔ دعا کی درخواست کر دینے سے وہ دعا مباہلہ کا رنگ کیوں اختیار کرے گی۔ کیا مباہلہ کے لئے ضروری نہیں کہ فریق مخالف بالمقابل دعا کرے تو کیا ہٹلر میاں صاحب کے مقابلہ میں دعا کرے گا۔ یا وہ دعا کر چکا ہے اور میاں صاحب کا دعا کرنا باقی ہے۔ پھر ایسی بات کہنا جو سراسر خلاف واقعہ ہو کیا معنی رکھتی ہے۔

اصل بات

بات یہ ہے کہ میاں صاحب نے اسی تقریر میں اقرار کیا ہے کہ وہ کراچی میں تھے جب فلینڈرز میں انگریزوں کی شکست کی خبر آئی۔ تو حالت یہ ہوئی کہ تمام رات میاں صاحب فکر سے نہ سوئے اور انگریزوں کیلئے دعا کرتے رہے۔ اس وقت خدا نے یہ الہام کیا کہ۔ ع "ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

یعنی اسوقت خدا نے یہ بتایا کہ یہ خونریزی بددعاؤں میں توازن نہ رہنے کا نتیجہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کو اس کے خلیفہ نے جب اپنی دعا سے یہ جتلا دیا کہ اس قدر سزا دینے کی ضرورت نہیں اگر ہمارے مریدوں نے بددعاؤں میں توازن قائم نہ رکھا تو یہ ان کی غلطی ہے۔ کیا ضرور ہے کہ آپ بھی وہی غلطی کریں جو ہمارے مریدوں نے کی۔ آپ تو سزا دینے میں اپنا توازن قائم رکھیں۔ تو معلوم ہوتا ہے خدا نے میاں صاحب کی دعا کی پروا نہیں کی کیونکہ اس کے بعد فرانس کا تہس نہس ہو گیا۔ جس سے ایک انگریز یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جب فرانس کے معاملہ میں جو بے قصور تھا۔ میاں صاحب کی دعا کوئی کاٹ نہ کر سکی۔ تو ہم خلافت کے قصورواروں کے حق میں میاں صاحب کی دعا کیا اثر رکھ سکتی ہے۔ اس لئے میاں صاحب نے گویا انگریزوں کو یہ تسلی دی کہ اگر کراچی والی دعا قبول نہیں ہوئی۔ تو کوئی ہرج نہیں۔ تم اگر باقاعدہ درخواست کرو گے تو وہ دعا مباہلہ بن کر ٹھیک نشانہ پر لگے گی

یہ دعا مباہلہ کس طرح بن جائے گی؟

انگریزوں کی جانے بلا کہ مباہلہ کیا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کی تسلی ہو گئی ہو مگر ہماری تسلی تو نہیں ہو سکتی کہ یہ دعا مباہلہ بن جائے گی۔ جب تک کہ ہٹلر بھی بالمقابل دعا نہ کرے۔ جب بالمقابل مولوی ثناء اللہ کے دعا نہ کرنے سے حضرت مسیح موعود کی دعا مباہلہ نہ بنی۔ تو میاں صاحب کی دعا کیسے مباہلہ بن سکتی ہے

حسن بن صباح والا معاملہ

انگریزوں کے خلاف بددعاؤں کے تیر بہدف ہونے کے لئے تو کوئی شرط نہ تھی۔ البتہ ان کے لئے دعا کے تیر بہدف ہونے میں میاں صاحب موصوف نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ باقاعدہ

درخواست کریں جو میرے خیال میں بہت مفید نسخہ ہے۔ وہ یوں کہ اگر انگریز درخواست کر دیں اور فتح ہو گئی تو انگریزوں کے گھر میں میاں صاحب کی اولیائی مسلم ہے اور اس سے میاں صاحب کو بڑے بڑے سیاسی فوائد حاصل ہو سکیں گے اور اگر خدا نخواستہ فتح نہ ہوئی تو میاں صاحب سے شکایت کرنے کون آئے گا۔ یہ وہی عمن بن مصلح والا معاملہ ہے۔ وہ جس جہاز میں سوار تھا وہ ڈوبنے لگا۔ اس نے اعلان کیا کہ مجھے خدا نے کہا ہے کہ یہ جہاز ڈوبنے سے بچ جائے گا۔ خدا کی شان وہ جہاز بچ گیا سب اہالیان جہاز اس کے مرید ہو گئے کسی واقفکار نے اس سے پوچھا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا نے تو مجھے کوئی نہ کہا تھا کہ جہاز بچ جائے گا۔ میں نے سوچا کہ اگر میری اس فرضی پیشگوئی کے بعد جہاز بچ گیا تو میری اولیائی کے تمام اہالیان جہاز قائل ہو جائیں گے۔ اور اگر ڈوب گیا تو مجھ سے شکایت کرنے کون آئے گا۔

میاں صاحب کی یہ باتیں مضحکہ خیز اور ہتک آمیز ہیں

یہ خیال کہ یورپ کی موجودہ جنگ میاں صاحب اور ان کی جماعت کی آہوں اور بددعاؤں کا نتیجہ ہے خدائے عزوجل کی سخت ہتک اور اس کے غلبت و جلال۔ اس کی توحید اس کی صفات کاملہ اس کی سبحانیت اور قدوسیت کے سخت منافی ہے۔ اس لئے یہ باتیں تو واقعی مضحکہ خیز ہیں۔ جیسا کہ خود میاں صاحب کو بھی اقرار ہے کہ لوگ اس پر ہنسیں گے۔

گورنمنٹ کے ساتھ قادیانیوں کی بیوفائی اور محسن کشی

لیکن جو بات افسوس کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اتنی ذرا سی بات پر کہ ضلع گورداسپور کے حکام نے کچھ ایسی کارروائیاں کیں جو خلیفہ قادیان کو ناگوار گزریں مشتغل ہو کر آہوں اور بددعاؤں پر اتر آنا اور ان کی جماعت کا ایسی بد دعائیں کرنا جن میں تو ازن بھی قائم نہ رہے۔ یعنی خود حکومت کے تہ و بالا ہو جانے کے لئے بد دعائیں کرنا جیسا کہ خود میاں صاحب فرماتے ہیں کہ" اور یہ نہ دیکھا گیا کہ اگر یہ حکومت تہ و بالا ہو گئی تو اس کے بعد جو آئیگا وہ کیسا ہو گا۔ اچھا یا برا" گورنمنٹ کے ساتھ بیوفائی نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی گورنمنٹ کی عطا کردہ مذہب اور ضمیر کی آزادی اور امن و امان کو کس قدر سراہا ہے کہ ہم خود ان کے مذہب پر سخت سے سخت تنقید کر سکتے ہیں اور کوئی اس میں مانع نہیں ہوتا۔ اور واقعی جس قدر مذہبی آزادی ہمیں اس گورنمنٹ کے ماتحت حاصل ہے وہ کسی اور ملک میں حاصل نہیں۔ اور ڈکٹیٹروں کی حکومت میں تو مجال نہیں کہ وہ ڈکٹیٹر پر سچے اعتراضات بھی کر سکے یا اس کے مذہب نازیت، اشتراکیت یا فسطائیت وغیرہ پر کسی قسم کی بھی نکتہ چینی کر سکے۔ تو ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت کیلئے سب سے بہتر گورنمنٹ وہی ہے جہاں اسے تبلیغ کیلئے پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ تو ایسی اچھی گورنمنٹ کا تختہ الٹ دینے کیلئے بد دعائیں کرنا محض اس لئے کہ اس کے بعض عمال نے ہمارے خلاف مرضی کیوں کارروائی کی۔ کوئی عقلمندی اور دور اندیشی نہیں یہ تو وہی مثل ہے کہ یکے بر سر شاخ و بن مے برید۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان قادیانی بزرگوں کے اپنے پاس جو بھی حربہ تھا اور وہ بد دعاؤں کا تھا اسے گورنمنٹ انگلشیہ کو تہ و بالا کر دینے کیلئے انہوں نے چلانے سے فرق نہیں کیا آگے گورنمنٹ تہ و بالا ہو یا نہ ہو یہ جدا بات ہے۔ جو اللہ کو منظور ہو گا وہ ہو رہیگا۔ مگر قادیانیوں کی یہ حرکت نہایت قابل افسوس اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کے صریح خلاف ہے۔

متفرق خیالات

(از ایس محمد آصف قادیانی - بی - اے)

جناب میاں صاحب مصلح موعود نہیں ہیں

الفضل مورخہ ۷ جولائی ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق ایک خط کا جواب"۔ یہ خط دراصل کسی دوست نے جناب میاں صاحب کو ارسال کیا ہے جس میں ان سے استفسار کیا گیا ہے کہ وہ ضرور اس پیشگوئی کی کسی تحریر یا تقریر میں وضاحت کریں۔ جناب میاں صاحب نے کسی مصلحت سے خود تو اس خط کا جواب دیا نہیں بلکہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے جواب دیا ہے جس میں پہلے تو "پیغامیوں" اور جناب مصری صاحب پر جا بجا پھوڑے ہیں کہ وہ اس پیشگوئی کے متعلق شکوک اور شبہات پھیلانے والے ہیں۔ اور یہ لوگ محقق نہیں بلکہ عداوت محمود کی آگ سے مشتعل ہیں ــــــ اصل میں حقیقت یوں ہے کہ ہمارے قادیانی بھائیوں کو اس پیشگوئی کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے "عداوت محمود" سے تنبیہ اس لئے اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر اس پیشگوئی کو جناب میاں صاحب پر چسپاں کیا جانے تو پھر یہ تطبیق چند ایک اعتراضات کی زد میں ہے۔ ورنہ اگر دلائل قوی ہوں تو پھر اس پیشبندی اور جذباتی تاویلات کی ضرورت نہیں تھی۔

اگر ہمارے قادیانی دوستوں اور بزرگوں کے پاس دلائل قویہ موجود ہیں تو وہ شوق سے اسے جناب میاں صاحب پر لگائیں ــ

ع چشم ماروشن دل ماشاد ــــــ ورنہ ایک خالص علمی مسئلہ میں جذبات کی آمیزش کئے جانا ان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس طرح یہ پیشگوئی جناب میاں صاحب پر چسپاں ہونے سے رہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی اسے جناب میاں صاحب پر نہیں لگایا اور نہ وہ خصوصیات جناب میاں صاحب کے اندر پائی جاتی ہیں جو الہام الہٰی نے اس جلیل القدر موعود انسان کے اندر بیان کی ہیں مثلاً:۔

(۱) اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آویگا۔

(۲) وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔

(۳) وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید کے ساتھ بھیجا ہے۔

(۴) وہ سخت ذہین اور فہیم ہو گا۔

(۵) اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔

(۶) وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔

(۷) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔

(۸) فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء اس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہٰی کے ظہور کا موجب ہو گا۔

(۹) نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔

(۱۰) ہم اس میں روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔

(۱۱) وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

اب یہ علامات ہیں مصلح موعود کی۔ واقعات کی شہادت دیکھ یہ پتا یا جائے کہ واقعی مندرجہ بالا صفات کا جناب میاں صاحب پر اطلاق ہوتا ہے نہایت تحدی سے کہا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ جماعت قادیان کا بڑے سے بڑا عالم انہیں جناب میاں صاحب پر چسپاں نہیں کر سکتا حتیٰ کہ جناب میاں صاحب خود بھی ان خصوصیات پر اپنی شخصیت کو پورا نہیں اتار سکتے اور اگر کوئی بزرگ صمیم قلب سے ایسا سمجھتے ہیں تو ان علامات کو جناب میاں صاحب پر چسپاں کر کے دکھائیں۔

مسلمانوں کی زبوں حالی

"اہلحدیث" مورخہ ۵ جولائی صفحہ پر لکھا ہے:۔

"بے شک آج مسلمان نادار ہیں، بے یار و مددگار ہیں، خراب و پریشان روزگار ہیں، غیر مہذب ہیں، وحشی ہیں، بے علم ہیں۔ غرضیکہ مجمع العیوب ہیں۔ ان کو انسان کہنا لفظ انسان کی توہین ہے، ان کو اشرف المخلوقات سمجھنا تذلیل ہے"۔

جو قوم اتنی پست اور زبوں حال ہو چکی ہو اس سے بہت بڑی بڑی توقعات والبستہ نہیں کی جا سکتیں۔ نہ وہ قوم اپنی حفاظت کر سکتی ہے اور دین کے تحفظ کیلئے کوئی غیر معمولی قربانیاں کر سکتی ہے۔ اصل قوت تو روحانی اور اخلاقی معیار ہوا کرتا ہے۔ جب قومیں اس بلند معیار پر قائم نہیں رہتیں جس پر انہیں قائم کیا جاتا ہے تو پھر وہ قعر مذلت میں جا گرتی ہیں۔ لیکن ایسے موقعوں پر خداوند تعالیٰ کی رحمت جو کہ تمام کائنات پر بسیط ہے جوش مارتی ہے اور پھر اس روحانی اور اخلاقی معیار کی تجدید کر دی جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کی نصرت اور حمایت کا وعدہ کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ "میں ہمیشہ تعلیم قرآن کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور نہیں ہونے دوں گا" اور اسی نگہبانی اور نصرت پر حدیث نبوی نے یوں روشنی ڈالی کہ ہر صدی کے اختتام پر اللہ تعالیٰ مجددین کو بھیجتا رہے گا۔ جو دین اسلام کی حمایت کریں گے اور اسلام کی حقیقی روح کو از سر نو زندہ کریں گے۔ آج جبکہ مسلمان اتنے گر چکے ہیں کہ خراب و پریشان روزگار ہیں۔ غیر مہذب ہیں۔ وحشی ہیں۔ بے علم ہیں، غرضیکہ مجمع العیوب ہیں۔ ان کو انسان کہنا لفظ انسان کی توہین ہے کیا مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی ایسا موقعہ نہیں تھی کہ خداوند تعالیٰ کسی مجدد کو مامور فرماتا جو ان مصائب کو دور کرتا۔ یہی تو وقت تھا ایک مجدد کے مامور کئے جانے کا۔ اگر اس موقعہ پر خداوند تعالیٰ نے مجدد نہیں بھیجا تو ماننا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ خلافی کی۔ ورنہ بتایا جائے کہ اس صدی کا مجدد کہاں ہے؟ جس کو خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کی حمایت کیلئے مبعوث فرمایا ہو کیا کوئی وجود ایسا ہے جس کی طرف آپ اشارہ کر کے کہہ سکیں جس نے یہ کہا ہو۔

"میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا۔ کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا۔ تا کہ دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے"۔

یقیناً آپ لوگ ایسے مرد کامل کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے

جس نے یہ دعویٰ کیا ہو اور پھر دین کی حمایت میں محیر العقول کارنامے نمایاں کئے ہوں۔ اور پھر اپنے پیچھے مستقل طور پر ایک جماعت جانشین چھوڑی ہو جس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ مشرق و مغرب میں خدا اور خدا کے رسولؐ کا نام بلند کرنا ہو۔ سو جب تک سب مسلمان اس مجدد اور محدث کی آواز پر لبیک نہیں کہتے اور اس کی بنائی ہوئی جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔ جو خداوند تعالیٰ کے رسولؐ کی حمایت کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرتی ہے اس وقت تک مسلمانوں کے اچھے دن نہیں لوٹ سکتے۔ یہ زبون حالی اور اخلاقی اور روحانی عوارض دور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جو آسمان سے آئے اسے رد کر دینا خداوند تعالیٰ کے فضلوں اور نعمتوں کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کو یہ بات ہرگز پسند نہیں آتی۔ کہ اس کی نعمتوں کا کفران کیا جائے۔ اور اس کے فضلوں کو جھٹلایا جائے

عورت اور عیسائیت

ایک عیسائی ہفتہ وار اخبار گارڈین جنوبی ہندوستان سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے کسی گذشتہ شیوع میں عورت کے متعلق ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے "مرد کے محاسبہ کے لئے بہت نرم قانون اخلاق وضع کیا گیا ہے۔ لیکن عورت جس کا مرد نگہبان اور محافظ ہے۔ وہ بہت سخت قانونی اور اخلاقی پابندیوں کی شکار ہے۔ مذہب (یعنی عیسائیت) نے تو اسے مرد کیلئے اخلاقی تخریب کا مرکز قرار دیا ہے۔ اور اسے معمولی لغزشوں پر سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ مرد میں جن عیوب کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ عورت میں وہی عیوب دیکھ کر زجر و توبیخ کی جاتی ہے"

اس مندرجہ بالا اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت نے مرد اور عورت کے لئے برابر معیار اخلاق قائم نہیں کئے۔ مرد کے لئے جو قانون اخلاق ہے۔ وہ بہت نرم ہے اور عورت کیلئے جو ہے وہ نہایت سخت ہے اور یہ حد درجہ کی بے انصافی ہے اور یقیناً یہ بہت بڑی بے انصافی ہے۔ لیکن اسلام جو کہ دین فطرت ہے۔ اس نے مرد اور عورت کیلئے ایک جیسا ہی قانون اخلاق قائم کیا ہے۔ اور مرد اور عورت کے جنسی گناہوں پر ایک جیسی ہی سزا مقرر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:۔

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ۔ ترجمہ:۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

دیکھئے، اسلام نے دونوں کیلئے ایک جیسی ہی سزا رکھی ہے۔ اور ان دونوں میں سے کسی کو سزا سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور نہ ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے۔ اسلام کے ہاں مرد اور عورت دونوں پر برابر کی اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اہل ہنود، اور عیسائیوں نے مرد کو اخلاقی لحاظ سے عورت پر یقیناً فوقیت دی ہے۔ لیکن اسلام جو کہ دین فطرت ہے۔ اس میں ایسی فروگذاشتیں نہیں ہیں اور یہ اخلاقی قوت اور برتری ہی اسکی صداقت کی دلیل ہے۔ وہ اخلاقی کمزوریاں اور معائب آج دیگر مذاہب والوں کو اس علوم اور سائنس کی روشنی میں نظر آ رہی ہیں۔ ان کا حل اسلام نے آج سے سینکڑوں سال پیشتر پیش کیا جبکہ علم اور سائنس کی کسوٹی موجود نہ تھی کہ ان اخلاقی خوبیوں کو پرکھا جائے ٭

(بقیہ صفحہ ۲)

چوتھا سوال۔ آپ لکھتے ہیں کہ ہم نے حضرت مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک لفظ کی آڑ لے کر ایک شخص ان عقائد کی ترویج کرے جو صریحاً قرآن و حدیث کے اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ جب میاں محمود احمد صاحب خلاف قرآن و حدیث اور اقوال حضرت مسیح موعود مسلمانان عالم کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ تو کیا حضرت مولوی صاحب مرحوم کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک پر چل رہے تھے خلیفہ ماننے سے یہ لازم آ گیا۔ کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے کو حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کے خلاف چلنے والے کو بھی خلیفہ تسلیم کر لیا جائے۔ اور آئندہ جو کوئی بھی پاک یا ناپاک اس گدی پر بیٹھے اس کو خلیفہ مان لیا جائے۔ یہ عجیب منطق ہے جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کے صریح خلاف چل رہا ہے۔ اسے مسیح موعود کا خلیفہ ماننا دین نہیں۔ دین کے ساتھ استہزا ہے۔

پہلے خود آپ کے خلیفہ صاحب یا آپ یہ ثابت کر دیں۔ کہ حضرت مسیح موعود روئے زمین کے سارے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے اور کلمہ کو منسوخ قرار دیتے تھے۔ پھر یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ آیا میاں صاحب مسیح موعودؑ کے خلیفہ ممکن طور پر ہو بھی سکتے ہیں۔ جس طرح پولوس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مذہب کو بدل دیا۔ اسی طرح جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کو بدل دیا ہے۔ پہلے وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کے مذہب پر ثابت کریں۔ پھر خلافت کا دعویٰ کریں۔ یہ بات صرف جہلا کو اپیل کر سکتی ہے کہ چونکہ چند لوگوں نے انہیں خلیفہ بنا لیا ہے۔ اس لئے جو کچھ وہ قرآن کے، حدیث کے، مسیح موعودؑ کے خلاف کہتے چلے جائیں اس پر غور کرنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ پہلے ایک خلیفہ بنا لیا۔ پھر جو کچھ وہ کہے اسے مانتے چلے گئے۔ یہ مذہب خدا اور رسول کا دیا ہوا نہیں۔

بالآخر میں آپ کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو بار بار لکھا ہے کہ غلو پہلے بھی لوگ کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ہم کو کوئی زیادہ پرواہ غلو کی نہ کرنی چاہئے۔ تو یہ بھی آپ ایک غلط فہمی میں ہیں۔ یہ غلو وہ ہے جس کے ساتھ دین اسلام کو منسوخ قرار دیکر ایک نئے دین کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ اس میں اور عیسائیت میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ اس لئے اس غلو کے خلاف اپنی قوت خرچ کرنا ہر اس شخص کا پہلا فرض ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی محبت دل میں رکھتا ہے اور جو اس بات کا قائل ہے کہ آخری مذہب وہی ہے جس میں ساری مخلوق کو محمد رسول اللہؐ کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنا ضروری ہے ٭

خاکسار

محمد علی

بجٹ فنڈ

کا مقصد محض تھوڑی سی رقم جمع کرنا نہیں بلکہ اس تحریک کا مقصد بہت بلند ہے یعنی دین کی خدمت کیلئے اپنے نفس پر کچھ تکلیف وارد کرنے کی عادت ڈالنا اور اپنی آسائش کو صرف رضائے الٰہی کے لئے کم کرنا یہی جذبہ احمدیت کا خاص امتیازی نشان ہے۔ اس لئے بجٹ فنڈ میں شمولیت ہر احمدی گھرانہ کیلئے لازم ہے۔

احباب اور جماعتیں خاص توجہ فرمائیں۔

(ناظر تعلیم)

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

—— لاہور ۵ ار جولائی۔ آج پنجاب اسمبلی کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا نمائندگان پریس کو صرف خفیہ اجلاس سے متعلق وزیر اعظم کی تحریک کی منظوری تک پریس گیلری میں بیٹھنے کی اجازت ملی۔

—— تحاریک التوا کے ۲۱ نوٹس موصول ہوئے تھے سپیکر نے ان میں سے ایک کے سوا سب کو بے قاعدہ قرار دیکر مسترد کر دیا۔ ان میں سے پانچ تحاریک فساد سرگودھا کے متعلق تھیں۔

—— اس کے بعد وزیر اعظم نے تحریک پیش کی کہ آج کی کاروائی بند کمرے میں ہو۔ اس تحریک کے متعلق مخالف ممبروں کی طرف سے ترامیم کے بہت سے نوٹس موصول ہو چکے تھے۔ لیکن سپیکر نے انہیں پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس پر کانگرسی ممبروں نے بہت شور و ہنگامہ مچایا۔ تاہم تحریک ایوان کے سامنے پیش ہو کر ۸۲ کے مقابلے میں ۱۹ ووٹوں سے منظور ہو گئی۔

—— اس کے بعد خفیہ کاروائی شروع ہوئی جو ۹ بجے رات تک جاری رہی۔ ہندوستان کی مجالس آئین ساز کی تاریخ میں یہ پہلا خفیہ اجلاس ہے۔ اس اجلاس میں حکومت پر اعتماد کی قرارداد بھی منظور ہوئی۔

—— لندن ۵ ار جولائی۔ آج برطانوی طیاروں نے جرمنی اور اس کے مقبوضہ علاقوں پر وسیع پیمانہ پر بمباری کر کے شدید تباہی پھیلائی۔

—— یروشلم ۵ ار جولائی۔ موجودہ جنگ میں آج پہلی مرتبہ فلسطین پر فضائی بمباری کی گئی۔ حیفہ کے علاقے میں آج دشمن طیاروں کے ایک دستے نے حملہ کیا اور کئی بم گرائے۔

—— گوجرانوالہ ۱۳ ار جولائی۔ آج یہاں فرقہ وارانہ فضا خراب ہو گئی صبح کے وقت سردار اوتار سنگھ میونسپل کمشنر گوجرانوالہ پر ایک مسلمان نوجوان نے حملہ کر دیا جس سے وہ سخت زخمی ہوئے۔ اس کے بعد حملہ آور نے اور دو سکھوں پر حملہ کیا جنہوں نے حملہ آور کو ہلاک کر دیا۔

—— اس واقعہ کی وجہ سے شہر کے مرکزی علاقے کی دکانیں بند ہو گئیں۔ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ خطرناک حصوں میں پولیس متعین کر دی گئی ہے۔ شہر میں کامل امن ہے۔

—— لاہور ۵ ار جولائی۔ سردار اوتار سنگھ مذکور آج ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے۔

—— لندن ۴ ار جولائی۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ جرمنی نے حکومت امریکہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بلجیم۔ ہالینڈ۔ ناروے اور لکسمبرگ سے اپنے نمائندوں کو کل تک الیس بلائے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی نہیں چاہتا کہ مقبوضہ علاقوں میں اس کی لوٹ کھسوٹ کی نگرانی کے لئے آزاد حکومت کے نمائندے موجود ہوں۔

—— لندن ۴ ار جولائی۔ اطالوی طیاروں کے تین دستوں نے آج جبرالٹر پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن جنگی طیاروں نے بلند ہو کر انہیں بھگا دیا۔

—— لندن ۴ ار جولائی۔ چیک فوج کا آخری دستہ بھی آج انگلستان پہنچ گیا ہے۔ گویا اس وقت برطانوی بیڑہ کے ذریعہ فرانس سے تمام چیک فوج اپنے اسلحہ جنگ سمیت صحیح سلامت آ گئی ہے۔

—— لندن ۵ ار جولائی۔ جاپان نے چین کی چار بندرگاہوں پر کل حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور برطانوی جہازوں کو ان بندرگاہوں سے فوراً نکل جانے کا حکم دیا ہے۔

—— لندن ۵ ار جولائی۔ برلن ریڈیو اسٹیشن کئی دنوں سے آئرلینڈ کو یقین دلا رہا ہے کہ جرمنی اس پر حملہ نہیں کریگا۔ واضح ہو کہ جرمنی نے بلجیم، ہالینڈ، ناروے وغیرہ کو بھی ایسا ہی یقین دلایا تھا۔

(۲۱ جولائی تک معلومات)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ پر یقین کامل کے ذریعہ ہی انسان پاک زندگی بسر کرسکتا ہے

جس طرح کوئی شخص آتش سوزندہ کے نیچے بدکاری نہیں کرسکتا۔ اسی طرح سے جو شخص خدا تعالیٰ کی جلالی تجلیات کے نیچے آتا ہے اس کی شیطنت مر جاتی ہے اور اس کے نفسانی سانپ کا سر کچلا جاتا ہے بس یہی وہ یقین اور معرفت ہوتی ہے جس کو انبیاء آکر دنیا کو عطا کرتے ہیں اور جس کے ذریعہ سے لوگ گناہ کی زندگی سے نجات حاصل کر کے پاک زندگی پالیتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات کہ محض اس یقین ہی کے ذریعہ سے انسان پاک زندگی بسر کرسکتا اور گناہ کی موت سے بچ سکتا ہے۔ ایسی بدیہی ہے کہ جس کیلئے ہمیں کسی منطقی دلیل کی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خود انسان کی فطرت اور روزمرہ کا تجربہ اور مشاہدہ اس کیلئے زبردست گواہ ہے کہ جب تک یہ یقین کامل نہ ہوگا کہ خدا ہے اور وہ گناہ سے نفرت کرتا ہے اور اس کی سزا دیتا ہے۔ تب تک کوئی دوسرا حیلہ کسی صورت میں بھی کارگر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ ہمارا روزانہ مشاہدہ ہے کہ جن اشیا کی تاثیرات کی عمدگی کا ہمیں علم ہو۔ ان کی طرف ہم کس طرح دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں۔ اور جن چیزوں کو ہم اپنے وجود کے لئے خطرناک زہر خیال کرتے ہیں ان سے کیسے بھاگتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھو اس جھاڑی میں (جھاڑی کی طرف اشارہ کر کے) اگر ہمیں یقین ہو کہ سانپ بیٹھا ہے۔ تو کیا کوئی شخص ہم میں سے ایسا ہوگا۔ جو اس میں اپنا ہاتھ ڈالے۔ یا اس کے نزدیک قدم رکھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر کسی سوراخ میں سانپ کی موجودگی کا معمولی سا بھی وہم ہو تو انسان کو اس کے نزدیک سے گزرنے میں بھی ہر وقت مضائقہ ہوگا۔ اور طبیعت خود بخود اس کی طرف جانے سے رکے گی۔

(۱۸ر نومبر ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— ہماری جماعت کے نہایت مخلص نوجوان ڈاکٹر نذیر احمد صاحب جو ریاست امب میں ملازم تھے۔ اب بطور اسسٹنٹ سرجن سرکاری ملازمت میں آگئے ہیں اور آجکل سیالکوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ ترقی مبارک کرے۔ آمین۔

— جناب حافظ محمد بخش صاحب اوکاڑہ حال دہاڑی ضلع ملتان نے اپنے خلف الرشید نذیر احمد صاحب مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے دس روپے انجمن کو دیئے ہیں کہ ایک جلد بیان القرآن مکمل کسی شائق حصول علم قرآن کو بلا قیمت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

— جناب نتھو دین صاحب دھرم سالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ کچھ عرصہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔

— مولانا آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ کے دو خوردسال صاحبزادے ابھی بعارضہ بخار علیل ہیں۔

— ملک عبدالغنی صاحب کارکن انجمن بعارضہ اسہال بیمار ہیں۔

— مولوی عبدالوہاب صاحب گرمی کی وجہ سے بیمار ہیں۔

ان تمام بیماروں کی صحت کیلئے خلوص دل سے دعا کی جائے

اعلان نکاح

مؤرخہ ۱۳ کو مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے نے بابو نور الدین صاحب کی صاحبزادی نور بیگم کا نکاح سراج الدین ولد میاں کرم الٰہی صاحب کے ساتھ بعوض اڑھائی ہزار روپیہ حق مہر پڑھا۔ میاں صاحب موصوف نے اس تقریب پر اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو مبلغ پانچ روپے عنایت فرمائے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس شادی خانہ آبادی کو طرفین کیلئے بابرکت اور سعادت دارین کا موجب بنائے آمین ثم آمین۔

ایک ضروری اعلان

انجمن نے رسید بک نمبر ۳۳ میں سے رسیدات از ۳۲۸ تا ۳۳۰ منسوخ قرار دی ہیں۔ ان رسیدات پر کوئی صاحب کسی کو چندہ برائے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نہ دیں۔ رسید بک نمبر ۳۳ منشی نور محمد صاحب مرحوم ڈیرہ غازیخان کو دی گئی تھی۔ ابھی مذکورہ بالا نمبروں کی رسیدات اُن کے ذمہ تھیں کہ وہ انتقال فرما گئے لہٰذا انجمن کو [illegible] اور اعلان کی ضرورت پیش آئی۔ (خاکسار:۔ اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ)

احمدی بچوں

کی صحیح تربیت کیلئے ضروری ہے کہ انہیں ابھی سے دین کے ساتھ محبت اور لگاؤ پیدا کرنے کی راہ بتائی جائے۔ اس غرض کے لئے جماعت نے ایک آنہ فنڈ قائم کیا تھا۔ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے جیب خرچ سے کچھ پس انداز کر کے مہینہ میں کم از کم ایک آنہ اس فنڈ میں دیکر خدمت دین کا جذبہ اپنے دلوں میں پیدا کر سکیں۔ والدین کو اس بات کا خاص خیال رکھ کر اپنے قرۃ عین کا سامان کرنا چاہیئے۔ (دفتر تحصیل)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر القرآن اور قادیانی جماعت

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے ایک ٹریکٹ کا جواب

از جناب مولوی دوست محمد صاحب

(۴)

تیسرا حوالہ ـــــــــــ وآخرین منہم الخ

قادیانی ٹریکٹ نویس نے حضرت امیر ایدہ اللہ کا حضرت مسیح موعود سے تیسرا اختلاف آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بھم الخ کی تفسیر میں بتایا ہے، چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

"وآخرین منہم کل امت صحابہ کے بعد اول سے لیکر آخر تک شامل ہے گویا ایک تو آنحضرت صلعم کے صحابہ ہیں جن کی تعریف قرآن شریف میں بار بار آچکی ہے اور ایک آخرین ہیں انکی تعریف میں آنحضرت صلعم نے یہ لفظ فرمائے کہ ان میں بھی بڑے بڑے کامل الایمان لوگ ہونگے اور یہ آیت نص صریح اسبات پر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ آ سکتے ہیں۔ (بیان القرآن صـ۱۸۴۸)

اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود کے الفاظ جو حقیقۃ الوحی سے نقل کئے ہیں یہ ہیں:۔

"وآخرین منہم لما یلحقوا بھم یعنی آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی محبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم و تربیت پاویں پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالی قوم میں . . . ایک نبی ہوگا اور وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہوگا اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلعم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے بہرحال آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونیوالے تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو نہیں دیکھا" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۶۷)

قادیانی ٹریکٹ نویس کا منشاء ان دونوں عبارتوں کو متخالف بتانے سے یہ ہے کہ جہاں حضرت مسیح موعود نے آخرین منہم کے لئے ایک نبی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں یہ لکھدیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاں یہ لکھا ہے کہ آخرین منہم کی آیت میں ایک نبی کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے کی پیشگوئی ہے وہیں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ "وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہوگا" گویا اپنے آپ کو کوئی علیحدہ نبی قرار نہیں دیا بلکہ آنحضرت صلعم کا بروز ٹھہرایا جو نفی وجود کا حکم رکھتا ہے جیسا کہ ایک غلطی کے ازالہ میں بھی لکھا ہے:۔

"لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ آیت وآخرین منہم سے ظاہر ہے اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا ہے جو صحابہ میں ٹھہرائے گئے لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا یعنے مسیح موعود کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت صلعم سمجھے گئے اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی پس آیت میں اس کو ایک وجود نفی کی طرح رہنے دیا۔"

اس عبارت میں بروز اور بروزی نبوت کی جو تعریف حضرت مسیح موعود نے کی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود آنحضرت صلعم ہی کا انعکاس ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی منقولہ بالا عبارت میں یہی کہا ہے کہ

"آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا۔"

پھر بتائیے حضرت مسیح موعود سے اختلاف کہاں رہا؟ یا تو یوں کہئے کہ حضرت مسیح موعود نے جو یہ لکھا ہے کہ

"یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے"

تو اس میں بروزی رنگ کی نبوت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے علاوہ ایک دوسرے نبی کے آنے کا ذکر ہے، اور اگر یہ نہیں تو پھر حضرت امیر ایدہ اللہ نے کیا گناہ کر دیا اگر یہ لکھا کہ "آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا"، خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

پس جب "بروز میں دوئی نہیں ہوتی" اور حضرت مسیح موعود کی نبوت آنحضرت صلعم کا بروز ہونے کی حیثیت سے ہے، تو پھر حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ فرمانا صحیح ہوا کہ "آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا۔" لیکن قادیانی حضرات نے تو نبی بنانا ہے، بروز اور ظل سے انہیں واسطہ نہیں، چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا کہیں بروزی اور ظلی نبی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔" (الحکم ۱۴ر اپریل سنہ ۱۹۱۴ء)

بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود نے خدا کے حکم کو مقدم نہ کیا اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی کہتے رہے بلکہ آپ کا یہ فرمانا بھی صحیح نہ ہوا کہ

"یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا، یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے" (سراج منیر صـ۳)

پس جب تم خود حضرت مسیح موعود کے متعلق ایسے خیالات رکھتے ہو کہ:۔

(۱) انہوں نے خدا کے حکم کو مقدم نہ کیا اور خواہ مخواہ ظلی اور بروزی کے الفاظ استعمال کر دیئے۔

(۲) خدا نے جو علم ان کو دیا وہ بھی صحیح نہ تھا، یا شاید خدا نے کوئی ایسا علم ہی ان کو نہ دیا تھا اور خواہ مخواہ انہوں نے اسے خدا کی طرف منسوب کر دیا۔

تو پھر کس منہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں تفسیر نہیں لکھی، مسیح موعود کے مخالف تو تم خود ہو، نہ ان کے علم کو صحیح سمجھتے ہو نہ بروزی اور ظلی کے الفاظ جو انہوں نے استعمال کئے، خدا کے حکم کے مطابق مانتے ہو، وہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلعم کا بروز ہوں اور کوئی الگ نبوت مجھے نہیں ملی تم کہتے ہو نہیں خدا نے صرف نبی کہا اور بروز اور ظل کا کہیں ذکر نہیں کیا، اس لئے ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے، گویا مسیح موعود نے خدا کے حکم کو ٹھکرا دیا، تف ہے اس ماننے پر، نبی بناتے ہو اور پھر ان کی مسلمان کی حیثیت بھی نہیں رہنے دیتے۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم یکشنبہ ۱۴ر جمادی الثانی ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۴۵

نازی ازم کیا ہے؟

اسلام میں شخصیت پرستی معصیت ہے

آجکل جو لوگ اخباروں میں نازی ازم کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں اور اس مسلک کے تشدد اور ستم رانیوں کو افشاء کرتے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف نہیں ہوا کرتے۔ صرف ایک رو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ جو نازی ازم کو ایک فلسفہ حیات تصور کرتے ہیں۔ وہ کسی حد تک حقیقت کے زیادہ قریب ہیں۔ لیکن یہ محض فلسفہ حیات نہیں ہے۔ بلکہ جرمنی میں اس کی حیثیت ایک مستقل مذہب کی ہے۔ جرمن طبیعت اور دماغ کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ہر عقیدہ کے ڈانڈے فلسفہ سے ملا دیتا ہے۔ اگر نازی ازم صرف فلسفہ اور نظریہ ہوتا تو آج یہ جرمنی میں ہر کس و ناکس کی طبیعت میں یوں راسخ نہ ہوا ہوتا۔ کیونکہ فلسفہ تو بالکل ایک دماغی چیز ہے جو کہ صرف چند ایک علمی حلقوں اور کتب خانوں تک ہی محدود رہتا ہے۔ لیکن یوں عوام کی ایمانیات کا جزو نہیں بنتا۔ سو نازی ازم ایک مذہب ہے جو جرمنی نے اختیار کیا ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ نازی ازم اور اشتراکیت دونوں کی حیثیت محض فلسفیانہ اور علمی تھی۔ لیکن آج یہ دونوں فلسفیانہ نظریے یورپ کی دو متمدن اقوام کے مذہب قرار پا چکے ہیں۔ جو ان کی معاشی اور مدنی زندگی پر حاوی ہیں

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نازی ازم چند ایک ایسے لوگوں کا رائج کردہ ہے جن کے دماغوں میں خلل ہے۔ جب یہ لوگ تباہ و برباد ہوں گے تو ان کے ساتھ نازی ازم بھی ناپید ہو جائیگا۔ حالانکہ یہ محض سطحی خیالات ہیں۔ نازی ازم چند ایک مختل دماغوں کی اختراع نہیں۔ بلکہ یہ ایک نظام حیات ہے جو جمہوریت کے بالکل برعکس ہے۔ جس میں فرد واحد حکومت کے تمام شعبوں پر حاوی رہتا ہے۔ معمولی سے معمولی حرکت بھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں کی جا سکتی وہ سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ کوئی اس کے کئے پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ "اس پر سچے اعتراض کرنے والا جہنم میں تو نہیں جاتا" البتہ سیدھا پھانسی کے تختہ پر ضرور جا پہنچتا ہے۔ غرضیکہ جب سے جرمنی میں نازی ازم کا دور دورہ ہوا ہے۔ اس وقت سے نہ وہاں حریت فکر باقی رہی ہے۔ اور نہ کوئی حزب مخالف ہے۔ صرف ایک شخصیت ہے جس کی پرستش کی جا رہی ہے۔ ایک مٹی کا بنا ہوا انسان ہے جس کے سامنے سر عجز خم کیا جاتا ہے یعنی ایک انسان معبود ہے جس کی صبح و شام عبادت ہوتی ہے۔ اس انسان کی شوکت اور عظمت کو دیکھ کر مشرق میں بھی بعض انسانوں کے دماغ خراب ہو گئے ہیں اور وہ اس مافوق الفطرت درجہ کو حاصل کرنے کے لئے ایڑی سے لیکر چوٹی تک زور لگاتے ہیں۔ لیکن برطانوی حکومت کے سامنے ایسے خود غلط انسانوں کا بنپنا کچھ مشکل سی بات ہے اور دوسرے مشرقی جسم پر یہ مغربی لباس زیب بھی نہیں دیتا۔ دجال کی مغربی تہذیب کی اثر پذیری کو دیکھ کر ایک دکھ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اس فتنوں کے دور میں اسلام کے محافظ مقرر ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض غداری کر گئے اور اس میثاق کو شکست کر گئے۔ جو ان سے لیا گیا تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

غیر نازی ازم خالص شخصیت پرستی ہے! انسان پرستی ہے!

یہ دو چار انسانوں کی لائی ہوئی افتاد نہیں۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک تاریخی پس منظر ہے۔ اس کی تاریخ قریباً ۱۸۷۰ء سے شروع ہوتی ہے ۱۸۷۰ء میں متحدہ جرمنی کا وجود نہیں تھا۔ پرنس بسمارک جو کہ ایک جرمن مدبر اور سیاستدان گزرا ہے۔ اس کے حسن تدبر کا نتیجہ ہے کہ موجودہ جرمنی کی تشکیل ہوئی۔ ورنہ اس سے پہلے جرمنی چند ایک چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا مجموعہ تھا۔ جو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رہا کرتی تھیں۔ یہ تو اس مذکورہ بالا انسان نے انہیں جوڑ کے ایک کر دیا۔ اور ان کے اندر ایک متحدہ قومیت پیدا کر دی اور اس متحدہ قومیت سے جمہوریت کو فروغ نہیں ہوا۔ بلکہ شخصیت پرستی کو عروج حاصل ہوا۔ کیونکہ شخصیت پرستی ان لوگوں کی طبیعت کا خاصہ ہے بلکہ تمام آریائی اقوام کا ابتدا سے ہی خاصہ چلا آیا ہے بہیں ہندوستان میں دیکھ لیجئے۔ اس قوم کے اندر کتنے اوباما من دون اللہ ہیں کتنے انسانوں کو دیوتا بنایا گیا اور ان کے سامنے سر جھکے گئے۔

جرمنی میں جب سے یہ متحدہ قومیت وجود میں آئی تو سب اساتذہ جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے۔ انہوں نے حکومت کے وقار کو بڑھایا اور بڑھانے ہوئے اسے خدائی کے درجہ تک لے گئے چنانچہ بسمارک اور قیصر ولیم کے عہد اس کے شاہد ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم میں جرمنی قوم کو بہت بڑی شکست ہوئی۔ جس سے حد سے زیادہ ذلت اس قوم کو برداشت کرنا پڑی۔ اس قومی ذلت اور انحطاط کو دور کرنے کیلئے ایک مذہب اور مسلک کی ضرورت تھی۔ سو اس موقعہ پر آریائی فطرت جاگ اٹھی اور پھر از سر نو وہی عمل شروع ہو گیا۔ جو اس قوم کی سرشت تھی۔ شخصیت پرستی اور حکومت پرستی ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ اور وہ صورت نازی ازم ہے۔ جرمنی قریباً اعلےٰ درجہ کی طاقتوں کی صف سے خارج ہو چکا تھا ہٹلر اور اس کے ساتھیوں نے جرمن قوم کو عسکری معیار پر منظم کیا۔ جس سے نازی ازم کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اور ساری قوم اپنی رستگاری کے لئے ایک شخص کے قدموں میں صید زبون کی طرح گر پڑی۔ اور جرمن لوگوں نے من حیث القوم نازی ازم کو قبول کیا۔ یہ جرمن شخصیت پرستی بالکل ایک مشرکانہ اور ملحدانہ فعل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض مسلمان کہلانے والے لیڈر اس شرک اور الحاد کی نقل ... تھے ہیں۔ اور اس مشرکانہ مذہب کو اپنے ہاں رائج کرنا انہیں پسند ہے۔ ان لوگوں کے خطبات اور اجتماعی مشاغل اس امر پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کی یہ طرح بے جین ہے کہ انہیں بھی ارباباً من دون اللہ کا مقام حاصل ہو جائے۔

اور وہ قوم جسے یہ تعلیم دی گئی تھی۔ کہ خدا کا رسول بھی ایک بشر ہے۔ اور بشریت سے بلند نہیں۔ اسکے مزاج عقلی اور وجدانی توازن کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:-

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ و ویل للمشرکین۔ (ترجمہ) کہو میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سو اس کی طرف سیدھی راہ پر لگے رہو اور اس کی حفاظت مانگو اور مشرکوں کیلئے افسوس ہے۔

وہ قوم جسے خالص توحید کی تعلیم دی گئی جسے عظیم الشان رجال عظیم کو صرف انسان ہی سمجھنا سکھایا گیا حتیٰ کہ رسول خدا کے متعلق بھی یہی کہا گیا کہ وہ ایک بشر ہیں۔ اس قوم کو شرک کی تعلیم دینی اور اس کی نگاہ میں انسانوں کی عظمت اور الوہیت کو قائم کرنا کتنا ظلم ہے۔ یوں تو خدا اور خدا کے رسول کا نام بھی لیا جاتا ہے لیکن محض ظاہر داری اور رسمی طور پر۔ اگر قلوب میں خوف پیدا کیا جاتا ہے تو انسانوں کا۔ جب دل میں خدا اور خدا کے رسول کی بجائے انسانوں کا خوف پیدا ہونے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس قوم کے رجحانات مشرکانہ ہو چکے ہیں اور وہ جماعت مقدس اسلامی تعلیمات کو پس پشت پھینک رہی ہے۔

یہ لوگ جو دنیا میں شرک پھیلاتے ہیں۔ یہ اپنی مافوق الفطرت منصب کو قائم کرنے کیلئے کتب مقدسہ سے سند لیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ جب تک مخلوق خدا کو ان کتب سے سند لینے کا فریب نہ دیا جائے اس وقت تک کام نہیں نکل سکتا۔ اس لئے تاویلات کا ایک ایسا گورکھ دھندا تیار کیا جاتا ہے جس میں عوام پھنس کے رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ کتب مقدسہ اور انبیاء علیہم السلام کبھی اس شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:-

ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔

(ترجمہ) اور نہ یہ کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خداوند بنا لو کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا۔ اس کے بعد کہ تم مسلم ہو چکے ہو۔

کیسی واضح تعلیم ہے کہ جہاں توحید مطلق کی تعلیم ہو وہاں شرک کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ توحید اور شرک ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ سو وہ لوگ جو ہٹلر کے نقش قدم پر چل کر مسلمانوں کی بعض جماعتوں کے اندر شخصیت پرستی قائم کرنا چاہتے ہیں وہ واضح طور پر ایک بہت بڑی معصیت کے مرتکب ہیں۔ خدا کے ماسوا کسی انسان کی سطوت کو اتنا بڑھا دینا کہ وہ انسان تنقید اور محاسبہ کے دائرہ سے نکل جائے۔ اور لوگ ہر وقت اس کے احکام کے سامنے خواہ وہ کتنے ہی خدا تعالیٰ کے احکام کے منافی ہوں۔ سر تسلیم خم کرنے کو مجبور ہوں۔ شرک نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس شرک کو جتنی جلدی بھی ہو سکے۔ مٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ایک کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ اور آریہ اقوام کے ملحدانہ رجحانات کی تقلید ہے۔

(ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

شذرات

برطانیہ کے مزدوروں کی اولوالعزمی

اخبار "ڈیلی ایکسپریس" کا نامہ نگار جس نے حال ہی میں متعدد برطانی کارخانوں کا معائنہ کیا تھا۔ اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ہفتے کے سات دن اور دن رات کے چوبیس گھنٹے برطانیہ کے صنعتی اور اسلحہ ساز کارخانے مسلسل و متواتر مصروف رہتے ہیں۔ اتوار کی چھٹی جس کا انتظار ہر انگریز بڑی بے تابی سے کیا کرتا تھا۔ اب منسوخ کر دی گئی ہے۔ اور ہفتے کے دیگر ایام کی طرح اس دن بھی برابر مشینیں چلتی رہتی ہیں۔ اور ایک لمحہ کیلئے بھی بند نہیں کی جاتیں۔ جب دن کو کام کرنے والے گروہ کا کام ختم ہو جاتا ہے تو رات کو کام کرنے والے کام سنبھال لیتے ہیں"۔

یہ بیان انگریز قوم کی اولوالعزمی اور ہمت بلند کا ایک سبق آموز مرقع ہے۔ انگریز مزدور اپنی خوش باشی اور تفریح پسندی کے لئے کافی مشہور ہے۔ وہ مقررہ اوقات میں تن دہی اور پوری توجہ سے کام میں مصروف رہتا اور اس کے بعد دل کھول کر سیر و تفریح اور آرام کرتا تھا۔ اپنے اس معمول اور اصول کا وہ سختی کے ساتھ پابند تھا۔ لیکن جب ملک و قوم اور سلطنت کو اس نے خطرہ میں محسوس کیا۔ تو بلا تامل اپنے عیش و تفریح کو خیرباد کہہ دیا۔ جبر سے نہیں۔ بلکہ خوشدلی سے۔ رضاکارانہ طور پر۔ آج انگریز مزدور کے دن رات عیش و تفریح سے ناآشنا ہیں۔ وہ ہر وقت کام کرتا ہے اور اسی قدر آرام لیتا ہے جو اس کو دوسرے دن کے کام کے قابل بنانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کیا اس مثال سے ہماری جماعت کے نوجوان اور دوسرے احباب کوئی سبق لیں گے؟

برما کے محکمہ ڈاک کا قابل تعریف فیصلہ

برما کے اخبارات نے اپنی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ انہیں محصول ڈاک میں مزید رعایت دی جائے۔ حکومت نے ان کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا ہے اور برما کے محکمہ ڈاک نے اعلان کیا ہے کہ آئندہ پانچ تولے سے کم وزن کا اخبار ایک پائی میں جا سکیگا۔ اس غرض سے ایک پائی کے ٹکٹ طبع کرائے جا رہے ہیں۔ جو یکم اگست سے دستیاب ہو سکیں گے۔ یہ فیصلہ ہر لحاظ سے مناسب اور قابل تعریف ہے۔ ہندوستان میں بھی اس کی جلد از جلد تقلید ہونی چاہئے۔ بعض سرمایہ دار انگریزی پرچوں سے قطع نظر ہندوستان کے اخبارات کی مالی حالت پہلے بھی بالعموم اطمینان بخش نہ تھی۔ لیکن جنگ کی وجہ سے کاغذ کی ہوش ربا گرانی نے تو ان پر ایسی ناقابل برداشت مصیبت توڑ دی ہے۔ جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ بہت سے اخبارات و رسائل پر محض اس وجہ سے عالم نزع طاری ہو چکا ہے۔ دیگر اخباری ضروریات مثلاً سامان طباعت بھی بے حد گراں ہو گیا ہے اور روز بروز ہوتا جاتا ہے۔ ہندوستان کے قریباً تمام اخبار اس جنگ میں برطانیہ کے حامی ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں کسی نہ کسی حد تک اس کی امداد و تائید کر رہے ہیں اور یہ گرانی کی مصیبت ان پر محض جنگ ہی کی وجہ سے آئی ہے۔ اس لئے حکومت ہند کا فرض ہے کہ وہ برما کی مثال کے پیش نظر اخبارات کو محصول ڈاک کی اسی قسم کی رعایت دے۔ تاکہ ان کا بوجھ کسی حد تک کم ہو جائے۔

برطانیہ کے وزیر خوراک کے جدید احکامات

چند روز ہوئے برطانیہ کے وزیر خوراک لارڈ وولٹن نے چائے چربی اور مکھن کے استعمال پر مزید پابندیاں عائد کر دی ہیں اور ہوٹلوں اور طعام خانوں کو حکم دیا ہے کہ کسی شخص کو بیک وقت گوشت اور مچھلی کی پلیٹیں مہیا نہ کی جائیں۔ مکھن، نقلی مکھن اور چربی ان تینوں چیزوں میں سے بیک وقت صرف ایک چیز کے استعمال کی اجازت ہوگی۔ اپنے حکمنامہ کے آخر میں لارڈ موصوف نے کہا ہے کہ:۔

"اب وقت آ گیا ہے کہ ہم لوگوں سے کہیں کہ وہ عیش و عشرت کو بالائے طاق رکھکر مشقت کی زندگی بسر کرنا سیکھیں۔ وہ آدمی جو دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ روزانہ اپنا گزارہ چلا سکتا ہے۔ وہ لازمی طور پر کامیاب ہو سکتا ہے"۔

معلوم ہوا ہے کہ تمام برطانیہ میں ان احکام کا عملی طور پر خیر مقدم کیا گیا ہے اور مذکورہ بالا تمام پابندیوں کی پوری تعمیل کی جا رہی ہے۔ اقوام یورپ میں سے انگریز خوش پوشی کے علاوہ خوش خوری میں بھی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی سلطنت دنیا کے تمام براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور طرح طرح کی نعمتیں مختلف ملکوں اور خطوں سے ان کے وطن میں بکثرت پہنچتی ہیں۔ لیکن آج ان کے وطن و سلطنت کا مفاد سادہ خوراک اور کم خوری میں ہے۔ حکم جاری ہوتا ہے۔ ساری قوم دل و جان سے تعمیل کرتی ہے۔ کیا انگریز قوم کے اس ایثار کی تعریف پڑھ کر ہمارے ان خوش خور اصحاب کو اپنے ضبط النفس کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ جو ہفتہ میں صرف ایک دن کیلئے بھی دین کی خاطر اپنی خوراک کو ذرا سادہ کرنا گوارا نہیں کرتے اور ان کو بار بار "بچت فنڈ" کی طرف توجہ دلانا پڑتی ہے۔ خوب یاد رکھو ایثار باعزت زندگی کی لازمی شرط اور قیمت ہے۔ جو قوم عزت کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہے اس کو لازمی طور پر یہ قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

"الفضل" کیوں خاموش ہے؟

پیغام صلح مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۴۲ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "جناب خلیفہ صاحب قادیان اور موجودہ جنگ" کے عنوان سے لکھا تھا جس میں اس امر کی خوب وضاحت کی گئی تھی کہ موجودہ جنگ جناب میاں صاحب کی دعاؤں اور بددعاؤں سے برپا نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کی وجوہات خالص عمرانی اخلاقی اور معاشی ہیں۔ جس کے جواب میں معاصر "الفضل" نے تمسخر کے انداز میں "دعاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے غیر مبائعین کی ناواقفیت" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس کا جواب پیغام صلح مورخہ ۱۲ رجولائی ۱۹۴۲ء میں دے دیا گیا۔ معاصر "الفضل" کا جواب دلائل کے لحاظ سے بالکل تشنہ تھا غالباً دلائل کی اس فرومائیگی کو محسوس کرتے ہوئے جناب میاں صاحب نے ایک طویل خطبہ ہمارے اس مضمون کے متعلق دیا جو "الفضل" اور "سن رائز" میں چھپ چکا ہے۔ لیکن جناب میاں صاحب نے بھی ہمارے اصلی سوال کو چھوا تک نہیں بلکہ سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ جماعت لاہور کے افراد دعاؤں کی قبولیت کے قائل نہیں ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ ہم خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعاؤں کی قبولیت کے قائل ہیں اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں کو سنتا ہے۔ اور ہمارا محکم یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو سنا۔ ہمیں جو اعتراض تھا وہ جناب میاں صاحب کی تحدی پر تھا۔ جناب میاں صاحب نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا:۔

"مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ انگریز سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں"۔

ہم نے اس تحدی پر اعتراض کیا تھا۔ کیونکہ یہ تحدی خلاف اصول تھی۔ اس اصول کے خلاف تھی جو دعاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک سوائے ان دعاؤں کے جو فرض اور عبادت میں شامل ہیں ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب دعاؤں کو قبول کرے۔ یہ اس کی مرضی ہے چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔ سو ایک متی کا بنا ہوا ضعیف اور عام انسان اپنی کسی خاص دعا کے متعلق اپنی طرف سے تحدی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ دعا یقیناً قبول ہو گی۔ ہاں اگر یہ دلوق مشیت الٰہی سے مشروط ہو تو ایک علیحدہ بات ہے۔ اس صورت میں وہ وثوق بھی خدا تعالیٰ کی مشیت میں شامل ہوتا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ جو شخص بھی تحدی کرے گا۔ وہ شرک فی التوحید کا مرتکب ہو گا۔ اپنی دعا کی قبولیت کے متعلق کون شخص دعویٰ کر سکتا ہے۔ دعاؤں کے متعلق تو بعض دفعہ انبیاء کو بھی زجر و توبیخ کر دی جاتی ہے اور جناب میاں صاحب تو عام انسانوں کی صف میں ہیں۔ دعا کی قبولیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر سید احمد خاں صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"سید صاحب کا یہ قول ہے کہ گو یا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حالانکہ تمام دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ یہ ان کی سخت غلط فہمی ہے اور یہ آیت ادعونی استجب لکم میں بطور امر کے بجا لانے کے فرمائی گئی ہے۔ اس سے مراد معمولی دعائیں نہیں ہیں بلکہ وہ عبادت ہے جو انسان پر فرض کی گئی ہے۔ کیونکہ امر کا صیغہ یہاں فرضیت پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ کل دعائیں فرض میں داخل نہیں ہیں بلکہ بعض جگہ اللہ تعالیٰ نے صابرین کی تعریف کی ہے جو انا للّٰہ پر ہی کفایت کرتے ہیں اور اس دعا کی فرضیت پر بڑا قرینہ یہ ہے کہ یہ صرف امر پر ہی کفایت نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کو عبادت کے لفظ سے یاد کر کے بحالت نافرمانی عذاب جہنم کی وعید اس کے ساتھ لگا دی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دوسری دعاؤں میں یہ وعید نہیں بلکہ بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ چنانچہ انی اعظك ان تكون من الجاهلين اس پر شاہد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دعا عبادت ہوتی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو لا تسئلن کا تازیانہ کیوں لگایا جاتا۔ اور بعض اوقات اولیاء اور انبیاء دعا کرنے کو سوء ادب سمجھتے رہے ہیں اور صلحاء نے ایسی دعاؤں میں استفتاء قلب پر عمل کیا ہے۔ یعنی اگر مصیبت پر دل نے دعا کرنے کا فتویٰ دیا تو دعا کی طرف متوجہ ہو گئے اور اگر صبر کے لئے فتویٰ دیا۔ تو پھر صبر کیا اور دعا سے منہ پھیر لیا۔ ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ نے دوسری دعاؤں میں قبول کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف فرما دیا ہے کہ چاہوں تو قبول کروں اور چاہوں تو رد کر دوں۔ جیسا کہ آیت قرآن کی صاف بتلا رہی ہے اور وہ یہ ہے۔ بل ایاه تدعون فیکشف ما تدعون الیه ان شاء (برکات الدعا صفحہ ۸)۔ ہم نہیں سمجھ سکے کہ حضرت مسیح موعود کی اس واضح تحریر کے ہوتے ہوئے

جناب میاں صاحب دعا کے متعلق تحدی کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں اور اگر حق بجانب ہیں تو ہم نے پیغام صلح مورخہ ۱۲ رجولائی ۱۹۴۲ء میں جناب میاں صاحب کی تحدی کے متعلق جو سوالات کئے تھے ان کا جواب ابھی تک کیوں نہیں

قادیانیوں کے پیش کردہ "آسمانی فیصلہ" کی حقیقت

جماعت احمدیہ میں تفرقہ کس نے پیدا کیا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک آپ کے الہامات میں لفظ نبی و رسول کے استعمال سے مراد

(از مسٹر خان زمان صاحب بی کام پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

اخبار "الفضل" مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۶ء میں ایک مضمون بعنوان "جماعت احمدیہ اور غیر مبائعین کے نزاع میں آسمانی فیصلہ" چھپا ہے اس مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ کا الہام کہ "خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا۔ یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے" نقل کرکے مولوی اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اوپر والے الہام سے ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ میں دو فریق ہو جانے تھے۔ مگر خدا کی معیت اور اس کی تائید و نصرت ان دو میں سے ایک کے ساتھ ہونے والی تھی۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ جو فریق اللہ تعالیٰ کی صحبت سے محروم رہنے والا ہے وہ وہی ہے جس نے جماعت کے اندر تفرقہ و انشقاق پیدا کیا۔"

جماعت احمدیہ میں تفرقہ کس نے پیدا کیا؟

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں تفرقہ کس نے پیدا کیا۔ پس جو بھی اس کا بانی ثابت ہوگا۔ وہی تائید و نصرت خداوندی سے محروم ثابت ہوگا۔

واقعات کی شہادت کہ جماعت احمدیہ میں تفرقہ کی بنیاد میاں محمود احمد صاحب نے رکھی

مضمون محولہ بالا میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ یہ تفرقہ فریق لاہور کا پیدا کردہ ہے۔ اس لئے نصرت الٰہی اس کو حاصل نہیں بلکہ فریق قادیان کو حاصل ہے قبل اس کے کہ مولوی اللہ دتا صاحب کے پیش کردہ دلائل کی حقیقت کو واضح کیا جائے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ واقعات کی شہادت یہ ہے کہ اس پھوٹ اور تفرقہ کے بانی مبانی خود جماعت قادیان کے خلیفہ صاحب ہیں۔ بخوف طوالت تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے مختصراً عرض ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب

کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مذہب تھا۔ جیسا حضور کی متعدد تحریروں اور تقریروں سے ثابت ہے کہ ان کے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب) اور اس کی وجہ بھی حضور نے خود ہی بیان فرما دی۔ کہ:-

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ . . . . . . میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر و تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

حضرت مسیح موعودؑ کا عمل

آخری دم تک حضرت مسیح موعودؑ کا یہی مذہب رہا جیسا کہ "حقیقۃ الوحی" کی عبارتوں اور وفات سے چند روز پیشتر رؤسائے لاہور کے سامنے کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف اپنے قول سے ہی اس عقیدہ پر کہ "میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا" مہر تصدیق ثبت کی۔ بلکہ اپنے عمل سے بھی دکھا دیا کہ آپ کا یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ غیر احمدیوں کے جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیا اور چار فتوے دیئے۔ صرف جائز ہی قرار نہیں دیا۔ بلکہ خود پڑھے اور پڑھوائے۔

حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کا ارشاد

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت مولوی نور الدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی عمل پر قائم رہے اور جب ایک شخص نے غیر احمدیوں کے متعلق فتویٰ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ:-

"ہمیں یا آپ کو یا کسی مفتی کو کیا ضرورت ہے۔ آپ اس معاملہ کو حوالہ بخدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے مامور کو جو نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ خود اس سے معاملہ کا انتظام کر سکتا ہے۔"

(اخبار البدر ۳ و ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء)

اور پھر اور بھی وضاحت سے فرمایا کہ:-

"ہم غیر احمدیوں کو غیر احمدی کہتے ہیں اور جو ہم پر کفر کا فتوےٰ لگاتے ہیں۔ ان کا کفر بموجب حدیث ان پر لگتا ہے۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں لگاتے۔" (اخبار البدر ۲۳ مارچ ۱۹۱۱ء)

میاں صاحب کا تفرقہ انگیز مضمون

مندرجہ بالا حوالجات مزید تشریح کے محتاج نہیں۔ ان تصریحات کی موجودگی میں میاں محمود احمد صاحب نے اپریل ۱۹۱۱ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان میں تکفیر مسلمانان عالم پر ایک مضمون بعنوان "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" لکھا اور اس کے ذریعہ سے خلاف تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلاف قرآن و حدیث تمام دنیا کے مسلمانوں کو خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ یا آپ کو دل سے مسیح موعودؑ مانتے ہوں لیکن ابھی بیعت نہ کی ہو۔ کافر خارج از اسلام قرار دے دیا۔ اور اس طرح جماعت کی بنیاد پر کلہاڑا رکھ دیا۔ درحقیقت یہی وہ مضمون تھا جس نے جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جناب میاں صاحب کے اس نئے عقیدہ کا علم ہونے پر حضرت مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ "ہمارے میاں نے اس مسئلہ کو نہیں سمجھا"۔ پس میاں محمود احمد صاحب کا تکفیر مسلمانان عالم کے فتوے کو شائع کرنا ہی جماعت احمدیہ میں پھوٹ اور تفرقہ کا سبب بنا۔ ورنہ اس سے پیشتر جماعت کے اعتقادات ایک اجتماعی رنگ رکھتے تھے۔ پس نصرت الٰہی سے محرومی، پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے والے فریق کے حصہ میں آئی اور دوسرا فریق یعنی فریق لاہور مظفر و منصور رہا۔

. . . .

مولوی اللہ دتا صاحب کے پیش کردہ دلائل

اس بات کے ثابت کر دینے کے بعد کہ پھوٹ فریق قادیان نے ڈالی۔ اس لئے وہی تائید و نصرت خداوندی سے محروم رہا۔ میں مولوی اللہ دتا صاحب کے پیش کردہ دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"غیر مبائعین اور جماعت احمدیہ کے اختلاف کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا مسئلہ ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں تو جماعت احمدیہ کا اہل حق ہونا اور غیر مبائعین کا اہل باطل ہونا اظہر من الشمس ہے اور اگر یہ ثابت ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ فی الواقع نبی نہ تھے تو جماعت احمدیہ کے عقائد کا غلط ہونا اور غیر مبائعین کے عقائد کا درست ہونا ثابت ہو جائے گا۔"

گو میں اس بات کو اوپر ثابت کر چکا ہوں کہ اصل اختلاف کا سبب مسئلہ کفر و اسلام ہے۔ مگر مولوی صاحب کے نزدیک چونکہ اس کی بنیاد مسئلہ نبوت پر ہے اس لئے میں ان کے کلمات کی رو سے ہی ان کے پیش کردہ آسمانی فیصلہ اور اس کی دلائل کی حقیقت کو واضح کرتا ہوں۔

مولوی صاحب کے دلائل کی بنیاد

مولوی صاحب نے اپنے دلائل کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل الہام پر رکھی ہے۔ حضرت صاحب کا اصل الہام عربی میں ہے یہاں صرف اس کا اردو ترجمہ ہی دیا جاتا ہے۔

"جو دو گروہ آمنے سامنے ہوں گے تو میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ اور ملائکہ اس کی مدد کریں گے۔ میں ہی رحمٰن ہوں بزرگی اور بلندی والا۔ اور وہ اپنی خواہش کے ماتحت نہیں بولتا۔ بلکہ وحی کا تابع ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں خلیفہ بناؤں۔ پس میں نے آدم کو پیدا کیا۔ شروع میں بھی اور بعد میں بھی اللہ ہی کی حکومت ہے۔ اے میرے بندے مت ڈر کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے چلے آتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۶)

مولوی صاحب کی فریب خوردگی

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان الہامات میں حضرت مسیح موعودؑ کو رسول کرکے پکارا ہے اور چونکہ قادیانی جماعت آپ کو رسول اور نبی مانتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی معیت اس کے ساتھ ہے اور وہی حق پر ہے۔ افسوس ہے مولوی صاحب کو اللہ تعالیٰ کے الہام میں لفظ رسول کے استعمال پر دھوکہ لگ گیا۔ اگر وہ اس لفظ رسول کی تشریح کی طرف جو حضرت مسیح موعودؑ نے متعدد دفعہ فرمائی ہے رجوع کرتے تو ان کو اپنی غلطی کا علم ہو جاتا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح

پس تشریح طلب امر یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اس لفظ رسول کی جو آپ کے الہامات میں آیا ہے کیا تشریح فرمائی ہے جو تشریح آپ نے فرمائی ہوگی۔ اس کے مطابق اعتقاد رکھنے والی جماعت ہی درست عقائد کی حامل قرار دی جا سکتی ہے اور جو اس کے مخالف اعتقاد رکھے اور اپنی من مانی تاویل کرکے عقائد کو بگاڑے۔ اس کا اہل باطل ہونا ثابت ہو جائے گا حضرت صاحب نے جو تشریح فرمائی ہے۔ درج ذیل ہے۔ فرماتے ہیں:-

(۱) "یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حلوں میں۔ یہ فقرہ بطور استعارہ ہیں۔ جیسے حدیث میں بھی مسیح موعودؑ کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے ظاہر ہے جس کو خدا بھیجتا ہے۔ وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے

اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے۔ اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں۔" (اربعین نمبر ۲ حاشیہ صفحہ ۱۸)

(ب) "اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ نبی اللہ اور رسول اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵)

(ج) "بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔" (سراج منیر صفحہ ۳ و ۲)

(د) "خدا نے اس رسول کو یعنی کامل مجدد کو اس لئے بھیجا ہے کہ تا خدا اس زمانہ میں یہ ثابت کر کے دکھلا دے کہ اسلام کے مقابل پر سب دین اور تمام تعلیمیں ہیچ ہیں۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۲)

(ہ) "مسیح موعود نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا۔ اور محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ سے انطباق کلی پا گیا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کیلئے نبی آتے رہے اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا۔ ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ وقفینا من بعدہ بالانبیاء۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا محدث یا نبی ہوں۔ چونکہ ہمارے سید و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۲۷ و ۲۸)

(و) "اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس سے اوپر کچھ ارادہ کرے۔ یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے۔ یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ..... اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں۔ ..... اور میرا نام اللہ کی طرف سے نبی رکھا گیا۔ مجاز کے طریق پر نہ علیٰ وجہ الحقیقت۔" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

ایک ضروری وضاحت

اس حوالہ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اور کچھ نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ پانے والے کا حضور نے کیا نام رکھا ہے۔ یعنی اصطلاح میں ایسے شخص کو کس نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس جگہ ایک اور امر کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ قادیانی یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں ان کے لئے حجت نہیں۔ اس لئے میں ان کی کامل تسلی کیلئے ۱۹۰۱ء کے بعد کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ تا کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ اب اس کی خدمت بذریعہ الہامات و مکالمات و مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ بگاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھ دیا ہے۔ اس کا مطالعہ کر کے تسلی کر لیں۔" (کلمات طیبات امام الزمان سلسلہ الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم ۲)

(ل) "جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تم نے پڑھا نہیں کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قراءت ولا محدث کی یاد نہیں رہی۔ پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے (قادیانیوں کی خاص توجہ کے لائق۔ ناقل) اے نادانو! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے۔ اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں[1]۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہامات جو خدا نے اس بندہ پر نازل فرمائے۔ ان میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح۔ سو خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔" (سراج منیر صفحہ ۲)

لفظ نبی اور رسول سے مراد محدث ہے

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالجات پیش کر دیئے ہیں جو نہایت واضح طور پر مذکورہ قادیانی عقائد کی تردید نہایت شدت سے کر رہے ہیں۔ حضرت صاحب اس لفظ رسول اور نبی کی تشریح یہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد محدث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ایسے الفاظ استعمال فرمائے تو یہ مجاز اور استعارہ کے طور پر فرمائے اور لغوی معنوں میں فرمائے اور فرماتے ہیں کہ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ لیکن افسوس قادیانی جماعت نے اس ربانی علم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی حقیقی جانشین جماعت یعنی جماعت احمدیہ لاہور نے اس علم کا کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انکار کرنے والی جماعت یعنی جماعت قادیان کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ کاش وہ اس کو قبول کرے۔ ہاں اگر جماعت قادیان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول اور نبی ماننا بمعنی محدثیت اور از روئے لغت اور بطور مجاز و استعارہ ہے تو کوئی مشکل باقی نہیں رہ جاتی لیکن اگر ان کا یہ مذہب نہیں اور ہرگز نہیں تو جس فریق کا ایسا عقیدہ ہو وہی حضرت صاحب کا حقیقی جانشین ہے اور اسی کیلئے تائید و نصرت خداوندی مقرر ہے۔ دوسرے کیلئے محرومی ہے شکست ہے۔ ندامت ہے۔

قادیانی جماعت کیلئے دو ہی راستے

اب جبکہ قادیانی جماعت کے عقائد کی تردید خود حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے میں ثابت کر چکا ہوں اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کو درست ثابت کر چکا ہوں ..... تو قادیانیوں کیلئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ یا تو وہ حسب عادت حضرت مسیح موعود کی بیان کردہ تشریح کو رد کر دیں۔ یا غلط عقائد سے توبہ کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو جائیں اور جس طرح فریق لاہور کی اللہ تعالیٰ نصرت فرما رہا ہے ان کی بھی نصرت ہو اور وہ رضائے الٰہی کے پانے والے ہوں۔

مندرجہ بالا سطور میں میں نے خدا کے فضل سے روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ فریق قادیان نے جماعت میں پھوٹ ڈالی اور حضرت مسیح موعود کے عقائد کو بگاڑا۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہے۔ لیکن فریق لاہور نے مصالحت کی کوشش کی اور حضرت مسیح موعود کے عقائد کے مطابق اعتقادات پر قائم رہے۔ اس لئے تائید و نصرت الٰہی اس فریق کے ساتھ ہے۔

حضرت مسیح موعود کا الہام جماعت لاہور کے حق میں ہے

اب میں حضرت مسیح موعود کے الہام کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ملائکہ اس کی مدد کریں گے۔ اگر اسی جملہ الہام پر غور کیا جائے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ جو فریق حق پر ہوگا۔ گو وہ قلیل ہوگا۔ اس کے پاس جتھہ نہیں ہوگا۔ مال و دولت کی فراوانی نہیں ہوگی۔ دنیوی وجاہت نہیں ہوگی۔ گویا ظاہری سامانوں کی ہر طرح سے قلت ہوگی۔ لیکن ہم اس کی مدد کریں گے اور ملائکہ کو اس کی امداد کیلئے بھیج دیں گے۔ اور پھر فرماتا ہے کہ تم غمگین ہونے کی یا ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں رکھتے۔ وقت ایسا بھی آئیگا کہ اقلیت مبدل باکثریت ہو جائیگی۔ اور فرماتا ہے کہ تو ان باتوں کو نہیں جانتا ہم ان باتوں کو جانتے ہیں ہر چیز ہمارے اختیار قدرت میں ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں ہماری بادشاہت ہے۔ ہم غیب سے تمہاری مدد کریں گے۔ اہل حق کبھی مغلوب نہیں ہوتے گو ایک وقت وہ بظاہر تھوڑے ہونے کی وجہ سے مغلوب نظر آئیں۔

جماعت قادیان خدمت دین اور نصرت الٰہی سے محروم ہے

اگر اس معیار پر بھی دونوں جماعتوں یعنی جماعت قادیان اور لاہور کو پرکھا جائے تو فیصلہ جماعت لاہور کے حق میں ہی ہوتا ہے۔ یہ بات مخفی نہیں کہ جماعت لاہور کس بے سر و سامانی کی حالت میں قائم ہوئی لیکن آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت اسلام کا وہ کام سر انجام دے چکی ہے اور دے رہی ہے جس کی توفیق بڑے بڑے بادشاہوں اور بڑی بڑی جماعتوں کو جن کو اپنی کثرت پر ناز اور گھمنڈ ہے نہیں ملی پس جماعت قادیان کیلئے یہ مقام غور ہے۔ کہ ان کے عقائد غلط اور نصرت الٰہی سے وہ محروم ہیں کیا ان حقائق کی روشنی میں جماعت قادیان کا یہ فرض نہیں کہ وہ سوچے اور غور کرے۔ کہ وہ کدھر جا رہے ہیں اور صحیح راستہ کونسا ہے۔

قادیانی دوستوں سے درخواست

اب جبکہ قادیانی جماعت پر مولوی اللہ دتا صاحب کے پیش کردہ "آسمانی فیصلہ" کی حقیقت واضح ہو گئی ہے میں ان غلطی خوردہ بھائیوں سے مودبانہ عرض کروں گا۔ کہ وہ نفسانی خواہشات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے رجوع الی الحق کریں۔ تا رحمت الٰہی کے جاذب ہوں۔ والسلام ◆

---

[1] قادیانی عام طور پر یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے شریعت والی نبوت سے انکار کیا ہے اور غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ ان کی قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہر ایک شخص جو ذرا بھی غور و فکر سے کام لے وہ اسی عبارت سے اور ایسی ہی دوسری عبارتوں سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکالے گا جو شائقین اجرائے نبوت نے نکالا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے اگر انکار تشریعی نبوت کا کیا ہے تو جو اقرار ہے وہ محدثیت کا ہے۔ اور اگر کہیں لکھا ہے کہ بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے تو سیاق و سباق سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس سے بھی آپ کی مراد محدثیت ہی ہے۔ اس امر کی مزید وضاحت کیلئے حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ "محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں۔ دوسری جائز ہے۔ مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے صرف آنحضرت کے انعکاس سے جو نبوت ہو وہ جائز ہے۔" (اخبار بدر ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

کیا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے

قادیانی حضرات سے یوم تبلیغ پر چند ضروری سوالات

۱۴ر جولائی سنہ۱۹۴۰ء کو میاں محمود احمد صاحب قادیانی کی طرف سے یوم تبلیغ مقرر ہوا ہے اور انہوں نے اپنی جماعت کو یہ ہدایت کی ہے کہ اس دن جماعت احمدیہ لاہور کو قادیانیت کی خصوصیت سے تبلیغ کی جائے اس بارہ میں ہم

دو ضروری باتیں

قادیانی اصحاب اور ان کے خلیفہ صاحب سے عرض کرنا چاہتے ہیں:۔

ا۔ میاں صاحب جہاں دوسروں کو تبلیغ کے لئے ہدایت کرتے ہیں وہاں خود ان کا بھی فرض ہے کہ تبلیغ کے میدان میں نکلیں اور جہاں ان کے مرید ہماری جماعت کے عام افراد کے پاس تبلیغ کے لئے جاتے ہیں وہاں خود میاں صاحب ہماری جماعت کے امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کو تبلیغ کا مرجع ٹھہرائیں اور اسکی بہتر صورت وہ ہے جو انہوں نے (میاں صاحب) خود دو تین ماہ ہوئے تجویز کی تھی کہ دونو حضرات کے مابین یہ تقرر ثالثان

تحریری مناظرہ

ہو جائے ان کی اس دعوت کے جواب میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب بار بار لکھ رہے ہیں کہ وہ میاں صاحب سے حسب ذیل امور میں تحریری بحث کے لئے تیار ہیں:۔

(۱) کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کل مسلمانوں کو جنہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو کافر خارج از اسلام قرار دیتے تھے؟

(۲) کیا حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا تھا یا محدثیت کا؟

(۳) کیا آپ نے اپنے بعد نظام سلسلہ کے لئے انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا تھا یا نہیں؟

اس بحث کے فیصلہ کے لئے دس ثالث مقرر کئے جائیں جن میں سے پانچ میاں محمود احمد صاحب ہماری جماعت میں سے منتخب کریں اور پانچ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب میاں صاحب کے مریدین میں سے منتخب کریں اور ان دس آدمیوں کی کثرت رائے سے جو فیصلہ ہو اُسے منظور کر لیا جائے ضرورت ہے کہ میاں محمود احمد صاحب پہلے اس دعوت مناظرہ کو منظور کریں اور یوم تبلیغ کو اس طرح منائیں کہ ان کی طرف سے اس بحث کی منظوری کا اظہار ہو جائے۔

دوسری ضروری بات

ہم ان سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پیشتر اس کے کہ انکے مریدین ہماری جماعت کے افراد کے پاس تبلیغ کے لئے آئیں انہیں یہ بتا دیا جائے کہ انکے نزدیک آج روئے زمین پر کوئی غیر مسلم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر (بغیر اسکے کہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان لائے) مسلمان ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتا جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے تو

کلمہ منسوخ ہوا یا نہیں؟

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ منسوخ ہے تو (۱) قادیانی مذہب ایک نیا دین ہوا۔

(۲) اس نئے دین کا کلمہ کیا ہے جس کے اقرار سے ایک غیر مسلم اسلام میں داخل ہو سکے؟

ایک اور قابل غور بات

آخر میں ہم قادیانی اصحاب سے یہ بھی درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نبوت کا تھا اور اپنے نہ ماننے والوں کو آپ کافر سمجھتے تھے تو آپ کے حسب ذیل ارشادات کا کیا مطلب ہے؟

(۱) "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا" (ازالہ اوہام صد ۴۲۱)

(۲) "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (ازالہ اوہام صد ۱۲۱)

(۳) "حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر یقین کرتا ہوں۔" (اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء)

امید ہے قادیانی حضرات ان سوالات پر اچھی طرح غور کر کے تبلیغ کے لئے نکلیں گے اور جناب میاں صاحب سے بھی تحریری مناظرہ کی منظوری لیکر آئیں گے

خاکسار

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ملے یہ پوسٹر قادیانی یوم تبلیغ پر شائع کیا گیا تھا۔ جناب میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے تا حال اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ (پیغام صلح)

مراسلات

سپاس تعزیت

بعض احباب نے مجھے میری ہمشیرہ کے انتقال پر تعزیت کے خطوط لکھے اور اس طرح وہ میرے رنج میں شریک ہوئے۔ ان سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا میرے لئے مشکل ہے لہذا بذریعہ اخبار ان سب دوستوں اور عزیزوں اور بزرگوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

ایسے واقعات سے اگر ایک طرف جدائی اور مفارقت کی وجہ سے قدرتی حزن و ملال ہوتا ہے تو دوسری طرف ایسے خطوط اور ان کے تسلی آمیز الفاظ سے ایک گونہ راحت محسوس ہوتی ہے اور بالخصوص اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام اور احمدیت کے ذریعہ اسلامی برادری اور جماعتی اخوت جیسی نعمت غیر مترقبہ عطا کی ہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ والسلام۔ خاکسار عبداللہ ۱۰/۸/۴۰

شمالی علاقہ ڈیرہ غازی خاں میں تبلیغ

مولوی احمد یار صاحب اور مولوی حافظ عبدالرشید صاحب منشی فاضل و فاضل دیوبند سردار ولی محمد خاں صاحب ذیل دار علاقہ ہذا ضلع ڈیرہ غازی خاں کی دعوت پر موضع سوبھا تھل میں تشریف لے گئے جمعہ کی نماز مولوی احمد یار صاحب نے پڑھائی جس میں آپ نے اتحاد بین المسلمین پر زور دیا اور مسلمانوں کو تکفیر کی لعنت سے مجتنب رہنے کی تلقین کی۔ نماز جمعہ کے بعد مولوی عبدالرشید صاحب نے وعظ فرمایا جس میں مولوی صاحب موصوف نے جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے کارناموں پر روشنی ڈالی، جس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر رہا۔ ہفتہ کے روز دوسرا جلسہ علاقہ تلنسی میں منعقد کیا گیا، جس میں مولوی احمد یار صاحب نے حضرت اقدس کے دعاوی پر روشنی ڈالی اور آپ کی صداقت واضح کرتے ہوئے مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی کتب سے ثابت کیا کہ آپ نے نہ تو نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور نہ آپ نے نہ ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے یہ قادیانیوں اور ملاؤں کا افتراء ہے۔ اس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ لوگوں کے بہت سے شکوک کا ازالہ ہو گیا۔ پھر مولوی عبدالرشید صاحب نے ختم نبوت پر تقریر کی اور لوگوں کو نہایت وضاحت سے بتلایا کہ ختم نبوت کے ملا بھی منکر ہیں اور قادیانی بھی۔ ملا ایک پرانے نبی کی آمد کے قائل ہیں اور قادیانی ایک نئے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی آمد کے دونوں قائل ہیں، اس وقت مسلمانوں میں جماعت احمدیہ لاہور ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صحیح معنوں میں ختم نبوت کی قائل ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی مسلک تھا۔ آخر پر حاضرین کو اپنے شکوک کے ازالہ کے لئے سوال و جواب کا بھی موقعہ دیا گیا مگر کسی نے مجلس میں دریافت نہ کیا بعد میں پوچھتے رہے۔ اختتام پر حاضرین کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اسطرح پر جلسہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی صاحبان کا دورہ نہایت کامیاب رہا۔ اگر اس تبلیغ کو اسی طرح جاری رکھا گیا تو امید ہے بفضل اللہ بہتر نتائج مترتب ہونگے۔ سردار ولی محمد خان صاحب کا بہت شکریہ ہے جنہوں نے ان علماء کو دعوت دے کر اس دور افتادہ اور ان پڑھ علاقہ کو مستفید ہونے کا موقع دیا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (نامہ نگار)

درخواست دعا

(از چودھری محمد اسماعیل صاحب۔ ریٹائرڈ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر)

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری اہلیہ بعارضہ ذیابیطس ایک عرصہ سے بیمار ہے۔ اب کچھ دنوں سے کاربنکل نکل آیا ہوا ہے، عزیزم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اپریشن کیا ہے۔ اور اپریشن بہت اچھا ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نہایت ہمدردی سے علاج کر رہے ہیں ان کے علاوہ ڈاکٹر سید دلاور علی صاحب بھی علاج میں شریک ہیں اور ڈاکٹر مولوی فقیر اللہ صاحب ٹیکہ لگاتے ہیں۔ یہ سب اصحاب بے نظیر ہمدردی اور توجہ سے علاج کر رہے ہیں، سب بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مہربانی فرما کر دعا فرمائیں۔

خاکسار

محمد اسماعیل۔ عباس منزل لاہور۔

۱۳ر جولائی سنہ۱۹۴۰ء

علمی معلومات

شہاب ثاقب کی فہرست

جیالوجیکل سروے آف انڈیا نے حال ہی میں دنیا کے تمام شہاب ثاقب کی ایک مکمل فہرست شائع کی ہے۔ اتنی مکمل فہرست اب تک دنیا کے کسی ملک میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ گو اس میں ساری دنیا کے شہاب ثاقب کے حالات ہیں۔ لیکن جو شہاب ثاقب ہندوستان میں گرے ہیں۔ یا یہاں موجود ہیں۔ یا جو کلکتہ کے عجائب خانہ میں ہیں ان کے حالات زیادہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ کلکتہ کے عجائب خانہ میں ۴۶۸ شہاب ثاقب فراہم کئے جا چکے ہیں۔ جو ساری دنیا کے شہاب ثاقب کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہیں۔ اب تک ساری دنیا میں شہاب ثاقب کی جو تعداد معلوم کی جا چکی ہے۔ وہ ۱۲۵۸ ہے۔ اس تناسب سے گویا دنیا کے شہاب ثاقب کا ہر تیسرا نمونہ کلکتہ کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نمونے نہایت خوبصورت بکسوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ اور انگریزی۔ اردو، اور بنگلہ میں ان کی تشریح لکھی ہوئی ہے۔ اور نئے نمونوں کے حصول کی کوششیں برابر جاری ہیں، ان کے ماہرین بغور ان کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور سائنسدان دنیا کے استفادہ کے لئے ان کی تحقیقات کا نتیجہ برابر شائع ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کے تمام شہاب ثاقب کی مجموعی تعداد میں سے ۱۳۹۱ امریکہ کی فہرست سے نقل کئے گئے ہیں۔ جو وہاں موجود ہیں۔ ہندوستان میں ان کی تعداد ۱۱۶، روس میں ۹۸۔ آسٹریلیا میں ۹۵، فرانس میں ۵۷، میکسیکو میں ۵۳، چین میں ۱۴۔ اور دوسرے ملکوں میں ان کی مجموعی تعداد ۳۶۹ ہے۔

اس فہرست میں ان آتش فشاں مادوں اور ان ذرات کے چھینٹوں کا بھی ذکر ہے۔ جو ان شہاب ثاقب کے گرنے سے پیدا ہوئے تھے اور شہاب ثاقب کی ماہیت سے بھی بحث کی گئی ہے ان کی دو خاص قسمیں ہیں۔ ایک جو عموماً لوہے (نکل) کے ذرات سے بنتے ہیں۔ اور دوسرے جو سلیکا (ایک خاص قسم کا معدنی پتھر) سے پھر ان میں مختلف درجات ہیں۔ شہاب ثاقب عموماً ایسے عناصر سے مرکب ہوتے ہیں۔ جو زیادہ بھاری نہیں ہوتے۔ یعنی ان میں سونے اور پلاٹینم کے اجزا نہیں ہوتے۔ بڑے قد کے شہاب ثاقب سب کے سب لوہے کے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا جو مغربی افریقہ میں پایا گیا تھا۔ ۴۵ ٹن کا ہے۔ پتھر کے شہاب ثاقب زیادہ سے زیادہ ۵، ۷ پونڈ وزن تک کے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ وزنی جزیرہ لانگ میں گرا تھا۔ بڑے شہاب ثاقب کے گرنے سے جو آتش فشاں مادے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا اندازہ مشکل ہے۔

لوہے سے مرکب شہاب ثاقب گرتے ہوئے نظر نہیں آئے بلکہ گرے ہوئے ملے۔ اور پتھر سے مرکب اکثر گرتے ہوئے دیکھے گئے ان کے گرنے سے اب تک انسانی جان کا اتلاف سننے میں نہیں آیا۔ اس قسم کے صرف دو واقعے سنے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ ۱۸۲۷ء میں ضلع بستی کی ایک عورت پر شہاب ثاقب گرا تھا۔ جو جل کر کوئلہ ہو گئی تھی۔ دوسرا ۱۸۳۳ء میں۔ اس حادثہ میں ایک لڑکا مرا تھا۔ ان کے اجزا کے امتحان سے ظاہر ہوا۔ کہ سب سے پہلا شہاب ثاقب جو گر کر سخت ہو گیا تھا۔ تخمیناً انتیس لاکھ سال پہلے گرا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شہاب ثاقب نظام شمسی کے بکھرے ہوئے اجزا ہیں۔ تو ان کی عمر انتیس لاکھ سال سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اگر دوسرے سیاروں کے اجزا ہیں تو وہ کروڑوں برس کے ہو سکتے ہیں لیکن اندازہ اور تخمینہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نظام شمسی ہی کے اجزا ہیں۔

شہاب ثاقب کی باقاعدہ تحقیقات سب سے پہلے ہندوستان میں ہوئی۔ دنیا میں شہاب ثاقب مختلف شکلوں میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جو مورت ڈائنا کے نام سے مشہور ہے تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ وہ شہاب ثاقب ہی کے ٹکڑوں سے بنی ہے ۱۷۹۴ء میں کلادانی نے ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس میں اس نے لوہے کے ایک بڑے تودہ سے جسے پیلس نے سائبیریا میں پایا تھا بحث کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ تودہ آسمان سے گرا تھا۔ اس کے دو سال بعد طور سینا پر ایک عجیب چیز آسمان سے گری۔ اس سے کلادانی کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ اسے پروجوزف بنک کے پاس تحفۃً لندن بھیجا گیا تھا۔ ۱۷۹۹ء میں بنک نے اسی قسم کی ایک عجیب چیز یارک شائر میں گرتے ہوئے دیکھی۔ یہ دونوں آپس میں بہت مشابہ ہیں۔ اس سے ایک سال پہلے اسی قسم کی ایک چیز بنارس میں گری تھی۔ ۱۸۰۹ء میں ہارورڈ نے ان تینوں کا مقابلہ کر کے یہ ثابت کیا کہ دراصل یہ سب شہاب ثاقب ہیں۔ (معارف)

پمفلٹ گرام نیم نکھت ہے۔ ۷ جون کو چار بجے جونپور اسٹیشن سے سبھا پتی کا جلوس نکلے گا۔

۷ جون سانکال آٹھ بجے اٹالہ مسجد میں کھلا ادھولیشن ہوگا۔
۸ جون صبح آٹھ بجے احرار سوا این سیوک سمیلن شروع ہوگا۔
۸ جون چار بجے کھلا ادھولیشن ہوگا۔
۸ جون آٹھ بجے جمعیۃ العلماء کا کھلا ادھولیشن ہوگا۔
۹ جون آٹھ بجے احرار سوا این سیوک سمیلن ہوگا۔
۹ جون چار بجے کھلا ادھولیشن ہوگا۔
۹ جون آٹھ بجے کھلا ادھولیشن ہوگا۔

نیچے لکھا ہے ردنیتی: محمد رؤف جعفری، نظام الدین صدیقی۔

آہ! اے محمد گر قیامت را برآری سر ز خاک
سر برآور، دیں قیامت درمیانِ ہند ہیں

معاصرین کے افکار

کانگرسی مولویوں کی ہندی نوازی

بعض لوگوں کو شکایت ہے کہ مدیر افکار جب قوم پرست مسلمانوں کے خلاف کچھ لکھتا ہے تو اس کی تحریر میں ضرورت سے زیادہ تلخی آجاتی ہے اور خاص کر جمعیۃ العلماء کے ارکان محترم کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو علماء کی شان سے بہت گرے ہوئے ہوتے ہیں علماء نے صد ہا سال سے خود احترام علماء پر عمل نہیں کیا اور ہمیشہ لوہے کو کاٹتا رہا۔ دین کے ان ستونوں اور خلق رسول امین کے ان نمونوں نے جب کبھی اپنے مخالف کے خلاف کچھ کہا یا لکھا دنیا بھر کی کوئی گالی باقی نہ چھوڑی۔ لیکن اس کے باوجود بعض مسلمان ہم جیسے عامیوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اختلاف کی حالت میں احترام کی چھوٹی موٹی کو صدمہ نہ پہنچنے دیں۔

ہم مسلمانوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ آیا ہندوستان میں علماء کا یہ فرض ہے یا نہیں کہ وہ دین اسلام اور اسلامی تہذیب کی حفاظت کریں۔ آیا انہیں کانگرس کی ان کوششوں کی مخالفت کرنی چاہئے یا نہیں جو وہ مسلمانوں کے مذہب ان کے کلچر اور ان کی زبان کو نابود کرنے کے لئے کر رہی ہے

ہم نے بار ہا لکھا ہے کہ کانگرس ہندی کو ملک بھر کی زبان بنانا چاہتی ہے ہمارے علماء کو چوکنے ہو جانا چاہئے۔ اگر اس ملک میں اردو نہ رہی اگر اس ملک میں اردو نہ رہی تو ہمارے علم دین اور ہماری ادبیات کا کیا حشر ہوگا۔ لیکن علماء نے کبھی اس طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ مولانا حسین احمد اپنی بعض تحریروں میں نہ صرف انگریزی بلکہ ہندی کے الفاظ بھی استعمال کرنے لگے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اردو سے دشمنی صرف کانگرس تک محدود نہیں ہے بلکہ جمعیۃ العلماء بھی کانگرس کی نیاز مندی کی وجہ سے اردو کی جڑ کاٹنے میں مصروف ہے۔

جون کے مہینے میں جمعیۃ العلماء کا جو بارھواں سالانہ جلسہ جونپور میں ہوا۔ اس کا اشتہار ناگری رسم الخط میں شائع کیا گیا اور ہندی الفاظ اس کثرت سے استعمال کئے گئے کہ اردو دان عوام خاک بھی نہ سمجھے ہوں گے اب فرمایئے کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ جمعیۃ العلماء کے سالانہ جلسے کے لئے جس کا کوئی تعلق ہندوؤں سے نہیں ہے اور جس میں کوئی ہندو شریک بھی نہیں ہوتا۔ ایک ایسا اشتہار شائع کیا جا سکتا ہے اگرچہ "افکار" کے کالم میں جگہ کم ہے۔ لیکن ہم اس ناگری کے اشتہار کی عبارت اردو خط میں درج ذیل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے اور مولویوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت پر جی بھر کر آنسو بہایئے۔

ہندوستان کے مسلمانوں نیتاؤں کا جونپور میں جمگھٹ آل انڈیا جمعیۃ العلماء کا سالانہ اجلاس۔

بھائیو!

آپ کو جان کر بڑی خوشی ہوگی کہ ہمارے شہر میں جمعیۃ العلماء ہند کا بارھواں سالانہ جلسہ ۔۔۔ تاریخوں میں مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی صدارت میں ہوگا جس میں دیش کے سب ہی بڑے بڑے مسلم نیتا آویں گے۔ یہ آپ کو بھی جانتی ہے کہ جمعیۃ العلماء ہند ایک ایسی سنستھا ہے جس نے سدا کانگرس کا ساتھ دیا ہے اور اب بھی مسلم جاتی کی سیوا کر رہی ہے۔ مانت آپ سے ہم دودھ پرارتھنا ہے کہ اس سمیلن کو سپھل بنانے کے لئے اس میں بڑی سے بڑی تعداد میں ایک ترت ہو کر سمیلن کو سپھل کیجئے۔

آگے چل کر لکھا ہے:۔ ۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسان سچی معرفت اور چمکتا ہوا یقین کس طرح حاصل کر سکتا ہے؟

ہمارے حواس کے کام الگ الگ مقرر ہیں آنکھ صرف دیکھ سکتی ہے۔ زبان چکھ سکتی اور بول سکتی ہے کان سن سکتے ہیں گویا کہ ہر ایک جو اس اپنے اپنے فرائض اور قوت کا ذمہ وار ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کان کے پاس مصری کی ایک ڈلی رکھدی جائے اور توقع کی جائے کہ وہ اس کا ذائقہ بتا دے۔ یا آنکھ خارجی آوازیں سن لے یا زبان دیکھ سکے۔ پس اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی معرفت کے دقیق اسرار کو معلوم کرنے کے لئے خاص قویٰ ہیں۔ وہی ان پر اطلاع دے سکتے ہیں اور گو یہ قویٰ سب انسانوں کو دیئے گئے ہیں لیکن فائدہ وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو ان قویٰ سے کام لے۔ ظن کا کوئی قوی اثر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ فلاسفروں کی ایمانی حالت بہت ہی کمزور ہوتی ہے اور وہ ظنیات سے آگے نہیں بڑھتے۔ افلاطون جو بڑا مدبر اور دانشمند سمجھا جاتا تھا جب مرنے لگا تو اس نے یہی کہا کہ فلاں بُت پر اسکے لئے ایک مُرغ چڑھا دیا جائے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا ایمان کیسا کمزور تھا۔ توحید پر قائم نہ ہوا پس وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان قائم ہو۔ ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں اور جنہوں نے اس سے سن لیا ہو کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات حسنہ و کاملہ سے موصوف خدا ہے۔ ابتدا میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو انکی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں اور اسی لئے اسکے دل پر بہت کم اثر کرتی ہیں گو دل انکی طرف کھینچا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اندرونی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے اور جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے صادق کی باتیں اسے دور کر کے جلا دینا چاہتی ہیں تاکہ اسمیں یقین کی قوت پیدا ہو۔ (۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدرالدین صاحب بٹوٹ (کشمیر) تشریف لے گئے تھے وہاں ان کی طبیعت دوبارہ علیل ہو گئی ہے۔ تمام دوست حضرت موصوف کی صحت کے لئے دعا کریں۔

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جو آجکل ڈلہوزی میں مقیم ہیں، جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب لائلپوری ملازاوہ اور دیگر احباب کی خواہش پر درس قرآن شروع کر دیا ہے۔ جس میں احباب جماعت شوق کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

— **اعلان بیعت**۔ مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

(۱) چودھری سردار محمد صاحب ہوشیارپور۔ (۲) چودھری نیاز محمد صاحب ہوشیارپور۔

— **قبول اسلام**۔ ہماری انجمن کے مبلغ جناب قاضی شیر محمد صاحب کے ہاتھ پر موضع بھنڈی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڈھ کے پچپن ۵۵ خاکروبوں نے اسلام قبول کیا ہے جن کے سابقہ اور اسلامی ناموں کی فہرست دفتر انجمن میں موصول ہو چکی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک اللھم زد فزد ہم اپنے ان نئے بھائیوں کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

— مسلم ہائی سکول لاہور موسم گرما کی تعطیلات کی وجہ سے بند ہو چکا ہے۔ مولانا محمد یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر لاہور سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔

— جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن چند روز سے علیل ہیں (بعد کی خبر۔ اب نسبتاً افاقہ ہے)

— جناب بابو علم الدین صاحب فورمین ٹاٹا نگر کی ہمشیرہ اپنے وطن ضلع ہوشیارپور میں علیل ہیں۔

— جناب چودھری عبدالرحمان صاحب بی اے (بھدرواہ) نے ہرنیا کا اپریشن کرایا ہے

ان اصحاب کے لئے تمام دوست دعائے صحت کریں

— انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب ملک عبدالرحمان صاحب محکمہ ملٹری اکاونٹس راولپنڈی کا خوردسال بچہ عزیز الرحمن فوت ہو گیا۔ انا للہ ... اس صدمہ میں ہمیں ملک صاحب موصوف سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل ... اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

پیشگوئی مصلح موعود اور جناب میاں صاحب

جناب میانصاحب کے بیانات میں تضاد

{ ایس محمد آصف ـ قادیانی ـ بی ـ اے }

یہ امر تمام احمدی دوستوں پر روشن ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک عظیم الشان انسان اور مصلح کی آمد کی پیشگوئی فرمائی ہے جس کا ذکر آپ نے سب سے پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار موسومہ سبز اشتہار میں کیا اس پیشگوئی کو حضور نے پہلے بشیر اول پر چسپاں کیا جو فوت ہوگئے اور ان کے بعد تریاق القلوب میں مبارک احمد جو حضور کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور آپ کی زندگی ہی میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا لیکن ان کی وفات کے بعد آپ نے کسی لڑکے کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار نہیں دیا اور حضور پر حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس پیشگوئی کا تعلق ان کی موجودہ اولاد سے ہرگز نہیں، چنانچہ جماعت احمدیہ اور جناب میاں صاحب خود بھی اس امر کے مؤید رہے اور سب کا یہی خیال رہا کہ اس پیشگوئی کا تعلق کسی معمولی لڑکے کی پیدائش سے نہیں بلکہ ایک عظیم الشان مصلح سے ہے "جو کہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماری سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے"۔

جب تک جناب میانصاحب کو ضرورت پیش نہ آئی تھی اس وقت تک کسی آیندہ آنیوالے شخص کو ہی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سے ہو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جاتا رہا لیکن جب جناب میانصاحب کو ضرورت پیش آئی تو بعض مصلحتوں کے پیش نظر اس پیشگوئی میں نو سالہ معیار، سبز اشتہار کی دو پیشگوئیوں کو خلط ملط کرنے، مصلح موعود کو غیر مامور بنانے اور فعلی شہادتوں کو تراشنے اور ان میں رنگ بھرنے سے اس پیشگوئی میں مختلف قسم کی پیچیدگیاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ اس پیشگوئی کا اصل مفہوم اور مصداق لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

اس کوشش میں دو حکمتیں کارفرما تھیں، ایک تو یہ کہ اس سے جناب میانصاحب کی حیثیت مافوق الفطرت بن جائے اور دوسرے جناب میانصاحب کو جماعت لاہور جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک موعود جماعت ہے اس پر لوگوں کی نظروں میں تفوق حاصل ہو جائے اور خصوصاً قادیانی اس جماعت کی مساعی جمیلہ اور عظیم الشان کردار کو لائق اعتناء خیال نہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیان کے بموجب اس جماعت کی حیثیت بہت بڑھی ہوئی ہے اس جماعت کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" اور پھر مغرب میں اشاعت اسلام اور تفسیر قرآن کے ضمن میں ارشاد فرمایا "یہ کام ہرگز دوسرے سے نہ ہوگا یہ کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

اب حضور کے اس واضح ارشاد سے اور جماعت لاہور کی خدمات اسلامیہ کا جناب میاں صاحب کے مشاغل سے تقابل ہوتا تھا پہلے تو جناب میاں صاحب نے بحیثیت خلیفہ کے اپنی شخصیت کو اعتراض، تنقیدات اور محاسبہ کی زد سے باہر کیا اور پھر پیشگوئی مصلح موعود کو نامحسوس طور پر اپنی ذات سے وابستہ کرتے چلے گئے اور ان دونوں عقیدوں کی نشر و اشاعت میں ایک ہی جذبہ کام کر رہا تھا اور وہ یہ کہ جناب میاں صاحب کو ایک مافوق الفطرت حیثیت دے دی جائے جس پر جناب میاں صاحب کے بیانات شاہد ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب مخالفین نے پیشگوئیوں پر اعتراض کئے تو جناب میاں صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" اس میں رقمطراز ہیں "تیسری بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ پانچویں بیٹے کی پیشگوئی ہے جس کی نسبت مخالفین سلسلہ کا خیال ہے کہ وہ اب تک پوری نہیں ہوئی کیونکہ حضرت اقدس نے مواہب الرحمن کے صفحہ ۱۳۹ پر صاف طور پر لکھا ہے کہ بشرنی بخامس فی حین من الاحیان یعنی مجھے ایک پانچویں بیٹے کی بشارت دی گئی ہے اور اسی طرح اور بہت سے الہامات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہونیوالا ہے۔ مثلاً یہ کہ انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک ساھب لک غلاماً زکیاً رب ھب لی ذریۃ طیبۃ انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء ..... پس جب سب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور انہوں نے آیندہ زمانہ کی خبریں بھی دیں اور بتایا کہ میری نسل سے ایک ایسا لڑکا ہوگا جس کی ہیبت اس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اس کی مدد کے لئے اتر آیا تو کیا ہوا اس سے ان کی اور بھی سچائی ثابت ہوگی بلکہ اس وقت کے لوگ اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور مزہ اٹھائیں گے ... ورنہ جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں کہ یہ بیٹے کی پیشگوئی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی اور یہ بھی میں ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت اقدس کے الہامات میں ہی اس قسم کے استعمالات نہیں ہیں۔ بلکہ پہلے نبیوں کے کلام میں اور قرآن مجید و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے"!

کہا جاسکتا ہے کہ اس اقتباس میں میانصاحب نے مصلح موعود کا ذکر نہیں کیا لیکن علامات سب کی سب مصلح موعود کی ہیں مثلاً غلاماً زکیاً۔ ذریۃ طیبۃ۔ غلام حلیم یہ سب مصلح موعود کی علامات ہیں اور اس مضمون میں جو شان اس لڑکے کی بیان کی گئی ہے یعنی "مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" یہ الہام مصلح موعود کی شان میں ہے اور اسکی تصدیق الفضل کیطرف سے ہو چکی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی ان علامات کو اپنی موجودہ اولاد پر چسپاں نہیں کیا۔ اور جناب میاں صاحب کسی آیندہ لڑکے کو ان علامات کا مصداق قرار دیتے رہے ہیں، تو اب یہ تبدیلی کیوں رونما ہوگئی کیا وہ علامات میاں صاحب میں نمایاں ہوگئی ہیں کہ میانصاحب مصلح موعود ہیں جب وہ علامات میانصاحب میں موجود نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جناب میاں محمود احمد صاحب کو ان علامات کا مصداق قرار نہیں دیا اور جناب میانصاحب خود بھی تسلیم کرتے رہے ہیں کہ وہ عظیم الشان لڑکا آیندہ ہوگا تو پھر میانصاحب ہرگز ہرگز اس پیشگوئی کا مصداق نہیں قرار دیئے جاسکتے کیونکہ اس پیشگوئی کا مصداق ایک غیر معمولی انسان ہے اور مامور ہے جسے خدا تعالیٰ خود کھڑا کریگا۔ جناب میانصاحب اس امر کی بھی تائید کرتے ہیں کہ مصلح موعود مامور ہوگا چنانچہ ایک تقریر الفضل مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی اس تقریر میں انہوں نے بصاف طور پر انکار کیا ہے کہ وہ مصلح موعود نہیں ہیں فرماتے ہیں "ہاں میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں کیونکہ مجھے خدا نے اس کی خبر نہیں دی اگر مجھے خبر دی گئی تو کسی سوال کی ضرورت نہ ہوگی میں خود اعلان کرونگا"!

کتنا واضح بیان ہے شاید اس سے بڑھکر واضح اور بین بیان آج تک جناب میانصاحب نے نہیں دیا میانصاحب فرماتے ہیں کہ وہ مصلح موعود نہیں کیونکہ انہیں خداوند تعالیٰ نے اسکی خبر نہیں دی یعنی جناب میانصاحب کے عقیدہ میں مصلح موعود کا اپنے دعویٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ سے اطلاع پانا ضروری ہے اور اس اطلاع پانے کو مامور کہتے ہیں۔

لیکن ۱۹۳۵ء میں میانصاحب کے اندر ایک فوری انقلاب آتا ہے اور وہ نہایت سرعت کیساتھ مصلح موعود کے متعلق اپنے نظریہ کو تبدیل کر لیتے ہیں اس تبدیلی کی وجوہات تو نفسیاتی اور اجتماعی ہیں جن کے تجزیہ اور تحلیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں اور ویسے بھی وہ لوگ کثرت سے موجود ہیں جنہوں نے ان نفسیاتی اور اجتماعی وجوہات کو بنظر غائر سے مطالعہ کیا ہے میانصاحب اپنے خیالات کو فوراً بدل لیتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے "لیکن چونکہ بعض دشمنوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سبز اشتہار والی پیشگوئی میرے متعلق نہیں اور میں خود اسکے اپنے متعلق ہونے سے انکار کرتا ہوں اسلئے میں اس کے متعلق بھی کچھ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں یہ بات قطعاً غلط ہے کہ میں اس کے اپنے متعلق ہونے سے انکار کرتا ہوں وہ یہ ہو کہ اس پیشگوئی کو کسی مامور کے متعلق سمجھا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ جس کے متعلق یہ ہو اس کے لئے الہاماً ایسا دعویٰ کرنا لازمی ہے"۔ الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء

میانصاحب کے ان بیانات میں جنکو ہم نے اوپر درج کیا ہے کتنا تضاد ہے کبھی تو میانصاحب کسی آیندہ ہونیوالے انسان کو ان علامات کا مصداق قرار دیتے ہیں جو کہ مصلح موعود کی ہیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ مصلح موعود مامور ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر دعویٰ کرے گا اور کبھی کہتے ہیں کہ مصلح موعود مامور نہیں اور اس کے لئے الہام سے اطلاع پاکر دعویٰ کرنا ضروری نہیں معلوم نہیں جناب میاں صاحب کی ان تلون کیفیتوں کو کیا کہا جائے اور کون سے بیان کو درست سمجھا جائے حضرت صاحب کے وصال کے بعد ان کا خیال کچھ اور تھا ۱۹۱۷ء میں اس سے مختلف اور ۱۹۳۵ء میں پہلے دونوں بیانوں سے متضاد ہے، معلوم نہیں قادیانی معاصرین ان متضاد باتوں کو کیسے ایک دوسرے سے تطبیق دے سکتے ہیں اور اس کی کیا وجہ تسمیہ بیان کر سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ جناب میاں صاحب صرف ضرورت اور حالات کے مطابق ایک بیان دے جاتے ہیں ورنہ اس معاملہ میں اتنا بڑا تضاد کیوں ہے۔ کیا اس تضاد پر روشنی ڈالی جائے گی؟

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم جمعہ ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۴۶

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک زرین نصیحت

پان، حقہ وغیرہ کے متعلق حضور کا ارشاد

مسلمانوں کی اقتصادی حالت روز بروز تباہ ہو رہی ہے۔ افلاس کی مصیبت ان پر پوری طرح مسلط ہو چکی ہے۔ روزگار کے دروازے اور آمدنی کے ذرائع بڑی تیزی کے ساتھ ان کے لئے مسدود ہو رہے ہیں۔ ان کی جائدادیں مونثر باسرعت کے ساتھ غیروں کی طرف منتقل ہو رہی ہیں۔ اخراجات بدستور ہیں۔ اس کے ساتھ ہی طرح طرح کی فضول خرچیاں اور رسم ورواج بھی موجود ہیں۔ ان تمام باتوں نے مل ملا کر مسلمان قوم کے اقتصادی مستقبل کو بالکل تاریک بنا دیا ہے۔ رسم ورواج کی اصلاح کے متعلق اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے اور مقام مسرت ہے کہ تعلیمیافتہ اور صاحب احساس مسلمان رفتہ رفتہ اس طرف متوجہ بھی ہو رہے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں صرف رسم ورواج کی اصلاح سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت درست نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہماری روزانہ معاشرت اس سے بھی زیادہ قابل اصلاح ہے۔ انسان کو برادری کے رسم ورواج سے ہر روز سابقہ نہیں پڑتا۔ شادی، مرگ، ختنہ وغیرہ کی تقریبات کبھی کبھی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان چیزوں کا اثر روزانہ معاشرت کی نسبت بہت کم ہوتا ہے۔ آجکل ہماری روزانہ معاشرت نہایت گراں، مسرفانہ، پرتکلف اور تکلیف دہ ہو رہی ہے۔ مغربی تہذیب اور مصنوعات نے ہمیں بالکل دیوالیہ بنا دیا ہے۔ زندگی کے لوازم غیر ضروری طور پر بڑھ رہے ہیں۔ سادہ معاشرت کم از کم شہری آبادی میں ایک خواب پریشاں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر ہم نے اس کی اصلاح نہ کی اور بدستور اسراف کے تباہ کن راستے پر گامزن رہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے یقینی طور پر بربادی ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دوربین نگاہوں نے اس آنے والی تباہی کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ حضور کی اپنی معاشرت نہایت سادہ اور کم خرچ تھی۔ ان کے زمانہ میں اکثر احمدی سادہ معاشرت ہی کو پسند کرتے تھے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی سادگی تو مشہور ہے۔ ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کے چند کلمات اخبار "الحکم" ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء سے نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ حضور جماعت کی معاشرت کو کس قدر سادہ اور کم خرچ بنانا چاہتے تھے فرماتے ہیں کہ:۔

"حدیث میں آیا ہے من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ یعنی اسلام کا حسن یہ بھی ہے کہ جو چیز ضروری نہ ہو چھوڑ دی جائے۔ اسی طرح یہ پان، حقہ، زردہ (تمباکو) افیون وغیرہ ایسی ہی چیزیں ہیں۔ بڑی سادگی یہ ہے کہ ان چیزوں سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اگر کوئی اور بھی نقصان ان کا بفرض محال نہ ہو تو بھی ان سے ابتلا آ جاتے ہیں اور انسان مشکلات میں پھنس جاتا ہے۔ مثلاً قید ہو جائے تو روٹی تو ملے گی۔ لیکن بھنگ یا چرس یا اور منشی اشیاء نہیں دی جائیں گی۔ یا اگر قید نہ ہو کسی ایسی جگہ ہو جو قید کے قائم مقام ہو تو پھر بھی مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ عمدہ صحت کو کسی بیہودہ سہارے سے بھی ضائع کرنا نہیں چاہئے۔ شریعت نے خوب فیصلہ کیا ہے کہ ان مضر صحت چیزوں کو مضر ایمان قرار دیا ہے اور سب کی سردار شراب ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ نشوں اور تقویٰ میں عداوت ہے۔ افیون کا نقصان بھی بہت بڑا ہوتا ہے۔ طبی طور پر یہ شراب سے بھی بڑھ کر ہے اور جس قدر قویٰ لیکر انسان آیا ہے ان کو ضائع کر دیتی ہے۔"

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور حضرت مسیح موعودؑ کی نصیحت آپ کے سامنے ہے۔ جن میں غیر ضروری چیزوں کے ترک (یعنی سادگی) کو اسلام کا حسن قرار دیا ہے۔ ہم احباب سلسلہ اور خاصکر اپنے نوجوان دوستوں سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس نصیحت پر کہاں تک عمل کرتے ہیں۔ اور ان کی معاشرت میں یہ حسن کہاں تک نظر آتا ہے؟

ہمیں یقین ہے کہ ہماری جماعت کے افراد شراب، بھنگ، چرس، افیون وغیرہ بالکل استعمال نہیں کرتے۔ لیکن پان، حقہ، سگرٹ اور زردہ وغیرہ کے کم وبیش ضروری عادی ہیں۔ موجودہ گراں معاشرت کے دوسرے پہلوؤں پر ہم پھر کبھی اظہار خیالات کریں گے۔ اس وقت صرف انہی چیزوں کے استعمال کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ یہ چیزیں بالعموم عادت کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ ان سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس طریق کو دانشمندانہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اگر مسلمانوں کے پان کے مصارف کا ہی اندازہ لگایا جائے تو وہ یقیناً کئی کروڑ روپے سالانہ ہوگا۔ یہی حال حقہ، سگرٹ کا ہے۔ کروڑوں روپیہ پیک کی شکل میں تھوک دینا یا دھوئیں کی شکل میں اڑا دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اگر اس روپیہ کا چوتھا حصہ بھی قومی اداروں اور تبلیغی کاموں کو دیا جائے تو ان کی مالی مشکلات آج ختم ہو سکتی ہیں۔ جو احباب ان چیزوں کے پکے طور پر عادی ہو چکے ہیں اور فی الفور ترک نہیں کر سکتے۔ وہ رفتہ رفتہ چھوڑ دیں یا کم کر دیں۔ لیکن ہم ان نوجوانوں کو جو محض فیشن کے طور پر پان کھاتے ہیں یا سگرٹ کے دھوئیں اڑاتے پھرتے ہیں ضرور کہیں گے کہ وہ بلا کسی تامل کے اس فضول وتباہ کن عادت سے رہائی حاصل کر لیں۔ اس وقت وہ ان اشیاء کو تفریح طبع خیال کرتے ہیں۔ لیکن وہ وقت آئے گا کہ یہی تفریح طبع ان کیلئے وبال جان بن جائیگی۔ ہم ایک ایسے کہنہ مشق اخبار نویس سے واقف ہیں جو نہایت جز رس تھے لیکن حقہ کی عادت کیوجہ سے انہیں فضول خرچ بننا پڑتا تھا۔ جب وہ سفر جاتے محض حقہ کی خاطر ایک آدمی ساتھ لیجاتے۔ اس طرح ان کے مصارف قریباً دگنے ہو جاتے ہم ایسے کئی آدمیوں کو جانتے ہیں جنہیں چند گھنٹے بھی پان یا حقہ میسر نہ ہو تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ انسان عادتوں اور چیزوں کا غلام بننے کیلئے پیدا نہیں ہوا۔ تو پھر احمدی احباب کو جنکی زندگیاں خدمت دین و اشاعت اسلام کیلئے وقف اور بالکل مجاہدانہ ہونی چاہئیں۔ یہ بات کب زیب دیتی ہے کہ وہ اس قسم کی عادات کے قیدی ہو جائیں۔ ہم اپنی جماعت کے نوجوانوں سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کو ترک کرکے جو رقم پس انداز کرینگے اس کو بیت فنڈ و اشاعت اسلام میں جمع کرا دینگے۔ اور اس طرح باقی مسلم نوجوانوں کے سامنے ایک اچھی اور قابل تقلید مثال پیش کر سکیں گے۔

(بقیہ صفحہ ۶)

ہو جانا انسانیت کا بلند ترین مرتبہ ہے۔ اور انسانی ارتقاء میں اس کی ترقی کے مدارج میں یہ آخری مرتبہ ہے۔ دنیا ابھی اس ارتقاء کی سب سے نچلی سیڑھی پر ہے اور صرف خدا کی ہستی کا احساس ہی اسے انسانیت کے بلند ترین زینے پر پہنچا سکتا ہے۔ اور اس احساس کے پیدا کرنے کا نماز سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔

جماعت قادیان کیساتھ ہماری بحث

آخر میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض دلوں میں یہ خیال اٹھتا ہے کہ اتنے عظیم الشان مقصد کے ہوتے ہوئے ہماری جماعت قادیان کیساتھ جو ایک لمبی بحث کا سلسلہ شروع ہے۔ اور دونوں جماعتوں کا اس پر بہت سا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اس سے کیا حاصل ہے۔ بلکہ اس سے ایک ایسا لٹریچر پیدا ہو گیا ہے جو اس احمدیت کے لئے جو اسلام کو کفر پر غالب کرنے کے لئے اٹھی تھی۔ مقام شرم ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں۔ غلو پہلے بھی دنیا میں ہوتا رہا ہے اور مسیح کے نام سے یہ غلو خصوصیت سے وابستہ ہے۔ آج بھی مسیح موعود کے پیرو اسی طرح غلو میں مبتلا ہو گئے۔ جس طرح پہلے مسیح کے پیرو ہو گئے تھے۔

اصل اختلاف اور اس کے متعلق دو فیصلہ کن باتیں

جہاں تک اصل اختلاف ہے وہ اس قدر موٹی بات ہے کہ اس کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں اور وہ یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود پر ایمان نہ لا کر ایک شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں اس کے لئے فیصلہ کن دو باتیں ہیں۔ ایک حضرت مسیح موعودؑ کا یہ صریح ارشاد کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ اور دوسرا حضرت مسیح موعودؑ کا غیر احمدیوں کے جنازے کا فتویٰ دینا یعنی ایک طرف آپ کی تحریر کہ آپ اپنے اوپر ایمان نہ لانیوالوں کو کافر نہ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف آپ کا عمل کہ آپ ان کا جنازہ پڑھتے تھے اور جماعت کو پڑھنے کی ہدایت کرتے تھے اس پر زبردست گواہ ہے ان کا کوئی جواب قادیانی جماعت کے پاس نہیں۔

قادیانیت اور بہائیت ایک ہیں

پس اگر حضرت مسیح موعود کا یہ ارشاد اور یہ عمل ہمارے لئے ہادی راہ بن سکتے ہیں تو پھر تمام لمبی بحثیں بے سود ہیں۔ اس صورت میں لفظ نبی کا استعمال بھی جیسا کہ حضرت صاحب نے خود بار بار لکھا ہے مجاز کے طور پر تھا۔ لغوی معنی کے لحاظ سے آپ نبی کہلائے۔ یعنی محض پیشگوئی کرنے والا۔ اصطلاح شرعی میں آپ نے خود نبی ہونے سے انکار کیا۔ اور اگر ہم حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد اور اس عمل کو رد کر دیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ آج کوئی کافر کسی ملک میں کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا اقرار کرکے اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہوا کہ کلمہ طیبہ منسوخ ہے۔ پھر قادیانیت اور بہائیت ایک ہیں اور ان میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ اور اس کا مقابلہ ہم اسی طرح کرینگے جس طرح ہر ایک اس باطل کا جو اسلام پر حملہ آور ہو۔ میں ایک مدت سے اس کوشش میں ہوں کہ ان امور پر میاں صاحب میرے ساتھ بحث کر لیں۔ تاکہ کچھ نہ کچھ دونوں جماعتوں کے لئے روشنی کی راہ نکل آئے۔ اور کم سے کم اس کے بعد دونوں فریق مزید بحثوں کو چھوڑ کر کوئی زیادہ مفید کام کر سکیں۔

خاکسار

محمد علی

۲۳ جولائی سنہ ۴۰ء — دار السلام ڈلہوزی

شذرات

محمودی خلافت اور "آزادی رائے"

جناب خلیفہ قادیان اپنے خطبہ جمعہ ۱۲ جولائی میں ایک جگہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"ایک دفعہ آپ کا ایک نواسا فوت ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے ایک صحابی کہنے لگا۔ یا رسول اللہ آپ تو دوسروں کو صبر کی تلقین کیا کرتے ہیں اور خود روتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری آنکھیں روتی ہیں اور یہ رحمت کی علامت ہیں۔"

(الفضل ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء صفحہ ۳)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہایت آزادی و جرأت کیساتھ اپنے شکوک و سوالات پیش کر دیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی روک نہ تھی۔ خلفائے راشدین پر بھی ہر ایک مسلمان کو اعتراض کا حق حاصل تھا۔ مستند تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ لوگوں نے مجمع عام میں حضرت عمرؓ پر اعتراضات کئے اور انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کا جواب دیا۔ اسلام آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا سب سے بڑا علمبردار ہے اور یہ چیز اسلامی روایات کی گویا جان ہے ــــ لیکن جناب خلیفہ قادیان کا ارشاد ہے کہ مجھ پر پیچھے اعتراض کرنے والا بھی تباہ ہو جائے گا۔ وہ خلیفہ پر جائز سے جائز اور معقول سے معقول سے معقول اعتراضات اور کسی قسم کے احتساب کے روادار نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں سے آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا حق چھین رکھا ہے۔ ویسے تو محمودی "خلافت" کی تمام خصوصیات قرآنی تعلیمات اور اسلامی روایات کے خلاف ہیں لیکن اس "خلافت" کا اپنے حلقہ بگوشوں پر سب سے بڑا ظلم یہی ہے کہ اس کے حلقہ اقتدار کے اندر کوئی شخص "خلیفہ" کے متعلق کلمہ حق زبان پر نہیں لا سکتا ہے۔

کیا جناب خلیفہ قادیان کے بیان کردہ اس واقعہ ہی کی روشنی میں عہد نبوی کی ایمان پرور آزادی رائے اور محمودی خلافت کے ضمیر کش استبداد اور ڈکٹیٹرشپ میں مطابقت پیدا کرنے کی کوئی ذرہ بھر بھی گنجائش ہے؟

لارڈ ہیلی فیکس کی تقریر

ہٹلر کی تازہ تقریر کے جواب میں لارڈ ہیلی فیکس نے ۲۲ جولائی کو لندن سے جو تقریر نشر کی وہ نہایت کامیاب، معقول اور موثر ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اس تقریر نے دنیا کے تمام معقولیت پسند اور امن انصاف خواہ طبقوں کو لازمی طور پر متاثر کیا ہوگا۔ لارڈ موصوف نے اس تقریر میں ہٹلر کے بے معنی دعاوی اور غلط بیانات کا جواب ناقابل تردید اور دل نشیں دلائل و حقائق سے دیا ہے اور اس کی بیہودہ دھمکیوں کے مقابل ایک زبردست عزم کا اظہار کیا ہے۔ اس کے لفظ لفظ سے برطانی حکومت اور انگریز قوم کی جوانمردی اور روشن توقعات نمایاں ہیں۔ مگر ہمارے لئے اس سیاسی تقریر کے مندرجہ ذیل الفاظ سب سے زیادہ قابل توجہ ہیں:-

"ہم خدا کی پرستش کرنا چاہتے ہیں اور اس مذہبی آزادی کا انحصار ضمیر پر ہے جسے ہم چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ضمیر ایک ایسی چیز نہیں جو کسی کے حوالے کی جا سکے۔ لیکن جرمنی میں لوگوں نے اپنے ضمیر ہٹلر کے حوالے کر دیئے ہیں۔ تاکہ وہ ہٹلر کے ہر حکم کی قطع نظر اس کے کہ وہ اچھا ہو یا برا مشین کی طرح تعمیل کریں۔ . . . . یورپ کی سلطنتوں کی اساس و بنیاد عیسائیت کی تعلیم اور خدا کے عقیدے پر ہے

اس لئے میں ایسے ممالک سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ جس نیک مقصد کے لئے ہم ہٹلر سے معرکہ آرا ہیں اس میں برکت دے . . . . ہم اور ہماری نو آبادیات آخری دم تک اس برائی کا مقابلہ کریں گی ہم اس لڑائی کے خطروں اور اچھے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھتے جائیں گے۔ مگر ہم خدا کی عنایات سے ناامید نہیں ہوں گے اور ان ہی کے طفیل تمام خطروں پر قابو پا سکیں گے"

عرصہ سے مدبرین یورپ کی زبانوں پر خدا اور مذہب کا نام بہت کم بلکہ بالکل نہیں آتا تھا۔ مگر اب رفتہ رفتہ اس جنگ کی وجہ سے انہیں خدا یاد آ رہا ہے۔ لارڈ ہیلی فیکس کی یہ تقریر اس لحاظ سے بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے اس میں احترام و یقین کیساتھ خدا اور مذہب کا ذکر کیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اس جنگ کے اثرات و نتائج یورپ میں مادہ پرستی کی شکست اور زبردست ردعمل کا موجب ہوں گے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ لارڈ موصوف نے خدا کے عقیدے کے ساتھ عیسائیت کی تعلیم کو بھی یورپین سلطنتوں کی بنیاد قرار دیا ہے اور یہ اساس نہایت کمزور اور ناقابل اعتماد و عمل ہے۔ گذشتہ اور موجودہ جنگ ہی اس کا کافی ثبوت ہیں۔ لیکن خدا کے عقیدے پر پختگی کے ساتھ ساتھ یورپ کو اس غلطی کا خود بخود احساس ہو جائیگا اور عیسائیت کو اسلام کیلئے جگہ خالی کرنی پڑیگی۔ یہ تقریر ہندوستان کے ان مغرب زدہ وطن پرستوں کیلئے بھی ایک سبق ہے جو سلطنتوں اور قوموں کی بنیاد مذہب کی بجائے وطنوں پر رکھنا چاہتے ہیں۔

مالداروں کیلئے ایک لمحہ فکریہ

اخبار بین حضرات ہز ہائینس سر آغا خاں کے اسم گرامی اور رتبہ و اثر سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔ ایک مشہور و قدیم فرقہ کے مطلق العنان مذہبی پیشوا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں جاں نثار و مستانہ دل مریدوں کے محبوب پیر۔ دنیا کے بیسیوں ممالک میں ان کے عقیدت مند موجود۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک۔ ہندوستان اور یورپ کی سیاسی دنیا کی ایک قابل ذکر اور صاحب اثر شخصیت گھوڑ دوڑ کے مشہور شوقین۔ تفریح پسندی میں نامور۔ برطانیہ و فرانس کے امرا و مدبرین سے خاص تعلقات کے علاوہ برطانیہ کے خاندان شاہی سے ان کے مراسم۔ دنیا کے دس گیارہ متمول ترین انسانوں میں سے ایک۔ کروڑوں کی سالانہ آمد ــــ ہندوستان اصلی وطن ہے۔ لیکن رہتے زیادہ تر یورپ میں ہیں۔ ایک یورپین عورت ہی سے شادی کر رکھی ہے۔ بے فکری کا یہ عالم کہ جنگ کی وجہ سے براعظم یورپ میدان کارزار بنا ہوا ہے۔ لیکن یہ پورے اطمینان کے ساتھ اسی میدان کارزار میں بیوی بچوں کے ساتھ سیر و تفریح میں مصروف تھے۔ دولت و اثر نے ان کیلئے تمام سہولتیں مہیا کر رکھی تھیں۔ گذشتہ ماہ یہ فرانس کی آبشاروں کی سیر فرما رہے تھے کہ یکا یک اس بدنصیب بے ہمت ملک نے جرمنی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ سر آغا خاں کو بیوی بچوں سمیت سوئٹزرلینڈ جانا پڑا۔ آج کل اسی بے بسی کی حالت میں وہیں پناہ گزیں ہیں چند روز ہوئے آپ نے ایک اخبار کے نامہ نگار کو بیان دیتے ہوئے کہا:-

"میں اس وقت تقریباً مفلس ہو چکا ہوں میں ہندوستان یا مصر یا لندن سے روپیہ نہیں منگوا سکتا . . . . گو میں مفلس ہو چکا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں بھی ہزارہا پناہ گزینوں میں سے ایک ہوں بلکہ ہمیں اس بات کا بھی شکر گزار رہنا چاہیئے کہ ہم زندہ ہیں"

کیا آج سے چند ماہ پیشتر کسی کے تصور میں آ سکتا تھا کہ سر آغا خاں جیسا متمول انسان اس طرح اپنی بے کسی اور مفلسی کا اظہار کریگا۔ وہ مالدار جنہیں اپنی دولت و ملکیت پر بھروسہ اور فخر ہے۔ وہ زر پرست جو زر کی پوجا کرتے ہیں اور اس کا کوئی حصہ خدا اور اسلام کے دین کیلئے خرچ کرنا گوارا نہیں کرتے جن کے کان زکوٰۃ و خیرات کے الفاظ تک سے نا آشنا ہیں ــــ وہ پیر جو گدیاں قائم کرنے کے بعد جاگیروں اور ریاستوں کے خواہاں ہیں ــــ کیا وہ دنیا کے ایک متمول ترین انسان اور غالباً سب سے بڑے پیر کی موجودہ حالت سے [illegible]

ایک عاشق قرآن کی وفات

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے دوست محبوب خانصاحب ریٹائرڈ انسپکٹر آف رجسٹریشن دھاروار جو سلسلہ احمدیہ کے ایک پرجوش ممبر تھے ۱۵ جولائی کی شب کو فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسلام اور احمدیت کے ساتھ انہیں ایک گونہ عشق تھا۔ دوران ملازمت میں بھی جہاں کہیں دورہ پر جاتے کسی نہ کسی مسجد میں مسلمانوں کو جمع کر کے قرآن شریف کا درس دیتے تھے اور یہ عشق کی چنگاری انہیں یہاں ایک جلسہ سالانہ پر تشریف لانے سے نصیب ہوئی تھی۔ اس جلسہ سالانہ کے تاثرات کا عالم تھا کہ جب وہ لاہور سے اپنے وطن واپس پہنچے تو لوگوں نے ان سے حالات سفر سننے کا شوق ظاہر کیا۔ مگر انہوں نے نہایت جوش سے فرمایا تم مجھ سے آگرہ کے قلعہ کی اینٹوں اور دہلی کے قلعہ کے پتھروں کا حال پوچھتے ہو؟ مجھ سے یہ پوچھو کہ تم نے لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر کیا کیا روحانی اور اسلامی تقاریر سنیں اور پھر حضرت امیر ایدہ اللہ اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں کی تقاریر کا خلاصہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

آخر پر کسی نے کہا۔ لاہور میں ان دنوں سردی زیادہ ہو گی آپ نے فرمایا ہاں تھی۔ مگر جلسہ کی تقاریر سن کر میں ایک دم گرم ہو گیا اور مجھے سردی محسوس نہیں ہوئی۔ دھاروار کے اس دور دراز مقام میں ہمارا ایک سرگرم ممبر تھا جو ہم سے جدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور دوستوں سے استدعا ہے کہ وہ جنازہ غائبانہ پڑھیں اور ان کے بیٹے عبدالرحمن خان صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ اور دوسرے بچوں کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔

(عبدالحق ودیارتھی)

ہندوستان کے انتہائی جنوب سے ایک احمدی دوست

جنہیں جماعت میں شامل ہوئے صرف چند سال کا عرصہ گذرا ہے اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہر جمعرات کے دن وہ اور ان کے اہل و عیال دوپہر کے وقت معمولی اور سادہ کھانا کھاتے ہیں اور شام کے وقت محض تھوڑا سا گرم پانی پی کر گزارہ کر لیتے ہیں اور اس طرح باقاعدہ کچھ نہ کچھ رقم بچا کر وہ بچت فنڈ میں داخل کرتے ہیں۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بڑے اشتیاق سے جمعرات کا انتظار کرتے ہیں اور انہیں جمعرات کے دن اس طریق عمل سے خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔

یہی اصل مقصد ہے جس کے لئے تحریک بچت فنڈ جاری ہوئی تھی۔ ہمارے اس دوست کا طرز عمل تمام احمدی احباب کے لئے قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔

(سیکرٹری تحریک)

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کرنا ہر احمدی کا فرض ہے

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

نوجوانانِ جماعت سے خطاب!

عزیزانِ محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے خطبات یا خطوط میں نوجوان اس طرح مخاطب ہوتے ہیں جس طرح بزرگانِ قوم۔ بلکہ اس وقت تو اولین مخاطب آپ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا وہ عظیم الشان کام جو آپ کے بزرگوں نے ۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھ کر شروع کیا تھا۔ اس کا بوجھ فی الحقیقت اب آپ کے کندھوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے اور اصل حامل اس بوجھ کے آپ ہی ہیں۔ جس خوبی کے ساتھ اس بوجھ کو آپ نے اٹھایا ہے اس کے لئے میرے دل سے آپ کیلئے دعائیں نکلتی ہیں۔

خلیفہ قادیان کی اپنی جماعت کے متعلق رائے

میں جب قادیان کی اخباروں میں "خلیفہ قادیان" کی ان کی اپنی جماعت کے متعلق رائے دیکھتا ہوں کہ وہ ابھی کچی ہے اور بلوغت کی حالت کو نہیں پہنچی۔ تو اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں نے خدا کے فضل سے اپنی پختگی اور تبلیغ اسلام کے عظیم الشان کام کو چلانے کی اہلیت کا وہ ثبوت دیا ہے جس سے قادیان کے پختہ کار بھی عاری ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہمارے نوجوانوں کے متعلق قادیانیوں کا غلط پروپیگنڈا

یہ تو سچ ہے کہ نوجوانوں کے اندر بعض کمزوریاں بھی ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ بعض نوجوان اپنے فرائض سے غافل بھی ہیں۔ چند ایک ایسے بھی ہیں۔ جو ایک غلط راہ پر پڑ گئے ہیں۔ لیکن ان معدودے چند کی خاطر نوجوانوں کے کثیر حصہ کی بیش بہا خدمات کا اعتراف نہ کرنا بھی ناشکری ہوگی۔ کسی جماعت پر جو حکم لگایا جاتا ہے۔ وہ اس کی اکثریت پر ہی لگایا جاتا ہے۔ ورنہ ایک قلیل تعداد کمزوروں کی ہر جگہ ہوتی ہے۔ اصل میں یہ پراپگنڈہ جماعت قادیان نے شروع کیا تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے نوجوانوں کو دین سے کچھ مس نہیں۔ اور پھر ہٹلر کے پانچویں دستہ کی طرح اس خیال کو ہماری جماعت کے اندر پھیلانا شروع کیا۔ مثلاً ایک بزرگ باپ کے کمزور جانشین کو چن لیا اور ایک دو ایسی مثالیں بیان کر کے یہ خیال پھیلانا شروع کیا کہ لاہور کی جماعت صرف چند پرانے آدمیوں کے دم سے قائم ہے۔ جس دن یہ اٹھ گئے۔ اس دن یہ جماعت ہی برباد ہو جائے گی۔

ہمارے نوجوانوں کے اخلاص نے قادیانیوں کو مایوس کر دیا

لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب یہ لوگ ہماری بربادی سے مایوس ہو گئے ہیں اور اب ان کے "خلیفہ" نے انہیں یہ بتا دیا ہے کہ لیمزقنہم کے الہام کو اب بھول جاؤ۔ کیونکہ ایک دوسرے الہام سے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ برباد نہیں ہوں گے بلکہ قیامت تک ان کا وجود باقی رہیگا یہ اعلان "خلیفہ قادیان" اپنے خطبہ میں کر چکے ہیں۔ تو اصل بات یہ ہے کہ پہلے ان کا گزارہ لیمزقنہم کے ورد پر تھا۔ اب واقعات نے جب اس الہام کو غلط ثابت کر دیا اور ہماری جماعت کے نوجوانوں کے اخلاص نے انہیں بتا دیا کہ خدا کے فضل سے ان کی بنیادیں مضبوط ہیں تو اب دوسرا الہام لیمزقنہم سے بھی پہلے کا نکل آیا کہ ان کا وجود قیامت تک رہیگا۔

دو امتحان — جن میں ۹۵ فیصدی نوجوان کامیاب نکلے

گو کم و بیش میں اکثر بڑی جماعتوں میں ہمیشہ ہی جاتا رہا ہوں لیکن ۱۹۳۸ء میں جوبلی کی تحریک کو لیکر اور ۱۹۳۹ء میں چندہ ماہوار کو ایک آنہ روپیہ کی شرح پر لانے کیلئے جماعتوں کے اندر کسی قدر وسیع پیمانے پر دورہ نے میرے دل کو اس یقین سے بھر دیا کہ ہمارے نوجوانوں کا اخلاص خدا کے فضل سے بہت بلند مرتبہ پر ہے۔ یہ فی الحقیقت جماعت کے نوجوانوں کے دو امتحان تھے جن میں میں سمجھتا ہوں کہ پچانوے فیصدی سے بھی زیادہ جماعت کے نوجوان کامیاب نکلے۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ جہاں بعض پرانے بزرگوں نے بہ تقاضائے عمر یا اور وجوہ سے وہ ہمت نہ دکھائی جس کی مجھے ان سے توقع تھی اور مجھے ایک طرح ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ وہاں نوجوانوں نے میری اس قدر ہمت افزائی کی، کہ میری ان ناکامیوں کا بھی ازالہ کر دیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اور یہ آپ لوگوں کی ہی ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ میری ہمت بلند ہوتی چلی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں تحریکوں میں مجھے وہ کامیابی عطا فرمائی جو میرے ہی نہیں جماعت کے اندر کسی کے وہم و گمان میں نہ تھی۔

مالی قربانیوں کے لحاظ سے چوٹی پر نوجوان ہیں

جیسا کہ میں نے کہا اس وقت درحقیقت وہ بوجھ جو آپ کے بزرگوں کے کندھوں پر تھا۔ وہ اب آپ کے کندھوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے اور جہاں پہلے بزرگوں کی طرف سے ہی قربانیوں کے مطالبہ پر لبیک کی آواز آتی تھی۔ اب بہت زیادہ لبیک کی صدائیں وہ ہیں جو آپ کی طرف سے آتی ہیں۔ اس وقت مالی قربانیوں کے لحاظ سے چوٹی پر پہلے دوسرے تیسرے نمبر تک آپ لوگ یعنی نوجوان ہیں۔ یعنی اول میاں نصیر احمد فاروقی جن کی طرف سے باقاعدہ ایک سو پچاسی (۱۸۵) روپے ماہوار کی رقم خزانہ انجمن میں آتی ہے یعنی ۲۲۰۰ روپے سالانہ سے بھی اوپر علاوہ دیگر تحریکات کے جن میں وہ بیاہ بر حصہ لیتے ہیں۔ دوئم شیخ عبدالرحمٰن صاحب ڈسٹرکٹ جج جن کی طرف سے ایک سو پندرہ روپیہ ماہوار آتے ہیں۔ اور سوم میاں غلام عباس صاحب جن کی طرف سے پچھتر روپے ماہوار آتے ہیں (ان رقوم میں ان اصحاب کی بیگمات کے ماہوار چندے بھی شامل ہیں)۔

میاں نصیر احمد کے متعلق ایک باخدا بزرگ کے الہامات

سید اسد اللہ شاہ صاحب (لدھیانہ) حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے ایک علیم اور باخدا بزرگ ہیں۔ ان کا تعلق اختلاف کے بعد جماعت قادیان سے رہا۔ لیکن اب جو کچھ ان کو وہاں کی حالت دکھائی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے ان کا تعلق قادیان کے ساتھ نہیں رہا۔ ان کو آج سے غالباً بتیس (۳۲) سال پیشتر میاں نصیر احمد کے متعلق کئی ایک الہام ہوئے۔ بلکہ ان کی پیدائش سے بھی پیشتر ان کا الہامی نام بتایا گیا۔ زین الدین۔ دوسرا الہام جب وہ بچہ ہی تھے یہ ہوا۔ "مسیح موعود کی فوج کا جرنیل"۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ وہ جماعت جس میں خدا کے فضل سے بڑے بڑے قربانیاں کرنے والے ہیں یہ بچہ ایک دن سب پر سبقت لے جائے گا۔

مسیح موعودؑ کی فوج درحقیقت جماعت لاہور ہی ہے

لیکن جہاں میاں نصیر احمد کے اخلاص اور قربانیوں نے اس الہام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دکھایا ہے وہاں اس الہام سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کی فوج درحقیقت جماعت لاہور ہی ہے۔ ورنہ جماعت قادیان میں اس سے بہت بڑھ کر چندہ دینے والے بھی موجود ہیں۔ جماعت لاہور میں البتہ میاں نصیر احمد ہی سب سے آگے ہیں۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ سو جس فوج کے وہ جرنیل ہیں وہی مسیح موعود کی فوج ہوئی۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے اس کشف کے مطابق بھی ہے جس میں آپ کو بتایا گیا تھا کہ آپ کو جو فوج دی جائے گی وہ ایک لاکھ والا گروہ نہیں ہوگا بلکہ پانچ ہزار والا گروہ ہوگا۔ جماعت قادیان کا اسے بعد میں تحریک جدید پر لگانا ایک بیہودہ کوشش ہے اس لئے کہ کشف میں ان دونوں گروہوں کے الگ الگ آدمی دکھائے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ جماعت میں بہت سے مخلص نوجوان ہیں

یہ تین نوجوانوں کے نام میں نے بطور مثال لئے ہیں ورنہ میں جانتا ہوں کہ اس جماعت میں ایسا ہی اخلاص رکھنے والے اور بھی بہت سے نوجوان ہیں جن کے ذرائع یا تو اس قدر وسیع نہیں اور یا اور بعض قیود کی وجہ سے وہ اس قدر امداد نہیں کر سکتے جس قدر ان کے دلوں میں تڑپ ہے۔ لیکن میرے سامنے وہ اس وقت ہوتے ہیں جب خدا سے اس کے دین کو دنیا میں پہنچانے کے لئے مدد کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔

اس گفتگو کا خاص مقصد — ہمتوں کو بلند کرنے کی ضرورت

لیکن اس وقت جو میں آپ کو خصوصیت سے مخاطب کر رہا ہوں تو اس کی غرض اور ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے کتنا بڑا کام ہے اور اس کے لئے کس قدر ہمتوں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے سامنے جو کام ہے وہ ہے دنیا میں ایک انقلاب عظیم کا پیدا کرنا۔ دنیا کو مادہ پرستی سے نکال کر اخلاق اور روحانیت کی طرف لانا۔ خدائے واحد کے آگے نسل انسانی کو جھکا کر اس قابل بنانا کہ جو قوتیں انسان کو دیئے گئے ہیں ان کی بہترین طریق پر نشوونما ہو۔ دنیا کی قوموں میں جو بغض اور عداوت اور منافرت پیدا ہو چکی ہے۔ اسے دور کر کے ان میں اخوت و محبت کا پیدا کرنا۔ تاکہ انسانی خونریزی اور بربریت کا دور دورہ جس کو تہذیب کا نام دیا جاتا ہے ختم ہو اور سچی تہذیب اس کی جگہ لے۔ آپ کہیں گے کہ ہماری اتنی چھوٹی سی جماعت ہے اس میں یہ طاقت کہاں ہے کہ اتنے بڑے کام کو سرانجام دے سکے۔

ہماری جماعت کا مقصد دراصل ایک خدائی ارادہ ہے

یہ سچ ہے کہ اگر ہم نے خود اپنے سامنے یہ مقصد رکھا ہوتا۔ تو ہم قطعاً اس قابل نہ تھے کہ اسے ہاتھ ڈال سکتے۔ لیکن یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ اس انسان کا کام ہے جو تنہا اٹھا کر ہر قسم کی مخالفتوں کو پاؤں تلے روندتا ہوا کامیابی کے اس بلند مینار پر پہنچا جہاں آج تک کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچا جس کے متعلق اس کے سخت ترین اعداء یہ شہادت دے چکے ہیں کہ "وہ دنیا کا سب سے بڑا کامیاب انسان ہے"۔ پھر اس کی کامیابی اس کی زندگی تک محدود نہ تھی اس کی روحانی قوت کا وہ تیر جو موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ بلکہ ترقی کرتی رہتی ہے اس قدر زبردست ہے کہ وہ اس کی موت کے بعد بھی کام کر رہی ہے۔ ہاں یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اس خدا کا جس کا یہ وعدہ ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ ہمارا خدا سچا خدا ہے اس کا وعدہ بھی سچا ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا۔

خدائی ارادوں کو پورا کرنے والوں کیساتھ خدائی طاقت ہوتی ہے

تو جب خدائی ارادہ یہ ہے کہ دین اسلام دنیا میں غالب ہو تو جو لوگ اس کے غالب کرنے کیلئے کوشش کریں گے۔ وہ درحقیقت خدائی ارادہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ان کا ارادہ ہوتا اور خدا کا نہ ہوتا تو ساری دنیا کی قوت اور دولت کو جمع کر کے بھی یہ ارادہ پورا نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن خدائی ارادوں کو پورا کرنے والوں کی پشت پر خدائی طاقت ہوتی ہے۔ انسان صرف آلے ہوتے ہیں۔ آلہ وہی طاقتور ہے خواہ وہ

ہیچ نظر آتا ہو جس کے اندر قوت زبردست ہو۔ پس خدائی ارادہ کو پورا کرنے والی جماعت خدائی طاقت سے کام کرتی ہے، پھر یہ کام وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو یہی کام کرتے۔ اور یہ کام وہ ہے جس کی طرف توجہ دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مجدد کو اس زمانہ میں بھی مبعوث فرمایا اور اسے یہ بتایا کہ آپ کا اصل کام یہی ہے کہ قرآن کے پیغام کو اسلام کی صحیح تعلیم کو۔ محمد رسول اللہ صلعم کی صحیح تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ وہ کام مسیح موعود کے کندھوں سے منتقل ہو کر ہمارے کمزور کندھوں پر آیا اور وہاں سے منتقل ہو کر آپ کے کندھوں پر بار آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہم سے زیادہ طاقتور ثابت کرے۔

توسیع جماعت کی ضرورت

پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ آپ نے دنیا میں اتنا بڑا انقلاب پیدا کرنا ہے جس کی دوسری نظیر دنیا میں نہیں۔ یہی وہ دنیا کا انقلاب ہے جس کے بعد دنیا امن اور چین سے زندگی بسر کر سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں چھوٹے سے چھوٹا انقلاب بھی پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس انقلاب کے پیدا کرنے کیلئے سرفروشوں کی ایک جماعت کھڑی نہ ہو جائے جو اپنی ساری طاقت کو اس انقلاب کے پیدا کرنے کیلئے لگا دے۔ اور اس مقصد کا حصول ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہے۔ اس میں تو کسی کو بھی شک نہیں کہ ایسی جماعت جس قدر بھی وسیع ہو گی اسی قدر وہ زیادہ کام کو سرانجام دے سکے گی۔ تو اس جماعت کی توسیع اس مقصد کے حصول کے لئے اشد ترین ضروریات میں سے ہے اور اس کی توسیع کی تڑپ ہر وقت آپ لوگوں میں ہونی چاہئے۔

کامیابی کا اصل انحصار جذبۂ سرفروشی پر ہے

لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اصل انحصار جماعت کی کامیابی کا گنتی پر نہیں۔ بلکہ اس کی سرفروشی کے جذبہ پر ہے اور اسی مقصد کو سامنے رکھنے پر ہے جس مقصد کیلئے اسے کھڑا کیا گیا ہے۔ اگر سرفروشی کا جذبہ موجود ہے مگر مقصد سامنے سے ہٹ گیا تو یہ بھی ناکامی ہے اور اگر مقصد سامنے ہے اور سرفروشی کا جذبہ نہیں تو بھی ناکامی ہے۔

جماعت قادیان کی خدمت اسلام و اشاعت قرآن سے محرومی

آپ کو معلوم ہے کہ جماعت قادیان خدا کے آخری پیغام قرآن کو دنیا میں پہنچانے میں ناکام رہی ہے۔ یہ ایک امر واقع ہے کہ ان کی توجہ اس طرف نہیں رہی۔ لیظہرہ علی الدین کلہ کی آواز ان کے کانوں میں نہیں گونجی۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں اختلاف کے وقت یہ مقصد ان کے سامنے تھا اس لئے سب سے پہلے انہوں نے انگریزی میں ترجمہ قرآن کی طرف توجہ کی گو مقابلہ کے رنگ میں۔ اور بڑے زور شور سے ایک پارہ ماہوار کے حساب سے نکال کر اڑھائی سال کے عرصہ میں پورا کرنے کا دعویٰ کیا۔ مگر ایک اڑھائی سال گزر گئے۔ ایک پارہ نکلا۔ اور مطبع سے نکل کر اس کا کثیر حصہ صندوقوں میں بند ہو گیا۔ دوسرے اڑھائی سال گزرے تو عملاً خاموشی ہو گئی۔ مگر تیاری کا اعلان ہوتا رہا۔ تیسرے اڑھائی سال گزرے تو وہ اعلان بھی کمزور ہو گیا۔ غرضیکہ دس دفعہ اڑھائی سال گزر گئے مگر وہ کام نہ ہوا۔ اور اب سوائے دوسروں کے کام پر نکتہ چینی کرنے کے جو ناکام اور نامراد جماعتوں کا خاصہ ہے۔ ان کے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ دس اڑھائی سال میں کچھ نہیں تو اپنے پہلے اعلان پر قائم رہتے ہوئے دس زبانوں میں ہی قرآن شریف کے ترجمے کر دیتے اور دس لاکھ نہ سہی ایک لاکھ کی تعداد میں ہی دنیا میں پہنچا دیتے۔ جس جماعت کی تعداد دس لاکھ بتائی جائے جس کی تنظیم کا غلغلہ دنیا میں بلند ہو جس کی قربانیاں عظیم الشان ہوں جس کا سالانہ چندہ چھ لاکھ ہو۔ اس کیلئے تو اتنا کام کچھ بھی نہ تھا۔ اگر مقصد سامنے رہتا تو اس سے بھی دس گنا کام ہو سکتا تھا۔

قادیان کی کثیر جماعت کے مقابل ہماری قلیل جماعت کا کام اور اس کی وجہ

اس کے بالمقابل قلیل جماعت کو دیکھ لیں۔ جس نے اصل مقصد کو سامنے سے نہ ہٹنے دیا۔ وہ اپنی پچیس سالوں میں ایک نہیں چند زبانوں میں ترجمے کر چکی اور پچیس ہزار کی تعداد میں انہیں دنیا میں پہنچا چکی۔ یہ کیوں ہوا؟ جماعت لاہور گو قلیل تھی۔ اس نے ایک طرف سرفروشی کا کچھ نمونہ دکھایا اور دوسری طرف اپنے اصل مقصد کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

جماعت قادیان نے مسیح موعود کے اصل مقصد کو فراموش کر دیا

جماعت قادیان نے اپنی توسیع اور اپنی دنیوی ترقی کو ہی اصل مقصد بنا لیا اور جوں جوں یہ آتا گیا وہ اپنی جماعت کی دنیوی شان و شوکت کو بڑھانے پر صرف ہوتا گیا۔ مسیح موعود اور اس کا مقصد عظیم نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب بھی "خلیفہ قادیان" اپنے خطبوں میں یہ رونا روتے رہتے ہیں کہ ہر سکھوں سے حکومت دبتی ہے۔ کیونکہ ان کی تعداد بہت ہے اور احمدیوں سے نہیں دبتی۔ کیونکہ ان کی تعداد تھوڑی ہے۔ مگر کاش انہیں یہ یاد رہتا کہ حکومت ہند پر رعب جمانا وہ غرض نہ تھی جس کے لئے مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے۔ بلکہ دنیا میں قرآن کو پہنچانا اور اس ذریعہ سے نسل انسانی کی خدمت کرنا آپ کا اصل مقصد تھا۔ اگر اس مقصد کو جماعت قادیان نے اپنے سامنے رکھا ہوتا۔ تو اس کی عزت دنیا میں اس سے بہت زیادہ ہوتی۔ جو اب ہے اور حکومت پر بھی اس کا بہت بڑھ کر رعب ہوتا۔

قادیانی جماعت کے اس داغ ناکامی کی وجہ

یہ ناکامی کا داغ جماعت قادیان کو کیوں لگا؟ اس لئے کہ اس نے کثرت اور قوت یعنی سیاسی پہلو کو اپنا اصل مقصد بنا لیا اور نظام اور کثرت پر فخر کرتے کرتے آخر اصل مقصد یعنی قرآن کا دنیا میں پہنچانا ان کے ہاتھ سے بالکل نکل گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ علوم قرآنی کی طرف سے بھی ان کی توجہ ہٹ گئی اور وہ علم کا چشمہ جو مسیح موعود کے ساتھ قادیان سے جاری ہوا تھا خشک ہو کر رہ گیا۔ جب قوم کی توجہ ان علوم کی بجائے دنیا کی طرف ہو گئی۔ تو علم کس طرح زندہ رہتا۔

علم قرآن حضرت مسیح موعود کا زبردست ورثہ ہے

پس نیکی اور تقویٰ تو مصلحین کا ورثہ ہے ہی۔ جہاں آپ اس کو لیں۔ اس کے ساتھ ہی علم قرآن کو لینے کیلئے پوری جدوجہد کریں کیونکہ یہ مسیح موعود کا وہ زبردست ورثہ ہے جس کے ساتھ اسلام کا دنیا پر غلبہ وابستہ ہے۔ سب علوم حاصل کریں۔ مگر انہیں قرآن کا خادم بنائیں۔ سب زبانیں سیکھیں مگر انہیں قرآن کا خادم بنائیں۔ مگر ان چیزوں کو آپ قرآن کا خادم نہیں بنا سکتے جب تک کہ خود قرآن شریف کو نہ سیکھیں۔

خدمت قرآن کیلئے تین ضروری باتیں

ان تینوں باتوں کے بغیر آپ قرآن کو دنیا میں نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی ۱۔ خود علم قرآن کو حاصل کرنا۔ ۲۔ دوسرے علوم سیکھنا اور انہیں خادم قرآن بنانا یعنی ان کے ذریعہ سے اصول قرآن کی صداقت کو دنیا پر واضح کرنا۔ ۳۔ دوسری زبانیں سیکھنا اور ان میں تعلیمات قرآنی کو منتقل کر کے دنیا کی مختلف قوموں تک پہنچانا۔ ہر ایک نوجوان کو چاہئے کہ وہ ان تین اغراض کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم اور اس کے ساتھ علوم دینی حدیث، سیرت وغیرہ سے خود زبان عربی سے واقفیت حاصل کرے جو کوئی علم وہ سیکھے اسے قرآن کی خدمت میں لگائے۔ کوشش کرے اور ایک نہ ایک غیر زبان سے ضرور واقفیت حاصل کرے۔ تا کہ شاید ایک ملک اسی زبان میں قرآن کو دنیا تک پہنچانے کا کام اللہ تعالیٰ اس سے لے لے۔ آپ نہیں جانتے کہ آج سے دس سال بعد آپ کی جماعت کو ان چیزوں کی کس قدر ضرورت ہو گی۔ دنیا میں ایک فساد عظیم برپا ہے اور یہ بند نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے لوگوں کو جمع نہ کیا جائے۔ اس کیلئے مزدور درکار ہیں۔ وہ مزدور جو آج سے اس تیاری میں لگ جائیں کہ کل کو ہمارے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کوئی کام ہو جائے۔ آج سے قطرہ قطرہ جمع کرنا شروع کریں تو کل کو آپ ایک دریا بہانے کے قابل ہو جائیں گے جس سے دنیا سیراب ہو گی یہی علم کی مثال ہے۔

حصول علم کو مقدم کرو اور فوراً کوشش شروع کر دو

پس اے میرے عزیز دوستو! اگر آپ نے تبلیغ اسلام کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لیا ہے۔ جیسا کہ آپ کی مالی قربانیاں ظاہر کرتی ہیں۔ تو یہ کام صرف مال کے خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علم کا حاصل کرنا اس کا اصل ذریعہ ہے۔ اور مال صرف اس کا خادم ہے۔ علم کے حصول کو مقدم کرو۔ اور کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس کا کام ہے کہ فوراً کوشش میں لگ جائے کہ علم قرآن کو حاصل کر کے دوسروں کو پہنچاؤں۔

خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرو اور اس کے سامنے گرو

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون شخص کل کو اس بات کا اہل ثابت ہو گا کہ وہ علم قرآن کو دنیا میں بہترین طریق پر پہنچا کر دنیا کی مفید ترین خدمت سرانجام دے۔ اگر اس کی کوشش سے ایک آدمی بھی اسلام میں آ جائے تو اس کی زندگی کا مقصد حل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ یہ خدا کا کام ہے اور جب تک الٰہی طاقت ایک شخص کے اندر پیدا نہ ہو۔ وہ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ ایسی طاقت خدا کے آگے گرنے سے اور خدا سے مدد طلب کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ پس جہاں علم قرآن کو حاصل کرنا اس غرض کے لئے کہ اسے دنیا میں پہنچا کر دنیا کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا جائے۔ آپ کی زندگیوں کا مقصد ہے۔ وہاں خدا سے تعلق پیدا کرنا، خدا کے آگے گرنا۔ خدا سے اس کام کے لئے طاقت مانگنا بھی اپنی زندگی کا مقصد سمجھنا چاہئے۔

نماز حصول طاقت کا بہترین ذریعہ ہے

اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نماز کو ذریعہ بنایا ہے۔ نماز کیا ہے؟ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا۔ اس کی عظمت کا احساس اور اپنی عاجزی کا اعتراف دل پر پیدا ہونا۔ نماز ہی وہ ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں کے اندر قوت پیدا ہوئی۔ کیونکہ ان کی روحیں آستانہ الٰہی پر گری رہتی تھیں۔ اور جو شخص صدق دل سے آستانہ الٰہی پر گرے گا۔ اس کے اندر الٰہی طاقت بھر جائے گی۔ آج بھی نماز کے ذریعہ سے ہمارے اندر وہی قرون اولیٰ جیسی طاقت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسلامی کلچر کی بنیاد نماز ہے اور اسی کو نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کی تربیت میں سب سے بلند مرتبہ دیا ہے۔ اگر ابتدا میں نماز میں خشوع و خضوع کی حالت پیدا نہ ہو تو بھی نماز کی عادت ڈسپلن کے طور پر پختہ کرنا چاہئے۔ جس طرح ایک بچہ جو سکول یا کالج میں داخل ہوتا ہے۔ اسے پہلے دن علم کا شوق پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ پہلے تکلف سے علم حاصل کرتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا شوق خود اس کے دل کے اندر پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح پہلے پہلے اپنے آپ کو تکلف کے طور پر نماز کا عادی بنانا چاہئے آہستہ آہستہ اس کے اندر وہ لذت اور شوق پیدا ہو گا جس کے ساتھ یہ الٰہی طاقت کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گی۔

نماز کے متعلق مغرب زدہ نوجوانوں کا ایک غلط خیال

اور اس کے ساتھ انسان کا کیریکٹر بھی بنے گا۔ جس سے اس کی دنیا سنورے گی۔ عموماً تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دل میں یورپ کی تاریک تہذیب کے اثر کے نیچے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ نماز ایک بیہودہ مشغلہ ہے۔ یہ مادہ پرستوں کا خیال ہے۔ فطرت انسان جانتا ہے کہ خدا کی ہستی کا احساس انسان کے دل پر پیدا

(باقی صفحہ ۳ پر)

مراسلات

میری جماعتِ قادیان سے علیحدگی اور جماعتِ لاہور میں شمولیت کی وجوہ

(سلسلہ کیلئے ۱۳ جولائی سنہ کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں)

از جناب عبدالحمید صاحب۔ دفتر آب و ہوا پونہ

میں اُن قادیانی عقاید پر جو اسلام کے لئے سخت خطرناک ہیں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جماعت کسقدر انسان پرستی کی غلط راہ اور شرک کی دلدل میں غرق ہو چکی ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھا ہے تو وہ شرک ہے۔

قادیانی "خلافت" کا قلعہ

کچھ عرصہ سے دیکھا گیا ہے کہ "خلافت" کے قلعے کی جو قادیان میں اس وقت ہے بہت حفاظت کی جا رہی ہے۔ اگر کوئی خطبہ پڑھا جاتا ہے تو اسی پر۔ اگر مریدوں کو نصائح کی جاتی ہیں تو اسی پر۔ غرض ان لوگوں میں اس وقت اگر کوئی خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔ تو یہی ہے کہ خلافت کا قلعہ کسی وقت گر نہ پڑے۔ چاروں طرف اسکی حفاظت کیلئے جال بچھائے جا رہے ہیں۔

اپنے خطبات اور تقریروں میں حضرت مرزا صاحب خدا تعالیٰ اس کے رسُول اور کتابوں کا ذکر فرماتے تھے۔ مگر یہاں جمعہ کے خطبہ میں اگر ذکر ہے تو خلافت کا۔ مجالس میں ذکر ہے تو خلافت کا۔ غرض ہر ایک جگہ اور ہر ایک وقت یہی ذکر ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہت بڑا خطرہ دامنگیر ہے اور خلافت کے قلعے کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ آجکل اس قادیانی جماعت کی عجیب حالت ہے۔ خدا۔ رسولؐ اور قرآن کا نام تک نہیں۔ حضرت مسیح موعود کے احکام کی پرواہ نہیں۔ خلیفہ صاحب کی من گھڑت باتوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

ایک قادیانی مولوی کے افسوسناک کلمات

کچھ عرصہ ہوا پونہ میں ایک قادیانی مولوی صاحب تشریف لائے۔ اکثر اُن کے ساتھ میری بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ ایک روز وہ فرمانے لگے کہ اگر حضرت مرزا محمود احمد (خلیفہ قادیان) پیدا نہ ہوتے تو خدا ساری خدائی کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے ذرا سختی سے کہا مولوی صاحب یہ کیا کفر بول رہے ہیں۔ آپ کی ایسی باتیں میں سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جناب خلیفہ صاحب کی زندگی آپ سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ اس معاملہ میں سخت فریب خوردہ ہیں۔ آپ یہ تعلیم دوسرے لوگوں کو دیں۔ میں آپ کو یہ کہنے سے کبھی نہ رکونگا کہ آپ ایسا کہنے سے حضرت محمد صلعم کی ہتک کرتے ہیں۔ ایک ایسے انسان کو جو مامور نہیں اسقدر آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ آخر کیوں۔ میں جانتا ہوں کہ صرف حضرت نبی کریمؐ اس خطاب کے حقدار ہیں۔ جس طرح درخت کے بیج کے اندر اُس درخت کی پوری تصویر اور تاریخ موجود ہوتی ہے۔ اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرکے یہ بتا دیا کہ ایک وقت آئے گا جب آدمیت کا بیج بڑھ کر ایک درخت بن جائیگا اور وہ درخت اپنے تمام کمالات کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اور قرآن مجید نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ درخت حضرت محمد صلعم تھے۔ جن پر تمام کمالات انسانیت ختم ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خلافت پوری طاقت کے ساتھ قایم ہو گئی۔

شرک اور پیر پرستی

مولوی صاحب کچھ بگڑے۔ میں نے اُن کو نہیں چھوڑا جب تک اُنہوں نے اس خطرناک بات کو پھیلانے سے توبہ نہ کی۔ آخرکار فرمانے لگے کہ "میری غلطی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں اس وقت اگر اسلام زندہ ہے تو "حضور" کے دم کی وجہ سے۔ آپ ہمارے سامنے کامل انسان کی صورت میں پیش ہوئے ہیں"۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب اس خطرناک بحث میں نہ پڑیں اور جہاں تک جماعت کے نظام کا تعلق ہے آپ تبلیغ کرتے رہیں۔ تاکہ لوگ کثرت سے روپیہ بھیجتے رہیں۔ باقی ایسی باتیں آپ نہ پھیلائیں جن سے جماعت شرک میں مبتلا ہو جائے۔

مردہ ضمیر اور ماؤف دماغ

یہی مولوی صاحب جتنا عرصہ پونہ میں رہے بہت ہی خطرناک باتیں لوگوں کو بتلاتے رہے۔ اور یہ قادیانی کچھ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ ان کا ضمیر کچھ کام نہیں کرتا۔ نہ یہ دیکھتے ہیں اور نہ سوچتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا یہ کر رہے ہیں۔ دراصل روشنی کی تمام کھڑکیاں ان لوگوں نے بند کر لی ہیں اور روشنی ان کے دماغوں تک اب پہنچنا بند ہو گئی ہے۔ صرف ان مولوی صاحب کا یہ کہہ دینا کافی تھا کہ یہ "حضور" کا حکم ہے اور یہ "حضور" کا خیال ہے۔

قادیانیوں کی "دعائیں"

اکثر یہ مولوی صاحب لوگوں کو دعا کے لئے ترغیب دیتے تھے اور وہ دعا کیا تھی ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) حضور کے سر میں درد ہے۔ دعا کرو آرام آ جائے۔ (دعا ہو رہی ہے)

(۲) حضور کی طبیعت ناساز ہے۔ دعا کریں کہ حضور کو رات کو نیند آ جائے۔ (دعا ہو رہی ہے)

(۳) حضور کے جسم میں درد ہے۔ دعا کرو حضور جلد چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں (دعا ہو رہی ہے)

(۴) دعا کرو حضور کو کھانا صحیح طور پہ ہضم ہو جائے۔

اس قسم کی دعائیں ہوتی رہتی تھیں۔ دعائیں تو اور بھی کئی قسم کی ہوتی تھیں مگر دوستوں کا وقت ضایع کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ نمونہ کے طور پر چند دعائیں لکھدی ہیں۔

پونہ کے قادیانیوں کی بڑی دعا

سب سے بڑی دعا جو ان مولوی صاحب نے کی تھی۔ وہ رمضان کے آخری دن کی تھی اور میرے لئے بہت ہی عجیب دعا تھی (مجھے بھی دعوت دی گئی کہ آج خاص دعا ہوگی۔ مگر بدقسمتی سے میں ایسی شریک نہ ہو سکا) میں نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آخر اس دعا میں کیا ہوگا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ قادیان میں حضور آج ۵ بجے شام کو درس قرآن دینگے۔ پھر اس کے بعد دعا شروع ہوگی۔ وہاں "حضور" دعا کریں گے اور یہاں ہم سب ملکر آمین آمین کہتے جائینگے۔ اس طرح سے خدا کے فضل سے ہم لوگ بھی حضور کی دعا میں شامل ہو جائیں گے۔ وہ دعا ہوئی اور بڑے زور کے ساتھ ہوئی اور میں بھی افطار کے وقت پہنچ گیا۔ مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپکو یہ بھی علم ہے کہ قادیان اور پونہ کے وقت میں تقریباً آدھ گھنٹہ کا فرق ہے۔ بہت ممکن ہے جو دعا جو قادیان میں ہوئی ہو وہ "حضور" نے ۱۵ منٹ میں ہی ختم کر دی ہو۔ اور آپ نے اُس کے ۱۵ منٹ بعد آمین آمین کہا ہو اور اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ جناب میاں صاحب دعا میں شامل نہ ہو سکے ہوں۔ اس طرح آپ کا آمین آمین کہنا فضول گیا ہو۔ بس اتنا کہنا تھا کہ جھٹ مولوی صاحب نے منافق کا خطاب مجھے عطا فرما دیا اور میں نے بھی اسے خوشی سے قبول کر لیا۔

ایک اور عبرت انگیز واقعہ

اب ایک اور واقعہ سُن لیجئے۔ ایک روز ایک دوست احمد نگر سے پونہ تشریف لائے۔ بدقسمتی سے میں بھی وہاں موجود تھا۔ گفتگو جو ہوئی وہ ملاحظہ فرمائیے۔

قادیانی نمبر ۱۔ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔

مہمان۔ احمد نگر سے آیا ہوں۔ یہاں ایک ضروری کام تھا۔ میں نے سوچا دوستوں سے بھی ملتا جاؤں۔

مولوی صاحب۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ آپ کس کام کے لئے آئے تھے۔

مہمان۔ میں احمد نگر میں ملازم ہوں۔ جس دفتر میں کام کرتا ہوں وہاں میرے ساتھ دو ہندو بھی کام کرتے ہیں۔ اور اب دفتر میں تخفیف کا سوال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے نوکری سے جواب ملیگا۔

قادیانی نمبر ۲۔ آپکو چاہئے فوراً حضور کو اس معاملہ کی خبر کریں۔

مولوی صاحب۔ آپ کو تو چاہئے تھا کہ حضور کو ہر روز ایک خط لکھدیا کرتے۔ تاکہ آپ حضور کی "خاص" دعاؤں میں شامل ہو جاتے۔

مہمان۔ آپ نے ٹھیک فرمایا۔ میں ہر روز حضور کو خط لکھ دیتا ہوں اور وہاں سے جواب آیا ہے کہ دعا ہو رہی ہے۔

مولوی صاحب۔ بس اگر یہ جواب آ گیا ہے تو ٹھیک ہے جس کو حضور نے دعا میں یاد فرمایا وہ کام ہو گیا اور میرا ایمان ہے کہ حضور کی دعائیں ہی اس وقت اعجازی رنگ رکھتی ہیں۔

قادیانی دعا کی فلاسفی

اس عاجز نے یہ بات چیت نہایت خاموشی سے سُنی اور جب وہ دوست رخصت ہو گئے تو میں نے مولوی صاحب سے عرض کیا۔ جناب مولوی صاحب آپ نے اس دوست کو سخت دھوکہ دیا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں جس انسان کے لئے دعا کروں وہ پوری ہو جاتی ہے۔ وہ تو کیا دنیا میں کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو۔ حضرت محمد صلعم نبیوں کے سردار تھے۔ آپ نے بھی اس معاملہ میں خاموشی اختیار کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر معاملہ چھوڑا ہے۔ یقیناً اگر اس دوست کا کام نہ بنا تو اس کو ٹھوکر لگیگی اور اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ مولوی صاحب نے جو جواب دیا وہ قادیانی ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت "معقول" تھا اور وہ یہ ہے:

"اگر اُس کا کام ہو گیا تو حضور کی دعاؤں کا نتیجہ سمجھا جائے گا اگر پورا نہ ہوا تو یہ شخص سمجھ لیگا کہ اسی میں ہی اُس کی بھلائی ہے۔"

میرے بزرگو اور بھائیو! ملاحظہ فرمائی آپ نے قادیانی دعا کی فلاسفی۔ اسی طرح میں نے ان قادیانیوں کو دیکھا ہے کہ جب کسی کے گھر میں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ حضور کی دعاؤں کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے اور حضور کو مبارکباد کے تار دئے جاتے ہیں اور نام بھی حضور ہی تجویز فرماتے ہیں۔ اگر بدقسمتی سے لڑکی پیدا ہو جائے تو وہ قادیانی کی اپنی قسمت سمجھی جاتی ہے۔

میں یہ باتیں مضمون آرائی کے رنگ میں نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اسکا اظہار کرنا میرا فرض ہے تاکہ دیگر دوستوں کو بھی علم ہو جائے۔

جناب خلیفہ صاحب کے بائیں ہاتھ کا کرتب

حال ہی میں ۲۴ مئی سنہ ۱۹۴۰ء کو جو "حضور" نے خطبہ قادیان میں دیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قادیانی مولویوں کی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ "حضور" کو اپنی دعاؤں پر بہت ناز ہے۔ موجودہ جنگ کو حضور اپنے مریدوں کی بددعاؤں کا نتیجہ بتا رہے ہیں۔ اور اس جنگ کا نقشہ بدل دینا "حضور" کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ فقط دعا کی درخواست سرکار برطانیہ کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس حالت میں "حضور" نے یہ خطبہ دیا ہے۔ کوئی ایسی غلطی نہیں کر سکتا جتنی میاں محمود احمد صاحب نے اس معاملہ میں اسلام کو بدنام کرنے میں کی ہے۔

حضرت مسیح موعود کی اپنی اولاد کیلئے دعاؤں کی حقیقت

ایک قادیانی دوست جو دعاؤں کے موضوع پر مجھ سے بحث کر رہے تھے فرمانے لگے حضرت مرزا صاحب نے کس قدر دعائیں اپنی اولاد کے لئے کی ہیں۔ کیا یہ دعائیں سب فضول گئیں۔ اور کیا خدا تعالیٰ اپنے بندے کی دعائیں قبول نہیں کرتا۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کا فرمانا بجا ہے میں خود دعا کا بہت سختی سے قائل ہوں۔ میری موجودہ حالت دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں اسکا کبھی انکار نہیں کرتا کہ خدا دعا قبول نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود کو اپنی اولاد کے متعلق اندیشہ

مگر یہاں معاملہ ہی اور ہے۔ انسان کا دعا کرنا کسی حالت میں بھی قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ بہت اچھا ہے۔ جتنا انسان خطرہ محسوس کرتا ہے اُسی قدر زور سے امداد کی درخواست کرتا ہے۔ والدین اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یہ اُنکا پہلا فرض ہے۔ تاکہ اُنکی اولاد اُن کے بعد بدنام کرنے والی نہ ہو۔ انہی حالات میں حضرت مرزا صاحب نے کسی خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اپنی اولاد کی آنیوالی زندگی خطرہ سے خالی معلوم نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں کہ وہ آپکی اولاد پر رحم فرمائے۔ باقی یہ کہ ان دعاؤں کا جواب اللہ تعالیٰ نے کیا دیا یہ کوئی قادیانی نہیں دکھا سکتا۔

مباہلہ کا چیلنج

اس بات کو سُنکر وہ دوست فرمانے لگے کہ مولوی عمر دین صاحب جب بمبئی آئے تھے تو اُنکو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا۔ مگر وہ بھاگ گئے۔ میں نے کہا کہ یہ میں کسی حالت میں تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں خیر آپ فرما رہے ہیں تو میں اس وقت مان لیتا ہوں کہ ایسا ہوا ہوگا۔ مگر میں اُنکا ادنیٰ خادم یہاں بیٹھا ہوں آپ میرے ساتھ جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں مباہلہ کر لیں۔ اور مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ جناب خلیفہ صاحب قادیان نے حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کو بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ چونکہ خلیفہ صاحب کی زندگی کے حالات تسلی بخش نہیں ہیں لہٰذا میں کسی حالت میں ان عقاید کو جو وہ حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں صحیح تسلیم نہیں کر سکتا ہوں اور میدان مباہلہ میں ان حالات کو میں بیان کرونگا جن کی وجہ سے میں ایسا سمجھتا ہوں۔

میری طرف سے صرف ایک شرط

یہ مباہلہ دہلی یا لاہور میں ہو۔ اس میں میری طرف سے کوئی شرط نہیں ہوگی۔ فقط۔ کہ جو بھی عذاب آئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اور ایک سال کے اندر ہو۔ اس میں انسانی ہاتھ کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے اور اسے تمام اخبارون میں شایع کرا دیا جائے۔

یہ مباہلہ قادیانی جماعت کی کامیابی کا باعث ہوگا

میں نے اُس دوست سے یہ بھی کہا تھا کہ یہ مباہلہ قادیانی جماعت کے لئے بہت کامیابی کا باعث ہوگا۔ میاں محمود احمد صاحب خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں اور جو باتیں عبدالحمید اُن کی طرف منسوب کرے گا وہ کبھی بھی خدا کے مقرر کردہ خلیفہ میں نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا قادیانی جماعت کے لئے یہ دن بھی گھی کے چراغ جلانے کا ہوگا۔ ہزاروں لوگ عبدالحمید کی تباہی اور خدا کے عذاب کو اس پر نازل ہوتے ہوئے اس زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ہزاروں انسان قادیانی سلسلہ میں داخل ہو جائیں گے۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ میری اس تباہی کو دیکھ کر جماعت احمدیہ لاہور کے بھی بہت سے افراد خلیفہ صاحب کی غلامی میں آ جائینگے۔

اخبار کے ذریعے دوبارہ درخواست

میں اس دوست کی خدمت میں اس اخبار کے ذریعے پھر التجا کرتا ہوں کہ وہ میری بات پر غور فرمائیں میری تباہی پر خیال نہ فرمائیں۔ مجھے اس میں راحت ہوگی کہ احمدیت کے لئے میں نے یہ قربانی دی۔ وہ میدان مباہلہ میں آ جائیں جس جماعت کا سردار جس قوم کو اپنی بددعا سے تباہ کر سکتا ہے اُسے کیا فکر ہو سکتی ہے۔ اسی سردار کی بددعا سے وہ عبدالحمید ایسے ناچیز انسان کو تباہ و برباد کروا سکتا ہے۔ بس آخری التجا یہ ہے کہ وہ بربادی انسانی ہاتھ سے نہ ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہو۔ جو دنیا کے لئے ایک نشان کا کام دے سکے اور احمدیت کے لئے باعث عزت ہو۔

قادیانی جماعت کو صرف خلافت کی فکر ہے

ان تمام باتوں سے جو میں نے لکھی ہیں آپ اندازہ لگائیں کہ اس وقت قادیانی جماعت کدھر جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود کا جو حکم تھا اُس کا کسی کو بھی خیال نہیں۔ اسلام کی خدمت یہ لوگ بھول چکے ہیں۔ فکر ہے تو صرف ایک اور وہ خلافت کی حفاظت۔ اس کے لئے دین و دنیا سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

قادیان کے قادیانیوں کی قابل رحم حالت

میں نے قادیان میں خود دیکھا ہے کہ یہ لوگ کس طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ رات کو سوتے ہیں یہ خطرہ لگا ہوا ہے کہ صبح کوئی مصیبت سامنے نہ آ جائے۔ ہر وقت خطرے کے بادل چھائے ہوئے ہیں سچی بات کہنے سے بھی ڈرتے ہیں۔ اگر ایک شخص دوسرے سے کچھ ایسی ویسی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اطمینان کر لیتا ہے کہ یہ خلیفہ صاحب کے کان تک تو نہیں پہنچ جائیگی۔ یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے بالکل سچ ہے۔ سچائی کبھی چھپ نہیں سکتی۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو سچائی کا اظہار کر دیتے ہیں۔ مگر اُن کی ہمت نہیں پڑتی کہ خلیفہ صاحب تک وہ سچائی پہنچا سکیں۔ کیونکہ اس سرکار میں سچا اعتراض کرنا بھی جرم ہے۔ اللہ اللہ یہ جماعت اور اسلام کی حفاظت کا دعویٰ۔

قادیان میں آزادی ضمیر کا خون

جس جماعت میں ضمیر کی آزادی کا خون ہو چکا ہو وہاں باقی کیا دھرا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم ایک مسلمان کو بہادر بناتی ہے۔ اور خلیفہ صاحب قادیان کی تعلیم ایک قادیانی کو بزدل بناتی ہے۔ کیونکہ حقیقت کا اظہار کرنے سے بھی ڈرتا ہے۔ اس لئے کہ اب اس کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ساری دنیا چھوڑ کر وہ قادیان آیا اور اُسے چھوڑ کر اب کدھر جائے۔ اگر چھوڑتا بھی ہے تو ایک فقیر بنکر۔ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو اس مصیبت کو قبول کریں (ایک بزرگ ایڈیٹر صاحب اس فقیری کو اب قبول نہیں کر سکتے۔ وہ یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ خاموشی سے دن گذار دیں) قادیان میں ایسے سینکڑوں انسان موجود ہیں۔ جو ضمیر کی قربانی دیکر مردہ انسانوں کی طرح زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ میں نام ظاہر کر سکتا ہوں۔ مگر خیال آتا ہے کہ ان پر دربار خلافت سے عتاب ہوگا اور ان کو برباد کرنے اور دکھ دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جائیگی۔ اس واسطے خاموش ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر رحم فرمائے اور ایسے سامان پیدا کر دے جو انہیں دوبارہ زندگی نصیب ہو۔ آمین۔

بر اسلات

سید احمد علی صاحب کے جواب پر گذارش

(از جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)

میں نے جناب خلیفہ صاحب مکرم سے انہی کے وضع کردہ بعض اصولوں کی بنا پر پیغام اسلام میں یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ اگر ان اصولوں کی رو سے جناب پر یہ اعتراض لیا جائے کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کہاں ہے اور یہ کہ حضرت اقدس نعوذ باللہ اپنے بعد خالص گمراہی ہی چھوڑ کر گئے۔ تو جناب کا اس کے متعلق کیا جواب ہے اور ساتھ ہی میں نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ سوال چونکہ انہی کے وضع کردہ اصول کی بنا پر ہے۔ اس لئے ان کا جواب ہی جواب سمجھا جائے گا۔ کسی وکیل کا جواب قابل التفات نہ ہوگا۔ اس مطالبہ کے جواب میں جناب خلیفہ صاحب کی طرف سے تو ابھی تک مکمل خاموشی سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن مکرمی سید احمد علی صاحب نے ان کی طرف سے وکیل بن کر ایک مدلل طویل لیکن نامکمل جواب اخبار "فاروق" میں شائع کیا ہے اور جناب خلیفہ صاحب مکرم کی طرف سے عدیم الفرصتی کا عذر پیش کیا ہے۔ اگر جناب سید صاحب کی طرف سے پیش کردہ عذر درست ہے اور جناب خلیفہ صاحب مکرم فی الحقیقت اس قدر عدیم الفرصت ہیں کہ انہیں اپنے ہی وضع کردہ اصول کو درست ثابت کرنے اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے تک کے لئے وقت نہیں ملتا تو وہ مہربانی فرما کر اپنے خطبہ میں اتنا ہی فرما دیں کہ سید احمد علی صاحب نے جو جواب لکھا ہے وہ درست ہے اور اسے ہی میری طرف سے جواب سمجھ لیا جائے ان کی اس تصدیق کے بعد میں انہیں خود جواب لکھنے کی تکلیف نہیں دوں گا۔

اور اگر جناب خلیفہ صاحب مکرم سید صاحب کے جواب کی تصدیق کرنے کیلئے تیار نہ ہوں تو میں امید کرتا ہوں کہ جناب سید صاحب مجھے حق بجانب قرار دینگے۔ اگر میں ان کے مضمون کے جواب پر خاموشی اختیار کرتا ہوا خود جناب خلیفہ صاحب مکرم کے اپنے جواب کا منتظر رہوں۔

اس کے علاوہ ایک اور مطالبہ بھی میں نے جناب خلیفہ صاحب مکرم سے کیا تھا اور وہ یہ کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ ہمیشہ سچائی سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ کہ آپ نے جماعت کو تلقین کی ہے کہ دین و دنیا کے سب معاملات میں ہمیشہ سچائی سے کام لیا کریں۔ جناب خلیفہ صاحب مکرم کے اس قول کو پیش کر کے میں نے دریافت کیا تھا کہ جناب نے جو خاکسار کی

جلد ۲۸ لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۴۰ء نمبر ۴۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خوارق کی اصل وجہ انسان کی تبدیل یافتہ روح ہی

خوارق کی کل جس سے عجائبات قدرتیہ حرکت میں آتی ہیں انسان کی تبدیل یافتہ روح ہے اور وہ سچی تبدیلی یہانتک آثار نمایاں دکھاتی ہے کہ بعض اوقات ایک ایسے طور سے شور محبت دل پر استیلا پکڑتا ہے اور عشق الٰہی کے پرزور جذبات اور صدق و یقین کی سخت کششیں ایسے مقام پر انسان کو پہنچا دیتی ہیں کہ اس عجیب حالت میں اگر وہ آگ میں ڈالا جائے تو آگ اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ اگر وہ شیروں اور بھیڑیوں اور ریچھوں کے آگے پھینک دیا جائے تو وہ اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اس وقت وہ صدق اور عشق کامل اور قوی تجلیات سے بشریت کے خواص کو پھاڑ کر کچھ اور ہوجاتا ہے اور جس طرح لوہے کے ظاہر باطن پر آگ متولی ہو کر اسکو اپنے رنگ میں لے آتی ہے اسی طرح یہ بھی آتش محبت الٰہی کے ایک سخت استیلا سے کچھ کچھ اس طاقت عظمیٰ کے خواص ظاہر کرنے لگتا ہے۔ جو اس پر محیط ہوگئی ہے۔ سو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ عبودیت پر ربوبیت کا کامل اثر پڑنے سے اس سے ایسے خوارق ظاہر ہوں بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ایسے اثر کے بعد بھی عبودیت کی معمولی حالت میں کچھ فرق پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اگر لوہا آگ میں تپانے سے کسی قدر خاصہ آگ کا ظاہر کرنے لگے تو یہ امر سراسر مطابق قانون قدرت ہے لیکن اگر سخت تپانے کے بعد بھی اسی پہلی حالت پر رہے اور کوئی خاصیت جدید اس میں پیدا نہ ہو تو یہ عند العقل صریح باطل ہے۔ سو فلاسفی تجارب بھی ان خوارق کے ضروری ہونے پر شہادت دے رہی ہے۔ یہ افسانہ نہیں۔ اس پر عارفانہ روح لیکر غور کرو۔ کیا بد نصیب وہ شخص ہے جو اس کو افسانہ سمجھے اور غور نہ کرے۔ اس حالت خارقہ کو عارف کا دل جو مبدل ہے۔ خوب شناخت کرتا ہے۔ دنیا اس حالت سے غافل ہے اور انکار کرتی ہے۔ پر وہ جو اس مرتبہ تک پہنچا ہے وہ اس یقینی صداقت کے تصور سے سرور میں ہے۔ یہ تجلیات الٰہیہ کا ایک دقیق بھید ہے اور اعلیٰ درجہ کا معرفت کا راز۔ (سرمہ چشم آریہ)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب تاحال بٹوٹ (کشمیر) میں ہی قیام فرما ہیں اب ان کی صحت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ احباب شفائے کامل کے لئے دعا کریں۔

— جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن اس ہفتہ ڈیڑھ ماہ کی رخصت پر لاہور سے باہر تشریف لے جارہے ہیں، وہ تمام احباب کی اطلاع کیلئے اعلان کرتے ہیں کہ دفتری خط و کتابت ہمیشہ "سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کے پتہ پر کی جائے ان کا نام نہ لکھا جائے ورنہ خطوط انہیں باہر بھیجے جایا کریں گے اور اس طرح ان کی تعمیل میں خواہ مخواہ تاخیر ہو جایا کرے گی۔

— جناب مولانا عزیز بخش صاحب اعلان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کا روپیہ جو انجمن کے لئے بیمہ یا منی آرڈر وغیرہ کے ذریعہ بھیجا جائے صرف محاسب کے پتہ پر آنا چاہیئے کسی شخص کا نام نہ لکھا جائے احباب کی خدمت میں بارہا یہ درخواست جا چکی ہے لیکن بعض دوست ترسیل زر کے وقت اسے ملحوظ نہیں رکھتے جسکی وجہ سے بعض اوقات رقم وصول کرنے میں دقت پیش آتی ہے اور خواہ مخواہ تاخیر ہو جاتی ہے۔

— جناب قاضی شیر محمد صاحب احمدی مبلغ علی پور ضلع مظفر گڑھ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اور اس خوشی میں قاضی صاحب نے انجمن کو ۵ دیا ہے۔ دلی مبارکباد عرض ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو صحت و مسرت کے ساتھ عمر دراز دے اور خادم دین بنائے۔ آمین ثم آمین۔

— جناب ماسٹر عبدالمجید صاحب مسلم ہائی سکول لاہور کی والدہ محترمہ شدید علیل ہیں۔

— جناب ملک کرم الٰہی صاحب لاہور کا صاحبزادہ اور بہو بیمار ہیں۔

— جناب بابو علم الدین صاحب فورمین ٹاٹا نگر کی ہمشیرہ صاحبہ اپنے وطن ضلع ہوشیارپور میں بہت بیمار ہیں۔

ان بیماروں کیلئے احباب دردِ دل کیساتھ دعائے صحت کریں

— مینجر صاحب "پیغام صلح" درخواست کرتے ہیں کہ جن خریدار صاحبان کا چندہ اخبار اگست میں ختم ہوتا ہے یا اس سے قبل ختم ہوچکا ہے وہ بہت جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ ورنہ ان کی خدمت میں وی۔پی۔ بھیجے جائیں گے۔

آریہ سماج کی مذہبی حالت

حضرت مجددِ زماں کی صداقت کا ایک روشن ثبوت

آریہ سماج بظاہر بہت ترقی کر رہا ہے۔ اس کے لاتعداد سکولوں اور کالجوں، گرد کلوں اور بدھوا آشرموں کا ملک بھر میں جال بچھا ہوا ہے۔ اس کے پاس مختلف زبانوں کے بیسیوں کثیر الاشاعت اخبارات و رسائل موجود ہیں۔ بالخصوص پنجاب میں اس کا پریس بے حد مضبوط ہے اور اس کے ذریعے وہ تمام ہندوؤں کی رائے عامہ پر قابض ہے اور ان کی ذہنیت کو ہر وقت اپنے حسب منشا تبدیل کر سکتا ہے۔ ہندو مہاسبھا میں آریہ سماجیوں کا طوطی بول رہا ہے پنجاب اور یو۔ پی کے اکثر ہندو کانگرسی آریہ سماجی یا نیم آریہ سماجی ہیں۔ ہندو لیڈروں پر آریہ سماج کے اثر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہندو مہاسبھا اور کانگرس کسی مرحلے پر بھی آریہ سماج اور آریہ سماجیوں کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کر سکی۔ باوجود کوشش کے ملک میں ہندو مسلم منافشات روز افزوں ہیں۔ یہ بھی آریہ سماج کے اثر کا ایک ثبوت ہے۔ کیونکہ وہ ہندو مسلم اتحاد کا روز اول سے شدید مخالف رہا وہ نہیں چاہتا کہ ہندو مسلمانوں میں کوئی باعزت مفاہمت ہو۔ اس کی اس خواہش نے ساری ہندو قوم کی ذہنیت اور ارادے کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ یہ مسئلہ روز بروز زیادہ پیچیدہ اور ناقابل حل ہوتا جاتا ہے۔

ان امور سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ سماج خوب ترقی کر رہا ہے۔ وہ کافی مضبوط ہو چکا ہے اور مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی یہ ترقی اور مضبوطی مسلمان قوم کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے جس سے مسلمانوں کو ہرگز غافل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ آریہ سماج کا حلقہ اثر روز بروز وسیع ہو رہا ہے پہلے صرف پنجاب میں اس کا زور تھا۔ پھر صوبہ سرحد۔ یو۔ پی۔ بلوچستان اور سندھ میں زیادہ تر پنجابیوں کی وجہ سے اس کا چرچا ہوا۔ اب وہ وسطی، جنوبی اور مغربی ہندوستان میں بھی اپنے قدم جما رہا ہے۔ ناگپور اور شولاپور آج اس کے مضبوط قلعے ہیں صوبہ مدراس میں رفتہ رفتہ اس کے لئے راستہ صاف ہو رہا ہے حکومت حیدر آباد کے خلاف گذشتہ دنوں اس نے جو شورش برپا کی تھی۔ اس نے مدراس، سی۔ پی اور بمبئی کے متعصب اور مسلم دشمن ہندوؤں کو کسی نہ کسی رنگ میں آریہ سماج کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ ان حقائق کی موجودگی میں آریہ سماج کے ہندوستان گیر اثر و اقتدار اور امن سوز و اتحاد شکن ترقی سے کون انکار کر سکتا ہے —— لیکن اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جس پر احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہئے کیونکہ اس میں ایک زبردست درس عبرت پوشیدہ ہے۔

آریہ سماج ایک مذہبی جماعت ہے۔ اسی حیثیت سے وہ میدان میں آیا اور اب تک اسے ایک خالص مذہبی جماعت ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس کے ہاتھ میں اس ویدک دھرم کا جھنڈا ہے جسے وہ دنیا کے سامنے ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ بانی آریہ سماج نے ویدک دھرم کی تعلیم کے مطابق ایک خالص لائحہ عمل مرتب کیا۔ آریہ سماجی اسے ساری دنیا میں رواج دینے کے عزم کا وقتاً فوقتاً اظہار کرتے رہتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ خود آریہ سماج اس لائحہ عمل پر کہاں تک کاربند ہے۔ اور اس کی اپنی مذہبی حالت کیسی ہے۔ جس ویدک دھرم کو وہ ساری دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے۔ خود اسے اس پر کس قدر یقین و اعتماد ہے۔ آریہ سماج بڑے فخر سے دیانندجی کو ہندوستان، ہندو قوم بلکہ ساری دنیا کا نجات دہندہ کہتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ان کی تجویز کردہ "راہ نجات" پر ہی گامزن ہے۔ یا اس نے اپنے لئے کوئی دوسرا اور راستہ تجویز کر لیا ہے؟

یہ بات اب روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ آریہ سماج جدید حالات اور زمانہ کی ضروریات سے مجبور ہو کر ویدک دھرم کے بہت سے بنیادی اصولوں اور دیانندجی کی اہم تعلیمات کو چھوڑ چکا ہے اور روز بروز چھوڑتا جا رہا ہے۔ نیوگ کے دیانندجی بڑے حامی تھے۔ اور انہوں نے "ستیارتھ پرکاش" میں اس کی پر زور حمایت کی ہے اس پر عمل تو بڑی بات ہے۔ آج نیوگ کا نام سنتے ہی آریہ سماجیوں کی جبیں پر عرق انفعال کے قطرے نمودار ہو جاتے ہیں اور انہیں اس مسئلہ پر آنکھیں اٹھا کر گفتگو کی جرأت نہیں ہوتی۔ دیانندجی نے شادی بیوگان کی شدید مخالفت کی ہے۔ آج آریہ سماج اس کا پر جوش حامی و عامل ہے جگہ جگہ بدھوا آشرم کھلے ہوئے ہیں۔ جن میں سے اکثر کا اثر عمل بیواؤں کے عقد ثانی اور حفاظت و امداد کی بجائے اغوا اور بردہ فروشی کے شرمناک افعال ۔ نتیجہ تک وسیع ہو چکا ہے اور ان آشرموں کے اندرونی حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ آریہ سماج کے اندر درن آشرم جو کہ ہندو آریہ قوم کی معاشرتی و تمدنی بنیاد ہے کی مٹی جس بری طرح سے پلید ہو رہی ہے۔ اس سے ہر کوئی واقف ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ آریہ سماجیوں کا بہت بڑا گروہ ویدوں کے متعلق دیانندجی سے مختلف خیالات و عقائد رکھتا ہے اور ان کو الہامی ماننے سے منکر ہو رہا ہے

یہ وہ حالات و حقائق ہیں جن کا اظہار آریہ سماج کی زبان عمل سے ہو رہا ہے۔ آیئے ہم آپ کو ذمہ دار آریہ سماجیوں کی زبان قلم کے چند اعترافات بھی ان کے اپنے الفاظ میں سنائیں۔ "آریہ ویر" آریہ سماجیوں کا مشہور اخبار ہے۔ وہ "پرکاش" اور "آریہ گزٹ" کی طرح پردہ پوشی اور خود فریبی کی پالیسی کا زیادہ قائل نہیں۔ کبھی کبھی سچی باتیں اور گھر کے بھید بھی اس کی زبان قلم پر آ جاتے ہیں۔ اپنی ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء کے مقالہ افتتاحیہ میں وہ آریہ سماجیوں کی مذہبی زبوں حالی کا رونا روتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"اس اوستھا (حالت) میں ہمارا دوسروں میں پرچار کیا معنی رکھتا ہے۔ اور اس کا کیا پربھاؤ پڑ سکتا ہے . . . . .

آریہ سماج کا کانٹا ہی بالکل بدلا جا چکا ہے اور گاڑی رشی دیانند کی لائن سے اتنی پرے جا چکی ہے کہ اسے پھر اپنی جگہ پر لانے کے لئے دشیش (خاص) یتن کرنا پڑے گا۔ (صفحہ ۳)

آریہ ویر تسلیم کرتا ہے کہ مذہبی لحاظ سے آریہ سماج کی عملی حالت اس قدر گر چکی ہے کہ اس کی تبلیغ کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور آریہ سماج سوامی دیانندجی کی تجویز کردہ راہ سے اس قدر دور جا چکا ہے کہ اس کو پھر اس راہ پر لانے کیلئے خاص جد و جہد کی ضرورت ہے۔ لیکن گذارش ہے کہ زمانہ کی وہ زبردست رو جس نے آریہ سماج کی گاڑی کو دیانندی لائن سے اٹھا کر پرے پھینک دیا اس کو دوبارہ اس لائن پر کس طرح واپس آنے دیگی —— یہ بہت مشکل بلکہ بالکل ناممکن ہے۔ ویدک دھرم اور دیانندجی کی تعلیمات موجودہ زمانہ کا ساتھ ہرگز نہیں دے سکتیں۔

آریہ سماجیوں کو اپنے مذہبی عقائد و احکام سے کس قدر لگاؤ باقی ہے۔ اس کی کیفیت بھی آریہ ویر کی زبان سے سنیئے

"ہم (آریہ سماجی) سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کلیان (نجات) کا ٹھیکہ پربھو نے ہمیں دے دیا ہے۔ جس طرح عیسیٰ مسیح ایک دفعہ صلیب پر چڑھ کر سارے عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ کر گیا۔ اسی طرح دیانند ہمارے لئے کفارہ کر گیا بس ہمارے لئے آریہ سماج میں چار آنے یا آٹھ آنے چندہ دینا کافی ہے۔ ہمارا بیڑا پار ہو جائیگا۔ سناتنیوں کو کوستے تھے اور کہ کے سیر گھی کے آدمی کے بھجن ان کے سمبندھ میں گاتے تھے۔ لیکن آج کیا ہماری حالت ان سے بھی بدتر نہیں ہو گئی ہے . . . . صرف ایک فیصدی ایسے (آریہ سماجی) مل سکتے ہیں جنہیں آریہ سماج کے سدھانتوں کا گیان ہو۔ انہوں نے رشی گرنتھوں کو پڑھا ہو اور وید آدی شاستروں کا سوادھیائے کرتے ہوں"

تعلیمات و عقائد پر عمل و ایمان تو رہا ایک طرف۔ صرف ایک فیصدی ایسے آریہ سماجی ہیں جنہیں ان کا علم ہے۔ باقی ۹۹ فیصدی بالکل بے خبر ہیں

یہ تو عام آریہ سماجیوں کی حالت ہے۔ اب ذرا آریہ سنیاسیوں کی جنہوں نے دھرم اور اس کے پرچار اور خدمت کی خاطر دنیا چھوڑ رکھی ہے۔ ان کی کیفیت بھی گھر کے بھیدی آریہ ویر کی زبانی ملاحظہ ہو۔

"سنیاسیوں کی بھی یہی حالت ہے . . . . . آج تو سنیاسی بھی مٹھ بناتے ہیں اور اندھا دھند چیلوں کی پلٹنیں تیار کرتے نظر آتے ہیں۔ سنیاس کا میدا (رتبہ) اور کرتویہ (فرض) بڑے اونچے ہیں۔ لیکن آریہ سماج میں بھی اگر اسی طرح اندھا دھند سنیاسی بنائے جاتے رہے تو سناتنی سادھوؤں کی طرح آریہ سماج میں بھی وہی حالت ہو جائے گی۔ سنیاسی ستیہ (سچائی) کا پرچارک ہوتا ہے آریہ سماج میں اکثر سنیاسی آج ستیہ کے نہیں۔ پارٹیوں، سرمایہ داروں۔ دھنی لیڈروں کے ایجنٹ اور پرچارک بنے ہوئے ہیں . . . . ان کی کوٹھیاں ان کے لئے پربھو کے مندر ہیں۔ جن کی پرکرما کرنا اپنا گورو سمجھتے ہیں۔ . . . . . یہ حالت ہے اپدیشکوں اور سنیاسیوں کی اور یہ سب لگے ہوئے ہیں دوسروں کے ادھار کے کلیان کیلئے۔ مگر نہیں آریہ سماجیوں کے ادھیکاری اس بات کا وچار کرتے ہیں کہ دوسروں میں پرچار تب ہی سپھل (کامیاب) ہو گا۔ جب خود آریہ سماجی ویدک دھرمی بنیں۔ ان میں بھی آریہ جیون آوے"

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ آریہ سماج ایک مذہبی جماعت ہے۔ اس کی ترقی و کامیابی کا معیار دنیوی ترقی اور سیاسی اثر و رسوخ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ وہ خود اپنے مذہب کی تعلیمات پر کہاں تک قائم ہے اور دوسروں کو اس کا عامل بنانے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔ اس لحاظ سے آریہ سماج کی اعتقادی اور عملی حیثیت کا ایک مختصر لیکن جامع اور نتیجہ خیز مرقع آپ مندرجہ بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور اس مرقع کی روشنی میں پورے اطمینان و وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آریہ سماج ترقی نہیں بلکہ زوال و تنزل کی طرف جا رہا ہے۔ اور یہ

حضرت مجددِ زماں کی پیشگوئی کہ آریہ سماج مذہبی حیثیت سے سو سال کے عرصہ کے اندر ختم ہو جائیگا نہایت ذلت اور شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے اور اس پیشگوئی کا پورا ہونا حضرت مجددِ زماں کی صداقت کا ایک روشن ثبوت ہے ✤

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم سہ شنبہ ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۴۷

اس دور مادیت میں احمدی نوجوانوں کے فرائض

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد احمدی نوجوانوں کیلئے زندگی کا پیغام ہے

موجودہ دور تاریخ انسانی میں مادیت اور مغربیت کا دور ہے جس میں ہر چیز کو مادی نقطہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پہلے معیار جن کی بنیاد اخلاق اور روحانیت پر تھی۔ وہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ اور قریباً قریباً پس منظر میں جا چکے ہیں۔ اس روحانی معیار کے حامل اور علمبردار دنیا میں مسلمان تھے۔ جن کے سینوں کو خداوند تعالیٰ نے آسمانی روشنی اور رشد و ہدایت سے منور کیا تھا اور انہیں ایک ایسا صحیفۂ حکمت عطا ہوا تھا۔ جو دنیا کی سیاسی، معاشی اور تمدنی مشکلات میں ان کا خضر راہ ہو۔ لیکن مسلمانوں نے اس سرچشمۂ رشد و ہدایت سے روگردانی کی۔ اور ایمان کے دیئے طوفان الحاد اور مادیت سے ٹمٹمانے لگے۔ یہ دور اسلامی دنیا کے لئے ایک نہایت خطرناک دور ہے۔ اسلامی کلچر اور ثقافت کی روح رواں توحید باری تعالیٰ اور ہیئت اجتماعیہ انسانیہ تھے۔ لیکن اس زمانہ میں مغربی فلسفہ اور نظریات نے بہت حد تک اس روح کو کچل دیا ہے۔ اب مسلمانوں کے پیش نظر توحید باری تعالیٰ اور وحدت نسل انسانی نہیں۔ بلکہ نیچریت، مادیت، اشتراکیت اور فسطائیت کے بت ہیں۔ جن کی پرستش کی جا رہی ہے اور مغربی اثر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ بجائے وحدت نسل انسانی کے بڑے بڑے جبہ پوش علما کے نزدیک قومیت اور رنگ و نسل کے امتیازات زیادہ عزیز اور احسن ہیں۔ اور یہ لوگ بجائے روحانی اور اخلاقی اقتدار کے مادی اور زمینی اقتدار کے خواب دیکھتے ہیں اور بجائے قرآن مجید ہمارا اور رہنما کے رسول کو رہنما سمجھنے کے مغرب کے نقش قدم پر چلنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ربع صدی میں اسلامی ممالک میں جو معاشی اور سیاسی تغیرات رونما ہوئے ہیں۔ وہ اس ذہنیت اور رجحان کو واشگاف کرتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام کو ایسے خطرات درپیش تھے اللہ تعالیٰ نے ایک محدث، مجدد اور مامور کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ وہ کلام اللہ کو اپنے ہاتھ میں لیکر اس ذہنیت اور رجحانات کے خلاف جہاد کرے اور مسلمان جبکہ مادیت اور مغربیت سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہوں۔ اسلام کو جارحانہ طور پر پیش کرے۔ اور اس کی سچائی کو براہین و دلائل سے ثابت کرے۔ اور اپنے تعلق باللہ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے اس امر کو روشن کرے کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ اور وہ اصول جو اس نے قرآن مجید کی شکل میں آنحضرت صلعم کے ذریعہ نازل فرمائے ہیں۔ وہ زندہ اصول ہیں۔ اور آج بھی اس مادیت کے دور میں اسی طرح زندہ ہیں۔ جیسا کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے زندہ تھے۔ اور آج بھی ان میں اتنی قوت موجود ہے کہ وہ دنیا کو ایک ایسی تہذیب اور کلچر دیں۔ جس کی بنیاد روحانیت اور اخلاق پر ہو کیونکہ بنی نوع انسان کی اس میں عافیت اور رستگاری ہے۔ ورنہ مغربی تہذیب اور نظریہ حیات نے جو مہلک نتائج پیدا کئے ہیں۔ وہ آج دنیا کے سامنے ہیں اور بنی نوع انسان انکی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں کے تصور سے تھرتھر کانپ رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشاعت اسلام اور قرآن مجید کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے کے لئے ایک جماعت بنائی جس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور وہ جماعت خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کے بموجب معرض وجود میں آئی ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔

ترجمہ:۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

مامور من اللہ کی اس خالص اسلامی جماعت نے گذشتہ ربع صدی میں جو اسلامی اور قرآنی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی شرح و بسط میں جانے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ ان کا ریکارڈ نمایاں ہے اور ایک دنیا شاہد ہے کہ اس جماعت سے بڑھ کر قرآن اور اسلام کی خدمت کسی جماعت نے نہیں کی۔

اس جماعت یعنی جماعت احمدیہ لاہور کی باگ ڈور آج تک چند ایک جلیل القدر اور نیک سرشت بزرگوں کے ہاتھ میں رہی ہے اور انہوں نے جس خوبی، محنت اور بہادری کے ساتھ اشاعت اسلام کے ضمن میں عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں۔ اور اب وہ کام اس جماعت کے بہادر اور مجاہد نوجوانوں کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تبلیغ اسلام کا وہ عظیم الشان کام جو آپ کے بزرگوں نے سنہ ۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھ کر شروع کیا تھا۔ اس کا بوجھ فی الحقیقت اب آپ کے کندھوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اور اصل حامل اس بوجھ کے آپ ہی ہیں۔ جس خوبی کے ساتھ اس بوجھ کو آپ نے اٹھایا ہے (یعنی نوجوانوں نے اٹھایا ہے) اس کے لئے میرے دل سے آپ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہر احمدی نوجوان کیلئے زندگی کا ایک پیغام ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ لاہور کے زندہ اور فعال نوجوان ہر لحاظ سے ان ذمہ واریوں کے حریف اور متحمل ہوں گے۔ جو ورثہ میں ان کی طرف منتقل ہو رہی ہیں۔ اور وہ ہر ممکن طریقہ سے کوشش کریں گے کہ ان کے بزرگوں کا نمونہ اس جہاد اور سعی میں انکا خضر راہ ہو۔

احمدی نوجوان اگر صمیم قلب سے چاہتے ہیں کہ وہ اس امانت کے امین ہوں۔ تو انہیں یقیناً ان خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرنا ہوگا۔ جو کہ ان کے بزرگوں کے اندر موجود ہیں۔ سب سے پہلی خصوصیت اسلامی معتقدات پر کامل ایمان کا ہونا ہے۔ دوسرے نیکی اور تقویٰ کے اعلیٰ جذبات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اور تیسرے ایمان اور عمل کی قوت سے امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے غلبہ اسلام کیلئے سرتوڑ کوشش کرنا ہے۔ یہ رفیع اور بلند نصب العین اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اجتماعی طور پر اسے بروئے کار لانے کی کوشش نہ کی جائے۔ کیونکہ وہ کام جو نہایت آسانی کے ساتھ جماعت کر سکتی ہے۔ وہ فرد واحد اور انفرادی کوششوں سے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اجتماع اور جماعت میں بڑی برکت رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مامور نے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے ایک جماعت کے وجود کو ضروری سمجھا۔ سو وہ لوگ جو ایک جماعت کے اندر رہ کر من حیث الجماعت کام کرنا چاہتے ہوں۔ ان میں اجتماعیت بدرجہ اتم موجود ہونی چاہیئے۔ انفرادیت جماعت کے مقاصد کیلئے زہر قاتل ہے جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ اپنے ذاتی عزم اور ارادے کو جماعت کی مجموعی رائے اور عزم میں جذب کر دے۔ اور اپنی عملی قوتوں کو جماعت کی قوت فعال میں شامل کرے۔ یعنی جماعت کے مقابلہ میں اس کا وجود کالعدم ہونا چاہیئے۔ ورنہ اگر جماعت کا ہر فرد اپنی انفرادیت کو قائم رکھے تو اس سے اجتماعیت اور اجتماعی روح نہیں پیدا ہو سکتی اور جب تک یہ روح پیدا نہ ہو اس وقت تک کوئی عظیم الشان کام نہیں ہو سکتا۔ اور جماعت لاہور کے نوجوانوں کا نصب العین تو بڑی اجتماعی قوت اور محنت شاقہ چاہتا ہے۔ مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں اسلام کی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو کامیاب کرنا اسلامی ترنج کا قاب پر سکہ جمانا کوئی معمولی کام نہیں۔ اور اس زمانہ میں جبکہ اس نصب العین کے راستہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں اور غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہوں۔

تحریک احمدیت جس کے علمبردار احمدی نوجوان ہیں۔ اس کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں اور ان غلط فہمیوں کے محرک قادیانی غلو اور عقائد ہیں۔ غلو اور عقائد کی جب تک اصلاح نہ کی جائے اس وقت تک راستہ صاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔

"قادیان والوں کو بھی تبلیغ کی ضرورت ہے۔ نکلیں جو شخص خدا کی راہ میں مضبوط قدم اٹھاتا ہے۔ خدا اس کی مدد کرتا ہے"

قادیانی غلو اور غیر اسلامی رجحانات کے علاوہ دیگر اسلامی حلقوں میں بھی تحریک کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اور بانی سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو بہت غلط رنگ دیدیا گیا۔ جس سے عام مسلمان اس تحریک کو جو کہ صرف اس نازک دور میں اسلامی غلبہ کو پیدا کرنے کیلئے معرض وجود میں آئی تھی بدظن ہو چکے ہیں۔

ان غلط فہمیوں کی وجہ سے اشاعت اسلام اور خدمت قرآن کا راستہ پہلے سے بھی کٹھن ہو چکا ہے۔ سو ہماری جماعت کے نوجوانوں کو اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کا پوری طرح سے جائزہ لینا چاہیئے اور ان مشکلات کو دور کرنے اور ذمہ داریوں کو بروئے کار لانے کیلئے ایک ایسی متحدہ اور اجتماعی کوشش کرنا چاہیئے جس سے کشش حیات میں ایک تہلکہ پیدا ہو جائے۔ ساری دنیا کے نقطہ نگاہ اور نظریہ حیات کو بدل دینا ایک معمولی کام نہیں۔ اس کیلئے سربانی ایک کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک بہت بڑا فدیہ مانگتا ہے یعنی ہمارا اسی کی راہ میں مرنا۔

امید ہے تمام احمدی نوجوان حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی روح کو سمجھیں گے اور اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر جانی اور مالی قربانیوں کیلئے اپنے آپ کو آمادہ ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور غلبہ اسلام کے شاندار پروگرام کو بروئے کار لانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ (الیس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

شذرات

"فتنہ نگار"

مسٹر نیاز فتحپوری ایڈیٹر رسالہ "نگار" اور ان کے عقائد و روش سے اخبار بین حضرات غالباً واقف ہوں گے۔ یہ نہایت گمراہ، پست ہمت اور لیت قسم کے "روشن خیال" واقع ہوئے ہیں۔ آزاد خیالی اور اصلاح کا یہ خود فریب دعویدار کئی دفعہ شیر کی طرح گرج گرج کر میدان "اصلاح" میں آیا۔ لیکن ہر مرتبہ احتجاج و مخالفت کی آواز بلند ہوتے ہی توبہ ناموں کی آڑ میں پناہ لیتے ہوئے روباہ کی طرح بھاگ نکلا۔ آج سے نو دس سال قبل ۱۹۳۱ء میں مسٹر نیاز نے اپنے رسالہ "نگار" میں اسلامی تعلیمات و عقائد کے خلاف بہت سی باتیں نہایت ناگوار اور توہین آمیز انداز میں لکھی تھیں۔ جن کی وجہ سے اسلامی ہند میں ناراضگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس پر آزاد خیالی اور اصلاح کے اس مدعی نے فوراً توبہ نامہ شائع کر دیا کہ:-

"۔۔۔۔۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے یہ خیالات احترام اسلام و شریعت کے خلاف تھے۔ جن پر میں منفعل ہوں۔ اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ اب میں ان امور سے باز آتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میری طرف سے ایسے مقالات کبھی شائع نہ ہوں گے۔ جن سے مذہبی شکایت کا سبب پیدا ہو مجھے افسوس اور ندامت ہے کہ ان مضامین سے مسلمانوں کو صدمہ پہنچا۔۔۔۔۔۔ یہ اعلان معذرت بغیر کسی تمہید یا نوٹ کے "نگار" کے آئندہ تین پرچوں میں برابر اس طرح شائع ہو گا کہ کسی نہج سے کسی پرچہ سے علیحدہ نہ ہو سکے اور ساتھ ہی اتنا نمایاں ہو کہ ہر پڑھنے والا اسے بہ آسانی پڑھ لے۔ اس اعلان معذرت کو مسلمانان لکھنؤ یا دوسرے مسلمان جس طریقہ پر مناسب سمجھیں ہندوستان بھر کے مسلمانوں کے علم میں لانے کیلئے مشتہر کریں۔ نگار میں آئندہ کسی قسم کے مذہبی مضامین درج نہ کروں گا۔ واللہ علیٰ ما نقول شہید"

مسٹر نیاز نے اپنے اس توبہ نامہ اور وعدہ کی کبھی پروا نہ کی۔ بس کچھ عرصہ تو وہ ڈر کے مارے خاموش رہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی طرف سے گستاخیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو روز بروز ترقی کرتا گیا۔ جون اور جولائی ۱۹۴۰ء کے "نگار" میں انہوں نے قرآن کریم کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے اور اس کتاب الٰہی کو نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کی تصنیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی جہالت و گمراہی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"کلام مجید کو میں نہ کلام الٰہی سمجھتا ہوں اور نہ الہام ربانی بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں"

مسٹر نیاز کے اس طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ اصلاح و آزاد خیالی کا یہ مدعی۔۔ معمولی جرأت و شرافت سے بھی محروم ہے۔ اگر وہ اپنے خیالات کو صحیح سمجھتا تھا۔ تو پھر اس نے ۱۹۳۱ء میں بزدلوں کی طرح توبہ نامہ کیوں شائع کیا۔ اگر اس کی توبہ اور وعدہ اخلاص و ندامت پر مبنی تھا۔ تو پھر اس فتنہ انگیزی کا کیا مطلب ہے؟

ایک مخلصانہ مشورہ

قرآن کریم کے متعلق مسٹر نیاز کی اس مخالفانہ اور گستاخانہ روش نے ایک مرتبہ اسلامی ہند میں پھر غم و غصہ کی لہر دوڑا دی ہے مسلم اخبارات اس کے خلاف مقالات و شذرات لکھ رہے ہیں جگہ جگہ احتجاجی قرار دادیں منظور ہو رہی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ بعض اسلامی ریاستوں میں "نگار" کو ممنوع الداخلہ قرار دینے کا معاملہ زیر غور اس سلسلہ میں ہم ایک مخلصانہ مشورہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے اسے توجہ سے سنا جائے گا۔

مسلمانان ہند کا یہ جوش قابل قدر ہے۔ لیکن ہر ایک جوش اسی صورت میں مفید ثابت ہو سکتا ہے کہ اسے مناسب طریق پر استعمال کیا جائے۔ جہاں تک کہ نیاز کے توہین آمیز اور گستاخانہ طرز تحریر کا تعلق ہے۔ اس کے خلاف یقیناً شدید احتجاج بلکہ مؤثر قانونی چارہ جوئی ہونی چاہئے۔ کسی شخص یا گروہ کو یہ حق نہیں کہ وہ نمائشی تنقید و تحقیق اور آزاد خیالی کے نام پر کسی قوم کی مسلمہ مذہبی کتاب اور مذہبی پیشواؤں کی توہین کا فعل شیطانی انجام دے۔ نیاز کے اس جرم کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مسلمان کہلاتا اور اسلامی نام رکھتا ہے۔ بلکہ اس صورت میں اس کا یہ جرم زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔

گستاخی و توہین کے بعد سوال اعتراضات اور غلط خیالات و عقائد کا آتا ہے۔ نیاز تحقیق کے میدان کا مرد نہیں۔ اخلاص و جرأت سے وہ یکسر محروم ہے۔ اس کا مقصد اس مجرمانہ ہنگامہ خیزی سے محض اپنے "نگار خانہ" کی رونق ہے۔ وہ بعض دشمن اسلام عیسائیوں، آریوں اور بعض فریب خوردہ نیچری مسلمانوں کے خیالات کا اعادہ بدتمیزی کے ساتھ کر رہا ہے۔ ہندوستان میں مغرب زدہ نوجوانوں کا ایک لمبا طبقہ موجود ہے۔ جو مذہب کے خلاف ہر ایک آواز کی نامُردوا امداد کو روشن خیالی سمجھتا ہے۔ وہ نیاز کے رسالہ کا خریدار ہے۔ جب تک اس کے یہ گاہک موجود ہیں۔ نیاز اس گمراہ کن اور پر معصیت کاروبار میں مصروف رہیگا۔ کیونکہ اس کا مقصود کاروبار اور ارزاں شہرت کا حصول ہے۔ اس کی گستاخیوں کے خلاف مؤثر کارروائی کے ساتھ ان شکوک کے ازالہ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جو کہ آجکل نگار کے ذریعے نوجوانوں میں پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اگر اس کے یہ گاہک راہ راست پر آ جائیں تو نیاز کی دکان خود بخود ویران ہو جائے گی۔ گستاخ اور بدزبان نیاز کا بے شک یہی علاج ہے کہ قانون کی امداد سے اسے کیفر کردار کو پہنچایا جائے۔ لیکن دشمنان اسلام کے جن اعتراضات کا اعادہ آج کل وہ کر رہا ہے۔ ان کا جواب بھی ہم پر فرض ہے اس سے غفلت ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ ورنہ مسلمان نوجوانوں پر اس کا بہت ناگوار اثر ہو گا ہم انتظام کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کے متعلق نیاز کے اعتراضات کا مؤثر و اطمینان بخش جواب بہت جلد پیغام صلح میں شائع کیا جائے۔ دیگر مسلم اخبارات کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

میو ہسپتال لاہور کے متعلق شکایات

کچھ عرصہ سے میو ہسپتال لاہور کے متعلق کثرت سے شکایات سننے میں آ رہی ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اپنے تلخ تجربہ کی بنا پر ذکر کیا کہ ہسپتال میں اب اوقات غربا اور کم حیثیت مریضوں کے ساتھ نامناسب اور غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس توجہ و چارہ سازی سے محروم رہتے ہیں کہ جو ایک شہری کی حیثیت سے ان کا جائز حق ہے۔ ہسپتال کا ادنیٰ سٹاف بالعموم نہایت بدمزاج ہے اور غریب مریضوں کے ساتھ اس کا رویہ بہت توہین آمیز ہوتا ہے۔ بعض ڈاکٹروں، ہاؤس سرجنوں اور نرسوں کے متعلق بھی شکایات عام ہیں۔ ان کے متعلق جو واقعات سننے میں آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فرائض کا کما حقہ احساس نہیں ہے۔ غریبوں کے ساتھ ان کا طرز عمل نہ صرف تغافل بلکہ سنگدلی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر اشاعت میں چوہدری سلطان محمود صاحب کارکن دارالکتب اسلامیہ کا ایک شکایتی مراسلہ درج کیا جا رہا ہے۔ یہ بہت سی شکایتوں میں سے ایک ہے اور اس سے عیاں ہوتا ہے کہ میو ہسپتال کے حالات کس قدر قابل اصلاح ہیں۔ ممکن ہے کہ پبلک کی شکایات میں کسی حد تک مبالغہ ہو۔ بیماروں اور تیمارداروں کی تشفی اور ان کے اضطراری مطالبات کی تکمیل بے شک بعض اوقات مشکل ہوتی ہے لیکن شکایات یقیناً بے حقیقت نہیں ہیں اور ان کا غالب حصہ صحیح ہے۔ میو ہسپتال پنجاب کا مرکزی سرکاری شفاخانہ ہے۔ اس میں حکومت کی طرف سے حتی الامکان علاج کے بہترین سامان و ذرائع مہیا کئے جاتے ہیں۔ جہاں حکومت اتنا کرتی ہے وہاں اسے یہاں کے کارکنوں کو فرائض کا صحیح احساس بھی دلانا چاہئے۔ اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرا دینی چاہئے کہ ان کے کندھوں پر نہایت اہم اور نازک ذمہ داریاں ہیں اور وہ پبلک کے حاکم نہیں بلکہ خادم ہیں۔

ہم مذکورہ بالا شکایات کے متعلق آنریبل وزیر متعلقہ اور انسپکٹر جنرل شفاخانجات کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتے ہیں۔

ایک ضروری تصحیح

پیغام صلح مورخہ ۲۶ر جولائی ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون "پیشگوئی مصلح موعود اور جناب میاں صاحب" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کو غلطی سے سبز اشتہار لکھا گیا ہے سبز اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو شائع کیا۔ قارئین کرام نوٹ فرما لیں۔

خاکسار
ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے

جناب مرزا محمود احمد صاحب کا دوسرا چیلنج

قبولیت دعا کا مقابلہ

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

"صرف اعتراض کرنا کافی نہیں۔ غیر مبائعین مقابلہ میں قبولیت دعا کا نشان دکھائیں"۔ اس عنوان سے ۱۲ر جولائی کے الفضل میں میاں صاحب کا خطبہ چھپا ہے۔ اس کے متعلق اس وقت میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اعتراض کرنا کافی نہیں تو اعتراض کے جواب سے سبکدوشی کرکے ایک چیلنج دے دینا بھی تو اپنے اندر کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ پہلے اعتراض کا جواب دیا جاتا اور پھر چیلنج دیا جاتا۔ اور چیلنج بھی کیا عجیب ہے:۔

"مقابلہ میں قبولیت دعا کا نشان دکھائیں"

گویا جناب میاں صاحب کی دعا سے یا نیم دعا سے کیونکہ پوری دعا تو ابھی باقی ہے جو بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ ہٹلر کی فوجیں بھاگ چکی ہیں۔ اور اس عظیم الشان نشان کے مقابلہ پر جناب میاں صاحب کو حق پہنچا ہے کہ دوسروں کو بھی قبولیت دعا کے نشان کے لئے چیلنج دیں۔ اس خوش فہمی کے قربان جائیں جس کا شکار پیر اور مرید دونوں واقع ہوئے ہیں۔ تو کیا ساری دنیا اب یہ فرض کرے کہ دعا ہو گئی اور ہٹلر کی فوجیں بھاگ چکیں۔ گاندھی جی تو اہنسا سے انگریزوں سے ہتھیار رکھواتے ہیں۔ میاں صاحب اس فرضی قبولیت دعا سے ہتھیار رکھوا دیں۔ کہنا تو یوں چاہئے تھا کہ:۔

"مقابلہ میں قبولیت دعا کا دعویٰ کریں"

مگر قادیان کی جو بات ہے۔ انوکھی۔ جناب میاں صاحب کے دعوے بھی انوکھے۔ اور مریدین کا اس پر ایمان بھی دنیا بھر سے نرالا۔ یہی نہیں کہ میاں صاحب نے ہی یہ فرض کر لیا ہو کہ ان کی دعا قبول ہو چکی اور نشان بھی ہو چکا۔ مرید بھی سب اس بات پر ایمان لاتے ہیں تو جب تک وہ نشان ظاہر ہو جس کے متعلق ابھی امید وار بودہ بد انند کی عادت ہے اس وقت تک اعتراضات کے جواب کی طرف ہی توجہ فرمائی جائے۔

ہم قبولیت دعا کے منکر نہیں ہیں

ایک بات میں اور بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میاں صاحب کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہمارے متعلق غلط بیانی کرکے اپنے مریدوں پر یہ ظاہر کریں کہ گویا ہم قبولیت دعا کے منکر ہیں۔ یا اس بات کا ہمیں انکار ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں اور تجدید کی ہے دعا کا زبردست حربہ بھی ہمارے ہاتھوں میں دیا ہے۔

میاں صاحب نے دعا اور اس کی قبولیت کو کھیل بنا دیا ہے

ہاں دعا اور اس کی قبولیت کو ہم کھیل بنانا نہیں چاہتے۔ اور نہ اس کے ذریعہ لاف زنی کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً میاں صاحب کو ایک مرید خط لکھتا ہے کہ حضور میرا فلاں عزیز بیمار تھا۔ یا فلاں ابتلا میں مبتلا تھا۔ اور ادھر دعا کے لئے خط میں نے لیٹر بکس میں ڈالا اور ادھر وہ تکلیف دور ہو گئی۔ اور پھر اس واقعہ کو بطور تحریر الفضل میں شائع کیا جاتا ہے۔ اب یہ واقعہ تو کوئی انوکھا نہیں۔ لیکن اس کو میاں صاحب کی قبولیت دعا کا رنگ دینا قبولیت دعا کے ساتھ کھیل نہیں تو اور کیا ہے کہ گویا میاں صاحب اور خدا ایک جگہ بیٹھے تھے اور جب خدا نے دیکھا کہ خلیفہ کے نام دعا کا خط لکھا گیا ہے۔ فوراً خلیفہ کو دعا کی تحریک کرا دی اور منٹوں کے اندر مصیبت دور ہو گئی۔

ہمارے معقول اعتراضات پر میاں صاحب کی بے محل خفگی

اب اس بات کو برا نہیں منانا چاہئے۔ یہ اپنا اپنا نظریہ ہے جس چیز کو میاں صاحب نے قبولیت دعا کے نمونہ کے طور پر کل دنیا میں پیش کیا ہے وہ ہمارے نزدیک دعا اور اس کی قبولیت کے ساتھ استہزا ہے۔ یعنی وہ امر جس کا ذکر ان کے ۲۶ر مئی کے خطبہ میں ہے اور اسی وجہ سے اخبار "لائٹ" میں بھی اس پر اعتراض کیا گیا۔ اور اسلام کی عزت کو بچانے کے لئے کیا گیا۔ اور پیغام صلح میں بھی اعتراض کیا گیا۔ میاں صاحب نے چونکہ اپنی جماعت میں ایک قانون بنا دیا ہے کہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا خواہ وہ سچا اعتراض ہی ہو۔ اس لئے اعتراض کوئی دوسرا بھی کرے تو میاں صاحب برافروختہ ہو جاتے ہیں۔

میاں صاحب کی گالیاں اور سخت کلامیاں

چنانچہ جو کچھ اعتراض ان کے اس خطبہ پر کیا گیا تھا . . . .

. . . . بجائے اس کے کہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرتے انہوں نے مجھے اور تمام جماعت لاہور کو خوب دل بھر کر کوسا ہے۔ میاں صاحب ایک طرف تو مریدوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں برا نہ کہا کریں۔ بلکہ نرمی سے پیش آئیں۔ دوسری طرف وہ ہمارا نام بھی لیں گے تو گالی دے کر لیں گے۔ وہ "پیغامی" کے سوائے ہمارا نام نہیں لے سکتے۔ پھر مریدوں کو یہ وعظ کس زبان سے کیا جاتا ہے کہ تم انہیں برا نہ کہو۔ میں بار بار اس بات کو لکھ چکا ہوں کہ کسی کا ایسا نام رکھنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو گالی ہے اور قرآن کریم میں بھی لا تنابزوا بالالقاب کا کھلا حکم ہے۔ مگر میاں صاحب کبھی بھی فریق لاہور کے نام سے ہمارا ذکر نہیں کریں گے۔ جب ہمارا ذکر ہوگا "پیغامی" کہیں گے۔

میاں صاحب کے دو متضاد دعوے

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اعتراض کا بھی کوئی جواب دیا ہے ۲۶ر مئی کے خطبہ میں میاں صاحب کے اپنے الفاظ میں ان کے ذیل کے دو دعوے موجود ہیں:۔

(۱) "اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں جو برطانیہ پر ابتلا آیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق چاہے ہنسیں، چاہے ٹھٹھا اور مذاق کریں۔ چاہے ہمیں پاگل اور مجنون کہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۶ء میں ہمارے دلوں سے بلند ہوئیں"۔

(۲) "میں تو اس وقت بھی جماعت کو روکتا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ جھگڑا چند مقامی افسروں سے ہے۔ حکومت برطانیہ کا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں"۔

اس پر اصل اعتراض تو آگے آتا ہے۔ لیکن پہلے مرحلہ پر یہی بات قابل غور ہے کہ ایک ہی خطبہ میں یہ دونوں باتیں جمع کرنے والا کس حالت میں ہے۔

۱۔ "حکومت برطانیہ سے اس جھگڑے کا کوئی تعلق نہیں"۔

۲۔ "برطانیہ پر جو ابتلا آیا ہوا ہے . . . . یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے . . . . جو ہمارے دلوں سے بلند ہوئیں"۔

ان متضاد دعاوی سے ہر ایک شخص ایک ہی نتیجہ نکالیگا

چند مقامی افسروں میں اور جماعت قادیان میں کچھ جھگڑا ہے۔ اس جھگڑے کی وجہ سے میاں صاحب اور جماعت قادیان کے دلوں سے حکومت برطانیہ کے خلاف آہیں بلند ہوتی ہیں یعنی برطانیہ کے لئے بد دعائیں کرتے ہیں۔ اب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مقامی افسروں کی زیادتی تھی۔ حکومت برطانیہ کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے حکومت برطانیہ کے خلاف آہوں کا بلند کرنا حماقت کا فعل تھا۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ انہی آہوں کی وجہ سے اس عالمگیر جنگ کا مزہ برطانیہ کو چکھنا پڑا۔ قصور بھی کوئی نہ تھا اور پکڑے بھی بری طرح گئے۔ سکھوں کے وقت کی باتیں لوگ کیا کرتے تھے کہ کسی کو پکڑ لیا۔ تو اس نے پوچھا میرا قصور کیا ہے۔ تو جواب ملا کہ تم قصور نہ کرو تو ہم پکڑیں بھی نہ۔ اب ۵ر جولائی کے خطبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ "اگر کسی انگریز کے سامنے میری تقریر کا یہ حصہ رکھ دیا جائے تو وہ کہیگا۔ یہ کوئی پاگل ہے جو ابھی پاگل خانہ سے چھوٹ کر آیا ہے"۔ میں کہتا ہوں اس میں انگریز کی کیا خصوصیت ہے۔ جو شخص یہ دو بیان ایک ہی وقت میں دیتا ہے۔ (۱) حکومت برطانیہ نے قادیانیوں کو کوئی تکلیف نہیں دی۔ (۲) حکومت برطانیہ پر جو آجکل سخت مصیبت آئی ہوئی ہے وہ اسی تکلیف کی وجہ سے ہے جو قادیانیوں کو دی۔ اس کے متعلق ہر شخص یہی کہنے پر مجبور ہے کہ اسے اپنے حواس پر قابو نہیں۔

حکومت برطانیہ سے قادیانیوں کو کیا تکلیف پہنچی تھی؟

آخر یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے قادیانیوں کو کیا تکلیف پہنچی تھی۔ جس پر حکومت برطانیہ پر یہ بلا نازل ہوا۔ یہ تو خطبہ میں بتایا گیا ہے کہ آہیں بلند ہو گئیں مگر تکلیف کیا پہنچائی گئی تھی جس پر آہیں بلند ہوئیں۔ یہ نہیں بتایا۔ کیا حکومت نے بے گناہ قادیانیوں کو پھانسی دیدیا تھا۔ یا جیلخانہ میں ڈال دیا تھا۔ کیا ان کی مذہبی آزادی چھین لی گئی تھی۔ اور ان کو اذان دینے اور نماز پڑھنے پر سزائیں دی جاتی تھیں۔ آخر کیا ہوا تھا خطبہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ آہیں ضرورت سے زیادہ بلند ہو گئیں۔

"یہ نہیں دیکھا گیا کہ ظلم کتنا ہے اور آہیں کتنی بلند ہو رہی ہیں"۔

مگر دیکھتا کون؟ جب خود نعوذ باللہ خدا ایسا تنک مرعوب ہو گیا کہ اس نے یہ نہ دیکھا کہ ظلم کتنا ہوا ہے اور دو مقامی افسروں کی خاطر صرف ایک برطانیہ کو ہی نہیں پکڑا بلکہ ملکوں کے ملک تباہ کر دیئے۔

کیا یہ خدا اور دین کے ساتھ استہزا نہیں ہے؟

اب "خلیفہ صاحب" اور ان کے مرید خدا کیلئے غور کریں۔ کہ یہ خدا کے ساتھ یا دین کے ساتھ استہزا نہیں تو اور کیا ہے؟ کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ خود قادیان والے تین آدمیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ کسی کو جیل خانہ میں نہیں ڈالا گیا۔ بلکہ ان کے احراری دشمن جیل خانہ میں بھیجے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کی مذہبی آزادی نہیں روکی گئی۔ بلکہ ان کے اعدا احرار کو حدود قادیان میں جلسہ کرنے سے روکا گیا۔ پھر وہ ظلم کیا تھا جس پر آہیں بلند ہو رہی تھیں اور اتنی بلند کہ اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ عرش پر پریشان کر کے تمام دنیا کی تباہی کا پروانہ حاصل کر لیا گیا۔ کیا ظلم ہوا تھا؟ صرف یہی کہ حکومت کی وہ پہلی سی نظر عنایت نہ رہی تھی۔ اور اس نے خلیفہ قادیان کو اپنا لاڈلا سمجھنے کی بجائے جیسا پہلے سمجھتی رہی تھی

دوسرے شہریوں کی طرح سمجھا۔ جب باتیں ایسی کہی جائیں تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ لوگ انہیں پاگل پن کی باتیں کہیں گے۔

خلیفہ قادیان کی انتہائی افسوسناک حرکت

جس دلیری کے ساتھ میاں صاحب نے برطانیہ کی تکالیف کو اپنی آہوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکشاف خود اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا ہے۔ لیکن اگر ایک انسان ایسا کام کرے تو اسے دنیا کا ظالم ترین انسان کہا جائیگا کہ قصور کسی کا ہو اور پکڑا کوئی جائے۔ ہٹلر کو ظالم کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لئے کہ لڑائی تو ہے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ساتھ اور اس نے دبا۔ برباد کر دیا بیگناہ ڈنمارک کو۔ بیگناہ ناروے کو۔ بیگناہ ہالینڈ کو۔ بیگناہ بلجیم کو۔ مگر یہ ظلم تو ہٹلر کے ظلم سے بھی بڑھ گیا کہ حکومت برطانیہ کے دو افسروں نے خلیفہ صاحب کی اتنی رعایت نہیں کی جتنی انہیں اپنی خدمات کی بنا پر توقع تھی۔ تو برطانیہ کو سخت ترین مصائب میں ڈال دیا اور بیگناہ پولینڈ، بیگناہ ناروے، بیگناہ ڈنمارک، بیگناہ ہالینڈ، بیگناہ بلجیم۔ بیگناہ فرانس کو پیس کر رکھ دیا۔ جن غریبوں کو یہ بھی علم نہیں کہ "خلیفہ قادیانی" کون ہے قصور ایک یا دو آدمیوں کا ہو یا ہزار کا سہی۔ اور پکڑی جائے ساری قوم۔ اور قوم بھی وہ جسے اس حضور کا علم تک نہیں۔ اور ساری قوم نہیں بلکہ اس سے زیادہ سختی سے دنیا کی وہ قومیں پکڑی جائیں۔ جن کے خواب و خیال میں بھی نہ کبھی "خلیفہ قادیان" آیا اور نہ کبھی انگریز افسر کا ان کے ساتھ ناواجب سلوک آیا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی طرف کس قدر ظلم و ناانصافی منسوب کیا جا رہا ہے اور یہ سب مظالم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف منسوب کرکے الٰہی "دربار خلافت" سے فتوے یہ صادر ہوگا کہ دیکھا ان "پیغامیوں" کا خدا پر بھی کوئی ایمان نہیں۔

خلیفہ صاحب کی "دعا" کا "اثر"

یہ تو تھی انگریزوں کی سزا کی وجہ، اس عالمگیر جنگ کی وجہ "خلیفہ" کی آہ، "خلیفہ" کی بددعا۔ نہیں بلکہ "خلیفہ" کے غلط کار مریدوں کی بددعا۔ جو ان لوگوں کے لئے بددعا کر رہے تھے جن کا قصور کوئی نہ تھا۔ اب "خلیفہ" کی دعا کا اثر دیکھئے۔ اس ۷ ۱۷ مئی کے خطبہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اگر یہ سچے طور پر توحید کا اقرار کرکے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے فتح کے سامان پیدا کر دیگا۔ لیکن ابھی انہیں طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا بہت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔"

سنگدلی کی انتہا

اللہ اکبر! یہ کیسا ظالم انسان ہے کہ ہٹلر کی فوجوں کی وجہ سے دنیا تباہ ہو گئی اور ہو رہی ہے۔ سرسبز ملک ویرانے ہو گئے۔ خوبصورت شہر کھنڈر بن گئے بچے، عورتیں۔ بوڑھے بے سروسامانی کی حالت میں پھر رہے ہیں اور فاقوں سے مر رہے ہیں۔ مگر یہ انسان جس کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے وہ دعا کیوں نہیں کرتا۔ دنیا کو اس عذاب سے نجات کیوں نہیں دلاتا اس کی شرائط بھی سن لیجئے:۔

(۱) "یہ سچے طور پر توحید کا اقرار کریں"

(۲) "مجھ سے دعا کی درخواست کریں"

غور طلب امر

اب غور طلب یہ امر ہے کہ سزا میں تو خدا کی توحید کا کوئی ذکر نہ تھا۔ سزا القبول "خلیفہ صاحب" ان پر اس لئے نہ آئی تھی کہ وہ توحید کے منکر ہیں۔ یا عیسیٰ مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ بلکہ اس لئے آئی تھی کہ "خلیفہ" کو انہوں نے معمولی انسانوں کی طرح ایک انسان سمجھا تھا یہی جس وجہ سے سزا آئی۔ اس رستہ سے چھٹکارا بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ "خلیفہ" کو معمولی انسان نہ سمجھیں اور دوسروں سے ممتاز کرکے اس سے دعا کی درخواست کریں۔ اور یوں "خلیفہ" کی جو گستاخی ہو گئی تھی۔ اس کی معافی مانگیں۔

صرف خلیفہ کے سامنے جھک جانا کافی ہے

اور حقیقت بھی یہی ہے توحید کا اقرار صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ تبلیغ کا ڈھونگ بھی قائم رہے۔ حقیقت یہی ہے کہ "خلیفہ" کی گستاخی ہوئی تو دنیا کی بربادی کا حکم صادر ہو گیا۔ "خلیفہ" کے سامنے التجا کر لی گئی۔ تو فتح کا ڈنکا بج گیا۔ چنانچہ ۵ جولائی کے خطبہ میں جو "الفضل" ۱۲ جولائی میں چھپا ہے۔ اس بات کو مان لیا ہے کہ صرف خلیفہ کے آگے جھک جانا کافی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

"لیکن پھر بھی مجھے اتنا علم ہے کہ انگریز قوم نے اس پر ہنسی نہیں اڑائی بلکہ نہایت ذمہ دار افسروں کے سامنے جب یہ بات پیش ہوئی۔ تو انہوں نے اس پر

نیم آمادگی کا اظہار

کیا اور صرف اس بات سے ڈرے کہ دوسری قومیں یہ نہ کہیں کہ صرف احمدیوں کو دعا کی درخواست کیلئے کیوں چنا گیا ہے۔ مگر باوجود اس کے جو اس قوم کو روحانی امور سے کو ہماری بے کسی اور بے سروسامانی ہے۔ ان کا دعا کی طرف اتنا رجحان بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے اور وہ اسی وجہ سے ان پر رحم کر دے۔"

خدا بڑا یا خلیفہ؟

آخری سطر کو میں نے جلی کیا ہے اور وہ رعبائی کو خلیفہ صاحب نے خود کرایا ہوگا۔ اب دیکھئے سچے دل سے توحید کی طرف رجوع کرنے کی شرط اڑ گئی۔ وہ محض ایک سیاسی نمائش تھی۔ اور خلیفہ ہی خلیفہ رہ گیا۔ جب اس کے سامنے عاجزی کر لی تو پھر فتح ہی فتح ہے۔ خدا کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ خلیفہ کے آگے جھکنا کافی ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا بڑا یا خلیفہ؟ اور کیا شرک کے سینگ ہوتے ہیں۔ ابھی اس بات پر کہ سر ظفر اللہ خان اور ہز ایکسیلنسی لنسراے کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ حکومت ہند کی طرف سے تو کوئی کمیونکے شائع نہیں ہوا۔ لیکن جناب میاں صاحب کی طرف سے کمیونکے شائع ہو گیا ہے اور اس کمیونکے کی رو سے "نہایت ذمہ دار افسران" نے اس بات پر نیم آمادگی کا اظہار کر دیا ہے کہ "خلیفہ صاحب" ان کیلئے دعا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ پسند آنے کا احتمال ہو گیا ہے کیونکہ "خلیفہ صاحب" کو پسند آ گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرمائیں۔ جسے خلیفہ پسند کرے اسے خدا ناپسند کس طرح کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب خلیفہ کے آگے جھکنا خدا کے آگے جھکنے سے مستغنی کر دیتا ہو تو یقیناً جسے خلیفہ پسند کرے۔ خدا کو بھی وہ پسند کرنا پڑے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت رونما ہو گئی تو پھر یہاں گنجائش بھی رکھی گئی ہے کہ "نیم آمادگی" پر پورے نتائج کس طرح مترتب ہوں۔

رمالوں والی "حکمت عملی"

بہت سے رمال حاملہ عورت کو خوشخبری دے جاتے ہیں کہ تمہارے ہاں لڑکا ہوگا اور پاس والے گھر میں کہہ جاتے ہیں کہ لڑکی ہوگی۔ ان کی پیشگوئی بہرحال پوری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خلیفہ صاحب کی اس دعا کے قبول ہونے پر شبہ کی ادنیٰ گنجائش باقی نہیں رہتی ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ اگر انگریزوں کی فتح ہو گئی تو یہ کسی افسر کی نیم آمادگی کے اظہار کی وجہ سے ہوگی جو اس نے کسی قادیانی عہدیدار کے سامنے کر دیا تھا۔ کہ "خلیفہ صاحب" ہمارے لئے دعا کریں بلکہ اگر خدانخواستہ دوسری صورت ہوئی تو اس وجہ سے ہوگی کہ پوری آمادگی نہیں ہوئی تھی۔

یہ قبولیت دعا ہے یا دعا کے ساتھ مضحکہ

اب غور فرمائیے کہ کیا یہ قبولیت دعا ہے یا دعا کے ساتھ مضحکہ ہے۔ اللہ میاں گویا میاں صاحب کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ہیں۔ خلیفہ کے تیور بگڑے تو اللہ میاں نے ناراض ہو کر ساری دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ خلیفہ خوش ہو گیا تو اللہ میاں خود خوش ہو گئے کتنا بڑا دعویٰ ہے۔ "قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔"

کسی نے کہا تھا۔ ہماری بکری شیر مار سکتی ہے۔ دوسرے نے دریافت کیا کہ پھر مارتی کیوں نہیں۔ جواب ملا کہ چاہتی نہیں۔ سو "خلیفہ" کی محض ایک دعا سے ہٹلر کا ناس ہو سکتا ہے مگر خلیفہ چاہتا نہیں۔ انگریز "خلیفہ" کی منت کریں گے تو وہ چاہے گا۔ ابھی ادھوری منت کی ہے اس لئے اس نے بھی "نیم" کیا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا عمل اور خلیفہ قادیان کی لاف زنی

اب کہا جاتا ہے کہ دیکھو "پیغامی" حضرت مسیح موعودؑ کے پیرو دل میں دعا کی قبولیت کے قائل نہیں رہے۔ اور انہوں نے مسیح موعودؑ کو بدنام کر دیا ہے۔ مگر کیا یہ لاف زنی نہیں ہے؟ محمد رسول اللہ صلعم کو تو خدا کی یقینی اور قطعی وحی سے بتایا گیا تھا کہ بدر میں آپ کی فتح ہوگی۔ اور یہ پیشگوئیاں ایک لمبے زمانہ پر ممتد تھیں۔ مگر پھر بھی آپ نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ میری دعا سے ابوجہل کی فوجیں بھاگ جائیں گی۔ بلکہ ایک ایک آدمی جو ہل سکتا تھا لیکر مقابلہ کے لئے نکلے۔ جو ہتھیار مل سکتے تھے ان سے ان کو مسلح کیا۔ خود بھی مسلح ہوئے پھر ساری رات گریہ و زاری میں گزاری۔ اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ خدا کا وعدہ ہے۔ تو فرمایا۔ اے ابوبکر بے شک اس کا وعدہ تو ہے۔ مگر وہ غنی عن العالمین ہے یہ ہے عرفان۔ اور وہ ہے تاریکی جو میاں صاحب کے دعوے میں ہے۔

خلیفہ صاحب کو اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین کیوں ہے؟

اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ "رات کو میری نیند اڑ گئی اور بے چینی اور اضطراب کی حالت میں میں نے اتحادیوں کی کامیابی کے لئے دعا کرنی شروع کر دی اور گھنٹوں دعا کرتا رہا۔" اب یہ "خلیفہ صاحب" کی اضطراری حالت کی دعائیں تو قبول نہ ہوئیں جیسا کہ واقعات نے ان کی عدم قبولیت پر مہر لگا دی ہے اور امن یجیب المضطر اذا دعاہ کا وعدہ الٰہی بھی خلیفہ کے لئے پورا نہ ہوا۔ تو وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے یقین ہے کہ انگریزوں کے ان سے درخواست کرنے پر جو دعا وہ کریں گے وہ فوراً قبول ہو جائے گی۔ کیا خدا نے ان کو یہ خبر دیدی ہے۔ کوئی الہام ہوا ہے۔ اگر ہوا ہے تو وہ کیا ہے۔ کم سے دنیا کو نہیں بتایا شاید اس کے گواہ بھی بعد از وقت پیدا کئے جائیں گے۔

خلیفہ صاحب کے الہام سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

یا اسی الہام پر دار و مدار ہے کہ "ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا" اس الہام سے تو اتنا معلوم ہوا کہ یہ دعویٰ غلط ہے کہ انگریزوں پر مصیبت "خلیفہ" کی وجہ سے آئی ہے۔ قصور "خلیفہ" کے مریدوں کا تھا۔ نہ کہ انگریزوں کا۔ پس اگر الہام سے کچھ معلوم ہوا تو صرف اس قدر کہ "خلیفہ" کا یہ دعویٰ کہ اس کی بددعا سے یہ عذاب آیا ہے سراسر جھوٹا ہے۔ اور جب بددعا سے عذاب آنے کا دعویٰ بزعم الہام میاں صاحب غلط نکلا۔

تو دعا سے فتح کا دعویٰ اسی الہام سے خود باطل ہو گیا تو تعجب ہے کہ خلیفہ کی دعا سے فتح ہونے کے متعلق الہام ہے کوئی نہیں اور جو الہام بددعا کے متعلق ہے وہ اس دعویٰ کو جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ لیکن کتنا بڑا دعویٰ ہے جو آج تک کسی نے بھی نہ کیا ہوگا۔ کہ میری ایک دعا سے ہٹلر کی تمام فوجیں نیست و نابود ہو سکتی ہیں۔

یہ کمی معرفت یا بڑا بننے کی خواہش کا نتیجہ ہے

یہ کمی معرفت کا نتیجہ ہے یا محض بڑا بننے کی خواہش جو یہ باتیں میاں صاحب کے منہ سے نکل رہی ہیں۔ ورنہ کسی خدا ترس بلکہ خدا پر ایمان رکھنے والے انسان کے منہ سے یہ باتیں نہیں نکل سکتیں۔ الہام نہیں، وحی نہیں، مامور نہیں۔ خدا نے کچھ کہا نہیں۔ مگر دعویٰ یہ کہ میری ایک ملبند آہ سے دنیا پر عذاب آیا اور میری ایک دعا سے یہ آن کی آن میں دور ہو سکتا ہے۔ گویا خلیفہ خود ہی خدا ہے اور خدا بھی الیاحب کے نزدیک عدل و انصاف کی کوئی وقعت نہیں۔ ہاں جو شخص بھی لاف زنی کرنا چاہے وہ ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔ ایک "خلیفہ قادیان" پر کیا انحصار ہے

خلیفہ صاحب کی "نشان" بنانے کی مہارت

ہاں جناب خلیفہ صاحب کو "نشان" بنانے میں مہارت ہے۔ اسی طرح ان کا یہ دعا کا دعویٰ بھی ایک نشان بن گیا ہے یعنی ابھی دعا کوئی نہیں۔ اس کی قبولیت کوئی نہیں۔ جرمن فوجیں اسی طرح میدان میں موجود ہیں۔ ہٹلر اسی طرح ملبند بانگ دعاوی کر رہا ہے۔ مگر دیکھئے یہ نشان بھی بن گیا۔ ایسے عظیم الشان نشان کا مقابلہ بیچارے "پیغامی" کیا کریں گے۔

خلیفہ صاحب کی "تاریخ عالم میں بے نظیر" خواب

دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ خلیفہ صاحب کو ایک خواب آئی تھی جو انہوں نے ایک دو مریدوں کو سنا بھی دی تھی مگر اسے مخفی تفسیر کی طرح مخفی رکھا گیا۔ اور اب اس کے مخفی گواہ بھی بہت نکل آئے ہیں۔ اس خواب میں حکومت برطانیہ اور فرانس کی مخفی خط و کتابت خلیفہ صاحب کے سامنے پیش ہوئی۔ ان میں ایک چٹھی تھی جس میں حکومت برطانیہ نے فرانسیسی حکومت کو لکھا ہے کہ ہمارا ملک سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ جرمنی اس پر حملہ آور ہونے والا ہے اور قریب ہے کہ اسے مغلوب کرے۔ اس لئے ہم آپ سے چاہتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور فرانسیسی حکومت کا الحاق کر دیا جائے۔" یہ ایک خواب تھی۔ سچے خواب کافروں کو بھی آ جاتے ہیں مسلمانوں کو بھی۔ لیکن اس کا ڈھنڈورا یوں پیٹا گیا کہ "یہ ایسے رنگ میں پورا ہوا ہے کہ جس کی نظیر جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے نہیں ملتی۔" "دنیا کی ہزاروں سال کی تاریخ میں اس کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔" تمام انبیاء خود سرکار دو عالم محمد مصطفےٰ صلعم، اس امت کے مجددین خود مسیح موعودؑ سب پیچھے رہ گئے۔ دنیا کی تاریخ میں بے نظیر نشان ایک غیر مامور یعنی "خلیفہ قادیان" کے لئے مخصوص ہو گیا۔ العظمۃ للہ۔ اور دیکھئے خواب پورا بھی کیسی صفائی سے ہوا کہ خواب کی رو سے انگلستان سخت خطرہ میں تھا۔ تب اس نے فرانس سے خواہش ظاہر کی کہ دونوں ملکوں کی جنگ ایک ہو جائے اور واقعات سے اس کے الٹ ظاہر ہوا۔ یعنی یہ ایک ہونے کی خواہش اس وقت ہوئی جب فرانس سخت خطرہ میں تھا۔ شاید اسی وجہ سے یہ دنیا کی تاریخ میں بے نظیر نشان ہے۔ اور ان باتوں پر ایک جماعت بغیر سوچے سمجھے ایمان لاتی ہے جس میں بڑے بڑے عقلمند انسان بھی ہیں۔

خلیفہ صاحب کس بات میں اور کیسا مقابلہ چاہتے ہیں؟

پھر اعلان یہ کیا جا رہا ہے کہ میرے ساتھ قبولیت دعا میں مقابلہ کر لو گویا "خلیفہ صاحب" کی دعا قبول بھی ہو چکی ہے۔ یہ سمجھ نہیں آیا کہ "خلیفہ صاحب" کیا مقابلہ چاہتے ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کو بہت برا بھلا کہا گیا ہے کہ انہیں اعتراض کرنے کے بجائے اپنے آپ کو یا اپنے امیر کو قبولیت دعا میں مقابلہ کیلئے پیش کرنا چاہئے تھا۔ یعنی یوں کہنا چاہئے کہ "خلیفہ صاحب" جھوٹے ہیں۔ وہ مسیح موعود کی صحیح تعلیم کے وارث نہیں اور نہ مسیح موعود کے مسلک پر قائم ہیں اس لئے حکومت برطانیہ کو ان سے دعا کی درخواست نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہم سے دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ ہٹلر کی فوجیں ہماری دعا سے بھاگ سکتی ہیں نہ "خلیفہ قادیان" کی دعا سے۔ جناب میاں صاحب کا خیال ہے کہ اس صورت میں حضرت مسیح موعود کی عزت رہ جاتی۔ یہ خوب تماشا ہوتا کہ ایک طرف قادیان سے اعلان پر اعلان نکل رہا ہوتا کہ میاں محمود احمد صاحب کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ اور دوسری طرف لاہور سے اعلان نکلتا کہ یہ جھوٹے ہیں۔ ہٹلر کی فوجیں ہماری دعا سے بھاگ سکتی ہیں اور دنیا کہہ رہی ہوتی کہ دو مجنوں گروہ باہم جھگڑا کر رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی خوب عزت ہوتی۔ یہ ہے قبولیت دعا کا مقابلہ جو غالباً میاں صاحب کے ذہن میں تھا اور جس کے لئے چیلنج دیا گیا ہے۔ یا شاید یوں مقابلہ چاہتے ہوں کہ ایک فریق انگریزوں کی فتح کے لئے اور دوسرا شکست کیلئے دعا کرے۔ یہ شکست کی دعا میاں صاحب کے مریدوں کو ہی زیب دیتی ہے جو پہلے بھی بددعائیں کرتے رہے ہیں اور بقول "خلیفہ صاحب" بلا وجہ کرتے رہے ہیں۔ پھر جو بھی صورت ہو مسیح موعودؑ کے پیرووں کا ایک گروہ تو سچا ہو جائیگا اور یوں مسیح موعود کی دنیا میں عزت رہ جائے گی۔ بآں باشد کہ

من مے گویم ہا آں باشد کہ مادر من مے گوید

خلیفہ صاحب اپنے سابق مخلص مریدین سے دعا کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟

آخر اس موقع پر دعا کے مقابلہ کا منشاء کیا تھا۔ اور اگر فی الواقع دعا کے مقابلہ کا شوق ہے تو اس کے پورا کرنے کیلئے خود خلیفہ صاحب کے گھر میں ان کے سابق مرید مخلص حکیم عبد العزیز موجود ہیں۔ جو بڑے بڑے نشان دیکھ کر ہی بار بار "خلیفہ صاحب" کو مباہلہ کا چیلنج دے رہے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں خلیفہ صاحب بھیگی بلی بنے بیٹھے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اگر یہ لفظ سخت معلوم ہوں تو خلیفہ صاحب اپنے ان لفظوں کو پڑھ لیں کہ:۔

"خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ان کو صرف اتنا ہی واسطہ ہے کہ اسے بیچ کر اس سے روٹی کما لیں اور پیٹ بھر لیں۔"

(الفضل ۱۷ جولائی)

اور ان کو بھی اپنے اوپر یوں وہرا لیں کہ خلیفہ صاحب کو "خدا تعالیٰ کے دین کے ساتھ صرف اتنا ہی واسطہ ہے کہ اسے بیچ کر اس سے روٹی کما لیں اور پیٹ بھر لیں۔"

ہماری دعاؤں کی قبولیت۔ بےنظیر خدمت قرآن کی توفیق

رہا یہ کہ "پیغامی" کوئی قبولیت دعا کا نشان دکھائیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان کا وجود ہی قبولیت دعا کا نشان ہے۔ اس سے بڑھکر قبولیت دعا کا نشان کیا ہو سکتا ہے۔ "خلیفہ صاحب" نے ہماری تباہی کیلئے پوری کوشش کی۔ لیمزقنہم کا الہام بھی ہو گیا۔ مگر خدا کے فضل سے وہ جماعت جس کی بنیاد آج سے چھبیس سال پیشتر دو چار آدمیوں نے خالی ہاتھ رکھی تھی۔ آج اس کے کارناموں کی وجہ سے دنیا اسے جانتی ہے۔ پھر ہماری دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا ہو تو ہمارے اخبار اٹھا کر دیکھ لیں کہ ہماری سب سے بڑی دعا ایک ہی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی تبلیغ کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ ہم خدا کے آخری پیغام کو دنیا کے مختلف ملکوں میں پہنچانے والے ہوں اور خدا کے دین کو دنیا میں پھیلانے والے ہوں۔ اس کے وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے پورا ہونے میں ہمیں بھی کچھ خدمت کی توفیق ملے سو دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اتنی چھوٹی جماعت سے اتنا بڑا کام لیا جس کی ساری اسلامی دنیا میں ایک بھی نظیر نہیں۔ کیا اتنی چھوٹی جماعت کا قرآن شریف کا ترجمہ تین یورپین زبانوں میں کر کے اسے چالیس ہزار کی تعداد میں دنیا میں پہنچا دینا نصرت الٰہی کا کام نہیں؟

جماعت قادیان کی خدمت قرآن سے محرومی

اگر یہ نصرت الٰہی سے نہیں ہوا تو خلیفہ صاحب دس لاکھ کی جماعت سے ہی یہ کام کر دکھائیں۔ چھبیس سال گزر گئے ایک وہ ترجمہ بھی نہ کر سکے جس کی تڑپ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھی۔ اس کیلئے پورا زور بھی لگایا۔ ملبند بانگ دعاوی بھی کئے کہ ہم ایک ماہ میں ایک پارہ نکال کر اڑھائی سال میں قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کر دینگے مگر چھبیس سال گذر گئے ابھی روز اول ہے۔ ان کی قسمت میں سوائے نکتہ چینی اور عیب شماری کے کچھ نہ تھا۔ سو سب باطل پرستوں کی طرح اس نکتہ چینی پر ان کا گذارہ ہے اور خدا کی طرف سے اتنی توفیق نہ ملی۔ کہ جس ترجمہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے دل میں تڑپ تھی کہ انگریزی میں ترجمہ کر کے قرآن کو دنیا میں پہنچاؤں۔ اور جس کے متعلق آپ کو خدا کی طرف سے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آپ کا کام ہے۔ اس کام آپ کی شاخ ہے اور آپ کے وجود میں ہی داخل ہے۔ وہ ترجمہ بھی نہ ہو سکا

جماعت قادیان کی قسمت میں فضول نکتہ چینی کے سوا کچھ نہیں

اور جس نے یہ کام کر کے اپنے آپ کو مسیح موعودؑ کی شاخ ثابت کر دیا۔ اس پر فضول نکتہ چینی کے سوا اور کچھ ان کی قسمت میں نہیں۔ جس کے متعلق خلیفۃ المسیح کا آخری وقت میں یہ ارشاد تھا کہ یہ ترجمہ مقبول ہو گیا۔ اس کی صداقت پر دنیا گواہ ہو گئی اس پر نکتہ چینی کرنا سر پر منہ مارنے کے سوائے اور کچھ نہیں۔ جس کی قسمت میں یہ ہو اللہ تعالیٰ ہی اس کو اس سے باہر نکالے تو نکالے۔ کسی انسان کے اختیار کی یہ بات نہیں

اشاعت قرآن کے کام میں قبولیت دعا مقابلہ کر لو

پہلے اتنا ہی کام کر دکھائیں۔ چار سال اور لے لیں تیس پورے کر لیں۔ جتنا کام اس چھوٹی سی جماعت نے جس کو خلیفہ صاحب نے "ڈھائی بوٹیاں" کا خطاب دیا ہے چھبیس سال میں کر دکھایا یعنی تین زبانوں میں قرآن شریف کا ترجمہ کر کے اسے چالیس ہزار کی تعداد میں دنیا میں پہنچا دیں جس میں بارہ ہزار یہی مفت ہو۔ کیا جماعت قادیان یا خلیفہ قادیان کے دل میں یہ تڑپ پیدا نہیں ہوتی کہ ان کے ہاتھ سے قرآن کریم کا پیغام دنیا میں پہنچے۔ تا اس پیغام امن کو قبول کر کے دنیا کا باہمی جنگ و جدل ختم ہو اور وہ باہمی محبت اور امن سے رہنا سیکھیں۔

قبولیت دعا کے مقابلہ کی ایک اور صورت

خدائے واحد کے سامنے جھکنا سیکھیں۔ اگر یہ تڑپ ان کے دل میں ہے تو چلو اسی میں قبولیت دعا کا مقابلہ کر لو کیونکہ اس سے یہ بھی پتہ لگ جائیگا کہ نصرت الٰہی کس گروہ کے ساتھ ہے۔ اگر یہ تڑپ قادیان والوں کے دلوں میں ہو تو وہ اس کیلئے دعا کریں۔ یقیناً اس پر ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہمیں خوشی ہوگی اگر ان کی یہ دعا قبول ہو جائے۔ ہاں مقابلہ کے رنگ میں نہ کریں۔ صرف اسی غرض کیلئے کہ یورپ کی گمراہ قوموں کو جن تک ابھی اسلام کا صحیح پیغام ابتک نہیں پہنچا۔ یہ پیغام پہنچانا ہے اور اگر یہ دعا جناب قادیان کرنا ہی نہیں چاہتے تو معلوم ہو گیا کہ ان کے دلوں سے خدا کا پیغام دنیا میں پہنچانے کی تڑپ مر چکی ہے اور مسیح موعود کا دشمنہ کھو چکے ہیں۔ قبولیت دعا کا مقابلہ کرنا ہے تو اس رنگ میں کریں۔ اں حضرت مسیح موعودؑ کی اس تڑپ کو نہ بھولیں کہ

ہر کسے از بہر نفس خود دعائے میکند
من دعا ہائے بر و بار تو اے باغ بہار
(صوفی)

---

۴ یہی ایک تڑپ آپ کے پیرووں کے دل میں ہونی چاہئے کہ قرآن کی حکومت کو لوگ قبول کریں اور محمد رسول اللہ کا دنیا میں غلبہ ہو۔ ہٹلر کی فوجیں اگر بھاگ بھی جائیں جس کیلئے مسلمان سب دعا کرتے ہیں تو بھی یورپ میں امن اسلام کے [illegible]

مراسلات و اعلانات

ڈلہوزی میں درس قرآن

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب ملزادونز لائیلپور و دیگر احباب کی استدعا پر قرآن کریم کا درس شروع کر دیا ہے۔ احباب جماعت بڑی دلچسپی سے شریک ہوتے ہیں۔ اور استفادہ حاصل کرتے ہیں حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا درس قرآن کیا ہوتا ہے گویا علم کا ایک بحر ذخار ہے جس سے آب عرفان الٰہی کی نہریں پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہی ہیں۔ اور دلوں کو سیراب کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اور پھر آپکا طرز بیان۔ گویا سونے پر سہاگہ کا کام ہو جاتا ہے۔ جس مضمون پر بھی ذکر شروع ہوتا ہے۔ اس پر تمام عقلی و نقلی دلائل کی شرح و بسط بحث فرماتے ہیں احباب کرام سے درخواست ہے کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی درازیٔ عمر کے لئے ہمیشہ درددل سے دعا فرماتے رہا کریں تاہم تشنگان معرفت الٰہی علم کے اس بحر ناپیدا کنار سے اپنی پیاس بجھاتے رہیں۔

خاکسار ر۔ا۔ خان زمان۔ پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ دارالسلام، ڈلہوزی:

آہ! میرا "افتخاری"

۱۵ جولائی کے دن میرے اکلوتے بچے عزیزی افتخار احمد کا ٹانسلز کا اپریشن میو ہسپتال لاہور میں کرایا گیا۔ ابھی کوئی خاص تکلیف بھی نہ تھی لیکن لاہور کے چار پانچ بڑے بڑے ڈاکٹروں سے مشورہ کے بعد اپریشن کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تاکہ مزید کوئی مرض لاحق نہ ہو۔ اس کھیلتے ہوئے تندرست گل دلکش کو کلورا فارم کی باد سموم نے چند گھنٹوں کے اندر مرجھا کر رکھ دیا۔ میو ہسپتال آئی وارڈ کے ہوس سرجن اور نرسوں کی از حد لاپرواہی اور سخت بے توجہی کا اس پھول کے مرجھا دینے میں بہت حصہ ہے۔ یہ ڈراقع اور ایمانداری کی بات ہے۔ کہ ہوس سرجن نے آخری وقت تک بچے کو تندرست قرار دے کر موت کے ظالم پنجہ میں دھکیل دیا۔ میں اور میری بیوی چیختے چلاتے رہ گئے۔ بار بار ہوس سرجن اور نرسوں کو توجہ دلائی گئی۔ بار بار انہیں بچہ دکھایا گیا کہ اس کے سانس میں نقص واقع ہو رہا ہے۔ لیکن ہماری ایک نہ سنی گئی۔ اور ان کی اس سخت لاپرواہی کا سیاہ اور بدنما نقش میرے دل سے عمر بھر دور نہیں ہو سکتا۔ یہ درست ہے کہ موت کا وقت معین ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ اس بچے کو بروقت طبی امداد مہیا نہیں کی گئی۔ آخر مجبور ہو کر ۷ بجے شام کے قریب میں نے جناب خان بہادر ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کو ٹیلی فون کیا۔ میری بدقسمتی ملاحظہ ہو۔ کہ انہوں نے میری پوری عرض سنے بغیر رسیور رکھ دیا۔ میں مایوس ہو کر جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب کے ہاں بھاگا دروازہ بھاگا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کسی مریض کو دیکھنے کے لئے تشریف لے جا چکے ہیں۔ وہاں سے پھر ہسپتال کو بھاگا کہ بچے کو ایک نظر دیکھ کر کسی اور ڈاکٹر کو لاؤں۔ لیکن وائے قسمت! میرے پہنچتے پہنچتے میرا بچہ جس کو آخری وقت تک ڈاکٹر تندرست قرار دیتا رہا۔ اپنے حقیقی مولا سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ موت چونکہ ٹریجڈی ہے۔ اسلئے زیادہ صدمہ ہے۔ بچہ ابھی ابھی پانچ سال کا ہوا تھا۔ بلا کا ذہین تھا ملنے جلنے میں ہر ایک سے بے تکلف،، لیکن مؤدب تھا۔ اس کی پیاری باتیں ہم سب کو عمر بھر نہیں بھولیں گی۔ اس صدمہ عظیم میں میرے عزیزوں۔ احباب اور بزرگان سلسلہ نے تعزیت کے خطوط لکھکر اور زبانی تسلی دیکر جس بینظیر ہمدردی کا اظہار کیا۔ اس کا گہرا اثر میرے دل پر ہوا ہے اور اس طرح انہوں نے میرے اس رنج و غم کو بہت حد تک ہلکا کیا۔ فرداً فرداً شکریہ ادا کرنے کی بجائے بذریعہ اخبار ان سب کی خدمتیں تہ دل سے اظہار تشکر کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

غمزدہ سلطان محمود (کارکن دارالکتب اسلامیہ ۲۷ جولائی ۱۹۴۰ء)

ہیڈ ماسٹر کی ضرورت

علاقہ بنگال میں ایک ہائی سکول کیلئے ٹرینڈ گریجویٹ ہیڈ ماسٹر کی ضرورت ہے۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی یا بی۔ اے ایس۔ اے۔ وی۔ نوجوان اپنی درخواستیں بھیجدیں۔

(۲) اردو اور فارسی پڑھانے کے لئے ایک ٹرینڈ منشی فاضل کی ضرورت ہے۔

تفصیلات بذریعہ خط و کتابت دریافت کر لی جائیں۔ جماعت کے نوجوانوں کے لئے اچھا موقعہ ہے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ضرورت

ایک قابل ٹرینڈ گریجویٹ یا ایف اے۔ جے اے وی کی ضرورت ہے۔ جو حصہ مڈل کو انگریزی حساب اور سائنس پڑھا سکے۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ درخواستیں ۱۵ اگست سے پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ کے پاس پہنچ جانی چاہئیں:

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

— لندن ۲۸ جولائی۔ انقرہ کے سیاسی حلقوں سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی نے برطانیہ پر حملہ کی سکیم مرتب کر لی ہے۔ جس کے مطابق وسط اگست میں برطانیہ پر وسیع پیمانہ پر حملہ کر دیا جائے گا۔ ہٹلر کی خواہش ہے کہ اس حملے سے پہلے بلقان کے سیاسی اور اقتصادی معاملات اس کے حسب منشا طے ہو جائیں

— لندن ۲۸ جولائی۔ آج یہاں مسٹر میلکم مکڈانلڈ نے اعلان کیا کہ جس دن جرمن طیاروں نے لندن پر حملہ کی کوشش کی، اسی دن برلن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔

— لندن ۲۸ جولائی۔ جرمنوں نے فرانس کے مقبوضہ علاقوں سے ہزاروں قیدی غیر مقبوضہ فرانس میں بھیجدیئے ہیں کیونکہ جرمنوں کے پاس خوراک کی بے حد قلت ہے۔

— انگلستان پر جرمنی کے فضائی حملوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ ان حملوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ جرمن طیارے کثیر تعداد میں تباہ ہو رہے ہیں۔

— بمبئی ۲۸ جولائی۔ وائسرائے نے مسٹر ساورکر کو ملاقات کی دعوت دی ہے۔ یہ ملاقات ۱۳ اگست کو بمبئی میں ہو گی

— پونا ۲۸ جولائی۔ آج آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس طویل بحث و تمحیص کے بعد ختم ہو گیا۔ اجلاس میں دہلی والا ریزولیوشن ۹۱/۶۳ ووٹوں سے پاس ہو گیا۔

— کلکتہ ۲۸ جولائی۔ خاکساروں کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ پنجاب میں ان کی سرگرمیاں ۱۰ اگست تک بند رہیں گی۔ کیونکہ ابھی تک مسٹر جناح نے اطلاع نہیں دی کہ حکومت پنجاب سے انکے مذاکرات کس مرحلے پر ہیں۔

— برلن ۲۹ جولائی۔ جرمن نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ جرمنی کی وزارت خارجہ نے سوئٹزرلینڈ کو ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گندم اور خوراک کے ذخائر سونا اور تیل جرمنی کے حوالے کر دے۔

— تجارت کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جرمنی نے سوئٹزرلینڈ کو الٹی میٹم دیا ہے کہ وہ اپنے تمام سٹاک جرمنی کے حوالے کر دے ورنہ جرمنی فوجی کارروائی کرنے پر مجبور ہو گا۔ معلوم ہوا ہے کہ سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر جرمن فوجوں کا زبردست اجتماع ہو رہا ہے اور جرمن طیارے بھی سوئٹزرلینڈ پر پرواز کر رہے ہیں۔

— ٹوکیو ۲۹ جولائی۔ آج برطانی سفیر متعینہ ٹوکیو نے جاپان کے وزیر خارجہ سے ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کی۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت جاپان نے برطانی سفیر کے اس سوال کا فوری جواب دینے سے انکار کر دیا ہے کہ کیا جاپان محوری طاقتوں میں شامل ہو گیا ہے؟

— لندن ۲۹ جولائی۔ فرانسیسی مفتوحہ علاقہ کو پانچ خطوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور جرمنی نے آج ان سب کے راستے مسدود کر دیئے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان پر فوری حملہ ہونیوالا ہے۔

— لندن ۲۹ جولائی۔ حکومت جاپان نے ٹوکیو میں گیارہ برطانی باشندوں کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے ان میں سے رائٹر کے نامہ نگار مسٹر کوکس بھی شامل تھے جو پراسرار طور پر ہلاک ہو گئے ہیں۔

— معلوم ہوا ہے کہ برطانی سفیر مقیم ٹوکیو نے وزیر خارجہ جاپان سے درخواست کی تھی کہ وہ ان گرفتار شدگان سے ملاقات کی اجازت دے۔ لیکن حکومت جاپان نے اجازت نہ دی۔ حکومت برطانیہ نے اس واقعہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا ہے۔

— لندن ۲۹ جولائی۔ آج جرمن طیاروں کے ۵۴ دستوں نے جنوب مشرقی اور جنوب مغربی انگلستان کے شہروں پر بمباری کی۔ بمباری کی وجہ سے جانی نقصان بہت کم ہوا۔ چند عمارات البتہ تباہ ہو گئیں برطانی طیاروں اور طیارہ شکن توپوں سے پندرہ جرمن طیاروں کو گرا لیا۔

— لاہور ۲۹ جولائی۔ ضلع لاہور کیطرف سے چار بمبار طیارے خریدنے کیلئے چندہ اکٹھا کیا جا رہا ہے ان طیاروں کی قیمت چھ لاکھ روپے ہو گی۔

— پونا ۲۹ جولائی۔ ایک مرہٹی اخبار اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ صوبہ سی۔ پی کے چار اضلاع پچاس لاکھ پونڈ کے عوض اعلیٰ حضرت حضور نظام کو دیدیئے جائیں گے۔ اور ان چار اضلاع میں بیزواڑہ اور شمالی سرکار بھی شامل ہیں۔ (انقلاب ۳۱ جولائی ۱۹۴۰ء)

— بعض اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب ہندوستان میں محصول ڈاک اور ریل کے کرایہ میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

— قاہرہ ۲۹ جولائی شاہ فاروق نے حسن پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا ہے حسن پاشا برطانیہ کے بڑے طرفدار ہیں

— قاہرہ ۲۹ جولائی۔ آج اطالوی طیاروں نے عدن پر حملہ کیا۔ ایک جہاز کو بمباری کی وجہ سے معمولی سا نقصان پہنچا۔

— تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ روس اور افغانستان میں ایک تازہ تجارتی معاہدہ ہوا ہے۔

— ماسکو ۲۹ جولائی۔ اطلاع ملی ہے کہ ایران کا ایک وفد ماسکو آ رہا ہے:

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فنا نظری اور مسئلہ وحدت وجود میں کیا فرق ہے؟

لوگ جو اس مسئلہ وحدت وجود کو مانتے ہیں۔ بڑے گستاخ اور متکبر ہوتے ہیں اپنی غلطیوں کو نہیں چھوڑتے اور وہ غلطیوں کو چھوڑیں بھی کیونکر جبکہ وہ اپنے آپ کو معاذاللہ خدا سمجھتے ہیں۔ اگر خدا اور بندہ میں فرق کریں تو انکو اپنی غلطیوں کی حقیقت پر اطلاع ملے۔ وہ اپنے طفلانہ خیالات پر خوش ہیں۔ اسلئے قرآن شریف کے حقائق سے انکو کوئی خبر نہیں ہو سکتی۔ یہ بہت بڑی خرابی ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خرابی کب سے پیدا ہوئی ہے میرے نزدیک سارے گدی نشینوں میں کم ہی کوئی شخص ہوگا جسکا یہ مذہب نہ ہو۔ ان لوگوں نے بزرگان دین کے ان اقوال کو جو انہوں نے استیلائے محبت اور جوش عشق میں فرمائے تھے فلسفہ بنا دیا۔ اصل میں فنا نظری اور وجودی کے مذہب میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر فلسفہ نہیں رکھتا وہ استیلائے عشق رکھتا ہے اور مؤخرالذکر فیلسوف بنتا ہے۔ اسلئے یہ خدا کا دشمن اور منکر ہے اور اسکو خدا سے کچھ محبت نہیں۔ کیونکہ جیسے فلسفی مردہ کو چیر تو سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مردہ کو کھا بھی لے۔ اسی طرح وحدت وجود کا قائل خدا تو بنتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو خدا سے محبت بھی ہے۔ جس کسی نے بندر یا ہی یا کتے کی تشریح دیکھ لی ہو اس کیلئے کب لازم آتا ہے کہ ان سے تعلق بھی ہو۔ اسی قسم کے یہ مدعی فیلسوف بنے ہوئے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ ثابت کر کے نہیں دکھایا کہ خدا تعالے سے اُن کا تعلق بھی ہے۔ اکابر کا وہ طبقہ جس نے آگے قدم بڑھایا ہے وہ بھی مقبول ہو گیا ہے اس لئے کہ ان پر خدا تعالے کی محبت اور عشق غالب آ گیا تھا۔ وہ قرآن شریف پر ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دریا میں تیرتے تھے۔ اسلام ان کا مذہب تھا اسلئے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سے بڑے بڑے کرشمے اور عجائبات ظاہر ہوئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب بندہ اپنے خالق کے ساتھ محبت وعشق میں ایک شدید تعلق پیدا کر لیتا ہے اس وقت خدا تعالے اسے اپنی صفات میں سے ایک حظ عطا فرماتا ہے کیونکہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے ÷ (۱۲ر ستمبر ۱۹۰۱ء)

فریضہ زکوٰۃ اور ماہِ رجب

احباب جماعت سے ایک درخواست۔ جماعتوں کے عہدداروں کا ضروری فرض

جمادی الثانی ختم ہو رہا ہے اور ایک دو روز میں ماہ رجب شروع ہونیوالا ہے اور یہ مہینہ ہندوستان میں ادائیگی زکوٰۃ کیلئے مخصوص ہے لہذا جماعت احمدیہ کا ہر صاحب نصاب فرد اپنا فرض ادا کرنیکے لئے تیار رہے اسکے علاوہ انجمن کے کارکنوں اور مقامی جماعتوں کے عہدداروں کو اس امر کی پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ امسال فراہمی کا کام پوری باقاعدگی اور منشائے شریعت کے مطابق انجام پائے مسلمان قوم کی بہت بڑی اکثریت فریضہ زکوٰۃ سے غافل ہو چکی ہے اور اس غفلت کی سزا مل رہی ہے اور اپنے قومی اداروں کی کس مپرسی کی صورت میں بھگت رہی ہے اگرچہ اس بارہ میں ہماری جماعت احمدیہ کی حالت نسبتاً بہت بہتر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہمارے بہت سے احباب بھی ادائیگی زکوٰۃ کے وقت منشائے شریعت کو پورے طور پر مدنظر نہیں رکھتے۔ زکوٰۃ کا کم از کم دو تہائی حصہ تو قومی بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے۔ جو لوگ ساری یا ایک تہائی سے زیادہ زکوٰۃ انفرادی طور پر تقسیم کر دیتے ہیں وہ خدا کے نزدیک پورے طور پر اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہیں اور انہیں اس غلط طریق عمل کو آئندہ کیلئے ترک کر دینا چاہیئے زکوٰۃ کے مسائل اور اسکے بارہ میں قرآن وحدیث سے احکام اور تنظیم زکوٰۃ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کئی مرتبہ "پیغام صلح" میں شائع ہو چکے ہیں۔ انکی روشنی میں کوشش ہونی چاہیئے کہ ہر جگہ جماعت کے تمام صاحب نصاب مرد اور عورتیں پوری زکوٰۃ ادا کریں اور اسکا کم از کم دو تہائی حصہ مرکزی بیت المال میں بھیجا جائے خواتین اس بارہ میں عام طور پر مردوں کی نسبت زیادہ تساہل سے کام لیتی ہیں اور بہت کم اپنے زیوروں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہیں حالانکہ اس کیلئے سخت وعید موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مسلمانوں کی قومی خوشحالی و ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنایا ہے ہمیں اسکی برکات سے محروم ہونے کی بجائے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے تاکہ دین ودنیا میں سرخرو ہوں۔ (مدیر)

جناب خلیفہ صاحب قادیان کے خطبہ جمعہ پر علمی تبصرہ

خدام الاحمدیہ میں جبری شمولیت اور دادا باپ اور پوتے کی تمثیل

(از۔ ایس محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۲ء کو جناب میاں محمود احمد صاحب نے ایک طویل خطبہ دیا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبر ہو جاؤ۔ یعنی ہر وہ قادیانی دوست جس کی پندرہ سے چالیس سال تک عمر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پندرہ دن کے اندر اندر خدام الاحمدیہ میں اپنا نام لکھوا دے۔ اگر ۱۵ سے ۴۰ سال تک کی عمر کا کوئی احمدی ۱۵ دن کے اندر اندر خدام الاحمدیہ میں اپنا نام نہیں لکھائے گا۔ تو پہلے اسے سزا دی جائے گی اور اگر اس سے بھی اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ وہ لوگ جو کہ خدام الاحمدیہ کے ممبر ہیں۔ اگر کسی سزا کے وقت چون و چرا کریں گے یا یہ کہیں گے کہ ہم مجلس خدام الاحمدیہ سے استعفےٰ دیدیں گے تو انہیں یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ وہ خدام الاحمدیہ سے استعفےٰ نہیں دے سکتے۔ بلکہ انہیں احمدیت سے استعفےٰ دینا پڑے گا۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ تحریک احمدیت کی یہی غرض و غایت ہے اور اس کے معرض وجود میں آنے کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو اس تحریک میں شامل ہوں انہیں خدام الاحمدیہ کی ممبری کے لئے تیار کیا جائے اور جو اس مجلس کے ممبر نہ بنیں۔ یا استعفےٰ دینے کی کوشش کریں۔ انہیں احمدیت سے استعفےٰ دینا پڑیگا اور انہیں جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔

احمدیت اور جماعت احمدیہ کو ایک مامور من اللہ نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا اور تعمیر کیا تھا۔ جو شخص احمدیت کے اصولوں کا اقرار کرے اور مامور من اللہ کی جماعت میں شامل ہو اسے کوئی دوسرا شخص خواہ اسے کتنا ہی اقتدار حاصل ہو۔ اس حلقہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ البتہ اس نظام سے جسے کسی عام انسان نے بنایا ہو اور چند ایک اغراض اور مقاصد اس کے پیش نظر ہوں۔ اگر کوئی شخص ان اغراض و مقاصد سے متصادم ہو تو اس شخص کو پورا اختیار ہے کہ وہ ایسے عنصر کو نظام سے خارج کر دے۔ لیکن کسی عام انسان کو خواہ اسے کتنی ہی طاقت حاصل ہو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو کسی الہیٰ سلسلہ سے خارج کر دے۔ کیونکہ اس کا تعلق قلوب سے ہے اور قلوب کا محاسبہ کرنے والا صرف وہ علیم و خبیر ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ سو جناب میاں صاحب کا یہ ارشاد کہ جو لوگ خدام الاحمدیہ سے استعفےٰ دینگے انہیں احمدیت سے استعفےٰ دینا پڑے گا اصولی طور پر غلط ہے الہٰی سلسلہ کا ایک فرد کسی دوسرے فرد کو اس سلسلہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ایک بہت بڑی اصولی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔

جناب میاں صاحب کو مخلوق خدا کو ان کے مذہبی سواد اور حلقہ سے خارج کرنے کا کچھ ایسا لطف آتا ہے کہ اب یہ تکفیر بازی چھٹ نہیں سکتی۔ پہلے تو کروڑہا مسلمانوں پر ہاتھ صاف کیا اور اب احمدیوں کی باری ہے پہلے مسلمانوں کو کافر بنایا جاتا تھا۔ لیکن اب احمدیوں کو مع کہ جناب میاں صاحب کے خیال اور عقیدہ کی رو سے مسلمان تھے انہیں بھی کافر بنایا جائے گا۔ کیونکہ ہر وہ مسلمان جو کہ احمدی نہیں کافر ہے۔ تو ہر وہ احمدی جسے احمدیت سے زبردستی استعفےٰ دلوایا گیا۔ وہ کیا ہوا؟ جب بیچارہ احمدی نہ ہوا تو کافر ہوا۔ قادیانی دوستوں اور بزرگوں کو اس غلو کی سزا مل رہی ہے جو انہوں نے اختیار کیا۔ اگر یہ بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت اور قائم کردہ نظام کو ملحوظ رکھتے اور ایک فرد واحد کو مختار مطلق نہ بناتے تو آج انہیں شترمرغ کودن اور منافق کے خطابات نہ ملتے اور آج انہیں یہ الفاظ نہ سننے پڑتے۔[1]

"اس کا رجماعت کا ایک حصہ منافقوں پر مشتمل ہے
اور وہ ہمیں اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم اسے اپنی
جماعت سے خارج کر دیں۔ یا اگر وہ منافق نہیں تو
ایسے کودن لوگ ہیں جو ڈنڈے کے محتاج ہیں"

اور یہ ساری سختی صرف مجلس خدام الاحمدیہ کو مضبوط کرنے کیلئے کی جا رہی ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ایک ظلی مجلس ہے جو مجلس انصار اللہ کی ظل ہے۔ اس مجلس کو ہم نے ظلی مجلس اس لئے لکھا ہے کیونکہ جناب میاں صاحب نے ظلیت کے معنی "اس جیسا" کے کئے ہیں سو یہ مذکورہ بالا مجلس، مجلس انصار اللہ جیسی ہے اس لئے یہ اس کی ظل ہوئی۔ اگر کوئی دوست مجلس انصار اللہ کی خصوصیات پر تفصیلی بحث دیکھنا چاہتے ہوں تو انہیں چاہئیے۔ "آئینہ غلو و اختلاف" مصنفہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مطالعہ فرمائیں۔ جناب میاں صاحب کی شروع سے یہ طرز ہے کہ وہ انتظامی امور میں ہمیشہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور اسی ضمن میں بعض اصولی باتوں میں اپنے انتظامی امور کو تقویت پہنچانے کے لئے غلو کر جاتے ہیں۔ اصل میں حقیقت یوں ہے کہ ان کے عقائد اور نظام میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب تک وہ عقائد میں غلو نہ کریں۔ اس وقت تک نظام کو تقویت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انہیں اپنی انتظامی مصلحتوں کو سلجھاتے ہوئے اپنے عقائد میں غلو کرنا پڑتا ہے۔

جناب میاں صاحب اپنے خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوزیشن میں بہت بڑا غلو کرتے ہیں اور ان کو وہی درجہ دے دیتے ہیں جو کہ آنحضرت صلعم کو حاصل ہے۔ گو کسی حد تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرت صلعم کے تابع ہونے کا اعتراف بھی ہوتا ہے لیکن اس کے پہلو بہ پہلو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رتبہ کو اس قدر بڑھا دیا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے رتبہ کے برابر نظر آنے لگتا ہے مثلاً مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ہمارا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ظل اور آپ کے تابع تھے ان کی تمام عزت اور ان کا تمام رتبہ اسی میں تھا کہ خدا نے ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس بنایا تھا۔ اور وہ اس کام کیلئے مبعوث کئے گئے تھے جس کام کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے مبعوث ہوئے"

پھر انہوں نے اس خطبہ میں دادا اور باپ اور پوتا کی تمثیل میں آنحضرت صلعم کو دادا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو باپ اور جماعت کو پوتا کر کے خطاب کیا ہے اور اصولی لحاظ سے یہ تمثیل بالکل غلط راستہ پر ڈالنے والی ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اور آنحضرتؐ کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ایک خادم کی ہے۔ نہ کہ ایک باپ کی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی فرمایا ہے:۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

جناب میاں صاحب کے بیان کا اقتباس یوں ہے۔

"گویا جس طرح ایک ہی وقت میں دادا اور باپ اور پوتا اکٹھے ہوں تو جو حالت ان کی ہوتی ہے وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے ایک باپ جب اپنے باپ کی طرف منہ کرتا ہے تو وہ باپ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے لیکن وہی باپ جب اپنے بیٹے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی حیثیت باپ کی ہو جاتی ہے اور بیٹے کا فرض ہوتا ہے کہ اس کا ہر حکم مانے۔ بیٹا یہ نہیں کہ سکتا کہ جب تم اپنے باپ کی طرف منہ کر کے کھڑے تھے تو اس وقت تمہاری حیثیت جب بیٹے کی تھی نہ کہ باپ کی تو اب تمہاری حیثیت باپ کی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اب اس کا منہ اپنے باپ کی طرف نہیں بلکہ اپنے بیٹے کی طرف ہو گا۔ یہی حیثیت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی عطا فرمائی ہے"

یعنی جماعت قادیان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیثیت باپ کی ہے اور آنحضرت صلعم دادا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرکزی حیثیت ہے جماعت قادیان کیلئے لائق اعتنا حضرت مسیح موعود ہیں۔ نہ کہ آنحضرت صلعم ہاں حضرت مرزا صاحب کیلئے آنحضرت صلعم لائق اعتنا ہیں۔۔۔ ان سطور میں کتنی ہوشیاری کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پس منظر میں پھینک دیا گیا ہے۔ اس بات پر ہم جناب میاں صاحب سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مرکزی حیثیت صرف سرکار دو جہان محمد مصطفےٰ صلعم کو حاصل ہے اور ان کے علاوہ اسلامی سواد اعظم میں کوئی ایسی ہستی موجود نہیں جس سے آنحضرت صلعم سے قطع نظر کر کے اکتساب نور کیا جائے۔ البتہ مجددین، محدثین اور مامورین آتے رہیں گے ان کی ہستی محض ظلی اور غلاموں کی سی ہو گی اور رسول پاکؐ اسی مسند رسالت پر جلوہ گر رہیں گے جس پر وہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے رونق افروز ہوئے اور کوئی ہستی امت کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو گی۔ قادیانی دوستو! آنحضرت صلعم کے خادم کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیثیت جتنی چاہو

(باقی صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو)

[1] خطبے کے اس حصہ کا اقتباس جس میں میاں صاحب نے جماعت کو شترمرغ کہا ہے۔ اسی اشاعت کے صفحہ [illegible] پر درج ہے

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم یکشنبہ ۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۵۹ سنہ ہجری | نمبر ۴۸

ستیارتھ پرکاش کے آخری چار باب

آریہ سماج کی اتحاد شکن اور امن سوز ذہنیت

ہندوستان اور ہندو قوم سے باخبر ہر ایک شخص اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ آریہ سماج ویدک دھرم کی تعلیمات اور سوامی دیانند جی کے احکامات کو بڑی تیزی کے ساتھ پس پشت پھینک رہا ہے اور اپنے بنیادی مذہبی عقائد کو یکے بعد دیگرے ترک کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی مذہبی حالت بہت تبدیل ہو چکی ہے۔ یہ باتیں کئی مرتبہ پیغام صلح کے صفحات میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی جا چکی ہیں اور اس کے ثبوت میں ناقابل تردید واقعات اور خود ذمہ دار آریہ سماجی اکابر و اخبارات کے اعترافات ہم وقتاً فوقتاً اپنے قارئین کرام کی معلومات کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن آریہ سماج کی ایک خصوصیت میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ وہ روز اول سے امن و اتحاد کا دشمن اور دوسرے مذاہب کی توہین کا عادی ہے۔ اپنی اس عادت اور خصوصیت سے وہ کسی حالت میں بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آریہ سماجی اپنے اہم اور بنیادی اصولوں کو آسانی و خاموشی کے ساتھ تبدیل و قربان کر دیں گے۔ لیکن اتحاد و امن اور مذہبی رواداری کا کوئی معمولی سے معمولی امکان بھی ان کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ آریہ سماجی لیڈر جب ایک دوسرے کو گرانا اور بدنام کرنا چاہتے ہیں تو اپنے حریف پر اکثر یہی الزام لگایا کرتے ہیں کہ وہ اتحاد دوست اور کھنڈن کا مخالف ہے ۔۔۔۔ ہر ایک جماعت کی خاص ذہنیت اور روایات ہوتی ہیں۔ ان کے لحاظ سے بعض باتیں اس کے ہاں ناقابل معافی جرم اور بہت بڑا عیب سمجھی جاتی ہیں ۔۔۔۔ آریہ سماج کے نزدیک چونکہ سب سے بڑا جرم مذہبی مداداری، دوسرے مذاہب کی الہامی کتابوں اور پیشواؤں کا احترام اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ اتحاد ہے۔ اس لئے کوئی آریہ سماجی لیڈر اور اخبار نویس اس جرم کے معمولی سے معمولی ارتکاب کے بعد ۔۔ آریہ حلقوں میں محبوب و محترم نہیں رہ سکتا۔ جن لوگوں کو الزام تراشی، ہمسایہ کشی اور نفاق پسندی کا چسکا ہو، وہ بھلا ایک حق گو، روادار اور اتحاد دوست شخص کو کس طرح پسند کر سکتے ہیں۔ آریہ سماج کی گھاس اور ماس پارٹی کے اختلافات بہت پرانے ہیں اور یہ ہمیشہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی ہیں۔ آج کل گھاس پارٹی کے مہاشہ کرشن اور ماس پارٹی کے لالہ خوشحال چند خورسند جو کچھ عرصہ سے "مہاتما" اور "پنجاب کیسری" بننے کی کوشش میں مصروف ہیں) کی آپس میں خوب چل رہی ہے ان دونوں مہاشوں کی رقابت کی تاریخ تو بہت قدیم ہے اور یہ ایک دوسرے کے قدیمی دشمن ہیں ۔۔۔۔ زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں بس صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان میں سے ایک سوامی شردھانند کا چیلا اور دوسرا مہاتما ہنسراج کا شاگرد رشید ہے۔ اس رقابت اور نوک جھونک کا سلسلہ ویسے تو ہمیشہ جاری رہتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں خاص شدت اور تیزی و تندی پیدا ہو جاتی ہے ۔۔۔۔ آجکل بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ حیدرآباد کے خلاف آریہ سماجی شورش کے دوران میں کچھ ایسی باتیں ظہور میں آئیں۔ کہ ان دونوں کے جوش رقابت اور آرزوئے انتقام میں خاص ہیجان پیدا ہو گیا ۔۔۔۔ اور "پرتاپ" اور "ملاپ" کی اشاعت کے تنازعہ نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے پر سنگین ترین الزامات لگائے لیکن اس رقیبانہ کشتی کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس پر لالہ خوشحال چند خورسند نے آخری حربہ سے کام لیا۔ اور سارودیشک سبھا دہلی پر جس کے کہ مہاشہ کرشن ایک سرگرم رکن ہیں اور مہاشہ جی کے اکثر دوست ہی اس سبھا پر چھائے ہوئے ہیں۔ یہ الزام لگایا کہ اس نے ریاست حیدرآباد میں کام کرنے والے اپنے پرچارکوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ حدود ریاست میں:۔

"ستیارتھ پرکاش کے صرف پہلے دس سملاسوں (ابواب) سے پرچار کیا جائے۔ آخری چار سملاسوں سے جو کھنڈن سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ نہ سنایا جائے"۔

ہمیں پہلے دن ہی سے یقین تھا کہ یہ خبر صحیح نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آریہ سماج کے اندر ادر تمام چیزوں کیلئے گنجائش موجود ہے۔ لیکن رواداری اور اتحاد پسندی اور دوسروں کے ساتھ انصاف کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ آریہ سماجی ویدوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ منوسمرتی کو چھوڑ سکتے ہیں۔ اور غالباً ستیارتھ پرکاش کے پہلے دس ابواب کو بھی چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن ان آخری چار ابواب کو چھوڑنا ان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ ابواب نہایت دل آزار اور اشتعال انگیز ہیں۔ ان میں مختلف مذاہب کے مقدس بانیوں کے متعلق بیحد غلط اور توہین آمیز باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ بالخصوص اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات اور کشیدگی کی ایک بڑی وجہ ستیارتھ پرکاش کے یہ چار ابواب بھی ہیں ۔۔۔۔ بھلا آریہ سماجی ایک ایسی چیز سے جو ان کی فطرت اور ذہنیت سے اس قدر مناسبت رکھتی ہے۔ کس طرح دستبردار ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ ہم نے ۸ جولائی کے پیغام صلح میں لکھ دیا تھا کہ:۔

"ہمیں اس خبر کی صحت میں ہی شبہ ہے۔ کیونکہ ملک کی بدقسمتی سے آریہ سماج اپنی متعدد بنیادی تعلیمات و خصوصیات سے کنارہ کش ہونے کے باوجود دیگر مذاہب پر کذب آمیز، امن سوز اور اشتعال انگیز تنقید سے دستبرداری کیلئے آمادہ

نظر نہیں آتا۔ اس حالت میں کسی آریہ سماجی سبھا کے لئے اپنے پرچارکوں کے نام اس قسم کے دانشمندانہ اور رواداراانہ احکام جاری کرنا بہت مشکل ہے"۔

چنانچہ ہمارا خیال صحیح نکلا۔ لالہ خوشحال چند خورسند کے اس الزام کے شائع ہوتے ہی تمام آریہ سماجی حلقوں میں طوفان بے تمیزی بپا ہو گیا۔ چاروں طرف سے سارودیشک سبھا دہلی پر سوالات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ کہ یہ کیا "اندھیر" ہے۔ ان چار سملاسوں کے بغیر آریہ سماج کا باقی ہی کیا رہ جاتا ہے۔ بعض جلد بازوں نے تو سبھا مذکور کو کھنڈن سے منع کرنے کے الزام میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔

سارودیشک سبھا نے اس "الزام" کی تردید کر دی ہے اور "آریہ جگت" کو خوب اچھی طرح یقین دلا دیا ہے کہ اس نے اس قسم کے احکام ہرگز جاری نہیں کئے اور نہ آئندہ جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اب لالہ خوشحال چند جی فرما رہے ہیں کہ یہ احکام سارودیشک سبھا دہلی نے نہیں بلکہ اس کی ایک ماتحت مجلس یعنی "آریہ پرتی ندھی سبھا نظام راجیہ" نے جاری کئے ہیں۔ ہمیں اس جھگڑے میں زیادہ دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا یہ بات یقینی ہے کہ اول تو نظام راجیہ کی سبھا نے بھی ایسے احکام ہی جاری نہیں کئے ہوں گے اور اگر کئے بھی ہوں گے تو کسی خاص مصلحت کی وجہ سے عارضی طور پر، اور انہیں فوراً واپس لے لیا ہو گا۔

ذرا غور کیجئے۔ آریہ سماج کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو برملا خدا کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے اندر ویدوں کے مخالف اور ویدوں کو الہامی نہ ماننے والے موجود ہیں۔ اس کے اندر ویدک دھرم کے احکامات اور سوامی دیانند جی کی تعلیمات کو ٹھکرانے والے موجود ہیں۔ خود آریہ سماج بحیثیت جماعت ویدک دھرم سے دور جا رہا ہے۔ اس نے دودھوا بواہ کو رواج دیا حالانکہ ویدک دھرم اور سوامی دیانند جی نے اس کی شدید مخالفت کی ہے اور اس کی بجائے ایک ایسے فعل کی تلقین فرمائی ہے جس کا نام لیتے ہوئے بھی آج آریہ سماجیوں کو شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ ورن آشرم کی آریہ سماج کے اندر خوب اچھی طرح مٹی پلید ہو رہی ہے۔ گروکلوں کے مقابلے میں اسکولوں کالجوں کا زور ہے۔ اب تو مخلوط تعلیم کا اہتمام بھی ان کے ہاں ہو چکا ہے ۔۔۔۔ ان تمام چیزوں کو یہ لوگ سکون دل سے گوارا کر رہے ہیں۔ صرف انہی کو نہیں بلکہ حیدرآباد دکن کے اندر ہی چند سال ہوئے ایک آریہ سماجی پنڈت نے مجمع عام میں سوامی دیانند جی کی تصویر کو جوتے لگائے تھے۔ "آریہ جگت" اس کو بھی برداشت کر گیا اور اس جوتے لگانے والے پنڈت کی بعض آریوں نے تائید و حمایت بھی کی ۔۔۔۔ لیکن ایک چیز ان لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہے کہ انہیں دوسرے مذاہب پر غیر معقول تنقید، ان کے پیشواؤں کی توہین اور ان کے پیروؤں کی دل آزاری سے روک دیا جائے وہ اپنی اس ذہنیت کی وجہ سے ملک کے امن اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک دشمن ہیں۔ ان حالات میں اگر یہ کہا جاتا ہے کہ آریہ سماج ملک کے امن و اتحاد اور ترقی و آزادی کے راستے میں ایک زبردست روک ہے جس کو دور کئے بغیر ہندوستان کے اچھے دن نہیں آسکتے تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں ہے +

شذرات

غرورِ کثرت کا سر نیچا

قادیانی جماعت کو اپنی کثرت تعداد پر بہت غرور ہے۔ محمودی اکابر و اخبارات جماعت لاہور کے مقابل اس کثرت کو اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر اکثر پیش فرماتے رہتے ہیں۔ حالانکہ صرف کثرت خوبی و صداقت کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔ ہم نے بارہا قادیانی بزرگوں کی خدمت میں گذارش کی۔ کہ کثرت تعداد پر اظہار غرور کی بجائے وہ ذرا اپنے اندوختہ عمل کو پیش اور اپنے عقائد و طرز عمل کی صحت کو ثابت کریں۔ لیکن قادیانی قصر خلافت میں یہ گذارش کبھی بھی ٹھنڈے دل سے نہ سنی گئی۔ بلکہ اس پر غور کرنے کی بجائے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری جیسے حضرات مضحکہ خیز استدلال کا لٹھ لئے ہوئے "الفضل" کے صفحات پر نمودار ہوتے رہے ہیں ——— اور دنیا جانتی ہے کہ ان لوگوں کے مخصوص طرز تحریر اور طریق استدلال کا مقابلہ شرافت و معقولیت کیلئے بہت ہی مشکل ہے۔

لیکن صداقت میں بڑی طاقت ہے۔ کلمۂ حق بعض اوقات شدید ترین دشمنانِ حق کی زبان پر بھی جاری ہو جاتا ہے۔ جناب خلیفہ قادیان اپنے ۲۶ر جولائی کے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ:-

"کوئی جماعت کثرت تعداد سے نہیں جیتتی۔ قرآن کریم نے بھی اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله یعنی کئی دفعہ قلیل التعداد جماعتیں کثیر تعداد رکھنے والی اقوام پر غالب آجایا کرتی ہیں۔ پس محض کثرت کچھ چیز نہیں۔ اگر اس کثرت میں ایمان و اخلاص نہ ہو۔ پھر میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ (میاں صاحب کے کمزور مرید) ہم میں شامل ہی رہیں تو کسی قوم کے مقابلہ میں بھلا ہمیں کونسی غیر معمولی فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ہندوستان میں سب سے کم تعداد سکھوں کی سمجھی جاتی ہے مگر وہ بھی تیس چالیس لاکھ ہیں اور ہم تو ان سکھوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے"۔ (الفضل یکم اگست ۴۰ء)

ذرا غور کیجئے قادیانی جماعت کے غرور کثرت کا سر کس عبرت انگیز طریق پر نیچا ہو رہا ہے۔

"شترمرغ" کے خطاب کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

اپنے محولہ بالا خطبہ میں ہی جناب "خلیفہ قادیان" نے اپنے مریدوں کو مندرجہ ذیل الفاظ میں "شترمرغ" کا پر معنی و "مہذب" خطاب عطا فرمایا ہے کہ:-

"گویا ان کی مثال بالکل شترمرغ کی سی ہے۔۔۔۔۔ جو اپنی دونوں حالتوں سے فائدہ تو اٹھا لیتا ہے۔ مگر کام کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کسی شترمرغ سے کسی نے کہا کہ آؤ تم پر اسباب لادیں کیونکہ تم شتر ہو (شتر کے معنی اونٹ ہیں اور مرغ کے معنی پرندہ) وہ کہنے لگا کیا پرندوں پر بھی کسی نے اسباب لادا ہے؟ اس نے کہا اچھا تو پھر اڑ کر دکھاؤ کہنے لگا کبھی اونٹ بھی اڑا کرتے ہیں۔ پس جس طرح شترمرغ اڑنے کے وقت اونٹ بن جاتا ہے اور اسباب لادتے وقت پرندہ۔ اسی طرح (قادیانی) جماعت کا جو حصہ کمزور۔۔۔۔"

قادیانی جماعت کے عام افراد کیلئے "شترمرغ" کا محمودی خطاب کس حد تک موزوں ہے؟ اس کے متعلق ہم پورے وثوق کیساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن کثرت و قلت تعداد کے معاملہ میں قادیانی اکابر و اخبارات نے جو غیر معقول اور مضحکہ خیز روش اختیار کر رکھی ہے اس کے پیش نظر اس خطاب کے سب سے زیادہ مستحق یہی "بزرگ" ہیں۔ جب یہ جماعت لاہور کے سامنے آتے ہیں تو خوب اکڑ کر بعد غرور فرماتے ہیں کہ ہماری تعداد زیادہ ہے اس لئے ہم سچے ہیں۔ جناب خلیفہ صاحب بھی اپنے خطبہ میں جماعت لاہور کو "ڈھائی ٹوٹیاں نے فتو باغبان" کا طعنہ دیتے ہیں۔ لیکن جب یہ کثرت تعداد کے نشہ میں مدہوش لوگ غیر از جماعت اور غیر مسلموں سے اپنی جماعت کا مقابلہ کرتے ہیں تو انہیں کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله کا ارشاد قرآنی بھی یاد آجاتا ہے اور کثرت کے ساتھ ایمان و اخلاص کی شرائط بھی عائد ہونی شروع ہو جاتی ہیں ——— ان لوگوں کے لینے اور دینے کے باٹ بالکل مختلف ہیں۔ ان کا اصول و استدلال مصلحت و ضرورت کا غلام ہے۔ حالات کے ساتھ ساتھ ان کے اصول اور طریق ہائے استدلال بھی جلد جلد تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ جب ان کا رخ "پیغامیوں" کی طرف ہو تو کثرت اور صرف کثرت صداقت کا زبردست ثبوت اور وزنی دلیل ہے اور جب یہ غیر از جماعت اور غیر مسلموں کے مقابل کھڑے ہوں تو ایمان و اخلاص کے الفاظ بے محابا ان کی زبانوں پر آجاتے ہیں۔ حالانکہ یہ طرز عمل ایمان و اخلاص اور دیانت کے صریح خلاف ہو۔

پنجاب کی سرکاری ملازمتیں

روزنامہ "پرتاپ" کے مہاشہ کرشن سے اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہوں گے جو اپنی نفاق پسندی اور فتنہ پروری کی بدولت صوبہ کے تمام حلقوں میں ناقابل رشک شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ کم از کم شمالی ہندوستان کے آریہ سماجیوں میں ان سے زیادہ ہندو مسلم اتحاد کا مخالف اور مسلمانوں کا دشمن غالباً اور کوئی نہیں ہے چند ہفتے ہوئے آپ نے "پرتاپ" کے صفحات پر یہ شوشہ چھوڑا کہ پنجاب کی موجودہ حکومت صوبہ کی کلیدی ملازمتیں "مسلمانوں" کے حوالے کر رہی ہے اور اس طریق پر سر سکندر حیات خان پنجاب کو پاکستان بنا رہے ہیں۔ مہاشہ جی کا یہ الزام بالکل غلط، واقعات کے برعکس اور شرارت پر مبنی ہے۔ یہ شوشہ چھوڑ کر انہوں نے ایک تیر سے دو پرند شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک طرف تو اتحادی وزارت کو جو ضرورت سے بہت زیادہ روادار اور ہندو نواز واقع ہوئی ہے مرعوب و بدنام کرنا چاہا ہے۔ دوسری طرف اس الزام اور شرمناک پروپیگنڈا کا مقصد مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں ان کے جائز حقوق سے بدستور محروم رکھنا ہے لاہور کے اسلامی روزناموں نے اعداد و شمار کی روشنی میں نہایت معقولیت کے ساتھ مہاشہ جی اور ان کے ہمنواؤں کی مذکورہ بالا غلط بیانی کی مؤثر تردید کی ہے اور بتایا ہے۔ کہ دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب میں بھی مسلمانوں کے ساتھ شدید بے انصافی ہو رہی ہے۔ ان کے جائز حق سے بہت کم ملازمتیں انہیں حاصل ہیں ——— مگر یہ حقائق تو مہاشہ جی اور ان کے ساتھیوں کو پہلے ہی سے معلوم تھے۔ انہوں نے جان بوجھ کر یہ شوشہ چھوڑا ہے۔ لہذا کسی کو توقع نہ رکھنی چاہئے کہ یہ لوگ حقائق و دلائل کو خاطر میں لائیں گے۔ غیر معقول باتوں پر اصرار مہاشہ کرشن کی خاص صفت ہے۔ چنانچہ آج کل وہ اس کا خوب اچھی طرح مظاہرہ کر رہے ہیں اور اس مظاہرہ میں ان کا رقیب ازلی "ملاپ" بھی ان کا ساتھ دے رہا ہے۔

مہاشہ کرشن اور ان کے ساتھیوں کی اس تازہ حرکت نے مسلمانوں کو پھر ایک مرتبہ اس امر کا احساس دلایا ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں اپنا جائز حصہ حاصل کرنے کے لئے انہیں خاص جد و جہد اور محنت کی ضرورت ہے۔ انہیں اپنے حقوق و مطالبات مسلسل پرزور طریق پر پیش کرتے رہنا چاہئے اور اس وقت تک خاموش نہ ہونا چاہئے۔ جب تک ان کا جائز حصہ انہیں نہ مل جائے۔

وید مقدس کی حیثیت تحقیق کی روشنی میں

آریہ سماجی وید مقدس کو دنیا کی واحد الہامی کتاب مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ چاروں وید ابتدائے دنیا میں نازل ہوئے ان کے نزول سے قبل کوئی مخلوق موجود نہ تھی۔ اس وجہ سے وہ تاریخی واقعات سے خالی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آریہ سماجیوں کا خیال ہو کہ موجودہ دنیا کی عمر قریباً دو ارب سال ہے۔ اور اسی وقت سے وید چلے آتے ہیں۔

لیکن آریہ سماجیوں کا یہ عقیدہ اور دعویٰ ان کے بہت سے دوسرے عقائد و دعاوی کی طرح تحقیق و علم کی روشنی میں بالکل غلط ثابت ہو چکا ہے۔ مستند علما و ذمہ دار غیر جانبدار محققین کے نزدیک ویدوں کی عمر زیادہ سے زیادہ دس ہزار سال ہے اور ویدوں میں بے شمار مخلوقات و اشیاء کے اسماء اور بہت سے تاریخی واقعات کا ذکر موجود ہے۔ عرصہ تک آریہ سماجی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ لیکن اب رفتہ رفتہ ان کا روشن خیال اور نسبتاً معقولیت پسند طبقہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے اور وہ محسوس کرنے لگا ہے کہ یہ عقیدہ علمی و تاریخی لحاظ سے بالکل غلط اور بے ثبوت ہے۔ چنانچہ چند حوصلہ مند آریہ سماجیوں نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔ ان کی مثال کی وجہ سے بعض دوسروں کو بھی کلمۂ حق زبان پر لانے کی جرأت ہوئی۔

چند سال قبل پنڈت وشوبندھو جی نے برملا کہا کہ وید میں تاریخی واقعات موجود ہیں۔ اس پر آریہ سماج بہت تلملایا۔ لیکن ان کی صدائے حق کو نہ دبا سکا۔ اب مشہور آریہ سماجی روزنامہ "پرتاپ" میں پروفیسر گلشن رائے کا ایک مضمون "ہندوؤں کا پراچین اتہاس" کے عنوان سے چھپا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:-

"ویدک زمانہ کا آغاز تقریباً سات یا آٹھ ہزار برس قبل از مسیح شروع ہوا۔۔۔۔۔ پنجاب میں چند دینی ماجاؤں میں پہلا راجہ اوشنی نام کا ہوا جس کا ذکر رگوید منڈل ۱۰، سوکت ۱۵۹ اور سوکت ۷۵ میں آتا ہے"۔

اس مضمون کے خلاف آریہ سماجی حلقوں میں شدید غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ لیکن اب تک کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس مضمون کی تردید اور وید کے متعلق آریہ سماجی عقائد کی تائید میں علمی لحاظ سے معقولیت کے ساتھ کچھ لکھ سکے۔ ——— علم و تحقیق کی روشنی غلط عقائد کو کبھی بھی راس نہیں آئی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر القرآن اور قادیانی جماعت

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے ایک ٹریکٹ کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

(سلسلہ کے لئے ۱۲ رجولائی (۵) ۱۹۶۲ء کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں)

گذشتہ قسط میں میں نے بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقت الوحی میں آخرین منہم کے جو معنے کئے ہیں، ان میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ حقیقی معنوں میں نبی قرار نہیں دیا، بلکہ آنحضرت صلعم کا بروز ہونے کی حیثیت میں اپنے آپ کو پیش کیا ہے جو نفی وجود کا حکم رکھتا ہے، اس لحاظ سے مسیح موعودؑ کی جماعت کو اگر آخرین منہم کا مصداق قرار دیا جا سکتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ مسیح موعود خود نبی ہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ مسیح موعود کے آئینہ صافی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا، آپ کے ساتھی آخرین منہم لما یلحقوا بھم کے مصداق ٹھیرے

مسیح موعود کو نبی کہنا "جہالت، حماقت اور حق سے خروج ہے"

علیحدہ اور حقیقی معنوں میں نبی ہونے کی نفی تو حضرت مسیح موعودؑ نے خود تتمہ حقیقت الوحی کی محولہ بالا عبارت کے بعد ہی ان الفاظ میں فرما دی ہے،

اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے، اے نادانو! میری نبوت سے مراد یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت ہے جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی"

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸)

اب فرمائیے جہالت، حماقت اور حق سے خروج کا مرتکب کون ہے؟ کیا وہ لوگ جو مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر نبی بنا کر کھڑا کرتے ہیں، ان خطابات کے حقیقی طور پر مستحق نہیں؟ قادیانی ٹریکٹ نویس کی چالاکی دیکھئے کہ آخرین منہم کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ارشاد تو تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۷ سے نقل کر دیا، لیکن اس سے اگلے ہی صفحہ پر منقولہ بالا الفاظ کو نظر انداز کر دیا تاکہ جہالت، حماقت اور حق سے خروج کا ثبوت نہ مل جائے،

"سب نبیوں کے آخر میں" کون آیا؟

اور اس سے چند صفحے پہلے جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ:۔

"صرف اس خدا نے خبر دی، جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع کریں"

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۴۴)

تو اسکو بھی کھا گئے اور یہ نہ بتایا کہ خدا نے اگر سب نبیوں کے آخر میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجدیا، تو آپ کے بعد حضرت مسیح موعود کیسے نبی ہو سکتے ہیں، غور کرنے کی بات ہے، جو شخص یہ کہے کہ "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا" وہ اس آخر میں آنیوالے نبی کے بعد خود کیسے دعویٰ نبوت کر سکتا تھا۔

"سب سے آخر میں" آنے والے نبی کے بعد نبی کیسا؟

یا تو قادیانی لغت میں "سب سے آخر" کے معنے بھی وہ نہیں جو عام طور پر متعارف ہیں، جیسے اور کئی ایک الفاظ اور علمی اصطلاحات کے معنے بدل کر اپنے حسب منشا بنا لئے گئے ہیں، اس صورت میں کچھ عرض کرنا لاحاصل ہے، لیکن اگر "سب سے آخر" کے معنے وہی ہیں جو عام طور پر متعارف ہیں، تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ "سب سے آخر" میں آنیوالے نبی کے بعد مسیح موعودؑ کس طرح نبی بن گئے۔ اور قادیانی ٹریکٹ نویس نے آخرین منہم کے متعلق حضرت مسیح موعود کے ارشاد کو تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۷ سے نقل کرتے ہوئے لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل پیرا ہو کر سیاق و سباق کی عبارت کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ کیا اسلئے کہ حقیقت سے پردہ نہ اٹھ جائے اور قادیانی جماعت کی "جہالت، حماقت اور حق سے خروج" ثابت نہ ہو؟

قادیانی جماعت آخرین منہم کی مصداق نہیں

پھر ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہے، تو پھر تم لوگ صحابہ کس کے ہوئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تو تم ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ تمہارا نبی مسیح موعود ہے، اس لئے آخرین منہم لما یلحقوا بھم کے بھی تم مصداق نہیں،

آخرین منہم کے مصداق کون ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تو وہی ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا نبی مانتا ہو، اور آپ کے بعد کسی اور نبی کا قائل نہ ہو، سوائے اسکے کہ مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کا بروز سمجھکر یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ درحقیقت خود کسی نبوت کے مدعی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تصویر روحانی کو اپنے وجود، اپنی تعلیم، اور اپنے اعمال و افعال کے ذریعہ پیش کرتے ہیں اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اولین و آخرین کے معلم ہونگے، اور اسی صورت میں مسیح موعود کے ساتھی آنحضرت صلعم کے صحابہ اور آخرین منہم کے مصداق ہو سکتے ہیں،

مسیح موعود آنحضرت صلعم کے صحابہ ہیں

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی دوسری جگہ اپنے آپ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہی میں شامل کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اسجگہ منکم (وامامکم منکم) کے لفظ سے صحابہ کو مخاطب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اسلئے منکم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں قائم مقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جس کو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائم مقام صحابہ کیا گیا ہے یعنی کہ آخرین منہم لما یلحقوا بھم کیونکہ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ وہ رسول کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہے اور اسی معنے کے رو سے صحابہ میں داخل ہے" (تحفہ گولڑویہ)

کیا اس صاف اور واضح ارشاد کے ہوتے ہوئے بھی کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے؟ کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبی ہونے کا ہے کیا آخرین منہم میں مسیح موعودؑ کو شامل کرنے کے بعد آپ کو نبی قرار دیا جا سکتا ہے؟ جو شخص خود اپنے آپ کو آنحضرت صلعم کے صحابہ کا قائم مقام بتاتا ہو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا دعویٰ نبی ہونے کا ہے کس قدر جہالت، حماقت اور حق سے خروج ہے"،

"امامکم منکم کا مصداق نبی نہیں ہو سکتا"

اس جگہ ایک اور بات بھی قابل غور ہے، جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے تحفہ گولڑویہ کی منقولہ بالا عبارت میں اشارہ فرمایا ہے، وہ یہ کہ نزول ابن مریم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کو امامکم منکم فرمایا ہے یعنے صحابہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا، اب صحابہ میں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوے نہیں کیا، پس جس شخص کو مسیح موعود کے منصب پر کھڑا کیا گیا، اسکو لازماً صحابہ کا قائم مقام قرار دینا پڑے گا اگر وہ صحابہ کا قائم مقام نہیں تو امامکم منکم کا مصداق بھی نہیں۔ دیکھ لیجئے، نبی بناتے بناتے مسیح موعود کا منصب بھی باقی نہ رہنے دیا،

آخرین منہم کے کون سے معنے صحیح ہیں؟

پس غور کر لو کہ آخرین منہم کے آیا وہ معنی صحیح ہیں جو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے کئے ہیں کہ امت کے کامل الایمان لوگ جن میں حضرت مسیح موعود اور آپ کے کامل الایمان رفقاء بھی شامل ہیں، اس آیت کے مصداق ہیں، یا وہ جو تم کرتے ہو کہ مسیح موعود نبی ہیں، اسلئے آپ کے ساتھی آنحضرت صلعم کے صحابہ میں داخل ہیں؟ اگر حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے نہیں بلکہ نبی ہیں، تو نہ تو وہ امامکم منکم کے مصداق اور مسیح موعود ہو سکتے ہیں، اور نہ آپ کے رفقاء آخرین منہم کے مصداق،

مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں کون چل رہا ہے؟

یہی وہ حقیقت ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے کھلے لفظوں میں اپنے آپ کو آنحضرت صلعم کے صحابہ کا قائم مقام قرار دیا اور دعویٰ نبوت سے نہایت واضح اور صریح الفاظ میں انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھی آخرین منہم لما یلحقوا بھم میں شامل کیا، آپ کی اسی تعلیم کی روشنی میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے انگریزی ترجمۃ القرآن میں آخرین منہم کی تفسیر کرتے ہوئے نہایت صفائی سے لکھا ہے کہ:۔

"دوسری روایات بتاتی ہیں کہ مسیح مسلمانوں میں ایسے وقت میں ظاہر ہوگا جبکہ مسلمان شریعت کی محض ظاہر پرستی پر قائم ہوتے نظر آئیں گے، بات یہ ہے کہ اس روایت میں اشارہ مسیح یا اس زمانہ کی طرف ہے جبکہ اسلام کا مغز گم ہو جائے گا تو ایک آدمی یا گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کر کے نور اسلام کو دنیا میں پھیلائے گا"

(ملاحظہ ہو انگریزی ترجمۃ القرآن نوٹ [illegible])

کیا ان کھلے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت امیر نے مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں تفسیر نہیں لکھی؟ خود تو مسیح موعود کی تعلیم سے دور جا رہے ہو، اسکی روشنی کہاں تمہیں نظر آسکتی ہے۔ صحابہ بننے کا شوق ہے لیکن نہ آنحضرت صلعم سے کوئی لگاؤ ہے اور نہ مسیح موعود سے؛

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

بڑھا لو۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے تم جتنی حضرت مرزا صاحب کی حیثیت بڑھا دتے۔ اتنا ہی ان کی اس کوشش کو نقصان پہنچاتے اور ان کی توہین کا باعث ہوتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقریر عا میں فرماتے ہیں:-
"اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قیامت تک رکھیگا"

پھر سرمہ چشم آریہ میں تحریر فرماتے ہیں:-
"اور یہ بات کہ کیونکر اور کس طرح معلوم ہو کہ انسان کامل جو سب کاملین سے اکمل اور مظہر اتم مراتب الوہیت اور حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی سب رسل و غیر رسل اس سے مراتب میں کم ہیں۔ ہاں بعض طبائع ظلی طور پر حسب اندازہ دائرہ استعداد اپنے کے اس کے کمال کو پاتے ہیں۔ مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلیٰ و اصفیٰ و ارفع و اعلیٰ طور پر کمال مرتبہ ثنا للہ اسی کو حاصل ہے"

اس کے علاوہ براہین احمدیہ ص۲۲۳ حاشیہ ۱ پر حضور لکھتے ہیں:-
"خداوند کریم . . . . . نے اس طرح اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفہ شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ یا کچھ آثار اور برکات و آیات ان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اس کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے"

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلعم کو پس منظر میں چھپانے کی کوشش کرنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انفرادیت کو بتدریج نمایاں کرنا کتنا ظلم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تمام تعریفوں کی مرجع تام اور تمام برکات کی مصدر کامل صرف آنحضرت صلعم کی بلند ذات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیثیت باپ کی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے ایک غلام کی ہے۔ جو کہ نہایت خاکساری کے ساتھ رسول پاک کے آستانہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی ہستی میں غلو کرنا ختمیت رسالت اور وحدت ملت اسلامیہ کے خلاف ایک بغاوت کرنا ہے۔ وہ عقائد و اصول اور ان کا غلو کبھی پنپ نہیں سکتے جن میں حضرت خاتم النبیین کو [illegible] جائے اور ان کے ایک غلام کو [illegible] کرنے کی سعی کی جائے

رفتار عالم

—— لنڈن ۳۱ر جولائی۔ سر مائیکل اوڈوائر کے قاتل اودھم سنگھ کو آج سزائے موت دیدی گئی۔

—— لاہور ۳۱ر جولائی۔ آج لاہور میں بھی ایک روپے کے نوٹ جاری ہو گئے یہ ۱۹۳۵ء میں چھاپے گئے تھے اور ان پر شاہ جارج پنجم آنجہانی کی تصویر ہے۔

—— لاہور یکم اگست۔ حکومت پنجاب نے تلواروں اور کرپانوں کی فروخت پر سے پابندیاں اٹھالی ہیں۔ یہ پابندیاں حال ہی میں عائد کی گئی تھیں۔

—— بخارسٹ یکم اگست۔ رومانیہ کی کابینہ میں پھوٹ پڑ گئی ہے رومانیہ کے لوگ ہنگری کے مطالبات کے سخت مخالف ہیں۔ ٹرانسلوینیا کے باشندے بھی کسی قیمت پر اپنا علاقہ ہنگری کے حوالے نہیں کرنا چاہتے

—— ٹوکیو یکم اگست۔ دفتر خارجہ کے ایک نمائندہ نے اعلان کیا ہے کہ جاپانی انگریزوں کی گرفتاریوں کے متعلق برطانیہ کے احتجاج پر کوئی غور نہیں کرے گا۔

—— لنڈن یکم اگست۔ ماسکو میں اعلان کیا گیا ہو کہ ترکی کے پانچ اصحاب کا ایک وفد ریلوے ٹرانسپورٹ کے سلسلے میں گفت و شنید کے لئے ماسکو آرہا ہے۔ ہنگری کا ایک تجارتی وفد بھی اسی ہفتہ ماسکو پہنچ رہا ہے

—— لنڈن ۳۱ر جولائی۔ امریکہ سے اطلاع ملی ہے کہ مسٹر روزویلٹ نے حکم دیا ہے کہ امریکہ سے پٹرول مطلقاً برآمد نہ کیا جائے۔

—— لنڈن ۳۱ر جولائی۔ جاپان میں جن انگریزوں کو گرفتار کیا گیا تھا جاپانی حکام نے ان میں سے چار کو رہا کر دیا ہے۔ مگر اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مزید برطانوی گرفتار کر لئے جائیں گے۔

—— لنڈن یکم اگست۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ آج شمال مشرقی انگلستان کی طرف غیر متوقع طور پر گئے اور آپ نے ساحل کے دفاعی انتظامات اور مورچوں کا معائنہ کیا۔

—— لاہور یکم اگست۔ مسٹر شاہ نے آج ایڈمنسٹریٹر لاہور میونسپلٹی کے عہدے کا چارج لے لیا۔ آپ کے پیش رو مسٹر اے۔ سی۔ سی۔ کتاب دو ماہ کی رخصت پر جا رہے ہیں۔ واپسی پر آپ کو غالباً کسی ڈویژن کا کمشنر بنایا جائیگا

—— لنڈن یکم اگست۔ گذشتہ دو روز میں جرمن طیاروں نے انگلستان پر کوئی قابل ذکر حملہ نہیں کیا۔

—— کلکتہ یکم اگست۔ کلکتہ یونیورسٹی نے حکومت بنگال کے سامنے ایک تجویز پیش کی تھی کہ اس یونیورسٹی میں ایک علیحدہ شعبہ اسلامیہ قائم کیا جائے معلوم ہوا ہے کہ حکومت بنگال نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہے۔

—— لاہور یکم اگست۔ آج ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پانچ خاکسار عورتوں اور ۷ خاکسار مردوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہوئی آج صفائی کی طرف سے مسٹر ایف۔ سی۔ بورن ڈپٹی کمشنر لاہور اور بشیر احمد صدیقی کی شہادتیں ہوئیں۔

—— انقرہ ۳۱ر جولائی۔ آج پھر اناطولیہ میں زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس کئے گئے۔ گذشتہ رات جو زلزلہ آیا اس کی وجہ سے بارہ دیہات بالکل تباہ ہو گئے۔ کئی ایک شہروں کی بہت سی عمارات مسمار ہو گئیں۔ پچاس ہزار کے قریب ترک بے خانماں اور تین سو شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

برلن یکم اگست۔ جرمن ہائی کمانڈ کے ایک اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی بڑی شدت کے ساتھ انگلستان پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اور عنقریب حملہ کر دے گا۔ (۲ر اگست تک موصول شدہ)

NOTICE.

MILITARY ACCOUNTS DEPARTMENT

An examination for recruitment of temporary Routine Grade Clerks will be held at Delhi, Meerut, Lahore, Rawalpindi and Poona on 5th September 1940. Applications in candidates' own handwriting (supported by copies of University Matriculation Certificate and Certificate of character), should be submitted to only one of the following officers by the 12th August 1940 the latest.

1. The Military Accountant General, New Delhi.
2. The Controller of Military Accounts, Eastern Command, Meerut.
3. The Controller of Military Accounts and Pensions, Lahore Cantt.
4. The Controller of Military Accounts, Northern Command, Rawalpindi.
5. The Controller of Military Accounts, Southern Command, Poona.

2. CONDITIONS: (1) Minimum educational qualification – Matriculation examination or its equivalent. (2) Age – Between 18 and 28 years on 1st September 1940. (3) Scale of pay – Rs. 36-2-60-2-70 plus local allowance at Rs 10/- p.m. at stations where admissible to permanent Routine Grade clerks. Subjects for examination: (a) English composition and a few questions on general knowledge; (b) Simple arithmetic.

3. Accepted candidates will have to remit in advance Rs. 2/- as examination fee which is not refundable.

اقتباس

دنیا میں فرزندانِ توحید کی آبادی کا نقشہ!

اس وقت تک اخبارات میں مسلمانوں کی تعداد کے متعلق مختلف تخمینے شائع کئے گئے ہیں مگر جب ایک دوسرے سے ان کا مقابلہ کیا گیا تو ان میں کافی فرق معلوم ہوا۔ ذیل کے اعداد و شمار تازہ جستجو کے بعد مہیا کئے گئے ہیں۔ ان پر سرسری سی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی زیادہ تعداد ایشیا میں آباد ہے ایک ایشیائی ملک، ہندوستان میں سب سے زیادہ مسلمان بستے ہیں۔ یورپ میں مسلمان ریاستہائے بلقان یا جنوبی روس میں آباد ہیں۔ فرانس میں مسلمانوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے۔ اور نصف سے زیادہ صرف پیرس میں ہی بستے ہیں۔

افریقہ

مصر۔ ایک کروڑ پچاس لاکھ۔ انگریزی مصری سوڈان پچاس لاکھ۔ طرابلس دس لاکھ۔ طیونس تیئیس لاکھ تینتیس ہزار مراکش (فرانسیسی) اٹھاون لاکھ اٹھانوے ہزار۔ الجزائر (فرانسیسی اندرونی حکومت کے ماتحت) باسٹھ لاکھ سینتالیس ہزار۔ مراکش فرانسیسی پچاس لاکھ۔ مراکش ہسپانوی سات لاکھ۔ طنجہ چھ لاکھ۔ سینیگال ۶۰ فیصدی مسلم چودہ لاکھ۔ فرانسیسی سوڈان (غیر صحرائی) پندرہ لاکھ۔ فرانسیسی سوڈان (صحرائی) چھ لاکھ۔ شمالی داغشتان چھ لاکھ۔ فرانسیسی گنی بیس لاکھ۔ ساحل آئوری دس لاکھ۔ داہومی چھ لاکھ۔ ٹوگو لینڈ پانچ لاکھ۔ کیمرون (فرانسیسی) دس لاکھ۔ نائیجیریا کی نوآبادی بارہ لاکھ۔ ڈاکر اور توابع اسی ہزار۔ ماریطانیا (فرانسیسی) چار لاکھ۔ صحرائے اعظم دو کروڑ۔ گیمبیا تین لاکھ۔ سیرالیون بیس لاکھ۔ گولڈ کوسٹ دو لاکھ۔ نائیجیریا ایک کروڑ دس لاکھ۔ گنی (پرتگیزی) تین لاکھ۔ لیبیریا دس لاکھ۔ دا یوڈی اور ہ ستر ہزار۔ رکانبن دو لاکھ۔ وسطی کانگو ۸۰ فیصدی مسلم چار لاکھ۔ اباتگی شاری ایک لاکھ بیس ہزار۔ علاقہ چاند گیارہ لاکھ۔ انگریزی کیمرون (زیر تابع) پانچ لاکھ جزائر کیپ وردی (پرتگیزی) ساٹھ ہزار۔ انگولا (پرتگیزی) ایک ہزار۔ جنوب مغربی افریقہ (زیر تابع) ایک لاکھ جنوبی افریقہ۔ ایک لاکھ پچاس ہزار۔ پرتگیزی مشرقی علاقہ اور موزمبیق۔ دس لاکھ۔ بیچوانا لینڈ (انگریزی) پچاس ہزار۔ بلجی کانگو دو لاکھ۔ نیاسا لینڈ (انگریزی) پانچ لاکھ۔ نو متحدہ جزائر (فرانسیسی) پانچ ہزار مدغاسکر (فرانسیسی) آٹھ لاکھ۔ جزیرہ ماریشس (انگریزی) ایک لاکھ۔ جزائر سیچلیز (انگریزی) پانچ ہزار زنجبار (انگریزی) اور پمبا۔ چار لاکھ۔ کینیا بیس لاکھ۔ ٹانگانیکا دس لاکھ۔ علاقہ یوگنڈا (انگریزی) دس لاکھ۔ انگریزی سمالی لینڈ ۱۰۰ فیصدی مسلم۔ تین لاکھ پچاس ہزار۔ فرانسیسی سمالی لینڈ ۱۰۰ فیصدی مسلم۔ ستر ہزار۔ اطالوی سمالی لینڈ ۱۰۰ فیصدی مسلم۔ دس لاکھ دس ہزار۔ ایری ٹریا اطالوی تین لاکھ پچاس ہزار۔ حبشہ ۵۰ فیصدی مسلم۔ پچاس لاکھ۔

یورپ

البانیہ ۷۰ فیصدی مسلم۔ آٹھ لاکھ۔ یوگوسلاویہ ستر لاکھ پچاس ہزار۔ بلغاریہ سات لاکھ اسی ہزار رومانیہ (۱۹۳۲ء میں) دو لاکھ ساٹھ ہزار۔ یونان (۱۹۳۸ء میں) ایک لاکھ اسی ہزار۔ پولینڈ اور لتھونیا بارہ ہزار۔ فن لینڈ تین ہزار۔ ہنگری تین ہزار۔ فرانس دو لاکھ۔ جزائر برطانیہ تیس ہزار۔ بلجیم (۱۹۲۹ء میں) پانچ ہزار۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ آسٹریا چھ ہزار۔ اٹلی اور ہسپانیہ چھ ہزار پانچ سو۔ سائپرس چھ لاکھ پانچ ہزار۔ روڈز پندرہ ہزار

ایشیا

ترکی ایک کروڑ پچاس لاکھ۔ شام اور لبنان تیس لاکھ فلسطین (۱۹۳۵ء میں) آٹھ لاکھ پچیس ہزار۔ شرق اردن چار لاکھ۔ عراق تیس لاکھ۔ سعودی ایک کروڑ بیس لاکھ۔ جزائر بحرین ایک لاکھ بیس ہزار۔ ریاستہائے معاہدہ۔ ایک لاکھ پچاس ہزار۔ عدن اور پیرم ایک دن ہزار۔ قطر تیس ہزار۔ سکوطرا بارہ ہزار۔ ایران ایک کروڑ پچاس لاکھ۔ افغانستان ایک کروڑ۔ ہندوستان آٹھ کروڑ بیس لاکھ۔ پورینو (انگریزی) دو لاکھ ستر ہزار۔ برونی تینتیس ہزار۔ ساراوک ایک لاکھ بیس ہزار۔ لنکا چھ لاکھ بلوچستان آٹھ لاکھ بیس ہزار (انگریزی بستیاں رسنگاپور۔ ملکا۔ پینانگ۔ وغیرہ) آٹھ لاکھ۔ غیر تابع ملایا کی بستیاں گیارہ لاکھ۔ سیام چھ لاکھ۔ چین پانچ کروڑ۔ تبت دس ہزار۔ منچوریا بیس لاکھ۔ اندرونی اور بیرونی منگولیا تیس لاکھ۔ ولندیزی جزائر شرق الہند پانچ کروڑ پچاس لاکھ۔ روس کی متحدہ ریاستیں تین کروڑ۔ فرانسیسی ہند چینی پانچ لاکھ۔ جاپان ایک ہزار

امریکہ۔ شمالی امریکہ ایک لاکھ۔ جنوبی امریکہ چار لاکھ۔ جزائر فلپائن آسٹریلیا اور دیگر جزائر بیس لاکھ

افریقہ ۱۰۳،۶۲۱،۰۰۰ — یورپ ۴ر۱۱۵،۰۰۰

ایشیا ۲۸۸،۹۴۲،۰۰۰ — امریکہ ۲،۵۰۰،۰۰۰

کل میزان ۳۹۹،۱۷۸،۰۰۰

(رشہبانہ)

جناب خلیفہ قادیان کے تازہ ارشادات

اپنے مریدوں کو شتر مرغ کا پُر معنی خطاب

قادیانی جماعت کی بے عملی کا مرقع۔ غلو بے راہ روی کے عبرت انگیز نتائج

جناب خلیفہ قادیان اپنے خطبہ جمعہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء میں جو یکم اگست ۱۹۴۰ء کے الفضل میں چھپا ہے اپنے مریدوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ:-

"مگر میں تعجب ... دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو ہماری جماعت کے دوست یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کامل ظل اور امتی نبی ہیں۔ اور وہی شریعت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم .... نے قائم فرمائی اسی کو دوبارہ قائم کرنا ... جماعت کا فرض ہے۔ اور دوسری طرف جماعت کا ایک حصہ صحابہ کے طریق عمل کی جگہ ایک نئی راہ پر چلنا چاہتا ہے۔ اور اس راستہ کو اختیار ہی نہیں کرتا۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ نے اختیار کیا۔ گویا ان کی مثال بالکل شتر مرغ کی سی ہے کہ جہاں درجوں اور انعامات کا سوال آتا ہے وہاں تو کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کوئی الگ وجود نہیں۔ بلکہ آپ کی بعثت درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہی بعثت ثانیہ ہے۔ اس وجہ سے جو صحابہ کا مقام وہی ہمارا مقام ہونا چاہئے۔ اس قسم کے استدلال کرتے ہیں کہ قرآن کریم فرماتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (الواقعہ ع) کہ جیسے اولین میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے خدا کا قرب حاصل کیا اسی طرح آخرین خدا کی بہت بڑی رحمتوں کے مستحق ہوں گے۔ پس جیسے صحابہؓ کی جماعت تھی۔ ویسی ہی ہماری جماعت ہے۔ جیسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اولیٰ سے مستفیض ہوئے۔ اسی طرح ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت ثانیہ سے مستفیض ہوئے پس ہم میں اور صحابہ میں کوئی فرق نہیں۔ مگر جب قربانی کا سوال آتا ہے تو ایسے لوگ کہتے ہیں کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے گویا وہ بالکل شتر مرغ کی طرح ہیں۔ جو ایسی دونوں حالتوں سے فائدہ تو اٹھا لیتا ہے مگر کام کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کسی شتر مرغ سے کسی نے کہا کہ آؤ تم پر اسباب لادیں کیونکہ تم شتر ہو (شتر کے معنی اونٹ ہیں اور مرغ کے معنی ہیں پرندہ) وہ کہنے لگا۔ کیا پرندوں پر بھی کسی نے اسباب لادا ہے؟ اس نے کہا اچھا تو پھر اڑ کر دکھاؤ۔ کہنے لگا کبھی اونٹ بھی اڑا کرتے ہیں؟ پس جس طرح شتر مرغ اڑنے کے وقت اونٹ بن جاتا ہے اور اسباب لادتے وقت پرندہ اسی طرح ہماری جماعت کا جو حصہ کمزور ہے کرتا ہے۔ یعنی جب قربانی کا وقت آتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ہمارا حال صحابہ کا حال ... اور مگر جب درجوں اور انعامات اور جنت کی نعماء کا سوال آتا ہے۔ تو کہتے ہیں ہم صحابہؓ حضرت صاحب تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل تھے۔ پس جو حال صحابہؓ کا وہی حال ہمارا۔ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ کوئی پوربیا مر گیا تھا۔ پوربیے عام طور پر دھوبی ہوتے ہیں۔ اس کی عورت نے باقی دھوبیوں کو اطلاع دی اور سب اکٹھے ہو گئے۔ رسم و رواج کے مطابق عورت نے ان سب کے سامنے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ ان میں طریق یہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو عورتیں اور لڑکیاں اکٹھی ہو کر پیٹتی ہیں اور مرد انہیں تسلی دیتے ہیں۔ اس پوربیے کی عورت نے بھی رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اور روتے روتے اس قسم کی باتیں شروع کیں کہ ارے اس نے فلاں جگہ سے اتنا روپیہ لینا تھا۔ اسے اب کون وصول کریگا۔ ایک پوربیا آگے بڑھ کر کہنے لگا۔ اری ہم رہی ہم۔ وہ کہنے لگی۔ ارے اس نے ادھیار سے پر گائے دی ہوئی تھی۔ اب اسے کون لائیگا وہی پوربیا پھر بولا اور کہنے لگا۔ اری ہم رہی ہم پھر وہ روئی اور کہنے لگی ارے اس کی تین ماہ کی تنخواہ مالک کے ذمہ تھی۔ اب وہ کون وصول کرے گا۔ وہ پوربیا پھر آگے بڑھا اور کہنے لگا اری ہم رہی ہم پھر وہ عورت رو کر کہنے لگی۔ ارے اس نے فلاں کا دو سو روپیہ قرض دینا تھا۔ اب وہ قرض کون دے گا۔ اس پر وہ پوربیا باقی قوم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ارے بھئی میں ہی بولتا جاؤں گا یا برادری میں سے کوئی اور بھی بولے گا۔ ان کمزور احمدیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ جہاں جنت کی نعماء اور مدارج کا سوال آتا ہے وہاں تو کہتے ہیں اری ہم رہی ہم۔ مگر جب یہ کہا جاتا ہے کہ صحابہؓ نے بھی قربانیاں کی تھیں تم بھی قربانیاں کرو تو کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہم ہی بولتے جائیں یا برادری میں سے کوئی اور بھی بولے گا۔ یہ حالت بالکل غیر معقول ہے اور اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقل نبی ہوتے تو بے شک کسی نئی شریعت نئے نظام اور نئے قانون کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تابع اور امتی نبی ہیں تو پھر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا وہی مسیح موعود کا حال ہے اور جو ان کے صحابہؓ کا حال تھا وہی ہمارا حال ہے۔ مگر یہ کمزور لوگ جب اپنی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت تو قرآن کریم کی آیات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات پڑھ پڑھ کر اپنے سر ہلاتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے یہ الہام بھی ہے اور ہمارے لئے وہ انعام بھی ہے۔ مگر جب کام کا سوال آتا ہے تو کوئی یہ کہنے لگ جاتا ہے کہ اگر میں کام پر گیا تو میری دکان خراب ہو جائیگی اور کوئی یہ عذر کرنے لگ جاتا ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا ... حالانکہ صحابہؓ کے بھی ... بیویاں اور بچے تھے اور صحابہؓ کے بھی بیوی بچے تھے۔ مگر انہوں نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔"

فخر نوجوانانِ قوم چوہدری نذیر احمد مرحوم!

(از قلم ملک محمد الدین صاحب کیانی اے ایل ایل بی وکیل منٹگمری)

عام قاعدہ تو یہی ہے کہ بزرگان قوم کی وفات پر ان کی زندگیاں سپرد قلم کی جاتی ہیں۔ تاکہ جوانوں کے لئے مشعل راہ بنیں۔ لیکن میرے خیال میں احمدی قوم کے جوانوں کے لئے میرے مرحوم دوست چوہدری نذیر احمد متعلم اسلامیہ کالج لاہور کی زندگی سے بڑھ کر اور کوئی زندگی مشعل راہ نہیں ہوسکتی۔ مرحوم کی بے شمار خوبیاں جو مجھے معلوم ہیں اس چھوٹے سے مضمون میں قلمبند نہیں ہوسکتیں۔ تاہم مرحوم کی جدائی نے جو ایک آتش میرے دل میں لگا دی ہے۔ اس کے بجھانے کی لاحاصل کوشش نے مجھے یہ چند سطور لکھنے پر مجبور کیا ہے۔

نذیر احمد مرحوم میرے نہایت ہی محترم دوست چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔ اے کے چھوٹے بھائی تھے اور اس وجہ سے وہ ہمیشہ مجھے بڑے بھائی کا درجہ دیتے تھے۔ ہمارے دوستوں میں بہت سارے ایسے ہیں جو ہم کو حقیقی بھائی سمجھتے تھے اور مرحوم کی ساری زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ انہوں نے مجھے بڑے بھائی کی حیثیت سے نہ دیکھا ہو۔ میں ہمیشہ دل میں ان کی سعادتمندی۔ نیکی۔ تقویٰ پرہیزگاری۔ خوش اخلاقی۔ راست گوئی۔ معاملہ فہمی۔ رواداری، وسیع القلبی اور پابندی صوم وصلوٰۃ کا مداح تھا۔ اور میں کہا کرتا تھا کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات مشہور ہیں۔ ایک نہ ایک دن اس عزیز کی بدولت خاندان کی عزت کو چار چاند لگیں گے۔

مرحوم کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جبکہ یہ ابھی چھوٹا بچہ ہی تھا۔ اور میں مرحوم کے بڑے بھائی چوہدری شبیر احمد صاحب کے ساتھ دسویں جماعت میں پڑھا کرتا تھا۔ مرحوم کے ساتھ بچپن سے لیکر وفات تک میرا انس بڑھتا ہی گیا۔ اور میں روز بروز مرحوم کی اعلیٰ صفات کا زیادہ سے زیادہ گرویدہ ہوتا گیا۔

اس نے نہایت چھوٹی عمر میں نماز پڑھنی شروع کی۔ اور آخر وقت تک یہ پابندی صلوٰۃ جاری رکھی۔ روزہ رکھنے کا بڑا ہی شوق تھا۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ مرحوم نے مجھے اپنے بچپن میں فخر سے بتایا کہ بھائی (راقم الحروف) میں آدھا روزہ روزانہ رکھتا ہوں۔ اس طرح نصف روزوں کے ثواب کا حقدار میں بھی ہو جاؤنگا۔ مرحوم کی عمر اس وقت صرف ۷ سال تھی اور موسم گرما تھا۔ تمام دن کی تاب نہ لاتے ہوئے بارہ بجے پانی پی لیتے تھے۔ اس واقعہ سے ان کے مذہبی شوق کا پتہ چلتا ہے۔

مرحوم کو قرآن کریم کے ساتھ ایک عشق تھا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر نہایت غور سے پڑھتے اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے درس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے۔ کالج کی زندگی میں اکثر نوجوانوں کی طبائع اور عادات بدل جاتی ہیں۔ مگر مرحوم نے کالج میں آکر اور بھی ترقی کی۔ اور وہ یہ کہ اکثر تہجد بھی پڑھنے لگے۔ ہر روز صبح بلا ناغہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور بلند آواز کے ساتھ پڑھتے اور ان کی تلاوت اس طرح پر لطف اور صحیح ہوتی تھی کہ سننے والے کا بھی عشق قرآن بڑھتا تھا۔

مرحوم کی ایک صفت جو میں نے دیکھی وہ فی زمانہ کالج کے نوجوانوں میں عنقا ہے۔ اور وہ یہ تھی کہ نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور اس کے اس سختی سے پابند تھے کہ سالانہ امتحانوں میں بھی نماز باجماعت ہی ادا کرتے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ خداوند کریم بڑا قدردان ہے۔ میرے اس وقت کے اجر ہی جو نمازوں کے باجماعت ادا کرنے میں خرچ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ میرے علم کو بڑھا دیگا۔ بس وہ دینی علم کا ورد ہمیشہ زبان پر رکھتے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا تو فوراً سب کام چھوڑ کر مسجد کا رخ کرتے اور دوسروں کو بھی کہتے کہ آؤ نماز پڑھیں کہ بلانے والا سب سے پیارا۔

مرحوم کی بھائیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ اور اسی واسطے سب کو ان کے ساتھ بھی محبت تھی۔ مجھے جب کبھی منٹگمری سے لاہور آنے کا اتفاق ہوا۔ میں ہمیشہ مرحوم کے پاس ہی ٹھہرا کرتا تھا۔ اور وہ میری آمد پر ہمیشہ دوڑ کر ادب سے بغلگیر ہوتے اور ایک مسکراہٹ اور خوشی چہرہ پر ہوتی جس کی یاد میرے دل سے کبھی محو نہیں ہوسکتی۔ خاطر و مدارت مہمان کی عین سنت کے مطابق کرتے تھے اور اپنی طرف سے مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ خود تکلیف اٹھاتے مگر مہمان پر ظاہر بھی نہ ہونے دیتے۔

مرحوم میں دوسروں کے لئے تکلیف اٹھانے کی عادت تھی۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اور اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ جب بھی ہم تین چار دوست اکٹھے بیٹھے ہوتے تھے اور کوئی کام اٹھ کر کرنا ہوتا تو سب سے پہلے مرحوم خود اٹھ کر فوراً کر دیتے اگر کبھی کوئی میوہ وغیرہ منگانا ہوتا تو احمدیہ بلڈنگس سے لوہاری دروازہ جانے میں بھی گریز نہ کرتے اور دوستوں کے بغیر کچھ کھاتے تک نہ تھے۔

مرحوم اساتذہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور کالج میں طلباء اور پروفیسروں کی نظروں میں ان کی بڑی توقیر تھی۔ اسلامیہ کالج کے شاف کے دو بڑے مداح تھے۔ اس محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کی بیماری میں طلباء اور اساتذہ مرحوم کے بھائی چوہدری بشیر احمد (جو ان کے کلاس فیلو بھی ہیں) سے ان کی صحت کے متعلق ہر روز پوچھتے تھے اور اکثر مکان پر آکر بیمار پرسی کرتے۔

مرحوم کی زندگی کے ایک واقعہ کی یاد میری آنکھوں میں اب بھی آنسو لے آتی ہے اور وہ یہ کہ مرحوم جب میعادی بخار میں مبتلا ہوئے تو ان کے بھائیوں نے شروع میں معمولی بخار سمجھکر مجھے اطلاع نہ دی میں سیشن کورٹ کی عدالت میں ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے جب لاہور آیا تو ان کو بیمار پایا۔ حیران ہو کر ساتھ کی چارپائی پر بیٹھا ہی تھا کہ مرحوم نے آنکھیں کھولیں اور کہا۔ "بھائی آپ اتنی دیر کہاں رہے"؟ "مجھے پتہ نہ تھا نذیر!" میں نے جواب دیا۔ اس پر مرحوم نے سخت کمزوری کی حالت میں ہوتے ہوئے بھی دونوں بازو پھیلائے اور مجھے گلے ملنے کو کہا۔ اور چارپائی پر لیٹے ہوئے پرتپاک ملے اور ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ دوسری دفعہ جب میں بیمار پرسی کے لئے آیا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

مرحوم کو میں نے فخر نوجوانان قوم لکھا ہے وہ اس لئے کہ جوانی کی عمر میں ایسا خلیق۔ سعادتمند۔ خوش اخلاق اور متقی سیرت ملنا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے اور احمدی قوم بالخصوص ایسے ممبر پر جس قدر ناز اور فخر کرے بجا ہے۔ مرحوم مسجد کی رونق تھے اور مولوی عزیز بخش صاحب نے مرحوم کی وفات کی خبر سن کر پہلا جملہ ہی یہ فرمایا تھا۔ "آہ ہماری مسجد کی رونق"! جو شخص خدا کے گھر کی رونق ہے۔ یقیناً وہ فخر قوم کہلانے کا مستحق ہے۔ اور چونکہ ان کی عمر اس وقت صرف بیس سال کی تھی۔ اس لئے ان کے اعلیٰ خصائل نے مجھے یہ لقب دینے پر مجبور کیا ہے۔

مرحوم کی زندگی کا ایک اور پہلو جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ان کی تعلیمی ترقی ہے۔ اپنے کام کو خوب مستعدی سے کرتے تھے جماعت میں ممتاز طلباء میں شمار ہوتے تھے اور امتحانات میں ہمیشہ اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوتے۔ دینیات میں تمام کالج میں اول یا دوم رہا کرتے تھے۔

مرحوم جسمانی طور پر دراز قد تھے سفید رنگ۔ میانہ جسم۔ موٹی آنکھیں اور کشادہ پیشانی تھی۔ قبول صورت چہرہ رکھتے تھے۔ بال نہایت عمدہ تھے اور شکل وشباہت سے نہایت ہی شریف اور خدا پرست نظر آتے تھے۔

الغرض مرحوم بے شمار صفتوں کے مالک تھے۔ مگر افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی اور دل کی حسرتیں دل ہی میں لیکر عین عالم جوانی میں ایک ماہ کی علالت کے بعد ۲۸ جولائی کی سہ پہر کو اپنے مولا سے جا ملے اور ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

سپاس تعزیت

از جناب حافظ محمد بخش صاحب

میرے لڑکے نذیر احمد مرحوم کی وفات پر مرکز میں جماعت کے بزرگوں اور عملہ دفاتر انجمن اور دیگر احباب نے جو بے انتہا ہمدردی فرمائی اور پھر ۲۸ جولائی تک یک بعد دیگرے اوکاڑہ میں مجھے ہمدردی اور غمگساری کے خطوط آتے رہے اور بعد ازاں میں واڑی میں آگیا تو آج تک یک بعد دیگرے اوکاڑہ سے ہو کر تعزیتی خطوط یہاں آتے ہیں۔ اس کے لئے میں تمام حضرات کی خدمت میں جزاکم اللہ عرض کرتا ہوا مشکور ہوں اور نیز میں حیران ہوں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور حضرت مولوی عزیز بخش صاحب اور جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور دفتر اور دار الکتب کے کارکنوں کا کس زبان اور کن الفاظ سے شکریہ بجا لاؤں جنہوں نے اس میرے عزیز اور مرحوم بچے کی علالت کے دنوں میں دعائیں فرمائیں اور علاج کیا اور دیگر ہر طرح سے تکلیف اٹھا کر اس مرحوم پر اور مجھ عاجز پر مہربانی فرماتے رہے۔ خدا اپنی درگاہ سے ان حضرات کو اجر عظیم عطا کرے

(عاجز حافظ محمد بخش نمبردار۔ واڑی ضلع ملتان)

جلد ۲۸ لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۴ رجب ۱۳۵۹ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۴۰ء نمبر ۴۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نماز کی اصلی غرض و غایت دعا ہے

نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے عین مطابق ہے مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا۔ اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بیقرار ہو کر اسکو دودھ دیتی ہے الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جسکو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کیساتھ اسکے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اسکے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اللہ تعالےٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا بالکل غلط اور باطل ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ❊ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

خدا تعالےٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپکو بناؤ۔ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانیکے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لاانتہا فضل و برکات ہیں مگر انکے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائید کرتا ہے

(۱۱ نومبر ۱۸۹۹ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن ۴ اگست کو پہلگام (کشمیر) تشریف لے گئے وہاں آپ پانچ چھ ہفتے قیام فرمائیں گے۔

—— انتہائی افسوس کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے محترم و مخلص بزرگ جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب پشاور کی صاحبزادی ایک ماہ کی علالت کے بعد جبل پور (سی۔پی) میں وفات پاگئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت نیک خاتون تھیں۔ پانچ چھوٹے چھوٹے بچے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف مرحومہ کی علالت کی خبر سن کر جبل پور تشریف لے گئے تھے اور قریباً ڈیڑھ ماہ بعد گذشتہ ہفتہ پشاور واپس گئے ہیں۔ اس صدمہ میں ہمیں ڈاکٹر صاحب موصوف اور ان کے معزز خاندان کے جملہ افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے بچوں کا حامی و ناصر ہو۔

—— جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مبلغ انجمن چند روز سے علیل ہیں۔ آپ یکم اگست کو ہری پور، بفہ، مانسہرہ وغیرہ کے دورہ کے لئے راولپنڈی سے روانہ ہوئے اور دوسرے روز صبح دوران سفر میں علیل ہو گئے۔

—— جناب ملک کرم الٰہی صاحب لاہور کا صاحبزادہ عبدالحمید اور ان کی بہو بدستور بیمار ہیں۔

—— ملک عبدالغنی صاحب کارکن انجمن اور ان کی اہلیہ صاحبہ کئی روز سے علیل ہیں۔

ان تمام بیماروں کے لئے دوست دعائے صحت کریں

—— دفتر تحصیل، تمام احباب اور جماعتوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہے کہ چندہ ماہوار جلد از جلد مرکز میں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

قلمی معاونین کی خدمت میں درخواست ہے کہ پیغام صلح کے محدود صفحات میں غیر معمولی طویل مضامین اور مراسلوں کے لئے جگہ نکالنا بہت مشکل ہے احباب حتی الامکان اختصار سے کام لیا کریں۔ آئندہ سوائے خاص حالات کے تین قسط سے زیادہ طویل کوئی مضمون درج نہ کیا جائے گا۔

ضرورت رشتہ

ایک پندرہ سالہ پرائمری تک تعلیمیافتہ امور خانہ داری سے واقف لڑکی کے لئے کسی شریف برسر روزگار رشتہ کی ضرورت ہے۔ درخواستیں بنام:۔

محمد مرتضیٰ خاں۔ مسلم ٹاؤن۔ اچھرہ۔ لاہور

مراسلات

جماعت قادیان کا یوم تبلیغ

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس)

جماعت قادیان نے ۲۷ جون کو اپنا موعودہ و مشتہرہ یوم تبلیغ منایا۔ یوں تو عقائد صحیحہ حقہ کے سوال کو چھوڑ کر جہاں تک استقلال اور جرأت اور ہمت کا تعلق ہے۔ قادیانی جماعت کی مساعی قابل تعریف ہیں۔ ۔ جس سرگرمی اور ذوق سے یہ دن منایا گیا وہ قابل رشک ہے۔ ان میں سے ہر ایک فرد اپنی استعداد کے مطابق تبلیغ کے لحاظ سے بیحد مستعد اور اسی نشہ میں مخمور نظر آتا ہے۔ اور مقامات کے حالات تو مجھے معلوم نہیں۔ لیکن جہاں تک مسلم ٹاؤن کا تعلق ہے اس جماعت کے افراد نے ہر گھر پر پہنچکر اپنا فرض ادا کیا۔[۱]

مجھ پر اس سے قبل بھی خاص نظر عنایت رہی ہے پہلے میں نے بھی حضرت میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کی تھی۔ لیکن اختلاف رونما ہونے پر جب مجھے "القول الفصل" اور "حقیقت نبوت" وغیرہ کتابوں کے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو مجھے پہلی مرتبہ اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور میں نے بعد اطمینان جس کیلئے میں قادیان شریف بھی گیا فسخ بیعت حضرت میاں صاحب کو ضروری سمجھا۔ اور لاہوری جماعت میں شامل ہو گیا۔ اس وقت میں ضلع فیروز پور میں تھا۔ اخی المکرم خانصاحب بابو فرزند علی صاحب جو اس وقت تک فیروز پور میں تھے اور میر اکبر علی صاحب وکیل فیروز پور جو اب بھی وہیں ہیں۔ اکثر میرے پاس آتے جاتے رہے اور اپنے عقائد سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن وہاں سے میرا تبادلہ پاکپٹن ہو گیا اور یہ سلسلہ قائم نہ رہا۔ پھر جب میں مختلف مقامات سے پھرتا پھراتا دہلی پہنچا تو وہاں بھی کئی موقعے نکلتے رہے اور احباب جماعت قادیان (مولوی غلام رسول صاحب راجیکی، مولوی اللہ دتا صاحب، پیر صاحب وغیرہ وغیرہ) اور احباب دہلی (اخویم فضل محمد صاحب و حافظ عبدالسلام وغیرہ) کے ساتھ تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ کبھی میں نے ان کو اپنے غریب خانہ پر آنے کی تکلیف دی اور کبھی انہوں نے مجھے کسی مقام پر طلب فرمایا اور میں حاضر ہو گیا۔ میرے نزدیک ان لوگوں کو جن کا سلسلہ عالیہ احمدیہ سے خادمانہ تعلق ہے۔ یعنی پیشہ ور مولوی یا تنخواہ دار مبلغ یا کسی اور رشتہ کی وجہ سے مجبور نہیں ہیں۔ احقاق حق کے بارہ میں کوئی تامل یا تساہل نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے احباب قادیان سے کبھی بھی تبادلہ خیالات میں عذر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ کبھی ہوگا۔ چنانچہ یوم تبلیغ سے پہلے بھی ایسے مواقع پیش آتے رہے ہیں۔ ماہ جولائی کا ذکر ہے جمعہ کا دن تھا۔ میں نماز جمعہ کیلئے احمدیہ بلڈنگس میں موجود تھا جبکہ وہاں جماعت قادیان کی طرف سے ایک چھوٹا سا ہینڈبل تقسیم کیا گیا۔ جس کی سرخی تھی

"نبوت مسیح موعود پر ایک فیصلہ کن بات"

یہ رسالہ مولوی محمد یار عارف صاحب سیکرٹری جماعت (قادیانی)، لاہور کا مؤلفہ ہے۔ میں نے اس کو خوب غور سے پڑھا۔ اس میں وہی پرانی باتیں دہرائی ہوئی تھیں جن کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے۔ مگر مضمون سے معلوم ہوتا تھا کہ جہاں تک مؤلف کا تعلق ہے اس نے تا حد استعداد خلوص اور نیک نیتی سے کام لیا ہے۔ اسی لئے مجھے تحریک ہوئی کہ میں بھی تحقیق حق کی غرض سے ان کی خدمت میں کچھ عرض کروں۔ چنانچہ میں نے ایک عریضہ ان کی خدمت میں لکھا اور دو سوال پیش کئے۔ جو اگرچہ میں نے خط کی نقل نہیں رکھی لیکن نفس مضمون کے لحاظ سے کم و بیش ذیل کے الفاظ میں تھے اور سوائے ایک حوالہ کے جس میں "حقیقۃ الوحی اور براہین احمدیہ و دین الحق یا ہمارا مذہب" کے تمام وہ حوالہ جات بھی دیئے تھے۔ جو اب لکھ رہا ہوں۔

سوال اوّل مؤلف رسالہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ایک زمانہ تک آپ (یعنی حضرت مسیح موعود) اپنے آپ کو نبی خیال نہیں فرماتے تھے لیکن پھر اپنے آپ کو نبی یقین کرنے لگے (یا الفاظ تبدیل کئے ہیں) اسی رسالہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ تبدیلی عقیدہ ۱۹۰۱ء کے قریب ہوئی (یعنی تحقیق یہ بھی نہیں)

اسی طرح صفحہ ۱۲۱ حقیقۃ النبوۃ مصنفہ مارچ ۱۹۱۵ء پر لکھا ہے کہ "مسئلہ نبوت آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے (لفظ "یا" مصنف کے درجہ یقین کا پتہ دیتا ہے) اور یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے وہ حوالہ جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" یعنی تبدیلی عقیدہ ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ حالانکہ بحوالہ صفحہ ۲۴ "القول الفصل" مطبوعہ ۳۰ جنوری ۱۹۱۵ء مصنفہ حضرت میاں محمود احمد صاحب یہ معلوم ہوتا ہے کہ "تریاق القلوب" کی اشاعت (جو اگست ۱۸۹۹ء میں شروع ہوئی اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے لیکن بعد میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کسی جزوی نبوت کے پانیوالے نہیں بلکہ نبی ہیں۔ یعنی تبدیلی عقیدہ در بارہ نبوت ۱۹۰۲ء میں ہوئی اور اس سے پہلے کے حوالے بشمول ۱۹۰۱ء قابل منسوخی تصور ہونے چاہئیں۔

آغاز دعوئے نبوت کے متعلق حضرت میاں محمود احمد صاحب نے ۲۷ ۱۳/۴۵ کو ایک حلفی بیان کے دوران میں جو الفضل مؤرخہ ۳۰ ۱۳/۴۵ میں چھپا ہے یہ بیان فرمایا ہے کہ "حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت ۱۸۹۰ء کے آخر میں یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں کیا ہے"۔ عقیدہ نبوت کے متعلق یہ متضاد بیانات بجائے خود عبرت خیز ہیں۔

حضرت مسیح موعود اپنی کتاب "ست بچن" کے صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں:۔

"کسی سچیار عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو۔ اس کا کلام بے شک متناقض ہوتا ہے"

اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۸۴ پر فرماتے ہیں

"اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے"

پھر صفحہ ۱۲ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم پر فرماتے ہیں:۔

"جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے"

اب قادیانی احباب کو اختیار ہے کہ ان حوالہ جات کے مطابق یا تو حضرت مسیح موعود کے کلام میں تناقض تسلیم کریں۔ یا حضرت میاں صاحب کی تاویلات میں۔

اس کے علاوہ اگر یہ درست تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت صاحب نے دعویٰ نبوت ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء میں کیا اور تبدیلی (خدا جانے کس بارہ میں) ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ تو اس کے سوائے کوئی اور نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ حضرت مسیح موعود کو بقول احباب قادیان نبی، رسول اور ملہم ربانی تھے ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء تک یعنی ۱۱ سال کیلئے اپنے دعوے کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ یا آپ کو اتنے سال تک درست تفہیم نہیں ہوئی۔

خدا را بتلایا جاوے کہ اگر یہ دعویٰ دوسروں کو بھی سمجھ نہ آتا ہو۔ تو وہ کیونکر جوابدہ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اور ایسے عقیدہ کی رو سے خود مدعی نبوت کی پوزیشن کیا ہوگی؟

دوسرا سوال حضرت صاحب نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ ۱۱۱ پر تحریر فرمایا ہے:۔

"اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو۔ اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا خلاصہ دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

یہ ایک اصول حضرت مسیح موعود نے ایک نبی کے دعوے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو از راہ کرم ذرا شرائط بیعت مندرجہ صفحہ ۱۰۵ کتاب دین الحق یا ہمارا مذہب حصہ اول مرتبہ میر قاسم علی صاحب احمدی (سابق ایڈیٹر اخبار فاروق قادیان) مطبوعہ جنوری ۱۹۱۰ء دیکھکر جواب دیا جاوے کہ اگر حضرت مسیح موعود فی الواقعہ نبی اور رسول تھے۔ جیسا کہ احباب قادیان کا دعویٰ ہے تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت پر کیوں بیعت نہیں لی۔ یہ یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود کا وصال ۱۹۰۸ء میں ہوا اور کتاب دین الحق ۱۹۱۰ء میں طبع ہوئی۔ اس وقت تک شرائط بیعت میں تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

اس عریضہ کا تحریری جواب تو اب تک موصول نہیں ہوا لیکن اس کے بعد مولوی محمد یار صاحب مؤلف ہینڈبل اور قادیانی جماعت کے نوجوان، سرگرم اور مخلص ممبر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ اس تکلیف فرمائی کیلئے میں ان کا تہ دل سے مشکور رہوں۔ امورات مندرجہ بالا پر گفتگو ہوئی اور پوری دلجمعی سے غور و خوض کیا گیا۔ ممکن ہے احباب مذکور نے اپنے اطمینان کے مطابق جوابات درست دیئے ہوں لیکن مجھے اس کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طریق کو اختیار کرتے ہوئے جو انہوں نے حضرت صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے اختیار کر رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی پوزیشن دنیا جہان کی نظروں میں مخدوش ہو جاتی ہے۔ ان کو اس بات پر اصرار ہے اور رہیگا کہ حضرت صاحب "ایک زمانہ تک اپنے آپ کو نبی خیال نہیں فرماتے تھے۔ لیکن پھر اپنے آپ کو نبی یقین کرنے لگے"۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ حضرت صاحب کو اس طرح ذلیل نہ کریں۔ مگر افسوس کچھ اثر نہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس کے بعد پھر یوم تبلیغ سے پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف ایک دفعہ تشریف لائے۔ پھر بھی گفتگو ہوئی۔ مگر بے سود۔ پھر

(باقی صفحہ ۴ پر)

[۱] دیگر متعدد مقامات کے احباب کا تجربہ و مشاہدہ اس کے بالکل برعکس ہے (پیغام صلح)

پیغام صلح

جلد ۲۸ یوم پنجشنبہ ۴ رجب ۱۳۵۹ ہجری نمبر ۴۹

قادیانی نقطہ نظر میں ایچا پیچیاں!

مسئلہ تکفیر کے متعلق قادیانی استدلال نہایت کمزور اور متضاد ہے

جماعت قادیان اور جماعت لاہور میں مسائل نبوت اور تکفیر میں بنیادی اور اصولی اختلاف ہے۔ جماعت قادیان کے نزدیک ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہے اور کافر ہے اور جماعت لاہور کے عقیدہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام ایسا نہیں کہ جن کے انکار سے کوئی کلمہ گو دائرہ اسلام سے خارج ہو سکے۔ اور کافر کہلا سکے اور یہ مسلک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ جیسا کہ حضور تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر فرماتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الہٰی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

اور اس کے علاوہ مواہب الرحمٰن جو تریاق القلوب کے بعد کی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۶۶ پر فرماتے ہیں:۔

"وھذا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود۔ وایشاں در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔"

جس وقت سلسلہ احمدیہ میں اختلاف رونما نہیں ہوا تھا۔ اس وقت جناب میاں محمود احمد صاحب جو مسائل نبوت اور تکفیر کے بانی ہیں ان کا خود یہی مذہب تھا اور وہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی مدعی نبوت کے آنے کے قائل نہیں تھے خواہ وہ کسی قسم کا نبی کیوں نہ ہو۔ اور جب نبی نہیں آسکتا تو پھر تکفیر لازم آنے کے کیا معنی۔ جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ (آنحضرت صلعم) کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

(الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء)

اس کے علاوہ جناب میاں صاحب کا بیان موجود ہے لیکن اسے یہاں درج کرنے کیلئے جگہ نہیں ہے۔ مسائل نبوت اور تکفیر جناب میاں صاحب نے بہت بعد میں اختراع کئے ہیں۔ اس سے پہلے وہ انہی عقائد اور مسلمات کے موید تھے جن کی جماعت لاہور موید ہے۔ بعد میں تو انہوں نے اتنا غلو کیا اور یہاں تک کہہ گئے:۔

یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب (حضرت مولٰنا محمد علی صاحب ناقل) تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ میں نے مسیح موعودؑ کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقعہ نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"

اب اس بیان کا مذکورہ بالا بیان سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بعد میں جناب میاں صاحب میں کس قدر حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوئی اور انہوں نے کیسے اپنے حقیقی معتقدات کو تبدیل کیا اور بعض مصلحتوں کی وجہ سے نئے عقائد اختراع کئے اور الزام جماعت احمدیہ لاہور کے امیر حضرت مولٰنا محمد علی صاحب پر لگا دیا۔ کہ انہوں نے اپنے عقائد کو تبدیل کیا ہے۔ جناب میاں صاحب کے اس اقدام پر زمین ششدر ہے اور آسمان انگشت بدنداں ہے کہ عقائد تو تبدیل کریں خود اور الزام دیں دوسروں کو۔ اس پر جتنا بھی تعجب کیا جائے کم ہے۔

لیکن اس کے بعد کی بات ہے جبکہ جناب میاں صاحب کو عام مسلمانوں کی لیڈری کا سودا ئے خام رہتا اور وہ چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کے زعیم ہو جائیں لیکن ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تکفیر کا بحر ناپیدا کنار موجزن تھا میاں صاحب نے چاہا کہ اس سمندر کی تلاطم خیزیوں کو کم کر دیا جائے اور انہوں نے مسئلہ تکفیر کی ایسی تاویل کی جس سے وہ بحر ناپیدا کنار سمٹ کے ایک آبجو ہو گیا اور سب کو صاف نظر آنے لگا کہ میاں صاحب کا غلو مضمحل ہو چکا ہے اور وہ اب اس مسئلہ میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ تعجب ہے ایک سیاسی مصلحت نے جناب میاں صاحب کے اندر ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ہم میں اور ان (غیر احمدیوں) میں تو کفر کی تعریف میں اختلاف بھی لپٹ سا پایا جاتا ہے۔ اور یہ لوگ کفر کے معنی سمجھتے ہیں کہ اسلام کا انکار۔ حالانکہ ہم یہ معنی نہیں کرتے۔ نہ کفر کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مقام سے نیچے گر جاتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے لیکن کامل مسلم اسے نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ تعریف جو ہم کفر و اسلام کی کرتے ہیں۔ ان کے کفر اور ہمارے کفر میں بہت بڑا فرق ہے۔ ان کا کفر تو ایسا ہے جیسا سر سے دالا سر سے جیسا ہے۔ وہ بھی جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ اسے پیس کر رکھ دیں۔ کہتے ہیں وہ جہنمی ہے اور ابدی جہنم میں پڑیگا۔ لیکن ہم دوسروں کو کافر اصطلاحی طور پر کہتے ہیں۔ لیکن بالکل ممکن ہے ایک شخص کفر کی حالت میں مرے لیکن خدا تعالیٰ اس کی کسی خوبی کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے۔" (خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم مئی ۱۹۳۵ء)

کتنا تفاوت ہے اور کتنا بعد ہے اس بیان کو پہلے بیان سے۔ پہلے بیان میں کہتے ہیں کہ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" اس بیان میں جناب میاں صاحب نے عام مسلمانوں کو سرمہ کی طرح پیس ڈالا ہے۔ لیکن دوسرے بیان میں کتنی ترمیم اور نرمی ہے کہتے ہیں۔ "ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے۔"

اب مسلمانوں میں اسلام بھی ایک حد تک پیدا ہو گیا اور انہیں مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق بھی سمجھنے لگے۔ یوں معلوم دیتا ہے کہ جناب میاں صاحب کی جنبش قلم جیسے موجب ہے بنا سکتی ہے اور جناب میاں صاحب کے وجدان اور دماغ کے اندر اتنی لچک موجود ہے کہ وہ حالات کی مصلحتوں کے مطابق جس طرح چاہیں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ خواہ ان کے پہلے خیالات اور موجودہ خیالات میں بعد المشرقین ہی کیوں نہ ہو۔

حال ہی کی بات ہے۔ مولانا غلام حسن صاحب پشاوری نے اپنے ایک مضمون میں جناب میاں صاحب کے ایک خط کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا تھا:۔

"حضرت خلیفہ صاحب نے کفر غیر احمدیاں کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ اس سے مراد کفر دون کفر ہے اور یہ منشا نہیں کہ غیر احمدی لوگ ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح اسلام سے نکل گئے۔"

اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پیغام صلح مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۴۰ء میں ارشاد فرمایا:۔

"آپ نے (یعنی مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری نے) جو دوسرا پیش کیا ہے کہ جناب میاں صاحب اپنے پہلے عقیدہ سے کچھ پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اس کی تردید "الفضل" میں ہو گئی ہے ملاحظہ فرمایئے۔ "الفضل" ۵ مئی ۱۹۴۰ء"

"الفضل" کے اس شیوع میں جس کی طرف حضرت امیر ایدہ اللہ نے اشارہ کیا ہے جناب میاں صاحب کے مشہورہ عقیدہ تکفیر کا اعادہ کیا گیا تھا۔ اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یکے بعد دیگرے ان بیانات کا ایک ہی پرچہ میں شائع کرنا بہت بڑا تناقض ہے۔

ان دونوں بیانوں میں مطابقت ثابت کرنے کیلئے قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے "الفضل" مورخہ ۲ اگست ۱۹۴۰ء میں "امیر غیر مبائعین کی ایک غلط فہمی کا ازالہ" کا عنوان قائم کر کے تاویلات کا ایک گورکھ دھندہ بنانے کی کوشش کی ہے اور بڑی تحدی سے کہا ہے کہ "جناب مولوی صاحب آیئے اب میں آپ کو سمجھاؤں کہ کیوں ہم غیر احمدیوں کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج بھی" اس سے تو زیادہ بہتر تھا کہ وہ یوں لکھ دیتے کہ آیئے میں آپ کو سمجھاؤں کہ کیوں ہم دن کو دن کہتے ہیں اور پھر دن کو رات بھی۔ شاید کفر و اسلام میں تضاد اور فرق تو تعیینات ہا جا سکتا ہے لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ ان میں وحدت اور یک رنگی پیدا کر دی جائے لیکن قادیانی دوستوں کا یہ بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ مسلمانوں کو کافر بھی کہتے ہیں اور برملا کہتے ہوئے جھجکتے بھی ہیں اور تاویلات میں پناہ لیتے ہیں۔ "منازل کفر" بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"غیر احمدیوں کے کفر اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے کفر میں درجہ کے لحاظ سے ضرور فرق ہے۔ ہندو اور عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتے اور سرے سے اسلام کے منکر ہیں۔ مگر غیر احمدی آنحضرت صلعم کے قائل ہونے کی وجہ سے ہندوؤں اور عیسائیوں سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ پس محض حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے ہم ان کے کفر کو درجہ کے لحاظ سے اس مقام پہ نہیں رکھ سکتے جو ہندوؤں اور عیسائیوں کے کفر کا درجہ ہے۔ اس درجہ کے اختلاف کو اگر کفر دون کفر کے الفاظ سے ظاہر کر دیا جائے تو اس میں کوئی ہرج کی بات نہیں"

لیکن یہ تشریح نہایت کچی ہے اور ایک بہت بڑے اعتراض کی زد میں ہے۔ آنحضرت صلعم کی بعثت پر عیسائی ایسے لوگ تھے جو سب انبیاء پر ایمان رکھتے تھے، سوائے آنحضرت صلعم کے۔ سو ان کا کفر یقیناً یہودیوں کے کفر سے کم تھا۔ کیونکہ وہ نہ تو حضرت مسیح علیہ السلام کو مانتے تھے اور نہ آنحضرت صلعم کو۔ اگر مندرجہ بالا اقتباس کو درست مان لیا جائے تو صورت یہ ہو جائے گی کہ یہودی تو بالکل کافر تھے اور عیسائی چونکہ تمام انبیاء کی تصدیق کرتے تھے اور مذہب کی اس تشکیل پر ایمان رکھتے تھے جو انجیل کی صورت میں ان کے پاس تھی اس لئے عیسائیوں کے اختلاف کو اس وقت کفر دون کفر کے الفاظ سے ظاہر کر دیا جاتا تو کوئی حرج نہ تھا ——— اور آج غیر احمدی یعنی عام مسلمان سب نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور قادیانیوں کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے قائل نہیں۔ اس نبوت کے انکار کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور کافر ہیں لیکن ان کے اور عیسائیوں کے کفر میں درجہ کے لحاظ سے فرق ہے مسلمانوں کا کفر، کفر دون کفر کے مطابق ہے اور عیسائی کلیتہً کافر ہیں۔ عجیب فلسفہ کفر ہے! ایک صریح مغالطہ ہے۔ نہ تو عیسائی کفر دون کفر کے مطابق کافر سمجھے جاتے تھے اور نہ قادیانیوں کے مسلمہ اصولوں کے مطابق مسلمان کفر دون کفر کے مطابق کافر ہیں۔ بلکہ وہ ان کو قطعی طور پر دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں البتہ جب مصلحت وقت مجبور کرتی ہے تو ایسی تاویلات کا تارِ عنکبوت بنا کے رکھ دیتے ہیں جسکے آغاز اور اختتام کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ورنہ اُن کا حقیقی مذہب یہی ہے کہ ہر کلمہ گو جو حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا قائل نہیں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ جناب میاں صاحب اخبار "الفضل" مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۲۳ء میں فرماتے ہیں:-

"بے شک وہ (یعنی مسلمان) کلمہ گو ہیں۔ لیکن ہمارا اور ان کا اختلاف فروعی نہیں اصولی ہے۔ مسلم کیلئے توحید پر، ملائکہ پر، کتب آسمانی پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو ان میں سے ایک بھی نبی اللہ کا منکر ہو جائے وہ کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ عیسائی حضرت عیسے علیہ السلام تک تمام انبیاء کو مانتے ہیں۔ لیکن صرف رسول کریم کی رسالت کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اسی طرح غیر احمدی مرزا صاحب کی نبوت کے منکر ہو کر کفار میں شامل ہیں"

اب کہاں گیا، کفر دون کفر! تمام تاویلات کا تار و پود ایک ہی اُڑ گیا اور وہ گئے ڈھاک کے وہی ڈھائی پات کہ غیر احمدی حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے منکر ہو کر کفار میں شامل ہیں۔ یہاں تو منازل کفر بھی باقی نہ رہیں۔ کفر دون کفر کا سبز باغ بھی دیکھتے ہی دیکھتے رنگ زوال ہو کر رہ گیا۔ سو قادیانی دوستو! دل کڑا کر کے کہدو کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے انکار سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں اور یا برملا کہو کہ کلیتہً کافر ہے اور کفار میں شامل ہے۔ ورنہ اس تضاد اور ایچا پیچیوں سے فائدہ ہی کیا!

(الیس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

نواب احمد یار خاں دولتانہ کا انتقال

افسوس! نواب احمد یار خاں دولتانہ طویل علالت کے بعد ۱۰ راگست کی صبح کو کراچی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اس ہفتہ کا ایک رنجدہ حادثہ اور پنجاب کا نقصان عظیم ہے۔ مرحوم کی شخصیت، خدمات اور اوصاف سے صوبہ کے تمام اخبار بین اور تعلیمیافتہ افراد بخوبی واقف ہیں۔ آپ ضلع ملتان کے ایک قدیم معزز خاندان کے رکن اور بہت بڑے زمیندار ہونے کے علاوہ پنجاب اسمبلی کی اتحاد پارٹی کے چیف وہپ اور حکومت کے چیف پارلیمنٹری سیکرٹری تھے مرحوم کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۱۹ء کی اصلاحات سے ہوا۔ آپ ان اصلاحات کی رو سے قائم ہونیوالی کونسل کے رکن منتخب ہو کر آئے اور اپنے فرائض کو نہایت خوبی و لیاقت سے سرانجام دیا اور اس کے بعد آپ ہمیشہ مجلس آئین ساز کے ممبر منتخب ہوتے رہے پنجاب کونسل کی زمیندارہ پارٹی کے سرگرم ممبر ہونے کی حیثیت سے آپ میاں سر فضل حسین صاحب مرحوم کے دست و باز و تھے۔ اس کے بعد جب اتحاد پارٹی قائم ہوئی۔ تو اس میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ اور اس پارٹی میں آپ کا درجہ ہمیشہ بلند رہا۔ اور آپ نے اس پارٹی کی بہت خدمات انجام دیں۔ اور اس لحاظ سے آپ کی ذات صوبہ کیلئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے بھی رکن تھے۔ سیاسی قابلیت و اثر کے علاوہ آپ ایک بلند پایہ ادیب و شاعر تھے بہت اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ علم و ادب کی خدمت اور شعراء و اہل قلم کی امداد و سرپرستی آپ کا شغل رہا۔ پنجاب کے علمی، ادبی اور سوسائٹی حلقوں میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں تھی۔ ذاتی لحاظ سے آپ بہت خلیق، وضعدار، دوست نواز اور اتحاد پسند تھے۔ وہ لوگ جو سیاسی خیالات میں آپ کے حریف سمجھے جاتے ہیں۔ وہ بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق کے ہمیشہ معترف رہے اور آج آپ کے ماتم میں برابر کے شریک ہیں۔ مرحوم نے ایک صاحبزادہ اور پانچ صاحبزادیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں عمر پچاس سال سے بھی کم تھی۔

اس صدمہ میں ہم محترمہ بیگم نواب احمد یار خاں۔ مرحوم کے فرزند محترم مسٹر ممتاز احمد خاں دولتانہ۔ مرحوم کے بزرگ آنریبل چودھری سر شہاب الدین سپیکر پنجاب اسمبلی۔ آنریبل سر سکندر حیات وزیر اعظم اور مرحوم کے دیگر اعزہ و احباب کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین

علماء سو کا تازہ مشغلہ

معاصر "ہند" کلکتہ ۵ راگست ۱۹۴۰ء اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ بمبئی کے بعض مولوی اس بات پر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں کہ خدا اپنے جیسا خدا پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ بعض احباب اس خبر پر حیران ہوں گے اور کہینگے کہ یہ کسقدر فضول بات ہے۔ بھلا کوئی اس پر مناظرہ کر سکتا ہے؟ ——— ان کی خدمت میں عرض ہے کہ مولوی سب کچھ کر سکتا ہے، علماء سو کے ہاں ہر ایک نامعقولیت جائز ہے۔ یہ لوگ معقولیت کے پیچھے ہمیشہ لٹھ لئے پھرتے ہیں۔ ایک مرتبہ اسی قماش کے مولویوں نے اس بات پر مناظرہ کا ہنگامہ بپا کیا تھا کہ نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ لوگ "ترقی" کر کے اس مرحلہ پر آگئے ہیں۔ خدا اپنا جیسا خدا پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ معاصر "ہند" کی خبر نہایت مختصر اور تشنہ ہے۔ کیا بمبئی کا کوئی دوست تفصیلات سے مطلع فرمائیں گے؟

موجودہ نازک دور کو دیکھئے اور علماء سو کے اس قسم کے مشغلوں کو دیکھئے۔ مسلمانوں کی حالت بہت زبوں ہو چکی ہے۔ ہندوستان میں ان کے لئے طرح طرح کے خطرات بکثرت موجود ہیں۔ بین الاقوامی پیچیدگیوں کی وجہ سے تمام اسلامی ممالک موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ساری دنیا میں اضطراب و بے چینی کا طوفان بپا ہے۔ لیکن مولوی کو اسلام، مسلمان قوم اور دنیا کی قطعاً کوئی فکر نہیں ہے۔ وہ اپنے اثر و اقتدار کی حفاظت کی خاطر اس قسم کے مناظروں کا ہنگامہ بپا رکھنے پر مصر ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ ان علماء سو کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کی رائے عامہ کو ان کے خلاف بیدار کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ یہ لوگ دین و ملت کے ساتھ شرمناک غداری کر رہے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

یوم تبلیغ و کو . . . ہمارا احباب قادیان سے تشریف لائے۔ ان کا طریق تبلیغ جدا اور نرالا تھا۔ انہوں نے اپنی جماعت میں بعض بزرگان کی شمولیت اور بہشتی مقبرہ کی بزرگی اور اہمیت اور حضرت صاحب کی اپنی اولاد کے متعلق دعاؤں کے ذریعہ سے اپنے دعاوی کے حقانیت پر بحث کی۔ لیکن جب ان کو بنیادی باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی تو افسوس ہے کہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ وہ بیچارے ایک خاص سبق یاد کر کے آئے تھے۔ جب اس پر جرح ہوئی تو وعدہ کر کے چلے گئے کہ کبھی پھر آویں گے۔ وہ صاحبان تو پھر تشریف نہیں لائے۔ البتہ ان کے بعد پھر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب اور ایک اور بزرگ جو مدرسہ تبلیغ قادیان کے استاد اور سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں تشریف لائے۔ ان سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے تسلیم فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعوے کی تفہیم میں ابھی غلطی لگی ہے۔ اور اگرچہ شروع سے لیکر آخر تک وہ امتی نبی ہونا تسلیم کرتے رہے۔ لیکن تبدیلی عقیدہ ضرور کی۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک موقعہ پر تسلیم کر لیا کہ حضرت صاحب کی نبوت صحف اُولیٰ والی نبوت نہ تھی۔ اور ظلی نبوت اور امتی نبی ان کی اپنی اصطلاحات ہیں لیکن جب سوال ہوا کہ اگر حضرت صاحب کی نبوت ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق تھی تو آپ نے تبدیلی کس عقیدہ میں کی اگر ان کو اسی اصطلاح کی تفہیم میں غلطی لگی۔ تو دوسرے معاملات میں ان کے متعلق کیا سمجھا جاوے۔ اس کا جواب اب تک نہیں ملا اگرچہ ڈاکٹر صاحب اس کے بعد بھی دو دفعہ تشریف لا چکے ہیں۔ ان کا جوش اور اخلاص قابل رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حضرت صاحب کی صحیح پوزیشن سمجھنے کی توفیق دیوے۔ لیکن امید کم ہے۔ کیونکہ ان کی تعلیم و پرورش قادیان میں ہوئی اور وہ مجبور ہیں۔ اس ماحول سے باہر نہیں آسکتے۔

جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ ایک دفعہ دہلی میں بھی مجھے یہی سوالات بخدمت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی ابوالعطا اللہ دتا صاحب و دیگر صاحب پیش کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس وقت حاجی نصرالحق صاحب کے مکان پر اجتماع تھا جو سالانہ جلسہ کی وجہ سے کیا گیا تھا۔ افسوس کہ تسلی بخش جواب اس وقت بھی نہیں ملا۔ اور اب تک انتظار ہے۔ دعا اور درخواست کرتا ہوں کہ احباب قادیان میں سے کوئی صاحب میرے اطمینان کیلئے معقول جواب شائع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ورنہ حضرت مسیح موعود کی اصلی پوزیشن کو لوگوں کی نگاہوں میں مضحکہ خیز بنانے سے توبہ کریں۔ واللہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی رقابت کی مثالیں

پہلی مثال ۔۔۔ احمد نام کی پیشگوئی پر دست برد

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

قرآن شریف میں جو یہ ارشاد ہے کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ متشابہ باتوں کی پیروی کرتے ہیں یعنی وہ سیدھی اور صاف اور محکم باتوں کی پیروی کرنے کے بجائے متشابہ اور مبہم باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ کہ اس طرح التباس حق بالباطل کا موقع اچھا ملتا ہے۔

محمودی جماعت میں اس آیت کے مصداق بکثرت ہیں

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اس آیت کے مصداق اگر آپ تلاش کریں گے تو محمودی قوم میں کثرت سے ملینگے حضرت اقدس کے دعاوی کے متعلق صریح اور صاف حوالوں کو کبھی نہیں لیں گے بلکہ تلاش کسی ایسے حوالہ کی ہوگی۔ جس میں کچھ تشابہ یا ابہام ہو۔ تاکہ اس طرح اپنے گمراہ کن اور نا راست عقائد کو فروغ دیا جائے۔ اور صریح اور صاف محکم حوالوں کو اس طرح نظر انداز کر جائیں گے گویا وہ کبھی موجود ہی نہ تھے۔

ایمانیات و دعاوی میں ناسخ منسوخ بے معنی بات ہے

تمام اہل علم جانتے ہیں کہ احکام میں تو ناسخ منسوخ ہوتے ہیں۔ لیکن ایمانیات اور دعاوی میں ناسخ منسوخ ایک بے معنی بات ہے۔ اگر ایسا ہو تو تمام ایمانیات اور کسی مدعی کے دعاوی سے ہی امان اٹھ جاتا ہے۔ لیکن فقط محکمات سے بچنے کیلئے اس قوم نے یہ بھی ایک راہ نکالی تھی جو حضرت مسیح موعود کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ ان کے دعوئ نبوت کے متعلق تمام حوالجات ۱۹۰۱ء سے پہلے کے منسوخ ہیں۔ گویا ۱۹۰۱ء سے پہلے وہ اپنی نبوت کے خود منکر یعنی نعوذ باللہ کافر خارج از اسلام تھے۔

عقیدہ اجرائے نبوت کے بعد محمودی غلو کی دوسری کوشش

حضرت مسیح موعود کو جب نبی بنا چکے تو محمودی قوم کو پھر یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ ہمارا نبی کسی سے گھٹ کر کیوں رہے۔ اس کیلئے طرح طرح کی کوششیں ہوئیں اور برابر جاری ہیں اور حضرت مسیح موعود کی پوزیشن وہی بنانے کی کوشش کی گئی جو آنحضرت صلعم کی ہے مطلب یہ کہ آنحضرت صلعم جو سب نبیوں سے بڑھ کر جامع کمالات نبوت ہیں تو ان کے برابر حضرت مسیح موعود کو بنا دیا جائے گا۔ تو ظاہر ہے کہ کل انبیاء پر حضرت مسیح موعود کی فضیلت مسلم ہو گئی اس کیلئے سب سے پہلی کوشش جو ہوئی وہ یہ تھی کہ یہ عقیدہ تراشا گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی جو انجیل میں فارقلیط کے نام سے ہے اور قرآن میں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی آیت میں احمد کے نام سے ہے۔ اس کے مصداق حقیقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود ہیں۔ اس کا مسکت اور دندان شکن جواب ہماری طرف سے بارہا نکل چکا ہے۔

محمودیوں کا ایک ٹریکٹ اور اس کے متعلق میرا مضمون

لیکن اب دوبارہ مجھے اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ کچھ عرصہ ہوا کہ محمودی صاحبان کا ایک ٹریکٹ میری نظر سے گذرا جس میں ان لوگوں نے لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چھ سو برس بعد جب آپ کا فیضان روحانیت ختم ہو گیا تو ایک نبی کی ضرورت پڑی اور حضرت محمد صلعم مبعوث ہوئے۔ اسی طرح حضرت محمد صلعم کے جو مسیح سے دگنی روحانی قوت رکھتے تھے۔ تیرہ سو برس بعد جب آپ کا فیضان روحانیت ختم ہو گیا۔ تو خدا کو ایک اور نبی کے بھیجنے کی ضرورت پڑی اور وہ حضرت مسیح موعود تھے محمودیوں کے اس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے . . . . فیضان نبوت و روحانیت کو ختم کر دینے کے اعلان پر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ کیونکہ اس کے تو معنے یہ ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب زندہ نبی نہ رہے۔ اور ہمارا زمانہ اب آنحضرت صلعم کی رسالت و نبوت کا زمانہ نہیں ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کی رسالت و نبوت کا زمانہ ہے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے جو محمودی صاحبان کے نزدیک عملاً کلمہ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے۔ میں نے ۱۲ رجون ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح میں اس پر از ضلالت عقیدہ کی تردید کی۔ اس میں یہ بتاتے ہوئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا فیضان نبوت و روحانیت کس طرح ختم ہو گیا جبکہ آپ کے فیضان روحانیت سے اس زمانہ میں آپ کا ایک غلام مسیح موعود کے عالیشان رتبہ کو پہنچ گیا۔ اسی مضمون کے ضمن میں میں نے حضرت مسیح موعود کا یہ الہامی شعر بھی لکھ دیا تھا کہ ؎

> برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
> جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اور اہل غلو کی حالت پر اظہار افسوس کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کو اب احمد کی غلامی سے نکال کر خود احمد بنایا جا رہا ہے۔

اہل غلو کی طرف سے التباس حق بالباطل کی ایک اور کوشش

محمودی صاحبان سے اصل مضمون کا جواب تو کچھ بن نہ پڑا اس لئے وہی کیا جو ایسے موقعوں پر ایک زیغ قلوب رکھنے والی قوم کا طریق ہوتا ہے کہ اس مضمون میں کسی ایسے فقرہ کی تلاش ہونے لگی جس کو سامنے رکھکر ادھر ادھر کے کسی متشابہ اور مبہم حوالہ کو لے لیا جائے اور پھر التباس حق بالباطل کر کے "الفضل" اخبار کے پڑھنے والوں کے سامنے یہ پروپیگنڈا کیا جا سکے کہ "دیکھئے صاحبان! خلافت ثانیہ محمودیہ کی بیعت نہ کرنے سے غیر مبائعین کو حضرت مسیح موعود کے عقائد سے کس قدر بُعد ہو گیا ہے" اس عبارت کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ "الفضل" کے پڑھنے والوں نے "پیغام صلح" تو پڑھنا نہیں اس لئے جو ہم لکھدیں گے وہ اسے پڑھ پڑھ کر سر دھنیں گے اور کہیں گے کہ واہ خوب جواب دیا اور رو رو کر سجدہ شکر ادا کریں گے کہ ہم خلافت محمودیہ کے دامن میں پناہ گزین ہیں۔

مولوی فاضل محمد نذیر صاحب کا کارنامہ

خیر ان سب تلاش کنندگان میں مولوی فاضل محمد نذیر صاحب سب پر نمبر لے گئے۔ انہوں نے میرے اصل مضمون کو تو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ البتہ میرے مذکورہ بالا فقرہ کو پکڑ کر بیٹھ گئے جس میں میں نے اظہار افسوس کیا تھا کہ غلام کو آقا کا مقام دیا جا رہا ہے۔ اس کیلئے انہوں نے ادھر ادھر سے تلاش کر کے ایک آدھ مجمل اور مبہم سا حوالہ نقل کر دیا کہ حضرت مسیح موعود نے کہیں لکھا ہے کہ احمد نام میں حضرت عیسیٰ نے اپنے مثیل کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ حالانکہ اس بات کی تشریح حضرت صاحب نے اپنی تصنیفات میں متعدد جگہوں پر نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ کر دی ہے۔ مگر ان حوالجات کو مولوی صاحب موصوف نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اس لئے کہ پھر تو بات صاف ہو جاتی اور ان کا الو سیدھا نہ ہوتا۔

مولوی صاحب مذکور سے ایک سوال؟

میں ان مضمون نگار مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں وہ اپنے ایمان سے خدا کو حاضر ناظر جان کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تصنیفات اور تقریروں میں بار بار آنحضرت صلعم کا نام محمد و احمد بتایا ہے۔ متعدد جگہوں میں نہایت صفائی سے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی کے جو مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مذکور ہے مصداق حقیقی آنحضرت صلعم ہیں اور اس بات پر بڑی زور سے بحث کی ہے کہ فارقلیط سے مراد احمد ہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ تو کیا ایمانداری کا یہ تقاضا نہ تھا کہ ان تمام حوالوں کو سامنے رکھتے اور تطبیق دیتے۔ اور ایک دو متشابہ حوالے اگر کوئی تھے تو ان کو ان محکم حوالوں کے ماتحت کرتے اور پھر ان سب سے جو نتیجہ نکلتا اسے پیش کرتے۔ لیکن یہ وہ کرتا جسے خدا کے سامنے ایک دن کھڑا ہونے اور جوابدہی کرنے کا ڈر ہوتا۔ جب پیر پرستی ضمیر کو مردہ کر دے اور نجات کا ذریعہ محض کسی شخص کی دھڑے بازی آن ٹھہرے۔ تب ان باتوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

محمودی حضرت مسیح موعود کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں

ان لوگوں کو اس بات کی پروا نہیں کہ وہ اس طرح حضرت مسیح موعود کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔ کیونکہ سارے جہان کی آنکھوں پر تو محمودیوں کی طرح پٹی نہیں بندھی ہوئی جب حضرت مسیح موعود کے دعاوی میں یہ لوگ اس طرح تناقض دکھائیں گے تو ہر ایک غور و فکر کرنے والا مسلمان بلکہ انسان کیا کہیگا کہ یہ کس قسم کا مدعی تھا جو کہیں کچھ کہتا ہے۔ کہیں کچھ۔ کہیں احمد بنتا ہے کہیں احمد کا غلام۔ جس کے دعاوی کا کہیں ٹھور ٹھکانا ہی نہیں وہ ایک راستباز انسان کیسے ہو سکتا ہے!

ارشاد قرآنی

ایک مسلمان کی نظر میں تو قرآن و حدیث ہی سب پر مقدم چیز ہے۔ جب قرآن نے مومن ان لوگوں کو بتایا ہے جو مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق محمد رسول اللہ صلعم کو سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ والذین ھم بایٰتنا یومنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التورٰۃ والانجیل (الاعراف) اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو اس رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جس کی پیشگوئی کو لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ گویا قرآن کریم تورات اور انجیل دونوں کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم کو ٹھہراتا ہے۔ پھر خود حضرت نبی کریم صلعم نے انا بشارۃ عیسیٰ فرما کر اور اپنا نام بار بار احمد بتلا کر اپنے آپ کو اس احمد والی پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا۔ تو پھر جو شخص قرآن اور حدیث کو مانتا ہے وہ اس شخص کو اپنے دعویٰ میں کیسے صادق مان سکتا ہے جو قرآن کریم اور حدیث شریف کی

صریح تشریحات کے خلاف یوں دعویٰ کرے کہ تورات میں تو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی تھی اور انجیل میں میری۔ تناسخ کا کوئی مسلمان قائل نہیں کہ وہ یوں سمجھے کہ آنحضرت صلعم دو دفعہ دنیا میں تشریف لے آئے۔ پہلی بار محمد رسول اللہ صلعم کی صورت میں اور دوسری بار حضرت مسیح موعودؑ کی صورت میں۔

محمودیوں کا مضحکہ خیز عقیدہ

رہ گیا بروز تو بروز علم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ بروز اصل کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اگر اصل کی جگہ لے لے تو وہ بروز نہ رہا تناسخ ہو گیا بروز تو فقط ایک امتی ہوتا ہے۔ جس میں اصل کی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ پس یہ عجیب بات ہے کہ جب اصل احمد آیا تو وہ احمد والی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ اصل کے آنے سے تو پیشگوئی پوری نہ ہوا اور بروز کے آنے سے پیشگوئی پوری ہو جائے اور اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلعم احمد نہ تھے اور احمد حضرت مسیح موعودؑ تھے تو یہ صریح قرآن کریم اور حدیث شریف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ میں ابھی دکھا آیا ہوں۔ اور کوئی مسلمان اگر وہ مسلمان ہے اور قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی کوئی عزت اس کے دل میں ہے۔ وہ تو اس شخص کو مسلمان بھی نہیں سمجھ سکتا جو خلاف قرآن و حدیث دعویٰ کرے۔ پس درحقیقت یہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ دشمنی ہے جس سے ان کی راستبازی پر حرف آتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا واضح ارشاد

مگر خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود کا دامن اس قسم کے خلاف قرآن و حدیث دعاوی سے پاک ہے۔ انہوں نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد میرے مرنے کے بعد آئیگا اور نام اس کا احمدؐ ہو گا پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جاوے گا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے"۔

دو قابل غور باتیں

اس حوالہ میں دو باتیں تو صاف واضح ہیں۔ ایک تو یہ کہ نص قرآنی اپنے کھلے الفاظ میں اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم کو بتا رہی ہے۔ دوم یہ کہ یہ پیشگوئی اس قدر صفائی سے پوری ہو چکی تھی۔ کہ اسے حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات پر بطور دلیل کے پیش فرمایا۔ اب اگر "الفضل" اخبار کے مبہم حوالہ کے یہ معنی ہوں کہ وہاں سچ مچ حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو ہی اس پیشگوئی کا مصداق سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلعم کو نہیں سمجھتے۔ تو پھر یہ ماننا پڑیگا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ جیسا موقعہ دیکھتے تھے ویسا کام چلا لیتے تھے۔ جہاں مسیح کی وفات پر استدلال کرنا ہوا وہاں آنحضرت صلعم کو اس پیشگوئی کا مصداق بنا دیا اور جہاں اپنا موقعہ دیکھا وہاں خود اس کے مصداق بن بیٹھے۔ یہ کس قدر حضرت مسیح موعودؑ کی ہتک ہے۔

خوب غور کرو۔ یہ پیشگوئی دو آدمی کے لئے تو نہیں ہو سکتی اس کا مصداق تو ایک ہی ہو سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون ہے؟ قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے خود محمد رسول اللہ صلعم کہتے ہیں کہ وہ میں ہوں۔ خود حضرت مسیح موعودؑ بار بار کہتے ہیں کہ اس کا مصداق آنحضرت صلعم تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کا الہام کہتا ہے کہ احمد نام آنحضرت صلعم کا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کو احمدؐ سے غلامی کی نسبت ہے۔ وھوھذا ؎

"بر تر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

اگر یہ سچ مچ خدا کی طرف سے الہام ہے تو کیا حضرت مسیح موعودؑ اپنی وحی کی بھی اتباع نہیں کیا کرتے تھے۔ آخر حضرت مسیح موعود سے یہ کس قسم کی دشمنی ہے۔ جو ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جاتی ہیں جو قرآن کے خلاف، حدیث کے خلاف، خود ان کی اپنی وحی اور ان کی اپنی واضح تحریروں کے خلاف ہیں۔ کچھ تو انسان کو شرم کرنی چاہئے

اس پیشگوئی کے مصداق حضرت نبی کریمؐ ہی ہیں

پس حق یہی ہے کہ اس احمدؐ والی پیشگوئی کے مصداق حقیقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں کہیں بھی اپنے آپ کو اس پیشگوئی میں آنحضرت صلعم کے ساتھ شامل بتایا ہے تو بطور احمدؐ کے بروز کے شامل فرمایا ہے۔ اسی طرح جیسے آپ کے جلالی نام محمدؐ کی پیشگوئی کا جو تورات میں تھی مصداق حقیقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہوئے آپ نے صحابہ کرامؓ کو بروزی طور پر محمدؐ والی پیشگوئی میں شامل فرمایا ہے اور یاد رہے ظل اور بروز بطور اشارہ کے اصل کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ نہ کہ بطور نص کے نص فقط اصل کیلئے ہوتی ہے اور وہی مصداق حقیقی پیشین گوئی کا ہوتا ہے۔ اور بروز اور ظل اس میں بطور اشارہ کے شامل ہوتے ہیں چنانچہ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حقیقی جہاں آنحضرت صلعم کو قرار دیا ہے۔ وہاں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ "نص اپنے کھلے الفاظ میں بتلا رہی ہے" اور جہاں اپنے آپ کو بھی اس پیشگوئی میں آنحضرت صلعم کے ساتھ بطور ظل اور بروز کے شامل کیا ہے وہاں اشارہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دو اور فیصلہ کن حوالے

اب میں یہاں دو حوالے مفصل اور واضح اور محکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے پیش کرتا ہوں۔ جن میں آپ نے اس پیشگوئی کی نہایت صفائی سے تشریح فرمائی ہے اور دکھایا ہے کہ کس طرح صحابہ کرامؓ اور مسیح موعودؑ آپ کی محمدؐ اور احمدؐ نام والی پیشگوئیوں میں بطور ظل اور بروز کے آپ کے ساتھ شامل ہیں

پہلا حوالہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں جو ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے متعلق آپ نے شائع فرمایا بایں الفاظ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اور وہ نام جو اس سلسلہ کیلئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں ..... اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمدؐ جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے۔ جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمدؐ کا ظہور کریگا اور ایسا شخص ظاہر ہو گا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جاوے"۔

حضرت مسیح موعودؑ نے یہاں صریح طور پر محمدؐ اور احمدؐ دونو نام آنحضرت صلعم کے بتلائے ہیں اور اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے مسلمان فرقہ احمدیہ کا نام تجویز کیا ہے گویا حقیقت یہ ہے کہ بجائے احمد ہونے کے آپ احمدی ہیں۔ آپ نے اپنی خصوصیت جو یہاں جتلائی ہے وہ فقط اتنی ہے کہ "ایسا شخص ظاہر ہو گا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی"۔

دوسرا حوالہ

دوسرا حوالہ اربعین ۴ صفحہ ۱۳ کا ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ..... ذالک مثلھم فی التوراۃ (۲) دوسرا نام احمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلالی اور جمالی دونو کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونو صفتیں امت کیلئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھیرایا ...... ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ بھی تھے اور مثیل عیسیٰ بھی ..... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونو نمونے جلالی اور جمالی کے ظاہر کر دیئے اور پھر چاہا۔ کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپ کے روحانی وارث ہیں۔ انہی دونوں نمونوں کو ظاہر کریں سو آپ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی مظلومیت کیلئے یہی علاج قرین مصلحت تھا۔ اور پھر جب وہ زمانہ جاتا رہا۔ اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ مذہب کیلئے اسلام پر جبر کرے ..... اس لئے خدا نے ..... اسم احمدؐ کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا۔ سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا۔ جو عیسیٰ کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو

کو ظاہر کرنے والا ہے اور خدا نے تمہیں اس عیسیٰ احمد صفت کے لئے بطور ارہاص کے بنایا۔"

کیا مندرجہ ذیل نتائج نہیں نکلتے؟

کیا عبارت مندرجہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج نہیں نکلتے؟:-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں۔ محمدؐ اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) توریت میں جس میں جلالی رنگ کی تعلیم ہے آپؐ کی پیشگوئی محمدؐ کے نام سے ہوئی اور انجیل میں جس میں جمالی رنگ کی تعلیم ہے آپ کی پیشگوئی احمدؐ کے نام سے ہوئی۔

(۳) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ جلالی اور جمالی دونو رنگ رکھنے کے مثیل موسیٰ بھی ہیں اور مثیل عیسیٰ بھی۔ حضرت موسیٰ نے جو جلالی نبی ہیں آنحضرت صلعم کی محمدؐ کے جلالی نام سے جو توراۃ میں پیشگوئی کی اس میں اس مماثلت کی طرف اشارہ تھا جو آنحضرت صلعم کو حضرت موسیٰ سے ہے۔ گویا آنحضرت صلعم کے وجود میں حضرت موسےٰ نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی۔ اور حضرت عیسےٰ نے جو جمالی نبی ہیں آنحضرت صلعم کی احمدؐ کے جمالی نام سے جو انجیل میں پیشگوئی کی۔ تو اس میں اس مماثلت کی طرف اشارہ ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو حضرت عیسےٰ سے تھی۔ گویا آنحضرت صلعم کے وجود میں حضرت عیسےٰ نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں یہ احمدیت و محمدیت یا دوسرے لفظوں میں عیسویت و موسویت اس طرح ظہور میں آئی۔ کہ مکی زندگی میں آپ سے احمدی یا عیسوی یعنی جمالی صفات ظہور میں آئے۔ اور مدنی زندگی میں آپ سے محمدی یا موسوی یعنی جلالی صفات ظہور میں آئے۔

(۵) پھر اس فیض محمدیت و احمدیت کو امت میں اس طرح تقسیم کیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے جلالی یا محمدی فیض کا مظہر بنایا گیا۔ کیونکہ اس وقت ضرورت جلال کے اظہار کی تھی چنانچہ ان میں آنحضرت صلعم کی موسوی یا محمدی صفات جلوہ گر ہوئیں اور مسیح موعود کو آپ کے جمالی یا احمدی فیض کا مظہر بنایا گیا۔ کیونکہ اس وقت بجائے جلال کے جمال کے اظہار کی ضرورت تھی۔ اس لئے مسیح موعود میں آنحضرت صلعم کی عیسوی یا احمدی صفات جلوہ گر ہوئیں۔ گویا آنحضرت صلعم کے فیضان سے صحابہ رضی اللہ عنہم اسم محمدؐ کے بروز ہیں۔ اور مسیح موعود رضی اللہ عنہ اسم احمدؐ کے بروز ہیں۔ مگر یہ دونو نام درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں نہ کہ کسی اور کے۔ اور ان دونوں پیشگوئیوں کے مصداق حقیقی فقط آپ ہی ہیں نہ کہ آپ کے بروز جس طرح یہ کہنا پرلے درجہ کی حماقت ہے کہ حضرت موسیٰ کی وہ پیشگوئی جو محمدؐ کے نام سے کی گئی تھی۔ آنحضرت صلعم کے وجود میں پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ صحابہؓ کے وجود میں پوری ہوئی۔ اسی طرح یہ کہنا بھی پرلے درجہ کی حماقت ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وہ پیشگوئی جو احمدؐ کے نام سے کی گئی تھی۔ وہ آنحضرت صلعم کے وجود میں پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں پوری ہوئی ہاں یہ سچ ہے کہ اسم محمدؐ کی تجلی ہمیں صحابہؓ کے وجود میں نظر آتی ہے اور اسم احمدؐ کی تجلی ہمیں مسیح موعودؑ کے وجود میں نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ محمدؐ کی پیشگوئی میں صحابہؓ بروزی طور پر شامل تھے۔ اور احمدؐ کی پیشگوئی میں حضرت مسیح موعودؑ بروزی طور پر شامل ہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آنحضرت صلعم کے ان دونوں ناموں کی تجلی انہی دو حصوں میں ہی محدود نہیں بلکہ جہاں جہاں اور جب جب بھی آپ کی امت میں ہمیں آپ کا فیض جلالی یا جمالی رنگ میں جلوہ گر ہوتا ہوا نظر آئے گا۔ وہاں وہاں کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہی کے اسم محمدؐ یا احمدؐ کی تجلی ہے اور ان تجلیات کے ذریعہ محمدؐ اور احمدؐ کی پیشگوئیاں بروزی اور ظلی رنگ میں قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دامن محمودی غلو سے پاک ہے

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی نوعیت تو اس پیشگوئی کے متعلق یہی ہے جو میں عرض کر چکا۔ مگر محمودی ذہنیت اس پر راضی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے جس شخصیت کو اس زمانہ میں اپنا نبی بنا لیا ہے اسے محمد رسول اللہ صلعم سے گھٹا کر رکھنا نہیں چاہتے۔ اس لئے انہیں تسلی نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ اس عقیدہ کو حضرت مسیح موعودؑ پر افترا کے طور پر چسپاں نہ کر لیں کہ حضرت مسیح کی انجیل میں فارقلیط والی پیشگوئی سے۔ اور قرآن کریم کی احمد والی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود ہیں۔ یہ وہی رقابت کی بیماری ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ اس محمودی قوم کو پیدا ہو گئی ہے حضرت مسیح موعود کا دامن اس سے پاک ہے۔

(باقی دارد)

اشاعت قرآن کے متعلق ایک مفید تحریک

(از جناب مولانا عزیز بخش صاحب آنریری جائنٹ سکرٹری انجمن)

اے بے خبر بہ خدمتِ قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگِ بر آید فلاں نماند

ایک وقت تھا کہ قادیان سے اخبار الحکم نکلتا تھا تو اس کے صفحہ اول پر مندرجہ بالا شعر نمایاں کر کے لکھا جاتا تھا۔ تاکہ ناظرین کرام کو قرآن کریم کے مطالب دنیا میں پہنچانے کے واسطے ترغیب دی جائے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریروں و تحریروں کے جو معارف قرآنی سے پر ہوتی تھیں۔ اور حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کے درس قرآن کے نوٹ جو بذریعہ اخبار "بدر" شائع ہوتے تھے۔ ان سب کے لئے شائقین علم قرآن چشم براہ رہتے تھے اور خود ان کے مطالب سے بہرہ ور ہو کر دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی یہ دلی تڑپ اور دعا تھی کہ آپ کے بعد آپ کی جماعت کے ذریعہ علوم قرآنی دنیا میں شائع ہوں۔ تاکہ اس ذریعہ سے دنیا میں وہ نور ہدایت اور وہ دین حق پھیلے۔ جو حضرت نبی کریم خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی اس تڑپ کو پورا کرنے کا سامان کر دیا اور حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کے وقت میں قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کا کام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ سے سرانجام ہوا اور آخر کار احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اہتمام سے بڑی آب و تاب سے شائع ہوا اور اس کی قبولیت روئے زمین پر پھیلی۔ اس کے بعد اردو ترجمہ و تفسیر "بیان القرآن" کے نام سے ۲۲ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں کوئی دو ہزار صفحوں پر حاوی ہے اور اس کے ساتھ دو نہایت مفید فہرستیں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔ ایک فہرست لغات القرآن کی اور دوسری فہرست مطالب کی جن کی مدد سے کسی لفظ کے معنوں کا اور کسی مضمون کا حوالہ بآسانی مل جاتا ہے۔ یہ تفسیر اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ اب قرآن کریم کا درس دینے والوں کو اس کی بہت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ انجمن نے اس کی اشاعت میں سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اب اس کا ہدیہ کم کرکے بجائے -/۲۵ روپے کے قریباً نصف کر دیا ہے۔ تاکہ متوسط طبقہ کے مسلمان بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ لیکن ایسے بھی بہت ہیں جو اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق تو رکھتے ہیں لیکن اس قدر قلیل رقم کی ادائیگی کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔ اس ضرورت کی وجہ سے انجمن نے گزشتہ ایام میں دس جلدیں بموجب اعلان مندرجہ اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۲۶ مئی ۳۶ء ایسے صاحبان کو مفت تقسیم کی ہیں جو درس قرآن کریم کا دیتے ہیں لیکن ابھی اور بہت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ بعض درخواست کنندگان کو اس وجہ سے جواب دینا پڑا ہے کہ انجمن کے فنڈ میں گنجائش نہیں اور ابھی اور درخواستیں بھی آرہی ہیں۔ ذی مقدرت محبان قرآن کیلئے یہ موقع ہے کہ وہ کم از کم دس روپے یا اس سے زیادہ جس قدر ہو سکے رقم خرچ کرکے ایسے غریب مسلمان بھائیوں کو قرآن مجید کے ذریعہ اس کی مدد سے درس دے کر علم قرآن کو دنیا میں پھیلائیں۔ جو صاحب جس قدر جلدیں اس طرح مفت تقسیم کرانا چاہیں۔ فی جلد دس روپیہ کے حساب سے رقم بنام صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجدیں۔ اور منی آرڈر کے کوپن پر اپنا پتہ و رقم لکھ کر نوٹ دیدیں کہ بمفت تقسیم بیان القرآن کے واسطے ہے۔ اللہ تعالیٰ برادران اسلام کو اور خصوصاً اپنی جماعت کے صاحب وسعت احباب کو توفیق دے کہ وہ خدمت قرآن کریم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ تاکہ ان کے لئے آخرت کا توشہ ہو جائے۔

خاکسار۔ عزیز بخش
جائنٹ سکرٹری
۳/۸

نوٹ:- بعض احباب بعد اپنے وفات یافتہ لواحقین کی روحوں کو ثواب پہنچانے کیلئے صدقہ و خیرات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہی ذریعہ ایصال ثواب کافی سے بہتر ہے۔ چنانچہ حافظ محمد بخش صاحب نے اپنے پسر مرحوم نذیر احمد کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک جلد بیان القرآن کیلئے دس روپے دیئے تھے۔ جو اپنی جماعت کے ایک غریب بھائی کو دیا گیا ہے۔

پنجاب کی ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق کی پامالی

سر سکندر کے "پاکستان" پر ایک سرسری نظر

پنجاب کے ہندو اخبارات سر سکندر کے خلاف یہ زہر اگل رہے ہیں کہ انہوں نے باختیار ملازمتیں مسلمانوں کو دے کر پنجاب کو "پاکستان" بنا دیا ہے۔ دراصل ہندو پریس بھی نازیوں کے اس اصول پر عمل پیرا ہے کہ جھوٹ بڑا بولو اور اس پر اصرار کرو۔ اس بے سروپا غوغا آرائی اور بلا وجہ واویلا سے آسمان سر پر اٹھا لینے سے ہندو اخبارات صرف یہ چاہتے ہیں کہ حکومت اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا الو سیدھا کریں اور بیچارے مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں سے تھوڑا بہت جو مل چکا ہے۔ وہ بھی ان سے چھین لیں۔
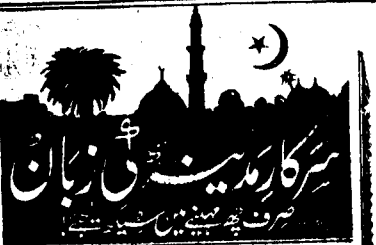
ذیل کے اعداد و شمار پر اگر ایک سرسری نگاہ بھی ڈالی جائے تو ہندوؤں کی بے ہنگام چیخ پکار کا پول کھل جائے گا اور معلوم ہو جائیگا کہ سرکاری ملازمتوں میں ہر جگہ مسلمانوں کو اپنے حقوق سے بہت کم مل رہا ہے اور قریباً ہر محکمے میں ان کے حقوق نہایت بیدردی سے پامال کئے جا رہے ہیں

دفتر اڈیٹر جنرل پنجاب۔ آٹھ ملازمتوں میں سے چار مسلم اور چار ہندو۔

محکمہ زراعت۔ ۱۱۴۲ ملازمتوں میں سے ۵۴۵ مسلمان ۵۷۲ ہندو اور سکھ ۱۱ ہندوستانی عیسائی۔ ۹۔ اچھوت اور ۲ یورپین۔

دفتر نوآبادیات حویلی پراجکٹ۔ ۱۶ ملازموں میں سے ۱۰ مسلمان اور ۶ ہندو سکھ

عملہ نیلی بار کالونی۔ ۱۲ ملازموں میں سے ۳ مسلمان اور ۹ ہندو سکھ۔

کمشنران و ڈپٹی کمشنران قسمت جالندھر۔ ۵۸۱ ملازموں میں سے ۱۸۱ مسلمان ۳۴۲ ہندو سکھ۔ ۳ ہندوستانی عیسائی ۳۰۔ اچھوت۔

کمشنران و ڈپٹی کمشنران قسمت انبالہ۔ ۵۶۱ ملازموں میں سے ۲۱۸ مسلمان ۳۴۲ ہندو اور سکھ ایک یورپین اور ایک ہندوستانی عیسائی۔

کمشنران و ڈپٹی کمشنران قسمت لاہور۔ ۹۱۲ ملازموں میں سے ۳۹۵ مسلمان ۵۰۴ ہندو اور سکھ۔ ۳۰ یورپین اور ۵ ہندوستانی عیسائی۔

کمشنران و ڈپٹی کمشنران قسمت ملتان۔ ۷۱۵ ملازموں میں سے ۳۶۹ مسلمان ۳۴۴ ہندو اور سکھ۔ ۳ یورپین ۱ ہندوستانی عیسائی

کمشنران و ڈپٹی کمشنران قسمت راولپنڈی ۶۳۲ ملازموں میں سے ۳۸۷ مسلمان ۲۳۴ ہندو اور سکھ۔ ۳ یورپین اور ۱۰ ہندوستانی عیسائی۔

محکمہ امداد باہمی پنجاب۔ ۵۳۴ ملازموں میں سے ۲۷۲ مسلمان ۱۹۲ ہندو اور سکھ۔ ۱ یورپین ۳ ہندوستانی عیسائی اور ایک اچھوت۔

محکمہ اقوام جرائم پیشہ۔ ۱۷۹ ملازموں میں سے ۷۷ مسلمان ۷۰ ہندو اور سکھ ۳۲ ہندوستانی عیسائی اور ۱۲۔ اچھوت

محکمہ ڈائرکٹر لینڈ ریکارڈز۔ ۲۳ ملازموں میں سے ۱۱ مسلمان اور ۱۲ ہندو اور سکھ۔

محکمہ تعلیم۔ ۳۱۴۵ ملازموں میں سے ۱۴۲۵ مسلمان ۱۳۸۸ ہندو اور سکھ ۷۵ یورپین ۱۶۵ ہندوستانی عیسائی اور ۲۔ اچھوت۔

محکمہ چونگی ۱۷۲ ملازموں میں سے ۷۴ مسلمان ۹۵ ہندو اور سکھ ۳ ہندوستانی عیسائی۔

فنانشل کمشنران پنجاب ۱۲۱ ملازموں میں سے ۴۶ مسلمان ۵۰ ہندو اور سکھ ۹ یورپین اور ۲ ہندوستانی عیسائی۔

محکمہ جنگلات۔ ۱۲۶۵ ملازموں میں سے ۴۹۳ مسلمان ۷۶۰ ہندو اور سکھ ۷ ہندوستانی عیسائی اور ۵۔ اچھوت

ہائیکورٹ ۱۵۴۳ ملازموں میں سے ۵۹۷ مسلمان ۹۲۷ ہندو اور سکھ ۱۱ یورپین ۲ ہندوستانی عیسائی اور پانچ اچھوت۔

محکمہ صنعت و حرفت۔ ۷۰۶ ملازموں میں سے ۲۹۸ مسلمان ۳۳۵ ہندو اور سکھ ۷ یورپین ۱۱ ہندوستانی عیسائی اور ۱۹ اچھوت۔

ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات ۱۸ ملازموں میں سے ۱۱ مسلمان اور ۷ ہندو۔

محکمہ جیل خانجات ۲۱۲۵ ملازموں میں سے ۱۳۰۸ مسلمان ۷۸۴ ہندو اور سکھ ۸ یورپین ۱۶ ہندوستانی عیسائی اور ۱۹ اچھوت۔

محکمہ مالگذاری۔ ۱۰۷۳۶ ملازموں میں سے ۵۵۵۸ مسلمان ۵۱۷۰ ہندو اور سکھ ۷ ہندوستانی عیسائی اور ۱ اچھوت

محکمہ قانون۔ ۵۵ ملازموں میں سے ۲۵ مسلمان۔ ۲۸ ہندو اور سکھ ۱ یورپین ۱ ہندوستانی عیسائی۔

محکمہ طب۔ ۱۷۹۳ ملازموں میں سے ۵۴۲ مسلمان ۹۸۷ ہندو اور سکھ ۱۱۷ یورپین ۱۴۶ ہندوستانی عیسائی اور ۳ اچھوت۔

محکمہ پولیس۔ ۲۸۹۴ ملازموں میں سے ۹۶۳۴ مسلمان ۱۸۵۹ ہندو اور سکھ۔ ۹۲ یورپین ۱۲ ہندوستانی عیسائی اور ۱۲ اچھوت۔

محکمہ حفظان صحت ۱۷۳ ملازموں میں سے ۷۶ مسلمان ۹۶ ہندو اور سکھ ۱ یورپین۔

پبلک سروس کمیشن ۱۶ ملازموں میں سے ۸ مسلمان ۷ ہندو اور سکھ ۱ یورپین۔

محکمہ تعمیرات عامہ ۶۶۴ ملازموں میں سے ۲۵۸ مسلمان ۳۸۲ ہندو اور سکھ ۱۷ یورپین ۵ ہندوستانی عیسائی۔

محکمہ تعمیرات عامہ والیکٹریسٹی (گزیٹیڈ) ۷۰ ملازموں میں سے ۱۶ مسلمان ۴۱ ہندو اور سکھ ۱۲ یورپین ۱ ہندوستانی عیسائی

ایضاً (نان گزیٹیڈ)، ۷۵۰ ملازموں میں سے ۳۰۵ مسلمان ۳۳۰ ہندو اور سکھ ۳ یورپین ۱۰ ہندوستانی عیسائی اور ۱۲ اچھوت۔

محکمہ تعمیرات (آبپاشی) ۷۶۳۳ ملازموں میں سے ۲۵۶۶ مسلمان ۴۷۹۴ ہندو اور سکھ ۲۸ یورپین ۲۵ ہندوستانی عیسائی اور ۱۵ اچھوت۔

پنجاب سول سیکرٹریٹ ۲۹۴ ملازموں میں سے ۱۳۱ مسلمان ۱۴۰ ہندو اور سکھ ۶ یورپین ۴ ہندوستانی عیسائی اور ۱۲ اچھوت

پنجاب سول سروس (اگزیکٹو برانچ) ۳۰۵ ملازموں میں سے ۱۳۲ مسلمان ۱۵۳ ہندو اور سکھ ۱۴ یورپین ۶ ہندوستانی عیسائی۔

پنجاب سول سروس (جوڈیشنل برانچ) ۱۷۵ ملازموں میں سے ۷۰ مسلمان ۱۰۰ ہندو اور سکھ ۵ ہندوستانی عیسائی۔

ریکلیمیشن ڈیپارٹمنٹ ۶۹ ملازموں میں سے ۳۰ مسلمان ۳۲ ہندو اور سکھ ۴ ہندوستانی عیسائی۔

محکمہ وٹرنری۔ ۸۷۵ ملازموں میں سے ۴۸۴ مسلمان ۳۲۴ ہندو اور سکھ۔ ۲ یورپین اور ۴ ہندوستانی عیسائی۔

لیجئے یہ اعداد و شمار آپ کے سامنے ہیں اب اندازہ لگائیے کہ کیا کسی ایک محکمہ میں بھی مسلمانوں کو تناسب کے اعتبار سے ان کا اپنا حق ملا ہے۔ جہ جائیکہ یہ داویلا کہ مسلمانوں کو ملازمتیں دے کر دوسروں کے حقوق تلف کئے جا رہے ہیں۔

کیا آنریبل وزیر اعظم پنجاب اور ان کی حکومت مسلمانوں کے حقوق کی بے دردانہ پامالی کو اس بے حسی سے دیکھتی رہے گی۔ اور کیا وہ وقت نہیں آئے گا جبکہ مسلمانوں کو ان کا اپنا حق دلا دینے کیلئے دلیرانہ فوری قدم اٹھایا جائے۔

(از دیکھا ثقت حالی)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

متقی کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا ہے

میرا مذہب تو یہ ہے کہ جسکو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا تعالیٰ سے صلح کر لے اور اپنی ایسی تبدیلی کر لے کہ خود اسے محسوس ہو جائے کہ میں پہلا نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم (سورہ رعد) سچے مذہب کی جڑ خدا تعالیٰ پر ایمان ہے اور خدا تعالیٰ پر ایمان چاہتا ہے کہ سچی پرہیزگاری ہو۔ خدا کا خوف ہو۔ تقویٰ والے کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ آسمان سے اسکی مدد کرتا ہے۔ فرشتے اسکی مدد کو اترتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کیا ہو گا کہ متقی سے معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر انسان خدا تعالیٰ کیساتھ پوری صفائی کر لے اور ان افعال اور اعمال کو چھوڑ دے جو اس کی نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ سمجھ لے کہ ہر ایک کام برکت سے طے پا جائے گا۔ ہمارا ایمان تو آسمانی کارروائیوں ہی پر ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی کا ہو جائے تو سارا جہان اپنی مخالفت سے اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ جس کو خدا تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہے۔ اسکو گزند پہنچانے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بھروسہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ہر ایک شئے سے بکلی یاس ہو۔ اسباب کا مہیا کرنا ضروری ہے۔ مگر خلق اسباب بھی تو خدا تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر ایک سبب کو پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے اسباب پر بھی بھروسہ نہ کرو اور خدا پر بھروسہ یوں پیدا ہوتا ہے کہ نمازوں کی پابندی کرو اور نمازوں میں دعاؤں کا التزام رکھو۔ ہر ایک قسم کی لغزش سے بچنا چاہیئے اور ایک نئی زندگی کی بنیاد ڈالنی چاہیئے۔ یہ یاد رکھو اپنے عزیز رشتہ دار بھی ایسے دوست نہیں ہوتے جیسے خدا تعالیٰ دوست ہوتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو تو کل جہان راضی ہو جاتا ہے۔

(۱۷ر جولائی ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب تا حال ٹھٹوٹ سے واپس تشریف نہیں لائے۔ آجکل مرکز میں جناب مولانا عزیز بخش صاحب آنریری جائنٹ سکرٹری انجمن درس قرآن دیتے ہیں۔

— مسلم ٹاؤن میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے درس قرآن کا مبارک سلسلہ شروع ہو چکا ہے جناب شیخ بہادر میاں محمد صادق صاحب کے مکان پر جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی بعد عصر درس دیتے ہیں۔ ڈلہوزی میں جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے درس کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے دیگر جماعتوں کو بھی اس نیک اور ضروری کام کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

— جناب سید امجد علی صاحب سیالکوٹی کے صاحبزادے ڈاکٹر سید اسلم علی صاحب محکمہ فوج میں ایک معقول عہدہ پر ملازم ہو گئے ہیں۔ تاحال مستقل نہیں ہوئے۔ احباب اس سعید نوجوان کی مستقلی اور ترقی کے لئے دعا کریں۔ ہم سید امجد علی صاحب کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

— ہماری جماعت کے محترم بزرگ جناب صادق علی صاحب ہیڈ ماسٹر پٹیالہ چار پانچ ہفتے سے بیمار ہیں۔ زکام۔ کھانسی اور بخار کی شکایت ہے۔ آپ نہایت مخلص اور قیمتی وجود ہیں۔

— جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر عباس منزل لاہور کی بیگم صاحبہ تاحال علیل ہیں گو پہلے سے کچھ افاقہ ہے۔

— ماسٹر محمد زمان خان صاحب مدرس زیدہ (صوبہ سرحد) کے بچے بیمار ہیں۔

ان بیماروں کے لئے احباب دعائے صحت کریں۔

— انتہائی افسوس کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ اس ہفتہ چودھری عبدالمجید صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول ڈسکہ کی والدہ محترمہ بعمر ۷۰ سال رحلت فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت بزرگ و نیک خاتون تھیں۔ اس صدمہ میں ہمیں ماسٹر صاحب موصوف، انکے برادر بزرگ جناب چودھری عبدالرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر وزیر کشمیر اور دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ضرورت رشتہ ایک پندرہ سالہ پرائمری تک تعلیمیافتہ، امور خانہ داری سے واقف لڑکی کیلئے کسی شریف برسر روزگار رشتہ کی ضرورت ہے۔ درخواستیں بنام:- محمد مرتضیٰ خان، مسلم ٹاؤن۔ اچھرہ لاہور۔

ماہ رجب کا پہلا ہفتہ ختم ہو چکا ہے۔ تمام احباب ادائیگی و فراہمی زکوٰۃ کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ اس کام میں تاخیر و تساہل مناسب نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی رقابت کی مثالیں!

دوسری مثال۔ آنحضرت صلعم کی عالمگیر رسالت کی خصوصیت پر دست برد

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)
(گذشتہ سے پیوستہ)

میں عرض کر چکا ہوں کہ محمودی قوم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کی رقابت ہو گئی ہے۔ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم سے کسی پہلو میں گھٹ کر نہ رہیں آپ کو کسی نہ کسی طرح آنحضرت صلعم کے برابر بلکہ بڑھ کر ہی دکھایا جائے۔

محمودی اکابر و اخبارات کے ناقابل انکار حوالے

میں نے ان کی اس کوشش پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے ۱۴ جون ۱۹۴۰ء کے پیغام صلح میں انہی لوگوں کا شائع کردہ شعر جو نقل کیا ہے کہ

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھکر اپنی شان میں

تو "الفضل" اخبار میں مولوی فاضل محمد نذیر صاحب نے لکھا کہ یہ شعر کسی خاص شخص کا ذاتی خیال ہے "حضرت خلیفۃ المسیح ثانی" اس شعر کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس لئے اب میں مجبور ہوں کہ اسی رنگ کے کچھ اور حوالے دکھاؤں۔ جو خود جناب میاں محمود احمد صاحب "خلیفہ قادیان" اور جناب میاں بشیر احمد صاحب اور محمودی اخباروں کے ایڈیٹروں اور علماء کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ ان سے تو انکار کی گنجائش نہ ہو گی۔ ان حوالوں کو پڑھنے سے نظر آجائیگا کہ ان لوگوں کی تصانیف اور اخباروں کے فائلوں میں کیسے کیسے غلو اور کیا نہ پر از ضلالت عقائد پنہاں ہیں۔ اور ان لوگوں نے کس طرح آنحضرت صلعم کی خصوصیات کو آپ سے چھین کر حضرت مسیح موعودؑ کو دینے کی کوشش کی ہے

"خاتم النبیین" کے معنی کے متعلق محمودیوں کی چالاکی

آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے سے تو جیسے ان لوگوں کو نفرت ہے لیکن غیر احمدیوں اور نو گرفتار بھولے بھالے مریدوں کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کیلئے چالاکی یہ کھیلی جاتی ہے کہ منہ سے تو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین کہتے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے معنی بجائے نبیوں کو ختم کرنے والے کے اجرائے نبوت کے لیتے ہیں اور نبوت کو اسی طرح جاری رکھتے ہیں جس طرح آنحضرت صلعم سے پہلے تھی۔ یہ کہنا کہ یہ نبوت آنحضرت صلعم کی مہر سے بنتی ہے۔ کچھ معنی نہیں رکھتا جب آنحضرت صلعم کو بھی زمانی کرسی سے ہٹا کر آنیوالے نبی کو اس پر بٹھا دیا جائے اور اس نئے نبی کا انکار تمام امت محمدیہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج بنا دے۔ پس جبکہ حالت یہ ہو کہ جو فتویٰ آنحضرت صلعم سے قبل نبیوں کے انکار پر لگتا تھا وہی اب لگتا ہے تو فرق کیا ہوا؟

میاں صاحب کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی بے وقعتی

حضرت مسیح موعودؑ نے صاف طور پر فرمایا کہ "ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ" (حقیقۃ الوحی) کہ ہم نبوت سے وہ مراد نہیں لیتے جو پہلے صحیفوں میں لیا گیا۔ آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب) لیکن میاں محمود احمد صاحب نے ان ارشادات کی وقعت ایک پشہ کے برابر بھی نہیں سمجھی جب انہوں نے تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تمام ارشادات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک کر حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کو وہی مقام دیا جو تمام گذشتہ نبیوں کے انکار کو ہی نہیں۔ بلکہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کے انکار کو حاصل ہے اور اس طرح غلام کو آقا کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔

حضرت نبی کریمؐ اور گذشتہ نبیوں کے انکار میں فرق

میں پہلے تھوڑا سا اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم کے انکار اور تمام گذشتہ نبیوں کے انکار میں کیا فرق ہے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کے ماسوا ہر ایک نبی ایک قومی نبی تھا۔ اس لئے اس پر ایمان لانے کیلئے صرف اس کی قوم ہی مکلف ہوا کرتی تھی۔ لہذا آنحضرت صلعم سے قبل ان قومی نبیوں کا انکار صرف ان کی قوم کیلئے ہی کفر ہوا کرتا تھا نہ کہ غیر قوم کیلئے۔ مثلاً بنی اسرائیل قوم کے نبیوں کو ماننے کیلئے ایرانی یا ہندوستانی مکلف نہ تھے۔ اس لئے بنی اسرائیل کے کسی نبی کے انکار پر صرف بنی اسرائیل قوم کے افراد ہی کافر ٹھہرتے تھے ان کو نہ ماننے سے ہندوستانی یا ایرانی کافر نہیں ٹھہرتے تھے۔ یا ہندوستان کے کسی نبی کے ماننے کیلئے بنی اسرائیل قوم مکلف نہ تھی۔ اگر بنی اسرائیل قوم نے کسی ہندوستانی نبی کو نہ مانا تو وہ کافر نہیں ہو گئے کیونکہ ایک قوم کا فرد دوسری قوم کے نبی پر ایمان لانے کیلئے مکلف نہ تھا۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلعم چونکہ تمام قوموں اور تمام زمانوں کیلئے نبی تھے اور آپ کی بعثت تمام دنیا کی قوموں کی طرف تھی۔ اس لئے آپ پر ایمان لانے کیلئے ہر ایک قوم مکلف تھی پس آپ کی رسالت کے انکار سے ہر ایک قوم کے افراد کافر ٹھہرے اور وہی لوگ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں جو آپ کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔ جن لوگوں کو آپکی رسالت کا پیغام نہیں پہنچا اور آپ کے نام کی خبر نہیں۔ اگرچہ وہ عند اللہ تک آپ پر ابھی تک ایمان نہ لانے پر مواخذہ کے نیچے نہیں ہو سکتے لیکن تاہم وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ وہ کافر ہی کہلائیں گے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی عالمگیر رسالت دنیا میں آجانے کے بعد وہی شخص مسلمان کہلائیگا جو آپؐ کی رسالت پر ایمان لا چکا ہو بس یہ وہ فرق ہے جو آنحضرت صلعم کی رسالت کے انکار اور گذشتہ نبیوں کے انکار میں ہے۔

غلام کو آقا کا مقام دیا جا رہا ہے!

جناب میاں محمود احمد صاحب نے جب تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء میں یہ اعلان کیا کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا وہ بھی کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں تو اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ آپ کی رسالت کا مقام وہ نہیں جو گذشتہ نبیوں کا تھا۔ بلکہ ان سے بڑھ کر وہی مقام ہو جو آنحضرت صلعم کی عالمگیر رسالت کا ہے۔ اب یہودی یا عیسائی یا ہندو ہی نہیں۔ بلکہ کوئی مسلمان بھی جو دنیا کے کسی گوشہ میں ہو۔ وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے۔ کیونکہ نبی زمانہ بدل گیا۔ اب حضرت مسیح موعودؑ کی رسالت کل دنیا کیلئے ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت ویسی ہی منسوخ شدہ رسالت ہے جیسے گذشتہ نبیوں کی تھی۔ البتہ آنحضرت صلعم سے پہلے قومی نبی آیا کرتے تھے جن کے کفر کا دائرہ ان کی قوم تک محدود رہتا تھا لیکن بقول محمودیاں آنحضرت صلعم کے بعد اب عالمگیر رسالت والے نبیوں کا دور شروع ہو گیا۔ پس اب جو آئیگا اس کا انکار ساری دنیا کو کافر بنا دیا کریگا۔ خواہ کسی نے آنیوالے نبی کا نام بھی نہ سنا ہو۔ گویا ٹھیک یہ وہی مقام حضرت مسیح موعودؑ کو بھی دیدیا گیا جو آنحضرت صلعم کا ہے اور آپ کی یہ خصوصیت کہ آپ کی رسالت عالمگیر ہے اور آپ پر ایمان لانے کیلئے ساری دنیا مکلف ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ میں بھی دکھا کر اسے نہایت دلیری سے مٹا کر رکھ دیا گیا کہ ہمارا نبی کسی سے گھٹ کر کیوں رہے۔

چھوٹے میاں مرزا بشیر احمد صاحب کا ارشاد

بڑے میاں کا کارنامہ سن چکے اب چھوٹے میاں مرزا بشیر احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ اپنی تصنیف "کلمۃ الفصل" میں صفحہ ۱۱۰ پر فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر محمدؐ کو نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا۔ وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"

محمودی آنحضرت صلعم کی عالمگیر رسالت کو منسوخ قرار دیتے ہیں

دیکھئے آنحضرت صلعم کی رسالت کو اس طرح منسوخ کر کے رکھ دیا جس طرح گذشتہ نبیوں کی رسالتیں آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے منسوخ ہو گئی تھیں۔ گذشتہ نبیوں کی تو قومی اور وقتی رسالتیں تھیں جنہیں آنحضرت صلعم کی عالمگیر رسالت اور دائمی شریعت نے آکر منسوخ کر دیا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی عالمگیر رسالت کو کس لئے منسوخ کیا گیا۔ آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت میں کیا کوئی کمی یا نقص باقی رہ گیا تھا جس کو پورا کرنے کیلئے دوسرا نبی اور رسول خدا کو بھیجنا پڑا۔ کیا آپ کی لائی ہوئی شریعت مکمل نہ تھی؟ کیا آپ کا نمونہ مکمل نہ تھا؟ کیا آپ کی روحانیت کا فیض قیامت تک کیلئے نہ تھا؟ اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں یعنی آپ کی نبوت و رسالت ہر پہلو سے مکمل تھی تو دوسرے نبی کی ضرورت کیوں پڑی۔ جس کا منکر کافر خارج از اسلام ٹھہرتا ہے۔

اگر دین اسلام کامل ہے تو کسی نبی کی ضرورت نہیں

دوسرے نبی کے آنے کے تو صاف معنی یہ ہیں کہ نبوت محمدیہ میں کوئی نقص تھا جس کی تکمیل کیلئے دوسرا نبی بھیجنا پڑا۔ جب تک دوسرا نبی نہ آتا دین کیسے مکمل ہوتا۔ اور اگر دین کامل و مکمل ہے تو اس کے بعد پھر کسی اور نبی کی ضرورت بھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ دین کو زندہ کرنے اور تجدید کیلئے مجدد کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ مگر اس کا انکار کفر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے آنے سے دین میں کوئی چیز ایزاد نہیں ہوتی۔ پس آنحضرت صلعم کے بعد اگر کسی ایسے نبی کے آنے کو تسلیم کیا جائیگا جس کا انکار کفر ہے جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے تو پھر لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس کے آنے سے قبل دین کامل نہ تھا اور محمد رسول اللہ صلعم کی روحانیت قیامت تک کیلئے نہ تھی۔ اس لئے خدا کو نیا نبی بھیجنا پڑا اب جو اس نئے نبی کو نہ مانے گا وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ گویا وہ دین جو محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت پر مکمل نہ تھا وہ اب آکر مکمل ہوا۔

دعویٰ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر محمودیوں کا افترا ہے

پس دین اسلام کی تکمیل کرنیوالے حضرت مسیح موعودؑ ہوئے نہ کہ آنحضرت صلعم۔ اور ان حالات میں محمد رسول اللہ صلعم کو نہ تو خاتم النبیین کہا جا سکتا ہے کیونکہ خاتم النبیین وہی ہو گا جس کے ہاتھ پر دین مکمل ہوا اور نہ آپ کو زندہ نبی کہا جا سکتا ہے کیونکہ آپکا فیضان نبوت ختم ہو چکا آنحضرت صلعم کی یہ سب خصوصیات ان محمودی بزرگوں نے آپ سے لیکر حضرت مسیح موعودؑ کو دیدیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا محمد رسول اللہ صلعم کی اس میں کوئی عزت باقی رہ جاتی ہے کہ آپ کی رسالت کے زمانہ میں دین مکمل نہ ہوا۔ اور آپکی روحانیت کا فیض ۱۳۰۰ سال سے آگے نہ چل سکا اور آپ کی رسالت اب ایک منسوخ شدہ رسالت ہے جس کا اقرار اب کسی کو اسلام میں

(باقی صفحہ ۴ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۸ رجب ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۰

اسلامی آزادی رائے اور محمودی استبداد

پوپ ازم کی حمایت میں "الفضل" کی پیر پرستانہ مساعی

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ "محمودی خلافت" کو اسلامی تعلیمات وروایات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اسلام کے پاکیزہ و نورانی ماحول کے اندر اس قسم کے آزادی سوز ضمیر کش نظام کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے البتہ یہ نام نہاد "خلافت" پوپ ازم سے بیشک بہت مشابہ ہے جناب "خلیفہ" قادیان کچھ عرصہ ہوا اپنے آپ کو پوپ روما سے تشبیہ بھی دے چکے ہیں۔ پوپ پر کسی قسم کا اعتراض رومن کیتھولک عیسائیوں کے نزدیک جرم عظیم بلکہ کفر ہے۔ اور جناب "خلیفہ" قادیان بھی اپنی ذات و منصب کو اعتراضات سے بالا قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ محمودی "نظام خلافت" کے اندر بھی اسی قسم کے مفاسد پیدا ہو رہے ہیں جنکی وجہ سے پوپ ازم کی تاریخ داغدار ہے۔

ہم نے "پیغام صلح" ۲۶ر جولائی کے ایک شذرہ میں جناب خلیفہ قادیان کے بیان کردہ ایک واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

"خلفائے راشدین پر بھی ہر ایک مسلمان کو اعتراض کا حق حاصل تھا، مستند تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ لوگوں نے مجمع عام میں حضرت عمرؓ پر اعتراضات کئے انہوں نے نہایت خندہ پیشانی کیساتھ ان کا جواب دیا۔ اسلام آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا سب سے بڑا علمبردار ہے اور یہ چیز اسلامی روایات کی گویا جان ہے ——— لیکن جناب خلیفہ قادیان کا ارشاد ہے کہ مجھ پر سچے اعتراضات کرنیوالا بھی تباہ ہو جائیگا۔ وہ خلیفہ پر جائز سے جائز اور معقول سے معقول اعتراضات اور کسی قسم کے احتساب کے روادار نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں سے آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا حق چھین رکھا ہے۔ ویسے تو محمودی "خلافت" کی تمام خصوصیات قرآنی تعلیمات اور اسلامی روایات کے خلاف ہیں لیکن اس "خلافت" کا اپنے حلقہ بگوشوں پر سب سے بڑا ظلم یہی ہے کہ اس کے حلقۂ اقتدار کے اندر کوئی شخص "خلیفہ" کے متعلق کلمۂ حق زبان پر نہیں لاسکتا ہے"!

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختصر شذرہ معاصر "الفضل" کیلئے زبردست وجہ اضطراب ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اس پر دو لیڈنگ آرٹیکل رقم فرما چکا ہے جنمیں اس نے اسلامی آزادی رائے و آزادی ضمیر اور محمودی "خلافت" کے استبداد میں مطابقت پیدا کرنیکی مضحکہ خیز کوشش کی ہے گویا سیاہ کو سفید اور رات کو دن ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس قسم کی کوششوں کا جو انجام ہوا کرتا ہے اسے سب جانتے ہیں۔ خدا جانے "الفضل" نے یہ حرکت اپنے پیر پرستانہ "جوش عقیدت" میں کی ہے یا اسے دربار "خلافت" سے اس قسم کے مقالات افتتاحیہ لکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر مؤخر الذکر صورت ہے تو ہمیں اپنے معاصر سے اظہار ہمدردی میں تامل نہیں ہونا چاہیئے۔ افسوس ہمارے معاصر کے فرائض ہی کچھ اس قسم کے ہیں کہ بسا اوقات اسے عقل و ضمیر کے خلاف غلط باتیں کہنا اور ان پر اصرار کرنا پڑتا ہے

ویسے تو اسلامی آزادی رائے کی برملا مخالفت کرنیوالوں کی بھی محمودی جماعت میں کمی نہیں لیکن اس مرتبہ "الفضل" نے برملا مخالفت کی بجائے فریب غلط بیانی کا طریق اختیار کیا ہے مثلاً:۔

"اسلامی تعلیم کے مطابق جماعت احمدیہ (محمودی جماعت) کے افراد کو پوری پوری آزادی رائے حاصل ہے اور مجالس شوریٰ کے موقعہ پر بالخصوص آزادی رائے کے ایمان پرور نظارے دیکھنے میں آتے رہتے ہیں" (۸ر اگست ۱۹۴۰ء)

شکر ہے "الفضل" کو آزادی رائے الفاظ سے پہلے کی طرح نفرت و وحشت باقی نہیں رہی اور کم از کم لفظی طور پر تو آزادی رائے کے نظارے اس کے نزدیک ایمان پرور ہوسکتے ہیں۔ مگر اس کے ان الفاظ کی حیثیت بالکل ایسی ہے جس طرح ایک . . . . ظلمت پرست نور کی تعریف کرنے کے بعد تاریکی کو نور ثابت کرنا چاہے، کیونکہ مندرجہ بالا الفاظ کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدہ کے زمانہ میں اعتراض کرنیوالوں کو کبھی برداشت نہیں کیا گیا" (ایضاً)

الفضل کے ان الفاظ سے اس امر کی تحقیق و تشریح کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی کہ محمودی مجلس مشاورت کی حیثیت کیا ہے اور اس میں کس طریق پر آزادی رائے کے مظاہرے ہوتے ہیں اور ویسے بھی یہ بات ہر ایک واقف حال کو معلوم ہے کہ قادیانی مجلس مشاورت ایک ڈھونگ ہے جو بعض نسبتاً آزادی پسند محمودی نوجوانوں کو مبتلائے فریب رکھنے کیلئے رچایا جاتا ہے۔

"الفضل" کے یہ الفاظ کہ حضرت نبی کریمؐ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اعتراض کرنیوالوں کو کبھی برداشت نہیں کیا گیا کس قدر غلط ہیں ہم بارہا تاریخ اسلامی سے متعدد مستند واقعات پیش کر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے کرتے پر مجمع عام میں ایک بدوی نے اعتراض کیا حضرت عمرؓ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کئے بغیر اس کا جواب دیکر اپنی پوزیشن صاف کی۔ مہر کے تعین کے متعلق بھری مجلس میں ایک عورت نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا جس پر انہوں نے نہ صرف اپنا حکم واپس لے لیا بلکہ اپنی غلطی اور عورت کے اعتراض کی معقولیت کو واضح الفاظ میں تسلیم فرمایا لیکن ہمارا معاصر یہی کہے جا رہا ہے کہ اعتراض کرنیوالوں کو کبھی برداشت نہیں کیا گیا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ قادیان کی طرح نام کے خلیفہ نہ تھے صاحب حکومت و اختیار اور بہت بڑی سلطنت کے فرمانروا تھے اگر اسلام کی تعلیم یہی ہوتی کہ خلفاء پر اعتراض کرنیوالوں کو برداشت نہ کرنا چاہیئے تو وہ جواب دینے اور اپنی پوزیشن صاف کرنے بلکہ اپنے احکام واپس لینے کی بجائے بڑی آسانی کیساتھ معترضین کو مناسب سزا دے سکتے تھے۔ یہ واقعات اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ خلفاء پر مناسب طریق پر اعتراضات کئے جاسکتے ہیں اور وہ جواب دینے کے پابند ہیں۔ خلفائے راشدین پر اعتراض ہوتے رہے اور وہ ان اعتراضات کے جوابات دیتے رہے ——— ان تمام روشن تاریخی حقائق کو "الفضل" کی پیر پرستانہ کوشش اور "خلیفہ" قادیان کے الٹے سیدھے دعاوی چھپا نہیں سکتے۔

ہمارے محولہ بالا شذرہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اسلامی آزادی رائے کے مطابق خلفاء پر اعتراض و احتساب ہو سکتا ہے اور خلیفہ جائز و معقول اعتراضات کا جواب دینے اور اپنی پوزیشن صاف کرنیکا پابند ہے لیکن "الفضل" نے اس سیدھی سادھی بات کو اسلامی تعلیمات کی مخالفت اور پوپ ازم کی حمایت کے جوش میں کس قدر غلط طریق پر اپنے صفحات میں پیش کیا ہے ہمارے شذرہ کا ایک حصہ نقل کرنیکے بعد لکھتا ہے:

"گویا "پیغام صلح" کے نزدیک اسلام نے آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا جو حق دیا ہے اسکا تقاضا یہ تھا کہ خلفائے اسلام پر ہر شخص اعتراض کرتا رہتا ہے (ایضاً)"

جی نہیں بلکہ ہماری گذارش کا یہ مطلب ہے کہ قوم اور افراد قوم کو خلیفہ پر جائز اعتراض و احتساب کا حق حاصل ہے اگر کسی کو خلیفہ کے کسی فعل اور طرز عمل سے متعلق کوئی شکایت و اعتراض پیدا ہو تو وہ اسے مقررہ و مناسب طریق پر پیش کر کے اسکے جواب اور اصلاح کا مطالبہ کر سکتا ہے خلیفہ کا فرض ہے کہ اعتراضات کا جواب دے اور جائز شکایات کا ازالہ کرے ——— اسلام کے اندر خلیفہ کی حیثیت خدائی فوجدار اور شتر بے مہار کی نہیں بلکہ وہ دوسروں کی طرح ہی نظام و ضابطہ کا پابند ہے۔

اسکے بعد غلط بیانی و تحریف کے کمالات کا مظاہرہ ان الفاظ میں ہوتا ہے:

"ان افراد (جماعت لاہور) کے نزدیک آزادی رائے یہ ہے کہ انسان اسلامی اخلاق و آداب اور مذہب کی عائد کردہ قیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جو جی میں آئے کہتا چلا جائے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ آزادی نہیں۔۔۔ اسلام بیشک حریت ضمیر کا مدعی ہے مگر کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ بڑی سے بڑی شخصیت کیخلاف زبان اعتراض دراز کیجا سکے اور جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں پر کئی قسم کی قیود عاید کر رکھی ہیں حتیٰ کہ عضو عضو پر پابندی عائد ہے" ۔۔۔ (ایضاً)

ہمارا شذرہ اور اس موضوع کے متعلق گذشتہ تمام تحریریں مطبوعہ موجود ہیں ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ ہم نے کہیں بھی نہیں لکھا کہ "۔۔۔ آزادی رائے اسلامی اخلاق و آداب اور مذہب کی عائد کردہ قیود کو توڑنے کا نام ہے" خلفاء پر اعتراض کیوقت ان قیود کو نظر انداز کر دینا چاہیئے خلفاء پر اعتراض کے وقت کیا بلکہ ہر حالت میں ہر مسلمان کو اسلامی اخلاق و احکام کا پابند رہنا چاہیئے۔ ہماری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ مقررہ و مناسب طریق پر خلفاء پر اعتراضات کئے جاسکتے ہیں اور انکی ذات پابندی ضابطہ اور احتساب سے بلند نہیں ہے۔ جو اصلی یا نقلی خلیفہ یہ کہتا ہے کہ مجھ پر سچے اعتراضات کرنیوالا بھی تباہ ہو جائیگا وہ اسلامی آزادی رائے اور آزادی ضمیر کا دشمن اور منصب خلافت کے ناقابل ہے۔

ہاں اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہیں گے اگر کسی کو خلیفہ کے چال چلن و دیانت پر اعتراض ہو اور وہ اس بات کا مدعی ہو کہ میں خلیفہ کے بعض شرمناک افعال کا ثبوت دے سکتا ہوں تو اس کو محض اخلاق کے نام پر اعتراض پیش کرنے سے نہیں روکا جاسکتا ہے۔ اخلاق حسنہ اصلاح اعمال کا ذریعہ ہیں انکے نام پر بدکاری اور فسق و فجور کیلئے پناہ اور آڑ مہیا نہیں کی جاسکتی ہے خواہ کس قدر ہی محتاط اور شستہ الفاظ استعمال کئے جائیں شرمناک افعال کا ذکر بہرحال شرمناک افعال کا ذکر رہے گا وہ پاکبازی اور تقوٰی کی سرگذشت نہیں بن سکتا۔ نیک چلنی، معصیت و نفس پرستی کے فرق کو بڑی سے بڑی قوت بیانیہ بھی دور نہیں کر سکتی ——— ہاں یہ ضروری ہے کہ اگر اعتراض غلط نکلیں یا معترض شریر و بہتان طراز ثابت ہو تو اسکو احکام شریعت کے مطابق سزا دیجائے اور ہرگز اس کا لحاظ نہ کیا جائے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے مسلمانوں پر کئی قسم کی قیود عائد کر رکھی ہیں مگر خلیفہ بھی مسلمان ہی ہوتا ہے، وہ بھی ان قیود کا پابند ہے اسلام نے اسکو ضابطہ و احتساب سے بالاتر قرار نہیں دیا جس طرح عام مسلمانوں کے تمام اعضاء پر پابندیاں عائد ہیں اسی طرح خلیفہ کے اعضاء پر بھی پابندیاں عائد ہیں اسکے اعضاء ناجائز افعال کیلئے آزاد نہیں ہیں اگر وہ ایسے افعال کا مرتکب ہو تو قوم اور افراد قوم کو اعتراض و احتساب کا حق ہے بلکہ اس حالت میں انکا فرض ہے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کے نام کھلی چٹھی!

اُن کے خطبہ جمعہ مندرجہ "الفضل" ۴ جولائی ۱۹۴۸ء کے متعلق چند ضروری باتیں

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

مکرم معظم میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں یہ چٹھی براہ راست آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اس لئے کہ آپ کے اخبار "الفضل" ۴ جولائی سے یہ معلوم ہوا کہ میری پہلی تحریریں جن میں تین ماہ کے عرصہ میں آپ کو مخاطب کر رہا تھا وہ آپ نے نہیں پڑھیں حالانکہ ایسے اخبار میں رجسٹری کروا کر بھی آپ کی خدمت میں بھجوا تا رہا اور آپ کے سامنے جو کچھ آیا۔ وہ آپ کے اپنے الفاظ میں کوئی خلاصہ تھا۔ "میرے سامنے اخبار پیغام صلح کے ایک مضمون کا ایک خلاصہ پیش کیا گیا"

خلاف اخلاق اور قابل تعجب طرز عمل

مجھے اس بات پر تعجب بھی ہے کہ میری اصل تحریروں کو آپ نے کیوں نہیں پڑھا۔ جب وہ آپ کے اپنے چیلنج مندرجہ اخبار "الفضل" ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء کے جواب میں تھیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھتے تھے کہ دوسرے کی تحریر پڑھنا بھی آپ نہیں چاہتے تھے تو پھر چیلنج ہی کیوں دیا تھا اور جب آپ نے مجھے ایک چیلنج دیا تھا تو آپ کا فرض تھا کہ آپ میرے جواب کو پڑھتے۔ دنیا میں آخر کوئی اخلاقی قوانین بھی ہیں۔ اور بحیثیت ایک انسان ہونے کے آپ ان سے بالا تر نہیں۔ آپ ایک چیلنج دیتے ہیں۔ اس کا جواب رجسٹری کرا کر آپ کو بھیجا جاتا ہے۔ آپ اسے نہیں پڑھتے۔ پھر اس کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ پھر نہیں پڑھتے۔ پھر تیسری بار لکھا جاتا ہے اور پھر اخبار رجسٹری کرا کر بھیجا جاتا ہے۔ پھر نہیں پڑھتے اور آخر تین ماہ بعد بھی صرف ایک خلاصہ کو دیکھنا آپ کو گوارا ہوا وہ بھی شاید کسی بیرونی تحریک پر۔ حالانکہ میری تینوں تحریریں بھی اکٹھی کی جائیں تو آپ کے ایک خطبہ کی طوالت کو نہ پہنچیں۔ بہر حال اب یہ چٹھی براہ راست آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ یہ ساری آپ کی نظر سے گذرے۔

آپ کا اصل چیلنج مندرجہ "الفضل" ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء

خطبہ مندرجہ "الفضل" ۴ جولائی کا بیشتر حصہ آپ نے ثالثوں کی بحث پر صرف کر دیا ہے اور اصل مضمون کو چھوا تک نہیں۔ آپ کا اصل چیلنج مندرجہ اخبار ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء یہ تھا کہ:-

ثالثوں سے یہ فیصلہ کرایا جائے کہ میرا اور آپ کا عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں آپ کے منصب کے متعلق کیا تھا۔ اور آپ نے یہاں تک لکھا تھا کہ:-

"اگر ثالث یہ فیصلہ کر دیں کہ مولوی صاحب کا عقیدہ پہلے بھی وہی تھا جو اب ہے تو ہم مان لیں گے کہ وہ صحیح کہتے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اس فیصلہ کی طرف کبھی نہیں آئیں گے"

میں نے آپ کے چیلنج کو آپ کی توقع کے خلاف منظور کر لیا مگر میں نے آپ کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور آپ کے چیلنج کو منظور کر لیا۔ صرف اس قدر اضافہ کے ساتھ کہ جہاں ثالث یہ فیصلہ کریں کہ میرا عقیدہ کیا تھا اور آپ کا عقیدہ کیا تھا وہ یہ بھی فیصلہ کر دیں کہ:-

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا عقیدہ کیا تھا؟

ظاہر ہے کہ جو ثالث یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ محمد علی کا عقیدہ کیا تھا اور محمود احمد کا عقیدہ کیا تھا۔ وہ یہ بھی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا عقیدہ کیا تھا مگر میں ثالثوں کی بحث کو سر دست چھوڑتا ہوں۔ تاکہ اصل موضوع جو زیر بحث آنا چاہئے وہ پہلے طے ہو لے۔ جب تک اس کی طرف آپ توجہ نہ کریں ثالثوں کی بحث سے اخبار کے صفحات سیاہ کرنے کے سوائے کچھ حاصل نہیں۔ اس لئے میں پہلے اصل موضوع بحث کو لیتا ہوں

میرے مطالبہ کا آپ نے ذکر کیوں نہیں کیا؟

آپ کے اس نئے خطبے میں پھر وہی ذکر ہے کہ بحث اس بات پر ہو کہ میرا عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں کیا تھا اور آپ کا کیا تھا۔ اور میرا مطالبہ کہ یہ بھی بحث ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا عقیدہ کیا تھا اس کا ذکر تک نہیں بلکہ اشارہ تک نہیں۔ کہ میں نے بھی کوئی مطالبہ کیا ہے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ میرا اور اپنا عقیدہ معلوم کرنے کیلئے خود چیلنج دیتے ہیں۔ اور اسی بحث کے لئے وقت نکال سکتے ہیں بلکہ ثالثوں سے اس کا فیصلہ کرانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مگر

حضرت مسیح موعود کا اپنا عقیدہ

معلوم کرنے سے، اس پر بحث کرنے سے آپ اس قدر دور بھاگتے ہیں کہ اس بات کا آپ ذکر تک بھی نہیں کرتے۔

اس خاموشی کی وجہ کیا ہے؟

آخر اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ میں نے آپ کا چیلنج منظور کیا۔ میں نے یہ کہا کہ بے شک میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں جو میرا یا آپ کا عقیدہ تھا اس پر بحث ہو جائے لیکن اس کے ساتھ ہی اس پر بھی بحث ہو جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا عقیدہ کیا تھا۔ مگر تین ماہ خاموشی میں ٹال کر آخر آپ نے میرے جواب کا ذکر کیا تو میرے مطالبہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ آپ یہ تو کہہ سکتے تھے کہ فلاں وجہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے عقیدہ پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اس سے اس طرح گریز کرنا کہ اس کا ذکر تک بھی نہ ہو جائے تعجب ہے اور سوائے اس کے اس سے کوئی شخص کیا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ آپ کو ڈر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کی بحث سے آپ کے عقائد کی عمارت گر جائے گی۔

آپ حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد پر بحث سے کیوں ڈرتے ہیں؟

آپ خدا کے لئے غور کریں کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ میرے اور اپنے عقائد معلوم کرنے کیلئے اس قدر زور شور سے چیلنج دیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے عقائد معلوم کرنے سے آپ اس قدر گھبراتے ہیں کہ میری اس تحریر کا ذکر تک نہیں کرتے۔ آپ مجھ سے یہ دریافت کر سکتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد سے ہمیں کیا واسطہ ہے۔ اور ان کے معلوم کرنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ یہ کافی ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں میرا اور آپ کا کیا عقیدہ تھا۔ آپ تو اس بات کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتے۔ آخر کچھ وجہ تو ہے کہ حضرت مسیح موعود کے عقائد پر بحث کرنے سے آپ ڈرتے ہیں۔

میں اس مطالبہ پر کیوں زور دیتا ہوں؟

اور میں آپ سے عرض کر دوں کہ میں اس پر کیوں زور دیتا ہوں کہ آپ کے اور میرے عقائد پر بحث سے کوئی لمبا چوڑا فائدہ نہیں۔ جماعت کا فائدہ اس میں ہے کہ حضرت مسیح موعود کے عقائد پر بحث ہو کر اس کا صحیح علم جماعت کو ہو جائے اور اب تو مجھے بتانے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ اپنے اس نئے خطبہ میں آپ نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ آپ کے جماعت کے عقیدہ کا کوئی اثر آپ کے عقیدہ پر نہیں پڑ سکتا۔ تو اسی طرح آپ کے عقیدہ کا اثر آپ کی جماعت کے عقیدہ پر نہیں پڑنا چاہئے۔ آپ کے الفاظ نقل کرتا ہوں

"مجھے شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ کے سامنے میرے عقائد کے متعلق کوئی دوسرا شخص جوابدہ ہو سکے گا"

"عقیدہ کے معنی تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کہا ہے اور ہماری جماعت میں سے ان کے چنے ہوئے پانچ آدمی تو درکنار اگر سو فیصدی جماعت بھی اس کے خلاف فیصلہ کرے تو میں کبھی نہیں مانوں گا بلکہ صاف کہہ دونگا کہ تم لوگ جدھر مرضی ہے جاؤ۔ میرا عقیدہ یہی رہے گا"

دونوں جماعتیں صرف حضرت مسیح موعود کے عقیدے کی پابند ہیں

تو اب غور فرمائیے کہ اگر آپ کی جماعت کے سو فیصدی آدمی بھی آپ کے عقیدہ کو غلط کہہ دیں تو آپ اس کے ماننے کیلئے تیار نہیں تو جس طرح آپ ان کے عقیدہ کے پابند نہیں۔ وہ بھی آپ کے عقیدہ کے پابند نہیں۔ یہ تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ آپ تو اپنی سو فیصدی جماعت کے عقیدہ کے پابند نہیں۔ لیکن سو فیصدی جماعت آپ کے عقیدہ کی پابند ہے۔ کیونکہ آپ نے صفائی سے تسلیم کر لیا ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدہ کا آپ ذمہ دار ہے۔ اور زید کا کیا عقیدہ ہے اس سے بکر پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ خواہ وہ اس کا بھائی ہو تو فرمائیے کیا میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں یا نہ کہ میں بھی اپنی جماعت کے سو فیصدی عقیدہ کا پابند نہیں۔ نہ میری جماعت میرے عقیدہ کی پابند ہے۔ اب دونوں جماعتوں کی یہ حالت ہوئی کہ نہ میری جماعت میرے عقیدہ کی پابند ہے اور نہ آپ کی جماعت آپ کے عقیدہ کی پابند ہے۔ تو میرا اور آپ کا عقیدہ معلوم کرنے سے حاصل کیا ہوا۔ کیا اس پر بحث تضیع اوقات ہے یا نہیں؟

لیکن دونوں جماعتیں حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدہ کی پابند ہیں غالباً اس سے آپ انکار نہ کریں گے تو آپ کیوں اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ جن دو آدمیوں کے عقیدہ کی پابند ان کی جماعتیں نہیں۔ ان کے عقائد معلوم کرنے کیلئے آپ چیلنج بھی دیتے ہیں بحث کو بھی تیار ہوتے ہیں ثالثوں سے فیصلہ لینے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔ لیکن

جس کے عقیدہ کی دونوں جماعتیں پابند ہیں

اس پر بحث کرنے کیلئے جب آپ کو چیلنج دیا جاتا ہے تو آپ اس سے اس قدر گریز کرتے ہیں کہ آپ اس کا نام بھی نہیں لیتے۔ ذکر تک نہیں کرتے۔

میرے اور آپ کے عقائد پر بحث بے سود ہے

اب اگر آپ اپنی ہی تحریر یا تقریر "الفضل" ۴ جولائی پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے جو کچھ (۲۳ مارچ کے "الفضل" میں) چیلنج دیا تھا کہ میرے اور آپ کے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے عقائد بذریعہ بحث و ثالثان معلوم کئے جائیں وہ محض ایک بے سود بحث تھی اور اس سے فائدہ کوئی مترتب نہ تھا۔ لیکن میں نے اس چیلنج کو اسی لئے منظور کیا کہ اگر میں بھی وہی بات کہتا جو آپ نے اب خود کہہ دی ہے کہ نہ میرے عقیدہ کی پابند میری جماعت ہے۔

نہ آپ کے عقیدہ کی پابند آپ کی جماعت ہے، تو آپ کہنے کہ دیکھو یہ بھاگ گیا۔ اور اس بحث سے خائف ہے۔ اس لئے بحث نہیں کرتا۔ اس لئے میں نے صرف آپ کی خوشی کیلئے اسے قبول کر لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جو اصل حقیقت تھی اس کی طرف آپ کو متوجہ کیا۔ کہ

اگر عقیدہ معلوم کرنا ہے تو حضرت مسیح موعود کا معلوم کیجئے
اگر بحث کرنی ہے تو حضرت مسیح موعود کے عقیدہ پر کیجئے

مگر آپ اس سے خائف ہیں۔ بلکہ اس قدر خوفزدہ ہیں کہ مسیح موعود کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ میں اور آپ، میری ساری جماعت۔ آپ کے سارے مخلص مریدین اور منافقین اور معترضین اور تنظیمی مبائعین حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدہ کے پابند ہیں۔ مگر آپ میرے ساتھ بحث کے لئے، میرا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے بحث کیلئے تیار۔ اپنا عقیدہ معلوم کرنے کیلئے بحث کیلئے تیار۔ اور یہ باوجود اس بات کے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بحث محض بے سود ہے بلکہ محض ایک دل لگی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ معلوم کرنے کیلئے جس سے دونوں جماعتوں پر کچھ اثر پڑے بحث سے آپ بھاگ رہے ہیں اور تعجب ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں میرا اور اپنا عقیدہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، مگر خود حضرت مسیح موعود کا عقیدہ معلوم کرنے سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔

زمانہ مستقبل کا مؤرخ اس واقعہ سے کیا نتیجہ نکالے گا؟

آپ یہ نہ سمجھیں کہ مرید تو آنکھیں بند کرکے ہاں میں ہاں ملاتے جائیں گے۔ آپ ہی غور کیجئے کہ جب کوئی تاریخ نویس آپ کی "خلافت" کی تاریخ لکھے گا تو وہ اس واقعہ سے کیا نتیجہ نکالیگا۔ یہی نہ کہ (۱) آپ نے اپنا عقیدہ معلوم کرنے کیلئے بحث کیلئے چیلنج دیا۔ (۲) میرا عقیدہ معلوم کرنے کیلئے بحث کیلئے چیلنج دیا۔ حالانکہ آپ کو یہ مسلم تھا کہ نہ آپ کے عقیدہ کی پابند آپ کی جماعت ہے نہ میرے عقیدہ کی پابند میری جماعت ہے۔ لیکن (۳) حضرت مسیح موعود کا عقیدہ معلوم کرنے کیلئے بحث سے آپ نے گریز کیا۔ حالانکہ آپ کو یہ امر مسلم تھا کہ دونوں جماعتیں حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدہ کی پابند ہیں۔

اس بحث سے آپ کے گریز کی اصل وجہ

اور میں یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ آپ اس بحث سے کیوں گریز کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ نے زمانے کو عقیدہ تو ایک بنا لیا۔ اور مریدوں نے آنکھیں بند کرکے اسے مان لیا اور لا تقربوا الصلوٰۃ کی طرح آپ نے اپنے مطلب کے چند حوالے بھی قطع و برید کرکے یاد کر لئے۔ اور کرا دیئے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ بحث میں اول تو آپ کو اپنا عقیدہ صفائی سے ظاہر کرنا پڑیگا۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ آپ کے بعض مرید اندر اندر یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے اپنے اس عقیدہ سے جو "آئینہ صداقت" کے صفحہ ۳۵ پر یوں مذکور ہے "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں" رجوع کر لیا ہے اور وہ ثقہ لوگ ہیں ممکن ہے آپ نے یا آپ کے بعض مریدین نے انہیں ایسا کہہ دیا ہو۔ لیکن دوسری طرف دوسرے مریدین علی الاعلان "الفضل" میں لکھ رہے ہیں کہ آپ کا عقیدہ اب بھی یہی ہے کہ آپ روئے زمین کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج مانتے ہیں۔ اور آپ دونوں باتوں کو خاموشی سے سن رہے ہیں۔ لیکن بحث میں اگر آپ کو یہ بات صاف کرنا پڑیگی کہ آپ "آئینہ صداقت" والے عقیدہ پر قائم ہیں۔ یا اس سے رجوع کر لیا ہے۔

آپ نے حضرت مسیح موعود کے کھلے مسلک کو بدل دیا ہے

لیکن اس سے زیادہ مشکل جو آپ کو نظر آتی ہے۔ وہ اس عقیدہ کو حضرت مسیح موعود کا عقیدہ ثابت کرنے کی ہے۔ یہ بحث کا موقع نہیں۔ لیکن میں ایک بات آپ کو کہہ دینا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے ہی آپ کی اور آپ کے پیچھے آنکھیں بند کرکے چلنے والوں کی ہدایت کا موجب بنا دے۔ کہ آپ تو میری تبدیلی عقیدہ کو روتے ہیں۔ لیکن آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے کھلے مسلک کو ایسا تبدیل کر دیا ہے کہ "خیرہ امم از بر چشم بندیٔ خدا" کا نظارہ نظر آ جاتا ہے۔

آپ غیر احمدیوں کو کافر اور ان کے جنازہ کو ناجائز سمجھتے ہیں

آپ اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ آپ چونکہ کل غیر احمدیوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ خواہ ان کو یہ بھی خبر نہ ہو کہ کوئی شخص دنیا میں ایسا بھی ہوا ہے۔ جس نے مسیح موعودؑ ہونے کا یا آپ کے زعم کے مطابق نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے آپ کسی غیر احمدی کا جنازہ کسی صورت میں درست نہیں سمجھتے حتیٰ کہ غیر احمدیوں کے شیر خوار بچے کا جنازہ بھی جائز نہیں سمجھتے اور اس کی دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ کیا ہم عیسائیوں اور ہندوؤں کے شیر خوار بچوں کا جنازہ پڑھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ غیر احمدیوں کے جنازے جائز سمجھتے تھے

تو اسی قدر یقینی یہ بات بھی ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ غیر احمدیوں کے جنازے کو جائز سمجھتے تھے اور ایسے جنازوں کے فتوے آپ نے دیئے ہیں اور خود بھی ایسے جنازے پڑھے ہیں۔ تو آپ ان لوگوں کو کافر نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ اب یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ ابھی حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے لوگ ہر جماعت میں زندہ ہیں۔ آپ لاہور کی جماعت کے ایسے بزرگوں کو، سیالکوٹ کی جماعت کے ایسے بزرگوں کو، شملہ کی جماعت کے ایسے بزرگوں کو، خود قادیان کی جماعت کے ایسے بزرگوں کو قسم دے کر پوچھیں کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بلکہ آپ کی گدی نشینی تک وہ غیر احمدیوں کے جنازے حضرت مسیح موعود کے فتوے کے ماتحت پڑھتے تھے یا نہیں۔

آپ قسم کھا کر بتائیں

آپ خود قسم کھا کر بیان شائع کریں کہ کیا آپ کے علم میں ایسے جنازے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں پڑھے جاتے تھے یا نہ۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ کبھی ان بزرگوں سے یہ شہادت لینا پسند نہ کریں گے کیونکہ آپ کے عقائد کی ساری عمارت اس ایک بات سے ہی جس کا انکار نہیں ہو سکتا گر جاتی ہے اور وہ بزرگ بھی باوجود اس علم کے کہ ایسا ہوتا تھا آپ کی خوشی کو خدا کی خوشی پر مقدم کرکے میرے کہنے پر شہادت حقہ کا اظہار نہیں کریں گے۔ لیکن چلئے آپ ہی اس بات کا انکار کر دیں اور لکھ دیں کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں غلط ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی زندگی میں لاہور میں، سیالکوٹ میں، شملہ میں، خود قادیان میں کسی غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ آپ کی ساری جماعت میں سے ایک شخص ہی انکار کر دے۔ اور اگر آپ یا آپ کی ساری جماعت میں سے کوئی فرد واحد اس کا انکار نہیں کر سکتا اور میں جانتا ہوں کہ نہیں کر سکتا تو یہ سو فیصدی شہادت خود آپ کی اور آپ کے مریدوں کی کم سے کم اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے مسلک کو تبدیل کر دیا ہے۔

آپ نے عقیدہ خود تبدیل کیا اور الزام مجھے دیتے ہیں

خدارا اکیلے ہو کر سوچیں کہ حضرت مسیح موعود کے مسلک کو تو آپ علی الاعلان تبدیل کریں اور اپنی ساری جماعت کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر کریں۔ اور تبدیلی عقیدہ کا الزام مجھ پر دیں۔ کیا آپکا یہ الزام

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اسی پر تو نہیں لگتا۔ اگر یہ خدا کی طرف سے الہام ہے تو یقیناً اسی موقعہ کے لئے ہے۔ یہ تو بکلی چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد والا معاملہ نظر آ رہا ہے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کے تیئیس ۲۳ سالہ کھلے مسلک کو تبدیل کر دیں اور الزام مجھ پر دیتے جائیں کہ محمد علی نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔

کاش آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کو مانیں

ہاں آپ کی جماعت کی سو فیصدی شہادت کے ساتھ کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کو تبدیل کر دیا ہے۔ میں سو فیصدی شہادت حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں اور فتاویٰ کی پیش کرتا ہوں۔ اگر جماعت کی ایسی خاموش گواہی کے سامنے (بولنے سے آپ نے انہیں روکا ہوا ہے) آپ سر نہیں جھکاتے۔ اور آپ نے لکھ دیا ہے کہ اگر آپ کی جماعت کے سو فیصدی آدمی بھی آپ کے عقیدہ کو غلط قرار دیں تو آپ نہیں مانیں گے (ٹھیک ہے اولوالعزمی اسی کا نام ہے) تو حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے سامنے ہی سر جھکا دیں۔ ورنہ جس کی خلافت کا دعویٰ ہے اسی کی بغاوت اختیار کرنا۔ اس کے فیصلوں کے خلاف چلنا۔ اس کے عقائد کی تردید کرنا روحانی فرزندیت سے اپنے آپ کو خارج کرنا ہے۔ جسمانی خلافت کیا کام دے گی جب روحانیت کا تعلق منقطع ہو گیا۔ آپ ناراض نہ ہوں یہ واقعات ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے چار فتوے

لیجئے چار تحریری گواہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں:۔

پہلا فتویٰ۔ وہ خط جس کا اعتراف آپ تحریراً ایک سے زیادہ مرتبہ کر چکے ہیں۔ اور آخری دفعہ اسی "الفضل" ۲۳؍مارچ ۱۹۴۰ء میں جس میں مجھے چیلنج دیا تھا اس اعتراف کے ساتھ اپنی عاجزی کا اعتراف بھی بدیں الفاظ کر چکے ہیں:۔ "ایک شخص نے ایک خط میرے سامنے پیش کیا جو غیر احمدی کے جنازے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا لکھا ہوا تھا میں نے اسے دیکھ کر کہدیا کہ اس کا کوئی جواب میرے ذہن میں نہیں"۔

دوسرا فتویٰ۔ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۲ء مندرجہ "فتاویٰ احمدیہ"۔

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں۔ اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا تھا اور برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے"۔

تیسرا فتویٰ۔ بجواب خط میاں غلام قادر ساکن جیو دجل القلم مفتی محمد صادق صاحب "جو مخالف برا نہ بولتا ہو۔ اس کا جنازہ جائز ہے"۔

چوتھا فتویٰ۔ شرط معاہدہ از طرف احمدیاں موضع بھڈال ضلع امرتسر

"ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے"۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے قلم سے لکھا "بہت خوب اور مبارک ہے"۔

ان فتوؤں کے خلاف حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی حوالہ نہیں ہے

اس کے خلاف حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی فتوے عدم جواز جنازہ پر نہیں۔ گو آپ نے بلا سوچے سمجھے اس خطبہ میں جس میں سچ بولنے کی تاکید دوسروں کو کی تھی۔ یہ بے بنیاد دعویٰ کر دیا ہے:۔

"مگر بہرحال دوسرے حوالے ایسے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ آپؑ جائز نہیں سمجھتے تھے"۔

لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا کوئی حوالہ نہیں اور یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے قطعی غلط ہے۔ اور اس کے متعلق میں پہلے بھی آپ کو چیلنج دے چکا ہوں۔ اور اب پھر دیتا ہوں کہ آپ اپنی ساری جماعت کو اس تحقیقات اور تلاش میں لگا دیں۔ حوالے تلاش کرنے میں تو آپ کے آدمیوں کو خاص مہارت حاصل ہے لیکن "بعض حوالے" چھوڑ آپ ایک بھی ایسا حوالہ پیش نہ کر سکیں گے اور قیامت تک نہ کر سکیں گے۔

یہ گریز آپ کی کھلی شکست ہے

تو لیجئے کہ آپ کی اپنی اور آپ کی جماعت کی سو فیصدی شہادت ایک، اور حضرت مسیح موعود کے فتاوے کی سو فیصدی شہادت دو، یہ دو زبردست شہادتیں آپ کے عقیدہ کا بطلان کر رہی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود کے عقائد کے متعلق بحث سے گریز کر رہے ہیں۔ مگر شکست تو آخر شکست ہے چاہے ایک شخص میدان میں آنے سے انکار کر دے۔ کیونکہ وہ اپنی کمزوری کو جانتا ہے اور چاہے میدان میں آ کر شکست کھائے۔

آپ حضرت مسیح موعود کے مسلک سے بہت دور چلے گئے ہیں

اگر یہ اختلاف محض فروعی باتوں پر ہوتا۔ تو میں اس کا ذکر بھی نہ کرتا۔ آپ مجھ سے ناواقف نہیں۔ قادیان کے آدمی مجھ سے ناواقف نہیں، جماعت کے اکثر پرانے آدمی مجھے جانتے ہیں۔ میری زندگی قادیان میں بھی گوشہ گزینی کی رہی ہے۔ مباحثات کا مجھے شوق نہیں۔ میں نے آج تک کبھی کوئی مباحثہ کیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ حضرت مسیح موعود سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ ہاں خود اسلام سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ اور آپ خود ہی نہیں نکلے ایک جماعت کو بھی اسی قدر دور پھینک دیا ہے۔ کہ وہ آپ کے مسلک کو حضرت مسیح موعود کے کھلے مسلک کے خلاف جانتے ہوئے مسیح موعود کو چھوڑ کر آپ کی اتباع کر رہے ہیں۔ آہ! اچھے اچھے آدمیوں کو آپ نے کس طرح گمراہ کر دیا۔ اے خدا تو ہی اس جماعت کو ہدایت دے کہ تا ان کے اندر اس قدر جرأت ایمانی پیدا ہو کہ وہ مامور کی باتوں کے سامنے غیر مامور کی باتوں کو مادون السعال کی طرح پھینک دیں۔

آپ نے شریعت محمدیہ کو بدل دیا ہے

آپ اس بات کے قائل نہیں ہے کہ کوئی کافر آج کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے اقرار سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ یہ وہ بات تھی جس پر شریعت محمدیہ کی بنیاد تھی لیکن مسیح موعود تو ایک طرف، آپ آج شریعت محمدیہ کی بھی پروا نہیں کرتے۔ بیشک غور کر لیں۔ آپ نے شریعت محمدیہ کو بدل دیا ہے آپ کی شریعت اب محمد رسول اللّٰہ صلعم کی شریعت نہیں رہی۔ اس لئے کہ محمد رسول اللّٰہ صلعم کی شریعت کا بنیادی پتھر یہ تھا کہ شہادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمداً رسول اللّٰہ اسلام کا بنیادی اصول ہے

اسلامی شریعت کی رو سے ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے

آپ کی شریعت کا بنیادی اصول ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت پر ایمان۔ آپ نے لوگوں کو ایک مغالطہ میں ڈال رکھا ہے کہ کلمہ کے اقرار سے رسمی مسلمان ہوتا ہے یہ محض ایک دھوکا ہے۔ آپ اس کو مسلمان نہیں سمجھتے اور قطعاً نہیں سمجھتے، پکا کافر سمجھتے ہیں۔ دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس کا جنازہ جائز نہیں سمجھتے۔ آپ کی شریعت کی رو سے وہ مسلمان نہیں ہوا۔ خدارا ان الجھنوں میں ڈال کر لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ لفظ مسلم ہماری شریعت کا لفظ ہے۔ یہ نام خود قرآن شریف نے ہمیں دیا ہے کسی رسم و رواج کے ماتحت یہ نہیں رکھا گیا تھا بات کو صاف کریں۔ کیا آپ کے نزدیک شریعت کی رو سے وہ شخص مسلمان ہو جاتا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا اقرار کرے۔ شریعت اسلام کی رو سے محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی شریعت کی رو سے قرآن و حدیث کی رو سے تو اسلام کی بنیاد یہی کلمہ تھی اور قیامت تک رہیگی۔ اور جو شخص اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

آپ بہاء اللّٰہ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں

مگر آپ کی نئی شریعت کی رو سے وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ مسلمان اس وقت ہوتا ہے۔ جب حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ تو غور فرمائیں کہ آپ کی شریعت محمد رسول اللّٰہ صلعم کی شریعت سے الگ ہوئی یا نہ۔ اور شریعت الگ ہے۔ تو دین بھی الگ ہوا۔ آپ بہاء اللّٰہ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نقش قدم پر نہیں چل رہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کے مذہب کو بدل کر خود حضرت مسیح موعود کو بدنام کر دیا ہے۔ اس وقت بھی اپنے قدم کو سنبھالیں مسیح موعود کی مخالفت کو چھوڑ کر عاجزانہ طور پر خدا کی رضا کو مقدم کریں۔

آپ کی ایک اور غلطی کا ازالہ

آپ ایک اور غلطی میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں۔ اگر آپ میرے اور اپنے عقائد کو ہی معلوم کرنے کیلئے بحث کرنا چاہتے ہیں تو وہ بحث یہ نہیں ہوگی۔ کہ میں نے یا آپ نے لفظ نبی کو حضرت مسیح موعود کیلئے استعمال کیا یا نہیں۔ کیونکہ یہ لفظ تو خود حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ بلکہ وہ بحث یہ ہوگی کہ کیا میں یا آپ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آپ کو ایسا نبی مانتے تھے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی کافر اب مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کیا میں یا آپ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو کافر خارج از اسلام مانتے تھے۔ یا انہیں مسلمان ہی مانتے تھے اگر میرا یا آپ کا ایمان اس وقت بھی یہی ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا مسلمان ہونے کیلئے ضروری نہیں بلکہ آپ کے دعوے کے انکار سے بھی کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ ہاں یہ خدا اور اس کے رسول صلعم کے حکم کی نافرمانی ضرور ہے۔ تو محض لفظ نبی کا استعمال مجاز اور استعارہ قرار پائے گا جیسا کہ حضرت صاحب نے خود اسے مجاز اور استعارہ قرار دیا ہے۔ اور آپ میدان مباحثہ سے اسی طرح خالی ہاتھ اٹھیں گے۔ جس طرح اب دلائل سے تہیدست ہونے کی وجہ سے اصل موضوع پر بحث کا رخ نہیں کرتے۔

بحث سے میرا مقصد کیا ہے؟

میں ایک بات پھر دہرانا چاہتا ہوں میں آپ سے بحث کے ذریعے صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے علم میں یہ باتیں آ جائیں کہ آپ کس طرح حضرت مسیح موعود کے مسلک کے خلاف چل رہے ہیں۔ اور توجہ دلانے کے باوجود توجہ نہیں کرتے۔ شاید ان میں بہت سی سعید روحیں ہوں۔ جن کے لئے یہ امر موجب ہدایت ہو جائے۔

ایک سادہ اور سہل تجویز

اس لئے میں نے تو یہاں تک بھی لکھا تھا کہ چند گنتی کے سوال جن کو آپ اہم سمجھتے ہیں۔ مجھ پر کریں۔ آپ کا اختیار ہے۔ کوئی سوال کریں یا وہ بھی کریں جن کو آپ میری مفروضہ تبدیلی عقیدہ پر دلیل سمجھتے ہیں۔ میں اسی قدر سوال آپ پر کرونگا پہلے یہ دونوں سوال "الفضل" اور "پیغام صلح" میں شائع ہو جائیں۔ پھر ایک ایک کر کے ان کے جواب دونوں اخباروں میں شائع ہوتے رہیں۔ اس طرح آسانی سے دونوں جماعتوں کے سامنے ہم دونوں کے دلائل آ جائیں گے۔ پھر جو شخص جو مسلک چاہے اختیار کرے۔ آپ کے عقائد کو صحیح تسلیم کرے یا میرے عقائد کو۔ اس کی ذمہ داری خود اسی پر ہوگی۔ کیونکہ دونوں طرف کے دلائل اس نے دیکھ لئے ہوں گے۔ میں اور آپ دونوں اس بارے میں عند اللّٰہ بری الذمہ ہوں گے کہ ہم نے اپنی اپنی جماعت کو دوسرے کے دلائل سے ناواقف نہیں رکھا۔

آپ یہ تجویز مان لیں تو میں ثالثوں کے مطالبہ کو چھوڑ دونگا

اگر آپ اس قدر بات بھی مان لیں تو میں ثالثوں کے مطالبے کو بھی چھوڑ دوں گا جس کو آپ میرا اتیئیس سالہ مطالبہ بتاتے ہیں۔ مگر جس کو اب آپ خود پیش کر کے پھنس گئے ہیں۔ اور انصافاً آپ کیلئے کوئی گنجائش نہیں رہی کہ اب آپ اس مطالبہ کو ٹال سکیں۔

آپ کے مرید بھی آپ کے دلائل کو کچا سمجھتے ہیں

میں اس پر زور اس لئے دیتا رہا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کے اپنے مرید بھی آپ کے دلائل کو کچا سمجھتے ہیں۔ اور جب حضرت مسیح موعود کے زمانے کے پرانے بزرگوں کو یا اور سمجھدار اشخاص کو علاوہ دیگر دلائل کے موازنہ کیلئے بٹھایا جائے گا تو اغلب ہے کہ ان میں سے کچھ نہ کچھ اس بات کو کھلے طور پر کہہ دینے کی جرأت بھی کر لیں جس کو اب کئی لوگ اندر اندر رکھتے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلا کہ مجھے آپ کے منافقوں کا کوئی علم ہو۔ یا ان منافقوں کو ثالث بنانے کا خیال ہو۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میں نے جاسوسی کا محکمہ رکھا ہوا ہے۔ یہ محض اپنے نفس پر قیاس ہے۔

لیکن بہرحال اگر آپ اس قدر بھی راضی ہو جائیں کہ آپ پر میں سوال کروں اور مجھ پر آپ سوال کریں۔ جو تعداد میں یکساں ہوں اور میرے اور آپ کے دونوں کے جواب مع سوالوں کے دونوں اخباروں میں چھپ جائیں۔ اور ضرورت ہو تو ان کے جواب الجواب بھی چھپ جائیں بشرطیکہ ہر جواب مثلاً دو یا تین ہزار الفاظ کے اندر ہو تا کہ فضول طوالت نہ ہو تو میں باقی تمام مطالبات کو چھوڑ دوں گا۔ جو خود آپ کے چیلنج کو پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس عرصہ میں اور اس عرصہ کے بعد بھی دونوں اخباروں میں ایک دوسرے کے خلاف بحث بند ہو جائے اور وہ سوالات اور جوابات ایک رسالے میں میرے اور آپ کے دستخطوں سے چھپ جائیں اور طالبان حق کیلئے وہی کافی سمجھا جائے۔

کیا آپ رضائے الٰہی کیلئے مصالحت کی راہ اختیار نہیں کر سکتے

آپ جانتے ہیں کہ سیاسی لوگوں میں بھی اختلاف ہوتے ہیں مگر وہ بھی حالانکہ خدا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ آپس میں ایک مصالحت کی راہ اختیار کر کے باوجود الگ الگ مسلکوں پر چلنے کے اپنی قوتوں کو ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں تو کیا جہاں دونوں طرف اس بات کے دعویدار ہوں کہ ہم خدا کی رضا کیلئے ایک کام کر رہے ہیں وہ آپس میں اتنی معمولی سی مصالحت کی راہ اختیار نہیں کر سکتے تا کہ ان کی قوت باہمی جھگڑوں سے بچ کر بہتر کام پر لگے

آپ کی جماعت ایک غلط راستے پر پڑی ہوئی ہے

آپ ہی غور فرمالیں کہ جس قدر آپ کی جماعت کا وقت ہمارے خلاف حوالوں کے نکالنے پر ضائع ہوتا ہے۔ اگر اتنا وقت وہ دہریت کیخلاف، عیسائیت کیخلاف، دوسرے عقائد باطلہ کیخلاف قرآن و حدیث سے حوالے نکالنے پر صرف کریں تو ان کا علم کس قدر ترقی کر جائے؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے اندر سے علم اسی لئے اٹھتا جا رہا ہے کہ ان کی توجہ ان علوم کی طرف نہیں رہی جن کی طرف حضرت مسیح موعود نے توجہ دلائی تھی۔ اور نہ مذاہب باطلہ کے مقابلہ کے اس مقصد عظیم کی طرف رہی ہے جو حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض تھی۔ اسلئے کہ وہ ایک غلط رستے پر پڑے ہوئے ہیں۔

میرا مطالبہ آپ کے لئے نقصان رساں نہیں ہے

میں آپ سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتا جس میں آپ کو نقصان ہو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے دلائل آپ کی جماعت کے سامنے آ جائیں اگر میرے دلائل کچے اور غلط ہوں گے تو آپ کی جماعت کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ آپ کی مریدی میں اور پکے ہو جائیں گے اور جو لوگ اختلاف عقائد رکھکر آپ کی بیعت میں شامل ہیں وہ بھی دل سے آپ کے ہمنوا ہو جائینگے — مجھے امید ہے کہ آپ میری اس ساری چٹھی کو خود ایک دفعہ پڑھ کر ضروری امور کے جواب دینے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔ خاکسار۔ محمد علی ۔ ڈلہوزی ۹ راگست ۱۹۴۰ء

(بقیہ صفحہ ۱)

داخل نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے کہ فضیلت تو اسی کی ہوگی جس نے آن کر محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کو منسوخ کر دیا اور دین کو تکمیل پر پہنچایا اور اپنی نبوت سے دنیا کو فیضان روحانیت پہنچا رہا ہے اور وہ بقول محمودیان حضرت مسیح موعود ہیں۔ مگر خوب یاد رکھو کہ یہ حضرت مسیح موعود پر افترا اور بہتان ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کا ملخص

آپ نے تو جو کچھ دعویٰ کیا تھا اس کا ملخص یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے فیضان سے آپ کا سچا اور کامل متبع امتی خدا سے ایسا تعلق پکڑ لیتا ہے کہ خدا اس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اسے اپنی ہمکلامی سے مشرف فرماتا ہے۔ اور بعض افراد کو کثرت مکالمہ مخاطبہ کا انعام اس قدر دیا جاتا ہے اور ان پر اس قدر اظہار غیبیہ کا اظہار ہوتا ہے کہ لغوی معنوں کی رو سے مجازی طور پر ان کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ یعنی وہ انعامات جو نبیوں پر ہوا کرتے تھے وہ آنحضرت صلعم کے سچے امتی اور کامل متبعین پر ظلی رنگ میں وارد ہوتے ہیں۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان بلند کا اظہار تھا کہ آپ کا فیضان روحانیت اس قدر زبردست ہے کہ اس سے انسان ان انعامات الٰہیہ کا مورد ہو جاتا ہے جو نبیوں پر ہوا کرتے تھے یعنی خدا اسے اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے سرفراز فرماتا ہے۔

محمودی آنحضرت صلعم کی ہتک اور آپ کے فیض روحانیت سے استہزا کر رہے ہیں

اس کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ امتی منصب نبوت پر فائز ہو کر خود اپنے نبی متبوع حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت و نبوت کو ہی منسوخ کر دیتا ہے کہ جب تک اس نئے نبی کی رسالت و نبوت کا اقرار نہ کیا جائے تمام امت محمدیہ کافر اور اسلام سے خارج سمجھی جائے۔ یہ اچھا فیضان نبوت ہوا کہ فیض دینے والے نبی کی اپنی نبوت ہی منسوخ ہو جائے اور جس سے امت میں اگر ایک شخص روحانی ترقی میں کمال حاصل کرے تو باقی کی ساری امت کفر میں ہی کافر بن جائے۔ خدا نہ کرے کسی نبی کا ایسا فیضان ہو جس سے خود اس کی اپنی ہی نبوت و رسالت منسوخ ہو کر رہ جائے اور خدا نہ کرے کسی امت میں ایسی روحانی ترقیاں ہوں جو ساری امت کے تنزل اور کفر کا موجب بن جائے۔ کیا یہ محمد رسول اللہ صلعم کی ہتک نہیں اور آپ کے فیضان روحانیت سے استہزا نہیں؟

(ربانی دار رحم)

ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے متعلق وائسرائے اور وزیر ہند کے بیانات

شملہ ۸ اگست۔ آج وائسرائے ہند نے ہندوستان کی آئندہ سیاسی حیثیت کے بارے میں ایک بیان جاری کیا جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کی جائے گی۔ جس میں ہندوستان کے چند نمائندوں کو دعوت دی جائے گی۔ (۲) ایک جنگی مشاورتی کونسل قائم کی جائے گی جس میں ہندوستان بھر کے نمائندوں کے علاوہ ہندوستانی ریاستوں کے نمائندے بھی شامل کئے جائیں گے۔ (۳) اقلیتوں کے سیاسی اور مذہبی مفاد و حقوق کی پوری طرح حفاظت کی جائے گی۔ (۴) جنگ کے خاتمہ کے فوراً بعد ایک آئین ساز مجلس قائم کی جائے گی۔ جو ہندوستان کی قومی زندگی کے عمدہ عناصر کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔

وائسرائے نے اپنے بیان میں بتایا کہ گذشتہ اکتوبر کو حکومت برطانیہ نے اس بات کو صاف کر دیا تھا کہ ہندوستان کے متعلق برطانیہ کا نصب العین یہ ہے کہ اس ملک کو درجہ نو آبادیات دے دیا جائے حکومت نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کو وسیع کر کے اس میں سیاسی پارٹیوں کے نمائندے شامل کرنے اور ایک مشاورتی کمیٹی قائم کرنے کی تجویز بھی کی تھی۔ باہمی اشتراک عمل کی راہیں ہموار کرنے کیلئے ضروری تھا کہ صوبوں کی بڑی بڑی پارٹیوں میں ایک خاص حد تک سمجھوتہ ہو جائے تاکہ بعد میں مرکزی حکومت میں انہیں مل کر کام کرنے میں سہولت رہے۔ بدقسمتی سے یہ اتحاد نہ ہو سکا۔ اور کانگریس، مسلم لیگ اور ہندو مہاسبھا کی قرار دادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اختلافات کی وجہ سے قومی اتحاد کی سبیل سامنے نہیں آ رہی، وہ ابھی تک موجود ہیں۔ اب حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے وائسرائے کی کونسل میں توسیع اور جنگی مشاورتی کونسل کے قیام میں التوا نہیں ہونا چاہئے۔ وائسرائے نے اپنے بیان میں مزید بتایا کہ آئندہ آئینی تبدیلیوں میں اقلیتوں کے مفاد کی خواہ وہ سیاسی ہوں یا مذہبی مناسب طور پر حفاظت کی جائے گی جس کے متعلق اقلیتوں کو پہلے یقین دلایا جا چکا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت برطانیہ دو باتوں کے متعلق اپنی پوزیشن صاف کرنا چاہتی ہے۔ اول یہ کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ پر نظر ثانی ہو سکتی ہے۔ لیکن حکومت برطانیہ ہندوستان کے امن و بہبود کی خاطر اپنے موجودہ اختیارات کسی ایسے نظام حکومت کو منتقل نہیں کر سکتی جس کی ہندوستان کی قومی زندگی کے بڑے بڑے اور طاقتور عناصر براہ راست مخالفت کر رہے ہوں اور نہ ان عناصر سے زبردستی ایسی حکومت کی اطاعت قبول کرانا گوارا کر سکتی ہے

جنگ کے خاتمہ کے بعد

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت برطانیہ جنگ کے خاتمہ پر ہندوستان کے نئے آئین کا ڈھانچہ تیار کرنے کیلئے فوراً ایک ایسی جماعت قائم کرے گی۔ جو ہندوستان کی قومی زندگی کے اہم عناصر کی نمائندہ ہو۔ حکومت خود تمام متعلقہ مسائل کا جلد سے جلد تصفیہ کرانے کیلئے ہر طرح کی مدد کرے گی۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ سلطنت برطانیہ میں ہندوستان کو مساوی فریق کی حیثیت دینے کے نصب العین کا اعلان ملک معظم اور برطانوی پارلیمنٹ کی طرف سے پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۸)

فرماتا ہے کلوا من ثمرہ اذا اثمر و اٰتوا حقہ یوم حصادہ اس کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائے اور اس کے کاٹنے کے دن اس کا حق دو۔ یہ حق زکوٰۃ ہے اور زمین پر خراج ہندوستان میں گورنمنٹ وصول کرتی ہے۔ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کرتا حقہ کے اندر نہیں آتا۔ بلکہ گورنمنٹ اپنے آپ کو ایک گونہ مالک زمین قرار دیکر وصول کرتی ہے۔ زکوٰۃ کے خاص مصارف قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر فقراء مساکین مؤلفۃ القلوب اور جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے۔ اور زمین کے خراج کا روپیہ جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے ان مصارف پر نہیں لگتا۔ پھر یہ خراج ہر مالک زمین سے وصول ہوتا ہے امیر ہو یا غریب فصل ہو یا نہ ہو۔ زکوٰۃ صرف اغنیاء پر ہے اور صرف قدر کسی فصل کی پیداوار ہو۔ اسی کا معینہ حصہ ہے۔ البتہ یہ خراج چونکہ مجبوراً دینا پڑتا ہے اس لئے لازمی اخراجات زمین میں شمار ہوگا۔ گویا پیداوار زمین کی اس قدر کم سمجھی جائے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس بیس بیگھہ زمین ہے جس میں پچاس من گیہوں پیدا ہوتی ہے جس کی قیمت اندازاً ڈیڑھ سو سمجھ لو۔ مگر اس زمین پر اسے پچاس روپے خراج سرکار کو بھی دینا پڑتا ہے تو اس کی پیداوار ایک سو روپے سمجھی جائیگی اور اسی پر زکوٰۃ محسوب ہوگی۔ ایسا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے اجارہ پر لیکر زمین کو کاشت کیا ہے تو جس قدر رقم بطور اجارہ دینی پڑتی ہے وہ خرچ لازم میں محسوب ہوگی اور نصاب کا اندازہ بھی اس کی منہائی کے بعد ہوگا۔ لیکن اس صورت میں اجارہ پر دینے والے نے بھی فی الحقیقت زمین کی پیداوار کا ہی ایک حصہ لیا ہے۔ اس لئے جو رقم وہ بطور اجارہ لے وہ غلہ کے قائم مقام سمجھی جا کر اس پر زکوٰۃ غلہ کی طرح ہی واجب الادا ہوگی۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ زمین کی پیداوار میں دو شریک ہو گئے، ایک اصل مالک زمین اور ایک کاشتکار۔ اور ہر ایک پر اس کے حصہ کے مطابق زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ وہ آمد نصاب سے زیادہ ہو۔

غلہ کا نصاب۔ حدیث میں کھجور کا نصاب پانچ وسق ہے جو ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار مد اور مد ۱⅓ رطل ہے اور رطل آدھ سیر تو اس حساب سے بیس من پختہ کھجور کا نصاب ہوا۔ یہی نصاب غلوں کا ہے خواہ گیہوں ہو یا جو یا باجرہ یا چنا یا کوئی اور غلہ جن کا نرخ قریباً برابر ہو لیکن ایسی پیداوار اراضی جو نسبتاً زیادہ گراں ہو جیسے کپاس تو اس کا نصاب بھی کم ہونا چاہئے۔ چنانچہ احادیث میں نہ صرف سونے اور چاندی کے نصاب میں فرق رکھا ہے اور چونکہ ہر چیز کیلئے علیحدہ نصاب مقرر کرنا مشکل ہے اس لئے ایسی پیداوار اراضی کا جو عام غلوں سے زیادہ گراں ہے سب کا نصاب باون روپے رہیگا۔ جو نقدی کا نصاب ہے اور نصاب کا حساب یوں کیا جائے گا کہ اول پیداوار اراضی کی قیمت لگائی جائے گی پھر اس میں سے اس قدر کمی کی جائے گی جس قدر خراج زمین پر سرکار کو یا مالک اراضی کو دینا پڑتا ہے۔ باقیماندہ پیداوار اگر بیس من پختہ سے زیادہ ہے یا باون روپے سے زیادہ قیمت کی ہے تو اس پر زکوٰۃ لی جائے گی۔

صحابہؓ کے زمانہ میں اور بعد کے زمانہ میں اسلامی سلطنتوں میں بارانی زمینوں یا قدرتی نہروں سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار کا عشر یعنی دسواں حصہ لیا جاتا تھا اور چاہی زمینوں کی جن پر کاشتکار کو محنت کرنی پڑتی ہے یا نہری زمینوں کی جن پر سرکار کو آبیانہ دینا پڑتا ہے) پیداوار کا بیسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ مگر اس کے علاوہ زمین پر اور کوئی محصول نہ تھا۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ زمین پر محصول بھی ہے۔ اس لئے زکوٰۃ بحساب ۲½ فیصدی لی جائیگی جو اس اندازہ کی زکوٰۃ ہے

ایسی فصلیں جو زمیندار صرف مویشی کیلئے بوتے ہیں ان پر کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی۔ اور ایسا ہی ان ترکاریوں، سبزیوں اور پھلوں پر بھی کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی جو اپنے گذارہ کیلئے کاشت کی جاتی ہیں لیکن جو سبزیاں اور پھل وغیرہ فروخت کیلئے بوئے جاتے ہیں اور ایسا ہی جو فصلیں ایسی ہیں کہ وہ صرف فروخت کیلئے بوئی جاتی ہیں۔ یا فروخت کر دی جاتی ہیں جیسے خربوزہ، پٹسن وغیرہ ان سب پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جو اوپر ذکر ہوا۔ لیکن نصاب سہولت کیلئے باون روپے سمجھا جائے یعنی باون روپے سے زیادہ کی اگر فصل کی فروخت ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی۔ جو اوپر ذکر ہوا۔ جو لوگ زمین کو خود کاشت نہیں کرتے بلکہ اجارہ یا حصہ پر دیکر دوسروں سے کاشت کراتے ہیں۔ ان کی پیداوار اراضی وہی روپیہ یا غلہ سمجھا جائیگا جو وہ وصول کرتے ہیں اور خراج سرکاری اگر وہ خود ادا کرتے ہیں تو اس سے منہا کرنیکے بعد اگر نصاب غلہ سے زیادہ ہو یا بصورت روپیہ باون روپے سے زیادہ انہیں آمد ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی۔ جو اوپر ذکر ہوا

(۴) مکانات کے کرایہ پر زکوٰۃ۔ مکانات کے کرایہ پر ایک سال کی آمدنی کرایہ باون روپے سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ بحساب اڑھائی روپے فی سیکڑہ ہوگی۔ اپنے رہائشی مکانات پر یا جن مکانات سے کوئی کرایہ وصول نہیں ہوتا، کوئی زکوٰۃ نہیں۔

(۵) تجارتی مویشیوں پر زکوٰۃ۔ اونٹ کا نصاب پانچ، گائے کا تیس، بھیڑ بکری کا چالیس ہے۔ اور زکوٰۃ ان میں قریباً چالیسواں حصہ بنتی ہے۔ البتہ بکریوں میں سے چالیس سے لیکر دو سو تک ایک ہی بکری ہے اور فی سو بکری پر ایک *

فرضیت واہمیت زکوٰۃ

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن میں میں آپ کو زکوٰۃ کی اہمیت کی طرف توجہ دلا سکوں۔ پہلی بات اور مختصر تو یہ ہے کہ اس خدا کے حکم کے سامنے جس نے ہمیں سب کچھ دیا ہے ہمارا سر جھکنا چاہئے اور اس کے صریح احکام سے سرتابی بمنزلہ بغاوت کے ہے زکوٰۃ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے دوسرا بڑا رکن ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنیوالوں کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں تنبیہ کی ہے:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کے (مقررہ حصہ) کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دو جس دن اسے جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کرکے رکھا تھا تو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کنز وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ پھر زکوٰۃ کا نہ دینا کن لوگوں کا کام ہے۔

وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاخرۃ ھم کفرون

مشرکوں پر افسوس ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

دوسری بات تعلیم اسلامی میں زکوٰۃ ہی وہ حصہ ہے جو دولت کی غیر مساوی تقسیم کا صحیح علاج ہے۔ جس غیر مساوی تقسیم سے تنگ آکر یورپ کا ایک حصہ آخر اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ کہ کسی شخص کے پاس بھی کوئی دولت جمع نہ ہو۔ اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر اس کا صحیح علاج اس صورت میں تجویز کیا کہ ہر صاحب دولت کی دولت کا چالیسواں حصہ ہر سال نکل کر غربا میں تقسیم ہوتا رہے اور دوسری قومی ضرورتیں اس سے پوری ہوتی رہیں لیکن مسلمانوں نے اس اصول کو چھوڑ رکھا ہے اور اسلام کی تعلیم میں جو ایک بڑی بھاری کشش خدا تعالیٰ نے رکھی تھی اسے اپنے ہاتھوں سے باہر نکال پھینکا ہے اور اگر صاحب دولت اس خدائی حکم سے انحراف کرتے رہیں گے تو وہ وقت دور نہیں کہ روس کی طرح ان کی ساری دولت جبراً چھین لی جائے گی۔

تیسری بات۔ وہ قوم دنیا میں کبھی معزز نہیں بن سکتی جو اپنے غربا کی اور اپنی قومی ضروریات کی پروا نہیں کرتی آج کوئی قوم نہیں جس کے غربا اس سے بڑھ کر کس مپرسی کی حالت میں ہوں۔ جس کس مپرسی کی حالت میں مسلمان غربا ہیں۔ اور کوئی قوم نہیں جس کی قومی ضروریات اس عدم توجہی کا شکار ہوں جس عدم توجہی کا شکار مسلمان قوم کی ضروریات ہیں اور اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے کہ مسلمانوں نے اصول زکوٰۃ کو ترک کر دیا ہے۔ بعض احمقوں کا خیال ہے کہ مسلمان غریب اس لئے ہو گئے ہیں کہ ان کا مال جمع نہیں رہتا اور اس میں سے زکوٰۃ نکلتی رہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان اصول زکوٰۃ پر عمل پیرا ہوتے تو ان کی قوم کسی بات میں دوسروں کی محتاج نہ ہوتی اور ان کی پیٹھ پر ایک ایسی مالی طاقت ہوتی۔ جس کی وجہ سے ان کا قدم دنیا کی قوموں میں سب سے آگے ہوتا۔

بیت المال کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی

اس میں شک نہیں کہ بعض مسلمان زکوٰۃ ادا بھی کرتے ہیں۔ مگر سنت نبوی پر پھر بھی عمل نہیں۔ کچھ گدا اگر زکوٰۃ کا مہینہ آنے پر گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ایک دولتمند کے پاس پہنچ کر حصہ رسدی کچھ پیسے وصول کر لیتے ہیں۔ دینے والے سمجھتے ہیں کہ ہم نے زکوٰۃ ادا کر دی۔ حالانکہ زکوٰۃ اس چیز کا نام نہیں جو فقیروں کو دی جائے۔ بلکہ زکوٰۃ وہ ہے جو بیت المال میں جمع کرکے وہاں سے خرچ کی جائے۔ جو لوگ اپنے طور پر زکوٰۃ خرچ کرتے ہیں۔ وہ قوم میں گداگری پیدا کرنے اور بیکاری کے جرم کی اعانت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم میں صریح ہدایت ہے کہ امام کے عامل زکوٰۃ وصول کریں۔ یہاں تک کہ ان عاملوں کو مد زکوٰۃ میں سے تنخواہ دینا بھی قرآن کریم نے زکوٰۃ کے ضروری مصارف میں سے قرار دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا کوئی شخص اس بات کا مجاز نہ تھا کہ یہ کہے کہ میرے پاس بہتیرے زکوٰۃ مانگنے والے آجاتے ہیں۔ یا میرے رشتہ دار بہتیرے مستحق ہیں میں بیت المال میں نہیں دیتا۔ آپ کی وفات کے بعد جب بعض قوموں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ کہلا بھیجا کہ ہم اپنی زکوٰۃ بیت المال میں داخل نہیں کرتے اپنے طور پر خرچ کریں گے تو آپ نے ان کے خلاف لشکر کشی کی۔ نماز اگر کوئی شخص نہیں پڑھتا یا اکیلا گھر میں پڑھ لیتا ہے اور مسجد میں نہیں آتا تو وہ اپنی جان کا نقصان کرتا ہے۔ مگر جو شخص اپنی زکوٰۃ بیت المال میں ادا نہیں کرتا وہ قوم کا نقصان کرتا ہے۔

اپنی جماعت کیلئے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ان کا چندہ ماہوار جہاد فی سبیل اللہ ہے اور زکوٰۃ اور جہاد اسلام کے دو الگ الگ رکن ہیں۔ ایک کے ادا کرنے سے دوسرا ادا نہیں ہو جاتا۔ ایک شخص چندہ دیتا ہے زکوٰۃ نہیں دیتا وہ بھی ایک رکن اسلام کو چھوڑتا ہے۔ ایک شخص زکوٰۃ دیتا ہے چندہ نہیں دیتا۔ وہ بھی ایک رکن اسلام کو چھوڑتا ہے۔ البتہ احباب کی سہولیت کے لئے انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک تہائی تک زکوٰۃ کے معطی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے طور پر خرچ کرلے۔ اپنے کسی غریب رشتہ دار کو دیدے یا کسی محتاج کو دیدے۔ یا اس کا کچھ لٹریچر منگوا کر اپنے طور پر تقسیم کر دے اور اس کی بنا ایک حدیث پر ہے جس میں آتا ہے کہ تم جب زکوٰۃ کا اندازہ کرو تو ایک تہائی یا ایک چوتھائی چھوڑ دیا کرو۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ تا ایک شخص خود اپنے ہمسایوں یا قریبیوں پر جو مستحق زکوٰۃ ہوں خرچ کر سکے لیکن جو لوگ ساری زکوٰۃ اپنے طور پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ خدا کے حکم کے خلاف چلتے ہیں۔ اگر ایک شخص سمجھتا ہے کہ اس کی ایک تہائی زکوٰۃ سے زیادہ کے کوئی اس کے قریبی حق دار ہیں۔ تو وہ ان کے لئے انجمن میں لکھ سکتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے حسب منشا امداد بھی دے سکتا ہے اور خدا کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے گی اور قوم کی عزت بھی بڑھے گی۔

مسائل زکوٰۃ

زکوٰۃ کن کن چیزوں پر ہے اور کس حساب سے

(۱) نقدی وزیورات نقدی خواہ سونا ہو یا چاندی یا نوٹوں کی صورت میں۔ اپنے پاس جمع ہو یا کسی جگہ امانت کے طور پر جمع ہو۔ زیورات خواہ روپے کو جمع رکھنے کی غرض سے بنوائے گئے ہوں۔ خواہ شب و روز پہنے جاتے ہوں۔ خواہ رکھے رہتے ہوں۔ ان پر بھی نقدی کی طرح زکوٰۃ ہے مگر ان میں جس قدر چاندی یا سونا لگا ہے اسی پر زکوٰۃ ہے۔ اگر وہ جڑاؤ ہیں تو جڑاؤ پر زکوٰۃ نہیں۔ نہ ہی جواہرات پر زکوٰۃ ہے صرف سونے یا چاندی کی قیمت پر زکوٰۃ ہے جو اس میں لگا ہے۔

زیور کی زکوٰۃ پر احادیث موجود ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس کی لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں تو فرمایا کیا چاہتی ہو کہ قیامت کے دن یہ آگ کے کڑے ہوں۔

حضرت ام سلمہؓ نے کچھ سونے کا زیور پہنا ہوا تھا اور آپ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یہ ایسا مال تو نہیں جس پر عذاب کی خبر قرآن شریف میں ہے تو آپ نے فرمایا۔ جو چیز زکوٰۃ کو پہنچ جائے۔ اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اور ایسی ہی ایک حدیث حضرت عائشہؓ کے متعلق ہے یہ تینوں حدیثیں ابوداؤد میں ہیں۔

جب نقدی یا زیور پر پورا سال گذر گیا ہو۔ اگر وہ چاندی یا نوٹوں کی صورت میں ہو تو باون روپے سے زیادہ مالیت ہونے کی صورت میں۔ اور اگر سونا ہے تو ساڑھے سات تولے سونے سے زیادہ ہونے کی صورت میں اڑھائی روپے فی سینکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔

(۲) تجارتی مال ۔ وہ سرمایہ جو تجارتی مال پر لگا یا ہوا ہو یا جو بصورت انڈسٹری لگایا گیا ہو یعنی کسی کارخانہ پر جس کے ذریعہ ایک شخص منفعت اٹھاتا ہے کسی حدیث میں اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں سوائے ان مویشیوں کے جو تجارت کیلئے رکھے جاتے تھے۔ فقہا نے اس حصہ سرمایہ پر زکوٰۃ قرار دی ہے جو سال کے اندر فروخت ہوا ہو۔ مثلاً ایک شخص کے پاس ایک لاکھ سرمایہ ہو تو اس میں سے چالیس ہزار کا سامان ایک سال میں فروخت ہوا تو چالیس ہزار پر زکوٰۃ قرار دی ہے۔

میں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ تجارت پر لگا ہوا مال اور انڈسٹری کی صورت میں لگا ہوا سرمایہ مکان یا زمین یعنی جائداد غیر منقولہ سے زیادہ مشابہ ہے اور جس طرح زمین پر خود زکوٰۃ نہیں۔ بلکہ جو نفع اس سے اٹھایا جاوے اس پر زکوٰۃ ہے۔ اسی طرح تجارت یا انڈسٹری میں لگا ہوا سرمایہ بندھا پڑا رہتا ہے۔ کارخانوں کی صورت تو نظاہر ہے۔ مگر تجارت میں بھی اگر ایک شخص نے بالفرض چالیس ہزار کا مال فروخت کیا ہے تو یہ سارا روپیہ اس کے پاس نقد نہیں رہے گا۔ بلکہ اس سارے کو یا اس کے بڑے حصہ کو وہ پھر تجارت کا نیا مال خریدنے پر لگا دیگا۔ تو یہ سرمایہ بھی کارخانوں کے سرمایہ کی طرح بندھا ہوا ہے ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ اس نفع پر ہونی چاہئے جو تجارت یا کارخانے سے اٹھایا گیا ہے۔

سامان کی تجارت مویشی کی تجارت سے بالکل علیحدہ چیز ہے کیونکہ مویشیوں میں توالد و تناسل کے ذریعہ سے خود افزائش ہوتی رہتی ہے۔ یہ زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جیسے نقدی کی زکوٰۃ

(۳) غلہ وغیرہ پیداوار زمین پر زکوٰۃ ۔ زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں خصوصیت سے کیا گیا ہے چنانچہ انگور کھجور، زیتون، انار اور مختلف قسم کے کھیتوں کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ

(باقی صفحہ ۱)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جسمانی امراض کی طرح تمام روحانی امراض کا علاج بھی موجود ہے

یہ بات بالکل غلط ہے کہ انسان بعض اخلاق کے تبدیل پر قادر ہو اور بعض پر نہیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے لکل داءٍ دواءٌ۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ آپ کے اس مبارک قول کی قدر نہیں کرتے اور اس کو صرف ظاہری امراض تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ یہ کس قدر نادانی اور غلطی ہے کہ جس حال میں ایک نہانی جسم کے لئے اس کی اصلاح اور بھلائی کے کل سامان موجود ہیں تو کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ انسان کی روحانی امراض کا مداوا اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ بھی نہ ہو۔ جو ہے اور ضرور ہے یہ ایک یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کسل اور سستی سے کام کرتے ہیں وہ آخر کار ہلاک ہو جاتے ہیں۔ انسان پر جیسے ایک طرف نقص فی الخلق کا زمانہ آتا ہے۔ جسے بڑھاپا کہتے ہیں۔ جب آنکھیں اور کان وغیرہ دیگر اعضائے بدن اپنے کام سے عاری اور قریب قریب معطل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یاد رکھو کہ پیرانہ سالی دو قسم کی ہوتی ہے۔ طبعی اور غیر طبعی۔ طبعی تو وہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اور غیر طبعی وہ ہے کہ کوئی شخص اپنی امراض لاحقہ کا فکر نہ کرے تو وہ انسان کو کمزور کر کے قبل از وقت پیرانہ سال بنا دیں۔ جس طرح نظام جسمانی میں یہ سلسلہ ہے اسی طرح اندرونی اور روحانی نظام کا حال ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اخلاق فاسدہ کو اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ حسنہ سے تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرتا تو اس کی اخلاقی حالت بالکل گر جاتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور قرآن کریم کی تعلیم سے یہ امر بداہت ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ایک مرض کی دوا ہے لیکن اگر کسل اور سستی انسان پر غالب آجائے تو پھر بجز ہلاکت کے اور کیا چارہ ہے؟ اگر ایسی بے نیازی سے زندگی بسر کرے جیسے کہ ایک بوڑھا کرتا ہے تو کیونکر بچاؤ ہو سکتا ہے۔ (۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— اعلانِ بیعت } مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (۱) جناب محمد خان صاحب ضلع لائلپور (۲) جناب غلام محمد صاحب فراشش سری نگر کشمیر (۳) عبد الاحد صاحب سری نگر کشمیر

— جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی جو چند روز کے لئے کوہ مری تشریف لے گئے تھے واپس آ گئے ہیں۔ ۱۶ اگست کو نماز جمعہ مولانا موصوف نے ہی پڑھائی اور نہایت پر معارف خطبہ ارشاد فرمایا۔

— پیشِ نظر اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ضروری مکتوب فریضہ زکوٰۃ کے متعلق شائع ہو رہا ہے احباب اسے بغور مطالعہ فرمائیں۔

— ہماری جماعت کے محترم بزرگ جناب حاجی شیخ الہ دین صاحب کئی روز سے علیل ہیں۔ پاؤں میں ایک زخم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔

— جناب چودہری محمد اسمٰعیل صاحب کی بیگم صاحبہ ابھی تک علیل ہیں۔

— جناب ملک کرم الٰہی صاحب لاہور کا صاحبزادہ اور بہو بدستور علیل ہیں

ان بیماروں کے لئے تمام دوست دعائے صحت کریں

معذرت

"پیغام صلح" کی پیش نظر اشاعت تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب صاحب ۱۲ اگست کو گاؤں گئے اور بروقت واپس نہ آئے گذشتہ ماہ بھی اسی سبب دو پرچے لیٹ ہو گئے تھے۔ ہم اس تاخیر پر قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ اخبار کی کتابت کا مناسب انتظام کیا جا رہا ہو انشاء اللہ بہت جلد یہ شکایت رفع ہو جائے گی۔ (خاکسار مدیر)

ماہ رجب کا دوسرا ہفتہ ختم ہو رہا ہے تمام احباب ادائیگی زکوٰۃ کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ اس کام میں تاخیر و تساہل مناسب نہیں۔

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

فریضہ زکوٰۃ کے متعلق احباب جماعت سے چند ضروری باتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ماہ رجب وہ مہینہ ہے جس میں مسلمان عموماً زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس لئے ماہ رجب کے شروع ہونے کے ساتھ ہی مختلف جماعتوں کو دفتر تحصیل کی طرف سے زکوٰۃ کی اپیلیں بھجوائی گئی ہیں۔ انہی اپیلوں کے متعلق میں چند باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔

۱ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت

ہماری جماعت اپنی آمدنیوں کا ایک خاص حصہ تبلیغ اسلام پر صرف کرتی ہے۔ یہ ہمارا جہاد ہے۔ لیکن جو قوم جہاد میں مصروف ہو اور اسکی خاطر زبردست قربانیاں کر رہی ہو اس پر اور بھی زیادہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دوسرے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔ نماز کے قیام کا انتظام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا انتظام اعمالِ اسلامی کے دو بنیادی پتھر ہیں۔ زکوٰۃ جمع شدہ مال میں سے چالیسویں حصہ کی ادائیگی کا نام ہے۔ زکوٰۃ کا حکم قرآن کریم میں ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار آیا ہے پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کے اس تاکیدی حکم کو جو صرف جمع شدہ مال کے چالیسویں حصہ کے دینے سے تعلق رکھتا ہے استخفاف کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کے بجا لانے میں کوتاہی کریں تو ہم اپنے جہاد کا ثواب بھی ضائع کر دیں گے ایک طرف ہم خدا کے دین کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اپنی آمدنیوں میں سے جن پر ہماری روزمرہ ضروریات اور زندگی کا انحصار ہے ۱/۴ فیصدی سے لیکر دس اور بیس فیصدی تک دیں اور دوسری طرف جمع شدہ مال میں سے جو درحقیقت ہمارے اس قدر کام کی چیز نہیں ۲ ۱/۲ فیصدی دینے سے انکار کریں تو کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری یہ غفلت یا لاپرائی اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا موجب نہ ہوگی؟ اگر خدا کی خوشی کے لئے آپ جہاد کے لئے مالوں کی قربانی کرسکتے ہیں تو اسی خدا کی خوشی کے لئے زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل بھی کرنی چاہیئے بلکہ زکوٰۃ کا حکم پہلے ہے اور جہاد کا بعد میں۔ اور علاوہ ازیں ہمارے جہاد کا منشاء یہ ہے کہ دنیا دین اسلام کے اصول کو قبول کرلے تو اگر ہم خود ہی اس اصول کو قبول نہیں کرتے تو کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون کے زجر کے ماتحت ہم اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کے نیچے آتے ہیں۔ پس بڑی قربانی کرنے کے بعد چھوٹی سی مالی قربانی کے معاملہ میں کوتاہی کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مت لو۔

۲ زکوٰۃ کا قومی بیت المال میں جمع کرنا ضروری ہے

اسلام کے سبھی بڑے ارکان جماعتی رنگ کے ہیں۔ خدا کے آگے جھکنا ہے تو جماعت کے ساتھ۔ خدا کی خوشی کے لئے بھوک اور پیاس کا برداشت کرنا ہے تو سب ایک وقت میں اس کام کو کرنے کے پابند ہیں یعنی روزوں میں بھی ایک جماعتی رنگ ہے۔ حج ہے تو اس میں بھی ایک جماعتی رنگ ہے کہ ایک وقت میں سب لوگ خانہ خدا میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ میں بھی ایک زبردست جماعتی رنگ رکھا گیا تھا کہ سب لوگوں کی زکوٰۃ ایک جگہ جمع ہو کر ایک مناسب انتظام کے ماتحت تقسیم ہو۔ قرآن کریم میں اس کا صراحت سے حکم ہے جہاں والعاملین علیہا کا ذکر کے بتایا کہ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عامل ہوں اور ان کی تنخواہیں بھی اخراجات زکوٰۃ میں سے ادا ہوں۔ نبی کریم صلعم کا عمل یہی تھا کہ آپ خود ساری زکوٰۃ ایک جگہ جمع کرکے تقسیم کرتے تھے

خدا کے حکم کو مانو خواہش نفس کی پیروی نہ کرو

کوئی شخص یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ میں اپنے طور پر اسے جہاں چاہونگا خرچ کرونگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو زکوٰۃ کو ایک جگہ جمع کرنے کے لئے بعض قوموں سے جنگ تک کی۔ تو خدا کا حکم زکوٰۃ کو ایک جگہ جمع کرنیکا رسول خدا کا عمل اسے ایک جگہ جمع کرنیکا۔ صحابہؓ کا عمل اسے ایک جگہ جمع کرنیکا۔ تو جو لوگ اسے اپنی خواہش نفس کے مطابق خرچ کرنے پر اڑے ہوتے ہیں وہ خدا کے لئے غور کریں کہ وہ خدا کے حکم کو نہیں مانتے۔ رسول اللہ کے حکم اور عمل کو پس پشت پھینکتے ہیں اور اپنی خواہش نفس کو مقدم کرتے ہیں۔ ایک شخص کہے کہ میں ان اوقات میں لوگوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھوں گا جن کا حکم خدا اور رسول نے دیا ہے۔ یا میں رمضان میں روزے نہیں رکھوں گا کسی دوسرے وقت رکھ لونگا یا میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر ۸-۹-۱۰ ذی الحج میں حج نہیں کروں گا بلکہ دوسرے وقت کرلوں گا تو اس کی نماز کو اس کے روزوں کو اس کے حج کو اللہ تعالیٰ اس کے موقعہ پر مار یگا کہ یہ نماز نہیں روزہ نہیں حج نہیں۔ یہ اپنے نفس کی خواہش کی اتباع ہے اسی طرح ایک شخص زکوٰۃ ادا کرے مگر اسے خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ادا نہ کرے یعنی ایک جگہ قومی بیت المال میں جمع ہونے کے لئے وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو یہ بھی اپنے نفس کی خواہش کی اتباع ہے۔ خدا تو نہ ہماری عبادتوں کا محتاج ہے نہ ہماری فاقہ کشی کا محتاج ہے نہ ہمارے مالوں کا محتاج ہے یہ تو محض اس کی رضا کے حصول کے لئے اس کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے فائدہ کے لئے اپنے آپ کو بہتر انسان بنانے کے لئے ہم اس کے آگے جھکتے اور گرتے ہیں سفر کی مشقت اٹھاتے ہیں اور اس پر مال خرچ کرتے ہیں بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں۔ اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پس اگر سب کچھ کیا بھی اور پھر اسی کے حکم کے خلاف کیا اس کے رسول کے حکم کے خلاف کیا تو غور کر لیجئے کہ یہ کس کام آیا۔

بیت المال میں زکوٰۃ کی ادائیگی خدا کا حکم ہے

خوب یاد رکھئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور ایک بیت المال میں ادائیگی نہ تو میرا حکم ہے نہ آپ کی انجمن کا حکم ہے۔ بلکہ یہ خدا کا حکم ہے اس کے رسولؐ کا حکم ہے اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو یہ اولوالامر کی نافرمانی نہیں یہ خود خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ہے۔

خدا کے فضل سے ہمارا بیت المال موجود ہے

ہاں صرف تیسرا حصہ اپنی زکوٰۃ کا آپ اپنے طور پر خرچ کرسکتے ہیں۔ باقی دو حصے لازماً قومی بیت المال میں پہنچانے چاہئیں۔ ہاں اگر آپ کو اس سے زیادہ کسی کو دلانے کی ضرورت ہو تو آپ اپنی انجمن کو جس کے بیت المال میں زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہوتا ہے یہ لکھ بھیجیں کہ فلاں شخص اس قدر کا مستحق ہے۔ آپ کی اس خواہش کو انجمن انشاء اللہ مقدم کرے گی دیکھئے خدا کا کس قدر فضل آپ پر ہے کہ آپ کا ایک بیت المال بھی موجود ہے اور پھر دوسرا فضل کس قدر ہے کہ اس وقت تک اس پر ایسے آدمی متعین ہیں جو آپ کے اموال کو ایمانداری سے اور جہاں تک ممکن ہو احتیاط کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہے ان ہی مدات میں خرچ کرتے ہیں جن میں خرچ کرنے کا حکم اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے تو بیت المال کے موجود ہوتے ہوئے اسے اپنی خواہش کے مطابق خرچ کرنے کے لئے کوئی عذر آپ کے پاس نہیں۔

ایک زبردست فریضہ کے احیاء کا ثواب حاصل کیجئے

ایک سنت کا احیاء بھی کس قدر ثواب کا موجب ہے کہ اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی اس پہلے شخص کو ملتا ہے جو اس سنت کا احیاء کرتا ہے تو اس نے عظیم الشان فریضہ کے احیاء کا کس قدر ثواب آپ لوگوں کو ہوگا جس فریضہ کو آج ساری اسلامی دنیا نے ترک کر رکھا ہے اور جس پر اسلام کی قوم سازی اور اسکی فتوحات عظیمہ کا دارومدار ہے۔ آیئے خدا کے لئے خدا کے عاجز بندے بن کر اس کے حکم کے سامنے سر جھکاتے ہوئے آج فریضہ زکوٰۃ کے احیاء کی بنیاد رکھدیں تاکہ دنیا آپ کی وجہ سے ہدایت پائے اور پھر اس کا ثواب ہمیشہ کے لئے آپ کو ملتا رہے کتنا بڑا صدقہ جاریہ کا کام ہے جس کو محض لاپرائی سے یا خواہش نفس کی پیروی کی وجہ سے یا تھوڑے سے بخل کی وجہ سے آپ نے چھوڑا ہوا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ بات بھی کسی شخص کو دھوکہ میں نہ ڈالے کہ زکوٰۃ کے حکم کا تعلق اسلامی حکومت سے ہے۔ قطعاً نہیں نہ نماز کا حکم اسلامی حکومت سے وابستہ ہے نہ روزے کا نہ زکوٰۃ کا نہ حج کا نہ جہاد کا یہ پانچوں احکام جو اسلام کی پانچ جماعتی خصوصیات ہیں اور دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں ہر حالت میں قائم ہیں۔

۳ عورتوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے

زکوٰۃ جس طرح مردوں پر فرض ہے عورتوں پر بھی فرض ہے۔ اور جس عورت کے پاس زیور ہے اور کم عورتیں ہونگی جن کے پاس نہیں اس پر یہ فرض ہے کہ اپنے زیور میں سے چالیسواں حصہ ہر سال خدا کی راہ میں دے۔ مجھے بعض خواتین نے یہ کہا ہے کہ اس طرح تو ان کا سارا زیور ختم ہو جائیگا تو میں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہاں چالیس سال میں ختم ہو جائے گا اور اس وقت ختم ہوگا جب اس کا اپنا خاتمہ بھی قریب ہوگا تو اس سے بڑھکر خوش قسمت عورت کون ہے جو جس وقت اپنے مولیٰ کے سامنے جانے کو تیار ہو تو اس کا مال اس سے پہلے وہاں پہنچکر اس کی رضا کا موجب ہو چکا ہو۔

زیور کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کردو

بیشک عورتوں کو زیور سے محبت ہوتی ہے، لیکن زیور سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیئے اور خدا کی محبت کے سامنے زیور کی محبت کو قربان کرنا چاہیئے۔ جس نے زیور کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان نہیں کیا اس نے گویا زیور کو خدا سے بڑا سمجھا اور یہ خیال کسی کے دل میں نہ آئے کہ زیور اگر ہمارے پاس رہے گا تو کل کو یہ ہمارے کام آئیگا۔ نہیں جس خدا کی رضا کے لئے زیور دیا ہے وہ کل کو مصیبت کے وقت کام آئیگا۔ زیور ہر مصیبت کا علاج نہیں اور نہ ہر مصیبت کے وقت کام آتا ہے۔ مگر خدا ہر مصیبت کے وقت کام آتا ہے۔

۴ بیرونی جماعتوں اور مبلغین کا فرض

تمام جماعتوں کا یہ فرض ہے کہ جہاں یہ تحریک پہنچے۔ وہ ایک مختصر سا وفد بنا کر تمام احباب کے پاس جائیں اور تمام خواتین کے پاس پہنچیں اور زکوٰۃ کی وصولی کا انتظام کریں یہ سب کام اسی ماہ رجب کے اندر ہونا چاہیئے اور مبلغین کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں بڑی بڑی جماعتوں میں پہنچکر فوراً یہ انتظام کریں۔ والسلام

خاکسار **محمد علی**

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم شنبہ ۱۱ رجب ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۱

معاصر الفضل اور معقول تنقید

ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیا گیا!

پیغام صلح مورخہ ۴ اگست ۱۹۴۰ء میں جناب میاں صاحب کے ایک خطبہ جمعہ پر جس میں انہوں نے "خدام الاحمدیہ" میں جبری شمولیت اور دادا، باپ اور پوتے کی تمثیل بیان کی ہے۔ ایک خالص علمی نقد و تبصرہ کیا گیا تھا لیکن یہ تنقید معاصر الفضل کو بہت ناگوار گذری ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جنکا یہ دعوےٰ ہو کہ صداقت ان کی روح کی غذا ہے انہیں معقول اعتراضات پر ناسیخ پا نہیں ہونا چاہئے۔ نہیں تو ایسے دعاوی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

قادیانی نظام اور معاصر الفضل پر ہی موقوف نہیں اکناف عالم میں جہاں کہیں بھی آمریت رائج ہے۔ یہی دستور ہے معمولی سی جائز اور معقول تنقید کو بھی برداشت نہیں کیا جاتا معقول تنقید اور آمریت کا بیر ہے جہاں معقول تنقید ہو وہاں آمریت اور مطلق العنانیت ٹھہر نہیں سکتی اور جہاں اختیار مطلق ہو وہاں معقول تنقید کی سمائی نہیں —— گذشتہ پچیس سال سے معاصر الفضل کے صفحات شاہد ہیں۔ کہ جو شخص بھی اٹھتا ہے اور اسے مضمون نویسی کا شوق چراتا ہے وہ "قادیانی غلو" کے بحر ناپیدا کنار میں مشق شناوری شروع کر دیتا ہے اور اس کے تختہ مشق سب سے پہلے "اہل پیغام" اور "امیر پیغام" ہوتے ہیں اور اسکا اعادہ اس کثرت سے ہوتا ہے کہ جسکا حد و شمار نہیں لیکن جناب میاں صاحب کے "ارشادات" اور "خطبات" پر کبھی بھولے سے بھی کوئی اعتراض ہو جائے تو ہمارے قادیانی معاصرین بوکھلا اٹھتے ہیں۔ انکے باٹ جدا جدا ہیں لینے کے اور دینے کے اور! دوستو جب تاب مقابلہ نہیں تو دعوت مقابلہ کیوں دیتے ہو خود تو جو واہی تنقید چاہو کر لو اور دوسروں کی معقول تنقید کے بھی حریف نہ ہو سکو تم ہی بتاؤ یہ انداز کیسے ہیں؟

جناب میاں صاحب نے اپنے مذکورہ بالا خطبہ میں فرمایا تھا کہ جو لوگ یہ کہیں گے کہ ہم مجلس خدام الاحمدیہ سے استعفےٰ دیدیں گے تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدام الاحمدیہ سے استعفےٰ نہیں دے سکتے بلکہ انہیں احمدیت سے استعفےٰ دینا پڑیگا۔

اس پر ہم نے لکھا:۔

"جناب میاں صاحب کو مخلوق خدا کو ان کے مذہبی سواد اور حلقہ سے خارج کرنے کا کچھ ایسا لطف آتا ہے کہ اب یہ تکفیر نوازی چھٹ نہیں سکتی۔ پہلے تو کروڑہا مسلمانوں پر ہاتھ صاف کیا اور اب احمدیوں کی باری ہے۔ پہلے مسلمانوں کو کافر بنایا تھا لیکن اب احمدیوں کو جو کہ جناب میاں صاحب کے خیال اور عقیدہ کی رو سے مسلمان تھے انہیں بھی کافر بنایا جائیگا کیونکہ ہر وہ مسلمان جو کہ احمدی نہیں کافر ہے تو ہر وہ احمدی جسے احمدیت سے زبردستی استعفےٰ دلوایا گیا وہ کیا ہوا؟ جب بیچارہ احمدی نہ ہوا تو کافر ہوا قادیانی دوستوں اور بزرگوں کو اس غلو کی سزا مل رہی ہے جو انہوں نے اختیار کیا اگر یہ بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت اور قائم کردہ نظام کو ملحوظ رکھتے اور ایک فرد واحد کو مختار مطلق نہ بناتے تو آج انہیں شترمرغ کودن اور منافق کے خطابات نہ ملتے اور اس وقت انہیں (جناب میاں صاحب کی طرف سے) یہ الفاظ نہ سننے پڑتے اسکا (جماعت کا) ایک حصہ منافقوں پر مشتمل ہے اور وہ ہمیں اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیں یا اگر وہ منافق نہیں تو ایسے کودن لوگ ہیں۔ جو ڈنڈے کے محتاج ہیں"۔

اس پر معاصر "الفضل" مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء میں لکھا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت اور قائم کردہ نظام کو قائم نہ رکھنے کی بھی ایک ہی رکہی۔ ہم تو الوصیت کا یہی مفہوم سمجھتے ہیں جس پر عامل ہیں اور اس پر خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے بھی سند پکڑتے ہیں"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد مقتدر اعلےٰ انجمن کو بنایا اور ہر قسم کا اقتدار اعلیٰ اس انجمن کو دیا گیا تھا۔ لیکن آج قادیان کے اندر وہ اقتدار صرف فرد واحد یعنی جناب میاں صاحب کو ہی حاصل ہے اور حضور علیہ السلام کے ارشاد کو پس پشت پھینک دیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے اسمیں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہئے اور وہی قطعی ہونا چاہئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز عمل نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شائد وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔

والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء"

اب ہمیں علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ انجمن کے اس قطعی اور واضح سنگ بنیاد کے ہوتے ہوئے اختیار مطلق کا موجودہ مفہوم کس طرح نکالا جا سکتا ہے کیا معاصر الفضل کے مدیر مکرم حضرت صاحب کے اس ارشاد اور موجودہ اختیار مطلق میں تطبیق دیکر دکھائیں گے؟ ہمیں امید نہیں کہ وہ اسکا کوئی جواب دیں اور اگر یہ کوئی جواب دیں گے بھی تو وہ محض نوائے سوختہ در گلو ہی ہوگا۔ اس صریح نقض عہد کے ہوتے ہوئے اگر ہم نے یہ کہہ دیا کہ قادیانی دوستوں اور بزرگوں کو اس غلو کی سزا مل رہی ہے جو انہوں نے اختیار کیا تو کیا غضب ہوا۔ اظہار صداقت جرم نہیں ہے اور پھر یہ صداقت تو قادیانی شمائد کی روح کی غذا ہے ورنہ کسی قسم کی پرخاش "اور قلبی کیفیات کی آئینہ داری" کا ہم پیغامیوں میں یارا کہاں۔ ع

یہ تاب یہ مجال یہ جرأت بھلا کسے

ہمارے اصلی سوال دو تھے پہلا یہ کہ جماعت احمدیہ کو ایک مامور من اللہ نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا تھا جو شخص احمدیت کے اصولوں کا اقرار کرکے مامور من اللہ کی جماعت میں شامل ہوا ہے کوئی دوسرا فرد خواہ اسے کتنا ہی اقتدار حاصل ہو اس جماعت اور حلقہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ البتہ اس نظام سے جسے کسی عام انسان نے بنایا ہو اور چند ایک اغراض و مقاصد اس کے پیش نظر ہوں اگر کوئی شخص اس کی مصلحت آشامیوں سے متصادم ہو تو اس شخص کو پورا اختیار ہے کہ وہ ایسے عنصر کو اپنے نظام سے خارج کر دے۔ لیکن کسی عام انسان کو خواہ اسے کتنی ہی طاقت حاصل ہو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو کسی الہی سلسلہ سے خارج کر دے کیونکہ اسکا تعلق قلوب سے ہے اور قلوب کا محاصرہ کرنے والا صرف وہ علیم و خبیر ہے جو ہر چیز پر قادر ہے سو جناب میاں صاحب کا یہ ارشاد کہ جو لوگ خدام الاحمدیہ سے استعفےٰ دیں گے انہیں احمدیت سے استعفےٰ دینا پڑیگا اصولی طور پر غلط ہے۔ الہی سلسلہ کا ایک فرد کسی دوسرے فرد کو اس سلسلہ سے خارج نہیں کر سکتا اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ایک بہت بڑی اصولی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیا معاصر الفضل کی طرف سے قرآن مجید یا حدیث سے کوئی ایسی سند پیش کی جائیگی جس سے یہ ثابت ہو کہ الہی سلسلہ کا ایک فرد دوسرے فرد کو اس سلسلہ سے خارج کر سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں معاصر الفضل کوئی ایسی سند پیش نہیں کر سکتا البتہ تاویلات کے تار عنکبوت میں پناہ لینا اور بات ہے۔

دوسرا سوال جناب میاں صاحب کی دادا باپ اور پوتا والی تمثیل کے متعلق تھا جسکا معاصر الفضل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جناب میاں صاحب نے اس تمثیل میں آنحضرت صلعم کو دادا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو باپ اور جماعت کو پوتا کر کے خطاب کیا ہے اصولی لحاظ سے یہ تمثیل بالکل غلط راستہ پر ڈال دینے والی ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اور آنحضرت صلعم کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ایک خادم کی ہے نہ کہ ایک باپ کی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی فرمایا ہے:۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

(باقی صفحہ ۸ پر)

شذرات

محمودی خلافت اور آزادیٔ رائے

معاصر "الفضل" جوش پیر پرستی یا اپنے فرائض کی مجبوری کی وجہ سے بعض اوقات ایسی غیر معقول اور مضحکہ خیز پوزیشن اختیار کر لیتا ہے کہ ہنسی کی بجائے اس پر رحم آنے لگتا ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ اسلام آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ خلیفہ قوم کے آگے جوابدہ ہے۔ اس پر اعتراض ہو سکتا ہے اور وہ جواب دینے کا پابند ہے۔ خلفائے راشدین پر اعتراضات ہوتے تھے اور وہ ان کا جواب دیتے تھے۔

"لیکن جناب "خلیفہ قادیان" کا ارشاد ہے کہ مجھ پر سچے اعتراضات کرنیوالا بھی تباہ ہو جائیگا وہ خلیفہ پر جائز سے جائز اور معقول سے معقول اعتراضات اور کسی قسم کے احتساب کے روادار نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں سے آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر کا حق چھین رکھا ہے" (پیغام صلح ۲۶؍جولائی)

حقائق کی یہ ضرب "محمودی خلافت" کے لئے بہت تکلیف دہ تھی جسکی ناکام مدافعت کے لئے ہمارا معاصر میدان میں آیا ہے۔ لیکن اس حالت میں کہ ترکش دلائل بالکل خالی ہے۔ اس تہی دستی کا اثر اسکے حواس پر بہت نمایاں ہے۔ ویسے تو وہ اس موضوع پر تین چار مقالات افتتاحیہ لکھ چکا ہے لیکن کیفیت یہ ہے کہ ایک کالم میں جو لکھتا ہے دوسرے کالم میں خود ہی اس کی تردید کر دیتا ہے۔ اسکی ان تحریروں کو بغور پڑھنے والا ہر ایک شخص محسوس کریگا کہ خود لکھنے والے کو بھی ان کی صحت و معقولیت پر اعتماد نہیں ہے۔ بلکہ وہ ناگفتہ بہ پابندیوں اور مجبوریوں کے حصار میں محصور ہے اور اس کی ضمیر کی آواز کے خلاف کوئی طاقت اس کے قلم کو جنبش دے رہی ہے۔ ۸؍اگست سنہ۴۰ء کے مقالہ افتتاحیہ میں پہلے ارشاد ہوا تھا کہ:۔

"اسلامی تعلیم کے مطابق جماعت احمدیہ (محمودی جماعت) کے افراد کو پوری پوری آزادیٔ رائے حاصل ہے اور مجالس شوریٰ کے موقعہ پر بالخصوص آزادیٔ رائے کے ایمان پرور نظارے دیکھنے میں آتے ہیں"۔

ان "نظاروں" کی تشریح آگے چل کر اس طرح کی گئی ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اعتراض کرنیوالوں کو کبھی برداشت نہیں کیا گیا اور نہ اب "محمودی خلافت" کے زمانہ میں برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اور ہم نے تاریخ اسلامی کے جن مستند واقعات کا حوالہ دیا تھا انہیں "الفضل" نے اپنی لاعلمی اور غیر معقولیت کے حوالے کر کے خاموشی اختیار کر لی۔ اس طرح گویا اس نے جناب "خلیفہ قادیان" کے طرز عمل اور عقیدہ کے متعلق ہمارے مندرجہ بالا بیان کی صحت کو تسلیم کر لیا۔ اب سوال صرف اس قدر باقی رہ جاتا ہے کہ "خلیفہ قادیان" کا یہ قول و عمل اسلامی تعلیمات و روایات سے کہاں تک مطابقت رکھتا ہے؟

"الفضل" کا مضحکہ خیز استدلال

۱۴؍اگست کے "پیغام صلح" میں ہم نے "الفضل" کی محولہ بالا غیر معقول تحریروں اور متضاد بیانات و "دلائل" پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے مندرجہ ذیل الفاظ میں پھر تاریخی حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے۔

"الفضل" کے یہ الفاظ کہ حضرت نبی کریمؐ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اعتراض کرنیوالوں کو کبھی برداشت نہیں کیا گیا کس قدر غلط ہیں ہم بارہا تاریخ اسلامی سے متعدد و مستند واقعات پیش کر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے کرتے پر مجمع عام میں ایک بدوی نے اعتراض کیا۔ حضرت عمرؓ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کئے بغیر اس کا جواب دے کر اپنی پوزیشن صاف کی۔ مہر کے تعین کے متعلق بھری مجلس میں ایک عورت نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا جس پر انہوں نے نہ صرف اپنا حکم واپس لے لیا بلکہ اپنی غلطی اور عورت کے اعتراض کی معقولیت کو واضح الفاظ میں تسلیم فرمایا"۔

اب پھر ہمارے معاصر نے ۱۶؍اگست کی اشاعت میں ایک مقالہ افتتاحیہ رقم فرمایا ہے اور اس میں ہماری دلائل کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مہر کے متعلق واقعہ کو تو وہ خاموشی سے پی ہی گیا۔ کرتے والے واقعہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"جب اعتراض کرنیوالا ہی "بدوی" تھا اس پر ناراضگی کے اظہار کا کونسا موقعہ تھا؟ وہ تو اپنی تربیت کے لحاظ سے معذور تھا"

اس استدلال کے قربان جایئے۔ بھلا یہ چیز "الفضل" کے سوا اور کہاں نظر آ سکتی ہے۔ دو میں سے ایک واقعہ کو خاموشی سے نظر انداز کر دیا۔ دوسرے کے متعلق کہدیا کہ معترض بدوی اور دہقانی تھا۔ گویا "الفضل" کا مطلب یہ ہے کہ خلفاء پر دہقانی، ان پڑھ اور غیر تربیت یافتہ لوگ تو اعتراض کر سکتے ہیں اور خلیفہ ان کا جواب دینے کا پابند بھی ہے (کیونکہ حضرت عمرؓ نے ناراض اور خاموش ہونے کی بجائے باقاعدہ جواب دیا) صرف تعلیم یافتہ اور اچھی سمجھ اور عقل رکھنے والے لوگ ہی اعتراض نہیں کر سکتے اور "خلیفہ قادیان" نے اپنی جماعت کے انہی لوگوں کو یہ دھمکی دی تھی کہ مجھ پر سچے اعتراض کرنیوالا بھی تباہ ہو جائے گا۔

لیکن گذارش ہے کہ قادیانی جماعت بھی زیادہ تر اول الذکر لوگوں پر مشتمل ہے۔ باقی رہا تربیت کا معاملہ تو "خلیفہ" صاحب کے نزدیک ان کی جماعت بلوغت ہی کو نہیں پہنچی کبھی وہ اپنے مریدوں کو شتر مرغ کہتے ہیں اور کبھی اپنے ہونہار مبلغوں کو سؤر سے تشبیہ دیتے ہیں، اس حالت میں "الفضل" کی اس تشریح و استدلال سے لامحالہ یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑیگا کہ یہ تمام لوگ "خلیفہ" پر اعتراض کرنے کے لئے اس "بدوی" کی طرح آزاد ہیں اور آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر سے "خلیفہ قادیان" نے صرف انہی لوگوں کو محروم کیا ہے جو ذرا عقل اور علم رکھتے ہیں۔ اور جن کی تربیت اچھے طریق پر ہوئی ہے۔ لیکن افسوس خلیفہ صاحب کی دھمکی میں اس کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ اگر وہ "الفضل" کے پیش کردہ اس استدلال سے متفق ہیں تو انہیں اعلان کر دینا چاہیئے کیونکہ اس طرح ممکن ہے کہ قادیانی جماعت کے بعض "دہقانی" ہی اپنے اعتراضات پیش کر کے خلیفہ صاحب سے جواب حاصل کر سکیں اور اس طرح بہت سی باتیں صاف و واضح اور طشت ازبام ہو جائیں؛

متضاد باتیں اور بے دلیل دعاوی

"الفضل" سے معقولیت کی توقع تو ہمیں کبھی ہوئی نہیں نہ اس نے کبھی اسکا امکان پیدا ہونے دیا لیکن اس بحث میں تو اس نے حد ہی کر دی۔ بار بار متضاد باتیں۔ الٹے سیدھے دعاوی اور پھر خود ہی ان کی تردید و مخالفت دعوے یہ کہ قادیانیوں کو آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر پوری طرح حاصل ہے اور زور اس بات پر کہ خلیفہ پر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ اپنے آخری مقالہ افتتاحیہ میں ہمارے معاصر نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ خلیفہ پر اعتراض تو نہیں ہو سکتا لیکن لوگ اپنے علم کو بڑھانے کے لئے مؤدبانہ طریق پر سوال پیش کر سکتے ہیں۔ یہی اسلامی آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر ہے یعنی خلیفہ سے انسائیکلوپیڈیا کا کام لیا جا سکتا ہے اور جناب خلیفہ قادیان کے مرید ان سے یہ کام لے رہے ہیں:۔

"کئی ایک ایسی مثالیں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق پیش کی جا سکتی ہیں کہ مجلس عام میں اپنے علم میں اضافہ کے لئے حضور سے سوال کر کے لوگوں نے جواب حاصل کئے اور حضور نے ہمیشہ بخندہ پیشانی جواب دیئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ضروری ہے کہ اپنے علم کو بڑھانے کے لئے مؤدبانہ طریق پر سوال کیا جائے"

لیکن گذارش ہے کہ کسی کو خلیفہ کے طریق کار، طرز عمل، امانت و دیانت اور چال چلن کے متعلق اعتراض ہو تو وہ کیا کرے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ میرے پاس اس امر کے شواہد و ثبوت موجود ہیں کہ خلیفہ ۔ ۔ ۔ خائن یا غلط کار یا بدچلن ہے یا اس کا فلاں فعل اور فلاں حکم نامناسب اور خلاف شریعت ہے۔ تو وہ کیا کرے؟ اور کہاں جائے؟ ہم کہتے ہیں کہ اس حالت میں ہر شخص کو مناسب و مقررہ طریق پر اپنا اعتراض و ثبوت پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیئے اور خلیفہ جوابدہی کا پابند ہے لیکن "الفضل" کہتا ہے کہ خلیفہ سے صرف علمی مسائل پوچھے جا سکتے ہیں، اور اس پر احتساب و اعتراض نہیں ہو سکتا مگر بیہ ہو تضاد بیانی اور بدحواسی کا کہ "الفضل" اپنی اس پوزیشن پر بھی قائم نہ رہا مندرجہ بالا سطور کے معاً بعد ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"بارہا حضور (خلیفہ قادیان) ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان اعتراضات کے جوابات بھی جمعہ کے خطبہ میں دیئے ہیں جو کسی نے فتنہ پیدا کرنے کیلئے کئے لیکن جب خلیفہ پر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا" اور

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اعتراض کرنیوالوں کو کبھی برداشت نہیں کیا گیا" (الفضل ۸؍اگست سنہ۴۰ء)

تو پھر جناب "خلیفہ قادیان" نے ان اعتراضات کے جواب کیوں دیئے۔ ان کو تو چاہئے تھا کہ ان معترضین کو برداشت ہی نہ کرتے اور کسی نہ کسی طرح سے کیفر کردار کو پہنچا دیتے لیکن اس کی بجائے انہوں نے جمعہ کے خطبہ میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا؟ کیا ان کا یہ فعل "الفضل" کے پیش کردہ اصول کے مطابق حضرت نبی کریمؐ اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کے خلاف نہ تھا؟

ہم اپنے معاصر سے ایک مرتبہ پھر درخواست کرتے ہیں کہ کوئی واضح بات کیجئے کوئی معقول غیر مبہم اصول اور صاف دلائل پیش کیجئے۔ اگر بحث کی ہمت اور دلائل کی توفیق نہیں تو پھر خاموش رہئیے۔ اگر قادیانی اصول کی مجبوریاں اور لاچاریاں آپکو بولنے پر مجبور کر رہی ہیں تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور آپ کو ہدایت دے۔

"الفضل" کا مطالبہ

"الفضل" نے ماشاء اللہ ہم سے ایک مطالبہ بھی فرمایا ہے کہ

"پیغام صلح ایسی فہرست ان اعتراضات کی پیش کرے۔ جو آج تک مولوی محمد علی صاحب پر کئے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بتایا جائے کہ وہ اعتراض کب اور کس مجلس میں پیش کئے گئے۔ اور مولوی صاحب نے بخندہ پیشانی ان کے کیا جواب دیئے"

اس کے متعلق عرض ہے کہ پہلے ہمارا معاصر اصولی طور پر اس بحث کو ختم کرے جب اس بات کا فیصلہ ہو جائیگا کہ خلیفہ پر اعتراضات ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو کونسے لوگ اعتراضات کر سکتے ہیں؟ خلیفہ کن حالات میں اور کس حد تک ان کا جواب دینے کا پابند ہے؟ اگر پابند نہیں تو کیوں؟ جناب "خلیفہ قادیان" نے اپنے مریدوں کو جو یہ دھمکی دی ہے کہ مجھ پر سچے اعتراضات کرنیوالا بھی تباہ ہو جائے گا قرآن و سنت اور روایات اسلامی کی روشنی میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ جب یہ تمام باتیں طے ہو جائیں گی۔ تو ہم بڑے شوق اور بڑی خوشی سے "الفضل" ... کے ساتھ یہ بھی بتائیں گے کہ جناب "خلیفہ قادیان" پر ان کے مریدوں نے ان کی ذات گرامی کے متعلق آج تک کیا کیا اعتراضات کئے اور ان میں غالب حصہ اعتراضات کی نوعیت کیا تھی۔ ان میں سے کون کون سے اعتراضات کے جوابات خلیفہ صاحب نے دیئے اور وہ کس حد تک کس حد تک تسلی بخش یا تشکیک افزا تھے۔ اور کن کن اہم اور سنگین اعتراضات کے متعلق اصرار کے باوجود

قادیانی یوم تبلیغ پر چند مشاہدات

احمدیت اور قادیانیت میں تفاوت — میاں صاحب کے خطبہ جمعہ نمبر ۲ پر سرسری نظر

(از جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

خدا کا اٹل قانون

ایک قوم یا جماعت جب اس مقام سے گر جاتی ہے جس پر اسے کھڑا کیا گیا تھا۔ تو نہ صرف وہ اپنی خصوصیات کو کھو بیٹھتی ہے بلکہ اپنی عادات و اطوار، رفتار و گفتار، اخلاق و محاسن میں عین اسکی ضد ہو جاتی ہے جو اس کا طغرائے امتیاز تھا مسلمانوں کی قوم کس مقام پر کھڑی کی گئی تھی اور آج اس کی کیا حالت ہے۔ کہاں وہ اوج کمال اور کہاں یہ قعر ذلت! ۔ خدا کے ہاں کسی کی رشتہ داری نہیں۔ اس کا اٹل قانون ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ہر آن کام کرتا رہتا ہے اور تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔

قادیانی جماعت کے غلو اور انسان پرستی کا نتیجہ

اس زمانہ میں مجدد وقت نے بھی ایک جماعت تیار کی اور اس کو مسلمانوں کے سوادِ اعظم سے جدا کر کے اس میں اسلامی رنگ پیدا کیا یہاں تک کہ مخالفوں نے بھی باوجود اشد مخالفت کے اس صبغۃ اللہ کا اعتراف کیا اور ایک احمدی عزت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا اور اس نے دنیا کا اعتماد حاصل کیا۔ لیکن بدقسمتی سے جماعت قادیان نے غلو اور انسان پرستی میں پڑ کر اس امتیاز کو کھو دیا۔ غلط عقیدہ انسان کے اعمال پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا افراط و تفریط نتائج میں ایک ہی نکتہ پر جمع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت قادیان آج کل وہی ہتھیار استعمال کر رہی ہے جو مخالفین نے حضرت مجدد وقت کے خلاف استعمال کئے۔ اس تقابل کو میں جماعت قادیان کی تبلیغی جدوجہد تک محدود کروں گا۔ قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ اس میدان میں انہوں نے کس سے مشابہت پیدا کی ہے میرا مشاہدہ ذاتی ہے البتہ لاہور تک ضرور محدود ہے۔

لاہور میں "یوم تبلیغ" پر قادیانی تنظیم کا ایک "کارنامہ"

(۱) سب سے پہلی چیز جس نے میری توجہ کو کھینچا وہ یہ تھی کہ چونکہ یہ "یوم تبلیغ" خصوصیت سے جماعت لاہور کو تبلیغ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا، جماعت لاہور نے طبعاً چند سوالات بصورت پوسٹر جماعت قادیان سے دریافت کئے۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کو ٹھنڈے دل سے پڑھ کر معقولیت سے ان کا جواب دیا جاتا لیکن اس کا تدارک یوں کیا گیا کہ ایک جماعت اس "کار ثواب" پر مقرر کی گئی کہ جہاں جہاں وہ پوسٹر چسپاں ہو اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پھاڑ دے۔ یہ طرز عمل ایک مذہبی جماعت کے شایان شان نہیں۔ یہ صریحاً کمزوری کا اعتراف ہے۔ ورنہ اگر اس پوسٹر کے استفسار میں کوئی معقولیت نہ تھی تو اس کے بودا پن کے اظہار کیلئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہ تھا کہ اس کو جوں کا توں چھوڑ دیا جاتا کہ اپنی نامعقولیت کا وہ خود اشتہار دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کے خلاف مخالفین نے گندے سے گندے اشتہار نکالے اور ان میں انتہائی غلط بیانی اور مکر و فریب سے کام لیا مگر آپ نے کبھی اپنی جماعت کو یہ حکم نہ دیا کہ جاؤ اور ان اشتہارات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پھاڑ ڈالو۔ بلکہ آپ واقعات کی روشنی اور دلائل و براہین سے ان کا قلع قمع فرماتے اور جماعت ایسے مواقع پر صبر کا نمونہ دکھاتی۔ ہاں مخالفین آپ کے دلائل اور بینات کی تاب نہ لا کر کھسیانے ہو کر آپ کے اشتہارات سے یہ سلوک کرتے۔ خلیفۂ قادیان اور ان کی جماعت کو اپنی تنظیم پر بہت ناز ہے لیکن اگر تنظیم کی یہی عملی تصویر ہے اور مجھے انکار نہیں کہ ایسے کاموں کو ان کی جماعت نہایت تندہی اور باقاعدگی سے کرتی ہے تو ہم غیر منظم ہی اچھے ہیں۔

قادیانی حضرات کا افسوسناک خلافِ اخلاق "طرزِ تبلیغ"

(۲) تبلیغ کے لئے جوش بیشک ایک لازمی چیز ہے لیکن بیجا جوش مذموم ہے اور مقصد تبلیغ کو ضائع کر دیتا ہے۔ تبلیغ سچی ہمدردی راستی، انکساری، درد اور خلوص کو چاہتی ہے۔ اس کے بغیر وہ اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ میں نے دیکھا کہ "یوم تبلیغ" پر قادیانی حضرات ٹولیوں میں پھرتے تھے اور ان کے چہروں پر غیظ و غضب، منافرت اور نفرت لکھی ہوئی تھی۔ ایک صاحب گفتگو کرتے تو دوسرے پھبتیاں اڑاتے۔ بات بات پر شور و غل اور اپنی فتح کا نقارہ بجاتے۔ نوجوان طبقہ کا رنگ تو خصوصیت سے سوقیانہ اور اوباشانہ تھا۔ متانت، سنجیدگی، اور "زیر تبلیغ" کی مشکلات کا احساس اور اس کی پیاس بجھانے کی طرف مطلق توجہ نہ تھی۔ یہ تبلیغ نہیں پروپیگنڈا کے لئے گھر سے نکلے تھے اور انگریزی مثل "محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہے" پر ان کا عمل تھا۔

ایک عجیب بات

ایک اور عجیب بات جو دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ قادیانی جماعت کے سامنے اگر جائز طور پر بھی میاں صاحب کا نام لیا جائے یا ان کا کوئی حوالہ پیش کیا جائے تو یہ لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ایک دیوانگی ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد خدا، رسول مسیح موعود اور بزرگان دین کسی کی عزت ان کے دل میں نہیں رہتی۔ یہ کیوں؟ واللہ اعلم بالصواب۔ میاں صاحب تو اس سے بہت خوش ہونگے کیونکہ ان کے اغراض و مقاصد یعنی مریدوں کے دل و دماغ پر مستولی ہونے کا یہ بیّن ثبوت ہے۔ یہ ذہنیت ان کو مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس انسان پرستی سے محفوظ رکھے۔

محکمات سے گریز اور متشابہات کی پیروی

(۳) تیسری بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ قادیانی حضرات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے حق و باطل کی تفریق یا کسی چیز کے صحیح مفہوم کو پانے کے لئے جو راہ ہمیں بتائی ہے وہ محکمات کی پیروی ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو ہمارے قدم کو جادۂ اعتدال سے ادھر ادھر نہیں ہونے دیتا اور ہمیں راہ صواب دکھاتا ہے۔ ہم اگر محکمات کی پیروی نہ کرتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو نہ مانتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کو پہچان نہ سکتے۔ آخر ہمارے مخالفین کو ان معاملات میں کیا ٹھوکر لگی؟ انہوں نے متشابہات کو محکمات کے تابع نہ کیا اور آج تک اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور جتنے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور بھی اس میں دھنستے جاتے ہیں۔

قادیانیوں کو حضرت صاحب کی عزت کا کوئی پاس نہیں ہے

حضرت صاحب نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے ثابت کیا کہ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ بلکہ فرمایا کہ نئے اور پرانے میں تفریق کرنا شرارت ہے۔ لیکن ہمارے قادیانی دوست شرارت کی طرف مائل ہیں اور حضرت صاحب کی عزت کا ان کو پاس نہیں۔ آپ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن سے نعوذ باللہ آپ ایک بے اصول انسان ثابت ہوں اور آپ کے علم قرآن پر زد پڑے۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد آنے کو جن نصوص قرآنیہ و حدیثیہ سے بکلی ممتنع قرار دیا تھا وہ اب کیا ہوئیں۔ کیا اپنے لئے وہ نصوص نہ رہیں؟ ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون۔ الا یظن اولئک انھم مبعوثون۔ لیوم عظیم۔ یوم یقوم الناس لرب العلمین

ختم نبوت کے متعلق حضرت صاحب کے واضح ارشادات

حضرت اقدس کی تحریرات سے بھی ہم محکمات پیش کرتے ہیں مثلاً

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کافر و دجال جانتا ہوں۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا ملوں"۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں"۔

اس کے مقابل ہمارے سامنے متشابہات پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً

"چونکہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کی جماعت کے کسی جماعت کو آخرین نہیں قرار دیا گیا معلوم ہوا کہ رسول نبی اللہ مسیح موعود ہیں اسلئے یہی ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود کی رسالت محدثیت والی نہیں" (حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۳۱)

چونکہ حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا ہے کہ "پہلے اگر کوئی ایسی فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح مجھ پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا" تو اس سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کو حضرت مسیح علیہ السلام پر کلی فضیلت حاصل ہو گئی جو صرف نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اس لئے آپ نبی ہیں وغیرہ"۔

کیا یہ خدا اور اس کے رسول اور قرآن کی عزت ہے؟ کچھ تو خوف خدا کرو لوگو۔ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ۔

لفظ "نبوت" کا مفہوم

لفظ "نبوت" ایک مفرد لفظ ہے اور مذہبی دنیا میں اس کے آغاز سے آج تک ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس مفہوم کو کوئی بدل نہیں سکتا اور اس پر کیا منحصر ہے کسی لفظ کے مفہوم کو بدلا نہیں جا سکتا۔ کامل و ناقص، حقیقت و مجاز الفاظ ہیں جن کے استعمال پر ہمارا دماغ ان کے صحیح مفہوم کو سمجھتا ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اگر ناقص کے یہ معنی کئے جائیں تو میں اسکو کامل کہونگا

یا مجاز کے یہ معنی کئے جائیں تو میں اسے حقیقت کہوں گا تو دنیا سے امن اُٹھ جائے گا اور ہمارے لئے کسی مسئلہ یا گفتگو کو سمجھنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ سب غرضی باتیں ہیں اور ان الفاظ کے ایسے معانی تجویز کرنا جو ان کے اصل مفہوم کے خلاف ہوں جہالت یا فریب سے خالی نہیں اور مخلوقِ خدا کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ ساری دنیا اگر مل کر زور لگائے کہ ناقص کو کامل سمجھا جائے اور مجاز کو حقیقت تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ حضرت صاحب نے جہاں جہاں نبوت سے انکار کیا ہے اس مفرد لفظ کو لکھکر ہی کیا ہے، ورنہ اگر ظلی، بروزی، لغوی و ناقص نبوت کا وہی مفہوم ہوتا تو کسی تشریح کی ضرورت نہ تھی۔ صاف کہہ دیتے کہ میں نبی ہوں اس لئے فرمایا کہ میری نبوت صحف اولیٰ والی نبوت نہیں۔ اگر وہ نہیں تو لازمًا اس کا غیر ہوگی۔ پھر فرمایا کہ جس نبوت کا ہم دعوٰی کرتے ہیں وہ اکابر اہل سنت والجماعت کے ہاں مسلم ہے۔ اب اکابر اہل سنت والجماعت کے پاس جائیے۔ اور ان سے دریافت کیجئے کہ وہ کس نبوت کے قائل ہیں ہمیں اس کے ماننے سے انکار نہ ہوگا۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

حضرت صاحب کو لفظ "نبی" استعمال کرنیکی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کو لفظ نبی استعمال کرنیکی ضرورت کیوں پیش آئی مشکل یہ تھی کہ حدیث میں مسیح ابن مریم کے ساتھ نبی اللہ کا لفظ موجود تھا۔ اور عوام نادانی سے یہ سمجھتے تھے کہ آنیوالا مسیح نبی اللہ ہوگا۔ آپنے انکو مختلف طریقوں سے سمجھایا مثلاً

"آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی"۔

"میرے متعلق میرے الہام میں جو لفظ نبی آگیا ہے وہ اپنی اصلی معنوں پر محمول نہیں"۔

اور بالآخر آن سے کہا کہ آنیوالے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا"۔

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

قادیانی اصحاب کو چاہیئے کہ وہ اصول سے بات کریں۔ بے اصولپن چھوڑ دیں کیونکہ یہ اسلامی طریق کے خلاف ہے۔

خلط مبحث اور کثرت مفروضات

(۷) وہ شخص جو حق پر ہو اور دلائل رکھتا ہو اپنی بات پر جما رہتا ہے لیکن جس کے ہاتھ پلے کچھ نہ ہو اس کا قاعدہ ہے کہ جہاں زد پڑی اور اس نے پہلو بدلا۔ ہمیں مسیح کی وفات ثابت کرتے میں ذرہ بھر تامل نہیں ہوتا لیکن مسیح کی حیات کے مدعی کا جو حال ہوتا ہے وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ وہ کبھی ادھر بھاگتا ہے اور کبھی اُدھر۔ لیکن احمدی کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا۔ بعینہٖ یہ حال ہمارے قادیانی دوستوں کا ہے۔ نبوت ثابت کرنے بیٹھیں گے تو اوّل تو قرآن و حدیث کا نام تک نہ لیں گے۔ سارا زور حضرت صاحب کی تحریرات پر ہوتا ہے۔ لیکن اوّل تو انہیں کاٹ پیٹ کر پیش کریں گے اور جب اس میں بھی پکڑے گئے تو ایسا حوالہ پیش کریں گے جس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں اور ایک نئی بحث چھڑ جائے گی۔ یہاں مار کھائی تو مولٰنا محمد علی صاحب پر پل پڑتے کہ انہوں نے فلاں جگہ یہ لکھا ہے اور اس کا مفہوم خود بیان کرنے بیٹھ جائیں گے۔ الغرض عجیب تماشا ہوتا ہے اور کبھی ڈال کبھی پات کا مضمون ہوتا ہے۔ البتہ یہ کوئی نئی بات نہیں اہل باطل کا ہمیشہ سے یہی وطیرہ رہا ہے اور خود قادیانیوں کو بشرطیکہ وہ کسی حق پرست سے مباحثہ کرتے ہوں اس کا تجربہ ہوگا۔ میں اس مضمون کو یہاں تک لکھ چکا تھا کہ کوئی شخص میرے مکان پر روزنامہ "الفضل" مورخہ ۲۴ جولائی کا پرچہ جس پر میرا نام لکھا ہوا تھا دے گیا۔

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ نمبر ۲

اس میں میاں صاحب کا خطبہ نمبر ۲ درج ہے۔ اس کا مطالعہ کیا۔ کیونکہ میاں صاحب کی تحریروں کو ہم شوق سے پڑھتے ہیں۔ ان کے مریدوں کی طرح پھاڑتے اور جلاتے نہیں۔ چونکہ اس میں میری مندرجہ بالا سرخی یعنی خلط مبحث کا کافی مصالحہ تھا لہٰذا مناسب سمجھا کہ اس کو سامنے رکھکر کچھ عرض کروں۔

تحریری مباحثہ سے میاں صاحب کا گریز

کیونکہ اگر پیر خود اس مرض میں مبتلا ہو تو مرید چنداں مورد الزام نہیں۔ قارئین کرام کی اطلاع کے لئے عرض کرنا ضروری ہے کہ عرصہ تین ماہ سے مولٰنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور میاں محمود احمد صاحب خلیفۂ قادیان کو چیلنج دے رہے ہیں کہ مسئلہ نبوت کفر و اسلام اور خلافت پر ان کے مابین ایک تحریری مباحثہ ہو تاکہ عند اللہ و عند الناس جو ذمہ داری بحیثیت امام جماعت ان پر عائد ہوتی ہے وہ اس سے بری ہو جائیں۔ اور طریق فیصلہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ پانچ پانچ آدمی دونوں جانب سے مقابل پر چن لئے جائیں اور اُن کے فیصلہ کے ساتھ اس مباحثہ کو شائع کر دیا جائے۔ بات تو بالکل سیدھی تھی۔ لیکن خدا جانے میاں صاحب اس سے کیوں گریز کرتے ہیں۔ اگر ان کے دعاوی کو دیکھا جائے تو ان کا میدان میں نہ آنا اور بھی تعجب انگیز ہے۔ "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" "دنیا کی ہدایت کا ذمہ دار" "علم و فضل میں لاثانی" "اپنے عقائد کے لئے اپنی گردن کے دونوں طرف تلوار کی دھار کی پروا نہ کرنیوالا" "اولوالعزم" اور سب سے بڑھ کر ان کا "تعلق باللہ" کہ خدا سے جو چاہیں منوالیں بھلا ایسے فرد کو کسی کے بالمقابل نہ آنے کی کیا گنجائش ہے؟

گریز اور ٹال مٹول کمزوری کی دلیل ہے

قرآن کریم تو بتاتا ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ مگر یہاں حق باطل کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس کو تو چاہیئے تھا کہ باطل کا مقابلہ کر کے اس کا بھیجہ نکال دیتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جب کسی نے چیلنج کیا آپنے فوراً اس کو قبول کیا اور منصفوں کے متعلق کہہ دیا کہ بیشک عیسائی، آریہ، برہمو، جس کو چاہو منصف مقرر کر لو۔ اس کو حق کہتے ہیں۔ دنیا میں بھی ہمارا یہی مشاہدہ ہے کہ ایک طاقتور انسان کمزور کو یہی کہتا ہے کہ جس طرح تیرا جی چاہے مجھ سے مقابلہ کر لے اس کو یقین ہوتا ہے کہ وہ ہر حال میں غالب آئیگا۔ آئیں بائیں شائیں کمزوری کی دلیل ہے۔ اب میں نفس مضمون کی طرف آتا ہوں۔

میاں صاحب کا عذر لنگ:

پہلی بات جو میاں صاحب نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ:۔

"اور مولوی صاحب کا خیال ہے کہ وہ یہ طریق تین ماہ سے پیش کر رہے ہیں۔ مگر جہاں تک مجھے یاد ہے وہ غالبًا ۱۹۱۵ء سے یہ طریق پیش کر رہے اور اس طرح تین ماہ نہیں بلکہ ۲۳ سال ان کی اس تجویز پر گزر چکے ہیں اور میں نے اس ۲۳ سال کے عرصہ میں اسے قبول نہیں کیا"۔

اور اس پر دلیل کیا دی ہے کہ:۔

"مذہبی عقائد کے بارہ میں اپنی بیوی بیٹوں اور بھائیوں کا فیصلہ بھی منظور کرنے کو تیار نہیں۔ مجھے شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی کہ خدا تعالےٰ کے سامنے میرے عقائد کے متعلق کوئی دوسرا شخص جواب دہ ہو سکے گا۔ خدا تعالیٰ کے سامنے میرے عقائد کے متعلق نہ کوئی بھائی جواب دہ ہو سکتا ہے نہ بیٹا اور نہ بیوی اور نہ کوئی عزیز۔ اس کے لئے میں خود ہی جواب دہ ہونگا۔ میرے عقیدہ کا سوال میرے ہی لئے ہے اور میں اس میں کسی دوسرے کا فیصلہ کیوں قبول کروں اور اس سے یہ معلوم کروں کہ میرا عقیدہ غلط ہے یا صحیح"۔

سبحان اللہ! یہ تو وہی مثل ہے کہ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ جناب آپکے ماننے اور نہ ماننے کا یہاں کوئی سوال نہیں اور نہ ہی یہ سوال ہے کہ آپکے عقائد و اعمال کے لئے آپکے سوا بارگاہ الٰہی میں کوئی اور جواب دہ ہوگا یا نہیں۔ آپ کا کیا آپ ہی کی گور گردن پر ہوگا۔ ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں اگر آپنے بحیثیت امام کسی کو گمراہ کیا ہے تو بفحوائے آیت ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم تو اس کا بوجھ بھی آپ کی گردن پر ہوگا

دنیا کا حق ہے آپ سے دلیل طلب کرے

لیکن اگر آپ اپنے عقیدہ کو حق سمجھتے ہیں اور دنیا میں اس کی تبلیغ کرتے ہیں تو دنیا کا حق ہے کہ آپ سے اس کی حقانیت کی دلیل طلب کرے۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ورنہ آپ کو ایک عیسائی، آریہ، برہمو، بدھ کو تبلیغ کرنے کا کیا حق ہے۔ وہ اپنے عقائد کو صحیح سمجھتے ہیں تبھی تو مانتے ہیں اور خدا کے حضور وہ خود ہی اس کے جواب دہ ہونگے۔ آپسے اُن کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا۔ مہربانی فرما کر اپنے سب نام نہاد مشن بند کیجئے اور قوم کا روپیہ ضائع نہ کیجئے۔ اگر آپنے قرآن کریم کو پڑھا ہوتا تو ایسی کچی باتیں کبھی نہ کرتے۔ ارشاد ہوتا ہے وما ارسلنٰک بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسئل عن اصحاب الجحیم۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ لیکن کیا ان احکام کی موجودگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام نے تبلیغ چھوڑ دی تھی اور وہ اپنے عقائد کی سچائی پر دلائل نہ دیتے تھے؟

ہمت نہ ہاریئے کوئی ٹھوس اور پکی بات کیجئے

حضرت! آپ کو احمدیوں سے سابقہ ہے۔ وہ کچی گولیاں نہیں کھیلے۔ کوئی ٹھوس بات کیجئے! اگر آپکے دلائل سچے ہونگے تو ہمیں ان کے ماننے میں واللہ انکار نہ ہوگا۔ ہمیں سچ کہیں سے ملے ہم اس کو لینے کے لئے تیار ہیں اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ آپ کہیں گے کہ آپکے دلائل آپ کی جماعت بیان کر چکی ہے لیکن یہ بھی کوئی پکی بات نہیں۔ غیر مذاہب کے اعتراضات کا ہم ہزار بار جواب دے چکے۔ لیکن آئے دن وہ ان اعتراضات کو دہراتے ہیں اور ہم ان کا جواب دیتے ہیں۔ اس کا معترضین کو کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو ہمیں پروا نہیں۔ لیکن دوسری سعید روحیں اس سے ضروری فائدہ اٹھاتی ہیں۔ آپ ہمت نہ ہاریئے ہمیں تبلیغ کیجئے۔ شاید آپکی مبارک قلم سے نکلے ہوئے الفاظ موثر ہوں۔ اپنی جماعت کی نسبت آپ اپنے عقائد بہتر بیان کر سکتے ہیں۔ آپ کا ہمارے متعلق مایوسانہ رنگ بہت دل شکن ہے اور ہم پر اچھا اثر نہیں کرتا۔

عقائد کے طریق فیصلہ کے متعلق میاں صاحب کا غلط اصول

آپ حضرت صاحب کو نبی مانتے ہیں اور ہم مجدد۔ یہ ہمارے درمیان ما بہ النزاع ہے۔ مولوی صاحب نے آپ کو چیلنج دیا ہے کہ آپ مسئلہ نبوت پر ان سے بحث کر لیں اور فیصلہ کا ایک طریق تجویز کیا ہے آپ اس کو نہیں مانتے اور بالمقابل فیصلہ کا ایک اور طریق تجویز کرتے ہیں لیکن مَیں پوچھنا چاہتا ہوں کہ عقائد کے متعلق جو اصول آپ نے تراشا ہے کہ "عقائد کا فیصلہ کسی بورڈ سے نہیں کرایا جا سکتا" تو آپ کے تجویز کردہ طریق میں فیصلہ کون کرے گا۔ آپ کہتے ہیں

کہ لوگ خود فیصلہ کرلیں گے اور حق پر سے پردہ اُٹھ جائے گا تو اگر آپ لوگوں کو حق دیتے ہیں تو بورڈ کو یہ حق کیوں نہیں دیتے؟ حالانکہ وہ صاحب علم لوگ ہونگے۔

ہمیں صرف حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد مطلوب ہیں

آپ شاید کہیں کہ آپنے عقائد کا فیصلہ ان سے طلب نہیں کیا بلکہ یہ امر اُن کے سامنے رکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی زندگی میں آپکے اور مولانا صاحب کے اعتقادات کیا تھے۔ لیکن بالفرض اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ مولوی صاحب کے اعتقادات اسوقت آپ کے موافق تھے تو اس سے نفس بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہمیں زید و بکر کے اعتقادات سے غرض نہیں۔ ہمیں تو حضرت مسیح موعود کا مذہب بکار ہے۔ حضرت صاحب کے وقت کے لوگ اب بھی موجود ہیں اور انہوں نے اس امر پر حلفی شہادت دی ہے کہ حضرت صاحب کا ہرگز یہ مذہب نہ تھا۔ تو معاملہ وہیں کا وہیں رہا۔ کسی شخص کا اپنی جگہ کوئی اعتقاد رکھنا اور بات ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صاحب کا بھی وہی اعتقاد تھا۔

ایک مثال

میں اس کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ مولوی برہان الدین صاحب مرحوم و مغفور کو خیال آیا کہ حضرت صاحب کا درجہ شیخین کا ہے۔ انہوں نے اس خیال کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کا جو حشر ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اب اگر مولوی صاحب اپنے خیال کو حضرت صاحب کے سامنے پیش نہ کرتے اور اس کو اپنے دل میں رکھتے تو اسی پر قائم رہتے اور اگر آج وہ زندہ ہوتے اور یہ مسئلہ چھڑتا تو کیا اُن کا یہ کہنا کہ حضرت صاحب کی زندگی میں بھی ان کا یہی اعتقاد تھا کسی کے نزدیک کوئی وقعت رکھتا؟ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر حضرت صاحب کو آپ کے عقیدہ کا علم ہوجاتا تو وہ اس کا ایسا سر کچلتے کہ یہ فتنہ پھر کبھی رونما نہ ہوتا۔ مشیت ایزدی ہے آخر ضالین نے بھی پیدا ہونا تھا۔

قادیانیوں کا وجود ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے

. . . . کیونکہ

حضرت صاحب نے مسیح سے مماثلت کے سلسلہ میں فرمایا کہ لازمی ہے کہ میرے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو جو مسیح کے ساتھ ہوا یعنی ایک فریق میرے انکار سے مغضوب بنے اور دوسرا مجھ میں غلو کرکے ضالین میں شامل ہو۔ ہمارے لئے تو قادیانیوں کا وجود ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپکی طرف سے ہمیں یہ سند حاصل ہے کہ ہم حضرت صاحب کا درجہ کم کرکے بیان کرتے ہیں یعنی آپکو مسیح موعود اور مجدد تو مانتے ہیں مگر نبی نہیں مانتے۔

میاں صاحب کے خطبہ کی ایک اور بوالعجبی

میاں صاحب کا خطبہ تو ایسا ہے کہ اس کی بوالعجبیوں کے اظہار کیلئے ایک مبسوط رسالہ کی ضرورت ہے اور مجھے یہ مضمون اخبار میں دینا ہے جس کا حجم اسکا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لہذا ایک آخری بات لکھکر ختم کرتا ہوں۔

میاں صاحب فرماتے ہیں "میرا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُمتی نبی ہیں کہ وہ نبی بھی ہیں اور ساتھ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی۔ اور وہ کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی ہیں ان معنوں میں کہ وہ اُمتی تو ہیں مگر نبی نہیں"

اُمتی نبی اور نبی اُمتی نہیں ہوسکتا

عام مسلمانوں کے اس خیال پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ اُمتی کی حیثیت سے آئیں گے حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ امتی اور نبی کا مفہوم متباین ہے۔ امتی نبی نہیں ہوسکتا اور نبی امتی نہیں ہوسکتا۔ اور اس پر قرآن کی نص صریح ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ پیش کی ہے یعنی رسول مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا۔ اسجگہ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہاں لفظ نبی یا رسول اصطلاح اسلامی میں استعمال ہورہا ہے یا وہ نبوت مراد ہے جس کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رُو سے منع ہے۔ لفظ نبوت کے حقیقی معنی یعنی لغوی نبوت کا یہاں ذکر نہیں۔ لغوی نبی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ صاحب شریعت یا مطاع ہو۔ اس میں صرف نبا کی شرط ہے۔

اصطلاح شریعت اور اصطلاح لغت کا فرق

یہ ایک نکتہ ہے جس پر غور نہ کرنے سے مخالفین اور قادیانیوں کو سخت ٹھوکر لگی ہے۔ اصطلاح شریعت اور اصطلاح لغت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لفظ صلوٰۃ کو ہی لیجئے۔ اصطلاح شریعت میں اس کا خاص مفہوم ہے لیکن لغت میں اس کے معنی دعا یا ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا ہے۔ شرعی اصطلاح لغت کے مفہوم کو اپنے اندر رکھتی ہے لیکن لغوی اصطلاح شرعی مفہوم پر حاوی نہیں ہوتی۔ شرعی صلوٰۃ باوضو قبلہ رُخ کھڑے ہونا اور مختلف اذکار و ارکان کو ادا کرنے پر مشتمل ہے لیکن لغوی صلوٰۃ میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ لغوی اور شرعی اصطلاح دو مختلف چیزیں ہیں اور ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا غلط ہے۔

شرعی اور لغوی نبوت کے متعلق حضرت صاحب کے ارشادات

ہمارے قادیانی دوست اس فرق کو نہیں سمجھے۔ حضرت صاحب نے اسکو خود واضح کیا ہے۔ شرعی نبی کے متعلق تو بیان کیا۔

"کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

مگر لغوی نبوت کے متعلق فرمایا کہ اس کے لئے ان چیزوں کی ضرورت نہیں جس طرح صلوٰۃ کا لغوی مفہوم صرف دعا ہے اور باوضو قبلہ رُخ ہونا پھر مخصوص ارکان و اذکار کا ادا کرنا اس کے لئے ضروری نہیں اسی طرح نبی کا لغوی مفہوم صرف نبا یعنی مکالمہ مخاطبہ ہے اور شریعت کا لانا یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرنا یا نبی سابق کی امت نہ کہلانا اور وہ براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھنا ان کے لئے ضروری نہیں۔

اور جس طرح ہم صرف دعا کو نماز قرار نہیں دے سکتے اسی طرح ہم صرف مکالمہ مخاطبہ کو نبوت نہیں کہہ سکتے۔ دُعا نماز میں شامل ہے مگر صرف دُعا نماز نہیں۔ بعینہ مکالمہ مخاطبہ نبوت میں شامل ہے مگر صرف مکالمہ مخاطبہ نبوت نہیں۔

صرف نبی نہیں کہلا سکتے

اب حضرت صاحب نے امتی ہونے کا اقرار کیا ہے اور نبی ہونے سے انکار یعنی آپ صرف امتی تو کہلا سکتے ہیں مگر صرف نبی نہیں کہلا سکتے۔ چنانچہ فرمایا

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

"اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے" (الوصیت صفحہ ۱)

اب یہ کہنا کہ آپ امتی بھی ہیں اور نبی بھی بالبداہت غلط ہے اوّل تو یہ اجتماع ضدین ہے اور دوسرے مدعی کے اپنے قول کے مخالف لہذا مردود ہے۔

اُمتی نبی کی اصطلاح کا مفہوم

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت صاحب نے اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اپنے لئے استعمال کئے ہیں یعنی اپنے آپ کو امتی نبی کہا۔ جیسا کہ میں بدلائل اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ امتی نبی سے مراد نبی تو ہو نہیں سکتا اور ایک شخص کا بیک وقت امتی بھی اور نبی بھی ہونا محال ہے تو لازماً اس امتی نبی کی اصطلاح سے کوئی ایسی چیز مراد ہوگی جو نبوت نہیں۔ اب جو اس اصطلاح کے موجد ہیں ان سے اس کا مفہوم سنئے فرماتے ہیں۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔"

اُمتی نبی کی اصطلاح حضرت صاحب نے تجویز کی اور خود ہی اس کا مفہوم بیان کر دیا۔ اب دُنیا میں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس اصطلاح کے کوئی اور معنی کرے۔ یہ شرعاً اور قانوناً ناجائز ہے۔ میں میاں صاحب اور اُن کی جماعت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ حضرت صاحب کی تحریرات سے امتی نبی کا مفہوم محدث کے سوا نکال کر دکھائیں۔ انشاء اللہ وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکیں گے۔

میاں صاحب کی خدمت میں ضروری درخواست

بالآخر میں میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرونگا کہ وہ مولانا محمد علی صاحب کے چیلنج کو قبول فرمائیں اور مسئلہ نبوت پر قرآن و حدیث اقوال آئمہ اور حضرت اقدس کی تحریرات سے دلائل دیں۔ بورڈ سے اگر وہ گھبراتے ہیں تو اسے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔ ہر دو اصحاب کی تحریرات سے دنیا حق و باطل میں خود فیصلہ کریگی۔ اس سیدھی راہ کو چھوڑ کر ایک ایسا طریق اختیار کرنا جو بے نتیجہ ہو مناسب نہیں۔ مولوی صاحب کی کسی تحریر سے ان کے منشاء کے خلاف کوئی نتیجہ نکالنا درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ پر جب علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھے ان کے اس فعل پر نہایت افسوس ہے کہ انہوں نے میری تحریرات کا حل مجھ سے دریافت کئے بغیر مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ ان کو مناسب تھا کہ وہ پہلے میری تحریرات کا مجھ سے حل طلب کرتے اور پھر اگر کوئی امر ان میں خلاف اسلام پاتے تو ناچار میرے کفر پر مہر لگا دیتے۔ آپ کو بھی مناسب تھا کہ مولوی صاحب کی کسی تحریر سے اگر آپ کو مغالطہ ہوا ہے تو آپ ان سے اس کا حل دریافت کرتے۔ آپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ آپ ان تحریرات سے خود ہی کوئی نتیجہ نکال لیں۔ ایک شخص جو آج قریباً سینتالیس سال سے دنیا میں اپنا عقیدہ قرآن و حدیث اور حضرت صاحب کی تحریرات کی روشنی میں پیش کر رہا ہے اس کی بعض تحریرات سے جن کو وہ اپنے موجودہ عقیدہ سے تطبیق بھی دیتا ہے اسکی خلاف منشاء کوئی نتیجہ اخذ کرنا کسی صاحب عقل کے نزدیک جائز نہیں۔ عام بول چال میں بھی بعض الفاظ کے استعمال سے مغالطہ ہوجاتا ہے لیکن قائل کے اعتراف پر کہ اس کی یہ مراد نہیں شرافت کا یہی تقاضا ہے کہ اس معاملہ کو وہیں ختم کر دیا جائے۔ مخالفین اگر خدا سے ڈرتے اور حضرت صاحب کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے کہ

"ابتدا سے میری نیت جس کو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدثیت مراد ہے"

تو آپ پر کبھی کفر کا فتوےٰ نہ لگاتے۔ آپ اس پر غور کریں

طریق فیصلہ کے متعلق بورڈ مقرر کرلیں

طریق فیصلہ کے متعلق اگر آپ کو سمجھ نہیں آتا تو اس کے لئے ایک بورڈ مقرر کرلیں جو صاحب علم اور مقتدر مسلمانوں پر مشتمل ہو۔ ہر دو فریق بدلائل اپنا طریق فیصلہ اس کے سامنے پیش کردیں پھر جس کو وہ ترجیح غیر قرار دے وہ قبول کر لیا جائے۔ امید ہے آپ کو اس سے انکار نہ ہوگا کیونکہ اس میں عقائد کا کوئی سوال نہیں۔

معذرت } مجھے میاں صاحب سے دیرینہ نیاز حاصل ہے میرے اُن سے دوستانہ مراسم ہیں اور [illegible] لیکن ان کے اعتقادات میں حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کے مذہب یعنی اسلام کے خلاف پاتا ہوں۔ اور ہر وہ شخص جو سچے امام کے [illegible]

تبلیغ اسلام جہاد کبیر ہے

میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کی تازہ تحریر صداقت احمدیت کا ایک اور ثبوت

(از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے سیکرٹری انجمن)

مکرمی ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار "ایسٹرن ٹائمز" مورخہ ۹ اگست ۱۹۳۶ء میں میر غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد عمومی مرکزی جمعیۃ تبلیغ اسلام انبالہ کی طرف سے فراہمی زکوٰۃ کے لئے ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس میں میر صاحب موصوف نے اشاعت اسلام کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے عامۃ المسلمین کی زکوٰۃ کا ایک حصہ جمعیۃ تبلیغ اسلام کے لئے طلب فرمایا ہے۔

چونکہ ہماری انجمن کے قیام کا مقصد بھی محض اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ اسلئے ہمیں ہر ایک تبلیغی ادارہ سے دلی ہمدردی ہے۔ جمعیۃ تبلیغ اسلام انبالہ سے بالخصوص ہماری انجمن کے تعلقات نہایت مخلصانہ اور روادارانہ رہے ہیں۔ اور فتنہ ارتداد و تحریک شدھی کے ایام میں ہماری انجمن اور جمعیۃ انبالہ کے کارکن باہم مل کر خدمت اسلام کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں کسی تبلیغی انجمن سے کبھی کوئی رقابت پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی انجمنوں کے قیام پر ہمیں خوشی ہوتی ہے اور ہم ان اداروں کو امام وقت حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان سمجھتے ہیں۔ حضرت اقدس امام زمان نے اشاعت اسلام کی آواز اس وقت بلند کی جبکہ تمام اسلامی دنیا اس عظیم الشان فریضہ سے بالکل غافل ہو چکی تھی۔ ہندوستانی مسلمان بالخصوص تبلیغ و اشاعت کی ضروریات سے بے پروا اور زمانہ کی رفتار سے بے خبر تھے۔ اس وقت مسلمان تبلیغ و اشاعت اسلام کو ایک عبث فعل سمجھتے تھے اور ہماری تبلیغی مساعی کے ناکام انجام کی پیشگوئیاں کی جاتی تھیں اور احمدیوں کے جوش و ایثار پر ہنسی اُڑائی جاتی تھی۔

لیکن رفتار زمانہ نے مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے لگیں اور واقعات کی شہادت کو چھپانا مشکل ہو گیا۔ آہستہ آہستہ مسلمان اس طرف آنے لگے جگہ جگہ تبلیغی انجمنیں قائم ہوئیں، اشاعت قرآن و تبلیغ اسلام پر زور دیا جانے لگا۔ تعلیمی انجمنوں اور عام سوشل اداروں نے بھی اپنے ہاں شعبہ ہائے تبلیغ قائم کئے۔ یہ احتیاط بیشک برتی گئی کہ مرزا صاحب کا نام کہیں آنے نہ پائے لیکن وہ سب باتیں اختیار کی گئیں جو مرزا صاحب کے مشن کا مقصد تھا۔ تو کیا یہ تبلیغی انجمنیں اور شعبہ ہائے اشاعت بالواسطہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت پیش نہیں کرتیں؟

حضرت مرزا صاحب کے کام کو اختیار کرنا آسان تھا لیکن حضرت صاحب کے مسلک اور بعض مخصوص عقائد کو اختیار کرنا قدرے مشکل تھا۔ لیکن آخر مسلمانوں کو یہاں بھی ایک قدم اور آگے بڑھنا پڑا اور آج وہ ان سب باتوں کو ماننے پر بھی مجبور ہو گئے جو حضرت مجدد وقت نے پیش کی تھیں۔ وفات مسیح تو اب ایک مسلّمہ اور طے شدہ مسئلہ ہے، کوئی سمجھدار مسلمان اب حیات عیسٰی کا قائل نظر نہیں آتا۔ پھر نزول مسیح، ظہور مہدی، دجال، خر دجال اور یاجوج ماجوج کی تفسیر پر بھی مسلمانوں پر روشن ہو گئیں اور بیشتر لوگوں نے یہ اختیار بھی کر لیں۔ اب نہ صرف بڑے بڑے مفکر اور بلند پایہ روشن خیال مصنفین ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ سلسلہ کے اشد مخالف اور تضحیک و سب و شتم سے کام لینے والے علماء اور اخبار نویس بھی یہی باتیں لکھ رہے ہیں اور وہی تاویل اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کی۔ کیا یہ امام زمانہ کی صداقت کا ایک اور کھلا ثبوت نہیں؟

حضرت مرزا صاحب پر ایک بہت بڑا الزام یہ تھا کہ آپ نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور مسلمان اس وجہ سے بڑے ناراض تھے لیکن حضرت اقدس نے بار بار فرمایا کہ انہوں نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس زمانہ میں اُس جہاد کو اختیار کیا ہے جس کی ضرورت تھی یعنی اشاعت اسلام لیکن خونی مہدی کے منتظر اور جہاد بالسیف کے شوقین مسلمانوں کی سمجھ میں یہ مسئلہ نہیں آتا تھا۔ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے اور حضرت اقدس پر الزام دیتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو ناکارہ کرنے آئے ہیں لیکن بالآخر واقعات نے یہاں بھی امام زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی فراست اور سچائی کو ہی ثابت کیا اور مسلمانوں نے اپنے قول اور فعل دونوں طرح سے مجبوراً حضرتؑ کی صداقت پر شہادت دی۔ ایک تو فعلی اور بالواسطہ شہادت یہ تھی کہ جہاد کے شوقین اور رات دن سیف سیف پکارنے والے خود بھی تلوار نہ اٹھا سکے اور نہ جہاد کر سکے اور اس طرح حضرت صاحب کی بات کو ہی سچ ثابت کیا۔ اور دوسرے یہ کہ اب سمجھدار مسلمان خود بھی تسلیم کرنے لگے ہیں کہ تبلیغ اسلام ہی موجودہ زمانہ کا جہاد ہے۔ چنانچہ ہمارے مکرم دوست میر غلام بھیک صاحب نیرنگ محولہ بالا اپیل میں لکھتے ہیں:۔

This (Tabligh) is a great Jihad and there is no better object on which you may spend your Zakat money

یہ "(تبلیغ) ایک بہت بڑا جہاد ہے اور اس سے بہتر اور کوئی مقصد نہیں جس پر آپ اپنی زکوٰۃ کا روپیہ صرف کریں"۔ کیا یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک اور بیّن شہادت نہیں؟ حضرت اقدس نے حسب ارشاد قرآنی وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً تبلیغ قرآن اور اشاعت اسلام کو ہی اس زمانہ کا جہاد اور جہاد کبیر قرار دیا تھا اس وقت تو مسلمانوں نے تسلیم نہ کیا۔ لیکن آج تسلیم کرنا پڑا جیسا کہ سید غلام بھیک صاحب نیرنگ بھی اسے **Great Jihad** یا جہاد کبیر قرار دے رہے ہیں۔

سید صاحب کے ہمنوا یقیناً اور بھی کئی مسلمان موجود ہیں لیکن وہ خاموش ہیں۔ اظہار حق بڑا مشکل امر ہے۔ سید صاحب موصوف نے تو ایمانی جرأت سے کام لیا لیکن کئی بڑے بڑے روشن خیال اور صاحب علم و کلام ان سب باتوں کو ماننے کے باوجود چپ سادھے بیٹھے ہیں اور اپنی چندروزہ ہر دلعزیزی یا امامت کو جرأت ایمانی پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہم سید صاحب موصوف اور اپنے ان سب بھائیوں کی خدمت میں بڑے ادب اور خلوص سے التماس کرینگے کہ آپ ہمارے بالکل قریب آ گئے ہیں۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھئے۔ سب کچھ تو مان لیا اب امام زمان کو بھی مان لیں کیونکہ اس بلند شخصیت کو نہ ماننا جس کی طفیل یہ عرفان آپکو حاصل ہوا خدا تعالیٰ کی ناشکری اور نافرمانی ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ آئیے اور ہمارے ساتھ مل جائیے۔ امام زمان کا دامن تھام لیں اور آسمانی برکات سے بہرہ ور ہوں۔ آپ خود فرق محسوس کرینگے اور دیکھیں گے کہ آپ کی تبلیغی مساعی میں بھی کیسی برکت پیدا ہوتی ہے اور خدا داد نصرت کس طرح قدم قدم پر آپکا ساتھ دیتی ہے۔

لیکن جو آج نہیں مانتے وہ کل مانینگے۔ زمانہ بالآخر منوا لیگا۔ اب تک بھی جو کچھ مسلمانوں نے تسلیم کیا وہ اقتضائے وقت اور زمانہ کی ضروریات نے تسلیم کرایا اور اسی طرح جوں جوں وقت گزریگا لوگ حضرتؑ کی صداقت کو تسلیم کرینگے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو خیر میں سبقت کرے۔ جو خود نہیں مانتا اسکی اولاد اور آنیوالی نسلیں مانیں گی لیکن وہ اپنی بدقسمتی پر اور کھوتے ہوئے وقت پر آنسو بہائینگی اور رو رو کر اس محرومی پر افسوس کرینگی جیسا کہ حضرت اقدس نے فرمایا۔ امروز قوم من نشاسد مقام من ÷ روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو شناخت امام کی توفیق بخشے اور ہماری جماعت کو استقامت عطا فرمائے۔ خاکسار مسعود بیگ (سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

(بقیہ صفحہ ۳)

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلعم اور امت کے درمیان ایک باپ کی حیثیت پر فرض کر لیا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آزاد انفرادیت قائم ہو جاتی ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور یہ بانئ سلسلہ اور تحریک احمدیت کے مسلمہ عقائد اور روح کے بالکل خلاف ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد صرف محدثین آئیں گے اور ان کی ہستی محض ظلی اور غلاموں کی سی ہوگی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقریر علیٰ میں فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے اب ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہیں گے اور اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کو قیامت تک جاری رکھیگا"

پھر سرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں:۔

"اور یہ بات کہ کیونکہ اور کسطرح معلوم ہو کہ انسان کامل جو سب کاملین سے اکمل اور مظہر اتم مراتب الوہیت اور حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی سب رسل و غیر رسل اس سے مراتب میں کم ہیں۔ ہاں بعض طبائع ظلی طور پر حسب اندازہ دائرہ استعداد اپنے کے اس کے کمال کو پا لیتے ہیں مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلی و اصفیٰ و ارفع و اعلیٰ طور پر کمال مرتبہ ثالثہ اسی کو حاصل ہے"

وغیرہ وغیرہ اب ان بیانات اور ان جیسے متعدد بیانات کے ہوتے ہوئے ہم نہیں کہ سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مرکزی حیثیت کس طرح دی جا سکتی ہے دلائل کے مقابلہ پر دلائل لانا اور بات ہے اور دلائل کے مقابلہ میں طنز اور طعن کا اعادہ کرنا اور بات معاصر الفضل کو چاہئے کہ ہمارے سوالات کا براہ راست جواب دے اور ضمنی بحثوں میں الجھنے کی کوشش نہ کرے۔ ہمیں امید ہے کہ معاصر الفضل کے کسی آئندہ شیوع میں نہایت متانت کے ساتھ ہمارے سوالات کا جواب دیا جائیگا ÷

(الیس محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

ریویو

ہمارے بزرگ "مصنف رشید اختر ندوی قیمت ۸ر
"اسلامی تعلیم" از ظہیر احمد عثمانی قیمت ۲ر

یہ کتابیں کتبخانہ اردو نے شائع کر کے ایک مفید اسلامی خدمت سرانجام دی ہے آجکل بازاری لٹریچر کی اشاعت نے مفید کتابوں کیلئے کوئی مارکیٹ نہیں چھوڑی اسلئے ایسی کتابوں کی نشر و اشاعت کی بیحد ضرورت ہے تاکہ عوام الناس اسلام کے صحیح لٹریچر سے محروم نہ رہیں۔

ہمیں یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی کہ کتابوں کی زبان اور انداز بیان دلچسپ ہے "کتبخانہ اردو" نے کتابوں کے ظاہری محاسن کیطرف بھی خاص توجہ دی ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں یہ کتابیں معنوی خوبیوں کے لحاظ سے قابل قدر ہیں وہاں ان کے ظاہری محاسن بھی قابل توجہ ہیں۔ کتابت و طباعت عمدہ۔

ملنے کا پتہ: کتبخانہ اردو ۲۰ ہال روڈ لاہور

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی رقابت کی مثالیں!

تیسری مثال آنحضرت صلعم کے تمام ادیان کے موعود ہونے کی خصوصیت پر دستبرد

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

گذشتہ سے پیوستہ

آپ محمودی رقابت کی دو مثالیں سن چکے۔ اب تیسری سنئے:۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو آپ کو تمام دیگر رسولوں سے ممتاز کرتی ہے اور جس سے آپ کی عالمگیر رسالت اور تمام دنیا کے نبیوں اور رسولوں پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ تمام دنیا کے نبیوں اور رسولوں کے موعود ہیں۔ اور آپ ہی وہ آخری نبی ہیں جس پر ایمان لانے کیلئے تمام دنیا کے نبیوں اور ان کے ذریعہ ان کی امتوں سے عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ موعود نبی آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی اتباع کرنا اور اس کی نصرت میں بجان و دل مشغول ہو جانا ہر ایک نبی اور اس کی امت پر فرض ہوگا۔ اور اس کی بعثت کے بعد ہر ایک امت جو اس کا انکار کرے گی۔ وہ کافر خارج از اسلام ٹھہرے گی۔

آنحضرتؐ کی اس خصوصیت کا تذکرہ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں

آنحضرت صلعم کی اس خصوصیت کا تذکرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریر سے نقل کر دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ہر ایک مسلمان احمدی اور غیر احمدی کو معلوم ہو جائے۔ کہ حضرت موصوف کا اس بارے میں اپنا مذہب کیا تھا۔ حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۱۳۰ پر حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"قولہ تعالیٰ۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ (الجزو ۳/۱۴)

ترجمہ۔ اور یاد کرو جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دونگا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا۔ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اور کہا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس عہد پر استوار ہو گئے انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا۔ تب خدا نے فرمایا کہ تم اپنے اقرار کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ انبیاءؑ تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے۔ یہ حکم ہر نبی کی امت کیلئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو۔ تو اس پر ایمان لاؤ۔ ورنہ موجب مواخذہ ہوگا اب میاں عبد الحکیم خاں نیم ملا خطرۂ ایمان! کہ اگر توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا۔ جو گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ مگر توحید باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔"

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک موعود رسول آنحضرت صلعم ہی ہیں

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک اس آیت میثاق النبیین میں جس موعود رسول کے آنے کا ذکر ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ ضروری تھا کہ جو رسول تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے کامل اور مکمل دین لیکر آوے وہ ایک تو تمام دنیا کے رسولوں کا مصدق ہو تا اس پر ایمان لانے سے کسی مذہب کے آدمی کو اپنے مذہبی رہنماؤں کو جھوٹا نہ ماننا پڑے اور دوسرے تمام دنیا کے مذہب والوں کو حکم ہو کہ وہ اس موعود رسول پر ایمان لاویں۔ تا دنیا کے تمام لوگ ایک دین واحد پر جمع ہو سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ اسی موعود رسول کو آخری رسول ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے آنے سے جب دین کامل ہو گیا۔ اور تمام دنیا کی قومیں اور تمام زمانہ کے لوگ ایک مذہبی نقطہ اور مرکز پر جمع ہو گئے تو اب کسی اور نبی اور رسول کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ہاں تجدید دین کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے

محمودی غالیوں کا مذہب

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب تو آپ سن چکے۔ اب محمودی غالیوں کا مذہب بھی سنئے۔ وہ یہ ہے کہ "الفضل" ۱۹ اور ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اسی آیت میثاق النبیین کا مصداق یعنی وہ موعود رسول جس پر ایمان لانے کا تمام دنیا کے نبیوں سے عہد لیا گیا تھا حضرت مسیح موعود کو بتلایا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ آل عمران آیت ۸۲ کی تفسیر جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شامل ہیں۔ کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں آنحضرت صلعم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں۔ . . . . . پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے۔ یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے . . . . . تم سب اس پر ایمان لانا اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا۔ (جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا۔ تو ہم کون ہیں کہ نہ مانیں)"

(اخبار الفضل ۱۹-۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء)

اور یہ مضمون بڑے طمطراق سے اخبار کا لیڈر بنا کر شائع کیا گیا۔ اور اس میں خاص طور سے اس بات پر زور دیا گیا اور اپنی طرف سے دلیلیں بھی دی گئیں کہ جن نبیوں سے اس موعود رسول پر ایمان لانے کا اور اس کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔ ان میں آنحضرت صلعم بھی شامل تھے۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ مضمون ایک سے زیادہ مرتبہ شائع ہوا تاکہ اچھی طرح محمودی قوم کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔

محمودی عقیدہ اور استدلال کا مطلب

اب فرمائیے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ آج آنحضرت صلعم زندہ ہوتے تو آپ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور ان کی اتباع کرتے اور ان کی مدد کرتے جیسا کہ اس آیت میثاق النبیین کے نازل ہونے کے بعد حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے آپ کو اس آیت میثاق النبیین کا مصداق بناتے ہوئے جب اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں ہی وہ موعود رسول ہوں جس کے متعلق تمام نبیوں سے عہد لیا گیا تھا تو ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں سوائے اس کے چارہ نہ تھا۔ کہ میری اتباع کرتے۔ گویا اس آیت میثاق النبیین میں جس موعود رسول کا ذکر ہے۔ وہ اس پایہ کا رسول ہوگا۔ کہ اگر گذشتہ نبیوں میں کوئی بھی اس کے زمانہ میں زندہ ہو تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ اس موعود رسول کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اس کی اتباع کرے۔ اور بغیر اس کے اس کی نجات ناممکن ہے۔ تو اگر وہ رسول موعود آنحضرت صلعم نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ لو کان محمد حیًا لما وسعہ الا اتباع المسیح الموعود کہ اگر محمد صلعم زندہ ہوتے تو انہیں سوائے اس کے چارہ نہ ہوتا کہ وہ حضرت مسیح موعود کی رسالت پر ایمان لاتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپکی اتباع کرتے۔ گویا حضرت مسیح موعود متبوع ہوتے اور محمد رسول اللہ صلعم تبع اور مسیح موعود کے امتی ہوتے۔

آقا کو غلام اور غلام کو آقا بنا دیا

دیکھ لیجئے کیسی الٹی گنگا بہائی ہے۔ یہی نہیں کیا کہ آنحضرت صلعم کی اس خصوصیت کبریٰ کو جو آپ سے مخصوص تھی اور جو آپ کو تمام رسولوں میں ممتاز بنا رہی تھی۔ آپ سے چھین کر حضرت مسیح موعود کو دیدیا بلکہ بیک گردش چرخ نیلوفری آقا کو غلام بنا دیا اور غلام کو آقا بنا دیا۔ کیا اب بھی شک باقی ہے کہ یہ محمودی قوم حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلعم سے بدرجہا افضل مانتی ہے جب حضرت مسیح موعود کو آیت میثاق کا موعود رسول مان لیا۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود تمام رسولوں سے جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں افضل ہیں اور یہاں تک فضیلت ہے کہ اگر ان نبیوں میں سے کوئی بھی یعنی خود حضرت محمد رسول اللہ صلعم بھی زندہ ہوتے تو حضرت مسیح موعود کی اتباع کرتے۔ اور ان پر ایمان لائے بغیر ان کی نجات نہ ہو سکتی تھی۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے جو یہ محمودی لوگ قرآن کریم کی آیت وبالاخرۃ ھم یوقنون کے یہ من گھڑت معنی کرتے پھرتے ہیں کہ "آخری وحی پر ایمان لاتے ہیں" گویا آخری وحی نبوت جو مومن بہ ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی وحی قرآن نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کی وحی ہے۔ اور آنحضرت صلعم اپنے زمانہ میں نہ صرف گذشتہ نبیوں کی اور اپنی وحی پر ایمان رکھتے تھے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کی وحی نبوت پر بھی ایمان لانا اپنی نجات کیلئے ضروری سمجھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کامل نہ ہوا تھا۔ اور اس کے لئے ابھی حالت منتظرہ باقی تھی۔ کیونکہ جب تک وہ آخری وحی نبوت نہ آتی تو ایمانیات کی فہرست مکمل نہ ہو سکتی تھی۔ اور ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ ابھی وہ موعود رسول ہی نہ آیا تھا جو تمام ادیان کا موعود تھا جس پر ایمان لانے کیلئے اور جس کی اتباع کرنے کیلئے تمام نبیوں سے اور خود آنحضرت صلعم سے عہد لیا جا چکا تھا پس جب تک وہ نہ آتا۔ نہ ایمانیات کی فہرست مکمل ہو سکتی تھی۔ نہ دین کامل ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ جب وہ آیا تو اس پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے دنیا بھر کے مذاہب رکھنے والوں کے ساتھ ساری امت محمدیہ بھی کافر خارج از اسلام ہو گئی

آنحضرت صلعم کی عالمگیر رسالت پر محمودیوں کا حملہ

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ محمودی صاحبوں کے اس عقیدہ نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ

صلعم آیت میثاق کے موعود رسول نہیں ہیں تو پھر آپ پر ایمان لانے کیلئے دنیا کا کوئی اہل کتاب یا کوئی قوم جس میں کوئی خدا کا رسول آ چکا ہے مکلف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب قومیں جو اپنی جگہ اپنے اپنے رسولوں کو مانتی ہیں۔ صرف اسی موعود رسول پر ایمان لانے کیلئے مکلف ہیں جس کے متعلق ان کے نبیوں سے عہد لیا جا چکا ہے۔ پس ان محمودیوں نے آنحضرت صلعم کو آیت میثاق کے موعود رسول ہونے سے ہی جواب نہیں دیا بلکہ آپ کی رسالت کے عالمگیر ہونے پر بھی پانی پھیر دیا۔ اور آنحضرت صلعم کی رسالت صرف عربوں کی قوم تک ہی محدود ہو کر رہ گئی جن میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ عالمگیر رسالت تو حضرت مسیح موعود کی ہوئی۔ جو آیت میثاق کے موعود رسول ہیں جن پر ایمان لانے کیلئے ہر ایک قوم عرب و عجم، عیسائی و یہودی ہندو اور مسلمان یکساں طور پر مکلف ہیں۔ پس اب دین کامل ہوا اور اسلام اب اپنی پوری شکل میں نمودار ہوا۔ اب دنیا کی ہر ایک قوم جو مسیح موعود پر ایمان نہ لائے گی وہ کافر کہلائے گی۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت سے پہلے آنحضرت صلعم کے منکرین میں سے عربوں کے سوا کسی غیر کو کافر کہنا بالکل غلط اور سخت ظلم تھا۔

درحقیقت یہ بہائیوں کا عقیدہ ہے

دیکھا! اب میاں محمود احمد صاحب کا مسئلہ تکفیر ٹھیک بیٹھا۔ خدا جانے اسی مسئلہ کو تقویت دینے کیلئے ہی شاید یہ عقیدہ گھڑا گیا ہو۔ ورنہ درحقیقت یہ عقیدہ تو بہائیوں کا تھا۔ انہوں نے بہاء اللہ کو تمام ادیان کا موعود بنانے کیلئے آیت میثاق کی یہ غلط اور نامعقول تفسیر کی تھی۔ لیکن ان محمودیوں نے کیوں اس عقیدہ کو لیا۔ اسی لئے کہ حضرت مسیح موعود کو تمام ادیان کا موعود بنا کر ایک تو تمام نبیوں بلکہ خود حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر بھی ان کی فضیلت یقینی اور حتمی طور پر قائم ہو جائے۔ دوسرے مسئلہ تکفیر کا شجرہ خبیثہ پنپ جائے کہ اس سے بہتر اس کے جڑ لگنے کی اور کوئی صورت ہو نہ سکتی تھی۔

ایک قابل توجہ امر

یہاں ایک اور بات بھی توجہ کے لائق ہے اور وہ یہ ہے یہ محمودی لوگ جب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے احباب کو کہتے ہیں کہ تم نے فلاں آیت میں حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کے خلاف تفسیر کر دی۔ تو دراصل ان کا مقصد فقط اعتراض کرنا اور لاہوری احمدیوں کے خلاف ایک باطل پروپیگنڈہ کرنا ہوتا ہے۔ ورنہ جہاں ان کا اپنا داؤں لگتا ہے وہاں یہ لوگ ہاتھی سموہ ہضم کر جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ دیکھ لو اسی آیت میثاق النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے عقیدہ کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ اور ان کے مسلک کے صریح خلاف اخبار میں یہ مضمون دھڑلے سے چھپ رہا ہے اور کسی نے پوچھا تک نہیں کہ یہ کیا کفر بولا جا رہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کو رسول موعود کی گدی سے ہٹا کر ان کے ایک غلام کو اس پر بٹھایا جا رہا ہے جس سے خود آنحضرت صلعم حضرت مسیح موعود کے متبع اور امتی بن جاتے ہیں۔

یہ کفر کا فتویٰ میرا نہیں بلکہ اخبار الفضل کا ہے۔ اصل فتویٰ سن لو:۔

"نیز مسیح موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم ہے اور کفر بعد کفر ہے۔" (الفضل ۲۹ رجون ۱۹۱۵ء)

دیکھو لیجئے حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ماننا کفر عظیم ہے۔ لیکن اس طرح جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیح موعود کا امتی قرار دینے میں ان کے نزدیک کوئی کفر نہیں۔ بلکہ شاید حقیقی اسلام یہی ہوگا۔ ورنہ اس پر دو رکیک دیا جاتا۔ یہ مضمون اخبار میں بڑی دھوم سے نکلا۔ اور خلافت مآب حضرت میاں محمود احمد صاحب نے قوم کو اس سے روکا نہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کو شبہ ہے کہ شاید ان کے مشورہ سے ہی نکلا ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ لکھنے والا کسی انعام کا مستوجب ٹھہرا ہو۔ اور مریدوں نے اسے شربت کے گھونٹ کی طرح پی لیا۔ اور کسی کے دل کو محمد رسول اللہ صلعم کے لئے غیرت نہ آئی۔ بلکہ رقابت کا جذبہ نفس کو خوش کر رہا ہوگا کہ آخر ہمارا موجودہ نبی ہی تمام نبیوں کا موعود رسول ثابت ہوا۔

محمودی غالی یاد رکھیں!

اور لکھنے والا تو دل میں پھولا نہ سماتا ہوگا کہ میں نے بڑا تیر مارا اور خوب حضرت مسیح موعود کی پوزیشن بلند کی۔ مگر دیاد رکھے۔ کہ قیامت میں خدا کے دربار میں اس شخص کے خلاف سب سے بڑھ کر فریاد کرنے والے خود حضرت مسیح موعود ہوں گے کہ "خدایا وہ دعویٰ جس کا اپنی زندگی میں مجھے کبھی وہم و گمان تک بھی نہیں آیا۔ بلکہ اس کے خلاف میری صریح تحریریں موجود تھیں اور میں بجان و دل رسول موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھتا رہا۔ میری طرف منسوب کر کے مجھ پر اس شخص نے کس قدر بہتان باندھا ہے۔ تو ہی میری فریاد کو پہنچ" اور حضرت مسیح موعود کی یہ فریاد خالی نہیں جائے گی۔

(ربانی دار راد)

احباب قادیان کیلئے مقام غور

کیا عدالت میں حلف لیکر جھوٹ بولنے والا خلیفہ کسی متقی جماعت کا امام ہو سکتا ہے؟

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب)

بمقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری بعدالت سپیشل مجسٹریٹ ضلع گورداسپور ۲۳ / ۳ / ۳۵ کو میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے حسب ذیل حلفی بیان دیا۔ جو اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۲۲۲ مورخہ ۳۵/۳/۲۶ میں شائع ہو چکا ہے۔

سوال: محمد حسین جو قتل ہوا۔ کیا وہ عبد الکریم مباہلہ والے کا ضامن تھا؟

جواب: مجھے معلوم نہیں۔

حالانکہ اس سے پہلے بحوالہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۸ / ۷ / ۳۱ اپنے خطبہ جمعہ کے دوران میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے صاف طور پر اعلان کیا تھا:۔

"اصل واقعہ صرف یہ ہے کہ لڑائی ہوئی اور معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے ایک آدمی مارا گیا اور ہمیں افسوس ہے کہ مارا گیا کیونکہ بظاہر اس کا کوئی اتنا قصور نہیں معلوم ہوتا سوائے اس کے کہ اس نے (یعنی محمد حسین صاحب نے) مستریوں (یعنی مولوی عبد الکریم صاحب وغیرہ) کی ضمانت دی ہوئی تھی پس ہمیں اس کے (یعنی محمد حسین صاحب کے) مارے جانے کا بڑا افسوس ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ خطبہ جمعہ محولہ بالا فرماتے وقت خلیفہ صاحب کو علم تھا کہ محمد حسین (مقتول) نے مولوی عبد الکریم وغیرہ ہلاکم کی ضمانت دی تھی جو اتنا بڑا قصور نہ تھا۔ لیکن جب عدالت میں بیان کے اسقاط کا وقت آیا۔ تو آپ نے صاف اور صریح سوال کے جواب میں کہدیا کہ "مجھے معلوم نہیں"۔

اس کے علاوہ ایک اعتراض اور پیدا ہوتا ہے کہ گو محمد حسین کا بظاہر کوئی اتنا قصور معلوم نہیں ہوتا تھا یعنی وہ بیچارا بے قصور مارا گیا۔ اس کے قاتل قاضی محمد علی کے سزائے پھانسی ملنے کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اس کے اس فعل (قتل بیگناہ) کی اس طرح تعریف کی:۔

"قاضی صاحب مرحوم کے حالات سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ ان کی ایمانی غیرت ہے جو اس فعل (قتل بیگناہ) کی محرک ہوئی۔ ان کے فعل پر ایسے لوگوں کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ جن میں غیرت نہیں پیدا ہوئی۔ یا اگر پیدا ہوئی تو اس حد تک پیدا نہیں ہوئی جس حد تک قاضی صاحب مرحوم کے دل میں پیدا ہوئی۔" (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب "خلیفہ" قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۱۸ نمبر ۱۴ مورخہ ۶ رجون ۱۹۳۱ء)

ایک بیگناہ کے قاتل کی بیجا تعریف سے معلوم ہوا کہ خلیفہ قادیان کے نزدیک شرعاً کسی حد تک جائز تھی۔ لیکن یہ ضرور ظاہر ہے کہ وہ کس جذبہ کے ماتحت کی گئی۔ اب ذرا سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۵ / ۶ / ۳۵ کے ریمارکس بھی پڑھ لئے جاویں:۔

"جب عدالت میں مرزا (محمود احمد صاحب "خلیفہ" قادیان) کا اس معاملہ کے متعلق بیان لیا گیا تو اس نے بالکل مختلف کہانی بیان کی لیکن دستاویزی ریڈ۔ اسکی تردید کرتی ہے اور مرزا (محمود احمد صاحب "خلیفہ" قادیان) کی نسبت اور ان کے مدعا کا پتہ اس اظہار خیالات سے بالکل عیاں ہے۔ جو اس نے دستاویزی ریڈ میں کی ہے۔"

اسی خطبہ میں جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہمارے بھائی قاضی محمد علی صاحب کا جو حق ہمارے ذمہ تھا اور جو یہ تھا کہ قانونی پہلو سے ہم ان کیلئے کوشش کرنے خدا کا شکر ہے کہ ہم نے وہ ادا کیا۔ جہاں تک قانون اجازت دیتا تھا۔ انتہائی طور پر ادا کیا۔ باقی جو مقدر تھا۔ وہ خدا کی مصلحت کے باعث پورا ہوا۔"

اب ذرا ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی روشنی میں پڑھیے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ کیا ایسے شخص کا جو اس دیدہ دلیری سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرے۔ خدا تعالیٰ پر کوئی ایمان ہو سکتا ہے؟ جس حالت میں کہ وہ مانتا ہے کہ مقتول کا کوئی اتنا بڑا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔

بجٹ فنڈ

کا مقصد محض تھوڑی سی رقم جمع کرنا نہیں۔ بلکہ اس تحریک کا مقصد بہت بلند ہے یعنی دین کی خدمت کیلئے اپنے نفس پر کچھ تکلیف وارد کرنے کی عادت ڈالنا اور اپنی آسائش کو صرف رضائے الٰہی کے لئے کم کرنا یہی جذبہ احمدیت کا خاص امتیازی نشان ہے۔ اس لئے بجٹ فنڈ میں شمولیت ہر احمدی گھرانے کے لئے لازم ہے۔

احباب اور جماعتیں خاص توجہ فرمائیں

(دفتر تحصیل)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسان مجاہدہ، دعا اور توبہ کے ذریعہ تبدیل اخلاق پر قادر ہے

پس ہماری جماعت ہو یا کوئی اور ہو وہ تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ مجاہدہ اور دعا سے کام لیں ورنہ ممکن نہیں۔ حکماء کے تبدیل اخلاق پر دو مذہب ہیں۔ ایک تو وہ جو یہ مانتے ہیں کہ انسان تبدیل اخلاق پر قادر ہے۔ اور دوسرے گروہ ہیں جو مانتے ہیں کہ وہ قادر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر کسل اور سستی نہ ہو اور انسان ہاتھ پیر ہلائے تو تبدیلی ہو سکتی ہے۔ مجھے اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ یونانیوں کے مشہور فلاسفر* افلاطون کا قاعدہ تھا کہ جب تک وہ ملاقات کرنے والے کا حلیہ اور نقوش چہرہ کو معلوم نہ کر لیتا تھا اندر نہیں آنے دیتا تھا۔ وہ قیافہ سے استنباط کر لیا کرتا تھا کہ شخص مذکور کس قسم کا ہے۔ چنانچہ نوکر نے آکر حسب معمول اس کا حلیہ بتایا۔ افلاطون نے جواب دیا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ چونکہ تم میں اخلاق رذیلہ بہت ہیں اسلئے میں ملنا نہیں چاہتا۔ اس آدمی نے جب افلاطون کا یہ جواب سنا تو نوکر سے کہا تم جا کر کہہ دو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک ہے۔ مگر میں نے اپنی عادات رذیلہ کا قلع قمع کر کے اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے کہا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے چنانچہ اس کو اندر بلایا اور نہایت عزت و اکرام کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔ جن حکماء کا یہ خیال ہے کہ تبدیل اخلاق ممکن نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملازمت پیشہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں۔ جب وہ سچی توبہ کر لیتے ہیں تو اس کے بعد اگر کوئی ان کو سونے کا پہاڑ بھی رشوت میں دے تو اس پر نگاہ نہیں کرتے۔ توبہ دراصل حصول اخلاق حسنہ کے لئے بڑی محرک اور موید چیز ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔

(۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

* افلاطون کے پاس ایک آدمی آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اندر اطلاع کرائی

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— اعلان بیعت: مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۱) غلام نبی صاحب راتھر سرینگر کشمیر (۲) غلام محمد صاحب راتھر سرینگر کشمیر (۳) عبد الخلیل صاحب مدنی سرینگر کشمیر۔

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تالیف مجدد اعظم کی دوسری جلد کی کتابت و طباعت کا کام باقاعدگی کے ساتھ جاری ہے۔ انشاء اللہ یہ جلد جلسہ سالانہ سے قبل تیار ہو جائے گی۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب۔ جناب مولانا یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور اور جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن آجکل کشمیر میں مقیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں۔

— جناب بابو محمد صدیق صاحب مرحوم سارو کی ضلع گجرات کا بڑا صاحبزادہ عرصہ سے علیل ہے۔

— جناب حاجی شیخ اللہ دین صاحب تا حال بدستور علیل ہیں۔ پاؤں کا زخم اچھا نہیں ہوا۔

— ایک عالی خاندان بزرگ غیر از جماعت خاتون جو تحریک احمدیہ کے ساتھ بہت کچھ ہمدردی رکھتی ہیں۔ عرصہ سے علیل ہیں۔ انہوں نے خاص طور پر دعا کی درخواست کی ہے۔

ان سب کے لئے احباب دعا کریں

— نہایت افسوس کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ بابا امیر الدین صاحب سابق موذن مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور چند روز ہوئے اپنے وطن میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ۔ مرحوم نہایت دیندار اور پاکیزہ خصال بزرگ تھے اس صدمہ میں ہمیں اُن کے لڑکے رحمت اللہ اور دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

مبلغ کی ضرورت

بھدرواہ (ریاست کشمیر) کے لئے ایک متقی اور باعمل احمدی دوست کی ضرورت ہے جو مرکزی طور پر مبلغ کا کام سرانجام دیں۔ جمعہ اور دیگر نمازوں میں امامت کرائیں۔ درس قرآن مجید دے سکیں اور لائبریری ریڈنگ روم کے انچارج کا کام کر سکیں۔

صرف ایسے دوست جو موسم سرما میں بھی کشمیر کی رہائش اختیار کر سکتے ہوں اپنی درخواستیں پتہ ذیل پر ارسال فرماویں۔ مشاہرہ کا فیصلہ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

پتہ۔ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اشاعت اسلام کی مختصر تاریخ

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خدمات

(از۔ ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

اسلام ایک ایسا مذہب نہیں جسے کسی خاص ملک وملت کی چاردیواری میں مقید کردیا گیا ہو۔ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ جو اپنی ہئیت ترکیبی میں آفاق گیر اور عالمگیر ہے۔ یہ عربی یا عجمی کا مذہب نہیں۔ نہ صرف سرزمین مشرق سے متعلق ہے اور نہ مغرب کی سفید فام اقوام سے مخصوص۔ ع

سرعشق از عالم ارحام نیست ٭ از رسام و عام و روم و شام نیست
کوکب بے شرق و غرب بے غروب ٭ در مدارش نے شمال و نے جنوب

اسلام دین فطرت ہے جس نے رنگ نسل مرز بوم اور اشتراک زبان کی مصنوعی قیود کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور انسان کی بلندی اور رفعت کا صرف اخلاقی اور روحانی معیار مقرر کیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے :۔

لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی الناس کلھم بنو ادم و ادم من تراب

پرہیزگاری اور دینداری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت نہیں ہے۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے

اللہ تعالیٰ نے اس دین فطرت جو کہ اس کا بنی نوع انسان کی طرف آخری پیغام اور رب کا بڑا انعام ہے کی اشاعت و استحکام کیلئے ارشاد فرمایا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ترجمہ :۔ اے مسلمانو! تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جس کا نصب العین لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا، اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہو۔ یقیناً یہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

زمانہ نبوی میں قرآن مجید کی اس نص صریح پر جس خوبی اور اہتمام کے ساتھ عمل ہوتا تھا اس پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہر مسلمان ایک داعی اور مبلغ تھا۔ جس کے قلب میں اسلام کو اقصائے عالم میں پھیلانے کیلئے ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے، جاگتے اگر مسلمان کے سامنے کوئی نصب العین تھا تو وہ صرف اعلائے کلمۃ الحق تھا اور آج یہ انہیں بزرگوں کی کاوش اور محنت کا نتیجہ ہے کہ اسلام ہمیں اپنائے عالم میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور وہ زمین کا کونسا خطہ ہے۔ جہاں خدا اور خدا کے رسولؐ کا نام لیوا نہیں۔

ابتدائی صدیوں میں بالعموم اشاعت اسلام مسلمانوں کا شیوہ رہا۔ صوفیائے کرام، امراء اور بادشاہ سبھی اس رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ چنانچہ بنوامیہ اور بنو عباس کے زمانہ کی تاریخ اس پر شاہد ہے بخلاف ماشدہ زمانہ نبوی کے بعد تبلیغی تحرک کا سب سے زیادہ سرگرم اور پرجوش دور ہے۔ اس زمانہ میں وہ دنیا کا کونسا مذہب خطہ ہے جہاں مسلمان قرآن کو سینہ سے لگائے ہوئے نہیں پہنچے اس دور کی تبلیغی سرگرمیوں کا اتنی دفعہ اعادہ ہو چکا ہے اور اسے اس تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ اسلامی تبلیغ کی تیس سالہ شاندار داستان ہر مسلمان کے لوح قلب پر نقش ہو کر رہ گئی ہے لیکن اس کی شرح و بسط میں جانا سورج کو چراغ دکھانا ہے

مسلمان سیاسی اور ملکی لحاظ سے کئی دفعہ گرے، اور ابھرے لیکن انہوں نے کبھی فریضہ تبلیغ کو فراموش نہیں ہونے دیا۔ وہ تورانی قبائل جو ترکستان سے لیکر چین تک پھیلے ہوئے تھے اور بت پرست تھے۔ انہوں نے خلافت بنو عباس کی اینٹ کے ساتھ اینٹ بجا دی اور مسلمانوں کے خون کو اس قدر ارزاں کیا کہ آج ان حالات اور واقعات کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خراسان اور ماوراء النہر میں اپنی طرف سے اسلام کا بالکل گلا گھونٹ ڈالا۔ اور مغلوں کا قہرمانی تسلط دیکھ کر یوں نظر آنے لگا کہ یہ گرگے کبھی اس سرزمین میں اسلام کو ابھرنے نہیں دینگے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی کہ صرف دو مسلمان درویش حضرت شیخ جمال الدین اور ان کے بیٹے حضرت شیخ رشید الدین نے اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر خونخوار مغلوں کی فطرت بدل دی۔ وہ قاہر اور جابر مغل جنہوں نے اپنی نوک شمشیر سے مسلمان فرمانرواؤں کو تخت فغفوری اور کلاہ سروری سے محروم کیا۔ خود انہوں نے مسلمان درویشوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے حضرت شیخ رشید الدین صاحب کی تبلیغ سے تغلق تیمور خاں جو خاقان تھا حلقہ بگوش اسلام ہوا جسے دیکھ کر دیگر مغل امراء اور رؤسا بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور ایک دفعہ تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ صرف ایک دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار مغلوں نے چوٹیاں کٹوا کر اسلام قبول کیا۔ گو مسلمانوں کی ظاہری شان و شوکت مٹی ہوئی نظر آتی تھی۔ لیکن جذبہ تبلیغ نے پھر اس وقار کو قائم کر دیا۔ چنانچہ اس جذبہ تبلیغ کی تاریخ کو ہی مطالعہ کر کے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے فرمایا تھا۔ ع

تو ندمٹ جائیگا ایران کے مٹ جانے سے ٭ نشہ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے ٭ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
سو جب مسلمان کے قلب میں جذبہ تبلیغ ہو تو وہ صنم خانہ سے بھی اپنے کعبہ کے محافظ پیدا کرلیا کرتا ہے۔

ہندوستان جو کہ دنیا کا بہت کہنہ صنم کدہ ہے اس ملک میں مسلمان قریباً آٹھویں صدی عیسوی میں داخل ہوئے لیکن مسلمان حکمرانوں کی طرف سے خواہ وہ خاندان غلاماں سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ وہ خاندان مغلیہ کے چشم و چراغ ہوں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا کوئی اہتمام نہیں ہوا۔ صوفیائے کرام کا گروہ تبلیغ اسلام میں پیش پیش نظر آتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ علی ہجویریؒ جو آج داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔ ان بزرگوں کے طفیل ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے اور پھر ان کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین محبوب الہیٰ یہ صوفیا اور بزرگ اسلام کے زبردست داعی تھے۔ اور انہیں کے دم قدم سے اسلام ہندوستان میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ ان بزرگوں کے پاس کوئی دنیوی دقار نہیں تھا۔ بلکہ صرف ایک جذبہ تبلیغ ہی تھا جس نے ان سے تبلیغی میدان میں ایسے کارہائے نمایاں کرائے چنانچہ ڈاکٹر ایم۔ ٹی۔ ٹائی ٹیس اپنی کتاب انڈین اسلام کے صفحہ ۴۸ پر ان بزرگوں کے متعلق رقمطراز ہیں :۔

”ان صوفیائے کرام نے اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے لوگوں پر بہت عمدہ اثر ڈالا۔ لیکن ان کی کامیابی کا راز اسلامی عقائد کی سادگی اور پاکیزگی میں پوشیدہ ہے۔ اسلام کے مذہبی اور تمدنی احکام اس قدر سادہ اور دلکش ہیں کہ ہنود کے لئے ان کا قبول کرنا سراسر قرین قیاس ہے۔ اسلام توحید باری کا علمبردار ہے۔ بت پرستی اور ہر قسم کے شرک سے بیزار ہے۔ تمام مسلمانوں کو یکساں درجہ عنایت کرتا ہے۔ اور اسلام کی نظر میں بندگی کا معیار تقویٰ ہے۔ نہ کہ مال و دولت اور خاندانی وجاہت، اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیائے کرام نے اپنی پاکیزگی اور پاکیزہ تعلیمات کی بدولت سب کامیابی حاصل کی جو عیسائی پادریوں کو اس قدر دولت اور وقت صرف کرنے کے بعد بھی نصیب نہ ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ“

لیکن اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں پر زوال اور انحطاط کا دور آگیا اور باہر سے نیک نہاد اسلام کے داعی آنے بند ہو گئے لیکن اس گئے گذرے دور میں بھی ایک مرد کامل پیدا ہوا اور اس نے اپنی بلیغ اور عمیق نگاہ سے پہچان لیا کہ مسلمان کے زوال کا اصل باعث ان کی اصول اسلام اور تعلیم قرآن سے بےخبری ہے وہ مرد کامل شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں۔ یہ مجدد وقت تھے اور انہوں نے ایک شاندار تصنیف حجۃ اللہ البالغہ اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا اور ہندی مسلمان کو قرآن مجید کے معارف اور اصول حیات سے قریب تر کر دیا۔

انیسویں صدی میں تو مسلمانوں کے اخلاقی، روحانی، مذہبی اور سیاسی انحطاط کی حد ہو گئی۔ یاجوج اور ماجوج کے لشکر ہر بلندی سے عالم اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ عیسائیت نے بڑے انتظام اور اہتمام سے اسلام اور آنحضرت صلعم پر حملے شروع کر دیئے مغربی علوم نے مسلمان نوجوانوں میں الحاد پیدا کیا۔ اسلامی ممالک نے مغربی کلچر اور تمدن کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور جگہ جگہ مقامی تحریکیں اسلام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جن میں سے آریہ سماج، دیو سماج برہمو سماج ہندوستان میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایسے نازک وقت میں اسلام کی مدافعت اور تبلیغ کیلئے ایک زبردست محدث اور مجدد کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تائید حق اور اشاعت اسلام کیلئے جماعت بنائی جس کی بنیاد اس نص قرآنی پر تھی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔

اس جماعت نے اپنے بانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مشرق اور مغرب میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کیلئے جان، مال اور قوت کو بے دریغ خرچ کیا۔ جس کے نتائج اتنے شاندار نکلے کہ جس کے مسلمان عمائد معترف ہیں۔ ایک دفعہ جناب غلام بھیک صاحب نیرنگ نے لکھا تھا :۔

”اس جماعت (جماعت احمدیہ لاہور) کے کام سے مجھ کو پوری پوری ہمدردی ہے۔ حمایت اور اشاعت اسلام کے واسطے یہ جماعت بہترین وقف ہے۔ خدا کرے مسلمانوں میں ایسی جماعتیں اور بھی بہت سی پیدا ہوں بلکہ بہتر لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ خدا کرے، تمام مسلمان اسی طرح حمایت و اشاعت اسلام کا کام کیا کریں۔ جس طرح لاہوری احمدی جماعت“

اعلیحضرت ہز ہائینس نواب صاحب مانگرول نے فرمایا تھا :۔

”تبلیغ و اشاعت اسلام کی خدمات کو آپ کی انجمن جس تندہی محنت، جانفشانی اور عمدہ طریق پر انجام دے

(باقی صفحہ پر)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۱۸ رجب ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۲

"درشت کلامی" کا بے بنیاد الزام

"الفضل" کا افسوسناک طرزِ عمل ـــ رجز کے بعد نوحہ

جیسا کہ ہم گذشتہ اشاعتوں میں بھی ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے قادیانی معاصر "الفضل" کی حالت آجکل بہت ہی قابل رحم ہے۔ اس سے پے در پے ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں جو اخلاقی لحاظ سے بیحد قابل اعتراض اور مذموم اور آئین صحافت کے بالکل خلاف ہیں۔ ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اپنے فرائض کی لاچاری نے "الفضل" کو اس طرز عمل پر مجبور کیا یا دلائل کا فقدان اور حواس کی پراگندگی اس کی وجہ ہے بہرحال کوئی وجہ ہو افسوسناک اور قابل رحم ہے۔

چند ماہ سے ہمارا معاصر "پیغامیوں" کی درشت کلامی کا پروپیگنڈا کرنے اور اس مفروضہ "درشت کلامی" پر چیخ پکار مچانے اور واویلا کرنے میں غیر معمولی طور پر مصروف ہے، ۶ راگست کے پرچے میں اس نے "مولوی محمد علی صاحب کی انتہائی درشت کلامی" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ بھی رقم فرمایا ہے جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مضمون "جناب مرزا محمود احمد صاحب کا دوسرا چیلنج قبولیت دعا کا مقابلہ" مطبوعہ پیغام صلح ۳۰ ر جولائی کے چند نامکمل اقتباسات پیش کرنے کے بعد شور مچایا... ہے کہ دیکھو ہمیں گالیاں دی جا رہی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جناب خلیفۂ قادیان کی روحانیت اور قبولیت دعا کا اشتہار بھی دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"خدا تعالیٰ آئے دن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت دعا کے نشانات ظاہر کر کے مومنین کو اپنے ایمان تازہ کرنیکا موقع عطا فرماتا رہتا ہے اور یہ بات مولوی صاحب کے لئے ناقابل برداشت ہے۔"

"دراصل قبولیت دعا کا معاملہ ہی ایسا ہے کہ اس کے مطالبہ پر مولوی صاحب انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرنے پر مجبور تھے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی اس تائید و نصرت سے محروم رہے ہیں اور محروم ہیں جو قبولیت دعا کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔"

"ان کے قلم سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے بڑھ کر ناپاک الفاظ نہیں ہو سکتے"

"مولوی صاحب کے بس کی بات نہیں۔ انہیں اس کوچہ میں دخل ہی نہیں۔ اسلئے انہوں نے اس بارے میں ہنسی، تمسخر اور سخت کلامی کا وہ مظاہرہ کیا جو اس قسم کے ان کے تمام سابقہ مظاہروں سے بڑھا ہوا نظر آتا ہے"

جناب "خلیفۂ قادیان کی روحانیت" اور "قبولیت دعا کے نشانات" کے متعلق ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے دنیا اس سے کافی حد تک واقف ہو چکی ہے! اس روحانیت اور قبولیت دعا کے نشانات سے ان مریدوں کا ایمان جس طریق پر تازہ ہوتا رہتا ہے بہتر ہے کہ اس کے متعلق بھی کچھ کہنے پر ہمارا معاصر ہمیں مجبور نہ کرے اس کے کئی "زندہ ثبوت" قادیان اور محمودی جماعت میں موجود ہیں اور وہ ایسے ہیں جن پر رشک کا تصور بھی ہمارے دماغ میں نہیں آ سکتا ـــ "الفضل" کا بار بار ان چیزوں کا ذکر کرنا جناب میاں صاحب اور ان کی "خلافت" کی کوئی مفید خدمت نہیں ہے۔

"الفضل"، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور ہماری جماعت پر درشت کلامی کا جو بے بنیاد الزام لگا رہا ہے اسوقت ہم صرف اس کے متعلق چند الفاظ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے مقابلہ میں قادیانی جماعت کے پاس دلائل مفقود ہیں۔ قادیانی عقائد و اعمال پر جب ہماری طرف سے تنقید و تبصرہ ہوتا ہے تو انہیں اپنی تہی دستی کی وجہ سے بے حد نادم و شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اس وقت یہ لوگ گالیاں دینی شروع کر دیتے ہیں یا رونا اور شور مچانا، کہ دیکھو "پیغامی" درشت کلامی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں ہوتی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا مضمون جناب "خلیفہ" قادیان کے چیلنج اور "الفضل" کا محولہ بالا مقالہ افتتاحیہ اور دوسری تحریریں مطبوعہ موجود ہیں۔ ہر ایک انصاف پسند اور خدا ترس شخص انہیں پڑھ کر "الفضل" کے اس بے بنیاد الزام کی تردید اور ہمارے بیان کی تصدیق پر مجبور ہوگا۔ جناب "خلیفۂ قادیان" نے اپنی قبولیت دعا کے متعلق ایک بے سروپا دعویٰ کیا جو مضحکہ خیز اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہونیکے علاوہ اسلام اور احمدیت کے متعلق غیروں میں غلط فہمیاں پیدا کرنیکا باعث بھی ہو سکتا تھا اس لئے "لائٹ" اور "پیغام صلح" میں اس کے متعلق لکھا گیا۔ اس معقول تنقید کے جواب سے محمودی علم الکلام عاجز اور ساکت رہا۔ اس کی بجائے "خلیفہ صاحب" نے "قبولیت دعا" کے مقابلہ کے لئے ایک چیلنج دے مارا جب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب لکھا تو اس پر "درشت کلامی" کا شور مچایا جا رہا ہے ـــ ہمارے محمودی دوستوں کی بے مائگی کس قدر قابل رحم ہے کہ انہیں معقول اعتراض پر طیش آ جاتا ہے اور بے محابا وہ گالیاں دینی شروع کر دیتے ہیں اور علمی تنقید اور معقول دلائل کا نام ان کے ہاں گالی ہے ـــ اللہ تعالیٰ ہمارے ان نادان دوستوں پر رحم کرے اور انہیں ہدایت و عقل دے۔

"الفضل" نے جن الفاظ اور جن جملوں کو "انتہائی درشت کلامی" قرار دے کر شکوہ و شکایت اور نوحہ شروع کیا ہے وہ سب کے سامنے موجود ہیں۔ کیا وہ ان کا مقابلہ اپنی جماعت کے اکابر، اخبارات کی تقریروں اور تحریروں اور خود اپنے شائع کردہ مضامین و مراسلات سے کرنے پر آمادہ ہے؟ جناب میاں صاحب جنہیں خدا کا مقرر کردہ "خلیفہ" ہونے کا دعویٰ ہے، ساری جماعت لاہور کو خانہ خدا کے اندر کھڑے ہو کر جمعہ کے خطبات میں روڑی پر پڑے ہوئے گویا "تلخ بھی خم کے سڑے ہوئے چھلکے" دنیا کی بدترین قوم اور جہنم کی جلتی پھرتی آگ کہہ چکے ہیں۔ وہ ہم پر "ڈھائی ٹوٹیاں" کے "فتوی باغیان" کی سوقیانہ پھبتی بھی کس چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں "گلی کے کتوں" تک سے تشبیہ دی لیکن ساری قادیانی جماعت پر سکوت کا عالم سناٹا طاری رہا۔ اپنے "خلیفہ" کی درشت کلامی اور دشنام طرازی پر ایک آواز بھی نہ اٹھی کسی کو یہ کہنے کی توفیق نہ ہوئی کہ شرفا کا طرز کلام ایسا نہیں ہوتا اور خانہ خدا میں کھڑے ہو کر ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں ـــ "الفضل" اور وہ تمام دوسرے قادیانی جو آج ہماری مفروضہ "درشت کلامی" پر ہنگامہ محشر بپا کئے ہوئے ہیں اپنے "خلیفہ صاحب" کی اس "گوہر افشانی" کے وقت کہاں تھے؟ یاد رہے "خلیفہ صاحب" نے ہمارے کسی اعتراض یا تنقید کے جواب میں ہمیں گویا "بھی خم کے سڑے ہوئے چھلکے"، دنیا کی بدترین اقوام اور جہنم کی جلتی پھرتی آگ نہیں کہا تھا بلکہ ان کے ایک مرید نے سوال کیا تھا کہ جماعت لاہور کے افراد کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اسی سلسلہ میں ہمیں یہ "خطابات" بارگاہِ "خلافت" سے عطا ہوئے تھے۔ مرید پیر سے ایک سوال پوچھتا ہے اس کے جواب میں گالیاں ہمیں دی جاتی ہیں ـــ غالباً یہی ہے وہ طریق جس کے ذریعہ جناب میاں صاحب اپنے مریدوں کے علم میں اضافہ کرتے ہیں اور اسی کا نام "الفضل" کے نزدیک "کشادہ پیشانی سے جواب دینا" اور "اسلامی آزادی رائے و آزادی ضمیر" ہے۔

یہ پیر کی "خوش کلامی" کے چند نمونے تھے۔ مریدوں نے ان کی اس حرف بحرف تقلید کی کہ پیر سے بھی بڑھ گئے۔ "الفضل" اور "فاروق" کے ایڈیٹر آئے دن ہمارے متعلق جو جو کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ محمودی مضمون نگار اور مراسلہ نویس جس طرح ہمیں گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ محمودی ٹریکٹ نویس مبلغ اور کارکن اپنی تحریروں، تقریروں اور گفتگوؤں میں جو گند اچھالتے رہتے ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دشنام طرازیوں کی گالیوں کا ذکر اور ان کو جمع کرنا ایک شریف آدمی کیلئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ محمودی جماعت کے اخبارات، ٹریکٹ اور کتابیں گالیوں سے بھری پڑی ہیں اور یہ چیزیں زبان حال سے پکار پکار کر اس جماعت کی "شرافت" اور "خوش اخلاقی" کا اعلان کر رہی ہیں۔

ہم جناب خلیفہ صاحب کی تحریک جدید کے خاص اخبار "فاروق" کی صرف ایک اشاعت اور ایک مختصر سے قادیانی ٹریکٹ میں سے چند گالیاں جمع کر کے پیش نظر پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج کر رہے ہیں۔ ہمیں "الفضل" کے "درشت کلامی" کے بہتان کی تردید کیلئے مجبوراً ایسا کرنا پڑا اور اس کا ہمیں افسوس ہے۔ "الفضل" نے اپنے محولہ بالا مقالہ افتتاحیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مضمون کے نامکمل اقتباسات درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:۔

"ان کے قلم سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے بڑھ کر ناپاک الفاظ نہیں ہو سکتے... مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ہم اس کے متعلق سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہئے کہ جو شخص اپنی زبان اور قلم کو ایسے الفاظ سے آلودہ کرتا ہے اور جس کے دماغ میں ایسے الفاظ موجود ہیں اس کا قبولیت دعا کے نشان سے محروم رہنا لازمی بات ہے"

ہم معاصر "الفضل" سے دوستانہ سوال کرتے ہیں۔ جناب خلیفہ صاحب کے خطبات، اخبار "فاروق" اور قادیانی ٹریکٹ نویس کی گالیوں کے متعلق اس کا کیا ارشاد ہے؟ کیا وہ انہیں مہذب اور پاک الفاظ سمجھتا ہے؟ روحانیت اور قبولیت دعا کے دعاوی تو بڑی چیزیں ہیں جناب خلیفہ کی زبان اور جن صحافت نگاروں اور ٹریکٹ نویسوں کے قلم سے ایسے الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اس قسم کا اخلاق سوز زہر ٹپکتا ہے، ان کا شمار معمولی متین اور بااخلاق لوگوں میں بھی ممکن ہے؟ کیا انصاف دنیا سے اٹھ چکا ہے؟ کیا ساری محمودی جماعت نے ضابطۂ اخلاق کو رد کر دیا ہے؟

شذرات

برطانیہ کا عزم راسخ

۲۰ راگست کو مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے جنگ کی موجودہ صورت حالات کے متعلق دار العوام میں جو طویل بیان دیا۔ وہ اردو، انگریزی روزناموں میں چھپ چکا ہے۔ اس بیان میں وزیر اعظم برطانیہ نے ایک مرتبہ پھر اعلان کیا ہے کہ:-

"ہمارا نصب العین نازی اقتدار کو ختم کرنا ہے اور ہم اسے ہر قیمت حاصل کرکے رہیں گے۔ موت کی تباہ کاری اور نقصانات کی کثرت ادائیگی فرض کے تقاضوں کو روک نہیں سکتی۔ . . . . . موت کی تباہ کاری اور نقصانات کی کثرت ادائیگی فرض میں کوتاہی کی شرم کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے"

یہ الفاظ برطانی قوم کے عزم راسخ کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں۔ جنگ، مصائب و مشکلات اور نقصانات کا گویا دوسرا نام ہے۔ جنگ کا کوئی فریق بھی ان سے مامون و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لیکن یقین جانئے۔ کہ آخری فتح اسی کی ہے جو کہ ایک اچھے اصول و مقصد کیلئے میدان جنگ میں کودتا ہے۔ اور فرض کی راہ میں ہر ایک قربانی بلا دریغ پیش کردیتا ہے کوئی مصیبت، کوئی مشکل اور کوئی بڑے سے بڑا نقصان اور تباہ کاری جس کے عزم کو کمزور اور دل کو ہراساں نہیں کرسکتی ـــ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ برطانیہ بالآخر ضرور کامیاب ہوگا۔

ہم احمدی بھی غلبۂ اسلام کیلئے ایک عدد جہد، ایک زبردست روحانی جنگ میں مصروف ہیں۔ ہماری کامیابی کے لئے بھی زبردست عزم مسلسل جدوجہد اور عظیم الشان قربانیاں ضروری ہیں ـــ اگر ہم قانون قدرت کے اس مطالبہ کو پورا کردیں تو ہماری کامیابی برطانیہ اور دنیا کی ہر دوسری قوم سے بہت زیادہ یقینی ہے۔

آئندہ مردم شماری اور مسلمان

آئندہ مردم شماری بہت قریب آگئی ہے۔ اب صرف قریباً چھ ماہ کا قلیل وقفہ رہ گیا ہے۔ ہندوستان کے اندر موجودہ زمانہ میں سیاسی حقوق، مجالس قوانین ساز کی نشستوں اور سرکاری ملازمتوں کا زیادہ تر انحصار تعداد پر ہے۔ ہر ایک قوم کو تعداد کے مطابق ہی ان چیزوں میں سے حصہ ملے گا۔ اس وجہ سے آئندہ مردم شماری، گذشتہ تمام مردم شماریوں سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ برادران وطن کو اس اہمیت کا بخوبی احساس ہے اور وہ اپنی تعداد کو زیادہ دکھانے اور مسلمانوں کی عددی حیثیت کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر قسم کی جائز و ناجائز کوششوں میں مصروف ہیں۔ گذشتہ دو تین مردم شماریوں پر وہ اسی قسم کی کوششوں کی بدولت خود کافی فائدہ حاصل اور مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچا چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ ان کی یہ مساعی زیادہ وسیع و منظم ہیں۔ بنگال اور پنجاب کی معمولی اسلامی اکثریتیں ان لوگوں کیلئے بہت تکلیف دہ ہیں لہذا ان اسلامی صوبوں میں آریہ سماجی اور مہاسبھائی خاص طور پر مصروف کار ہیں۔ کانگریسی ہندوؤں کی امداد و ہمدردی بالعموم ان کے ساتھ ہے پنجاب کے آریہ سماجیوں نے تو دو تین سال سے مردم شماری کے سلسلے میں چپکے چپکے کام شروع کر رکھا ہے۔ وہ ایسے کارکن کافی تعداد میں تیار کرچکے ہیں جو جگہ جگہ اچھوتوں پر ڈورے ڈالیں ہندوؤں کو اپنی مادری زبان ہندی لکھوانے کی ترغیب دیں۔ نو مسلم اقوام کا اندراج ہندوؤں میں کرائیں۔ اس کے علاوہ ایسی کاروائیاں کرنے اور ہندو افسروں اور اہلکاروں سے کرانے کی کوشش کریں جو مسلمانوں کی تعداد کو کم ظاہر کرنے میں ممد ہوں۔ گذشتہ ہفتہ ان کا ایک اجتماع "مردم شماری کانفرنس" کے نام سے دینا نگر میں مہاشہ کرشن آف "پرتاپ" کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد پاس کرنے کے علاوہ کہ:-

" اگلی مردم شماری میں سب لوگ . . . دھرم کے خانہ میں "ویدک" فرقہ کے خانہ میں "آریہ" اور زبان کے خانہ میں "ہندی" لکھوائیں"

سنا ہے بہت سے تشویشناک منصوبے بھی ہوئے اور طریق کار کے متعلق ضروری باتیں طے کی گئیں۔

لیکن ہمارے نزدیک آریوں اور مہاسبھائیوں کی ان خطرناک اور مسلم آزار تیاریوں اور منصوبوں سے زیادہ تشویشناک مسلمانوں کی اپنی غفلت ہے۔ عوام تو رہے ایک طرف، ان کے سیاسی کارکنوں، اخبار نویسوں اور انجمنوں کو بھی مخالفین کی ان سرگرمیوں کا خاطر خواہ علم نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس غفلت و بیخبری کو جلد از جلد ترک کرکے تمام مسلمان اپنی حفاظت کی خاطر کوئی متفقہ اور مؤثر قدم اٹھائیں۔

ایک زندہ قوم کی ذہنیت اور طرز عمل

تازہ ڈاک سے امریکہ کے جو اخبارات موصول ہوئے ہیں۔ ان سے برطانی قوم کی ذہنیت اور موجودہ رجحانات کے متعلق بعض سبق آموز معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک امریکن نامہ نگار کا بیان ہے کہ:-

"برطانی عوام اخبارات کے کالموں میں مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت راشن کا طریقہ زیادہ سخت کرے تاکہ تجارتی جہازوں پر ممالک غیر سے اشیائے خوردنی لانے کا بار کم پڑے اور جنگی کوششوں کے سلسلے میں ٹیکس زیادہ لگائے جائیں۔ برطانیہ کے تازہ ترین جنگی بجٹ پر اہل برطانیہ نے اس لئے اظہار ناراضگی کیا ہے کہ ٹیکس کم لگائے گئے ہیں"

نامہ نگار مذکور نے انگلستان کے مختلف علاقوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے ملک بھر کا دورہ کیا۔ اس دورے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ:-

"برطانیہ کے باشندے اپنی حکومت کی فروگذاشتوں کو خود پورا کررہے ہیں ہفتہ وار بچت بنک میں جمع کرانے کی بجائے وہ جنگی بانڈ خرید لیتے ہیں۔ ہر بات میں کفایت سے کام لیتے ہیں اور اس طرح دنیا پر ہٹلریت کا جو خطرہ چھایا ہوا ہے اسے ہمیشہ کیلئے دور کردینا چاہتے ہیں۔ برطانیہ میں اتحاد و اشتراک عمل کا جو نمونہ آج دیکھنے میں آرہا ہے۔ اس کی گذشتہ تاریخ میں ایسی مثال نہیں مل سکتی"

یہ ہے ایک ایسی زندہ اور صاحب احساس قوم کی ذہنیت اور طرز عمل جو کہ دنیا کی زبردست سیاسی جنگ میں مصروف ہے ـــ برطانیہ ہٹلریت کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم جہالت، کفر، شرک اور باطل کو نیست و نابود کردینے اور خدا کے نام کو بلند اور اس کے کلام کو دنیا بھر میں پھیلانے کے خواہاں ہیں۔ یہ مقصد برطانیہ کے مقصد سے بھی زیادہ بلند و مشکل ہے۔ لیکن کیا ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے دعویداروں میں خدا اور دین کیلئے قربانی کا وہ جذبہ موجود ہے جو کہ دنیادار انگریز قوم میں ایک دنیوی مقصد کیلئے موجود ہے؟ کیا ہم بھی اپنے چندے۔ زکوٰۃ وغیرہ اسی ذمہ داری، پابندی اور خوشدلی کے ساتھ ادا کرتے ہیں جس طرح کہ اہل انگلستان آجکل جنگی چندے اور ٹیکس ادا کر رہے ہیں یہ ایسی باتیں ہیں جن پر ہم میں سے ہر ایک کو تنہائی کے اوقات میں اپنے اپنے طرز عمل، ارادوں اور نیتوں کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے ◆

اسلام اور قادیانی مذہب

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب)

اخبار الفاروق قادیان مورخہ ۱۴ راگست سنہ ۱۹۴۱ء میں صفحہ ۴ اور ۸ پر دو موتوں پر نوٹ لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک (صفحہ ۴ پر) نواب احمد یار خاں صاحب مرحوم و مغفور کے انتقال کے متعلق ہے اور دوسرا (صفحہ ۸ پر) خان عبد الرؤف خاں مہاجر صاحب کی وفات پر ہے۔ اول الذکر نوٹ میں نواب صاحب مرحوم کی بے وقت موت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ان الفاظ پر خاتمہ کیا ہے۔

"ہم ان سب سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے"

اس نوٹ کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے۔ مرحوم مغفور کے لئے کہیں ایک کلمہ دعائیہ کی بھی توفیق نہیں ملی۔ دوسرے نوٹ کے متعلق خان عبد الرؤف خاں مہاجر قادیانی میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے"

نواب صاحب مرحوم سیدھے سادے مسلمان تھے عبد الرؤف خاں قادیانی تھے۔ یہ ہے فرق اسلام اور مذہب جدید قادیان میں۔ کہ غیر احمدی کے لئے دعائے مغفرت کی بھی اجازت نہیں حالانکہ کوئی قادیانی یہ نہیں دکھلا سکتا کہ نواب صاحب مرحوم مغفور نے کبھی حضرت مرزا صاحب کو یا کسی مسلمان کو کافر یا دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہو۔ کوئی اس نئے مذہب کے بانیوں سے پوچھے کہ اگر مرحوم تمہارے نزدیک کسی نیک کلمہ یا دعا کے مستحق نہیں تھے تو اس نمائشی ہمدردی کا کیا فائدہ؟

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی بے وفائی کی مثالیں!

چوتھی مثال آنحضرت صلعم کے بروز کو عین بنا کر اسلام میں تناسخ کا عقیدہ پیدا کر دیا

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

مذہب اسلام میں نئی سے نئی اختراعات اور ایجادات کا اگر کسی نے اکھاڑہ دیکھنا ہو تو وہ محمودی کیمپ ہے وہاں یہ مثل ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ ان کی جو دلیل ہے سو نرالی ہے چنانچہ ظل کو اصل اور بروز کو عین یعنی تناسخ بنا دینا ان بزرگوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ آجکل بڑا زور اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعثت ثانی ہیں۔ کہنے کو بحیثیت بروز کے لیکن درحقیقت بحیثیت اصل کے۔ گویا تناسخ برحق ہے۔

بروز اور تناسخ کا فرق

پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بروز اور تناسخ کے فرق کو کسی قدر ظاہر کر دوں۔ واضح ہو کہ بروز تصوف کی اصطلاح ہے شریعت اسلام میں ایسی کوئی اصطلاح موجود نہیں۔ شریعت میں تو نبی کی کامل اتباع ہی امتی کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہ اے محمد صلعم کہدے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے گویا آنحضرت صلعم کا کامل متبع بننا ہی ایک امتی کا کمال ہے۔ چونکہ کامل متبع اپنے نبی متبوع کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ اور اس کے قول اور فعل اور عمل کی پوری پوری پیروی کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ حسب استعداد اپنے نبی متبوع کا نمونہ اپنے وجود کے اندر دکھاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اصطلاح تصوف میں کہدیا جاتا ہے کہ وہ فنا فی الرسول کے مقام پر ہے۔ یا محمد رسول اللہ صلعم کا ظل یا بروز ہے یعنی اس کے وجود کے آئینہ میں حضرت محمد رسول اللہ کا عکس یا نمونہ ہمیں نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک ارشاد

چنانچہ خود حضرت مسیح موعودؑ ایک غلطی کے ازالہ میں مہدی معہودؑ کے آنحضرت صلعم کے بروز ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث۔ اس کے علم کا وارث۔ اسکی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔ اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لیگا۔ اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھلائے گا۔۔۔۔

۔۔۔ تمام نبی مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے"

بروز کامل امتی کا دوسرا نام ہے

غرضکہ بروز کامل امتی کا دوسرا نام ہے جو بوجہ کامل اتباع کے اپنے نبی متبوع کے نمونہ کی پوری پوری تصویر اپنی استعداد کے مطابق اپنے وجود میں دکھاتا ہے جو جتنا کامل متبع اور امتی ہوگا۔ اتنا ہی وہ کامل بروز ہوگا۔ کیونکہ اس کا کمال بوجہ اس کے امتی ہونے کے ہے وہ اگر امتی نہ ہوتا اور اپنے نبی کامل کی اتباع نہ کرتا اور اس کے نمونہ کی پیروی نہ کرتا تو اس کے نبی کی تصویر اس میں منعکس نہ ہوتی یعنی بروز کے کمالات بوجہ اپنے نبی کی اتباع کے ہیں۔ اس لئے وہ کمالات اصلی نہیں۔ بلکہ بطور ظل کے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کے اتباع میں فرق آ جائے تو وہ کمالات قائم نہیں رہ سکتے۔

آفتاب اور شیشہ کی مثال

حضرت مسیح موعود نے اپنی تصانیف میں بروز کی شیشہ سے مثال دی ہے اور نبی کی آفتاب سے جس طرح آفتاب کی روشنی اصلی ہوتی ہے۔ اور شیشہ میں جو آفتاب کے سامنے آ جانے سے آفتاب کی طرح چمک پیدا ہوتی ہے۔ وہ محض انعکاس ہوتا ہے یعنی اس کی آفتاب کی طرح چمک ظلی ہوتی ہے نہ کہ اصلی۔ کیونکہ اگر اس شیشہ کو آفتاب کے سامنے سے ہٹا لیا جائے تو وہ چمک زائل ہو جاتی ہے اسی طرح کامل امتی یا بروز اگرچہ اپنے نبی کی اتباع کی وجہ سے نبی کے رنگ میں رنگین اور اس کے کمالات سے متصف نظر آتا ہے۔ مگر یہ کمالات ظلی ہوتے ہیں۔ نہ کہ اصلی۔ کیونکہ اگر اتباع میں ذرا بھی فرق آ جائے تو وہ کمالات زائل ہو جائیں گے۔ پس بروز کے کمالات فقط اپنے نبی متبوع کے کمالات کا انعکاس ہوتا ہے۔ اصلی نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ اپنے نبی کا ظل یا بروز کہلاتا ہے۔ اصل اور عین نہیں کہلا سکتا۔ بعض دفعہ نبی اور اس کے بروز میں یہ مماثلت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ بروز کو بھی وہی نام دیدیا جاتا ہے جو اصل کا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ نام مجاز اور استعارہ کے طور پر ہی دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً امتی کو بوجہ نبی سے مماثلت شدید کے اگر نبی کہدیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہی کہا جائے گا۔ یا بروز محمدی یا بروز احمدی کو محمدؐ یا احمدؐ کہدیا جائے۔ تو وہ بطور مجاز اور استعارہ کے ہی کہا جائے گا۔ کیونکہ اصلی محمدؐ و احمدؐ جو نبی و رسول ہے وہ جدا شخصیت ہے اور بروز جدا شخصیت ہے۔ ایک متبوع ہے دوسرا متبع۔ ایک نبی ہے دوسرا امتی ایک اصل ہے۔ دوسرا ظل یا بروز۔ ایک کے کمالات اصلی ہیں۔ دوسرے کے کمالات محض بطور ظل کے ہیں۔ جس طرح آفتاب اور شیشہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی طرح نبی اور امتی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ ورنہ تناسخ ہو جائے گا۔

اہل تناسخ کا عقیدہ

جو لوگ تناسخ کو مانتے ہیں مثلاً ہندو وہ یہی تو مانتے ہیں کہ ایک ہی شخصیت مختلف اوقات میں مختلف وجودوں میں جلوہ گر ہو سکتی ہے جب ایک شخص کو دوسرے شخص کا نام دیا جاتا ہے یا اوتار سمجھا جاتا ہے تو وہاں یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایک کے کمالات دوسرے میں منعکس ہیں اور ایک کے کمالات اصلی ہیں اور دوسرے کے ظلی۔ بلکہ دونوں جگہ کمالات اصلی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی شخصیت جو پہلے وجود میں جلوہ گر تھی۔ وہ اب دوسرے وجود میں منتقل ہو کر آ گئی ہے۔ اس لئے اس کے کمالات بھی دوسرے وجود میں منتقل ہو گئے۔ پس جس طرح وہ شخصیت اپنے پہلے وجود میں اصلی تھی۔ اب دوسرے وجود میں بھی اصلی ہی ہے۔ مثلاً اگر ایک وجود میں نبوت اصلی ہوگی تو دوسرے وجود میں بھی نبوت اصلی ہوگی۔ پس جس طرح اس نبوت پر جو پہلے وجود میں تھی۔ ایمان لانا ضروری تھا ٹھیک اسی طرح دوسرے وجود میں بھی اس پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت وہ دو نبوتیں نہیں بلکہ ایک ہی نبوت ہے جو پہلے وجود سے منتقل ہو کر اب دوسرے وجود میں آ گئی ہے۔ اب اسے پہلے وجود میں ماننا نجات کیلئے کافی نہیں۔ بلکہ دوسرے وجود میں بھی۔۔۔ پہلے وجود کی طرح اس نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوگا کیونکہ جو شخص اس نبوت کو ایک جگہ مانتا ہے۔ وہ اگر اسی نبوت کو دوسری جگہ نہ مانیگا تو یقیناً کافر ہوگا۔ کیونکہ نبوت دو نو وجودوں میں ایک ہی ہے پس جب ایک جگہ اس نبوت کو ماننا نجات کیلئے ضروری تھا تو اسی نبوت کو اب دوسری جگہ ماننا کیوں ضروری نہ ہو۔ جگہ یا وجود کے بدل جانے سے اس نبوت میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ اسی طرح اس دوسرے وجود کو پہلے وجود کا امتی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ دونوں جگہ اصلی نبوت ہی صرف اس نے مختلف اوقات میں دو وجودوں میں جنم لیا ہے۔

محمودی تناسخ کے چکر میں پڑ کر اپنے ایمان کو ضائع نہ کریں

ہمارا جھگڑا جو محمودی صاحبان سے ہے وہ یہی تو ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا ظل یا بروز مانتے ہیں اور محمودی صاحبان اگرچہ زبان سے یا دل سے عقیدہ تناسخ کو نہ مانتے ہوں مگر ایمانیات اور عمل کے رو سے حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن وہی بنا رہے ہیں جو تناسخ کے رو سے ہندوؤں میں کسی اوتار کی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے محمودی صاحبان اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس باریک فرق کو نہ سمجھتے ہوں۔ اس لئے میں انشاء اللہ الرحمٰن اس فرق کو دکھا کر آج ان بزرگوں کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ کہ خدا کیلئے اس آواگون یعنی تناسخ کے چکر میں پڑ کر اپنے ایمان کو ضائع نہ کریں اور اس غلط عقیدہ سے توبہ کریں۔

بروز کی پہلی شرط

حضرت مسیح موعود اگر محمد رسول اللہ صلعم کے بروز ہیں تو ضرور ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کے کامل متبع اور امتی ہوں اور یہ امتیت ان سے ایک لمحہ کیلئے بھی زائل نہ ہو یعنی امتی ہونے کے جوئے سے کبھی بھی آپ کی گردن الگ نہ ہو۔ کیونکہ امتی اور متبع ہونا ہی کمالات محمدیہ کا بروز میں منعکس ہونے کا باعث ہے۔ جو شخص امتی اور متبع نہ ہوگا اس میں کمالات محمدیہ بھی منعکس نہیں ہو سکتے۔ پس آپ کے کمالات حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات کے ظل ہیں نہ کہ اصل۔ علیٰ ہذا القیاس نبوت کے کمالات جو حضرت مسیح موعود میں ہمیں نظر آتے ہیں وہ بھی محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات نبوت کے ظل ہیں۔ نہ کہ اصلی۔ یعنی مسیح موعود محض ایک کامل امتی ہے جس میں ظلی طور پر کمالات نبوت محمدیہ منعکس ہیں۔ آپ کا امتی ہونا ایک حقیقت ہے اور نبی ہونا فقط ظل کے طور پر۔ نبی محمد رسول اللہ صلعم ہیں اور پس بروز میں فقط اس کا انعکاس ہوتا ہے۔ محمدؐ کی نبوت محمدؐ کے پاس سے غیر کے پاس نہیں جا سکتی۔ اس لئے بروز کو اگر نبی کہا جائے گا تو مجازی طور پر کہا جائے گا۔ نہ کہ اصلی طور پر۔

اب میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں سے اسی بروز کے متعلق ان کا اپنا مذہب دکھاتا ہوں۔ یہاں چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ ایسے حوالوں سے ان کی تصانیف بھری پڑی ہیں فرماتے ہیں:۔

(۱) میری نبوت یعنی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے۔ اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں

وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی۔ اور چونکہ میں محض ظل ہوں اور امتی ہوں اس لئے آنجناب کی اس سے کچھ کسر شان نہیں" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

(ب) "پس جو شخص میرے پر شرارت سے الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان میں نہیں۔ بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام" (ایک غلطی کا ازالہ)

(ج) "تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں۔ ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی۔ اور نہ اس سے پہلے کوئی سچائی ایسی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے۔ اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔ لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونو لفظ اجتماعی طور پر اس پر صادق آسکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے .... پس ان دونو خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف بعض ایسے افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے۔ اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا۔ دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا" (الوصیت)

(د) "سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (حقیقۃ الوحی)

کہ میرا نام خدا کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا۔ نہ کہ حقیقت کے طور پر۔

(س) "ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر ہم اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی۔ اور خدا کے مکالمات و مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل کھڑے ہیں" (حقیقۃ الوحی)

ان حوالوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود محمد رسول اللہ صلعم کے کامل امتی ہیں۔ یعنی آپ میں امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی ایسے اتم اور اکمل درجے پر پائے گئے۔ کہ آپ کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ اور آپ کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا اور یہ وجہ اس فنا فی الرسول کا مقام حاصل ہو جانے کے آپ آنحضرت صلعم کا بروز اور ظل ٹھہرے۔ اور آپ کو جو نبی کا خطاب دیا گیا۔ تو مجازی طور پر دیا گیا۔ کیونکہ نبی دراصل حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ آپ کے بروز کو جو نبی کہا گیا۔ تو ظلی اور بروزی یعنی مجازی طور پر کہا گیا۔ آپ حقیقت کے رو سے فقط ایک کامل امتی ہیں اور یہ امتیت آپ سے کسی آن زائل نہیں ہو سکتی ورنہ آپ اپنے نبی متبوع کے آفتاب ہدایت کی شعاعوں سے منور نہیں رہ سکتے۔

بروز کی دوسری شرط

جب حضرت مسیح موعود کی نبوت اصلی نہیں بلکہ مجازی ہے اور آپ کا نام جو محمد و احمد رکھا گیا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ درحقیقت محمد و احمد ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ حضرت محمد و احمد کے ظل اور بروز ہیں۔ یعنی کامل امتی ہیں۔ تو امتی کا انکار کفر نہیں ہو سکتا۔ جو منکر کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کر دے کیونکہ منکر دراصل نبوت محمدیہ کا منکر نہیں۔ بلکہ وہ کسی خاص وجود میں اس کے ظل یا بروز کا منکر ہے۔ پس اگر اس پر حجت تمام ہو گئی ہے۔ تو وہ قابل مواخذہ ضرور ہے۔ مگر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق القلوب میں فرمایا کہ:-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

محمودی صاحبان کا مذہب

اب محمودی صاحبان کا مذہب اس معاملہ میں بسلسلہ میں حوالجات جناب میاں محمود احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور ان کی جماعت کے علماء کی تحریروں سے پیش کرتا اور ہر ایک شخص سے جو قلب سلیم رکھتا ہے۔ درخواست کرتا ہوں کہ خدا کیلئے فیصلہ کریں کہ ان گم کردہ راہ لوگوں نے کیا سچ مچ بروز کو تناسخ کے رنگ میں مان رکھا ہے یا نہیں۔ ملاحظہ فرماتے چلیں:-

(۱) تناسخ کی پہلی شرط

اگر اسی شخصیت نے جو محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں تیرہ سو برس پہلے مکہ میں جلوہ گر ہوئی تھی۔ قادیان میں حضرت مسیح موعود کے وجود میں دوبارہ جنم لیا ہے تو ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بروز اور ظل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آپ کے عین ہیں۔ اور اسی بنا سے پھر حضرت مسیح موعود محمد رسول اللہ صلعم کے امتی بھی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مسیح موعود کو امتی کہنا خود محمد رسول اللہ صلعم کو امتی کہنا ہے جو کفر عظیم ہے۔ اب محمودی صاحبان کے حوالے سنئے سب سے پہلے جناب میاں محمود احمد صاحب کے دو ارشادات ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا بروزی اور ظلی نبی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے"

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۱۴ء)

لیجئے خدا کا حکم مقدم ہو گیا اور حضرت مسیح موعود کے بروزی اور ظلی نبی ہونے کا تو انکار ہو گیا۔ اب دوسرا ارشاد میاں صاحب موصوف کا ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات حاصل کرنے کی وجہ سے عین محمد بھی کہہ سکیں گے"

(ذکر الٰہی صفحہ ۲)

حضرت مسیح موعود میں آنحضرت صلعم کے کمالات یا تو بطور ظلی اور بروز کے منعکس ہو سکتے تھے۔ اس صورت میں آپ کی نبوت ظلی اور بروزی ہوتی۔ لیکن جناب میاں صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی وحی کے خلاف ہے تو پھر دوسری صورت حضرت مسیح موعود میں کمالات محمدیہ پائے جانے کی ان کمالات کا انتقال ہے۔ اور اسی کو تناسخ کہتے ہیں۔ اس صورت میں آپ عین محمد کہلائیں گے۔ سو اسی عقیدہ کو جناب میاں صاحب نے پسند فرمایا ہے۔ اور بجائے بروز محمد فرمانے کے آپ نے حضرت مسیح موعود کو عین محمد قرار دیا۔ اب جناب میاں صاحب موصوف کے سرکاری اخبار "الفضل" کا بیان سنئے جس سے تناسخ کی پہلی شرط مکمل ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"نیز مسیح موعود کو احمد نبی اللہ نہ تسلیم کرنا اور نہ آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے۔ جو کفر عظیم ہے"

(الفضل ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

ماشاء اللہ کیوں نہیں واقعی کفر عظیم ہے۔ کیونکہ دونو جگہ ایک ہی شخصیت محمد رسول اللہ صلعم کی جو ہوئی۔ اگر دو شخصیتیں ہوتیں تو ایک کو نبی اور دوسرے کو امتی کہہ سکتے تھے لیکن جب شخصیت فقط ایک ہوا اور وہ نبی ہو تو واقعی اسے امتی کہنا کفر عظیم ہے۔

(۲) تناسخ کی دوسری شرط

جو شخص محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا جیسے وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ ویسے ہی اسے بھی کافر خارج از اسلام ہونا چاہئے۔ جو مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ کیونکہ دونو جگہ خود محمد رسول اللہ صلعم ہی مبعوث ہیں۔ پہلی آپ کی بعثت اولیٰ تھی تو دوسری آپ ہی کی بعثت ثانی ہے۔ اس شرط کو جناب میاں محمود احمد صاحب نے تمام امت محمدیہ کو جو حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لائی۔ خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر خارج از اسلام قرار دے کر پورا کر دیا ہے (دیکھو تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء) لیکن میں یہاں جناب میاں بشیر احمد صاحب کی کتاب کلمۃ الفصل سے بھی ایک حوالہ پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ چھوٹے میاں صاحب نے نہایت صفائی سے تناسخ کی اس شرط کو حضرت مسیح موعود پر ایسا چسپاں کر کے دکھایا ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ فرماتے ہیں:-

"اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو۔ اور دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ آپ کا انکار کفر نہ ہو"

(ریویو آف ریلیجنز مضمون کلمۃ الفصل صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

حضرت مسیح موعود کے قول کا تو پتہ نہیں کہ دراصل کیا ہے۔ مگر جناب میاں بشیر احمد صاحب کا قول ملاحظہ فرمائیے۔ آپ محمد رسول اللہ صلعم کی شخصیت کو جو پہلی بعثت میں تھی۔ اسی کو دوسری بعثت میں بھی موجود مانتے ہیں

"قادیانی اخبارات و علما کی خوش کلامیاں"

محمودی "خلافت" کے "اخلاقی فیوض" ــــــ ہماری مفروضہ "درشت کلامی" پر شور مچانے والوں کی اپنی حالت

کچھ عرصہ سے محمودی اکابر و اخبارات "پیغام صلح" اور جماعت لاہور کی "درشت کلامی" کا خاص طور پر غلط پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ جب یہ لوگ ہمارے معقول اور وزنی دلائل کے آگے بالکل لاجواب ہو جاتے ہیں تو اس وقت ان کا یہ پروپیگنڈا بہت شدت اختیار کر لیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود درشت کلامیاں کرتے ہیں اور ان میں سے تو بعض کی تحریر و تقریر نہایت اخلاق سوز، غیر شریفانہ اور سوقیانہ ہوتی ہے۔ ہم ذیل میں اخبار "فاروق" کے صرف ایک پرچہ اور ایک مختصر قادیانی ٹریکٹ میں سے چند گالیاں ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ان سے ان لوگوں کے غلط پروپیگنڈے اور ان کی اخلاقی حالت کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا

(۱) اہل پیغام کی بیہودہ یاوہ گویانہ فلابازیاں (۲) نافرجام پیغام (۳) اے بدلگام تہذیب و متانت کے اجارہ دار پیامیو (۴) اے ستر بہتر بڈھے کھوسٹ اور منشیز مستور بدحواسو (۵) احمدیہ بلڈنگ کے نشیبی کرکوں (۶) کمینہ ارتکاب (۷) پیغامی عباد الدینار فو دالنار بن گئے (۸) خباثت اور شرارت کا مظاہرہ (۹) زہر آلود اور کمینہ طرز (۱۰) اصحاب الاخدود پیامیو (۱۱) اہل پیغام کے دو تازہ گندے پوسٹر (۱۲) بدلگام پیغامیو (۱۳) غدارانہ اور ٹھکرامانہ حرکات (۱۴) کپڑے پھاڑ کر عریانی پر کمر باندھ لی ہے (۱۵) عقائد باطلہ مضلہ (۱۶) اخبار پیغام صلح سے تمام جائز و ناجائز تعلق رکھنے والے (۱۷) کبوتر نما جانور (۱۸) "فاروق" نے ان کے پوتڑے کھول کر برسر عام رکھ دیئے (۱۹) تمہارے دلوں سے شرم و حیا جیسی لطیف احساس ایسی کافور ہو گئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ (۲۰) تم نے اپنے فریب کارانہ پوسٹر میں . . . . تک انگیخت اور اشتعال کا زور لگایا (۲۱) بیہودہ سرائی اور ژولیدہ بیانی (۲۲) گر شرم ہو تو . . . . چلو بھر پانی لے کر ڈبکی لگا لو (۲۳) میری ایک معمولی سی ضرب سے تمہارا سر کیوں پھٹ گیا (۲۴) ہمارے سادہ لوح پیغامی نادان دشمنو! (۲۵) تم قادیان کے لنگرخوری کے ایام میں . . . . (۲۶) دجالیت اور خباثت اور کمینگی (۲۷) علی بابا چالیس چور بھی اپنی مٹھی بھر جماعت کو لیکر بلوں سے نکل آئے (۲۸) کینہ وری کی آگ میں بار بار جلنے سے کیا فائدہ (۲۹) سوائے پیغام بلڈنگ کے گڑھے میں چھپنے کے اور کہیں جائے پناہ نہ ملے گی (۳۰) پیامیوں کی تلملاہٹ و جھنجھناہٹ (۳۱) دس نمبری منتھرین (۳۲) سکینڈ ہینڈ دماغوں کی تجویز (۳۳) دس نمبری ممبران اشاعت اسلام (۳۴) سماجیوں کی بیوگیانہ عالی حوصلگی کو بھی مات کر دیا (۳۵) نامعقول ترین اور مجہول ترین تجویز (۳۶) اے سادہ لوح دا لیہ فریب امیر پیغام (۳۷) پیغام بلڈنگ کے اڑھائی ٹوٹرے۔

(۳۸) پیغامی عیاری کا انکشاف (۳۹) اہل پیغام کے غالی منکرین نبوت و خلافت (۴۰) مرتدانہ تبدیلی عقیدہ (۴۱) پھر یہ کس قدر کمینہ پن ہے کہ غیر احمدیوں سے چند دراہم بٹورنے یا الکفر ملۃ واحدۃ کے رنگ میں رنگین ہونے کی خاطر اس قدر علانیہ دروغ بافی سے بھی باک نہ ہو (۴۲) اہل پیغام اندر ہی اندر غم و غصہ سے اپنے جگر و دل کو کھا کر چھپنا رہے ہیں۔ (فاروق ۲۸ فروری ۳۵ء)

(۱) عداوت محمود کی روز افزوں ترقی نے ان کی آنکھوں پر سیاہ پٹی نہ باندھ دی ہوتی . . . . (۲) مولوی عمر الدین جیسے جاہل مطلق (۳) اے غیر مبائعین کے گروہ اس برتے پر تتا پانی۔ شرم! شرم!! شرم!!! (۴) غیر مبائعین کا کوئی بھی ایسا اعتراض یا کوئی بھی ایسا الزام نہیں جو بدظنی اور جھوٹ کی نجاست سے بھرا ہوا نہیں (۵) عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا یقیناً بے شرم منکر ایسا ہی کرتے ہیں (۶) جھوٹے الزامات اور بے بنیاد بہتانوں اور خلاف واقعہ بیانات اور بے ثبوت اعتراضات کی نجاست اور گندگی سے اپنی اخبار پیغام صلح میں جس قدر بیہودگی، خبث باطنی اور ذاتی عداوت کا جو اخلاق سوز مظاہرہ کر چکے ہیں . . . (۷) آپ جیسے لوگ جن کے کان بغض و حسد کی آگ سے شنوا رہے (۸) موجودہ وقت میں اگر غیر مبائعین کا کوئی کلمہ ہے تو وہ بجائے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے حضرت محمود کی ذاتیات پر نکتہ چینی کرنی ٹھہر چکا ہے (۹) پیغامیوں کے سینوں پر سانپ لوٹتے ہوں گے (۹) ایسا سہ روزہ پرچہ یعنی پیغام صلح جو الف سے لیکر یے تک بیہودہ گوئی اور گند سے بھرا ہوا اس کا ایڈیٹر اخبار نویس کہلانے کا مستحق نہیں۔ البتہ فحش نویس کا لفظ موزوں ہو سکتا ہے۔ (ٹریکٹ منجانب انجمن نشر و اشاعت مسجد قادیانیہ لاہور ۳۷ء)

بتاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جب پہلی بعثت میں اس کا انکار کفر تھا تو اب دوسری بعثت میں اس کا انکار کفر کیوں نہ ہو اگر دوسری بعثت میں اس کا انکار کفر نہ ہوگا۔ تو پہلی بعثت میں بھی اس کا انکار کفر نہ رہیگا اور تناسخ کے رو سے یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ دونوں جگہ شخصیت جو ایک ہوئی۔

(۳) تناسخ کی تیسری شرط

اگر دونوں جگہ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح موعود میں ایک ہی شخصیت موجود ہے تو جیسی بعثت اولیٰ میں نبوت اصلی ہوگی۔ ویسی ہی بعثت ثانی میں بھی نبوت اصلی ہوگی بروزی اور ظلی نہیں ہو سکتی۔ اس شرط کے متعلق خلافت محمودیہ کے سرکاری اخبار الفضل کا بیان سنئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"پس ان معنوں میں مسیح موعود (جو آنحضرت کی بعثت ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے) اس کے احمد اور نبی ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت کی بعثت ثانی اور آپ کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔"

(الفضل ۲۹ جون ۱۹۱۵ء زیر عنوان "احمد نبی اللہ")

محمودیوں نے بروز کو تناسخ بنا دیا ہے

چشم بد دور کیوں نہ ہو۔ محمد رسول اللہ صلعم کی شخصیت جو ۱۳۰۰ سال قبل مکہ میں جلوہ افروز تھی اس نے اب قادیان میں جنم لیا ہے۔ اسے احمد اور نبی اللہ نہ مانیں گے۔ تو یقیناً پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

طوالت کے خوف سے میں نے یہاں ایک ایک حوالہ نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ ورنہ ایسے حوالوں کی کمی نہیں۔ ان کے لٹریچر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمودیت کی ساری مشینری اسی ایک محور پر گھوم رہی ہے۔ ان لوگوں نے بروز کو تناسخ بنا کر ہندوؤں کی طرح حضرت مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلعم کا اوتار اور دوسرا جنم بنا دیا۔ گویا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کے وجود میں کوئی دوسری شخصیت نہ تھی۔ بلکہ خود محمد رسول اللہ صلعم نے آپ کے وجود میں قادیان میں دوبارہ جنم لیا تھا۔ اسی لئے وہ تمام باتیں آپ کے متعلق بھی ماننی پڑ گئیں۔ جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مانتے چلے آئے تھے اور آج بھی مانتے ہیں۔

ان محمودی صاحبان کے نزدیک وہی محمد رسول اللہ صلعم اپنی اصلی حالت میں دوسرے وجود میں موجود ہیں۔ اس لئے اس دوسرے وجود کا انکار ویسے ہی اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ جیسے پہلے وجود کا انکار کیا کرتا تھا یعنی پورا پورا تناسخ کا رنگ ہے۔ بروز قطعاً نہیں

(۱) بروز تو کامل امتی کا دوسرا نام ہے اور یہاں مسیح موعود کو امتی ماننا کفر عظیم ہے۔ کیونکہ خود حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو امتی کیسے مانا جا سکتا ہے۔ دو شخصیتیں ہوتیں تو ایک کو امتی اور دوسرے کو نبی مان لیا جاتا جب ایک ہی شخصیت ہو اور وہ نبی ہو تو اسے امتی ماننا واقعی کفر عظیم ہے اور یہ تناسخ ہے۔

(۲) بروز کی نبوت اصلی نہیں ہوتی۔ بلکہ مجازی ہوتی ہے کیونکہ وہ محض نبی متبوع کی نبوت کا انعکاس ہوتا ہے۔ لیکن بقول ان کے حضرت مسیح موعود میں وہی نبوت محمدیہ جلوہ گر ہے اور ہے اصلی۔ اسی کو تناسخ کہتے ہیں۔

(۳) بروز کا منکر کافر نہیں ہوتا کیونکہ وہ در حقیقت امتی ہوتا ہے نبی اسے مجازی رنگ میں کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں حضرت مسیح موعود کا منکر کافر خارج از اسلام ہے۔ کیونکہ خود محمد رسول اللہ صلعم اپنی اصل نبوت کے ساتھ دوسرے وجود میں موجود ہیں۔ یہی تناسخ ہے۔

پر ضلالت عقیدہ سیاسی لحاظ سے شاید محمودیوں کیلئے مفید ثابت ہو

ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ ہندوؤں کا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے احمدی قوم کو کس قدر خطرناک ضلالت کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ البتہ سیاسی رنگ میں یہ عقیدہ ان کو فائدہ دے جائے تو عجب نہیں۔ کیونکہ جب محمد رسول اللہ صلعم نے مع اپنی اصلی نبوت کے قادیان میں جنم لے لیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ نبی جو محمودی صاحبان پیش کر رہے ہیں۔ اب عربی یعنی بدیشی نہیں رہا۔ بلکہ ہندوستانی یعنی سودیشی بن گیا۔ اور پچھلے دنوں ہندوؤں نے جو ہر ایک اس مذہب کے ماننے والے کو جس مذہب نے ہندوستان میں جنم لیا ہے۔ ہندوؤں میں شامل قرار دیا تھا۔ تو اس صورت میں ضرور ہے کہ ہندو لوگ بڑی خوشی سے اس قوم کو اپنی آغوش میں لے لینگے

میاں صاحب کے خطرناک عقائد پر ہندوؤں کا اظہار مسرت

بلکہ میں نے پچھلے دنوں سنا تھا کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کے قادیان کے سالانہ جلسہ کو ظلی حج قرار دینے اور مکہ او مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک بتلانے پر بعض معاملہ فہم ہندوؤں نے خوشی منائی تھی اور تمنا کی تھی کہ کاش کہ سارے ہندوستانی مسلمان میاں محمود احمد صاحب کے مرید بن جائیں تو ان کا تعلق عرب سے منقطع ہو جائے اور یہ لوگ پکے ہندوستانی اور دیش بھگت بن جائیں۔

اور کیا عجب ہے کہ یہ محمودی صاحبان اب جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو اس میں محمد رسول اللہ کے ہندوستانی جنم کو ہی مدنظر رکھتے ہوں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ایک محمودی تو یہی کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام کے اندر رہے اور پکا مسلمان کہلائے اور ایک غیر محمودی مسلمان یہی کلمہ پڑھتا ہوا اسلام سے خارج ہو جائے۔ اور پکا کافر کہلائے کوئی فرق تو ہے اور وہ الفاظ میں تو نہیں ہے بس معنی ہی میں ہو سکتا ہے

مراسلات (ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ کی پہلی یکسالہ روئیداد

از جناب عبدالحلیم خانصاحب بی۔اے ایل۔ایل۔بی۔ وکیل مزنگ روڈ لاہور

مدت سے خیال کیا جاتا تھا کہ مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ مسلمان عورتوں کے لئے غیر ذمہ دار اور ظالم مردوں کے قید نکاح سے خلاصی اور نجات کا باعث ہوگا۔ اور اس ایکٹ کے پاس ہونے پر تمام ہندوستانی حلقہ ہائے مستورات میں مسرت اور اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا۔

اس ایکٹ کے مرتب کرنیوالے پیش کرنیوالے اور پاس کرنیوالے واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کیونکہ یہ مسلمان عورتوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کے لئے ایک نہایت شاندار قدم تھا جس کے اُٹھانے کے لئے واقعی جرأت اور ہمت کی ضرورت تھی۔

اس ایکٹ کو پاس ہوئے ایک سال سے زائد عرصہ ہوگیا ہے۔ اس عرصہ میں مسلمان عورتوں نے اس قانون سے پورا فائدہ اُٹھایا ہے سینکڑوں دعوے تنسیخ نکاح کے گئے۔ اور تنسیخ کی ڈگریاں لی گئیں۔ مگر ایک سال کی کارگذاری سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ظالم اور جابر مردوں کے رستہ میں ابھی تک حسب توقع مزاحمت نہیں ہوئی۔

یہ ایکٹ ماہ مارچ ۱۹۳۹ء میں پاس ہوا اور اس کو قانونی اصطلاح میں ۱۹۳۹ء کا ایکٹ ہشتم کہا جاتا ہے۔ اس ایکٹ کا مقصد شرع محمدی کے ماتحت نکاح کے متعلق اسلامی قانون کی وضاحت تھی۔

اس قانون کی صرف چھ دفعات ہیں۔ مگر دفعہ ۲ سب سے اہم ہے کیونکہ اس میں تمام وہ وجوہات مذکور ہیں۔ جن کی بنا پر ایک شادی شدہ مسلمان عورت تنسیخ نکاح کا دعویٰ کرسکتی ہے۔ اس دفعہ کی نو شقات ہیں۔

اس ایکٹ کے سرسری مطالعہ سے تو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی بھی تنسیخ نکاح کا دعویٰ خارج نہیں ہوسکتا۔ مگر دعویٰ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدعیہ کو اس دعوے میں بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اولاً کورٹ فیس اور وکیل کی فیس کا مسئلہ:۔

اس دعوےٰ میں کورٹ فیس پندرہ روپیہ لگانی پڑتی ہے۔ اور قریباً پانچ روپیہ دیگر متفرق عدالتی اخراجات کیلئے ضروری ہیں۔ اس مقدمہ میں وکیل کے بغیر کامیابی مشکل ہے۔ اور وکیل کی فیس مندرجہ بالا مدات کے علاوہ ہوتی ہے۔ ایک عورت جو خاوند سے طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے یقیناً خاوند کی لاپرواہی کا شکار ہوگی یعنی خاوند آوارہ ہوگا۔ گھر میں خرچ نہیں دیتا ہوگا۔ روپوش ہوگا۔ قید ہوگیا ہوگا۔ دیوانہ ہوگا۔ مارتا پیٹتا ہوگا۔ نامنصفانہ سلوک کرتا ہوگا۔ ان تمام امور سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں۔ ایسی حالت میں وہ چالیس پچاس روپیہ کا بوجھ کیسے برداشت کرسکتی ہے۔ خاصکر جبکہ اُس کو مقدمہ میں کامیابی کا یقین بھی نہ ہو۔

چنانچہ عموماً یہ ہوتا ہے۔ کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مظلوم عورتیں جو دادرسی کا حق رکھتی ہیں۔ دعویٰ دائر کرنے کی جرأت نہیں کرتیں البتہ وہ عورتیں جن کے والدین وغیرہ صاحب توفیق ہوں اس قانون سے فائدہ اُٹھاسکتی ہیں۔

ثانیاً تعمیل سمن کا مسئلہ:۔

اس قانون میں ضروری ہے۔ کہ عورت مسلمان ہو۔ اور مرد کی غیر ذمہ داری کا ثبوت دے سکے۔ مسلمان عورتیں عموماً پردہ نشین ہوتی ہیں اور اپنے گھر کی چاردیواری کے سوا کوئی واقفیت نہیں رکھتیں۔ . . . .

. . . . مرد کو جب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیوی تنسیخ نکاح کا دعویٰ کرنیوالی ہے۔ تو وہ نہایت آسانی سے اپنی جائے سکونت بدل لیتا ہے۔ سمن اس کے سابقہ پتہ پر جاتا ہے، وہاں سے اطلاع آتی ہے۔ کہ وہاں پر کوئی شخص اس نام کا نہیں ہے۔ چنانچہ مدعیہ کو حکم ہوتا ہے۔ کہ مدعا علیہ کا صحیح پتہ داخل کیا جاوے۔ اور نیا طلبانہ بھی عدالت میں جمع کرایا جاوے۔ اب وہ بیچاری اَن پڑھ پردہ نشین عورت کہاں سے ایک آوارہ خاوند کی ٹوہ لگائے۔ اگر بفرض محال خاوند کا صحیح پتہ معلوم بھی ہوگیا۔ تو دو چار دفعہ پیادہ کی مٹھی گرم کی جاتی ہے۔ اور حسب منشا رپورٹ لکھوالی جاتی ہے اس مدعیہ کو عدالت میں آنے جانے اور انتظار کرنے کی بیحد تکلیف ہوتی ہے۔ اس حالت میں وکیل مدعیہ کو چاہیئے کہ وہ خود ہی پیش ہوکر تاریخ وغیرہ لے لیا کرے۔ اور مدعیہ کو عدالت کی تکلیف سے بچائے۔

ثالثاً ثبوت کا مسئلہ:۔

اگر مدعا علیہ کی تعمیل ہو بھی جائے۔ تو تیسری کٹھن منزل ثبوت کی ہے۔ آجکل جھوٹے گواہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کا ذریعہ معاش ہی جھوٹی شہادتیں ہیں۔ اور وہ عدالتوں میں اسی طرح باقاعدہ حاضر رہتے ہیں جس طرح وکیل یا مجسٹریٹ، مدعیہ خاوند کی سختی کے متعلق دو گواہ پیش کرتی ہے، خاوند چار گواہ پیش کردیتا ہے۔ عدالت کو شک میں ڈالنے کے لئے عجیب وغریب اتہامات تراشے جاتے ہیں جس سے بسا اوقات تنسیخ کی ڈگری نہیں ملنے پاتی۔

بعض اوقات عدالت فریقین میں صلح کا مشورہ دیتی ہے۔ بیوی اپنے خاوند کے پاس رہنا منظور کرلیتی ہے۔ خاوند اقرار کرتا ہے کہ وہ سختی نہیں کریگا۔ بدسلوکی نہیں کرے گا۔ یا باقاعدہ خرچ دے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر بیوی خاوند کے گھر چلی جاتی ہے۔ یہ مرحلہ بہت نازک ہوتا ہے۔ عورت کمزور ہے۔ پردہ نشین ہے۔ اپنا دکھ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتی۔ خاوند کے گھر کی چاردیواری میں اُس پر پھر وہی سختیاں ہوتی ہیں تعلقات پہلے سے زیادہ کشیدہ ہوجاتے ہیں۔ اور عورت کی زندگی عذاب ہوجاتی ہے۔

اس قانون کا اخلاقی اثر ضرور ہوا ہے۔ عورت اپنے حقوق کے مطالبہ میں کچھ دلیر ہوگئی ہے۔ مرد ناروا سختی سے کچھ پرہیز کرنے لگ گیا ہے۔ مگر یہ اخلاقی اثر بھی اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جبکہ عدالتیں عورت کی کمزوری، کم ہمتی، ناواقفیت اور پردہ نشینی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے کام کو حتی المقدور سہل کرنے کی کوشش کرے۔ اور مدعیہ کا وکیل جائز فیس لینے کے بعد فرض شناسی پر بہت زیادہ توجہ دے اور سائلہ کو صرف تکمیل ہوجانے کے بعد عدالت میں آنے کی تکلیف دے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ کی پہلے سال کی روئداد نہایت کامیاب ہے۔ ان دعووں کی وجہ سے عدالتوں میں خوب رونق رہی ہے، جو عورتیں دس دس سال سے سختیاں جھیل رہی تھیں۔ ظالم شوہروں کے پنجہ سے خلاصی نہیں پاسکتی تھیں۔ ان کو اس قانون نے نجات دلائی ہے۔ اب وہ آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کوئی ملازم ہوگئی ہے۔ کوئی محنت مزدوری کرتی ہے۔ اور کسی نے حسب منشا نکاح ثانی کرلیا ہے۔ ان دعووں میں ابھی تک کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تانتا بدستور بندھا ہوا ہے۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ پردہ نشین عورتوں کو خاص مراعات حاصل ہوں۔ جو رکاوٹیں وہ خود دور نہیں کرسکتیں اُن کو دُور کرنے کا انتظام کیا جائے۔ ان کے مقدمات کو سب سے پہلے بلایا جائے۔ اُن کے بیٹھنے کے لئے عدالت کی کمپاؤنڈ میں کوئی بنچ وغیرہ مہیا کئے جائیں۔ تاکہ یہ صنف نازک اپنے حقوق کے مطالبہ میں بے دل نہ ہونے پائے۔

(بقیہ صفحہ ۲)

رہی ہے۔ وہ ہر مسلمان کیلئے باعث شکریہ و مبارکباد ہے۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے فرمایا تھا:۔

"عام خدمات اسلامی آپ کی جماعت بہت سرگرمی جوش و انہماک کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ ان کی داد نہ دینا ظلم ہے۔ اور داد کیا معنی مجھے تو بارہا رشک آچکا ہے"۔

اس کے علاوہ بھی متعدد بیانات درج کئے جاسکتے ہیں لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے قلم انداز کئے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور نے یورپ کے اندر کفر و الحاد کے مرکزوں میں اسلامی مشن قائم کئے اور اپنی محنت شاقہ سے یورپ کا طمع نگاہ اسلام کے متعلق بدل دیا۔ یورپ کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے۔ باقی رسائل جرائد اور مختلف صحیفوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان تبلیغی کوششوں کی شوکت کا اندازہ کچھ مؤرخ ہی بہتر کرسکے گا۔ یہ جماعت صوفیائے کرام اور قرون اولیٰ کے داعیان اسلام کی حقیقی جانشین ہے جس کا مقصد وحید غلبہ اسلام ہے۔ حاکم اور محکوم دونوں اس کے جذبۂ تبلیغ کی زد میں ہیں اور اس کے دشت جنوں میں موجودہ دور کی دہریت اور مادیت صید زبوں ہیں۔ اس خالص اسلامی تحریک سے ہی آئندہ اسلام کے ایک پاکیزہ اور شاندار دور کا آغاز ہوگا۔

مَلفُوظَات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

ابوبکری فطرت

ابوبکری فطرت کیا ہے؟ اس پر مفصل بحث اور کلام کا یہ موقعہ نہیں۔ کیونکہ اسکے تفصیلی بیان کے لئے بہت وقت درکار ہے۔ میں مختصراً ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمایا اسوقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف سوداگری کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ایک شخص آپ سے ملا آپ نے اس سے مکے کے حالات دریافت فرمائے اور پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ جیسا کہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان سفر سے واپس آتا ہے تو راستہ میں اگر کوئی اہل وطن مل جائے تو اس سے اپنے وطن کے حالات دریافت کرتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ نئی بات یہ ہے کہ تیرے دوست محمدؐ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ آپنے یہ سنتے ہی فرمایا کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بلاشک وہ سچا ہے۔ اسی ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپکو کس قدر حسن ظن تھا۔ معجزہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معجزہ وہ شخص مانگتا ہے جو مدعی کے حالات سے ناواقف ہو اور جہاں غیریت ہو اور مزید تسلی کی ضرورت ہو۔ لیکن جس شخص کو حالات سے پوری واقفیت ہو تو اُسے معجزہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ الغرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ راستہ میں ہی آنحضرت صلعم کا دعویٰ نبوت سُن کر ایمان لے آئے پھر جب مکہ میں پہنچے تو آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میں آپکا پہلا مصدق ہوں۔ آپکا ایسا کہنا محض قول ہی قول نہ تھا بلکہ آپنے اپنے افعال سے اسے ثابت دکھلایا اور مرتے دم تک اسے نبھایا اور بعد مرنے کے بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ درحقیقت اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم مطابقت رکھتے ہوں اگر انمیں مطابقت نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں (۱۰ نومبر ۱۸۹۹ء)

کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان ہیں اس بات کو ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ احکام قرآنی کے مطابق ان سب کا ماننا اور ان پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان مرد وعورت کیلئے ضروری ہے ان پانچوں میں سے ایک کا بھی کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا

قرآن کے احکام کے مطابق زکوٰۃ کا قومی بیت المال میں جمع ہو کر ایک نظام کے ماتحت خرچ ہونا نہایت ضروری ہے صاحب نصاب زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ کا تیسرا حصہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکتا ہے باقی رقم کو لازمی طور پر قومی بیت المال میں جمع کرانا چاہیئے تاکہ وہیں سے قومی ضرورتوں پر خرچ کیا جائے، یاد رکھئے قرآن کے نزدیک کوئی زکوٰۃ نہیں جو باقاعدہ بیت المال میں جمع ہو کر خرچ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ لاہور کا قومی بیت المال موجود ہے اگر دوسرے مسلمان مذکورہ بالا طریقے پر عمل نہیں کرتے تو انکو ایک حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ ان کا کوئی بیت المال نہیں۔ لیکن احمدیوں کیلئے یہ کوئی مجبوری نہیں اس لئے ہر ایک صاحب نصاب احمدی مرد وعورت کیلئے لازمی ہے کہ اپنی اپنی زکوٰۃ مرکز میں ارسال کر دے انفرادی طریق پر خرچ نہ کرے۔ ورنہ اس کی ادائیگی زکوٰۃ احکام قرآنی اور قومی مفاد کے مطابق نہ ہوگی۔

قرآن کریم میں نماز اور زکوٰۃ کی خصوصیت سے تاکید آئی ہے۔ لیکن افسوس مسلمانوں کی کثیر تعداد زکوٰۃ کے احکام کو فراموش کئے ہوئے ہے۔ تھوڑے بہت مسلمان جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ بھی بالعموم احکام قرآنی کی پابندی نہیں کرتے۔ یہ بہت بڑی غلطی اور کمزوری ہے۔ جسے بہت جلد دور کرنا چاہیے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں ماہ رجب ادائیگی زکوٰۃ کیلئے مخصوص ہے زکوٰۃ دینے والے بالعموم اسی مہینے میں زکوٰۃ تقسیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ اس روپیہ کا بہت بڑا حصہ برباد جاتا ہے۔ لہذا احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ دیندار اور روشن خیال مسلمانوں کے پاس بھی ماہ رجب میں پہنچیں۔ اور تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا جو کام ہماری طرف سے ہو رہا ہے اور اس کی ضرورت و اہمیت بتلا کر ان سے زکوٰۃ لیں۔ اس طرح ان کی زکوٰۃ اچھی جگہ صرف ہوگی اور انجمن کو کسی قدر مالی امداد بھی مل جائے گی۔

عورتوں کے پاس زیور ہوتا ہے احمدی خواتین کو ادائیگی زکوٰۃ کی طرف خصوصیت سے توجہ کرنی چاہیئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے مکتوب میں خواتین کو زکوٰۃ کے بارہ میں خصوصیت سے مخاطب کیا ہے۔ زکوٰۃ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا ٹریکٹ تاکید ہے ہر احمدی گھر میں موجود ہوگا۔ اس سے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں جن کی روشنی میں احکام قرآنی کے مطابق زکوٰۃ ادا کیجائے۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے برکت دینا ہے۔

ماہ رجب کا تیسرا ہفتہ بھی ختم ہو گیا اب صرف چند دن باقی ہیں تمام احباب ادائیگی زکوٰۃ کی طرف خاص اور فوری توجہ فرمائیں

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر القرآن اور قادیانی جماعت

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے ایک ٹریکٹ کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

(سلسلہ کیلئے ۴ر اگست — (۶) — کا پرچہ ملاحظہ ہو)

آخری اعتراض جو ٹریکٹ نویس نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر پر کیا ہے۔ وہ پیدائش حضرت مسیح اور حضرت خضر کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر ہے صرف یہی دو تین اجتہادی امور ہیں جن . . . . میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اختلاف کیا ہے اور نہ صرف آپ نے اختلاف کیا ہے بلکہ سلسلہ احمدیہ کے دوسرے کئی اکابر مثلاً حضرت مولینا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ قاضی امیر حسین صاحب شیخ قمر الدین صاحب جہلمی کو بھی مسیح کے بن باپ ہونے اور بعض دیگر مسائل میں اختلاف تھا۔ جیسا کہ اجتہادی امور میں اولی الامر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر میاں محمود احمد صاحب کے اختلافات کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی جو نہ صرف اجتہادی امور سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ سلسلہ کے اصولی مسائل اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے بھی مخالف ہیں۔ یہاں تک کہ شریعت اسلام کی بنیاد پر کاری ضرب لگانے والے ہیں۔ کئی باتوں میں میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کو "نادان" قرار دیا یعنی امور میں آپ پر کم فہمی اور ناسمجھی کا فتوے لگایا۔ آپ کے کھلے کھلے فیصلوں اور لفظ نبی کی تشریحات کو یہ کہکر رد کر دیا کہ خدا کے الہام میں ایسی کوئی تشریح نہیں میاں صاحب کے ان بیانات کو قارئین کرام جناب میر مدثر شاہ صاحب کے رسائل "عقائد احمدیہ" اور "موجودہ قادیانی مذہب خلاف حضرت مسیح موعود" میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جن امور میں اختلاف کیا وہ نہ تو اتنی اہمیت رکھتے ہیں اور نہ آپ نے ان امور میں اختلاف رکھنے والوں پر کوئی نادانی وغیرہ کا فتوی صادر کیا۔

مسئلہ ولادت مسیح اور میاں محمود احمد صاحب

جہاں تک مسئلہ ولادت مسیح کا تعلق ہے۔ اور تو اور خود میاں محمود احمد صاحب کے نزدیک بھی اس کو چنداں اہمیت حاصل نہیں اور اس بارہ میں ان کے نزدیک اختلاف جائز ہے۔ اور قرآن کریم سے مسیح کے با باپ ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہوں میاں صاحب کے یہ الفاظ جو انہوں نے ایک پادری کے جواب میں لکھے ہیں :-

"میں سب سے پہلے آپ (یعنی مسیح علیہ السلام) کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں۔ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے اور سوائے سرسید کے جنہوں نے صرف عقلی دلائل سے اس کو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن شریف سے اس کا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ یہ بات غلط ہے کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ثابت کرونگا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ سے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا"

(تشحیذ الاذہان ماہ اپریل ۱۹۱۳ء)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے۔ اسی طرح آپ کی بھی پیدائش ہوئی اور میری اس سے یہ غرض ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے"

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۳ء)

اب فرمائیے جب خود میاں صاحب کے نزدیک یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور ان کا اپنا فرمان ہے کہ لوگوں نے قرآن شریف سے یہ ثابت کیا ہے کہ "مسیح بن باپ کے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا" اور کہ "بعض لوگ" آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے۔ تو حضرت امیر ایدہ اللہ پر کیا الزام ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قرآن شریف سے با باپ ثابت کیا۔ کیا جو بات اور لوگوں کے لئے جائز ہے۔ وہ آپ کے لئے ناجائز ہے؟ کیا محض اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود نے مسیح کو بن باپ لکھا ہے۔ اس سے اختلاف کرنا اور قرآن شریف سے اس اختلافی مسئلہ پر روشنی ڈالنا ناجائز ہو گیا؟

مسیح کو با باپ ماننے والوں سے مسیح موعود کا تعلق

کیا قادیانی جماعت کو وہ الفاظ یاد نہیں رہے جو ۱۹۱۳ء میں "اظہار حقیقت" نامی ٹریکٹ میں انجمن انصار اللہ کی طرف سے شائع ہوئے تھے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ "ان کا (یعنی میاں صاحب کا) ان سے تعلق ہے جو مسیح علیہ السلام کو با باپ مانتے ہیں" یہ الفاظ لکھے گئے کہ :-

"اس کا پہلے تو تم ہی جواب دو۔ کہ کیا ان سے مسیح موعود کا تعلق تھا یا کہ نہیں۔ شریعت اسلام سے ثابت کرو کہ جو مسیح علیہ السلام کو با باپ مانیں۔ وہ اسلام سے خارج کئے جائیں یا ملفا کے منکروں کی طرح فاسق اور کافر قرار دیئے جائیں" (اظہار حقیقت صفحہ ۲۳)

اس ٹریکٹ کے نیچے قادیانی جماعت کے بڑے بڑے ممبروں کے دستخط ہیں، مثلاً حافظ روشن علی صاحب۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب، مولوی اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی وغیرہم۔

ناواجب پراپیگنڈا

حیرت ہے کہ جو چیز آج سے ۲۶—۲۷ سال پیشتر جائز تھی، اور اس کے ماننے سے نہ کوئی شخص کافر ہو سکتا تھا نہ فاسق۔ وہ آج کیوں حرام ہو گئی؟ جب خود حضرت مسیح موعود کا بھی ان لوگوں سے تعلق تھا جو مسیح علیہ السلام کو با باپ مانتے تھے۔ تو آج اس اعتقاد کا رکھنا مسیح موعود سے بے تعلقی کا موجب کس طرح ہو گیا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ وہی اعتراض جب میاں صاحب پر کیا جاتا ہے تو قادیانی جماعت کے نزدیک وہ غلط اور ناواجب قرار پاتا ہے اور مسیح علیہ السلام کو با باپ ماننا مسیح موعود سے بے تعلقی کا موجب نہیں رہتا۔ نہ ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو شریعت اسلام کے رُو سے کافر اور فاسق قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کا معاملہ ہو تو وہی اعتقاد انہی لوگوں کے نزدیک سراسر ناجائز اور مسیح موعود سے بے تعلقی کا موجب بن جاتا ہے۔ افسوس! انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ ان لوگوں کے لینے اور دینے کے باٹ ہیں جو ہر موقع پر بدلتے رہتے ہیں اور محض اس غرض سے کہ سادہ لوح لوگوں کو حضرت امیر ایدہ اللہ اور جماعت احمدیہ لاہور سے بدظن کیا جائے۔ ایسا پراپیگنڈا کیا جاتا ہے جو خود ان کے اپنے نزدیک ناواجب اور ناجائز ہے۔ کیا یہ کسی حق پرست قوم کا شیوہ ہو سکتا ہے؟

ولادت مسیح اور "اسلامی روایات"

ایک اور اعتراض حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر پر یہ ہے کہ :-

"بعض ایسے امور بھی اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں جو اسلامی روایات کے بالکل خلاف ہیں۔ جیسے حضرت مسیح کا با باپ ہونا، حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں نہ رہنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں نہ ڈالا جانا وغیرہ ذالک"

جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کے با باپ ہونے کا تعلق ہے ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ خود میاں محمود احمد صاحب کے نزدیک "یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے" بلکہ "لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی بھی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام بن باپ سے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا" پس ایک اختلافی مسئلہ کو جس پر قرآن شریف سے روشنی ڈالی جا چکی ہو اور مسیح علیہ السلام کا با باپ ہونا اس سے ثابت کیا جا چکا ہو۔ اسلامی روایات میں سے کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا ایسی روایات جو قرآن شریف سے ثابت نہ ہوں۔ "اسلامی" قرار دی جا سکتی ہیں؟ کیا ایک اختلافی مسئلہ کو زیادہ لوگوں کا ایک خاص رنگ میں ماننا اسے اسلامی روایات میں شامل کر سکتا ہے؟ خواہ وہ رنگ قرآن شریف کے خلاف ہو۔ اگر ایسا ہے تو وفات مسیح کو کیا کہا جائے گا جس کو مسلمانوں کی کثیر تعداد تیرہ سو سال تک غلط سمجھتی رہی اور مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر یقین کرتی رہی۔ کیا اس کو "اسلامی روایات" میں سے سمجھ لیا جائے اور وفات مسیح کے عقیدہ کو "اسلامی روایات" کے خلاف قرار دیا جائے؟ اگر نہیں تو مسیح کا با باپ ہونا جو خود میاں صاحب کے نزدیک اختلافی مسئلہ ہے اور جس کو لوگوں نے قرآن شریف سے ثابت کیا ہے۔ اسلامی روایات کے خلاف کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟

یونسؑ کی مچھلی اور ابراہیمؑ کی آگ

رہا حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں رہنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا یہ بھی اسی قسم کی اسلامی روایات ہیں۔ جیسے مسیح علیہ السلام کا بن باپ ہونا، کیا قادیانی ٹریکٹ نویس کو معلوم نہیں کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ ان دونو "اسلامی روایات" کے قائل نہ تھے ان کے درس قرآن کے نوٹ ابھی تک چھپے ہوئے موجود ہیں جن میں صراحت لکھا ہے :-

(باقی صفحہ ۷ پر)

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۲۳ ررجب ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۲

فرقہ پرستی اور قومیت

اسلام فرقہ پرستی اور رنگ و نسل کی قیود سے آزاد ہے

ہندو مذہب کے اندر ایسے بیشمار فرقے پائے جاتے ہیں جنہیں بنیادی اختلافات ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں ہندو مذہب کے اجزا ہی خیال کیا جاتا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو خدا کو ایک ملنتے ہیں اور توحید کے سختی سے قائل ہیں مثلاً آریہ سماج۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو ناستک ہیں اور خدا کی ہستی کا سرے سے انکار کرتے ہیں جیسے دیو سماجی۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو بے شمار بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور خالص بت پرست ہیں اور بتوں کے آستانہ پر سر ٹیکتے ہوئے انہیں ہزاروں سال گذر گئے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو وحدت الوجود کے قائل ہیں اور اگر بدھ مت کو بھی ہندو مذہب کا حصہ ہی قرار دیا جائے تو وہ اپنی ہیئت اور نوعیت میں ان سب سے مختلف ہے۔ غرضکہ ہنود کے ہاں جتنے فرقے ہیں۔ اتنے ہی مذاہب ہیں یعنی ہر فرقہ ایک جدا مذہب ہے۔ کیونکہ وہ بنیادی لحاظ سے دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن اس تنوع کے باوجود ان سب کو ہندو مذہب میں ہی شامل سمجھا جاتا ہے۔ ہندو سواد سے خارج نہیں کیا جاتا اور ہندو مذہب نے بجائے عقیدہ کے کلچر پر اپنی بنیادیں استوار کرلی ہیں تاکہ ہندو وحدت میں انتشار نہ ہونے پائے۔ کیونکہ وحدت سیاسی تمدنی اور معاشی لحاظ سے ان کے لئے از حد مفید ہے۔

عیسائیوں کے ہاں بیشمار فرقے ہیں۔ جن میں اصولی اختلافات ہے۔ عیسائیت کے یونانی اور لاطینی فرقوں میں بڑے بڑے اختلافات ہیں۔ پروٹسٹنٹ اور لوتھرن فرقے جو سولھویں صدی میں اصلاح کلیسا کے زمانے میں رومی کلیسا سے علیحدہ ہوئے وہ کیتھولک فرقہ سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں۔ عیسائیوں میں ایسے بھی ہیں جو تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو صرف ایک خدا کے قائل ہیں۔ یعنی ان میں شدید اور اساسی اختلاف ہے لیکن صدیوں تک آگ اور خون کا کھیل کھیلنے کے بعد انہیں ہوش آچکا ہے کہ فرقہ پرستی کس حد تک خونیں اور ہلاکت آفریں ہے۔ لیکن آج تبلیغی اغراض نے انہیں ہم نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنے اندر ایک قسم کی تبلیغی وحدت پیدا کرلی ہے

لیکن ذرا ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ اسلام جو بنیادی تفرقہ سے بالکل پاک ہے۔ وہ اسلامی جماعتیں جو شیعہ سنی، مقلد و غیر مقلد کے امتیازات رکھتی ہیں۔ ان کا اختلاف فروعی ہے۔ اصولی نہیں اور اصول جو معیار اسلام ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ سب خدا کو ایک مانتے ہیں۔ سب رسول اللہ کی ختمیت رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو مامور من اللہ سمجھتے ہیں۔ ملائکہ کتب سماوی۔ یوم آخرت، البعث بعد الموت پر سب کا محکم ایمان ہے لیکن اس کے باوجود سب ایک دوسرے سے کٹے بیٹھے ہیں سب ایک دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور سب نے ایک دوسرے کو اسلامی سواد اعظم سے خارج کرنے کی ٹھانی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی زوال و انحطاط کی حد ہے۔ ایسے دوسرے مذاہب والے جو تنی اور گائے کے کلچرل امتیازات پر جمع ہو سکتے ہیں

لیکن تم کلمہ طیبہ پر جمع نہیں ہو سکتے! دوسرے مذاہب کو محض تبلیغی اغراض ایک جگہ جمع کر دیتی ہیں۔ لیکن تم جب دیکھتے ہو کہ ایک خالص اسلامی جماعت اعلائے کلمۃ الحق کر رہی ہے تو تم اس کیلئے سنگ راہ ہوتے ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اس انتشار و تفشار کے ہوتے ہوئے تمہیں دعویٰ ہے۔ کہ تم دنیا کی ایک ممتاز قوم ہو۔ تم مسلمان ہو! تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہو! تمہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا۔ لایجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ یعنی ہرگز کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے۔ کہ تم اس کے ساتھ بے انصافی سے پیش آؤ۔ انصاف کرو۔ کیونکہ یہی تقویٰ ہے۔ اسی کو پرہیزگاری کہتے ہیں۔

لیکن آج تمہارے دست ستم سے خود مسلمان محفوظ نہیں تم دوسروں کے لئے انصاف کیا کروگے۔ مسلمان مسلمان کے ہاتھ سے نالاں ہے! مسلمان کے تیروں سے مسلمان کا سینہ چھلنی ہے ایسی قوم جو فروعی اختلافات پر اتنا غلو کرجاتی ہو۔ کہ اس کے افراد ایک دوسرے کی جان کے لاگو ہوجاتے ہوں ایسی قوم سے بڑی بڑی توقعات رکھنا عبث ہے مسلمانوں کے اندر اعلیٰ درجہ کا اجتماعی اخلاق اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب وہ ایک دوسرے کیلئے رواداری کی روح پیدا کریں۔ فروعی اختلافات کو برداشت کریں۔ بجائے اسلامی سواد اعظم سے ایک دوسرے کو خارج کرنے کے ایک دوسرے کو اس میں شامل کریں اور انصاف سے کام لیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے۔ یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف پر کھڑے ہو جاؤ۔

فرقہ پرستی کے علاوہ دوسرا مسئلہ جس سے مسلمانوں کو ملی لحاظ سے سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ وہ مغربی قومیت کا تخیل ہے۔ اس تخیل نے زمانہ جاہلیت کی عصبیت کو از سر نو زندہ کر دیا ہے جو روح اسلامی کے بالکل منافی ہے مسلمانوں میں خاندانی امتیازات بھی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کی مختلف جماعتوں میں ایک تباہ کن عصبیت پیدا ہو چکی ہے۔ اور مختلف اسلامی ممالک میں مغربی قومیت کا تخیل رائج ہو چکا ہے۔ وہ اپنے نسلی۔ وطنی اور جغرافیائی امتیازات پر فخر کرنے لگے ہیں۔ آجکل ترک پہلے ترک ہے اور بعد میں مسلمان ہے۔ مصر کا رہنے والا پہلے مصری ہے اور بعد میں مسلمان ہے۔ اور یہی حال عرب ایران اور افغانستان کا ہے۔ اور ہمارے اس ہندوستانی صنم کدہ میں بھی ایسے نام نہاد مسلمان موجود ہیں۔ جو وحدت ملی کی بجائے متحدہ قومیت کا خواب دیکھتے ہیں۔ جو ہندوستانی مسلمان کو بجائے کلمہ توحید کے ہندی قومیت اور وطن کے بت پر جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں ایک ایسی عصبیت پیدا کرنا چاہتے

ہیں جو سراسر غیر اسلامی ہے۔ انہی مسلمانوں کی حالت کا نقشہ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ان اشعار میں کھینچا ہے۔ ع

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و کرم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ عصبیت اور قومیت جو اشتراک نسل، اشتراک زبان اور وطنیت کے امتزاج سے وجود میں آتی ہے یہ زمانہ جاہلیت کی عصبیت ہے۔ بت پرستی ہے۔ اسلام کے ہاں اس کی گنجائش اور سمائی نہیں اور اس عصبیت کے متعلق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے

لیس منا من مات علی العصبیۃ — جس نے عصبیت پر جان دی وہ ہم میں سے نہیں ہے

لیس منا من دعیٰ الی العصبیۃ — جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں ہے

لیس منا من قاتل علی العصبیۃ — جس نے عصبیت پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے

اب وہ مسلمان جو اسلامی ممالک میں بستے ہیں یا ہندوستان میں قومیت یا عصبیت کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ وہ ذرا جائزہ لیں کہ اس وقت وہ کہاں ہیں۔ وہ یقیناً اسلام کے محکم اصولوں کو پس پشت پھینک رہے ہیں جس سے بنیادی اور اصولی طور پر اسلام کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

ان نسلی اور وطنی امتیازات کو ہادی کامل نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ

ترجمہ: کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے اگر فضیلت ہے تو وہ صرف پرہیزگاری کی بناء پر ہے۔

لیکن ان امتیازات سے جن سے اسلام نے صریح طور پر روکا ہے مسلمان از سر نو قائم کر رہے ہیں اور جن تصورات اور تخیلات کو آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کے دن پاؤں تلے روند ڈالا۔ آج انہیں مسلمان سر آنکھوں پر جگہ دے رہے ہیں۔

ان فرقہ وارانہ اور قومی تحریکات کے خلاف صرف ایک خالص اسلامی جماعت ہے جو جہاد کر رہی ہے اور مسلمانوں کو صبح و شام بھولا ہوا سبق یاد دلانے میں ساعی ہے۔ وہ تلقین کرتی ہے۔ کہ فرقہ پرستی ایک لعنت ہے اس سے اجتناب کرو۔ اور اپنے آپ کو خالص روحانی تبلیغی اور ملی اغراض و مقاصد پر مجتمع کر لو۔ رنگ و نسل اور وطنیت کے غیر اسلامی بتوں کو توڑ ڈالو۔ اور ایک ایسی عالمگیر اخوت کی بنیادیں استوار کرو جس کی بنیاد اخلاق اور تقویٰ پر ہو۔ اور جس کا خضر راہ صرف قرآن مجید ہو۔ فرقہ پرستی اور رنگ و نسل کے بتوں کو توڑنے کی سب سے زیادہ کوشش جو جماعت کر رہی ہے۔ وہ جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ ساری دنیا ایک طرف ہو اور مٹھی بھر جماعت ایک طرف۔ باقی دنیا کے سامنے جو نصب العین ہے اس کی بنیاد مغربی اصولوں پر ہے اور اس جماعت کے سامنے جو نصب العین ہے اس کی بنیاد قرآن مجید پر ہے۔ باقی دنیا والوں کے فرقے ہیں اور اوطان ہیں۔ لیکن اس جماعت کا کوئی فرقہ نہیں اور کوئی وطن نہیں۔ اسلام اس کا فرقہ ہے اور اسلام ہی اس کا وطن ہے۔

(ایس محمد آصف قادیانی۔ بی ایس سی)

شذرات

یو۔پی میں سکھوں کی تبلیغی سرگرمیاں

کچھ عرصہ سے عیسائیوں اور آریوں کے علاوہ سکھوں کی تبلیغی سرگرمیاں بھی روز بروز ترقی کر رہی ہیں۔ اب تو ان کا حلقۂ عمل پنجاب سے گزر کر جو کہ سکھ قوم اور سکھ مذہب کا اصلی مرکز ہے۔ یو۔پی اور صوبہ بمبئی تک وسیع ہو چکا ہے۔ یو۔پی میں ان کا آجکل بہت زور ہے بالخصوص اضلاع میرٹھ، مراد آباد اور بجنور وغیرہ میں۔ جگہ جگہ سکھوں کے دیوان اور کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ گردوارے تعمیر کئے جا رہے ہیں جن میں گورمکھی زبان کی تعلیم اور سکھ لٹریچر کے مطالعہ و تفہیم کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ راگی جتھے علاقہ بھر میں گھوم کر لوگوں کو سکھ دھرم قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ سکھ اخبارات کے بیان کے مطابق گذشتہ چند ماہ میں ہزاروں افراد سکھ دھرم اختیار کر چکے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یو۔پی کے اندر اب تک سکھوں کی ان تبلیغی سرگرمیوں سے ہندو اور اچھوت ہی متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سرگرمیاں مسلمانوں کیلئے بھی مذہبی اور سیاسی لحاظ سے زبردست خطرہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پنجاب کے سکھ دیہات اور سکھ علاقوں میں مسلمانوں کی جو حالت ہے۔ اس کے مطالعہ سے ان خطرات کی پوری تفصیل سمجھ میں آسکتی ہے ماجھہ اور مالوہ ۔۔۔ کے علاقوں میں اس وقت تک "سکھا شاہی" کے آثار موجود ہیں۔ اگر سکھوں کی تبلیغی کوششیں اسی طرح جاری رہیں تو یہ ناممکن نہیں کہ یو۔پی کے اندر بھی سکھا شاہی روایات کو تازہ کرنے والا کوئی اسی قسم کا علاقہ پیدا ہو جائے ——— مسلمانوں کو ذرا خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہئے۔

مسلمانوں کیلئے چند قابل غور باتیں

سکھوں کی ان تبلیغی کوششوں کے متعلق چند باتیں ایسی ہیں۔ جن پر مسلمانوں کو ذرا گہری نظر سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے اول یہ کہ ان کی تبلیغ کا سب سے زیادہ بلکہ قریباً تمام تر زور اضلاع روہیلکھنڈ میں ہے۔ جو کہ یو۔پی کے اندر ایک اسلامی علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات کسی مسلم آزار سکیم کا نتیجہ ہے۔ اور اس سکیم کو یقیناً ہندوؤں کی امداد و ہمدردی حاصل ہے۔ وہ روہیلکھنڈ میں سکھوں کے پاؤں مضبوط کر کے مسلمانوں کیلئے ایک مستقل خطرہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بے شک اس طرح ہندوؤں کی تعداد پر معمولی سا اثر پڑیگا لیکن یو۔پی کے اندر ہندو اکثریت بہت مضبوط و محفوظ ہے اور اس معمولی اثر سے متاثر نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ یو۔پی میں سکھوں کے لئے علیحدہ نشستیں بھی مقرر نہیں ہیں۔ سیاسی لحاظ سے ان کا شمار کامل طور پر ہندوؤں کے ساتھ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا اضلاع کے گرد و نواح میں نو مسلم اقوام کی کثیر تعداد موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ ہندو اور آریہ ان کو سکھوں کے ذریعے مرتد کرنے کی کوشش کریں۔ اس کوشش میں سکھوں کو کامیابی ہو یا نہ ہو۔ لیکن یو۔پی کے اچھوتوں کی اچھی خاصی تعداد کو وہ غالباً ضرور سکھ بنا لیں گے۔ اگر ذرا دور بینی کو کام میں لایا جائے۔ تو یہ بھی مسلمانوں کا ہی نقصان ہے۔ اچھوتوں کی مشکلات کا واحد حل اسلام ہے۔ ان کو اسلام کے اندر لا کر ان کی فلاح و اصلاح کے لئے کوشش کرنا مسلمانوں کا فرض ہے ——— تو گویا سکھ ایک ایسے میدان پر قابض ہو رہے ہیں جس میں کہ مسلمانوں کو مصروف عمل ہونا چاہئے تھا۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اچھوت سکھ دھرم قبول کر کے سکھوں کی تعداد کو بے شک بڑھا دیں گے۔ لیکن خود اچھوت کے اچھوت ہی رہیں گے۔ اور ان کی حیثیت پنجاب کے مذہبی سکھوں سے ہرگز بہتر نہ ہو سکے گی۔ اور مذہبی سکھوں کی سکھ قوم کے اندر جو عبرتناک حیثیت ہے۔ اسے ہر ایک واقف کار جانتا ہے۔

درگاہوں اور خانقاہوں کی حالت

دہلی کے مشہور پیر جناب خواجہ حسن نظامی صاحب اپنے اخبار "منادی" ۲۴ اگست سنہ ۱۹۸۷ء میں لکھتے ہیں کہ:۔

"میری بستی سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر درگاہ شاہ مردان واقع ہے۔ وہاں گذشتہ ۹ ربیع الاول کو بھی جلسہ ہوا تھا اور اب ۱۳ رجب کو حضرت علیؓ کے میلاد کی خوشی منائی جائے گی ۔۔۔۔ آج چھپا ہوا دعوت نامہ آیا تو اس میں اپنا نام بھی دیکھا۔ بہت تعجب ہوا کہ جب میں نے انکار کر دیا تھا تو میرا نام کیوں چھاپا گیا۔ خصوصاً ایسے جلسے میں میرا شریک ہونا قطعی ناجائز ہے جس کے اشتہار میں حسب ذیل الفاظ بھی ہوں:۔

"رقص و سرور کے واسطے دہلی کی خاص طوائفوں کا انتظام کیا گیا ہے"

اور ربیع الاول کے گذشتہ جلسے کا جو حساب شائع کیا گیا ہے۔ اس میں بھی حسب ذیل الفاظ درج ہیں: "طوائفین اجرت و کرایہ آمد و رفت ۱۳۷ روپے" ۔۔۔۔ طوائفوں کا گانا تہجد کے وقت رکھا ہے۔ جو حضرت امیر علیہ السلام کی عبادت کا وقت ہے۔" (روزنامچہ صفحہ)

مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم میلاد کے سلسلے میں ایک بزرگ کے مزار پر بازاری عورتوں کا ناچ، گانا اسلام اور عید المیلاد النبی کی مقدس تقریب کی انتہائی توہین ہے یا نہیں؟ لیکن آجکل درگاہوں اور خانقاہوں میں اسی قسم کے افعال ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ کہیں رنڈیوں کا ناچ ہو گیا کہیں بھانڈوں کی نقلیں اور کہیں میراسیوں کا گانا۔ یہ خرافات قریباً تمام گدیوں کے لوازمات و رسوم میں داخل ہو چکی ہیں۔ ——— ہم اور کسی سے نہیں بلکہ خواجہ حسن نظامی صاحب سے ہی سوال کرتے ہیں کہ جب حالات یہ ہوں تو اسلام کے مفاد اور حضرت نبی کریم اور بزرگان دین کے تقدس و وقار کا یہ تقاضا نہیں کہ ان تمام گدیوں کا خاتمہ کر دیا جائے اور بھولے بھالے اور جاہل مریدوں سے نذرانے وصول کرنے والے مفت خورے پیروں کو مجبور کیا جائے کہ شریفوں کی طرح محنت مزدوری کر کے حلال کی روٹی کھائیں۔

درخواست دعا

جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مسلم ٹاؤن چند روز سے علیل ہیں۔ احباب ان کے لئے دعائے صحت کریں۔ نہایت مخلص و مخیر ہستی ہیں۔

جماعت کے اور بہت سے دوست اور خواتین بھی بیمار ہیں۔ ان سب کیلئے بھی دعا کی جائے۔

خواتین جماعت کی قربانیاں

دار الیتامیٰ کیلئے مستقل ماہوار امداد

ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ امتیاز بخشا ہے کہ نہ صرف ہمارے احباب اشاعت دین اور قومی ترقی کی تحریکات میں دل کھول کر مال خرچ کرتے ہیں بلکہ ہماری خواتین بھی پورے جوش و اخلاص کے ساتھ مردوں کے دوش بدوش اس دینی جہاد میں حصہ لیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ عام ماہوار چندوں کے علاوہ جو اکثر خواتین ادا کرتی ہیں جماعت کے بعض تعمیری کام محض ہماری خواتین کی سعی و ہمت کے مرہون ہیں سلسلہ کا آئندہ تاریخ نویس بڑے نمایاں طور پر یہ لکھیگا کہ برلن مسجد کی تعمیر میں جماعت کی خواتین نے کتنا بڑا حصہ لیا اور دستکاری فنڈ کے ذریعہ سالانہ امداد سے اشاعت اسلام کا کتنا بڑا کام سرانجام دیا اور یتیم خانہ جیسے مفید اور اہم قومی ادارہ کو بھی صرف خواتین نے ہی اپنی ہمت سے چلایا۔ یہ کوئی چھوٹی سی چیز نہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

دار الیتامیٰ کی تحریک دسمبر ۳۷ء کے جلسہ سالانہ میں ہوئی۔ اور حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ نے اس مفید ادارہ کا تمام تر بوجھ خواتین پر ڈالنا چاہا جسے ہماری بہنوں نے بخوشی منظور فرمایا۔ اگرچہ جماعت کے بعض دوست بھی اس مد میں چندہ دیتے ہیں اور بالخصوص تعمیر عمارت کیلئے بعض مخیر احباب نے معقول رقوم دی ہیں لیکن ماہوار مستقل چندہ قریباً تمام کے تمام خواتین کی طرف سے ہی وصول ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنی چند بہنوں کا میں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے باقاعدگی اور ایفائے عہد کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ ان میں سب سے اول نمبر پر اہلیہ صاحبہ مولانا عزیز بخش صاحب ہیں جنہوں نے ابتدائے تحریک سے اس وقت تک نہایت باقاعدگی سے چندہ دیا ہے اور ان کے ذمہ کوئی بقایا نہیں۔ اس کے بعد اہلیہ صاحبہ شیخ کریم اللہ صاحب گجراتی و اہلیہ صاحبہ بابو شکر الدین صاحب ساہیوال و اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب لاہور، و اہلیہ صاحبہ حاجی عبد المجید صاحب لاہور و اہلیہ صاحبہ میاں رحیم بخش صاحب نمبر و اہلیہ صاحبہ میاں نصیر احمد صاحب ذر دتی دہلی و اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب گجرات و مسز صفدر صاحبہ سیالکوٹ جماعت کے شکریہ کی مستحق ہیں کہ انہوں نے بھی بڑی باقاعدگی سے چندہ دیا ہے ایک آدھ مہینہ کا بقایا کسی کے ذمہ ہو تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

جماعت کی ان خواتین کا نمونہ ہماری باقی بہنوں کیلئے لائق تقلید ہے۔ بالخصوص ان بہنوں کیلئے جنہوں نے ماہوار امداد کا وعدہ کر کے آخر تک اسے نبھایا نہیں اور چند ماہ امداد دیکر ہمارا سے ملتوی کر دیا۔ یتامیٰ کی کفالت عند اللہ بڑے ثواب اور اجر کا موجب ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کے نزدیک بڑا پسندیدہ کام اور جنت میں حضور کی معیت کے فخر کا ذریعہ ہے۔

اس وقت علاوہ ان ماہوار وظائف کے جو جماعت کی بیوگان اور مساکین کو دیئے جاتے ہیں، انجمن اسی روپے ماہوار صرف یتامیٰ کی پرورش اور تعلیم پر خرچ کر رہی ہے اور یہ تمام تر خواتین جماعت کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دائمی عطا فرمادے۔ جماعت کی دوسری بہنوں کی خدمت میں بھی التماس ہے کہ وہ اس کار خیر میں حصہ لیکر عند اللہ ماجور ہوں اور یتیم بچوں کی دعائیں لیں۔ والسلام

خاکسار مسعود بیگ
سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی بے وفائی کی مثالیں!

پانچویں مثال آنحضرت صلعم کے قیامت تک کیلئے معلم اور مزکی ہونے پر دستبرد

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

پچھلی قسط میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ کس طرح محمد رسول اللہ صلعم کے بروز کو عین بنا کر اور آپ کی نبوت کو حضرت مسیح موعودؑ میں اصلی حالت میں منتقل شدہ قرار دے کر نبوت محمدیہ کے تمام لوازمات کو حضرت مسیح موعودؑ میں ان محمودی صاحبان نے مان رکھا ہے۔ گویا بروز کو تناسخ بنا دیا ہے اور پھر مثل ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ لاہوری احمدیوں پر آوازے کستے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کو چھوڑ رکھا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ تمام عمر تناسخ کی تردید فرماتے رہے۔ بڑا زور ہے سورۃ الجمعہ کی اس آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پر کہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہیں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھ دیا ہے کہ اس میں ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ اور کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن کیا عرض کیا جائے۔ سوائے اس کے کہ ہرچہ گیرد علتی علت شود۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی علتیں پیدا کرنے والی خود یہی قوم ہے۔ ورنہ اس آیت میں نہ ختم نبوت کی تردید ہے اور نہ بعثت ثانی سے مراد آنحضرت صلعم کا تناسخ کے رنگ میں تشریف لانا ہے۔ اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کا کبھی یہ مطلب تھا جو اس قوم نے لے لیا۔

ایک مسلّم اصول

ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ اگر کوئی مصنف اپنی کتاب میں کسی اصطلاح کی نسبت ایک دفعہ بھی توضیح کر دے کہ میں اس سے فلاں فلاں مفہوم مراد لیتا ہوں۔ تو وہ اصطلاح جہاں کہیں بھی آئے گی۔ اس سے وہی مفہوم مراد لیا جائے گا جو مصنف نے بیان کر دیا ہے۔ خواہ اس کی کوئی توضیح وہاں موجود ہو یا نہ ہو۔ ہاں دشمنوں اور کج بحثوں کا یہ کام ہوتا ہے کہ مصنف کے کلام میں تضاد ثابت کرنے کیلئے جہاں توضیح موجود نہ ہوگی۔ وہاں اس کے الٹے معنی لے لیں گے۔ جو مصنف کے منشا کے خلاف ہوگا۔ اور اس طرح اس کی پوزیشن کو لچر بنا کے دکھانے کی کوشش کریں گے۔ کہ یہ شخص کہیں کچھ لکھتا ہے اور کہیں کچھ۔

محمودی قوم کا حضرت مسیح موعود پر ظلم عظیم

پس محمودی قوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے تمام دشمنوں اور کج بحثوں کے بھی کان کتر دیئے۔ جب یہ اعلان کیا کہ واقعی حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں میں آپ کے دعاوی کے متعلق تناقض اور تضاد موجود ہے یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے رہے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد اسی نبوت کے مدعی بن گئے جس پر لعنتیں بھیجتے تھے۔ فرمایئے اس سے بڑھ کر حضرت اقدس سے دشمنی کیا ہوگی۔ کہ آپ کے دعوے پر سے ہی امان اٹھا دیا جائے۔ کیونکہ جو شخص بارہ برس اپنے دعوے کو نہ سمجھا۔ اس نے باقی کے چھ سات برس میں کیا سمجھ لینا ہے اور کیا پتہ ہے کہ پہلا دعویٰ صحیح تھا یا دوسرا۔ جب نبوت کی خبر ہی نہیں اس کا دعویٰ نبوت کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ آخر اس مصیبت میں پڑنے کی وجہ یہی تھی یا کچھ اور؟ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو لفظ نبوت کی تشریحات اور توضیحات کی تھیں۔ وہ میاں محمود احمد صاحب کو پسند نہ تھیں ان کو رد کرنے کیلئے اتنا بڑا ظلم عظیم حضرت مسیح موعود پر روا رکھا گیا۔

التباس حق بالباطل کا خطرناک محمودی فتنہ

اسی پر بس نہیں ساری قوم کا یہ حال ہے کہ کوئی مسئلہ ہو اپنے مطلب کا حوالہ لے لیں گے اور اسی مسئلہ پر دوسرے حوالجات خود حضرت مسیح موعودؑ کی قلم کے تحریر شدہ اس طرح چھوڑ دینگے، گویا وہ موجود ہی نہیں ہیں۔ اس کا نام دیانتداری اور ایمانداری نہیں بلکہ جنبہ داری اور دھڑے بازی ہے۔ اگر آج یہ قوم حضرت مسیح موعودؑ کی مختلف تحریروں کو باہم تطبیق دینے کی کوشش کرنے لگ جائے تو سارے جھگڑے مٹ جاتے ہیں لیکن جب خلافت پرستی کے ماتحت اجرائے نبوت کا غلط عقیدہ دلوں میں کجی پیدا کر دے اور متشابہ کی پیروی کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی عادت پڑ جائے تو انسان حق اور حکمت کے سیدھے رستوں کی طرف آنے سے جی چراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو انسان اس التباس حق بالباطل سے بچتا ہے ورنہ یہ فتنہ بڑا خطرناک ہے۔

زیر بحث آیت اور اس کا ترجمہ و مطلب

اب اسی آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کو لے لیجئے۔ میں پہلے ساری آیت نقل کر دیتا ہوں۔ سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ق وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۝ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ ترجمہ:۔ اور وہی تو خدا ہے جس نے امیوں میں مبعوث کیا انہی میں سے ایک رسول جو ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بیشک یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں (جنکا آپ تزکیہ فرماویں گے۔ اور جن کو آپ تعلیم کتاب و حکمت دیں گے) جو ابھی ان لوگوں کے ساتھ ملحق نہیں ہوئے اور وہ خدا کامل غلبہ اور کامل حکمت والا ہے۔

گویا اس آیت میں بتلایا ہے کہ اگرچہ یہ رسول خود امّی یعنی ان پڑھ ہے اور جن لوگوں میں یہ مبعوث ہوا ہے وہ بھی سارے ان پڑھ ہیں یعنی نہ تو یہ کسی کتاب کے ذریعہ کسی دوسرے تعلیم یافتہ دماغ کی تجربات اور تعلیم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ سوسائٹی ہی بڑی تعلیم یافتہ ہے کہ اس میں رہنے سہنے سے سماعی علم ہو سکتا ہے لیکن باایں ہمہ یہ جوان سالہا سال کے بگڑے ہوؤں کو جن کے نہ عقائد ہی درست ہیں اور نہ اعمال صحیح ہیں۔ اس قسم کی تعلیم کتاب و حکمت دیتا ہے۔ اور ایسا ان کے اعمال کو سنوارتا ہے کہ جس سے یہ جاہل اور وحشی نہ صرف مہذب بلکہ باخدا انسان بن جاتے ہیں۔ یہ خدا کی علیم و حکیم ہستی اور اس رسول کی صداقت پر دلیل واضح ہے [illegible] مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں ؎

امی و در علم و حکمت بے نظیر ۔ زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

پھر فرمایا اتنا ہی نہیں۔ بلکہ یہ رسول امّی ان تمام قوموں کیلئے معلم اور مزکی ہے جو ابھی ان جماعتوں میں شامل نہیں۔ لیکن بعد میں شامل ہونے والی ہیں یعنی علم و حکمت میں دنیا کیسی ہی کیوں نہ ترقی کر جائے لیکن عقائد اور اعمال کی تعلیم کیلئے اسے اس رسول امّی کے سامنے ہی زانوئے شاگردی تہ کرنا پڑے گا۔ اور اپنے تزکیہ کیلئے آپ کے ہی فیضان روحانیت کا ہی محتاج ہونا پڑے گا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ آپ کی تعلیم کتاب و حکمت اور آپ کے تزکیہ کا دامن قیامت تک دراز ہے۔ کوئی دوسرا نبی نہیں جو درمیان میں قدم دھر سکے گویا یہ آیت ختم نبوت پر بڑی زبردست شہادت ہے۔

تمام مجددین امت آنحضرت صلعم کے ظل و بروز ہیں

اب یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آپ کی تعلیم، کتاب و حکمت اور تزکیہ کا فیض روحانی آپ کے ان ظلوں کے ذریعہ ہی عمل میں آسکتا ہے جو وقتاً فوقتاً امت میں پیدا ہوتے رہیں گے اور اسی لئے آپ نے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ مبعوث فرماتا رہے گا۔ جو تجدید دین کرتے رہیں گے۔ لیکن ایسا جو شخص بھی ہوگا ضرور ہے کہ وہ فنافی الرسول کے مقام پر پہنچ کے اپنے امتی ہونے کو اس کمال پر پہنچا دے کہ اس کے وجود کے آئینہ میں کمالات محمدیہ منعکس ہوں تب وہ اس فیض محمدی کو امت تک پہنچا [illegible] سکتا ہے۔ ان حالات ایسے شخص کو اگر بروزی یا ظلی طور پر محمد و احمد کہہ دیا جائے تو اصطلاح تصوف میں جائز ہے۔ پس آنحضرت کی تعلیم و تزکیہ کی خدمت کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایک یا ایک سے زیادہ وجود پیدا کرتا ہے جو آنحضرت صلعم کا بروز اور مظہر بن کر امت کی تعلیم اور تزکیہ کی خدمت ادا کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ ایک غلطی کے ازالہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں"

مجددین میں حضرت مسیح موعودؑ کی خصوصیت

البتہ ہمارے زمانہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل بروز حضرت مسیح موعودؑ تھے۔ رجل من ابناء فارس کا جو ذکر حدیث میں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابنائے فارس میں سے ایک مرد کے سوا اور کوئی آنحضرت صلعم کا بروز ہو ہی نہیں [illegible]۔ بلکہ بات یہ ہے کہ آپ کا خاص طور پر اس کا ذکر فرمانا محض اس بروز کی عظمت اور اہمیت جتانے کیلئے ہے۔ گویا جہاں امت کی تعلیم اور تزکیہ کیلئے سینکڑوں بروز پیدا ہونے والے تھے۔ وہاں ابنائے فارس میں سے ایک کی تخصیص کر کے اس کے لئے پیشگوئی کر دی تاکہ اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے اور حدیثوں میں جو مہدی موعود کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ اس کا نام میرا ہی نام ہوگا تو اس سے بھی مطلب کوئی تناسخ کے رنگ میں آپ کا آنا نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ آپ کا بروز کامل ہوگا۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں اس کی یہی تشریح فرمائی ہے۔

بعثت ثانی سے حضرت مسیح موعودؑ کا مطلب کیا ہے؟

اور حضرت مسیح موعودؑ نے اگر کہیں آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی فرمایا ہے تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تناسخ کے رنگ میں خود محمد رسول اللہ صلعم تشریف لے آویں گے۔ بلکہ اس سے مراد وہی آپ کے بروز کا آنا ہے۔ اسے بعثت ثانی اس لئے فرمایا کہ جس وقت

اسلام اپنے ابتدائی زمانہ کی طرح پورے ضعف اور کمزوری کی حالت میں ہوگا۔ اور اکثر مسلمان دین سے بیگانہ اور اس کی اشاعت اور غلبہ سے مایوس ہو چکے ہونگے۔ اس وقت اس بروز کے ذریعہ نئے سرے سے فیضان محمدی کی روح امت میں پھونکی جائے گی۔ اور دین کو از سر نو نشانات آسمانی کے ذریعہ تازہ کیا جائیگا۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام اور غلبہ اسلام کے کام کو از سر نو زندہ کیا جائیگا۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم کا تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام جو عرصہ سے رکا پڑا تھا۔ از سر نو دوبارہ شروع ہو جائیگا۔ اور یہ اس زمانہ کے مجدد کا بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اور فیضان محمدی کا بڑا بھاری نشان ہے جو آپ کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ پس یہی مطلب بعثت ثانی کا ہے نہ کہ تناسخ کے رنگ میں محمد رسول اللہ صلعم کا دوبارہ دنیا میں تشریف لے آنا غلام کے ہاتھ سے جو خدمت دین ہوتی ہے۔ وہ آقا کی ہی سمجھی جاتی ہے۔ بالخصوص جہاں بروز کے ہاتھ سے ہو۔ وہاں جو کچھ ہوتا ہے فیضان محمدی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے آنحضرت صلعم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانہ کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی گئی ہیں۔ لیکن وہ کنجیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آئیں چونکہ وہ آپ کے غلام اور بروز تھے۔ اس لئے ان کے ہاتھ میں آنا جناب الٰہی کے نزدیک آنحضرت صلعم ہی کے ہاتھ میں آنا تھا۔ اور ان کی فتوحات آنحضرت صلعم کی ہی فتوحات تھیں۔ اس کے یہ معنی کبھی کسی نے نہیں لئے کہ حضرت عمرؓ خود محمد رسول اللہ صلعم تھے اور وہ نبی تھے جن کا انکار کفر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے جو خدمت دین کا عظیم الشان کام ہوا۔ وہ سب کا سب فیضان محمدی ہے اور اسی لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ خود محمد رسول اللہ صلعم کے ہی کارہائے نمایاں ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی لینا کہ بروز یعنی مسیح موعودؑ بجائے خود محمد رسول اللہ صلعم اور نبی ہیں اور ان کا منکر کافر ہے۔ یہ سب باتیں تناسخ کے عقیدہ کے مطابق ہیں نہ کہ بروز کے۔

صرف بروزی نبی مراد ہو سکتی ہے

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اگر کہیں اس آیت سے کسی نبی کے آنے کی طرف اشارہ کیا ہوگا تو یقیناً اس سے مراد صرف بروزی نبی ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ہر جگہ آپ نے اس سے یہی مراد لیا ہے۔ جو توضیحات آپ ہر جگہ فرماتے رہے ہیں۔ ان سے باہر ہو کر اس حوالہ کو پڑھنا ایمانداری نہیں ہے۔ اس مقصد کیلئے میں صرف دو حوالے عرض کئے دیتا ہوں۔

پہلا حوالہ

"ایک غلطی کے ازالہ" میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی۔ اب ممکن نہیں کہ یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں۔ اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار بھی کریں۔ اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے۔ لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقام سے آگے نکل گئے۔ تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی۔ تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کا موجب ہوگا غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے۔ کہ عظیم الشان کام دجال کشی عیسیٰ سے ہو۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور آیت کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے"۔

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:۔

(۱) خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم کی نبوت پر اب مہر لگ چکی ہے یعنی خدا نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئیگا۔ پس اب کوئی پرانا یا نیا نبی نہیں آسکتا۔

(۲) ہاں آنحضرت صلعم خود ہزار دفعہ دنیا میں آسکتے ہیں اور وہ بروز کے رنگ میں۔ چونکہ بروز آنحضرت صلعم کا کامل متبع اور امتی ہوتا ہے اور اپنا وجود کھو کر اپنی نبی متبوع میں فنا ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی خدمات دینیہ خود آنحضرت صلعم کی خدمات دینیہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ سب آپ کی روحانیت کا فیض ہوتا ہے جو آپ کے غلام یا بروز کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) آنحضرت صلعم کی کامل اتباع سے جو بروزی وجود وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہتے ہیں وہ نبی نہیں ہوتے۔ ہاں "نبیوں کی طرح" کھلے کھلے طور پر خدا سے علم غیب پاتے ہیں اور ان کا نبیوں کی طرح کھلے کھلے طور پر علم غیب پانا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے بروز ہوتے ہیں یعنی کمالات محمدیہ ان کے وجود کے آئینہ میں منعکس ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے انہیں بروزی نبی بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

(۴) جب بروزی نبوت سے ختم نبوت کی مہر نہ ٹوٹی۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اسلامی اصطلاح کے رو سے نبوت نہیں ہو سکتی۔ اگر نبوت ہوتی تو یقیناً ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جاتی جو خدا کے وعدہ کے خلاف ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت بھی یہی بروزی نبوت ہے۔

دوسرا حوالہ

اسی اشتہار "ایک غلطی کے ازالہ" میں ایک اور جگہ اسی آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا ہے جو صحابہؓ میں سے ٹھہرائے گئے لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا تصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعودؑ کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے گئے اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ پس اس آیت میں اس کو ایک وجود نفی کی طرح رہنے دیا"۔

اس حوالہ سے حسب ذیل نتائج نکلے:۔

(۱) آنحضرت صلعم کے ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی نبوت پر مہر لگ گئی ہے۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی نبی آجاوے تو مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔

(۲) بروزی نبوت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ اور جب ختم نبوت کی مہر نہ ٹوٹی تو ثابت ہوا کہ بروزی نبوت دراصل کوئی نبوت نہیں۔ فقط مورد بروز میں نبوت محمدیہ کا انعکاس ہوتا ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت بروزی نبوت ہے۔

(۴) بروز چونکہ حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ اس لئے مسیح موعودؑ کے شاگرد اور کامل متبعین جو آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مصداق ہیں آنحضرت صلعم کے صحابہ ٹھہرے۔ اور صحابہ ٹھہرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کے معلم اور مزکی بھی خود آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ مگر مسیح موعودؑ کی وساطت سے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے ایک اور حوالہ

اب ایک اور حوالہ بھی خود حضرت مسیح موعودؑ کی ہی قلم سے سنو۔ ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا اور مندرجہ ذیل دونوں حوالوں میں تطبیق دے۔ کیونکہ دونوں حق ہیں۔ تحفہ گولڑویہ میں صفحہ ۲۸ پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ اس جگہ منکم اور امامکم منکم کے لفظ سے صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے۔ اور وہی مخاطب تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے منکم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے علم میں قائم مقام صحابہ ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کو آیت مفصلہ ذیل میں قائم مقام صحابہ کیا گیا ہے یعنی کہ آخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ کیونکہ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ وہ رسول کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہے اور اس معنے کے رو سے صحابہ میں داخل ہے"۔

دیکھئے یہاں آیت آخرین منھم لما یلحقوا بھم کا مصداق بجائے اپنی جماعت کے خود اپنے آپ کو قرار دے رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو اصلی معلم اور مزکی مانتے ہوئے اپنے آپ کو ان کا شاگرد اور ان کی روحانیت سے تربیت یافتہ بتا رہے ہیں۔ کیا ایک محقق کا فرض نہیں کہ ان حوالوں کو باہم تطبیق دے؟

ان حوالوں کی باہمی تطبیق کے نتائج

ان کے باہمی تطبیق سے جو نتائج نکلیں گے وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح موعودؑ کی آنحضرت صلعم سے جو نسبت ہے وہ ایک امتی اور روحانی شاگرد کی ہے۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔

(۲) جس طرح صحابہ کرام آنحضرت صلعم کے بروز بنکر دنیا کے معلم اور مزکی بنے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھٰذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس (الحج) اور اسی خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تمہارے لئے پیشرو اور نمونہ ہو اور تم اور لوگوں کے لئے پیشرو اور نمونہ بنو۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کا ہر ایک بروز بالخصوص مسیح موعودؑ جس کی پیشگوئی امامکم منکم میں آپ نے فرمائی تھی۔ آپ کے صحابہ میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ آپ کے فیض سے روحانی طور پر براہ راست تربیت یافتہ ہے۔ اور اپنے زمانہ میں امت محمدیہ کیلئے پیشرو اور نمونہ ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی معلم اور مزکی صفات کا مظہر ہے۔ اور جو کچھ وہ امت کو تعلیم دیتا اور اس کا تزکیہ کرتا ہے۔ وہ درحقیقت فیضان محمدی ہے۔ جو اس کی وساطت سے امت کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمد است

(۳) پس ہر ایک بروز محمدی خواہ وہ مسیح موعودؑ ہے یا کوئی اور جہاں ایک طرف امت کیلئے بروز محمدی ہونے کی وجہ سے اس کا معلم اور مزکی ہے۔ وہاں اس بروز کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے نسبت صحابہ کی ہے۔ کیونکہ وہ روحانی طور پر آپ کے فیض سے براہ راست تربیت یافتہ ہوتا ہے۔ اس کا مقام ہرگز محمد رسول اللہ صلعم کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تناسخ کی طرح آپ کا اوتار اور دنیا جنم نہیں۔ بلکہ وہ آپ کا ایک کامل متبع اور امتی ہے اور ایک کامل اتباع کرنے والا امتی اور نبی متبوع یعنی ایک غلام اور ایک آقا آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت صلعم قیامت تک کیلئے معلم اور مزکی ہیں۔ آپ کے روحانی شاگردوں کے ذریعہ جو آپ سے ہی روحانی طور پر تعلیم اور تزکیہ پاتے ہیں۔ اگر امت کو فیض پہنچتا ہے۔ تو وہ درحقیقت آنحضرت صلعم کا ہی فیض تعلیم و تزکیہ ہے نہ کہ کسی غیر کا یہی مطلب حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کا ہے کہ

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فتبارک من علّم وتعلّم

ترجمہ:- ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے پس برکت والا ہے جو تعلیم دیتا ہے اور جو تعلیم لیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے تعلیم دینے والے سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو لیا ہے اور تعلیم لینے والا اپنی ذات کو قرار دیا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ جو بھی برکت ہے وہ محمد رسول اللہ صلعم سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ کسی غیر سے پس جو کچھ مسیح موعودؑ کو بھی برکت سے حصہ ملا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلعم کا ہی فیض ہے۔ پس بہت ہی بابرکت ہے استاد جو تعلیم دیتا ہے یعنی حضرت محمد صلعم۔ اور بہت ہی بابرکت ہے شاگرد جو تعلیم لیتا ہے یعنی مسیح موعودؑ۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بروزی نبوت صحابہ کرام جیسی ہی ہے

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کی "بروزی نبوت" اسی قسم کی ہے جیسی صحابہ کرام کی تھی۔ کیونکہ آپ حضرت محمد صلعم سے صحابہ کی طرح تربیت روحانی پا کر امت کے لئے پیشرو اور نمونہ ہیں۔ اسی لئے آپ نے ایک جگہ اپنے آپ کو "بروزی نبی" فرمایا تو دوسری جگہ "قائم مقام صحابہ" بتلایا۔ البتہ اولعین میں حضرت مسیح موعودؑ نے صحابہ کو اسم محمدؐ کا مظہر یعنی محمدی بروز بتلایا ہے اور اپنے آپ کو اسم احمد کا مظہر یعنی احمدی بروز بتلایا ہے جیسا کہ میں اسی مضمون کی قسط ۱ میں مفصل بیان کر چکا ہوں۔ مگر ہیں دونو آنحضرت صلعم کے بروز۔ اور جب بروز ہیں تو دونو میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت منعکس ہوگی۔ اگر ایک میں بروزی نبوت مانی جائے گی۔ تو دوسرے میں بھی خواہ مخواہ بروزی نبوت ماننی پڑے گی۔

محمودی صاحبان کا غلو اور غلط عقیدہ

لیکن ہمارے محمودی صاحبان اس پر راضی نہیں۔ بلکہ وہ اس حوالہ کو جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسی آیت آخرین منھم کے ماتحت اپنے آپ کو "قائم مقام صحابہ" تحریر فرمایا ہے اسی لئے تو پی گئے تھے کہ وہ حضرت مسیح موعود کو قائم مقام صحابہ کیسے مان سکتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ تو نبی نہ تھے۔ بلکہ امتی تھے اور بقول ان کے مسیح موعود کو امتی ماننا کفر عظیم ہے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلعم کا دوسرا جنم اور اوتار مان کر خود اپنے آپ کو بالواسطہ نہیں۔ بلکہ بلاواسطہ صحابی مانتے ہیں۔

وہی رقابت والا معاملہ

چنانچہ ایک دفعہ ان لوگوں میں اس بات پر بڑی گرما گرم بحث ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی قادیانی جماعت کے افراد کو "صحابی" کہا جائے یا "رفیق"؟ کیونکہ احمدی جماعت کے افراد کے لئے حضرت مسیح موعود کے الہام میں "رفیق" کا لفظ آیا ہے آخر بڑی ردوکد کے بعد "صحابی" کا لفظ ہی درست سمجھا گیا اور الہام کو پس پشت پھینک دیا گیا۔ اب بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی محمودی صاحب کے ذریعہ کسی شہر میں دفعتاً یہ خبر اڑتی ہے کہ "ایک صحابی" تشریف لائے ہوئے ہیں تحقیقات کرو تو بیچ میں سے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یا کوئی اور ہمچو قسم محمودی بزرگ نکل آتے ہیں۔ وہی رقابت والا معاملہ کہ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ سے ہم کھوٹ کر کیوں رہیں۔ چنانچہ "سیرۃ المہدی" حصہ اول میں میاں بشیر احمد صاحب نے بڑا زور لگایا ہے کہ یہ جو آنحضرت صلعم کے صحابہ کے تقویٰ و طہارت اور ایثار و قربانی کے متعلق مسلمانوں میں بہت بلند تخیل ہے۔ یہ محض امتداد زمانہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ جب کوئی قوم گذر جاتی ہے تو پیچھے اس کا ذکر خیر باقی رہ جاتا ہے۔ اس کے عیوب آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ وہ لوگ بھی ان قادیانی احمدیوں سے کچھ بڑھ کر نہ تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جو ذو اس طرح میاں بشیر احمد صاحب نے صحابہ کرام کی پوزیشن پر یہ حملہ کی ہے کیا کوئی شیعہ مارے گا! کاش کہ انہیں یہ بات مدنظر ہوتی کہ:-

نام نیک رفتگان ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

(باقی دارد)

اعلانات

مبلغ کی ضرورت

بھدرواہ ریاست کشمیر کیلئے ایک متقی اور باعمل احمدی دوست کی ضرورت ہے۔ جو مرکزی طور پر تبلیغ کا کام سرانجام دیں۔ جمعہ اور دیگر نمازوں میں امامت کرائیں۔ درس قرآن مجید دے سکیں۔ اور لائبریری اور ریڈنگ روم کے انچارج کا کام کر سکیں۔

صرف ایسے دوست جو موسم سرما میں بھی کشمیر کی رہائش اختیار کر سکتے ہوں اپنی درخواستیں پتہ ذیل پر ارسال فرمائیں۔ مشاہرہ کا فیصلہ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

نیچلر :- سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہیڈ ماسٹر کی ضرورت

(۱) علاقہ بنگال میں ایک ہائی اسکول کیلئے ٹرینڈ گریجویٹ ہیڈ ماسٹر کی ضرورت ہے۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی یا بی۔ اے ایس۔ اے۔ وی نوجوان اپنی درخواستیں بھیجدیں۔

(۲) اردو اور فارسی پڑھانے کیلئے ایک ٹرینڈ منشی فاضل کی ضرورت ہے۔ تفصیلات بذریعہ خط و کتابت دریافت کر لی جائیں۔ جماعت کے نوجوانوں کیلئے اچھا موقع ہے۔

(سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ٹیچر کی ضرورت

ایک قابل ٹرینڈ گریجویٹ یا ایف۔ اے۔ جے۔ اے۔ وی کی ضرورت ہے جو حصہ مڈل کو انگریزی، حساب اور سائنس پڑھا سکے تنخواہ حسب لیاقت دی جائیگی درخواستیں یکم ستمبر تک ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ کے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

"فالتقمہ الحوت۔ حدیثوں سے تو نہیں مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ایڑی کو منہ میں لیا"۔

(درس قرآن کے نوٹ۔ مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص ۲۱۳)

گویا حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہی یہ مذہب نہ تھا کہ تفاسیر سے بھی یہ ثابت ہے کہ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں گئے۔ بلکہ ان کی ایڑی پر مچھلی نے منہ مارا۔ کیا اب بھی مچھلی کے پیٹ جانے کو "اسلامی روایات" میں سے قرار دوگے؟

ایسا ہی حضرت ابراہیمؑ کی آگ کو حضرت مولانا مرحوم نے جنگ کی آگ قرار دیا ہے۔ اور کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ سے اس کی تفسیر کی ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب نور الدین ص ۱۸۷ اعتراض نمبر ۲۵ کا جواب)

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

اب فرمایئے حضرت مولانا نور الدین صاحب کو کیا کہوگے اور ان کی زندگی میں کیوں تم لوگوں نے ان کو نہ ٹوکا۔ اور ان کے خلاف پراپیگنڈا نہ کیا۔ کہ وہ "اسلامی روایات" کے خلاف تعلیم دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان کے ساتھ کوئی بغض و عداوت نہ تھی اس لئے ان کی ان سب باتوں کو سر آنکھوں پر رکھا جاتا تھا۔ لیکن حضرت امیر ایدہ اللہ سے خواہ مخواہ کا بیر ہے۔ جو بمصداق "ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است" ان کی ہر چیز اسلام سے اچھی بات کو ناواجب اور خلاف اسلام بنا دیتی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا سابقہ اور موجودہ مذہب

آخر میں ٹریکٹ نویس نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے سابقہ عقائد درست تھے۔ مگر انہوں نے بعد میں تبدیل کر لئے۔ آپ کی سابقہ تحریرات میں سے ریویو جلد ۵ نمبر ۲ کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے:

"یہ سلسلہ صحیح معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا نبی۔ آپ کے بعد اب نہیں آسکتا جسکو نبوت بدوں آپ کے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر آپ کے متبعین کامل کیلئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا"۔

بالکل صحیح ہے اور بعینہٖ یہی مذہب اب بھی حضرت امیر ایدہ اللہ کا ہے اب بھی، آپ یہی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا اور آپ کی اتباع کے بغیر نبوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ نبوت جو اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ اصلی اور حقیقی نبوت ہے جس کو نہ ماننے سے انسان کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے؟ اس کے حضرت امیر ایدہ اللہ پہلے قائل تھے اور نہ اب قائل ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے مطابق اس کو مجازی نبوت سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں نہ حقیقی۔

میاں محمود احمد صاحب کا سابقہ اور موجودہ مذہب

یہی مذہب پہلے خود میاں صاحب اور ان کے اکابر مریدین کا بھی تھا۔ جس کو اب انہوں نے بدل لیا ہے پہلے ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ (الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء) لیکن آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہی نہیں کہ آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ بلکہ خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ۔ جس سے نبی بنائے جاتے ہیں اور اس مہر سے اب ہزاروں نبی آئیں گے۔ بیچ میں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا۔

آریہ ہندو دنیا پر ایک نظر

"آریہ گزٹ" اپنی ۲۵ اگست سنہ کی اشاعت کے ایک شذرہ میں لکھتا ہے کہ:-

"آریہ سماج کی جس تحریک کو سب سے زیادہ فروغ ملا۔ وہ ڈی۔ اے۔ وی کالج کی تحریک ہے۔ پنجاب اور یو۔ پی کے بعد اب یہ تحریک دوسرے صوبوں میں بھی زور پکڑ رہی ہے۔ شولاپور میں دیانند کالج کی ستھاپنا (قیام) پر جس خوشی کا اظہار دکن والوں نے کیا۔ وہ پتروں (اخبارات) میں چھپ چکا ہے . . . . کالج کی بلڈنگ کی تعمیر کا کام زور شور سے مکمل ہو رہا ہے۔ اس کالج پر دیانند کمیٹی لاہور دو لاکھ روپیہ خرچ کر رہی ہے . . . . . اسی طرح اجمیر میں بھی دیانند کالج کھولنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ۲۸ جولائی سے ڈی۔ اے۔ وی کالج کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔" (ص)

آریہ سماج کی یہ سرگرمیاں تعلیمی لحاظ سے قابل تعریف اور دوسری قوموں بالخصوص مسلمانوں کیلئے لائق غور ہیں۔ پنجاب کے بعد اب دوسرے صوبوں میں بھی ڈی۔ اے۔ وی کالجوں اور اسکولوں کا جال پھیلایا جا رہا ہے ——— کیا مسلمانوں کو اپنے ایک زبردست حریف کی اس وسیع و کامیاب تعلیمی جدوجہد میں کوئی سبق اور خطرہ نظر نہیں آتا؟

مسلمانوں کے علاوہ آریہ سماج کی یہ تعلیمی جدوجہد خود آریہ سماجیوں کیلئے بھی قابل غور ہے۔ سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں آریوں کیلئے ایک خاص نظام تعلیم مقرر کیا ہے جسے عرف عام میں گردکل سسٹم کہتے ہیں۔ یہ نظام تعلیم موجودہ طریق تعلیم سے جس پر کہ آج کل آریہ کالج اور سکول چل رہے ہیں بالکل مختلف بلکہ برعکس ہے۔ کیا "آریہ گزٹ" اور اس کے ہمنوا ذہنیاں مہاشے یہ بات سوچیں گے اور بتائیں گے کہ آریہ سماج سوامی دیانند جی کے نظام تعلیم کی پیروی کیوں نہ کر سکا۔ اور اس نظام تعلیم کے خلاف اس نے جو سینکڑوں درسگاہیں ملک کے طول و عرض میں کھول رکھی ہیں (جن کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے) ان پر فخر کرنے کا اسے مذہبی لحاظ سے کیا حق ہے؟ اگر آریہ سماج کے اندر ڈی۔ اے۔ وی کالج کی تحریک کو سب سے زیادہ فروغ ملا ہے۔ تو یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خود آریوں کے نزدیک بھی سوامی دیانند کا پیش کردہ ویدک طریق تعلیم ناقص اور ناقابل عمل ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ کالج کی تحریک کے مقابلہ پر گردکل کی تحریک بالکل ناکام و محدود ہے۔ سارے ہندوستان میں لے دے کے چند گردکل ہیں۔ ان کی حالت بھی زبون ہے اور ان کے تعلیمی تجربات آریوں کیلئے نہایت عبرت انگیز اور حوصلہ شکن ثابت ہو رہے ہیں۔

آجکل آریہ اخبارات گاندھی جی اور بالخصوص ان کے عقیدہ عدم تشدد کے خلاف بہت کچھ لکھ رہے ہیں اور اسے ویدک تہذیب اور ویدک دھرم کے خلاف بتا رہے ہیں۔ "آریہ گزٹ" کو تو عقیدہ عدم تشدد کی مقبولیت میں جین مت کی زندگی کے زبردست امکانات نظر آ رہے ہیں۔ اپنی محولہ بالا اشاعت ہی میں وہ لکھتا ہے:

"جین مت کو پیدا ہوئے سینکڑوں سال ہو گئے۔ لیکن وہ آریہ دھرم کے مقابل اپنے پاؤں نہ جما سکا۔ لیکن اب اہنسا واد کی لہر جین مت کو ایک نئے روپ میں ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے . . . . . مہاتما گاندھی جی اس کے پرچار کیلئے بڑی وسیع تیاری کر رہے ہیں . . . . . وہ تو اہنسا دھرم کو ایک بنیادی سدھانت بنانا چاہتے ہیں جس کی موجودگی میں ہمارا ورن آشرم دھرم اور ویدوں اور شاستروں میں جس کھشاتر دھرم کے لئے زور دیا گیا ہے۔ ایک بے معنی سی چیز بن جاتا ہے۔" (ص)

"آریہ گزٹ" کو گاندھی جی کا صرف ایک عقیدہ عدم تشدد اپنے دھرم کے خلاف نظر آیا تو اس نے شور محشر بپا کر رکھا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے حق میں تو گاندھی جی اور انکی کانگریس کی تمام سرگرمیاں زہر قاتل ہیں۔ اگر وہ اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو "آریہ گزٹ" انہیں کس منہ سے طعنے دیا کرتا ہے؟ کیا اپنے مذہب، کلچر اور زبان کا تحفظ صرف آریہ سماجیوں ہی کا پیدائشی حق ہے؟ مسلمان اور دوسری اقلیتیں اس سے محروم ہی رکھی جائیں گی؟

آریہ سماجی اور ہندو بے شمار مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ہندو اور سکھ ایک ہیں۔ اور تاریخی لحاظ سے ان میں کوئی فرق اور غیریت نہیں ہے لیکن یہ ان کے دکھانے کے دانت ہیں۔ کھانے کے دانت اور ہیں۔ ذرا غور سے دیکھئے تو بھی نظر آ جائیں گے۔ اسی پارٹی کا اخبار "پرکاش" ۱۸ اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:-

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ سنٹرل پنجاب کے ہندو جاٹ کئی کارنوں سے سکھ بنتے جا رہے ہیں۔ اور اگر پرچار کا بندوبست نہ کیا گیا تو کچھ ہی سال بعد پنجاب میں کوئی ہندو جاٹ نظر نہ آئیگا مردم شماری سر پر ہے۔ اس لئے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کو گراموں میں بسنے والے ہندوؤں کی سدھ لینی چاہئے۔"

سکھوں سے بار بار اظہار اخوت کے باوجود ہندو جاٹوں کے سکھ بننے پر یہ اضطراب اور ماتم کس قدر عجیب ہے۔ جب ہندو اور سکھ ایک ہیں تو ہندوؤں کے سکھ بننے پر اس قدر واویلا کے کیا معنی؟ اصل میں بات یہ ہے کہ ہندو قوم پر بنیا پن کا بہت غلبہ ہے ہر معاملے میں یہ اسی ذہنیت کا اظہار کرتی ہے جس وقت سکھوں کو آلہ کار بنانا ہو۔ تو یہ ہندوؤں کے بھائی۔ اور تعداد اور فوائد کا معاملہ ہو تو سکھ غیر۔

بات میں بات نکلتی ہے "پرکاش" آریہ سماجی اخبار سوامی دیانند آنجہانی کا پیرو۔ جن کے نزدیک "ہندو" لفظ گالی کے مترادف تھا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر وہ ہندو جاٹوں کے سکھ دھرم قبول کرنے پر اس قدر مضطرب کیوں ہے؟ اگر آریہ جاٹ سکھ بن جاتے تو خیر ایک بات تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اب آریوں کو "ہندو" لفظ سے کوئی نفرت اور وحشت نہیں رہی۔ بلکہ ان کی ماس پارٹی نے تو آئندہ مردم شماری میں مذہب کے خانہ میں "ہندو" لکھوانے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔ سوامی دیانند جی نے ہندو اور آریہ کے درمیان اپنی [illegible] وہ ان کی دیگر متعدد تعلیمات کی طرح مٹ رہا ہے ——— یہ بھی آریہ سماج کی ایک زبردست مذہبی ناکامی ہے۔

شدھی کے متعلق آریوں کی کوششیں چھپے چھپے جاری ہیں۔ اب ان کی نگاہیں ہندوستان کے سرحدی علاقوں پر پڑ رہی ہیں۔ گذشتہ دنوں ماس پارٹی کے لیڈر "مہاتما" خوشحال چند جی خورسند آف "ملاپ" نے صوبہ بلوچستان کا دورہ کیا۔ اس دورہ کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:-

"میں اپنی سبھا کے سامنے یہ سوال رکھنے والا ہوں کہ پشتو جاننے والا ایک اپدیشک اور بھجنیک اس صوبہ (بلوچستان) کے لئے رکھا جاوے اور پشتو و بلوچی بھاشاؤں میں آریہ سماج کے متعلق ٹریکٹ تیار کروائے جائیں یہ افسوس کی بات ہے کہ اب تک ان بھاشاؤں میں آریہ سماج کا کوئی لٹریچر نہیں ہے۔" (آریہ گزٹ ۲۵ اگست سنہ)

آریہ سماج فورٹ سنڈیمن کے سالانہ جلسہ کی (جو اگست کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوا تھا) روئیداد کے دوران میں مہاتما جی مذکور نے لکھا کہ اس جلسہ میں

"مسلمان دیویاں بھی اپدیش سننے کیلئے آئی تھیں۔" (ایضاً)

ایک خالص اسلامی صوبہ کے اندر آریہ سماجیوں کی ان سرگرمیوں اور عزائم سے مسلمان کب تک غافل رہیں گے؟

ایک اسلامی صوبے کے بعد ایک اسلامی ریاست میں آریہ سماج کے کام کے متعلق سنئے۔ ۲۵ اگست سنہ کے "پرکاش" میں مہاشہ کرشن لکھتے ہیں کہ:-

"ریاست حیدرآباد میں کثیر تعداد آریہ سماجیں ایسی ہیں جنہوں نے امسال اپنے جلسے ایسی دھوم دھام سے منائے کہ اس کی یاد ان شہروں کے لوگوں کو دیر تک رہے گی۔ خاص کر حیدرآباد کی کئی آریہ سماجوں کے جلسے تو اپنی نظیر آپ تھے۔ ایسے جلسے لاہور کے علاوہ شاید ہی کہیں ہندوستان میں ہوتے ہوں گے۔ سکندرآباد۔ گلبرگہ۔ نیلنگ۔ ملکی بولارم اور نظام آباد کے جلسے ایک خاص شان کے تھے۔ بیرون ریاست سے بھی آریہ سماج کے پرسدھ اپدیشک ان جلسوں میں شامل ہوتے رہے . . . . . . اس راز لگ بھگ تیس اپدیشک صرف ریاست بھر میں پرچار کر رہے ہیں . . . . . بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب چھوڑ ریاست حیدرآباد کے اپدیشکوں کی تعداد کسی بھی اور صوبہ سے زیادہ ہے۔ یہ تعداد صرف اپدیشکوں کی ہے۔ ان کے علاوہ حیدرآباد میں ایسے نوجوان اور ویدک دھرم کے شیدائیوں کی کمی نہیں جو اپنے نجی کارنوں سے سمیہ نکال کر پرچار میں پوری سہایتا (امداد) دیتے ہیں۔ وہ کبھی کبھی اپنے کام چھوڑ کر رات کے ایک دو بجے بیل گاڑیوں کے ذریعہ آریہ سماج کے پروگرام کی تکمیل کیلئے بھاگتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ حیدرآباد میں ایک اپدیشک منڈل بھی بن گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وقت وقت پر اپدیشک اکٹھے ہو کر پرچار سمبندھی سکیموں پر وچار کر سکیں۔" (ص)

حیدرآباد جنوبی ہندوستان میں اسلامی تہذیب و طاقت کا ایک مرکز سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے بہت سی توقعات اس مرکز سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ دشمن اس میں مصروف کار ہے۔ اور مسلمان اس کے باوجود خاموش و غافل ——— کیا یہ زندہ اور بیدار قوموں کا طرز عمل ہے؟

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم جمعہ ۲۵ رجب ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۴

فتنہ ارتداد کی رفتار

مسلمانوں کی ہستی کو مٹانے کیلئے پس پردہ کیا کچھ ہو رہا ہے؟

ہندو قوم تقسیم کار کے اصول کو خوب جانتی ہے اور اس پر نہایت کامیابی کے ساتھ عمل پیرا ہے۔ ان کی ہمہ جہتی اور متوازن دنیوی ترقی کا راز یہی اصول ہے۔ ہندو اپنی تمام قومی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں اور بیک وقت ان سب کی تکمیل کیلئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ کام اس خاموشی اور خوش اسلوبی سے انجام پاتا رہتا ہے کہ ہندو قوم کے مختلف طبقوں میں تصادم کیا معمولی کشمکش کی نوبت بھی نہیں آنے پاتی۔

ہندوؤں میں خیالات و عقائد کا بڑا زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سیاسی اور مذہبی لحاظ سے مختلف مسلکوں پر چلنے والے لوگ موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک ذہنی اور عملی اشتراک و اتحاد نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قومی زندگی کے چند مقاصد متعین کر لئے ہیں۔ ہندو قوم کا ہر ایک فرد اور طبقہ اپنی اپنی طاقت، استعداد، مذاق اور حالات کے مطابق ان مقاصد کیلئے کوشاں رہتا ہے۔ ان کے طریقہ ہائے کار خواہ کتقدر مختلف و متضاد ہوں لیکن اس کے باوجود ان میں ایسا تعاون ہوتا ہے جو غور و فکر کرنے والے باریک بین حضرات ہی کو نظر آسکتا ہے۔ مقاصد کے اتحاد کی موجودگی میں خیالات و کام کے طریقوں کا اختلاف کچھ زیادہ مضر نہیں ہوتا بلکہ بعض حالتوں میں مفید ہی ثابت ہوتا ہے اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ خیالات و عقائد کے لحاظ سے پنڈت مالویہ اور پنڈت نہرو میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک راسخ العقیدہ اور انتہائی قدامت پسند ہندو، اور دوسرا پورا آزاد خیال اشتراکی۔ پنڈت مالویہ چوکے کے باہر اور اپنی ذات کے برہمن کے علاوہ کسی ہندو کے ہاتھ کا بھی کھانا نہیں کھا سکتے۔ اور پنڈت نہرو بلا تکلف ایک مسلمان کے دستر خوان پر قورمہ، پلاؤ اور ایک انگریز کے کھانے کی میز پر ہر قسم کا گوشت اڑاتے ہیں۔ ان دونوں کی معاشرت و خوراک بھی بڑی حد تک مختلف ہے۔ پنڈت مالویہ لہسن اور پیاز کو بھی نہیں چھوتے۔ پنڈت نہرو گوشت، مچھلی اور انڈوں کے دلدادہ۔ لیکن مقاصد کے اتحاد نے ان اختلافات کو پس پشت پھینک دیا ہے۔ پنڈت مالویہ کی قدامت کا جھنڈا، اور پنڈت نہرو کے تجدد کا انقلابی نعرہ ہندو قوم کو ایک ہی منزل مقصود کی طرف لئے جا رہا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہندو قوم کا سب سے بڑا متحدہ مقصد ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی قومی ہستی کو مٹا کر ان پر پورا سیاسی، تمدنی اور اقتصادی غلبہ حاصل کرنا ہے۔ آج سے چند ہزار سال پیشتر ہندو یا آریہ قوم نے ہندوستان کے اصلی باشندوں یعنی اچھوتوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا۔ یا اس کے بعد بدھوں کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا۔ وہی کچھ آج وہ مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔ بلکہ کر رہی ہے۔ غلط خود اعتمادی اور حسن ظن کو چھوڑیئے۔ ذرا آنکھیں کھول کر حالات کا مطالعہ کیجئے آپ اپنے تئیں ہماری تائید کیلئے مجبوراً پائیں گے۔ اگر ہندو طبقوں کا تعصب، حسد اور اسلام دشمنی بالکل عیاں ہو چکی ہے اور وہ ہندو سنگھٹن اور ہندو راج کے جوش میں شمشیر بکف نظر آ رہے ہیں۔ لیکن جنہیں آپ معصوم اور صلح پسند سمجھ رہے ہیں۔ یقین جانئے ان کی آستینوں میں بھی زہر آلود خنجر پوشیدہ ہیں۔ وہ موقع کی تاک میں ہیں۔ اگر آج انہیں موقع مل جائے تو وہ ان زہر آلود خنجروں کو مسلمانوں کے سینے میں پیوست کرنے میں ذرا بھر بھی تامل نہیں کریں گے۔ کیا آپ روز مرہ کی زندگی میں نہیں دیکھتے کہ ہندو ساہوکار سود در سود کے ذریعہ مسلمان کو پھانستا اور اس کے مکان و زمین پر قبضہ کرتا ہے۔ ہندو بنیا اپنی چرب زبانی اور تاجرانہ عیاری کے ذریعہ مسلمان کے گاڑھے پسینے کی کمائی۔۔۔ اپنی تجوری میں منتقل کر لیتا ہے۔ ہندو حلوائی اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے مسلمان کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور نہایت ہوشیاری سے اس کو اقتصادی بدحالی کے غار کی طرف دھکیلتا ہے —— ان لوگوں نے مسلمانوں کو مالی لحاظ سے تباہ کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے اور ان کی تجارتی ترقی کی راہ میں روک بنے ہوئے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی جیبوں سے اپنے "کسال فن" کے ذریعہ پیسے نکالتے ہیں۔ اپنا گھر بھرتے ہیں۔ اور کچھ حصہ اپنی قوم کی مذہبی اور سیاسی انجمنوں کو دیتے ہیں جن میں سے آریہ سماج ہندو مہاسبھا اور کانگریس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آریہ سماج کی تحریک شدھی اور پرچار، ہندو مہاسبھا کا سنگھٹن اور کانگریس کا درس وطن پرستی، ان سب کا مقصد مسلمان کو برباد کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ آریہ سماجی پرچارک مسلمان کے ایمان پر براہ راست ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مہا سبھائی اکھاڑہ اور جنگی کالج کھول کر مسلمان کو گرانا اور پچھاڑنا چاہتا ہے۔ کانگریسی ہندو مسلمان کو کہتا ہے کہ مذہب پرائیویٹ امر انفرادی معاملہ ہے۔ قومی زندگی میں اس کو کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے۔ آؤ سچے دیش بھگت بن جاؤ۔

سرکاری محکموں اور دفتروں کو دیکھو۔ یہاں بھی ہندو کا راج ہے بڑے سے بڑے ہندو افسر سے لیکر معمولی معمولی کلرک اور چپراسی تک مسلم آزاری میں مشاق ہیں۔ ہندو افسروں نے سرکاری محکموں کے دروازے مسلمانوں پر بند کر رکھے ہیں۔ ہندو کلرک ان بند دروازوں پر چوکیدار بنے بیٹھے ہیں۔ کونسل اور اسمبلی میں بھی ہندو کا زور خطابت اور پارلیمنٹری قابلیت مسلمانوں کو دبانے اور زک دینے میں ہی صرف ہوتی ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ان میں کوئی اتحاد اور باہمی تعاون موجود نہیں ہے۔ ساری قوم آپس میں برسر پیکار رہا ہے یا بے عمل و خاموش رہتی ہے۔ جب کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے تو یہ عارضی طور پر خواب غفلت سے بیدار ہو کر مجنونانہ جوش کے ساتھ کسی کام کو اس طرح ہاتھ میں لیتی ہے کہ باقی تمام کام اور قومی مقاصد اسے یکسر فراموش ہو جاتے ہیں لیکن اس عارضی ابال کا خاتمہ جلد ہی خانہ جنگی یا خاموشی سے ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ تقسیم کار۔ باہمی تعاون و اشتراک اور ہمہ جہتی ترقی و کوشش مسلمانوں میں مفقود ہے اور اس کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے

اس طویل تمہید کا مقصد محض صورت حالات کی وضاحت تھا۔ ورنہ اس وقت ہم صرف فتنہ ارتداد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ فتنہ ارتداد یا تحریک شدھی کا مقصد بھی مسلمانوں کے قومی وجود کو مٹانا اور ان پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ ہندو یا ویدک دھرم تبلیغی مذہب نہیں ہے۔ اس کی ترکیب، نظام اور روایات ہی کچھ ایسی ہیں جن میں تبلیغ یا بیرونی افراد کو جذب کرنے کی مطلق گنجائش نہیں۔ تحریک شدھی کی تعریف اس طرح پر بھی کی جا سکتی ہے کہ ہندوؤں نے اپنے مذہب کو مذہبی احکام کے خلاف ایک سیاسی مقصد حاصل کرنے کا آلہ بنایا ہے۔ ہندو اپنی تعداد بڑھانا اور اپنی بے پناہ اکثریت کو زیادہ بے پناہ بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اس کی خاطر تحریک شدھی کی شکل میں مذہب کو استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کٹر سناتن دھرمی بھی در پردہ اس تحریک کے مؤید ہیں حالانکہ یہ تحریک ان کے مسلمہ عقائد کے سراسر خلاف ہے۔ اور وہ ایک غیر ہندو کو شدھ ہونے کے بعد بھی ناپاک اور ملیچھ ہی سمجھتے ہیں۔

آج سے قریباً پندرہ سال قبل شدھی یا فتنہ ارتداد کا ایک سو طوفان اٹھا تھا جس کی سب سے زیادہ بلند اور خوفناک لہریں نواح آگرہ میں ملکانہ قوم کے اندر نظر آئیں۔ مسلمان چونک اٹھے۔ ہر ایک جماعت اور عقیدہ کے مبلغ و مولوی میدان ارتداد میں پہنچے گو جماعت احمدیہ اور ان سے تعاون کرنے والوں کے سوا کسی سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔ یہ طوفان ساری ہندو قوم کے اندر ایک بیداری پیدا کر کے بظاہر فرو ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسلمان خواب غفلت میں محو ہو گئے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ آج بھی تحریک شدھی خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے۔ اب زیادہ تر مسلمان عورتیں اور بچے اس کا شکار ہو رہے ہیں۔

آج سے پندرہ سال قبل جو طوفان ارتداد بپا ہوا تھا اس کی تیاری تحریک خلافت اور عدم تعاون کے پر جوش ایام ہی میں ہندوؤں نے کی تھی۔ جبکہ ہندو مسلم اتحاد کا چاروں طرف چرچا تھا۔ خلافت کی حفاظت کیلئے ہندو اور ان کی کانگریس سرگرم نظر آتے تھے۔ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج بھی جبکہ ہمارے ہندو بھائی کانگریس کے پلیٹ فارم پر ہمیں وطن پرستی کی عیارانہ دعوت دے رہے ہیں۔ ان کے بعض اہم عناصر اور ادارے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی زبردست تیاری میں مصروف ہیں۔ سینکڑوں آریہ سماجیں، ہندو مہاسبھائیں اور ان کے اسکول، یتیم خانے اور بدھوا آشرم متواتر اس کام کو کر رہے ہیں۔ ہندو بانند سالویشن مشن ہوشیار پور کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سال رواں کی پہلی ششماہی میں پنجاب، سی پی اور یو پی کے اندر ۷۱۹ مسلمانوں کو شدھ کیا۔ اس قسم کے بیسیوں ادارے مصروف کار۔۔۔ ہیں جن کے مجموعی نتائج کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن غفلت شعار مسلمانوں کو دشمن کی ان سرگرمیوں کی مطلق خبر نہیں۔ سیاسی رنگ میں مسلمان پاکستان کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ لیکن دوسری طرف آریہ سماج بلوچستان، صوبہ سرحد اور ریاست حیدر آباد میں خاص طور پر سرگرم کار ہے۔ یو پی میں سکھوں کے قدم مضبوط کئے جا رہے ہیں اسکا کسی کو بھی دھیان نہیں ہے

ضرورت ہے کہ مسلمان تقسیم کار کے اصول کو اپنا شعار بنائیں غفلت کو ترک کر دیں۔ اور اپنے جوش و طاقت کو نہایت عقلمندی اور کفایت سے خرچ کریں۔ ان میں ایک زبردست جماعت ایسی ہونی چاہئے جو مستقل طور پر ہندوؤں اور آریوں کی ظاہر و پوشیدہ تبلیغی کوششوں کے مقابلے اور ہندو قوم اور دوسری غیر مسلم اقوام میں تبلیغ اسلام کے کام کو اپنے ذمہ لے۔ اور پوری کوشش سے اسے انجام دے۔ جماعت احمدیہ لاہور اس فرض کو تنہا پورے طور پر اپنے ذمہ لے سکتی ہے۔ بشرطیکہ مسلمان قوم کا پورا تعاون اسے حاصل ہو موجودہ حالات میں وہ اپنی بساط کے مطابق اس کام کو کر رہی ہے اور اس سے غافل نہیں ہے۔

شذرات

اہل برطانیہ کی حیرت انگیز مستقل مزاجی

برطانیہ پر جرمنی کے ہوائی حملے روز بروز شدت اختیار کر رہے ہیں لیکن برطانیہ ان حملوں کا نہایت کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے اور ان کے نتائج مبصرین کی نظر میں برطانیہ کے لئے بے حد امید افزا اور دشمن کے حق میں مایوس کن اور نقصان رساں ہیں ــــــ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانیہ کی قوت مدافعت نہایت مضبوط اور اطمینان بخش ہے جو دشمن کے بڑے سے بڑے حملہ کا کامیاب مقابلہ کر سکتی ہے۔ لیکن اس سے زیادہ قابل تعریف اور حوصلہ افزا وہ مستقل مزاجی اور قربانیاں ہیں جن کا مظاہرہ کہ اہل برطانیہ ان ہوائی حملوں کے دوران میں کر رہے ہیں۔ ایک ذمہ دار اخبار کا بیان ہے کہ:۔

"آجکل اہل برطانیہ نہایت گراں بار ٹیکس ادا کر رہے ہیں معمولی انکم ٹیکس ایک پاؤنڈ میں ساڑھے آٹھ شلنگ (یعنی قریباً نصف) تک پہنچ چکا ہے۔ اشیائے خوردنی کا راشن گنا نپا ملتا ہے۔ اس پر دن رات غنیم کے ہزاروں ہوائی جہاز اندھا دھند بم برسا رہے ہیں۔ کروڑوں روپے کی عمارات برباد ہو رہی ہیں۔ بے گناہ نہتے مردوں اور عورتوں کی جانیں تلف ہو رہی ہیں لیکن اہل برطانیہ پر کوئی خوف و دہشت نہیں بلکہ دشمن کو اس کے ناپاک مقاصد میں ناکام رکھنے کے لئے غیظ و غضب کے جذبات روز افزوں ہو رہے ہیں"۔

یہ ہے ایک زندہ اور صاحب عزم قوم کے حوصلہ اور قربانیوں کی کیفیت۔ اپنے ملک و سلطنت کی خاطر وہ گنا نپا کھاتے ہیں۔ قاتی آمدنیوں میں سے قریباً نصف خوشدلی سے حکومت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ بڑے سے بڑے خطرہ سے نہیں گھبراتے۔ پے در پے جانی و مالی نقصانات ان کے ارادہ و عزم کو پست نہیں کر سکے ــــــ ایسی قومیں ہر میدان کارزار میں بالآخر ضرور کامیاب ہوتی ہیں۔

ہم احمدی بھی ایک زبردست اور فیصلہ کن روحانی جنگ میں مصروف ہیں۔ کیا ہمارے لئے انگریز قوم کے اس طرز عمل میں کوئی سبق نہیں ہے؟ اپنے نوجوانوں سے بالخصوص ہم یہ سوال پوچھیں گے۔

ایڈیٹر "نگار" دیانند کے نقش قدم پر

مسٹر نیاز فتح پوری نے اپنے رسالہ "نگار" (ماہ جون ۴۲ء) میں لکھا تھا:۔

"کلام مجید کو میں نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں"۔

ویسے تو مسٹر نیاز بڑے عالم اور محقق بنتے ہیں لیکن افسوس وہ ایسے نہیں ہیں۔ سرقہ اور تقلید ہمیشہ سے ان کا شعار رہا ہے۔ اپنی جہالت کا مذکورہ بالا ایمان سوز مظاہرہ بھی انہوں نے اُن دشمنان اسلام کی تقلید میں کیا تھا۔ جو قرآن مجید کو ہمیشہ . . . انسانی کلام ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے ہیں۔ مسٹر نیاز کی اس پُرجہالت تحریر پر جب اسلامی حلقوں کی طرف سے اعتراض ہوا تو دلیل جواب کیلئے بھی انہیں ایک بہت بڑے مخالف اسلام کا دست نگر و منت کش ہونا پڑا ہے۔ ماہ اگست ۴۲ء کے "نگار" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے یہ معنی ہونگے کہ وہ خود اپنے نام سے کلام مجید کو شروع کرتا ہے۔ اور خود اپنی ذات سے خطاب کرتا ہے جو بالکل بے معنی بات ہے"۔

واقف کار لوگ جانتے ہیں کہ نصف صدی سے زاید عرصہ ہوا کہ بانی آریہ سماج پنڈت دیانند اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں مخالفت اسلام کے انتہائی جوش میں یہی بات لکھ چکے ہیں جسکی نقل کہ آج ۴۲ء میں مسٹر نیاز نے "نگار" میں کی ہے۔ اس "دلیل" کا دندان شکن و مسکت جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔

بعض نوجوان جو مسٹر نیاز کے نمائشی علم و تحقیق کے معترف ہیں کیا وہ ان کی اس قسم کی پرجہالت نقالیوں پر غور کریں گے؟ مسٹر نیاز کے دعاوی و دلائل دونوں دشمنان اسلام کی غیر معقول خوشہ چینی کا نتیجہ ہیں۔

اتہام نہیں بلکہ حقیقت

آجکل "پیغام صلح" میں "حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی رقابت کی مثالیں"۔ کے عنوان سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا جو مدلل اور پر از معلومات سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے۔ اس نے محمودی غلو کے بہت سے ایسے گوشوں پر بھی نہایت کامیابی سے روشنی ڈالی ہے جو عوام کی نظروں سے ابتک پوشیدہ تھے اس سلسلہ مضامین میں وزنی دلائل اور محمودی اکابر و اخبارات کے ناقابل انکار حوالہ جات سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جناب "خلیفہ قادیان" اور ان کے ساتھیوں نے صرف اجرائے نبوت کا غلط و خلاف اسلام عقیدہ وضع کرنے پر قناعت نہیں کی بلکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا کرنے بلکہ درجہ میں حضور صلعم سے . . . بڑھانے کی افسوسناک جسارت کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ اپنے آپ کو آنحضرتؐ کا غلام اور چاکر قرار دیتے رہے اس سلسلہ مضامین کے متعلق معاصر "الفضل" اپنی ۲۸ اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ اس میں:۔

"بڑے زور شور سے یہ اتہام لگایا جا رہا ہے کہ جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کے افراد سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے عقائد اور آپ کی تعلیم کے زیر اثر نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ غالباً آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اس سے بڑی الزام تراشی کوئی نہیں"۔ (صفحہ اول مقالہ افتتاحیہ)

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اپنے سلسلہ مضامین میں جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ وہ اتہام نہیں بلکہ ایک المناک حقیقت کا اظہار ہے انہوں نے جناب "خلیفہ قادیان" اور محمودی اکابر و اخبارات اور خود "الفضل" میں شائع شدہ تحریروں کے بے شمار حوالے دئے ہیں۔ کیا "الفضل" میں ان حوالوں کو غلط ثابت کرنے کی ہمت ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا بالکل صحیح ہے اس کو اتہام قرار دینا بجائے خود زبردست اتہام ہے۔ کیا غلام کو آقا کے مقابل کھڑا کر دینا بلکہ اس سے بھی بڑھا دینا آقا کی ہتک نہیں؟ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو محمودی یقیناً حضرت نبی کریم صلعم کی ہتک کے گناہ عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں ــــ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت اور غلو سے نجات دے۔

آہ خواجہ عبدالمجید صاحب

نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ جناب خواجہ عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر کرنال ۱۹ اگست ۴۲ء کو ایبٹ آباد میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ حادثہ مسلمانان پنجاب کے لئے بہت ہی نقصان رساں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ ایک مخیر و دردمند ہستی اور ایک قابل و مخلص خادم دین و ملت سے محروم ہو گئے۔

مرحوم قصبہ بھیرہ کے ایک قدیم و معزز خاندان کے رکن اور نہایت اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے تبلیغ اسلام کے کام کے عاشق اور ہماری انجمن کے بہت بڑے معاون تھے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور دیگر بزرگان سلسلہ سے ان کے مخلصانہ مراسم تھے سلسلہ عالیہ کی اعانت میں جسقدر حصہ وہ لیتے تھے آج شاذ و نادر ہی کسی کو اس کی توفیق ملتی ہے اس کے علاوہ جہاں کہیں خدمت اسلام کا کوئی کام نظر آتا اس میں مومنانہ اخلاص سے شریک ہوتے اور نہایت خاموشی کے ساتھ مالی و اخلاقی امداد دیتے۔ جہاں کہیں اور جس حیثیت میں رہے مسلمانوں کے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے کوشش کرتے رہے۔

ایک بہت بڑے عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود طبیعت میں حد درجہ انکسار تھا۔ ادنےٰ سے ادنےٰ دیہاتی بھی جب کبھی کوئی حاجت یا شکایت لیکر ان کے پاس جاتا تو آپ نہایت توجہ و خوشی کیساتھ انکی باتیں سنتے اور انکی جائز و ممکن امداد فرماتے۔ اپنے فرائض منصبی کو ہمیشہ محنت و قابلیت اور غیر جانبداری کیساتھ انجام دیتے۔ انصاف آپکا شعار تھا۔ پبلک اور حکام بالا ہمیشہ آپ سے خوش و مطمئن رہے

صوم و صلوٰۃ کے نہایت سختی کیساتھ پابند تھے احکام دین کی پابندی میں ہمیشہ اہتمام و کوشش کرتے علاوہ ازیں آپ میں غربا پروری، دوست نوازی اور وضعداری کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اس صدمہ میں ہم ساری جماعت احمدیہ کیطرف سے مرحوم کے صاحبزادوں خواجہ باقی احمد اور خواجہ عبداللطیف صاحبان اور دیگر افراد خاندان سے افسوس و ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ احباب جماعت ہر جگہ مرحوم موصوف کا جنازہ غائب پڑھیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی بت تراشی کی مثالیں!

چھٹی مثال حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم کے ہم مرتبہ بنانے کی کوشش

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خدا کے رسولوں میں سے ایک ہیں۔ مگر امت محمدیہ میں یہ ایک مسلّم عقیدہ ہے کہ آپؐ تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں اور ہونا بھی یونہی چاہئے۔ کیونکہ دوسرے نبیوں کی طرح آپؐ کی رسالت کسی خاص قوم یا خاص زمانہ سے مختص نہیں۔ بلکہ تمام قوموں کے لئے اور قیامت تک تمام زمانوں پر مشتمل ہے۔ اور آپؐ کے تشریف لانے سے خدا کے دین کی ہمیشہ کے لئے تکمیل ہو گئی اور آپؐ وہ شریعت لائے جو آخری اور دائمی ہے اور اس پر ہم مسلمان جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

حضرت مسیح موعودؑ کو نبی بنانے کے بعد محمودیوں کی نئی تمنا

مگر محمودی صاحبان نے جب حضرت مسیح موعودؑ کو اس زمانہ کا نبی بنایا۔ اور آپ ان کی امت بنے تو ساتھ ہی انہیں یہ بھی تمنا دامنگیر ہوئی۔ کہ اپنے نبی کا مرتبہ کسی سے کم کیوں رہے۔ بلکہ اگر سب سے بڑھ کر مانا جائے تو موجب فخر ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم کے ہم مرتبہ بنانے کی کوششیں شروع ہوئیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ان کے عقیدہ کو درست سمجھ لیا جائے۔ تو محمد رسول اللہ صلعم کی جملہ انبیاء پر فضیلت زائل ہو گئی۔ کیونکہ جب دوسرا نبی انہیں کمالات کا جو محمد رسول اللہ صلعم میں تھے پیدا ہو گیا تو پھر آپؐ کی فضیلت جو صرف آپؐ سے مخصوص تھی اڑ گئی۔ اور اس میں حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کے ساتھ برابر کے شریک ہو گئے۔ گویا آنحضرت صلعم کا ایک نظیر پیدا ہو گیا اور آپؐ کی اس معاملہ میں یکتائی جاتی رہی۔

اس سلسلہ میں محمودی بزرگوں کی کوششیں

اس معاملہ میں جو ان بزرگوں کی طرف سے کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ ان کا نمونہ میں بیان پیش کرتا ہوں۔ نمبروار ملاحظہ فرماتے جائیں:۔

سب سے پہلے جناب میاں محمود احمد صاحب کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ جو اس سارے کھیل کے موجد ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی بناتے وقت میاں محمود احمد صاحب کو یہ خیال آیا ہوگا کہ جب نبی بنانے لگے تو چھوٹے نبی کیا بنانا ہے۔ بڑا نبی کیوں نہ بنایا جائے مسلمانوں میں سب سے بڑے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے نظر انہی پر پڑی۔ بس پھر کیا تھا۔ طرح طرح سے حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم کے ہم پلہ اور برابر کا نبی بنا کر دکھایا گیا۔

جناب میاں صاحب کے ”ارشادات“

پہلے تو کچھ عرصہ یہ پاکٹ امرتار ہا۔ کہ مان لیا کہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کے شاگرد ہیں لیکن ایم۔ اے کا شاگرد کیا ایم۔ اے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ ایم۔ اے شاگرد ایم۔ اے استاد سے قابلیت میں بڑھ جائے پھر ذکر الٰہی میں شائع فرمایا کہ:۔

”ہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ رسول کریمؐ کے ذریعہ سے ظاہر ہوا تھا وہی مسیح موعودؑ نے ہمیں دکھلایا۔ اس لحاظ سے برابر بھی کہا جا سکتا ہے۔“ (ذکر الٰہی صفحہ ۱۹)

”حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات حاصل کرنے کی وجہ سے عین محمدؐ بھی کہہ سکیں گے۔“ (ذکر الٰہی صفحہ ۲۰)

چھوٹے میاں بشیر احمد صاحب کے ”ارشادات“

اب چھوٹے میاں جناب میاں بشیر احمد صاحب کے ارشادات ملاحظہ ہوں کس جوش سے فرماتے ہیں:۔

”پہلے اٰخرین منھم کی آیت قرآن شریف سے نکال پھینک اور پھر جو تیرے دل میں آوے کہہ۔ کیونکہ جب تک یہ آیت قرآن کریم میں موجود ہے اس وقت تک تو مجبور ہے کہ مسیح موعودؑ کو محمدؐ کی شان میں قبول کرے۔“ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۰۵)

”اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیاء کو دنیا میں مبعوث کریگا جیسا کہ آیت واٰخرین منھم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعودؑ خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔“ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۵۸)

اخبار ”الفضل“ کا ایک حوالہ

اب اخبار ”الفضل“ کا جو خلافت محمودیہ کے سرکاری گزٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشاد ملاحظہ ہو:۔

”نیز مسیح موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت صلعم کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم ہے۔“ (اخبار الفضل ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

قادیانیوں کے انگریزی میگزین کا حوالہ

اب ”ریویو آف ریلیجنز“ قادیان کے مشہور میگزین کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

”مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا۔ اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعودؑ کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔“ (ریویو آف ریلیجنز ۱۹۱۵ء)

ان حوالجات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

ان حوالجات سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے علماء کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت صلعم کے تمام کمالات حاصل کر کے آپؐ کے برابر بن گئے بلکہ عین محمد بن گئے۔ اور آپؐ کے وجود میں خود محمد رسول اللہ صلعم دوبارہ دنیا میں آ گئے۔ ظلی نبی بننے سے حضرت مسیح موعودؑ کا قدم پیچھے نہیں ہٹا۔ بلکہ آگے بڑھا اور آنحضرت صلعم کے پہلو بہ پہلو آپ آن کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے سب کچھ وہ کر کے دکھلا دیا جو آنحضرت صلعم نے کر کے دکھلایا تھا کسی بات میں بھی پیچھے نہیں رہے یعنی آپ کے وجود میں محمد رسول اللہ صلعم کا نظیر پیدا ہو گیا اور ان کی یکتائی جاتی رہی۔

محمودی غلو کا ایک زبردست شاہکار

یہاں شاید کسی شخص کے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ بہت سی باتیں ہیں جو آنحضرت صلعم نے کر کے دکھائیں اور حضرت مسیح موعودؑ نے وہ کر کے نہیں دکھائیں۔ باریک باتوں میں جانے کی ضرورت نہیں موٹی بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم شریعت لائے اور حضرت مسیح موعودؑ کوئی شریعت نہیں لائے۔ یہ فضیلت تو محمد رسول اللہ صلعم کی حضرت مسیح موعودؑ پر ایسی بین ہے کہ اس کا انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب کا جواب اس وسوسہ کے ازالہ کیلئے بھی تیار ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو کہ میاں صاحب کس جرأت سے اس فضیلت کے پرخچے اڑاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

”ایسے انسان شرعی ہوں یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو غیر شرعی کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نیا حکم نہیں لایا۔ ورنہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا جو شریعت نہ لائے ہاں بعض نئی شریعت لاتے ہیں اور بعض پہلی ہی شریعت دوبارہ لاتے ہیں پس شرعی نبی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے کلام لائے۔ رسول کریم صلعم تشریعی نبی ہیں جس کا یہ مطلب ہے کہ وہ قرآن پہلے لائے اور حضرت مسیح موعودؑ غیر تشریعی نبی ہیں جس کا مطلب یہ کہ آپ قرآن پہلے نہیں لائے۔ ورنہ قرآن آپ بھی لائے پھر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا سوائے آنے والے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا۔ اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو مسیح موعودؑ کی روشنی میں دکھائی دے اور کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جو مسیح موعودؑ کی روشنی میں دکھائی دے۔ اسی طرح نبی کریمؐ کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں دکھایا جائے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے۔ تو کچھ نظر نہ آئے گا۔ ایسی صورت میں اگر قرآن کو بھی دیکھے گا۔ تو اس کے لئے یھدی من یشاء عند الاقرآن نہ ہوگا۔ بلکہ یضل من یشاء والا قرآن ہوگا۔“

(الفضل ۴ جولائی ۱۹۲۴ء خطبہ جمعہ)

اس حوالہ سے کیا نتائج نکلتے ہیں؟

اب اس حوالہ سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ ملاحظہ ہوں:۔

(۱) نبی شرعی ہو یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ ایک ہی مقام پر ہیں۔

(۲) کوئی نبی نہیں ہو سکتا جو شریعت نہ لائے۔ پس ہم جب بھی نبی کہیں گے وہ صاحب شریعت ہوگا۔ لہٰذا حضرت مسیح موعودؑ کو جب نبی کہا تو اس کے صاف معنی ہیں کہ وہ بھی صاحب شریعت نبی ہیں۔

(۳) نبی شرعی اور غیر شرعی کی اصطلاح محض اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ایک شریعت پہلے لایا اور دوسرا پیچھے لایا پس محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ میں جہاں تک نفس نبوت کا سوال ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ دونو صاحب شریعت ہیں۔ دونوں قرآن لائے۔ صرف پہلے اور پیچھے لانے

فرق ہے۔

(۴) پیچھے آنے والا نبی جب آتا ہے تو پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے آگے دیوار کھینچ دی گئی یعنی چھٹی ہوئی۔

(۵) پیچھے آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے لہٰذا حضرت مسیح موعود محمد رسول اللہ صلعم کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہیں۔ اب محمد رسول اللہ نظر نہیں آسکتے۔ جب تک حضرت مسیح موعود میں سے ہوکر نہ دیکھا جائے۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم اب حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کی طرح منصب نبوت سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ یعنی آپ کا زمانہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔ جس طرح پہلے محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت گذشتہ نبیوں کی نبوت کو باقی رکھنے والی اور محافظ ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود کی نبوت وقت پر آن کر مدد نہ کرتی۔ تو محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کا فیضان گذشتہ نبیوں کے فیضان کی طرح اب ختم تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے طفیل نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کا ذکر خیر اب محض حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے طفیل باقی ہے۔ ورنہ یہ قصہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ چنانچہ کس زور سے فرماتے ہیں کہ "اب کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جو حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں دکھائی دے" یعنی حضرت مسیح موعودؑ سے علیحدہ ہو کر اب محمد رسول اللہ صلعم کا کہیں پتہ ہی نہیں لگتا۔ اس سے قبل ہم کسی مدعی کی صداقت کو پرکھنے کیلئے اسے محمد رسول اللہ صلعم کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ اب محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پرکھنے کے لئے خود آپ کو بھی مسیح موعودؑ کی نبوت کی روشنی میں دیکھنا پڑیگا کیا الٹا زمانہ آیا ہے کہ نبی امتی اور طفیلی بن گیا۔ اور امتی اور طفیلی نبی بن گیا۔

(۶) اسی طرح قرآن بھی اب محمد رسول اللہ صلعم کی لائی ہوئی کتاب نہ رہا۔ بلکہ وہ اب حضرت مسیح موعود کی لائی ہوئی کتاب ہے۔ جیسا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ "اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعودؑ نے پیش کیا" حدیث کا بھی یہی حال بتاتے ہیں۔

(۷) حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے قرآن کو چھین کر حضرت مسیح موعودؑ کو دیدینے کے بعد بھی میاں صاحب موصوف کی تسلی نہ ہوئی۔ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں اور دنیا کے آگے یہ عجیب و غریب اعلان کرتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا لایا ہوا قرآن اگر کوئی پڑھیگا تو یھدی من یشاء والا قرآن بن کر وہ ہدایت دے گا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا لایا ہوا قرآن اب کوئی پڑھیگا تو وہ یضل من یشاء والا قرآن بن کر گمراہ کرے گا۔ سبحان اللہ حضرت نبی کریم صلعم کی کیا عزت افزائی فرمائی ہے۔ وہی قرآن جو آج تک ہدایت دیتا رہا ہے۔ اب مسیح موعود کی بعثت کے بعد جب تک اسے مسیح موعودؑ کا لایا ہوا نہ سمجھو گمراہ کیا کرے گا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ اور تمام احمدی علماء جو آج تک عیسائیوں اور غیر مسلم فلسفیوں سے یضل من یشاء کے معنوں میں جھگڑتے رہے کہ قرآن کسی کو گمراہ نہیں کیا کرتا۔ وہ تو ھدًی للناس ہے یعنی دنیا جہان کے لوگوں کیلئے ہدایت بن کر آیا ہے۔ وہ سب میاں صاحب موصوف کی عنایت سے برباد ہو کر رہ گیا۔ میاں صاحب نے ڈگری خود قرآن کے خلاف دیکر دشمنان اسلام کی تائید کر دی کہ قرآن گمراہ بھی کیا کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ پر آنحضرت صلعم کی کوئی فضیلت باقی نہ رہنے دی دیکھ لیا آپ نے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو کوئی فضیلت حضرت مسیح موعودؑ پر جناب میاں صاحب نے باقی رہنے دی؟ قطعاً نہیں بلکہ مسیح موعودؑ کی فضیلت ظاہر ہے جس کے طفیل اور روشنی میں محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت اب نظر آسکتی ہے۔ اور جن کے قرآن پر قبضہ کر لینے سے ہی قرآن ہدایت دینے والا بن سکتا ہے ورنہ نعوذ باللہ گمراہ کرنا اس کا کام رہ گیا ہے۔

محمودیوں کا افسوسناک اور نہایت خطرناک طرز عمل

یہ جو غیر احمدی مسلمانوں میں غلط یا صحیح مشہور ہو گیا ہے کہ قادیانی آنحضرت صلعم کی شان میں بے ادبی کرنے سے نہیں چوکتے اس کی وجہ بھی ان محمودی صاحبان کی رقابت ہی ہے۔ اپنی طرف سے پہلے خود ہی ایک غلط بات حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر جب اس پر اعتراض ہوتا ہے تو چھوٹے بڑے اٹھ کر اس تلاش میں لگ جاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم میں کوئی ویسی ہی بات خواہ وہ کتنی ہی غیر مستند کیوں نہ ہو تلاش کر کے پیش کر دیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ عیب، عیب ہی ہے۔ خواہ وہ ایک جگہ ہو خواہ دوسری جگہ۔ کوئی قابل اعتراض بات اگر حضرت مسیح موعود میں کسی کو نظر آتی ہے۔ تو اسی قسم کی قابل اعتراض بات آنحضرت صلعم میں نکال دینے سے وہ اعتراض تو نہیں رفع ہو گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک مسلمان کا منہ بند ہو گیا۔ مگر ایک غیر مسلم کے لئے تو اعتراض دوچند ہو گیا۔

محمودی غلط روی کی ایک مثال

مثلاً میاں محمود احمد صاحب نے جب حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ایک غلط اور نہایت نامعقول بات منسوب کی کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں آکر اپنا دعویٰ در بارہ نبوت بدل لیا۔ اس سے قبل آپ کو اپنے دعویٰ کی سمجھ نہ تھی۔ اس لئے نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ تو اس پر لاہوری احمدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ عجیب نبی تھا جو نبوت کی تعریف ہی نہ جانتا تھا۔ اور جسے بارہ برس تک یہ سمجھ ہی نہ آئی کہ اسے نبوت کے منصب پر خدا نے کھڑا کیا ہوا ہے۔

محمودیوں نے جماعت لاہور کے جواب میں ایک مردود روایت کا سہارا لیا

اس پر محمودی حضرات نے نہایت غیر مستند اور لچر روایتوں میں سے جنہیں محققین رد کر چکے ہیں ایک روایت کو توڑ مروڑ کے اور اسے اپنے حسب منشا بنا کر یہ آواز اٹھائی۔ کہ آنحضرت صلعم بھی تین برس یا چھ برس تک اپنے دعوے کو نہ سمجھے تھے اور یہاں تک آپ کو اس معاملہ میں گھبراہٹ رہی کہ ایک دفعہ نعوذ باللہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کے مرتکب ہونے لگے تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اول تو جن لوگوں نے یہ روایت بنائی تھی ان کے تو ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ اپنے دعوے کو سمجھتے نہ تھے۔ اور دوسری صدہا ان حدیثوں کے سامنے جو اس واقعہ کی تردید کرتی ہیں اس مردود روایت کی حیثیت ہی کیا ہے۔ مگر ان محمودیوں کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ ان کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ خلیفہ قادیان کی بات اونچی رہے۔

محمودیوں نے دشمنان اسلام کے ہاتھ میں ایک خطرناک حربہ دیدیا ہے مثل ہے جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں۔ یہ نہ سمجھا کہ ہم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں کیسا خطرناک حربہ دے رہے ہیں۔ ایک دہریہ کہنے لگا کہ ان انبیاء کا گروہ بھی عجیب بے علموں کا گروہ ہوتا ہے کہ جنہیں اپنے دعوے کی ہی سمجھ نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں نے دنیا کو کیا ہدایت دینی ہے جو باوجود وحی کے سالہا سال گمراہی میں خود مبتلا رہتے ہیں۔ آریہ اور عیسائی کہنے لگا کہ جس نبی کو اپنی وحی پر ہی یقین نہیں۔ اور اس شک کی وجہ سے ایک خودکشی کرنے لگتا ہے اور دوسرا نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتا رہتا ہے۔ ان کی وحی پر یقین کرنا احمقوں کا کام ہے۔ ایک مسلمان تو ان باتوں کو سن سن کر دہریہ ہو جائے گا۔ البتہ ایک محمودی سن کر کہیگا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ بعثت اولیٰ میں خدا کے نبی کو چھ برس دعوے کی سمجھ نہیں آئی۔ بعثت ثانی میں خدا کے نبی کو بارہ برس سمجھ نہیں آئی۔ خدا کے نبیوں کی یہ کیسی پیاری سنت ہے۔" فرمائیے ان "سپوتوں" نے خدا کے نبیوں کی۔ محمد رسول اللہ صلعم کی۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کی دنیا کے معقول طبقہ کے سامنے کوئی عزت باقی چھوڑی؟

محمودیوں کی "صحابیت" کا تقاضہ

یہ رقابت نہ معلوم کیا کیا رنگ دکھا کر چھوڑے گی۔ اور یہ رقابت اسی امر میں محدود نہیں کہ یہ محمودی لوگ اپنے نبی کو آنحضرت صلعم سے گھٹا کر رکھنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی آنحضرت صلعم کے صحابہ سے گھٹا کر رکھنا انہیں منظور نہیں۔ بلکہ اس میں انہیں اتنا شغف ہے اور خود کو صحابہ کا مقام دینے کا یہاں تک شوق ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری صحابیت تقاضا کرتی ہے کہ ہمارا پیشوا نبی سے کم درجہ کا نہ ہو۔ بلکہ خود احمد صلعم ہو ذرا "الفضل" کا جو اس قوم کا سرکاری گزٹ ہے۔ یہ پرجوش بیان ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:-

"مسیح موعودؑ کی جماعت و اٰخرین منھم کی مصداق ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ کے صحابہ میں داخل ہے اور ضرور ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ میں سے ہونے کیلئے صحابہ بننے والوں نے آنحضرتؐ کا وجود پایا ہو۔ پس صحابہ بننے کی شان ایک امتی پر ایمان لانے کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ اور احمدی بننے کا مرتبہ احمد پر ایمان لانے سے حاصل ہو سکتا ہے نہ کسی غلام احمد پر" (الفضل ۱۵ر جولائی ۱۹۱۵ء)

ملاحظہ فرمائی محمودی قوم کی صحابہ بننے کی شان! گویا ان کی صحابیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان کا پیشوا نبی ہو امتی نہ ہو۔ خود احمد ہو۔ احمد کا غلام نہ ہو۔

الٹا استدلال

یہاں ذرا استدلال کا پہیہ الٹا گھمایا گیا ہے۔ اس سے قبل تو سنت اللہ یوں تھی کہ پہلے نبی مبعوث ہوتا تھا۔ اس کی وجہ سے بعد میں صحابی وجود میں آتے تھے۔ مثلاً پہلے حضرت محمد و احمد صلعم مبعوث ہوئے۔ ان پر جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اتباع کی اور صحبت میں بیٹھے اور صحابی کہلائے۔ پس اگر محمودی صاحبان استدلال کا پہیہ سیدھا گھماتے تو یوں کہتے کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ تمام عمر (نعوذ باللہ) یہی دعوے کرتے رہے کہ میں نبی ہوں۔ امتی نہیں ہوں۔ احمد ہوں۔ احمد کا غلام نہیں ہوں۔ اس لئے ہم لوگ صحابی ہیں۔

مدعی سست گواہ چست

لیکن اس کو کیا کریں۔ مدعی سست گواہ چست والا مضمون ہے۔ "مدعی کی سنئے" اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی نہیں بنتے۔ امتی بنتے ہیں۔ احمد نہیں بنتے۔ احمد کا غلام بنتے ہیں۔ جیسا کہ مواہب الرحمان صفحہ ۶۸ و ۶۹ پر فرماتے ہیں:-

"و ہر کہ دعویٰ نبوت کند و ایں اعتقاد ندارد کہ او از امت آنحضرت صلعم است و ہر چہ یافت از فیضان او یافت و او یک ثمرہ ایست از باغ او۔ و یک قطرہ از بارش او و یک سایہ تنک از روشنی او۔ پس او لعنتی است و لعنت خدا بر و و بر انصار او۔ و بر اتباع او۔ و بر اعوان او۔ برائے ما بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

رسالہ "مسلم ورلڈ" کے اعترافات

(بقیہ صفحہ ۲)

ہیچ پیغمبرے زیر آسمان نیست و ہیچ کتابے بجز قرآن نداریم"

ترجمہ:۔ اور جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور یہ اعتقاد نہ رکھے کہ وہ آنحضرت صلعم کی امت میں ہے یعنی امتی ہے اور جو کچھ اس نے پایا آپ کے فیضان سے پایا۔ اور وہ آپ کے باغ کا ایک پھل اور آپ کی بارش کا ایک قطرہ اور آپ کی روشنی کا ایک خفیف سا سایہ ہے۔ بس وہ لعنتی ہے اور خدا کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر اور اس کے تابعداروں اور اس کے اعوان پر ہے۔ اور ہمارے لئے آسمان کے نیچے بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے کوئی پیغمبر نہیں اور بجز قرآن کریم کے اور کوئی کتاب نہیں۔

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود صاف طور پر نبی ہونے کا انکار اور امتی ہونے کا اقرار کر رہے ہیں اور یہ بھی ۱۹۰۳ء کی کتاب یعنی ملت محمودیہ کے مقرر کردہ سنہ منسوخی کے بعد کی۔ اور حقیقی احمد ہونے سے انکار اور احمد کا غلام ہونے کا اقرار آپ ایک الہام کے ذریعہ کر رہے ہیں جس کو الہام ہونے کی وجہ سے منسوخ قرار دینا بھی مشکل ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

پس ان موانعات کی موجودگی میں "بیچارگان" یعنی محمودی استدلال کا یہ سیدھا تو گھما نہ سکتے تھے کہ یوں کہتے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود تمام عمر نبی اور صاحب احمد صلعم ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ اس لئے ہم صحابی ہیں۔ اس لئے انہیں یہ الٹا گھمانا پڑ گیا۔ اور وہ اس طرح کہ "چونکہ ہم صحابی ہیں اس لئے ہمارا پیشوا ضرور ہے کہ نبی ہو اور امتی نہ ہو۔ احمد ہو اور احمد کا غلام نہ ہو۔ وہ لاکھ دفعہ انکار کرتا رہے لیکن ہمارا صحابی ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ نبی ہے اور امتی نہیں۔ احمد ہے اور احمد کا غلام نہیں"

محمودیوں کی بے معنی باتیں اور رکیک دلائل

اس پر اگر کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ "جب اگلا (یعنی حضرت مسیح موعود) نبی کے بجائے امتی بنتا ہے۔ اور احمد کے بجائے احمد کا غلام بنتا ہے تو آپ کیسے صحابی بن گئے" تو اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ "ارے بیوقوف ہم وہی محمد رسول اللہ صلعم کے صحابی ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے مکہ مدینہ میں موجود تھے۔ ہم نے دوبارہ ہندوستان میں جنم لیا ہے۔ بس ہمارا پیشوا ضرور ہے کہ نبی ہو۔ امتی نہ ہو۔ احمد ہو۔ احمد کا غلام نہ ہو" اس پر معترض اگر یہ کہے کہ "مہاراج آپ بھولتے ہیں۔ اسلام میں تناسخ نہیں ہے۔ پس آپ وہی صحابی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہندوستان کے باشی ہیں۔ اگر صحابہ کے نقش قدم پر چلیں گے تو ان کے رنگ میں رنگین تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہی نہیں ہو سکتے۔ پس آپ کا یہ نتیجہ غلط ہے۔ کہ چونکہ ہم صحابی ہیں۔ اس لئے ہمارا پیشوا ضرور ہے کہ نبی ہو اور احمد ہو"

الٹا زمانہ الٹی گنگا

اس کا جواب ان بزرگوں کی طرف سے یہی ہو سکتا ہے کہ "تناسخ کا عقیدہ تو واقعی غلط ہے۔ مگر اسے کیا کریں کہ ہم ہم وہی صحابی ہیں۔ پس ہمارا پیشوا ضرور ہے کہ نبی ہو۔ اور احمد ہو۔ وہ اگر نہیں بنتا تو ہم اسے نبی اور احمد بنا کر چھوڑیں گے۔ کیونکہ ہماری صحابیت اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اس سے قبل پہلی بعثت میں نبی اور احمد سے صحابہ وجود میں آئے تھے۔ اب کے اس دوسری بعثت میں صحابہ سے نبی اور احمد وجود میں آئے گا۔ یہ الٹا زمانہ ہے۔ یہاں گنگا الٹی بہا کرتی ہے۔

تو بنی اسرائیل کے ایک نبی اور رسول کو کیسے خدا کا بیٹا تسلیم کیا جائے۔

مغربی علوم اور اسلام

رسالہ مسلم ورلڈ کے تازہ شیوع میں ایک بزرگ جن کا نام رابرٹ۔ ایس۔ ڈربی شائر (Roberts Darbishize) ہے صفحہ ۲۳۵ پر رقمطراز ہیں:۔

"اگر ہم (یعنی مغربی سفید فام لوگ) علوم حاضرہ کو اخلاقی بنیادوں پر استوار نہیں کر سکتے۔ اور روحانیت کیلئے مفید نہیں بنا سکتے۔ تو ہمیں مسلمانوں کو دعوت دینا چاہیے کہ وہ جام ساعت نما کو الٹ دیں یعنی زمانہ کا رخ بدل دیں۔ ہمیں ان سے استدعا کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے علوم کو کرمذہب کیلئے مفید بنائیں اور ہمیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کئے ہوئے گڑھے میں گرنا ہوگا۔ جو قومیت کی جہالتوں، عبادت رجال (یعنی ہیرو ورشپ) اور مادیت کے شرک سے اٹا پڑا ہے"

آج سے بہت عرصہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ع

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

بتدریج مغربی اقوام کو ان کی فطرت، دین فطرت کی طرف لا رہی ہے۔ اور ایسے واقعات بطور ارہاص کے ہیں آنے والے شاندار دور کا پیش خیمہ ہیں جس میں زندگی کے تمام شعبوں میں کلام اللہ کو رہنما سمجھا جائے گا کیونکہ قرآن مجید کے اندر ہی یہ قوت موجود ہے کہ انسانوں کو دنیوی ترقی اور علمی تجسس کی تعلیم دے اور اس کے پہلو بہ پہلو انہیں ایک عظیم الشان اخلاق پر بھی قائم رکھے۔ کیونکہ قرآنی اصولوں میں ذکر و فکر کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔

ترجمہ۔ اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح کر دینے والا نور نازل کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہی دلیل اور نور کو یکجا کیا گیا ہے۔ مغربی لوگوں کو یقیناً کلام اللہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا ہوگا سوائے اس کے چارہ ہی نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں شعلے تو ہیں لیکن ان میں تحلیل نہیں۔ طور تو ہیں لیکن کلیم نہیں۔ انہیں ایک زبردست روحانی سلطان کی ضرورت ہے جو ان شعلوں کی لپٹ کو ٹھنڈا کر دے اور تہذیب و ثقافت کی بلندیوں سے انہیں گرنے سے بچائے۔ صرف اسلام ہی وہ زبردست روحانی اور اخلاقی قوت ہے جو ان مغربی اقوام کو تباہ ہونے سے بچا سکتی ہے اور ان کے مادی علوم و فنون کے اندر ایک روحانی و اخلاقی اعتدال پیدا کر سکتی ہے۔ یہ لوگ اس روحانی قوت کے متلاشی ہیں جو مغربی اماجگاہ شر کو خیر میں بدل دے وہ قوت سوائے اسلام کے اور کوئی قوت نہیں۔ جس کی شہادت ان کے اپنے مفکر و صحیفہ نگار دے رہے ہیں۔ اور مندرجہ بالا اقتباس اس پر بین شاہد ہے۔

خدا کے ازلی لاڈلے۔ محمودی ترکش استدلال کا آخری تیر

اس پر اگر معترض اعتراض کر بیٹھے کہ "حضرت تناسخ کے عقیدہ کو غلط مان کر نبی اور احمد ہونے کے مدعی کی عدم موجودگی میں آپ صحابی کیسے بن بیٹھے" تو جواب ان محمودی بزرگوں کا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ "ہم ازل سے خدا کے لاڈلے ہیں۔ اس لئے ہم خود بخود ہی صحابی ہیں۔ ہم نبی اور احمد سے نہیں بنے۔ نبی اور احمد ہم سے بنیگا۔ ہم پر ایسے اعتراضات کرنیوالا بھی مستوجب سزا ہے اس لئے خیریت اسی میں ہے کہ زبان بند کرو" اس کے بعد کیا کہا جا سکتا ہے۔ جو کہو سچ ہے!

محمودی بزرگوں کی "صحابیت" کی دوسری "شان"

ملاحظہ فرمائی آپ نے ان محمودی بزرگوں کی صحابیت کی شان!

مگر ابھی آپ کے سامنے صحابیت کے تقاضا کی ایک ہی شان آئی ہے اب دوسری شان بھی ملاحظہ فرمائیے جس سے پتہ لگیگا کہ جب تک تمام امت محمدیہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہ قرار دے دیا جائے اور جہنم کے دروازے ان پر نہ کھول دیئے جائیں۔ ان کی صحابیت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ یہ فتویٰ میرا نہیں بلکہ انہی صحابیوں کا ہے فرماتے ہیں:۔

"جیسے پہلے صحابہ کے ناجی گروہ کے سوا دوسرے سب ناری فرقے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیئے گئے۔ اسی طرح آخرین کے سوا جس قدر دوسرے ہیں سب ناری فرقے ہیں۔ وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرے اور آنحضرت صلعم کی بعثت اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا لیکن آپ کی بعثت ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا یہ آنحضرت صلعم کی ہتک اور آیات اللہ سے استہزا ہے"

(الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

گویا ان کی صحابیت کا تقاضا جہاں یہ ہے کہ ان کا پیشوا نبی ہو امتی نہ ہو۔ احمد ہو۔ احمد کا غلام نہ ہو۔ وہاں ان کی صحابیت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ان کے سوا تمام امت محمدیہ کافر اور اسلام سے خارج ہو کر جہنم کا ایندھن بن جائے۔ یہ ہوتی ہے صحابیت کی کامل اور مکمل شان! ایسی صحابیت کے تقاضے غضب کے ہوتے ہیں لیکن یاد رہے کہ تناسخ سچا ہے تو یہ بھی سچے ہیں۔ اور تناسخ باطل ہے تو یہ بھی باطل ہیں۔

ترسم کہ نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

(باقی دارد)

علمی معلومات

زندگی کی بے کیفی اور اس کا علاج

ہم میں اکثر طبیعتیں ہنگامہ پسند ہوتی ہیں۔ ایسے طبائع کے لوگ غیر متوقع اور پر خطر حالات کا بڑی خوبی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اس احساس سے ان کو مسرت ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت اہم اور ضروری ہے۔ اور ان سے بڑے کارناموں کی توقع ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان ایسی ہی جدوجہد کا متمنی ہوتا ہے جس کے نتائج جلد برآمد ہوں۔ اسی لئے جنگ میں فتح حاصل کرنا مستقل امن و سکون قائم کرنے سے کہیں آسان ہے۔ طبیعت میں جنگ و جدال کا عنصر دشمن سے برسرِ پیکار ہونے میں مددگار ہوتا ہے۔ اور ہم اپنے مقصود کے حصول میں غیر متزلزل ارادہ کے ساتھ منہمک ہو جاتے ہیں۔ ہم پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر بڑے جوش و ولولہ کے ساتھ چڑھتے ہیں لیکن ہمارا سارا جوش و حوصلہ اسی وقت مایوسی سے بدل جاتا ہے جب پہاڑوں کے دوسری طرف بے رونق پہاڑیوں اور چٹیل میدان پر نظر پڑتی ہے۔ وہی پرجوش لڑکا جو اپنی خیالی دنیا میں اپنے قلعہ کو خوفناک محاصرہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ آگے چل کر صرف ایک پریشان حال اور درماندہ تاجر بن کر رہ جاتا ہے۔ ناکامی سے ہمارے سارے بلند حوصلے فکر و تردد سے بدل جاتے ہیں۔ مہم سر کرنے کا سارا جوش و ولولہ بری طرح سے کچل دیا جاتا ہے۔ تا آنکہ ہم نامرادی کی اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں مہمات پر استغنا کے ساتھ صرف مسکرا دیتے ہیں۔ اور ان کو نوجوانوں کے تخیلات سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔

نوجوانی کی روح کے خاتمہ پر اس کی تازگی اور دلچسپ تجسس کا قائم رکھنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ نوجوانوں کیلئے ہر بات نئی اور ہنگامہ خیز ہوتی ہے۔ وہ اپنی خیالی دنیا اور اپنے تصورات میں ولولہ انگیز کارنامہ کا مرکز ہوتا ہے۔ اور یہ چیز اس کے لئے معمولی معاوضہ نہیں ہوتی۔ نوجوان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ پرلطف مہمات سے دوچار ہوں گے۔ چنانچہ وہ غیر معمولی اور پراسرار حالات کے متلاشی اور حیرت انگیز کارناموں کیلئے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ نفسیاتی شباب کے راز سے محروم ہو جاتے ہیں اور اس سے ہمیشہ ناآشنا رہتے ہیں انہیں زندگی مکدّر اور بے کیف معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کے دو نتیجے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس پر قابو حاصل کرنے کے بجائے اس سے مضطرب ہو کر پناہ حاصل کرنے کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے پھرتے ہیں۔ اور غم غلط کرنے کیلئے تفریح کے مشاغل تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ انہیں عارضی سکون، قرار، اور استقلال بھی نصیب نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان حالات سے بددل ہو کر اپنی ذات میں محو اور دنیا سے بے تعلق اور بے حس ہو جاتے ہیں۔ ان کیلئے کسی چیز میں کشش اور دلچسپی باقی نہیں رہ جاتی اور ان کی ساری توجہ سمٹ کر ان کی ذات میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ ان کے ناقابلِ توجہ احساسات بڑھنے لگتے ہیں۔ اور ہر قسم کی کسک اور درد کو مبالغہ آمیز شکل میں پیش کرتے ہیں۔

ایسے شخص کی طبیعت کی گرانی اور بے کیفی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صحیح طریقہ پر زندگی نہیں بسر کر رہا ہے۔ وہ جو کرنا چاہتا ہے نہیں کر رہا ہے۔ یا اسے معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور زندگی میں اس کو اس کی جگہ نہیں ملی ہے۔ اس سے بعض وقت شدید قسم کی بددلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب کام کو ہم پسند نہیں کرتے جو ہمارے لئے دلچسپ نہیں ہوتا۔ اس کا کرنا وبال ہو جاتا ہے اور اس سے محرومی اور نہ رسیت محسوس ہونے لگتی ہے۔ عموماً انہی چیزوں سے زندگی وبال اور اجیرن ہو جاتی ہے۔

ممکن ہے ہماری محرومی کا سبب ہماری عہد بالی زندگی کی مایوسیاں یا کسی ناگوار طریقہ زندگی کا جبراً قبول کرنا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارا حوصلہ اور اندرونی خواہشیں حقیقت سے ہم آہنگ نہ ہوں اور ان کا خیال ہماری نہ رسیت و اضمحلال کا سبب ہو۔ ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم معمولات کی بندشوں میں پھنس کر بے بس ہو گئے ہوں۔ اور ہم میں وہ جرأت نہ ہو۔ جو اس قید و بند سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ محرومی اور ناکامی ہم کو غمزدہ بنا دیتی ہے گو ہماری سب خواہشات ہمیشہ ہماری مرضی کے مطابق نہیں پوری ہو سکتیں۔ لیکن ایک ایسی درمیانی صورت ہو سکتی ہے جس سے ہم کافی حد تک مطمئن اور مسرور رہ سکتے ہیں۔

ہم میں نمایاں کام انجام دینے کا حوصلہ و ولولہ ہونا چاہئے اور نوجوانی کے تخیلات و تصورات کو خشکی اور حقارت کے ساتھ نہ ٹھکرانا چاہئے۔ کیونکہ یہی تصورات اکثر ان چیزوں کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ جو ہمارے لئے حد درجہ دلچسپ ثابت ہو سکتی ہیں۔ ولولہ اور حوصلہ ایک ایسا قیمتی عطیہ ہے۔ جس کو دبا دینے سے زندگی کی چاشنی، اور دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اسے دبا دینے کے بجائے اس کو بلند اور بہتر شکل میں مناسب راستوں پر لگانا چاہئے۔ بچپن کے کسی حد تک ناقابلِ عمل اور ناپسندیدہ حوصلہ کو سدھار اور سنوار کر جوانی میں اجیرن زندگی کو خوشگوار بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے وہ زندگی جو عذاب جان تھی۔ پرلطف اور شگفتہ ہو جائے گی۔

آج خوفناک دشمن کی یلغار سے قلعہ کی حفاظت کا سوال ہماری بڑی اکثریت کے سامنے نہیں آتا۔ لیکن بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جو ہمارے جذبہ شجاعت کو ابھار سکتی ہیں۔ ظلم اور ناانصافی آج بھی دنیا پر مسلط ہے۔ جہالت، غربت اور بیماریاں آج بھی انسان کے جذبہ شجاعت کو دعوت مبارزت دے رہی ہیں۔ کیونکہ کوئی نہ کوئی ضرور آپ کی امداد کا محتاج ہوگا۔ سوسائٹی کی کوئی نہ کوئی مفید خدمت آپ ضرور کر سکتے ہیں۔ اس سے آپ بوجھل زندگی کا بار ہلکا کر سکتے ہیں۔

بوجھل زندگی کا ایک علاج اپنے آپ کو بھلانا بھی ہے۔ ہماری نصف جنگ اسی وقت سر ہو جاتی ہے۔ جب ہم اپنے آپ سے بے فکر ہو کر دوسروں کیلئے غور و فکر کے عادی بن جاتے ہیں۔ اور اپنے آس پاس کی دنیا سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ دلچسپ اشخاص اور نئی نئی سرگرمیوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ اس وقت ہماری بوجھل زندگی کی ساری گرانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اگر آپ اپنے شوق سے سیاحت، قدیم زمانہ کی یادگاروں کی تلاش۔ اور ملک کے نامعلوم حصوں کو دریافت کرنے کی خواہش عقلمندی کے ساتھ رکھتے ہیں تو یہ چیزیں زندگی کی بے کیفی کی خوشگوار تلافی کر سکتی ہیں۔

بے کیف زندگی کی ذمہ داری بڑی حد تک، خود ہمارے اوپر ہے بیرونی حالات کو اس کا سبب قرار دینا صحیح نہیں۔ ہمارا کام بے لطفی اور گرانی کا باعث ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اپنے لطف تفریح کے اوقات کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ ہم ان کو بہترین مصرف میں لاتے ہیں؟ یا ہم پر قیود اور پابندیاں عائد ہوتی ہیں؟ یا ہم ان کے اثرات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں؟ یا ہماری بوجھل زندگی کا سبب خود فہمی کی کمی، کاہلی، بے حسی یا شکست پسندی تو نہیں؟

زندگی کی بے کیفی اور گرانی کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے کو اچھی طرح جانچیں۔ ہمیں اپنی بے اطمینانی اور بے سکونی کا اصل سبب معلوم کر کے جہاں تک ممکن ہو اس کو دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس وقت تک مسلسل تجربہ کرتے رہنا چاہئے۔ جب تک ہم کوئی دلچسپ مشغلہ نہ دریافت کر لیں۔

زندگی میں ہماری آسودگی اور سکون کا دارومدار ہمارے اس نظریہ اور رویہ پر ہے۔ جو ہم اپنی ذات کے ماسوا دنیا سے ہیں۔ صبر و بے حسی کی جگہ ہم کو اپنے اندر نوجوانی کا شوق و تمنا پیدا کرنا چاہئے اور کارآمد و مفید باتیں کرنے کی خواہش کو اپنے اندر ترقی دینا چاہئے۔ (معارف)

(مراسلہ۔ ادیٹر کا نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

قرآنی شریعت

اور بہائی شریعت کا موازنہ

بہائیوں کی شریعت اقدس کی حقیقت

بابی اور بہائی لوگ مذہبی دنیا میں بہت مغالطہ پیدا کر رہے ہیں۔ ہر اہل مذہب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ ان کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ تورات، انجیل اور قرآن مجید سب آسمانی کتابیں منسوخ ہیں اور اب ان میں سے کوئی بھی ذریعہ نجات نہیں۔ اب نجات پانے کا ذریعہ صرف کتاب اقدس ہے جو جناب مرزا حسین علی صاحب المعروف بہاء اللہ نے قرآن مجید کے مقابل لکھی ہے۔ بہائی لوگوں کا یوں دعویٰ ہے کہ یہ کتاب "دریاق اکبر است برائے دفع امراض عالم (الفرائد صـ۱۳)" مگر اس کی خامیوں کے باعث وہ اس کو شائع نہیں کرتے۔ چنانچہ بہائیوں کے پہلے زعیم جناب عبد البہاء نے لکھا ہے کہ:۔

"کتاب اقدس اگر طبع شود نشر خواہد شد و در دست اراذل متعصبین خواہد افتاد و لہذا جائز نہ" (جواب نامہ جمعیت الہائی صـ۳۷ مطبوعہ ۱۳۳۹ھ ہجری)

ہمارے نزدیک بہائیوں کا اولین فرض تھا کہ وہ ایسی شریعت کو جو ان کے نزدیک قرآن مجید کو منسوخ کرنے والی تھی۔ بہت جلد شائع کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جس کے باعث بہائیت کے سمجھنے میں لوگوں کو غلطی لگ رہی ہے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عنقریب ایک کتاب شائع کر رہا ہوں جس میں مندرجہ ذیل ابواب ہوں گے۔ (۱) بہائی تحریک کی تاریخ اور اس کا مقصد (۲) بابیوں کی شریعت البیان کے احکام۔ (۳) بہائیوں کی شریعت الاقدس کا اصل نسخہ مع ترجمہ اردو (۴) بہائیت کے بانی بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت (۵) قرآن مجید اور بہائیوں کی شریعت میں موازنہ۔ یہ کتاب زیر طبع ہے محدود تعداد میں چھپوائی جائے گی۔ جو دوست چاہتے ہیں کہ وہ اس کتاب سے محروم نہ رہیں۔ انہیں چاہئے کہ فی الفور اپنی خواہش سے بذریعہ تحریر مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع فرمائیں۔ کتاب کی قیمت بالکل واجبی ہوگی۔

المعلن

ابو العطاء جالندھری مولوی فاضل حرنت اخبار اصلاح سرینگر

جلد ۲۸ — لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۳۰ رجب ۱۳۵۹ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۴۰ء — نمبر ۵۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقیناً فتحمند و منصور ہونگے!

زمین پر کسی کو فتح نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ پہلے آسمان کے دفتر میں اسکے نام نہ لکھی جائے خوب یاد رکھو کہ فتح کی اصلی کنجی تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ بھی وہ جو کامل طور پر ہو۔ وہ تقوےٰ جس کے کسی پہلو میں خامی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں پاتا اور یہ کامل تقویٰ انہیں لوگوں کو ملتا ہے جو خدا تعالےٰ کے مامور اور مرسل ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو وہ کامل تقوےٰ جو آسمان کو اپنی طرف جھکا لے میسر نہیں آتا۔ اگر ایک بڑے بھاری مٹکے میں بہت سے آدمیوں کیلئے شربت بنانا چاہیں اور شیرینی کے لئے اس میں صرف ایک تاشہ ڈالدیں تو کیا وہ اس قابل ہوگا کہ اسے پسند کیا جائے؟ یہی حال اس تقویٰ کا ہے جو نہایت کمزور اور ناتمام ہوتا ہے۔ ایسا تقویٰ ہرگز اس نصرت اور تائید الٰہی کو کھینچ نہیں سکتا جو ازل سے کامل تقوےٰ کے حصہ میں لکھی جا چکی ہے۔ زمینی لوگ جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلتے اور کبھی انہیں نصیب ہی نہیں ہوتا کہ مضطر ہو ہو کر آسمان کی طرف دیکھیں۔ مگر اصلاح کا بیڑا تکلف سے اٹھا لیتے ہیں۔ جس کے لئے ان کے قوےٰ ترکیب دیئے گئے نہیں ہوتے۔ آخر کار تھک کر رہ جاتے ہیں یا نامراد اور ناکام مر جاتے ہیں مخالفوں کی کثرت اور دشمنوں کی قوت و شوکت سے نہ گھبراؤ اور یاس کو دل میں راہ نہ دو کیونکہ وہ کام ہوگا جس کا خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ کیا یہود اور نصاریٰ اور آتش پرست اور مشرک قوموں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کچھ تھوڑا زور لگایا تھا۔ آخر تقوےٰ ہی کے سر پر فتح کا تاج رکھا گیا۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہمارے دل کو اور دشمنوں کے دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ ہم خدا تعالےٰ کے جلال اور اس کے رسولؐ اور اس کے کلام کی عزت و جبروت کے اظہار کے لئے کام کر رہے ہیں اسلئے یقیناً ہم منصور ہونگے اور اگر ہم دنیا کے کیڑے اور بناوٹ سے کام کر رہے ہیں جس کیلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں ماموروں کی طرح کھڑا نہیں کیا تو ہمارے ہلاک کرنیکو وہی اکیلا غیور کافی ہے۔ (۳۰ر اگست ۱۹۰۱ء)

اعلانات

فہرست اغلاط "مجدد اعظم" حصہ اوّل

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی گرانقدر تالیف "مجدد اعظم" حصہ اوّل میں کتابت کی حسب ذیل غلطیاں رہ گئی ہیں۔ احباب تصحیح فرمالیں:

	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
(۱)	۱۴۴	۱۶	وہ کر	رہ کر
(۲)	۱۶۳	۱۰	الہام	ابہام
(۳)	۲۷۹	۱۸	کسی طرح	کس طرح
(۴)	۳۵۰	۵	تو	ترا
(۵)	۴۱۰	۷	سے کہی تھی	نے کہی تھی

مبلغ کی ضرورت

بھدرواہ (ریاست کشمیر) کے لئے ایک متقی اور باعمل احمدی دوست کی ضرورت ہے جو مرکزی طور پر مبلغ کا کام سرانجام دے سکیں۔ جمعہ اور دیگر نمازوں میں امامت کرائیں۔ درس قرآن مجید دے سکیں اور لائبریری اور ریڈنگ روم کے انچارج کا کام کرسکیں۔ صرف ایسے دوست جو موسم سرما میں بھی کشمیر کی رہائش اختیار کرسکتے ہوں اپنی درخواستیں بپتہ ذیل پر ارسال فرمادیں۔ مشاہرہ کا فیصلہ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہوسکتا ہے۔

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور)

موٹر ڈرائیور اور خانساماں کی ضرورت

ایک شریف، تجربہ کار اور دیانتدار موٹر ڈرائیور کی اور ایک اچھے خانساماں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب لیاقت۔ گذشتہ تجربہ کی تفصیلات اور اسناد درخواستوں کے ہمراہ بھیجی جائیں۔ درخواستیں بنام جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

درخواست دعا

(۱) جناب قاضی عبدالرحمان صاحب پنشنر ریڈر جتوئی ضلع مظفرگڑھ کو بعض خانگی مشکلات مقدمہ کی صورت میں درپیش ہیں۔
(۲) میاں عبدالشکور صاحب بٹ محصل انجمن بھی آج کل بعض مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان دونوں اصحاب کی رفع مشکلات کے لئے تمام دوست دعا کریں۔

تمام احباب اور جماعتیں اپنا چندہ ماہوار ماہ ۱۵ ستمبر تک ضرور بھجوانے کی کوشش کریں۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ ہو۔

آریہ ہندو دنیا پر ایک نظر

گذشتہ سال آریہ سماجیوں نے سلطنت حیدرآباد کے خلاف جو شورش بپا کی تھی۔ اس میں انہیں زبردست ذلت خیز اخلاقی شکست ہوئی کیونکہ انہوں نے اس شورش کے دوران میں اس قدر جھوٹ بولا اور اس قدر بہتان طرازیاں کیں جن کا تصور بھی کوئی با اخلاق اور دیانتدار جماعت نہیں کر سکتی۔ دنیا آریہ سماجیوں کے ان کمالات سے پہلے بھی کم و بیش واقف تھی۔ لیکن اس شورش نے انہیں زیادہ نمایاں کر دیا ۔۔۔ خیر اخلاق و دیانت آریہ سماجیوں کے نزدیک بالخصوص مسلمانوں کے مقابلے میں چنداں ضروری نہیں۔ لہٰذا وہ اپنی اس اخلاقی شکست کو کوئی اہمیت دینے کیلئے غالباً تیار نہ ہوں گے۔ اخلاقی پہلو سے قطع نظر شورش پسند آریہ سماجی اپنے "مطالبات" کو جس حد تک منوانے میں "کامیاب" ہوئے ہیں ان کا عبا ثڈا اخبار "آریہ دیر" اور "پارس" وغیرہ کئی مرتبہ عین چوراہے میں پھوڑ چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس شورش کے ذریعہ آریہ سماجیوں نے ہندو مسلم تنازعات کو دکن میں ضرور فروغ دیا۔ اور ہندو مسلم اتحاد پر زبردست ضرب لگائی۔ اس لحاظ سے انہیں اور ان کی شورش کو بے شک کامیاب کہا جا سکتا ہے۔

گذشتہ ماہ آریہ سماجیوں نے اپنی اس شورش کی سالگرہ منائی پنجاب اور دوسرے صوبوں میں بکثرت جلسے منعقد کئے جن میں اکثر مقامات پر نہایت اشتعال انگیز اور دل آزار تقریریں کی گئیں۔ اور ہماری حکومت نے اس سالگرہ کو بھی سکھوں کے "گھر گھمار اڈے" کی طرح پوری خاموشی اور اطمینان سے برداشت کر لیا۔ حالانکہ اس قسم کی تحریکات اور اجتماعات ملک کے داخلی امن اور ہندو مسلم اتحاد کیلئے سخت نقصان رساں ہیں۔ جنہیں کم از کم جنگ کے موجودہ مخدوش ایام میں ہرگز برداشت نہ کرنا چاہئے۔ اس "سالگرہ" کا یہ اثر ہوا ہے کہ آریہ سماجی حلقوں میں سلطنت حیدرآباد کے خلاف از سر نو بغض و عناد کا اظہار ہونے لگا ہے۔ آریہ اخبارات نے خبر شائع کی ہے کہ گلبرگہ میں حیدرآبادی پولیس نے "ستیارتھ پرکاش" کی کچھ کاپیاں اپنے قبضہ میں کر لی ہیں۔ اسی بنا پر ان اخبارات نے شور محشر بپا کر رکھا ہے اور سلطنت حیدرآباد کے خلاف دوبارہ طوفان بے تمیزی بپا کرنے کے ارادے ظاہر کئے جا رہے ہیں۔

گلبرگہ میں پولیس نے "ستیارتھ پرکاش" کی کاپیوں پر قبضہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو کن حالات میں کیا ہے؟ اس کے متعلق تا حال کوئی مستند خبر ہماری نظر سے نہیں گذری۔ آریہ سماجی اخبارات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان کے بیانات اگر بالکل غلط نہیں تو مبالغہ آمیز اور گمراہ ضرور ثابت ہوتے ہیں۔ تفصیلات کا انتظار ہے۔ لیکن کیا چیخ پکار مچانے والے آریہ مہاشوں کو معلوم نہیں کہ ریاست نیپال میں جب وہ بڑے فخر سے دنیا کی "واحد آزاد ہندو سلطنت" لکھا کرتے ہیں "ستیارتھ پرکاش" کا داخلہ بند ہے وہاں اگر کسی کے پاس سے یہ کتاب برآمد ہو تو اسے باقاعدہ سزا دی جاتی ہے۔ آریہ سماجیوں نے اپنی اس "واحد آزاد ہندو سلطنت" کے خلاف تو کبھی ایک لفظ نہیں کہا لیکن ایک معمولی سی اطلاع پر سلطنت حیدرآباد کے خلاف شور مچا رکھا ہے "ستیارتھ پرکاش" میں تو ویدک دھرم کی تعلیمات کا ضروری خلاصہ بھی درج ہے۔ اور آریہ مہاشے ویدک دھرم کو عالمگیر کہا کرتے ہیں۔ کیا نیپال میں بسنے والے ہندوؤں کو اس کتاب اور ویدک دھرم کی تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے؟ انصاف و شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ آریہ سماجی سب سے اول نیپال کے خلاف محاذ قائم کریں۔ اس کے بعد دوسری طرف متوجہ ہوں۔

آریہ سماجی ہر معاملہ میں اور ہر جگہ ہی غیر معقول طریق عمل اختیار کرتے ہیں۔ حیدرآباد، بھوپال، بہاولپور وغیرہ کے خلاف تو وہ معمولی معمولی باتوں پر ہنگامہ بپا کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی اصلی شکایت نہ ملے تو فرضی شکایات وضع کر کے ہی اپنے شوق شورش پسندی و مسلم آزاری کو پورا کر لیتے ہیں۔ لیکن ہندو ریاستوں کے بڑے بڑے مظالم اور ذلیل ترین سلوک کو پورے اطمینان سے پی جائیں گے۔ راجپوتانہ، کاٹھیاواڑ اور جنوبی ہندوستان کی متعدد ہندو ریاستوں میں ان پر طرح طرح کی پابندیاں ہیں۔ مسلمانوں سے بارہا بدسلوکی کی گئی ہے۔ لیکن ان کے متعلق تو آریوں نے ہمیشہ تسلیم و رضا ہی کا شیوہ اختیار کئے رکھا ہے۔ کبھی اپنی مہر سکوت کو توڑا بھی تو مودبانہ عرض و معروض سے معاملہ آگے نہیں بڑھا۔ نہ شورشیں بپا ہوئیں نہ سول نافرمانیاں کی گئیں۔ نہ مہاشہ کرشن اور "مہاتما" خوشحال چند ڈکٹیٹر بنے۔ بس اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آریہ سماجیوں کا اصل مقصد کیا ہے؟

کچھ عرصہ ہوا ریڈیو کے محکمہ کے خلاف آریہ سماجیوں، مہاسبھائیوں اور دوسرے ہندی نواز و اردو دشمن ہندوؤں نے باقاعدہ مہم جاری کر رکھی ہے اور اسے مجبور کر رہے ہیں کہ وہ ایسی ... سنسکرت نما ہندی بھاشا میں خبریں وغیرہ نشر کیا کرے جسے صرف ہندی و سنسکرت کے "ودوان" ہی سمجھ سکتے ہیں۔ محکمہ ریڈیو نے ان لوگوں کی اس مہم سے مرعوب ہو کر ہندی سنسکرت کے بے شمار غیر مانوس اور ثقیل الفاظ اختیار بھی کر لئے ہیں جنہیں مسلمان چھوڑ ہندو بھی نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ لوگ اس پر بھی مطمئن نہیں۔ بلکہ ان کا مطالبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی، فارسی کا کوئی لفظ سرے ہی استعمال نہ کیا جائے۔ خواہ وہ کس قدر ہی عمدہ، موزوں اور عام فہم کیوں نہ ہو۔ "آریہ گزٹ" اپنی یکم ستمبر کی اشاعت میں دہلی کے ایک ہندی اخبار کے حوالے سے لکھتا ہے کہ :-

> "ریڈیو کی بھاشا آج بھی پہلے جیسی ہی عربی، فارسی شبدوں سے بھری ہوئی ہے۔ سلطنت برطانیہ، اقتصادیات، افغانستان، آئندہ۔ انتقام۔ بین الاقوامی آدمی دکٹ شبد آج بھی ان کی طرف سے بولے جاتے ہیں۔"

"آریہ گزٹ" کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ الفاظ ہرگز مشکل نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ معمولی تعلیم یافتہ ہندو بھی ان کا مطلب بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور یہ ہندی و سنسکرت کے ان الفاظ سے بہت زیادہ آسان اور عام فہم ہیں جنہیں کہ محکمہ ریڈیو ہندوؤں کے پراپیگنڈہ سے مرعوب ہو کر استعمال کرنے لگا ہے۔

اگر "آریہ گزٹ" کو ہمارے مندرجہ بالا بیان میں شبہ ہے تو زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آریوں اور ہندوؤں کا ایک خالص مذہبی اخبار ہے۔ ہم اس کی صرف ماہ اگست کی چار پانچ اشاعتوں میں سے اس سے زیادہ مشکل اور دقیق عربی، فارسی کے کم از کم پچاس الفاظ پیش کر سکتے ہیں۔ اگر "آریہ گزٹ" کے ہندی نواز اور اردو دشمن ہندو آریہ ناظرین ان الفاظ کا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ الفاظ ایک اس خالص مذہبی اخبار میں بلا تکلف درج ہو سکتے ہیں تو محکمہ ریڈیو کے لئے عربی، فارسی کے معمولی، عام فہم الفاظ کا استعمال کیوں ناجائز ہے۔ جبکہ محکمہ ریڈیو کی نشر کی ہوئی خبریں ہندوؤں کے علاوہ کروڑوں مسلمان، اچھوت، سکھ، عیسائی اور پارسی وغیرہ بھی سنتے ہیں ۔۔۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ان ہندی نوازوں کو ہندو راج کا منحوس تخیل اس غیر معقول شور و ہنگامہ کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ معقولیت و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ محکمہ ریڈیو ان کی اس چیخ پکار سے ہرگز متاثر نہ ہو۔

"آریہ گزٹ" یکم ستمبر میں لالہ دیوی چند جی ایم۔ اے کا ایک مضمون "بھیل جاتی کی رکھشا کا سوال" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں دیگر باتوں کے علاوہ وہ طریقے بھی بتائے گئے ہیں جن کے ذریعے بھولے بھالے بھیلوں کو پھانس کر ہندو بدستور اپنی تعداد کو زیادہ ظاہر کر سکتے ہیں۔ اس قسم کے مضامین پڑھ کر معاً اس گربہ مسکین کا خیال آ جاتا ہے جو بدنصیب کبوتروں سے ہمدردی ظاہر فرمایا کرتی تھی۔ اور موقعہ ملتے ہی انہیں شکار کر کے نوش جان کر لیتی۔ یعنی آریوں نے جس وقت وسط ایشیا سے آ کر ہندوستان پر قبضہ کیا ہے۔ تو یہاں کے مالک و حکمران یہی بھیل، گونڈ وغیرہ تھے۔ آریوں نے ان پر اس قدر ہولناک مظالم کئے۔ کہ یہ بدنصیب لوگ ڈر کے مارے جنگلوں اور پہاڑوں کی ... بھاگ گئے۔ اور اب تک نیم وحشیانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہندوؤں نے ہمیشہ انہیں اچھوت سمجھا۔ اور ان کے ساتھ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل سلوک کیا۔

جب تک کونسلوں، اسمبلیوں اور ان کی نشستوں کا معاملہ شروع نہیں ہوا تھا۔ آریہ سماجیوں اور دوسرے ہندوؤں کو کبھی بھولے سے بھی ان بدنصیبوں کی رکھشا کا خیال نہیں آیا تھا۔ اور اب یہ خیال بڑے زور شور سے آنا شروع ہو گیا ہے اور جوں جوں مردم شماری قریب آتی جاتی ہے۔ رکھشا کے اس خیال میں بھی روز بروز بڑی بیقراری اور دلسوزی پیدا کی جا رہی ہے ۔۔۔ اب تک بیچارے بھیل ادنیٰ درجے کے ذلیل اور ناپاک اور اچھوت سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اب انہیں اعلیٰ درجے کے ہندو، بلکہ راجپوت اور کھشتری ثابت کیا جا رہا ہے ۔۔۔ یہ ہے مردم شماری اور ووٹوں کی کرامت ۔۔۔ بے شک آریہ اور ہندو اس حکمت عملی اور گربہ مسکین والی پالیسی کو اختیار کرنے کیلئے مجبور ہیں۔ انہی غریب گونڈوں، بھیلوں اور اچھوتوں کے دم سے تو ہندو اکثریت کا بھرم قائم ہے۔ ورنہ برہمن۔ راجپوت اور بنئے تو سارے ہندوستان میں چند کروڑ سے زیادہ نہیں ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ایک مذہبی جماعت کیلئے مذہب کو اس طرح سیاسی اغراض کی خاطر استعمال کرنا اخلاقی لحاظ سے جائز ہے؟ سو یہ نہ پوچھئے۔ آریوں اور ان کے ہم خیال ہندوؤں کے نزدیک ہر ایک بات جس میں کہ فائدہ نظر آتا ہو جائز ہے۔ خواہ اس کی اخلاقی حیثیت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔

قلمی معاونین کی خدمت میں درخواست ہے کہ پیغام صلح کے محدود صفحات میں غیر معمولی طویل مضامین اور مراسلوں کے لئے جگہ نکالنا بہت مشکل ہے۔ احباب حتی الامکان اختصار سے کام لیا کریں۔ آئندہ سوائے خاص حالات کے تین قسط سے زیادہ طویل کوئی مضمون درج اخبار نہیں کیا جائے گا۔ (مسل میم)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم چہارشنبہ ۳۰ رجب ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۵

اشاعتِ اسلام اور مسلمان

مسلمانوں میں اعلائے کلمۃ الحق کرنیوالی جماعت کہاں ہے؟

علامہ سید جمال الدین افغانی مرحوم ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"مسلمان[1] خدا کے ساتھ تھے۔ اور کلمہ خدا کی سربلندی میں کوشاں رہے۔ اور انہوں نے کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہیں کیا اس لئے خدا بھی انہیں کے ساتھ تھا۔ خدا کی نصرت ان کے ساتھ قدم بہ قدم رہی۔ چنانچہ نص صریح ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم یعنی اگر تم خدا کی مدد کرو تو خدا بھی تمہاری مدد کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کو کسی سے لڑائی نہیں اور نہ وہ عاجز ہے کہ اپنے بندوں کی مدد کا محتاج ہو۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کو حاضر ناظر جانو اور کلمہ حق کی ترقی شریعت الہٰی کے اوامر و نواہی کے اجرا کی کوشش و سعی کرو۔ تو خدا بھی تم کو فتح و ظفر سے شاد کام و کامران کرے گا"

علامہ مرحوم نے مسلمانوں کے زوال کا باعث یہ بتایا ہے کہ مسلمان اب کلمہ حق کی ترقی میں کوشاں نہیں ہیں۔ انہوں نے اب خدا کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اس لئے خدا نے بھی انہیں فراموش کر دیا۔

ایک دفعہ کلکتہ کے انگریزی روزنامہ "سٹار آف انڈیا" نے لکھا تھا:-

"نہایت[2] افسوس کا مقام ہے۔ کہ جہاں دیگر مذاہب کے پیرو اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔ مقدس مذہب اسلام کی تبلیغ و حفاظت کیلئے مسلمان کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اس نہایت ضروری اور اہم فرض کی طرف کئی بار مسلمان حضرات کی توجہ منعطف کرائی گئی۔ کہ اسلام کی تبلیغ وسیع پیمانہ پر کی جائے اور غیر مسلمانوں کے حملوں کا جواب دیا جائے۔ اور جاہل اور ناواقف مسلمانوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کی جائے۔ مگر افسوس کہ کسی طرف سے بھی امداد نہیں پہنچی"

جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو اس کے احساسات معطل ہو جاتے ہیں۔ اس کے اندر نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ خدا کا دین اس وقت معرض خطر میں ہے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے تیروں کی بارش کر کے پیکر اسلام کا سینہ چھلنی کر دیا۔ لیکن مسلمانوں کی بے حسی کی انتہا ہے کہ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ان کے صحیفہ نگار اور قائدین ان کے فرائض منصبی کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہ نیبہ در گوش ہیں۔

اشعار

مبرز دگر خوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں
بر پریشاں حالئے اسلام و قحط المسلمیں

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں

اے مسلماناں چہ آثارِ مسلمانی ہمیں است
دین چنیں ابتر شما در جیفۂ دنیا رہیں

(کلام حضرت مسیح موعود)

اسلام ہر طرف سے دشمنوں کے زغہ میں ہے۔ لیکن مسلمانوں کو ستشوی عیش و نشاط سے فراغت نہیں سوائے "چند مٹھی بھر کافر" کا مستثنیٰ کرتے ہوئے مسلمانوں میں وہ جماعت کہاں ہے۔ جو اعلائے کلمۃ الحق کر رہی ہو۔ "متحدہ قومیت" کا خواب دیکھنے والے اور قومیت اور اوطان کی چوکھٹ پر سر رکھنے والے سینکڑوں جبہ پوش علماء مل جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں کوئی ایسا مرد مجاہد نہیں ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے نقد زیست پیش کرے شاید و باید۔

پروفیسر یوسف سلیم صاحب بی۔ اے نے جو "تحریک احمدیت" کے معترضین اور نقادوں میں سے ہیں۔ ایک دفعہ "حمایت اسلام" میں جو انجمن حمایت اسلام کا آرگن ہے "تبلیغ و اشاعت اسلام کی اہمیت اور ضرورت" کے عنوان پر ایک مضمون لکھا تھا جس کی تمہید جماعت احمدیہ کی تفاسیر میں یوں اٹھائی تھی۔[1]

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

اے مسلمانو تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جس کا نصب العین لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہو۔ یقیناً یہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

برادران ملت! آپ کے دلوں میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی اہمیت اور قدر و قیمت کا احساس جاگزیں کرنے کیلئے ارشاد خداوندی سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے؟ جس بات کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اس کی فرضیت میں کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے؟ میرا کام صرف اس قدر ہے کہ اس نص صریح کی کسی قدر تشریح کر دوں۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس جگہ دعوت الی الخیر سے مراد دعوت اسلام ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "خیر" اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ اسلام لانے سے بڑھ کر اور کونسی نیکی ہو سکتی ہے۔ اس آیت میں خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ تبلیغ و اشاعت اسلام یا دعوت الی الخیر یہ بات ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو علیم و خبیر ہے جانتا ہے کہ تمام افراد اسلام کو اس کام کیلئے یکساں سہولت ممکن نہیں ہو سکتی اور نہ یہ ممکن العمل ہے کہ جمیع مسلمانان عالم امور دنیوی سے کنارہ کش ہو کر صرف دعوت اسلام کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر سکیں لیکن یہ ضرور فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جس کا مقصد حیات اعلائے کلمۃ الحق کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ دیگر چیزیں ہمارے نزدیک تو یہ الیاد فقط تھا کہ حسب مقدور ہر مسلمان کا یہ فرض تھا کہ وہ اعلائے کلمۃ الحق کرتا لیکن اگر ایک مخصوص جماعت کو ہی اس فریضہ کا ذمہ دار فرض کر لیا جائے تو ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ جماعت کہاں ہے؟ جو مسلمان بھی اس جماعت کو تلاش کرنے کیلئے نگاہ اٹھائیگا۔ اس کی نگاہ صرف "چند مٹھی بھر کافروں" سے ٹکرا کر واپس لوٹ آئے گی۔ جو اعلائے کلمۃ اللہ کر رہے ہیں۔ جن کا اٹھنا بیٹھنا، گرنا سنبھلنا صرف اشاعت اسلام کیلئے ہے۔ جنکے جسم پیہم جد و جہد اور کشمکش کی وجہ سے لیسینہ میں شرابور ہیں۔ جن کا مقصد حیات صرف یہ ہے کہ دنیا میں خدا اور خدا کے رسول کا نام ملبند ہو۔ اور جن قوموں کی طرف قرآن مجید نہیں پہنچا۔ ان تک یہ صحیفہ حکمت پہنچ جائے۔

مسلمانوں سے بڑھ کر تو وہ اقوام جن کے مذہبی صحیفوں میں اشاعت اور تبلیغ کیلئے کوئی "نص صریح" موجود نہیں ہے۔ وہی اپنے مذہب اور مسلک کو پھیلانے کی زیادہ کوشش کر رہی ہیں۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ رسالہ "مسلم ورلڈ" میں جو کہ مشہور مسیحی رسالہ ہے امریکہ میں بائیبل کے تراجم کی روئیداد شائع ہوئی ہے۔ رقمطراز ہے:

"اسلام سے پہلے بائیبل کے صرف سات تراجم تھے سولھویں صدی عیسوی کے اخیر پر اکتالیس، انیسویں صدی کے شروع میں ۷۲۔ اور انیسویں صدی کے اختتام پر ۵۰۵ لیکن آج لندن کی بائیبل ہاؤس لائبریری میں ۹۳۳۔ تراجم بائیبل کے موجود ہیں"

مسلمانوں کیلئے شرم کا مقام ہے! انہیں چاہئے کہ اغیار کی تبلیغی کوششوں کا جائزہ لیں اور پھر اندازہ کریں کہ انہوں نے اپنے تبلیغی مشاغل کے بجالانے میں کس قدر تساہل اور تغافل سے کام لیا ہے۔ مسلمان اپنے فرائض کو فراموش کر دیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ تو اپنے وعدوں کو فراموش نہیں کرتا۔ اس کے وعدے اٹل ہیں۔ پہاڑ ٹل سکتے ہیں لیکن اس کے وعدے نہیں ٹل سکتے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اسلام غیر اقوام میں پھیلے گا اور لوگ فوج در فوج حلقہ اسلام میں داخل ہوں گے۔ اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کا انتظام کیا اور ایک عظیم الشان مجدد کو مبعوث فرمایا تاکہ دشمنان اسلام کی طرف سے قرآن مجید پر جو اعتراضات ہو رہے تھے ان کی مدافعت کرے اور تبلیغ اسلام کا ایک مستقل اور اجتماعی اہتمام کرے۔ چنانچہ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

"اسلام کیلئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے۔ اور آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھیگا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کیلئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کیلئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور خدا کی تجلی موقوف ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جماعت بنائی جو اسلام کیلئے یہ ذلت اور موت اپنے اوپر وارد کرے جس نے اپنی جانوں اور مالوں کو خدا کے دین کیلئے پیش کیا۔ اور مستقل طور پر اس کے فرائض میں داخل کیا گیا کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کرتی رہے۔ جن شاندار تبلیغی روایات کو مسلمان بالکل بھول چکے تھے اسے صرف جماعت احمدیہ لاہور نے زندہ کیا ہے اور اس جماعت کے قالب میں بھی اس مامور من اللہ کی پھونکی ہوئی روح ہے جس کی زندگی کا مقصد وحید یہ تھا کہ اسلام زندہ ہو اور از سر نو اسلام کی روحانی[4] فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور نے جتنی تندہی اور محنت شاقہ سے اشاعت اسلام کے فریضہ کو بجا لانے کی کوشش کی ہے اس کی دوسری مثال دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی ہمارے نزدیک صرف یہی ایک جماعت ہے جو آپ ولتکن ...

---

[1] زمیندار ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء۔ [2] بحوالہ حمایت اسلام لاہور ۲ نومبر ۱۹۳۲ء

[1] حمایت اسلام ۱۲ فروری ۱۹۳۳ء

شذرات

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری اور بہائی تحریک

محمودی جماعت کے مشہور رکن اور مبلغ ابوالعطا مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری آجکل کشمیر میں مقیم ہیں۔ "پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعت میں ان کا ایک مراسلہ "قرآنی شریعت اور بہائی شریعت کا موازنہ" کے عنوان سے درج کیا گیا تھا جس سے قارئین کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مولوی صاحب موصوف بہائی تحریک کے متعلق ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ جس میں ان کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل ابواب ہونگے:-

"(۱) بہائی تحریک کی تاریخ اور اس کا مقصد (۲) بابیوں کی شریعت البیان کے احکام (۳) بہائیوں کی شریعت الاقدس کا اصل نسخہ معہ ترجمہ اردو (۴) بہائیت کے بانی بہاءاللہ کا دعویٰ الوہیت (۵) قرآن مجید و بہائیوں کی شریعت میں موازنہ"

بہائی اور بابی تحریک فی الحقیقت ایک زبردست گمراہی اور بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس فتنہ نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب کی کتاب کے متعلق کوئی رائے اس کی اشاعت و مطالعہ کے بعد ہی ظاہر کی جا سکتی ہے لیکن فتنہ بہائیت کے ازالہ کی ہر ایک معقول و سنجیدہ کوشش ہمارے نزدیک قابل قدر و مستحق شکریہ ہے۔ اگر یہ کتاب اچھی اور مفید ثابت ہوئی تو ہم اس کی قدردانی اپنا فرض سمجھیں گے۔

مولوی اللہ دتا صاحب کی خدمت میں ایک مخلصانہ گذارش

لیکن واضح حقائق اور ٹھوس واقعات ہمیں مولوی صاحب موصوف کی اس کوشش کے متعلق کوئی بہتر توقع قائم کرنے سے روکتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے محمودی عقائد بہائیت سے ملتے جلتے ہیں اور بالکل اس کا چربہ اور نقل معلوم ہوتے ہیں۔ اکثر معاملات میں محمودی مذہب بہائیت کی تمہید ثابت ہو چکا ہے۔ ہمیں اس حقیقت کے اظہار کیلئے معاف فرمایا جائے کہ ہندوستان میں محمودیت نے بہائیت کے لئے راستہ صاف کرنے کی دانستہ یا نادانستہ پوری کوشش کی ہے، ہم مولوی اللہ دتا صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ جب بھی وہ بہائیت کی تردید کے لئے قلم اٹھائیں گے محمودی عقائد قدم قدم پر ان کے لئے زبردست روک ثابت ہونگے۔ ان عقائد سے دامن چھڑائے بغیر ان کا استدلال معقولیت سے اور انکی تردید بہائیت کی کوششیں کامیابی سے محروم رہیں گی۔

ہم ان کی خدمت میں نہایت خلوص کیساتھ درخواست کریں گے کہ وہ ذرا ٹھنڈے دل اور گہری نظر کے ساتھ محمودی اور بہائی عقائد کا موازنہ کریں، انہیں ان میں حیرت انگیز مشابہت نظر آئے گی۔

مسلم لیگ کا دانشمندانہ فیصلہ

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا سہ روزہ اجلاس بمبئی ۲ ستمبر کو بخیر و خوبی ختم ہوا۔ موجودہ نازک حالات و مسائل کے لحاظ سے یہ اجلاس ایک آزمائش و امتحان کا درجہ رکھتا تھا۔ مقام مسرت ہے کہ مجلس عاملہ کا تدبر اس امتحان میں ناکام نہیں رہا۔ اس اجلاس میں تین اہم قراردادوں کی منظوری کے علاوہ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ:-

"جو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جنگی کمیٹیوں میں شامل ہو کر وہ کوئی مفید کام کر سکیں گے انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے"۔

یہ فیصلہ نہایت مناسب اور دانشمندانہ ہے۔ اب مسلمانوں کے لئے جو جنگی کمیٹیوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں کوئی روک نہیں رہی۔ اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ جنگی کمیٹیوں میں شرکت و عدم شرکت کے معاملہ کے متعلق لیگی رہنماؤں میں قدرے ناگوار اختلاف پیدا ہو گیا تھا جو ایک حد تک لیگ کے ارکان کی یکجہتی پر بھی۔ . . . اثر انداز ہوا اور بعض مقامات پر تادیبی کارروائیوں کی ضرورت پڑی اس معمولی اختلاف پر کانگرسی حلقوں میں بے حد خوشیاں منائی گئیں اور پنجاب کے ہندو آریہ اخبارات نے جن کے سر پر ہمیشہ سنیچر سوار رہتا ہے جوتشیوں کی طرح منحوس پیشگوئیاں کرنی شروع کر دیں اور طرح طرح کی خبریں تصنیف کر کے چھاپیں امید ہے اس فیصلہ سے انہیں بے حد مایوسی ہوئی ہوگی اور کانگرسی حلقوں کی خوشیاں افسوس و ماتم سے بدل گئی ہونگی۔

عمل و سعی کی کامرانیاں

چند روز ہوئے متعدد اردو و انگریزی اخبارات میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی تھی:-

"کراچی ۳۱ اگست۔ کراچی میونسپل کارپوریشن کے ایک چپڑاسی نے جسکا نام بھدرا ہے اور جس کی اٹھارہ روپیہ ماہوار تنخواہ ہے اس سال بمبئی یونیورسٹی کا بی۔اے کا امتحان پاس کر لیا ہے یہ ایک دن کارپوریشن کے ایک اجلاس میں گیا تھا جس میں اس کا نام ٹیچری کے لئے جس کی تنخواہ ۷۵ روپے ماہوار ہوگی پیش کیا گیا"

خبر بظاہر معمولی ہے لیکن غور و فکر کرنیوالوں کیلئے اسمیں ترقی و کامرانی کا ایک مفید و بلند سبق موجود ہے۔ ایک چپڑاسی جسے دن بھر مزدوروں کی طرح مصروف رہنا پڑتا ہے اور بعض اوقات رات میں بھی فرصت نہیں ملتی ذرا ہمت اور محنت سے کام لیتا ہے اور اپنے فارغ اوقات کو صحیح طور پر صرف کرتا ہے تو چند سال میں گریجویٹ بن کر چپڑاسی کے فرش خاک سے ٹیچری کی کرسی تک ترقی کر جاتا ہے — ایسے محنتی نوجوانوں کے لئے ترقی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے وہ مشکلات کے ہجوم کے باوجود معمولی حیثیت سے ترقی کر کے اعلیٰ عہدوں پر جا پہنچتے ہیں — اکثر بڑے آدمیوں کی داستان حیات میں ہمیں یہی بات نظر آتی ہے، وہ نعمت جس کی بدولت بھدرا نے ترقی کی اور گریجویٹ بن گیا وہ قدرت نے قریباً ہر نوجوان کو عطا کی ہے لیکن اکثر اس کی قدر نہیں کرتے۔ اگر عزم و استقلال اور ان تھک محنت سے کام لیا جائے اور فارغ اوقات کو گپوں اور فضول مشاغل میں ضائع نہ کیا جائے تو بیشمار نوجوان مایوسی، ذلت، ناکامی اور مردہ دلی کی پستیوں اور تاریکیوں سے نکل کر پُرمسرت باعزت و کامران زندگی کے مالک بن سکتے ہیں۔ ہم احمدی نوجوانوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ اس قسم کی مثالوں سے کوئی عملی سبق حاصل کریں اور عمل و سعی کو اپنا شعار بنائیں۔ ان کے کندھوں پر انفرادی ذمہ داریوں کا

بنیادی ملازمتیں اور "پرتاپ"

ہندو اخبارات عمر بھر مسلمانوں کو طعنے دیتے رہے کہ وہ ہمیشہ ملازمتوں میں اپنے حصے کے لئے جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور قابلیت کی جگہ فرقہ داری کو معیار قرار دیتے ہیں۔ لہذا وہ بڑے ہی فرقہ پرست ہیں لیکن چند روز سے لاہور کے ہندو اخباروں نے سرکاری ملازمتوں میں ہندوؤں کی خیالی حق تلفی اور بعض قابل مسلمانوں کے تقرر کے خلاف جو طوفان مچا رکھا ہے۔ وہ فرقہ پرستی کی ذلیل ترین صورت ہے مسلمان تو اس لئے چیخ و پکار کرتے ہیں، کہ ملازمتوں کے کسی شعبہ میں بھی ان کو تناسب آبادی کے مطابق حصہ نہیں ملا۔ لیکن ہندوؤں نے محض اس بنا پر شور مچا رکھا ہے کہ بعض عہدوں پر مسلمان بھی فائز نظر آ رہے ہیں۔ حالانکہ مسلمان کسی عہدے کی قابلیت نہیں رکھتے!

پھر لطف یہ ہے کہ یہ اخبارات غلط اعداد و شمار شائع کر کے اس پر اپنے دعوؤں کی بنیاد رکھتے ہیں اس کے علاوہ ایک ہی قبیل کی ملازمتوں میں جو مسلمان ہیں اُن کو تو بہت اُجاگر کر کے دکھاتے ہیں اور ہندوؤں اور سکھوں کا ذکر ہی نہیں کرتے، مثلاً پرتاپ مورخہ ۱۹ اگست میں لکھا ہے۔ کہ وزیر اعظم کا پرسنل اسسٹنٹ مسلمان ہے اور گورنر صاحب کا بھی مسلمان ہے۔ لیکن مہاشے کرشن اس حقیقت کو فراموش کر گئے کہ:-

مسلمان وزیر تعلیم کا پرسنل اسسٹنٹ سکھ ہے
ہندو وزیر ترقیات کا پرسنل اسسٹنٹ ہندو ہے
ہندو وزیر مال کا پرسنل اسسٹنٹ ہندو ہے
سکھ وزیر ریونیو کا پرسنل اسسٹنٹ سکھ ہے

وزارت میں صرف وزیر اعظم اور وزیر بلدیات کے پرسنل اسسٹنٹ مسلمان ہیں۔ گویا چھ پرسنل اسسٹنٹوں میں صرف دو مسلمان لیکن وہ بھی مہاشے جی کی آنکھوں میں خار بنے ہوئے ہیں۔

"پرتاپ" نے آئی سی۔ایس کے افسروں اور ڈپٹی کمشنروں کے اعداد و شمار میں بھی غلط بیانی اور چالاکی سے کام لیا ہے۔ اور مسلمانوں کو زیادہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء کی سول لسٹ کے مطابق:-

کل ڈپٹی کمشنر ۳۱ ہیں۔ جن میں مسلمان ۷، اور ہندو اور سکھ نو ہیں۔ باقی انگریز و عیسائی۔

ڈسٹرکٹ و سیشن جج کل ۲۴ ہیں۔ جن میں مسلمان چھ، ہندو اور سکھ نو اور باقی عیسائی۔

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کل ۲۸۸ ہیں جن میں مسلمان ۱۰۹ ہیں باقی قریب قریب سبھی ہندو اور سکھ ہیں۔ اور مسلمانوں میں سے زیادہ تعداد نیچے کے درجوں میں ہے۔

سب جج ۱۶۳ ہیں۔ جن میں مسلمان صرف ۵۷ ہیں۔ باقی سب ہندو اور سکھ۔

"پرتاپ" نے ان عہدوں کو جو نظم و نسق حکومت اور عدالت گستری سے تعلق رکھتے ہیں۔ بے انتہا اہم اور "کلیدی عہدے" قرار دیا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ ان عہدوں کے متعلق اگر کسی قوم کو حق تلفی کی شکایت ہونی چاہیئے۔ تو وہ مسلمان ہیں۔ نہ کہ ہندو اور سکھ۔ جن کو ان کے حقوق سے بڑھ کر حصہ حاصل ہے۔ (انقلاب)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی بغاوت کی مثالیں!

ساتویں مثال حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم سے افضل قرار دینے کی جسارت

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

غلو کی گاڑی کی تیز رفتاری

جب غلو کی گاڑی چل پڑے تو رفتار تیز ہی ہوتی چلی جاتی ہے۔ پہلے تو محمودی صاحبان کی کوشش یہ تھی کہ ہمارا نبی کسی سے گھٹ کر کیوں رہے پھر یہ کوشش شروع ہوئی کہ سب سے بڑھکر کیوں نہ رہے اس کیلئے پہلے تو ایک مثال سننے میں آئی۔ کہ ایم۔ اے کا شاگرد ایم اے۔ ممکن ہے شاگرد ایم۔ اے اپنے استاد ایم۔ اے سے بڑھ جائے۔ مطلب یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے شاگرد تھے۔ لیکن بالکل ممکن ہے۔ شاگرد استاد سے بڑھ جائے یہاں تک تو فضیلت کا امکان تھا۔ ابھی فضیلت پیدا نہیں کی گئی تھی۔

فضیلت کے امکان کے بعد اگلا قدم

لیکن اب اس کیلئے اگلا قدم اٹھا اور وہ یہ کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے "انوار خلافت" میں بڑے اہتمام سے شائع فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ کو کسی صورت میں بھی آنحضرت صلعم سے کم نہ سمجھا جائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو مختلف انبیا کے نام خدا کی طرف سے دیئے گئے تھے۔ ان کی حکمت بیان کرتے ہوئے جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

"دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ سے بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔ تو مثیل کبھی عین ہوتا ہے کبھی اعلیٰ اور کبھی ادنیٰ تو خدا تعالیٰ نے بجائے اس کے کہ ایک ایسا لفظ رکھتا جو تین پہلو رکھتا تھا جس کا ادنیٰ درجہ لیکر حضرت مسیح موعود کی ہتک کی جاتی۔ ایسا لفظ رکھدیا کہ جس سے کوئی اور پہلو نکل ہی نہیں سکتا یعنی خدا تعالیٰ نے اس آنے والے نبی کو مثیل بدھ نہیں کہا۔ بلکہ بدھ ہی کہا ہے مثیل کرشن نہیں کہا بلکہ کرشن ہی کہا ہے مثیل مسیح نہیں کہا۔ بلکہ مسیح ہی کہا ہے اور اسی طرح اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں مثیل محمد صلعم قرار نہیں دیا۔ بلکہ محمدؐ ہی قرار دیا ہے تاکہ آپ کے درجہ کے کم کرنے والے آپ کے کمالات کا انکار نہ کر بیٹھیں۔ غرض یہ بڑی حکمت تھی جس کے لئے مثیل نہیں کہا گیا بلکہ اصل نبی کا نام دیا گیا"

(انوار خلافت صفحہ ۱۷۳-۱۷۴)

میاں صاحب کے قائم کردہ اصول

ملاحظہ فرمایا آپنے؟ جناب میاں صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے حضرت مسیح موعود کو کہیں مثیل مسیح نہیں کہا کہیں مثیل محمدؐ نہیں کہا۔ بلکہ جب کہا مسیح کہا جب کہا۔ محمدؐ کہا۔ اس مثیل کے لفظ سے اجتناب کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص جب دوسرے کا مثیل ہو تو ممکن ہے اس سے بڑھکر ہو یا اس کے برابر ہو۔ یا اس سے ادنیٰ ہو۔ چونکہ مثیل میں ادنیٰ کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کو ان سب نبیوں سے جن میں محمد رسول اللہ صلعم بھی شامل ہیں۔ ادنیٰ یعنی کم درجہ کا ماننا حضرت مسیح موعودؑ کی سخت ہتک ہے۔ اس لئے مسیح موعودؑ کو اس ہتک سے بچانے کے لئے خدا نے خاص طور پر اہتمام کیا۔ کہ خدا کے کلام میں مثیل کا لفظ ہی نہ آنے پائے۔ بلکہ جب کہا مسیح کہا مثیل مسیح نہیں کہا۔ تاکہ مسیح سے درجہ کم ہونے کا امکان نہ پیدا ہو سکے۔ اسی طرح جب کہا محمدؐ کہا مثیل محمد نہ کہا۔ تاکہ محمد رسول اللہ صلعم سے درجہ کم ہونے کا کوئی امکان نہ پیدا ہو سکے۔ غرضیکہ میاں صاحب کے اس قائم کردہ اصول کے ماتحت یہ تو فیصلہ ہو گیا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی شان حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے کسی پہلو میں بھی کم نہیں اور خدا کو بھی اس معاملہ میں اس قدر شغف ہے کہ اس نے اس خطرہ سے کہ مبادا کوئی غلطی سے حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے یا حضرت مسیح سے درجہ میں کم سمجھ لے۔ مثل کا لفظ ہی اڑا دیا۔ اور جب آپ کو مخاطب کیا تو محمدؐ کہا مثیل محمدؐ نہیں کہا۔ مسیح کہا مثیل مسیح نہیں کہا۔

میاں صاحب اپنے ایجاد کردہ اصول کے خود بھی پابند نظر نہیں آتے

تو اصولاً اب یہ ہونا چاہئے کہ جب مثیل کے لفظ کو اڑا دیا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ ان نبیوں سے یعنی حضرت مسیح اور حضرت محمد صلعم سے درجہ میں نہ کم ہوں۔ بلکہ ٹھیک ٹھیک مساوی درجہ پر ہوں۔ لیکن اس اصول کے جو جناب میاں محمود احمد صاحب کا اپنا ایجاد کردہ ہے۔ میاں صاحب خود بھی پابند نظر نہیں آتے کیونکہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود کو خدا نے مسیح کہا مثیل مسیح نہیں کہا پھر بھی جناب میاں صاحب مسیح موعودؑ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی تمام شانوں میں افضل مانتے ہیں۔ تو اس سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ میاں صاحب کے نزدیک اس مثیل کے لفظ سے اجتناب میں خدا کو فقط یہی مدنظر تھا کہ مسیح موعود کا درجہ کسی طرح حضرت مسیح اور حضرت محمد صلعم سے کم نہ سمجھا جائے۔ ان نبیوں سے افضل سمجھنے کا حرج نہیں۔

مرتبہ میں فضیلت کیلئے یہ خودساختہ اصول حارج نہیں ہے

جناب میاں صاحب نے جو یہ قاعدہ بنایا ہے تو فقط درجہ کی کمی کا پہلو خارج کرنے کیلئے بنایا ہے مرتبہ میں فضیلت اور زیادتی کے لئے یہ قاعدہ حارج نہیں ہے۔ بیشک مسیح موعود کو حضرت محمد صلعم سے افضل سمجھ لو۔ تو یہ قاعدہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں حضرت محمد صلعم سے کم درجہ کا سمجھو گے تو یہ قاعدہ ٹوٹ جائے گا۔ گویا اس قاعدہ کے رد سے حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے درجہ میں افضل تو ہو سکتے ہیں۔ مگر درجہ میں کم نہیں ہو سکتے۔ اس کے متعلق میاں صاحب کا ایک زیادہ واضح حوالہ جسے محمودی غلو کا خاص شاہکار کہنا چاہئے۔ ملاحظہ ہو:۔

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے"

(ڈائری میاں محمود احمد صاحب مطبوعہ اخبار الفضل ۱۷ ار جولائی ۱۹۲۲ء)

"پیر کے بعد مریدوں کے کمالات"

آنحضرت صلعم پر حضرت مسیح موعودؑ کی فضیلت کیلئے جب اس طرح دروازہ کھول لیا گیا۔ تو اب میاں محمود احمد صاحب کے حاشیہ نشینوں نے ہوا کا رخ سمجھ لیا۔ وہ مرغ بادنما کی طرح اسی طرف گھوم گئے۔ ہمہ صر خدا کے خلیفہ نے انہیں سکھا یا تھا اٰخرین منھم سے بعثت اولیٰ اور بعثت ثانی کی اصطلاح تو رائج ہی تھی۔ اب آیت للاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ سے جو محمد رسول اللہ صلعم کی شان میں ہے یہ استنباط کیا گیا کہ آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی جو مسیح موعودؑ کے رنگ میں ہے بعثت اولیٰ سے افضل ہے۔ کبھی کہا گیا کہ آنحضرت صلعم حضرت عیسےٰ سے چھ سو سال بعد آئے اور مسیح موعود آنحضرت صلعم سے تیرہ سو سال بعد آئے۔ اس لئے ڈبل نورس یعنی دگنی روحانی قوت سے آئے۔ خود جناب میاں بشیر احمد صاحب نے بڑے زور سے فرمایا۔

"اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں۔ تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو اور دوسری بعثت میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اشد ہے۔ آپ کا انکار کفر نہ ہو"

(ریویو آف ریلیجنز مضمون کلمۃ الفصل صفحہ ۱۴۶-۱۴۷)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف اس قسم کے عقیدہ کو منسوب کرنا تو بالکل مغالطہ یا کوئی غلط فہمی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جناب میاں بشیر احمد صاحب نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ اس دوسری بعثت میں پہلی بعثت سے یعنی حضرت مسیح موعودؑ میں آنحضرت صلعم کی نسبت روحانیت زیادہ قوی اور زیادہ کامل اور زیادہ مضبوط ہے

ایک محمودی ڈاکٹر کی گستاخانہ جسارت

اس کے بعد ایک بے ادب محمودی ڈاکٹر نے یہاں تک جسارت کی کہ قادیانی اخبارات میں اس امر پر بحث شروع کر دی کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے ۱۳۰۰ برس بعد تشریف لائے۔ اس لئے مسئلہ ارتقا کے ماتحت نعوذ باللہ آپ کا دماغ آنحضرت صلعم کے دماغ سے زیادہ نشوونما یافتہ اور ترقی کردہ تھا۔ لیکن ان سب کا سرتاج وہ مضمون تھا جو ۱۹ ر سے ۲۲ ر ستمبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں شائع ہوا اور جسے بعد میں بھی دہرایا گیا جس میں آیت میثاق النبیین کا موعود رسول جس پر ایمان لانے کیلئے تمام نبیوں سے عہد لیا گیا تھا بجائے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے حضرت مسیح موعود کو قرار دیا گیا۔ وہ حوالہ حسب ذیل ہے:۔

"واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ آل عمران آیت ۸۲ کی تفسیر جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شامل ہیں کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں۔ آنحضرت صلعم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں ۔ ۔ ۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے . . . . . تم سب اس پر ایمان لانا اور پھر ایک طرح اس کی مدد فرض سمجھنا۔ جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں کہ نہ مانیں"

پھر یہ دیدہ دلیری دیکھئے کہ ۱۹۳۵ء میں ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی نے ایک ٹریکٹ "خاتم النبیین کا صحیح مفہوم" شائع کیا تو اس میں بھی اسی عقیدہ

شیعہ کو دہرایا۔

آیت میثاق النبیین کے مصداق کے متعلق مسلمہ متفقہ عقیدہ

ہر ایک محقق جانتا ہے کہ یہی وہ آیت میثاق النبیین ہے جس کے رو سے ہر ایک نبی اگر وہ زندہ ہو اور اس کی امت اس بات کی مکلف ہے کہ اس رسول موعود پر ایمان لاوے جس کا اس میں ذکر ہے اور یہی وہ رسول موعود ہے جس کی رسالت عالمگیر ہے یعنی تمام دنیا کیلئے اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ یہی وہ رسول ہے جس کے ذریعہ دین نے اپنی تکمیل پر پہنچنا تھا اور اس کے ذریعہ الگ الگ قومی مذہبوں کا خاتمہ ہو کر ایک عالمگیر مذہب قائم ہونا تھا۔ جس میں تمام دنیا کی قوموں کو ایک جھنڈے کے تلے جمع کرنا مقصود تھا۔ اور یہی وہ نبی تھا جس پر نبوت ختم تھی۔ کیونکہ نبوت نے دنیا میں جو کام کرنا تھا۔ وہ اس رسول کے ذریعہ اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ آج تک تمام مسلمان اور خود حضرت مسیح موعودؑ یہی سمجھتے رہے۔ کہ یہ رسول موعود حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں اور یہی وہ خصوصیات ہیں جن سے آپ کو تمام دوسرے نبیوں پر فضیلت ہے۔ خود آنحضرت صلعم نے اپنے تئیں اس آیت کا مصداق بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے واضح ارشادات

حضرت مسیح موعود اس آیت کا مصداق ہمیشہ آنحضرت صلعم کو ہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قولہ تعالیٰ۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتٰب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ۔ الخ۔ ترجمہ اور یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا۔ اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ . . . . . اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے۔ یہ ہر نبی کی امت کیلئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا۔ اب بتلاویں میاں عبدالحکیم خاں بہم ملاحظہ ایمان۔ کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا۔ جو گو آنحضرت صلعم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

پھر اسی بات کا آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸ میں (حاشیہ) مکرر ذکر فرمایا ہے پھر براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۱۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ "قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لتؤمنن بہ و لتنصرنہ"۔ یہ اسی آیت میثاق النبیین کا حوالہ ہے۔ جس سے آپ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ ہر ایک نبی اس آیت کے رو سے رسول موعود یعنی آنحضرت صلعم کا امتی ہے۔ پھر اسی کتاب "حقیقۃ الوحی" کے تتمہ میں صفحہ ۱۸ پر حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مبارک اس خدا نے خبر دی جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا۔ تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع کرے"۔

محمودیوں کی افسوسناک ضد و بے راہ روی!

لیکن ان محمودی لوگوں نے جنہوں نے اس معاملہ میں اپنے ہوائے نفس کو سب پر مقدم کر رکھا ہوا ہے آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کو پس پشت پھینک کر نہایت دلیری سے آیت میثاق النبیین کا موعود بجائے محمد رسول اللہ صلعم کے مسیح موعود کو قرار دیا۔ مزہ یہ کہ مدعی سست گواہ چست۔ حضرت مسیح موعود تو رسول موعود آنحضرت صلعم کو بتلائیں اور یہ اس کے برخلاف خود حضرت مسیح موعودؑ کو اس کا مصداق بتلائیں آخر کیوں؟ اسی لئے کہ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی فضیلت جملہ انبیاء جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں مسلّم ہو جائے گی۔ کیونکہ ان جملہ انبیاء سے جن کا اس میں ذکر ہے اور بقول ان کے جن میں حضرت محمد مصطفےٰ صلعم بھی شامل ہیں یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ اگر وہ زندہ ہوں تو جس وقت یہ رسول موعود یعنی بقول ان کے مسیح موعود آوے تو وہ مسیح موعود پر ایمان لاویں اور اس کی اتباع کریں اور اس کی نصرت کریں۔ گویا آج یہ قول سچا ہے کہ لو کان محمد حیا لما وسعہ الا اتباع المسیح الموعود کہ اگر آج محمد صلعم زندہ ہوتے تو انہیں اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ مسیح موعودؑ کی اتباع کرتے اور ان پر ایمان لاتے اور ان کی نصرت کرتے اور ان کی امت میں داخل ہوتے یعنی حضرت مسیح موعودؑ متبوع اور آقا ہوتے اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نعوذ باللہ متبع اور غلام اور امتی ہوتے

محمودی آنحضرت صلعم کی شدید توہین کے مرتکب ہیں

یہ نتیجہ اتنا دقیق تو نہیں کہ انسان سمجھ نہ سکے۔ مگر جب ایک قوم اپنے نبی کو سب نبیوں سے بڑھانا چاہتی ہو تو پھر سب کچھ حلال ہو جاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو ان نبیوں کے ذیل میں شامل کرنا جن سے رسول موعود پر ایمان لانے اور اس کی اتباع اور نصرت کرنے کا عہد لیا گیا تھا آنحضرت صلعم کی اتنی بڑی ہتک ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ نہ تو آپ کی رسالت عالمگیر ہے جس کے ماننے کیلئے ہر ایک نبی اور اس کی امت مکلف ہے۔ اور نہ وہ آپ آخری نبی ہیں جس کے جھنڈے کے نیچے دنیا کی تمام قوموں کیلئے ایک مرکز وحدت پر جمع ہونا مقدر تھا۔ اور نہ آپ کے ذریعہ دین تکمیل کو پہنچا۔ کیونکہ ابھی آپ کے بعد وہ عظیم الشان رسول آنا باقی تھا جو تمام نبیوں اور ادیان کا موعود ہے۔ ابھی تو امہات میں ایک بہت بڑا خانہ خالی پڑا تھا۔ جو اس رسول موعود کے آنے سے پُر ہونا تھا پس جب تک وہ رسول موعود نہ آجائے اور اس کی وحی نبوت یعنی کتاب نہ آجائے۔ دین اور شریعت کیسے کمل ہو سکتی ہے۔ کیا اس عقیدہ سے آنحضرت صلعم کی کوئی خصوصیت اور فضیلت باقی رہ جاتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی ساری خصوصیات اور فضیلتیں حضرت مسیح موعودؑ میں منتقل ہو جاتی ہیں جو آنحضرت صلعم کی شان میں بہت بڑا ظلم اور آپ کی سخت توہین ہے اور حضرت مسیح موعود پر بھی دریدہ کا افترا اور بہتان ہے۔

اصولاً محمودیت بہائیت کی دوسری شکل ہے

یہ عقیدہ تو بہائیوں نے نکالا تھا۔ اور رسول موعود بجائے آنحضرت صلعم کے بہاء اللہ کو قرار دیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اسلام کو ایک قومی اور وقتی اور ناقص دین قرار دیتے ہوئے بہاء اللہ کے ذریعہ دین کی تکمیل کرتے ہیں۔ ان محمودیوں نے عقیدہ تو وہی لیا لیکن اس کے نتائج جو اس کے ساتھ لازم و ملزوم تھے پردہ میں چھپا کر رکھے۔ تاکہ عام مسلمانوں کو اور خود ان کی جماعت کے لوگوں کو پتہ نہ لگے۔ اور یہ بہت خطرناک بات ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک مسلمان یا احمدی دھوکہ میں رہتا ہے۔ وہ غلطی سے یہی سمجھتا رہتا ہے کہ دین میں اور شریعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا لیکن حقیقت میں جیسا کہ میں اوپر دکھلا آیا ہوں۔ ان عقائد کے رو سے امہات اور دین کی تکمیل اب حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ہوئی۔ جب وہ رسول موعود یعنی مسیح موعود آگیا جس کی اتباع کیلئے ہر ایک نبی اور اس کی امت سے عہد لیا گیا تھا۔ اور جو تمام ادیان کا اور تمام نبیوں کا جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں۔ موعود اور متبوع ہے پس دین اب مکمل ہوا۔ اور یہ دین اس دین سے مختلف ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ آیا تھا۔ وہ ناقص تھا اور یہ کامل ہے پس اصولاً محمودیت بہائیت کی ہی دوسری شکل ہے۔ بہائیت کا فتنہ ظاہر ہے اور محمودیت کا فتنہ پس پردہ ہے۔ اس لئے زیادہ خطرناک ہے۔ اللہ اس سے ہر ایک مسلمان اور احمدی کو پناہ میں رکھے

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے چند باطل سوز اور غلو شکن حوالے

اب میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے دو تین حوالے نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا۔ کہ حضرت اقدس آنحضرت صلعم کو ہمیشہ اپنا آقا اور متبوع سمجھتے رہے اور ان کی غلامی پر فخر کرتے رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور جو کچھ اس کے خلاف آج محمودیت پیش کر رہی ہے وہ آپ پر سراسر افترا ہے۔ سب سے پہلے آپ کا الہام ملاحظہ ہو۔ وہو ہذا

> بر تر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
> جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

پھر ایک جگہ ایک دشمن اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی غلامی پر ناز کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

> الا اے منکر از شان محمدؐ ہم از نور نمایان محمدؐ
> کرامت گرچہ بے نام و نشان است بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

اپنے آقا آنحضرت صلعم کی تعریف کرتے ہوئے ایک جگہ آپ کی عظمت اور اپنے عشق کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں:۔

> یا نبی اللہ نثار روئے محبوب توام
> وقف راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار
> راغب اندر رحمت یار رحمۃ اللہ آمدیم
> ایکہ چوں ما بر در تو صد ہزار امیدوار
> صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
> واں مسیح ناصری شد از دمش او بے شمار

ایک اور جگہ آنحضرت صلعم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
> نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
> اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
> وہ ہے۔ میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تمام تحریریں آنحضرت صلعم کے ساتھ اسی قسم کے عقیدتمندی کے جذبات سے بھری پڑی ہیں جس کا دل چاہے پڑھ کر دیکھ لے۔ میں یہاں میں ایک حوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶ سے نقل کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اور اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے

جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا۔ وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری کیا حقیقت ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں۔ کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں ؁

(ختم شد)

احمدی بچوں

کی صحیح تربیت کیلئے ضروری ہے کہ انہیں ابھی سے دین کے ساتھ محبت اور لگاؤ پیدا کرنے کی راہ بتائی جائے۔ اس غرض کیلئے جماعت نے ایک آنہ فنڈ قائم کیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنی جیب سے کچھ پس انداز کر کے مہینہ میں کم از کم ایک آنہ اس فنڈ میں دے کر خدمت دین کا جذبہ اپنے دلوں میں پیدا کر سکیں۔ والدین کو اس بارہ میں خاص توجہ کر کے اپنے قرۃ عین کا سامان کرنا چاہئے۔

(دفتر تحصیل)

باجلاس خان محمد سرفراز خاں ایم ایس سی
ایل ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

مثل نمبر ۲۴۰ سنہ ۱۹۴۰ء

مقدمہ ڈاکٹر ٹی۔ مور کنل کوئٹہ۔ مدعی
بنام حسین مسیح بہرہ معرفت الٰہ بخش (ڈوڈی) بہرہ کوارٹر ڈاکٹر ٹی مور کنل اسلام آباد۔ کوئٹہ

دعوےٰ۔۔۔۔۔ ۲۰ روپے

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا۔ اس لئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۹ ستمبر ۱۲ ؁ بوقت ۱۰½ بجے دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو بموجب آرڈر ۹ قاعدہ ۶ ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۲۰ اگست ۱۹۴۰ء کو ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

دستخط حاکم (مہر عدالت)

رفتار عالم

ہندوستان

—— کلکتہ ۹ اگست۔ وایسرائے اور صدر کانگرس مولانا ابوالکلام آزاد کے درمیان اس ماہ کے وائل میں جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ آج شائع ہوگئی ہے۔ یہ خط و کتابت صرف دو خطوں اور تین تاروں پر مشتمل ہے۔

—— حیدرآباد دکن ۳ ستمبر۔ امسال ڈاکٹر رضی الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کو طبیعات میں "نوبل پرائیز" دیا گیا ہے۔

—— لاہور ۱۳ اگست معراج النبیؐ کی تقریب کے سلسلہ میں کل یہاں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلوس نکلا جو نہایت امن سے اختتام پذیر ہوا۔

—— لاہور یکم ستمبر۔ ڈاکٹر نند لال بیرسٹر کا کل انتقال ہوگیا آپ لاہور کے ایک مشہور قانون دان تھے۔ سیاسیات اور علمی اجتماعات میں بھی خاصہ حصہ لیتے تھے۔

—— لاہور یکم ستمبر جمعہ کی شام تک لاہور کے جنگی طیارہ فنڈ کی میزان ایک لاکھ ۴۴ ہزار ۷۲ روپے تک پہنچ چکی ہے۔

—— بمبئی ۲ ستمبر آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا سہ روزہ اجلاس آج ختم ہوگیا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جنگی کمیٹیوں میں شامل ہو کر وہ کوئی مفید کام کر سکیں گے انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ مجلس عاملہ نے تین قراردادیں منظور کی ہیں۔

—— **پہلی قرارداد** میں وایسرائے کے بیان اور مسٹر ایمرے کی وضاحت کو ایک معقول ترقی کن اقدام قرار دیتے ہوئے اس امر پر اظہار اطمینان کیا گیا کہ ملک معظم کی حکومت نے مسلم لیگ کے اس مطالبہ کو بحیثیت مجموعی عملی طور پر پورا کر دیا ہے کہ وہ آئندہ کوئی آئین مستقل یا عارضی مسلم لیگ کی منظوری یا مشورہ کے بغیر نہیں بنائے گی۔

—— **دوسری قرارداد** میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ وایسرائے کے اعلان اور مسٹر ایمرے کی تقریر میں ہندوستان کی قومی زندگی سے متعلق جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ ان کا کوئی وجود نہیں اور وہ تاریخی طور پر غلط ہیں اس قرارداد میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کی منظور کردہ پاکستانی سکیم پر مسلم لیگ کے اعتقاد کی دوبارہ تصدیق بھی کی گئی۔

—— **تیسری قرارداد** میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ملک معظم کی حکومت نے اس اصول کی تائید کی ہے جس پر مسلم لیگ نے زور دیا ہے۔ اور دوران جنگ میں ایگزیکٹو کونسل میں توسیع۔ نیز آل انڈیا اساس پر جنگی مشاورتی کمیٹی کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔

—— آخر میں مجلس عاملہ نے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو اختیار دیا ہے کہ وہ وایسرائے ہند سے بعض امور کے متعلق وضاحت طلب کریں۔

—— جن امور کے متعلق وضاحت طلب کی جائے گی۔ ان میں سے قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔

(۱) مجوزہ جنگی مشاورتی کمیٹی کا دائرہ عمل اور اس کی خدمات (۲) ایگزیکٹو کونسل میں مسلمانوں کی نمائندگی کیلئے مسلم لیگ کے کتنے نمائندے لئے جائیں گے اور ان کو کس تعداد میں قلمدان ہائے وزارت پیش کئے جائیں گے (۳) اہم اور مخصوص معاملات میں مذکورہ بالا نمائندوں کا دائرہ اقتدار اور ان کا کام۔

—— کلکتہ یکم ستمبر۔ انگلستان سے تقریباً ایک سو بچے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ان میں اکثر کے والدین ان کے ساتھ ہیں۔ باقی آیاؤں کی نگرانی میں ہیں بچوں کی تعلیم کیلئے وار امیر جنسی ایجوکیشن کمیٹی انتظام کر رہی ہے۔

—— لاہور ۲ ستمبر خاکساروں کو خلاف قانون جماعت قرار دینے کا حکم واپس لے لیا گیا ہے اور اس بارہ میں حکومت پنجاب اور چیف کمشنر دہلی نے باقاعدہ اعلانات جاری کر دیئے ہیں ادارہ علیہ کا رقبہ واقعہ اچھرہ متصل لاہور بھی پابندی سے آزاد ہوگیا۔

ممالک خارجہ

—— لندن اور انگلستان کے دیگر مقامات پر جرمن طیاروں کے حملوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے حکومت برطانیہ نہایت کامیابی کے ساتھ ان حملوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ جرمن طیارے انتہائی کوشش کے باوجود انگلستان کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکے۔

—— اس کے مقابلے میں برطانی طیارے بھی برلن اور جرمنی کے دیگر مقامات پر حملے کر کے بمباری کر رہے ہیں انہوں نے وہاں فوجی اہمیت کے مقامات اسلحہ اور جنگی کارخانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

—— ہوائی جنگ میں جرمنی کے بہت زیادہ طیارے ضائع ہوئے ہیں۔ اس کے مقابلے میں برطانوی طیاروں کا نقصان کم ہوا ہے۔

—— لندن یکم ستمبر کل کے حملوں میں جرمنی کے ۸۵ طیارے کام آگئے اور اس کے برعکس برطانیہ کے صرف ۳۵ طیارے ضائع ہوئے۔

—— لندن یکم ستمبر برطانوی طیاروں نے بریمن (جرمنی) میں ایک طیارہ ساز کارخانہ پر گزشتہ چھ دن سے مسلسل بمباری کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے جس کی وجہ سے کارخانہ کا بالکل صفایا ہوگیا ہے۔

—— بلقان میں حالات روز بروز زیادہ مخدوش ہو رہے ہیں۔ رومانیہ کا معاملہ لمحہ بہ لمحہ زیادہ خطرناک اور پیچیدہ بن رہا ہے۔

—— برلن ۳۱ اگست سرکاری جرمن نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ آغاز جنگ سے ۱۲ ماہ کے اندر جرمنی کو حسب ذیل نقصانات ہوئے ہیں مقتولین ۲۹ ہزار کے قریب مجروحین۔ ایک لاکھ ۳۴ ہزار گمشدہ جرمن سپاہی ۲۲ ہزار۔

—— ترکی کی تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مشہور ترک جنرل وہب پاشا کا گزشتہ ماہ انتقال ہوگیا۔ آپ نے گزشتہ جنگ عظیم میں بھی حصہ لیا تھا اور شاہ حبشہ کی حمایت میں اطالویوں سے جنگ کی تھی۔

—— لندن ۲ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ جمعرات کے روز مسٹر چرچل پارلیمنٹ میں حالات جنگ کے متعلق ایک بیان دیں گے۔

—— بخارسٹ ۲ ستمبر کل سے ہنگری کی فوجیں شمالی ٹرانسلوینیا میں داخل ہونی شروع ہوگئی ہیں۔ رومانیہ میں شمالی ٹرانسلوینیا کی واگذاری کے خلاف شدید جوش پھیلا ہوا ہے جرمنی اور اٹلی کے خلاف زبردست مظاہرے ہو رہے ہیں۔

—— ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ بخارسٹ میں اطالوی اور جرمن سفارتخانے کی کھڑکیاں لوگوں نے توڑ ڈالیں۔ جرمن جھنڈا پھاڑ ڈالا۔ بخارسٹ کے شاہی محلات اور اطالوی اور جرمن سفارتخانوں پر فوجی پہرے لگے ہوئے ہیں۔

—— حکومت رومانیہ ان مظاہروں کی وجہ سے سخت پریشان ہے۔ اسے خطرہ ہے کہ ان مظاہروں کو بہانہ بنا کر سارا ٹرانسلوینیا نہ چھین لیا جائے۔ وزیر داخلہ نے اعلان کیا ہے کہ کوئی ان مظاہروں میں حصہ نہ لے کئی سرکردہ لوگوں کو گرفتار کر کے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا ہے۔

—— لندن ۲ ستمبر جرمنی کی ایک آبدوز کشتی نے ایک برطانوی جہاز کو جو انگلستان سے پناہ گزین بچے کینیڈا لے جا رہا تھا۔ تارپیڈو کر دیا۔ جہاز ڈوب گیا۔ بچے لمبی مسافت سے بچا لئے گئے۔ اور انہیں واپس برطانیہ پہنچا دیا گیا۔

—— لندن ۲ ستمبر گزشتہ رات یہاں دشمن نے فضائی حملہ نہیں کیا۔ البتہ صبح کے وقت خطرہ کا الارم کیا گیا تھا۔

—— قاہرہ ۲ ستمبر کل حیفہ پر دشمن کے طیاروں نے فضائی حملہ کیا اور بم گرائے لیکن نقصان معمولی ہوا۔

—— لندن ۲ ستمبر یکم ستمبر کو لڑائی شروع ہوئے پورا ایک سال گزر گیا ہے۔ اس دوران میں جرمنی کے ۔۔۔۔ ۴ طیارے تباہ ہوئے۔

معاصرین کے افکار

اپنوں کی بے عملی

(۱) جماعت کے چار تبلیغی مشن یورپ کے چار مختلف ملکوں میں کام کر رہے ہیں

(۲) قرآن پاک کا ترجمہ تین مغربی زبانوں (انگریزی، جرمن اور ڈچ) میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اس جماعت کی طرف سے اخبارات و رسائل پانچ مختلف زبانوں میں جاری ہیں۔

(۴) برلن میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔

(۵) دنیا کی تیس زبانوں میں اسلامی لٹریچر کا ترجمہ شائع کیا۔

(۶) ۱۰ ہزار کاپیاں قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی مفت تقسیم کیں۔ ۲ ہزار جرمن ترجمہ کی ۱۵ ہزار سیرت نبوی کی، ۵۰ ہزار دوسری اسلامی کتابوں کی۔

(۷) دو بورڈنگ ہوس جماعت کی طرف سے چل رہے ہیں، ان کی عمارتیں تعمیر ہوئیں

(۸) جماعت کی آمدنی پہلے کبھی ۷ ہزار سالانہ تھی اب ۱ ¾ لاکھ سالانہ ہے! یہ فہرست اپنی کارگزاری کی لاہور کی "جماعت احمدیہ" نے پیش کی ہے، اس کی تعداد خود اسی قول کے مطابق کل ۱۰ ہزار ہے یہ کارنامے کل دس ہزار کی آبادی کے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اپنی لاکھوں کی نہیں کروڑوں کی تعداد کو یاد کیجئے، اور پھر اپنے عملی اور تعمیری کارناموں کا جائزہ لیجئے!..." (صدق)

اخلاق نہیں صحت کے نقطۂ نظر سے

مجلس صحت عامہ (حیدر آباد دکن) کے ایک اجلاس میں ڈاکٹر صاحب نے "ہوا" پر تقریر کے ذکر کے ضمن میں بیان فرمایا ہے:۔

"ایک اور نکبت جو عام طور پر ہماری دامنگیر ہے، وہ سینما گھروں کی تفریح ہے۔ ہمارے بیشتر سینما گھر ایسے ہیں جنہیں ہوا کو منتقل کرنے اور داخل کرنے والے پنکھے موجود نہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ہماری آبادی کا کم از کم ۹۵ فیصدی حصہ سگریٹ پئے بغیر زندہ رہے۔ ان دو نکبتوں کی موجودگی میں چھت پر آویزاں پنکھوں کا مسلسل کام کرتے رہنا اس گرم ہوا کو کچھ تو سانس کے ذریعہ اور کچھ سگریٹ کی بدولت قدرتی طور پر اوپر جا کر روشندانوں کے ذریعہ سے خارج ہو سکتی ہے روک دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سینما بین حضرات جو غالباً بغرض تفریح تین گھنٹے سینما میں گزارتے ہیں، دھوئیں اور گندہ ہوا کے سمندر میں ڈوبے رہتے ہیں اگر اسی کا نام تفریح ہے تو سزا کی کیا تعریف ہو سکتی ہے؟" (رسالہ حکیم دکن۔ ماہ شہریور ۱۳۴۹ف صفحہ ۵۰)

اخلاقی دینی نقطۂ نظر کو چھوڑئیے خالص طبی نقطۂ نظر سے بھی اپنے محبوب ترین مشاغل، سگریٹ بازی اور سینما بازی کی بحقیقت آپ نے دیکھ لی؟ یوں کوئی آپ کو منٹ دو منٹ کیلئے بھی دھوئیں میں کھڑے ہونے کو کہے تو کیسا ناگوار ہو لیکن اس پر خوشنمائی کا پردہ یہیں پڑا ہوا ہے اسلئے خود اپنی طرف سے شوق کر کے گھنٹوں ہم بہ قول اس طبی مقالہ نگار کے "دھوئیں کے سمندر" میں ڈوبے رہتے ہیں، اور نہ اس میں کوئی تکلیف و بدنمائی محسوس کرتے ہیں، اور نہ اس سے ہمارے کسی احساس لطافت و نفاست کو صدمہ پہنچتا ہے! اور ایک سینما پر موقوف نہیں، ہر بداخلاقی و بدکرداری کا یہی حال ہے۔ ظاہر آراستہ و خوشنما اور باطن نہایت درجہ گندہ، کشش ان میں صرف اس وقت تک ہے جبتک انسان شیطان جلد باز کے پنجے میں ہے اور غور نہیں کرتا ورنہ اگر ذرا بھی اصل حقیقت پر نظر کر لی جائے تو رغبت کیسی، الٹی نفرت ہو جائے! (صدق)

جرمنی کا اٹھان

اس نے ۱۲ مارچ ۱۹۳۸ء کو آسٹریا پر قبضہ کیا۔

یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سوڈیٹن لینڈ پر۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۹ء کو چیکو سلواکیہ پر۔

۲۲ مارچ ۱۹۳۹ء کو میمل پر۔ یکم ستمبر ۱۹۴۰ء کو پولینڈ پر

۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو ڈنمارک پر۔ ۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو ناروے پر۔

۱۰ مئی ۱۹۴۰ء کو ہالینڈ پر۔ ۱۰ مئی ۱۹۴۰ء کو لکسمبرگ پر۔

۱۰ مئی کو بلجیم پر حملہ کیا ۲۸ کو شاہ بلجیم نے ہتھیار ڈال دیئے کیا یہ سب کچھ مفت ہو گیا؟

اس کے تین ہزار ہوائی جہاز تباہ ہوئے اور ۲ ہزار ہواباز تباہ ہوئے، لاکھوں سپاہی مارے گئے، بیسیوں جہاز غرق ہوئے، کروڑوں پونڈ گولہ بارود کی نذر ہو گئے، اس کی تجارت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔ اس کی مصنوعات تباہ ہو گئیں، اس کے صدہا کارخانے بیکار پڑے ہیں۔ اور ابھی یہ معلوم نہیں کہ اس جانبازی کا انجام کیا ہو گا؟

جہاں بھی اٹھان ہو گا، اس کے لئے یہ آزمائشیں لازمی ہیں۔ (ایمان)

علمی معلومات

مطالعہ سے استفادہ کے اصول

مطالعہ کا بڑا ذریعہ کتب بینی ہے۔ قابلیت کے ساتھ کتب بینی کرنے سے آپ کا مطالعہ بڑے سکون کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ اگر آپ اپنے کو ایک لائق کتب بین تصور کرتے ہیں تب بھی آپ کے لئے ترقی کی گنجائش ہے جسب ذیل اصولوں کی پابندی مطالعہ کے فوائد کو بہت بڑھا دیتی ہے۔

کتب بینی کا طریقہ زیر مطالعہ کتاب کے مضمون سے ہم آہنگ ہونا چاہئے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد یکایک محسوس ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ آپ نے پڑھا ہے۔ اس کا خفیف سا بھی خیال دماغ میں باقی نہیں رہ گیا۔ یا مقرر کی تقریر جاری ہے اور آپ کا دماغ اس سے کوسوں دور ہے۔ یہ دونوں باتیں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے اس شخص کی باتیں سنی ہیں۔ جو آپ سے گفتگو کر رہا تھا لیکن اس کے مطلب کو آپ نے نہیں سمجھا۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے اس کا پیام سنا۔ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد اگر آپ کے دماغ میں مقرر کے پیام کا تصور نہیں ہے۔ تو پڑھنے کا عمل تو آپ نے ضرور پورا کیا لیکن اس عمل کا جو اصلی مقصد ہے۔ وہ پورا نہ ہوا۔ ہر مصنف دوسروں میں ایک اثر پیدا کرنا چاہتا ہے اس لئے مطالعہ کرنے والے کا پہلا فرض یہ ہے کہ پہلے وہ اس کا اندازہ کرے کہ مصنف کیسا اثر پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

مختلف موضوعوں پر مختلف کتابوں کا مطالعہ مختلف خیالات و جذبات کے ماتحت ہونا چاہئے اور ان کے پڑھنے کا طریقہ بھی مختلف ہونا چاہئے۔ مصنف جو کچھ کہنا یا محسوس کرانا چاہتا ہے اس کو سمجھنا اور محسوس کرنا چاہئے۔ اور مصنف کی ذہنی کیفیت سے ہمنوائی کرنی چاہئے۔

مطالعہ کرتے وقت مصنف کی زبان اور طرز ادا سے مانوس ہونا ضروری ہے۔ ہر نئے موضوع کے مصطلحات سے واقف ہونا اس پر قابو حاصل کرنے کی ضمانت ہے۔ بہت سی کتابوں میں موضوع زیر بحث کی سرخیاں قائم کر دی جاتی ہیں۔ جن سے بہت مفید رہنمائی حاصل ہوتی ہے اگر سرخیاں نہ ہوں تو تفصیلی مطالعہ سے پہلے کتاب پر ایک سرسری نظر ڈال لینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں جا بجا سے تھوڑا تھوڑا بہت پڑھ بھی لینا چاہئے۔ اس سے گہرے مطالعہ میں بڑی آسانی پیدا ہو جائے گی اور مضمون واضح ہو جائے گا۔ کتب بینی کا مقصد موضوع زیر بحث سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔ صرف ورق گردانی نہیں۔

کتاب کے ہر حصہ کے خاص نکتوں کو بہت اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ بلکہ ان کو اپنے الفاظ میں لکھ لینا چاہئے۔ بعض لوگ اس قسم کے خاص جملوں پر خط کھینچ دیتے ہیں۔ لیکن نکتہ کو پوری طور سے سمجھنے کا معیار یہ ہے کہ اس کو اپنے الفاظ میں ادا کیا جا سکے۔ ممکن ہے اصل مصنف کی طرح آپ خوبی کے ساتھ اس کے خیال کو اپنے الفاظ میں نہ ادا کر سکیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اصل مفہوم پوری طور سے ادا ہو جائے۔ طرز ادا کیسا ہی ہو۔ اگر اس پر آپ کو قدرت نہیں ہے اور آپ مصنف ہی کے طرز بیان کے محتاج ہیں۔ تو پھر آپ نے کافی غور و خوض سے مطالعہ نہیں کیا ہے۔

مصنف کی ان شہادتوں پر پورا غور کرنا چاہئے جن پر اس کے خیالات کا مدار ہے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ صرف ایک بات بیان کر کے اس کا متوقع ہے کہ آپ اس کے بیان کو یقین کریں۔ یا اس کی سندیں پیش کر کے اپنا بیان باور کرانا چاہتا ہے یا وہ دوسرے ماہرین فن کا حوالہ دیکر ان کی سندوں پر آپ کے اعتماد کا امیدوار ہے۔ یا حقیقتیں پیش کر کے اپنے خیالات کی صداقت منوانا چاہتا ہے۔ یا وہ متضاد حقیقتیں بھی پیش کرتا ہے۔ اور کیا وہ آپ کے اندر ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ کہ آپ وہ سب کچھ یقین کر لینا چاہتے ہیں۔ جو وہ کہتا ہے۔ یا اس کا طرز ادا آپ کو اس کی مخالفت پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اور کیا وہ وضاحت کیلئے تمثیلوں سے کام لیتا ہے جس سے موضوع واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت کی تائید نہیں ہوتی۔ مطالعہ کے وقت یہ تمام اور اس قبیل کی دوسری باتوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ مطالعہ کرنے والا جس قدر مصنف کی خطیبانہ تدبیروں سے واقف ہوتا ہے۔ اسی قدر مطالعہ میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی شہادتوں پر غور نہ کرنے سے صرف تمثیل یاد رہ جاتی ہے۔ اور حقیقت فراموش ہو جاتی ہے۔ اس لئے جو کچھ پڑھا جائے اس کا صحیح اور مرتب خاکہ تیار کرتے رہنا چاہئے۔ البتہ شاعری، افسانہ اور پر اسرار قصوں وغیرہ کے مطالعہ میں چنداں اس کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان سب کا مطالعہ بھی کسی مقصد ہی کے تحت میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی مختصر یادداشت تیار کر لینا مفید ہے۔

(معارف)

جلد ۲۸ — لاہور یوم یکشنبہ مطبوعہ ۷ شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۴۰ء — نمبر ۵۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسانی زندگی ناپائیدار ہے اور دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

جس طرح پر کھیت میں سبزہ نکلتا ہے جو بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر پھر ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ زرد ہو کر خشک ہونے لگتا ہے اور پھر اس پر ایک دوسری حالت آتی ہے کہ وہ گرنے لگتا ہے* تو بونے والا کسان اسے خود ہی کاٹ ڈالتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ وہ اس طرح پر اُڑ اُڑ کر ضائع ہو جائے۔ ایسا ہی دنیا خدا تعالیٰ کا کھیت ہے۔ جس طرح زمیندار مصلحت اور انجام بینی سے کبھی اپنے کھیت کو کچا ہی کاٹ لیتا ہے اور کبھی ذرا پختہ ہونے پر کاٹتا ہے۔ اسی طرح سے ہم انسان بھی پرورش پا کر خداوندی مشیت اور ارادے کے موافق ٹھیک اپنے اپنے وقت پر کاٹے جاتے ہیں۔ زمیندار کے فعل سے سبق اور عبرت حاصل کرنی چاہئیے۔ کیونکہ انسان کی زندگی کا بھی ٹھیک یہی طرز ہے جس طرح سے بعض دانے اُگنے بھی نہیں پاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر ضائع ہو جاتے ہیں اسی طرح بعض بچے شکم مادر ہی میں ضائع ہو جاتے ہیں پھر بعض دانے پیدا ہونے کے چند روز بعد ضائع ہو جاتے ہیں ٹھیک اسی قانون اور عمل کے موافق انسان بھی بچہ، جوان اور بوڑھا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کی درانتی اُسے وقتاً فوقتاً مصلحت الٰہی سے کاٹتی رہتی ہے۔ کبھی بچے مرتے ہیں۔ جنکو کہتے ہیں کہ اٹھرا سے مر گئے۔ صحیح البدن۔ توانا اور تندرست جوان بھی مرتے ہیں۔ پھر عمر رسیدہ ہو کر پیر ناتواں بھی آخر مر جاتے ہیں۔ غرض یہ سلسلہ قطع و برید کا دنیا میں ایسا جاری ... ہے جو ہر آن انسان کو سبق دیتا رہتا ہے کہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ پس یہ بھی ایک دلیل اس زمانہ کی آمد پر ہے۔ علاوہ ازیں اس زمانہ کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک اور دلیل بھی پیش کی ہے اور وہ انبیاء کے قہری معجزات ہیں جن کے باعث ایک ہی وقت میں دنیا کے تختے اُلٹ دیئے گئے اور خلقت کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ انسان اللہ تعالےٰ کے قہر کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہے اسے نابود کر دے۔ اسی امر کو اللہ تعالےٰ نے دلیل کے رنگ میں پیش کیا ہے۔

(۲ مئی ۱۸۹۸ء)

* تو اس وقت جب اس طرح نقصان ہونے لگتا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدرالدین صاحب کشمیر سے واپس تشریف لے آئے ہیں اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپکی صحت اچھی ہے۔

— مولانا یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور بھی انشاء اللہ ستمبر کے دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں واپس تشریف لے آئیں گے۔

— ہماری جماعت کے قدیم و بزرگ رکن جناب مولوی محمد رمضان صاحب پشاور چھاؤنی سے یہ پُرمسرت اطلاع دیتے ہیں کہ انکے لائق فرزند ڈاکٹر محمد عبدالرحمان صاحب فوج میں کپتان ہو گئے ہیں اور آجکل پشاور چھاؤنی کے انڈین میڈیکل ہسپتال میں کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک سعید لائق نوجوان ہیں اس ترقی عہدہ پر ہم مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کے فرزند ارجمند کی اس ترقی کو آپکی آیندہ دینی و دنیوی کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

— جناب مولوی محمد رمضان صاحب کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پشاور چھاؤنی میں جناب شیخ الٰہی بخش صاحب کی کوٹھی پر درس قرآن مجید کا مبارک سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ دیگر مقامات کے احباب کو جہاں تاحال درس قرآن مجید کا انتظام نہیں توجہ کرنی چاہیئے۔

مسٹر منصور احمد وائیں کی شادی خانہ آبادی

یہ خبر خوشی کیساتھ سُنی جائے گی کہ مسٹر منصور احمد وائیں کارکن دفتر تحصیل دسابق مینیجر اخبار پیغام صلح و "لائٹ" کی تقریب شادی اُن کے اپنے ہی خاندان میں ۶ ستمبر (بروز جمعہ) عمل میں آئی۔ گیارہ بجے کے قریب برات محلہ مصری شاہ سے، دلھن والوں کے ہاں محلہ رنگ محل میں پہنچی خطبہ نکاح حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے ارشاد فرمایا جو حسب معمول نہایت مؤثر اور بصیرت افروز تھا۔ نکاح کے بعد مہمانوں کو پُرتکلف کھانا کھلایا گیا۔ حضرت مولانا موصوف، جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے علاوہ جماعت کے اور بہت سے بزرگ اور دوست بھی مدعو تھے۔ ہم اس مبارک تقریب پر مسٹر منصور کے والد محترم مولوی تاج الدین صاحب اور دیگر افراد خاندان کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو مبارک و بابرکت بنائے آمین ثم آمین۔

"ینگ اسلام" کا ناغہ

مینیجر صاحب "ینگ اسلام" اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کے اخبار کا ۱۵ ستمبر کا پرچہ ناغہ کیا جائے گا اور یکم اکتوبر کو ڈبل نمبر شائع ہوگا۔ احباب نوٹ فرما لیں۔

برٹش گورنمنٹ اور اسلامی تحریکات

مسلمان قائدین کے حکومت برطانیہ کے متعلق خیالات

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

تحریک احمدیہ پر دو الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ اس نے جہاد بالسیف کو منسوخ کیا اور دوم یہ کہ اس نے برٹش گورنمنٹ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین کی۔ جہاد بالسیف پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳ پر لکھا تھا۔ لاشک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذہ الزمن وھذہ البلاد۔ یعنی جہاد کی شرائط اس ملک میں اور اس زمانہ میں نہیں پائی جاتیں۔ ورنہ جب ملت اسلامیہ اور دین اسلام کو بزور شمشیر مٹانے کی کوشش کی جائے تو اس صورت میں جنگ کرنا فرض ہے جیسا کہ نص صریح ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ جہاد بالسیف اور جنگ مدافعانہ ہے لیکن جہاں تک اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کا تعلق ہے اس کیلئے کسی دشنہ و خنجر کی ضرورت نہیں۔ مسلمان پر تو صرف پہنچا دینا ہی فرض ہے۔ اور اس تبلیغی کوشش میں ہمیشہ لگے رہنا ہی جہاد کبیر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے وجاھدھم بہ جہاداً کبیرا

اس کے علاوہ رہی یہ بات کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے برٹش گورنمنٹ کی اطاعت پر زور دیا ہے۔ یقیناً وہ گورنمنٹ جو عدل و انصاف کرے گی اور مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی دیگی۔ اور اشاعت اسلام کے راستہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرے گی ایسی گورنمنٹ کی اطاعت کرنا چاہئے۔ خیر بانی تحریک احمدیت مورد الزام ہی سہی۔ لیکن ان اسلامی تحریکات کے بارہ میں کیا کہا جائیگا جو عظیم الشان اسلامی تحریکات کے نام سے موسوم ہیں اور انہوں نے انگریز دوستی اور انگریزی حکومت کی اطاعت پر زور دیا ہے۔

پین اسلام ازم ایک بڑی اسلامی تحریک ہے علامہ سید جمال الدین افغانی اس کے بانیوں میں سے تھے وہ اپنی تحریک کی کامیابی کیلئے انگریزوں کی دوستی کو نہایت ضروری خیال کرتے تھے صرف خیال ہی نہیں بلکہ انہوں نے اس انگریز دوستی کو مستقل طور پر اپنے پروگرام میں شامل کیا مسلمانوں کا کثیر حصہ اس زمانہ میں برٹش گورنمنٹ کی رعایا تھا لیکن اس مدبر نے جس کی نگاہ میں غضب کا عمق تھا مسلمانوں کو ہرگز یہ تلقین نہیں کی کہ انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھاؤ۔ حال ہی میں ایک کتاب "دنیائے اسلام کا ماضی و مستقبل" مصنفہ مولوی خدا بخش صاحب اظہر امرتسری سابق مدیر زمیندار شائع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے:۔

" اس سلسلہ میں ایک اہم حقیقت بہت زیادہ غور اور توجہ کی محتاج ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت فخر مشرق علامہ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی اخوت اور مسلمانوں کے سیاسی وقار کا احیاء جس حکیمانہ طریق پر شروع کیا تھا اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ کسی یورپی حکومت کو مسلمانان عالم کا اس درجہ دوست بنایا جائے کہ وہ ایک طریق سے "اتحاد و اخوت" کے اس دائرہ میں شامل ہو۔ اس سکیم سے حضرت سید صاحب کے مدنظر یہ حقیقت تھی کہ اسلامی حکومتیں چونکہ کمزور ہیں اور جب وہ اپنی کمزوری کو موثر طاقت سے بدلنے کے لئے متحد ہونے لگیں گی تو مغربی حکومتیں جوش انتقام میں اٹھیں گی اور مسلمانوں کے نوزائیدہ اتحاد کا شیرازہ پریشان کر کے رکھ دیں گی۔ . . . .

حضرت سید جمال الدین افغانی برطانیہ کو مسلمانوں کے حلقہ دوستی میں... لانا چاہتے تھے اس انتخاب کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ برٹش ایمپائر میں مسلمان جتنی تعداد میں آباد ہیں اس کی مثال دنیا کا کوئی ملک پیش نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ"

خالص سیاسی اغراض کے لئے انگریزی حکومت کی اطاعت کرنا اور اسلامی حکومتوں کا انگریزوں کے ساتھ رشتۂ اخوت قائم کرنا تو عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے لیکن تبلیغ اور اشاعت اسلام کے بلند اور رفیع مقاصد کے لئے برٹش گورنمنٹ کی اطاعت کرنا کیوں جرم ہوا؟

اسلام ازم کے علاوہ تحریک سنوسیہ کو لیجئے یہ ایک نہایت باوقار اور خاموش تحریک ہے اس کا نصب العین بھی اخلاقی اور تبلیغی ہے انیسویں صدی کے آخری ربعہ میں محمد احمد المہدی سوڈانی نے جب فتح کے نشہ سے سرشار ہو کر شیخ سنوسی کی طرف مدد کا پیغام بھیجا تو سنوسی نے مدد دینے سے نہایت خشونت کے ساتھ انکار کر دیا اور کہا۔

"اس ڈنگولا کے فقیر کے ساتھ میرا کیا واسطہ اگر میں چاہوں تو مہدویت کا دعویٰ نہیں کر سکتا"

یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ مہدی سوڈانی کے جارحانہ اقدامات شیخ سنوسی کو پسند نہیں اور نہ ہی شیخ سنوسی نے کبھی جارحانہ فوجی اقدامات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، شیخ سنوسی کے پیش نظر صرف یہ مقاصد تھے کہ فوجی محاربوں سے قطع نظر کر کے مسلمانوں میں وحدت اور اخوت پیدا کی جائے اور قرون اولیٰ کی امامت کو زندہ کیا جائے ورنہ اس کے قریب ہی سوڈانی درویش آگ اور خون کا کھیل کھیل رہے تھے لیکن شیخ نے کوئی فتویٰ نہیں دیا جس سے اس جہاد کا جواز ثابت ہوتا ہو کہ مذہبی مقاصد کے لئے انگریزوں کا مقابلہ تلوار سے کرنا چاہیئے ان کا خیال یہ تھا کہ عیسائیوں کے چنگل سے نکلنے کے لئے سب سے پہلے مسلمانوں کو اخلاقی اور روحانی پستی سے ابھرنا چاہیئے۔

اس کے علاوہ تیسری تحریک جو خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ جناب سرسید کی تحریک ہے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے اس تحریک کی ابتدا ہوتی ہے، واقعہ غدر سے انگریزوں کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق بہت سی بدگمانیاں پیدا ہو چکی تھیں اور یہ بدگمانیاں مسلمانوں کے لئے سنگ راہ تھیں چنانچہ ۱۸۵۹ء میں جناب سرسید مرحوم نے رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھ کر ان بدگمانیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد جب انہوں نے تعلیمی تحریک شروع کی تو مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے انگریزوں کی اطاعت کو نہایت ضروری سمجھنے لگے حکومت کی اطاعت کی تلقین آپ کی تحریک کا مستقل جزو تھا چنانچہ ہم آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے چہل سالہ خطبات صدارت میں سے جستہ جستہ اقتباسات درج ذیل کرتے ہیں جس سے اس پالیسی کی خوب وضاحت ہو جائیگی۔ اس کانفرنس کا پانچواں اجلاس ۱۸۹۰ء میں الہ آباد میں منعقد ہوا تھا اور اس کے صدر نجم الہند سردار محمد حیات خاں۔ خان بہادر سی۔ آئی۔ ای تھے آپ فرماتے ہیں:۔

"حضرات! ہرگاہ یہ جلسہ تعلیمی محض مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے واسطے ہے جو مملکت ہذا میں پانچ کروڑ رعایا قیصر ہند ہیں جس کی سلطنت اس قدر وسیع ہے کہ جس میں سورج نہیں ڈوبتا اور جو ہر طرح اس شہنشاہ عادل کی نمک حلالی اور وفاداری پر نہ صرف قائم ہی رہنا بلکہ بشرط ضرورت جاں نثاری کرنے کو اپنا فرض سمجھتی ہے" (خطبات عالیہ صفحہ ...)

اسی مذکورہ بالا کانفرنس کا اجلاس سیزدہم ۱۸۹۹ء میں کلکتہ میں منعقد ہوتا ہے اور رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی ایم۔ اے۔ سی آئی۔ ای۔ صدارت فرماتے ہیں جناب سید امیر علی صاحب سے تمام اسلامی دنیا متعارف ہے ان کے قلب میں جس قدر اسلامی درد تھا اس کی بہترین شہادت آپکی انگریزی تصانیف ہیں آپ خطبہ صدارت میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"آپ لوگوں کی قسمت ایک عظیم الشان اور مہذب گورنمنٹ کے دست قدرت میں ہے آپ میری بات کو باور کیجئے کہ کوئی دوسری گورنمنٹ ایسی نہیں ہے جو اپنی رعایا کی بہبودی اور فلاح کو اس دلسوزی سے مدنظر رکھتی ہو اور جو قومیں اس کے زیر حمایت ہوں انکی ترقی و نشو و نما کے لئے ایسے موقع حاصل ہوں جیسے کہ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ حاصل ہیں۔ غلطی کا واقع ہونا ہر حالت میں ممکن ہے اور خطا سے معرا و کامل صرف سلطنت ایزدی ہی ہو سکتی ہے لیکن دنیا میں کوئی گورنمنٹ ایسی نہیں ہے جسکو بلحاظ قومی و مذہبی اختلافات کے اپنی رعایا کے ہر گروہ کی ترقی کا یکساں خیال ہو جس قدر ہماری گورنمنٹ کو ہے جس کے زیر سایہ ہم زندگی بسر کرتے ہیں"

اس کانفرنس کا اجلاس چہارم زیر صدارت جناب علی یار خاں بہادر موتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک مولوی سید حسین صاحب مرحوم بلگرامی رام پور میں منعقد ہوتا ہے مولوی سید حسین صاحب مرحوم بلگرامی نہایت بلند پایہ انسان تھے آپ اپنے خطبۂ صدارت میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"حضرات غنیمت جانیئے کہ جب ہماری حکومت پر ہمارے اپنے کرداروں سے زوال آیا اور دولت و مملکت جس کے سنبھالنے کی قوت ہم میں باقی نہ رہی تھی ہمارے قبضہ سے نکل گئی تو خداوند عالم نے ہمارے حال پر رحم فرمایا اور ہم کو مرہٹوں یا افغانوں کا مطیع نہ بنایا نہ کسی اور وحشی اور جابر قوم کو ہم پر مسلط کیا ہم کو ایک ایسی صالح قوم کے حوالہ کیا جو علم و ہنر و متانت و ثقاہت کے اعتبار سے جدید دنیا کی دوسری قوموں میں سر برآوردہ ہے انصاف پسندی و آزادی میں مستثنیٰ اور پیش قدم ہے ہمارے لئے حاکموں نے جس کو کہ ہم مدت سے بھول گئے تھے ضعیف کو قوی کے ہاتھ سے بچایا ہر ذی حق کا حق تسلیم کیا اور ہمارے حفظ و حقوق کے راستے عملی قدر طاقت بشری مضبوط کئے وغیرہ"

مندرجہ بالا واقعات اور اقتباسات سے خوب وضاحت ہو گئی ہوگی کہ جس تحریک کے پیش نظر کوئی تعمیری پروگرام ہوتا ہے وہ فتنہ و فساد سے اجتناب کرتی ہے اسلامی سواد اعظم میں جتنی تعمیری تحریکات پیدا ہوئیں انہوں نے جنگ اور محاربے سے گریز کیا ہے اور تحریک احمدیت تو خالص مذہبی اور اشاعتی تبلیغ تھی اسکے لئے تو نہایت ضرور تھا کہ صلح اور آشتی کے طریقے اختیار کرتی ہمیں معلوم نہیں کہ ایسی تحریک صلح جوئی اور امن پسندی کی وجہ سے مورد عتاب کیوں ہو جبکہ ایسے حالات میں تلوار اور جہاد بالسیف کیلئے قرآن مجید کی کوئی نص صریح موجود نہیں۔ اگر یہی کیا جائے تو تحریک احمدیت اعتراضات کی مورد ہو تو اس سے پہلے تمام اسلامی تحریکات کو قابل اعتراض خیال کرنا چاہیئے۔

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم یکشنبہ ۲۴ شعبان ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۶

بھیل اور آریہ سماجی

ہندوؤں کی خودغرضی کی انتہا

جیسا کہ ہم گذشتہ اشاعت میں بھی عرض کر چکے ہیں۔ آج کل آریوں اور ہندوؤں کے دلوں میں دوسری اچھوت اقوام کی طرح بھیلوں سے بھی غیر معمولی اور پُر معنی "ہمدردی" پیدا ہو رہی ہے۔ آریہ سماج کی ان غریبوں پر "خاص توجہ" ہے۔ جوں جوں مردم شماری قریب آ رہی ہے اس "ہمدردی" میں بھی اضطراب و شدت کا رنگ غالب آتا جا رہا ہے آریہ سماجی لیڈر "بھیلوں کی رکھشا" کے اہم سوال پر اس قدر منہمک معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان پر خواب و خور حرام ہو گیا ہے۔

آریوں یا ہندوؤں کے ہندوستان آنے سے قبل یہی گونڈ بھیل اس ملک کے مالک تھے۔ آریوں نے انہیں مغلوب کرنے کے بعد پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف بھگا دیا۔ اور ان پر ایسے مظالم توڑے کہ آج تک ان اقوام کو شہروں میں آباد ہونے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ہندو انہیں اچھوت اور جانوروں سے زیادہ ناپاک و ذلیل سمجھتے رہے۔ جب تک کونسلوں اسمبلیوں اور ووٹوں کا بکھیڑا شروع نہیں ہوا تھا کبھی بھولے سے ہندوؤں کو ان کا خیال نہ آیا۔ نہ آریوں نے کبھی انہیں اشدھ کرنے کی تجویز سوچی۔ آج جن بدنصیب لوگوں کو یہ شاطر بھائی کہکر فریب دینا چاہتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے۔ ان کے ساتھ ہزاروں سالوں سے انہوں نے ایسا وحشیانہ، انصاف کش اور انسانیت سوز سلوک روا رکھا ہے جس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ دنیا میں ہمیشہ قومیں ایک دوسری کو مغلوب کرتی رہیں۔ لیکن فاتح اقوام نے مفتوح اقوام کو کچلا اور تباہ کیا۔ لیکن جس طرح آریوں نے بھیلوں کو کچلا اور تباہ کیا۔ اس کے تصور سے بھی انسانیت کا دل لرز جاتا ہے —— خودغرضی و دیدہ دلیری کی انتہا ہے کہ آج پھر یہی لوگ غریب بھیلوں کی رکھشا کے دعویدار بنتے ہیں۔ ان لوگوں کی جرأت ملاحظہ ہو کہ ایک طرف یہ اس تمدن اور عقائد و روایات پر سختی کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو کہ بھیلوں اور اچھوتوں کی پائمالی کا باعث ہیں۔ دوسری طرف یہ ان کی رکھشا کا پُر فریب دعویٰ بھی کر رہے ہیں —— بھیڑیے کا دعوٰ ہے۔ ہندو اور آریہ دھرم اور بھیلوں کی فلاح، دو متضاد باتیں ہیں بھیڑیا بھیڑوں کا دوست ہو سکتا ہے لیکن ہندو اور آریہ اپنے مذہب روایات پر قائم رہتے ہوئے ان بدنصیب انسانوں کے ہمدرد و خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔

گذشتہ اشاعت میں ہم لالہ دیوی چند جی ایم اے صدر دیانند سالویشن مشن ہوشیارپور کے مضمون "بھیل جاتی کی رکھشا کا سوال" (مطبوعہ آریہ گزٹ یکم ستمبر ۱۹۴۰ء) کا اجمالی طور پر ذکر کر چکے ہیں۔ آج اس کے متعلق ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ لالہ جی مذکور ان آریہ لیڈروں میں سے ہیں۔ جو اچھوتوں کو فریب دینے کے فن میں خاص طور پر ماہر ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں بھیلوں کی رکھشا کا خیال بڑے زور سے آیا ہے اپنے مضمون میں اول تو لالہ جی نے بھیلوں کو ہندو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کے بعد ان پر روشن خاطر ملا ہے اور ناواقف لوگوں کو یقین دلانا چاہا ہے کہ بھیل نہایت پکے اور راسخ العقیدہ ہندو ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:-

"یہ بہادر کشتری جاتی (بھیل) آج بھی ہندو دھرم پر اتنی سختی سے پابند ہے کہ لاکھوں بھیلوں میں سے ایک بھی بھیل مسلمان نہیں ہوا۔ باوجود بادشاہی سلطنت قائم ہونے اور بار بار اس علاقہ پر فوج کشی ہوتے رہنے کے گذشتہ سات سو سال کے اسلامی راج میں ایک بھی بھیل مسلمان نہیں ہوا کشمیر کے براہمن مسلمان ہو گئے پنجاب کے کشتری مسلمان ہو گئے گجرات کاٹھیاواڑ کے ویش لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور دکن کے شودر بھی اسلامی تلوار سے ڈر کر ہندو دھرم سے پتت ہو گئے۔ نہ صرف وددوان برہمن اور پر اکرمی راجپوت مسلمان ہو گئے لیکن ایسے دھرم سنکٹ کے سمے میں بھی اس بھیل جاتی نے ہندو دھرم کا پرتیاگ نہیں کیا۔ . . . . . . میں تو خیال کرتا ہوں کہ بھیلوں کی دھرم بھگتی کا اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا درشٹانت نہیں پیش کیا جا سکتا۔ جو بھیل قوم کے اتہاس کا ایک زبردست معجزہ ہے"

اسلامی تلوار کا ذکر لالہ دیوی چند کی قماش کے آریہ لیڈروں کی فطرت ثانی بن چکا ہے۔ وہ بیچارے اس بہتان طرازی کے لئے بالکل اسی طرح مجبور ہیں جس طرح کہ بچھو نیش زنی کے لئے —— تقاضائے فطرت ہے۔ اس طرح وہ اسلام کو نہیں بلکہ اپنے آباؤ اجداد کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ اس قدر بزدل، مذہب فروش اور دون ہمت تھے کہ چند لاکھ مسلمانوں نے انہیں کروڑوں کی تعداد میں ڈرا دھمکا کر اپنا ہم عقیدہ بنا لیا سب سے زیادہ تعداد میں غالباً راجپوت مسلمان ہوئے۔ یہ لوگ تو تلوار کے دھنی تھے۔ ان کی بہادری پر ہندوؤں کو اب تک ناز ہے۔ "آریہ گزٹ" میں بھی اکثر ان کی بہادری کے افسانے چھپتے رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اسلامی تلوار کے ڈر ہی سے مسلمان ہوئے تھے تو انہیں اول درجے کے بزدل کہنا چاہئے —— لیکن نہیں آریوں کا یہ بہتان بالکل غلط ہے مسلمانوں نے تلوار کے ذریعہ اپنے مذہب کو پھیلایا نہ یہ لوگ تلوار کے ڈر سے مسلمان ہوئے اسلام کی روحانی کشش، اس کی معقولیت اور گوناگون خوبیوں سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا —— یہ سلسلہ اب بھی جبکہ ہندوستان میں اسلامی تلوار کند ہو چکی ہے۔ اور انگریز کے تسلط کے بعد اب ہندو کی لاٹھی کا زور ترقی کر رہا ہے متواتر جاری ہے۔ یہی لالہ دیوی چند جی کئی مرتبہ اس پر ماتم کر چکے ہیں۔

خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ بچھو نیش زنی کرتا ہے تو مجبوراً اس کی سرکوبی کرنی ہی پڑتی ہے۔ ان سطور کی حیثیت اور مقصد بھی یہی ہے اب ہم پھر اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ لالہ دیوی چند جی نے بھیلوں کی ہندو دھرم سے عقیدت اور اس پر پختگی کے راگ گانے گاتے . . . دفعتاً ماتم سرائی شروع کر دی۔ نہایت رقت آمیز انداز میں فرماتے ہیں:-

"عیسائیوں نے بھیلوں کی کمزوری کا نہایت ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ آج ان پادریوں کی بدولت بھیلوں کی آبادیوں میں کافی تعداد عیسائی ہو چکی ہے۔ یا ان کے رسوخ کے نیچے ہے۔ میں نے ریاستہائے رتلام، سیلانہ۔ اودے پور، شاہ پور، پرتاب گڑھ کشن گڑھ، بانسواڑہ وغیرہ میں بھرمن کرکے یہ معلوم کیا ہے کہ تقریباً ہر چار کوس پر عیسائی مشن کی طرف سے کوئی نہ کوئی مشنری اپنا سنٹر بنا کر کام کر رہا ہے۔ کئی جگہ پر ہسپتال اور اسکول کالج بھی کھول رکھے ہیں۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ یہ سب ریاستیں ہندو ہیں اور ان میں ہندوؤں کی کثرت سے آبادی ہے . . . . آج وہی لوگ بھیل جاتی سے اتنے غافل ہو گئے ہیں کہ ان کو بھیل ان کا رنگ ہی نہیں۔ ورنہ یہ مجال تھی کہ ہندو ریاستوں کے اندر عیسائیوں کو اس قدر سہولتیں مہیا کی جاتیں اور مشنری لوگ دن دہاڑے بھیلوں کے پیارے ہندو دھرم پر ڈاکہ ڈالا کرتے۔ موجودہ حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ آمیز نہیں ہو گا کہ آئندہ کئی سال تک اگر یہی رفتار رہی تو بھیل جاتی کا ہندو رہنا ناممکن ہو جائے گا"

ذرا غور کیجئے ابھی لالہ دیوی چند جی فرما رہے تھے کہ بھیل بڑے پکے اور بڑے اچھے ہندو ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی مسلسل و متواتر فوج کشی اور اسلامی تلوار کے رعب کے باوجود اسلام قبول نہیں کیا۔ اور سب ذاتوں کے ہندو مسلمان ہو گئے۔ لیکن آج تک لاکھوں میں سے ایک بھیل بھی مسلمان نہیں ہوا —— لیکن جب بھیل اس قدر اچھے اور پکے ہندو ہی باقی تھے تو پھر وہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں عیسائی کیوں ہو گئے؟ ان کی ہندو دھرم سے محبت بقول لالہ دیوی چند جی اسلامی فوج کشی اور اسلامی تلوار کا مقابلہ کرتی رہی عیسائیت کے مقابلہ پر کہاں چلی گئی؟ سات سو سال تک اسلامی تلوار کے سامنے ہندو دھرم پر قائم رہنے والے بھیل عیسائی کیوں بنے ہیں؟ اس کی تفصیل بھی لالہ جی کی زبانی سنئے:-

"بھیلوں کے عیسائی بننے کے کئی کارن ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ وزن دار سبب یہ ہے کہ براہمن وغیرہ اونچی قوموں کے لوگ ان سے بہت چھوت چھات کرتے ہیں۔ بنئے لوگ قحط سالی یا خستہ حالی میں امداد نہیں کرتے بلکہ کئی گنا بیاج یا سود لے کر تنگ کرتے ہیں۔ حکومتوں کی طرف سے بھی لاپرواہی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ برہمنوں کی بے رخی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بھیلوں کو دھرم کا گیان نہیں رہا ہے بنیوں کی وجہ سے یہ لوگ نہایت قرضدار اور غریب ہو گئے ہیں"

اسلامی عہد حکومت میں بھی بھیلوں کے ساتھ ہندوؤں کی یہ ساری بدسلوکیاں موجود تھیں۔ براہمن انہیں اس وقت بھی اچھوت سمجھتے تھے۔ بنیوں کی خون آشامی اور سود خواری اس وقت بھی موجود تھی۔ سوال ہو سکتا ہے کہ بھیل اس وقت یا اب مسلمان کیوں نہ ہوئے؟ عیسائی کیوں بنتے جا رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں نے ان کو عیسائی بنانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ اور مسلمان پہلے بھی غافل رہے اور اب بھی غافل ہیں۔ حالانکہ ان کی تبلیغی کوششیں بھیلوں میں بہت زیادہ سرعت کے ساتھ کامیاب ہو سکتی تھیں۔ اور صرف اسلام ہی بھیلوں اور دوسرے اچھوتوں کی مشکلات کا صحیح اور قابلِ اطمینان حل پیش کرتا ہے۔ عیسائی اس میدان پر کافی حد تک قابض ہو چکے ہیں۔ آریہ سماجی اور ہندو بھی اپنے ووٹ بڑھانے کیلئے

(باقی صفحہ ۴ کالم ۳ پر)

شذرات

شب برات کی آتشبازی

ماہ شعبان کے چاند کے ساتھ ہی ہر شہر اور بستی کے اسلامی محلوں میں آتشبازی کا تباہ کن مشغلہ شروع ہو گیا ہے۔ جدھر نکل جاؤ۔ آتشبازی کی چھوٹی چھوٹی دکانیں لگی ہوئی ہیں۔ پٹاخوں کی آوازیں آ رہی ہیں بے فکرے اور عاقبت نا اندیش نوجوان اور خانہ مست مسلمانوں کے لاڈلے بچے دھڑا دھڑ اس کار شیطانی میں روپیہ تباہ کر رہے ہیں۔ ہر سال یہی ہوتا ہے۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان ہر سال شب برات وغیرہ پر تین کروڑ روپے کی آتشبازی پھونک دیتے ہیں۔ جو قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں یہ اتنی بڑی رقم ہے جس سے کئی یونیورسٹیاں، جیسیوں کالج سینکڑوں اسکول، بکار خانے محتاج گھر اور یتیم خانے بآسانی چل سکتے ہیں سینکڑوں زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ یورپ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں درجنوں شاندار تبلیغی مشن کھولے جا سکتے ہیں لیکن بدنصیبی کی انتہا ہے کہ مسلمان اسے آگ اور دھوئیں کے کھیل میں برباد کر کے روز بروز اقتصادی تباہی کے غار کے زیادہ قریب ہوتے جا رہے ہیں۔

آتشبازی یقیناً ایک بدترین قسم کا اور نہایت نقصان رساں اسراف ہے۔ اور قرآن کریم میں اسراف کو بھاری گناہ قرار دیا گیا ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس گناہ سے بچیں۔ اور اپنے قریبیوں کو بچانے کی کوشش کریں۔ جو روپیہ وہ آتشبازی میں پھونکتے ہیں۔ اسے کسی دینی اور قومی کام میں صرف کر کے ثواب دارین کے مستحق بنیں۔ شیطان کی وسوسہ انگیزی کے زیر اثر بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ آتشبازی سے بچوں اور نوجوانوں میں بہادری کے جذبات اور فوجی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کم سن بچوں اور آوارہ منش نوجوانوں کے پٹاخے اور پھلجھڑیاں چلانے اور اس طرح روپیہ تباہ کرنے سے قوم میں بہادری اور فوجی سپرٹ پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے لئے بہت سی مفید ترین ورزشیں مردانہ اور فوجی کھیل موجود ہیں۔ خوب یاد رکھیں کہ آتشبازی اسراف محض ہے۔ اسراف سے قومیں بہادر۔ مضبوط نہیں بلکہ کمزور و ذلیل ہو جایا کرتی ہیں۔

حلوے کی فضول خرچی

شب برات کے سلسلے میں آتشبازی کے علاوہ حلوے پر بھی کافی رقم صرف کی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ سے اس میں غیر معمولی تکلف اور جدتوں سے کام لیا جا رہا ہے بے شک حلوہ آتشبازی جتنا نقصان رساں تو نہیں لیکن ہر ایک وہ خرچ جو بلا ضرورت اور اعتدال سے باہر ہو۔ اسراف ہی کا درجہ رکھتا ہے مسلمان ایک غریب قوم ہے۔ کھانے پینے کے غیر معتدل مصارف اس کے لئے موزوں نہیں ہیں۔

شب برات کے حلوے نے عید کی سویوں کی طرح کچھ نیم مذہبی حیثیت اختیار کر لی ہے جو صحیح نہیں اور غالباً ملاّ کے پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے بعض لوگ اس قسم کی رسوم کو اسلامی کلچر کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔ عید کی سویاں یا شب برات کا حلوہ کسی لحاظ سے بھی ضروری نہیں ہیں۔ جو لوگ ان چیزوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ غالباً انہیں چھوڑنے پر بالکل آمادہ نہ ہونگے۔ لیکن انہیں کم از کم اس میں غیر ضروری تکلف اور فضول خرچی سے کام نہ لینا چاہئے شب برات کے روز جو بے تحاشا حلوہ پکتا ہے اور دور نزدیک حصے تقسیم ہوتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی موجودہ کمزور اقتصادی حالت کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ جو لوگ حلوہ پکانا چاہتے ہیں وہ تھوڑا سا پکا لیں۔ کچھ غریبوں مسکینوں کو دیدیں۔ کچھ خود گھر میں کھا لیں۔ کسی عزیز کو بھیج دیا بس۔ لیکن اسے جشن کا رنگ ہرگز نہ دیا جائے۔

احمدی مردوں اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ یہ باتیں غیر از جماعت اصحاب خواتین تک پہنچائیں۔ اور انہیں اسراف کے گناہ اور مالی تباہ حالی کے عذاب سے بچائیں۔

جماعت کے اہل ثروت کی خدمت میں

اس ہفتہ کی ایک تازہ اور سبق آموز خبر ملاحظہ فرمائیے:۔

لنڈن ۵ ستمبر۔ لارڈ نفلیڈ نے رائل ایرفورس کی کونسل کے صدر لارڈ ایکفیلڈ کو دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ کا ایک اور عطیہ پیش کیا ہے۔ اس رقم سے ایک امدادی فنڈ قائم کیا جائیگا جس کا نام "نفلیڈ انڈومنٹ" ہوگا۔ اس رقم کے سود سے ان ہوا بازوں کے پسماندگان کی امداد کی جائے گی۔ جو جنگ میں کام آ جائیں یا زخمی ہو کر ناکارہ ہو جائیں۔"

اس سے قبل بھی لارڈ نفلیڈ لاکھوں کروڑوں پونڈ قومی اور خیراتی کاموں میں دے چکے ہیں۔ یہ اس دریائے سخاوت کی تازہ لہر ہے جو مسلمان مالداروں کو بھی کچھ اشارہ کر رہی ہے۔

موجودہ اقتصادی بدحالی کے باوجود مسلمانوں میں بیسیوں نہیں سینکڑوں لکھ پتی اور کروڑپتی موجود ہیں ——— اوروں کو چھوڑیئے۔ خود ہماری چھوٹی سی جماعت کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھ پتی موجود ہیں۔ لارڈ موصوف جیسے مخیر غیر مسلموں کی مثالیں جو بات انہیں سمجھانا چاہتی ہیں۔ اگر اسے وہ سمجھیں تو آج ہماری قوم کی مالی مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔ ایک انگریز لارڈ نے ڈھائی لاکھ پونڈ کی رقم خطیر برطانی ہوابازوں کے پسماندگان کیلئے دے ڈالی ——— لیکن اس زمانہ میں خدا کا دین اور اس کی کتاب تو ان سے بہت زیادہ امداد کے مستحق ہیں ——— کیا احمدی لکھ پتی اس کی طرف صحیح معنوں میں اپنا دست اعانت نہ بڑھائینگے؟ زیادہ نہیں اگر وہ اپنی دو تہائی زکوٰۃ اور مقررہ شرح کے مطابق چندہ ماہواری باقاعدگی کے ساتھ دیں تو ہمارا خدمت اسلام کا کام کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔

انگلستان کے کروڑپتی نے اپنے فرض کو سمجھا اور ادا کیا۔ خدا ہمارے اہل ثروت احباب کو بھی اس کی توفیق دے۔

افتخار ہند ڈاکٹر رضی الدین

یہ خبر ہندوستان کے تمام اسلامی اور علمی حلقوں میں انتہائی مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ امسال فزکس میں جناب ڈاکٹر رضی الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کو "نوبل پرائز" دیا گیا ہے۔ "نوبل پرائز" کی حیثیت اور تاریخ سے تمام تعلیمیافتہ اور اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہیں۔ یہ انعام بے حد اہم اور ممتاز سمجھا جاتا ہے اور کسی بہت بڑے علمی کارنامے پر کافی غور و فکر اور چھان بین کے بعد دیا جاتا ہے جس شخص کو یہ اعزاز ملے اس کی علمی قابلیت اور علمی پایہ دنیا بھر میں مسلم ہو جاتا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان میں ڈاکٹر ٹیگور سر جگدیش اور سر رامن کو یہ انعام مل چکا ہے۔ لیکن ڈاکٹر رضی دنیا بھر میں پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے طبیعیات میں یہ انعام حاصل کر کے دکن ہندوستان اور جامعہ عثمانیہ کے نام کو چمکایا۔

ڈاکٹر رضی الدین صاحب حیدرآباد دکن کے رہنے والے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے پرانے طالب علم ہیں۔ بی۔ ایس سی کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ سرکاری وظیفہ پر اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان گئے وہاں اعزاز کے ساتھ بلند پایہ ڈگریاں حاصل کیں۔ اور واپس آ کر جامعہ عثمانیہ ہی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

آپ کے بہت سے علمی مقالات یورپ کے معیاری رسائل میں شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ آخر آپ نے علمی تحقیقات کا ایسا گراں پایہ کارنامہ پیش کیا کہ نوبل پرائز تقسیم کرنے والی مجلس نے اس کو سال کی بہترین تصنیف قرار دے کر انعام آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ہم اس اعزاز پر ڈاکٹر رضی الدین صاحب جامعہ عثمانیہ اور تمام اہل دکن کی خدمت میں خلوص دل کے ساتھ مبارکباد پیش کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب موصوف کی ذات اور ان کا تبحر علمی ہندوستان اور ساری اسلامی دنیا کے لئے باعث فخر ہے۔

ہمیں امید ہے۔ اعلیٰحضرت سلطان العلوم دکن کے اس مایہ ناز فرزند کی مزید عزت افزائی فرمائیں گے اور حکومت انگریزی بھی ان کے اعزاز میں اضافہ کر کے اپنی علم دوستی کا ثبوت دے گی۔

(بقیہ لیڈر)

بھیلوں کو اشدھ کرنے کے درپے ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان غفلت کو فی الفور خیرباد کہکر اپنا فرض ادا کریں۔ ہندوؤں اور آریوں کے ذریعے ان غریبوں کی کوئی بہتری ناممکن ہے۔ اور نہ ان لوگوں کو بھیلوں سے کوئی ہمدردی ہے۔ عیسائیوں کی کوششوں سے ان کی حالت کچھ ضرور بہتر ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو آریہ پیچ و تاب کھا رہے ہیں کہ ہمارے معتوب و مفتوح کیوں ذرا اچھی حالت میں نظر آ رہے ہیں۔ انہیں تو ہر حالت میں ہمارا ماتحت اور غلام بن کر رہنا چاہئے۔ یہ شودر اور اچھوت ہیں۔ ان کا پیدائشی اور ازلی فرض ہماری چاکری اور غلامی ہے۔ ان کے ووٹ ہمارے کام آنے چاہئیں۔ ان کا فرض ہے کہ ذلیل و خوار ہونے کے باوجود ہندو دھرم کے حلقے کے اندر ہی رہیں۔ تاکہ ہماری اکثریت کو کوئی ضعف و گزند نہ پہنچے ——— لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے۔ ہندوستان کے قدیم حکمران اب نئے سرے سے بیدار ہو رہے ہیں۔ گوسالہ پرستوں کا جادو انہیں پھر سلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ایک انسانی فرض ہے کہ اس جادو کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ عیسائیت انہیں اس پست سطح سے جہاں کہ ہندو دھرم نے انہیں پھینک رکھا ہے۔ کچھ اوپر ضرور اٹھا سکتی ہے۔ لیکن مساوات کا درجہ اس کے ذریعے نہیں مل سکتا۔ یہ کارنامہ اور معجزہ صرف اسلام ہی کا حصہ ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ مسلمان فی الفور میدان عمل میں آئیں۔

محمودی مغالطہ آفرینیاں — الحذر!

نبوت و تکفیر کے مسائل میں مغالطے

از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۱)

بانیان فتن کا شیوۂ قدیم

دنیا میں جب بھی کوئی مذہبی فتنہ اٹھا ہے تو اس فتنہ کو فروغ دینے کے لئے بانیان فتن کچھ ایسی متشابہ اصطلاحیں یا مروجہ و مسلمہ اصطلاحوں کی کچھ ایسے من گھڑت معنی و مفہوم اختراع کرتے رہے ہیں۔ جن کے ذریعہ عوام الناس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انہیں آسانی سے شکار کیا جا سکے۔ ہر بانی کے فتنہ کو دیکھو تو وہاں ایسی ایسی مغالطہ آفرین اور دلخوش کن اصطلاحوں کی ایک فہرست لمبی نظر آئے گی جن کے گرداب سے بچ نکلنا ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ اسی طرح جب میاں محمود احمد صاحب نے اس ملت محمودیہ کی بنا ڈالی تو ساتھ ہی بعض اسلامی اصطلاحوں کے وہ مغالطہ آفرین معنی و مفہوم اختراع کئے کہ جن کے چکر میں اچھے اچھے سمجھدار لوگوں کا دماغ چکرا گیا۔ اور وہ اس سیل ضلالت میں بہہ گئے۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی بعض اصطلاحات کے غلط معنی و مفہوم سے پردہ اٹھا کر بفضلہ تعالیٰ ان مغالطوں کی اصل حقیقت کو آشکارا کر دوں۔ انشاء اللہ العزیز۔

(۱) مسئلہ نبوت میں مغالطے

خاتم النبیین کے معنوں میں مغالطہ

سب مسلمان اور خود حضرت مسیح موعودؑ خاتم النبیین کے یہی معنی کرتے رہے کہ نبیوں کو ختم کرنے والا۔ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے معنوں میں دو اور امور بھی شامل کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلعم پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ صرف آپ کی اتباع کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس کے ذریعہ ایک امتی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف پاتا ہے۔ اور اسی کو اصطلاح تصوف میں ظلی نبوت اور اصطلاح شریعت میں محدث کہتے ہیں لیکن آپ نے خاتم النبیین کے ان معنوں سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کہ آنحضرت صلعم نبیوں کو ختم کرنے والے اور آخری نبی ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱)

ایسے بیسیوں حوالے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا موجب طوالت ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کی مغالطہ آفرینی

اب مغالطہ ملاحظہ ہو اور وہ یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے خاتم النبیین کے الفاظ تو برقرار رکھے اور معنے کر دیئے "اجرائے نبوت" کے یعنی آنحضرت صلعم کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ جیسا کہ وہ "حقیقۃ النبوت" ص ۲۲۸ پر فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلعم کی امت میں صرف محدثیت ہی جاری نہیں بلکہ اس سے اوپر نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔"

پھر "انوار خلافت" ص ۶۲ پر فرماتے ہیں:۔

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے اور کذاب ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ میاں محمود احمد صاحب جو مرضی چاہتے عقیدہ رکھتے۔ مذہبی آزادی ہے۔ کوئی مزاحم نہیں۔ لیکن غضب یہ ہے کہ خاتم النبیین کی اصطلاح بدستور قائم ہے ان کے اشتہاروں اور اپنے ٹریکٹوں میں دیکھو تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو بڑے بڑے جلی حرفوں میں خاتم النبیین لکھیں گے۔ اخبار خاتم النبیین نمبر نکالیں گے میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ جناب میاں صاحب موصوف بیعت میں بھی آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین ماننے کا اقرار لیتے ہیں جس سے پھر ایک شریف اور بھلا مانس آدمی دھوکہ کھا جاتا ہے کہ شاید یہ لوگ آنحضرت صلعم کو آخری نبی مانتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم بالکل اس سے اُلٹ لیا جاتا ہے جو مسلمانوں میں مسلم ہے۔ یعنی یہ لوگ بجائے نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی کے اس کے معنی یہ لیتے ہیں کہ اپنی مہر سے نبوت کو جاری کرنے والا پس جب ایک غریب سادہ مسلمان اس مغالطہ کا شکار ہوتا ہوگا۔ تو میاں محمود احمد صاحب اور ان کے واقف کار مریدین دل میں ضرور ہنستے ہوں گے کہ خوب بیوقوف بنایا۔

ظلی نبی کے معنوں میں مغالطہ

اصطلاح تصوف میں ظلی نبوت ولایت کاملہ کا دوسرا نام ہے اور خود حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک بھی ظلی نبوت سے مراد ایک امتی میں فیضان نبوت محمدیہ کا منعکس ہونا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونا ہے یعنی وہ ولایت کاملہ کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ جیسا کہ آپ "آئینہ کمالات اسلام" ص ۳۲۶ پر فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صدہا ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا۔"

پھر "چشمہ معرفت" میں ص ۳۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مخاطبات الٰہیہ بخشے جو اس کے وجود میں عکس کے طور پر نبوت کا رنگ پیدا کرے۔ سو اس طور پر خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی۔ اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔"

میاں صاحب نے اس اصطلاح کے معنی بالکل ہی بدل دیئے

اب مغالطہ ملاحظہ فرمائیے وہ یہ کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے ظلی نبی کی اصطلاح تو وہی رکھی جو صوفیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے استعمال کی تھی۔ لیکن اس کے معنی بالکل بدل دیئے یعنی اس سے مراد بجائے محدثیت اور ولایت کے نبوت لے لی۔ جیسا کہ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۵۷ پر فرماتے ہیں:۔

"اس کے (آنحضرت صلعم کے) شاگردوں میں سے علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا درجہ بھی پایا۔ اور نہ صرف یہ کہ نبی بنا۔ بلکہ اپنے متبوع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔"

گویا میاں صاحب موصوف کے نزدیک ظلی نبی سے مراد ایسا نبی ہوا جو نہ صرف نبی ہے بلکہ آنحضرت صلعم کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ گویا ظل کا لفظ فقط نبیوں پر فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ ظلی نبی کی نبوت میں دوسرے نبیوں سے کوئی فرق نہیں۔ اب ایسا ہوتا ہے کہ یہ محمودی بزرگ ناواقف لوگوں کو کہتے پھرتے ہیں کہ ہم بھی حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی ہی مانتے ہیں اور یہ "پیغامی" لوگ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی کہتے ہیں۔ تو ہم میں ان میں فرق کیا ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔ پس یہ لوگ دراصل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میاں محمود احمد صاحب سے عداوت کی وجہ سے ہم سے الگ ہوئے ہیں۔ ورنہ اندر سے ان کا بھی عقیدہ وہی ہے۔

نزاع لفظی نہیں نزاع معنوی

اور لطف یہ ہے کہ کوئی لاہوری احمدی جب محمودی بنا ہے تو اگر دنیوی غرض یا کوئی تنازعہ اور بغض و حسد اس میں پنہاں نہ تھا تو وہ اسی غلطی کا شکار ہوا ہے کہ جب دونوں فریق حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی مانتے ہیں تو یہ فرق تو کچھ نہ ہوا۔ یہ تو نزاع لفظی ہوئی۔ میں نے بارہا ایسے لوگوں کو کہا ہے کہ یہ نزاع لفظی نہیں بلکہ نزاع معنوی ہے۔ نزاع لفظی اسے کہتے ہیں کہ جب دونوں فریق کا عقیدہ ایک ہی ہو۔ مگر اس کے اظہار کیلئے الفاظ مختلف استعمال کئے جائیں۔ مثلاً سب اکابر اہل سنت والجماعت امت محمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ جاری رہنے کے قائل ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ ہاں آپ نے اسی کثرت مکالمہ مخاطبہ کو مجازی یا ظلی نبوت کے نام سے تعبیر کیا تھا اور اسی وجہ سے حقیقۃ الوحی میں آپ نے فرمایا کہ مجھ میں اور ان لوگوں میں فقط نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ دونوں فریق کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ صرف اس کا اظہار مختلف الفاظ میں کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارا یعنی لاہوری احمدیوں اور محمودیوں یعنی قادیانی احمدیوں کے عقیدہ میں نزاع معنوی ہے۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی اصطلاح ظلی نبی کی استعمال کرتے ہیں۔ مگر لاہوری احمدیوں کے نزدیک ظلی نبوت ولایت اور محدثیت ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ تھا۔ اور محمودیوں کے نزدیک ظلی نبوت سے مراد خود نبوت ہے پس یہ آسمان و زمین کا فرق ہے اور یہی وہ مغالطہ ہے جس سے بڑے

بڑے فہیم لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

(ب) مسئلہ تکفیر مسلمانان میں مغالطے

مسئلہ کفر و اسلام میں حضرت مسیح موعود کا مذہب تو یہ ہے کہ:-

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"
(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ پر فرماتے ہیں:-

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔"

میاں محمود احمد صاحب کا مذہب

اس کے بالمقابل میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:-

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

پھر فرماتے ہیں کہ:-

"ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا کچھ اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۰)

پھر تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء میں میاں صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:-

"پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔"

مغالطے

اس قسم کی تحریروں سے محمودی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ لیکن اب اس مسئلہ میں مغالطے ملاحظہ ہوں:-

(۱) بعض دفعہ کسی ناواقف کے سامنے یہ محمودی بزرگ نہایت معصوم چہرہ بنا کر کہہ دیتے ہیں کہ "ہم مسلمان کو ہرگز کافر نہیں کہتے۔" وہ غریب سمجھتا ہے کہ اوہ یہ سارا پراپیگنڈا ان پیغامیوں کا تھا جو کہتے تھے کہ یہ لوگ تمام غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں حالانکہ یہ بیچارے صاف صاف اقرار کر رہے ہیں کہ "ہم مسلمان کو ہرگز کافر نہیں کہتے۔" لیکن وہ ناواقف اگر اس فقرہ پر سے پردہ اٹھا کر دیکھے گا۔ تو اسے نظر آ جائے گا کہ محمودیوں کے نزدیک اس موقعہ پر مسلمان سے مراد "وہی شخص ہوتا ہے جو حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی بیعت میں داخل ہے۔" کیونکہ ان کے نزدیک ایسا ہی شخص مسلمان ہو سکتا ہے ولا غیر۔ پس جب وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "ہم کسی قادیانی احمدی کو کافر نہیں کہتے۔" ان کے عقیدے کے رو سے جب غیر احمدی مسلمان کافر ہیں اور مسلمان نہیں تو انہیں کافر کہنا تو کافر کو کافر کہنا ہے نہ کہ مسلمان کو کافر کہنا۔ پس یہ مغالطہ نمبر ۱ ہے۔

(۲) ایک دفعہ ایک بہت ثقہ محمودی مولوی ایک غیر احمدی دوست کی موجودگی میں فرمانے لگے کہ "غیر احمدی مسلمانوں کو ہم کافر نہیں کہتے۔" وہ غیر احمدی دوست ہمارے سر ہو گئے کہ دیکھو تم ان پر بہتان لگایا کرتے ہو کہ یہ لوگ غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہا کرتے ہیں یہ ایسا ثقہ آدمی اس بات سے بالکل انکار کرتا ہے لیکن جب ان محمودی صاحب پر جرح کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ غیر احمدی مسلمانوں کو ہم کافر نہیں کہتے۔ خدا اور رسول کافر کہتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کو کافر کہنے کا الزام ان محمودیوں پر نہیں خدا اور رسول پر ہے۔ یہ بیچارے اس معاملہ میں بالکل بے خطا ہیں۔ یہ مغالطہ نمبر ۲ ہے۔

(۳) ایک دفعہ میاں محمود احمد صاحب نے "سیاسی مسلمان" کی اصطلاح گھڑی تھی۔ یعنی "جن لوگوں کو ہندو اور عیسائی مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور ان کے سیاسی مقاصد ایک ہی ہیں۔" انہیں ہم مسلمان کہیں گے۔ گو شریعت کے رو سے وہ ایک دوسرے کو کافر سمجھیں تو سمجھیں۔ مگر سیاسی طور پر وہ سب مسلمان ہیں۔ گویا امت محمدیہ کا نام مسلمان خدا کی شریعت کا رکھا ہوا نہیں ہے۔ اور قرآن نے ھو سمّٰکم المسلمین ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں نے مل کر یہ نام رکھ دیا ہے۔ پس جسے وہ مسلمان کہہ دیں۔ ہم بھی اسے مسلمان سمجھ لیں گے خواہ وہ شریعت کے رو سے کافر ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ میاں محمود احمد صاحب نے شریعت کا رکھا ہوا مسلمان نام مٹا کر سیاست کے رو سے رکھے ہوئے مسلمان نام کو رواج دینا چاہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ مغالطہ نمبر ۳ ہے جس کے رو سے مسلمانوں کی کثرت سے سیاسی فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

(۴) ایک دفعہ میاں محمود احمد صاحب نے خطبہ میں اپنے مریدوں کو تلقین کی کہ غیر احمدیوں کو کافر کہنے سے چونکہ انہیں اشتعال آ جاتا ہے اس لئے یوں کہہ دیا کرو کہ تمہارے ایمان میں نقص ہے (دیکھو الفضل مؤرخہ یکم مئی ۱۹۳۵ء) یہ مغالطہ نمبر ۴ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں میں ناقص الایمان اسے کہتے ہیں جس کے ایمان میں کمزوری ہو یعنی عمل کے وقت اس میں ایمان پر استقامت نہ ہو۔ لیکن ان محمودیوں کے نزدیک ناقص الایمان کے معنی ہوں گے کہ ان کے ایمانیات میں ایک نبی اور اس کی کتاب یعنی وحی نبوت پر ایمان لانے کی کمی ہے یعنی وہ کافر اور خارج از اسلام ہے کیونکہ مسلمان ہونے کیلئے تو ضروری ہے کہ سب نبیوں اور ان کی کتابوں پر ایمان لایا جائے۔ پس لفظ ایک ہے اور معنی دو ہیں۔ یہی تو مغالطہ کا لطف ہے۔ کہ غیر احمدی مسلمان کو پردہ ہی پردہ میں کافر بھی کہہ لیا اور اسے پتہ بھی نہ لگا۔ وہ خفا بھی نہ ہوا اور کہنے والے محمودی کا اپنا ایمان سلامت بھی رہ گیا۔

(۵) میاں محمود احمد صاحب نے ایک اور اصطلاح بھی ایجاد کی تھی۔ وہ تھی "رسمی یا اسمی مسلمان" کی یعنی جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہم بھی اسے مسلمان کہہ دیں گے یعنی گو حقیقت اسلام کی اس میں متحقق نہیں لیکن چونکہ اس نے اپنا نام مسلمان رکھا ہوا ہے اس لئے ہم اسے اسی نام سے پکاریں گے۔ جو اس نے اپنا رکھا ہوا ہے جیسے اگر ایک شخص خواہ وہ کتنا ہی کمزور اور بزدل ہو اگر اپنا نام رستم رکھتا ہے تو اسے ہم رستم کے نام سے ہی پکاریں گے۔ ہم اس وقت یہ نہیں کہیں گے کہ "رستم کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلوان اور بہادر ہو۔ اور اس شخص میں اس نام کی حقیقت متحقق نہیں یعنی فقط نام ہے جس کے معنی نام والے شخص میں متحقق نہیں۔ پس غیر احمدیوں کو جب محمودی لوگ مسلمان کہتے ہیں تو محض اسم جامد کے طور پر کہتے ہیں۔ فقط اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ان میں اسلام کی حقیقت موجود نہیں۔ اور جب قادیانی احمدی کو یہ لوگ مسلمان کہتے ہیں تو اس وقت وہ اسم جامد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں اس کے معنی متحقق ہوتے ہیں یعنی اس میں اسلام کی حقیقت موجود ہوتی ہے۔ دیکھ لیجئے لفظ ایک ہی اور مفہوم دو ہیں۔ ان محمودیوں کے عقیدہ کے رو سے ایک محمودی شریعت کے رو سے مسلمان ہے اور ایک غیر احمدی نام کے رو سے مسلمان ہے! اور پس پردہ حقیقت یہ ہے کہ محمودی مسلمان ہے اور غیر احمدی کافر ہے فقط اسے نام مسلمان کا دیکر مغالطہ آفرینی کی گئی ہے اس کمال کا نام مغالطہ ۵ ہے۔

(باقی دارد)

مکتوب امیر

ایک ضروری اعلان

برادران مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند یوم ہوئے میں نے ایک کھلی چٹھی بنام جناب میاں محمود احمد صاحب پیشوائے جماعت قادیان لکھی تھی جو اخبار "پیغام صلح" ۲۸ اگست میں چھپ چکی ہے۔ اب بہت سے احباب کا یہ تقاضا ہے کہ اس چٹھی کو بصورت ٹریکٹ چھاپ کر قادیانی احباب کو پہنچایا جائے مناسب یہ ہوگا کہ اس کیلئے ہم مختصر سا چندہ الگ کر لیں۔ چار ہزار کاپی کی طبع کے خرچ کا اندازہ قریباً ستر روپے ہے اور اس میں سے اگر ایک ہزار کاپی چیدہ چیدہ بزرگوں کو بذریعہ ڈاک بھجوائی جائے تو اس پر زائد خرچ تیس (۳۰) روپیہ ہوگا۔ چودھری یوسف علی صاحب ہیڈ ماسٹر نے اس نیک تحریک کی ابتدا کی ہے اور پانچ روپے چندہ دیا بھی ہے اور ایک ہزار کے طبع کے خرچ کا مزید وعدہ بھی کیا ہے بہرحال یہ ایک مختصر سی رقم ایک سو روپے کی ہے۔ اگر دس احباب بھی دس دس (۱۰) روپے اس کار خیر کیلئے بھیج دیں یا کم و بیش جیسے اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے تو شاید ہمارے کچھ پرانے احباب کیلئے یہ ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ اگلے جمعہ تک ہر جگہ احباب یا جماعتیں اس امر کا فیصلہ کر کے اس کی اطلاع سیکرٹری صاحب کو لاہور دیدیں تا کہ وہ مناسب تعداد کی طبع کا انتظام کر سکیں۔ باقی کاپیاں جماعتوں کو یا ان احباب کو تقسیم کیلئے بھیجدی جائیں گی۔ جو انہیں قادیانی احباب کو پہنچانے کا وعدہ کریں۔ عام مسلمانوں میں بھی اس کی تقسیم بہت مفید ثابت ہوگی۔ اس لئے اگر دس ہزار کاپی کی طبع کا انتظام ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ والسلام

خاکسار محمد علی
ڈلہوزی ۱۶ ستمبر ۱۹۴۰ء

جمشید پور ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ کا داخلہ

وہ ہندوستانی جو جمشید پور ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں داخل ہو کر ٹاٹا آئرن اینڈ سٹیل کمپنی لمیٹڈ میں ملازم ہونا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی درخواستیں بھجوا دیں۔ اور درخواست کنندہ میں مندرجہ ذیل تعلیمی شرائط ہونا چاہئیں۔ پتہ درج ذیل ہے۔

کلاس بی۔ کسی ملکی یا غیر ملکی یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ یا کالج کی ڈگری یا ڈپلومہ متعلقہ مکینیکل یا الیکٹریکل انجینئرنگ یا خام دھات کو صاف کرنے کا فن وغیرہ وغیرہ موجود ہونا چاہئے۔

کلاس اے (۱) کسی ملکی یا غیر ملکی یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ یا کالج کی آنرز یا فرسٹ کلاس ڈگری موجود ہو۔

کلاس اے (۲) کسی ملکی یا غیر ملکی یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ یا کالج کی آنرز یا فرسٹ کلاس ڈگری بھی موجود ہو اور گریجوایشن کے بعد آئرن اینڈ سٹیل ورکس میں کم از کم چھ ماہ کا تجربہ کسی غیر ملک کا ہونا ضروری ہے۔

گریجوایٹ جو غیر ملکی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہوں۔ ان کی عمر دسمبر ۱۹۴۰ء تک ۲۷ سال اور گریجوایٹ جو ہندوستان یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہوں۔ ان کی عمر ۲۴ سال سے متجاوز نہ ہو ٹریننگ کی تکمیل کے بعد جنرل منیجر صاحب اپرنٹسوں کا

عالم روحانی اور عالم مادی

اس گتھی کا عملی اور پرحکمت حل صرف اسلام پیش کرتا ہے

سوال یہ ہے کہ کیا عالم روحانی اور عالم مادی دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں؟ کیا دنیاوی زندگی نجات روحانی میں کوئی رکاوٹ پیدا کر سکتی ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس نے قدیم الایام سے حکماء اور مصلحین اخلاق کو الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس سوال کا جس پر دنیاوی ترقی کا انحصار ہے۔ آج تک کوئی تسلی بخش حل پیش نہیں کیا ہے۔ اور یہ بالکل فطری امر ہے۔ کیونکہ ہر فلسفہ، فلسفی کے ذاتی زاویہ نگاہ اور تعصب کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے

ڈیکارٹ نے روح اور مادہ میں ایک مخصوص امتیاز قائم کیا ہے۔ بارکلے نے مادہ کے وجود سے انکار کر دیا۔ اور شوپن ہار نے قنوطیت کا رنگ لگایا۔ گویا ان کے خیالات میرے دعویٰ پر شاہد ہیں بے شک ان کے اندر صداقت کا عنصر شامل ہے۔ لیکن ایک پہلو پر حد سے زور دینے کی وجہ سے حقیقت نگاہ سے پوشیدہ ہو گئی۔ کیونکہ مذہب ہی وہ طاقت ہے جو انسان میں قوت عمل پیدا کرتا ہے۔ اور ان کے تخیلات کی تشکیل کرتا ہے۔ اس لئے ہم دنیا کے بعض بڑے مذاہب کا جائزہ لیں گے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ وہ اس دشواری کا کیا حل پیش کرتے ہیں۔

پہلے مسیحیت کو لیجئے جو بحیثیت مذہب سرتاپا عقبیٰ سے متعلق ہے۔ یہ مذہب دنیا کو رد کرتا ہے اور اس میں دلچسپی لینے کو دنیاداری سے تعبیر کرتا ہے۔ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا چاروں بتلاتے ہیں کہ جناب یسوع خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے آئے تھے "جو اس دنیا کی نہیں تھی"۔ چنانچہ انجیل میں جناب یسوع نے ان شاگردوں کو ملامت کی جنہوں نے یہ رومی حکومت سے آزاد ہونے کی اور آزاد حکومت قائم کرنے کی آرزو کی تھی۔ پس سچا مسیحی وہ ہے جو صرف نجات اخروی کی فکر کرے اور دنیاوی امور سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اور نہ دنیاوی علوم کے حصول کی کوشش کرے۔ کیونکہ یہ سب باتیں توجہ کے لائق نہیں ہیں۔ دنیا میں ظلم کا دور دورہ رہے کمزوروں کو ستاتے رہیں۔ ظالم لوگ انسانوں پر ظلم کریں غلامی کی بدولت انسان اخلاقی اور جسمانی اعتبار سے تباہ ہو جائیں۔ پادری لوگ عوام الناس کے دلوں پر حکمرانی کریں۔ کچھ بھی ہو ایک سچے مسیحی کا فرض یہ نہیں کہ وہ ان امور میں دخل دے وہ قیصر کے معاملات کو خدا کے معاملات سے جدا کرنا جانتا ہے۔ یسوع کے کفارہ پر ایمان لا کر وہ جنت کا وارث بن سکتا ہے۔ پس اسے کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اس ناپاک دنیا کے معاملات میں مشغول ہو کر اپنی روح کو ناپاک کرے۔

دنیاوی امور سے اس بے تعلقی کا نتیجہ کیا ہے؟ ضرورت یہ کہ اس طرز عمل کے نتائج پر غور کیا جائے۔ کیونکہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ علم حاصل کرنا کفر قرار دیا گیا۔ اور یہ صرف کفار کا کام ہے۔ سائنس کو سحر قرار دے کر مردود سمجھ لیا گیا۔ اور کلیسائی تعلیمات سے سرمو انحراف کرانے کی پاداش میں ہزاروں انسانوں کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ غلامی کی رسم مقدس قرار دی گئی اور پادریوں نے ظلم و ستم کی حمایت کی۔ اور یہ سب کچھ خدا اور مسیح کے نام پر کیا گیا۔ لیکن اس تعلیم کے ناقابل عمل اور مضر ہونے کے باوجود جس کی مضرت تاریخ کے صفحات سے ظاہر ہے۔ ڈین انج نے پروفیسر ہارنیک کا ہمنوا ہو کر یہ لکھا ہے۔ کہ "انجیل کی تعلیمات کا مقصد سوسائٹی کی اصلاح نہیں۔ بلکہ روحانی نجات کا انتظام کرنا"۔ پھر لکھتے ہیں "مسیحیت ایک روحانی طاقت ہے، اسے عمرانی زندگی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے"۔ ڈین مذکور کی اس خوش فہمی پر تبصرہ کرنا غالباً بے سود ہوگا۔

اگر مسیحیت دنیا سے عدم تعلق کا اظہار کرتی ہے تو ہندو دھرم بھی اس معاملہ میں اس سے پیچھے نہیں ہے۔ بلکہ چار قدم آگے ہی ہے ہندو حکماء نے مایا کا نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی رو سے ہندوستان کے باشندے، عقبیٰ کے خیال میں اس درجہ محو ہو گئے کہ انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اور سیاسی اور عمرانی انقلابات کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئے۔ بار بار غیر ممالک کے لوگوں نے ہندوستان پر حملہ کیا، لیکن ہندو ہمیشہ گیان دھیان میں مست رہے۔ خواہ ملک میں کتنا ہی ظلم و ستم اور قحط اور افلاس رونما ہو لیکن مذہب کو ان امور سے کوئی [illegible] ہندوستانیوں کے کرم (اعمال) کی بدولت ہے اور فی الجملہ یہ تکالیف حقیقی نہیں بلکہ محض مایا یا دھوکا ہیں۔ الغرض مایا اور کرم کے نظریوں نے ہندوؤں کی طاقت کو فنا کر دیا۔

انسانی زندگی کی چار حصوں میں تقسیم ——— برہمچریہ، گرہستھ، بناپرستھ اور سنیاس۔ دوسرا حل ہے جو ہندو دھرم نے اس مسئلہ کے متعلق پیش کیا۔ پس ہندو دھرم کی رو سے روحانی اور مادی عالم ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ اور زندگی کی چوتھی منزل یعنی سنیاس زندگی کا روحانی پہلو ہے۔ دنیاوی زندگی بسر کر چکنے کے بعد ایک ہندو سنیاسی بن جاتا ہے۔ اور روحانی زندگی بسر کرتا ہے اور سنیاسی ہو کر وہ خاندان۔ رشتہ داروں اور دنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ کسی کٹیا میں رہ کر اپنے جسم کو تکلیف دیتا ہے۔ اور اپنے بدن پر راکھ ملتا ہے۔ بناسپتی (گھاس پات) کھاتا ہے بال اور ناخن بڑھاتا ہے۔ سر کے بالوں میں کنگھی نہیں کرتا اور آسن مار کر تپسیا کرتا ہے اور سمادھی میں اپنی زندگی ختم کر دیتا ہے۔ ایک سچا ہندو اس قسم کی زندگی کا بہت آرزومند ہوتا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر رادھا کرشن "سنیاس ہندی انسانیت کا اعلیٰ ترین مظہر ہے"۔ پس کوئی تعجب نہیں اگر ہندو قوم میں بھی رادھا کرشن اور بھگوانداس کی شخصیت میں ایک ڈین انج پیدا ہو گیا ہو جس نے یہ ثابت کیا کہ مسیحیت کی طرح ہندو دھرم بھی صرف عالم آخرت سے علاقہ رکھتا ہے۔

بودھ دھرم جو کہ ہندو دھرم کی ایک شاخ ہے۔ وہ بھی اس مسئلہ کا کوئی بہتر حل پیش نہ کر سکا۔ اس مذہب کی رو سے یہ دنیا رنج اور دکھ کا گھر ہے۔ اور اس کا سبب ہماری خواہشات ہیں پس نروان حاصل کرنے کے لئے لازمی ہے کہ تمام خواہشات کو فنا کر دیا جائے۔ گویا یہ فلسفہ بھی ہندو نظریہ کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اور بس*۔ اور کوئی ملک ترقی کر بھی کس طرح سکتا ہے اگر وہ بدھ کے بارہ احکام پر عمل کرتا ہے جن کی رو سے نیکوکاروں کی شناخت یہ ہے کہ وہ کثیف لباس پہنیں اور بھیک مانگ کر گذر کریں اور صرف ایک مرتبہ کھانا کھائیں وغیرہ۔ اگر جاپان نے ترقی کی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندو دھرم، بودھ دھرم اور مسیحیت کے مقابلہ میں اسلام اس مسئلہ کا کیا حل پیش کرتا ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس مسئلہ کا صحیح حل پیش کر سکتا ہے۔

اولاً اسلام نے خدا کا جو تخیل پیش کیا ہے وہ بذات خود اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈال سکتا ہے۔ اسلام کی رو سے خدا صرف عالم بالا ہی میں حکومت نہیں کرتا۔ وہ رب العالمین ہے اور اس کی نظر میں عالم جسمانی اور عالم روحانی کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ وہ عالم الغیب اور عالم شہادت دونوں کا حاکم ہے اور ہم جس طرف رخ کریں خدا اسی طرف موجود ہے۔ بلکہ وہ ہم سے ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس تخیل کی بدولت انسان اور کائنات کے باہمی رشتہ کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی بالکل دور ہو سکتی ہے۔ چونکہ خدا رب العالمین ہے اس لئے ایک مسلمان اس دنیا کو ناپاک نہیں قرار دے سکتا۔ اس لئے ایک مسلمان دنیاوی زندگی میں حصہ لے سکتا ہے اور وہ اپنے تمام فرائض کو یہ سمجھ کر ادا کر سکتا ہے کہ وہ خدا کے حضور میں حاضر ہے

خدا کے اس تخیل کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اسلام نے رہبانیت کی پوری پوری تردید کی ہے آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث "لا رہبانیۃ فی الاسلام" نے اس حقیقت کو بخوبی دنیا میں قائم کر دیا۔ مسلمان رہبانیت اختیار کر کے ان فرائض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ جو بحیثیت انسان اس پر عائد ہوتے ہیں۔ یعنی عالم آخرت کے حصول کے لئے اسے عالم مادی ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کی یہ تعلیم علم اور تجربہ دونوں سے مطابقت رکھتی ہے۔ کیونکہ بہرکیف انسان ایک عمرانی وجود رکھتا ہے اور وہ اپنے عمرانی فرائض سے اسی وقت سبکدوش ہو سکتا ہے۔ جب وہ اپنی فطرت کو فنا کر دے۔ ترک دنیا کے معنی یہ ہیں کہ انسان ان ذمہ داریوں سے بھاگ جانا چاہتا ہے جو بحیثیت انسان اس پر عائد ہوتی ہیں۔ علاوہ بریں اس طرز عمل سے بزدلی، خودبینی اور نفرت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسنے والے رشی عام انسانوں سے کسی طرح بہتر نہیں ہیں۔ عزلت گزینی کا اثر یقیناً نہایت نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ جذبات کو دبا کر ان کو فنا نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس طرح دبانے والے کی نفسیاتی زندگی پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ رشیوں کی زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ رشی اور سنیاسی ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر مشتعل ہو کر بددعا دیتے ہیں۔

جو شخص فطرت انسانی سے واقف ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جو لوگ کشمکش حیات سے بھاگ کر اپنی جان بچا لیتے ہیں وہ زندگی میں ناکام رہتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل قدرتی ہے۔ خدا نے انسان میں مختلف قوتیں ودیعت کی ہیں۔ ان کی نشو و نما جنگل میں رہ کر نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو سکتی ہے۔ بلکہ ان کی نشو و نما کے لئے ایک مخصوص ماحول کی ضرورت ہے۔ اور یہ ماحول انسانوں کی بستی ہی میں پیدا ہو سکتا ہے۔ خدا سے محبت کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کے بندوں سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ بلکہ جیسا آنحضرت فرماتے ہیں۔ ہم خدا سے حقیقی معنی میں اسی وقت محبت کر سکتے ہیں۔

* نوٹ: چنانچہ کسی ایسے ملک نے جہاں یہ مذہب رائج ہوا دنیا میں کوئی ترقی نہیں کی

جب اس کے بندوں سے محبت کریں ۔ اور بندگان خدا سے محبت کے معنی یہ ہیں کہ ان کے رنج و راحت میں حصہ لیا جائے۔ اور جب ضرورت ہو ان کی خدمت کی جائے۔ محبت اس کلی کی طرح ہے جو صرف انسانی ماحول میں شگفتہ ہو سکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ یہی حال ان تمام جذبات کا ہے جن پر ایک انسان فخر کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک انسان جب تک انسانوں کے درمیان زندگی بسر نہ کرے۔ وہ عفو اور درگزر کی صفت کا مظاہرہ کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ واقعہ مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا تھا۔ لیکن اگر آپؐ انسانوں میں نہ رہتے اور ان کے ہاتھوں لاانتہا تکالیف نہ اٹھاتے تو اپنی شرافت قلبی کا اظہار کس طرح کر سکتے تھے؟

پس انسانی نظریہ کی صداقت حقائق اور عقل دونوں سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ہم اپنی فطرت کے مطابق زندگی بسر کریں اور مختلف نعماء کیلئے خدا کا شکر ادا کریں تو ہمیں لامحالہ اس دنیا کی زندگی بسر کرنی ہوگی تاکہ ہم دنیا کو مسرت سے معمور کر سکیں اسلام عالم جسمانی اور عالم روحانی میں کوئی امتیاز قائم نہیں کرتا۔ زندگی ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے۔ روحانی دنیا اور مادی دنیا، سائنس کی دنیا اور مذہب کی دنیا دونوں ایک ہیں اور ایک ہی حقیقت یعنی حیات انسانی کے مختلف مظاہر ہیں پس جو شخص عالم مادی اور عالم روحانی میں امتیاز روا رکھتا ہے۔ وہ حیات کے مفہوم سے ناآشنا ہے۔ اور اسی لاعلمی کی وجہ مذہب اور زندگی میں مغائرت پیدا ہوئی اور اسی وجہ سے مذہب اور سیاست میں تفریق پیدا ہوئی۔

اگر موجودہ دنیا جو آجکل مادیات میں مبتلا ہے۔ اور یہ صورت قرون وسطیٰ کے نظریہ روحانیت کا ردعمل ہے۔ اس مصیبت سے رہائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تو اسے اسلام کی برتری کا اعتراف کرنا لازمی ہے۔ اس کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہوگا کہ آنحضرت صلعم اور آپؐ کے خلفاء حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ انسانیت کبریٰ کا مظہر اتم ہیں اور دنیا کو ان کی زندگیوں کی تقلید کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان حضرات نے دنیا کو دکھا دیا کہ ایک سچا مذہبی آدمی کس طرح دین کے ساتھ دنیا کو وابستہ کر سکتا ہے اور اس طریقہ سے روحانی مدارج طے کر سکتا ہے۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ نجات کا طریقہ یہ نہیں کہ دنیا سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ بلکہ دنیا میں نائب خدا کی حیثیت سے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ ان کی زندگیاں اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ جو شخص دوسروں کو راحت پہنچاتا ہے خود اسے بھی راحت حاصل ہوتی ہے اور جو شخص صرف اپنی راحت کا طالب ہے وہ راحت سے محروم رہتا ہے۔ ان بزرگوں کی زندگیوں میں روحانیت اور مادیت دونوں آمیختہ تھیں۔ یعنی ان کی مکمل زندگی مذہبی تھی۔ اگر وہ تجارت کرتے تھے تو وہ بھی مذہبی رنگ میں۔ اگر کھانا کھاتے تھے تو بھی مذہبی رنگ میں۔ اگر حکومت کرتے تھے تو وہ بھی مذہبی رنگ میں۔ پس دنیا کو لازم ہے کہ ان اصحابؓ کو اپنے لئے نمونہ بنائے۔ اگر وہ روحانی اور مادی زندگی کی گتھی کو سلجھانا چاہتی ہے۔ لازم ہے کہ دنیا آنحضرت صلعم اور آپؐ کے خلفاء کے قدموں میں آئے۔ اگر وہ سچی انسانیت کا نمونہ دیکھنا چاہتی ہے جس کا نقشہ ایمرسن نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"اس دنیا میں دوسروں کی منشا کے مطابق زندگی بسر کرنا بہت آسان ہے اور خلوت میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا بھی بہت آسان ہے لیکن بڑا آدمی وہ ہے جو اس دنیا میں رہ کر اپنی خلوت کی آزادی کو عمدگی کے ساتھ برقرار رکھ سکے۔" (از رسالہ اشاعت اسلام)

سرزمین مشرق کے اہم جنگی مراکز

عظیم الشان بندرگاہیں اور تیل کے چشمے

مشرق ادنےٰ اور مشرق وسطیٰ میں کئی ایسے مقامات ہیں۔ جن پر جنگ کا بڑا انحصار ہے۔ یا جو اپنی موقعیت یا کسی ضروری جنگی سامان کا مرکز ہونے کے اعتبار سے بھاری اہمیت رکھتے ہیں۔

ذیل کے نقشے میں ہر مقام کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ان سب کی مختصر سی کیفیت بھی بیان کر دی گئی ہے۔

قبرص

مشرقی بحیرہ روم کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ایشیائے کوچک سے قریباً ۵۰ میل اور ساحل شام سے قریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ خلیج اسکندرونہ کی حفاظت کا یہ بڑا ذریعہ ہے اور مشرقی بحیرہ روم کا اہم ترین جنگی مقام تصور ہوتا ہے اس کے سواحل اور جزیرے کے اندرونی حصوں میں زبردست بحری مرکز اور ہوائی اڈے ہیں۔ برطانیہ نے ۱۹۱۴ء میں اس جزیرے پر قبضہ کیا تھا۔

لیروس

جزائر ڈوڈیکانیز کا انتہائی جنوبی جزیرہ ہے اور ترکی سے صرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ مشرقی بحیرہ روم میں اٹلی کا یہ سب سے بڑا جنگی مرکز ہے۔

۱۹۳۴ء سے اٹلی نے اس میں بحری و بری اڈوں اور قلعہ بندیوں کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ ایشیائے کوچک کے جنوبی حصوں کے لئے یہ مقام خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ اور حکومت انقرہ نے ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر گذشتہ سال دفاع کے خاص انتظامات کر لئے تھے۔

حیفا

حیفا فلسطین کی مشہور بندرگاہ ہے۔ اس کے آس پاس پہاڑیاں ہیں۔ اس وجہ سے یہ مقام قدرتی طور پر زیادہ محفوظ ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ برطانیہ نے یہاں بھاری بحری مرکز بنایا۔

عراق سے جتنا پٹرول نکلتا تھا۔ اس کے لئے بحیرہ روم تک دو پائپ لائنیں بنائی گئی تھیں۔ ایک کا منتہا طرابلس الشام تھا۔ دوسری کا حیفا۔ جب سے فرانس نے ہتھیار ڈالے ہیں طرابلس الشام والی پائپ لائن بند ہو چکی ہے۔ اب سارا تیل حیفا والی پائپ لائن میں آتا ہے حیفا برطانیہ کا بڑا قیمتی جنگی مقام ہے۔

اسکندریہ

ایک مدت تک برطانیہ کے ماہرین تجربات کے درمیان اختلاف رہا کہ مشرقی بحیرہ روم میں بحری مرکز کے لئے حیفا بہتر ہے یا اسکندریہ۔ آخر اس وجہ سے اسکندریہ پر رائے جمی کہ اس کی بندرگاہ کا مدخل زیادہ چوڑا نہیں للہذا آبدوزوں کے حملوں سے بچنے کے لئے بہترین مقام ہے۔ نیز اسے زیادہ آسانی سے محفوظ بنایا جا سکتا ہے اسکندریہ مصر کی مشہور بندرگاہ ہے۔ برطانیہ از روئے معاہدہ اسے استعمال کرنے کا حقدار ہے۔

عدن

عدن جزیرہ نمائے عرب کے مغربی و جنوبی گوشے میں ایک اہم مقام ہے جس کے ارد گرد قدرت نے پہاڑوں کی ایک ایسی فصیل کھڑی کر دی ہے کہ کوئی انسانی فصیل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جنوب کی طرف بحیرہ احمر کا دروازہ اگرچہ باب المندب ہے لیکن اس دروازے کا بیرونی پھاٹک عدن ہی ہے امن کے دنوں میں جہاز یہاں سے کوئلہ لیتے تھے۔ آجکل یہاں سے ہوائی جہاز اڑ کر مشرقی افریقہ کے اطالوی مقبوضات پر بے پناہ بمباری کرتے رہتے ہیں۔

بصرہ

بصرہ زمانہ قدیم کی مشہور بندرگاہ تھا اور کسی زمانے میں ایشیا اور یورپ کے درمیان تجارتی مال بصرہ سے ہو کر خشکی کے راستے بحیرہ روم یا بحیرہ اسود کی بندرگاہوں تک جاتا تھا جب تجارت کے دوسرے راستے مثلاً راس امید کا راستہ یا سویز کا راستہ کھل گئے۔ بصرہ کی قدر و قیمت کم ہو گئی۔ ۱۹۲۸ء سے یہ ہوائی مواصلات کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ اب پھر اس کی بحری اہمیت تازہ ہو گئی ہے۔

باکو

باکو بحیرہ قزوین کے کنارے پر واقع اور روسی تیل کا بہت بڑا اور پرانا مرکز ہے۔ یہاں سے تیل بالعموم جاتا ہے۔ بحیرہ بازدوں کے ذریعہ مختلف مقامات پر بھیجا جاتا ہے۔ یہاں حکومت روس نے بڑی اہم قلعہ بندیاں کر لی ہیں۔

موصل

یہ عراق کے تیل کا مرکز ہے۔ تیل کے چشمے موصل اور کرکوک کے درمیان ہیں۔ اٹلی اور برطانیہ کے درمیان جنگ چھڑ جانے سے اس تیل کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ مشرق ادنےٰ یا مشرق وسطیٰ کے تمام جہاز، ہوائی جہاز اور دوسری جنگی چیزوں کے لئے سارا پٹرول اسی مرکز سے لیا جاتا ہے۔

آبادان

آبادان ایرانی تیل کا مرکز ہے جہاں سے پائپ لائن خلیج فارس تک آتی ہے۔ جرمنی کی کوشش یہی ہے کہ روس کو ایرانی تیل کا لالچ دیکر اسے مشرق وسطیٰ کی طرف لگائے اور خود یورپ یا بلقان میں جو چاہے کرے۔ لیکن اب تک جرمنی کی کوئی تجویز کامیاب نہیں ہوئی۔ (ماخوذ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سلسلہ کی نیک نامی اور عزت و عظمت کا خیال رکھو

جس طرح کہ ایک فرزند رشید اپنے باپ کی نیکنامی کو شہرت دیتا ہے اسی طرح بیعت کرنیوالے کیلئے جو بمنزلہ فرزند کے حکم میں ہوتا ہے یہ لازمی امر ہے کہ اپنے اس بزرگ کی جسکے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے نیکنامی کا باعث ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کو قرآن شریف میں اُمہات المومنین فرمایا ہے۔ گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عامۃ المومنین کے باپ ہیں کیونکہ جسمانی باپ زمین پر لانے اور حیات ظاہری کا موجب ہوتا ہے۔ مگر رُوحانی باپ آسمان پر لیجاتا اور اس اصلی مرکز کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسمیں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اسلئے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے۔ طوائف کے ہاں جائے یا قمار بازی کرتا پھرے اور شراب پیئے یا ایسے ہی دیگر افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو اس کے باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی آدمی اس امر کو پسند نہیں کرتا لیکن اگر کوئی ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر خلقت کی زبان بند نہیں کی جا سکتی۔ لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بُرا کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی اپنے باپ کی بدنامی کا موجب ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے مگر پھر اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے احکام کیخلاف کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے کیونکہ ایسی حرکات سے وہ نہ صرف اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں ڈالتا ہے بلکہ دوسروں کیلئے بھی ایک بُرا نمونہ بن کر اُن کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔ اس لئے جہانتک آپ لوگوں کی طاقت میں ہے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنیکی کوشش کرو جس جگہ عاجز ہو جاؤ۔ وہاں صدق اور یقین کے ساتھ ہاتھ اُٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع اور عاجزی سے اُٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اُٹھائے جائیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ (۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

ایک سرحدی دوست کا ایثار

احبابِ جماعت کیلئے ایک قابلِ تقلید مثال

ماہوار چندوں کے متعلق جماعت کا فیصلہ یہ ہے کہ تمام دوست حتی الوسع اپنی آمد کا کم از کم سولہواں حصہ بطور چندہ ماہوار دیں۔ لیکن جماعت کے بہت سے احباب جن کو خدا تعالیٰ نے دولت مال کے ساتھ دل کی فراخی اور خدمت دین کا شوق بھی عطا فرمایا ہے اپنی آمد کا **دسواں حصہ** بطور چندہ ماہوار ادا کرتے ہیں۔ لاہور کے . . . . ایک بزرگ جن کا نام میں اسلئے نہیں لکھتا کہ وہ شہرت و نمود کی خواہش سے بے نیاز ہیں اس بارہ میں اس قدر احتیاط سے کام لیتے ہیں اور معاملہ میں ایسی صفائی ملحوظ رکھتے ہیں کہ آنے اور پائیوں تک کا حساب کر کے ہر ماہ اپنی آمد کا دہم حصہ نکالتے ہیں۔ جماعت میں ایسے مخلصین کی موجودگی یقیناً باعث فخر ہے۔

اس ضمن میں ایک سرحدی دوست کا ذکر میں خصوصیت سے کرنا چاہتا ہوں۔ ماسٹر محمد زمان خاں صاحب زیدوی (ہمشیرزادہ مرحوم خان محمد عجب خاں صاحب) جنہیں نیکی اور تقویٰ میں بھی امتیازی درجہ حاصل ہے خدمت دین کے لئے بڑا جوش رکھتے ہیں۔ ماسٹر صاحب موصوف کوئی امیر آدمی نہیں بلکہ درمیانہ درجہ کے ایک مدرس ہیں لیکن خدا کے فضل سے قربانی کا ایک خاص جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ آپ بڑی مدت سے اپنی آمد کا **پانچواں حصہ** باقاعدہ ہر ماہ چندہ میں ارسال فرماتے ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ہمارے اس دوست کا نمونہ باقی احباب کے لئے لائق تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بیش از پیش قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار مسعود بیگ (سکرٹری)

اعلانِ بیعت

جناب ایس۔ عبد العزیز صاحب بٹالہ حال لاہور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ ہم اپنے اس بھائی کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

مجاہدات کا مہینہ رمضان المبارک آرہا ہے اس کے استقبال کی ابھی سے تیاری شروع کردیں

مراسلات

(ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کی خدمت میں اپیل

(از جناب عبداللہ خاں صاحب نمبردار چک ۲۴۷ ج ۔ ب ۔ لائل پور)

پیغام صلح ۳۰ر اگست سنہ ۴۰ء میں آپ کا ایک مراسلہ بعنوان "قرآنی شریعت اور بہائی شریعت کا موازنہ" چھپا ہے۔ جس میں آپ نے بہائی شریعت کی کتاب اقدس کے عام پبلک میں شائع نہ کئے جانے کا گلہ کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ اس مطالبہ میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن معاف فرمائیے مجھے تو آپ بھی اسی کشتی میں سوار نظر آتے ہیں۔ جناب میاں محمود احمد صاحب نے جن کو اپنی قرآن دانی پر بڑا ناز رہا ہے۔ اور بارہا مخالفین کو تفسیر نویسی کے لئے چیلنج دیتے رہے ہیں۔ ایک تفسیر القرآن لکھی اور چھپوائی مگر قادیانی دوستوں میں سے بھی بہت تھوڑے سے خوش قسمت تھے جن کو اس "در نایاب" کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرصہ پانچ چھ سال کا ہوا ہے۔ جب اس ناچیز نے بھی اس "مخفی تفسیر" کے حصول کے لئے کوشش کی۔ ایک قادیانی دوست سے جو جناب میاں صاحب سے خاص قرابت رکھتے ہیں۔ سفارش بھی کرائی۔ جواب میں خط ملا کہ جب مکمل ہو کر شائع کی جائے گی بھیجدی جائے گی۔ مگر ع

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا

بعد میں معلوم ہوا کہ صرف سرورق چھپنے کی دیر ہے پھر یہ مخفی چیز پبلک کی ملکیت ہو جائے گی۔ اتنا طویل عرصہ ہو گیا آیا مشتاق نگاہیں ترستی ہی رہیں۔ دیدار نصیب نہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کتاب اقدس کی طرح آپکی مخفی تفسیر میں بھی کچھ معائب ہیں۔ جن کو آپ عام پبلک میں لانے سے گھبراتے ہیں۔ آپ اگرچہ عقیدۃً بہائیت کے زینہ کی نصف سے زائد سیڑھیاں طے کر چکے ہیں۔ مگر اس مخفی تفسیر کو چھپا کر رکھنے میں آپ بہائیت کے پلیٹ فارم پر برابر ہو گئے ہیں۔

تمہید لمبی ہو گئی۔ آمدم بر سر مطلب

آپ بہائی شریعت پر بحاکمہ اور کتاب اقدس کا اصل نسخہ شائع فرما رہے ہیں۔ مفید تجویز ہے۔ خدا کرے آپ کی جماعت میں علمی ذوق پھر سے پیدا ہو جائے۔ اگر میری ایک اور درخواست پر بھی غور ہو تو آپ کی یہ خدمت عنداللہ ماجور ہو گی۔ امید ہے کہ اب آپ کی مخفی تفسیر کا سرورق چھپ چکا ہو گا[۵]۔ اگر اس ضخیم تصنیف کے سرورق کے بلاک ولایت سے بنوانے ہوتے تو بھی اتنے عرصہ میں نفیس سے نفیس بن سکتے تھے۔ اس لئے آپ جناب میاں صاحب کی خدمت میں میرے جیسے اور آپ کی جماعت میں بعض دوستوں کی طرف سے جن کا نام اپنی خاص الخاص تقسیم کی فہرست میں نہیں آ سکا تھا۔ درخواست کر کے تحریک فرما دیں کہ وہ اب اس "در مکنون" کو بہت جلد شائع فرمانے کا بندوبست فرما دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اور اپنے دیگر دوستوں کے لئے دس نسخے اس تفسیر کے خرید لونگا اور علاوہ ازیں اور بھی خریدار بہم پہنچانے کا بندوبست کروں گا۔

مجھے امید نہیں کہ میری یہ اپیل "قصر خلافت" تک رسائی حاصل کر کے کوئی عملی صورت اختیار کرے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی آپ کی جماعت کے "یوم التبلیغ" پر جناب میر قاسم علی صاحب کی کتاب "دین الحق یا ہمارا مذہب" کی مکرر اشاعت کے لئے اپیل کی تھی۔ جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" نے پانصد جلد خرید کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی پانصد جلد خریدکرنے کا اقرار کیا تھا۔ مگر میری یہ اپیل ابھی تک بستر فراموشی ہی پڑی ہوئی ہے۔ ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ بارگاہ "خلافت" میں کبھی پہنچی بھی اس کی ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ چہ جائیکہ مختہ تاریخ مقرر ہو کر کوئی عملی خواہ فیصلہ اس کا ہوتا۔ تاہم یاد دہانی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قادیان سے مجھے پختہ وعدہ کتاب بہم پہنچانے کا کیا گیا تھا۔ چونکہ آپ جناب میاں صاحب کی طرف سے عام بیجا جواب دینے کیلئے وکیل مقرر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کو مخاطب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ تاکہ میری ہر دو درخواستیں بارگاہ "خلافت" میں منظور ہو کر پبلک کو آپ کے ابتدائی مذہب اور موجودہ مخفی تفسیر والے مذہب پر موازنہ کا موقع مل سکے۔

[۵] سرورق تو پہلے ہی چھپ گیا ہے۔ صرف اس پر مطبع کا نام چھپنے سے رہ گیا تھا۔ (پیغام صلح)

محمودی ناظروں کے مظالم کے خلاف قادیان میں پُرامن مظاہرہ

قادیان ۶ر ستمبر۔ سید منظور علی شاہ صاحب رئیس قادیان نے آج صبح دس بجے صرف اپنے دو بچوں سمیت جماعت احمدیہ (محمودیہ) کے ناظروں کے مظالم کے خلاف پُرامن مظاہرہ کیا۔ اور قادیان کے بازاروں، احمدیہ چوک۔ "قصر خلافت"، احمدیہ بازار وغیرہ اہم مقامات پر نعرے لگائے۔ ان کی مظلومانہ حالت دیکھکر قادیان کے ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کے علاوہ بہت سے احمدیوں (محمودیوں) نے اظہار ہمدردی کیا۔ اس واقعہ سے علاقہ بھر میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ شاہ صاحب موصوف اس علاقہ میں کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں۔ بلکہ قادیان کے ایک قدیم معزز احمدی سادات خاندان سے ہیں۔ ان کے والد جناب سید محمد علی شاہ صاحب محکمہ جنگلات پنجاب میں ایک اعلےٰ عہدہ پر فائز تھے۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب موصوف کے متعدد رشتہ دار سرکاری ملازمت میں اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ آپ سالہا سال تک ٹاؤن کمیٹی قادیان کے ہندو، مسلم، سکھ اور احمدی باشندوں کی طرف سے بلا مقابلہ منتخب ہوتے رہے ہیں۔ ان کا اپنے بچوں سمیت قادیانی ناظروں کے مظالم کے خلاف قادیان کے بازاروں اور گلی کوچوں تک میں مظاہرہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس سے قادیانی نظام کے مظالم کا پتہ لگ سکتا ہے۔ آج خطبہ جمعہ میں "خلیفہ" صاحب نے شاہ صاحب کو معافی مانگنے کے لئے ۲۴ گھنٹے کا نوٹس دیا تھا لیکن شاہ صاحب اپنے ارادوں پر پختگی کے ساتھ قائم ہیں۔ اس واقعہ سے خلیفہ صاحب اور اُن کے نظام میں ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔ قادیان کے اکثر سرکردہ اصحاب شاہ صاحب کی خدمت میں انہیں منانے اور خلیفہ صاحب کے سامنے جھکنے کے لئے آمادہ کرنے کے لئے حاضر ہو چکے ہیں۔ حتیٰ کہ مولوی شیر علی صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب تک اُنکے مکان پر انہیں منانے کے لئے گئے۔ اس سے سید منظور علی شاہ صاحب کی پوزیشن کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔ (نامہ نگار)

بغداد کی خبریں

بغداد سے سید تصدق حسین صاحب قادری کا خط مورخہ ۱۰ر ستمبر سنہ ۴۰ء بذریعہ ہوائی ڈاک آج ۱۲ر ستمبر کو ملا۔ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک گرامی نامہ بھی ڈلہوزی سے لکھا ہوا ملا۔ حضور کی یادآوری کا شکریہ ادا کر دیں۔ نیز ہم تمام وابستگان سلسلہ کی طرف سے السلام علیکم اور دعا کے لئے درخواست کریں۔ کاسد باس کی حالت بدستور ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ . . . اب بچی کی طبیعت اچھی ہے۔ دعا فرماتے رہا کریں۔

خط کے ساتھ ڈائری ۱۴ر اگست تا ۱۵ر اگست بھی آئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کا لٹریچر بلا ناغہ تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ سلطان علی صاحب حبانیہ کے ایک خط کا اقتباس بھی حسب ذیل ہے۔

"آجکل ہمارے قادیانی دوست ایک ٹریکٹ لائے جس میں حوالہ جات کاٹ چھانٹ کر درج کر دیئے ہیں اور مولانا محمد علی صاحب کو حضرت مسیح موعود کے خلاف عمل تہمت لگائی جا رہی ہے۔ سچ پوچھئے تو میں ان کے ٹریکٹ سے کبھی انکار نہیں کرتا۔ لیکن ان کی خیانت کو دیکھ کر جو تھوڑا اعتبار ان لوگوں پر تھا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔"

۱۶ر اگست کی ڈائری میں سید عابد علی شاہ صاحب خط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نعمت شاہ میں ڈاکٹر الہ دین صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحومہ تین ننھے ننھے بچے اپنی یادگار چھوڑ گئی ہیں۔ خداوند کریم ان کا نگہبان اور حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

عزیز بخش
آنریری جائنٹ سیکرٹری

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم پنجشنبہ ۸ شعبان ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۷

احساس فرض اور عزم راسخ

طوفان مصائب میں زندہ اقوام کا طرز عمل

آجکل جرمن طیارے لندن پر پے در پے وحشیانہ حملے کر رہے ہیں۔ گذشتہ چند روز میں وہ کئی مرتبہ شدید بمباری کر چکے ہیں۔ لندن ——— جو کہ عروس البلاد اور امن و راحت کا گھر سمجھا جاتا تھا ان حملوں کی وجہ سے پُرخطر شہر بن گیا ہے۔ جرمن وحشی نہایت بے دردی کیساتھ فوجی اہمیت رکھنے والے مقامات کے علاوہ عام آبادی، گرجاؤں، سکولوں، شفاخانوں، وغیرہ پر بم برسا رہے ہیں۔ سینکڑوں آدمی جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں ہلاک و زخمی ہو چکے ہیں۔ مالی نقصان تو بہت زیادہ ہوا ہے۔ مکانات اور بہت سی سرکاری اور پبلک عمارتیں مسمار ہو گئیں۔ کئی ایک دکانوں، بازاروں اور سٹوروں کو آگ لگ گئی ——— ذرا آپ اس حالت کا تصور کیجئے کہ ستر اسی لاکھ آبادی والا شہر خطرے میں ہو۔ بم دن رات بارش کی طرح برس رہے ہوں۔ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ان کے ہمسائے اور عزیز و اقارب بموں سے ہلاک و زخمی ہو رہے ہوں۔ بے خانماں انسانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہو۔ کئی عالیشان اور سر بفلک عمارتیں کھنڈروں اور خاکستر کے تودوں میں تبدیل ہو چکی ہوں ——— ایسی حالت میں زبردست وحشت و اضطراب پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ عزم کمزور اور حوصلے پست ہو جایا کرتے ہیں ——— لیکن صاحب عزم و احساس قومیں اس طوفان مصائب میں بھی مستقل مزاج، باوقار اور پُرامن رہتی ہیں، وہ خطرات سے بزدلوں کی طرح ڈرنے کی بجائے مردانہ وار ان کا مقابلہ کرتی ہیں۔ ان کی ہمت مردانہ ہر تکلیف اور نقصان کو خاموشی و خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیا کرتی ہے۔ اور انکی جد و جہد کی رفتار اور مدافعت کی قوت پہلے سے بھی دوچند بلکہ دہ چند ہو جایا کرتی ہے۔

آؤ دیکھیں موجودہ خطرات و مشکلات کے طوفان میں انگریز قوم کیا کر رہی ہے اور اس کے طرز عمل سے کچھ سبق سیکھیں۔ ۱۰ ستمبر کا حملہ بڑا زبردست تھا۔ اس سے لندن میں کافی نقصان ہوا لیکن اہل لندن نے حملے کے دوران میں اور حملے کے بعد کیا کیا؟

"لندن ۱۰ ستمبر۔ آج متاثرہ علاقوں میں ریلیف کا کام ہوتا رہا۔ ہوائی بچاؤ کے دوران میں کام کرنیوالے افسر اور ملازمین اپنے کام میں مصروف رہے سرکاری اعلان میں بتلایا گیا ہے کہ جرمن طیاروں کی اتنی بمباری کے باوجود لندن کے بازار کھلے رہے اور کاروبار حسب معمول ہوتا رہا۔ لندن میں اس وقت ۸۰ لاکھ لوگ بستے ہیں لیکن اتنی کثیر آبادی کے مقابلے میں نقصان کم ہوا"

اسی تاریخ کی ایک اور خبر ملاحظہ فرمائیے:۔

"لندن ۱۰ ستمبر سینٹ پال گرجے کے اردگرد ساری رات بمباری ہوتی رہی بموں کی بارش ہو رہی تھی اور ہزاروں فائرمین شعلوں سے لڑ رہے تھے۔ آٹھ گھنٹے تک یہ لوگ شعلوں سے جنگ کرتے رہے"

جرمن طیارے جو بم برساتے ہیں وہ بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔ جن بموں سے مضبوط و مستحکم عمارتیں چشم زدن میں مسمار ہو جائیں اور زمین میں چالیس چالیس فٹ گہرے گڑھے پڑ جائیں اُن کے سامنے گوشت پوست کے بنے ہوئے انسانوں کی کیا حقیقت ہے؟ لیکن آپ نے سُن لیا کہ بموں کی ان بارش میں جبکہ آگ کے شعلے چاروں طرف سے لپک رہے تھے کام کرنیوالے ہر ایک چیز سے بے پروا ہو کر اپنے کام میں مصروف تھے ——— صاحب احساس قومیں ایسا ہی کیا کرتی ہیں۔ وہ زندگی و کامرانی کے اس راز کو سمجھتی ہیں کہ فرض کو ہر حال اور ہر صورت میں ادا کرنا چاہیئے بموں کی بارش، آگ کے شعلے، تباہی و بربادی کی ہولناکیاں انہیں اپنے فرض سے نہیں روک سکتیں۔

یہ عام افراد اور کارکنوں کے احساس فرض کی کیفیت تھی لیکن اب ذرا بادشاہ کی کیفیت سنیئے۔ کیا وہ اس پُرخطر ماحول میں خاموشی کیساتھ اپنے محل کے اندر کسی محفوظ تہ خانے میں بیٹھے رہے؟ نہیں بلکہ اپنی رعایا کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لئے مردانہ وار باہر نکلے۔

"لندن ۹ ستمبر۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ ملک معظم نے لندن کے مشرقی اور جنوب مشرقی علاقوں کا تین گھنٹے تک دورہ کیا۔ انہیں علاقوں میں گزشتہ شب جرمن بمباری سے شدید نقصان پہنچا ہے۔ ملک معظم نے ہر جگہ لوگوں کو ہشاش بشاش اور مطمئن پایا۔ ہر جگہ لوگوں نے جن میں اکثر بے خانماں ہو چکے تھے۔ ملک معظم کا پر جوش استقبال کیا"

جبکہ لندن کی فضا میں جرمن طیارے چیلوں کی طرح منڈلا رہے ہوں۔ خطرے کے وسل بار بار ہو رہے ہوں۔ انگریز قوم کا عالی وقار تاجدار بے خانماں غریبوں سے اظہار ہمدردی کے لئے خود انکے پاس پہنچتا ہے ——— یہ احساس فرض کی کس قدر شاندار مثال ہے۔

اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ ۱۱ ستمبر کو لندن پر جو حملہ ہوا اس میں قصر شاہی بکنگھم پیلس کو بھی کچھ نقصان پہنچا۔ اس حملہ کے وقت بادشاہ اور ملکہ کہاں تھے؟

"جب قصر بکنگھم پر حملہ ہوا اس وقت بادشاہ اور ملکہ ان علاقوں کا دورہ کر رہے تھے جن پر جرمن طیاروں نے بمباری کی تھی لوگ بادشاہ اور ملکہ کے گرد جمع ہو گئے آپ نے مصیبت زدگان سے اظہار ہمدردی کیا"

اب بادشاہ کے بعد پھر ذرا عوام کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے:۔

"لندن ۱۱ ستمبر۔ جرمن طیاروں نے مشرقی لندن پر بھی بم پھینکے جس سے کئی جگہ آگ لگ گئی لیکن اسکے باوجود بازاروں میں آمد و رفت جاری رہی۔ میئر لندن نے مصیبت زدگان کی امداد کے لئے ایک فنڈ جاری کیا جس میں دھڑا دھڑ چندہ آ رہا ہے۔۔۔۔۔ غیر جانبدار ممالک کے اخباری نمائندے جو اس وقت لندن میں ہیں ان کا بیان ہے کہ اتنے شدید حملوں کے باوجود لندن کے لوگ نہیں گھبرائے"

مندرجہ بالا تفصیلات سے انگریز قوم کے احساس فرض اور مصائب کے کامیاب مقابلہ کی حیرت انگیز اہلیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ذرا اس کے عزم کو دیکھئے۔ ساری قوم ایک زبردست آزمائش میں مبتلا ہے۔ لیکن خطرات، قربانیاں، گراں بار ٹیکس، تباہیاں، کوئی چیز بھی اس کو اپنے عزم سے ہٹا نہیں سکی۔ وہ بدستور ڈٹی ہوئی ہے۔ ۱۱ ستمبر کو مسٹر چرچل نے پھر اعلان کیا کہ:۔

"برطانیہ جرمنی کا اپنی پوری طاقت سے مقابلہ کرے گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ برطانی طیارے نہایت کامیابی کے ساتھ جرمنی کے شہروں اور فوجی مقامات پر حملے کر رہے ہیں۔ برطانیہ تہذیب و انسانیت کو بچانے کیلئے یہ جنگ کر رہا ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ نازی ازم کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا"

عقلمند افراد دنیا کے معمولی معمولی واقعات سے سبق حاصل کیا کرتے ہیں۔ موجودہ جنگ تو تاریخ عالم کا عدیم النظیر واقعہ ہے۔ اس نے ہر غور و فکر کرنے والے کے سامنے عبرتوں کے وسیع دفتر کھول دیئے ہیں ——— مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ موجودہ واقعات ان کے امیروں اور غریبوں ان کے عوام اور لیڈروں، ان کے حکمرانوں، نوابوں اور جاگیرداروں سب کیلئے عظیم الشان سبق کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مسلمانوں میں سب سے زیادہ ہم احمدیوں کو ان واقعات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دکھ اور سکھ، اطمینان و بے فکری اور خطرات، فتح و شکست، یہ ساری چیزیں زندگی کے اجزا ہیں اور اپنے اپنے وقت پر پیش آتے ہیں۔ زندہ قوموں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں اپنے فرض پر نگاہ رکھتی ہیں۔ اپنے مقصد پر عزم و استقلال سے جمی رہتی ہیں۔ کوئی حادثہ، ہنگامہ، ڈر اور رعب ان کو اس مقصد سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسلام نے بھی اسی بات کی تلقین کی ہے آپ کو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں یہی بات نظر آئے گی ——— ہم نے بھی اپنی زندگی کا ایک مقصد قرار دے رکھا ہے اور اسی مقصد کی خاطر جماعت کی صورت میں اکٹھے ہوئے ہیں ——— یہ مقصد دنیا کا سب سے بلند و مقدس مقصد ہے۔ آؤ سچے دل سے عہد کریں کہ ہم ہر حالت میں اس مقصد کیلئے کوشاں رہیں گے۔ خدا کے دین کی اشاعت کریں گے۔ اس کے پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلائیں گے۔ کوئی چیز ہمیں اپنے فرض سے روک نہ سکے گی۔ اگر ہم عملی طور پر یہ عہد اور عزم کر لیں۔ تو ہماری کامیابی دنیا کے ہر مقصد سے زیادہ یقینی ہے۔

محمودی مغالطہ آفرینیاں — الحذر!

کلمہ شہادت میں مغالطہ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۲)

ان محمودی مغالطوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ بطور نمونہ کچھ مغالطے تو میں اپنی پچھلی قسطوں میں لکھ چکا ہوں۔ اور کچھ اس قسط میں انشاء اللہ تعالیٰ دکھاتا ہوں۔

محمودی صاحبان کلمہ شہادت تو وہی پڑھتے ہیں جو تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے جب تک کوئی شخص حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت اور رسالت پر ایمان نہ لاوے اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے تو اسی کلمہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کو پڑھ کر ایک شخص اسلام میں داخل ہو جاتا تھا مگر ان محمودیوں کے نزدیک اب حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد اسی کلمہ شہادت کو پڑھ کر کوئی شخص نہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ وہ جو اسلام کے اندر تھا۔ اب اسلام کے دائرہ میں رہ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ نبی زمانہ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان نہ لاوے۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ کلمہ اب منسوخ ہے۔

اگر الفاظ ایک ہیں تو معنی ضرور مختلف ہونگے

جب ہم ان محمودیوں کے سامنے یہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھو تمہارے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے متبعین علماء نے کلمہ شہادت کو منسوخ کر دیا اور یہ محمودی مذہب ایک نیا مذہب ہے جو اس اسلام سے مختلف ہے جسے محمد رسول اللہ صلعم لائے تھے اور تم اس دین محمدی سے نکل کر اب ایک نئے دین میں داخل ہو چکے ہو تو بہت سے محمودی چیخنے چلانے اور واویلا کرنے لگ جاتے ہیں کہ "ہائے ہائے یہ کس قدر بہتان ہے جب ہم اذان میں نمازوں میں التحیات میں وہی کلمہ شہادت پڑھتے ہیں جو سب مسلمان پڑھتے ہیں تو یہ کلمہ کیسے منسوخ ہوا!" یہ وہی محمودی مغالطہ ہے جس میں اس جماعت کی کثرت گرفتار ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ اگر یہ وہی کلمہ شہادت ہے جو سب مسلمان پڑھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک محمودی اسی کلمہ کو پڑھ کر تو دائرہ اسلام میں رہتا ہے اور ایک غیر احمدی اسی کلمہ کو پڑھ کر دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ پس یہ کلمہ ایک تو نہیں ہو سکتا۔ اگر الفاظ ایک ہیں۔ تو معنی ضرور مختلف ہونگے۔ ورنہ نتیجہ کیوں ایک نہیں نکلتا۔ پس معنی ضرور مختلف ہیں۔

محمودی تقیہ و استدلال

جس نے دنیا کو مغالطہ میں ڈال رکھا ہے اور وہ مغالطہ یہ ہے کہ ظاہر میں صرف محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی شہادت دی جاتی ہے۔ مگر اندر ہی اندر دل میں ایک اور رسول کی شہادت مخفی رکھی جاتی ہے۔ تاکہ مسلمان اس مغالطہ میں رہیں کہ یہ نیا دین اور نیا رسول اور نیا کلمہ نہیں ہے۔ گویا شیعوں کا تقیہ یہاں کام کرتا ہے۔

محمودی اکابر اس تقیہ کا برابر اعتراف کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس طرح تم اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کہتے وقت تمام گذشتہ رسولوں کی رسالت کو اس میں شامل سمجھتے ہو۔ اسی طرح ہم حضرت مسیح موعودؑ کی رسالت کو گو وہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد میں مبعوث ہوئے ہیں اس میں شامل سمجھتے ہیں۔ جس طرح کوئی کسی گذشتہ نبی کو خدا کا رسول نہ مانے تو وہ محمد رسول اللہ کو ماننے کے باوجود مومن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہمارے نزدیک جو حضرت مسیح موعودؑ کو رسول نہ مانے تو وہ محمد رسول اللہ کو ماننے کے باوجود مومن نہیں ہو سکتا۔ یہ طریق استدلال محمودی مغالطوں میں سے ایک مغالطہ ہے جس نے سینکڑوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔

ایک ضروری بات

لیکن قبل اس کے کہ میں اس مغالطہ کی غلطی کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ الرحمان کھول کر دکھاؤں۔ اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کے اندر محمودی صاحبان ایک نئے رسول کو ایزاد کرتے ہیں جس کا وجود کفر و اسلام کے درمیان مابہ الامتیاز ہے تو دین تو ضرور ہی بدل گیا۔ کیونکہ ایمانیات میں اضافہ ہو گیا۔ اور کلمہ بھی بدل گیا کیونکہ وہ اپنے پہلے معنی کے ساتھ منسوخ ہو گیا اور دوسرے معنی کے ساتھ موجود ہو گیا۔ الفاظ بیشک نہ بدلیں جب اس کے معنی بدل گئے تو کلمہ بدل گیا۔

محمودیوں کے فرضی معنی اور غلط مطلب

بات اصل میں یہ ہے کہ ان محمودی لوگوں نے اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کا مطلب بیان کرنے میں مغالطہ دیدیا ہے وہ یہ کہ گویا اس میں تمام رسولوں کی رسالت کا اقرار پنہاں ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ محمد رسول اللہ کے معنی ہیں محمد اللہ کا رسول ہے۔ اس کے یہ معنی کہاں سے نکل آئے کہ میں محمد رسول اللہ سے قبل اور بعد میں جو رسول بھی آیا یا آئے گا۔ اس پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ ایک فرضی معنی ہیں جو اس فقرہ کی طرف منسوب کر دیئے ہیں

اصل معنی

اس کے تو فقط اتنے معنی ہیں کہ محمد مصطفےٰ صلعم اللہ کے رسول ہیں اور اقرار توحید کے ساتھ اس فقرہ کا لگانا یہ معنی رکھتا ہے کہ جس طرح خدا کی توحید کا اقرار ضروری ہے اسی طرح اس زمانہ میں محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت کا اقرار ضروری ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم رسول زمانہ ہیں اور اس زمانہ میں فقط آپ کی رسالت کا سکہ رواں ہے۔ پس جو آپ کی رسالت کو نہیں مانتا۔ وہ اسلام میں داخل نہیں ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ جو محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کی وحی رسالت قرآن کریم پر ایمان لاتا ہے۔ وہ چونکہ اس میں تمام گذشتہ نبیوں کی تصدیق پاتا ہے۔ اس لئے تمام گذشتہ رسولوں پر ایمان لانا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کہ وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا تیری طرف اور جو نازل کیا گیا تجھ سے پہلے۔ لیکن خود اس کلمہ شہادت اشھد ان محمد رسول اللّٰہ میں جس بات کا اقرار ایک مومن سے لیا جاتا ہے وہ فقط یہ ہے کہ رسول زمانہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ . . . . .

. . . .

اور یہ اقرار اس لئے لیا جاتا ہے کہ جو رسول زمانہ ہوتا ہے۔ اسے خدا کی توحید کے ساتھ اپنی رسالت کا بھی اقرار لینا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہر ایک رسول فاتقوا اللّٰہ کے ساتھ و اطیعون بھی ضرور فرماتا ہے۔ یعنی خدا کی توحید اور تقویٰ کے اقرار کے ساتھ اپنی رسالت اور اطاعت کو بھی منواتا ہے۔

اس قاعدہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

اس قاعدہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے "حقیقۃ الوحی" میں بڑی زور سے تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱۱ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو۔ اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔"

ہر ایک نبی توحید الٰہی کے ساتھ اپنی رسالت کا بھی اقرار لیتا ہے

گویا ہر زمانہ میں جب کوئی رسول مبعوث ہوتا ہے۔ تو وہ توحید الٰہی کے ساتھ اپنی رسالت پر ایمان لانے کا بھی اقرار لیتا ہے مثلاً حضرت عیسٰی جب مبعوث ہوئے تو انہوں نے خدا کی توحید کے ساتھ اپنی رسالت بھی منوائی۔ کیونکہ وہ اپنے وقت میں رسول زمانہ تھے۔ ان کے وقت میں صرف موسٰی کی رسالت پر ایمان لانا یعنی اشھد ان موسٰی رسول اللّٰہ کا اقرار کافی نہ تھا۔ بلکہ اشھد ان عیسٰی رسول اللّٰہ کا اقرار کرنا مومن بننے کیلئے لازمی امر تھا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہی کلمہ اشھد ان موسٰی رسول اللّٰہ پڑھتے رہو میں خود بخود اس کے اندر آ جاؤں گا۔ کیونکہ موسٰی رسول اللہ کے یہ معنی ہیں کہ ان سے پہلے اور پیچھے جو بھی رسول آئے یا آئیں گے۔ ان پر ایمان لاتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ صاف طور پر اپنا کلمہ پڑھوایا۔ جیسا کہ ہر ایک رسول اپنے زمانہ میں اپنا کلمہ پڑھواتا رہا ہے۔ اور وہ اپنا کلمہ پڑھوانا کیا ہے۔ یہی کہ خدا کی توحید کیساتھ اپنی رسالت کا اقرار کرانا۔ اسی طرح جب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم تشریف لائے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اشھد ان عیسٰی یا موسٰی رسول اللّٰہ پڑھتے رہو۔ اس میں اگلے پچھلے سارے رسول آ گئے۔ نہیں چونکہ رسول زمانہ بدل گیا تھا۔ اور زمانہ کے رسول اب آپ تھے۔ اس لئے آپ نے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ یعنی خدا کی توحید کے ساتھ اپنی رسالت کا اقرار لیا۔ پس اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کے معنی ہیں کہ اس زمانہ میں خدا کی توحید کا پیغام پہنچانے والا زندہ نبی زمانہ کا رسول محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ جن پر ایمان لائے بغیر انسان مومن نہیں ہو سکتا

رسول زمانہ کی روحانی بادشاہت کا سکہ رائج الوقت

گویا کلمہ شہادت رسول زمانہ کی روحانی بادشاہت کا سکہ رائج الوقت اور نشان ہوتا ہے۔ جب تک یہ سکہ چل رہا ہے اس کی سلطنت چل رہی ہے۔ اس نشان یا سکہ روحانی کا منسوخ ہو جانا بتاتا ہے کہ اس رسول کی روحانی سلطنت جاتی رہی یعنی اب وہ رسول زمانہ نہیں رہا۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعد اگر کوئی ایسا نبی و رسول آ جائے۔ جس پر ایمان لانے کے بغیر

محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار کسی شخص کو اسلام میں داخل نہ کر سکے اور اسے مومن نہ بنا سکے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کا سکہ روحانی چلنا بند ہو گیا اور آپ کی روحانی سلطنت جاتی رہی اور آپ رسول زمانہ نہیں رہے۔

اس معاملہ میں حضرت مسیح موعود کا مذہب

حضرت مسیح موعود اگر اسلامی اصطلاح کی رو سے اپنے آپ کو خدا کا نبی اور رسول سمجھتے تو ضرور تھا۔ کہ اپنی بیعت میں خدا کی توحید کے اقرار کے ساتھ اپنی رسالت کا بھی اقرار ضرور لیتے لیکن آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا اور ہمیشہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ ہی پڑھوایا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت کا اقرار ہی لیا جس سے معلوم ہوا کہ آپ زمانہ کا رسول آنحضرت صلعم ہی کو سمجھتے تھے۔ نہ کہ اپنے آپ کو۔ آپ نے ایک کتاب کشتی نوح لکھی۔ جسے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع فرمایا اس میں اپنی تمام تعلیم کا نچوڑ اپنی جماعت کی ہدایت کیلئے لکھکر پیش کیا ہے۔ اس میں صاف لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ . . . . . نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔"

دیکھ لیا حضرت مسیح موعود کا مذہب۔ آپ چونکہ رسول زمانہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو مانتے تھے۔ اسی لئے ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا اقرار اپنی بیعت میں لیتے تھے اور یہی وجہ تھی جو آپ نے صریح الفاظ میں فرمایا کہ" ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰) اگر آپ اپنے کو رسول زمانہ سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ فرماتے۔ کیونکہ رسول زمانہ کے دعوے کا انکار تو انسان کو یقیناً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج بنا دیتا ہے

حضرت مسیح موعود کو رسول زمانہ بنانے کیلئے سب سے پہلی کوشش

اسی لئے جب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کو رسول زمانہ بنانا چاہا۔ تو سب سے پہلے تشحیذ الاذہان، اپریل ۱۹۱۱ء میں اس عقیدہ کو رواج دیا کہ جو حضرت مسیح موعود کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا خواہ اس نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ یقیناً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جس کے صاف معنی یہ تھے کہ رسول زمانہ کی کرسی پر اب محمد رسول اللہ صلعم نہیں رہے بلکہ اب ان کی جگہ حضرت مسیح موعود اس کرسی پر متمکن ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت پڑھ کر ایک مسلمان باوجود محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے اقرار کے اب مسلمان نہیں ہوتا۔ بلکہ کافر بن جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ کا کلمہ تو قائم ہو گیا

اس رمز کو پہلے بعض نے سمجھا اور اکثر نے نہیں سمجھا۔ لیکن میاں صاحب موصوف نے رفتہ رفتہ اپنی ساری جماعت کو اسی ڈھرے پر لگا لیا اور حضرت مسیح موعود کو اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی اور رسول منوا کر اور مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق قرار دیکر انہیں تقریباً ساری جماعت کی احمد رسول اللہ منوالیا جس پر ایمان لانے کے بغیر اب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ گویا رسول زمانہ احمد یعنی مسیح موعود ہیں۔ تو لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ کلمہ تو قائم ہو گیا۔ عربی میں پڑھیں تو ان کی مرضی۔ لیکن زبان اردو میں تو یہ کلمہ ساری جماعت دن رات پڑھتی ہے۔ اس کی تائید میں بحثیں کرتی ہیں۔ اس کی صداقت پر دلیلیں دیتی ہے۔ اس کی خاطر مرنے مارنے کو تیار ہے۔ آخر لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہے کہ خدا ایک ہے اور رسول زمانہ جس کی رسالت پر ایمان لائے بغیر اب کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ وہ احمد یعنی مسیح موعود ہے اور خدا کا رسول ہے۔ کیا میاں محمود احمد اور ان کی ساری جماعت کا یہی عقیدہ اور ایمان نہیں ہو تو پھر اسی عقیدہ کو عربی میں لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ میں ظاہر کرنے سے گریز کیوں ہے سوائے اس کے کہ اس طرح دنیا کو مغالطہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس طرح راز افشا ہو جاتا ہے کہ محمودی مذہب ایک نیا دین ہے جس کا ایک نیا کلمہ ہے۔

میاں صاحب کا واضح بیان

کیا یہ سچ نہیں کہ جناب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے اکابر علماء حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی پوزیشن حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں وہی سمجھتے ہیں۔ جو گذشتہ نبیوں کی پوزیشن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں ہے۔ پہلے میاں محمود احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

"ایسے انسان شرعی ہوں یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو غیر شرعی کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نیا حکم نہیں لایا۔ ورنہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا جو شریعت نہ لائے۔ ہاں بعض نئی شریعت لاتے ہیں اور بعض پہلی ہی شریعت دوبارہ لاتے ہیں۔ پس شرعی نبی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے کلام لائے۔ رسول کریم صلعم تشریعی نبی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پہلے لائے اور حضرت مسیح موعود غیر تشریعی نبی ہیں جس کا یہ مطلب ہو کہ آپ قرآن پہلے نہیں لائے ورنہ قرآن آپ بھی لائے پھر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا سوائے آنے والے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے۔ اور کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جو مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے۔ اسی طرح رسول کریم کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے۔ تو کچھ نظر نہ آئے گا۔ اس صورت میں اگر قرآن کو بھی دیکھیگا۔ تو اس کے لئے یھدی من یشاء والا قرآن نہ ہوگا۔ بلکہ یضل من یشاء والا قرآن ہوگا۔" (الفضل ۴ جولائی ۱۹۲۴ء خطبہ جمعہ)

اس حوالہ میں کیا صاف لفظوں میں میاں صاحب نے نہیں بتا دیا۔ کہ جس طرح محمد رسول اللہ صلعم نے تشریف لاکر تمام گذشتہ نبیوں کی رسالت کے آگے دیوار کھینچ دی تھی اور سوائے آپ کی رسالت کے ذریعہ دیکھنے کے وہ نظر نہیں آسکتے تھے یعنی وہ آپ کے بعد رسول زمانہ نہیں رہے تھے بلکہ ریٹائرڈ ہو گئے تھے اور ان کی منسوخ شدہ رسالت کو باقی رکھنے والی اور محافظ صرف محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت تھی۔ اسی طرح اب حضرت مسیح موعود نے آکر خود محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے آگے دیوار کھینچ دی ہے یعنی اب وہ رسول زمانہ نہیں رہے بلکہ ریٹائرڈ شدہ انبیاء میں شامل ہیں۔ اور آپ کی منسوخ شدہ رسالت کو باقی رکھنے والی اور محافظ صرف حضرت مسیح موعود کی رسالت ہے یعنی رسول زمانہ حضرت مسیح موعود ہیں۔ اسی طرح جیسے آپ سے قبل رسول زمانہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم تھے۔ گویا اس زمانہ میں کلمہ شہادت یوں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ (احمد سے مراد حضرت مسیح موعود ہیں)

چھوٹے میاں بشیر احمد صاحب کا ارشاد

اب چھوٹے میاں صاحب جناب میاں بشیر احمد صاحب کا ارشاد سنو۔ فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۰)

ایمانیات میں اور عملاً کلمہ بدل چکا ہے

دیکھ لیجئے جو پوزیشن موسیٰ کے بعد عیسیٰ یا عیسیٰ کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کو حاصل تھی۔ وہی پوزیشن حضرت مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلعم کے بعد دی جا رہی ہے یعنی جس طرح ہر ایک نبی اپنے زمانہ میں رسول زمانہ تھا اور اس کا روحانی سکہ چلتا تھا۔ یعنی اس زمانہ میں اسلام میں داخل ہونے کے لئے اس کی رسالت کا اقرار ضروری تھا۔ وہی مقام آج حضرت مسیح موعود کو حاصل ہے یعنی آپ رسول زمانہ ہیں اور آپ کی رسالت کے اقرار کے بغیر کوئی شخص داخل اسلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس زمانہ میں روحانی سکہ آپ کا چل رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ زمانہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کا نہیں رہا ہے۔ بلکہ اشھد ان لا الٰہ و اشھد ان احمد رسول اللہ کا ہے (اور احمد سے مراد حضرت مسیح موعود ہیں) پھر یہ اذان میں التحیات میں زبان پر اب تک وہی کلمہ اشھد ان محمد رسول اللہ کیوں چل رہا ہے۔ اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے سادہ مریدوں اور دنیائے اسلام کو مغالطہ میں ڈالنے کیلئے کہ کوئی نیا کلمہ اور نیا دین نہیں۔ ورنہ حق تو یہ ہے کہ ایمانیات میں اور عملاً کلمہ بدل چکا ہے۔ زبان سے بھی اقرار ہے مگر عربی میں نہیں۔ باقی کل زبانوں میں اسی عقیدہ کا پرچار شب و روز ہوتا رہتا ہے۔

(باقی دارد)

مجددِ زماں کے بازو بنو اور دین کیلئے قربانیاں کرو

مسلمانوں کی ترقی کا گُر یہ ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کو بھائی سمجھا جائے

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب

وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصریٰ المسیح ابن اللہ ...... ولو کرہ المشرکون

(التوبہ ۹: ۳۰ — ۳۳)

ترجمہ:- اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں جو بے بنیاد ہیں۔ یہ ان کی بات کی نقل کرتے ہیں جو پہلے کافر ہوئے۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے الٹے پھیرے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کو۔ حالانکہ ان کو سوائے اس کے کچھ حکم نہ دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ اور اللہ کو کچھ منظور نہیں۔ مگر یہی کہ اپنے نور کو پورا کرے۔ گو کافر برا ہی مانیں وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اس کو کل دینوں پر غالب کرے گو مشرک برا ہی مانیں۔

اس رکوع میں یہودیوں اور نصرانیوں کی انسان پرستی کا ذکر ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدیم النظیر کامیابی کا۔

یہودیوں و عیسائیوں کی گمراہی و انسان پرستی

سب سے پہلے یہودیوں اور نصرانیوں کی ایک خصوصی تعلیم کی طرف اشارہ کرکے اس کا بیان فرمایا کہ یہود جو توریت جیسی اعلیٰ کتاب اور حضرت موسیٰ جیسے عظیم الشان نبی کو ماننے والے تھے۔ اس بلند مقام سے جو کہ توحید کا مقام تھا گرتے گرتے یہاں تک پہنچ گئے۔ کہ ایک انسان عزیر کو اللہ کا بیٹا ماننے لگے۔ عیسائیوں نے بھی ایک انسان کو خدا کا بیٹا مان لیا۔ اور اس گمراہی میں اس قدر ترقی کی۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا یعنی انہوں نے اپنے عالموں پروہتوں اور راہبوں کو اپنا خدا بنا لیا۔ حالانکہ ان کو سوائے اس کے کچھ حکم نہ دیا گیا تھا۔ کہ ایک خدا کی عبادت کریں۔ لیکن باوجود توحید کی تعلیم پانے کے وہ انسان پرستی کرنے لگے اور یہاں تک گرے کہ اپنے مذہبی لیڈروں کے پرستار ہو گئے۔

یہودیوں کی گری ہوئی حالت کا نقشہ

چنانچہ اس گری ہوئی حالت کا نقشہ توراۃ کی ایک کتاب کے اندر موجود ہے جس کا نام (کتاب احبار) Leviticus ہے اس کتاب میں یہ ذکر ملتا ہے کہ کس طرح قربانی دی جائے۔ کس طرح ہیکل کے اندر پاک ہوا جائے بچے کیلئے کس طرح قربانی دی جائے وغیرہ۔ اس میں ایک طرف یہ ہدایات ملتی ہیں اور دوسری طرف بار بار یہ جملہ دہرایا جاتا ہے کہ یہ رسوم صرف ہارون کی اولاد کے ذریعہ پوری کی جائیں۔ اور ان کے علاوہ اور کوئی شخص مجاز نہیں کہ ان رسوم کو ادا کرے۔

کیا یہ آسمانی کتاب ہو سکتی ہے؟

بھلا یہ کتاب بھی کوئی آسمانی کتاب ہو سکتی ہے جس کے ۲۷ ابواب میں ہر فقرہ اور جملہ کے بعد یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ صرف ہارون کی اولاد کے واسطہ سے ان پر عملدرآمد ہو گا۔ یہ کتاب ایک ایسے انسان کی لکھی ہوئی ہو سکتی ہے جس کا نفس درمیان میں ہو۔ یہ انسان پرستی اور نفس پرستی ہی ہے جس نے ان دونوں قوموں یعنی یہود و نصاریٰ کو گمراہ کیا۔

موجودہ زمانہ میں یہودی قوم کے عبرت انگیز نظارے

یہودی قوم تو ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ الٰہی ہو گئی۔ اور ان پر مستقل طور پر ذلت مسلط کر دی گئی۔ اس زمانہ میں تو ان کی ذلت اس قدر واضح اور عیاں ہو چکی ہے کہ قرآن کریم کی اس پیشگوئی پر کہ یہودیوں کے اوپر ہمیشہ کے لئے ذلت وارد کر دی گئی ہے کسی کو کوئی شبہ نہیں رہتا۔ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضب من اللہ۔ جرمن قوم نے یہودیوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی تباہی کے بڑے بڑے دردانگیز نظارے ہمارے سامنے موجود ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی ناراضگی بڑے عذاب کا موجب ہے۔ اور یہ کہ ہم کو ان راہوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ جن پر چلنے سے عذاب الٰہی آتا ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ہی تو یہ دعا سکھلائی گئی ہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جو قوم انعام یافتہ ہو کر ناشکری کرتی اور احکام الٰہی کو پس پشت پھینکتی ہے وہ مورد غضب ہو جاتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے ابتدا ہی میں بتا دیا۔ کہ جتنا بلند مقام کسی قوم کو حاصل ہو اسی قدر اسے احتیاط کرنے اور خدا سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

عیسائیوں پر غضب الٰہی

دوسری قوم یعنی عیسائیوں کو بھی انسان پرستی اور گمراہی کی وجہ سے غضب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ دجال اور یاجوج ماجوج کی پیشگوئیاں سب ان کے متعلق ہی ہیں۔ اور آجکل عیسائی اقوام و ممالک کی ایک دوسرے کیساتھ اس قدر خوفناک ٹکر ہو رہی ہے جس کی کوئی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا۔ وعرضنا جھنم یومئذ للکفرین عرضا۔ الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعا۔ افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء انا اعتدنا جھنم للکفرین نزلا (الکہف ۹۹ — ۱۰۲)

ایک عیسائی قوم دوسری عیسائی قوم پر چڑھائی کر رہی ہے کہ اس کو پیس کر رکھ دے اور اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹا ڈالے۔ اور ایک عیسائی قوم دوسری عیسائی قوم پر آسمان سے آگ کی بارش کرکے اس کی آنکھوں کے سامنے جہنم پیدا کر رہی ہے۔ یہ نظارہ مسلمانوں کے سامنے بھی ہے اور دوسری قوموں کے سامنے بھی ہے۔ قرآن کریم میں اس کا نقشہ موجود ہے اور احادیث میں بھی اس کا پورا نقشہ موجود ہے ——— ذرا غور کیجئے کہ حضور کا آئینہ قلب کس قدر صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی باتیں حضور کے قلب مبارک پر منعکس کر دیں۔ اور قیامت تک اس زندہ نبی کی صداقت کے نشانات ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا کہ حضور کے ماننے کے بغیر چارہ نہیں۔ اسی طرح حضور کی تعلیمات کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی

حضرت نبی کریم صلعم نے انسان پرستی کی جڑ کاٹ ڈالی

اور یہ فرما کر ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون بتا دیا کہ دین اسلام ہی بالآخر تمام ادیان پر غالب آئے گا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان پرستی کی تو جڑ کاٹ ڈالی اور حکومت اپنی اولاد کے سپرد نہ کرکے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ تمام قسم کی نفسانی اغراض و خواہشات سے بلند تھے لوگ گدیاں چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے حکومت کون چھوڑتا ہے؟ بڑی قربانی کی ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی قائم کی ہوئی حکومت اور سلطنت اپنی اولاد کو نہ دی۔ اور صاف فرما دیا کہ نبی نہ کسی کے مال کو وراثت میں پاتے ہیں اور نہ ہی اس لئے جائداد پیدا کرتے ہیں کہ ان کی اولاد ان کی وارث ہو۔ لا نورث ولا نورث

اللہ نے بڑا احسان کیا کہ حضرت نبی کریم صلعم کا بیٹا اٹھا لیا ورنہ صاحبزادہ صاحب کی موجودگی میں کسی کو مجال نہ ہوتی کہ تخت حکومت پر قدم رکھتا۔ اور وہ جس طرح چاہتے دینی احکام جاری کرتے کسی کو سرور کائنات کے صاحبزادے کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ ہوتی۔ لوگوں نے غلطی سے حضرت مجدد زماں کی گدی پر ان کی اولاد کو بٹھا دیا۔ اگر ان میں عقل اور فہم ہوتا تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑی غلطی کی بات ہے یہ بڑے خطرے اور بڑے وعید کی بات ہے کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ آگے چل کر لوگ انسانوں کی پرستش کرنے لگیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہیں۔ جن کے اشارے پر لوگوں نے جانیں قربان کر دیں۔ جن کے اشارے پر اموال لٹا دیئے جن کے اشارے پر گھر بار چھوڑ دیئے۔ ایسی کامیابی سے انسانوں میں تکبر و غرور پیدا ہو جاتا ہے

حضرت نبی کریم صلعم کا بلند مقام اور مساوات پسندی

لیکن کس قدر بلند مقام ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ دین و دنیا کے بادشاہ ہونے کے باوجود ہمیشہ یہی کہا کہ میں بندہ ہوں اور عبد ہوں۔ عبدہ ورسولہ کی مشق کرائی ہے تاکہ لفظ عبد کا ہمیشہ رسولہ سے پہلے لگا رہے اور لوگوں کے پیش نظر رہے۔ فتح مکہ کے بعد جب وہاں حضور کا دربار لگا تو بڑے بڑے عجائبات دیکھنے میں آئے۔ ایک آدمی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری کے وقت کانپتا اور ڈرتا تھا۔ اسے مخاطب کرکے حضور نے فرمایا کہ ڈرتے کیوں ہو آمادہ میں اسی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں گوشت سکھا کر کھایا کرتی تھی ——— حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل مساوات کا تھا۔ حضور اپنے خدام کے ساتھ اکٹھے بیٹھتے ان کے ساتھ مل کر کام کرتے مل کر خندق کھودتے مل کر مسجد تعمیر کرتے۔ میدان جنگ میں مل کر لکڑی جمع کرتے۔ مل کر

آگ جلانے۔ اور دوسری ضروریات کے مہیا کرنے میں انسان نظر آتے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے۔ اتنے بڑے موحد پیغمبر کا نام لینے والی امت آجکل گدیوں اور پیروں کی غلام بنی ہوئی ہے سر وقت اسی پر زور دیا جاتا ہے۔ امام وقت کا بیٹا، نبی وقت کا خلیفہ، اس کے حکم کو خدا کا حکم یقین کرو۔ شیعہ لوگ ہر سال روتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد حضرت علیؓ کو خلافت کیوں نہ ملی۔ اگر ان کو خلافت مل جاتی تو حضرت نبی کریمؐ کے اس دعویٰ پر پانی پھر جاتا اور قیامت تک دنیا کہتی اور مخالف اعتراض کرتے کہ نبی کریمؐ کا دعویٰ لا اسئلکم علیہ من اجر کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا باطل ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ اپنی اولاد اور اپنے خاندان کو حکومت دے گئے۔ یہ ایک بہت بڑا داغ ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔

گدیوں کی تباہ کاریاں

یہی بات ہمارے امام وقت اور ان کے ماننے والوں کے سامنے بھی کہ اگر گدیاں بن جائیں تو کیے بعد دیگرے ان گدیوں پر لائق اور نالائق بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ دنیا کا مال بھی کھاتے اور دنیا کو گمراہ بھی کرتے ہیں۔ لیاکلون اموال الناس بالباطل ولیصدون عن سبیل اللّٰہ۔ یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایک غیر مامور اُٹھے اور اس قسم کی باتیں کہے جیسی کہ آجکل ہمارے سامنے کہی جا رہی ہیں۔ اگر حضرت مجدد زمانؑ کا مقصد گدی بنانا ہی تھا۔ تو گدیاں تو اور بھی بہت سی موجود ہیں عرب میں گدیاں ہیں۔ ایران میں گدیاں ہیں۔ ہندوستان میں گدیاں ہیں اور دوسرے تمام اسلامی ممالک میں گدیاں ہیں۔ ہمارے ہاں لاہور میں، دہلی میں، ڈیرہ غازیخاں میں بھی گدیاں ہیں جب یہ گدیاں قائم ہوتی ہیں تو وہاں دولت اور عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ دولت اور عورتوں کا جمع ہونا تمام قسم کے عیوب کو پیدا کرتا ہے۔

دین اسلام دیگر ادیان پر غالب آئیگا

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آکر رہیگا۔ انسان کی فطرت کے اندر اسلام ہے یہی وجہ ہے کہ آجکل لوگ خود بخود اسے قبول کر رہے ہیں۔ کسی نے اسلامی تعلیمات کا کوئی حصہ لے لیا ہے اور کسی نے کوئی حصہ لے لیا ہے۔ آج چھوٹے سے چھوٹے معاملہ سے لیکر بڑے سے بڑے معاملہ تک میں لوگ اسلام کی تقلید پر مجبور ہو رہے ہیں۔

اسلام کے سوا اور کہیں بھی مساوات نہیں ہے

کبھی گاندھی جی اچھوتوں کو برہمنوں کے ساتھ بٹھانا چاہتے ہیں لیکن اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہندو دھرم کے اندر انسانی مساوات کیلئے کوئی گنجائش نہیں۔ عیسائیت کے اندر بھی مساوات موجود نہیں۔ ایک سپاہی ایک لفٹنٹ کے ساتھ ایک بنچ پر بیٹھ کر چائے نہیں پی سکتا۔ گرجے میں پادری کا راستہ دوسرے لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہے۔ پھر امیر اور غریب کے گرجے علیحدہ ہیں قبرستان علیحدہ ہیں کوئی غریب آدمی امیروں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔

ولایت کا ایک واقعہ

میں ایک مرتبہ لندن کے ایک گرجے میں لیکچر دینے گیا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور اور لاہور کے وکیل نیاز علی صاحب میرے ساتھ تھے۔ میں عام لوگوں کی طرح عام راستہ سے گذر کر سٹیج پر پہنچ گیا۔ اور پادری صاحب ایک خاص راستے سے جادوگر کی طرح سٹیج پر برآمد ہوئے۔ لوگ مجھے عام راستہ سے گذرتا دیکھ کر کہنے لگے کہ ایک یہ مسلمانوں کا امام ہے جو لوگوں کے ساتھ ان کے عام راستے سے گزر گیا۔ ان کیلئے یہ بڑی تعجب خیز بات تھی۔ غرضیکہ یورپ میں مساوات نہ گرجے کے اندر ہے اور نہ قبرستانوں میں۔ وہاں بڑے بڑے آدمیوں کو گرجے کے اندر ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔ ایک شاعر خواہ وہ ساری عمر ہزار بدمعاشی کرتا رہا ہو۔ وہ گرجے کے اندر دفن ہو سکتا ہے لیکن کسی نیک سے نیک آدمی کیلئے اس قسم کے اعزاز پانے کا کوئی امکان نہیں۔ مساوات نہ یورپ میں ہے نہ ہندوستان کے اندر۔

حضرت مجدد زمانؑ کی تشریحات اور پیشگوئیاں

غرضیکہ اس زمانہ میں اسلام کے غلبہ کے آثار چاروں طرف سے نمایاں ہیں۔ حضرت مجدد زمانؑ نے وہ تشریحات اور وہ پیشگوئیاں مسلمانوں کو ازسرنو یاد دلائیں۔ جن کو کہ مسلمان بھول چکے تھے۔ مثلاً دجال اور یاجوج ماجوج کی پیشگوئیاں۔ اس سے ہمارا ایمان ازسرنو زندہ ہوا۔ آپؑ ہی نے اس زمانہ میں اس خدائی وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ پر توجہ دلائی۔ دین اسلام ضرور دیگر ادیان پر غالب آکر رہیگا۔

ایک ضروری شرط —— قربانیاں اور انتہائی جدوجہد

لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی رکھی گئی ہے۔ وہ ہے دین کی خاطر کوشش اور قربانیاں اور اس کا بازو بننا۔ اگر مسلمانوں نے دین کا بازو بننے میں کوتاہی کی۔ تو انہیں اٹھا کے پیچھے پھینک دیا جائیگا اور ان کی بجائے اللہ تعالیٰ اور کوئی قوم کھڑی کر دیگا۔ لتعزروہ و توقروہ کی شرط ان کے سامنے تھی۔ اور اس پر انہوں نے بڑھ چڑھ کر عملدرآمد کیا۔ اور اس کے ثمرات کھائے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اونٹوں کی قطاروں کی قطاریں مال غنیمت سے لدی ہوئی مدینہ میں آئیں۔ اور یہ اس قدر لمبی قطاریں تھیں کہ ان کا ایک سرا شہر کے اندر اور دوسرا شہر کے باہر تھا۔ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر حضرت ابوبکرؓ نے اس نظارے کو دیکھا اور فرمایا۔ لوگو دیکھ لو۔ میں نے کس قدر تھوڑا اللہ کی راہ میں دیا۔ اور آج کس قدر واپس لیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ لشکر کے ساتھ جا رہے تھے۔ یکایک ایک مقام پر پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیا۔ حالانکہ وہاں پانی وغیرہ کچھ نہ تھا۔ سب لوگ حیران ہوئے اور عرض کیا کہ انسان و مویشی یہاں ہلاک ہو جائیں گے۔ آپ نے کیوں یہاں ڈیرہ لگانے کا حکم دیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ کیکر کا درخت ہے مجھے یاد ہے جس کے نیچے میں یہاں ڈھائی اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور یہاں میرے باپ نے مجھے ڈانٹا تھا۔ اور آج کتنے بڑے لشکر کا مالک ہوں۔ ہمارے سلف نے بڑی بڑی قربانیاں کیں جن کے نتائج بھی وہ پیدا ہوئے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہمارے امام کو بھی خدا تعالیٰ نے کامیابی کا وعدہ دیا ہے۔ لیکن اگر ہم اس کے بازو نہیں بنتے۔ اور دین کے راستے میں مال خرچ نہیں کرتے تو کامیابی دور ہے۔

حضرت امیر اور خواجہ صاحب مرحوم کی عظیم الشان خدمات

ہمارے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے صحیح معنوں میں امام کا بازو بن کر دکھایا ہے۔ ان کی خدمات اسلامی اور علمی کا اعتراف ساری دنیا میں کیا جا رہا ہے۔ ان کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ ان کی خدمات کی وجہ سے ہماری قوم کی عزت و وقار میں گرانقدر اضافہ ہوا۔ حضرت مولانا صاحب اور حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کو معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں۔ ہمارے امام کو بھی معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں۔ ان کی خدمات دینیہ ملند اور شاندار ہیں۔ دشمن ان پر اعتراض کرے تو ہرزہ سرائی سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں۔ ایسی ہستیوں پر اعتراض کرنیوالے امام وقت کے دشمن ہیں۔ معصوم صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ ہمارے حضرت امام نہایت واضح کلام کرنیوالے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود غلو کرنیوالوں نے ان کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب کر دی ہیں۔ جو آپکے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔

صحیح معنوں میں مجدد وقت کے بازو بنو

سو مجدد وقت کے بازو بننے کی ضرورت ہے۔ ہمارے حضرت امیر نے بڑا احسان کیا کہ انجمن کی جوبلی پر قربانی کی تحریک کی۔ قوم نے بھی بلاشبہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر قربانی کی۔ اس قربانی کے اندر احیاء ملت کا راز ہے۔ قوم کو چاہئے کہ آئندہ بھی ان کی آواز پر لبیک کہتے چلیں۔ اور کامیابی پر کامیابی دیکھیں۔ . . . .

ولیظہرہ علی الدین کلہ کا بہت بڑا نظارہ اور شاید وہ دیکھنا مسلمانوں کی قسمت میں لکھا ہے۔ اگر وہ متحد ہو جائیں۔ اگر صرف ہندوستان کے مسلمان ہی متحد ہو جائیں تو وہ یورپ کو فتح کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی کامیابی کا زریں اصول

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تمام مسلمان متحد ہو کر کام کریں۔ ایک زبردست طوفان آنیوالا ہے۔ آجکل وہ طوفان یورپ میں بپا ہے۔ لیکن جلد ہی وہ ہندوستان کا رخ کرنیوالا ہے۔ اس ابتلا اور مصیبت میں صرف ایک ہی اصول کام آئیگا کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہمارا بھائی ہے۔ اگر مسلمان متحد ہو کر اور صحیح معنوں میں بھائی بن کر کھڑے ہو جائیں تو کامیابی کا زبردست امکان ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل کے اندر اس چنگاری کو روشن کر دے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا غلبہ دیکھنے اور اس غلبہ کیلئے جدوجہد کرے اور قربانی کرے۔ اتحاد ملت کے حصول کیلئے سخت کوشاں ہو۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

(بقیہ صفحہ ۸)

تیرا شریک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ سب تیرے ماتحت ہیں۔ اگر کلیسا کا کوئی عہدہ دار اس منصب میں تیری مزاحمت کرے یا تیرے احکام کی مخالفت کرے۔ یا تیرے فیصلہ سے سرتابی کرے یا تیرے خلاف بغاوت کرے۔ اس کو سخت سزا دی جائیگی اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے معاف نہیں کیا جائیگا۔ تاکہ دوسروں کو اس کی تقلید کا حوصلہ نہ ہو اور تیرے احکام کی کوئی شخص مخالفت نہ کرے۔

امیر المومنین اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں تجھ کو اور تیرے پیروؤں کو ایسی مراعات عطا کرتے ہیں۔ تیری اور تیرے پیروؤں کی جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ اور تیری بہبود کا خاص خیال رکھا جائیگا۔ تم لوگوں کے مُردوں کی تجہیز و تکفین کے طریقوں کا احترام کیا جائیگا اور تمہاری معابد اور گرجوں کی حفاظت کی جائیگی۔ اور یہ سب کچھ سابقہ خلفاء کے دستور کے مطابق ہوگا۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ اور اس کے بدلہ میں تم میں سے وہ لوگ جو عاقل اور بالغ ہیں اور مرد ہیں جزیہ ادا کریں گے اور تمہاری عورتیں اور بچے اس ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اور یہ رقم شریعت کے آئین کے مطابق سالانہ وصول کی جائے گی۔

امیر المومنین نے اس بات کو بھی منظور کر لیا ہے کہ مختلف کلیساؤں کے تنازعات میں وہ بطور ثالث کام کریں گے اور ان کے ساتھ انصاف کریں گے۔ تاکہ زبردست کسی کمزور پر ظلم نہ کر سکے۔ اور ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی پیروی کر سکے اور ہر شخص کے مذہبی حقوق کی حفاظت ہو سکے۔

خدا سے دعا ہے کہ تو ان عنایات کا اہل ثابت ہو سکے جو تیری روح کو تسلی عطا کر سکتی ہیں۔ اور تو دن رات امیر المومنین کے حق میں دعائے خیر کیا کرے۔ تاکہ تیری شکرگذاری کا اثبات ہو سکے اور یہ امر تیری وفاداری کا نشان ہوگا۔ اور تیرے علاوہ تمام اساقف اور پادریوں کا بھی یہ فرض ہے کہ امیر المومنین کی اطاعت کریں اور اس کی عنایات۔ [illegible]

نطوری کلیسا کو حفاظت کا فرمان

عطا کردہ مکلتفی ثانی خلیفۂ بغداد

ذیل میں ایک اہم دستاویز کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے یہ اس فرمان[۱] کی صحیح نقل ہے جو عباسی خلیفہ، مکلتفی ثانی (۱۱۳۶ء تا ۱۱۶۰ء) نے نطوری البطریق عبدیشوع ثالث (۱۱۳۹ء تا ۱۱۴۷ء) کو لکھ کر عطا کیا تھا۔ . . . .

یہ فرمان ۱۱۳۹ء میں لکھا گیا۔ لیکن خلیفۂ وقت نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ میں خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چل کر یہ فرمان جاری کر رہا ہوں۔ اور سابق خلفائے عباسیہ کی تقلید کر رہا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ تمام خلفائے اسلام نے عیسائیوں کے ساتھ رواداری کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ نطوری البطریق ایشوع یحب ثالث (۶۵۰ء تا ۶۶۰ء) اعتراف کرتا ہے کہ عرب حکمران جن کو خدا نے اس زمانہ میں حکومت عطا کی ہے . . . اپنے عیسائی رعایا کو ستانے کے بجائے ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے ہیں . . . پادریوں اور مشائخ کلیسا کی عزت کرتے ہیں۔ اور گرجوں اور خانقاہوں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔"

اس فرمان سے اس طرز عمل پر بھی روشنی پڑتی ہے جو نطوری بطارقہ کے انتخاب کے سلسلہ میں اختیار کیا جاتا تھا۔ اور اسلامی حکومتوں میں یہ عہدہ کلیسائی نظام میں سب سے بڑا تھا۔

یہ مسودہ جس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جان رائلینڈز لائبریری میں عربی مخطوطات نمبر ۶۹۴ ہے۔ اس کا متن تذکرہ میں محفوظ ہے جس کو ابن حمدون نے (المتوفی ۱۱۶۷ء) مرتب کیا تھا۔ اور مؤلف نے لکھا ہے کہ یہ مسودہ میرے بھائی کا لکھا ہوا ہے۔ جس کا نام ابو نصر تھا۔ اور وہ خلفائے عباسیہ کے محکمۂ نظارت میں ملازم تھا۔ اور اس کی وفات ۱۱۵۰ء میں ہوئی۔ اس کتاب کے بعض حصص جستہ جستہ یورپ کے بعض کتب خانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور مکمل نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے جس کی کتابت ۱۵۹۶ء میں ہوئی تھی۔ رائلینڈز لائبریری کا نسخہ قدیم ترین ہے۔ کیونکہ علم المسودات قدیمہ کی رو سے ۱۲۰۰ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے یعنی مصنف کی وفات سے تقریباً ۳۰ سال بعد۔ یہ فرمان مقفع عبارت میں ہے۔ اس لئے اس کے ترجمہ میں لفظی پابندی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ مفہوم ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ترجمہ متن

اس فرمان کی نقل جو کاتھولک عیسائیوں کو عطا گیا ہے جسے میرے بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے لکھا تھا۔ یہ وہ فرمان ہے۔ جسے ہمارے سلطان اور حکمران امیر المومنین، مکلتفی ثانی نے عبدالشیوع البطریق کو عطا کیا۔

سب تعریفیں اس خدا کو سزاوار ہیں جس کی رحمت عام ہے اور جو قادر مطلق ہے۔ جس کی حمد و ثنا فرض ہے۔ جس کے بیرو اس دنیا میں کامران ہیں۔ جس کی صفات کامل ہیں اور جس کا عدل عالمگیر ہے۔ وہ ہمہ جا موجود ہے۔ اگرچہ کسی نے اسے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اس نے اس کائنات کو اپنی مرضی سے پیدا کیا۔ بغیر اس کے کہ وہ انسانوں کی طرح اس کی تخلیق کے متعلق غور و فکر کرتا۔ وہ جملہ اشیاء کی ماہیت سے آگاہ ہے۔ خواہ وہ مرئی ہوں یا غیر مرئی۔ وہ ہمارے تخیلات سے بلند تر ہے۔ اس نے اس کائنات کو کسی سابقہ نمونہ پر نہیں بنایا۔ اور جملہ اشیاء کو بغیر کسی موجودہ نظام کے پیدا کیا اس نے اپنی توحید پر دلائل قاطعہ بیان فرمائے ہیں۔ اور اپنی حکمت کے ثبوت میں حیرت انگیز شہادتیں مہیا کی ہیں۔ جو ہماری عقل کو تسلی بخشتی ہیں۔ اور ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ واحد لاشریک ہے۔ نہ اس کی زوجہ ہے۔ نہ اس کے کوئی بیٹا بیٹی ہے۔ اور نہ حکومت میں کوئی شریک ہے۔ نہ کوئی شے اسے محیط ہے اور نہ وہ والد ہے نہ مولود۔ اور جہلا جو کچھ اس کی نسبت گمان کرتے ہیں وہ اس سے بہت ارفع ہے لائق ستائش ہے وہ خدا جس نے حضرت محمد مصطفےٰ کو اپنا رسول منتخب فرمایا۔ جو حسب و نسب کے اعتبار سے نہایت شریف ہیں۔ اور اس نے آپ کو دنیا میں روشن دلائل کے ساتھ بھیجا۔ اور آپ ایسی صداقت لائے جس نے دنیا کو منور کر دیا۔ جبکہ وہ جہالت اور گمراہی میں مبتلا تھی۔ اور بنی آدم ہدایت کیلئے بیتاب تھے اور سابقہ ادیان حقیقت سے دور ہو گئے تھے۔ اللہ کا کلام آپ کی معرفت دنیا میں شائع ہوا۔ آپ نے عربوں کو اس کلام سے منور کیا۔ حتیٰ کہ تمام باطل عقائد مٹ گئے۔ اور دلوں کی کجی دور ہو گئی۔ اسلام کا چشمہ رواں ہو گیا۔ اور دنیا اس سے مستفید ہوئی۔ اور خدا نے اسلام کا ہر معرکہ میں بول بالا کیا۔ پھر خدائے بلند و برتر نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا۔ اور مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کر کے۔ اسلام کو دنیا میں مضبوط بنایا۔ مذاہب سابقہ کو منسوخ کر کے اسلام کو بنی آدم کی ہدایت قرار دیا۔

اور اپنی مہربانی سے آپ کو وہ کتاب عطا کی۔ جو سراسر ہدایت ہے اور دنیا کے لئے صداقتوں سے معمور ہے۔ اللہ وہ ذات ہے۔ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ تاکہ وہ اسلام کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کر دے خواہ مشرکین کو برا ہی کیوں نہ لگے" (۹ : ۳۳) خدا نے آپ کو آپ کے خاندان کو اور آپ کے صحابہؓ کو برکت عطا کی۔ جس کی بدولت آپ کا وقار دنیا میں بڑھ گیا۔ اور یہ بات آپ کے بلند مرتبہ کے عین مطابق ہے۔ جب تک دنیا میں رات کے بعد دن آئے۔ اور خدا کے فضل سے آفات کا قلع قمع ہوا۔

لائق حمد ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے، امیر المومنین کو خلافت عطا فرمائی اور اپنی ہدایت و رہنمائی جو سب سے بڑا انعام ہے جس نے اسے اس بلند مرتبہ پر فائز کیا۔ جس کے سامنے تمام انسان سرنگوں ہیں اور اسی بنا پر اسے مذہبی قیادت کا شرف حاصل ہوا۔ جس نے دنیا کو عدل کے ستاروں سے منور کیا۔ اور انہیں اقتصادی خوشحالی عطا کی تاکہ وہ دنیا میں بلا روک ٹوک اپنی تجارت کو پھیلا سکیں۔ اور داد و ستد اور بیع و شراء میں انہیں ہر قسم کی سہولت حاصل ہو سکے۔

اور اس نے اسلامی حکومت کا ایسا اچھا انتظام کیا ہے کہ رعایا کو کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔ اور کوئی دشمن ملک کے امن کو برباد نہیں کر سکتا اور مسلمانوں کے ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اور مسلمانوں پر کسی قسم کی آفت نہیں آسکتی۔ اس نے اپنی رعایا پر ایک اور احسان بھی کیا ہے تاکہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ اور ان کی ہمتوں کو دوبالا کر دیا۔ ان کو فارغ البالی سے ہم آغوش کر دیا۔ اور ان پر ترقی کی راہیں کھول دیں۔ وہ اس کے عدل و انصاف کے سایہ میں آرام کر رہے ہیں۔ ان کی تکالیف کا خاتمہ ہو گیا ہے اور وہ آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اندریں حالات وہ اس کی اطاعت اور اس کے اجداد کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی توقعات کو بلند کر دیا ہے۔ کیونکہ ان پر جو قیود دارد تھیں وہ دور ہو گئی ہیں۔ اور ان کے دشمنوں کی توقعات سب خاک میں مل گئیں۔ اور ان کا بادشاہ خدا سے دعا کرتا ہے کہ رعایا اپنے بادشاہ کی مہربانیوں کا شکر ادا کرے۔ اور اس کا برابر دعا کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ خدا پر بھروسہ کرتا ہے کیونکہ اس کو یہ کامیابی محض فضل خدا سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ خدا پر تکیہ رکھتا ہے اور اسی کی طرف واپس جاتا ہے۔

چونکہ خدا نے امیر المومنین پر اپنے بندوں کی حفاظت کی ذمہ داری عائد کی ہے اور اسے ملک و مال کا نگران بنایا ہے۔ اس لئے وہ بہت ہوشیاری کے ساتھ بندگان خدا کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی بہبود کا خیال رکھتا ہے اور ان کی آسائش کا اس درجہ خیال رکھتا ہے کہ رعایا بالکل بے فکر ہے۔ وہ ان کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے ان کی چراگاہوں کو سرسبز کرتا ہے اور ان کی آرزوؤں کو پوری کرتا ہے جبکہ اس آسائش میں نہ صرف مسلمان حصہ دار ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جن کے ساتھ اس نے معاہدے کئے ہیں۔ اور وہ بھی جو اہل کتاب ہیں اور از روئے شرع معاہدہ کے ذیل میں آتے ہیں۔ جو ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کا فیض ان سب لوگوں پر حاوی ہے اور ان کی زندگی اس بات پر گواہی دیتی ہے۔

ہم نے تیری عرضی امیر المومنین کے حضور میں پیش کی اور بتایا کہ اطاعت اور نکوکاری کے لحاظ سے تو ذمیوں میں سب سے اعلیٰ ہے۔ اور خوبیوں کے اعتبار سے سب سے منفرد ہے اور تیرے اندر اپنی قوم کی سرداری کی تمام شرائط اور صفات پائی جاتی ہیں۔ عیسائیوں کے وفد نے جو میرے پاس آیا مجھے بتایا کہ تو ان کی قیادت کی اہلیت رکھتا ہے اور ان کی تمام ضروریات کا کفیل بن سکتا ہے۔ اور ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ تو ان کی قیادت کا اہل ہے۔ ان کے معاملات اور ضروریات دینی کا انتظام کر سکتا ہے اور سب کے ساتھ انصاف کر سکتا ہے پس انہوں نے تیری سرداری کے فرمان کی درخواست کی تاکہ تیری حیثیت استوار ہو جائے اور تیری قیادت کے متعلق کوئی تنازع پیدا نہ ہو سکے۔

پس امیر المومنین نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ لہٰذا یہ فرمان واجب الاذعان تجھ کو عطا کیا جاتا ہے۔ اور تجھ کو تمام نطوری عیسائیوں کا روحانی پیشوا مقرر کیا جاتا ہے۔ جو دار الامان میں رہتے ہیں۔ تجھ کو ان کی سرداری کا شرف بخشا جاتا ہے۔ اور ان یونانی، یعقوبی اور ملکی عیسائیوں کا بھی سردار مقرر کیا جاتا ہے جو دار الامان میں رہتے ہیں۔ تجھ کو کلیساؤں اور معابد میں سرداری کا امتیازی نشان پہننے کا حق دیا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی اسقف یا قسیس

(باقی صفحہ ۹)

[۱] اس فرمان کا ترجمہ عربی سے انگریزی میں ڈاکٹر منگانا نے کیا اور اس پر حواشی لکھے جو بلیٹن آف دی جان رائلینڈز لائبریری مانچسٹر جلد ۱۰ رسالہ ۱ سال ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئے رسالہ اشاعت اسلام لاہور نے انہیں اردو کا جامہ پہنایا۔ ہم ماخذ مذکور کے شکریہ کے ساتھ اس ترجمہ کو درج ذیل کرتے ہیں۔

جلد ۲۸ — لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۳ شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۴۰ء — نمبر ۵۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے

میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب طور پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کیلئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ . . . حرام ہے مشیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔ ہم تو اپنے بچوں کیلئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا۔ وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔

(۹ فروری ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

اعلان بیعت — جناب محمد رمضان صاحب تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ۱۲ ستمبر کو وزیر آباد تشریف لے گئے۔ ۱۵ کو واپس لاہور آئے اور ۱۶ کی صبح کو امرتسر تشریف لے گئے۔ شام تک واپسی کی توقع ہے۔

— ہماری جماعت کے محترم بزرگ جناب ایم کے موسیٰ خان صاحب ڈنتیر کی صحت کچھ خراب ہے۔ احباب ان کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

— جناب بشیر محمد صاحب احمدی پیش امام جماعت احمدیہ علی پور اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں کو قادیانی اصحاب سے نبوت، تکفیر اہل قبلہ اور خلافت کے مسائل پر دو گھنٹہ تک نہایت کامیاب مباحثہ ہوا۔ قادیانی اصحاب ہمارے پیش کردہ دلائل کا جواب بالکل نہ دے سکے۔ اور انہیں علمی لحاظ سے بہت ندامت اٹھانا پڑی۔ اس مباحثہ کا پبلک پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ ہماری طرف سے مولوی محمد بخش صاحب مبلغ شہر سلطان۔ مولوی غلام مصطفےٰ صاحب نبی شاہ اور میاں گل محمد صاحب نے حصہ لیا۔

ایک ضروری درخواست

انجمن کے مالی سال کے اختتام میں اب صرف ستمبر اور اکتوبر کے مہینے رہ گئے ہیں۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ وہ اپنے بقایا جات چندہ ماہوار یا جوبلی کے ان دو ماہ کے اندر اندر ضرور ادا فرما دیں۔ تاکہ نئے سال سے ان کا حساب پچھلے سوال سے بالکل صاف ہو۔

اسی طرح جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت کے بقایا جات وصول کرنے کی انتہائی کوشش فرمائیں۔ زکوٰۃ کی وصولی کی طرف بھی از حد توجہ لگا رہے ✦

(دفتر تحصیل)

شب برات پر آتشبازی کے اسراف سے خود بچیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچانے کی کوشش کریں

کیا دنیا میں فتنہ و فساد کا باعث مذہب ہے؟

عقل مذہب کی قیادت قبول کر کے ہی نوع انسانی کیلئے مفید ثابت ہو سکتی ہے

(از مولوی عبدالواحد صاحب بی۔ اے)

موجودہ وقت میں مذہب کی طرف انتہائی لاپرواہی برتی جا رہی ہے۔ دنیا مذہب سے بالکل بیزار نظر آتی ہے۔ آج انسانی شرافت اور سوسائٹی کا معیار صرف عقلی اصولوں پر مبنی ہے جن میں سے کچھ تو مذہب سے مستعار لئے گئے ہیں۔ اور باقی حصہ مختلف ماحول کے زیر اثر انسانی دماغ کا ساختہ ہے۔ تمام دنیا بالعموم اور یورپ بالخصوص اپنا سارا زور مذہب کو دنیا سے ناپید کرنے پر خرچ کر رہا ہے۔ انہی لوگوں نے عقل پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ چنانچہ اگر شعبہ جات زندگی کو چھوڑ کر ہم صرف ان کی سوسائٹی کا بنظر غور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ ان لوگوں کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ان کی تباہی کی صورت میں رونما ہو رہا ہے۔ دن بدن عام حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اخلاق کا دیوالہ نکلتا جا رہا ہے اور امن و سکون کی زندگی نصیب نہیں ہوتی۔ اگر انسانی عقل دنیا کی ہدایت کی متحمل ہو سکتی تو آج دنیا میں اتنے مذہب ہرگز نہ ہوتے جو ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ باوجود سلیم العقل اور فطرتی ہدایت حاصل کرنے کے انسان ہر جگہ پر ٹھوکریں کھاتا نظر آتا ہے۔ اگرچہ ظاہری اشیاء کی موجودگی میں کبھی کبھی انسان صحیح نتائج حاصل کرتا ہے۔ لیکن جب کبھی اسے کسی پوشیدہ یا غیر معلوم چیزوں میں کدوکاوش کی ضرورت ہوتی ہے تو عام طور پر غلط راہ اختیار کر لیتا ہے۔ اس غلط روی سے معلوم ہوتا ہے کہ نتائج انسانی عقل کے قبضہ قدرت میں نہیں بلکہ ایک اور ہی طاقت ان کی تقدیر کی ذمہ دار ہے۔

عقل کے اس نقص کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے پیدائش کے وقت سے ہی صفت رحمانیت کے ماتحت اپنے ہاں سے رشد کا سامان بھی مہیا کیا جس پر چل کر انسانی عقل اپنے افعال کی انجام دہی میں اعتدال پر رہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی مخلوقات عالم پر فضیلت دی۔ اس ہدایت کو قبول کرنے کیلئے اس نے انسان کو سلیم عقل اور سلیم فطرت عطا کی۔ حضرت آدم کو لا تقربا ھذہ الشجرۃ کا حکم فطرتی حکم ہی تھا۔ لیکن انسان میں ایک اور قوت بھی موجود تھی۔ ان النفس لامارۃ بالسوء نفس امارہ انسان کی حیوانی عادات کا نام ہے۔ اور اس حالت میں یہ نفس انسان کو بدی کا حکم دیتا رہتا ہے اور جادۂ اعتدال پر قائم نہیں رہ سکتا اس لئے نفس امارہ کے غلبہ کے احتمال کو دور کرنے کیلئے ہدایت کی ضرورت تھی۔ اس لئے حضرت آدم کو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا۔ اما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ دونوں استعدادات انسان میں موجود تھے۔ کامل فرمانبرداری اختیار کرنے کی اور ہدایت الٰہی سے اعراض کی۔ اسے اختیار دیا گیا کہ جس راہ کو چاہے قبول کرے انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا لیکن اسے اپنے مقصد تخلیق سے بھی مطلع کر دیا گیا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ لیکن سعید اور شقی روحوں نے مختلف راہ اختیار کئے۔ ایک نے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کی اور دوسری نے اس کی عطا کردہ ہدایت سے بے اعتنائی ظاہر کی۔ اس طرح دنیا میں دو گروہ قائم ہو گئے۔ ایک حامی خیر اور دوسرا حامی شر۔ یہی جنگ ابتک دنیا میں چلی آتی ہے۔

مختلف زمانوں میں تقاضائے وقت کے مطابق خدا تعالیٰ اپنی ہدایات بھیجتا رہا۔ اور آخر کار جب انسانی دماغ نے اتنی ترقی کر لی۔ کہ اس کے لئے ایک ہی ہدایت کافی سمجھی گئی۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس نے اپنی آخری ہدایت بھیجی۔ اور جس طرح دنیا ایک ہی نفس سے پیدا کی گئی تھی۔ اسے دوبارہ ایک ہی رشتہ میں منسلک کرنے کا نسخہ تجویز کر دیا گیا۔ یہی انسانی ارتقا کا بلند ترین مقام تھا۔ یہ دوا کئی مریضوں کیلئے اکسیر ثابت ہوئی۔ لیکن کئی ایسے بھی تھے۔ جو اس سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ اسے دنیا سے نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ سابقہ انبیاء کی طرح رسول کریم کو بھی حصول مقصد کیلئے انتہائی جدوجہد کرنا پڑی۔ اور آخر اپنے مقصد کے قیام کیلئے انہیں مدافعانہ کارروائی پر مجبور کیا گیا۔ لیکن اس کارروائی کا مقصد وقاتلوا حتیٰ لا تکون فتنۃ دنیا سے فتنہ و فساد کا مٹانا تھا۔ مخالفین نے رسول کریم کی ان جنگوں کو بدترین صورت میں پیش کیا۔ اور اسلام کو دنیا کا جنگی مذہب قرار دیا۔ کہاں وہ بلند مقصد دنیا سے فتنہ و فساد رفع کرنا اور کہاں فتنہ و فساد کی داغ بیل ڈالنا یہ ایک ہی انسان کے دو کارنامے نہیں ہو سکتے۔

دنیا کی تمام اقوام کو اسی ہدایت کی ضرورت رہی ہے اسی لئے تمام اقوام میں انبیاء مبعوث ہوئے۔ ان تمام انبیاء کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور انسان اس کی مخلوق۔ اس لئے اسے اپنے مالک کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کیا یہ تعلیم دنیا میں فتنہ و فساد کا موجب ہو سکتی ہے۔ کیا وہ ایک خدا جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور جس سے وہ اتنا پیار کرتا ہے کہ والدین اپنی اولاد سے نہیں کرتے اپنی مخلوق میں انبیاء کو فتنہ و فساد پھیلانے کیلئے مبعوث کرتا رہا؟ کیا وہ انسان فتنہ کا باعث ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے وقتوں میں اور اپنی قوموں میں انقلابات پیدا کئے۔ جن کو انہوں نے زمین سے اٹھا کر ایک بہت بلند مقام پر کھڑا کیا۔ جنہوں نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی رہنمائی کیلئے اپنی جانیں جوکھوں میں ڈالیں۔ انتہائی مخالفتیں برداشت کیں۔ مار کھائی بےعزتی برداشت کی اور اپنے وطنوں کو چھوڑا۔ جنہوں نے انسان کی ذہنی ترقی کے لئے راستے کھولے اور جن کا ہاتھ ارتقائے نسل انسانی میں سب سے بڑھ کر کام کرتا رہا۔ کیا ان کی تعلیم کہ خدا ایک ہے اور وہی عبادت کا سزاوار ہے بُری تھی۔ کیا یہی تعلیم فتنہ و فساد کا باعث ہو سکتی ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں فتنہ و فساد ڈالنے کی بجائے انہیں صلح و آشتی کی تلقین کرے ایسی اعلیٰ تعلیم بھیجے جو عین فطرت کے مطابق تھی تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مذہب دنیا میں موجب فتنہ ہے۔

اگر صحیفہ قدرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دو متضاد قوتیں ہر جگہ کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ جو سب انسانی ارتقا کے لئے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ آگ اور پانی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ لیکن بیک وقت انسان دو چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ان دونوں کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ ماحول کی موجودہ ایجادات ان میں سے کسی ایک کی غیر موجودگی میں کبھی اس حد تک نہ پہنچتیں۔ لیکن انسان ان دو مختلف عناصر کو ایک اندازہ کے مطابق اکٹھا کر کے اس سے کتنے فوائد حاصل کر رہا ہے۔ کسی ایک کی معمولی زیادتی و کمی سے کتنا نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح انبیاء بھی مختلف عناصر کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کے قائمہ کیلئے کوشش کرتے رہے۔ جب یہ چیزیں اکٹھی ہو کر نقصان رساں نہیں ہوتیں۔ تو کیا وہ تعلیم جو صلح و آشتی کے پھیلانے کیلئے آئے دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کر سکتی ہے۔ انسان خود متضاد طاقتوں سے مرکب ہے کبھی وہ انتہائی تشدد دکھاتا ہے اور کبھی انکساری۔ اگر دوسرے پر حکومت کرتا ہے تو کبھی اوروں کی غلامی بھی اختیار کرتا ہے۔ اپنی خواہشات اس کی متضاد ہوتی ہیں کبھی ایک قسم کی خواہش کرتا ہے اور کبھی دوسری قسم کی جو بالکل مخالف ہو۔ کیا سب ایک دوسرے کی ضد نہیں۔ پھر جب ان کے اکٹھا ہونے سے فتنہ نہیں پڑتا۔ تو ایسی تعلیم جو انسان کو ایک ہی جھنڈے کے ماتحت کھڑا کر رہی ہو موجب فتنہ ہو سکتی ہے؟ اور اگر کبھی انسان اپنی خواہشات کی پیروی میں نقصان اٹھا لے۔ تو کیا اس کی وجہ بھی مذہب ہوگی؟ حیوانی زندگی کی بھی یہی حالت ہے۔ مختلف گھروں کے دو کتے بڑی مشکل سے ایک جگہ رہ سکتے ہیں۔ دو شیر ایک ہی غار میں نہیں رہ سکتے۔ کیا بکریاں، گائے اور بھینس کبھی نہیں لڑتیں۔ یہ تو ہر نوع کا آپس میں جھگڑا ہے اور اگر ایک نوع اور دوسرے نوع کے جھگڑوں کو دیکھا جائے تو وہ لاتعداد ہیں۔ ہر نوع دوسرے سے لڑتی ہے۔ لیکن کوئی بدحواس شخص ہی یہ کہے گا۔ کہ حیوانی زندگی میں فتنہ و فساد کی وجہ بھی مذہب ہے۔

برعکس اس کے مذاہب عالم کے کارناموں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں ایسی برادریاں قائم کی ہیں۔ جو بغیر مذہب کے قائم نہیں ہو سکتیں۔ اگر ایک یہودی پر دنیا کے کسی ایک حصہ میں ظلم ہو تو دنیا کے دوسرے حصہ کے یہودی چیخ اور پکار کرتے ہیں اور صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ ان میں کوئی خونی رشتہ ہوتا ہے نہ دوستی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں۔ اگر ایک عیسائی قوم پر ایک ملک میں ظلم کیا جائے۔ تو دوسرے عیسائی ممالک ان کی مدد کیلئے تمام زور صرف کرتے ہیں۔ فلسطین میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے گئے تو اقصائے عالم کے تمام مسلمانوں کو تکلیف ہوئی۔ مکہ سے ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ میں گئے تو وہاں ان کے درمیان وہ مساوات پیدا ہوئی کہ آجکل کا سوشلسٹ روس ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ ان میں دینی رشتہ مواخات قائم ہوا کہ مذہب کے بغیر دنیا کی اور کوئی چیز اسے نہیں پیدا کر سکتی۔ کیا مذہب کی اس پیدا کردہ مواخات کی نظیر دنیا میں اور کہیں ملتی ہے؟

انصار نے اپنے گھرانے، اپنی جائدادیں اور تمام مال نصف نصف بانٹ کر مہاجرین کے سپرد کر دیئے۔ یہ ایثار کس چیز کا پیدا کردہ تھا۔ کونسی چیز نے انہیں مجبور کیا تھا کہ اپنے پسینہ کی کمائی مہاجرین کے سپرد کر دیں۔ یورپ جو آجکل مذہب کو چھوڑ کر عقل پرستی اور مادہ پرستی کا نمائندہ ہے۔ کیوں اس وقت تک ایک پوپ کے احکام کی

(باقی صفحہ ۲)

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم سہ شنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۵۸

عیسائیت کی ناکامی کا اعتراف

انگلستان کے ایک پادری کی زبان و عمل سے

موجودہ زمانہ میں عیسائیت ہر لحاظ سے ناکام ثابت ہو چکی ہے۔ اس حقیقت کے اظہار کیلئے دلائل کی چنداں ضرورت نہیں۔ یورپ کے عیسائی ممالک کی بے راہ روی، اخلاقی زبون حالی اور بے چینی ہی کافی ثبوت ہے۔ مغربی اقوام و ممالک جب تک عیسائیت پر سختی کے ساتھ کاربند رہے۔ انہوں نے کوئی علمی فنی اور تمدنی ترقی نہ کی۔ علم و تہذیب کے دروازے ان پر بند رہے —— آخر انہوں نے اپنے مذہبی احکام کو توڑ کر ان دروازوں کو اپنے اوپر کھولا۔ عقل و سائنس کو اپنا رہنما بنایا لیکن چونکہ آسمانی روشنی سے بے بہرہ تھے۔ اس لئے انہوں نے پھر ٹھوکر کھائی اور مادہ پرستی میں اس قدر بڑھ گئے کہ اخلاق و شرافت اور انسانیت ہی سے دور ہو گئے۔

آجکل یورپ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ اخلاقی پستی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ مغربی تہذیب کے دعویدار آجکل آپس میں ہولناک طریق پر دست و گریباں ہو رہے ہیں اور درندوں کی طرح ایک دوسرے کو چیر پھاڑ کر کھا جانا اور بالکل تباہ کر دینا چاہتے ہیں۔ ارض یورپ پر نازی ازم کا بھوت محو رقص ہے جس کا مقصد ہی دنیا کو تہ و بالا کرنا اور قوموں اور ملکوں کو غلام بنانا ہے —— دوسری طرف اٹلی اور روس کے درندے اپنے دانت تیز کر رہے ہیں۔ ان کے پھیلائے ہوئے مفاسد بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔

برطانیہ نے بیشک اخلاقی جرأت سے کام لیکر جرمنی اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ کا بیڑا اٹھایا ہے۔ لیکن اسے بھی یہ قدم اٹھانے میں عیسائیت کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنی پڑی ہے۔ اگر برطانیہ "ایک تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی آگے کر دو" کی مسیحی تعلیم پر کاربند ہوتا تو آج ہم اسے نازی ازم کے جور و ظلم کے مقابل مردانہ وار ڈٹا ہوا نہ دیکھتے —— اس سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائیت ظالموں کو پھلنے پھولنے اور ظلم و تباہی بپا کرنے کے مواقع تو مہیا کر سکتی ہے۔ لیکن ظالم کے مقابلہ میں مظلوموں کو مدافعت کا حق نہیں دیتی۔ ورنہ ایک تھپڑ کھا کر دوسرا گال آگے کرنے کی تلقین ہم اس کی زبان سے نہ سنتے۔

حال ہی میں لندن سے ایک سبق آموز خبر موصول ہوئی ہے ویسکس کے پادری ریورینڈ اے گرفتھس نے اعلان کیا تھا کہ میں کم از کم بارہ جرمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اطمینان سے مروں گا۔ اس پر آٹھ آدمیوں نے اعتراض کیا کہ ایک مسیحی پادری کیلئے اس قسم کا اعلان مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ عیسائیت کی روح اور اس کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اپنے ان معترضین کو جواب دیتے ہوئے پادری صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

"عیسائیت محبت اور پیار کی تعلیم دیتی ہے۔ لیکن نازیوں نے اس تعلیم پر عمل ناممکن بنا دیا ہے۔ اس لئے ایک پادری ہونے ہوئے بھی میں اعلان کرتا ہوں کہ کم از کم بارہ جرمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں اطمینان کے ساتھ مروں گا۔ میں عیسائیت کے تحفظ اور بقا کیلئے ہی جنگی کوششوں اور سرگرمیوں میں مصروف ہوں۔ جرمنی اور فرانس میں ہٹلر کے ہاتھوں گرجا گھروں اور پادریوں کی جو حالت ہوئی ہے اس سے محض عیسائیت کی تعلیم انہیں نہ بچا سکی۔ اس لئے میں رائفل کندھے پر اٹھائے پھرتا ہوں۔ میرے چھ بیٹے فوج میں ہیں۔ ان میں سے تین رائل ایر فورس میں ہیں۔ وہ بیحد خدا ترس اور سچے عیسائی ہیں۔ اور عیسائیت کو درندگی اور وحشت سے بچانے کیلئے ہی فوج میں بھرتی ہوئے ہیں"

پادری صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ عیسائیت کے تحفظ اور اسے وحشت و درندگی سے بچانے کیلئے اپنے گرجے اور مجلس وعظ کو چھوڑ کر میدان جنگ میں کود پڑے ہیں۔ اور صلیب کی بجائے رائفل اٹھائے پھرتے ہیں۔ نہ صرف خود بلکہ انہوں نے اپنے خدا ترس اور سچے عیسائی بیٹوں کو بھی فوج میں بھرتی کرا دیا ہے۔ بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ پادری صاحب کو اپنے اس ارادے اور دعویٰ میں سچا اور مخلص تسلیم نہ کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پادری صاحب موصوف کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے کہ جرمنی اور فرانس میں عیسائیت کی تعلیم عیسائیت کو ہٹلری مظالم سے نہیں بچا سکی۔ لہذا انہیں عیسائیت کی تعلیم کی خلاف ورزی کر کے اور رائفل ہاتھ میں لیکر عیسائیت کو بچانے کیلئے میدان میں آنا پڑا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیت کی تعلیم خود اپنی حفاظت سے بھی قاصر ہے۔ نہ صرف عیسائی بادشاہوں اور سیاست دانوں کو عیسائیت کی حفاظت کیلئے غیر عیسائی اصول اور طریقے اختیار کرنے پڑے ہیں بلکہ عیسائی پادری بھی اس کیلئے مجبور ہیں —— ہر ایک صاحب عقل و شعور فرد کے لئے مقام غور ہے کہ جس مذہب کے اصول خود اپنی حفاظت ہی سے قاصر ہوں۔ وہ لوگوں کی حفاظت و رہنمائی میں کس حد تک کامیاب ہو سکتا ہے —— کیا پادری صاحب کے الفاظ عیسائیت کی ناکامی کا واضح اعتراف نہیں ہیں؟

اس کے مقابل ذرا اسلام کی پر حکمت اور قابل عمل تعلیم کو دیکھئے۔ وہ مذہبی آزادی کا علمبردار اول ہے۔ دین کے معاملے میں کسی جبر و اکراہ کو جائز نہیں رکھتا۔ وہ جارحانہ حملوں کی بھی خواہ وہ کسی غرض کیلئے ہوں۔ اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اس نے نہایت حکیمانہ اور عادلانہ شرائط اور پابندیوں کے ساتھ مدافعت کی خاطر جنگ کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خود پہل کر کے کسی پر تلوار نہ اٹھاؤ۔ لیکن جب کوئی خواہ مخواہ تلوار اٹھائے اور تم پر حملہ کرے تو اس کا تلوار ہی سے مردانہ وار مقابلہ کرو۔ اور ایسے ظالم کو اچھی طرح سبق دو —— دنیا میں صرف یہی اصول امن کا ضامن اور عملی رنگ میں جاری و کامیاب ہو سکتا ہے۔ عیسائیت نے جو تلقین کی ہے۔ وہ راہبوں کیلئے شاید بعض حالات میں قابل عمل ہو۔ لیکن دنیا کا نظام اس سے لازمی طور پر درہم برہم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی بھی عیسائی قوم اور ملک اس پر عمل نہیں کر سکا۔ بڑے بڑے عیسائی پادری جو دنیا کے دور دراز گوشوں میں عیسائیت کو پھیلا دینا چاہتے ہیں۔ بڑے بڑے عیسائی بادشاہ جو کہ بڑے فخر و عقیدت کے ساتھ اپنے آپ کو دین مسیحی کا محافظ و حامی ظاہر کرتے ہیں۔ وقت آنے پر عیسائیت کی تعلیم سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت بالکل ناکام ثابت ہو چکی ہے۔ یورپ بہت سے امور میں عملاً اسلام کو قبول کر چکا ہے۔ اس طرح وہاں اسلام کی تبلیغ اور اس کی ترقی و قبولیت کے امید افزا سامان پیدا ہو رہے ہیں —— مبلغین اسلام کیلئے ایک وسیع میدان عمل تیار ہو چکا ہے۔ جس کی وسعت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس جنگ کے خاتمہ کے بعد اس میدان میں کام کرنے کے بہترین مواقع حاصل ہوں گے —— سوال صرف یہ ہے کہ کیا ہم اس کیلئے تیار ہیں —— یا کوئی تیاری کر رہے ہیں؟

اٹلی کا مصر پر حملہ

گذشتہ چند ہفتے میں جنگ نے شدید صورت اختیار کر لی ہے ایک طرف جرمنی انگلستان پر پے در پے ہوائی حملے کر رہا ہے۔ دوسری طرف اٹلی مصر اور دوسرے عرب ممالک کے متعلق اپنے فاسد ارادوں کی تکمیل کیلئے کوشاں نظر آتا ہے۔ مصر پر اس کی خاص طور پر نگاہ ہے۔ قبل ازیں یہ خبر موصول ہو چکی ہے کہ اطالوی فوجیں مصر پر تین اطراف سے دھاوا بولنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ لیکن تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ ستمبر کو اطالوی فوجیں لیبیا کی طرف سے مصر کی سرحد میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور انہوں نے ایک مصری گاؤں سلوم پر قبضہ کر لیا ہے۔ اطالوی حملہ کی وجہ سے پیدا شدہ حالات کے پیش نظر وزیر اعظم مصر نے رخصت پر جانا ملتوی کر دیا ہے وہ قاہرہ میں فوجی افسروں سے مبادلہ افکار کر رہے ہیں سلوم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک بے آباد گاؤں ہے اٹلی اسے ایک اہم فوجی اور بحری مقام سمجھ کر گذشتہ جون سے اس پر حملے کر رہا ہے۔ حالانکہ اس جگہ کو کوئی بحری یا فوجی اہمیت حاصل نہیں۔ اس کے آگے وسیع بے آب و گیاہ صحرا موجود ہے جہاں پر مصری اور برطانوی فوجیں کیل کانٹے سے لیس تیار کھڑی ہیں۔ بہر حال اطالوی فوجوں نے مصر کی سرحد کو عبور کر کے اور اس کی غیر جانبداری کو توڑ کر ایک تشویشناک صورت حالات پیدا کر دی۔ اور غالباً مصر کی آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس اسلامی ملک کو کامیاب کرے۔ اور اطالوی درندے اپنے مقاصد میں ناکام اور روسیاہ ہوں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جس طرح جرمن حملے انگلستان میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اسی طرح مصر پر اطالوی حملے بھی ناکام ہوں گے۔

کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ اٹلی کے فرعون میسولینی نے قسم کھا کر اعلان کیا تھا کہ میرا ارادہ مصر پر حملہ کا نہیں۔ لیکن مصر کی غیر جانبداری کے باوجود اس کی فوجوں نے حملہ کر دیا ہے۔ یہ ہے ڈکٹیٹرانہ دیانت۔

شذرات

ماہ رمضان المبارک

ماہ شعبان کے قریباً دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ اب عنقریب رمضان کا مبارک و بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم سب اس کے استقبال کی صحیح معنوں میں تیاری کریں۔ تاکہ اس کی برکات سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں ـــــ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ رمضان مجاہدات اور قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ ہے ہمیں چاہئیے کہ ان مجاہدات کو احکام الٰہی کے مطابق نہایت احسن طریق پر انجام دیں۔ عام مسلمان رمضان میں بیشک روزے رکھتے اور خدا کی راہ میں بھوک، پیاس کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دوسری جن پابندیوں اور آداب کی ضرورت ہے ان کا خیال بہت کم رکھا جاتا ہے۔ اگر روزے کے ذریعہ ہم میں ایک پاک و خوشگوار تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو اس روزے اور فاقہ میں کچھ زیادہ فرق نہیں ـــــ پھر بالعموم سحری اور افطار کیلئے اس قدر تکلف اور اہتمام کیا جاتا ہے جو اسراف کی حد تک جا پہنچتا ہے جو روزے کی روحانی اور جسمانی فوائد سے قریباً قریباً محروم کر دیتا ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں تو اب روزے کی ظاہری پابندی بھی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ روزے کے علاوہ رمضان میں بعض دوسرے مجاہدات بھی ہیں۔ گو ان کی حیثیت فرض کی نہ ہو تاہم وہ بے حد ضروری ہیں۔ مثلاً تہجد یا تراویح وغیرہ۔

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ رمضان قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ اس مقدس کتاب کا نزول اسی ماہ مقدس میں شروع ہوا۔ لہٰذا اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ رمضان میں قرآن کریم کو زیادہ سے زیادہ پڑھا پڑھایا اور سنا جائے۔ اس پر خوب غور فکر کیا جائے۔ قرآن کریم کے سننے کا ایک موقع تو تراویح ہے جو لوگ نماز تہجد کی پابندی نہیں کر سکتے۔ وہ تراویح میں ضرور شریک ہوں۔ اس کے علاوہ ہر مقام پر درس قرآن کا انتظام کیا جائے بہت سی جماعتوں میں درس کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ اس میں مزید پابندی اور باقاعدگی پیدا کریں۔ جن جماعتوں میں درس قرآن جاری نہیں۔ وہ فی الفور اس کا اہتمام کریں۔ اگر وہ خاص کسی مجبوری کی وجہ سے اسے مستقل طور پر جاری نہیں رکھ سکتے۔ تو کم از کم رمضان کے ایک مہینے کیلئے اس کا ضرور بندوبست کر لیا جائے۔

آریہ ہندوستان کے قدیم باشندے نہیں

ہم نے پیغام صلح کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں لکھا تھا کہ گونڈ، بھیل وغیرہ ہندوستان کے قدیم اور اصلی باشندے ہیں۔ پہلے وہی اس ملک کے مالک و حکمران تھے۔ آریہ وسط ایشیا سے آئے۔ اور انہیں مغلوب کر کے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھگا دیا۔ اور آریہ پے در پے ان پر ایسے مظالم کرتے رہے کہ آج تک ان بدنصیبوں کی زبوں حالی کا خاتمہ نہیں ہو سکا۔ اس پر معاصر آریہ ویر اپنی ۵ ستمبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ :۔

"ہم اپنے معاصر (پیغام صلح) کو بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا یہ خیال غلط ہے۔ آریہ سنٹرل ایشیا سے نہیں آئے بلکہ آریہ اس دیش کے آدی نواسی (قدیم باشندے) ہیں۔ ان سے پہلے یہاں کوئی قوم نہ رہتی تھی۔ رشی دیانند نے اس صداقت کا ستیارتھ پرکاش میں اظہار کیا۔ اور آج بڑے بڑے یورپین سکالر اور مؤرخ اسے مان رہے ہیں"

یہ کہنا کہ آریہ ہندوستان کے قدیم باشندے ہیں۔ اور وہ بیان ... وسط ایشیا سے نہیں آئے۔ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت کو جھٹلانا ہے۔ تمام ذمہ دار مؤرخ اور سکالر یہی مانتے ہیں جو کہ ہم نے لکھا تھا۔ بے شک سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں آریوں کو ہندوستان کے قدیم اور اصلی باشندے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ جس طرح ان کی بہت سی تعلیمات عملی لحاظ سے ناقص ثابت ہو چکی ہیں۔ اسی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر سکا ـــــ آریہ سماجی حلقوں میں ویدک قدامت کا منکر ایک روشن خیال طبقہ پیدا ہو چکا ہے توقع ہے کہ سوامی جی کے اس غلط دعوے کی تردید کرنے والے بھی بہت جلد میدان میں آ جائیں گے۔ تاریخ و تحقیق کی روشنی آریوں کو کبھی بھی ہندوستان کے قدیم باشندے ثابت نہ ہونے دیگی۔

تعداد بڑھانے کا آسان نسخہ

کچھ عرصہ سے ہندو اور آریہ سماجی سیاسی اغراض کے پیش نظر اپنی تعداد بڑھانے کی بجد کوشش کر رہے ہیں۔ اس بارہ میں وہ جائز و ناجائز ہر قسم کے ذرائع سے کام لے رہے ہیں۔ اسی مقصد کی خاطر انہوں نے اپنے مذہبی احکام اور تاریخی روایات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اشدھی اور اچھوت ادھار کی تحریکیں جاری کی ہیں ـــــ لیکن یہ تعداد بڑھانے کے ذرائع تکلیف دہ اور وقت طلب طریقے تھے۔ ان پر خرچ بھی زیادہ آتا تھا اور کامیابی اس کے مقابلے پر زیادہ اطمینان بخش نہ ہوتی تھی۔

اب آریوں اور مہاسبھائیوں نے تعداد بڑھانے کا ایک آسان و سستا طریقہ سوچا ہے۔ وہ یہ کہ مردم شماری کے موقع پر اپنے مخصوص حسابی "کمالات" کے ذریعے تعداد زیادہ ظاہر کی جائے۔ جگہ جگہ کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ کارکن بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ اور انہیں اس کار خاص کی تربیت دی جا رہی ہے۔ حال ہی میں سارو دیشک سبھا کے سیکرٹری کی ایک اپیل آریہ اخبارات میں شائع ہوئی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ تمام آریوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ آئندہ مردم شماری میں ان کی تعداد پچاس لاکھ ہو۔ گذشتہ مردم شماری میں ان کی تعداد دس لاکھ سے بھی کم تھی۔ اب اس میں زیادہ سے زیادہ لاکھ دو لاکھ کا اضافہ ہو گیا ہو گا۔ آئندہ مردم شماری میں صرف چند ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں آریہ سماجی اپنی تعداد پچاس لاکھ اسی طریق پر ظاہر کر سکتے ہیں۔ جس طریق پر ہندو بانئے ساہوکار معمولی رقموں کو بڑھا لیا کرتے ہیں۔ گویا یہ اپیل اس بات کی تحریک ہے کہ غلط اندراجات کرا کے تعداد کو زیادہ ظاہر کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے آریہ سماجی کارکن اچھوتوں اور نومسلم اقوام کو فریب دینے کے علاوہ طرح طرح کی بے قاعدگیاں کریں گے۔ لہٰذا مسلمانوں اور محکمہ مردم شماری کے ذمہ دار افسروں کو ذرا ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور اس قسم کا انتظام کرنا چاہئے کہ آریوں اور مہاسبھائیوں کو کسی قسم کی بددیانتی اور بے قاعدگی کا موقع ہی نہ مل سکے۔

مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ

مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ کو نافذ ہوئے ایک سال سے زائد عرصہ ہو گیا۔ اس مدت میں اس ایکٹ کے ماتحت ملک کے ہر ایک حصہ میں بہت سے مقدمات دائر کئے گئے اور بیسیوں مصیبت زدہ عورتوں نے تنسیخ نکاح کی ڈگریاں حاصل کیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون مسلمان عورتوں کیلئے مفید ہے لیکن تجربہ سے اس کے بعض نقائص اور خامیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ جن کا تذکرہ اخبارات میں قانون دان اصحاب کے قلم سے ہو چکا ہے اس سلسلہ میں ملک عبدالحلیم خان صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل منٹگمری کا وہ مراسلہ بھی قابل توجہ ہے جو "مسلم تنسیخ نکاح ایکٹ کی پہلی یکسالہ روئیداد" کے عنوان سے ۱۲ اگست کے "پیغام صلح" میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مراسلہ میں ملک صاحب موصوف نے اپنے قانونی تجربہ اور عدالتی روئیدادوں کی روشنی میں قانون مذکور کی بعض خامیوں کا ذکر کیا ہے جو مصیبت زدہ مسلمان خواتین کیلئے حصول انصاف میں روک ثابت ہو رہی ہیں سب سے اول ملک صاحب نے کورٹ فیس اور وکیل کی فیس کے مسئلے کو لیا ہے اور بتایا ہے کہ تنسیخ نکاح کے مقدمہ کے ابتدائی اخراجات کم از کم بیس روپے ہوتے ہیں۔ وکیل کی فیس اس کے علاوہ ہے اور وکیل کے بغیر مقدمہ میں کامیابی محال۔ ایک غریب پردہ نشین عورت جو پہلے ہی ظالم شوہر کی بے اعتنائی کی وجہ سے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ان مصارف کا بار کس طرح اٹھا سکتی ہے۔ دوسرا مرحلہ تعمیل سمن کا ہوتا ہے۔ اس میں بھی عورتوں کو طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جن کا مفصل ذکر مراسلہ میں موجود ہے اس کے بعد ثبوت کا معاملہ آتا ہے اس پر بھی مراسلہ میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تنسیخ نکاح ایکٹ ایک اچھا قدم ہے اور اس قدم کے اٹھانے والے لائق مبارکباد اور مستحق شکریہ ہیں لیکن ضرورت ہے کہ اب اس قدم کو آگے بڑھایا جائے اور اس قانون کے نقائص اور دوران مقدمہ کی دشواریوں اور دربدریوں کو ممکن حد تک کم کر دیا جائے۔ یہ مقصد مجالس قوانین ساز کے ارکان، عدالتوں، وکلاء اور پبلک کے باہمی تعاون کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان سب کو اس کے متعلق کوشش کرنی چاہئے

ملک عبدالحلیم صاحب موصوف ایک نوجوان، ذہین اور محنتی قانون دان ہیں۔ تنسیخ نکاح کے مقامات کے متعلق ان کا مطالعہ اور تجربہ بہت وسیع ہے اور اس قانون کے ساتھ انہیں غیر معمولی دلچسپی ہے۔ اس کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے وہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہر ایک شخص اس کے متعلق ان سے مشورہ و تبادلہ خیالات کر سکتا ہے۔

مراسلہ

تین ٹریکٹ

سکرٹری انجمن انصار احمدیہ قادیان کی طرف تین ٹریکٹ بعنوان

(۱) کیا خلیفہ قادیان کی دعائیں خاص اثر رکھتی ہیں؟

(۲) کیا خلیفہ صاحب قادیان کو اللہ تعالیٰ کے حضور خاص مرتبہ حاصل ہے؟

(۳) کیا خلیفہ صاحب قادیان کو اپنے مطلبین کے بائیکاٹ و مقاطعہ کرنے کا حق حاصل ہے؟ شائع ہوئے ہیں۔ جو دوست منگوانا چاہیں ڈاک خرچ کیلئے ٹکٹ بھیجکر مفت طلب کریں۔

(نامہ نگار)

محمودی مغالطہ آفرینیاں — الحذر

مسئلہ خلافت میں مغالطہ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۳)

مسئلہ نبوت مسئلہ تکفیر مسلمانان، کلمہ شہادت میں جو مغالطے میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدوں نے دنیا کو دے رکھے ہیں۔ ان کا نمونہ تو گذشتہ دو قسطوں میں قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے۔ اب مسئلہ خلافت میں مغالطے بھی ملاحظہ ہوں جو میاں صاحب موصوف اور ان کے مریدوں کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

پہلا مغالطہ

قادیان کی مسجد کے محراب و منبر سے شروع کر کے دور دراز مقامات تک جہاں جہاں بھی اس ملت محمودیہ کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر جگہ یہی غل بلند ہے کہ میاں محمود احمد صاحب خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں جس سے طبعاً یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ میاں صاحب موصوف کو جناب الٰہی نے خود اپنی وحی و الہام کے ذریعہ منتخب کیا ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی زندگی میں ایک سیاسی پارٹی انصار اللہ کے نام سے بنائی گئی جس کے پیشوا خود جناب میاں محمود احمد صاحب بنفس نفیس تھے۔ اس پارٹی کے پروپاگنڈے اور منصوبہ بازیوں سے مولانا نورالدین صاحب کی وفات پر شور وغل اور ہلڑ مچا کر جناب میاں صاحب موصوف کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ بنا لیا گیا۔ اسی لغو اور ناجائز انتخاب سے مقرر کردہ خلیفہ کا نام خدا کا مقرر کردہ خلیفہ رکھا ہوا ہے۔ سبحان اللہ عما یصفون۔ اللہ کی ذات ایسے لغو انتخابات سے پاک ہے۔ ان لغویات کا خدائی انتخاب سے کیا واسطہ۔ علاوہ ازیں کسی انسان یا جماعت کا یہ منصب نہیں کہ وہ اپنے انتخاب کا نام خدا کا انتخاب رکھے چہ جائیکہ ایسا انتخاب جو کسی پارٹی کی منصوبہ بازی اور سیاسی چالبازی کا نتیجہ ہو جسے دین تو در رہا۔ دنیا کا بھی کوئی معقول طبقہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم نے تو انسانی انتخاب کو خدائی انتخاب قرار دینا یا خدائی انتخاب میں انسان کے دخل کو ماننا شرک قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے

وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة ط سبحان الله وتعالى عما يشركون اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے۔ انتخاب کرتا ہے۔ لوگوں کی یہ شان نہیں کہ وہ انتخاب کریں۔ اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ہے۔ اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں یعنی جس طرح خدا کے سوا کسی اور خالق ماننا شرک ہے۔ اسی طرح لوگوں کے انتخاب کو خدا کا انتخاب قرار دینا یا خدا کے انتخاب میں انسانوں کو دخیل ماننا شرک ہے لیکن میاں محمود احمد صاحب کی پارٹی اپنے ہاتھ سے ایک منصوبہ کرتی ہے۔ نہایت درجہ کی سیاسی چالبازی سے ایک انتخاب کرتی ہے اور اس کا نام خدا کا انتخاب رکھتی ہے اور خود میاں محمود احمد صاحب اسے خدائی انتخاب قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ قرار دیتے ہیں اور اس آیت کے فتوے سے نہیں ڈرتے

دوسرا مغالطہ

قرآن کریم کے فتوے سے ڈرتے ہوتے تو جناب میاں محمود احمد صاحب خود اپنی زبان سے یہ پروپاگنڈا نہ کرتے کہ میں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں اور اپنی تصنیف "القول الفصل" ص۵ پر یہ نہ لکھتے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں"۔ اس بات کو میاں صاحب موصوف نے کئی بار زبانی بھی دہرایا۔ طبعی بات تھی کہ اس سے لوگوں کو یہ مغالطہ لگتا کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے جناب میاں صاحب موصوف کو بار بار الہام کے ذریعہ مخاطب کر کے فرمایا ہوگا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ اسی مغالطہ کے ماتحت ہمارے ایک بزرگ دوست نے لائل پور سے جناب میاں صاحب کو خط لکھا کہ ہمیں وہ الہامات لکھ کر بھیجئے جن میں خدا تعالیٰ نے آپ کو بار بار کہا ہے کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ اس پر جناب میاں صاحب نے تو کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن ان کے اشارہ سے ماہ اپریل ۱۹۱۵ء کے تشحیذ الاذہان میں زیر عنوان "چند حل طلب مضمون کا حل" اس معمے یا درحقیقت اس مغالطہ کو یوں حل کیا گیا۔

"یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کا بتانا اور اللہ کی وحی بھی عموم و خصوص کی نسبت ہے۔ بتانا تو یوں ہے کہ مثلاً کسی آیت قرآنی سے آپ کی خلافت کا ثبوت ہو۔ کسی الہام مسیح موعود سے یہ ثابت ہو کہ آپ خلیفہ ہیں رؤیا میں آپ پر منکشف کیا جائے کہ آپ خلیفہ ہیں۔ یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا گیا کہ سیدنا محمود پر خدا کی وحی نازل ہوئی کہ اے محمود تو خلیفہ ہے"

ذرا غور فرمایئے الہامات مسیح موعود یا قرآن کریم سے استدلال کرنے کو یوں کہنا کس قدر خطرناک مغالطہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے"

"استدلال صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے مثلاً ایک احمدی تو قرآن کریم سے استدلال کر کے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور ایک غیر احمدی اپنے خیال میں قرآن کریم سے استدلال کر کے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مسیح بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر موجود ہے تو کیا یہ جائز ہوگا کہ ایک احمدی تو یوں کہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے" اور ایک غیر احمدی یوں کہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر موجود ہے" یہ باتیں کس قدر مضحکہ خیز ہیں لیکن میاں محمود احمد صاحب نے اس طریق کو کیوں اختیار کیا؟ اس لئے کہ ان کی اس طرز سے لوگوں کو مغالطہ لگ سکتا ہے اور وہ جناب میاں صاحب کے ان الفاظ سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان الفاظ سے تو ہر ایک شخص لازماً یہی سمجھے گا کہ میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی و الہام بتلاتا رہتا ہوگا۔ کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ حالانکہ یہ اصل حقیقت نہیں۔ ہاں مغالطہ بہت زبردست اور کارآمد ہے۔

اس مغالطے نے ایک یہ بھی بڑا کام دیا کہ میاں صاحب سے کسی نے کبھی یہ نہ پوچھا کہ وہ قرآن کریم کی کونسی آیات ہیں۔ یا حضرت مسیح موعودؑ کے کونسے الہامات ہیں جن سے آپ کی خلافت ثابت ہے کیونکہ سب نے یہی سمجھا کہ خدا بذریعہ الہام میاں صاحب سے بار بار فرماتا ہوگا کہ تو خلیفہ ہے۔ اسی لئے ان الہامات کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ مگر بات کچھ اور نکلی۔ اس مغالطہ پر انسان کی حیرانی کی حد نہیں رہتی

تیسرا مغالطہ

میاں محمود احمد صاحب اور ان کے حاشیہ نشینوں کا بڑا زور اس بات پر ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کی خلافت آیت استخلاف کے ماتحت ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے ماتحت لاہوری احمدیوں کو لا کر اور ان پر فاسق کا فتویٰ لگا کر یہ لوگ اپنے دل کو خوش کیا کرتے ہیں لیکن کوئی ان علم دین کے واحد ٹھیکیداروں سے نہیں پوچھتا۔ کہ آیت استخلاف تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی تھی۔ اور اس میں آنحضرت صلعم کی قوم سے خلافت کا وعدہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نہ یہ آیت نازل ہوئی اور نہ آپ کی قوم سے خدا نے کسی خلافت کا وعدہ کیا۔ اور یہی وجہ ہے جو حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں اپنے بعد کسی خلافت کا ذکر نہیں فرمایا۔ اپنی جماعت کو جس خدائی وعدہ کی طرف توجہ دلائی۔ وہ یہ تھا۔ وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الی یوم القیامة۔ کہ میں تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکرین پر غالب رکھوں گا۔ پس آپ کی جماعت سے جو خدائی وعدہ تھا۔ اسی کا تو آپ نے الوصیت میں ذکر دیا۔ اور جس بات کا وعدہ نہ تھا یعنی خلافت کا۔ اس کا ذکر تک نہ کیا۔ تو پھر یہ آیت استخلاف کے ماتحت جناب میاں محمود احمد صاحب کا اپنی خلافت کو لا کر اپنے منکرین کو فاسق کے فتوے سے ڈرانا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ یہاں تک ترقی فرمائی ہے کہ نہ معلوم کس طرح خلیفۃ اللہ بنکر اپنے منکرین کو ابلیس تک بنا دیا ہے پس آیت استخلاف کو میاں صاحب موصوف کا اور ان کے حاشیہ نشینوں کا پیش کرنا محض ایک مغالطہ ہے تا لوگ مرعوب ہو کر ان کی بیعت کر لیں ورنہ اس کے اندر حقیقت کوئی نہیں۔

چوتھا مغالطہ

حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے کسی بچہ کی نسبت الہام ہوا تھا۔ "فضل عمر" جس کی تفہیم آپ کو یہ ہوئی تھی کہ "عمر پانے والا" چونکہ آپ کے کئی بچے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے یہ الہام تسلی کے طور پر تھا۔ لیکن جب آیت استخلاف کے ماتحت میاں محمود احمد صاحب خلیفہ بنے۔ تو "فضل عمر" سے نہ معلوم کس ترکیب سے یہ استنباط کر لیا گیا کہ جناب میاں صاحب حضرت عمرؓ کے قائم مقام ہیں۔ بلکہ فضل کا لفظ شاید میاں صاحب کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہوگا۔ مرید سب خوش ہو گئے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ پھر حضرت عمرؓ کا زمانہ آ گیا۔ جب اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ لیکن ہوا الٹ۔ کیونکہ بجائے اسلام کی اشاعت کے کفر کی اشاعت ہوئی۔ یعنی تمام دنیا کے مسلمان میاں صاحب موصوف کی ایک جنبش قلم سے کافر بن گئے۔ اور کجا حضرت عمرؓ کی فقیری اور کجا حضرت فضل عمر کی امیری۔ کجا حضرت عمرؓ کے وقت میں اسلامی حریت و مساوات کے نظارے کہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک بڑھیا اٹھ کر خلیفہ پر اعتراض کرتی تھی اور خلیفہ اپنی غلطی تسلیم کرتا تھا۔ اور اپنے حکم واپس لیتا تھا۔ اور کجا حضرت فضل عمر کے وقت کی استبدادیت اور ڈکٹیٹر شپ کہ خلیفہ پر سچے اعتراضات کرنا بھی مستوجب سزا ہے۔ غرضیکہ "فضل عمر" کے الہام کو ایک

نام یا لقب کا رنگ دیکر لوگوں کو مغالطہ میں ڈال دیا۔ اور عمر کے نام سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو سبز باغ دکھائے گئے۔ حالانکہ درحقیقت حضرت عمرؓ سے یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو نام ہے فصل عمر کا یعنی خلافت اسلامی کا۔ اور پس پردہ نقشہ ہے پوپ کا۔ اللہ رحم کرے کیسا خطرناک مغالطہ ہے۔

پانچواں مغالطہ

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک "مصلح موعود" کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ میں یہاں اس پر تفصیل سے بحث نہیں کر رہا۔ لیکن اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب میاں محمود احمد صاحب پر وہ قطعاً چسپاں نہیں ہوتی۔ لیکن بار لوگوں نے اسے میاں محمود احمد صاحب پر چسپاں کر دیا۔ اور میاں صاحب ہیں کہ خود بدولت خاموش۔ جب لوگوں نے میاں صاحب سے دریافت کیا کہ حضور مصلح موعود ہیں یا نہیں؟ تو ارشاد ہوا کہ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں مصلح موعود نہیں ہوں اور یہ بھی نہیں کہتا کہ مصلح موعود ہوں۔ مطلب یہ کہ لوگ مغالطہ میں پڑے رہیں۔ آخر جب اس مغالطہ کی صفائی کا مطالبہ حد سے گزر گیا تو میاں صاحب موصوف نے خود اس پیشگوئی کے اندر ناحق کا مغالطہ یوں ڈال دیا کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والا مصلح موعود۔ اور ایک الوصیت والا مامور من اللہ۔ حالانکہ وہ دونوں پیشگوئیاں درحقیقت ایک ہی ہیں۔ خیر مریدوں نے اس پر بھی آمنا وصدقنا کہہ دیا۔ لیکن اب یہ دریافت کیا گیا کہ کیا حضور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے مصلح موعود ہیں تو فرمایا۔ تم خود استدلال کر کے پہچانو۔ میں خود نہیں بولوں گا۔ ریل کو تم نے خر دجال . . . مانا تو خود استدلال کر کے مانا تھا۔ ریل نے خود تو دعویٰ نہ کیا تھا۔ اس لئے اب بھی تم خود استدلال کر کے مجھے مصلح موعود مانو۔ میں اپنے منہ سے دعویٰ نہیں کروں گا۔ میں اشتہار ۲۰ فروری والا مصلح موعود ضرور ہوں۔ مگر ریل کی طرح خاموش ہوں۔ میں دعویٰ نہیں کرتا۔ تم خود استدلال کر کے مجھے مانو۔ کیسا کمال ہے کہ بول بھی رہے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ میں ریل کی طرح خاموش ہوں۔ دعویٰ کر بھی رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ میں خود دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ کیسا حسین مغالطہ ہے۔ کہ کسی کے ہاتھ پلے کچھ نہیں پڑتا کہ حضرت خلیفہ صاحب کا دراصل ان باتوں سے مطلب کیا ہے۔ بظاہر تو خلیفہ صاحب اس شعر کا مصداق نظر آتے ہیں۔

خاموشم و گویایم چوں خط بہ کتاب اندر
باکارم و بے کارم چوں مد بہ حساب اندر

لیکن معاملہ فہم لوگ سمجھتے ہیں کہ خلیفہ صاحب دعویٰ تو کر رہے ہیں۔ لیکن دعویٰ کی کمزوری سمجھتے ہیں۔ اس لئے دلائل دینے سے جی چراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرید بیٹھے دلیلیں دیتے رہیں یا دلیلوں میں پڑے رہیں۔ ان مغالطوں کی فہرست کہاں تک گنوائی جائے۔ قصہ مختصر یہ کہ یہ مذہب محمودیہ از سرتا پا مغالطہ ہی مغالطہ ہے۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

قلمی معاونین

کی خدمت میں درخواست ہے کہ پیغام صلح کے محدود صفحات میں غیر معمولی طویل مضامین اور مراسلوں کے لئے جگہ نکالنا بہت مشکل ہے۔ احباب حتی الامکان اختصار سے کام لیا کریں۔

(مدیر)

حضرت مسیح موعودؑ کی کامیابی اور بہاء اللہ کی ناکامی
"ایک اہم سوال" کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

قادیانی اخبارات کا قاعدہ ہے کہ اپنے خود ساختہ عقائد یا میاں محمود احمد صاحب کے برسرِ حق ہونے کی تائید میں جو بھی کمزور سے کمزور اور بودی سے بودی دلیل ہاتھ آئے اسے جلی عنوانات کے ماتحت رٹنے لگ جاتے ہیں۔ تاکہ ان کے پڑھنے والوں کو خواہ مخواہ اس کی اہمیت کا وہم پیدا ہو جائے۔

ایک اسی قسم کی دلیل آجکل قادیانی اخبارات میں "مولوی محمد علی صاحب سے ایک اہم سوال" کے عنوان سے چکر لگا رہی ہے۔ جس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے "ریویو آف ریلیجنز" کی ایڈیٹری کے زمانہ میں بہاء اللہ ایرانی کے دعویٰ کے ابطال میں "عباس کی تعلیم" کے زیرِ عنوان ایک مضمون لکھا تھا جس میں ایک دلیل یہ دی تھی کہ:

"بہاء اللہ کی اس سے بڑھکر ناکامی اور کیا ہوگی کہ اس کا بیٹا جو اس کی جگہ پر خلیفہ ہوا۔ اس کے مذہب کا ستیاناس کر رہا ہے سچ ہے کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار"

(ریویو آف ریلیجنز اردو اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳۷)

قادیانیوں کا اس پر یہ سوال ہے کہ:

"جب مولوی محمد علی صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو حضورؑ کے بعد آپ کے خلیفہ ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ "بہاء اللہ (ایرانی) کے نقش قدم پر" چلنے والے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلک کو بدلنے اور بدنام کرنیوالے ہیں۔ اسلام سے دور نکل گئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلک کے خلاف چل رہے ہیں تو بتائیں کہ وہی دلیل جو انہوں نے بہاء اللہ ایرانی کے ابطال دعویٰ کے لئے ۱۹۰۸ء میں پیش کی۔ بعینہ وہی دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے خلاف کوئی پیش کرے تو مولوی محمد علی صاحب اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔"

حیرانی ہے کہ قادیانی اخبارات میں اس سوال کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے۔ کیا ان لوگوں کے ہوش وحواس اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ اتنی موٹی سی بات کو بھی سمجھنے سے عاری ہو گئے ہیں کہ بہاء اللہ ایرانی کے مذہب کا ستیاناس اس کے بیٹے کے ہاتھوں سے ہونا اس وجہ سے اس کی ناکامی کی دلیل ہے کہ اس کے بالمقابل اس کے اصل مذہب کو زندہ رکھنے والی کوئی تحریک نہ تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ باوجود آپ کے مذہب کا ستیاناس خود آپ کے بیٹے اور نام نہاد خلیفہ کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے — تاہم آپ کے مذہب کو زندہ اور قائم رکھنے کے لئے آپ کے متبعین کی ایک جماعت موجود ہے جو اسے ستیاناس ہونے سے بچا رہی ہے اور بچاتی رہے گی۔

میاں محمود احمد صاحب کی مماثلت ہمارے نزدیک بہاء اللہ ایرانی کے بیٹے سے نہیں۔ بلکہ حضرت سلیمان کے بیٹے سے ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ فالقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب۔ اس میں صاف طور پر بتا دیا کہ حضرت سلیمان کا جانشین جو ان کا بیٹا ہی تھا ایک نکما شخص تھا جس نے نہ صرف ان کے دین بلکہ ان کی سلطنت کو بھی برباد کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی الہام الٰہی میں سلیمان کہا گیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا بیٹا بھی آپ کا جانشین ہو کر آپ کے دین کو برباد کرنے کا موجب ہوگا۔

پس وہ دلیل جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے بہاء اللہ ایرانی کے خلاف پیش کی ہے یہاں کام نہیں دے سکتی۔ نہ اس سے میاں محمود احمد صاحب کا برسرِحق ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ ان کی مماثلت تو از روئے الہام الٰہی حضرت سلیمان کے بیٹے سے ہے۔ اگر حضرت سلیمان ایسے بیٹے کے باوجود کامیاب دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت مسیح موعودؑ کی کامیابی میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ میاں محمود احمد صاحب کا ناحق پر ہونا اس سے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ [illegible]

باجلاس خان محمد سرفراز خاں ایم ایس سی
ایل۔ ایل۔ بی۔ سب جج کوئٹہ
مثل ۲۶۵ سنہ ۱۹۴۲ء

مقدمہ رام چند ولد پالول دکاندار جلرائی تھانہ روڈ کوئٹہ

مدعی

بنام

جیون ولد چندن مل دکاندار پرنس روڈ کوئٹہ مدعا علیہ

دعویٰ . . . ۔۔۔ ۴۰ روپے

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا۔ اس لئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ صدر بتاریخ ۱۲/۹/۴۲ بوقت ۱/۲ ۱۰ بجے اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا تو بموجب آرڈر ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۵ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری ہوا۔

دستخط حاکم (مہر عدالت)

رہا۔ حالانکہ دنیاوی حکومتوں کی طرح نافرمانی سے کوئی نسر
ں۔ یہ فرمانبرداری کی روح کس نے پھونکی۔ اس فرمانبرداری اور
ہ سے دنیا میں عیسائیت اب تک موجود ہے۔ کیا یورپ کی حکومت
۔تشدد سے ہوتی رہی ہے۔ دنیا کے ایک کثیر حصہ آبادی میں
ایسی فرمانبرداری پیدا کرنا فتنہ وفساد کا موجب کس طرح ہے؟ پھر یہ
کتنا ظلم ہے کہ مذہب کو ہی فتنہ وفساد کا بانی قرار دیا جائے۔

لیکن مذہب کے نام پر دنیا میں لڑائیاں ہوئیں۔ فسادات ہوئے۔ بہت سی جانیں تباہ ہوئیں۔ ملک کے ملک تباہ و برباد ہو گئے۔ جب مذہب فتنہ وفساد کا موجب نہیں تو یہ کیوں؟ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مذہبی جنگوں میں جارحانہ اقدام عقل پرستوں کی طرف سے ہی ہوا۔ ہر اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے قربانیاں کرنا پڑتی ہیں۔ تب کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ عقل پرستوں کے فتنہ کو رفع کرنے کیلئے اور اپنے بلند مقصد کے حصول کے لئے مذہب کو بھی قربانیاں کرنا پڑیں۔ اگر مذہب کے نام پر جانیں ضائع ہوئیں۔ تو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کا کچھ فائدہ بھی ہوا یا نہیں۔

مذہب اسلام کی مثال کو ہی لیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس قربانی نے دنیا میں وہ انقلاب پیدا کیا۔ جو بغیر ان قربانیوں کے پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ چند آدمیوں کی ہلاکت سے قوموں کی قومیں بچ گئیں۔ ملک عرب کی حالت اسلام سے پہلے کیا تھی۔ باہمی جنگوں کے علاوہ معصوم بچوں کی جانیں بلاوجہ ضائع کی جاتی تھیں۔ کیا چند جانوں کی ہلاکت سے ہمیشہ کیلئے دنیا سے اس لعنت کو مٹا دینا اچھا نہ تھا؟ عرب سے قبائلی عداوت اور کسی طریقہ پر دور نہ کی جا سکتی تھی۔ عرب اب ہمیشہ کیلئے امن کی زندگی بسر کریگا۔ عرب ڈاکوؤں اور رہزنوں کا اس کے بغیر علاج نہ ہو سکتا تھا۔ اگرچہ چند جانیں ضائع ہو گئیں تاہم اب تمام راستے محفوظ ہیں۔ لوگوں کے جان و مال عزت کو کوئی خطرہ دامنگیر نہیں۔ اسلام نے آکر ان تمام لعنتوں کا خاتمہ کیا اور ان کے درمیان ایسی اخوت اور اتفاق پیدا کیا کہ ایک قلیل عرصہ میں امن اور سلامتی کیلئے دنیا کے اطراف میں پھیل گئے۔ اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول کیلئے ان جانوں کی قربانیاں ان کو ضائع کرنا نہ تھا۔ بلکہ ہمیشہ کیلئے ان کو زندہ رکھنا تھا۔ یہی دو مذہبی جنگیں تھیں جو اسلام کو لڑنا پڑیں اور جن کی بنا عقل پرست ہی تھے۔ جو یہ کہتے تھے۔ ابعث اللّٰہ بشراً رسولا کہ کیا خدا نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان مذہبی جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں پر بالکل امن قائم ہو گیا۔ یہ مذہبی جنگوں کی حیثیت تھی۔

لیکن آجکل مذہب سے سخت بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ عام دنیا اس خام خیال میں پڑی ہوئی ہے کہ مذہب کے بغیر زندگی امن سے گذرتی ہے۔ اور عقل انسانی زندگی میں رہبری کیلئے کافی ہے۔ اس خیال کی اشاعت خاص طور سے ان لوگوں کے ذریعہ ہوئی جن کا اپنا مذہب ضروریات زندگی میں رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور موجودہ حالات کی پیچیدگیوں کو حل نہیں کر سکتا۔ اگرچہ زمانہ قدیم سے اس خیال کے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ان کو اتنا غلبہ حاصل نہ ہوا تھا۔ جتنا کہ آج مذہب بذات خود اس کا ذمہ دار نہیں اس کے ذمہ دار جاہل اور خود بین حامیان مذہب ہیں جو مذہب کا نام بدنام کر رہے ہیں — اب یہ دیکھنا ہے کہ انسانی عقل جس کو اپنے کارناموں پر آجکل اتنا گھمنڈ ہو رہا ہے کس حد تک امن کے قیام میں کامیاب ہو سکی۔ کیا وہ طعنہ جو عقل مذہب کو دیتی ہے خود اس پر الٹ کر تو نہیں پڑتا۔

یہ عقل پرستی اور مادہ پرستی یورپ میں بہت زیادہ ہے لیکن کیا یورپ میں عقل نے امن قائم کر دکھایا۔ کیا مذہب کے نام پر جنگ عظیم جیسا فساد کبھی ہوا جس میں دو کروڑ انسان لقمۂ اجل ہو گئے تھے۔ کیا موجودہ جنگ جیسی تباہ کاریاں کبھی مذہب کے ہاتھ سے ہوئیں۔ اور کیا یہ جنگ مذہب کے نام پر لڑی جا رہی ہے جس میں صرف عیسائی ممالک گرفتار ہیں۔ اور کیا اس جنگ کے خاتمہ کے بعد امن کا قیام یقینی ہے۔

جنگ عظیم کے بعد فتنہ وفساد کو مٹانے کیلئے انسانی عقل نے صرف اتنا کام کیا کہ ایک مجلس بین الاقوام قائم کر دی۔ جس کے کارہائے نمایاں دنیا سے پوشیدہ نہیں جن میں سے ایک کارنامہ موجودہ جنگ بھی ہے۔ یہ ہے عقل انسانی کا کمال۔ اگر ایک طرف مجلس بین الاقوامی کی بنیاد ڈالی۔ تو دوسری طرف تیزی سرعت کے ساتھ انسانی تباہی کیلئے وہ سامان تیار کئے جن سے شیطان کو بھی شرم آ جائے۔ اس کے تو خیال میں بھی کبھی ایسے تباہ کن ہتھیار نہ آئے ہونگے۔ مادہ پرستی اور عقل پرستی موجودہ جنگ پر منتج ہے۔ اور مذہب کو پس پشت پھینکنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ سب تباہ کاریاں عقل کے ہاتھ سے ہوئیں تو پھر عقل انسان کیلئے ایک لعنت ہوئی۔ اس کا فائدہ کیا؟ حیوان بغیر عقل انسان سے زیادہ پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عقل خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے جس سے انسان نیک و بد میں تمیز کرنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ اسی عقل کی تکمیل اور رہبری کیلئے خدا تعالیٰ نے جو اس کی حقیقت کو خوب جانتا تھا۔ اپنی طرف سے ہدایت بھیجی۔ جس کو عام اصطلاح میں مذہب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب تک عقل مذہب کی قیادت قبول کرتی رہی اس وقت تک یہ ہمیشہ دنیا کے فائدہ کا موجب رہی۔ لیکن جب مذہب سے جدا ہو کر عقل نے بے نیازی حاصل کی۔ اور انسانی زندگی کی رہبری کا کام اس نے سنبھالا۔ تو اس کا نتیجہ نسل انسانی کی ہلاکت ہوا۔ مذہب سے بے نیاز ہو کر جب بھی عقل انسان کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے۔ تو ٹھوکریں کھاتے کھاتے بالآخر انسان اور اس کی عقل دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ غرض انسانی عقل بغیر خدائی رہنمائی کے کوئی چیز نہیں۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے ایک مذہب بھیجا تا وہ ہلاکت سے بچ جائے اور اپنے ہی کھودے ہوئے گڑھے میں نہ گر پڑے۔

— لندن ۱۵ ستمبر۔ حکومت فرانس کے احتجاج کے جواب میں حکومت جین نے ہند چینی کی سرحد سے اپنی فوجیں ہٹانے سے انکار کر دیا ہے۔

— بخارسٹ ۱۵ ستمبر رومانیہ کی ملکہ ہیلن دس سال کی جلاوطنی کے بعد اپنے وطن میں واپس آگئی ہیں۔ آپکے فرزند شاہ مائیکل نے ریلوے سٹیشن پر آپ کا استقبال کیا۔

— بمبئی ۱۵ ستمبر۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے کل یہاں ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ کانگرس اپنے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جلد کوئی موثر قدم اٹھائے گی۔

— نیویارک ۱۵ اس امر کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ جنگ شروع ہونے کے وقت جرمنی کے پاس ۱۶ ہزار ہوا باز تھے۔ انگلستان کی لڑائیوں میں ان میں سے ۴ ہزار ہوا باز ہلاک ہو چکے ہیں۔

رفتار عالم

اہم خبروں کا خلاصہ

— لندن ۱۲ ستمبر۔ لندن پر جرمن طیاروں کے حملے بدستور جاری ہیں۔ آج بھی انہوں نے حملے کئے۔ لیکن کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوا

— لندن کے علاوہ انگلستان کے دوسرے مختلف علاقوں مثلاً جنوبی ویلز اور شمال مغربی انگلستان پر بھی حملے ہوئے۔

— لندن ۱۴ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ دارالامرا میں ایک آگ لگانے والا بم پھٹا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بم حال ہی کے حملوں میں گرا ہوگا۔ اس بم کے پھٹنے سے عمارت کو کچھ نقصان بھی پہنچا۔

— لندن ۱۴ ستمبر۔ کل قصر بکنگھم پر بمباری ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں چار آدمی زخمی ہوئے تھے۔ اور عمارت کو نقصان پہنچا تھا کل ایک وقت پر پھٹنے والا بم وکٹوریہ میموریل کے قریب گرا تھا جو آج صبح پھٹا مگر چونکہ اس کے چاروں طرف ریت کی بوریاں موجود تھیں۔ اس لئے یہ بم امید ہے زیادہ نقصان رساں ثابت نہیں ہوا ہوگا۔

— جرمنوں کا یہ پراپیگنڈا بالکل غلط اور بے حقیقت ہے۔ کہ شاہ معظم اور ملکہ معظمہ انگلستان سے کہیں باہر جانے والے ہیں۔

— لندن ۱۴ ستمبر۔ وزارت فضائی کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ جرمنی کے حملوں کو ناکام بنانے کے لئے رائل ایئر فورس کے بمبار طیاروں نے جمعہ کی رات مغربی جرمن پر زبردست فضائی حملے کئے۔ علاوہ ازیں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کل رات برطانوی طیاروں نے دوبارہ انگلستان کے فرانسیسی ساحل پر بمباری کی۔ یہ حملہ بہت شدید تھا۔ بولون اور ڈنکرک پر بھی زبردست حملے کئے گئے۔

— شملہ ۱۴ ستمبر قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر جناح ۲۴ ستمبر کی سہ پہر کو ہز ایکسیلنسی والسرائے سے ملاقات کریں گے۔

— لندن ۱۵ ستمبر ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ برطانوی طیاروں نے کل رات پھر دشمن کے فضائی اور بحری اڈوں پر شدید بمباری کی اور فرانس اور بلجیم کے ساحل پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا دی۔ ان حملوں کا مقصد یہ ہے۔ برطانیہ پر جرمن چڑھائی کے امکانات کم کئے جائیں۔

— بخارسٹ ۱۵ ستمبر رومانیہ کے نئے بادشاہ مائیکل نے ایک فرمان کے ذریعہ اعلان کیا ہے۔ کہ رومانیہ میں آئندہ آئرن گارڈ کی حکومت ہوگی۔ نئی وزارت کے بارہ ممبروں میں سے ۹ آئرن گارڈ میں لئے گئے ہیں۔

— لندن ۱۵ ستمبر آج لندن میں دو مرتبہ فضائی حملہ کا الارم ہوا تھا لیکن برطانوی طیاروں نے حملہ آوروں کو بم برسانے کی مہلت ہی نہ دی۔ اور بہت کم عرصہ میں مار بھگایا کئی طیارے برباد کر دیئے۔ انگلستان اور ویلز کے چند دیگر مقامات پر بھی حملے ہوئے۔ کچھ نقصان ہوا۔ اور چند آدمی ہلاک و زخمی ہو گئے۔

— قاہرہ ۱۵ ستمبر ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ آج اطالوی فوجیں لیبیا کی طرف سے مصر کی سرحد میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور انہوں نے ایک سرحدی گاؤں سلوم پر قبضہ کر لیا ہے۔

— بمبئی ۱۵ ستمبر آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس آج پھر ڈھائی بجے دوپہر مولانا آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مسٹر گاندھی نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں مولانا آزاد نے اعلان کیا۔ کہ مسٹر گاندھی نے ایک مرتبہ پھر کانگرس کی قیادت قبول کر لی ہے۔

جنگ عظیم کی دردانگیز عبرتیں

زندگی کی تبدیلی:۔ اگر آج کوئی سیاح لنڈن میں جائے۔ تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا۔ کہ انگلستان کے باشندوں نے کس قدر جلد اپنی زندگی کو تبدیل کر لیا ہے۔ اس سے پہلے انگلستان کی ہر سڑک اور ہر چوک پر سائین بورڈ لگے ہوتے تھے۔ تاکہ کسی اجنبی کو بھی راستہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔ اب تمام ملک سے سائن بورڈ اڑا دیئے گئے ہیں۔ تاکہ اگر جرمن ہوا باز چھتریوں سے آئیں تو انہیں راستہ نہ ملے۔ ریلوے اسٹیشنوں کے سائن بورڈ بھی اتار دیئے گئے ہیں ہر شخص کے کھانے کی مقدار مقرر کر دی گئی ہے پہلے یہ تھا کہ کوئی شخص جتنی چاہے کھانڈ استعمال کرے مگر اب کوئی شخص ایک چمچہ چائے اور دو چمچہ کھانڈ سے زائد استعمال نہیں کر سکتا لوگوں کو ڈر تھا کہ شاید کچھ دیر باہر سے سبزی ترکاری نہیں آئیگی اسلئے انہوں نے اپنے اپنے گھروں میں سبزیوں کی کاشت شروع کر دی ہے۔ بڑے لارڈوں کی کوٹھیوں میں اور ان کی چھتوں پر سبزیاں بوئی ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے نواب اپنے اپنے گھروں کے اندر زمین کھود رہے ہیں اور سبزیاں بو رہے ہیں۔ ہم نے انگلستان کے نوابوں کا یہ حال کیوں بیان کیا؟ تاکہ مسلمانوں کے فاقہ مست نواب سبق سیکھیں ساری دنیا بدل گئی ہے اب کیا ہو کہ مسلمانان ہندوستان بھی بدلیں؟ گورنمنٹ ہند کی طرف سے یہ اپیل کی گئی ہے۔

"اب وقت آگیا ہے۔ کہ باشندگان ہندوستان بچت اور کفایت سے کام لیں۔ ہندوستانی امراء کو چاہیئے کہ وہ سامان زندگی پر زمانہ صلح و امن کی طرح روپیہ خرچ نہ کریں اور وہ چیزیں نہ خریدیں جن کے بغیر گذارہ ہو سکتا ہے۔ یا وہ ضروریات زندگی کا حصہ نہ ہوں اس وقت سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ملک کا روپیہ غیر ملکی مال کے بدلے باہر نہ جائے، اگر یہ روپیہ ہندوستان میں رہے گا تو ہندوستان کی حفاظت کے کام آئیگا"

برادران ملت! یہ سب باتیں آپ کیلئے ہیں براہ کرم انہیں قبول کیجئے اور سر نہ پھیریئے ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کھانڈ کا استعمال بند کر دیں اور آپ چائے نہ پئیں لیکن پھر بھی خدا کیلئے اپنے اوپر ایک پابندی ضرور لگائیں اور وہ یہ کہ آپ کی جتنی آمدنی ہو اسی قدر خرچ کریں ساہوکاروں کے پاس زیور اور زمین گروی رکھکر ذلت گناہ کی تکمیل نہ کریں

صابر فرانسیسی:۔ لاکھوں آدمی اپنی آرام گاہوں کو چھوڑ کر بے سر و سامان اپنے گھر سے نکل رہے ہیں یہ سلسلہ رات اور دن برابر جاری رہتا ہے لیکن لوگوں کے صبر و تحمل کا کہنا؟ اسٹیشن اور بندرگاہ پر کسی قسم کا جھگڑا نہیں تھا ہوٹلوں اور دکانوں میں کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوگئی تھیں اور یہ سب لوگ ان چیزوں کی تلاش کرتے تھے مگر حرف شکایت کسی کی زبان پر نہ تھا فرانسیسی بچے بھی خاموش تھے ان کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے طویل سفر اور بے خوراکی کی مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے ہیں بوڑھے فرانسیسی بھوک اور تکان کی کوفت سے تھک کر گہری نیند سو رہے تھے لیکن اس حال میں بھی انکے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتنے مستقل مزاج ہیں (رپورٹر لنڈن ۱۲ جون)

چھتری والے:۔ جرمن سپاہی ستاسی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والے ہوائی جہازوں پر ہوک کے نچلے حصوں میں پرواز کرتے ہیں یہ جہاز ایک دوسرے سے پانچ سو گز دور ہوتے ہیں۔ چھتری والے ہر سپاہی کے پاس ایک چاقو ایک منٹ میں... سو گولیاں چلانیوالی مشین گن ہاتھ سے چلانیوالے بم ریڈیو سٹ اور ایسی ہی کئی چیزیں ہوتی ہیں یہ لوگ چھتریاں تانے زمین پر چھلانگیں لگا دیتے ہیں اسوقت سامان کے جہاز ان کے منتظر رہتے ہیں جونہی یہ لوگ زمین کے قریب پہنچتے ہیں وہ اوپر سے بارود گولی رائفلیں، فیلڈ گلاس، کمپاس وغیرہ زمین پر پھینک دیتے ہیں چھتری والے سپاہی مختلف لباس میں اترتے ہیں پادریوں کے لباس میں، عورتوں کے لباس میں ملکی سپاہیوں کی فوجی وردی میں اگر دشمن کے سپاہی آگے بڑھیں تو یہ اپنے آپ گرفتاری کیلئے پیش کر دیتے ہیں لیکن جب دشمن پاس آجاتا ہے تو بیواجی کی طرح یکلخت دستی بم چلا دیتے ہیں اور دشمن کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

زندگی کی شان:۔ اگر آپ لڑائی کر رہے ہوں اور غیر ممالک سے کوئی چیز آپ کو مل نہ سکے اور یک لخت آپ کے ملک میں پٹرول، صابن، لوہا، لکڑی اور ربڑ ختم ہو جائیں تو آپ کیا کریں گے؟

یہ زندگی کی شان ہے کہ جب جرمنی میں یہ چیزیں ختم ہوتی نظر آئیں تو جرمنوں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری وہ فوراً تجربات کرنے میں مصروف ہو گئے تازہ ترین اطلاع یہ ہے۔

(۱) جرمنوں نے آلوؤں سے الکحل تیار کر لی ہے (۲) صاف شدہ سخت کوئلہ سے تیل بنایا جاتا ہے (۳) مصنوعی پٹرول کی تلچھٹ سے صابن بنایا جاتا ہے (۴) سائنس دان گھٹیا قسم کے لوہے سے فولاد بنانے میں کامیاب ہو گئے (۵) تانبے اور سیسے کی جگہ کانچ استعمال ہو رہا ہے (۶) لوہا اور لکڑی کی بجائے ایک قسم کے مصنوعی گوند سے پیالے چمچے پرچیں۔ پیچ گراریاں بنائی جا رہی ہیں (۷) آلو وڑ کے پتوں سے کاغذ بنایا جاتا ہے (۸) کاڈ مچھلی کی کھال سے ٹوپیاں اور مرغوں کے پروں سے لباس بنائے جاتے ہیں۔

(۹) کوئلے اور چونے سے ۵۰ ہزار ٹن مصنوعی ربڑ بنا لیا جاتا ہے۔ (۱۰) لکڑی کی بچت کے لئے دیا سلائیوں کے ساتھ لکڑی نہیں لگائی جاتی صرف مسالے کی گولیاں بنا دی گئی ہیں انہیں دھات کی ایک چپٹی کے ساتھ رگڑا جاتا ہے اور آگ پیدا کر دی جاتی ہے۔ آپ قدرت کی فیاضیاں دیکھئے یہاں کی مٹی بھی سونا ہے

چھ ہزار برس پہلے کا ہندوستان

ہڑپا کے انکشافات

محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے ایک بہت عمدہ باتصویر کتاب شائع ہوئی ہے جس میں ہڑپا کے انکشافات کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے جس سے ہندوستان کی پانچ یا چھ ہزار برس پرانی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔

ہڑپا میں جو چیزیں دستیاب ہوئی ہیں ان میں سب سے پرانی چیزیں بعض چھوٹی چھوٹی مہریں اور مہروں کے نشانات ہیں جو قریباً چار ہزار سال قبل مسیح کے زمانہ کی ہیں۔ اس زمانہ کی چیزیں موہنجو دارو میں بھی دستیاب نہیں ہوئی ہیں۔

بہت سی چیزیں ہڑپا کے قبرستان میں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ یہ قبرستان شہر کے اور حصوں کے مقابلہ میں بہت بعد کے زمانہ کا ہے۔ حالانکہ یہ قبرستان سندھی تہذیب سے پورے طور پر علیحدہ نہیں کہا جا سکتا لیکن اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ یہ بہت بعد کے زمانہ کا ہے۔ قبروں کے اندر سے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں وہ عمدہ قسم کے ہیں اور ان کی شکل و صورت شہر کے اور حصوں سے حاصل کئے ہوئے برتنوں کے مقابلہ میں بہت عمدہ اور خوبصورت ہے۔

اس قبرستان میں سے جو چیزیں دستیاب ہوئی ہیں ان سے اس زمانہ کے لوگوں کے عقائد اور رسم تجہیز و تکفین کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ماہرین علم الانسان نے کھوپڑیوں کا معائنہ کرنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس زمانہ کی آبادی میں بھی ہندوستان کی تمام بڑی بڑی نسلوں کے خاندان موجود تھے۔

غلے کی کوٹھی:۔ شہر میں سب سے اہم انکشاف ایک عمارت کا ہوا ہے جسکو غلے کی کوٹھی کہا جا سکتا ہے پرانی عمارتوں میں اس سے بڑی کوئی عمارت نہیں معلوم ہو سکی ہے۔ یہ غلے کی کوٹھی اس طرح تعمیر کی گئی ہے کہ ایک ہی طرح کے دو قطعے بنائے گئے ہیں جن کے درمیان میں ۲۳ فٹ چوڑا برآمدہ ہے پہلے اس برآمدے کے اوپر چھت بھی تھی۔ اور ہر بلاک میں چھ چھ ہال ہیں جن کے درمیان پانچ پانچ راستے موجود ہیں اور جنکی دیواروں کی بلندی ایک ہی سی ہے۔

انگلستان کے بعض قدیم رومن قلعوں کی بھی تعمیر ایسی ہی ہے ان میں بھی ایسے ہی تنگ راستے بنے ہوئے ہیں ہڑپا میں ایک اور تعمیر دریافت ہوئی ہے جو مزدوروں کے مکانات کے نام سے موسوم کی جا سکتی ہے ان مکانوں کی تعمیر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد کی کوئی تعمیر بھی نقشہ کے مطابق اس قدر عمدہ طریقہ پر تیار نہیں ہوتی جیسے کہ یہ مکانات ہیں دو قطاروں میں چودہ چھوٹے چھوٹے مکان بنائے گئے ہیں ایک ایک قطار میں سات سات مکان ہیں۔ بیچ میں ایک لمبا اور تنگ راستہ ہے۔ کناروں پر بھی اسی قسم کے راستے بنے ہوئے ہیں۔ دروازہ اس طریقہ پر بنایا گیا ہے کہ باہر سے اندر کا آنگن نظر نہیں آتا ہے۔

ہندوستانی آرٹ کے نمونے:۔ ہڑپا میں جو چیزیں حاصل ہوئی ہیں ان میں قابل ذکر دو مرد والے بت بھی ہیں جو زمانہ قبل تاریخ کے ہیں یہ بت پتھر کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائے گئے ہیں اور فن کے اعتبار سے بہت عمدہ ہیں اور ان بتوں سے بہت بہتر ہیں جو موہنجو دارو میں دستیاب ہوئے ہیں ان بتوں کے حاصل ہونے کی وجہ سے ہندوستانی آرٹ اور اس کے اصول کی ابتداء کے متعلق موجودہ معلومات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے مزدوروں کے مکان کی دیوار کی بنیاد میں سے ایک زیورات کا ذخیرہ بھی نکلا ہے جسمیں بہت سے سونے چاندی جواہرات اور سیپ وغیرہ کی چیزیں شامل ہیں۔

ہڑپا میں ۱۶ چھوٹی چھوٹی بھٹیاں بھی ملی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس زمانہ کے لوگ دھاتوں کی حرفت اور کوزہ گری کا اعلیٰ فن خوب جانتے تھے۔

ہڑپا میں سب سے پہلے کھدائی کا کام رائے بہادر دیا رام ساہنی نے شروع کیا تھا۔ اس کے بعد یہ کام مسٹر ایم۔ ایس واٹس کی نگرانی میں ہوا جو محکمہ آثار قدیمہ کے ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل اور اس کتاب کے مصنف ہیں موجودہ کتاب سے اور ان گذشتہ پانچ جلدوں سے جو موہنجو دارو کے متعلق سر جان مارشل اور ڈائرکٹر میکے نے مرتب کی ہیں۔ وادی سندھ کی کھدائی کا سرکاری بیان مکمل ہو جاتا ہے ہڑپا کے انکشافات کے سلسلہ میں بیس سال کا عرصہ لگا ہے۔

بشرطیکہ کوئی کام کرنے والا اور دماغ لڑانے والا ہو۔ لیکن اگر آپ زندگی بھر رفع یدین، آمین اور گیارھویں کی نیاز وغیرہ کے مسائل ہی میں الجھے رہیں گے تو پھر آپ کبھی غلامی سے نہیں نکل سکتے۔ مسلمانو! کچھ عملی کاموں کی طرف توجہ کرو۔ صرف خیالی باتوں میں الجھے رہنا بالکل بیکار ہے

(امیان)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو

میں اُن مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانیکے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دئیے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنیکی طاقت نہیں رکھتے۔ اسلئے اپنی اس کمزوری کو چھپانیکے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی رُوح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔ مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا۔ جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ انہیں کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو۔ اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے کہ جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے۔ وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بیسود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے۔ یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

(۲۸ دسمبر ۱۸۹۷ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں معروف ہیں۔ امید ہے حضرت ممدوح ہفتہ عشرہ تک ماہ رمضان شروع ہونیسے قبل ہی لاہور تشریف لے آئیں گے۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب احباب وزیر آباد کی درخواست ۱۳ ستمبر (جمعہ) کو وزیر آباد تشریف لیگئے۔ وہاں نماز جمعہ پڑھائی اور ایک نہایت پُر بصیرت خطبہ ارشاد فرمایا مفصل کیفیت اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔

— حضرت موصوف انشاء اللہ ۲۰ ستمبر کو پھر وزیر آباد تشریف لیجائیںگے۔ وہاں آپ کا ایک پبلک لیکچر ہوگا

اعلانِ بیعت } جناب میاں محمد سالار صاحب ایسٹ گوڈا دری حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ ہم اپنے اس نئے معزز بھائی کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

— جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری کشمیر سے لاہور تشریف لے آئے ہیں، اور اپنے فرائض کا چارج لے لیا ہے۔

— جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور بھی واپس تشریف لے آئے ہیں۔ ان کا اسکول ۲۳ ستمبر کو کھل رہا ہے۔

— جماعت کے متعدد نوجوان۔ بی۔ اے وغیرہ کے امتحانات میں شریک ہو رہے ہیں۔ انکی کامیابی کے لئے تمام دوست دعا کریں۔

— جناب بشیر احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی، رواہ کی ترقی کا معاملہ پیش ہے وہ تمام وابستگان سلسلہ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

حافظ قرآن

جماعت کے ایک دوست جو حافظ قرآن ہیں آجکل فارغ ہیں۔ رمضان میں نماز تراویح کی امامت کے علاوہ بچوں کو قرآن شریف بھی پڑھا سکتے ہیں۔ کسی جماعت یا دوست کو ضرورت ہو تو وہ اُن سے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں:۔ حافظ منظور احمد صاحب۔ اخلاص پور۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور۔

— جناب ملک کرم الٰہی صاحب کا صاحبزادہ بدستور بیمار ہے۔ ان کے لئے خاص طور پر دعائے صحت کی جائے، سعید اور ہونہار نوجوان ہے۔

ماہِ رمضان المبارک میں تمام جماعتیں درس قرآن کریم کا لازمی طور پر انتظام کریں کسی مشورہ کی ضرورت ہو تو ہمیں لکھیں۔

مراسلات۔ (ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں)

جناب خلیفہ قادیان

اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کی نظر میں

کچھ عرصہ ہوا کہ لاہور کے مشہور انگریزی روزنامہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے چند رپوٹر قادیان پہنچے اور انہوں نے جناب "خلیفہ" قادیان سے طویل ملاقات کی۔ بعض واقف کار لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رپوٹر قادیانی اکابر یا قادیانی نظام کی تحریک و خواہش پر قادیان گئے تھے۔ خیر میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ وہ قادیانیوں کی کسی تحریک پر قادیان گئے یا اپنے طور پر۔ بہرحال وہ "خلیفہ" صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس ملاقات کے تاثرات وکیفیت اخبار مذکور کے یکم ستمبر کے پرچے میں "لاہور ڈائری" کے مستقل کالم کے اندر "مغل خلیفہ سے ملاقات۔ خاندان قادیان کی تاریخ۔ خوابیں اور پیشگوئی" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ اس تحریر کا اصل لطف تو وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جو انگریزی زبان کا خاصہ ذوق رکھتے ہیں۔ اور انگریز اہل قلم کے انداز و اسلوب اور اس زبان کے محاورات اور مخصوص لطافتوں اور نزاکتوں سے کافی طور پر واقف ہیں۔ اخبار مذکور کے راپورٹروں یا رپوٹر نے جو کچھ لکھا ہے زبان کے لحاظ سے خوب لکھا ہے۔ لکھنے والے کی قوت مشاہدہ نہایت تیز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایسے الفاظ اور جملے استعمال کرتا ہے کہ مطالعہ کرنیوالے کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ چوٹ ہو رہی ہے یا تعریف۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اخبار "الفضل" میں اس ڈائری کا ترجمہ شائع نہیں ہوا۔ حالانکہ مدیر "الفضل" خلیفہ صاحب کے متعلق معمولی معمولی باتوں کو بڑھا چڑھا کر شائع فرمایا کرتے ہیں۔ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے رپورٹروں کی قادیان میں آمد اور جناب خلیفہ صاحب سے طول طویل ملاقات کی خبر بھی انہوں نے بڑے طمطراق سے شائع کی تھی۔ "الفضل" کے اس اجتناب کی وجہ مضمون مذکور کے ستم ظریفانہ انداز تحریر کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے تعریف و مدح کی غرض سے ہی لکھا گیا ہے۔ لیکن ملاقات کے بعض تاثرات اور قصر خلافت کے بعض مشاہدات ہی کچھ ایسے تھے۔ جنہوں نے بلا ارادہ مدح و تعریف کو ہجو ملیح کی شکل دیدی۔ کیونکہ صداقت تصنع و تکلف کے سات پردوں کے اندر سے بھی ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔

تمہید کافی طویل ہو گئی ہے۔ جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ مضمون کا اصل لطف تو انگریزی خوان اصحاب ہی اٹھا سکتے ہیں اس کی نزاکتیں اور لطافتیں اردو ترجمہ کی پوری طرح متحمل نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے سارے مضمون کا ترجمہ زیادہ مفید نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے ضروری حصے اردو کے قالب میں پیش کئے جاتے ہیں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس انگریزی اخبار کے رپوٹر کو جناب خلیفہ قادیان کیسے نظر آئے

امریکہ کے ایک کاروباری ڈائرکٹر کی طرح ہوشیار

مضمون کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ:۔

"جب میں نے جھک کر مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب "خلیفہ" ثانی صاحبزادہ (حضرت) مسیح موعود سے اجازت چاہی تو میں نے محسوس کیا کہ میں اپنی زندگی میں ایک ہوشیار ترین انسان سے ملا ہوں۔ مجھے اس امر میں مطلق شک نہیں کہ وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے حلقہ اثر میں ایسے ہی قابل ہیں جیسے امریکہ کا کوئی کاروباری ڈائرکٹر ہو"

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار نے قادیان اور قصر خلافت میں ایسی چیزوں کو دیکھا اور محسوس کیا ہوگا کہ اس نے جناب خلیفہ قادیان کو امریکہ کے ایک ہوشیار ڈائرکٹر سے تشبیہ دینی مناسب سمجھی ۔۔۔۔۔ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کا ہوشیار اور جہاں دیدہ نامہ نگار اس بات سے تو لازمی طور پر واقف ہوگا کہ کسی مذہبی پیشوا کو بلا وجہ ایک تاجر کہہ دینا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔

دربار "خلافت" میں باریابی

اس کے بعد مضمون نگار دربار خلافت میں باریاب ہونے کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

" "خلیفہ" صاحب سے میری ملاقات تین گھنٹہ تک رہی۔ اس دوران میں شام کی نماز کا وقفہ بھی پڑا۔ ان کے پرائیوٹ سیکرٹری نے مجھے ان کے حضور میں پہنچایا۔ اس نے سیڑھیوں پر سے بلند آواز کے ساتھ "السلام علیکم" کہکر میری آمد کی اطلاع دی جس کا پرتپاک جواب خلیفہ صاحب کی طرف سے وعلیکم السلام کی صورت میں آیا۔ ۔ ۔ خلیفہ صاحب کی دلکش آواز ایک اشارہ تھی کہ ہم اندر چلے آئیں"

قصر "خلافت"

قصر خلافت کے متعلق مضمون نگار کی رائے کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ ملاقات برآمدہ میں ہوئی جس کا نقشہ اس نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:۔

"میں ایک طویل برآمدہ میں داخل ہوا جس میں قریباً ایک درجن کے قریب کرسیاں پڑی تھیں خلیفہ صاحب نے اٹھ کر میرا استقبال کیا اور بہت جلد نہایت دلچسپ انٹرویو شروع ہو گیا۔ گو ماحول غیر دلکش تھا۔ برآمدہ تنگ اور بہت لمبا تھا۔ جیسے جاپانیوں نے دنیا کی نظروں سے چھپایا ہوا تھا اس پرانی طرز کی عمارت میں ملاقات میرے لئے ایک معمہ ہی رہی۔ میں متوقع تھا کہ ملاقات کسی پرتکلف کمرہ میں کی جائے گی جس میں ایرانی قالین بچھے ہوئے ہونگے خلیفہ صاحب کو ورثہ میں صرف روحانی قوت ہی نہیں بلکہ کافی دولت اور جائداد بھی ملی ہے"

یہ سوئے اتفاق یا کوئی مصلحت تھی جس کی وجہ سے ملاقات تنگ و طویل برآمدہ میں کی گئی۔ ورنہ "قصر خلافت" میں آراستہ و پرتکلف کمروں اور ایرانی قالینوں کی کسی سمجھ میں نہیں آسکتی ۔۔۔۔ راجہ کے گھر موتیوں کا کال نہیں ہو سکتا ہے۔ "خلیفہ" صاحب نے روحانی قوت ورثہ میں کس قدر حاصل کی۔ اس ذکر کو جانے دیجئے۔ لیکن ورثہ میں کافی دولت اور جائداد کا ملنا بھی مبالغہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خاندانی جائیداد کے سوا اپنی اولاد کیلئے کوئی دولت و جائیداد نہیں چھوڑی۔ خلیفہ صاحب کا موجودہ تمول اور امیری ٹھاٹھ، کچھ ان کی اپنی قابلیت یا بالفاظ مضمون نگار کاروباری قابلیت کا نتیجہ ہے۔

"خلیفہ" صاحب کی خواب آور وضع اور فکر مند صورت

خلیفہ صاحب کے حلیہ اور گفتگو کا ذکر مضمون نگار نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"جونہی کہ میں خلیفہ صاحب کے مقابل پر بیٹھا تو محویت سے اس انسان کی شکل وصورت دیکھنے لگا۔ جسے دعوٰی ہے کہ اسے تعلق باللہ حاصل ہے۔ اور کثرت سے اس کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہوتا ہے۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ خلیفہ صاحب ہندوستانی نہیں ہیں۔ ان کی آنکھوں کی بناوٹ سے یوں معلوم دیتا تھا کہ وہ وسط ایشیا کے رہنے والے ہیں۔ ان کی لمبی اور پریشان ڈاڑھی میں ابھرے ہوئے رخساروں کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ عجیب طرز کی آنکھیں اور خواب آلود وضع (جو کہ یقیناً خاندانی وصف نہیں ہیں) سے بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ایشیا کے کسی عالی خاندان کا خون ان کی رگوں میں گردش کر رہا ہے۔ یہ غمگین اور فکر مند صورت اور وضع اسی شخص کی ہو سکتی ہے جس کی زمینی سلطنت ضائع ہو گئی ہو"

مضمون نگار نے اپنے مذاق اور سمجھ کے مطابق خلیفہ صاحب کے حلیہ اور وضع کا ذکر کیا ہے۔ اس کے اس بیان پر تبصرہ غیر ضروری ہے۔ مضمون نگار نے خلیفہ صاحب کے دعوٰی تعلق باللہ میں جو کچھ در حقیقت محسوس کی ہے۔ اس کا اندازہ اس کے الفاظ سے ہو سکتا ہے لیکن وہ خلیفہ صاحب کو زمینی سلطنت کے فکر میں مبتلا بھی بتلاتا ہے یہ ایک سیاسی معاملے کے متعلق ایک سیاسی اخبار کے نامہ نگار کا مشاہدہ و اندازہ ہے۔ مجھ جیسا ایک غیر سیاسی آدمی پیغام صلح جیسے ایک غیر سیاسی اخبار میں اسکے متعلق کیا لکھ سکتا ہے۔ جو لوگ چاہیں وہ خود ہی اس اشارہ پر غور و فکر کریں۔

خلیفہ صاحب غیر طبعی موت کے متوقع ہیں

اس کے بعد خلیفہ صاحب مضمون نگار سے اپنے خاندانی حالات اور تاریخ کے متعلق گفتگو فرماتے رہے اس نے اس کی طویل کیفیت لکھی ہے چونکہ اس سے قارئین پیغام صلح کی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ اس کے آگے مضمون نگار بیان کرتا ہے:۔

"یوں معلوم دیتا ہے کہ خلیفہ صاحب غیر طبعی موت کے متوقع ہیں کہ جو کسی دشمن کے ہاتھ سے واقع ہوگی چنانچہ خلیفہ صاحب نے کہا "میرے ایک دوست نے سیالکوٹ سے مجھے لکھا کہ اس نے میرے متعلق ایک بہت برا خواب دیکھا ہے۔ میں ایک خون کے گڑھے میں لت پت پڑا موت کی آخری ہچکیاں لے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ مختلف شہروں میں لوگوں نے خواب دیکھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی آواز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے وصیت کر دی ہے""

خلیفہ صاحب اپنے متعلق کیوں ایسا خیال کر رہے ہیں اور انہیں غیر طبعی موت کا خطرہ چند خوابوں کی بنا پر کیوں لاحق ہو گیا ہے۔ اس کی خواہ کوئی وجہ ہو۔ بہرحال میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت مسیح موعود کے صحیح مسلک پر چلنے کی توفیق دے اور تا دیر سلامت رکھے

(باقی صفحہ ۷ پر)

پیغامِ صلح
جلد ۲۸ | یوم شنبہ ۷ شعبان ۱۳۵۹ھ ہجری | نمبر ۵۹

تحریکاتِ عالم اور احمدیت

احمدی صحیفہ نگاروں، مصنفوں اور مبلغوں کی خدمت میں درخواست

تحریک احمدیت کوئی مقامی تحریک نہیں۔ بلکہ یہ تحریک آفاق گیر اور زماں گیر تحریک ہے۔ جن حالات میں یہ تحریک پیدا ہوئی۔ وہ حالات اب بدل چکے ہیں۔ موجودہ معاشی سیاسی اور مذہبی تغیرات کا مقابلہ اگر نصف صدی قبل کے حالات سے کیا جائے توکسی حد تک اندازہ ہو سکے گا کہ دنیا کہاں سے کہاں جا چکی ہے

ع سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس تغیر کے ساتھ ہم نہیں بدلے ! ہمارے افکار نہیں بدلے ! اگر اس کی مزید وضاحت کی جائے تو یوں کہنا درست ہوگا کہ دنیا کے موجودہ عوارض کی ہم نے تشخیص نہیں کی۔ اور اس صحیح تشخیص کے مطابق وہ نوش دارو جو احمدیت کے روحانی اور خالص اسلامی بیاض میں ہے اسے انسانوں تک نہیں پہنچایا ہم ابھی گھر کے جھگڑوں کو ہی سلجھا نہیں سکے۔ ہمارے اعصاب پر اندرونی پیکار کی کوفت کا اثر غیر معمولی ہے۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ تحریک کے سواد میں ہی بعض ایسی خطرناک الجھنیں پیدا ہو چکی تھیں جن سے احمدیت کے بنیادی اور تمہیدی اصول معرضِ خطر میں تھے اور ان الجھنوں کو سلجھانا اور درست کرنا نہایت ضروری فرض تھا لیکن اس سے ہم ان فرائض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جن کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہمیں انتخاب کیا گیا ہے۔ ہماری قوت فعال کا میدان جہاد اقوام عالم ہیں۔ ہم احمدی اسلام کے داعی اور مبلغ ہیں اور ہماری مذہبی کشمکش اور روحانی جد و جہد کی کوئی انتہا نہیں قادیانیت کا مقابلہ اور اس سے پیدا شدہ عوارض بھی یقیناً لائق اعتنا ہیں۔ اور قادیانی انتشار و فشار کے خلاف جہاد کرنا بھی ہمارا فرض ہے اور یہ بھی درست ہے کہ جب تک ہم قادیانیت کے سنگ راہ کو راستہ سے دور نہ کریں۔ اس وقت تک اشاعت اسلام کے بلند مقاصد بروئے کار نہیں آ سکتے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آج اسلامی اور غیر اسلامی دنیا میں جو پیچیدگیاں اور الجھنیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان کو بالکل فراموش کر دیا جائے اور بدلے ہوئے حالات اور پیدا شدہ تغیرات کا جائزہ نہ لیا جائے۔

موجودہ دور ایک بہت بڑے فتنہ اور تغیر کا دور ہے۔ سب انبیاء اس فتنہ سے اپنی قوموں کو ڈراتے آئے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم نے بھی امت کو یوں خطاب کیا ہے۔ ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھکر کوئی امر نہیں۔ مغربی تہذیب و تمدن نے یقیناً اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ مغربی تخیلات، افکار اور طرز زندگی سے بڑھ کر مذہب اور روحانیت کیلئے آج تک کوئی خطرہ اور فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ مغربی نظامات حیات کی بنیاد الحاد اور دہریت پر ہے۔ انسانی نزع اور تعزز کا معیار بجائے اخلاق اور روحانیت کے رنگ و نسل اور سامان معیشت قرار دیا گیا ہے۔ اس معیار کے مہلک اور خونین نتائج کا مطالعہ آج ہم یورپ کے محاربۂ عظمیٰ سے کر رہے ہیں۔ یورپ کی تباہ کاریوں کے سامنے چنگیز اور ہلاکو کی ہلاکت آفرینیاں مات ہیں۔ یورپ کا چپہ چپہ انسانی خون سے لالہ زار ہے۔ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین شق ہوتی جا رہی ہے۔ ایک ٹکڑا بھی ایسا نہیں۔ جہاں انسان مامون اور محفوظ ہوں۔ ہر طرف تباہی اور بربادی مسلط ہے۔ محلات کے رہنے والے بھی تو عافیت میں نہیں ہیں۔

اس فتنہ و فساد کے دور میں امت مسلمہ بھی امن میں نہیں ہے مسلمانوں کے اخلاقی، روحانی، مذہبی اور سیاسی زوال و انحطاط کو بیان کرنے کیلئے دفتر درکار ہیں۔ ساری اسلامی دنیا کی یہ حالت ہے

ع زار و زبون و دردمند
مثلِ غزالہ در کمند

اسلامی ممالک رفتہ رفتہ مغربی تسلط میں آ گئے۔ شوکت اور سطوت تباہ ہو گئی۔ کل جن کے سروں پر کلاہ سروری تھا آج ان کے سروں پر خاک اڑ رہی ہے ! حکومت اور سیاسی تسلط تو ایک طرف رہے اسلامی روح اور مذہبی حمیت بھی ختم ہو گئی ! اسلامی دنیا میں مدافعت اور حفاظت کیلئے مختلف تحریکات پیدا ہوئیں لیکن آج ان میں زندگی کی رمق تک باقی نہیں۔ مسلمانوں نے ہیئت اجتماعیہ اسلامیہ کو خیرباد کہکر مغربی افکار و تخیلات کو اپنا شعار بنایا۔ توحید و رسالت کو چھوڑ دیا۔ قومیت اور رنگ و نسل پر اترانے لگے۔ آج اسلامی سواد میں ترک، عرب، ایرانی اور افغان کی بھرمار ہے۔ لیکن مسلمان کا فقدان ہے۔ قانون محمد کی جگہ مغربی قانون رائج ہو چکا ہے۔ آج مسلمانوں کے سالار کارواں محمد عربی نہیں۔ بلکہ کارل مارکس اور میکیاویلی ہیں !

ایسے خطرناک دور میں جب مسلمان زار و زبوں تھا۔ اور اسلامی اصول خطرہ میں تھے۔ خدا وند تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ مسیح محمدی کا پیغام ایک زبردست اسلامی اور روحانی قوت ہے۔ اور اس اسلامی قوت میں ہی مسلمانوں کی رستگاری اور مغربی مادہ پرستوں کی مشکلات کا حل موجود ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے اس خالص اسلامی قوت کی حقیقی فطرت کو ابھی اس حد تک بے نقاب نہیں کیا۔ جتنا کہ چاہیے تھا۔ قادیانی دوستوں کا تو ذکر ہی چھوڑیئے انہوں نے تو اس تحریک کی روح کو سمجھا ہی نہیں جماعت احمدیہ لاہور نے حتی المقدور اس تحریک کو آشکار کیا ہے لیکن بھی ایک عظیم الشان کام ہمارے سامنے ہے اور اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک بہت بڑا فدیہ مانگتا ہے جماعت احمدیہ کے صحیفہ نگاروں، مصنفوں اور مبلغوں کے سامنے ایک بہت بڑا میدان ہے انہیں چاہیئے کہ اختلافی مسائل کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی توجہ کریں۔

مُلّا کا دور گزر چکا ہے۔ مُلّا کا فتنہ اپنی موت مر چکا ہے۔ یہ دور مہذب انسان کی اخلاقی اور روحانی مشکلات کا دور ہے ہمیں اس دور کے اساسی اصولوں اور مختلف معاشی، اخلاقی، سیاسی اور تمدنی تحریکات کا نظر غائر سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ انیسویں صدی عیسوی کے شروع سے لیکر آج تک دیکھنا چاہیئے کہ دنیا کہاں تھی اور کہاں پہنچ چکی ہے۔ وہ کونسے عمرانی اور روحانی عوارض ہیں جو انسانوں کو آشوب میں مبتلا کئے ہوئے ہیں۔ کیا اختلافی مسائل ہی اس آشوب اور دکھ کا علاج ہیں ؟ یا تقاضا کچھ اور ہے تحریک احمدیت کیوں پیدا ہوئی ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں کیوں تشریف لائے ؟ کیا وہ شخص جو ایک غیر معروف گاؤں سے اٹھا کہیں وہ دنیا کا عظیم الشان روحانی انقلابی تو نہیں تھا ؟ کہیں اس کی بعثت سے اسلام کا دور جدید تو نہیں شروع ہو گیا ؟

اسلام کے اس روحانی سلسلہ کے متعلق غلط فہمیاں بھی ہیں اور اس کی قوت و شوکت کے اظہار میں التوا بھی ہے۔ روحانیت مادیت کا مقابلہ بعض تاریخی مقامات میں بتدریج بھی کرتی ہے اور بعض دفعہ اس کا اظہار جلال اور شوکت کے ساتھ بھی ہوا کرتا ہے ان حقائق پر تاریخی واقعات شاہد ہیں۔ انہیں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں اپنی نگاہ کو تحریکات عالم پر پھیلا دینا چاہیئے اور معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ ان تحریکات میں احمدیت کی جگہ کہاں ہے۔ تحریک احمدیت مقامی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایسی تحریک ہے جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس کا خطاب ہر مذہب و ملت سے ہے قادیانیت تو مقامی پیر پرستی میں الجھ کے رہ گئی۔ لیکن جماعت احمدیہ لاہور نے اس تحریک کی عالمگیر فطرت کو بے نقاب کیا ہے اور یہی انشاء اللہ آئندہ اس کے محاذوں کا جائزہ لے گی۔ زمانہ اور حالات کے مطابق اپنی اسلامی فطرت کو آشکار کرے گی۔ ہم مقامی تحریکات کے موید نہیں ہیں۔ ہمارے سینوں میں اسلام کا زبردست روحانی پیغام ہے جس میں مغرب و مشرق کی فلاح پوشیدہ ہے۔

دنیا اس تحریک کی قوت کو تسلیم کرتی ہے۔ جب نہایت معقولیت اور اعلیٰ درجہ کے ایثار سے پیش کیا جائے۔ تعلیم یافتہ لوگ تو اس نظام کو قبول ہی نہیں کرتے جس کی افادیت اور عمرانی حیثیت کو مضبوط دلائل کے ساتھ بیان نہ کیا جائے۔ اس جماعت کے صحیفہ نگاروں اور مبلغوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس چیز کی ضرورت کو محسوس کریں۔ اپنے حسن عمل اور حسن بیان سے تحریک احمدیت کے خالص اسلامی اصولوں اور اس کے روحانی پیغام کو واضح کریں۔ جب تک گرد و پیش کا مطالعہ کر کے اور تاریخی سیاق و سباق کو مدنظر رکھ کر اس کام کو نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک موثر نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم لوگ اس ضرورت کو محسوس نہیں کریں گے تو خدا وند تعالیٰ جس کی مشیت سے یہ تحریک پیدا ہوئی ہے۔ وہ انسانوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ کوئی اور ایثار پیشہ لوگ پیدا کر دیگا جو اس کام کو ذمہ داری کے ساتھ کریں گے۔

بہرحال اس میں مطلق شک نہیں کہ تحریکات عالم کے مقابلہ میں تحریک احمدیت کی افادیت اور روحانی شوکت کو بیان کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور جب تک اسے بیان نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک مہذب اور متمدن لوگ اس طرف توجہ نہیں کریں گے۔ ہر زمانہ میں ایک خاص اسلوب بیان ہوا کرتا ہے جس سے دنیا متاثر ہوتی ہے اور یہ بیانات کے اسلوب واقعات اور حالات کے مطابق بدلتے رہے ہیں۔ اور آج بھی اسی پیرایہ اور انداز میں تحریک احمدیت کی حقیقی روح اور اساسی اصولوں کو بیان کرنے کی ضرورت ہے جس سے دنیا نہایت آسانی کے ساتھ اسے سمجھ کر اس کے قریب ہو سکے۔ جب تک ہم اس عظیم الشان کام کو محنت شاقہ سے سر انجام نہیں دیتے۔ اس وقت تک ہم [illegible] ہم سب کو فرض شناسی کی توفیق دے۔ آمین۔ (ایس۔ محمد آصف قادیانی بی۔ اے)

شذرات

مہاشہ کرشن کی اشتعال انگیز گستاخی

پنجاب کے مشہور متعصب و اتحاد دشمن آریہ سماجی اخبار نویس مہاشہ کرشن آف "پرتاپ" سے قارئین پیغام صلح بخوبی واقف ہیں۔ یہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور کرتے رہتے ہیں جس سے ہندو مسلم تعلقات خراب ہو کر صوبہ میں نفاق و بدامنی پیدا ہو۔ گذشتہ دنوں انہوں نے حکومت پنجاب کی "بنیادی ملازمتوں" پر مسلمانوں کے مفروضہ قبضہ کا قصہ چھیڑ کر اخبارات اور پبلک میں ایک ناگوار بحث کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ خیر یہ ایک سیاسی اور اقتصادی معاملہ تھا۔ مہاشہ جی کے بیانات اور فرضی اعداد و شمار سے زیادہ بدمزگی پیدا نہ ہوئی لیکن اب اس اتحاد دشمن شخص نے ایک بہت ہی خطرناک اور اشتعال انگیز حرکت کی ہے۔ ۱۵ر ستمبر کے "پرتاپ" میں اس نے لکھا ہے کہ:۔

"میں نے قرآن کو پڑھا ہے۔ اور ایک سے زیادہ بار۔ لیکن میں نے اس میں تشدد ہی تشدد بھرا پایا۔"

مہاشہ کرشن کے ان الفاظ کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک قرآن کریم میں نعوذ باللہ صرف تشدد کی تعلیم ہے وہ ہر حالت اور ہر موقع پر تشدد و صرف تشدد کی تلقین کرتا ہے اس میں عفو و کرم، عدل و انصاف، درگذر و حلم کی کوئی ہدایت موجود نہیں۔ یہ قرآن کریم پر ایک غلط الزام اور نہایت ہی اشتعال انگیز و . . . ناپاک حملہ ہے۔ مہاشہ کرشن کے الفاظ سے جہالت کے علاوہ شرارت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ان کی اس حرکت سے اسلامی حلقوں میں اضطراب پیدا ہو گیا ہے جس سے حکومت اور مہاشہ جی یقیناً بے خبر نہیں ہوں گے۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ مہاشہ جی اپنے اس بے بنیاد اور اشتعال انگیز الزام کی معذرت کے ساتھ خود ہی تردید کر دیں۔ چالاکی کے ساتھ الٹی سیدھی تاویلیں کرنے سے معاملہ زیادہ خراب ہو جائے گا ۔۔۔ راجپال مہاشہ جی کے دوست تھے۔ ان کی اشتعال انگیز غلطی اور اس پر غیر معقول اصرار سے جو ناگوار صورت پیدا ہوئی تھی۔ اور سارے اسلامی ہند میں جو ہیجان برپا ہوا تھا وہ انہیں یاد ہی ہو گا۔

حکومت کیوں خاموش ہے؟

مہاشہ کرشن اور ان جیسے دوسرے اتحاد دشمن آریوں اور مہاسبھائیوں کی امن سوز روش اس حد تک ترقی کر چکی ہے کہ حکومت کیلئے چشم پوشی اور خاموشی کا کوئی جواز باقی نہ رہنا چاہیئے اس میں شک نہیں کہ ہمارے صوبہ کی ہندو نواز وزارت کی جب مہاشہ کرشن کی قماش کے لوگ پاکستان قائم کرنے کا طعنہ دیکر ڈراتے رہتے ہیں نیت نیک ہے اور وہ اسی وجہ سے ان اشتعال انگیز حرکتوں کو نظر انداز کر رہی ہے۔ لیکن حکومتوں کے لئے نیک نیت ہونے کے علاوہ فرض شناس ہونا بھی ضروری ہے۔ ہر ایک وہ حرکت جو کسی قوم یا فرقہ کی حق تلفی اور دل آزاری کا باعث ہو یا صوبہ کے امن و اتحاد کو تباہ کرنے والی ہو ہر حکومت کے لئے ناقابل برداشت ہونی چاہیئے۔ بالخصوص جنگ کے موجودہ نازک ایام میں۔

مہاشہ کرشن قرآن پاک کی توہین کر کے ایک ایسے فعل کے مرتکب ہوئے ہیں، جو مسلمانوں کیلئے بالکل ناقابل برداشت ہے اگر حکومت نے اب بھی بے جا ہندو نوازی اور چشم پوشی کا سلسلہ جاری رکھا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اسلامی حلقوں کا اضطراب روز بروز ترقی کرتا چلا جائیگا۔ دوسری طرف دیگر گستاخ اور اسلام دشمن لوگوں کو قرآن کریم کی توہین کی جرأت ہو گی۔ لہٰذا ہم حکومت پنجاب سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مہاشہ کرشن کو اس گستاخی پر مسلمانوں سے غیر مشروط معافی مانگنے اور آئندہ کیلئے اپنی زبان و قلم کو قابو میں رکھنے کیلئے کہے اگر وہ اس کے لئے آمادہ نہ ہوں تو ان کے خلاف باقاعدہ قانونی کاروائی کی جائے۔ اگر اب بھی حکومت نے فرض شناسی سے کام نہ لیا تو وہ یقیناً ایک بہت بڑی غلطی کی مرتکب ہو گی۔

"خدا کا ڈر بیحد ضروری ہے"

یورپ خدا کو بہت بڑی حد تک بھول چکا تھا۔ اسکے مدبروں اور سیاستدانوں کی زبان پر خدا کا نام شاذ ہی آتا تھا ۔۔۔ لیکن اس جنگ نے یورپ کے بہت سے لوگوں کو خدا یاد دلا دیا۔ اس سے قبل انہیں سائنس اور علم و فن، حکومت و دولت، اسلحہ و طاقت پر ناز تھا۔ انہی چیزوں کے بھروسے وہ خدا کو بھولے تھے۔ لیکن اب انہوں نے دیکھ لیا اور محسوس کر لیا ہے کہ یہ چیزیں ان کی تباہی و بربادی کا باعث ثابت ہو رہی ہیں ۔۔۔ ہم گذشتہ کسی اشاعت میں برطانیہ کے وزیر خارجہ کی ایک تقریر کا اقتباس پیش کر چکے ہیں جس میں بار بار خدا کا نام لیا گیا اور اس سے مدد مانگی گئی تھی۔ اب ہندوستان کے ایک اعلیٰ انگریز حاکم کے چند الفاظ بھی سنئے۔ ۹ر ستمبر کو گورنر بمبئی نے اپنے صوبہ کے صدر مقام میں ایک تقریر کی جس کے دوران میں کہا کہ:۔

"اس جنگ نے واضح کر دیا ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا بیحد ضروری ہے۔ خدا کو چھوڑ کر ہی مثلاً اس قدر وحشت انقلاب ہو گیا کہ بیگناہ شہریوں پر اندھا دھند وحشیانہ بمباری کر رہا ہے۔"

العظمۃ للہ! آج سے ایک سال قبل کس کو یقین ہو سکتا تھا کہ لیڈروں کی زبان پر اس طرح پر خدا کا نام آئے گا۔ خدا کو بھولنے والے اس کی یاد اور ڈر کو ضروری سمجھیں گے۔ غور کرنے والوں کیلئے اس انقلاب میں بہت بڑا سبق ہے۔ انسان خواہ کس قدر بھی مادی ترقی کرلے لیکن وہ خدا کے رحم و کرم، اس کی روشنی و ہدایت اور اس کے احکام کی تعمیل کے بغیر اطمینان اور سکون کی زندگی بسر نہیں کر سکتا ہے۔

ہمارے ملک کے وہ تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ نوجوان جو اپنے علم و فن اور مال و دولت کے بھروسے خدا کو بھولتے جا رہے ہیں جن کے دلوں سے خدا کا رعب اور عظمت نکل چکی ہے کیا وہ موجودہ جنگ کے ان نتائج و حقائق پر غور کریں گے؟

حضرت مولانا صدر الدین صاحب وزیر آباد میں

حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ہماری درخواست پر گذشتہ جمعہ کی نماز یہاں پڑھائی۔ بہت سے غیر از جماعت دوستوں کو بلایا گیا اور وہ بغیر کسی پس و پیش ہمارے ساتھ جمعہ میں شامل ہوئے۔ دوران خطبہ میں مولوی صاحب موصوف نے حضرت صاحب کے دعاوی پر بڑی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی۔ اور آپ کی زندگی کے متعدد واقعات بیان فرمائے ہمارے ان دوستوں پر اس کا بڑا ہی اچھا اثر پڑا بعض ان میں سے کہتے سنے گئے کہ اس سے پہلے وہ بڑی غلط فہمیوں کا شکار تھے۔ ان میں سے بہت سے دوستوں نے خواہش کی کہ ایک پبلک لیکچر بھی ہونا چاہیئے لیکن یہ فیصلہ ہوا کہ اس کا انتظام وہ اپنے ذمہ لیں تو ان کے اطلاع دینے پر مولوی صاحب کو پھر تکلیف دی جائے گی۔

(شیخ) نثار احمد۔ وزیر آباد

(بقیہ صفحہ ۲)

اور ان کا انجام بخیر ہو۔ آمین ثم آمین۔

مضمون نگار کا ایک اہم سوال

خلیفہ صاحب نے مضمون نگار سے کہا تھا کہ:۔

"خدا خوابوں میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ گو وہ مجھ سے بیداری میں بھی کلام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں دوسرے لوگوں کی خوابوں پر یقین رکھتا ہوں۔"

اس پر خلیفہ سے پوچھا گیا۔ خدا آپ سے کس طرح کلام کرتا ہے؟ اس کے جواب میں خلیفہ صاحب نے بہت کچھ کہا۔ ان کی اس قسم کی باتوں سے پیغام صلح کے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا میں بخوف طوالت انہیں بھی نظر انداز کرتا ہوں۔

خلیفہ صاحب کی ایک عجیب عادت

مضمون نگار نے خلیفہ صاحب کی ایک عجیب عادت کا بھی ذکر کیا ہے کہ:۔

"اس موقعہ پر میں نے معلوم کیا کہ خلیفہ صاحب کو ایک آنکھ سے دیکھنے کی عادت ہے۔ جس سے ایک قسم کا اضطراب پایا جاتا ہے۔ دوسری آنکھ کو وہ بند رکھتے ہیں جس نے انٹرویو کے پراسرار ماحول میں اضافہ کر دیا جس میں کہ روحانی اشیاء دنیوی مباحث سے ملی جلی ہوئی تھیں۔"

اس مضمون میں اور بھی بہت سی قابل ذکر باتیں ہیں جو انشاء اللہ بشرط فرصت دوسری قسط میں پیش کروں گا۔ لیکن اس قسط کو ختم کرنے سے قبل خلیفہ صاحب کے متعلق مضمون نگار کی ایک رائے سن لیجئے۔

"ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ خلیفہ صاحب اپنی ذات کے متعلق گفتگو کو بہت پسند کرتے ہیں۔"

(نامہ نگار)

محمودی مغالطہ آفرینیاں — الحذر!

تین اور مغالطے

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(۴)

محمودی مغالطہ آفرینیوں میں سے تین اور مغالطوں پر میں روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کفر دون کفر میں مغالطہ

مسلمانوں میں کفر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک تو اصلی یعنی ایمانیات کا کفر ہے۔ جسے کفر مطلق کہتے ہیں مثلاً ایک شخص خدا اور رسولؐ کو نہیں مانتا۔ یہ کفر انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور دوسری قسم کفر کی کفر دون کفر ہے یہ فرع کا کفر ہے یعنی کسی حکم کی نافرمانی پر بولا جاتا ہے۔ اس سے انسان اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا، یا ایک عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے تو اس پر بھی کفر کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔ مگر وہ کفر کسی مسلمان کو اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کرتا۔ ایسا آدمی مسلمان رہتا ہے حقیقت میں کافر نہیں بن جاتا۔

اب مغالطہ ملاحظہ ہو۔ وہ یہ کہ میاں محمود احمد صاحب کے حاشیہ نشینوں اور چھوٹے میاں بشیر احمد صاحب نے اصطلاح تو یہی کفر دون کفر کی ہی قائم رکھی ہے اور اس کے معنے یہ کئے ہیں کہ ایک دہریہ کے کفر سے ایک ہندو کا کفر کم ہے۔ پس وہ ہندو کفر دون کفر کا مرتکب ہوا۔ اور ایک ہندو کے کفر سے ایک یہودی کا کفر کم درجہ رکھتا ہے پس یہودی بھی کفر دون کفر کا مرتکب ہوا۔ ایک عیسائی کا کفر یہودی کے کفر سے کم درجہ پر ہے۔ اس لئے عیسائی بھی کفر دون کفر کا مرتکب ہوا۔ اسی طرح ایک غیر احمدی مسلمان کا کفر عیسائی کے کفر سے کم درجہ پر ہے اس لئے ایک غیر احمدی بھی کفر دون کفر کا مرتکب ہے۔ گویا محمودی اصطلاح میں کفر دون کفر اسلام کے دائرہ کے اندر کسی حکم کی نافرمانی پر نہیں بولا جاتا بلکہ اسلام کے دائرہ سے باہر کافروں میں مختلف مراتب کا اظہار اس اصطلاح سے کیا جاتا ہے۔ جو لوگ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے کفر کا باہمی تناسب ظاہر کرنے کیلئے کفر دون کفر کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ ہوتے سب کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ پس کفر دون کفر کی اصطلاح محض مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کیلئے ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں کفر دون کفر کا مرتکب مسلمان ہوتا ہے پس ہوشیار رہنا چاہئے جب ناواقف لوگوں کے سامنے محمودی قوم نہایت معصوم چہرہ بنا کر یوں کہتی ہے۔ کہ ہم بھی تو غیر احمدی مسلمانوں پر کفر دون کفر کا ہی فتویٰ لگاتے ہیں تو بڑے بڑے مولانا لوگوں کا پاؤں پھسل جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ واقعی ان لوگوں نے اب اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ اور اب یہ بھی غیر احمدیوں کو آنحضرت صلعم کے حکم کا نافرمان سمجھتے ہوئے انہیں کفر دون کفر کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس سے محمودی صاحبان کا مطلب فقط اتنا ہوتا ہے کہ اسلام کے دائرہ کے باہر جس طرح عیسائی کا کفر یہودی کے کفر سے کم ہے۔ اسی طرح غیر احمدی مسلمان کا کفر عیسائی کے کفر سے کم ہے۔ مگر ہے سب وہی کفر مطلق جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اس لئے میری یہ دعا ہے کہ ایسے مغالطوں سے اللہ سب مسلمان اور احمدی بھائیوں کو بچائے۔

قدرت ثانیہ میں مغالطہ

قرآن کریم میں آتا ہے انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد (المومن) کہ بیشک ہم اپنے فرستادوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لاتے ہیں۔ نصرت کرتے ہیں، اس دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے یعنی قیامت کے دن۔ اس آیت کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ نے "الوصیت" میں تحریر فرمایا تھا کہ ایک تو نصرت خدا کے رسولوں اور ماموروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور خدا اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا اور باوجود شدید مخالفتوں کے انہیں کامیاب کرتا ہے اسے آپ نے قدرت اولیٰ کے نام سے تعبیر کیا ہے اور دوسری قدرت اس وقت وہ دکھاتا ہے جب اس مامور کی وفات کے بعد اس کی جماعت پر سخت جھونکا آتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جماعت فنا ہو گئی۔ اس وقت خدا کی نصرت آتی ہے اور اس کی قدرت کا ہاتھ جماعت کو سنبھالتا اور اسے اس مشن میں کامیاب کرتا ہے، جو اس خدا کے مامور نے قائم کیا تھا۔ اس نصرت الٰہی کو حضرت مسیح موعود نے قدرت ثانیہ کا نام دیا تھا لیکن آج محمودی اصطلاح میں قدرت ثانیہ سے مراد کوئی موعود انسان ہے اور وہ خلیفہ ہے جو میاں محمود احمد صاحب کے وجود میں جلوہ گر ہے انسان پرستی اور خلیفہ کا اقتدار جمانے کیلئے قدرت ثانیہ کی اصطلاح کے مفہوم کو اس طرح بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا جماعت کو ایک صریح مغالطہ میں ڈال دیا ہے۔

یوسف موعود میں مغالطہ

سب سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یوسف موعود کسی آدمی کا نہ نام ہے نہ لقب ہے۔ یہ ایک فرضی اصطلاح ہے۔ جو آج محمودی قوم میں رائج ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ایک الہام ہوا تھا۔ انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون کہ بیشک مجھے ریح یوسف یعنی یوسف کی خوشبو آتی ہے۔ اگر مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ریح یوسف سے مراد ترقی اسلام کے آثار لیا تھا۔ کیونکہ آپ کو اسلام کی ترقی کی اسی طرح اور اسی قدر تڑپ تھی۔ جس طرح حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کے ملنے کی تڑپ تھی۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں ؎

اے فدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریاد وں کو سُن میں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطان کامیاب و کامگار

اس تڑپ پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے ترقی اسلام کی اسی طرح خوشخبری دی جس طرح حضرت یعقوب کو یوسف کی ملی تھی۔ اسی لئے استعارۃً اس ترقی اسلام کو یوسف اور اسکے آثار کو یوسف کی خوشبو سے تعبیر فرمایا۔ یہ تشریح میری نہیں بلکہ خود حضرت اقدس کی ہے مندرجہ ذیل اشعار آپکے ملاحظہ ہوں۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

تثلیث کو اہلِ دانش کا الوداع کہنا، توحید کی ہوا کا چلنا۔ دعوت حق یعنی اسلام کی دعوت کی طرف احرار یورپ کا مائل ہونا یہ سب آثار تھے یورپ میں اسلام کے پھیلنے اور اس کی ترقی کے اور یہی وہ یوسف تھا جس کیلئے آپ اشکبار تھے۔ اور وہ گل رعنا جو باغ میں ملت کے کھلا تھا۔ وہ خود آپ کا وجود باجود تھا۔ جیسا کہ اس کے آگے ہی فرماتے ہیں:۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

میاں صاحب نے اپنے وجود کو یوسف موعود قرار دیدیا

ان تمام تشریحات کے ہوتے ہوئے اب محمودی مغالطہ ملاحظہ ہو۔ وہ یہ کہ میاں محمود احمد صاحب نے بجائے ترقی اسلام کے اپنے وجود کو وہ یوسف قرار دیدیا جس کا اس الہام میں ذکر ہے۔ اور مصلح موعود کی طرح یوسف موعود کوئی آدمی قرار دیکر خود اس کا مصداق بن بیٹھے۔ اور جرأت اس قدر ہے کہ صریح لفظوں میں کہدیا کہ "حضرت مسیح موعود نے مجھے یوسف قرار دیا ہے"! حالانکہ حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں تحریر فرمایا کہ یوسف موعود کوئی آدمی ہوگا۔ اور اس کا مصداق میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ ذرا میاں محمود احمد صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو عرفان الٰہی صفحہ ۹۴ و ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب زمانہ بدل گیا۔ دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا۔ اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا۔ مگر اب مسیح اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے. . . . . . حضرت

مسیح موعودؑ نے مجھے یوسف قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کہ پہلے یوسف کی جو ہتک کی گئی ہے۔ اس کا میرے ذریعہ ازالہ کر دیا جائے۔ پس وہ تو ایسا یوسف تھا جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا۔ مگر اس یوسف نے اپنے دشمن بھائیوں کو گھر سے نکال دیا۔ پس میرا مقابلہ آسان نہیں۔"

اس حوالہ میں کئی مغالطے ہیں۔ ملاحظہ فرماتے جائیے:۔

(۱) حضرت مسیح موعود کے الہام میں یوسف سے مراد کوئی انسان نہ تھا۔ بلکہ اس سے مراد فقط ترقی اسلام تھی۔ جیسا کہ میں اوپر دکھا آیا ہوں۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے اسے انسان بنا دیا

(۲) اس "یوسف موعود" کو انسان قرار دے کر پھر خود اس کے مصداق بن بیٹھے اور نہایت جرأت سے لکھ دیا کہ "حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے یوسف قرار دیا ہے"۔ کیا جناب میاں صاحب موصوف حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی ایسی تحریر پیش کر سکتے ہیں جس میں آپ نے میاں محمود احمد صاحب کو یوسف موعود قرار دیا ہو۔ یہ فقط ایک مغالطہ ہے جس میں جماعت کو ڈال کر میاں محمود احمد صاحب کے مدنظر فقط اپنی ہوا باندھنا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس خلاف واقعہ امر کو بیان کرتے ہوئے میاں صاحب ذرا بھی تو نہیں جھجکے۔ کتنی بڑی جسارت ہے۔

(۳) کسی شخص کو جو کسی کا نام استعارہ کے طور پر دیا جاتا ہے تو بوجہ اس مماثلت اور شدید مشابہت کے دیا جاتا ہے جو مشبہ کو مشبہ بہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً کسی انسان کو جو شیر کا نام دیا جاتا ہے تو بوجہ بہادری میں مشابہت کے دیا جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ جب شیر کا خطاب دیا جائے۔ وہ یوں کہے کہ شیر تو بڑا بہادر ہوتا ہے اور مقابلہ میں بڑی دلیری سے حملہ کرتا ہے۔ مگر اب زمانہ بدل گیا ہے۔ پس میں ایسا شیر ہوں کہ مقابلہ پر دم دبا کر بھاگ جاتا ہوں۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے جب اپنے آپ کو مسیح موعود کا مصداق قرار دیا تو مسیح ابن مریم سے مماثلت اور مشابہت کی ایک درجن سے زیادہ شقیں قائم کر کے انہیں اپنی تصنیفات میں تحریر فرمایا اور ہر ایک پہلو سے اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کا مثیل ثابت کرنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ ایک شعر میں فرمایا ؎

برمسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

یعنی مسیح کی مماثلت کا تقاضا تو یہی تھا کہ میں بھی صلیب پر کھینچا جاتا لیکن میں چونکہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بروز ہوں۔ اس لئے اس کی وجہ سے صلیب سے بچا لیا گیا۔ غرضیکہ جب اپنے آپ کو مسیح موعود کا مصداق قرار دیا تو مسیح سے مماثلت کو پوری طرح قائم کر کے دکھایا۔

حضرت یوسفؑ کی دو نمایاں خصوصیات

اسی طرح جس شخص کو یوسف کا نام دیا جائے گا۔ اس میں ضروری ہے کہ حضرت یوسفؑ سے مماثلت ہو۔ حضرت یوسف میں دو خصوصیات بڑی نمایاں ہیں۔ ایک تو ان کی عصمت و عفت اور اس کے لئے اتنی غیرت کہ جب انہیں ناکردہ گناہ ایک بہتان لگا کر قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ تو آپ نے قید خانہ سے باہر نکلنا پسند نہ کیا جب تک کہ اپنی بریت نہ کر لی۔ دوسرے ان کے عفو کا خلق کہ ان بھائیوں کو جنہوں نے آپ کے ساتھ سخت دشمنی کی تھی۔ اور انہیں گھر سے نکالا تھا۔ وہ جب آپ کے قابو میں آ گئے تو انہیں معاف کر دیا اور ان بے خانمانوں کو اپنے پاس آرام اور گھر دیا۔ ضروری ہے کہ جب کسی کو یوسف کا نام دیا جائے اس میں یہ دو خصوصیات نمایاں نظر آویں

میاں صاحب نے الٹی گنگا بہا دی

لیکن میاں صاحب موصوف نے بجائے اس کے کہ یہ دو خصوصیتیں اپنے آپ میں دکھا کر یوسف سے اپنی مماثلت ثابت کرتے۔ الٹی گنگا بہا دی۔ دونوں خصوصیات تو کیا ثابت کرنی تھیں۔ بس فرمایا تو یہ فرمایا کہ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا بدل گیا ہے اس کی سنت بدل گئی ہے۔ پہلا خدا تو اس کو پسند کرتا تھا کہ یوسف اپنے بھائیوں کی خطائیں معاف کر کے اپنی عالی حوصلگی للہیت کا ثبوت دے۔ چنانچہ اسی نمونہ کی تقلید ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی کہ اپنے دشمن بھائیوں کو جنہوں نے اس قدر دکھ دیئے تھے۔ جب وہ قابو میں آئے تو معاف کر دیا۔ لیکن اس زمانہ کا بدلا ہوا خدا ایسی عالی حوصلگی اور عفو کے خلق کو ناپسند کرتا ہے وہ اب یہ چاہتا ہے کہ موجودہ یوسف اپنے ناکردہ گناہ بھائیوں کو محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی الوصیت پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ اور کسی بدعتی خلافت کی بیعت نہ کرنا چاہتے تھے قادیان سے باہر نکال دے۔ اب خدا نعوذ باللہ بجائے عدل و انصاف اور عفو و کرم کے دھڑے بازی، جبر اور انتقام، ظلم اور بائیکاٹ کو پسند کرنے لگا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدلا ہوا خدا نعوذ باللہ اب بجائے اشاعت اسلام کے اشاعت کفر کو زیادہ پسند کرنے لگا ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو دوزخ میں جلایا جا سکے اسی لئے پہلے عمرؓ کے زمانہ میں دنیا میں اشاعت اسلام پر زور تھا۔ اور اب موجودہ فضل عمر کے زمانہ میں بیک جنبش قلم تمام مسلمانوں کو کافر بنا دیا گیا۔ وہ پہلے زمانہ کا عمر تھا۔ اور اب یہ بدلے ہوئے زمانہ کا عمر ہے۔ زمانہ بدل گیا، خدا بدل گیا۔ اس لئے وہ معیار اخلاق بھی بدل گیا۔ اب مماثلت کیلئے ضروری ہے کہ مثیل اس سے جس سے اس کو مماثلت کا ادعا ہے الٹا چلنے والا ہو۔

اب تھوڑی دیر کیلئے خلیفہ صاحب کی عجیب و غریب منطق پر بھی غور کیجئے اور ان کی حاضر دماغی کی داد دیجئے۔ پہلے صفحہ $\frac{157}{158}$ پر تو یہ فرمایا کہ اپنا حقیقت دعوے میں بتدریج اس لئے ضروری ہوتی ہو کہ بہت سی کمزور طبائع کو ٹھوکر کھانے سے بچا لیا جائے۔ پھر ذرا آگے چل کر لکھا کہ اللہ تعالیٰ اصل دعوے کو اپنے کلام میں ظاہر کر دیتا ہے لیکن اس پر ایک پردہ ڈالے رکھتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے تاکمزور طبائع کو ٹھوکر نہ لگے۔

بالفاظ دیگر حضرت خلیفہ صاحب مکرم تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب بھی کمزور طبائع میں شامل تھے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود کو اپنے دعوی نبوت کی کیفیت تو روز اول سے معلوم تھی۔ وہ کمزور طبائع کو ٹھوکر سے بچانے اور اپنے ساتھ رکھنے کیلئے دانستہ اور ارادۃً تاویلیں فرماتے تھے۔ نعوذ باللہ

اللہ تعالیٰ کسی نادان دوست سے پالا نہ ڈالے۔ شاید یہی دقت تھی کہ جب خلیفہ صاحب کو اپنے اس عجیب و غریب استدلال سے اطمینان قلب نصیب نہ ہوا تو انہوں نے ایک اور راستہ نکالا جو شاید اپنے وابستگان خلافت کو ساتھ رکھنے کا واحد ذریعہ تھا کہ انہوں نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں حضرت مسیح موعود کے دعوی نبوت کو دو زمانوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک ۱۹۰۱ء سے پہلے کا زمانہ جبتک آپ اپنی نبوت کی تاویل کرتے رہے۔ اور دوسرا ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء یعنی وفات تک کا زمانہ جس کے دوران میں حضرت مسیح موعود بقول خلیفہ صاحب قادیان اپنی نبوت کا دعوی علی الاعلان کرتے رہے۔ چال تو خوب تھی اور ایک بڑی حد تک اپنا کام کر گئی۔ مگر کیا کیا جائے رنا ڈنے والے بھی غضب کی نظر رکھتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہوا کہ جس شخص کو خود اپنی نبوت کی درست تفہیم $11\frac{1}{2}$ سال تک نہ ہوئی ہو کیا وہ نبی یا ملہم بنی کہلانے کا ✻

مقام غور

حضرت میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان اور الیاس برنی ایک کشتی میں

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب)

الیاس برنی نے اپنی رسوائے عالم کتاب "قادیانی مذہب" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود نے دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے اپنی نبوت کو آہستہ آہستہ ظاہر کیا چنانچہ اس نے اس کتاب کی دوسری فصل میں یہ لکھا ہے کہ اول حضرت مرزا صاحب نے اپنی نبوت کی تمہید باندھی اور ساتھ ساتھ اخفیا ختم نبوت پر بھی اصرار جاری رکھا۔ پھر ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک راستہ بنایا۔ اور اس کے بعد محدثیت سے نبوت تک بڑھے۔ مگر اپنی نبوت کو مسیحیت کے پردہ میں چھپائے رکھا

تیسری فصل میں اس نے دکھلایا ہے کہ مرزا صاحب نے تکمیل و تشکیل نبوت کیلئے کیا راستہ نکالا اور ختم نبوت کی کس طرح تاویل کی۔

اس مقصد کیلئے برنی نے حضرت مسیح موعود کی بعض کتب کے بھی نامکمل حوالے دیئے ہیں۔ مگر زیادہ تر حصہ اس نے حضرت خلیفہ قادیان اور دیگر اکابر قادیان کی تحریروں و تقریروں پر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر برنی کا یہ مدعا پورا ہوا ہے تو نعوذ باللہ دنیا کی نظروں میں حضرت مرزا صاحب کی کی پوزیشن کیا ہوئی۔

اب ذرا ملاحظہ ہو کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میاں محمود احمد صاحب فرزند ارجمند گرامی ولبند حضرت مسیح موعود اس بارہ میں خود کیا فرماتے ہیں:۔

"اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کا اظہار بھی آہستہ آہستہ ہوا یعنی اول ۱۸۹۱ء میں اور پھر ۱۹۰۱ء میں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سی کمزور طبائع پر رحم فرما کر انہیں ٹھوکر کھانے سے بچا لیا اور جس قدر استعداد پیدا ہوتی گئی ان پر اظہار کیا جاتا رہا"

ذرا آگے چل کر حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ اصل دعوی کو اپنے کلام میں ظاہر تو پہلے ہی کر دیتا ہے لیکن اس پر ایک پردہ ڈال دیتا ہے"۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ $\frac{157}{158}$)

زیادہ تصریح کیلئے ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"اگر آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو) یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کیلئے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا پس اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ سے براہین احمدیہ لکھوائی اور گو اس میں آپ کو مسیح قرار دیا گیا۔ لیکن انکشاف تامہ نہ کیا۔ تا آپ کو اس عظیم الشان کام کیلئے تیار فرمائے جس پر آپکو مقرر فرمایا تھا۔ اور مسیح کی وفات پر پردہ اس لئے ڈالے رکھا کہ اگر حضرت مسیح موعود کو اس وقت یہ بات معلوم ہو جاتی تو آپ اس کا اسی وقت اعلان کر دیتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے ماتحت چاہتا تھا کہ سب کام ترتیب وار اور آہستہ آہستہ ہو۔ پس اس نے مسیح موعودؑ کو بھی اصل بات سے ناواقف رکھا۔ اسی طرح آپ کو براہین کے زمانہ میں بھی نبی قرار دیا۔ لیکن اس پر بھی ایک پردہ خفا ڈالے رکھا۔ دونوں باتیں براہین احمدیہ کے زمانہ میں ظاہر تو اس لئے کیں۔ تاکہ یہ ثابت نہ ہو کہ کوئی منصوبہ ہے اور پوشیدہ اس لئے رکھیں تا مسلمانان حق پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ سے پردہ اٹھایا۔ لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا۔ تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۱ء میں اس پردہ کو بھی اٹھا دیا اور حقیقت کھل گئی۔ اور اصل بات ظاہر ہو گئی"۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ $\frac{124}{125}$)

اب خط کشیدہ سطور کا برنی کے دعاوی سے مقابلہ آسان ہے کہ کیا خلیفہ صاحب اور وہ ایک کشتی میں نظر نہیں آتے؟ ؎

✻ کا مستحق ہو سکتا ہے اور کیا اس کی نبوت کسی پر حجت ہو سکتی ہے؟ یہ سوال ۱۹۱۵ء سے ہو رہا ہے خلیفہ صاحب [illegible] جواب نہیں بن پڑا۔ اور جواب ہو بھی کیا سکتا۔ ناظرین نے دیکھ لیا کہ خلیفہ صاحب مکرم کی نظریات نے احمدیت پر کیا کیا احسان کئے ہیں۔ کہیں وہ حضرت مرزا صاحب کو کمزور طبائع میں شامل کرتے ہیں اور لکھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ان پر بھروسہ نہ تھا اس لئے پردہ ڈالے رکھا اور مسئلہ نبوت کا انکشاف تامہ [illegible] کہتے ہیں کہ وہ الگے ہی تھے

علمی معلومات

غور و فکر کا صحیح طریقہ

اپنے معتقدات اور خیالات کے دلفریب پہلوؤں کی ہمنوائی کرنا ایک ایسا خطرناک رجحان ہے جس سے ہر ہوشمند انسان کو ہمیشہ بچنا چاہئے۔ خیالات کو آرزوؤں کے قالب میں ڈھالنا کبھی خطرے سے خالی نہیں۔ منطقیانہ غور و فکر کے چند اہم اصول ہیں، جن پر عمل کرنے سے انسان خیالات کے فریب اور خطائے فکری سے بچ سکتا ہے وہ اصول یہ ہیں:۔

اپنے خیالات کے متعلق ہمیشہ سوالات کرتے رہنا چاہئے۔ انہیں کیسے، کیوں، کب اور کہاں وغیرہ استفہام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ ہر چیز کے اسباب و علل پر بحث کرنا ضروری ہے۔ ہر صاحب فکر کے لئے استفسارات کے الفاظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کسی مسئلہ کا حل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کے وجود کا علم اور اس کے متعلق سوالات مرتب کرنے کی قابلیت نہ ہو۔ عام مشاہدات کو بے چون و چرا تسلیم کر لینا معلومات سے بے بہرہ رہنے کے مترادف ہے۔ گرجا کے مختلف لیمپوں کا مختلف بلندیوں پر چھوٹی بڑی زنجیروں میں لٹکنا۔ ایک ہی لمحہ میں ان کا ایک طرف سے دوسری طرف ہوا سے متحرک ہونا ایک معمولی مشاہدہ تھا۔ لیکن گلیلیو نے اس مشاہدہ اور اپنی نبض کی حرکت کی وجہ سے لیمپ کا ایک ہی وقفہ سے حرکت کرنا معلوم کر لیا اور اس تجربہ سے اس نے نہایت ہی صحیح وقت دینے والی پنڈولم کلاک ایجاد کی۔

باغ میں سیب کا درخت سے گرنا نیوٹن کے لئے زمین کی قوت کشش کے انکشاف کا ذریعہ بن گیا۔ معمولی مشاہدات میں حیرت انگیز اسرار پنہاں ہوتے ہیں جن کو سوالات ہی بے نقاب کرتے ہیں۔ سوالات کشف حقیقت کا ذریعہ ہیں۔ اگر مسلسل اور کافی سوالات کئے جائیں تو ان سے کسی نہایت اہم مسئلہ کی طرف رہنمائی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ تمام معلومات دراصل کسی نہ کسی سوال کا جواب ہیں۔

سوالات بالکل واضح اور متعین ہونے چاہئیں۔ اگر کسی سوال کا جواب نہیں ملتا تو ممکن ہے کہ سوال واضح نہ ہو۔ اس لئے ہر ممکن پہلو سے سوال کرنا چاہئے تاآنکہ جواب صرف ہاں یا نہیں رہ جائے۔ امریکہ کے ایک مشہور طبیب کو ملیریا کا سبب معلوم کرنا تھا کہ ملیریا کیوں ہوتا ہے۔ یہ سوال ایسا غیر معین تھا کہ اس کا جواب ملنا مشکل تھا۔ امراض کے متعلق طبیب کو اتنا ضرور علم تھا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ جراثیم سے ملیریا پیدا ہوتا ہے لیکن یہ سوال بھی مبہم تھا۔ مناسب تجربہ کرنے کے بعد اس سوال کا جواب صرف ہاں رہ گیا اور ثابت ہو گیا کہ ملیریا مچھروں ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

کامیاب مفکر اپنے خیال کو بہت صاف اور سادہ شکل میں پیش کرتا ہے اور ناکامیاب مفکر مبہم سوالات سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ مبہم سوالات کے جواب نہیں ملتے اور اس کی ناکامی کا یہی سبب ہوتا ہے۔

ہمارے غور و فکر میں ایسی سادگی اور وضاحت ہونی چاہئے کہ مسئلہ زیر غور کا جواب صرف ہاں یا نہیں تک محدود ہو جائے۔ اور ان اسباب کی تلاش و جستجو ہونی چاہئے۔ جو جواب میں معین ہوں۔ سوالات کے جوابات معلوم کرنے میں ہم کو خود سرگرم و مستعد ہونا چاہئے۔ اس کی توقع دوسروں سے یا آسمان سے نازل ہونے کی ہرگز نہ رکھنی چاہئے۔ مسائل کے بارے میں شہادت بڑی سرگرمی سے فراہم کرنی چاہئے۔ تاآنکہ ہم خود ان کا حل معلوم کر کے پیش کر سکیں۔ مکمل ذہنی استفادہ اسی طرح کیا جا سکتا ہے۔

سوالات کا مقصد صرف جواب ہی حاصل کرنا نہیں۔ بلکہ اس سے اپنی غور و فکر کی تعلیم بھی مقصود ہوتی ہے۔

تضاد پر ہمیشہ نگاہ رکھنی چاہئے پرانے زمانہ میں کسی مسئلہ کا حل عموماً مقولہ کی سی حیثیت اور مقبولیت حاصل کر لیتا تھا۔ اور یہ مقولے یکساں صورت میں لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور آج بھی ان کی مرتب اور واضح شکل نے ان میں ایک ایسی قوت اور تاثیر بخشی ہے۔ کہ ان کو قبول کرنے میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن اکثر اصولوں کے بنیادی اظہار میں بہت تضاد نظر آتا ہے۔ مثلاً عجلت سے نقصان ہوتا ہے میدان میں پہلے آنے والی چڑیا شکار ہوتی ہے۔ لغیر خطرہ کے نفع نہیں ہو سکتا اور نو نقد نہ تیرہ ادھار۔ غوطہ لگانے سے پہلے سوچو۔ اور جو سوچتا ہے وہ تباہ ہوتا ہے۔ یہ مقولے بالکل سائنس کے اصولوں کی طرح ہیں۔ اور اسی طرح یہ وجود میں آئے اور مخصوص اور متعین تجربوں کے بعد وضع کئے گئے۔ سائنس زندگی کے حالات سے عام اصول اخذ کرتی ہے۔ اور ان اصولوں کو اس طرح پیش کرتی ہے کہ ویسے ہی حالات میں وہ ہمیشہ برتے جائیں۔ اور سائنس کے اصول اور مقولے صرف تجربی وضاحتیں ہیں۔ جن میں نئے نئے تجربات کے ساتھ ساتھ ترمیم و تنسیخ اور تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے اہل سائنس اور محققین کو اپنے تمام نتائج و قوانین کی ترمیم کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑتا ہے۔ مفکر اور سائنٹسٹ کبھی اس کے مدعی نہیں ہو سکتے۔ کہ ان پر آخری حقیقت کا انکشاف ہو گیا۔ ان کا ایمان و یقین ان کو شک و شبہ سے پناہ نہیں دیتا۔ تشکیک ان کی عادت ہو جاتی ہے۔ ان کا یقین صرف ان کے تازہ ترین تجربات کا نام ہے۔

تجربہ دراصل فطرت سے استفسار کا نام ہے۔ اس لئے تجربہ ہمیشہ عقل کی رہنمائی میں کرنا چاہئے[ص۲۶]

مثلاً جس طبیب نے ملیریا کا سبب دریافت کیا تھا۔ اس کی بحث کی نوعیت یہ تھی کہ اگر ملیریا مچھروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو انہیں لوگوں کو ہونا چاہئے جنہیں مچھر کاٹتے ہیں۔ اور جو لوگ مچھروں سے محفوظ رہتے ہیں انہیں نہ ہونا چاہئے۔ اس تجربہ کیلئے اس نے ایک جماعت کو مچھروں کی زد میں اور دوسری کو ان سے محفوظ رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ پہلی جماعت ملیریا میں مبتلا ہو گئی اور دوسری اس سے محفوظ رہی۔

تجربہ صرف سطح ہی تک محدود نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کی ابتدا متعین عقلی بحث سے ہونی چاہئے۔ اس بحث کی بنیاد ایک عام اصول پر ہونی چاہئے۔ اگر یہ اصول صحیح ہے تو چند مخصوص حالات میں مخصوص نتائج مرتب ہونے چاہئیں۔ انہیں نتائج کا مرتب ہونا یا نہ ہونا سوال کا جواب ہے۔

ہر ذہین انسان کو اپنی ذہنی قوتوں کو اسی طرح کام میں لانا چاہئے۔ غلط مباحثہ سے انسان کو اس کی غلطی معلوم ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں اس کو پیچھے ہٹنا اور نظر ثانی کرنا چاہئے کہ اس سے کہاں غلطی ہوئی۔ مباحثہ میں غلطی ہو جانا معمولی بات ہے۔ اس کا سبب بھی معمولی ہے۔ لوگوں میں ذہن کا فعل و عمل اتنا متفاوت۔ مختلف اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص کبھی بھی اپنی قوت فکر میں کمال کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ دلیل و بحث کو ہمیں ایک ایسا کھیل سمجھنا چاہئے۔ جو وقت و تربیت چاہتا ہے جس میں جوش و ہیجان سے ہر قسم کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کھیل کی مسلسل مشق ترقی کی ضامن ہے۔

(معارف)

معاصرین کے افکار

پڑوسیوں کی زندگی

چونکہ مسلمان عیش و عشرت کا دلدادہ ہو چکا ہے۔ اس لئے ایک مدت سے اس میں اجتماعی طور پر انحطاط کے آثار بھی ہویدا ہو چکے ہیں۔ وہ رات کو آرام کرنے کے بجائے چند گھنٹے تو گپوں کی نذر کر دیتا ہے اور پھر اپنے اوپر شیطان کو مسلط کر کے سیدھی سینما کی راہ لیتا ہے۔ نصف رات کے بعد گھر پہنچ کر پھر اس طرح سوتا ہے۔ گویا اس بدبخت کو دوبارہ اٹھنا ہی نصیب نہ ہوگا۔ رات کو آرام کا وقت سینما کی نذر کیا۔ اور صبح کو حرکت و عمل کا وقت سونے میں صرف کر رہا ہے۔ اور جب اٹھتا ہے تو اس شان سے کہ گویا افیون کا مارا ہوا ہے۔ نہ کام پر جی لگتا ہے نہ طبیعت بشاش رہتی ہے۔ نہ قلب کو اطمینان اور دماغ کو سکون ہے۔ نہ ہمت، جرأت اور چستی ہے کاہل اور سست بن کر اپنی عزیز عمر کو ذبح کرتا رہتا ہے اور اپنے منحوس وجود سے ثابت کر دیتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ پوری قوم پر بار ہے۔

دوسری طرف اسی کے شہر میں اسی کے بازار اور محلے میں ایک ہندو بھی ہے جس نے اسی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے۔ مگر وہ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل بستر سے اٹھتا ہے اپنے طریقہ پر خدا کا نام لیتا ہے بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ ہی اٹھاتا ہے اور پھر گھر کا یہ سارا قافلہ گنگا اور جمنا اشنان کیلئے گھر سے نکل پڑتا ہے۔ کوئی راوی کی طرف دوڑا جا رہا ہے۔ کوئی لہلہاتے باغوں کی طرف نکل جاتا ہے اور صبح کی فرحت افزا، صاف اور صحت بخش ہوا میں یوں ہی چار میل کا چکر کاٹ کر ایسے وقت واپس ہو جاتا ہے کہ آفتاب طلوع بھی نہیں ہونے پاتا۔ اس کے بعد وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے اسے پورا کر کے چھوڑتا ہے سستی اور کاہلی ہے نہ انقباض اور پژمردگی صحت بھی اچھی جسم بھی تندرست دماغ بھی صحیح اور کاروبار بھی چست۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان عیش پسندی سے باز آئے۔ محنت اور جفاکشی کو اپنی غذا بنائے سینماؤں پر لعنت بھیجے۔ سویرے سوئے اور سویرے جاگے۔ اس طرح نیند بھی خوب آئے گی۔ صبح کو سویرے اٹھنے کی بھی عادت پڑ جائے گی۔ نماز باجماعت کی سعادت بھی نصیب ہوگی۔ اور تین چار میل کی چہل قدمی سے جسم اور روح دونوں کو غذا بھی ملے گی اور پھر پورا دن خوشی کیساتھ کام کریگا اور ہر کام میں برکت ہوگی۔ جس قوم کو اللہ کی شریعت ہر صبح پکار پکار کر کہتی ہو نماز کی طرف آؤ۔ فلاح کی طرف دوڑو۔ اس کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہندوؤں کی مثالیں دے دے کر اسے غیرت دلائی جاتی ہے۔ ہر مقام کے مسلمان اگر اپنے طور پر صبح اٹھنے اور نمازوں میں شریک ہونے کی تحریک شروع کر دیں۔ تو یہ مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اور اس کے نتائج بھی بہت جلد ہمارے سامنے آ جائیں گے۔ (زمزم)

تحفہ وطنیت

"آپ سوال کریں گے کہ جنگ پیدا کس طرح ہوتی ہے؟ سنئے مردوں اور عورتوں اور بچوں سب کو تعلیم دی جاتی ہے کہ قومی گیت گاؤ۔ وطن پرستی کے نام سے انہیں سکھایا جاتا ہے کہ دوسری قوموں سے نفرت کرو اور نفرت و حقارت کے عام جذبات ان کے خلاف پھیلاؤ۔ قوم پرستی ایک ایسا خطرناک اور ضرر رساں مذہب ہے

(باقی ص ۸ پر)

بقیہ صفحہ ۷

کہ اس نے نسل انسانی پر زمین تنگ کر دی ہے۔ ایسی قوم پرستی سے عداوت و اختلاف پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتائج ساری دنیا کو بھگتنے پڑتے ہیں۔"

نیشنلزم اور وطنیت کی شان میں یہ قصیدہ کسی "دشمن وطن" "دشمن قوم" عبدالغنی یا پاکستانی مسلمان نے نہیں کہا۔ بلکہ ملک کے سند فلسفی اور وائس چانسلر بنارس ہندو یونیورسٹی سر رادھا کرشن نے جنم اشٹمی کے موقع پر پڑھا۔ غیروں تک کی آنکھیں اب کھل چکیں لیکن شاباش ہے خود آپ کی قوم کے بہت سے لیڈروں خصوصاً علمائے کرام کی زبانوں پر اب تک بدستور وہی پرانا آموختہ وطنیت اور قومیت کا جاری ہے۔

عورت چار ہزار سال قبل

ایک ہندو خاتون ایک انگریزی روزنامہ میں لکھتی ہیں:۔

"چار ہزار سال قبل کی تاریخ ہند کا جب ہم پتہ چلاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی اس وقت تعظیم کی جاتی تھی عزت کی جاتی تھی اور عورت آزاد تھی۔

تہذیب و تمدن کا معیار اونچا تھا اور تعلیم عام تھی .... خود رگ وید کی تصنیف میں بعض نامور خواتین شریک تھیں اور بہت سی عورتیں عالم اور شاعر کی حیثیت سے مشہور تھیں۔ شادی بڑی عمر پر پہنچ کر ہوتی تھی اور تعلیم یافتہ دلہن خود اپنے شوہر کا انتخاب کرتی تھیں۔ ... عورتیں آزادانہ گھومتی پھرتی تھیں۔ اور پردہ کو کوئی اس وقت جانتا بھی نہ تھا۔ کام سوتر میں ذکر ہے کہ کنواریاں اپنی سہیلیوں یا کسی بوڑھی خادمہ کو ساتھ لیکر اپنے عاشقوں سے ملنے جایا کرتی تھیں۔ آپس میں تحفہ تحائف کا رواج تھا۔ میلوں، تماشوں میں ساتھ ساتھ آنا جانا رہتا تھا۔ والدین کی عدم موجودگی میں گھروں میں مہمانوں کی پیشوائی اور خاطر مدارات کرنا لڑکیوں کا ہی کام تھا۔"

(اسٹیٹسمین، یکم ستمبر سنہ ۴۰ء)

یہ تحقیق اگر صحیح ہے۔ تو ایک تازہ تصدیق ہے۔ اس حقیقت کی کہ جاہلیت فرنگ صدائے بازگشت ہے جاہلیت ہند کی اور یورپ کی موجودہ مشرکانہ تہذیب نقش ثانی ہے گذشتہ ہند کی مشرکانہ تہذیب کے نقش اول کا! پردہ بے شک اس وقت نہ ہوگا۔ جیسا آج بھی "مہذب دنیا" میں نہیں ہے۔ آزادی، بے حجابی بے قیدی اس وقت بھی پھیلی ہوئی ہوگی۔ جیسی آج بھی دنیا کے متمدن میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ فخر تو صرف شریعت اسلام ہی کے حصہ میں آیا ہے کہ اس نے ہر فتنہ کو قید و بند کے اندر کیا۔ فرد و جماعت کے ہر رخنہ کی بندش کی اور دنیا کو مکمل طور پر پہلی بار انسانیت کا درس دیا! ——— آج مسلمانوں کی خود فراموشی کا یہ عالم ہے کہ غیروں کے ہاں ان آزادیوں کے تذکرے سن شرما جاتے ہیں۔ اور جب ان کی شائقِ خود اپنے ہاں تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔ تندرستوں کو بیماروں پر کبھی کیوں اتنا رشک آیا ہوگا۔

(صدق)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

رفتار عالم

ہندوستان

——— کلکتہ ۱۹ ستمبر۔ صوبہ کے مختلف اضلاع کی اطلاعات مظہر ہیں کہ قانون تحفظ ہند کے ماتحت وہاں پر کانگریسی اور مزدور لیڈروں کی خانہ تلاشیاں اور گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔

——— کراچی ۱۹ ستمبر۔ مسٹر محمد امین کھوسو ممبر سندھ اسمبلی کو آج شام ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔

——— لاہور ۱۰ ستمبر۔ تانگہ ڈرائیوروں نے گذشتہ چند روز سے جو ہڑتال کر رکھی تھی۔ وہ آج ختم ہو گئی۔ ہڑتال اپنے مقصد میں ناکام رہی۔

——— پشاور ۱۱ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ ملک خدا بخش صاحب صدر سرحد اسمبلی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور آپ عنقریب مسلم ممبران اسمبلی کی ایک میٹنگ بھی طلب کر رہے ہیں۔

——— پشاور ۱۲ ستمبر۔ آج شام سات بجکر بیس منٹ پر پشاور میں زلزلے کا شدید جھٹکا محسوس کیا گیا جس سے بہت خوف و ہراس پھیل گیا۔ اسی وقت لاہور میں بھی زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ تا حال دونوں مقامات سے کسی نقصان کی خبر موصول نہیں ہوئی۔

——— شملہ ۱۲ ستمبر۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ حال ہی کے فضائی حملوں سے اہل لنڈن کو جو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس کے لئے لارڈ میئر لندن نے ایک امدادی فنڈ کھولا تھا جس میں ہندوستان کی طرف سے وائسرائے کے جنگی فنڈ سے تقریباً پانچ لاکھ روپے بھیجے گئے۔

——— کلکتہ ۱۲ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ کل یارجنگ تعلیمی کمیٹی آئندہ ہفتے شمالی ہند کا دورہ شروع کریگی۔ اس کے صدر خان بہادر عزیز الحق صدر بنگال اسمبلی اور وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی ہیں۔

——— لاہور ۱۲ ستمبر۔ نواب احمد یار خانصاحب دولتانہ مرحوم کے چچا میاں اللہ یار خاں دولتانہ ملیسی کے مسلم حلقہ انتخاب سے بلا مقابلہ منتخب ہو گئے ہیں۔ آپ اتحاد پارٹی کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے اور یہ نشست نواب صاحب مرحوم کی وفات سے خالی ہوئی تھی۔

——— مزید معلوم ہوا ہے کہ اطالوی فوجیں سیدی برانی پہنچکر رک گئی ہیں۔ برطانوی طیارے اور توپیں ان پر شدید بمباری اور گولہ باری کر رہی ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اطالویوں کے حوصلے پست ہو گئے ہیں۔

——— تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی ہر حملہ کے مقابلے اور اپنی مدافعت کیلئے بالکل تیار ہے۔

——— لندن ۱۲ ستمبر۔ گذشتہ رات برطانوی طیاروں نے جرمنی پر کامیاب حملے کئے۔ اسلحہ ساز کارخانوں پر شدید بمباری کی۔ برلن اور ہیمبرگ وغیرہ فوجی مقامات کو بھی سخت نقصان پہنچایا۔

——— سنگاپور ۱۲ ستمبر۔ آج امریکہ کے اخبار نویسوں کی ایک پارٹی کو سنگاپور کے فوجی استحکامات کی سیر کرائی گئی۔ وہ ان استحکامات کو دیکھ کر حد درجہ حیران ہوئے۔

——— لندن ۱۲ ستمبر۔ وزارت فضائی کا اعلان مظہر ہے کہ کل رات جرمن طیاروں نے زیادہ تر لندن پر ہی حملے کئے۔ ان کی بمباری سے لندن کی ایک پناہ گاہ میں آگ لگ گئی جس پر دو گھنٹے میں قابو پا لیا گیا۔

——— لندن ۱۲ ستمبر۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ کل رات برطانوی طیاروں نے بلجیم جرمن ہوائی مستقروں پر بمباری کی جس سے انہیں سخت نقصان پہنچا۔

——— انقرہ ۱۲ ستمبر۔ فرانسیسی سفیر مقیم انقرہ نے وزیر خارجہ ترکیہ پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ حکومت فرانس نے اطالیہ کو شام میں فضائی مستقر بنانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ (۱۲ ستمبر تک موصول شدہ)

ممالک خارجہ

——— قاہرہ ۱۹ ستمبر۔ مصر میں اطالوی افواج کی پیشقدمی رک گئی ہے کل تک اطالوی دستے مصر کے اندر ساٹھ میل تک بڑھ آئے تھے اور سیدی برانی میں اپنے مورچے مضبوط کر رہے تھے۔ برطانوی طیاروں اور جنگی جہازوں نے ان پر شدید بمباری اور گولہ باری کر کے ان کے تمام انتظامات کو درہم برہم کر دیا۔

——— قاہرہ ۱۹ ستمبر۔ برطانوی طیاروں نے لیبیا کی بندرگاہ بنغازی پر زبردست بمباری کی جس کی وجہ سے کئی جگہ آگ لگ گئی جو ۷ میل سے نظر آ رہی ہے۔

——— لندن ۱۹ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ امریکہ برطانیہ کو آئندہ فروری یا مارچ سے ہر ماہ ایک ہزار طیارے مہیا کریگا۔

——— لندن ۱۹ ستمبر۔ آج ملک معظم کے بھائی ڈیوک آف کنٹ جنوب مشرقی لندن کے قریب موٹر میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ مقررہ وقت پر پھٹنے والا بم پھٹ گیا جس سے بہت سا ملبہ دور دور تک اڑ کر گرا۔ لیکن ڈیوک موصوف بال بال بچ گئے۔

——— لنڈن ۱۹ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ اور حکومت سپین کے درمیان سپین میں درآمد کئے جانے والے تیل کی مقدار کے متعلق سمجھوتہ ہو گیا ہے۔

——— لندن ۱۹ ستمبر۔ فرانس سے آنے والی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اگر جرمنی نے پیتاں گورنمنٹ پر اپنے مطالبات کیلئے زور دیا۔ تو وہ ٹوٹ جائے گی تاور شمالی افریقہ میں ایک گورنمنٹ قائم کی جائے گی جس کے برطانیہ سے تعلقات پیدا کئے جائیں گے۔

——— لندن ۲۰ ستمبر۔ آج پھر جرمن طیاروں نے بلجیم کی طرف سے آ کر لندن کی جانب بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن برطانوی طیاروں نے ان کی اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

——— قاہرہ ۲۰ ستمبر۔ مصر میں اطالوی پیش قدمی کے سلسلہ میں تازہ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ دشمن سیدی برانی سے آگے نہیں بڑھ سکا گذشتہ روز کی برطانوی گولہ باری سے اسے سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

——— لندن ۲۰ ستمبر۔ لندن میں اس خبر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ واشنگٹن میں بحرالکاہل کی حفاظت کے مسئلہ پر امریکہ اور برطانیہ کے نمائندوں کے درمیان گفت و شنید ہو رہی ہے۔

——— لندن ۱۲ ستمبر۔ ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ فرانسیسی ہند چینی کے متعلق فرانس اور جاپان میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ جاپان کو فرانس میں فوجی اڈے قائم کرنے اور اپنی فوجیں گزارنے کی اجازت دیدی گئی ہے

——— لندن ۱۲ ستمبر۔ آج صبح جرمنی کے دو بمبار طیارے برطانیہ کے ساحل پر دیکھے گئے۔ ایک کو تو وہیں نیچے گرا دیا گیا۔ باقی پر بھی طیارہ شکن توپوں نے فائر کئے۔ اور جرمن طیارے لندن تک پہنچنے کی کوشش میں ناکام رہے

——— اخبار ٹائمز کا ایک بیان ہے کہ ۷ ستمبر تک برطانیہ میں جرمنی کے ۲۱۷۶ طیارے تباہ ہو چکے ہیں۔ اس کے مقابلے پر برطانیہ کے صرف ۵۵۳ طیارے ضائع ہوئے۔ لیکن ان میں سے اکثر کے طیارہ ران بچا لئے گئے۔

——— قاہرہ ۱۲ ستمبر۔ اطالوی فوجوں نے مصر پر چڑھائی کر دی ہے اور مصری وزارت غور کر رہی ہے کہ اس سلسلے میں کیا اقدام کیا جائے خیال ہے کہ چند روز قبل اس کا فیصلہ ہونا ممکن نہیں۔ البتہ حکومت مصر اپنے بچاؤ کے انتظامات میں تندہی کے ساتھ مصروف ہے۔ اہم مقامات پر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ مزید پولیس بھی بھرتی کر لی گئی ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

روحانی دن رات اور مامور کی آمد

غرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ شخص جو دنیا کی اصلاح اور بہتری کا مدعی ہو جب تک اپنے ساتھ حق اور کشش نہ رکھتا ہو دنیا کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور وہ لوگ جو توجہ اور غور سے ایسے مصلح کی بات کو نہیں سنتے وہ اس سے بھی کسی قسم کا فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ جو کشش اور حق بھی اپنے ساتھ رکھتا ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں بعینہٖ اسی طرح دنیا پر بھی مختلف زمانے آتے رہتے ہیں کبھی روحانی طور پر رات ہوتی ہے۔ اور پھر کبھی روحانی آفتاب طلوع ہو کر نیا دن چڑھتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ ایک ہزار سال جو گزرا ہے۔ وہ روحانی طور پر ایک تاریک رات کی طرح تھا جس کا نام حضرت نبی کریم نے فیج اعوج رکھا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن ہے جیسا کہ فرمایا ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ اس ہزار سال میں دنیا پر ایک خطرناک ظلمت کی چادر چھائی ہوئی تھی جس میں ہمارے نبی کریم صلعم کی عزت کو ایک ناپاک کیچڑ میں ڈالنے کیلئے پوری پوری مکاریوں، حیلہ سازیوں اور تدابیر سے کام لیا گیا تھا۔ اور خود وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے تھے ہر قسم کے شرک اور بدعات میں گرفتار ہو گئے تھے جس گروہ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ لیسوا منی ولست منھم یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں غرض اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے مطابق یہ ہزار سال تاریک رات گزر گئی اور اب اس کی رحمت نے تقاضا فرمایا کہ دنیا کو روشنی سے حصہ دے اور جن لوگوں میں اس روشنی سے فائدہ حاصل کرنے کی قابلیت ہے وہ اس سے مستفید ہوں کیونکہ ہر ایک شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اس سے حصہ لے سکے۔ چنانچہ اس نے مجھے اس صدی پر مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں اسلام کو دوبارہ زندہ کروں۔ (تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ حضرت ممدوح کا ایک مکتوب گرامی اس پرچہ میں شائع ہو رہا ہے جس کا عنوان ہے "مجاہدہ کا مہینہ"۔ اس میں جماعت احمدیہ کو ایک روحانی مجاہدہ کی تلقین کی گئی ہے اور ایسی رقت قلب سے دعائیں کی گئی ہیں جن سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتے ہیں۔ تمام دوستوں اور بزرگوں کو چاہئے کہ وہ اس مکتوب کو نہایت توجہ اور غور سے پڑھیں۔ اور خدا تعالیٰ کے دین کی عزت اور شوکت کیلئے اس مبارک مہینہ میں اپنی دعائے نیم شبی کو وقف کریں۔

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ہوشیار پور سے ڈلہوزی تشریف لے جائیں گے۔ وہاں آپ کا ایک پبلک لیکچر ہوگا۔

—— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب مری سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ اور اپنے روزمرہ دفتری فرائض میں مصروف ہو گئے ہیں۔

—— جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے بعارضہ بخار بیمار رہیں۔ تمام احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے۔ آمین۔

—— سکرٹری صاحب تحصیل و تبلیغ فرماتے ہیں کہ مہینہ ختم ہو رہا ہے۔ لہذا جن احباب اور جماعتوں کے چندے ماہوار نہیں آئے۔ وہ فوراً اس ماہ کے اندر اندر بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

—— جماعت کے متعدد احباب مالی مشکلات کا شکار ہیں اور مختلف عارضوں سے بیمار ہیں۔ ان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا سبب

عقیدہ و ایمان کی کمزوری اور اشاعت اسلام کے فقدان سے مسلمان تباہ ہوئے

(از۔ ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

"مسلمانوں کے زوال کا سبب" کے عنوان سے ایک مضمون پیش خدمت ہے۔ اس کی پہلی قسط موجودہ شیوع میں درج کی جاتی ہے جس میں قطعی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی باعث عقیدہ و ایمان کی کمزوری اور اشاعت اسلام کا فقدان ہے۔ جب تک مسلمانوں کے سینوں میں ایمان کی حرارت تھی۔ مسلمان زندہ تھے۔ جب تک مسلمان اشاعت اسلام کرتے رہے۔ دنیا میں سربلند رہے۔ جب انہوں نے اس فریضہ کو ترک کر دیا تباہ ہو گئے۔ آئندہ اقساط میں اس امر کی وضاحت کی جائے گی۔ کہ اس تباہی کے بعد مسلمانوں میں کیسے متعدد تحریکات اس تباہی کے سدباب کے لئے پیدا ہوئیں۔ لیکن وہ سب ناکام ہوئیں اور ان کی ناکامی کا باعث کیا تھا۔ "تحریک احمدیت" ہی وہ خالص اسلامی تحریک ہے جس نے زوال کے حقیقی سبب کو سمجھا۔ اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی روحانی اور اخلاقی سطوت کو واپس لانے کی کوشش کی۔ آج مسلمانوں کی حقیقی رستگاری جماعت احمدیہ میں شامل ہونے سے وابستہ ہے۔ جب تک وہ اس خالص روحانی اور اسلامی سلسلہ میں شامل نہیں ہوتے۔ اس وقت تک ان کی ذلت اور نکبت کے اسباب دور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مشیت ایزدی یہی ہے کہ آج اس تحریک کے ذریعہ سے احیائے اسلام ہو۔ اور اسلام کی شان جمالی کا ظہور ہو۔

یہ مضمون بڑی محنت سے لکھا گیا ہے امید ہے قارئین کرام اسے نہایت شوق سے مطالعہ فرمائیں گے۔ (محمد آصف)

انسان اور تصورات

یہ دنیا خیالات، تصورات اور اصولوں کے تصادم اور کشمکش کی دنیا ہے۔ قرون ماضیہ کی سب جنگوں کی تاریخ متنوع اصولوں کی باہمی جدوجہد کی ہی ایک طویل داستان ہے انسان ہمیشہ سے بعض تصورات کو قبول کرتے رہے ہیں اور ان تصورات کو بتدریج اپنی حیات کے اساسی اصول بنا کر ان کی بقا کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرتے رہے ہیں۔ اگر صرف ایک مصرع میں انسان کی اس روداد کو بیان کرنا ہو تو لوں کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

ع　انسان جسے کہتے ہیں محشر ہے خیالوں کا

یہ خیالات اور تصورات جن کا اوپر ذکر ہوا ہے بعض جغرافیائی حالات، نسلی خصوصیات اور توریث کی مختلف صورتوں کا نتیجہ تھے۔

اسلام کی فطرت مختلف ہے

لیکن اسلام اپنی فطرت میں ان سب خیالات، تصورات اور اصولوں سے مختلف ہے۔ یہ ایک ایسا نظام حیات ہے جس کی بنیاد وحی الہٰی پر ہے۔ سرٹی مارسین نے "انگلستان اور اسلام" میں ایک جگہ کہا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام مذہب سے کچھ زیادہ مختلف ہے یہ ایک مکمل سوشل نظام ہے۔ یہ ایک تمدن ہے جس کا اپنا فلسفہ حیات ہے۔ یہ ایک کلچر ہے"

لیکن اسلام کی یہ تعریف درست نہیں۔ اسلام صرف صحیفہ فطرت کی خالص روحانی تعلیم کا نام ہے۔ البتہ کلچر اور تمدن اس کے ثمر ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام کے مختلف ادوار کا نظر غائر سے مطالعہ کیا ہو۔ ان پر یہ امر خوب روشن ہوگا کہ عربوں، ترکوں اور مغلوں کے تمدن میں اختلافات موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسلام کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں اور اسلامی تمدن ہی کہلاتے ہیں۔ ان کے اختلافات ان کے جوہر قابل کے اختلافات ہیں۔ انہوں نے اپنے جوہر قابل کے مطابق ہی اسلام سے اکتساب نور کیا ہے

. . . .

اسلام ہمیشہ زندہ ہے

جو ہمیشہ زندہ ہے اور تا ابد پائندہ ہے۔ عربوں کا تمدن مٹ گیا۔ لیکن کیا ان کے مٹنے سے اسلام مٹ گیا؟ ترکوں اور مغلوں کا تمدن مٹ گیا۔ لیکن کیا ان کے مٹنے سے اسلام مٹ گیا؟ اسلام ایک الہامی مذہب ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون۔ یقیناً ہم نے ہی اس نصیحت کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں —— سو اسلام کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہونے کی وجہ سے دیگر فلسفہ ہائے حیات اور اس میں غیر معمولی فرق ہے۔ اس لئے جتنی قوموں نے بھی اس آسمانی نظام حیات کو اختیار کیا جب تک ان کا اس سے زندہ تعلق رہا۔ وہ ممتاز اور معزز رہیں۔ لیکن جب وہ تعلق ٹوٹ گیا تو وہ قومیں بھی صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک اور زندہ اور فعال قوم کو پیدا کر دیا۔ جو اس پر عمل پیرا تھی۔ اور اس کی اشاعت و تبلیغ کرتی تھی۔ یعنی وہ قوم خود اس سے مسخر تھی اور دوسری قوموں کو اس سے تسخیر کرتی تھی۔ چنانچہ علامہ سید جمال الدین افغانی نے مسلمانوں کے زوال پر بحث کرتے ہوئے کیا ہی خوب لکھا ہے۔

سید جمال الدین افغانی اور اسلامی زوال[1]

"مسلمان خدا کے ساتھ تھے اور کلمہ خدا کی سربلندی میں کوشاں تھے اور انہوں نے کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہیں کیا۔ اسی لئے خدا بھی انہیں کے ساتھ تھا۔ خدا کی نصرت ان کے ساتھ ساتھ قدم بقدم رہی۔ چنانچہ نص صریح ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم خدا کی مدد کرو تو خدا بھی تمہاری مدد کرتا ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کو کسی سے لڑائی ہے نہ وہ عاجز ہے کہ اپنے بندوں کی مدد کا محتاج ہو۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کو حاضر جانو اور کلمہ حق کی ترقی شریعت الہٰی کے اوامر و نواہی کے اجرا کی کوشش و سعی کرو۔ تو خدا بھی تم کو فتح و ظفر سے شاد کام کامران کرے گا"

[1] ترجمہ از زمیندار ۲۸ر فروری ۳۷ء

علامہ اقبال مرحوم کا بیان

چنانچہ علامہ اقبال بھی اس جوہر ایمانی کے فقدان کو ہی ملت اسلامیہ کے انحطاط کا سبب قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ کیا ہی خوب کہا ہے۔ ع

اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی
چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروان بو ہوا

اس کے علاوہ اسلام کی اس فطرت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اپنے چھٹے لیکچر کے صفحہ ۲۰ پر رقمطراز ہیں۔

"اسلام کو اگر بحیثیت فالسیفی کے لیا جائے تو یہ فالسیفی بھی اصول توحید کو بنی نوع انسان کی دماغی اور جذباتی زندگی کا ایک زندہ عنصر بنانے کا ذریعہ ہے۔ یہ مقتضی ہے کہ انسان کا سر عجز صرف خدا کے سامنے جھکے۔ اور صرف خدا ہی زندگی کی آخری روحانی بنیاد ہے"

زوال کا باعث عقیدہ کی کمزوری ہے

بنو امیہ کی سیاست۔ بنو عباس کی شوکت عثمانی ترکوں کی صولت عہد مغلیہ کی دولت، یہ سب اس وقت تک قائم رہیں جب تک اس کے اندر اسلام کی حقیقی روح موجود رہی۔ جب یہ روح نہیں تو یہ بھی نہیں جس تحریک اور قوت کی وجہ سے ایک قوم ثروت اور سطوت حاصل کرتی ہے۔ جب اس تحریک اور علت سے محکم تعلق نہیں رہتا تو یہ ثروت اور سطوت ہی اس قوم کو زوال آمادہ کر دیتی ہیں۔

یہ بات قریباً پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا باعث ان کے عقیدہ اور ایمان کی کمزوری ہے۔ عقیدہ اور ایمان ان کی اساس ہے جب اس میں تزلزل پیدا ہوتا ہے تو تمام خارجی اداروں میں تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے بہی خواہ شروع سے انہیں اس طرف توجہ دلاتے چلے آئے ہیں۔ قطع نظر ان چند لوگوں کے جن کی نگاہ میں عمق نہیں ہوتا اور وہ بجائے اسباب تنزل کے تجزیہ کرنے کے یورپ کے سیاسی اور معاشی نظامات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور ان نظامات کو ہی مسلمانوں کے روگ کا علاج سمجھ لیتے ہیں آج بھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ صحیفہ نگار انہیں پکار پکار کر اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ لیکن مسلمان اس طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کی آنکھوں میں تو مادی تصورات نے چکا چوند پیدا کر رکھی ہے انہیں اپنا نیک و بد نظر نہیں آتا۔ اس ضمن میں اسلامی اخبارات سے بیشمار اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم قلت جگہ کی وجہ سے صرف ایک اقتباس پر اکتفا کریں گے۔

اخبار ایمان کی شہادت

"ایمان" مسلمانوں کا ایک نہایت متین اور سنجیدہ اخبار ہے وہ اپنے ۱۶ر جون ۱۹۳۰ء کے شیوع میں لکھتا ہے۔

"ظاہر ہے مسلمانوں کا یہ زوال بے وجہ نہیں ہے مسلمانوں میں کوئی کمزوری ہے جس کے سبب سے ان کا قدم پیچھے ہٹ رہا ہے۔ میرے نزدیک (مدیر ایمان کے نزدیک۔ ناقل) مسلمانوں کی تمام علتوں کی جڑ صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ اور اب اس وجہ سے ان میں کیرکٹر کی مضبوطی اور اصول پرستی کی شان نظر نہیں آتی۔ اسی وجہ سے ان میں امانتداری اور عہد کی پابندی باقی نہیں رہی۔ اسی وجہ سے وہ اعتدال و استقلال اور دور اندیشی کی قوت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور اگر ذرا ہنگامہ ہو جائے تو ساری کی ساری قوم بگولے کی طرح اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ لیکن چند ہی روز کے بعد

(باقی صفحہ پر)

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم پنجشنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۶۰

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

امریکہ کے ایک فاضل مصنف کی مشکلات اور اس کا ایک نہایت دلچسپ مکتوب

جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات کا اعتراف اسلامی حلقوں میں شروع سے ہوتا رہا ہے اور یہ اعترافات گاہے گاہے شائع بھی ہوتے رہے ہیں۔ اسلام کے متعلق جتنی غلط فہمیاں اس زمانہ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اسلامی سواد میں کوئی ایسی منظم جماعت موجود نہ تھی جو عملی طور پر ان غلط فہمیوں کو دور کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کی رحمتوں کا حد شمار نہیں ایک عظیم الشان مامور کو مبعوث فرمایا۔ جس نے مشیت ایزدی کے ماتحت ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کرتی رہے۔ سب حملوں کی مدافعت کرے اور اسلام کے روحانی پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے۔ تاکہ خدا اور اس کے رسول کا نام دنیا میں روشن ہو اور اسلام کا صحیح اور حقیقی تصور دنیا کے سامنے آ جائے۔ اور اسلامی تسخیر اور فتوحات کیلئے راستہ صاف ہو۔ خداوند تعالےٰ نے امام وقت کے اس روحانی سلسلہ میں ایسے جلیل القدر انسان پیدا کئے۔ جن کا نام رہتی دنیا تک روشن رہیگا اور زمانہ مستقبل کا مؤرخ ایسے مجاہدین کا ذکر جلی حروف سے کریگا اور ان کے تبلیغی اور علمی کارنامے آئندہ نسلوں کے قلوب کو گرماتے رہینگے۔

یہ ایک ایسا تاریک دور ہے جس میں یوں معلوم دیتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں قرآن اور اسلامی علم و فضل کے سرچشمے خشک ہو چکے ہیں اور زمانہ اس پر بلند آواز سے شہادت دے رہا ہے۔ لیکن ان مایوس کن تاریکیوں میں ایک امید کی کرن ہے جو ایک دن پھیل کر ساری دنیا کو بقعہ نور بنا دے گی۔ چنانچہ اس کرن کی ضیا پاشیوں کو "نئی دنیا" کے مکین بھی محسوس کرنے لگے ہیں تھوڑا عرصہ ہوا امریکہ کے ایک فاضل جن کا نام ڈبلیو۔ جے ملبرن ہے نے ایک مبسوط کتاب مذاہب عالم پر مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ جس میں ہر مذہب کے علما اپنے اپنے مذہب پر مقالات لکھیں۔ اور قدیم مذاہب پر ایسے علما ابواب لکھیں جنہوں نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ ان مذاہب کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔ اور ان مذاہب کی مرز بوم میں سرگردان رہے ہیں۔ تاکہ یہ کتاب مذاہب عالم پر ایک مستند کتاب سمجھی جائے چنانچہ جہاں انہوں نے مختلف مذاہب کے علما کو انتخاب کیا اور مقالات لکھوائے۔ اسلام کے متعلق جو کہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کی تاریخی حیثیت نہایت اہم ہے تبھی ایک مبسوط مقالہ لکھوانے کی ضرورت پیش آئی۔ تو جناب ڈبلیو۔ جے ملبرن کی نگاہیں اسلامی دنیا کی طرف اٹھیں۔ لیکن جس ناکامی سے وہ واپس ہوئیں۔ اس کو بیان کرتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔ بالآخر انہوں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں خط لکھا جس کے جواب میں بہت جلد اسلام کے متعلق انہیں مواد بھجوا دیا گیا اور وہ تمام امکانی سہولتیں بہم پہنچا دی گئیں جو اس کارِ خیر میں پہنچائی جا سکتی تھیں۔ چنانچہ یہ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۵ پر رقمطراز ہیں۔ یہ اقتباس انہوں نے خود بھجوایا ہے۔ اس صفحہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ وہ اقتباس درج ذیل ہے۔ لکھتے ہیں:-

"اسلامی فرقوں میں اتنا تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو چکا ہے کہ اس مذہب کے متعلق کسی سربرآوردہ مسلمان لیڈر سے ایک باب لکھوانا دشوار ہو چکا ہے۔ بڑی مشکل سے جولائی ۱۹۳۶ء میں استنبول (ٹرکی) کے ایک ممتاز مسلمان نے مذکورہ بالا باب کے متعلق میری اس دعوت کو قبول کیا لیکن دو ماہ بعد ان کی طرف سے نہایت مایوس کن جواب موصول ہوا جو درج کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں:-

"میں امید کرتا ہوں۔ میری اس طویل خاموشی کو آپ معاف فرمائیں گے۔ جن لوگوں نے آپ کے مرتب کردہ سوالات کے جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کے درمیان تصفیہ نہیں ہو سکا ـــــ ہمارے ہاں اسلام میں کئی فرقے ہیں۔ جن کی مشابہت[1] عیسائی فرقوں سے قائم ہو سکتی ہے۔ ان کے خیالات میں ہم آہنگی پیدا کرنا ناقابل تسخیر امر ہے۔ ایک مسودہ تیار کیا گیا اور ریاں کے علماء کے سامنے پیش کیا گیا لیکن افسوس ہے ان کے درمیان نہایت تلخ اور افسوسناک مباحثہ شروع ہو گیا۔ ہر گروہ نے دوسرے گروہ سے شدید اختلاف کا اظہار کیا۔ یہ دیکھ کر میں نے ہمت ہار دی۔ اور کام کا ارادہ ترک کر دیا۔

میں جناب سے معافی کا خواستگار ہوں کہ میں اپنے وعدہ کو پورا نہ کر سکا۔ مجھے بہت شرم محسوس ہو رہی ہے۔"

اس مایوس کن جواب کے موصول ہونے کے بعد میں نے ایک چٹھی مولانا محمد علی صاحب آف لاہور (انڈیا) کی خدمت میں لکھی۔ جناب مولوی صاحب ایک عظیم المرتبت مسلمان لیڈر ہیں ان کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ اس مذکورہ بالا باب کو تصنیف فرمائیں۔ معین وقت کے اندر ان کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی انگریزی تفسیر و مبسوط کتاب دی ریلیجن آف اسلام اور پمفلٹ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کی ایک ایک کاپی بھجوائی جا رہی ہے۔ مزید تحریر فرمایا کہ نہایت آزادی کے ساتھ ان کتب کے اقتباسات کو درج کیا جا سکتا ہے۔ ان کتابوں کی وضاحت اور جامعیت سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ مندرجہ ذیل باب[2] جناب مولانا کے موصوف کی زبان میں ہی درج کیا جاتا ہے:-

مولانا ۱۸۷۴ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں گورنمنٹ کالج لاہور سے حاصل کیں۔ احیائی تحریک میں غیر معمولی دلچسپی لی (احیائی تحریک سے مراد تحریک احیائے اسلام ہے۔ ناقل) رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر رہے۔ قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پریذیڈنٹ ہیں۔ اس انجمن کے نظام اور تبلیغی مساعی کے رہنما ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب دنیائے اسلام میں ایک وحید العصر ہستی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ"

اس کے علاوہ بھی فاضل مصنف نے اپنے مکتوبات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن قلت جگہ کی وجہ سے ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

دنیا کے طول و عرض میں مسلمان حکومتیں اور ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں جو باوجود حالات کے مساعد ہونے کے اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام سے محروم ہیں مسلمانوں میں بڑے بڑے جبہ پوش علما بھی ہیں لیکن کسی کو اتنی توفیق نہیں کہ وہ دو صرف اسلام کا پیغام دور افتادہ مقامات تک پہنچانے کیلئے لکھے۔ انہیں فروعی مسائل کی پیکار سے ہی فراغت نہیں۔ بڑے بڑے مولینا میں جو بجائے توحید اور اشاعت کے متحدہ قومیت اور مغربی فلسفہ حیات کی چوکھٹ پر سر عجز خم کر رہے ہیں آخر اللہ تعالیٰ نے کیوں ان لوگوں سے اعلائے کلمۃ الحق کی توفیق چھین لی ہے اور ان کی ساری قوت ایسے مقاصد کو بروئے کار لانے پر صرف ہو رہی ہے جنہیں احیائے اسلام اور اسلام کی کھوئی ہوئی روحانی اور اخلاقی سطوت کو واپس لانے سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان ذلیل و خوار ہے ورنہ قرون اولےٰ کے مسلمان اسلام کو پھیلانا اپنا مقصد حیات سمجھتے تھے اور اسی لئے دنیا میں سربلند تھے اور یہی وجہ ہے کہ ہلاکو اور چنگیز کی خونیں یورشیں مذہبی اور روحانی لحاظ سے ان کا بال تک بیکا نہ کر سکیں۔ لیکن آج وہی مسلمان ہے کہ فتنہ دجال کے سامنے سر بزانو ہے اور اپنی حقیقت اور اصلیت کو بھی فراموش کر چکا ہے۔

یہی وہ موقعہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی عظیم الشان مامور کو بھیجتا جو ان عوارض اور مفاسد کو دور کرے اور اسلام کی شان کو قائم کرے۔ اور آج اس مامور کی قائم کی ہوئی روحانی تحریک عظیم الشان نتائج پیدا کر رہی ہے۔ دنیا میں مسلمان موجود ہیں لیکن اس کارِ خیر کی کسی کو توفیق نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی درست فرمایا تھا کہ:-

"یہ کام میرا ہے۔ مجھ سے ہوگا۔ یا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے"

آج ان کلمات طیبات کو پورا ہوتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے مامور کے الفاظ کو گران و مشاہد ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو ان ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے جنہوں نے اس اسلامی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ آمین۔

والسلام۔ محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے

---

[1] یہ مشابہت قائم نہیں ہو سکتی۔ عیسائی فرقوں میں بنیادی اختلاف ہے۔ لیکن اسلامی فرقوں میں اگر انہیں فرقے کہا جا سکے بنیادی اختلاف نہیں۔ اور نہ وہ اس لحاظ سے فرقے ہیں۔

[2] اس کتاب کے ۱۱۶۲ صفحات ہیں اور ۳۹ ابواب ہیں۔ ہر باب تیس صفحات پر مشتمل ہے لیکن اسلام کے متعلق جو باب مرتب کیا گیا ہے وہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے کیا اسلامیات کے متعلق ایک صفحہ کیلئے بھی یہ کتاب تشنہ تھی اور گنجائش اسلام کو اتنی [illegible]

متفرق خیالات

(از۔ ایس۔ محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے)

ناجائز تصرفات

کچھ عرصہ سے حکیم نظام الدین صاحب مبلغ معاصر "فاروق" میں مصلح موعودؑ کی پیشگوئی کے متعلق مضامین لکھ رہے ہیں۔ یہ مسئلہ اب اتنا واضح ہو چکا ہے کہ اس پر چنداں روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ یہ پیشگوئی ایک مامور کے متعلق ہے جو کسی آئندہ زمانہ میں پیدا ہوگا۔ حکیم صاحب موصوف اسے جناب میاں صاحب پر چسپاں کئے جا رہے ہیں اور کہے جا رہے ہیں جو کچھ انہیں کہنا ہے۔ خواہ وہ دلائل و براہین سے معرا کیوں نہ ہو۔ لیکن خیر یہ تو ایسی بات نہیں جس پر تعجب ہو۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہ مضمون نگاری کے جوش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف بعض ایسی باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ جن کا حضور کی تحریروں سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً "فاروق" مورخہ ۲۱ ستمبر ۴۲ء کے شروع میں لکھتے ہیں:۔

"خدا کا مسیح علیہ السلام خدا کے آگے چالیس روز رو رو کے دعا کرتا ہے کہ اے اسلام کے مالک خدا۔ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا مجھے ایک لڑکا عطا کر جو ان صفات اور اخلاق سے متصف ہو۔"

یہ الفاظ جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس روزہ دعا میں حضرت صاحب کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ہرگز ہرگز حضور نے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ لیکن ان کی طرف منسوب کئے جا رہے ہیں اور جس دلیری سے کئے جا رہے ہیں اس پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ عبارت کسی صورت میں بھی قابل تعریف نہیں۔ کیا حکیم صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل عبارت نقل کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ حضور نے واقعی ایسے الفاظ استعمال کئے جو بعد میں ان کی طرف منسوب ہوئے۔ پھر یہیں پر بس نہیں۔ اور سنئے ارشاد ہوتا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ فکر نہ کرو۔ اب جو لڑکا پیدا ہوگا وہی مصلح موعود ہے بشیر اول کے بعد مصلح موعود پیدا ہوگا۔ بلا توقف پیدا ہوگا۔ اس کا نام محمود احمد فضل عمر ہوگا۔"

کہاں ہے وہ تسلی۔ ذرا ہمیں بھی تو اس کا علم ہو۔ کہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب جو لڑکا پیدا ہوگا۔ وہی مصلح موعود ہوگا۔ حکیم صاحب ذرا اصل عبارت کے الفاظ تو نوٹ کر دیں۔ کیا حکیم صاحب اس امر کو ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی اشارۃً بھی مصلح موعود کی پیشگوئی کو جناب میاں محمود احمد صاحب پر چسپاں کیا۔ لیکن حیرت ہے کہ یہاں کس جرأت کے ساتھ مصلح موعود کی پیشگوئی کے ڈانڈے جناب میاں صاحب کی پیدائش سے ملائے جا رہے ہیں اور زور و شور میں حضرت مسیح موعود کی عبارتوں اور الہامات میں تصرف کیا جا رہا ہے۔ حکیم نظام الدین صاحب کو چاہیئے کہ جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کی بلند پایہ تصنیف "شان مصلح موعودؑ" مطالعہ کریں۔ جس کے مجموعی دلائل کو قادیانی صحیفہ نگار اور مضمون نگار نظر انداز کر گئے ہیں اور آج تک ان کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب شائع نہیں ہوا۔ اور پھر اس کے بعد اس مسئلہ پر کچھ طبع آزمائی فرمائیں۔ ورنہ یوں بے پر کی اڑانے سے فائدہ ہی کیا۔ نہ تو اس تکلم بلیغ سے علم الکلام کو ہی کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ احمدیت کی خدمت ہے۔ تعجب حکیم صاحب پر نہیں بلکہ معاصر فاروق پر ہے۔ جس کے کالموں میں ایسے مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ معاصر فاروق کے مدیر مکرم کو چاہیئے کہ وہ ایسے مضامین کو شائع کرنے سے پہلے غور سے پڑھ لیا کریں۔

ایک نازی طفل مکتب

معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ موجودہ جنگ کے دوران میں چند جرمن پکڑے گئے۔ ان میں ایک جرمن طالب علم بھی تھا۔ جسے رم خوردہ بچوں اور عورتوں پر گولی چلاتے پکڑا گیا تھا۔ تب اس سے سوال کیا گیا کہ میاں صاحبزادے تم کیوں یہ آگ اور خون کا کھیل رہے ہو۔ تمہاری جگہ میدان جنگ نہیں بلکہ مدرسہ ہے۔ تو اس نے چھوٹتے ہی جواب دیا "میں کیوں جنگ میں حصہ نہ لوں۔ جبکہ ہٹلر نے اپنی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ سب اقوام سے برتر جرمنی قوم ہے اور جرمنوں کو باقی سب اقوام کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنے کا حق ہے۔"

جس قوم کے نونہالوں کو یہ "زریں اصول" سکھائے گئے ہوں ان سے دنیا کو بڑی بڑی توقعات وابستہ نہیں کرنا چاہئیں۔ یہ ہے نسلی امتیازات کا انجام کہ مقصد ہی صرف یہ ہے کہ باقی اقوام کو زیر نگیں کریں۔ اور اگر وہ مقابلہ کریں تو انہیں صفحہ ہستی سے نابود کر دیا جائے۔ وہی چنگیز اور ہلاکو کی روح ہے جو ہٹلر کے پیکر میں جلوہ گر ہے۔ اگر مہذب دنیا اس کا مقابلہ نہ کرے تو ہر وقت خطرہ میں ہے۔

آئندہ حج کے متعلق انتظامات

غالباً عید الفطر سے پہلے جہاز روانہ نہ ہونگے

لاہور ۲۳ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ موسم حج میں حاجیوں کے جہازوں کی آمد و رفت کے متعلق ضروری انتظامات حکومت ہند کے زیر غور ہیں۔ ابھی تک کوئی پروگرام طے نہیں ہوا۔ لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عید الفطر سے پہلے جہازوں کی روانگی کا انتظام غالباً نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے عازمین حج کے لئے مناسب ہے کہ وہ عید الفطر سے پہلے روانگی کی توقع پر بندرگاہوں کی طرف روانہ نہ ہوں۔

(سکرٹری پنجاب پراونشل حج کمیٹی لاہور)

(بقیہ صفحہ ۲ سے)

کسی کو یاد نہیں رہتا کہ ہم کل کیا تھے اور آج کیا ہیں؟

قرون اولیٰ اور جذبہ ایمان

عہد نبویؐ میں قریباً سارا عرب جذبہ ایمان سے سرشار اور اسلامی معتقدات کو تسلیم کر چکا تھا۔ لیکن اسلام صرف عرب کیلئے نہیں تھا۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے سلامتی اور رستگاری کا پیغام تھا۔ رسول عربی صلعم صرف عرب کے بدوؤں کیلئے نہیں تھے۔ بلکہ اقصائے عالم کی تمام اقوام کے لئے ہادی تھے۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے۔ انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا۔ اور قرآن کریم ایک ایسا پیغام تھا جس میں دنیا کے پاک اور مقدس صحیفے جمع کر دیئے گئے تھے۔ فیھا کتب قیمۃ اس پر نص صریح ہے۔ یہ نور اور ایمان کا روحانی لاوا عرب کی سرزمین سے پھوٹ نکلا اور رومی، مصری اور ایرانی تہذیبوں کے انحطاط سے جو دنیائے عجم میں ایک روحانی خلا پیدا ہو چکا تھا۔ اس کو عرفان اور نور ایمان سے بھر دیا۔ تہذیب و تمدن کی ڈوبتی ہوئی نبض میں ایک جولانی پیدا ہو گئی مٹی کے بھوؤں میں زندگی کی تھرتھراہٹ نظر آنے لگی۔

ایک مغربی مفکر کے خیالات

جیسا کہ ایک مغربی مصنف جے۔ ایچ ڈینین نے لکھا ہے:۔

"پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذب دنیا تباہی اور بربادی کے گڑھے پر کھڑی تھی۔ قدیم کلچر جن کی وجہ سے تہذیب معرض وجود میں آئی جس نے انسانوں میں وحدت اور اپنے حکمرانوں کا احترام پیدا کیا تھا تلف ہونے لگے اور اس وقت کوئی ایسی موزوں قوت نظر نہیں آتی تھی۔ جو ان کی جگہ لے۔"

"اس وقت یوں معلوم دے رہا تھا کہ وہ عظیم الشان تہذیب جس کی تعمیر میں قریباً چار ہزار سال صرف ہوئے تھے اس کے عناصر ترکیبی میں انتشار پیدا ہو چکا ہے اور بنی نوع انسان کو پھر اسی بربریت کی طرف لوٹنا ہوگا جہاں سے اس نے خروج کیا تھا جہاں ہر قبیلہ اور گروہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوگا جہاں نہ کوئی نظام ہوگا۔ نہ قانون ہوگا . . . . . عیسائی قوت بھی اس قدر مضمحل ہو چکی تھی۔ کہ وہ بجائے وحدت اور نظم عالم کے تفریق اور تباہی پیدا کر رہی تھی ---- تہذیب ایک بلند قامت درخت کی طرح جس کی شاخیں اور برگ و بار اکناف عالم میں پھیلے ہوئے تھے کھوکھلی ہو کر گر رہی تھی اور بطن البطون تک بوسیدہ ہو چکی تھی۔ کیا ایسے نازک وقت میں کوئی ایسا کلچر موجود تھا۔ جو پھر ایک دفعہ بنی نوع انسان میں وحدت پیدا کرے اور تہذیب کو تباہی کے چنگل سے بچائے؟"

اس کے بعد فاضل مصنف عرب کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"بالآخر ان عربوں کے اندر ایک رجال عظیم (آنحضرت صلعم) پیدا ہوا جس نے مغرب اور جنوب کے سب انسانوں کے درمیان پھر ایک دفعہ وحدت پیدا کر دی۔"

تبلیغ اور اشاعت اسلام کی فطرت ہے

سو اسلام جو ایک زبردست روحانی قوت تھی تبلیغ اور اشاعت جس کی فطرت تھی۔ اس نے اسی تبلیغ اور اشاعت کے ذریعہ دنیا کا نقشہ بدل دیا اور مہذب انسان کو تباہی اور بربادی سے بچا لیا۔ قدیم تہذیب کے کھنڈرات اور ملبہ سے اخلاق اور روحانیت کی بنیادوں پر ایک عظیم الشان ثقافت کی عمارت استوار کی۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اس جدید ثقافت کی روح رواں روحانیت اور اخلاق تھے۔ اسی اخلاق نے انسانوں کے درمیان وحدت پیدا کی۔ اس روحانیت نے انسان کو بربریت کی طرف رجوع کرنے سے بچایا۔ ورنہ صحرائے عرب کے شتربانوں کے پاس نہ علوم و فنون تھے اور نہ دنیوی شوکت کے سامان! ہاں ان کے پاس

۲۶ر ستمبر [illegible]

جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا درد دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس جماعت میں ایسا درد رکھنے والے بہت ہیں۔ ان کے دلوں میں، ان کی دعاؤں میں، ان کی آواز میں وہ قوت ہے۔ جو مجھ میں نہیں۔ لیکن اگر کمزور اور طاقتور، چھوٹے اور بڑے غریب اور مالدار، مرد اور عورتیں سب کے سب دعاؤں میں لگ جائیں۔ اور جماعت کی دعا میں وہ برکت ہوتی ہے جو ایک آدمی کی دعا میں نہیں ہوتی۔ تو مجھے یقین ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم، اس کی نصرت اور تائید کے اس طرح جاذب بن جائیں گے۔ جس سے دین حق کو ایک زبردست قوت پہنچے گی۔

سورہ فاتحہ اور قرآن کریم کو پڑھتے ہوئے دعائیں کرنا سنت نبوی ہے۔ لیکن سب سے افضل دعا وہ ہے جو سجدہ کی حالت میں انسان کرتا ہے۔ افضل سے میری مراد یہ ہے کہ قبولیت کے لحاظ سے وہ بہت بلند رتبہ پر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں انسان کا دل عاجزی میں اس حد تک گرا ہوا ہوتا ہے جہاں تک وہ گر سکتا ہے۔ اور جس قدر انسان نیچے گرے گا۔ اسی قدر اس کی دعا اوپر چڑھے گی۔ پس سجدہ میں بھی یہ سب دعائیں ہوں یا ایسی ہی اور دعائیں جو اس وقت انسان کے دل سے اٹھیں۔ بلکہ رکوع اور سجدے میں جب انسان سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ پکار رہا ہو تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور علو کے ساتھ ساتھ جو خیال اس کے دل پر غالب ہو وہ یہی ہو کہ جب ہمارا آقا ہماری ربوبیت فرمانے والا اس قدر عظمت اور علو کا مالک ہے۔ جہاں تک انسان کا وہم بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تو ہم اپنے عاجز بندوں کی ربوبیت بھی وہ اسی طرح فرمائے کہ ہم کو پستی اور ذلت کے مقام سے اٹھا کر جو محض دنیا پر جھکے ہوئے انسان کا مقام ہے وہ اس عظمت اور علو کے مقام پر پہنچائے۔ جہاں اس کے پاک بندے کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کی غرض دنیا میں خدا کا نام بلند کرنا اور انسانوں کے دلوں کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح التحیات میں آنحضرت صلعم پر درود پڑھتے ہوئے یہی تڑپ دل میں ہو کہ محمد صلعم کی قبولیت دنیا میں پھیلے اور ہم اس قبولیت کے پھیلانے کا ذریعہ بنیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان الفاظ کو کوئی شخص یاد کر کے اس کے مطابق دعا کرے بلکہ میری خواہش یہ ہے کہ جن خیالات کو میں نے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ ان خیالات کو اپنے دل میں لیا جائے اور پھر جو دعا ہو۔ وہ دل سے اٹھے۔ خدا کے ہاں قبولیت زبان کے لفظوں کو نہیں۔ بلکہ دل کی تڑپ کو ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے سب احباب کو یہ توفیق دے کہ وہ جیسا کہ میں نے خواہش کی ہے۔ سب کے سب بلا استثنا اس مجاہدہ میں شامل ہوں۔ فوج میں کمزور سپاہی بھی ہوتے ہیں اور طاقتور بھی۔ مگر سپاہی ہونے کے لحاظ سے سب یکساں ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی کا مجاہدہ کمزور ہو کسی کا طاقتور۔ کسی کی دعاؤں میں زیادہ اثر ہو کسی کی دعاؤں میں کم۔ مگر مجاہد کے لحاظ سے سب یکساں ہوں گے۔ طاقتور لائے ذریعہ سے کمزوروں کو اور کمزوروں کے ذریعہ سے طاقتوروں کو قوت ملے گی۔ اور سب کے ذریعہ سے خدا کے دین کو قوت [illegible] گی۔ وھو المراد

اللّٰھم انصرنا علی القوم الکافرین

والسلام

خاکسار محمد علی

مکتوب امیر

مجاہدہ

والذین جاہدوا

جو لوگ ہمارے لئے اپنا پورا زور لگاتے ہیں۔ ہم یقیناً ان

محترم برادران و خواہران جماعت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اگر مصلحت الٰہی یہی ہے کہ قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے میں ہم اس وقت کامیاب نہ ہوں اور اس وعدہ الٰہی لیظہرہ علی الدین کلہ کے لئے کوئی اور وقت اور کوئی اور جماعت مقدر ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ تو اٹل ہے تو بھی ہم ناکام نہیں۔ موت تو ناگزیر ہے۔ آنیوالی چیز ہے۔ آج آئے یا کل آئے۔ لیکن اگر وہ اس حالت میں ہم پر آئے کہ ہم اس کے دین کے پھیلانے کے لئے رستے ڈھونڈھ رہے ہوں۔ یا رستے ہمارے سامنے ہوں مگر وہ سامان ڈھونڈھ رہے ہوں جن سے اس کا دین دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر کامیابی اور خوشی کی موت بھی کوئی نہیں ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

نتائج کا مترتب کرنا۔ دینا نہ دینا خدا کا کام ہے۔ ہمارا کام ڈھونڈنا ہے۔ جدوجہد کرنا ہے۔ لیکن جدوجہد شرط ہے۔ اپنے آپ کو والذین جاہدوا فینا کا مصداق بنانا ضروری ہے۔ پھر کامیابی بھی دور نہیں۔ ہم نہیں تو ہمارے بعد کام کو سنبھالنے والے یقیناً کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔ مگر جو کام کرتے کرتے مر جائیں۔ وہ بھی کامیاب ہی ہیں۔ اس وقت رمضان کا مہینہ جو مسلمان قوم کے مجاہدہ کا مہینہ ہے ہمارے سامنے ہے۔ اس مہینہ میں میں جماعت کی ایک متحدہ کوشش کو چاہتا ہوں جس کیلئے میں جماعت کے بزرگوں کو، نوجوانوں کو، خواتین کو مخاطب کر رہا ہوں دنیا میں وہ بھی لوگ ہیں جو محض چھوٹے چھوٹے دنیوی مقاصد کیلئے اپنی مملکتوں کی توسیع کے لئے۔ اپنی قوموں کی مالی برتری کیلئے خون اور آگ سے کھیل رہے ہیں۔ کیا ہم خدا کے دین کی توسیع کے لئے، نسل انسانی کو روحانی رنگ میں مالدار کرنے کے لئے۔ اسے خدا کے آگے گرنا اور جھکنا سکھانے کے لئے چار آنسو نہیں بہا سکتے ہیں اپنے سینوں میں خدا کی محبت کی آگ مشتعل نہیں کر سکتے؟ میں آپ سے کوئی بڑا مطالبہ اس وقت نہیں کر رہا۔ مطالبہ تو بہت چھوٹا ہے مگر اس کے نتائج یقیناً بہت بڑے ہیں۔ رمضان کی رات کو کونسا اسلام کا فرزند نہیں اٹھتا، کونسی دختر اسلام بیدار نہیں ہوتی؟ ہاں سحری کی تیاری کے لئے اور سحری کھانے کے لئے ہم سب اٹھتے ہیں۔ تو صرف ان ایام کیلئے میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ سب کے سب بزرگان جماعت۔ نوجوانان قوم۔ ماں دہ بھی جن کے قدموں کے نیچے جنت ہے کم از کم دو رکعت نماز تہجد ضرور پڑھیں اور زیادہ جس قدر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے۔ دو رکعت نماز کیلئے دس منٹ بھی وقت کافی ہو سکتا ہے۔ اور اگر حضوری قلب میسر آ جائے تو ایک گھنٹہ بھی اس کے لئے کم ہے۔ کوئی پہلی رات نماز تہجد پڑھے تو اس کا

احباب قادیان کیلئے مقام غور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھینگے مری بات دے اور دل انکو منہ دے مجھ کو زباں اور

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب)

روزنامہ "الفضل" اور ایک مختصر نوٹ

روزنامہ "الفضل" قادیان مؤرخہ ۳۱ و ۹ ... میری نظر سے گزرا جس میں وہ برنیہ کرم فرما فاضل اجل ابو البرکات مولوی غلام رسول صاحب راجیکی (قادیانی) نے میرے ایک مختصر سے نوٹ کی جواب دینے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔ جس کا عنوان تھا کہ کیا عدالت میں حلف لیکر جھوٹ بولنے والا خلیفہ کسی متقی جماعت کا امام ہو سکتا ہے۔ میں اس کے لئے بھی ان کا مشکور رہوں گا کہ وہ میرے مرشد و محسن کے قدیم ممتاز صحابہ میں سے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے حسب معمول عالمانہ بدعاؤں اور طعنہ زنیوں سے دریغ نہیں فرمایا کہیں مجھے یہی کہنا ہے ؎

بلائے قہر خدا تجھ کو دیدہ ور کر دے لطیف کر کے حسوں کو لطیف تر کر دے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

میرا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود دنیا کو علماء سوء اور پیران سالوس کے پنجوں سے بچانے اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی عقل و ضمیر کو آزادی عطا کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ ورنہ ہندوستان میں پیشہ ور پیروں اور گدیوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ یہ بات کسی ... تنخواہ دار ملازم کو گو ناگوار گذرے لیکن میں اس کو اسلام کا سیکنا جار ٹھا تسلیم کرتا ہوں کہ دین کو بچوں کا کھیل نہ بنایا جائے۔ اور ہر دینی معاملہ میں عقل و فہم سے کام لیا جائے۔ کاش یہ جواب جو مولوی صاحب نے سپرد قلم کیا ہے کسی آزاد ضمیر کا لکھا ہوا ہوتا۔ مولوی صاحب بیچارے مجبور ہیں کہ ایک سرکاری ملازم کی طرح بے چون و چرا وہی کریں اور لکھیں جو ان کے آقا کو پسند ہو۔ مثل ہے جس کا کھانا اس کا گانا۔ مجھے مولوی صاحب کی عربی دانی اور علمی قابلیت کا اعتراف ہے لیکن افسوس کہ ان کا جواب میرے لئے ایک چیستان ہو کر رہ گیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد اور گناہ کا ارتکاب

مولوی صاحب نے حق نمک ادا کرتے ہوئے جہاں اور دلائل دیئے ہیں۔ وہاں ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود کی مبشر اور موعود اولاد سے کسی غلطی یا گناہ کا سرزد ہونا ناممکن ہے اس دلیل کو سنگ بنیاد قرار دیکر بار بار دہرایا ہے۔ ان کے لئے یہی کرنا واجب تھا۔ کیونکہ اب جملہ قادیانی علوم کا اوڑھنا بچھونا صرف خلافت کی تبلیغ و تمجید رہ گئی ہے۔ اور ہر قادیانی مضمون کی بھی بسم اللہ ہوتی ہے۔ دلائل کی اتید ستی کی صورت میں اور بھی کیا سکتا ہے۔ ممکن ہے گرفتاران یا قریب، خوردگان قدیم کے لئے یہ دلائل کوئی تسلی کا سامان بہم پہنچا سکیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اہل لوگوں کیلئے جنہوں نے قرآن کریم میں پسر نوح اور حضرت یعقوب کی مبشر اور موعود اولاد کا ذکر پڑھا ہے۔ ان دلائل کی کچھ وقعت نہیں ہوگی۔ بایں ہمہ مجھے خلیفہ صاحب قادیان کی ذات سے کوئی پرخاش نہیں۔ اور چونکہ وہ میرے مرشد کے لخت جگر ہیں۔ مجھے ان کی تعظیم واجب ہے۔ مجھے جس بات کا صدمہ ہے وہ یہ ہے کہ میرے مرشد کے فرزند کو گمراہ کرنے والے زیادہ تر یہی نکھٹو تنخواہ دار ملازم ہیں۔ اور پبلک میں جس قدر شرمناک الزام ان پر لگائے جاتے ہیں۔ ان کا منبع بھی دار الامان قادیان ہے جو اسی قماش کے لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ لوگ اہل اسلام اور جماعت لاہور پر ہر وقت نکتہ زنی کرنا اپنا دین و مذہب سمجھتے ہیں۔ مگر ان کو کبھی اتنی ہمت اور غیرت نصیب نہیں ہوئی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور خلیفہ صاحب کی ذات اور پوزیشن پر جو حملہ دن رات ہوتے ہیں ان کے رد کی کچھ فکر کریں۔ احباب قادیان کو خود اس بات کا احساس ہوتا ہے غلطی خواہ جماعت قادیان کی طرف سے ہو یا جماعت لاہور کے کسی فرد کی طرف سے۔ اس کی زد اسلام اور احمدیت پر پڑتی ہے ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

خوش عقیدگی اور اسلام کی حفاظت

مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ محض خوش عقیدگی سے احمدیت و اسلام کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ خوش عقیدگی شتر مرغ والے ضرب المثل کی خوش فہمی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ یہاں ضرورت ہے ہمت اور استقلال کی۔ تاکہ حضرت مسیح موعود کے نیک نام کو بچایا جا سکے۔ تمام الزامات کو لیا جائے اور ان کے معقول اور دندان شکن جواب دیئے جاویں۔ امید ہے مولوی صاحب نے حیدرآباد کے الیاس برنی کی کتاب کو پڑھا ہوگا جس میں انہوں نے احمدیت پر وہ حملہ کئے ہیں کہ پناہ بخدا۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے ان حملوں کی ذمہ داری زیادہ تر ان تقریروں اور تحریروں پر عائد ہوتی ہے جو خلیفہ صاحب قادیان۔ الفضل اور بعض اکابر قادیان نے وقتاً فوقتاً شائع فرمائی ہیں۔ اگرچہ احباب حیدرآباد نے نہایت بے دلی سے ان کی تردید کی کوشش کی ہے۔ اور میری نظر سے اس کا اب تک کوئی مبسوط اور معقول جواب نہیں گذرا۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی تحریریں احمدیت بلکہ اسلام کیلئے زہر قاتل ہیں۔ ان کو اس کا تریاق بہم پہنچایا جائے۔ کیونکہ ؏

اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

مولوی صاحب کی پہلی دلیل کا جواب

مولوی صاحب کی پہلی دلیل کا مختصر جواب تو دے چکا ہوں۔ ممکن ہے ان کے لئے وہ تسلی بخش نہ ہو۔ اس لئے اس پر اتنا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تمام نسلی، خاندانی قومی اور ملکی امتیازات کو چھوڑ کر صرف اتقا کو معیار بزرگی قرار دیا ہے حکم ہوتا ہے

ان اللہ اکرمکم اتقاکم

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

مولوی صاحب کو چاہیئے کہ بجائے ادھر ادھر ہاتھ مارنے کے اسی قرآنی پیمانہ سے محاسن خلافت کا موازنہ کرنے کی کوشش کریں۔ ان کی یہ دلیل نہایت بودی ہے اور جب ایک امر خود متنازعہ فیہ ہو۔ وہ اپنی آپ کیونکہ دلیل بن سکتا ہے۔ اگر ان کو اپنے بھائیوں کی کسی معقول بات کا بھی یقین نہ ہو تو ذرا حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل تحریر پر توجہ فرماویں

حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر

وبہ تحقیق قبیلہ من عنقریب بار دوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد۔ و در خبث و عناد ترقی خواہند نمود۔ پس آں روز امر مقدر از خدا تعالیٰ نازل خواہد شد۔ ہیچکس قضا او را رد نتواند کرد۔ . . . . . . و من می بینم کہ ایشان سوئے عادتہائے پیش میل کردہ اند۔ و دلہائے شان سخت شد چنانکہ عادت جاہلان است . . . . و سوئے زیادتی و تکذیب عود نمودند۔ پس عنقریب امر خدا بر ایشان نازل خواہد شد۔ چوں خواہد دید کہ ایشان در غلو خود زیادت کردند . . . . (انجام آتھم ص ۲۲۴ مصنفہ حضرت مسیح موعود)

اللہ تعالیٰ جماعت قادیان کو اس امر کے شاخسانے سے بچائے جس کو بطور بالا میں تکرار کیا گیا ہے۔ الفاظ قبیلہ۔ خبث و عناد۔ عادتہائے زیادتی و تکذیب۔ اور غلو خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

مولوی صاحب کی دوسری دلیل

دوسری دلیل استفہامی رنگ میں مولانا نے یہ دی ہے کہ کیا علم کی نفی سے جو جواب دیا گیا ہے۔ وہ کذب اور جھوٹ کہلا سکتا ہے۔ جواب عرض ہے۔ کہ ایسی صورت میں وہ واقعہ کی نوعیت ہی فیصلہ کر سکتی ہے۔ واقعہ زیر بحث مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے دوران میں پیش آیا تھا جس میں خلیفہ صاحب قادیان کی شہادت تھی۔ خلیفہ صاحب قادیان اور احراری فتنہ کے تعلقات سے کون واقف نہیں۔ جس قدر ایک واقعہ اہم ہو اتنی ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ جس دن خلیفہ صاحب کی شہادت تھی اس دن علاوہ ایک مجمع کثیر احباب قادیان کے کتابوں کے کئی بکس بھی ساتھ لے گئے تھے جن میں قادیان کا سرکاری اخبار "الفضل" مورخہ ... بھی ضرور شامل ہوگا۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ دوران شہادت میں پیش ہوا۔ کیا مولوی صاحب حلف اٹھا کر وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ دوران شہادت میں یا اس کے بعد کبھی اور کسی وقت خلیفہ صاحب قادیان نے اپنے اس بیان کی تصحیح کر دی تھی جو دانستہ یا نادانستہ مصلحتاً ان کو عدالت میں دینا پڑا۔ کم از کم عدالت کے الفاظ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

دلائل سے کام نہیں نکلا

ان دلائل سے کام چلتا نہ دیکھ کر مولوی صاحب نے نماز میں سجدہ سہو کے پردہ میں پناہ لینے کی کوشش کی ہے۔ اور فرماتے ہیں جس صورت میں آنحضرت صلعم سے نماز کے محدود لمحوں کے دوران میں سہو و نسیان ہو سکتا ہے۔ اگر خلیفہ صاحب سے اسی طرح دوران شہادت حلفیہ میں سہو و نسیان کا ارتکاب ہوا ہو تو کیا حرج ہو سکتا ہے مگر کیا کیا جائے اسی مضمون میں مولوی صاحب یہ بھی لکھ گئے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب قادیان نے جب واقعہ ضمانت مقتول کا ذکر زمانہ قدامیں اپنے صدہا عقیدتمندوں کے سامنے اپنے ایک خطبہ کے سلسلہ میں کیا۔ وہ ایک سنی سنائی بات تھی۔ اور بلا تحقیق زبان سے نکل گئی۔ چونکہ عدالت میں جو شہادت حلف لیکر دیجاتی ہے ضروری ہے کہ وہ رویت یا ذاتی علم کی بنا پر ہو۔ اس لئے خلیفہ صاحب کو عدالت کے سوال پر کہ کیا مقتول محمد حسین نے مستریوں کی ضمانت دی تھی۔ یہی کہنا پڑا کہ "مجھے معلوم نہیں۔ اور چونکہ یہ دلائل جناب مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی ہیں اور ممکن ہے کہ خلیفہ صاحب کو اس کا علم بھی نہ ہو۔ اس لئے میں خلیفہ صاحب کو ان کی ذمہ داری سے علیحدہ رکھکر مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ان کو ان دو متضاد دلائل میں سے کس پر زیادہ بھروسہ ہے۔ سہو و نسیان والی

والی دلیل پر یا دوسری پر جس کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ خلیفہ صاحب کا واقعہ ضمانت مستریان کا علم سماعی تھا۔ انہوں نے اس واقعہ کو اتنا ضروری سمجھا کہ بحکم خدا وندی

ولا تقف ما ليس لك به علم

ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے خانہ خدا میں کھڑے ہو کر ایک بڑے مجمع کے سامنے بیان کر دیا۔ جب اسی واقعہ کے متعلق ان سے عدالت میں سوال ہوا تو سیدھا اور صاف جواب دینے کی توفیق نہ ہوئی حالانکہ شہادت کے بارہ میں جو حکم ہے اس سے خلیفہ صاحب کا بے خبر ہونا ناممکن ہے۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ سہو و نسیان اور علم (خواہ سماعی یا ذاتی) دو جدا جدا اصطلاحیں ہیں۔ چاہئے تو یوں تھا کہ اگر خلیفہ صاحب کا واقعی علم سماعی تھا۔ اور شہادت دیتے وقت ان پر سہو و نسیان کا غلبہ تھا۔ تو فرما دیتے کہ یہ میرا علم سماعی ہے درست واقعہ مجھے یاد نہیں ——— ظاہر ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا۔ اور ایک گول مول جواب دیا گیا جو واقعات ذیل کی موجودگی میں کبھی درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور جس کو عدالت نے بھی درست تسلیم نہیں کیا۔

چند واقعات

(۱) کمبخت مستریوں نے جو جو ناپاک الزامات حضرت خلیفہ صاحب پر لگائے ان کی نوعیت اب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) ایسے الزامات جو کسی بڑی شخصیت پر لگائے جائیں۔ تمام عمر نہیں بھول سکتے۔

(۳) مقدمہ قتل محمد حسین میں خلیفہ صاحب کو ملوث کرنے کیلئے ناپاک کوشش کی گئی

(۴) خلیفہ صاحب نے محمد حسین مقتول کے قاتل کے فعل کو عزت دینی قرار دیا اور اس پر ایک پر معارف خطبہ خانہ خدا میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ تاکہ دوسروں کو بھی اسی قسم کی عزت دینی کا سبق دیا جائے۔

(۵) وجہ قتل کیا تھی جس کے لئے قاتل کی تعریف کی گئی۔ خلیفہ صاحب کے اپنے الفاظ میں جو صرف اس قدر تھی کہ مقتول نے مستریوں کی ضمانت دی تھی۔

خلاصہ ان سب واقعات کا صرف اس قدر ہوگا کہ محمد حسین صرف اس لئے قتل ہوا کہ اس نے مستریوں کی ضمانت دی تھی۔ فرمائیے ان واقعات میں سے کون سا بھولنے والا واقعہ ہو سکتا ہے اور ان واقعات کے لحاظ سے سوائے گول مول جواب کے اور چارہ بھی کیا تھا

ع عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

رہا قاتل کا بعد میں اپنے فعل پر اظہار ملامت کرنا یا تائب ہونا ممکن ہے درست ہو۔ محض بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا ایک حیلہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بخشا یا نہ۔ اس کا علم خلیفہ صاحب یا مولوی صاحب کو ہو تو ہو دنیا قاتل کو قاتل کہنے پر مجبور ہے اور اس کے معاونین پر جو فتوے ازروئے ... عائد ہو سکتا ہے اس سے اس طرح خلاصی آسان نہیں۔ دہو ہذا۔

مولوی صاحب اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے

آخر مولوی صاحب اوچھے ہتھیاروں پر آ گئے اور لگے ہاتھ انہوں نے مولوی محمد علی صاحب پر بھی تیر چلا ہی دیا۔ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب امیر جماعت لاہور نے بھی ایک دفعہ عدالت گورداسپور میں حلفیہ بیان دیتے وقت حضرت مسیح موعود کی نبوت کو تسلیم کیا تھا جس پر وہ کئی سال بعد قائم نہیں رہے۔ اور اس طرح نعوذ باللہ مولوی صاحب کے نزدیک حلف دروغی کے مرتکب ہوئے۔ کیا کہا جائے اگر ادنیٰ تدبیر سے بھی کام لیا جائے گا تو معلوم ہو جائیگا کہ مولوی محمد علی صاحب ان کے خلیفہ کی طرح مصلح موعود یا مامور۔ اور معصوم عن الخطا ہونے کے مدعی نہیں۔ پھر ان کے بعد کے عقائد کے متعلق عدالت میں کبھی سوال نہیں ہوا جو حلف دروغی کا الزام عائد ہو سکے۔ عقائد کی تبدیلی اگر حلف دروغی ہو سکتی ہے تو یاد رہے کہ قادیان کے بڑے بڑے اکابر لوگوں میں سے کوئی بھی اس الزام سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی خلیفہ صاحب قادیان رہ سکے ہیں۔ رہا میرا ان کے ساتھ ہونا۔ میں علی وجہ البصیرت ان کے عقائد کا مؤید ہوں۔ مگر تنخواہ دار ملازم نہیں۔ میرا مولوی صاحب کے ساتھ ہونا قادیان کے ان متضاد و متناقض عقائد و تحریرات کی وجہ سے ہے جو "القول الفصل" و کتاب "حقیقت النبوت" میں شائع ہوئی ہیں اور آئے دن "الفضل" وغیرہ اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ورنہ مجھے مرکز سے ہمیشہ عقیدت رہی ہے۔ میرا مذہب وہی ہے جو آج سے کئی سال پہلے کتاب "دین الحق یا ہمارا مذہب" مرتبہ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا تھا یعنی ۱۹۱۱ء کے مسئلہ تبدیلی عقیدہ پر حاوی ہونے کے بعد آپ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات پر ۱۹۱۴ء میں احمدیت کو ادریں ... بنا دیا۔ میں اسی پر قائم ہوں جو پہلے تھی۔ ان تمہیدی دلائل کے دوران میں جن کا جواب اوپر عرض ہو چکا ہے مولوی صاحب نے ازراہ کرم میری توجہ آیہ کریمہ لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم کی طرف دلا کر لکھا ہے کہ چونکہ میں ان کے نزدیک مظلوم نہیں۔ مجھے یہ نہ لکھنا چاہئے تھا کہ خلیفہ صاحب قادیان نے جو معتبر و موعود اولاد ہونے کی وجہ سے جھوٹ بول ہی نہیں سکتے جھوٹ بولا ہے۔ معتبر اور موعود اولاد کی حقیقت کے متعلق میں پہلے لکھ چکا ہوں۔

آیہ کریمہ کا صحیح ترجمہ

اس آیہ کریمہ کا ترجمہ میرے نزدیک یہ ہونا چاہئے۔

خدا کو پسند نہیں کہ تم (کسی کی) برائی پکارتے پھرو اور یہ کہ کسی پر ظلم ہوا۔

اس میں الفاظ۔ برائی۔ ظلم۔ اور یہ کہ کسی غیر زبان کہ پکارنے والے پر قابل غور ہیں۔ ظلم لغت میں ناانصافی اور حق تلفی کو کہتے ہیں۔ برائی عام ہے۔

مولوی صاحب نے اس آیہ کریمہ کا اس بحث کے دوران میں حوالہ دیکر کہ آیا خلیفہ صاحب نے جھوٹ بولا تھا یا نہ۔ ایک نادان دوست کا پارٹ ادا کیا ہے یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس بات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ وہ ایک برائی ہے جس کا پکارتے پھرنا مناسب نہیں (اس کا پکارتے پھرنا مناسب تھا یا نہیں یہ آگے آئیگا۔ لیکن یہ تو صاف ہے کہ مولوی صاحب خلیفہ صاحب کے فعل کو برائی تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ اس آیہ کریمہ کا ذکر بے محل ماننا پڑیگا۔

الفاظ۔ اور یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ظلم صرف اس غرض پر ہوا۔ جو پکارتے پھرنے کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ ظلم خواہ کسی پر ہوا ہو۔ ظلم ہے۔ اور اس کے خلاف احتجاج ہر شخص کا حق ہے۔ ظلم کے معنی اوپر عرض کر آیا ہوں۔

مظالم کی تفصیل

اب ان مظالم کی تفصیل سن لیجئے۔ جو قادیان کے نئے مذہب نے قرآن۔ بانی اسلام اور احمدیت پر ڈھائے ہیں اور پھر خود فیصلہ کر لیجئے کہ ان مظالم کو دیکھ کر کون درد دل رکھنے والا انسان خاموش رہ سکتا ہے۔

(۱) قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولا تقولوا لمن القى اليكم السلام لست مؤمنا۔ مگر خلیفہ قادیان اور ان کے تنخواہ دار وظیفہ خواران کا فتویٰ ہے کہ یہ ارشاد درست نہیں۔ ایسا شخص کافر ہے۔ پھر قرآن و اسلام پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

(۲) حدیث آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے لا تكفروا اهل قبلتك مگر ان کے نزدیک اہل قبلہ بھی کافر۔ کیا یہ بانی اسلام پر ظلم نہیں۔

(۳) مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب مصنفہ حضرت مسیح موعود) مگر ان کے نزدیک جس نے بیعت خلیفہ نہیں کی۔ وہ کافر ہے۔ کیا یہ حضرت مسیح موعود یا احمدیت پر ظلم نہیں۔ پھر کہا یہ بھی جاتا ہے کہ آغاز دعویٰ سے لیکر ۱۹۰۱ء تک حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت کا پتہ نہیں لگا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ایک شخص ماموراً و ملہم ربانی اور ان کے نزدیک نبی و رسول بھی ہو۔ مگر اپنے دعوے کی نوعیت سمجھنے سے عاری ہو کیا یہ مسیح موعود پر ظلم نہیں؟ اور سنئے حضرت مسیح موعود اپنی کتاب حقیقۃ الوحی جو ۱۹۰۱ء کے بعد کی تصنیف ہے کے صفحہ ۱۷۹ پر فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر عبد الحکیم خان میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا۔ گو وہ میرے نام سے بے خبر ہوگا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دوزخ میں پڑیگا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے۔"

یہ الزام اور افترا کسی وقت ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد نے لگایا تھا۔ اب اس کے بعد ملاحظہ کیجئے اس کی تجدید کس نے کی۔ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان اپنی کتاب "آئینہ صداقت" کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں:۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام — وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

فرمائیے اس سے بڑھکر اسلام و بانی اسلام و احمدیت پر اور کیا ظلم ہوگا اور اس پر ہمیں ارشاد ہوتا ہے کہ خبردار حرف شکایت منہ پر نہ آئے۔

ع زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

خدا کی شان! کیا تھا کیا ہو گیا حضرت مسیح موعود دنیائے اسلام کو علماء سوء اور پیران سالوس کے پھندوں سے نجات دینے آئے تھے۔ کسے خبر تھی کہ خود ان کے دارالامان میں ایک گدی ... قائم ہوگی جو دنیا جہان کے مسلمانوں بلکہ خود حضرت مسیح موعود کے ارادتمندوں کے ایک طبقہ کو اپنے رسوائے عالم حربہ تکفیر اور غلط عقائد سے قتل کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے بچائے۔ زمانہ حاضر کے ایک زندہ دل شاعر نے آجکل کے گدیوں اور سجادہ نشینوں کا کیا عبرتناک نقشہ کھینچا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اشعار

عبرت کی نظر سے آشنائے دیکھو — جاری ہیں ریا کے کارخانے دیکھو
شیطاں کی انگلیوں پہ گردش کرتے — زہاد کی تسبیح کے دانے دیکھو
پُر ہول شکم عریض سینے والو — خون قوم تہیدست کا پینے والو
کیوں اہل خرد سے نہ ہو شکوہ تم کو — اے خیرات پر احمقوں کی جینے والو
آنکھوں میں لئے اپنے انا بیٹھا ہے — مسند پہ لحد فخر تنا بیٹھا ہے
عصمت کو بھی یہاں نہ ہو غنوان صبا — اس بزم میں معصوم بنا بیٹھا ہے

بالآخر میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بالخصوص جناب
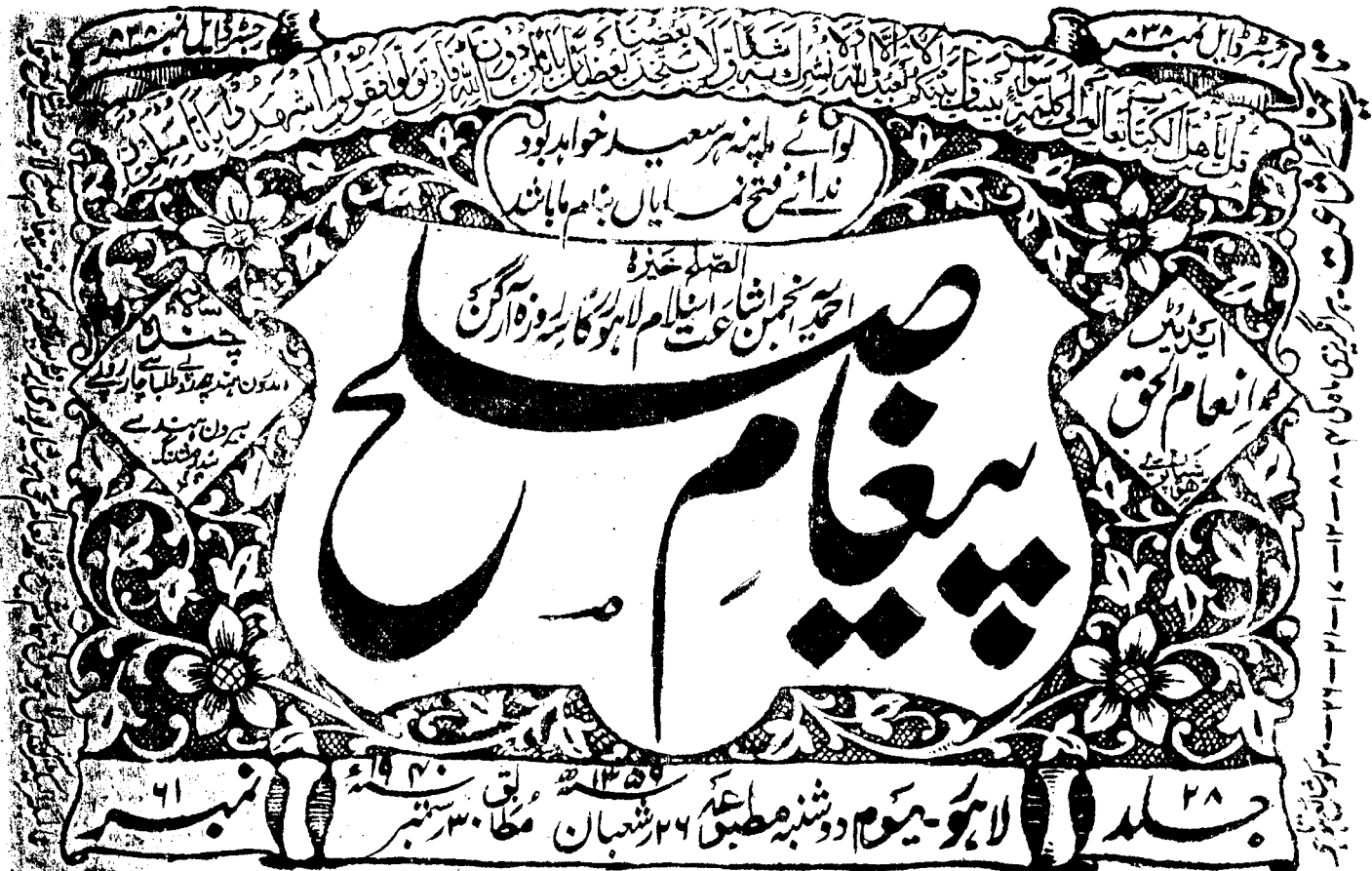
ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

احیائے اسلام اور جماعت احمدیہ کو بلند اخلاق کی تلقین

اب اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کا نور دنیا پر ظاہر ہو اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ سچا اور کامل سبب جو انسان کی نجات کا متکفل ہے وہ صرف اسلام ہی ہے اسلئے اللہ تعالے نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا بخرام وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد لیکن ان ناعاقبت اندیش نادان دشمنوں نے خدا تعالے کے اس سلسلہ کی کوئی قدر نہ کی بلکہ اسی کوشش میں ہیں کہ یہ نور نہ چمکے یہ لوگ اسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ خوب یاد رکھیں کہ خدا تعالے وعدہ کر چکا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یہ لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں لیکن مجھے ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں اور نہ ان پر افسوس ہے کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آ گئے ہیں اور اپنی عاجزی اور فرومائیگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ مجھے گالیاں دیں کفر کے فتوے لگائیں جھوٹے مقدمات ۔ . . . بنائیں اور قسم قسم کے افترا اور بہتان باندھیں وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لا کر میرا مقابلہ کر لیں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے میں ان گالیوں کی اگر پرواہ کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالے نے میرے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے اسلئے جہاں میں انکی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ انکے لئے بھی مناسب ہے کہ انکی گالیاں سنکر برداشت کریں اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں کیونکہ اسطرح پر برکت جاتی رہتی ہے انہیں چاہئے کہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش کے درمیان خطرناک دشمنی ہے جب جوش اور غصہ آ جاتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی لیکن جو شخص صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اسے ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقلی اور فکری قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے تاریکی سے پھر تاریکی پیدا ہوتی ہے۔

تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حضرت ممدوح ۳۰ ستمبر ۱۹۴۰ء کو شام کی ٹرین سے لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ انشاء اللہ

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ۳۰ ستمبر کی شام کو وزیر آباد سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔

اعلان بیعت — جناب عبد المجید خانصاحب ضلع مظفر آباد کشمیر نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ میں شمولیت کی ہے۔ ہم خانصاحب موصوف کا خیر مقدم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت دے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین

— نہایت مسرت سے اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب عبد الرحمن صاحب بٹ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے صاحبزادہ محمد دارث صاحب بٹ کے نکاح کی تقریب مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۴۰ء کو جناب امام الدین صاحب احمدی پسرور کی صاحبزادی سے عمل میں آئی۔ دعا ہے کہ یہ رشتہ طرفین کے لئے باعث برکت ہو۔ آمین۔

— جناب محمد اسحاق صاحب احمدی ایوالہ ضلع ناسک لکھتے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ آجکل سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور کرے

— پیغام صلح کے کاتب منشی حبیب اللہ صاحب کی صاحبزادی بعارضہ بخار و آشوب چشم بیمار ہے۔ دوست اس کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

— جماعت کے اور اصحاب بھی بیمار اور مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان سب کے لئے درد دل سے دعا کی جائے

مسلمانوں کے زوال کا سبب

مدوجزر اسلام، تبلیغی کوششیں، سیاسی شوکت اور زوال

(ایس محمد آصف فریابانی بی اے)

(۲)

عربوں کا انحطاط

عالم اسلام میں جو فرانس سے لیکر ہندوستان تک پھیلا ہؤا تھا یہ اخلاق اور روحانیت کی جولانی ہمیں قریباً بارھویں صدی عیسوی تک نظر آتی ہے اور پھر ہر طرف مایوسی کے بادل چھاجاتے ہیں۔ عرب بھی انسان تھے انہوں نے بھی رفتہ رفتہ رسول عربی کے پیغام کو بھلا دیا اور انکے ہاں بھی اسلام کی جگہ توہم پرستی رجز کی جگہ تنومندی عیش و نشاط عزم بلند کی جگہ بزدلی پیدا ہوگئی اور ارباب حکومت کے قلوب میں اخلاق اور روحانیت کالعدم ہوگئے لیکن تاہم اللہ کے ایسے بندے موجود تھے جن کے قلوب نور ایمان سے روشن تھے حکومت پر زوال تھا عقیدہ پر زوال نہیں تھا۔

تیرھویں صدی عیسوی کے وسط میں عربوں کی سلطنت پر زوال آجاتا ہے ۱۲۳۶ء میں بمع پوری یا لبسنتر کے مسلمانوں کو اندلس سے خارج کردیا جاتا ہے اور ایک شاندار تمدن اور کلچر کی صف لپیٹ دی جاتی ہے ۱۲۵۸ء میں تاتاری یورشوں سے دولت عباسیہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی ہے جس سے عالم اسلام میں ہر جگہ نومیدی اور یاس پیدا ہو جاتی ہے۔

جذبۂ تبلیغ میں تحرک

اگر تو اسلام صرف عربوں سے ہی متعلق ہوتا تو اسکا خاتمہ ہو چکا تھا۔ لیکن اسلام ایک آفاق گیر مذہب ہے۔ وہ مقامات اور زمانوں میں مقید نہیں ہے۔ بلکہ زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے وہ ترک جنہوں نے عربی سطوت کا خاتمہ کردیا خود اسلام کی رفعت کے سامنے سرنگوں ہوگئے۔ دو مسلمان بزرگوں نے مولانا جمال الدین اور ان کے بیٹے ارشد الدین نے جذبۂ تبلیغ و اشاعت سے سرشار ہوکر ۱۳۴۷ء میں تغلق تیمور خاں کو جو مغولستان کا خاقان تھا حلقہ اسلام میں داخل کیا۔ ذرا اسلام کی روحانی شوکت اور اخلاقی گہرائی ملاحظہ ہو عرب ختم ہو چکے لیکن اسلام زندہ ہے اور اس کی روحانی فتوحات میں مطلق کمی واقعہ نہیں ہوئی حتیٰ کہ چنگیز خاں کی مغرور اور قہرمانی اولاد اس کے سامنے سر عجز نیاز خم کرتی ہے ؎

تارے از مشکینش کند کار کمند
بستہ خاقاں را چرا ہوئے زتاتار آورد

ایک عظیم الشان نظارہ

مغلوں کا مذہب جو سمینیہ کے نام سے مشہور تھا۔ ختم ہؤا اور اسلام رائج ہؤا مسلمان درویشوں کی تبلیغی سرگرمیوں کی حد ہے کہتے ہیں کہ ایک دن تو اس تبلیغی تاریخ میں ایسا آیا کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار مغلوں نے اپنی چوٹیاں کٹوا کر کلمۂ شہادت پڑھا یہ ہے وہ نظارہ جو قرآن مجید کی یہ آیات پیش کرتی ہیں اذا جآء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور تونے اللہ کے دین میں لوگوں کو فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا۔ خدا تعالےٰ کے وعدے کیسے سچے ہیں خداوند تعالےٰ کا قول اٹل اور کوہ گراں ہے۔ پہاڑ ٹل سکتے ہیں لیکن اسکا قول نہیں ٹل سکتا یہ وعدہ فتح مکہ کے دن بھی پورا ہؤا اور سینکڑوں ہزاروں انسانوں نے اپنے قبولیت اسلام سے اسپر شہادت دی۔ یہ وعدہ اس وقت بھی پورا ہؤا جب مصریوں نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت بھی پورا ہؤا جب شامیوں نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت بھی پورا ہوا جب ترکوں اور مغلوں کے جیوش قاہرہ نے اسے قبول کیا۔ ایران کے آتشکدہ اور ہندوستان کے صنم کدہ نے اس وعدہ کی صداقت پر شہادت دی ہے اور آج مغرب کی مادہ پرستیاں اسلامی مبلغوں کے دشت جنوں میں صید زبوں کی طرح پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن مسلمان ہیں کہ اس وعدہ کی صداقت میں شک کرتے ہیں! ہمالہ کا سبزہ نشق ہوسکتا ہے لیکن نبی عربی صلعم کے لائے ہوئے قرآن کی آیات نہیں بدل سکتیں۔ وہ دن دور نہیں جب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع اسلام ہو۔

عربوں کے قائم مقام

عربوں کے قائم مقام ترک اور مغل ہوئے ترکوں نے مغرب میں ایک نہایت شاندار سلطنت قائم کی جس کی عنان حکومت صدیوں جید اور بلند مرتبت سلاطین کے ہاتھ رہی اور برسوں انکا اقتدار عرب، مصر، شام، ترکی اور بلقان پر قائم رہا۔ گو ترک ثقافت کے اس معیار پر تو پورے نہ اترے لیکن تاہم یہ لوگ مسلمان تھے اور اسلام کے وقار اور سطوت کا باعث ہوئے۔ مغلوں نے ہندوستان میں ایک رفیع الشان سلطنت قائم کی۔ اس سلطنت کی رفعت اور شان پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں اس سے ہر ایک اردو خواں بخوبی واقف ہے ان دونوں سلطنتوں کا زوال قریباً ایک ہی وقت شروع ہوتا ہے۔

اٹھارویں صدی اور زوال

اٹھارویں صدی کے نصف میں ان دونوں سلطنتوں میں بےچینی شروع ہوجاتی ہے آہستہ آہستہ طوائف الملوکی پھیل جاتی ہے اور اندرونی ریشہ دوانیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ طوائف الملوکی اور ریشہ دوانیاں زوال اور انحطاط کی علامت ہیں جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ حکومت کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے۔ نیز رفتہ رفتہ مسلمانوں کے اندر ایک قسم کا فقدان حس پیدا ہونا چلا جاتا ہے اور خارجی موثرات کو محسوس کرنے کی قابلیت سلب ہوجاتی ہے۔ اور نئے حالات سے تطابق پیدا کرنے کی طبائع کے اندر صلاحیت نہیں رہتی اور ویسے بھی قوموں پر حسب النباس حواس کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تو وہ خارجی حالات کا صحیح طور پر اندازہ نہیں کرسکتیں مغربی طاقتیں اسلامی سطوت پر دھاوا بول چکی ہیں لیکن مسلمان ہیں کہ حالات کا جائزہ نہیں لیتے اور انہیں اتنا علم نہیں ہوتا کہ حالات بدل چکے ہیں اور ایک زبردست اور خطرناک دشمن میدان میں اتر چکا ہے صرف ایک مرد مجاہد ہے جو اس مغربی خطرہ کا صحیح طور پر اندازہ کرتا ہے یعنی ٹیپو سلطان مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے میدان میں نکلتے ہیں۔ اس پیکار سے ہی ۱۷۹۹ء میں شہید ہوجاتے ہیں۔ ہند در روم کی سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لحاظ سے اٹھارھویں صدی کا آخری سال مسلمانوں کی ذلت اور نکبت کا آخری سنگ میل ہے۔

مغرب کے دو زبردست حملے

عہد اسلامی میں مغرب نے دو زبردست حملے مشرق پر کئے ہیں پہلا حملہ حروب صلیبیہ کے نام سے مشہور ہے گیارھوی صدی عیسوی کے آخر میں حروب صلیبیہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے اس وقت گو مشرق میں عربوں کی طاقت کمزور ہو رہی تھی لیکن دنیا میں ان کے نام کی عظمت وشان باقی تھی یہ افریقہ اور اندلس پر قابض تھے یورپ میں ان کی طاقت اور صولت کا ڈنکا بج رہا تھا یہانتک کہ پاپائے روما کو انہوں نے خراج دینے پر مجبور کردیا تھا صلیبی جنگیں اپنی نوعیت میں مذہبی جنگیں تھیں اور مسلمانوں کے قلوب میں اس وقت مذہبی جذبہ اور اخلاقی قوت بدرجۂ اتم موجود تھی اس لئے وہ ان جنگوں میں کامران ہوئے اور صلیبیہ حملہ آوروں کے دانت کھٹے کردئے لیکن دوسرے کا زمانہ مذہبی ضعف اور اخلاقی فرومایگی کا زمانہ ہے اسلامی دنیا میں ہر طرف یاس و قنوط اور پژمردگی کو ہے مسلمان عساکر علماء اور زاہدان شب زندہ دار لمبی کرسو چکے ہیں سکر اور بیہوشی کا یہ عالم ہے کہ بیرونی آوروں کے فوجی کچوکے انہیں بیدار نہیں کرسکتے دشمن یورش اور یلغار کرتا ہؤا قلعہ کے دروازہ تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن مکین ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ یقین و ایمان کی آگ سینوں میں کجلا چکی ہے۔ دوسرے حملہ میں مغربی حملہ آور اپنے صلیبی بھائیوں سے مختلف ہے صنعتی انقلاب نے اس کے اندر ایک نئی زندگی، اور جولانی پیدا کر رکھی ہے۔ علوم حاضرہ اور ایجادات نے اس کے جارحانہ ہاتھوں میں خطرناک ہتھیار دے دئے ہیں۔ نیچر کی پراسرار طاقتوں کے راز ان کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس غیر مساوی مقابلہ کا نتیجہ اظہر من الشمس ہے مسلمان حکومتیں یکے بعد دیگرے ہتھیار ڈال دیتی ہیں جسکا نقشہ سید جمال الدین مرحوم نے کیا ہی خوب کھینچا ہے لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں کی بدبختی کا نقشہ

"کیسی[1] بدبختی ہے کہ آج مسلمانوں کے ممالک تباہ حال ہیں ان کی دولت لٹ گئی۔ اجنبی حکومتیں ان کی مملکتوں پر تصرف کرتی جا رہی ہیں اور ان کی دولت و ثروت سے دوسرے ممالک بسنے جا رہے ہیں کوئی روز ایسا نہیں جاتا (باقی صفحہ ۔۔ پر)

[1] ترجمہ زمیندار مورخہ ۲ر فروری [illegible]ء

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم دوشنبہ ۲۶ شعبان ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۶۱

سیاست اور احمدیت

ہمارے مقاصد وطن پرستی اور قومیت سے بہت بلند ہیں

ہر ملک اور زمانہ میں کوئی نہ کوئی ایسی مقامی تحریک ضرور ہوتی ہے جس میں لوگ غیر معمولی طور پر دلچسپی لیتے ہیں اور اسے بعض دفعہ اپنے روحانی اور اخلاقی مقاصد پر بھی مقدم کر دیتے ہیں۔ اور عموماً اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے دنیوی مفاد اور مقاصد کسی نہ کسی رنگ میں اس تحریک سے وابستہ ہوتے ہیں اور وہ تحریکات جو اپنے اندر اخلاقی اور روحانی پہلو رکھتی ہوں۔ اور ان کے نتائج عظیم الشان مگر کچھ تعویق سے پیدا ہونے والے ہوں۔ ان کی طرف عموماً کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً آجکل اسی ہندوستان کے اندر ہی دیکھ لیجئے۔ لوگ بجائے مذہبی اور روحانی تحریکات کے سیاسی تحریکات مثلاً کانگرس یا مسلم لیگ میں غیر معمولی حصہ لیتے ہیں اور مذہب و اخلاق کو بالکل فضول سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کے ایسا سمجھنے سے خدا تعالیٰ کی مشیت کارفرمائی سے رک نہیں سکتی۔ انسانی کوششیں اور تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور حقیقت کبریٰ کا وقت آ پہنچتا ہے جس کا بروئے کار آنا ناگزیر ہوتا ہے۔

تحریک احمدیت کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان روحانی ب کیلئے قائم کیا ہے اور اس کے بانی کی شخصیت بحیثیت صلعم کے خادم ہونے کے تاریخ انسانی میں بہت بلند ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فتح اسلام میں فرماتے ہیں:-

میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا۔ کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیرو ڈلیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے۔ دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لئے آیا جس کے حق میں ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً"

اس مندرجہ بالا اقتباس سے خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شخصیت بہت بلند ہے اس زمانہ میں الحاد اور مادیت نے اخلاق اور روحانیت کے رجحانات کو بنی نوع انسان کے قلوب میں بالکل مضمحل کر دیا ہے بلکہ نیکی اور تقوے کی تحریکات بالکل کمزور ہو چکی ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان مامور کو مبعوث فرماتا جو ایمان اور یقین کو خواہ وہ ثریا تک ہی کیوں نہ پہنچ چکا ہوتا از سر نو دنیا پر واپس لاتا۔ اور دنیا کو مخلوق پرستی اور ان باطل خداؤں کی پرستش سے نجات دلاتا۔ جن کی عبودیت سے انسانیت خاک وخون میں لتھڑی ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد زمان علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ ایک زمانہ ایسا ہے کہ ظاہر پرستی اور روح اور حقیقت سے دوری اور دیانت اور امانت سے محرومی اور سچائی اور اخلاقی پاکیزگی سے مہجوری اور لالچ اور بخل اور حب دنیا سے معموری اس زمانہ میں عام طور پر ایسی ہی پھیل گئی ہے کہ جیسے حضرت مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ پس جیسے یہودی لوگ اس زمانہ میں اپنی حقیقی نیکی سے بے خبر ہو گئے تھے۔ صرف رسوم اور عادات کو نیکی سمجھتے تھے اور علاوہ اس کے دیانت اور امانت اور اندرونی صفائی اور عدالت ان میں سے بالکل اٹھ گئی تھی۔ سچی ہمدردی اور سچے رحم کا نام ونشان نہیں رہا تھا۔ اور انواع اقسام کی مخلوق پرستی نے معبود حقیقی کی جگہ لے لی تھی۔ ایسا ہی اس زمانہ میں یہ تمام بلائیں ظہور میں آ گئی ہیں۔ . . . .

مجھے حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مناسبت ہے اور اس فطرتی مناسبت کی وجہ سے مسیح کے نام پر عاجز بھیجا گیا۔ تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں۔ ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے۔ جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے۔ میرے کام کو پورا کرنے کیلئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا۔ بلکہ کر رہا ہے۔ اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے۔ تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل گرانے کیلئے دی گئی ہیں۔"

اس مندرجہ بالا اقتباس سے خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔ کہ احمدیت دنیا میں نیکی تقویٰ اور توحید اور اسلام کے قیام کیلئے ہے۔ اور اس کے پیش نظر صرف ایسے مقاصد ہیں جن کا تعلق انسانی روح اور قلوب سے ہے اور اس کا تعلق کسی ایسی تحریک سے نہیں ہے جو کسی خاص ملک اور قوم کی سیاسی اور مادی اغراض سے تعلق رکھتی ہوں۔ اگر یہ تحریک بھی ان مادی اور سیاسی تحریکات سے الجھ کر رہ جائے تو اس کا اصل مقصد جو اپنی نوعیت میں نہایت بلند ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کے حلقہ بگوش شروع سے سیاسی اور مادی تحریکات سے بالکل علیحدہ رہے ہیں۔ جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان نے یقیناً سیاسیات میں حصہ لینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ جناب میاں صاحب کے اپنے ذاتی رجحانات کی وجہ سے ہے۔ ورنہ حضرت بانی سلسلہ اور تحریک احمدیت کے حقیقی اغراض ومقاصد کو سیاسیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں میاں صاحب نے گاہے گاہے جو سیاسیات میں حصہ لیا ہے تو اس کے نتائج چنداں خوشگوار بھی نہیں نکلے اور تحریک کو ان کے ان اقدامات سے غیر معمولی نقصان بھی پہنچا ہے اور جماعت قادیان سے املائے کلمۃ الحق کی وہ توفیق بھی چھین لی گئی ہے جو کہ جماعت احمدیہ کے لئے مایہ ناز تھی۔

خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور تحریک احمدیت کے حقیقی اغراض ومقاصد پر نہایت شدت سے کاربند ہے اور بڑی محنت سے انہیں بروئے کار لا رہی ہے مغربی دنیا میں جہاں بھی مادی اور سیاسی تحریکات کے مراکز ہیں۔ وہاں اسلام کا اخلاقی اور روحانی پیغام پہنچایا ہے۔ اس کا لٹریچر اور داعی اکناف عالم میں قرآن کو سینوں سے لگائے ہوئے پہنچے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کا نام بلند ہوا ہے۔

ہماری زندگیاں رہنمائی کے لئے کارل مارکس، نطشے، گاندھی اور جناح کی محتاج نہیں۔ بلکہ ہمارے رہنما خدا اور اس کا رسول ہیں اور ہمیں انہیں کا نام دنیا میں پہنچانا ہے۔

اگر جماعت احمدیہ بھی اپنی مقامی تحریکات میں الجھ کر رہ جائے۔ جن میں ہمارے بھائی الجھے ہوئے ہیں تو پھر احیائے اسلام کا وہ عظیم الشان کام جس کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ اور نیکی اور تقوے کی تحریکات جنہیں پیدا کرنے کیلئے یہ تحریک معرض وجود میں آئی۔ پیدا نہیں ہو سکتیں۔ سیاسی اور مادی مقاصد بالکل ادنیٰ ہیں۔ انہیں بالکل نظر انداز کر دینا چاہئے۔ انہیں سیاسی اور مادی تحریکات نے ہی دنیا کو جہنم کدہ بنا رکھا ہے۔ اور دنیا میں جو تباہی اس وقت آ رہی ہے وہ انہی زمینی مقاصد کا نتیجہ ہے روحانیت اور اخلاق کے فقدان سے ہی انسان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اگر ان کی نگاہیں بجائے زمین کے آسمان کی طرف اٹھتیں۔ تو آج مہذب قومیں ایک دوسرے کے خون کو یوں ارزاں نہ کرتیں۔ ہم بحیثیت مسلمان کے بعض ایسی تحریکات کے مؤید ضرور ہیں۔ جن سے مسلمانان کے مفاد وابستہ ہیں۔ لیکن ہم صرف سیاسیات کو ہی اپنا مقصد نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہمارا مقصد اس سے بہت بلند ہے۔ اور ہمارے پیش نظر اسلام، روحانیت، نیکی اور تقویٰ ہے جس میں موجودہ دور کے زہروں کا تریاق پوشیدہ ہے اور خود ان سیاسی تحریکات کی مشکلات کا حل احمدیت یا حقیقی اسلام میں ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسلام ہے جسے ہمارے آقا ومولا حضرت رسول عربی صلعم دنیا میں لائے۔ دنیا کی عافیت صرف اسلام کو قبول کرنے میں ہی ہے۔ اسلام کے علاوہ اقوام عالم کو کسی سیاسی، مادی اور معاشی تحریک میں عافیت نہیں۔ اور حقیقی اسلام کو پیش کرنے والی صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے مقاصد وطن پرستی اور قومیت سے بہت بلند ہیں ہمیں ہمیشہ صرف انہی مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور اس ایک آنیوالے روحانی انقلاب کیلئے میدان تیار کرنا چاہئے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں کہ وہ ظہور پذیر ہو گا اور اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا۔

(ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

متفرق خیالات

جمہوریت اور اکثریت کی حکومت

تھوڑا عرصہ ہوا مسٹر ساورکر نے جو آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے پریذیڈنٹ ہیں کانگرس پر تنقید کرتے ہوئے کہا:۔

"جمہوریت کو ہندوؤں کو یقین دلانا چاہئے کہ انہیں اکثریت کی وجہ سے ہندوستان پر حکومت کرنے کا حق ہے اور باہمی رواداری کی روح کو بھی اس سے زیادہ تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ انہیں مجالس وضع قوانین میں آبادی کے لحاظ سے نمائندگی کا حق ہے وغیرہ وغیرہ۔"

اس مندرجہ بالا اقتباس سے ہندوؤں کے قلبی مقاصد کی خوب وضاحت ہوتی ہے کہ وہ جمہوریت کے پردہ میں ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور یہ سراسر روح جمہوریت کے منافی ہے یہ جمہوریت کہلا ہی نہیں سکتی جس میں ہمیشہ ایک ہی اکثریت کی حکومت ہوا سے تو مطلق العنانیت ہی سمجھنا چاہئے یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی اقلیتیں اس قسم کی جمہوریت سے خائف ہیں اور خصوصاً مسلمانوں میں پاکستان جیسی تحریکات پیدا ہو رہی ہیں۔ اگر ہندوؤں میں انصاف پسندی اور پڑوسی قوموں کے حقوق کی نگہداشت موجود ہو تو پھر اس قسم کی تحریکات ہرگز پیدا نہ ہوں جب تک ہندوؤں کے قلوب میں اس نوعیت کے جذبات پائے جاتے ہیں مسلمانوں کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ تحریک پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔

آریہ سماج اور اس کا پروگرام

"پرکاش" مورخہ ۱۲ ستمبر کے مقالہ افتتاحیہ کے شروع میں لکھا ہے۔

"عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ باہر ہی نہیں بلکہ اندر بھی آریہ سماج کی ترقی رک گئی ہے۔ حیدرآباد ستیہ گرہ سے پہلے تو یہ خیال بہت زور پکڑ رہا تھا لیکن ستیاگرہ سے ختم گیا نہ صرف دوسروں کے خیال بدل گئے بلکہ ہمارے بھی اور ہماری اپنی نظروں میں ہماری عزت بڑھ گئی۔ اس وقت چونکہ آریہ سماج کے سامنے کوئی پروگرام نہیں ہے اس لئے پھر یہ خیال اٹھ رہا ہے۔"

آریہ سماج میں یہ خیال بالکل عام ہو چکا ہے کہ اندر اور باہر آریہ سماج کی ترقی رک گئی ہے یعنی تحریک آریہ سماج بالکل ناکام ہوتی جاتی ہے جن تحریکات نے سب سے بڑھ کر آریہ سماج کا مقابلہ کیا ہے۔ ان میں سے تحریک احمدیت سب سے زیادہ ممتاز ہے احمدیت نے ہر جگہ آریہ سماج کے دانت کھٹے کئے ہیں۔ اور آج آریہ سماج بالکل ناکام ہو چکی ہے۔ اور باقی رہا ستیہ گرہ سے سماج کے اندر زندگی پیدا کرنا، ان ہنگامی واقعات سے ایک عارضی جولانی تو یقیناً پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ان سے کوئی دیرپا نتائج نہیں مرتب ہو سکتے۔ اور یہ ہنگامے کسی صورت میں بھی زندگی نہیں کہلا سکتے۔ اصل میں آریہ سماج نے اپنی بنیاد ہی دوسرے مذاہب کے خلاف دشنام طرازی پر رکھی ہے اور دشنام طرازی تو کوئی ایسی چیز نہیں جو زیادہ دیر تک پنپ سکے۔ یہ ریت کی بنیادیں تھیں زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں۔ مرور زمانہ سے گر گئیں۔ اور باطل تحریکات کا دنیا کے اندر یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ جو آریہ سماج کا ہوا۔

الیس محمد آصف

جنگ کا رُخ

مختلف اطلاعات سے جو امریکہ اور یورپ کے متفرق ذرائع سے موصول ہو رہی ہیں۔ اب یہ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ہٹلر چونکہ برطانیہ کو ہوائی حملوں سے عاجز کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اور بہت بڑا بحری حملہ کرنے کی تدبیریں بھی سب خاک میں مل چکی ہیں اس لئے اس نے فی الحال ادھر کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ ہوائی جہاز چھوٹے چھوٹے چھاپے مارتے رہیں گے۔ اور شاید بحری سرگرمی بھی کسی قدر مدت تک جاری رہے۔ اب جنگ کا رخ بحیرہ روم کی طرف پلٹ چکا ہے اور چند روز میں فرانس، ہسپانیہ، جبرالٹر اور مشرقی بحیرہ روم میں ہٹلر اور مسولینی اپنی پوری طاقت سے مصروف کار ہو جائیں گے۔ خیال یہ ہے کہ فرانس کا غیر مفتوحہ علاقہ بھی ملحق کر لیا جائے گا جنرل فرانکو کو ساتھ ملا لیا جائے گا۔ اگر وہ ملنے پر رضامند نہ ہوا تو بہرکیف جرمن فوجوں کو ہسپانیہ میں سے گذارنے کا بندوبست ضرور کر لیا جائے گا۔ اور جبرالٹر پر حملے زیادہ شدید ہو جائیں گے۔ دوسری طرف اٹلی مصر اور شام میں اقدام کرے گا۔ اور نہر سویز پر نہایت خونریز جنگ ہونے کا یقین ہے۔ ڈکر کے مقام سے چونکہ جنرل دیگال ہٹ گئے ہیں اس لئے خیال یہ ہے کہ وہاں بھی جرمن اور اطالوی زیادہ مستحکم طور پر اپنی طاقت سے حملے کریں گے۔ . . . . وغیرہ وغیرہ

جنگ کی ساری قیامت اب اسلامی ملکوں پر ٹوٹتی نظر آ رہی ہے۔ جرمنی اور اٹلی شمالی افریقہ مشرق قریب کو آپس میں تقسیم کر چکے ہیں۔ آج ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ممالک اسلامی کو اس سب سے بڑے خطرے سے بچانے کیلئے ان طاقتوں کا ساتھ دے جو جرمنی اور اٹلی کے خلاف لڑ رہی ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ (انقلاب)

ضروری تصحیح

پیغام صلح مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کا "احباب قادیان کیلئے مقام غور" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں چند غلطیاں کتابت کی رہ گئی ہیں، احباب تصحیح فرمالیں۔

(۱) عنوان کے نیچے جو شعر ہے وہ یوں ہے۔

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

(۲) صفحہ ۷ کالم ۲ میں آیت غلط چھپی ہے دراصل وہ یوں ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

(۳) صفحہ ۸ کالم ۱ میں آیت یوں ہے۔

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا

(۴) صفحہ ۸ کالم ۲ میں "تدبیر" کی جگہ "تدبر" ہے۔

(۵) صفحہ ۸ کالم ۲ میں "حقیقت بعثت" کی جگہ "حقیقت النبوت" ہے

(۶) صفحہ ۸ کالم ۳ میں جناب میاں صاحب کی کتاب آئینہ صداقت کے حوالہ کی اصل عبارت یوں ہے۔

"خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو"

(بقیہ صفحہ ۵)

ہمیں کسی مرحلہ پر بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اب یجروید کا یہ کہنا اور سوامی دیانند جی کا ستیارتھ پرکاش میں اس کی تائید کرنا کہ جن سے ہم دشمنی کرتے ہیں، حالانکہ اس بیچارے کا کوئی قصور نہیں۔ اس کے لئے غلّہ اور اناج وغیرہ سب کے سب دکھ دینے والے دشمن کی مانند ہوں۔ ذرا اس کا مقابلہ لا تثریب علیکم الیوم سے کرو۔ پھر یجروید کی یہ تعلیم "اے سپہ سالار کی استری جنگ کی خواہش کرتی ہوئی دور ممالک میں جا کر دشمنوں سے لڑائی کر، اور ان دور دراز ملکوں میں رہنے والے دشمنوں میں سے ایک کو بھی مارے بغیر مت چھوڑ"! یہ کس کو تعلیم دی جاتی ہے استری کو جو فطرتاً نرم سبھاؤ ہوتی ہے۔ جب صنف نازک عورت ذات کو تشدد کی یہ تعلیم دی جائے تو اس سے مردوں کی تعلیم کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جب ویدوں کا نزول ہوا۔ اس وقت تہذیب اپنے ابتدائی مرحلہ پر تھی اور یہ ممکن ہے کہ اس وقت کی طبائع کے لئے یہ تعلیم کسی حد تک ٹھیک ہو۔ مگر آج کل کے زمانہ کیلئے یہ کہاں تک ٹھیک ہو سکتی ہے اسے ہر ایک بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اور پھر وہ لوگ جو اس تعلیم کے حامل اور عقیدتمند ہوں انہیں اسلام کی ایسی معقول تعلیم پر حرف رکھنے کا کیا حق ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ تم لڑائی میں پہل نہ کرو۔ ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور پھر بھی زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ زیادتی کرنے والے ظالم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا۔ لڑائی میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں وغیرہ پر ہاتھ مت اٹھاؤ۔ صرف انہیں سے لڑو جو مدمقابل اور ہتھیار بند ہوں پھر ایسی تعلیم پر حرف گیری کرنا جس کا یہ ارشاد ہو کہ اگر تم گرجوں اور مندروں پر حملہ کیا جائے تو ان کی بھی حفاظت کرو کیونکہ ان میں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا انصاف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ایسی معقول رواداری تعلیم رکھنے والے مذہب پر حرف رکھا جائے اور پھر حرف رکھنے والے کون؟ وہ لوگ جو ستیارتھ پرکاش اور یجروید کے ماننے والے ہوں جن کی تعلیم کا کچھ نمونہ مذکورۃ الصدر سطور میں دکھلایا گیا ہے۔ ہمیں کسی بھی مذہب پر ریمارک کرتے ہوئے معقولیت کو ایک طرفۃ العین کیلئے بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ کوئی اتفاق کرے یا نہ کرے۔ میرے دل میں حد تک سوامی دیانند جی کی قدر ہے۔ کیونکہ انہوں نے توحید کی تعلیم دی ہے۔ کیا کوئی مسلمان ہندوؤں کے گھروں میں جا کر ہندوؤں کے مندروں اور تیرتھوں میں جا کر بت پرستی کا رد اور توحید کی تعلیم پیش کر سکتا۔

بہت ممکن یہی وجہ ہے کہ جب شروع شروع میں سوامی دیانند لاہور اور امرتسر آئے تو ہندوؤں نے حتیٰ کہ برہمنوں نے جو زیادہ روادار ہیں۔ سوامی جی کو جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ ایسے وقت میں جگہ دی تو کس نے؟ مسلمانوں نے۔ جنہوں نے سوامی موصوف کیلئے اپنی کوٹھیاں اور باغ خالی کر دیئے جن میں رہ کر انہوں نے نہایت آزادی سے اپنے مذہب اور عقیدہ کا پرچار کیا۔ بنارس میں جب پہلی دفعہ سوامی موصوف گئے تو ان کے لیکچر کا کس نے انتظام کیا۔ ہندوؤں نے؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے سخت مخالفت کی۔ انتظام ایک مسلمان نے کیا۔ کون مسلمان۔ سر سید مرحوم جو ان دنوں بنارس میں جج تھے۔ پھر جب سوامی موصوف علیگڑھ پہنچے تو ان کے لیکچروں کا کس نے انتظام کیا؟ کیا ہندوؤں نے؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے تو ٹھہرنے تک سے بھی انکار کر دیا۔ انتظام کیا تو اسی شخصیت یعنی سر سید مرحوم نے۔

میری خواہش ہے کہ اگر اپنے لئے نہیں تو کم از کم ملک کی بہتری کیلئے ہی آریہ سماج بھی مسلمانوں کے متعلق رواداری سے کام لے۔ اگر ہم لوگ ایسا کر سکیں۔ تو آج ہی یہ ہندوستان تیرہ خاکدان جنت نشان بن سکتا ہے۔

(رحب اجابت)

تشدد کا حامی کون ہے؟

مہاشہ کرشن کے غیر معقول اعتراض پر علمی تبصرہ

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان)

۱۵ ستمبر کے "پرتاپ" میں مہاشہ کرشن لکھتے ہیں: "میں نے قرآن (شریف) پڑھا ہے۔ ایک سے زیادہ بار۔ لیکن میں نے اس میں تشدد ہی تشدد بھرا پایا ہے"۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ مہاشہ صاحب نے قرآن شریف نہیں پڑھا ہوگا۔ میں بدظنی کیوں کروں۔ مگر یہ صحیح ہے۔ کہ انہوں نے یا تو خاص اثرات کے ماتحت پڑھا ہے یا تدبر سے کام نہیں لیا۔ اگر مہاشہ صاحب موصوف قرآن شریف اور وید مقدس کو پہلو بہ پہلو رکھ کر پڑھ لیتے تو یقیناً ان کا نقطۂ نگاہ کچھ اور ہوتا۔ اب میں مہاشہ جی کے سامنے کلام پاک اور وید مقدس کی تعلیم کو پہلو بہ پہلو رکھتا ہوں۔ تاکہ وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ درحقیقت تشدد بلکہ بقول ان کے "تشدد ہی تشدد" کا حامی کون ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين۔ واقتلوهم حيث ثقفتموهم واخرجوهم من حيث اخرجوكم والفتنة اشد من القتل ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام حتى يقاتلوكم فيه فان قاتلوكم فاقتلوهم كذلك جزاء الكافرين فان انتهوا فان الله غفور رحيم۔ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين۔ كتب عليكم القتال وهو كره لكم وعسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم والله يعلم وانتم لا تعلمون۔ وقاتلوا في سبيل الله واعلموا ان الله سميع عليم۔ (بقرہ)

یعنی جو لوگ تم سے لڑتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک زیادتی کرنیوالے اللہ کو نہیں بھاتے۔ (لڑائی کے وقت) جہاں ان کو پاؤ لڑو۔ اور جہاں (تمہارے گھر کی) سے انہوں نے تم کو نکالا ہے ان کو نکالو۔ فتنہ (فساد) قتل وقتال سے بھی برا ہے اور مسجد حرام (کعبہ) کے قریب جب وہ خود نہ چھیڑیں تو نہ لڑو۔ پس اگر وہ شروع کریں تو بے شک مارو۔ اسی طرح منکر کا بدلہ ہے۔ اگر باز آجائیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ان سے لڑو۔ تاکہ فتنہ نہ رہے۔ اور کل قانون خداوندی ہو جائے۔ اگر لڑنے سے باز آجائیں تو بجز ظالموں کے کسی پر ہاتھ نہ بڑھاؤ۔ رفع شر کا تمہیں حکم ہوا ہے اور تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ تمہاری سمجھ سے عجب نہیں کہ تم ایسی چیز کو بھی جو واقع میں تمہیں مفید ہو۔ ناپسند کرنے لگو۔ اور مضر کام کو بھلا سمجھ لو۔ خدا خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اللہ کی راہ میں لڑو اور جانو کہ خدا سنتا اور جانتا ہے۔

میں نے عمداً وہ آیت لی ہے جس پر آریہ صاحبان خصوصاً اعتراض کیا کرتے ہیں۔ اور یہ وہی حصہ ہے جسے آریہ مہاشہ زیادہ سے زیادہ تشدد آمیز سمجھتے ہیں۔ مگر اہل تدبر کے نزدیک اس میں کوئی لفظ بھی تشدد کا حامی نہیں۔ اس میں صاف کہا گیا ہے کہ ان سے لڑو۔ جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ حد سے نہ بڑھو۔ پھر سخت تاکید کی گئی ہے کہ لڑائی میں پہل نہ کرو۔ وہ کونسا مذہب ہے جو مدافعت کی تعلیم نہیں دیتا۔ اگر کوئی ایسا مذہب ہے تو وہ صرف کتابی ہے عملی نہیں۔ معقول پسند انسان رفع شر کو برا نہیں کہتا۔ بلکہ معقولیت رفع شر میں ہی ہے۔

اب میں مہاشہ جی سے کہوں گا کہ وہ ذرا وید مقدس کی تعلیم پر بھی نظر ڈالیں۔ میں ویدوں کے منتروں کا وہی ترجمہ پیش کروں گا جو بانی آریہ سماج سوامی دیانند جی مہاراج کا ہے اور اس پر کوئی اپنا حاشیہ نہیں دونگا۔ نتیجہ ناظرین پر چھوڑوں گا۔

"اے راج پرش آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ وجلال والے پرش وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے۔ آپ اس کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلائیں"۔ (یجروید ۱۲/۱۳)

"اے تیج دھاری ودوان پرش آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اجاڑیں اور ان کو اپنی تمام طاقت سے ماریں"۔ (یجروید ۱۳/۱۳)

"جس ایذا رساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے۔ اس کو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈال دیں"۔ (یجروید ۵/۱۵)

"ہم لوگ جس دشٹ سے دشمنی کریں یا جو ہم سے دشمنی کرے اس کو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے منہ میں ڈال دیں"۔ (یجروید ۱۹/۱۵)

"جن سے ہم لوگ نفرت کرتے ہیں یا جن کو ہم ناراض کرتے ہیں یا جو ہم کو دکھ دیتے ہیں۔ ان کو ہم ان ہواؤں کے منہ میں ڈال کر اس طرح دکھ دیں۔ جس طرح بلی کے منہ میں چوہا"۔ (یجروید ۶۵-۶۶/۱۶)

"اے طاقتور اور روشن ضمیر عالم انسان جس طرح ہم لوگ روز کھوٹے سبھاؤں والوں کے گاؤں کو آگ کی مانند مارنے والے تجھ خوبصورت ودوان کو سب طرح سے دھارن کریں۔ اسی طرح ہم کو دھارن کر"۔ (یجروید ۲۶/۱۶)

"اے راجہ جس طرح حفاظت کرنے والے عالم کا پرورش کر سکھ دینے والے آگ وغیرہ پدارتھوں کو حاصل کرکے ویدوں کے علم جاننے والا ہو کر دشمنوں کو مارنے والا اور دشمنوں کے گاؤں کو تباہ کر کے آپ کے جاہ وحشمت کو بڑھایا کرتا ہے۔ اسی طرح دیگر ودوان لوگ بھی آپ کو دیا اور دلیے سے ترقی دے"۔ (یجروید ۲۳/۱۱)

"اے سپہ سالار کی استری جنگ کی خواہش کرتی ہوئی دور دیش میں جا کر دشمنوں سے لڑائی کرا ور ان کو مار کر فتح حاصل کر تو ان دور دراز کے ملکوں میں رہنے والے دشمنوں کو ایک کو بھی مارنے کے بغیر مت چھوڑ"۔ (یجروید ۵/۱۷)

"اے انسان جس طرح میں بدکرداروں کی گردن کاٹتا ہوں ویسے تو بھی کاٹ"۔ (یجروید ۳۳/۳۵)

"جو دشٹ ہم لوگوں سے مخالفت کرتا ہے یا جس دشٹ سے ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ تم اس بدکردار دشمن کو مختلف زنجیروں سے جکڑو۔ اور اس کو زنجیروں سے مت چھوڑو"۔ (یجروید ۲۵و۲۶/۱)

"اے دشٹ انسان تو کبھی بھی ہدایت کی روشنی حاصل نہ کر سکے۔ تیرا آنند دینے علم کا رس تجھے کبھی بھی آنند دے"۔ (یجروید ۲۶/۱)

"اے انسان جس طرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جا سکے۔ اس طرح کے کاموں کو کر کے سدا ہی راحت کی زندگی بسر کر"۔ (یجروید ۲۸/۱)

"اے پرماتما میں بدکردار یا دشمنوں کو ہلاکت کیلئے آپ کو اپنے دل میں قائم کرتا ہوں"۔ (یجروید ۱/۱۷)

"اے پرمیشور میں دشمنوں کی ہلاکت کیلئے آپ کو بار بار اپنے دل میں قائم کرتا ہوں"۔ (یجروید ۱/۱۸)

"مجھ کو چاہیئے کہ کوشش کرکے بدکردار بد اطوار انسان کی یقیناً بیخ کنی کردوں۔ اور جو دان وغیرہ دھرم سے خالی۔ ظالم بدکردار دشمن ہیں ان کی صریح بیخ کنی کردوں"۔ (یجروید ۱/۷)

"اے پرماتما! آپ کی کرپا سے ہم لوگوں کے لئے پانی اور اناج وغیرہ نباتات سرشٹ (متر۔ دوست) کی مانند ہے اور جو ہم لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ یا جس سے ہم دشمنی کرتے ہیں۔ اس کے لئے جل اور اناج وغیرہ سب کے سب دکھ دینے والے دشمن کی مانند ہوں"۔ (یجروید ۲۳/۶)

ہو بہو اسی تعلیم کو شری سوامی دیانند جی نے اپنی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش کے تیسرے ایڈیشن کے دوسرے سمولاس کے صفحہ ۵۳ پر دہرایا ہے۔

اب مہاشہ کرشن قرآن مجید اور وید مقدس کی تعلیم کو پہلو بہ پہلو رکھ کر دیکھ لیں کہ کس میں تشدد ہے۔ وید مقدس میں ایسے منتر لا انتہا ہیں۔ مگر میں نے صرف چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کئے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جس سے ہم دشمنی کرتے ہیں اس کے لئے جل اور اناج وغیرہ سب کے سب دکھ دینے والے ہوں"۔ (یجروید ۲۲/۶) کیسی عجیب تعلیم ہے جو ہم سے دشمنی کرتا ہے۔ اگر اس کے لئے کوئی بددعا کرے تو یہ بات ایک حد تک سمجھ میں آسکتی ہے۔ حالانکہ ہمارے آقا رئیس تاجدار حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقعہ پر بھی بددعا نہیں کی کفار مکہ نے وہ کونسا دکھ تھا جو حضور پر نور کو نہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لہو لہان کیا گیا۔ کوڑا کرکٹ ڈالا گیا۔ گھر سے بے گھر کر دیا گیا۔ آپ کے ساتھیوں کو لرزہ براندام مظالم سے تہ تیغ کیا گیا مگر جب یہ دنیا کا محسن اعظم فاتح کی حیثیت میں مکہ معظمہ میں وارد ہوا تو اس فن دشمنوں کے پاپ کانپ رہے تھے کہ نہ جانے اب ہمارا کیا گت ہو۔ ایسی حالت میں دنیا کا محسن اعظم رحمۃ للعالمین اپنے دشمنوں خطرناک دشمنوں کو جو خون کے پیاسے تھے۔ مخاطب کرکے پوچھا ہے کہ بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ مجسم رحم ہیں۔ ہم آپ سے اسی سلوک کے طالب ہیں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ آپ بے ساختہ اپنے ان خطرناک دشمنوں کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔ لا تثریب علیکم الیوم جاؤ تم سب کو معاف کیا۔ کوئی مواخذہ نہیں۔ دنیا میں ہمیں ایسا بے نظیر رحمت، احسان اور مروت کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔

شری رامچندر جی مہاراج کے لنکا جلانے کو ہم برا نہیں کہتے کیونکہ راون کا پاپ کوئی کم نہ تھا۔ مگر میں نے ٹھنڈے دل سے سوچا۔ مجھے سرور عالم کی سی رواداری۔ احسان اور رحم کی کوئی مثال نہ ملی۔ دنیا کے ایسے محسن اعظم کی تعلیم کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں تشدد ہی تشدد بھرا پڑا ہے۔ صریح بے انصافی ہے۔ انصاف کے دامن کو

(باقی [illegible])

مراسلات

قادیانی یوم تبلیغ

جناب چودھری عبدالرحمن صاحب کا مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری سے تبادلۂ خیالات

نوٹ: - چودھری عبدالرحمن صاحب کا مراسلہ ہمیں مولانا نعیم الدین صاحب شملوی کے ذریعہ موصول ہوا ہے جسے درج اخبار کیا جاتا ہے۔

مولوی ابوالعطا اللہ دتہ صاحب جالندھری اپنے یوم تبلیغ پر خاکسار کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور چھ گھنٹے تک مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرتے رہے جب جانے لگے تو میں نے کہا آئندہ اتوار پھر تشریف لائیے اور یہ بتائیے کہ آپ ہم لاہوری احمدیوں کو کافر جانتے ہیں یا مسلمان چنانچہ دوسرے اتوار آپ تشریف لائے اور مزید چھ گھنٹے باتیں ہوئیں۔ میں نے دو تحریریں

(۱) "مسلمان کہلانے کے لئے حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی ماننا ضروری ہے"۔

(۲) "مسلمان کہلانے کے لئے حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی ماننا ضروری نہیں"۔

ان کو سامنے رکھ کر عرض کیا کہ ان میں سے جونسی تحریر چاہیں کاٹ دیں اور دوسری پر دستخط ثبت کر دیں انہوں نے بجائے اس کے کچھ اور ہی کہہ دیا جو واضح نہ تھا اور جس کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت صاحب کو ماننا ضروری ہے میں نے کہا یہ واضح کریں کہ حضرت صاحب کو کس حیثیت سے ماننا ہے۔ آیا یہ ماننا ہے کہ حضرت صاحب ایسے ہی ہیں جن کی [illegible] ہے یا یہ کہ آپ محدث ہیں یا یہ کہ آپ ایک بہت بڑے عالم دین تھے یا یہ کہ آپ رئیس قادیان تھے میں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی اللہ کو اگر نبی اللہ نہ مانا جائے تو خواہ مخواہ کتنا ہی بڑا انسان مانا جائے وہ نہ ماننے کے برابر ہے مولوی صاحب کے ساتھیوں نے فوراً اس کی تائید کی اور کہا کہ جو شخص حضرت اقدس کو محدث مجدد مانتا ہے اور نبی نہیں مانتا ہمارے نزدیک وہ کچھ نہیں مانتا لیکن مولوی صاحب ان کو روکتے رہے اور کہتے رہے کہ تم کو اس کے نتیجے کی خبر نہیں۔ مولوی صاحب نے اپنی تحریر کی لمبی چوڑی تشریح کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ مسلمان ہونے کے واسطے صرف یہ ضروری ہے کہ حضرت صاحب کے الہامات کو منجانب اللہ مانا جائے اور ان کو افترا نہ خیال کیا جائے جو شخص حضرت صاحب کے الہامات کو منجانب اللہ مانتا ہے خواہ اس سے محدث مراد لے وہ مسلمان ہے (یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مولوی صاحب کا یہ فرمودہ قادیانی عقائد کے سراسر مخالف ہے اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا آئے تھے نبوت منوانے، الٹے خود بھی اس عقیدے سے دست بردار ہو گئے)

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر گفتگو کے دوران میں میں نے پوچھا کہ اس کثرت مکالمہ مخاطبہ کا جس سے ایک شخص نبی بن جاتا ہے کیا اندازہ ہے؟ یعنی کتنے الہام ہوں تو نبی ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا اسکا علم خدا ہی کو ہے جس شخص کو خدا نبی کر کے پکارے اس کے متعلق یہ ماننا ہوگا کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ جو نبوت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ کلکتہ سے ایک شخص کا خط آیا ہے کہ خدا نے اسے نبی اللہ کر کے پکارا ہے پس آپ پر لازم ہے کہ اس کی نبوت پر ایمان لائیں مولوی صاحب کے ساتھی کہنے لگے ہم اس کو جھوٹا مانتے ہیں میں نے کہا آپ نے اس کے نتیجہ پر غور نہیں کیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جیسے غیر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ مان کر کافر ہوئے ویسے ہی آپ اس نئے نبی اللہ کو نہ مان کر کافر ہوئے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کیا آپ اس کو سچا مانتے ہیں۔ میں نے کہا میرے عقائد کی رو سے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرے نزدیک نبوت آنحضرت صلعم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور اب جس کسی کو نبی اللہ سے خطاب کیا جائے اس کا مقام ولایت سے زیادہ نہیں اور ولایت موجب نہیں

"مسئلہ کفر و اسلام"

مولوی صاحب نے یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ حضرت صاحب نے بعض کلمہ گوؤں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ آئینۂ کمالات اسلام کا ایک حوالہ دکھلایا جس میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ جو لوگ کلمہ گوؤں اہل قبلہ عقائد اسلام کے ساتھ دونوں کو باصرار کافر قرار دیتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور مجھے ان سے مباہلہ کی اجازت دی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کے مقصد کے خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہ قرار دیا جائے اور کہ یہ ہر اہل قبلہ کو کافر قرار دینے کی تعزیر ہے مولوی صاحب نے میرے ہاتھ میں قرآن شریف دیکھ کر کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ حضرت صاحب نے اپنے مکفرین کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے کہ نہیں میں نے کہا کہ بیشک حضرت صاحب کے مکفرین بھی ان میں شامل ہیں اور میں حضرت صاحب کی اس تحریر کی رو سے سمجھتا ہوں کہ قادیانی بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ زندہ ہوتے تو آپ لوگوں سے ضرور مباہلہ کرتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ لاہوری جماعت اور ان کے امیر حضرت صاحب کے جانشین ہیں قادیانیوں سے مباہلہ کیوں نہیں کرتے میں نے جواب دیا کہ مباہلے کا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب علمی طور پر اتمام حجت ہو چکے اس واسطے آپ میاں صاحب کو پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بحث کے لئے آمادہ کریں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ جب آپکے نزدیک بروئے تحریر حضرت اقدس قادیانی جماعت دائرہ اسلام سے خارج ہے تو کیا آپ قادیانیوں کو کافر قرار دیتے ہیں میں نے کہا کہ نہیں کیونکہ میرے نزدیک اس جگہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے مراد بھی کفر دون کفر ہی ہے یہ لفظ اس کفر دون کفر کی شدت پر زور دینے کے لئے لکھے گئے ہیں۔

اختتام گفتگو پر میں نے کہا کہ آپکا فرض یہ تھا کہ آپ ان سوالات کو حل کرتے جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ نے میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود ان سوالات کا موقعہ نہیں دیا اس واسطے آپ آپ پھر تشریف لائیے۔ مولوی صاحب نے فرمایا اب آپ لکھ کر سوال بھیج دیں چنانچہ میں ان کو چند سوالات لکھ کر بھیج رہا ہوں۔

اقتباسات

نزاکت پرستی

ناگپور یونیورسٹی کے ماتحت ایک زنانہ کالج "سنٹرل کالج فار ویمن" کے نام سے ہے۔ اس کی طالبات کی صحت کے سلسلہ میں لیڈی ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں:-

"اوسط سے کم وزن رکھنے والی طالبات کی یہ تعداد غالباً نتیجہ ہے اپنے کو نازک بنانے کے موجودہ خبط کا!" رسالانہ رپورٹ یونیورسٹی مذکور بابت سال مختتمہ جون ۱۹۴۲ء) بحوالہ لیڈر ۹ ستمبر ۴۳ء)

گویا ایک طرف دعوے ہیں مردوں سے مساوات کے، حوصلہ اور ولولہ ہیں جسمانی اور مردانہ کمالات اور کرتبوں میں مردوں سے مسابقت کے اور دوسری طرف شوق حسن و نزاکت کا بھی جنون کا تو غالب ہے بلکہ شوق روز افزوں! Slimming کے معنی ہیں غذا کی [illegible] اور دوسرے طریقوں سے جسم کو لاغر و نازک بنانا اور انگریزی رسائل و اخبارات پڑھنے والے جانتے ہیں کہ Slimming کا شوق کس زور و شور کے ساتھ زن مغرب و مغرب زدہ میں ترقی پر ہے

مدہوشوں کا ہوش

"ٹوکیو ۲۰ جولائی۔ جاپان کی آبادی میں جو بتدریج کمی ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف محکمہ آبادی کے سرکاری انسٹیٹیوٹ نے ایک مہم جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا مقصد لوگوں پر یہ واضح کرنا ہوگا۔ کہ نوجوان لڑکیوں، اٹھارہ بیس سال کی لڑکیوں سے شادی کرنے میں کیا کیا راحتیں اور لذتیں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حکومت برتھ کنٹرول (تحریک منع حمل) کے انسداد کی تدابیر اختیار کرے گی۔ پرائیویٹ کارخانوں سے یہ کہا جائے گا کہ جب کبھی ان کے ہاں کسی ملازم کے اولاد پیدا ہو۔ تو اس کے لئے خاص وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اس کے علاوہ بھی گورنمنٹ زچاؤں اور بچوں کی حفاظت کیلئے تدابیر عمل میں لائیگی"

اللہ اللہ اب یہ زمانہ آگیا کہ نوجوان مردوں کو نوجوان لڑکیوں سے شادی بیاہ کرنے کیلئے ضرورت اشتہار اور پروپیگنڈا کی پڑ گئی۔ اور ماؤں اور باپوں کو بچہ پیدا کرنے کیلئے، بچہ پالنے کیلئے چاٹ انعام اکرام کی دینی پڑی

مقدمات بدیہی بھی ہو گئے نظری

لیکن غنیمت ہے کہ فرانس کا انجام دیکھ جاپان کو اب بھی ہوش آگیا۔ باقی یہ شرف تو ہندوستان ہی کی "روشن خیالی" اور تہذیب نوازی کیساتھ مخصوص ہے کہ یہاں "صاحب" کی میلی کچیلی اُترن کو بھی خلعت سمجھ کر سر اور آنکھوں پر جگہ دی جاتی ہے اور اب تک "برتھ کنٹرول" کا تلفظ اس فخر و لہجہ میں کیا جاتا ہے کہ گویا وہ اہل علم اور عقلاء و فنّ کا کوئی زبردست علمی کارنامہ اور تحقیقی شاہکار ہے! ـــ غرور علم کا نام آپ نے بارہا سنا ہوگا۔ غرور جہل کے یہ تماشے اپنے گرد و پیش آنکھوں سے دیکھتے چلیے۔

(صدق)

ایک بزرگ کی وفات

سیکرٹری صاحب محمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کا مکتوب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بہت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنائی جاتی ہے کہ ہمارے محترم بزرگ عالیجناب محبوب خاں صاحب انسپکٹر رجسٹریشن ڈپارٹمنٹ دھارواڑ مورخہ ۱۵ ر جولائی کو اس جہان فانی سے دارالبقاء کو روانہ ہو کر مفارقت کا داغ ہمیشہ کے لئے دے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ــــ

مرحوم کے فرزند ارجمند عبدالرحمن خاں کی جانب سے قبل اس کے ممکن ہے دفتر میں اطلاع ہوئی مگر اخبار میں یہ خبر نہ شائع ہونے کی وجہ سے دوبارہ میں یہ خبر سنا رہا ہوں۔ خاکسار سفر پر تھا اور مجھے یہ خبر واپس آنے کے بعد معلوم ہوئی اس لئے اطلاع دینے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ ہماری انجمن اور لوکل کنٹری اخباروں میں ہمدردی کی قرارداد یں اور عالیجناب محبوب خاں صاحب مرحوم کے مختصر حالات شائع ہو چکے ہیں۔

برائے کرم آپ بھی اخبار پیغام صلح میں اسکو شائع فرماکر ممنون فرمائیں۔ ہم تمام ممبران محمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی حضرت اقدس محبوب خاں صاحب ریٹائرڈ رجسٹریشن انسپکٹر دھارواڑ کی وفات پر بہت ہی رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہیں جن کی صحبت نے ہمیں صراط مستقیم پر ڈالا اور زمانہ کے امام کی معرفت عطا ہوئی مرحوم کرناٹک کے ایک روشن چراغ تھے۔ آپ ایک شاہی خاندان سے تھے۔ آپ کے دادا ریاست شاہ نور میں دیوان تھے۔ انہوں نے اپنی خدمت سے ریاست کو چار چاند لگا دیئے۔ ان کے والد کے حالات تو معلوم نہیں مگر اتنا تو صحیح ہے کہ وہ بھی ایک معزز اور متقی انسان تھے۔ مرحوم ابتدائی تعلیم سے لیکر میٹرک تک بڑی ذہانت اور پاک فطرت سلیم الطبیعت تھے پہلے آپ نے صیغہ تعلیم میں سرکاری ملازمت اختیار کی پھر آپ وہاں سے رجسٹریشن ڈپارٹمنٹ میں داخل ہو کر ایک ادنیٰ عہدے سے انسپکٹر تک ترقی کر گئے۔ بعد میں پنشن ہو گئی دوران ملازمت میں آپکا طریق کار بہت عمدہ رہا دوست دشمن کے ساتھ اور کیا ہندو کیا مسلمان ہر قوم کے ساتھ آپکا رویہ مساویانہ اور دوستانہ رہا مرحوم بچپن سے مذہبی شوق رکھنے والے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے آپ نے احمدیت کو قبول کیا ان کے حالات ان کے قلم سے شائع ہو چکے ہیں۔ تمام مذکورہ صفات حسنہ کے حامل رہنے کے باوجود احمدیت کی وجہ سے ملا خوب مخالفت کرتے تھے اور اُن کے جاہل پیرو اور رشتہ دار لعن طعن کرتے تھے احمدیت کیوجہ سے آپکو دنیوی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ بڑی پامردی سے ثابت قدم رہے کبھی آپ کے استقلال میں فرق نہیں آیا آپ بڑے سخی تھے مہمان نوازی آپکا فطری شعار تھا آپ بہت خوش مذاق تھے آپ کو احمدیت کی تبلیغ کا بڑا جوش رہتا تھا قرآن کریم کے بہت عاشق تھے ضعیفی کی عمر میں کافی حفظ کر لیا تھا اور روزمرہ یہ عادت تھی کہ تہجد میں اسے دہراتے تھے۔ گھر میں اور باہر درس قرآن دیتے اور لوگوں کو تبلیغ کرتے تھے آپکو جب انسپکٹری ملی تو ہمیشہ سفر میں رہنا پڑھتا تھا مگر ہر گاؤں میں درس قرآن اور تقریریں ہوا کرتیں اس سے آپکے دل کو بہت سرور ہوتا تھا کہتے کہ خدا نے خدمت دین کا ذریعہ پیدا کیا آپ صرف ایک ہی دفعہ لاہور کے سالانہ جلسہ پر حاضر ہوئے آپکو جلسہ پر جاتے کا ایک زمانہ سے شوق تھا مگر اس دفعہ پختہ ارادہ کر لیا کہ جائیں گے مگر پھر بھی موسمی بہار اور سردی کا موسم ہونے کیوجہ سے ڈاکٹر اور ان کے رشتہ داروں نے منع کیا کہ آپکی طبیعت اچھی نہیں ہلاکت میں نہ پڑیں۔ آپ کچھ مذبذب نہ ہوئے آخر یہ فیصلہ کیا کہ بیوی سے مشورہ لوں تو اس نیک بیوی نے یہ رائے دی کہ خدا کے لئے اور اُس کی محبت کے لئے آپ نے ارادہ کیا ہے۔ کوئی دنیوی غرض نہیں خدا ضرور سلامت واپس لائیگا آپ جلسہ پر گئے اور بہت اچھے تاثرات لائے۔ میرے ایک دوست محمد یوسف صاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے واپسی پر دہلی آگرہ وغیرہ شہر بھی دیکھے یا نہیں آپ بالکل بھڑک اٹھے اور کہنے لگے واہ صاحب کیا ہم چونہ اور پتھر کے عاشق ہیں اگر قرآن کریم کا علم اور خدا کی معرفت . . . . . ہمالیہ کے پہاڑ پر ہے تو وہاں ہم جائیں گے۔ غرض بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ خانگی اخراجات بہت تھے بچہ بے روزگار ابھی تعلیم پا رہا ہے دو لڑکیاں ہیں۔ آئندہ زندگی کے لئے مشکلات بہت ہیں خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(بقیہ صفحہ ۲)

کہ اغیار ان کے علاقوں پر پنجہ آزمائی بڑھاتے ہوں اور کوئی رات ایسی نہیں گذرتی کہ انکا ایک ایک گروہ زیر حکومت واطاعت نہ لایا جاتا ہو ان کی آبرو انکے شرف اور انکی بزرگی کو ٹھیس نہ لگائی جاتی ہو نہ کہیں ان کا حکم چلتا ہے اور نہ ان کی بات قابل شنوائی ہے غلامی کی زنجیریں ان پر کسی جا رہی ہیں اور طوق بندگی ان کی گردنوں میں پہنایا جا رہا ہے۔ ذلت ورسوائی کی دھول ان پر اڑائی جا رہی ہے۔ اور قہر وغضب کی آگ ان کے گھروں پر برسائی جا رہی ہے۔ انکا نام بغیر نفرت وحقارت کے لیا نہیں جاتا اور انکا ذکر بغیر برائی کے کیا نہیں جاتا کبھی تو انہیں وحشی کہا جاتا ہے اور کبھی ظالم و بے رحم حتیٰ کہ سب کے سب مسلمانوں کو دیوانہ اور عقل سے بیگانہ سمجھنے لگے ہیں۔ اور انہیں نسل آدم سے خارج کر کے حیوانوں کا سا سلوک کرتے ہیں یا للمفیبہ! یا للرزیہ! یہ کیا حالت ہے! یہ کیا افلاس ہے مصر، سوڈان اور ہندوستان کے وسیع جزیرہ نما پر جو بڑے اسلامی ممالک ہیں انگلستان قبضہ کر بیٹھا۔ جاوہ اور بحر محیط میں کے جزائر ولندیزیوں کے غلام ہو کر انکے ملک ہو گئے۔ ترکستان مغربی ماوراء البحر قفقاز اور داغستان کے وسیع علاقوں پر روس متصرف ہو گیا۔ ترکستان مشرقی کو چین ہضم کر گیا۔ ممالک اسلامی میں سوائے گنتی کے سب کی آزادی صلب کر لی گئی۔ انہیں ہر طرف خطرات ہی خطرات ہیں۔ راتوں کو یورپ کے ڈر سے نیندیں حرام ہیں اور دن کو اقوام مغرب کی دہشت ووحشت سے چین نہیں روس اور انگلستان کا نام انہیں لرزا دیتا ہے۔ فرانس اور جرمنی کی ایک دھمکی ان کے چھکے چھڑا دیتی ہے۔

ہاں یہ وہی ملت ہے جس نے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں سے جزیہ لیکر چھوڑا تھا دنیا کے بڑے بڑے امرا انہیں بکمال عجز وانکسار خراج ادا کرتے تھے اور آج ان . . . . کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دنیا والے ان کی بقا اور زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں وہ خود اپنے مکان میں دوسروں کے محتاج ہیں انہیں اپنی ہی کمائی ہوئی روٹی ملتی ہے تو اغیار کے توسط سے! ہر گھڑی بیچارے کسی نہ کسی حیلہ سے ستائے جاتے ہیں اور ہر دم نیرنگئی روزگار انکو سیاہ بخت اور ان کے حال کو تباہ کرتی جا رہی ہے نہ بھاگنے کی جگہ ہے! نہ لڑنے کا دم! ان کے بادشاہ دوسروں کے سامنے سر نیاز جھکا رہے ہیں کہ ان کو دو گھڑی تک جینے کی تو مہلت مل جائے ان کی قوم لوگوں کے گھروں کے سائے تلے پناہ لیتی ہے کہ کہیں تو بیچاروں کو آرام ملے آہ! آہ! یہ کیا مصیبت عظیم ہے یہ کیا بلا نازل ہوئی ہے! یہ کیا حال ہو گیا ہے! وہ عزت ورفعت کیا ہوئی! اس عظمت وجبروت کا کیا ہوا وہ حشمت وشوکت کہاں گئی؟ اس بے اندازہ تنزل کا سبب کیا ہے؟ معاذ اللہ! کیا خدا کی رحمت سے مایوس ہو گئے ہو؟ مگر کیا کیا جائے صبر کہاں سے پیدا کیا جائے علت کا پتہ کہاں سے چلایا جائے اور اسے کہاں سے ڈھونڈیں"

انیسویں صدی اور زوال پر تفکر

یہ زوال کا اندوہگیں اور جگر خراش نقشہ انیسویں صدی میں پیش کیا گیا انیسویں صدی میں مسلمانوں کو احساس زوال ہو چکا تھا اور اس کے اسباب پر تفکر شروع ہو گیا تھا

لیکن جواب سوائے استفہامیہ کے کچھ نہیں تھا یعنی یہ کیا ہے اور کیوں ہے؟ چنانچہ مندرجہ بالا اقتباس کی آخری سطور اسے خوب واضح کر رہی ہیں جب کبھی کوئی بہت بڑا کلچر اور تمدن زوال پذیر ہوتا ہے تو لوگوں کی نگاہ عموماً ظاہری اسباب اور علل پر پڑتی ہے کوئی حکومت اور تمکنت کے ناپید ہونے کو زوال کا باعث سمجھتا ہے اور کوئی علوم و فنون کے نہ ہونے کو ہی زوال سمجھ لیتا ہے اور کوئی یہی خواہ عسکری قوت کے فقدان کو ہی زوال سمجھ کر دشنہ اور خنجر کو تیز کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن کوئی اللہ کا بندہ اس پر غور نہیں کرتا کہ وہ جذبہ کیا تھا جس سے یہ دولت، حکومت اور علوم و فنون مسخر ہوئے ہم پھر کہیں گے کہ اصل چیز جذبہ ، اصول اور ایمان ہے اور دولت، ثقافت اور علوم و فنون اس کے ثمر ہیں، اس شخص کی نگاہ میں یقیناً عمق نہیں جو بغیر درخت کے پھل کی خواہش کرے۔

بعینہ یہی نقشہ ملت اسلامیہ کا ہے۔ جذبہ اور ایمان کو گھن چاٹ گیا اور یہ سمجھتے ہیں اس درخت پر پھل کیوں نہیں۔ جب درخت کی جڑوں میں دیمک بھری ہوئی ہو تو درختوں پر پھل نہیں ہوا کرتے۔

افراط اور تفریط

حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن کے متعلق قادیانی نظریہ اور اس پر ایک نظر

(از جناب خان زمان صاحب بی۔کام از دھلے)

حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن سمجھنے میں نہ صرف مخالفین کو ہی غلطی لگی۔ بلکہ خود حضور کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جماعت احمدیہ کے اکثر افراد ایک غلط راستہ پر گامزن ہو گئے اور بعینہٖ وہی اوہام حضرت صاحب کے دعوے کے متعلق پیدا کئے گئے جو مخالفین سلسلہ کے دلوں میں قلت تدبر کیوجہ سے پیدا ہوئے تھے۔ ان دونوں غلطی خوردہ گروہوں میں فرق صرف اس قدر ہوا کہ مخالفین نے یہود یا نہ تفریط سے کام لیا اور موافقین نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے غالی متبعین کی طرح افراط سے کام لیا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت صاحب کی طرف دعوئے نبوت منسوب کر دیا گیا۔ چنانچہ اگر مکفر علما کی تحریریں اور قادیانی جماعت کے سرگروہ اور دیگر قادیانی اکابر کی تحریروں کو بالمقابل رکھا جائے تو اُن میں کوئی فرق نظر نہیں آتا گو دونوں کی نیتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن یہاں نیت سے بحث نہیں بلکہ واقعات سے بحث ہے۔ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں۔ مگر محدث کا نام لیکر باتیں وہ کہتے ہیں جو نبی میں پائی جاتی ہیں۔ بغض اور محبت ایک ہی مقام پر جاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔ جب مخالفین نے یہ کہا کہ یہ شخص محدث کا لفظ کہہ کر باتیں ایسی کرتا ہے جو انبیا میں پائی جاتی ہیں تو اُسکا جواب خود حضرت مسیح موعودؑ نے یوں دیا:۔

”اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثیت کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا۔ بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ انکا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اسکا کوئی اصل ہے اور اسکو انہوں نے صرف اس لئے تراشا ہے کہ لوگوں کو تکفیر اور گالی اور لعن طعن پر اکسائیں (میاں محمود احمد صاحب نے سب سے پہلے ۱۹۱۱ء میں تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا پھر اس تکفیر کے عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت صاحب کی طرف دعوئے نبوت منسوب کیا۔ اسطرح جو مقصد مخالفین کا تھا کہ کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیا جائے وہی مقصد میاں محمود احمد صاحب کا ہے کہ کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرانے کے عقیدہ میں اس سے مدد لے۔ ناقل) اور انہیں فساد و عناد کے لئے اٹھائیں اور مومنوں میں تفریق کریں۔ اور سنجدا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اسپر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوۃ نہ بالفعل۔ پس محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا .... اور کمالات نبوت سب کے سب محدثیت میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور اُنکا ظہور اور خروج فعل تک صرف اس لئے رک جاتا ہے کہ باب نبوت مسدود ہے۔“

لیکن باوجود اس تحریر کے موجود ہوتے ہوئے۔ قادیانی احباب نے نہ صرف مخالفین کی ہی تتبع کی بلکہ ان سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔ قربان جائیں اس ”خدا کے مقرر کردہ خلیفہ“ کے فرماتے ہیں۔ ”لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے اپنے آپکو محدث کہتے رہے۔ اور نہیں جانتے تھے۔ کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں“۔ حقیقت النبوۃ۔

گویا میاں صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود نہ یہ جانتے تھے کہ محدث کسے کہتے ہیں اور نہ یہ جانتے تھے کہ نبی کسے کہتے ہیں اور اسطرح حضور کو ایک غلطی خوردہ انسان کی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور دوسری طرف حضور کو مدعی نبوت ثابت کر رہے ہیں حضرت صاحب تو یہ فرمائیں کہ میری طرف دعوئے نبوت منسوب کرنیوالوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور اُنکا یہ کہنا کہ میرا نبوت کا دعوےٰ ہے سراسر افترا ہے جسکا کہ کوئی اصل نہیں۔ لیکن میاں صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ نہیں صاحب یہ بات نہیں آپکو خود تعریف نبوت اور تعریف محدثیت سمجھنے میں غلطی لگی ہے ورنہ آپکا دعوئے نبوت کا ہی ہے۔ مدعی سست گواہ چست

اب ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اُس شخص کے قول کو سچا سمجھا جائے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا جس کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ حکم عدل ہے یا اُس شخص کے قول کو ترجیح دی جائے جس نے اپنے قول سے اسلام کی ساری تعلیم پر پانی پھیر دیا۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کو صاف الفاظ میں نہ ایکدفعہ بلکہ دو تین دفعہ نادان قرار دیا اور خود خدا کو بھی اس زد میں لے لیا۔ بہر حال ان نئی نئی اختراعات کا جو نتیجہ ہونا تھا وہ ہوا۔ اگر یہ خیال میاں صاحب کی ذات تک محدود رہتا۔ تو تو کوئی اتنا خطرہ فتنہ اور فتور لازم نہ آتا لیکن اس غلط خیال کو جماعت کے بھولے بھالے افراد کے دلوں میں ٹھونسا گیا اور وہ مرید بیچارے ایسے فرمانبردار ثابت ہوئے کہ انہوں نے اس تعلی کو شریعت سمجھ لیا اُنہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی متعدد تحریریں اس عقیدہ کا صریح طور پر بطلان کر رہی ہیں ان کو تو یہ دیکھنا ہے کہ میاں صاحب کیا فرماتے ہیں۔ لکھو سمجھاؤ کہ دیکھو بھائی حضرت مسیح موعودؑ لفظ نبی کی یہ تعریف کرتے ہیں اور میاں صاحب اُس کو ناوالوں کا خیال کہتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں فوراً ناسخ ومنسوخ کے چکر میں پھنس جاتے ہیں اور دوسرے کو پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۵ سال یہ سمجھ نہ آئی کہ نبی کسے کہتے ہیں اور محدث کسے کہتے ہیں حیرانی ہوتی ہے کہ ایک طرف تو آپکو نبی بنایا جاتا ہے اور دوسری طرف آپ کی اسقدر تذلیل کہ آپ محدث اور نبی میں فرق نہ جانتے تھے۔ بہت بڑی جرأت ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی جرأت وہی شخص کر سکتا ہے جس نے دین کو ایک کھیل سمجھا ہُوا ہو۔ اور جس کے دل و دماغ پر دنیا پرستی کی لعنت مستولی ہے۔ کاش یہ لوگ سوچتے کہ ایک طرف ایک مامور من اللہ کے حقائق و معارف کا سمندر ہے اور دوسری طرف ایک غیر مامور کی بے جا تعلیوں کا۔ . . . مظاہرہ ہے۔ اس لئے موخر الذکر کو اول الذکر پر ترجیح نہ دینی چاہیئے لیکن یہ تب ہوتا جب ان کے دلوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ بھی عزت ہوتی وہی حکم عدل ہوتے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی شریعت اب شریعت محمدی نہیں رہی بلکہ جو کچھ ”خلافت مآب“ کے دربار سے پروانہ جاری ہو گیا۔ وہی شریعت ہے۔ اُس کے خلاف چون و چرا کرنا اپنے آپکو واصل جہنم کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف غلط طور پر دعویٰ نبوت منسوب کر کے قادیانی یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ گویا اس طرح سے وہ حضور کی عزت کو بڑھا رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ ادنےٰ تدبر سے بھی کام لیں۔ تو اُنکو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے عیسائیوں نے غلو کیا۔ شیعوں نے افراط سے کام لیا لیکن یہ وہابی قوم پیدا ہوئی کہ دونوں سے بازی لے گئی۔ حیرانی ہوتی ہے کہ حضرت صاحب کی واضح تحریروں کی موجودگی میں یہ لوگ اپنے دلوں کو کس طرح تسلی دیتے ہیں نہ صرف حضرت صاحب کا قول ہی سامنے بلکہ حضور کا عمل بھی پکار کر ان غالیوں کے پرفتن اور طفلانہ عقائد . . . کا بطلان کر رہا ہے۔ سیدھی بات تھی کہ امت محمدیہ میں زمانہ بُعد نبوی صلعم کی وجہ سے فسق و فجور پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر مذاہب والے اسلام پر حملے پر حملہ کر رہے تھے۔ پس اندرونی اصلاح اور بیرونی حملوں کی دفاع حضرت صاحب کی بعثت کا مقصد تھا اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ بلکہ ہر صدی میں ایسے مصلح قوم اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے اور آئندہ بھی تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ ان اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہمکلامی بخشا۔ تا اسلام ایک زندہ مذہب ثابت ہو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ثابت ہوں اور آپ کی روحانی فیض رسانی کا تاقیامت جاری رہنا ثابت ہو اور قرآن کریم ہی دنیا کا آخری کامل و مکمل قانون ثابت ہو۔ لیکن آہ امت محمدیہ کے اندر . . . . فساد عظیم برپا ہو گیا۔ اُسی شخص کے متعلق۔ ہاں اُسی رجل عظیم کے متعلق جس نے براہین قاطع اور دلائل نیرہ بینہ سے یہ ثابت کیا کہ حضرت نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ (باقی آئندہ)

جلد ۲۸ — لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ یکم رمضان ۱۳۵۹ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۴۰ء — نمبر ۶۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی استقامت اور جرأت ایمانی

جب آنحضرت صلعم نے رحلت فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچکر نکلے کہ اگر کوئی کہیگا کہ آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا ہے تو میں اسے قتل کر دونگا۔ ایسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بڑی جرأت اور دلیری سے کلام کیا اور کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہی ہیں اور آپ سے پہلے جس قدر نبی ہو گزرے ہیں سب نے وفات پائی۔ اس پر وہ جوش فرو ہوا۔ اس کے بعد بادیہ نشین اعراب مرتد ہو گئے۔ ایسے نازک وقت کی حالت کو حضرت عائشہ صدیقہ نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کا انتقال ہو چکا ہے اور بعض جھوٹے مدعیٔ نبوت کے پیدا ہو گئے ہیں اور بعضوں نے نمازیں چھوڑ دیں اور رنگ بدل گیا ہے۔ ایسی حالت میں اور اس مصیبت میں میرا باپ آنحضرت صلعم کا خلیفہ اور جانشین ہوا۔ میرے باپ پر ایسے ایسے غم آئے کہ اگر پہاڑوں پر آتے تو وہ بھی نابود ہو جاتے۔ اب غور کرو کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے پر بھی ہمت اور حوصلہ کو نہ چھوڑنا یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں یہ استقامت صدق ہی کو چاہتی تھی اور صدیق نے ہی دکھائی۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی دوسرا اس خطرہ کو سنبھال سکتا۔ تمام صحابہؓ اس وقت موجود تھے۔ کسی نے نہ کہا کہ میرا حق ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ آگ لگ چکی ہے اس آگ میں کون پڑے۔ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں ہاتھ بڑھا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی۔ یہ ان کا ہی صدق تھا کہ اس فتنہ کو فرو کیا اور ان موذیوں کو ہلاک کیا۔ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھا اور اس کے مسائل اباحت کے مسائل تھے۔ لوگ اس کی اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے مذہب میں شامل ہوتے جاتے تھے لیکن خدا تعالےٰ نے اپنی معیت کا ..... ثبوت دیا۔ اور ساری مشکلات کو آسان کر دیا۔

(۱۱ر نومبر ۱۸۹۹ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۳۰ر ستمبر کو ڈلہوزی سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ اور بدستور حمد تالیف میں مصروف ہیں لاہور آنے کے بعد چند روز حضرت ممدوح کو بخار و زکام کی شکایت رہی، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے افاقہ ہے۔ ۴ر اکتوبر کو نماز جمعہ آپنے ہی پڑھائی اور نہایت پُر معارف خطبہ ارشاد فرمایا جو انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں درج ہو گا۔

—— لاہور میں چاند ۳ر اکتوبر کو دیکھا گیا۔ ۴ر کو پہلا روزہ ہوا۔ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں حسب معمول سابق نماز تراویح اور درس قرآن مجید کا باقاعدہ انتظام ہے صبح کے وقت حضرت مولانا صدر الدین صاحب درس قرآن دیتے ہیں۔ نماز تراویح حافظ منظور احمد صاحب پڑھاتے ہیں۔

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ۲۷ر ستمبر کو وزیرآباد کے ایک عظیم الشان جلسہ میں سیرت نبوی اور تحریک احمدیت کے متعلق تقریر فرمائی۔ اس اجتماع میں غیر از جماعت حضرات کثیر تعداد میں شریک تھے وہ بیحد متاثر ہوئے اور تحریک احمدیت کے متعلق انکی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئیں مفصل روئداد انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں۔

—— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی ڈلہوزی سے تشریف لے آئے ہیں انکی کتاب "مجدد اعظم" جلد دوم کا کام بدستور جاری ہے۔ امید ہے کہ یہ جلد جلسہ سالانہ سے قبل تیار ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

—— خاکسار مدیر ۱۴ر ستمبر کو لاہور سے باہر گیا اور ۲ر اکتوبر کو واپس آیا۔ ۲۲ر اور ۳۰ر ستمبر کی اشاعتیں اس کی غیر حاضری میں مرتب و شائع ہوئیں۔

—— مسٹر اے۔ رحمان۔ ایم۔ اے پروفیسر چیفس کالج لاہور کے والد محترم جناب حاجی نبی بخش صاحب نے آنکھوں کا اپریشن کرایا ہے۔ تمام دوست ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

—— انتہائی افسوس کیساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب خان غلام محمد خان صاحب ریٹائرڈ ای اے سی چیئرمین قرضہ بورڈ بھکر ۳۰ر ستمبر کو بعارضہ کاربنکل وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس صدمہ میں ہمیں مرحوم کے پس ماندگان سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

—— پیغام صلح کے جن خریدار صاحبان کا چندہ ختم ہو چکا ہے انہیں باقاعدہ اطلاع دینے اور انتظار کرنے کے بعد وی۔ پی بھیجے جا رہے ہیں۔ ازراہ کرم وہ انہیں وصول فرما کر اپنے اخلاقی و قومی فرض سے سبکدوش ہوں، اور کارکنان اخبار کو شکریہ کا موقع دیں۔

رمضان المبارک میں مالی مجاہدہ بھی کریں اپنی تمام بقایا چندے اور دیگر واجب الادا رقوم عید سے قبل ادا فرماویں

مسلمانوں کے زوال کا سبب

عمل رجعی اور مختلف احیائی تحریکات

(از - ایس - محمد آصف - قادیانی - بی - اے)

(۳)

عمل رجعی

انیسویں صدی میں عالم اسلام میں عمل رجعی شروع ہو جاتا ہے اور اسلامی زوال کے اسباب کا تجزیہ اور تحلیل ہونے لگتی ہے مسلمانوں میں زندگی اور حرارت پیدا کرنے کیلئے مختلف تحریکات معرض وجود میں آتی ہیں جن میں سے عسکری تحریک، سیاسی تحریک، علمی تحریک اور خالص مذہبی اور اسلامی تحریک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عسکری تحریک سے مراد مسلمانوں کی بے ربط فوجی کوششیں ہیں جو کھوئے ہوئے عروج کو حاصل کرنے کیلئے کی گئیں۔ ان میں بعد زمانی بھی ہے۔ لیکن ان سب کا سلسلہ زوال پر ہی جا کر ختم ہو جاتا ہے ۱۸۵۷ء کے مشہور غدر کے نتائج کس قدر خوشگوار نکلے۔ اسے شاید دیر تک ہندی مسلمان فراموش نہ کر سکے۔ اس سے ہزاروں شریف اور بزرگ خاندان خانماں برباد ہو گئے۔ مسلمانوں کی رہی سہی عزت خاک میں مل گئی۔ اور انہیں ایسی زہرہ گداز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ جسے بیان کرتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔ ان مشکلات کے علاوہ سب سے بڑا نقصان جو مسلمانوں کو پہنچا۔ وہ یہ تھا کہ حکومت کے دل میں مسلمانوں کے متعلق بدگمانی پیدا ہو گئی۔ جب رعایا اور راعی کے درمیان غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہو جائیں تو رعایا کے لئے زیست دشوار ہو جاتی ہے۔ غدر کے نتائج کا خمیازہ بھی مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔ انہی غلط فہمیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب سر سید نے ۱۸۵۹ء میں رسالہ "اسباب بغاوت ہند" لکھا اور ان بدگمانیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ بدگمانی آہستہ آہستہ دور ہوتی ہے اس بدگمانی کی وجہ سے عرصہ تک مسلمانوں کی ترقی معرض التوا میں رہی نتیجہ یہ کہ اس فوجی کشمکش کا بجائے فائدہ کے نقصان ہوا۔

اسلامی دنیا میں جذبات نفرت

اس کے ۱۰ سال بعد تمام اسلامی دنیا میں جذبات نفرت بھڑک اٹھے بن ۱۸۷۰ء سے لیکر ۱۸۸۰ء تک مسلمانوں میں مغرب کے خلاف فوجی تحرک رہا۔ الجیریا میں بھی شورش پیدا ہوئی۔ مصری سوڈان میں درویشوں نے جہاد کا نعرہ بلند کیا۔ وسطی ایشیا اور جزائر شرق الہند میں بھی خون کے فوارے چھوٹے۔ لیکن یہ فوجی تحریکیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اور اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوا۔ کیونکہ ان کے عقب میں کوئی تخلیقی قوت کارفرما نہیں تھی۔ یہ تحریکیں صرف شعلہ خس اور ایک ایسے شخص کے غصہ کی طرح تھیں جس کے اعصاب مختل ہوں۔ جو بجائے قوت کے کمزوری کی علامت ہوا کرتے ہیں۔

محمد احمد المہدی سوڈانی کا واقعہ

ان میں سے قابل ذکر محمد احمد المہدی سوڈانی کا واقعہ ہے قریباً ۱۸۸۱ء میں محمد احمد نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی تبلیغی کوشش کے ساتھ ہی تحریک جہاد شروع کی۔ لوگ ایک خونی مہدی کے انتظار میں تو تھے ہی۔ انہوں نے لبیک کہا اور تحریک جہاد میں شریک ہو گئے۔ ۷ رجون ۱۸۸۲ء میں اسے ایک غیر معمولی فتح ہوئی۔ بالآخر اس نے متعدد جارحانہ اقدامات کے بعد گارڈن پاشا پر فتح پائی اور سوڈان پر اس کا مکمل قبضہ ہو گیا اور اس نے سوڈان میں دولت درویشیہ کی بنیاد رکھی۔ لیکن اس فتح اور تسلط کو شہاب ثاقب کی چمک سے زیادہ وقعت نہیں دینا چاہئے۔ جو صرف چند لمحات کیلئے آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر کے نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ دولت درویشیہ کی ناپائداری ہی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ حالات اس قدر ... ناسازگار تھے۔ کہ محض فوجی مقابلہ سے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بلکہ اس کے لئے ایک غیر معمولی اخلاقی قوت درکار ہے اور مسلمانوں میں زندگی پیدا کرنے کے لئے کسی خونی مہدی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ کسی ایسے مہدی کی ضرورت ہے۔ جو رشد و ہدایت سے اخلاق اور روحانیت کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرے اور اپنے انفاس طیبہ سے قوم کے اندر ایسی اعلیٰ درجہ کی روحانی زندگی پیدا کر دے کہ جس کے مقابلہ کی طاغوتی قوتیں تاب نہ لا سکیں۔

تحریک پین اسلام ازم

اس کے بعد دوسری تحریک پین اسلام ازم کی ہے۔ اسے سیاسی تحریک کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ براہ راست اسلامی سیاسیات سے متعلق ہے۔ اس تحریک کی باقاعدہ تشکیل سے پہلے بھی اسلامی دنیا کے طول و عرض میں اتحاد بین المسلمین کے تصورات پائے جاتے تھے۔ لیکن ان تصورات کی بنیاد مغرب سے نفرت، خوف یا مرعوبیت پر نہ تھی۔ لیکن انیسویں صدی کے نصف میں حالات کا نقشہ جب بالکل بدل گیا تو ان تصورات نے ایک جدید صورت اختیار کر لی۔ اس تحریک کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک تحریک سنوسیہ اور دوسری تحریک جمال الدین افغانی۔ تحریک سنوسیہ کی بنیاد مذہب پر ہے اور اس کے اغراض و مقاصد تبلیغی اور اخلاقی ہیں۔ اس تحریک کے قائدین نے مہدی سوڈانی کا ساتھ نہیں دیا۔ اور نہ ہی کسی مغربی طاقت سے براہ راست مقابلہ کیا ہے۔ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں میں اخوت اور وحدت پیدا کرنا ہے۔ لیکن سردست ہم جس تحریک کے متعلق لکھنا چاہتے ہیں وہ تحریک جمال الدین افغانی ہے۔ عالم اسلام میں یہی وہ ... بزرگ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے عالم اسلامی کے سیاسی خطرات کو محسوس کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے سواد اعظم میں ان خطرات کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان کی تعلیمات کا ملخص درج ذیل ہے۔

عالم اسلامی کے سیاسی خطرات

(الف) عیسائی دنیا اپنے نسلی اور قومی اختلافات کے باوجود اسلام کے خلاف ہے اور اسلامی حکومتوں کی تباہی پر تلی ہوئی ہے۔

(ب) حروب صلیبیہ اب تک جاری ہیں اور پیٹر ہرمٹ کی متعصب روح اب تک زندہ ہے۔ عیسائی دنیا دل سے اسلام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

(ج) عیسائی طاقتیں اسلامی حکومتوں پر غیر مہذب ہونے کا عذر رکھ کر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور یہی طاقتیں جب ان کا بس چلتا ہے تو متعدد حیلوں سے اسلامی ممالک میں اصلاحی تحریکات کا گلا دبا دیتی ہیں۔

(د) مسلمانوں کے ملی احساسات خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں مغربی لوگ انہیں تعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن اس عصبیت کو یہ اپنے ہاں عصبیت کا نام دیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

(ہ) ان مندرجہ بالا دفعات سے واضح ہو جاتا ہے کہ تمام اسلامی حکومتوں کو آپس میں متحد ہو جانا چاہئے۔ یہ اتحاد مدافعانہ ہو گا تاکہ وہ مغربی یورش کی تباہی سے بچ سکیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

سلطان عبد الحمید کے عظائم

سید جمال الدین کی تحریک سے سلطان عبد الحمید نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اپنے شاہی عظائم کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اسے بطور حربہ کے استعمال کیا۔ ترکی میں تمام اصلاحی تحریکات کا گلا گھونٹ کر اسے رائج کرنے کی کوشش کی گئی۔ قسطنطنیہ پین اسلامک پروپیگنڈہ کا مرکز قرار پایا۔ یہ پروپیگنڈہ تقریباً ۳۰ سال تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۸ء میں سلطان عبد الحمید کی معزولی عمل میں آئی اور یہ تحریک کچھ عرصہ کیلئے مدھم پڑ گئی۔ ۱۹۱۲ء میں ٹریپولی اور جنگ بلقان نے ان دبے ہوئے شعلوں کو پھر ہوا دی۔ لیکن اس کے بعد جلد ہی جنگ عظیم آ پہنچی۔ اور اس کی ہنگامہ خیزیوں نے اسے پھر ایک دفعہ پس منظر میں پھینک دیا۔ جنگ عظیم کے بعد اسلامی ممالک کے خیالات میں ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا۔ ہر اسلامی ملک میں بجائے پین اسلام ازم کے نیشنلزم کے تصورات قائم ہوئے۔ سب سے پہلے قومیت کی تحریک ترکی میں پیدا ہوئی۔ وہ قومیت جو اشتراک نسل، اشتراک مرز و بوم اور اشتراک زبان سے جنم لیتی ہے۔ اب اسلام کی حیثیت ثانوی رہ گئی۔ رنگ و نسل کے امتیازات کو توحید و رسالت پر ترجیح دی جانے لگی۔ بحیثیت اجتماعیہ اسلامیہ پر قومیت اور وطنیت کو فوقیت دی گئی۔ بجائے تقویٰ اور انسانیت کے عصبیت کا اصول قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ لیس لاحد علی احد الا بالدین والتقوی الناس کلھم بنوا دم وادم من تراب۔ پرہیزگاری اور دینداری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت نہیں۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ لیکن بیسویں صدی کے ابتدائی ربعہ میں نقشہ بالکل بدل گیا۔ اسلامی ممالک نے بجائے رسول عربی کے اوطان سے رشتہ جوڑ لیا۔ ایک ملت جب اپنی روایات کو فراموش کر دے اور اغیار کے اداروں سے مرعوب ہو کر ان کی تقلید شروع کر دے تو یہ مرعوبیت اور تقلید ہی سب سے بڑا زوال ہے۔ مسلمان تو پہلے ہی زوال پذیر ہو چکے تھے۔ لیکن مغربیت کے تقابل سے ان کا زوال اور نمایاں ہو گیا۔ اور فرزندان توحید نے مغربی مو قلم سے اپنی خامیوں میں رنگ بھرنا شروع کر دیا۔

تحریک پین اسلام ازم کی ناکامی

غرض ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پین اسلام ازم کی تحریک کامیاب نہیں ہوئی اور علامہ سید جمال الدین افغانی کو اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ جیسا کہ مولوی ظفر علی خاں مدیر زمیندار لکھتے ہیں:-

"سید جمال الدین کی زندگی کا نصب العین اور وہ مرکزی نقطہ جس کے گرد ان کی امیدوں اور عمر طبعی کی کوششوں کی پرکار گھومتی رہی۔ اتحاد اسلام اور ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کا قیام تھا جو ایک خلیفۃ المسلمین کے ماتحت ہو۔ اس کوشش میں انہوں نے اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں۔ دنیا کو چھوڑ دیا شادی نہ کی اور کسب معاش کیلئے کوئی پیشہ اختیار نہ کیا۔ پھر بھی وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے۔"

(زمیندار ۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء)

(باقی ہے)

پیغام صلح
جلد ۲۸ یوم جمعہ یکم رمضان المبارک ۱۳۵۹ ہجری نمبر ۶۲

توسیع جماعت کے متعلق ایک ضروری بات

پرانے بچھڑے ہوئے دوستوں کو دوبارہ جماعت میں شامل کیجئے

کچھ عرصہ کا ذکر ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ احمدیت کا بیج جس دل میں ایک مرتبہ بویا جائے وہاں اس کا اثر کم و بیش ہمیشہ کے لئے قائم رہتا ہے۔ احمدیت قلوب میں ایسی ایمانی حرارت پیدا کر دیتی ہے جو ٹھنڈی ہونے کے بعد بھی اپنی خاکستر میں چند چنگاڑیاں ضرور محفوظ و پوشیدہ رکھتی ہے جنہیں ہوائے تبلیغ و تلقین کے ذریعہ دوبارہ روشن کیا جا سکتا ہے۔ بہت سے آدمی ایسے ہیں جو سلسلہ میں شامل ہونے کے بعد مختلف اثرات کے ماتحت علیحدہ ہو گئے۔ بظاہر ان کا جماعت سے کوئی تعلق نہ رہا لیکن اُن کے دلوں کو اب بھی ٹٹولا جائے تو اُن کے اندر اس حرارت ایمانی کو محسوس کیا جا سکتا ہے جو کہ احمدیت نے پیدا کی تھی خواہ وہ کس قدر ہی خفیف اور معمولی کیوں نہ ہو — ایسے افراد کو دوبارہ جماعت میں شامل کرنا ہماری توسیع جماعت کی مہم کا نمایاں حصہ ہونا چاہیئے۔

خاکسار راقم الحروف کو حال ہی میں حضرت ممدوح کے اس ارشاد کی صداقت کا واضح تجربہ ہوا۔ گذشتہ ہفتہ میں چند روز کی رخصت پر لاہور سے باہر گیا۔ اس دوران میں میری ملاقات ایک ایسے بزرگ سے ہوئی جو اپنے ایام طالبعلمی میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شریک ہوئے لیکن بعد ازاں بعض وجوہ و اثرات کے ماتحت علیحدہ ہو گئے۔ چند مواقع پر انہوں نے احمدیت کی مخالفت بھی کی — لیکن رفتہ رفتہ اُن کا جوش مخالفت ایسے سکون و اعتدال میں تبدیل ہو گیا جس میں کہ انسان واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کر سکتا ہے۔ غیر از جماعت طلبا اور اپنی برادری کی طرف سے انہیں بعض ایسے تلخ تجربات پیش آئے کہ اب انہیں جماعت احمدیہ کا پاکیزہ ماحول دوبارہ یاد آنے لگا — یا تو وہ کسی احمدی کا نام سننا اور اسکی شکل دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے یا اب وہ مامور وقت کی قائم کی ہوئی برادری کو رشک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں — گو وہ اب تک شمولیت سلسلہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ اس کا باعث کم و بیش ہی مجبوریاں ہیں جن کے ماتحت وہ جماعت سے علیحدہ ہوئے تھے۔ لیکن ان کی موجودہ حالت ایسی ضرور ہے کہ . . . .

ان کو مسلسل کوشش سے جماعت میں شامل ہو جانا ممکن ہو گیا ہے

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور صوبہ اور ملک کے ہر ایک حصہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے اکثر کا ہمیں علم ہے اور ایسے بعض اصحاب سے ہمارے دوستوں کے ذاتی مراسم بھی قائم ہیں۔ جہاں ہم بالکل نئے افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور انہیں خدمت دین اور اشاعت اسلام کے جہاد میں عملی شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ پرانے بچھڑے ہوئے دوستوں کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ ہر ایک ایسے شخص پر جس کی فطرت میں ذرہ بھر بھی سعادت ہے۔ جماعت احمدیہ سے علیحدگی کے بعد بھی احمدیت کا رنگ کچھ نہ کچھ ضرور باقی رہتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ بعض غلط فہمیوں یا مجبوریوں اور مختلف اثرات کے ماتحت سلسلہ سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکتا ہے ان کی مجبوریاں اور مخالف اثرات جو بالعموم وقتی اور عارضی ہوتے ہیں، کچھ وقت گزرنے کے بعد خود بخود دور یا کمزور ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم ان لوگوں کو نظر انداز کر دیں۔ بلکہ ان کو دوبارہ سلسلہ میں شامل کرکے اپنے دست و بازو بنانا چاہیئے۔

بہت سے شریف الطبع اصحاب سلسلہ سے علیحدہ ہونے کی غلطی کے ایک مرتبہ مرتکب ہو کر محض ندامت کی وجہ سے دوبارہ شامل ہونے میں تامل کرتے ہیں۔ ان کے دل میں خواہ مخواہ فرضی خدشات پرورش پاتے رہتے ہیں۔ ان کی اس کمزوری یا وہم کو ہم محبت اور اخلاق اور اپنے اعلیٰ برتاؤ کے ذریعہ دور کر سکتے ہیں۔ ہمیں ان پر عملاً یہ ظاہر کر دینا چاہیئے کہ ہم ان کی لغزش یا غلطی کو نفرت و حقارت کی نظر سے نہیں بلکہ ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کا دوبارہ راہ راست پر آنا ہمارے لئے خوشی کا موجب ہے۔ ہم انہیں حقیقی معنوں میں اپنے بچھڑے ہوئے بھائی سمجھتے ہیں۔ ان کے واپس آنے سے ہمیں ویسی ہی مسرت حاصل ہوتی ہے جیسی کہ بچھڑے ہوئے بھائیوں کے ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

بیرونی جماعتوں کے سکرٹریوں کو چاہیئے کہ ایسے اصحاب کا جو پہلے سلسلہ میں شامل تھے اور بعد میں علیحدہ ہو گئے پتہ چلا کر انکی فہرست مرتب کریں اور اس کی ایک نقل دفتر اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب میں بھی بھجوا دیں تاکہ انہیں وقتاً فوقتاً ضروری لٹریچر ارسال کیا جاتا رہے۔

میر قاسم علی صاحب کے نوٹس کا جواب

جناب "خلیفہ" قادیان کے مصاحب خاص میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" کی مشہور تالیف "دین الحق یا ہمارا مذہب" سے اکثر ناظرین "پیغام صلح" واقف ہونگے۔ یہ کتاب انہوں نے اختلاف سے قبل غالباً ۱۹۱۱ء میں شائع کی تھی اور اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے بہت سے مفید اور فیصلہ کن حوالے درج کئے تھے مثلاً۔

"ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں" (دین الحق صفحہ ۲۸)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ (ایضاً صفحہ ۲۹)

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بقول میر صاحب مذکور ختم ہو چکا ہے۔ لہذا ہم نے کئی مرتبہ اس کے دوسرے ایڈیشن کی خواہش ظاہر کی لیکن میر صاحب ہمیشہ خاموش رہے۔ گذشتہ دنوں جناب خلیفہ قادیان نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں اپنی جماعت کو تلقین کی تھی کہ:-

"جماعت کو ہر جگہ غیر مبائعین کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے متعلق سب سے پہلے تمام جماعتوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ ہر ایک جماعت میں ایک سیکرٹری اصلاح مابین کے کام کے لئے مقرر کیا جائے جس کا یہ فرض ہو کہ وہ ان لوگوں (جماعت لاہور کے افراد) سے ملے جلے۔ انہیں تبلیغ کرے۔ پرانا لٹریچر مہیا کرے اور جماعت کو اس لٹریچر سے آگاہ کرے۔ مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض نئے لوگ جو سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں وہ اس لٹریچر کا مطالعہ نہیں کرتے"۔

(الفضل ۱۵ر اپریل ۱۹۴۰ء)

جناب "خلیفہ" صاحب کی اس تلقین کے پیش نظر ہم نے پھر میر صاحب مذکور سے درخواست کی کہ انکی تالیف "دین الحق یا ہمارا مذہب" جو سلسلہ کے پرانے لٹریچر میں شامل ہے اس کو شائع کیجئے۔ کارکنان "پیغام صلح" نے اپنی طرف سے لاگت کے مطابق پانچ سو کاپیوں کی قیمت پیش کرنیکا وعدہ بھی کیا۔ بعد ازاں جناب عبداللہ خانصاحب نمبردار ۔۔۔ ضلع لاہور نے بھی اتنی ہی کاپیوں کا ذمہ لیا یہ اپریل و مئی ۱۹۴۰ء کا ذکر ہے میر صاحب مذکور حسب عادت کئی ماہ تو خاموش رہے۔ اب ۱۴ر ستمبر کے "فاروق" میں ان کی طرف سے ایک "نوٹس" شائع ہوا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:-

"میں قبل ازیں فاروق مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۴۰ء کے صفحہ ۹ کالم دوم پر اعلان کر چکا ہوں کہ اہل پیغام ایک ہزار کاپی کی نصف قیمت پیشگی بحساب ۱۲ر فی کاپی مبلغ ۳۷۵ روپیہ جلد ارسال کر دیں تاکہ کتاب مذکور طبع کرا کر ان کو بھیجدی جائے۔ مگر اب تک نہ پیشگی رقم آئی نہ کوئی جواب آیا چنیں خفتند کہ گوئی مردند کے مصداق بن گئے"۔

۲۱ر جولائی کا "فاروق" ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ اب تلاش کرنے پر فائل میں بھی نہیں ملا۔ غالباً یہ پرچہ ہمارے ہاں موصول ہی نہیں ہوا۔ اگر میر صاحب مذکور کا یہ اعلان ہماری نظر سے گزرتا تو ہم ضرور اس کا جواب عرض کرتے۔ باقی رہا "چنیں خفتند کہ گوئی مردند" کا طعنہ۔ سو میر صاحب پہلے کئی مرتبہ ہماری اس درخواست کو خاموشی ہی میں ٹال چکے ہیں۔ اس مرتبہ بھی ۲۲ر اپریل کی درخواست کا جواب ۲۱ر جولائی کو ان کی طرف سے عطا ہوا لہذا "چنیں خفتند کہ گوئی مردند" کے مصداق وہی ہیں۔

عبداللہ خانصاحب کو اس "نوٹس" سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ جو جواب دیں گے وہ اخبار یا خط کے ذریعہ میر صاحب کے پاس پہنچ جائیگا باقی ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم نے پانچسو کاپیوں کی قیمت لاگت کے مطابق ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ بشرطیکہ دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن کے مطابق ہو قطع و برید مطلق نہ کی جائے (ملاحظہ ہو پیغام صلح ۲۲ر اپریل) ہم اس وعدہ پر قائم ہیں۔ میر صاحب مذکور کتاب طبع کرائیں اور اس کی ایک کاپی ہمیں بھیجدیں تاکہ اطمینان کر لیا جائے کہ یہ ایڈیشن پہلے کے مطابق ہے اور میر صاحب نے حسب عادت قطع و برید نہیں کی۔ اس کے بعد اصل لاگت کے مطابق قیمت بھیجکر پانچسو کاپیاں منگالی جائیں گی۔ اشاعت سے قبل میر صاحب کے حوالے قیمت کر دینی ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ افسوس ہم میر صاحب مذکور پر یہ اعتماد کرنے سے قاصر ہیں کہ وہ قیمت پیشگی وصول کرکے پہلے ایڈیشن کے عین مطابق دوسرا ایڈیشن شائع کر دیں گے۔ ہاں سرکردہ قادیانی اکابر میں سے کوئی صاحب ذمہ لیں اور میر صاحب کی ضمانت دیں تو ہم پیشگی قیمت لاگت کے مطابق ادا کرنے پر بھی غور کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں کتاب کے اخراجات طباعت کا تخمینہ بھی آنا چاہیئے۔

امید ہے میر صاحب مذکور ہماری ان معروضات پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے اور پیچ و تاب کھائے بغیر اس کا جواب دیں گے ۔۔۔

شذرات

مجاہدہ کا مہینہ

شہر رمضان کی ابتدا ہو چکی ہے اس ماہ مبارک کی برکات بے اندازہ ہیں۔ ہر ایک مسلمان اپنی استعداد، ہمت اور کوشش کے مطابق ان برکات سے حصہ لے سکتا ہے۔ ان کے حصول کا ایک نہایت کامیاب ذریعہ نماز تہجد بھی ہے۔ ۲۶ر ستمبر ۴۲ء کے "پیغام صلح" میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا جو مکتوب مندرجہ بالا عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حضرت ممدوح نے نہایت موثر طریق پر ماہ رمضان میں نماز تہجد کی پابندی کی تلقین کی ہے۔ اس مکتوب کی تمہید میں آپ نے وابستگان سلسلہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں مخاطب .... فرمایا ہے کہ:۔

"اس وقت رمضان کا مہینہ جو مسلمان قوم کے مجاہدہ کا مہینہ ہے ہمارے سامنے ہے۔ اس مہینہ میں میں جماعت کی ایک متحدہ کوشش کو چاہتا ہوں جس کے لئے میں جماعت کے بزرگوں کو۔ نوجوانوں کو، خواتین کو مخاطب کر رہا ہوں۔ دنیا میں وہ بھی لوگ ہیں۔ جو محض چھوٹے چھوٹے دنیوی مقاصد کیلئے اپنی مملکتوں کی توسیع کے لئے، اپنی قوموں کی مالی برتری کیلئے خون اور آگ سے کھیل رہے ہیں۔ کیا ہم خدا کے دین کی توسیع کے لئے نسل انسانی کو روحانی رنگ میں مالدار کرنے کے لئے اسے خدا کے آگے گرنا اور جھکنا سکھانے کیلئے چار آنسو نہیں بہا سکتے؟ میں آپ سے کوئی بڑا مطالبہ اس وقت نہیں کر رہا مطالبہ تو بہت چھوٹا ہے۔ مگر اس کے نتائج یقیناً بہت بڑے ہیں۔ رمضان کی رات کو کونسا اسلام کا فرزند نہیں اٹھتا کونسی دختر اسلام بیدار نہیں ہوتی؟ ہاں سحری کی تیاری کیلئے اور سحری کھانے کیلئے ہم سب اٹھتے ہیں تو صرف ان ایام کیلئے میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ سب کے سب بزرگان جماعت۔ نوجوانان قوم۔ ہاں وہ بھی جن کے پاؤں کے نیچے جنت ہے کم از کم دو رکعت نماز تہجد ضرور پڑھیں۔ اور زیادہ جس قدر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے"

ہمیں امید ہے کہ تمام دوستوں نے اس مکتوب کو بغور پڑھ کر اس پر عمل شروع کر دیا ہوگا۔ اگر بعض افراد جماعت اب تک اس سعادت سے محروم ہیں۔ تو انہیں فی الفور غفلت کو ترک کرنا چاہئے حضرت امیر کا یہ مکتوب ٹریکٹ کی شکل میں بھی طبع کرا دیا گیا ہے ضرورتمند احباب مطالعہ و تقسیم کیلئے دفتر جماعت سیکرٹری صاحب سے طلب کر سکتے ہیں۔

اہل برطانیہ کا "بچت فنڈ"

اس ہفتہ کی ایک تازہ اور سبق آموز خبر سنئے:۔

"لندن یکم اکتوبر۔ گذشتہ ہفتہ میں انجمن ہائے کفایت شعاری کی کوششوں سے انگلستان کے لوگوں نے ایک ہفتہ میں تیرہ کروڑ روپیہ جنگی مقاصد کیلئے بچایا۔ اس سرمایہ میں امیروں کے سینکڑوں ہزاروں روپوں سے لیکر غریبوں کے چند پیسوں تک بھی شامل ہیں۔ سال بھر میں ان انجمنوں کی مدد اور کوشش سے جو رقم جمع ہوئی ہے وہ پانچ ارب روپیہ سے بھی زیادہ ہے۔ جگہ جگہ یہ انجمنیں قائم ہو رہی ہیں۔ صرف گذشتہ ہفتہ میں دو سو تین انجمنیں قائم ہوئیں۔ اس وقت انگلستان میں اس قسم کی ایک لاکھ ستاون ہزار چھ سو بیاسی انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ کارخانہ داروں، سوداگروں، کلرکوں۔ غرض ہر قسم اور طبقہ کے لوگوں کی انجمنیں سرگرم کار ہیں۔"

یہ خبر ہمارے نزدیک اہل برطانیہ کے احساس فرض و درحب قوم و وطن کا ایک قابل تعریف مرقع ہے جنگ کی وجہ سے ان لوگوں نے اپنے اوپر بہت سی پابندیاں رضاکارانہ طور پر عائد کر لی ہیں۔ ان میں سے ایک پابندی یہ بھی کہ وہ ہر ہفتہ اپنے روزمرہ کے اخراجات میں سے جنگی مقاصد کیلئے بچاتے ہیں۔ یہ تحریک انگریزوں کے ہر طبقہ میں روز بروز زیادہ بہت مقبولیت حاصل کرتی جا رہی ہے۔ ان کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک سال کے اندر پانچ ارب روپیہ ملک و قوم اور سلطنت کی حفاظت کیلئے نہایت آسانی کے ساتھ پس انداز کر لیا گیا ہے۔

ہمارے ہاں بھی ایک "بچت فنڈ" قائم ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک روز معمول سے سادہ کھانا کھایا جائے۔ اور جو پیسے بچیں وہ بچت فنڈ کی صندوقچی میں ڈال دیئے جائیں۔ اس طرح خدمت دین کیلئے ایک معقول رقم فراہم ہونے کے علاوہ قوم کے تمام افراد بالخصوص خواتین اور بچوں میں دین کی خدمت اور اس کے لئے قربانی کا جذبہ بھی پیدا ہو جائے گا۔ لیکن افسوس ہمارے تمام گھروں میں اس مفید و سادہ تجویز پر پوری پابندی کے ساتھ عمل نہیں ہوتا۔ کاش اہل برطانیہ کی مذکورہ بالا مثال ہی ہمارے اندر اس بارہ میں باقاعدگی پیدا کر دے بے شک ہم اہل برطانیہ کی طرح کروڑوں، اربوں روپیہ اس طریق پر جمع نہیں کر سکتے۔ ہماری قوم ابھی بہت ہی چھوٹی اور غریب ہے لیکن اس طرح ہم جو کچھ بھی جمع کریں گے وہ اہل برطانیہ کے مقصد سے بہت زیادہ مقدس و اعلیٰ مقصد پر صرف ہوگا ــــ یعنی اشاعت اسلام پر۔

الور کے ایک متعصب جاگیردار کی جہالت

ریاست الور میں لنگڑ پاس کے نام سے ایک چھوٹی سی جاگیر موجود ہے۔ اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ اس جاگیر کے ٹھاکر نے اذان حکماً بند کر دی ہے۔ اس گاؤں میں ہندو بہت زیادہ تعداد میں آباد ہیں۔ ان کی مالی حالت بھی اچھی ہے مسلمانوں کے صرف پچاس گھر ہیں۔ وہ بھی غریب اور پسماندہ انہوں نے کئی مرتبہ تعمیر مسجد کی کوشش کی لیکن اس تنگ خیال اور متعصب ٹھاکر نے انہیں مسجد بنانے کی اجازت نہ دی۔ مسلمان مجبوراً چوپال میں یا چبوترہ پر نماز پڑھ لیتے تھے اور اس مجبوری پر صبر کئے ہوئے تھے۔ لیکن اب ٹھاکر نے مسلمانوں کو اذان سے بھی روک دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اذان سے ہندو استریوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص انتہائی متعصب ہونے کے علاوہ اول درجہ کا جاہل بھی ہے ورنہ اپنے حکم کے جواز میں اس قسم کی لایعنی اور مضحکہ خیز وجہ بیان نہ کرتا۔

ریاست الور ایک ہندو ریاست ہے۔ یہاں عرصہ دراز سے مسلمانوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ ان کی زبوں حالی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ کئی مرتبہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں افسوسناک مداخلت کی جا چکی ہے۔ لیکن لنگڑ پاس کے ٹھاکر کا یہ حکم بہت ہی شرمناک اور ناقابل برداشت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست اور انگریزی علاقہ کے مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اضطراب روز افزوں ہے۔ الور کے ذمہ دار حکام کو چاہئے کہ عقل و تدبر سے کام لیں اور ٹھاکر کو اپنا یہ مضحکہ خیز حکم واپس لینے پر مجبور کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ یہ معاملہ جو کہ اب معمولی توجہ سے سلجھایا جا سکتا ہے۔ نازک صورت اختیار کر کے شدید اضطراب کا باعث بن جائے۔

روزے کے مسائل

۱۔ روزہ کا اصل مقصد تقویٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے یاایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ پس روزہ میں جھوٹ بولنا گالیاں دینا غیبت کرنا، بدنظری اور حرامخوری روزہ کے مقصد کو فوت کر دیتی ہیں۔

۲۔ جب تک رمضان کا چاند نظر نہ آئے یا شہادت نہ مل جائے شک کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔

۳۔ رمضان کے فرضی روزہ کی نیت اس سے قبل شام سے ہونی چاہئے کہ کل صبح روزہ رکھنا ہے۔ سوائے اس حالت کے کہ چاند دیکھنے کی خبر نہ آئی ہو۔ نفلی روزہ کیلئے اس کی ضرورت نہیں صبح اٹھکر بھی نیت ہو سکتی ہے۔

۴۔ مسافر اور بیمار کیلئے روزہ معاف ہے۔ مسافر جب گھر پہنچے۔ تو فوت شدہ روزوں کے بدلہ رمضان کے بعد روزے رکھ لے اور بیمار جب تندرست ہو تب روزوں کی قضا ادا کرے۔

۵۔ سفر کے لئے کوئی خاص شرط نہیں۔ جب سفر کے لئے گھر سے نکلے وہ مسافر سمجھا جائیگا۔ اسی طرح بیماری کیلئے کوئی خاص ٹمپریچر یا بیماری کے معیار کی ضرورت نہیں۔ البتہ معاملہ کو خدا سے صاف رکھے۔ اور بہانہ بازی سے کام نہ لے۔ اور جب وجہ معذوری دور ہو جائے تو قضا شدہ روزے رکھ لے۔

۶۔ اگر ایسا بیمار ہے جس کی صحت کی درستی کیلئے ایک لمبا عرصہ درکار ہے یا امید صحت نہیں یا ایسا کمزور ہے جس کیلئے روزہ رکھنا مضر صحت ہے یا ایسا بوڑھا ہے جس کے روزہ رکھنے سے اس کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے یا حاملہ عورت ہے یا دودھ پلانے والی عورت ہے۔ ایسے لوگ روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک قضا شدہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں لیکن مسکین کو کھانا کھلانا انہی لوگوں پر فرض ہے جو مسکین کو کھانا دینے کی وسعت رکھتے ہیں۔ وہ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا کے مطابق ہر طرح معافی کے مستحق ہیں۔

۷۔ روزہ میں غلطی سے اگر کوئی چیز منہ میں ڈال لی جائے یا نگل لی جائے یا کلی کرنے کے وقت سہواً غلطی سے پانی حلق میں اتر جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۸۔ کسی خوشبو یا بدبو، گرد و غبار کے ناک یا منہ میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۹۔ آنکھ میں سرمہ ڈالنے، نہانے، سر میں تیل ڈالنے، آنکھ یا کان میں دوا ڈالنے، آئینہ دیکھنے، قے آ جانے، نکسیر پھوٹنے، خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۰۔ حکم ہے کہ افطار میں جلدی کرو اور سحری کھانے میں تاخیر کرو۔ صحابہ سے روایت ہے کہ ہمارے سحری کھانے اور نماز فجر کے شروع ہونے کے درمیان میں اتنا وقفہ ہوتا تھا جس میں چالیس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے غلطی سے اذان جلد دیدی تو آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے گھروں پر جاؤ اور ان کو اطلاع دو کہ ابھی سحری کھا سکتے ہیں مجھ سے غلطی ہو گئی۔

۱۱۔ رمضان کی راتوں میں قیام کرنا خاص طور پر آنحضرت صلعم کی سنت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر بدقسمت کون ہوگا جس نے رمضان کو پایا اور خدا سے گناہ نہ بخشوائے۔ آپ پچھلی رات قیام کرتے تھے۔ اور گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اور دو دو رکعت کی نیت باندھتے تھے۔ گیارھویں یعنی آخری رکعت علیحدہ پڑھتے تھے۔ یہی آخری رکعت وتر کہلاتی ہے کیونکہ یہ رکعت ساری رکعتوں کو طاق کر دیتی ہے۔ چونکہ آجکل ہمارے ملک میں عشا کی نماز کے آخر تین وتر پڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے آخر شب صرف آٹھ رکعت پڑھنی ہوتی ہیں۔ پہلی شب میں بیس رکعتیں اور تین رکعت وتر کا پڑھنا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شروع ہوا۔ لوگ مسجد میں بعد نماز عشا بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے ایک حافظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ انہیں بیس رکعت پڑھا دے اور اس میں قرآن سنا دے اس طرح قرآن سننے کا ایک موقع پیدا کر دیا لیکن سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں قیام ہے۔

معراج نبوی پر ایک سوال کا جواب

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سوال:- معراج النبیؐ جسم عنصری کے ساتھ ہوا یا جسم نورانی کے ساتھ۔ قرآن کریم اور احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے حضرت مسیح موعودؑ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب:- معراج نبویؐ برحق ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک پانچ مرتبہ ہوا بعض کے نزدیک ایک مرتبہ ہوا۔ میرے نزدیک معراج تو آنحضرت صلعم کو ہر وقت حاصل تھا۔ البتہ ایک یا ایک سے زیادہ مرتبہ آپ کو اپنی علو روحانی اور قرب الٰہی کے ان مراتب کا نظارہ ضرور دکھایا گیا۔ جسے عرف عام میں **معراج** کہتے ہیں۔ سورۃ النجم کے پہلے رکوع میں آنحضرت صلعم کے ان مراتب روحانی کا اللہ تعالیٰ نے نہایت پر حکمت طریق میں ذکر فرمایا ہے۔ بیان القرآن حصہ دوم میں سورۃ النجم کی تفسیر کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ ان آیات کی تشریح کی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اخبار ان تفاسیر کا حامل نہیں ہو سکتا۔

خدائی قرب کے مراتب انسان کی روح حاصل کرتی ہے

خدا سے قرب کے مراتب انسان کی روح کو حاصل ہوتے ہیں نہ کہ جسم کو۔ مادی جسم کا خدا کی طرف اونچا ہونا یا اٹھنا یا اس کے قریب ہونا ایک بے معنی بات ہے۔ خدا کوئی مادی یا محدود چیز نہیں نہ وہ کسی مقام میں محدود ہے کہ انسان کا مادی جسم جو مادی حدبندی کے قیود کا پابند ہے اس سے نزدیک یا دور ہو سکے کیا جو لوگ پہاڑ پر رہتے ہیں یا ہوائی جہازوں میں اڑتے ہیں۔ ان کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا سے قریب ہو گئے یا خدا کے مقرب ہیں۔ پس خدا سے قرب کی منازل جسم کے آسمان کی طرف اٹھنے سے طے نہیں ہوتیں۔ بلکہ خدا کی فرمانبرداری سے طے ہوتی ہیں۔ اور جیسے جیسے بندہ فرمانبرداری میں ترقی کرتا اور خدا کے آگے جھکتا ہے۔ ویسے ویسے وہ **واسجد واقترب** کے ماتحت خدا کی طرف روحانی پرواز کرتا اور اس سے قریب ہوتا جاتا ہے اور **لترکبن طبقا عن طبق** والانشقاق کے ماتحت ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف اوپر چڑھتا . . . اور خدا سے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔

معراج النبیؐ کی اصل حقیقت

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام مراتب روحانی طے کر کے اللہ تعالیٰ کے قرب کے اس انتہائی مقام پر پہنچ گئے۔ جسے قرآن کریم نے **دنا فتدلٰی۔ فکان قاب قوسین او ادنٰی** (النجم) کہ خدا سے اس قدر نزدیک ہوا جو نزدیک ہونے کا انتہائی مقام ہے۔ اور مخلوق کی طرف جھکا۔ یعنی مخلوق کی ہمدردی اور شفقت میں آپ کی جان اس قدر گداز ہوئی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ پس ایک طرف خدا سے واصل اور دوسری طرف مخلوق میں داخل ہو کر آپ دونوں قوسوں یعنی قوس الوہیت اور قوس عبودیت کا درمیانی وتر یعنی تمام مخلوق کا اس کے خالق سے تعلق جوڑنے کے لئے واسطہ اور شفیع بن گئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ قرب کا درجہ اگر متصور ہو سکتا ہے تو آپ نے اس انتہائی مقام کو بھی پالیا اور یہی وہ حقیقی معراج تھا جو ہر وقت آپ کو حاصل تھا اور آپ کی اسی روحانی پرواز اور قرب الٰہی کی مختلف منازل کو عین حالت بیداری میں بذریعہ ایک کشف کے آپ کو دکھایا گیا۔ جسے عرف عام میں معراج کہتے ہیں۔ وہ ایک تمثیلی نظارہ ہوتا ہے جو حالت کشف میں مقربین الٰہی کو ملتا ہے اور جس میں یہ مراتب عالیہ کو طے کرتا نظر آتا ہے۔ نہ کہ جسم مادی جو عالم روحانیات میں بطور ایک حجاب اور فضلہ کے ہوتا ہے۔ جسے وہ عالم برداشت نہیں کر سکتا

نفس انسانی کے دو حصے

نفس انسانی دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حیوانی جو تمام جذبات حیوانی پر مشتمل ہے اور دوسرا ملکوتی جو تمام اخلاق فاضلہ کا مرکز ہے اور درحقیقت وہی حصہ ہے جسے انسانیت سے تعبیر کیا جاتا ہے پس انسان جب اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے ماتحت لے آتا ہے۔ اور اس طرح اس سے ان اخلاق فاضلہ کا ظہور ہونے لگتا ہے جس سے اس کی انسانیت کی پوری شان جلوہ نما ہوتی ہے تب اس کا وہی نفس جو اس کے ارادہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کامل طور سے لگ جاتا ہے انسان کی روحانی پرواز کا موجب بن جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم کو جو معراج دیا گیا اس میں براق پیش کیا گیا جس پر سوار ہو کر پہلے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہاں تمام انبیاء کی امامت کرائی اور بعد میں آسمانوں کی طرف پرواز کی۔ یہ وہی آپ کا نفس کامل تھا جس کا نصف حصہ حیوانی اور نصف حصہ ملکوتی یا انسانی تھا اور جس پر سوار ہو جانے یا اس کو خدا کی رضا کے مطابق قابو کر لینے سے وہی نفس آپ کی تمام پرواز روحانی کا موجب بن گیا۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کرانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کل نبیوں کے سردار اور آیت میثاق النبیین کے مطابق وہی رسول موعود ہیں جس کی اتباع کا تمام دنیا کے لوگوں سے بذریعہ ان کے نبیوں کے عہد لیا گیا تھا۔ یہ تعلق اور فضیلت تو آپ کی مخلوق پر دکھائی گئی کہ آپ تمام دنیا کے نبیوں اور ان کی امتوں کے جن کے وہ انبیاء نمائندے تھے امام اور مطاع ہیں۔ اور خالق کے ساتھ تعلق یہ دکھایا گیا کہ آپ جناب الٰہی کی طرف اس قدر ترقی کر گئے کہ تمام نبیوں سے مراتب قرب الٰہی میں آپ بازی لے گئے۔ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ:-

> شب معراج عروج تو گذشت از افلاک
>
> بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

حضرت نبی کریمؐ کا سب سے بلند روحانی مقام

کیا حضرت آدمؑ اور کیا حضرت عیسیٰؑ اور کیا حضرت موسیٰؑ اور کیا حضرت ابراہیمؑ اور جملہ انبیاء علیہم السلام سب کے مقام روحانی سے آپ کا مقام قرب الٰہی کا بالاتر نکلا۔ یہاں تک کہ آپ کی ترقی کا مقام مقام جبریل سے بھی آگے نکل گیا۔ اور اس روحانی پرواز میں جبریل جو آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ آخر جب تمام ملائکہ اور انسانوں کے مراتب قرب سے آپ آگے تشریف لے چلے تو اس نے عرض کی کہ ؎

> اگر یک سر موئے برتر پرم
>
> فروغ تجلی بسوزد پرم

کہ اگر ایک بال بھی اس مقام سے میں آگے بڑھوں تو تجلی الٰہی سے میرے پر جل جائیں۔ چنانچہ جبریل بھی پیچھے رہ گیا۔ اور آپ اس سے بھی آگے ترقی کر گئے۔

تین ثابت شدہ باتیں

جس سے تین باتیں ثابت ہیں:-

(۱) ایک تو تمام مخلوق سے جن میں ملائکہ اور انسان سبھی شامل ہیں۔ آپ کا مرتبہ قرب الٰہی کا سب سے بلند ہے جس میں کوئی آپ کے ساتھ شریک نہیں۔

(۲) تمام مخلوق میں صرف آپ [illegible] ہی ہیں جن کا مکالمہ مخاطبہ جناب الٰہی سے بلا واسطہ کسی فرشتہ کے ہوا۔ یعنی آپ کی روح تنزیہہ اور تقدیس کے اس انتہائی نقطہ پر پہنچ گئی۔ کہ اس کے اور جناب الٰہی کے درمیان کسی فرشتہ کی ضرورت نہ رہی

(۳) آدم کو جو مسجود ملائکہ بنایا گیا تھا۔ وہ حقیقت اپنی پوری شان میں صرف محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ پوری ہوئی۔ گویا انسان کو جو خلیفۃ اللہ اور مسجود ملائکہ ہونے کی فضیلت تمام مخلوق پر حاصل ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں اپنی پوری شان میں جلوہ گر ہوئی۔ کہ ملائکہ کے سردار جبریل سے آپ کی روحانی ترقی کا مقام آگے بڑھ گیا۔

کمال روحانی معراج سے ظاہر ہوتا ہے

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ لوگ معراج میں اس مادی جسم کے بیت المقدس اور آسمانوں پر جانے کو کیوں بہتر سمجھتے ہیں۔ اس مادی جسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں جو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور جو وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اسے دور کرنے میں ہی آج سائنس کی ساری کامیابی اور اسی کو تہذیب موجودہ کا معراج سمجھا جاتا ہے بیلوں اور تانگوں کی جگہ ریل۔ اور ریل کی جگہ ہوائی جہاز کو کیوں بہتر سمجھا جاتا ہے اسی لئے کہ وقت کم لگتا ہے اور مادی جسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے۔ اسے کم کیا گیا۔ آخر اور ترقی ہوئی تو وائرلیس اور ریڈیو نکالا کہ گھر بیٹھے ہی دنیا جہان کی باتیں سن لیں۔ اور اس مادی جسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہنے کی ضرورت بھی نہ ہوئی۔ اب ٹیلی وژن نکلا ہے کہ گھر بیٹھے ہی دنیا جہان کے نظارے دیکھ لو۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ آیا یہ کمال ہے کہ ہم لندن جا کر چرچل کی تقریر سنیں یا یہ کمال ہے کہ گھر بیٹھے ہی اس کی تقریر سن لیں۔ بلکہ اسے تقریر کرتا ہوا دیکھ بھی لیں۔ ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ تقریر سننے کیلئے لندن جانا ایک مصیبت ہے۔ اور گھر بیٹھے سب کچھ سن اور دیکھ لینا ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ یہ تو ہوا مادیات کا حال۔ روحانیات کا بھی یہی حال ہے کہ اگر کوئی بزرگ لاہور سے دہلی ریل پر چڑھ کر جائیں اور وہاں کوئی نظارہ دیکھیں۔ تو اسے کمال نہیں سمجھا جائے گا۔ البتہ کمال یہ سمجھا جائے گا کہ لاہور میں ہی بیٹھے بیٹھے دہلی میں کوئی واقعہ ہوتے ہوئے دیکھ لیں پس آنحضرت صلعم کا کمال یہ ہے کہ اگرچہ آپ کا مادی جسم ایک لمحہ کیلئے بھی کہیں نہیں گیا۔ لیکن آپ نے عین بیداری میں کشف کی حالت میں ایک لطیف نورانی جسم کے ساتھ بیت المقدس اور تمام عالم سماوی وملکوتی کی سیر کر لی۔ چنانچہ جب آپ نے کفار کے سامنے ذکر کیا کہ آپ رات کو بیت المقدس تشریف لے گئے تھے۔ تو امتحان کے طور پر کفار نے جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا۔ آپ سے بیت المقدس کا نقشہ بیان کرنے کو کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ اور آپ نے نہایت تفصیل کے ساتھ نہایت صحیح صحیح اس کا نقشہ بیان کر دیا۔ پس یہ آپ کا کمال روحانی تھا کہ وہیں مکہ میں کھڑے ہوئے آپ بیت المقدس کو دیکھ رہے تھے۔ اور اس کا نقشہ کفار سے بیان کر رہے تھے۔ اسی طرح یہ بھی آپ کا کمال روحانی تھا کہ آپ کا جسم وہیں مکہ میں تھا۔ اور آپ بیت المقدس . . . . . . اور تمام آسمانوں اور عالم روحانیات

کی سیر بھی کرائی گئی۔ بخاری میں ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلعم نماز کسوف پڑھا رہے تھے۔ نماز کے بعد فرمایا کہ "کوئی چیز نہیں جسے میں نے نہ دیکھا تھا۔ مگر وہ مجھے اس مقام پر یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دکھا دی گئی۔ یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے" اب یہاں تو آپ کا جسم کہیں نہیں گیا۔ لیکن عالم روحانیات کے سارے نظارے آپ نے نماز پڑھتے پڑھتے دیکھ لئے۔ اور یہ آپ کا بڑا عظیم الشان روحانی کمال تھا۔ پس یہ کوئی کمال نہیں کہ کسی نظارہ کی خاطر جسم انسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی زحمت اٹھاتا پھرے۔ بلکہ کمال یہ ہے کہ جسم کو حرکت کرنے کی ضرورت بھی نہ ہو۔ اور انسان سب کچھ دیکھ لے اور سن لے۔ بقول حضرت سرمد شہید کہ:

ملا گوید کہ احمد بر فلک شد
سرمد گوید کہ فلک در احمد شد

یعنی ملا تو کہتا ہے کہ احمد صلعم آسمان پر گئے تھے۔ سرمد کہتا ہے کہ احمد صلعم کے اندر آسمان اُتر آیا تھا۔ حضرت مسیح موعود کا بھی یہی مذہب تھا کہ معراج ایک کشف تھا جو عین بیداری کی حالت میں ہوا۔ اور جسم نورانی کے ساتھ آنحضرت صلعم نے تمام آسمانوں کی سیر کی۔ نہ کہ جسم مادی کے ساتھ۔

سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر

سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا اس طرح ذکر ہے۔ کہ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا۔ کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ تاکہ ہم اسے اپنے نشانات دکھائیں۔

بعض مولویوں کا اعتراض اور اسکا جواب

مولوی لوگ جو مادی جسم کے ساتھ معراج کے قائل ہیں یہاں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت میں یہ کہیں نہیں ذکر کیا گیا کہ یہ کوئی کشف تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت کوئی نہ تھی۔ خدا نے ایک واقعہ بیان فرما دیا۔ اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ واقعہ عالم کشف کا ہو سکتا ہے یا روحانی کا اور یہ سیر جسمانی ہو سکتی ہے یا روحانی۔ حضرت یوسفؑ نے جو خواب دیکھا تھا۔ وہ قرآن میں اس طرح مذکور ہے کہ انی رأیت احد عشر کوکبًا والشمس والقمر رأیتھم لی سٰجدین۔ کہ میں نے دیکھا گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو کہ وہ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق اس آیت میں ہرگز نہیں کہا گیا کہ یہ کوئی رویا تھی۔ لیکن سب اسے رویا مانتے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اسی سورت میں اسے ھٰذا تاویل رءیای کہکر بتا دیا گیا ہے کہ یہ رؤیا تھی۔ تو معراج کے متعلق بھی اسی سورۂ بنی اسرائیل میں وما جعلنا الرءیا التی اریناک الا فتنۃ للناس (یعنی ہم نے نہیں دکھایا تجھے یہ رویا۔ مگر لوگوں کے لئے یہ ایک ذریعہ آزمائش ہے) فرماکر بتلا دیا کہ معراج ایک رویا تھا جو آپ کو دکھایا گیا تھا۔ اور رویا اسے کہتے ہیں۔ جو انسان اپنی باطنی یا روحانی آنکھ سے نظارہ کرتا ہے۔ خواہ خواب میں کرے یا کشف میں۔ اور بخاری میں معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان یعنی سونے اور جاگنے کے درمیان کی حالت بتایا ہے یعنی وہ حالت تھی جو مکاشفہ میں ہوا کرتی ہے۔ حضرت مریم کو جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہاں فرشتہ نظر آتا ہے اس سے مکالمہ ہوتا ہے۔ وہاں اگرچہ یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کشف تھا۔ لیکن ہر ایک اہل علم اسے کشف مانتا ہے۔ پس کسی ذکر کی ضرورت نہیں۔ سیاق سباق خود بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ کشفی اور روحانی ہے یا عالم مادی کا ہے۔

مولویوں کا لفظ عبد سے غلط استدلال

مولوی لوگ جسے ضرورت سے زیادہ پیش کیا کرتے ہیں کہ عبد میں روح اور جسم دونوں شامل ہیں۔ چونکہ یہاں عبد کا لفظ آیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ معراج میں روح کے ساتھ جسم مادی بھی گیا ہو۔ لیکن وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ آنحضرت صلعم جو اس وقت جنت میں تشریف رکھتے ہیں تو وہاں تو فقط آپ کی روح مبارک ہے جسد عنصری تو ساتھ نہیں تو کیا اب آپ عبد نہیں رہے۔ اور اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ آج بھی آپ پر چسپاں ہوتا ہے یا نہیں اور قرآن میں آتا ہے کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر) "اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا" یہ حکم جو جناب الہی کی طرف سے نفس مطمئنہ رکھنے والے مومنوں کو موت کے وقت ہوتا ہے اور اس میں عباد یعنی بندوں میں داخل ہونے کا ارشاد ہوتا ہے۔ تو فقط ارواح کو ہی ہوتا ہے جسم تو خاک میں مدفون ہو جاتا ہے۔ مجھے ان معترضین پر حیرت ہوتی ہے جو یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ الصلوٰۃ معراج المومنین کہ نماز مومنوں کی معراج ہے اور خوب جانتے ہیں کہ نماز میں مومن کا جسم آسمان پر نہیں چڑھتا۔ بلکہ یہاں معراج سے مراد مومن کی روحانی پرواز ہے جو نماز میں اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر معراج روحانی پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔

بعض معبرین کی تعبیریں

الغرض معراج میں آنحضرت صلعم کے ان مراتب قرب الٰہی کا نظارہ آپ کو دکھانا مقصود تھا جن پر آپ فائز المرام ہو چکے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ نظارہ روحانی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ جسمانی۔ لنریہ من اٰیاتنا جو مذکورہ بالا آیت میں آیا ہے اس کی تفسیر میں بعض معبرین نے اس کشف کے مختلف حصوں کی تعبیر بھی کی ہے اور بتایا ہے کہ معراج میں علاوہ آپ کے مراتب روحانی کے نظاروں کے آپ کو بڑی بڑی آیات اور نشانات بھی دکھانے منظور تھے۔ اور وہ آپ کے مستقبل کے متعلق بڑی بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں تھیں۔ جو انہی نظاروں کے اندر پنہاں تھیں۔ ان میں سے میں بعض کا بیان مختصراً ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) جو شخص کسی رویا یا کشف میں دیکھے کہ وہ براق پر سوار ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مراتب عالیہ پر پہنچے گا اور اس کو سفر میں عزت ملے گی اور جہاں سے گیا ہے وہاں باعزت واپس ہوگا۔ یہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی پیشگوئی تھی اور اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ جہاں تشریف لے جائیں گے وہاں بڑی عزت پائیں گے اور ہر قسم کے مراتب عالیہ کے وارث ہوں گے اور پھر عزت کے ساتھ مکہ معظمہ کو واپس ہوں گے۔ جیسا کہ فتح مکہ کے وقت ہوا۔

(۲) جو شخص کسی رویا یا کشف میں دیکھے کہ وہ پہلے آسمان پر گیا ہے اس کی عمر بہت لمبی نہ ہوگی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی وفات ۶۳ سال میں ہو گئی۔

(۳) اور جو دیکھے کہ وہ دوسرے آسمان پر گیا ہے اسے علم اور حکمت بے اندازہ ملے گا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کو حاصل ہوا۔

(۴) اور جو دیکھے کہ وہ تیسرے آسمان پر گیا ہے اس کی عزت اور اقبال زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ حضور صلعم کو حاصل ہوا۔

(۵) اور جو دیکھے کہ وہ چوتھے آسمان پر گیا ہے وہ بادشاہوں کی نظر میں معزز ہوگا۔ چنانچہ دیکھ لو کہ آنحضرت صلعم نہ صرف بادشاہوں کی نظروں میں معزز ہوئے بلکہ آپ کی امت میں سینکڑوں ہزاروں بادشاہ ہوئے جنہیں فخر تھا کہ وہ آپ کے غلام ہیں۔

(۶) اور جو یہ دیکھے کہ وہ پانچویں آسمان پر گیا ہے اس کو جزع و فزع و مشکلات پیش آئیں گی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو سب سے بڑھ کر مشکلات کا سامنا ہوا۔ جس سے آپ کے صبر و استقامت شجاعت اور رضا بقضا کے اخلاق فاضلہ ظہور میں آئے۔

(۷) اور جو دیکھے کہ وہ چھٹے آسمان پر گیا ہے اس کو سعادت و جاہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو باوجود ہر قسم کی مشکلات کا سامنا ہونے کے آخر کار اس قدر سعادت اور جاہ و جلال حاصل ہوا کہ دنیا میں کسی انسان کو حاصل نہیں ہوا۔

(۸) اور جو دیکھے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا ہے اس کی ساری آرزوئیں اسی دنیا میں حاصل ہوں گی اور وہ کامیاب ہوگا۔ اور دین و دنیا کی بادشاہی کا تاج اس کے سر پر رکھا جائیگا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی ساری مرادیں اسی دنیا میں آپ کو خدا نے عطا فرمائیں۔ اور جس مشن کو لیکے آپ کھڑے ہوئے تھے۔ اس میں پوری پوری کامیابی کے بعد آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔ یہاں تک کہ برٹش انسائیکلوپیڈیا میں محققین یورپ کو بھی ماننا پڑا ہے کہ مذہبی شخصیتوں میں آپ سے بڑھکر کوئی کامیاب انسان نہیں گذرا۔ اور آپ کی ہی وہ عظیم الشان شخصیت ہے جس کے سر پر دین و دنیا کی بادشاہت کا تاج ایسے جاہ و جلال کے ساتھ رکھا گیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

(۹) اور جو شخص رویا یا کشف میں جناب الٰہی کی زیارت کرے اس کا انجام بخیر ہو۔ اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم سے بڑھ کر اور کس کا انجام بخیر ہو سکتا ہے

(۱۰) اور بیت المقدس میں جاکر نبیوں کی امامت کرانے میں جہاں آپ کے تمام نبیوں کے سردار ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ وہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ تھا کہ بیت المقدس کی امامت بھی اب آنحضرت صلعم ہی کرائیں گے۔ یعنی وہ تمام ممالک جن پر بنی اسرائیل کے بادشاہوں کا قبضہ تھا۔ اور جن کا مذہبی مرکز بیت المقدس تھا۔ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو دیئے جائیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

غرضکہ معراج نبوی کے عجائبات بے اندازہ ہیں۔ اگر اس کے ہر ایک نظارہ اور واقعہ کی تشریح اور تعبیر تفصیل سے کی جائے تو ایک مستقل تصنیف بنتی ہے۔

مفت تقسیم بیان القرآن

کیلئے اخبار میں تحریک کی گئی تھی اس پر مدراس سے میاں محمد اسماعیل محمد یعقوب صاحب نے پہلے دس روپے بھیجے جن کے عوض میں بیان القرآن کمل مجلد ایک احمدی بھائی کو دیا گیا ہے جو مدت سے اس کے مطالعہ کا شوق رکھتے تھے لیکن قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے اور اس کے بعد پانچ روپے اور بھی اسی غرض سے بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے کاروبار میں برکت دے۔ دیگر احباب بھی اس کار خیر میں حصہ لیں اور ماہ رمضان میں مفت تقسیم بیان القرآن کے واسطے جو رقم ہو سکے بھیجدیں۔ تاکہ غیر مستطیع شائقین علم قرآن کریم سے بہرہ ور ہو سکیں

غرہ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

(عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری)

(بقیہ صفحہ ۲ سے)

امر میں مطلق شک نہیں کہ سید مرحوم کے مقاصد نہایت بلند تھے اور وہ ایک عظیم الشان اسلامی اخوت کو بروئے کار لانا چاہتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ قوم جو مذہبی، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے نہایت ضعیف ہو چکی ہو۔ وہ کیسے ایسی شاندار تحریک کو عملی جامہ پہنا سکتی ہے۔ اس سے بہت زیادہ بہتر تھا کہ اگر سید جمال الدین مرحوم مسلمانوں کی ایمانی اور مذہبی حالت کو مضبوط کرتے جیسا کہ علامہ اقبال اپنے چوتھے لیکچر میں سید جمال الدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اگر ان کی رنگینی علامہ جمال الدین افغانی کی ان تھک لیکن منقسم کوشش کلیتہً اسلام پر صرف ہوتی اور اسے بحیثیت انسانی عقیدہ اور طرزِ عمل کے تقویت پہنچانے کی کوشش کرتے تو اسلامی دنیا کا آج نقشہ ہی اور ہوتا۔ اور مسلمانوں کے قدم آج زیادہ مضبوط ہوتے۔"[1]

سو حقیقی قابل توجہ جو چیزیں تھیں۔ وہ مسلمانوں کی زندگی کے ایمانی اور عملی پہلو تھے۔ لیکن انہیں بالکل نظر انداز کر دیا گیا اسی لئے کوئی غیر معمولی نتائج نہیں پیدا ہوئے اور تحریک پین اسلام ازم ناکام رہی۔

تحریک سرسید

پین اسلام ازم کے علاوہ جو تحریک قابل ذکر ہے وہ تعلیمی تحریک ہے یعنی جناب سرسید کی تحریک علیگڑھ ہے۔ سرسید مرحوم کے نزدیک ملت اسلامیہ کے زوال اور انحطاط کا سبب علوم و فنون کا فقدان ہے اور مذہب کو سید صاحب اسی حد تک مفید سمجھتے تھے۔ جس حد تک وہ کشمکش میں انسانوں کا ممد و معاون ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بجائے مذہب کے علم کی ترویج پر زیادہ زور دیا ہے۔ چنانچہ مسلمان اکابر کا جو حلقہ انہوں نے اپنے گرد جمع کر لیا تھا وہ اسی رنگ میں رنگین تھا۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑھ اجلاس چہارم منعقدہ رام پور سنہ ۱۹۰۰ء میں جناب صدر علی یار خاں بہادر موتمن جنگ **عماد الدولہ عماد الملک** مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے جو خطبہ صدارت پڑھا اس سے اس تحریک کے اغراض مقاصد پر خوب روشنی پڑتی ہے چنانچہ ایک مختصر سا اقتباس جو مسلمانوں کے زوال سے متعلق ہے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:-[2]

"جو کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ حکومت و سلطنت کے جانے سے ہماری یہ حالت ہوئی۔ اس کا خیال بے اصل، اس کا قیاس مع الفارق ہے حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ زوال علم و ابتلا رذائم اخلاق زوال دولت کا سبب ہوا۔ اور مصائب و نوائب کا بیج کل پرسوں کا نہیں بلکہ مدت کا بویا ہوا ہے۔ مگر بعد خرابی بصرہ اب ہم کچھ اس خواب غفلت سے چونکے ہیں۔ اور اپنی اصلاح کار کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ جن کا یہ کانفرنس ایک نمونہ ہے۔"

ان بزرگوں کے نزدیک زوال کا سبب فوجی اور سیاسی قوت کا کمزور ہونا نہیں اور نہ ہی مذہبی اور اخلاقی زوال سے زوال معرض وجود میں آیا بلکہ علمی فقدان سے اخلاقی اور سیاسی زوال واقعہ ہوا۔

جناب سرسید اور مذہب

یہی وجہ ہے سرسید مرحوم کو مذہب سے غیر معمولی عقیدت نہ تھی۔ چنانچہ یہاں ڈاکٹر میاں تصدق حسین خالد کے مقالہ "اقبال اور اس کا پیغام" سے ایک چھوٹا سا اقتباس درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ لکھتے ہیں:-

---

[1] تشکیل جدید صفحہ ۱۳۶۔ [2] خطبات عالیہ صفحہ ۱۵۸ مرتبہ مولوی نور احمد صاحب زبیری (مارہروی)

"انہیں (یعنی سرسید اور حالی صاحبان) کو مذہب کے ساتھ وہ اندھا دھند عقیدت نہ تھی جس نے شبلی مرحوم کو دار الندوہ کے قیام کی تحریک دلائی۔ پہلے دونوں بزرگ مذہب کو صرف اس حد تک مفید سمجھتے تھے جس حد تک وہ کشمکش حیات میں انسانوں کا ممد و معاون ثابت ہو۔ ان میں کٹر پن اور رجعت پسندی کا شائبہ تک نہ تھا۔ ان کی نظر مستقبل کی طرف تھی۔ اگر وہ ماضی کی تعریف کرتے تھے تو وہ صرف اس لئے کہ وہ حال کو بہتر بنانے کا ایک موثر ذریعہ تھا۔ . . . . وہ کسی قسم کے تذبذب یا تامل کے بغیر تمام مغربی تہذیب اور تمدن کو اہل مشرق کی زندگی کا جزو بنا لینے کے خواہشمند تھے۔"

علوم جدیدہ کی ترویج کے نتائج

وہ علوم جنہیں سرسید اور ان کے رفقاء نے مسلمانوں میں رائج کیا ان کی بنیاد محسوس پر ہے اور اسلام کی بنیاد تنزیل اور وحی پر۔ وہ قوم جس کا تزکیہ اور تربیت وحی الٰہی کے ذریعہ کی گئی ہو۔ اس کی بیماریوں کے لئے صرف علوم حاضرہ کو ہی نوش دارو سمجھ لینا کس قدر ظلم ہے۔ موجودہ تجربات نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ تشخیص نہایت غلط تھی۔ اس سے رفتہ رفتہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے قلب سے یقین ایمان کے دیئے گل ہو گئے۔ اور انہوں نے رسول عربی سے اپنا دماغی اور روحانی پیوند توڑ لیا۔ مغربی فلاسفر اور سائنسدان ان کے خضر راہ ہوئے اور ایسا ہونا ایک لازمی امر بھی تھا۔

خبر ما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں یافت ازاں پشم کہ رشتیم (سعدی)

لارڈ میکالے نے ایک تعلیمی کمشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہا تھا کہ:-

"ہندوستان میں سرکاری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو نسل و رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہوں لیکن دل و دماغ کے لحاظ سے انگریز ہوں۔"

ہندی مصلح سے تو انگریز مدبر ہی زیادہ صاحب نظر نکلا۔ یقیناً ایسے نوجوان پیدا ہو گئے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہیں لیکن دل و دماغ کے لحاظ سے مغربی ہیں۔ اپنی مذہبی خصوصیات کو چھوڑ دینا اور قومی روایات کو ترک کر دینا تو ترقی نہیں ترقی معکوس یقیناً ہے۔ جن بزرگوں نے صرف تعلیم کو ہی مسلمانوں کے درد کا درماں سمجھا تھا۔ انہوں نے بہت بڑی ٹھوکر کھائی ہے۔ ان کے خلوص نیت اور حسن عمل میں کلام نہیں۔ لیکن ان کی غلط قیادت اور رہنمائی پر اعتراض ضرور ہے۔

(باقی آئندہ)

— توقع ہے کہ اب قدامت پسند پارٹی کے آئندہ لیڈر مسٹر چرچل منتخب ہوں گے۔

— نیویارک ۲ر اکتوبر۔ ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ کینیڈا نے جاپان کیلئے تانبے کی ترسیل بند کر دی ہے۔

— لندن ۲ر اکتوبر۔ کل اطالوی طیاروں نے عدن پر بمباری کی مگر اس سے کوئی نقصان نہ ہوا۔

— قاہرہ ۳ر اکتوبر۔ فضائی حملوں کے پیش نظر حکومت مصر نے بیش قیمت اور نادر علمی کتابیں اور قرآن شریف کے تاریخی نسخے ایک محفوظ غار میں رکھوا دیئے ہیں۔

— بخارسٹ ۳ر اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ رومانیہ کے وزیر اعظم جنرل انٹونسکو کو چند نامعلوم اشخاص نے قتل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے اور گرفتار کر لئے گئے۔ اس سلسلے میں گرفتار شدوں کی تعداد چار ہے۔

(۳ر اکتوبر تک موصول شدہ)

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

— جنگ بدستور شدت کیساتھ جاری ہے۔ جرمن طیارے متواتر لندن اور انگلستان کے دوسرے شہروں پر بمباری کر رہے ہیں جس سے جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے۔ اس کے مقابل برطانوی طیارے جرمنی پر ہوائی حملے کر کے اس کے جنگی اہمیت کے مقامات اور مختلف ذخائر کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔

— امریکہ اور دیگر ممالک کی بعض خبروں سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ برما سے چین جانے والی سڑک عنقریب کھول دی جائے گی۔ کیونکہ برطانیہ اور اس کے متعدد دوست ممالک میں اس خواہش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہ سڑک جاپان کی رعایت سے عارضی طور پر تین ماہ کیلئے بند کی گئی تھی۔

— بمبئی یکم اکتوبر۔ صدر کانگرس نے اعلان کیا ہے کہ گاندھی جی اور وائسرائے کی گفت و شنید سے پیدا شدہ صورت حالات پر غور و خوض کرنے کیلئے عنقریب کانگرس ورکنگ کمیٹی کا ایک فوری اجلاس طلب کیا جا رہا ہے۔

— لندن یکم اکتوبر۔ مشہور جرمن یہودی پروفیسر آئن سٹائن امریکہ کے شہری بن گئے ہیں۔ انہیں ہٹلر نے جرمنی سے نکال دیا تھا۔ آپ اپنے نظریہ اضافیت کی وجہ سے عالمگیر شہرت کے مالک ہیں۔

— گذشتہ دنوں افغانستان کے متعلق بعض تشویشناک خبریں مختلف اخبارات میں شائع ہوئی تھیں کہ وہاں نازی ایجنٹ انقلاب برپا کر کے اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب قابل وثوق ذرائع سے ان خبروں کی تردید ہو گئی ہے۔

— قاہرہ ۲ر اکتوبر۔ ایک اطالوی طیارہ نے آج بحر حیفا پر بمباری کی کوشش کی۔ لیکن اسے تباہ کر دیا گیا۔

— بمبئی ۲ر اکتوبر۔ مسٹر جناح مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے جلسوں سے فارغ ہو کر آج دہلی سے بمبئی پہنچ گئے ہیں۔

— لاہور ۲ر اکتوبر۔ کسان بار جنگ کمیٹی کی دورہ کرنے والی سب کمیٹی گذشتہ رات لاہور پہنچ گئی ہے۔ خان بہادر عزیز الحق وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی و سپیکر بنگال اسمبلی اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔

— قاہرہ ۲ر اکتوبر۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرانسیسی مراکش کے قبائل نے وشی گورنمنٹ کی ہدایات اور احکام ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

— حیدر آباد دکن ۲ر اکتوبر۔ ریاست حیدر آباد میں بھی فوجی نوعیت کی پریڈوں پر برطانوی ہند کی طرح پابندی عائد کر دی گئی ہے

— قاہرہ ۲ر اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ ترکی نے اٹلی اور جرمنی کو چیلنج دیا ہے کہ شام اور لبنان کے معاملات میں رد و بدل ترکی کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اگر ایسا ہوا تو انہیں ترکی سے ٹکر لینی ہوگی۔

— ڈاکٹر ٹیگور گذشتہ ہفتہ شدید علیل ہو گئے تھے۔ اب ان کی حالت رو بہ اصلاح ہے لیکن تاحال وہ خطرے سے بالکل باہر نہیں ہوئے

— لندن ۳ر اکتوبر۔ ایک معتبر اطلاع مظہر ہے کہ جرمن پولینڈ کی مشرقی سرحد پر بگ اور سین دریاؤں کے قریب روسی افواج بکثرت جمع ہو رہی ہیں۔ علاوہ ازیں معلوم ہوا ہے کہ روس میں جرمنی کے خلاف زبردست پروپیگنڈا ہو رہا ہے اور روس نے جرمنی کو مال بھیجنا کم کر دیا ہے

— لندن ۳ر اکتوبر۔ مسٹر چیمبرلین نے جنگی کابینہ اور کنزرویٹو پارٹی کی صدارت سے استعفا دے دیا ہے جس کی وجہ سے برطانوی وزارت میں نہایت اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں اور دو نئے وزیروں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ مسٹر چیمبرلین نے استعفیٰ کی وجہ خرابی صحت بتائی ہے۔

افراط اور تفریط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوزیشن کے متعلق قادیانی نظریہ اور اس پر ایک نظر

(از جناب خان زمان صاحب بی۔ کام از دہلی)

(۲)

ہاں مجددین و محدثین آتے رہیں گے جو اللہ جل شانہ سے مکالمہ مخاطبہ پاتے ہیں۔ یہ شاخسانہ کھڑا کیا گیا اور یہ الزام تراشا گیا۔ کہ گویا نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ وہ خود مدعی نبوت ہیں اور آپ کو نہ ماننے والا خواہ اس نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اس پر یہ بھی کہ پہلے جو حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو محدث ہی کہتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تعریف نبوت اور تعریف محدثیت نہ جانتے تھے اور یہ بے علمی کا زمانہ تھوڑا نہیں۔ بلکہ پندرہ سال سے بھی زیادہ کا عرصہ ہے۔ اور یہ سارا عرصہ مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ کذاب قرار دیتے رہے۔ لیکن اسی خدا کے مامور کو اتنی نعوذ باللہ سمجھ نہ آئی۔ کہ یہ سب کچھ تو ان کے اپنے اوپر پڑ رہا ہے۔ اور نہ کسی مرید کو ہی یہ پتہ لگا۔ بلکہ حضور کی وفات کے چھ سال بعد خدا کے ایک لاڈلے خلیفہ کو اس کا علم ہوا۔ ٹھیک ہے خدا کے لاڈلے جو ٹھہرے۔ لاڈلوں کو خدا علم نہ دے تو اور کس کو دے۔ یہی تو لاڈلوں کی صداقت پر کھلا ہوا ہے کہ دو ماموروں کے کئے پر پانی پھیر دیا کرتے ہیں۔ اور جو الاپ شاپ زبان پر آئے وہ کہہ ڈالتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ اس میں کوئی معقولیت بھی ہو یا نہ ہو۔

کاش یہ لوگ گذشتہ واقعات سے فائدہ اٹھاتے اور سوچتے کہ وہ اسی۔ بے بنیاد اصول کی ترویج تو نہیں کر رہے جس کی ترویج مسیح ناصری علیہ السلام کے متبعین نے کر کے خدا کی ناراضگی اپنے سر لی۔ جس طرح عیسائیوں کے پاس حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرف خدائی دعوٰی منسوب کرنے کیلئے کوئی دلیل تو ہوتی نہیں اور وہ ادھر ادھر کی ہانکتے چلے جاتے ہیں۔ بجاہۂ مثیل مسیح کے غالی مرید آپ کی طرف دعوٰی نبوت منسوب کرنے کیلئے طرح طرح کے جتن کر رہے ہیں کبھی تو کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کو اپنا دعوٰی سمجھنے میں غلطی لگی۔ کبھی کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں صحابہ قرار دیا گیا ہے اس لئے کسی نبی کا ہونا ضروری ہے۔ غرضیکہ اپنا اُلو سیدھا کرنے کیلئے جائز ناجائز طریق استعمال کر رہے ہیں۔ والّا کوئی محکم دلیل ان کے پاس نہیں اور سوچی کس طرح جبکہ سارا کھیل چند نفسانی اغراض کو مد نظر رکھ کر کھیلا جا رہا ہے۔

یہ سمجھ نہیں آتا کہ قادیانیوں کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنے والا تو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہُوا۔ خود حضرت صاحب کے متعلق ان مفتیوں کا کیا فتوٰی ہے۔ جو بقول ان کے پندرہ سال اپنی نبوت کا انکار کرتے رہے۔ نہ صرف انکار کرتے رہے بلکہ آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر، کاذب اور مفتری قرار دیتے رہے۔ لیکن قادیانیوں کے جدید مذہب کی رو سے یہ سب کچھ دریا برد ہو گیا اور وہی بات وہ نکلا جو مخالفین کہتے تھے کہ مرزا صاحب در اصل دعوٰی تو نبوت کا ہی کرتے ہیں۔ گو اس کو محدثیت لکھتے ہوں۔ سچی بات ہے کہ ان کو یہ ٹھوکر پڑھ کر اس لئے لگی۔ کہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کی۔ اور دین کو چھوڑ کر خواہشات نفس کے پیچھے پڑ گئے اور جو دل میں آیا کہہ ڈالا۔ ورنہ یہ سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ کہ

چونکہ دین مکمل صورت میں نازل ہو چکا۔ اس لئے ساتھ ہی نبوت کی غرض و غایت بھی پوری ہو چکی۔ اس لئے اب آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور نئے اور پرانے نبی کی تفریق کرنے کو خود حضرت مسیح موعودؑ نے شرارت قرار دیا۔ بس نہ پہلے کی گنجائش ہی اور نہ کسی بعد میں آنے والے کی گنجائش رہی۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی کر کے پکارا گیا ہے تو اس کا جواب نہایت آسان ہے کہ یہ ان مجازی معنوں میں ہے۔ جو صوفیائے کرام کے نزدیک مسلم ہے۔ یعنی ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پاتے ہیں۔ ان پر نبی کا لفظ بھی از روئے لغت صادق آ سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے۔ جس کو دوسرے الفاظ میں محدثیت کہہ سکتے ہیں۔ اس امر کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے تقریباً اپنی ہر ایک کتاب میں توجہ دلائی ہے اور پھر اسی کو احدی واضح کر دیا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ یہ صرف انبیا کی شان ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود نے ہر رنگ میں اتمام حجت کر دی اور سمجھا دیا کہ میرا دعوٰی نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ لیکن یہ اسی صورت میں سمجھ آ سکتا ہے۔ جبکہ دین کو بچوں کا کھیل نہ بنایا جائے۔ قال اللہ وقال الرسول کی پرواہ ہو حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور تقریروں کی عزت ہو اور احادیث کو حدیثوں کی طرح گنزانہ جائے۔

فی الحقیقت اگر قادیانی عقائد پر ایک طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جائے تو ہر ایک عقلمند انسان اسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جا رہی ہے تیرہ سو سال کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے کافی سمجھا جاتا تھا لیکن اسی لاڈلے خلیفہ کا "کارنامہ" ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں کہ اب اسی کلمہ کے اقرار سے کوئی کافر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خود کلمہ گو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ جب تک کہ ایک اور ہندی نبی پر ایمان نہ لایا جائے اب خوب غور کر کے دیکھ لیجئے۔ کلمہ طیبہ دین اسلام کی بنیاد تھا اب جبکہ اس "خلافت محمودیہ" کی "برکات" کے نتیجہ میں یہ منسوخ ہو گیا تو ساتھ ہی دین اسلام بھی منسوخ ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ آئے دن اور بیسیوں عقائد ہیں جو تراشے جا رہے ہیں۔ جن کو تسلیم کرنا دین اسلام کو جواب دینے کے مترادف ہے۔ مثلاً اسی ایک مسئلہ کو ہی لے لو۔ قادیانی نظریہ خلیفہ کی پوزیشن کے متعلق یہ ہے کہ خلیفہ غلطی نہیں کر سکتا۔ اور اس پر پیچھے اعتراض کرنے والا بھی جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ سارے اسلامی لٹریچر کو پڑھ جاؤ آپ کو اس انوکھے عقیدہ کا کہیں سراغ نہ ملے گا۔ ہاں اگر کسی باطل کی مثال لینگی تو یزید کے واقعات میں شاید مل جائے۔ ورنہ اگر خلفائے راشدین کے طرز عمل کو دیکھا جائے تو وہاں بھی یہ نظر آتا ہے۔ کہ نہ تو انہوں نے معصوم عن الخطا ہونے کا کبھی دعوٰی کیا اور نہ کبھی

اعتراض کرنے والوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا۔ بلکہ اگر کسی نے اعتراض کیا۔ یا شکوک پیش کئے تو ہزاروں کے مجمع میں اپنی پوزیشن کو واضح کر کے معترض کی تسلی کر دی گئی۔ لیکن ادھر قادیان میں بھی ایک "موعود خلافت" ہے جس کے دور میں اگر ذرا کسی نے قال اللہ و قال الرسول کی طرف توجہ دلائی تو بس اس کی خیر نہیں۔ یا تو سرے سے اس کو صفحہ ہستی سے مٹا ہی دیا جاتا ہے۔ یا پھر اگر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے تو اس پر قافیہ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے اور وہ ظلم کیا جاتا ہے کہ الامان۔ الحفیظ! کاش وہ لوگ جو اس "موعود خلافت" کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حقہ کے مشابہ قرار دیا کرتے ہیں۔ کچھ سوچتے اور کھرے کو کھوٹے سے ملانے کی کوشش نہ کرتے تو آج یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور جماعت کا قدم نہ ڈگمگاتا۔ اور قوم کا دن رات ایک کر کے کمایا ہُوا روپیہ مقدمہ بازی اور شان و شوکت کے مظاہروں میں صرف ہونے کی بجائے قرآنی آواز کو الحاد اور کفر کے لق و دق میدانوں میں پہنچانے پر صرف ہوتا۔ اور دین اسلام کی وہ شان و شوکت ہوتی جس کے دیکھنے کیلئے امت محمدیہ تڑپ رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے پیشتر مسلمانوں میں اس قدر انتشار پیدا ہو چکا تھا جو محتاج بیان نہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ اس حالت کو سدھارنے کیلئے حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کو توجہ دلائی۔ کہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ یہ اللہ کی رسی ہے۔ اس کو ہر تنازعہ میں قاضی ٹھہراؤ تو سارے تفرقے دور ہو سکتے ہیں۔ لیکن آج خود اس مجدد اعظم کی جماعت کا بیشتر حصہ اس آواز کو فراموش کر چکا ہے اور وہی طرز اختیار کر لی جو مخالفین مامور نے اختیار کی ہوئی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ کہنے کو تو یہ جماعت عامل قرآن ہے لیکن جب کبھی متنازعہ فیہ مسائل کا حل قرآنی آیات سے پیش کیا جاتا ہے تو اس پر کان دھرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ محمد صلعم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ مگر اللہ کے رسول ہیں۔ اور ختم کرنے والے نبیوں کے . . . . . لیکن جب قادیانی اس کے معنی کریں گے تو یہ کریں گے کہ وہ نبی جس کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ حالانکہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی خود حضرت نبی کریم صلعم نے کئے۔ اور پھر میاں محمود احمد صاحب کو یہ اعتراف ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ صحابہ کرام کا بھی یہی مذہب تھا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ پھر بزرگان امت محمدیہ کا متفقہ مذہب بھی رہا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ لیکن قادیانیوں کو کسی کی پرواہ نہیں۔ اپنی نفسانی تاویلات سے دنیا کو دھوکہ دینے میں مصروف ہیں اور نہیں سوچتے کہ وہ احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک رہے ہیں اقوال سلف صالحین کو ٹھکرا رہے ہیں۔ خود حکم عدل حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ معنوں کی تذلیل کر رہے ہیں۔ اگر ان کے دلوں میں وقعت ہے تو میاں محمود احمد صاحب کی بے سروپا باتوں کی۔ اور بس۔

(باقی آئندہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی حی بالذات اور قائم بالذات ہے

اللہ تعالیٰ کے فعل یعنی قانون قدرت پر ایک وسیع اور پُرغور نظر ڈالنے سے ہم پتہ لگا سکتے ہیں کہ اس نے اپنی مخلوق کو پیدا کر کے یہ کبھی نہیں چاہا کہ وہ عبودیت سے سرکش ہو کر ربوبیت سے متعلق نہ ہو۔ ربوبیت نے عبودیت کو دو رکرنے کا ارادہ کبھی نہیں کیا سچا فلسفہ یہی ہے جو لوگ عبودیت کو کوئی مستقل اختیار والی شے سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں خدا تعالیٰ نے اسے ایسا نہیں بنایا۔ ہماری معلومات، خیالات اور عقلوں کا باہم مساوی نہ ہونا اور ہر امر پر پوری اور کماحقہ روشنی ڈالنے کے ناقابل ہونا صریح دلیل اس امر پر ہے۔ کہ عبودیت بدوں فیضان ربوبیت کے نہیں رہ سکتی۔ ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ ملاء کا حکم رکھتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر دوا اور اس سے بڑھ کر دعا کا اصول ہی بے فائدہ ہوتا۔ زمین آسمان اور ما فی الارض والسمٰوات پر نظر کرو اور سوچو کہ کیا یہ تمام مخلوقات بذاتہٖ و بنفسہٖ اپنے قیام اور ہستی میں مستقل اختیار رکھتی ہیں یا کسی کے محتاج ہیں۔ تمام مخلوقات اجرام فلکی سے لیکر ارضی تک اپنی بناوٹ میں ہی عبودیت کا رنگ رکھتی ہیں۔ ہر پتے سے یہ پتہ ملتا ہے ہر شاخ سے یہ صدا نکلتی ہے کہ ان میں الوہیت اپنا کام کر رہی ہے۔ ان کے عمیق در عمیق تصرفات جن کو ہم خیال و قوت سے بیان نہیں کر سکتے۔ بلکہ کامل طور پر سمجھ بھی نہیں سکتے اپنا کام کر رہے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ایک ایسی ذات ہے۔ جو جامع صفات کاملہ اور ہر ایک نقص سے مبرا ہے۔ وہی مستحق عبادت ہے اور اسی کا وجود بدیہی الثبوت ہے۔ کیونکہ وہ حی بالذات اور قائم بالذات ہے اور بجز اس کے اور کسی چیز میں حی بالذات اور قائم بالذات ہونے کی صفت نہیں پائی جاتی۔ کیا مطلب کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی چیز میں یہ صفت نظر نہیں آتی کہ بغیر کسی علت موجبہ کے آپ ہی موجود اور قائم ہو۔ یا کہ اس عالم کی جو کمال حکمت اور ترتیب محکم و موزوں کیساتھ بنایا گیا ہے علت موجبہ ہو سکے؟

(۳۰ر دسمبر ۱۸۹۷ء)

منکرِ وحی سے خطاب

صفاتِ حق کو صفاتِ بشر سے کیا نسبت — زلال سادہ کو آبِ گہر سے کیا نسبت
نبی کو شہد کی مکھی کا ہم نوا نہ سمجھ — سوادِ شام کو نورِ سحر سے کیا نسبت
فضائے قدس پہ اس دہر کا قیاس نہ کر — حریمِ عرش کو محرابِ در سے کیا نسبت
اگرچہ بادِ بہاری کا فیض ہے یکساں — گیاہ خشک کو گلہائے تر سے کیا نسبت
فضائے دشت کو رنگِ چمن سے کیا نسبت — ذلیل خس کو گلِ یاسمن سے کیا نسبت
بغیر نطق بھی ممکن ہے گفتگو و پیام — کلامِ حق کو زبان و دہن سے کیا نسبت

جس انجمن میں چراغِ یقیں فروزاں ہے
ترے خیال کو اس انجمن سے کیا نسبت

حدیثِ دین کو بازیچۂ ادب نہ بنا — کلامِ حق کو دلی جوش کا سبب نہ بنا
دلیل و عقل سے افکار کے صنم نہ تراش — ہوائے نفس کی لذت کو اپنا رب نہ بنا

ادب کی آڑ میں دے کر پیامِ گمراہی
تمام دہر کو بوجہل و بولہب نہ بنا

تری خرد نے یقیناً فریب کھایا ہے — کلامِ حق کو کلامِ بشر سمجھتا ہے
ترے ضمیر کو لذت نہیں یقیں کی نصیب — نگاہِ غیر سے قرآں کو تو نے دیکھا ہے
سکونِ قلب کا "ایمان غیب" پر ہی مدار — کلام و فلسفہ یہ سب خرد کا دھوکا ہے

محمدؐ عربی کی پیمبری کی قسم
تجھے خبر ہی نہیں ہے پیمبری کیا ہے

(از ماہر القادری) (ماخوذ)

رمضان المبارک میں ہر ایک احمدی نماز تہجد کو اپنے اوپر فرض کرلے اور ہر ایک جماعت درس قرآن کا انتظام کرے

مسلمانوں کے زوال کا سبب

احیائے اسلام کیلئے ایک روحانی تحریک کی ضرورت تھی

(از۔ ایس۔ محمد آصف۔ قادیانی۔ بی۔ اے)

(۴)

مختلف تحریکات کی ناکامی

گذشتہ اقساط میں نہایت تفصیل کے ساتھ بتایا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب کیا تھا؟ اسلامی زوال ریاست اور سیاسیات کا زوال نہیں۔ عسکریت، ثقافت اور علوم و فنون کا زوال نہیں۔ بلکہ عقیدہ اور ایمان کا زوال ہے۔ جب تک مسلمان عقیدہ اور ایمان کے لحاظ سے مضبوط تھے۔ فتوعات اور تسخیر کے دروازے ان پر کھلے تھے۔ لیکن جونہی انہوں نے اسلام سے اپنا اخلاقی اور روحانی رشتہ توڑ لیا تو ان کی شوکت اور سطوت بالکل ختم ہو گئی۔ مسلمانوں میں کھوئی ہوئی طاقت کو پیدا کرنے کیلئے مختلف تحریکات پیدا ہوئیں۔ لیکن چونکہ ان کے پیش نظر زوال کا حقیقی سبب موجود نہ تھا۔ اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ اور مسلمان اپنی پستی اور نکبت کے لحاظ سے وہیں رہے جہاں تھے اور یہ پستی اور ذلت اس لئے بھی فزوں تر ہو گئی۔ کیونکہ وہ اقوام جو اسلامی ممالک پر حملہ آور ہوئیں۔ ان کی تہذیب اور اصول تمدن بالکل مادی اور محسوسات پر مبنی ہے۔ اور انہوں نے اپنے تہذیب و تمدن کو کچھ اس طرز پر چلا دیا ہے۔ اس نے قریباً تمام بنی نوع انسان کی آنکھوں میں ایک خیرگی پیدا کر دی ہے

مسلمانوں کی عام حالت

اور مسلمان جو اخلاقی اور روحانی لحاظ سے بالکل زوال آباد تھے اور ہیں۔ وہ ان مادی تصورات سے کچھ اس طرح سے مرعوب ہوئے کہ اپنی حقیقت اور اصلیت ان کے دماغوں سے بالکل اُتر گئی۔ یہاں تک کہ اپنے قدیم اداروں کی عزت و توقیر بھی باقی نہ رہی۔ اور اپنی مشکلات اور مصائب کا حل مغربی نقطہ نگاہ سے کرنے لگے۔ قرآن مجید اور اسوہ رسول نسیان اور فراموش کاری کی نظر ہو گئے۔ یعنی قانون محمد مسلمان کی روزمرہ زندگی سے خارج ہو گیا۔ مسجدیں ویران ہو گئیں اور زاہدان شب زندہ دار جن کی دعائے نیم شبی سے امت مسلمہ کے جسم میں زندگی کی حرارت تھی اور رگوں میں گرم گرم خون دوڑ رہا تھا۔ ان کی جگہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ایک ایسی منحنی اور کمزور مخلوق پیدا ہونے لگی جس کے اندر نہ شوکت کردار تھی اور نہ اپنی روایات قائم رکھنے کی صلاحیت

تحریک احمدیت اور غلبہ اسلام

ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ جس کی رحمتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور جس نے ہمیشہ کیلئے اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ کی نصرت اور رحمت مسلمانوں کے قریب ہو گئی اور عالم اسلام میں ایک نہایت غیر معروف مقام سے روحانی چشمہ پھوٹ نکلا۔ اور ایک ایسی زبردست روحانی تحریک پیدا ہوئی۔ جس نے چند سالوں کے اندر اندر اقصائے عالم میں اپنی موجودگی کا احساس پیدا کر دیا۔ یہ تحریک دنیا میں تحریک احمدیت کے نام سے موسوم ہے۔ اس تحریک کے بانی علیہ السلام وہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے قلوب میں غلبہ اسلام اور اسلام کی روحانی فتوحات کا جذبہ پیدا کیا۔ اور مسلمان کے احساس فروتنی کو پاش پاش کر دیا۔ آپ نے ہی اس مادیت اور الحاد کے زمانہ میں جبکہ

مادی تصورات اور الہام

مادی تصورات روحانی تصورات پر بالکل غالب آ چکے تھے نہایت یقین اور ایمان کے ساتھ فرمایا کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ وہ اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اب یہ بالکل ظاہر اور واضح امر ہے کہ وہ مذہب اور ملت جس کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہو۔ اس میں اگر چند ایک عوارض پیدا ہو جائیں تو ان کا سدباب عمرانی تحریکات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ اس کے احیا کیلئے ایک خالص روحانی تحریک کی ضرورت ہے جو وحی اور الہام سے ان امراض کو دور کرے جو کہنہ اور پیچیدہ ہو چکی ہیں۔ بنی اسرائیل ایک ایسی قوم تھی جس کی ملت اسلامیہ سے نہایت گہری مشابہت تھی۔ اس قوم کی اصلاح کیلئے انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ کیونکہ اس قوم نے وحی الٰہی کو اپنا خضر راہ بنایا تھا۔ اس لئے بدلتے ہوئے حالات میں اس قوم کو کسی فلسفی یا عمرانی لیڈروں کی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ بلکہ اس کی اصلاح کے لئے وہ لوگ مبعوث ہوتے تھے جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ حاصل کرتے تھے۔ اور اس مکالمہ اور مخاطبہ کو وحی نبوت کہا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو گئی۔ اس لئے وحی نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ لیکن ارشاد نبوی کے مطابق وحی ولایت اور مبشرات قیامت تک جاری ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تا قیامت ان مبشرات اور وحی کے ذریعہ امت محمدیہ کی نصرت فرماتا رہیگا خیر تحریک احمدیت اور بانی احمدیت کے متعلق مفصل بحث تو آئندہ قسط میں آئے گی۔ موجودہ قسط میں ایک اور امر پر روشنی ڈالنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اسلامی ماحول کا تو ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے

مغربی اقوام اور ان کی ترقی

لیکن مغربی دنیا جو عیسائی اقوام کا وطن ہے کا ذکر کرنا بھی نہایت ضروری معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ اس وطن سے وہ تخیلات اور افکار پیدا ہوئے ہیں۔ جو مذہب اور روحانیت کی ضد ہیں اور اس شدید تضاد کی وجہ سے ہی ان اقوام کو جو ان تصورات اور تخیلات کی حامل ہیں۔ دجال کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے قول اور فعل سے مذہبی اور روحانی حقائق کو جھٹلاتی ہیں۔ ان اقوام نے سائنس اور مادی علوم کے ذریعہ سے اپنی ایک آنکھ تو روشن کر لی۔ لیکن دوسری آنکھ کی طرف سے اتنی غفلت کی کہ وہ بالکل بے نور ہو گئی۔ انہوں نے اپنی ظاہری شان و شوکت کو بھی خوب بڑھایا جس سے کلچر کی سطح یقیناً خوشنما ہو گئی۔ لیکن وہ جذبہ اور اخلاق جو کلچر اور ثقافت کی روح رواں ہیں وہ تباہ ہو گئے اشتراکیت اور فسطائیت نے روٹی کے مسئلہ کو تو حل کرنے کی کوشش کی۔ جس میں ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ لیکن کامیابی کے مقابلہ میں نقصان بہت زیادہ ہوا۔ چند انسانوں کو روٹی تو یقیناً مل گئی۔ لیکن انسانیت کا تو خون ہو گیا۔ سوسائٹی بجائے مامن ہونے کے ایک قید خانہ ہو کر رہ گئی۔ اور اقوام کے پاؤں میں ایسی آہنی زنجیریں ڈال دی گئیں کہ جن سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ایک طویل جنگ درکار ہے۔

مادیت کا سب سے بڑا کارنامہ

مادیت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اخلاقی اور روحانی انسان کو بدل کر ایک معاشی اور مادی انسان بنا دیا۔ لیکن صرف سامان معیشت پر قناعت کر لینا ہی تو انسانیت نہیں ہے کیا معاشیات ایک مرد کامل پیدا کر سکتی ہیں۔ کیا صرف روٹی اور مشین کے کلچر سے ایک انسان پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کا جذبہ اور وجدان سارے انسانوں کو اپنے آغوش میں لیلے۔ جس کے قلب و دماغ انسانی زبوں حالی کو دیکھ کر پگھل جائیں ۔۔۔ سو اخلاق اور روحانیت کے عوض صرف معاشیات اور مادیت کو خرید کر مغربی انسان نے کوئی سستا سودا نہیں کیا۔ اخلاقی اور روحانی معیار کیا تباہ ہوئے۔ گویا ساری مغربی اور دجالی دنیا آگ اور لاوے کے گڑھے پر جا کھڑی ہوئی۔

زمین کا اقرار اور آسمان کا انکار

آج مغربی دنیا پر آگ برس رہی ہے۔ مادی اور معاشی تصورات کا خمیر ہی آگ سے اٹھا ہے۔ زر اور زمین شروع سے ہی انسانوں میں فساد اور انتشار کا موجب ہوئے ہیں۔ زمین کا اقرار کرنا اور آسمان کا انکار کر دینا انسان کی بہتری اور بہبودی کیلئے نہایت مضر ہے۔ اور آج اس کے کرشمے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اوطان اور رنگ و نسل کی پرستش کے نتائج دیکھ لو۔ ان اقوام نے حقوق اللہ کو فراموش کر دیا۔ اور اس صاحب جبروت خدا کو بالکل فراموش کر دیا۔ جس کی قدرتوں کا حد و شمار نہیں جس کی طاقتیں کائنات کے ذرہ ذرہ میں مصروف عمل ہیں۔ جو ایک صداقت اور حقیقت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انسان اس صداقت کے قریب ہوا۔ بلند تر ہو گیا اور اس تعلق سے بڑی بڑی سلطنتیں اور تہذیبیں معرض وجود میں آئیں۔ اور جوں جوں اس سے دور ہوا۔ انسانیت سے دور ہوا۔ اور بربریت کی تاریکیوں میں ڈوب کر رہ گیا۔ سو اس خدا کو چھوڑ کر رنگ و نسل اوطان اور مادیت کو ارباباً من دون اللہ بنا لیا تو ترقی نہیں بلکہ ترقی معکوس ہے بت پرستی ہے۔ ان بتوں کی پرستش سے انسان پھٹ گئے۔ ان کی عروق میں زہر پیدا ہو گیا۔ اور موجودہ جنگ نے اس زہر کے اثر کو زائل کرنے کیلئے انسانوں کی فصد کھول دی ہے۔

آج انسانیت بیمار ہے

آج انسانیت بیمار ہے۔ اس کے رگ و ریشہ میں زہر سرایت کر چکا ہے۔ اس کے جسم کے ہر حصہ پر ورم آ گیا ہے۔ جگہ جگہ سے خون پھوٹ نکلا ہے۔ اور تہذیب و تمدن خون میں لت پت ہو کر خاک میں لوٹ رہے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس بیماری کا انجام کیا ہو۔ اور اس جاں بلب مریض کی رگوں میں کبھی صالح خون بھی دوڑے۔ خواہ کچھ بھی ہو اس مرض کو دور کرنے کیلئے اور ایک دفعہ انسانی مرکز حیات سے رشتہ جوڑنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ حیات اپنے سرچشمہ سے قریب ہو کر تنومند اور صحت ور ہو جاتی ہے اور اس سے بعید ہو کر لاغر اندام اور تشنہ کام ہو جاتی ہے سو اگر مغربی دنیا اپنی عافیت چاہتی ہے تو انہیں اپنے بتوں کو توڑنا پڑیگا اور صرف معبود حقیقی کے سامنے سر جھکانا ہوگا۔ ورنہ قدرت کا بت شکن ہاتھ خود بخود ان بتوں کو توڑ ڈالے گا اور ان اقوام کو جہنم کی دہکتی ہوئی بھٹی میں جھونک دیگا۔ اقوام عالم کیلئے یہ وقت نہایت خطرناک ہے

گیا ہے۔ کیونکہ دنیا میں ایک مسیح آیا لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن ان اقوام پر اچھی طرح روشن ہونا چاہئے کہ مسیح کی آمد اقوام عالم کیلئے ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے مسیح ناصری سے مسیح محمدی زیادہ صاحب شکوہ ہے

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم سہ شنبہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۶۲۳

جنگ یورپ سے عبرت حاصل کرو

خدا سے ڈرنے اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت

یورپ میں جنگ پوری شدت اور ہلاکت آفرینیوں کیساتھ جاری ہے۔ تباہی و بربادی کے وہ وہ دل پاش اور ہولناک نظارے دن رات دیکھنے میں آ رہے ہیں، جن کی نظیر تاریخ میں مطلق نہیں ملتی اور چشم فلک جن سے آج تک نا آشنا رہی ہے۔ ہر طرف سے آگ برس رہی ہے، وہ عمارتیں اور چیزیں جنہیں انسان نے بے حد محنت اور صرف سے بیسیوں اور سینکڑوں سالوں کے اندر بنایا تھا خود انسان کے ہاتھوں ہی سے منٹوں کے اندر تباہ ہو رہی ہیں ——— سکون و امن کے الفاظ آجکل یورپ میں بے معنی سے ہو گئے ہیں اس میں بسنے والی اولاد آدم کے لئے چین اور حفاظت مفقود ہے ——— بادشاہ کا محل اور غریب کی جھونپڑی اس وقت دونو سرزمین یورپ میں غیر محفوظ نظر آ رہے ہیں۔ آسمان سے آگ برس رہی ہے، زمین آگ اُگل رہی ہے۔ چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آ رہی ہے۔ خشکی و تری میں جانسوز شعلے دکھائی دے رہے ہیں۔ بمبار طیارے فضا میں چیلوں کی طرح منڈلا رہے ہیں، دیو پیکر آتشبار توپوں کے دہانے پوری قوت کے ساتھ مصروف آتشباری ہیں۔

یورپ کو جنت ارضی سمجھا جاتا تھا۔ یہاں علم و فن اور سائنس کی ترقیاں انتہائی عروج کو پہنچی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ اس کے شہر اور بستیاں امن و آرام اور عیش و راحت کے گھر تھے، اس کی سڑکیں اور وسائل سفر، اس کی تفریح گاہیں اور باغات، و مرغزار اپنی مثال آپ تھے۔ دولت کے انبار یہاں جمع ہیں۔ اسکی عالیشان عمارتیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ یہاں کے کارخانوں کو دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے ——— یہی وجہ تھی اہل یورپ خدا کو بھول گئے تھے نہ صرف بھول گئے تھے بلکہ اس کے انکار پر مصر تھے۔ لیکن دیکھتے دیکھتے ہی جنگ کے خون آشام دیو نے آنکھ کھولی اور تباہی و بربادی کا چاروں طرف راج ہو گیا۔ یورپ والے اپنے خواب عیش سے بیدار ہو گئے ——— اسوقت وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا کچھ اندازہ ہم اخبارات اور ریڈیو کی خبروں سے کر سکتے ہیں۔

یہ بھی اس جنگ نے اور بہت سی باتوں کے علاوہ مغرور اور غفلت آشنا بندوں کو بتا دیا کہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ دنیوی سامانوں اور انسانی علم و عقل اور خیال و عمل کی بساط کچھ بھی نہیں ہے۔ یورپ کا وہ انسان جو سمجھتا تھا کہ اس نے سائنس کے ذریعہ حوادث پر فتح حاصل کر لی ہے، آج بے بسی کے عالم میں شہروں کے اندر تاریک تہہ خانوں کے اندر دبکا بیٹھا ہے اور وہاں بھی اس کا دل دھڑک رہا ہے ——— یورپ کا وہ انسان جو سمجھتا تھا کہ میں دولت کے ذریعے ہر قسم کا آرام و عیش اور دنیا کے ہر ایک حصے کی نعمتیں خرید سکتا ہوں آج روٹی، مکھن و چائے اور کھانڈ کی قلیل تعداد پر بسر اوقات کرنے کے مجبور ہے۔ اکثر کو یہ بھی باقاعدہ میسر نہیں آتی ——— ہاں یورپ کا وہ انسان جو اپنے کمالات تہذیب و تمدن پر ناز کرتے ہوئے کہتا تھا کہ اس نے اپنا نظام معاشرت پوری طرح مکمل کر لیا ہے۔ آج چاروں طرف دیوانہ وار بھٹکا پھر رہا ہے۔ عورتوں اور بچوں سے شہر خالی کئے جا رہے ہیں۔ ——— مرد اور عورت جنہیں قدرت نے ایک دوسرے کا رفیق بنایا تھا آج ایک دوسرے سے یورپ میں بہت بڑی حد تک جدا ہو چکے ہیں۔ مرد محاذ جنگ پر جمع ہو رہے ہیں اور عورتیں اور بچے دوسرے راغطوں یا مرکزی مقامات سے دور دراز . . بستیوں میں پہنچائے جا رہے ہیں۔ اکثر ممالک کا آپس میں ڈاک اور تار اور ریل وغیرہ کا تعلق منقطع ہو چکا ہے۔

یورپ کے یہ حالات ہمارے لئے ایک درس عبرت کا درجہ رکھتے ہیں۔ جو کچھ یورپ میں پیش آ رہا ہے وہ (خدا نہ کرے) ہندوستان میں زیادہ شدت و وسعت کے ساتھ پیش آ سکتا ہے کیونکہ یہاں انتظامات دفاع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ خدا کے آگے جھکیں اور دنیوی ساز و سامان پر بھروسہ چھوڑیں۔ یورپ کے لاکھوں امیر آدمی ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے قلاش ہو گئے۔ آج انہیں پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور تن ڈھانکنے کیلئے خاطر خواہ کپڑا بھی میسر نہیں ہے۔ متعدد بادشاہ تاج و تخت سے محروم ہو کر دوسرے ملکوں میں آوارہ ہیں۔ یہ انقلاب ہماری جماعت کے ان آدمیوں سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے کچھ کہہ رہا ہے ——— کاش وہ سنیں اور سمجھیں۔ مال و دولت کے سرور میں، مال و دولت عطا کرنے والے خدا کو فراموش کر دینا بہت ہی خطرناک بات اور انتہاء درجہ کا کفران نعمت ہے۔ یورپ کے امیروں کے حالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ زر و جواہر بجائے خود کچھ بھی چیز نہیں اُن سے فائدہ اُٹھانا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم پر ہی موقوف ہے۔ اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو سونے چاندی کے انبار اور موتی ہیروں کے ڈھیر سنگریزوں سے بھی زیادہ ناکارہ ہوتے ہیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ اور قبولیت دعا کا موسم ہے۔ آؤ خدا کے آگے جھکیں اسکے آگے روئیں۔ اس موجودہ خونین و آتشین طوفان پیکار کو فرو کرنے کی دعا کریں۔ اس کے ساتھ ہی اسکے دیئے ہوئے مالوں میں سے اسکی راہ میں کچھ خرچ کریں ——— ہمارے مالدار افراد کو اس بارہ میں زیادہ توجہ اور سبقت کرنی چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے غفلت اور خدا کو بھولنے سے وہ وقت بھی آ سکتا ہے کہ جب مال و دولت میں کھیلتے انسان چشم زدن میں کوڑی کوڑی کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ حوادث عالم ہر ایک صاحب بصیرت کیلئے درس عبرت کا درجہ رکھتے ہیں۔ مبارک ہیں جو اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اپنے خدا ...

ماہ رمضان المبارک

کے متعلق میری درخواست

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری)

رمضان شریف کا بابرکت مہینہ شروع ہو چکا ہے اور اس ماہ مجاہدہ کے متعلق حضرت امیر کا ایک موثر اور بصیرت افروز مضمون اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے۔ اور حضرت ممدوح کے اور مضامین بھی اس سلسلہ میں انشاء اللہ شائع ہوتے رہینگے۔ میں اس عریضہ کے ذریعہ صرف دو امور کے متعلق احباب جماعت کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اوّل یہ کہ یہ مبارک مہینہ جہاں اور بیشمار برکات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ وہاں قرآن شریف فرماتا ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ بالفاظ دیگر یہ قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ لہذا ہمیں جو خادم قرآن اور عاشق قرآن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس بابرکت کتاب کو اس بابرکت مہینے کے اندر جسقدر ممکن ہو پڑھنا چاہیئے۔ جہاں احباب تراویح نہ سن سکتے ہوں وہاں چاہیئے کہ درس قرآن کے سلسلہ کو ضرور جاری کریں اور جس جگہ پر یہ بھی ناممکن ہو وہاں ہر ایک احمدی فرداً فرداً قرآن کریم کی بلاناغہ روزانہ تلاوت کرے اور با ترجمہ۔ جب تک ہم کو قرآن کریم سے عشق نہ ہوگا۔ تب تک ہم خدمت قرآن ہرگز نہیں کر سکتے۔ ایک وقت تھا کہ احمدی قوم کو ہم سو محبت تھی۔ اس کا ہر فرد قرآن کریم کا شیدائی اور متوالا نظر آتا تھا مگر افسوس یہ عشق آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس کو از سر نو پیدا کریں۔ اور اس کیلئے ماہ رمضان المبارک سے جو قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ بھی ہے بڑھکر موزوں وقت کونسا ہو سکتا ہے لہذا جملہ احباب سلسلہ سے میری یہ درخواست ہے کہ ہم اس ماہ مبارک میں قرآن کریم کو جس قدر ممکن ہو سنیں۔ خود پڑھیں اور دوں کو پڑھائیں اور سنائیں۔ یہ ضرور خیر و برکت کا موجب ہوگا۔

دوسری بات جس کی طرف میں تمام دوستوں اور عزیزوں کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جہاں اور بہت سے امور کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں اس امر کا بھی بار بار ذکر کیا ہے کہ اس ماہ میں جس قدر ممکن ہو انسان صدقات اور خیرات دے مالی قربانیاں کرے۔ خود آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا ہے کہ آپ بڑے سخی اور خیرات کرنیوالے تھے۔ اور پھر آپ کی سخاوت ماہ رمضان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ اگر آنحضرت صلعم ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں تو لازماً ہمیں بھی ماہ رمضان میں صدقات، خیرات، زکوٰۃ وغیرہ کی طرف بالخصوص توجہ کرنی چاہیئے۔

بالعموم مسلمان اپنی زکوٰۃ ماہ رجب میں ادا کرتے ہیں۔ ماہ رجب تو گذر چکا ہے لیکن جن احباب نے اپنی زکوٰۃ اب تک ادا نہیں کی ہے۔ وہ اب توجہ فرمائیں۔ اور اپنی زکوٰۃ کو ماہ رمضان المبارک میں ادا کر کے دہرا ثواب حاصل کریں۔ زکوٰۃ کے متعلقہ احکام تو بذریعہ گشتی چٹھی احباب کرام کی خدمت میں صدر دفتر سے بھیجے جا چکے ہیں۔ صرف اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ فریضہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتا جب تک کہ انسان یہ رقم قومی بیت المال میں جمع نہ کروائے احمدی قوم کیلئے یہ امر باعث صد فخر ہے کہ اس کا ایک منظم بیت المال ہے اور وہ اس میں اپنی زکوٰۃ ادا کر کے اس فریضہ سے کماحقہ سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ امسال رمضان المبارک ہمارے مالی سال کا آخری مہینہ ہے۔ جن احباب نے اپنے ماہوار چندہ کی کوئی رقم تا حال ادا نہیں کی وہ اس بقایا کو بھی اسی بابرکت مہینے میں ادا کرنے کی کوشش [illegible] سال کا آغاز بغیر کسی بقایا کے شروع کریں۔ بلکہ اپنے بقایا کو اس مبارک مہینہ میں ادا کر کے وہ چند ثواب کے مستحق ہوں اور مالک حقیقی کی خوشنودی حاصل...

شذرات

پیر پرستوں کی خوش فہمیاں

پیر پرستی اور غلو کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پیر پرست لوگ دیگر معاملات کے علاوہ اپنے پیر کی ذات کے متعلق بے انتہا غلو کرتے ہیں اور بعض اوقات جوش جہالت گمراہی میں اسے خدا اور رسول کا ہم مرتبہ قرار دے دینے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ ہمارے قادیانی دوست بھی پیر پرستی کی وجہ سے جناب میاں صاحب کی حیثیت، منصب اور قابلیت کے متعلق اکثر غلو سے کام لیتے رہتے ہیں۔ میاں صاحب کی غیر معمولی روحانیت، تعلق باللہ اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ خلیفہ کے دعاوی بے دلیں سے قطع نظر بیت سے قادیانی انہیں دنیا کا سب سے بڑا مفکر، مصنف، مفسر، مدبر اور خطیب وغیرہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا بھر کے زندہ اہل علم، مصلحین اور سیاست دان میاں صاحب کی تجاویز کی نقل اور ان کے ارشادات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور سارے جہان کی اصلاحی مساعی اور انقلابات کا سلسلہ انکی ذات گرامی ہی سے کسی نہ کسی رنگ میں وابستہ ہے ــــ حالانکہ اہل نظر ہمیشہ قادیانیوں کے ان مضحکہ خیز غالیانہ دعاوی پر مسکراتے رہے ہیں۔

جب سے میاں صاحب نے بعض خاص مقاصد کے پیش نظر "تحریک جدید" جاری کی ہے تب سے ان قادیانی خام خیالیوں میں زیادہ "پختگی" آ گئی ہے۔ "الفضل" ۸ر اکتوبر ۱۹۴۰ء اپنے مقالہ افتتاحیہ میں تحریک جدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جب سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید جاری فرمائی ہے دنیا کے حالات میں ایک حیرتناک تغیر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے، اب یوماً فیوماً وہ تغیر بڑھتا چلا آ رہا ہے یہ تغیرات جن کا دائرہ بہت وسیع ہوتا جا رہا ہے تمام دنیا کو اس امر کی طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ سادہ زندگی اختیار کرو اور تعیش کے سامانوں سے پرہیز کرو کیونکہ سادہ زندگی سے قوموں کے اندر جفاکشی اور ہمت کا مادہ پیدا ہوتا ہے . . . ."

گویا جس طرح موجودہ جنگ عظیم چند قادیانیوں کی غیر متوازن دعاوں کا نتیجہ ہے اسی طرح مختلف ممالک میں جو تغیرات ہو رہے ہیں وہ "تحریک جدید" اور میاں صاحب کی سادگی کی تلقین کا نتیجہ ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر مذاہب اور مصلحین سادگی اور جفاکشی کی تعلیم دیتے آئے ہیں، اسلام نے تو خاص طور پر سادہ زندگی بسر کرنے اور تعیش کے سامانوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدینؓ کی زندگیاں بالکل سادہ تھیں۔ موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نور الدینؓ صاحب کی زندگیاں اسی بارہ میں نمونہ ہیں۔ جناب میاں صاحب نے جہاں احمدیت کے سیدھے سادھے پاکیزہ عقائد کو غلو کر کے بگاڑا اور خراب کیا وہاں حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نور الدینؓ صاحب کے زمانہ کی سادگی کو بھی باقی نہ رہنے دیا ــــ ایام خلافت، اس سے گردوپیش اور قادیان کے در و دیوار اس پر گواہ ہیں۔ بایں دعوے تو یہ ہیں کہ ان کی صرف ایک تحریک جدید سے عالمگیر تغیرات ہو رہے ہیں ــــ ایسے پیر پرستانہ خوش فہموں کے سوا اور کیا کہا جائے؟

خدا بہتر جانتا ہے کہ ان سطور کا مقصد کوئی مخالفانہ تبصرہ یا طعن نہیں بلکہ محض قادیانیوں کی مضحکہ خیز روش کی مخلصانہ اصلاح مطلوب ہے جس طرح قادیانیوں نے اپنے غلط اور غالیانہ عقائد سے ساری دنیا میں حضرت مسیح موعود اور تحریک احمدیت کو بدنام کر ڈالا اسی طرح وہ اپنے "خلیفہ" کے متعلق اس قسم کی بے حقیقت دعاوی سے لوگوں کو اپنے اوپر تمسخر کی دعوت دے رہے ہیں ــــ ہم باوجود شدید اختلاف کے انہیں موجودہ پست سطح سے بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب وزیر آباد میں!

عظیم الشان جلسہ عام میں بصیرت افروز تقریر

۲۷ ستمبر کی شب کو جناب حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے وزیر آباد میں ایک عظیم الشان تقریر فرمائی جس سے لوگ بڑے محظوظ ہوئے اور کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ایسی تقریر نہیں سنی۔ ان میں سے اکثر نے یہ بھی کہا کہ ہمیں مولویوں نے بڑے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔ ان کو سن کر . . . پتہ لگتا ہے کہ اصلیت کیا ہے، شروع میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں رد و بدل نہ ہوا ہو اور مصنف کی شرک کے ساتھ ساتھ اس کی تصنیفوں میں بھی تبدیلی نہ پیدا ہوئی ہو۔ لیکن قرآن شریف کا ابتدائے نزول سے اسی طرح محفوظ رہنا ایک امر مسلم ہے اور غیر مذاہب والے بھی اس کی اعلیٰ اور کامل تعلیم سے متاثر ہیں۔

اس کے بعد آپ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح سردار دو جہان نے اس قسم کی انسانی مساوات قائم کی جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ عظیم الشان خدمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی روشن دلیل رہے گی۔

تقریر کو ختم کرتے ہوئے آپ نے دردبھری دعا کی کہ خداوند کریم مسلمانوں کو وسعت قلب عطا فرمائے اور اس نازک وقت میں اسلامی سلطنتوں کو محفوظ فرمائے۔

(شیخ) نثار احمد وزیر آباد

مرکز میں درس قرآن کریم

ویسے تو مرکز میں درس قرآن کریم کا سلسلہ کم و بیش سارا سال جاری رہتا ہے۔ جب سے حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ہیڈ بلڈنگس میں سکونت اختیار کی ہے درس قرآن کی باقاعدگی اور شوق میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ امسال حضرت موصوف کے علاوہ جناب مولانا عزیز بخش صاحب آنریری جائنٹ سیکرٹری و مولوی احمد یار صاحب ایم اے مبلغ انجمن بھی وقتاً فوقتاً درس دیتے رہے جس سے سننے والوں کو بہت فائدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور خدمت دین کی بیش از پیش توفیق دے آمین ثم آمین۔

رمضان المبارک . . . . کی وجہ سے درس کا وقت تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب ہر روز نماز فجر کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب درس دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی اجتماع اور رونق ہوتی ہے۔ شہر اور سول لائنز کے قریباً ہر ایک حصہ سے احباب سننے کے لئے آتے ہیں۔ بعض غیر از جماعت اصحاب بھی باقاعدگی کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ حضرت موصوف کے علم قرآن اور موثر و دلنشین طرز بیان سے سب لوگ واقف ہیں، آپکے درس کی یہ خصوصیت ہے کہ علمی و دینی معلومات کے ساتھ ساتھ سننے والوں کی قرآن، اسلام، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ترقی کرتی ہے۔ اور یقین و ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ضرورت ہے کہ لاہور کے تمام احباب بالخصوص نوجوان اس چشمۂ فیض سے کماحقہ فائدہ اٹھائیں اور پوری باقاعدگی کے ساتھ درس میں شرکت کریں اس طرح وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کر سکیں گے اور ان کی صبح کی سیر بھی ہو جائے گی جس سے صحت ترقی کرے گی۔ اپنے ساتھ غیر از جماعت دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کیجئے۔

آخر پر ہم دو باتیں اور عرض کرنا چاہتے ہیں، ایک یہ کہ احباب کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ رمضان کے بعد بھی درس قرآن کریم کے متعلق اپنی اس دلچسپی اور باقاعدگی کو قائم رکھیں۔ دوسرے یہ کہ باہر کی تمام جماعتوں میں بھی اسی طرح درس قرآن کا تسلی بخش انتظام کیا جائے خواہ وہ چھوٹے پیمانہ پر ہی کیوں نہ ہو۔

ریاست کشمیر میں ہندی

ریاست کشمیر میں اسی فیصدی سے زائد مسلمان آباد ہیں جنہیں ہندی زبان سے کوئی لگاؤ اور دلچسپی نہیں۔ یہاں کے ہندو اور دیگر غیر مسلم بھی اس زبان سے ناآشنا ہیں بلکہ کشمیری پنڈت اور اکثر تعلیمیافتہ ہندو مسلمانوں کی طرح ہی اردو، فارسی سے رغبت رکھتے ہیں لیکن بایں حکومت کشمیر ہندی کو رواج دینے پر تلی ہوئی ہے اور لاکھوں روپیہ اس غرض کے لئے برباد کیا جا رہا ہے۔ پہلے اسٹامپ وغیرہ پر ہندی حروف چھاپے گئے ہیں۔ پھر کشمیر اسمبلی کی رکنیت کی سندیں اس زبان میں تقسیم ہونے لگیں۔ اب محکمہ تعلیم میں . . . اسے خواہ مخواہ داخل کیا جا رہا ہے "آریہ گزٹ" اپنی ۸ر اکتوبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:-

"حکومت کشمیر نے ریاست کے سکولوں میں اردو کیساتھ دیوناگری رسم الخط استعمال کرنیکا بھی حکم دیدیا ہے۔ چنانچہ درسی کتب دونوں حروف میں چھپیں گی . . . . اگر اسکول کے پندرہ فیصدی طلبہ کسی رسم الخط کا مطالبہ کریں تو اس میں تعلیم لازمی ہوگی اسکول کے استادوں کے لئے دونوں رسم الخط جاننا ضروری ہیں۔ انہیں ایک سال کے اندر اندر دونوں رسم الخط سیکھنے ہونگے۔ کوئی بھی شخص جو دونوں رسم الخط نہ جانتا ہوگا آیندہ مدرس مقرر نہیں ہوگا اور اگر کوئی شخص ٹیچر مقرر ہو بھی جائے تو اسے پھر ایک سال کے اندر اندر یہ کمی پوری کرنی ہوگی ورنہ اسے مستقل نہیں کیا جائیگا"

حکومت کشمیر کا یہ فیصلہ نہایت ناموزوں بلکہ ظالمانہ ہے اور خالص مہاسبھائی ذہنیت کے زیر اثر کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ نہ صرف کشمیر میں اردو کی بربادی ہوگا بلکہ محکمہ تعلیم میں ملازمت کے دروازے بھی مسلمانوں اور اردو دوست ہندوؤں پر بڑی حد تک بند ہو جائیں گے ــــ اس فیصلہ کیخلاف . . .

مراسلات۔ (ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں)

جناب خلیفہ قادیان
اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کی نظر میں

(۲)

خلیفہ صاحب کی متوازی حکومت

اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے نامہ نگار کی بھی یہی رائے ہے کہ جناب خلیفہ صاحب نے قادیان میں ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مخصوص سیاسی انداز میں لکھتا ہے:

"خلیفہ صاحب نے چھوٹے پیمانے پر متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ ان کی ایک کابینہ یعنی جماعت وزراء بھی ہے جس کے سات ارکان ہیں۔ جنہیں خلیفہ صاحب تعینات کرتے ہیں اور وہ صرف انہی کے آگے جوابدہ ہیں۔ اس کابینہ کے ارکان ناظر اعلیٰ، ناظر تعلیم و تربیت۔ ناظر دعوت و تبلیغ۔ ناظر امور عامہ۔ ناظر امور خارجہ۔ ناظر بیت المال۔ ناظر ضیافت وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی قابل ذکر شعبہ جات ہیں۔ لیکن ان کی مستقل صیغہ کی حیثیت نہیں۔ یہ انہی ناظروں کے ماتحت ہیں جن سے وہ متعلق ہیں۔ مثلاً ان میں سے بعض شعبے قضا، جائداد اور تجارت کے ناموں سے موسوم ہیں۔ یہ کابینہ یا جماعت وزراء خلیفہ صاحب کی اجازت سے سات لاکھ روپے کے بجٹ کا بندوبست کرتی ہے۔"

قادیان میں جناب خلیفہ صاحب کی "متوازی حکومت" کی صدائیں پہلے بھی کئی مرتبہ مختلف حلقوں کی طرف سے بلند ہو چکی ہیں۔ اور اس پر شدید اعتراض ہو چکا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کو شروع ہی سے ایک ریاست قائم کرنے کا شوق ہے۔ "سول" جیسے ایک نیم سرکاری اخبار کے نامہ نگار کی یہ رائے جس کی تائید میں پہلے بھی بہت سی آراء موجود ہیں۔ دیکھئے کیا اثر و نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔

"مجلس مشاورت"

نامہ نگار مذکور نے قادیانی جماعت کی نام نہاد مجلس مشاورت کا بھی معنی خیز الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ وہ اس کو خلیفہ صاحب کی ایک آئینی اختراع قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"ایک اور آئینی اختراع جو موجودہ خلیفہ صاحب کی پیدا کردہ ہے۔ وہ ایک اسمبلی ہے جسے "مجلس مشاورت" کہتے ہیں۔ اس مجلس مشاورت کا کام یہ ہے کہ وہ خلیفہ صاحب کو اس مسئلہ پر مشورہ دے جو اس مجلس کے سامنے پیش کیا جائے یہ انتخاب شدہ اور نامزد کئے ہوئے ممبروں پر مشتمل ہے۔ انتخاب شدہ ارکان کی تعداد زیادہ ہے۔ گذشتہ اٹھارہ سال میں اس مجلس کے ارکان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلی میٹنگ میں صرف ۸۷ ارکان تھے اور ۱۹۳۶ء میں ۴۴۸ ممبر تھے سالانہ بجٹ اس مجلس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور خلیفہ صاحب ان آراء کو نوٹ فرما لیتے ہیں جو کہ پیش کی جاتی ہیں۔"

قادیانی مجلس مشاورت کے متعلق اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹلی اور جرمنی کی نام نہاد جمہوریت کش پارلیمینٹوں سے ملتی جلتی ہے۔ اور قادیانی خلیفہ کی حیثیت ایک مطلق العنان ڈکٹیٹر کی ہے۔ آگے چل کر نامہ نگار نے لکھا ہے کہ:

"اس دستور اساسی اور آئین کی وضاحت کرتے ہوئے خلیفہ صاحب نے کہا تھا۔ ہمارے ہاں خالص طور پر جمہوریت بھی نہیں ہے اور استبدادیت بھی نہیں۔ گو میں نے یہ مجلس شوریٰ قائم کی ہے لیکن میں اس کے مشورہ کا پابند نہیں ہوں۔"

یہ تو خلیفہ صاحب نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ان کے ہاں خالص طور جمہوریت نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خالص طور پر چھوڑ سرے ہی سے قادیانی نظام خلافت میں جمہوریت عنقا ہے۔ اور یہ نظام خالص استبدادیت پر قائم ہے۔

خلیفہ صاحب کی وصیت اور اولاد وغیرہ

قارئین "پیغام صلح" کو معلوم ہوگا۔ کہ جناب خلیفہ صاحب نے حال ہی میں بعض خوابوں سے متاثر ہو کر اپنی وصیت شائع کی ہے جس کے متعلق "الفضل" اور دوسرے قادیانی اخباروں میں خوب پروپیگنڈا کیا گیا۔ نامہ نگار مذکور نے بھی اس وصیت کا ذکر کیا ہے

"خلیفہ صاحب کے اس پراسرار اعلان پر کہ ان کے بعض دوستوں نے ان کی موت کے متعلق خوابیں دیکھی ہیں۔ قادیانی جماعت پر ایک افسردگی چھا رہی ہے۔ "الفضل" کے جس پرچہ میں اس افسوسناک پیشگوئی کا ذکر ہے۔ اس میں خلیفہ صاحب کی ایک وصیت بھی شائع ہوئی ہے۔ خلیفہ صاحب کی جائداد کا دسواں حصہ تو جماعت کے غربا کو ملے گا۔ اور دسواں حصہ نظام کے سپرد کیا جائے گا۔ اور باقی جائداد خلیفہ صاحب کے بیٹوں اور دیگر ورثاء کو ملے گی۔ . . . . . .

اب چونکہ خلیفہ صاحب نے وصیت کر دی ہے۔ تو یہ بیان کر دینا بھی غیر ضروری نہ ہوگا کہ خلیفہ صاحب نے چھ شادیاں کی ہیں۔ جن میں سے ۱۰ لڑکے ہیں۔ اور نو لڑکیاں ہیں۔ جن میں سے چار کی شادی ہو چکی ہے۔"

میں گذشتہ اشاعت میں "سول" کے نامہ نگار کی یہ رائے درج کر چکا ہوں۔ کہ:

"ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ خلیفہ صاحب اپنی ذات کے متعلق گفتگو کو بہت پسند کرتے ہیں۔"

نامہ نگار مذکور کے مضمون کے اکثر حصوں سے اس کی اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ خدا مجھ سے کس طرح کلام کرتا ہے۔ خلیفہ صاحب نے نامہ نگار کو بتایا کہ:

"کشوف میں میں اس کے (خدا کے) قرب کو محسوس کرتا ہوں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔ میں نے ایک کشف میں مختلف قسم کے ہوائی جہاز امریکہ سے انگلستان کی طرف اڑتے ہوئے دیکھے یہ ایک شاندار نظارہ تھا۔ مجھے آواز آئی۔ کہ ان کی تعداد دو ہزار چار سو ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اخبار میں یہ خبر پڑھ کر میں بہت حیران ہوا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے دو ہزار چار سو ہوائی جہاز انگلستان کو بھجوائے ہیں۔ میں نے اس کشف کے متعلق سر چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو لکھا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق وہ شہادت بھی دے سکتے ہیں۔"

میں نے پہلی قسط میں بتایا تھا کہ مضمون نگار کی قوت مشاہدہ نہایت تیز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایسے الفاظ اور جملے استعمال کرتا ہے کہ مطالعہ کرنے والے کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ چوٹ ہو رہی ہے یا تعریف۔ اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

"خلیفہ صاحب جنہیں خدا آئندہ آنے والے واقعات کا علم تفویض کرتا ہے۔ دسویں کے امتحان میں فیل ہو گئے تھے۔ گو خلیفہ صاحب کئی لحاظ سے اچھے تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ انہوں نے از خود کئی زبانیں سیکھی ہیں۔ جن میں انگریزی زبان بھی شامل ہے۔ خلیفہ صاحب نے تسلیم کیا کہ وہ انگریزی زبان کے علم میں "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے ممنون احسان ہیں اور اسی روزنامہ کو وہ باقاعدہ پڑھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں ۱۹۰۶ء سے "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کا مطالعہ کرتا ہوں ابتداء میں میں زیادہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ الفاظ میں معنی پیدا ہوتے گئے۔ گو اب روانی کیساتھ انگریزی بول تو نہیں سکتا۔ لیکن میں ان مسودات کی اصلاح کر لیتا ہوں جنہیں میرے ناظر تیار کرتے ہیں جن میں سے بعض ایم۔ اے تک تعلیم یافتہ ہیں میں نے کبھی لغت سے مدد نہیں لی۔ خلیفہ صاحب کبھی خلیفہ . . . . نہیں بن سکتے تھے۔ اگر انہیں انگریزی زبان پر عبور نہ ہوتا۔"

مضمون کافی طویل ہو گیا۔ اب میں اسے بس کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں پھر کہوں گا کہ سول کے نامہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے اس کا اصل لطف انگریزی زبان میں ہی ہے۔ انگریزی خواں دوست اسے خود مطالعہ کریں۔

(نامہ نگار)

ٹیوٹروں کی ضرورت

ہمیں دو ٹیوٹروں کی ضرورت ہے ایک ٹیوٹر ایف۔ اے کے طالب علموں کو مندرجہ ذیل مضامین پڑھا سکتے ہوں:

(۱) فزکس (۲) حساب (۳) انگریزی (۴) عربی۔ اگر عربی نہ پڑھا سکتے ہوں تو فارسی بھی۔ بہتر ہے کہ کوئی احمدی جو ایل اولسی۔ ایس سی کی ڈگری یافتہ ہوں۔ ان کو تو ہم تمام وقت کیلئے استاد رکھ لیں گے۔

دوسرے صاحب چھوٹی عمر کے بچوں کے لئے چاہیئیں کچھ وقت تو دفتر میں کلرکی کا کام کرنا ہوگا اور باقی وقت چار پانچ لڑکے بچے کو

افراط اور تفریط

حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن کی تحقیق قادیانی نظریہ اور اس پر ایک نظر

(از جناب ذان زمان صاحب بی۔ کام از دھلی)

(۳)

۔ واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں۔ لیکن اگر آج بھی وہ قرآن کو قاضی ٹھہرائیں۔ تو ان کو اپنی غلطی پر اطلاع ہو جائے۔ مگر افسوس ان کی نگاہیں قرآن کریم کی طرف اٹھتی ہی نہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر ان کو اس طرف توجہ دلائی جائے۔ کہ ریاست بنانے کی بجائے قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کے لئے جدوجہد کرو۔ تو اس کو ڈاکٹر عبدالحکیم کے نقش قدم پر چلنے کے مترادف بنایا جاتا ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہی درست ہے تو پھر خود حضرت مسیح موعود کس کے نقش قدم پر چل کر یہ خواہش ظاہر فرما رہے تھے۔ بات دراصل یہ ہے کہ چونکہ یہ غالی گروہ نفس پرستی کی زنجیروں میں جکڑا گیا ہے اور تعصب نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ اس لئے اب صحیح بات بھی کہو تو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان سے قرآن کریم کی خدمت کی توفیق اللہ تعالےٰ نے چھین لی۔ حالانکہ ان کے پاس روپیہ ہے جتھہ ہے بزعم خویش "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" ہاں موعود خلیفہ "مصلح موعود" موجود ہے۔ اور یہ وہ سامان ہیں جن پر ان کو بے جا ناز بھی ہے لیکن پھر بھی آج تک باوجود بلند بانگ دعاوی کے حضرت مسیح موعود کی خواہش کو پورا نہ کر سکے۔ اور یہی بات ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کے متعلق فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہ وہ کام ہے جو میرا ہے۔ یا اس کا جو مجھ سے ہے اور میری شاخ ہے۔ دوسرا اس کو ہرگز نہیں کر سکتا۔ پس جب قادیانی غلو کر کے حضرت مسیح موعود کی دراثت سے بے نصیب ہو گئے۔ اس لئے ان سے یہ کام ہونا ناممکن تھا۔ ہاں اس شخص سے خدا نے اپنے فضل سے یہ کام لیا۔ جو اس کا اہل تھا اور حضرت صاحب کی شاخ تھا۔ سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست،
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی پوزیشن کو واضح کرنے کے لئے تقریباً اپنی ہر ایک کتاب میں کوشش فرمائی۔ کھول کھول کر بتایا کہ میری نبوت سے مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں۔ لیکن اس بات کو کیا کیا جائے کہ باوجود ان تصریحات کے قادیانی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ گو آپ نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ اس نبوت سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے۔ لیکن آپ نے ایسی تشریح کرنے میں غلطی کھائی ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں ناظرین کو بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ حضرت صاحب نے جو تشریح لفظ نبی کی جو آپ کے متعلق الہام الٰہی میں یا احادیث نبوی میں استعمال ہوا۔ شروع دعویٰ میں فرمائی۔ وہی آخری ایام میں فرمائی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اپنی کتاب "مواہب الرحمٰن" کے صفحہ ۶۶ تا ۶۷ میں بعنوان :۔ "اند کے ذکر دربارہ عقائد ما" فرماتے ہیں :۔

"ما مسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است۔ و دین او بہترادیان است وایمان مے آریم کہ او خاتم الانبیاء است۔ بعد او پیغمبرے نیست۔ مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد و موافق وعدہ او ظاہر شدہ خدا را مکالمات و مخاطبات است با دلیائے خود درین امت و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ مے شود۔ و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و داوہ نمی شوند۔ مگر فہم قرآن"۔ الخ

اور یہی بات آپ اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت حاشیہ صـ۳۲۴ میں فرماتے ہیں :۔

"ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں۔ اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات متعدیہ کے اظہار اور اثبات کیلئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے سو اس طور سے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ یعنی ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ تا میں آنحضرت صلعم کے فیوض کا نمونہ ٹھہروں۔"

اب ان دونوں حوالوں کو یکجائی طور پر دیکھو تو سوائے اس کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ جس ظلی نبوت کو حضرت صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم نہیں مانتے وہ ولایت ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں مکالمات الٰہیہ اولیاء سے ہوتے ہیں اور ان کو نبوت کا رنگ دیا جاتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ نبی نہیں ہوتے۔ بہر حال حضرت مسیح موعودؑ نے جزوی نبوت کو امت محمدیہ کیلئے جاری رہنا تسلیم کیا ہے۔ بالفاظ دیگر مکالمات و مخاطبات الٰہیہ آنحضرت صلعم کی کامل طور پر پیروی کرنے والے کو عطا ہوتے ہیں۔

یوں تو جیسا کہ میں نے سطور متذکرہ بالا میں عرض کیا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنی پوزیشن کو اپنی ہر ایک کتاب میں واضح کیا لیکن میں بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور زیادہ اس مسئلہ پر کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ جن کو خدا تعالیٰ ہدایت نہ دے۔ ہم کیونکر دے سکتے ہیں۔ جن کی آنکھیں وہ مالک نہ کھولے ہم کیونکر کھول سکتے ہیں۔ جن مردوں کو وہ زندہ نہ کرے۔ ہم کیونکر کر سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

پس میں قادیانی غلطی خوردہ بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ قرآن کریم کو ہر تنازعہ میں قاضی ٹھہراؤ۔ احادیث کی قدر کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقائق و معارف سے استفادہ حاصل کرو۔ صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ حضرت صاحب کی جماعت کے پاک ممبروں پر بدظنی نہ کرو۔ حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وہ فقرات یاد کرو۔ "لاہوریوں پر بدظنی نہ کرو۔ بدظنی بری بلا ہے، بدظنی کرو گے تو احمدی نہ رہو گے۔ نہ بنو گے۔" قرآن کریم کی خدمت میں ہی خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی ہے۔ اس کی قدر کرو۔ کسی پیر کو خوش کر لینا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب نہیں کر سکتا

دوسرے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہی پوزیشن دنیا کے سامنے پیش کرو جو خود حضور نے بیان فرما دی آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے دوسروں سے کفر کے فتوے نہ لگواؤ۔ اور اس طرح آپ کی عزت کو ملیا میٹ نہ کرو۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی طرف خدائی کا دعویٰ منسوب کیا اور یہ سمجھا کہ شاید اس طرح ان کی عزت بلند ہو رہی ہے۔ پس ان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ انہوں نے یہ ایسا ظلم عظیم کیا ہے۔ تم اس ظلم کو دور کرو نہ کہ اس ظلم کو بڑھاؤ۔ ہاں اگر تم یہ کوشش کرو۔ کہ حضرت صاحب کے مقام کو بدل دو۔ تو وہ تو بدل نہیں سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ضرور لگ جائے گا۔

پس وہ راستہ اختیار کرو۔ جس پر حضرت مسیح موعودؑ لگا گئے تھے اور وہ راستہ نہ چھوڑو جس پر چلنے کی تلقین خواہشات نفس کے پجاری کر رہے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آریہ میگھ ادھار سبھا کی معاہدہ شکنی

خود لگان وصول کرتی رہی مگر حکومت کا روپیہ نہ دیا

لاہور ۳۰ ستمبر۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ آریہ میگھ ادھار سبھا کو ایک معاہدہ فروخت کے ماتحت ۱۹۱۹ء میں جو ۱۲۹۷ ایکڑ اراضی دی گئی تھی۔ اسے دوبارہ واپس لینے کے متعلق حکومت کی کارروائی پر مقامی اخبارات میں گمراہ کن بیانات شائع ہوئے ہیں یہ زمین جو سبھا مذکور نے آباد کی ہے ضلع ملتان میں خانیوال کے قریب واقع ہے۔

اراضی مذکور اس وجہ سے دوبارہ واپس لی گئی ہے کہ ۱۹۲۹ء سے سبھا مذکور نے اس کی خرید کے متعلق ایک پیسہ تک بھی ادا نہیں کیا۔ حالانکہ بالاقساط ادائیگی کیلئے فیاضانہ پیمانہ پر رعایت دی گئی تھی۔ معاہدہ کے اختتام سے پیشتر اس سبھا کو حکومت پنجاب کا ۶۵ ہزار روپیہ اصل اور ۹۱ ہزار روپیہ سود دینا تھا بار بار انتباہ کے باوجود روپیہ ادا نہیں کیا گیا۔ اندریں حالات حکومت کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ وہ سبھا کو بے دخل کر دے۔ جو روپیہ کی ادائیگی کے لئے ذمہ دار تھی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ سبھا میگھ تحتی مزارعوں سے لگان وصول کرتی تھی۔ لیکن پھر بھی حکومت کو واجب الادا رقم ادا نہیں کرتی تھی۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حکومت کی اس کارروائی سے میگھ تحتی مزارعان بے گھر ہو جائیں گے۔ حکومت نے حکم دیا ہے کہ سبھا سے اراضی واپس لے لینے کے بعد اسے عارضی طور پر پٹہ پر دینے میں ایک شرط یہ ہوگی کہ موجودہ تحتی مزارعین کو فی الحال بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ حکومت نے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کیا کہ آخر میں اس اراضی کا تصفیہ کس طرح کیا جائے گا۔ لیکن وہ یقینی طور پر تحتی مزارعین کی فلاح و بہبود کا سب سے پہلے خیال رکھیں گی۔ جنہوں نے اصل میں اس زمین کو قابل کاشت بنایا ہے۔

اعلان برائے امتحان دینیات

(۱) امتحان دینیات میں شامل ہونے کیلئے حسب اعلان مندرجہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۶ رمئی ۴۴ سنہ آخر اکتوبر یا شروع نومبر میں ہونا ہے مندرجہ ذیل اصحاب کے نام آ چکے ہیں۔ لیکن ان احباب میں سے کسی نے یہ اطلاع نہیں دی کہ وہ کس درجہ کے امتحان میں شامل ہوگا۔ لہٰذا بذریعہ اخبار پیغام صلح التماس کی جاتی ہے کہ براہ مہربانی یہ سب احباب اطلاع دیں کہ وہ کس درجہ کے امتحان میں شامل ہونگے۔ پانچوں درجوں کا مکمل کورس اخبار "پیغام صلح مسیح موعود نمبر" میں صـ۶ـ پر دیا جا چکا ہے اور یہ بھی نوٹ دیا گیا تھا کہ ہر شخص کا اختیار ہوگا کہ جس درجہ کا چاہے امتحان دے۔ مگر دو ماہ پیشتر دفتر سیکرٹری میں اطلاع دینی ضروری ہے کہ کس درجہ کے امتحان میں شامل ہوگا۔ چونکہ اب امتحان میں ایک ماہ سے بھی کم عرصہ رہ گیا ہے۔ اس لئے احباب کو چاہیئے کہ اس اعلان کے دیکھتے ہی فوراً دفتر سکرٹری میں اطلاع مطلوبہ بھیج دیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھیں کہ وہ کس مقام پر امتحان دیں گے اور ان کے امتحان کی نگرانی کرنے والا کون ہوگا۔ جس کے پاس پرچہ ہائے سوالات بھیجے جائیں۔

(۲) جن احباب نے نام اب تک نہیں بھیجے لیکن امتحان کی تیاری کر لی ہو۔ ان کو بھی مندرجہ بالا اطلاع دفتر سکرٹری میں بھیج دینی چاہیئے اور اپنا نام و پتہ خوشخط لکھیں۔

عزیز بخش
جائنٹ سکرٹری

اسمائے امیدواران امتحان دینیات ۱۹۴۴ء

نمبر شمار	تاریخ	نام و پتہ	اس درجہ کا امتحان دینگے	[illegible]
۱	۳/۹/۴۴	عبدالجلیل صاحب انگلش ماسٹر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول گجرات ضلع مردان	درجہ دوم	
۲	۴/۹/۴۴	محمد عبداللہ صاحب گلکار ولد محمد سلطان گلکار زیر ستان حبہ کدل سرینگر کشمیر	درجہ اعلیٰ	
۳	"	غلام رسول صاحب ولد غلام محمد درزی خانقاہ معلیٰ ڈاکخانہ مہاراج گنج سرینگر کشمیر	درجہ اول	
۴	۶/۹/۴۴	مرزا بلادل خانصاحب کلرک		
۵	۷/۹/۴۴	حکیم مبارک عبداللہ صاحب معرفت خواجہ محمد عبداللہ صاحب ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی		
۶	"	فخرالدین احمد صاحب معرفت خواجہ محمد عبداللہ صاحب ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی		
۷		مسٹر بشیر محمد صاحب اختر ہیڈ کلرک انجمن		
۸		خان زمان خانصاحب بی کام دہلی (سابق پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر)		
۹		مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن		
۱۰		چودھری عبدالمجید صاحب مسلم ہائی سکول		
۱۱		مولوی ابوبکر صاحب " " "		
۱۲		مولوی غلام نبی صاحب مسلم		
۱۳		محمد احمد صاحب		
۱۴		چودھری عبدالحق صاحب " " " "		
۱۵		عزیز احمد صاحب	درجہ دوم	
۱۶		چودھری عبدالحمید صاحب مسلم ہائی سکول لاہور		
۱۷		چودھری محمد سعید صاحب بھٹہ		
۱۸		چوہدری محمد حیات صاحب گجرات		
۱۹		مولوی عبدالواحد صاحب		
۲۰		مسٹر محمد اسلم صاحب (صاحبزادہ مولانا یعقوب خانصاحب)		

میرا سفر کشمیر

پہلگام، سرینگر، کوہ مری اور راولپنڈی میں احباب سے ملاقاتیں

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن)

میں نے اس دفعہ تقریباً ایک ماہ وادی کشمیر میں بسر کیا۔ وہاں جانے کی اولین غرض تو یہی تھی کہ لاہور کی گرمی سے کچھ عرصہ کیلئے نجات حاصل ہو لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ قرآن کریم نے جس "ربوۃ ذات قرار ومعین" کا ذکر حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ کے بیان میں کیا ہے۔ کیا وہ کشمیر پر صادق آتا ہے۔ ربوۃ اونچی زمین کو کہتے ہیں لیکن ذات قرار کے الفاظ چاہتے ہیں کہ یہ جگہ ہموار ہو اور پہاڑ وغیرہ نہ ہوں اور "معین" اس امر کا مقتضی ہے کہ اس میں پانی کی افراط ہو۔ اور چشموں کی بہتات ہو اور پھر ان تمام چیزوں کی وجہ سے پھلوں کی کثرت ہو۔ اب کشمیر دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وادی کے اندر یہ تمام باتیں موجود ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں "ربوۃ ذات قرار ومعین" کے الفاظ کشمیر کے لئے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ پھر اس کشمیر میں (سرینگر میں) ایک قبر بھی ہے جو کہ "یوز آسف" کے نام سے موسوم ہے اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ کی ہے۔ اس طرف حضرت مسیح موعود نے بھی توجہ دلائی ہے۔ بلکہ میں نے یورپ میں ایک کتاب کے اندر پڑھا تھا کہ ایک یورپین مستشرق کا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کشمیر میں تشریف لے گئے تھے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا وصال بھی وہیں ہوا۔ ان واقعات سے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ ان کا علم لدنی تھا۔

مجھے اس سفر میں اپنی جماعت کے دوستوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو وہاں مقیم ہیں۔ چونکہ میرا یہ کشمیر کا پہلا سفر تھا اور پھر کشمیر ایک تو لاہور سے کافی دور ہے اور دوسرے وہاں کے احباب اکثر غریب ہیں اور اس وجہ سے وہ بالعموم ہمارے سالانہ اجتماع پر نہیں آ سکتے۔ لہٰذا میری یہ خواہش اور کوشش رہی کہ قیام سرینگر کے دوران میں جس قدر احباب جماعت سے ملاقات ہو سکے کی جائے۔ تاکہ اس طرح ہم ایک دوسرے کی ملاقات سے مستفید ہوں اخوت اور محبت کے تعلقات میں اضافہ ہو۔

پہلگام میں نماز جمعہ کا باقاعدہ انتظام

اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے میں نے پہلگام میں باقاعدہ نماز جمعہ کا انتظام کیا۔ میں نے اپنے مکرم دوست **ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب میڈیکل آفیسر پہلگام** سے درخواست کی کہ جمعہ کی نماز کا باقاعدہ انتظام ہو۔ اور ہم سب دوست جو آجکل یہاں مقیم ہیں ملکر جمعہ کی نماز ادا کیا کریں۔ بلکہ مستورات کا بھی اجتماع ہو۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے میری اس درخواست کو منظور فرمایا اور تمام امور کا انتظام خود اپنے ذمہ لیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ہماری جماعت کے معزز اور پُرجوش نوجوان ہیں۔ اور آپ کے اور آپ کے اہل خانہ کے اندر اسلام اور احمدیت کا حقیقی جوش اور ولولہ موجزن ہے۔ ہم جتنا عرصہ بھی وہاں رہے نماز جمعہ ان کے ہی مکان پر ہوتی رہی۔ اور آپ ہمیشہ بڑی مستعدی سے اس کا اہتمام کرتے رہے۔ ایک جمعہ تو بندہ نے پڑھایا۔ باقی جمعے ہمارے مکرم دوست **مولانا یعقوب خانصاحب** ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی اسکول لاہور پڑھاتے رہے۔ قیام پہلگام میں بعض مسلم احباب سے احمدیت اور حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق بھی سلسلہ کلام جاری رہا۔ افسوس اس اثنا میں میں اور میری بچی دونوں وقتاً بیمار رہے۔ لہٰذا اس کام کو کما حقہ سرانجام نہ دے سکے۔

سرینگر میں نماز جمعہ اور احباب سے ملاقات

پہلگام سے رخصت ہو کر ہم سرینگر پہنچے۔ وہاں اپنے مکرم دوست پروفیسر **ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب** کو قبل از وقت اطلاع دی تھی کہ میں ایک جمعہ سرینگر میں پڑھوں گا اور ان سے استدعا کی تھی کہ احباب جماعت کو اطلاع کر دیں۔ تاکہ اس روز جملہ برادران سلسلہ سے ملاقات کا موقع مل جاوے۔ انہوں نے کمال مہربانی فرما کر اس کا انتظام کر دیا تھا چنانچہ نماز جمعہ میں جو کہ بندہ نے ہی پڑھائی۔ اکثر احباب سے ملاقات کا موقع ہوا۔ حضرت امیر کا ارشاد تھا۔ کہ میں وہاں تنظیم جماعت کی طرف بھی کچھ توجہ دلاؤں۔ گو خطبہ جمعہ میں اس کا ذکر آ گیا تھا لیکن تاہم حکم امیر کے ماتحت یہ کوشش کی گئی۔ کہ ایک دفعہ پھر احباب جماعت سے ملاقات ہو اور میں اس غرض کیلئے دو دن زائد بھی وہاں ٹھہرا۔ لیکن اول تو بعض احباب سرینگر سے غیر حاضر تھے۔ اور دوسرے وقت کی کمی کی وجہ سے یہ دوسرا اجتماع منعقد نہ ہو سکا جس کا مجھے بیحد افسوس ہے۔ انشاء اللہ بار زندہ صحبت باقی

کوہ مری میں دو روزہ قیام

سرینگر سے واپسی پر دو دن کوہ مری ٹھہرا اور اس کوشش میں کامیاب ہوا کہ وہاں بھی نماز جمعہ احباب کے ساتھ ادا ہو۔ چنانچہ اس کیلئے میں اپنے مکرم و محترم دوست جناب **ڈاکٹر الہٰ بخش صاحب** اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمنر کا مشکور ہوں۔ امسال ڈاکٹر صاحب موصوف کے قیام مری کی وجہ سے جماعت کو بہت فائدہ ہوا۔ بعض احباب کی خواہش اور کوشش ہے۔ کہ اگر ممکن ہو تو وہاں کوئی مکان خریدا جائے۔ یا تعمیر کیا جائے جس میں کہ احباب جماعت کا باقاعدہ اجتماع ہو سکے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ارادے میں کامیابی عطا فرمائے۔

راولپنڈی میں مختصر قیام

واپسی پر راولپنڈی میں چند ایک دوستوں سے ملاقات کا موقع ملا جن میں خاص طور پر قابل ذکر ہمارے مکرم دوست جناب **محمد اسماعیل صاحب** سٹیشن ماسٹر ہیں۔ افسوس باوجود کوشش کے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔

آخری درخواست

اس مختصر سے سفرنامہ کو اس درخواست پر ختم کرتا ہوں کہ میں نے حتی المقدور کوشش کی کہ احباب جماعت سے ملاقات کا موقع ملے۔ لیکن افسوس قلت وقت کی وجہ سے میں سب سے نہ مل سکا۔ اب ہمارا سالانہ اجتماع تقریباً اڑھائی ماہ بعد ہونیوالا ہے۔ اگر احباب اس موقع پر لاہور تشریف لا دیں تو نہ صرف سال آئندہ کے متعلق غور و خوض کیا جانیکا موقع ملیگا۔ بلکہ حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ کے مفید خطبوں اور لیکچروں سے ایمان تازہ ہوگا۔ اور ایک دوسرے کی ملاقات سے اخوت اور محبت کے تعلقات میں اضافہ ہوگا۔ اور مضبوط ہونگے۔ والسلام۔ خاکسار محمد عبداللہ

اقتباسات

فریضۂ تبلیغ سے مسلمانوں کی غفلت

پچھلے مہاراجہ میسور کا حال ہی میں انتقال ہوا، اور نئے مہاراجہ اسی ستمبر میں گدی پر بیٹھے۔ تخت نشینی کے حالات اخبارات میں مفصل آچکے ہیں۔ تخت نشینی سے ایک دن پہلے گنگا جی کا مقدس پانی کاشی جی (بنارس) سے آرہا تھا۔ یہ پانی خاص پروہتوں یا مقدس قاصدوں کی ایک جماعت، میسور سے بنارس، جنوب سے شمال کا سفر کر کے لائی تھی۔ جب یہ پانی آلیا، تو پہلے شاہی پنڈتوں اور پروہتوں نے اس کی پوجا کی۔ اس کے بعد سونے کے کلسوں اور گگروں میں ایک چاندی کی مرصع پالکی میں رکھکر شاہی محل میں لایا گیا۔ مقدس پانی کا جلوس بالکل شاہانہ سواری کا جلوس تھا، گھوڑے، ہاتھی، سپاہی، چوبدار، سب جلو بردار۔ مہاراجہ آج رات تڑکے سے بیدار کر دیئے گئے، اور پہلا کام یہ کیا، کہ ایک نیچی چوکی پر آکر بیٹھ گئے، اور محل کی بوڑھی برہمنیوں نے مقدس راگ باجے کے ساتھ، ان کے جسم پر تیل اور پانی اور مختلف خوشبوؤں کا چھڑکاؤ کیا۔ اس کا اصطلاحی نام منگل اشنان (غسل مبارک) ہے۔ اس غسل کے بعد اصل غسل معمولی پانی سے ہوا۔

اب مہاراج نے نہایت بیش قیمت زرتار اور لعل و جواہر سے مرصع پوشاک زیب تن کی، اور میسور کی پشتینی دیوی چمندیسوری کی پوجا شروع کی۔ اس کے بعد محل کے ایک اندرونی کمرہ میں قدم رنجہ کیا۔ یہاں پروہتوں کا ایک گروہ پہلے سے منتظر تھا۔ یہاں ایک خاص درخت کی ٹہنیوں سے روشن کی ہوئی جلتی دہکتی آگ کے سامنے، پوجا کی بعض اور رسمیں ادا ہوئیں، اس درمیان میں ایک زعفرانی رنگ کا دھاگا ان کی کلائی کے گرد بندھا رہنا لازمی تھا۔ اس سے فراغت کے بعد خبر پہنچائی گئی کہ شاہی گھوڑا اور شاہی ہاتھی، دونوں جلوس کے ساتھ در دولت پر حاضر ہیں۔ مہاراج نے ان دونوں جانوروں کی پوجا کی، اور اس کے بعد یہ دونوں پھر اُسی جلوس کے ساتھ، قریب کے ایک منڈپ میں بھیجدیئے گئے، کہ شام کو ایک بار پھر ان کی پوجا ہوگی، اس اثنا میں دربار ہال خلقت سے کھچا کھچ بھر گیا۔ مہاراج آئے، اور راج گرو یعنی پرکل مٹھ کے سوامی جی کی ڈنڈوت کی، اس طرح کہ انکے قدموں کو پوجا۔ اب مہاراجہ تخت کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے، اور گنگا جل اُن کے سامنے رکھا رہا۔ اب مقدس سازوں کے سُریلے اور ویدوں کے مقدس راگ شروع ہوئے۔ پانچ پروہتوں نے آم کے پتوں میں وہ گنگا جل لیکر اس کا چھڑکاؤ مہاراج کے سر پر کیا، اس کے بعد پانچ چھتری آئے، اور پھر پانچ ویش، اور انہوں نے بھی یہی کیا۔ جب یہ سب ہولیا، تو مہاراجہ تخت کی طرف بڑھے، اور پروہتوں کے حسب ہدایت پہلے اس کی پوجا کی۔ اس کے بعد ریذیڈنٹ کی مدد اور ہاتھ کے سہارے سے تخت پر قدم رکھا۔ اب وہ تخت نشین ہوگئے، درباری پنڈتوں نے آشیر بادیں دیں، نذرانے پیش ہونے لگے۔ مبارک سلامت کا غل مچا۔ رات کو خوب چراغاں اور ہر طرف جشن آتشبازی وغیرہ۔

بیسویں صدی، زمانہ روشن خیالی کا۔ مہاراج اور ان کا خاندان خود بھی "روشن خیال" و تعلیم یافتہ۔ اس پر بھی آپ نے دیکھا کہ رسمیں کیسی کیسی مشرکانہ شروع سے آخر تک ادا ہوئیں۔ پوجا گھوڑے کی، پوجا ہاتھی کی، پوجا پانی کی، پوجا تخت کی، پوجا خاندانی گرو کے قدموں کی، وغیرہ۔ یہ عجائب القصص کی فرضی اور خیالی حکایتیں نہیں، روزمرہ کے عملی زندگی کے مشاہدات اور واقعات ہیں ـــــ غصہ ان پر نہ کیجئے، جو ان میں مبتلا ہیں، تعصب اُن سے نہ برتئے، ہنسی ان کی نہ اُڑائیے۔ بیمار پر نہ کوئی ہنستا ہے نہ جھنجلاتا ہے۔ ترس سب کھاتے ہیں، اور تیمارداری اور غمخواری کرتے ہیں۔ آپ بھی دلسوزی کو کام میں لائیے اپنی سوئی ہوئی شفقت و رحمت کو جگا دیجئے، سوال اُن ہی سے نہیں آپ سے ہوگا، پڑوسیوں کے بڑے حق ہوتے ہیں۔ اندھیرے گھروں میں توحید کی روشنی پہنچانا، آپ کا حق بھی ہے اور آپ پر فرض بھی! برقی مشعل (ٹارچ) آپ کے پاس ہے۔ آپ بجائے اس کے کہ بٹن دبا کر اُسے اونچا کریں، اپنے دامن کے نیچے چھپائے ہوئے ہیں! (صدق)

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

ـــــ ۴ راکتوبر۔ آج جرمنی اور اٹلی کی سرحد پر ہٹلر اور مسولینی کے درمیان دو گھنٹہ تک پُراسرار ملاقات ہوئی۔ ملاقات کی خبر صرف چند گھنٹے قبل نشر کی گئی۔ دونوں ڈکٹیٹروں کے ساتھ اُن کے وزرائے خارجہ بھی موجود تھے۔ ملاقات کے بعد ایک سرکاری اعلان شائع ہوا جس میں صرف اسی قدر بتایا گیا کہ ملاقات محوری سپرٹ اور دوستانہ جذبات کے ماتحت ہوئی ہے۔

ـــــ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ دونوں ڈکٹیٹروں کے درمیان کن مسائل پر بحث ہوئی اس سلسلہ میں سیاسی حلقوں میں مختلف قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ انگلستان پر جرمن فضائی حملوں کی ناکامی اور جنگ کی طوالت نے ڈکٹیٹروں کو بہت پریشان کر رکھا ہے، اس ملاقات میں برطانیہ کی جنگ کو جلد از جلد ختم کرنے کے وسائل پر غور کیا گیا ہے۔

ـــــ انگلستان پر جرمن طیاروں کے اور جرمنی پر انگریزی طیاروں کے حملے بدستور جاری ہیں اس ہفتہ جرمن حملوں میں از سر نو شدت پیدا ہوگئی ہے۔

ـــــ لندن ۴ راکتوبر۔ گذشتہ چند دنوں میں برطانوی بحری طاقت نے جرمنی کی سات اور اطالیہ کی دو آبدوز کشتیاں غرق کی ہیں، ایک اطالوی جہاز کو بھی غرق کر دیا گیا۔

ـــــ کلکتہ ۶ راکتوبر۔ ڈاکٹر ٹیگور کی صحت رفتہ رفتہ بہتر ہو رہی ہے۔ اب وہ تقریباً خطرہ سے نکل چکے ہیں۔

ـــــ لندن ۶ راکتوبر۔ جرمنی پر گذشتہ ہفتہ برطانوی طیاروں نے مجموعی طور پر ۷۵ حملے کئے اور ان حملوں کے دوران میں کارخانوں، بجلی گھروں، تیل کے ذخیروں، بندرگاہوں وغیرہ کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا۔

ـــــ لندن ۶ راکتوبر، ٹوکیو کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جاپانی وزیر خارجہ نے ایک اخباری ملاقات میں کہا کہ اگر امریکہ نے یورپین جنگ میں شمولیت کی یا اس نے بحر الکاہل میں پہلی صورت حالات کو قائم رکھنے پر اصرار کیا تو جاپان امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا۔

ـــــ لندن ۶ راکتوبر۔ وزارت فضائیہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ کل رات رائل ایر فورس کے طیاروں نے جرمنی کے علاقوں پر وسیع پیمانہ پر بمباری کی۔

ـــــ قاہرہ ۶ راکتوبر۔ کل برطانوی طیاروں نے بنغاری پر حملہ کر کے ساحل پر کھڑے جہازوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ اس کے علاوہ بادیہ پر بھی حملہ کر کے فضائی اڈہ کو نقصان پہنچایا گیا۔

ـــــ واشنگٹن ۶ راکتوبر۔ ایک اعلان کے ذریعہ حکومت امریکہ نے محکمہ بحریہ کے بیس ہزار آدمیوں اور افسروں کو سروس کے لئے طلب کیا ہے۔

ـــــ کانگرس کے "مطالبہ آزادی تقریر" پر سر چمن لال سیتلواڈ نے زوردار نکتہ چینی کی ہے، جس کے دوران میں کانگرس کے اقوال و افعال میں تضاد کو خوب اچھی طرح بے نقاب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کانگریس کا یہ مطالبہ نازیت کو امداد بہم پہنچانے کے مترادف ہے۔

ـــــ دارجلنگ ۶ راکتوبر۔ حکومت بنگال نے مسٹر مہادیو ڈیسائی کو جیل میں مسٹر بوس سے ملاقات کی اجازت دیدی ہے۔ آپ کل مسٹر بوس سے ملاقات کریں گے۔

ـــــ کوئٹہ ۴ راکتوبر۔ آج مسٹر ایچ۔ اے۔ بارنز پولیٹیکل ایجنٹ ضلع ژوب کو ایک شخص نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ بیان کردہ حملہ آور کو گرفتار کر لیا گیا ہے وہ قبیلہ گازئی سے تعلق رکھتا ہے۔ مقتول کی تدفین کل فورٹ سنڈے من میں کی جائے گی۔

ـــــ لاہور ۵ راکتوبر۔ انڈین ایر فورس میں بھرتی ہونیوالے امیدواروں کا آخری انتخاب ۱۲ راکتوبر بعد دوپہر کو پنجاب یونیورسٹی کا انتخابی بورڈ لاہور میں کرے گا۔

ـــــ نیویارک ۵ راکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ اپنی سرکاری مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد ڈیوک آف ونڈسر ڈچز آف ونڈسر کے ہمراہ یہاں آرہے ہیں۔

ـــــ پشاور ۶ راکتوبر۔ ارباب عبدالغفور صاحب ایم۔ ایل۔ اے سابق پارلیمنٹری سیکرٹری سرحد اسمبلی آج آدھی رات کے وقت قانون تحفظ ہند کے ماتحت گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ چند ہفتے قبل انہوں نے پشاور کی ایک مسجد میں ایک قابل اعتراض تقریر کی تھی۔

ـــــ شملہ ۵ راکتوبر۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ایک جہاز پر جو ہندوستان کی طرف آرہا تھا دشمن کے طیاروں نے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں دو آدمی ہلاک ہوئے۔ ہلاک شدوں کے لواحقین کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ باقی مسافر صحیح سلامت ہیں۔

ـــــ ماسکو ۵ راکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ روس اور جرمنی کے درمیان ایک جدید معاہدہ ہوا ہے جس پر ۵ یکم اکتوبر کو برلن میں دونوں حکومتوں کے نمائندوں نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس معاہدے کی رو سے روس اور جرمنی کے درمیان ریل گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری کر دیا جائیگا۔ اور دونوں ملکوں کے مسافر آسانی سے آجا سکیں گے۔

ـــــ مالٹا ۵ راکتوبر۔ کل صبح اطالوی طیاروں نے جزیرہ مالٹا کی دفاعی لائنوں کو عبور کرنے کی کوشش کی لیکن طیارہ شکن توپوں نے ان کی اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

ـــــ لندن ۵ راکتوبر۔ یہاں کے بعض ذمہ دار حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ برما چین کے متعلق برطانیہ اور جاپان کا معاہدہ عنقریب منسوخ ہو جائے گا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق

چندہ سالانہ
اندرون ہند ... طلباء سے چار روپے
بیرون ہند ... شلنگ

جلد ۲۸ — لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۴ رمضان ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۰ء — نمبر ۶۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسانی زندگی کا اصل مدعا

تم اس بات کو سمجھ لو کہ تمہارے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے لئے بن جاؤ۔ دنیا تمہاری مقصود بالذات نہ ہو۔ میں اس لئے بار بار اس ایک امر کو بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہی ایک بات ہے جس کے لئے انسان آیا ہے اور یہی بات ہے جس سے وہ دور پڑا ہوا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم دنیا کے کاروبار چھوڑ دو بیوی بچوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا اور رہبانیت اسلام کا منشا نہیں۔ اسلام تو انسان کو چست اور ہوشیار اور مستعد بنانا چاہتا ہے اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جد و جہد سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اس کا تردد نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ پس اگر کوئی اس سے یہ مراد لے کہ دنیا کے کاروبار سے الگ ہو جائے وہ غلطی کرتا ہے۔ نہیں اصل بات یہ ہے کہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس کے ارادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض اور جذبات کو مقدم نہ کرو۔

پس اگر انسان کی زندگی کا مدعا یہ ہو جائے کہ وہ صرف تنعم ہی میں زندگی بسر کرے اور اس کی ساری کامیابیوں کی انتہا خورد و نوش اور لباس و خواب ہی ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے کوئی خانہ اس کے دل میں باقی نہ رہے تو یہ یاد رکھو ایسا شخص فطرۃ اللہ کا مقلب ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے قویٰ کو بیکار کرے گا۔ یہ صاف بات ہے کہ جس مطلب کیلئے کوئی چیز ہم لیتے ہیں اگر وہ وہی کام نہ دے تو اسے بیکار قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ایک لکڑی کرسی یا میز بنانے کے واسطے لیں اور اس کام کے ناقابل ثابت ہو تو ہم اسے ایندھن ہی بنا لیں گے۔ اسی طرح پر انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کرکے بیکار کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا۔

(۱۹ جنوری ۱۸۹۸ء)

احمدی خواتین کے نام ایک ضروری خط

میری محترم بہنو! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

دستکاری کی تحریک سے آپ ناواقف نہیں ہیں کئی سال سے ہمارے سالانہ جلسے پر دستکاری کی نمائش ہوتی ہے۔ اور اس کی آمدنی خدمت دین کیلئے وقف ہے۔ ہم نے اپنے گذشتہ جلسے پر فیصلہ کیا تھا کہ دستکاری کی نمائش کی آمد آئندہ یتیم خانہ پر صرف کی جائیگی۔ گویا اس ذریعہ سے آپ اس قوم کے یتیم بچوں کی خدمت کریں گی ——— یہ خط میں اس لئے شائع کرا رہی ہوں کہ یہ رمضان کا مبارک مہینہ ہے اور احادیث شریف میں ذکر ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں بالخصوص بہت خیرات فرماتے تھے۔ آپ بھی اس اسوہ حسنہ پر عمل کریں اور اس ماہ میں خاص طور پر دستکاری تیار کرکے اپنے یتیم خانے کیلئے بھجدیں ——— رمضان المبارک میں بالعموم اور آخری عشرہ رمضان میں بالخصوص عبادات کی جاتی ہیں۔ آپ کا دستکاری بنانا بھی یقیناً عبادت میں شامل ہوگا آپ رات دن اپنے اور بچوں کے کام میں مشغول رہتی ہیں اب چند لمحے خدا کے کام کے لئے بھی نکالئے اور عاقبت کیلئے بھی کچھ زاد راہ بھیجئے۔

اگر آپ پہلے کی بنی ہوئی کوئی چیز اس ماہ میں بھیجدیں یا دستکاری بنانی اس مہینے میں ہی شروع کر دیں۔ خواہ وہ بعد میں ختم ہو۔ تو پھر بھی آپ کی یہ خیرات رمضان المبارک کی خیرات میں ہی شمار ہوگی اور آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اجر عظیم کی مستحق ہونگیں

میں چاہتی ہوں کہ ہماری سب بہنیں خواہ معمر ہوں یا جوان یا بچیاں سب اس کار ثواب میں حصہ لیں۔ اور نہ صرف خود حصہ لیں بلکہ اپنی سہیلیوں اور دیگر رشتہ دار بیبیوں کو بھی ترغیب دیں کہ وہ بھی اس نیک کام میں شامل ہوں۔

جو دستکاری جسے آتی ہو۔ وہ بنائے۔ چرخے پر کاتا ہوا سوت۔ دو تی کھیس تازار بند اون کی بنی ہوئی سوئیٹریں، کڑھے ہوئے دوپٹے ٹیبل کلاتھ وغیرہ وغیرہ۔ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ چیزیں کارآمد ہوں صفائی اور احتیاط سے بنائی جائیں۔ جو بہنیں دستکاری میں حصہ لینا چاہیں خواہ وہ پہلے بھی بھیجتی ہوں۔ یا اب پہلی بار بھیجنا چاہیں۔ وہ سب مہربانی کرکے اپنے ارادے سے رمضان المبارک کے اندر اندر مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ ان کی یہ دستکاری ماہ رمضان کی عبادت اور خیرات میں شمار ہو۔

میرا پتہ یہ ہے:- اہلیہ مولانا محمد علی مسلم ٹاؤن۔ ڈاکخانہ اچھرہ۔ لاہور

رمضان المبارک میں مالی مجاہدہ بھی کریں اپنے تمام بقایا چندے اور دیگر واجب الادا رقوم عید سے قبل ادا فرما دیں

آریہ قوم کا اصلی وطن ہندوستان نہیں

آریہ سماج کا ایک غلط دعویٰ تحقیق کی روشنی میں

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت)

کئی دنوں سے ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" کا تقاضا تھا کہ عنوان بالا پر ایک مختصر سا مضمون لکھ دیا جائے۔ کیونکہ آریہ اخبارات آجکل اس امر پر ضد کر رہے ہیں کہ وہ ہندوستان کے اصل باشندے ہیں یا یہ کہ وہ بیرون ہند کسی مقام سے اٹھ کر یہاں نہیں آئے۔ چند در چند مصروفیتیں اور طبیعت کی ناسازیاں ادھر توجہ نہ ہونے دیتی تھیں۔ تاہم ان کا تقاضا میرے تساہل پر غالب آیا جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں (عبدالحق ودیارتھی)

روایت کرنے والے کہتے ہیں وید وان پنڈتوں کی بھری سبھا میں ایک مرتبہ کٹھن سوال پیش ہوا کہ صحرائے سندھ میں چند ایک بھیڑیئے گھس آئے ہیں۔ مگر ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ اور کیسے ہیں؟

وید وچن نام ایک پنڈت (جسے اپنی شدھ بدھ اور علم پر بہت ناز تھا اور ہر معاملہ میں ذرا بول اٹھنا بھی ان کی عادت میں داخل تھا) اس نے کہا۔ بھیڑیئے کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ اور کیسے ہیں؟ یہ معلوم کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہمارے بزرگوں کے پاس کلاتیر نامی ایک چھاننی تھی جس میں بزرگ منتر تک چھان لیا کرتے تھے۔ مطلوبہ وزن کا منتر ہی چھاننی میں رہ جاتا تھا اور غیر موزوں خود بخود نیچے گر جاتا تھا (دیکھو رگوید کا منڈل فلاں سوکت فلاں منتر فلاں) اگر وہ چھاننی تیار ہو جائے تو صحرائے سندھ کی ریت چھان کر بھیڑیوں کا پورا پورا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ریت زیادہ ہے اور بھیڑیئے کم۔ ریت باریک ہے اور بھیڑیئے موٹے۔ لہذا چھاننی اس کے لئے بہت مفید ہے اور موزوں ہے کہ بھیڑیوں کا پورا پورا پتہ لگ جائے۔۔۔ رام آشرت نام ایک اور پنڈت بولے جرمنی نے ایسی سینکڑوں قسم کی چھاننیاں وید پڑھ کر تیار کر لی ہیں۔ ان سے ایسی چھاننی یقیناً مل سکتی ہے جو صحرائے سندھ میں چھپے ہوئے بھیڑیوں کا پتہ بتا سکتی ہے۔

جن لوگوں کی قومی تاریخ اور مذہبی مصنفین کی آراء قیاس اور نت نئی ایجادات اور اختراعات کے پیچھے پیچھے پوری اطمینان سے چل جا رہی ہو۔ ان کا کسی بات پر جم کر قائم ہونا محال ہے۔ یورپین مورخوں نے ایک وقت کہا کہ آریہ ہندوستان کے باشندے نہیں یہ وسط ایشیا سے اٹھ کر یہاں سرزمین ہند میں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ ہندو قوم نے اس پر آمنا اور صدقنا کہا صرف ایک آواز اس کے خلاف اٹھی۔ مگر اصولاً اس نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا کہ آریہ آریہ ورت کے اصل باشندے نہیں۔ وسط ایشیا سے نہیں آئے البتہ ان کا نزول تبت کی سطح مرتفع سے ہوا ہے۔ جو ملک آریہ ورت کی حدود سے یکسر باہر ہے۔ یہ آواز سوامی دیانند جی کی آواز تھی۔

بال گنگا دھر مہاتما تلک نہ صرف پولیٹیکل لیڈر تھے۔ بلکہ ایک اعلیٰ درجے کے سنسکرت دان اور وید دان فاضل تھے انہوں نے یورپین سکالروں کی ہی امداد سے اور سینکڑوں وید منتروں کی تصدیق سے اور بڑی چھان بین کر کے ویدوں کا مخرج اور آریہ قوم کا نزول قطب شمالی کی برف پوش بلند چوٹیوں سے قرار دیا۔ اس موضوع پر ان کی ایک کتاب (Orian) اورائن موجود ہے اور دوسری تصنیف (Arctic home in the Vedas) آرکٹک ہوم ان دی ویداز ان ہی کی قلم سے لکھی جا کر شائع ہو چکی ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے ہندو دنیا میں چرچا ہونے لگا کہ آریوں کے اصلی گھر (جس کی طرف وہ بھولے سے بھی رخ نہیں کرتے) کا سراغ مل گیا۔ تلک مہاراج کی یہ دونوں کتابیں علم النجوم کی قطعی شہادت اس امر پر پیش کرتی ہیں کہ آریوں نے یقیناً قطب شمالی سے دنیا کے مختلف ممالک کی طرف ہبوط کیا ہے۔ مہاتما تلک کی اس چھاننی کو ویدک علم النجوم کی چھاننی کہا جا سکتا ہے جس نے آریوں کا اصلی وطن قطب شمالی قرار دیا۔ بحالیکہ موجودہ آریہ تلک کی اس تحقیق سے فائدہ اٹھا کر اپنے اصلی گھر کی طرف ہجرت کریں اور اس پر قبضہ جما کر آباد کرنے کی کوشش کریں۔

کلکتہ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے لیکچرار پنڈت ابناش چندر دت جو اس وقت ہندوستان میں سنسکرت علوم کے ایک بے مثال پنڈت ہیں۔ انہوں نے "رگ ویدانڈیا" نامی کتاب میں مہاتما تلک اور سوامی دیانند دونوں کے خیال کی تردید کر دی ہے اور فزیالوجی کی تحقیقات اور رگوید کے منتروں سے ثابت کیا کہ ترکستان تبت اور وسط ایشیا ۵۰۰۰۰-۳۵۰۰۰ اور ۲۵۰۰۰ قبل مسیح کے درمیانی زمانہ میں گہری برف کے نیچے اور نسل انسانی کی رہائش کے ناقابل تھے

The high lands of Bactria & Turkestan & parts of central Asia and the whole of the Tibetan plateau are shown in Mr Well's map as covered by deep ice, and hence in-habitable Rigvedic culture. (P. 5)

پنڈت ابناش چندر اس کوشش میں تھے کہ وہ آریوں کا گھر کہیں نہ کہیں ہندوستان میں قرار دیں۔ مگر ان کی بودی تحریریں اور غلط نظریوں کو پڑھ کر لالہ لاجپت رائے نے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھا۔

"بہت سے ہندو نوجوانوں کو صحیح طور پر یہ معلوم نہیں کہ وید کتنے ہیں۔۔۔ تاریخ ہند کا وہ زمانہ جو مسلمانوں کے حملوں سے پہلے گذرا ابھی بہت درجہ تک تاریکی میں ڈھکا ہوا ہے۔۔۔ ہندوؤں کا یہ دعویٰ نہیں کہ انہوں نے کبھی مسلسل تاریخ نویسی کی کوشش کی ہے۔ تاریخ مذکور صفحہ ۲۶

میرے خیال میں اس امر کو فی الحال تاریخی طور پر مان لینا چاہئے کہ ہندو آریہ ہندوستان کے اصل باشندے نہیں ہیں۔ صفحہ ۲۹

فاضلوں کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس نسل کا ابتدائی وطن بحر شمالی کے جنوبی حصوں میں تھا یعنی سویڈن۔ ناروے۔ ڈنمارک اور شمالی روس۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس نسل کا وطن ایشیا اور یورپ کا وہ حصہ تھا جس کے جنوب میں بحیرہ روم اور خلیج فارس واقعہ ہے۔ اور جس کی شمالی حد دریائے والگا اور ایشیائی روس کا جنوبی حصہ ہے ہندو آریہ ہندوستان میں شمال مغربی دروں سے تاریخی زمانہ سے بہت پہلے داخل ہوئے۔ اس وقت کہا جاتا ہے دراوڑی نسل اپنی تہذیب کے نصف النہار پر تھی۔ آریہ لوگوں نے ان کو جنوب کی طرف دھکیل دیا۔۔۔۔ بعض یورپین تاریخ دانوں کا یہ خیال کہ آریوں کے آنے سے پہلے ہندوستان کے باشندے محض وحشی اور جنگلی تھے بہت حد تک غلط اور بے بنیاد ہے۔" (صفحہ ۳۰-۳۱ تاریخ ہند مولفہ لالہ لاجپت رائے)

علماء یورپ کی ایک جماعت نے نسل انسانی کا ابتدائی گھر منگولیا قرار دیا اور کہا کہ یہ نسل انسانی کا ایک ایسا سرچشمہ تھا جہاں سے قوموں کے سیلاب امڈ امڈ کر ایران اور یورپ کی طرف بہتے رہے اور ایرانی بھائیوں کا ایک گلہ آپس میں لڑائی جھگڑائی کی وجہ سے کوہ ہندوکش پار کر ہندوستان میں آ آباد ہوا۔ مگر اس سے پیشتر ایک اور گلہ یہاں پہنچ چکا ہوا تھا۔ روس اور شمالی یورپ بالخصوص جرمن کے باشندے جو ساتویں صدی قبل مسیح تک (Geog) گاگ یا عبرانی میں جوج کہلاتے وہ بھی آریوں کے بھائی تھے اور ان کا نام (Geog) گاگ منگولیا کے باشندے ہونے کی وجہ سے تھا۔

اس تحقیقات کی بنا پر جو بالکل نئی اور تازہ تحقیقات ہے ہندوستان کے آریوں اور جرمنی کے آریوں نے اپنا رشتہ گانٹھنا شروع کر دیا۔ جرمنی آریوں کی تائید میں چند سالوں کے اندر ہندو دکانداروں اور تجارتی کمپنیوں نے بھی "سواستکا" کا نشان جگہ جگہ لگانا شروع کر دیا ہے۔ مگر تاریخ کی کوئی شہادت اس امر پر موجود نہیں کہ ہندوستان سے آریہ اٹھ کر روس اور جرمنی میں جا کر آباد ہوئے۔ بلکہ تاریخی شہادت اس امر پر ہے کہ منگولیا سے اٹھ کر یہ قومیں ہندوستان اور یورپ میں جا کر آباد ہوئیں۔ جرمنی کے آریوں کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ کر آریوں نے ضمناً اس امر کو بھی تسلیم کر لیا کہ ان کا اصلی گھر ہندوستان نہیں۔ بلکہ یہ گاگ (Geog) قوم کا ایک حصہ ہے جو جرمنی اور ہندوستان دونوں جگہ آباد ہوئی اور ان کا اصل وطن منگولیا ہے نہ کہ ہندوستان۔

(باقی دارد)

(بقیہ صفحہ ۷)

مہاشہ جی اور ان کے ہم خیال جو جی چاہے پرن کریں جو جی چاہے بلی کریں اگر وہ اپنے نوجوانوں اور بوڑھوں کے علاوہ بچوں کا بھی انگ انگ کروانے کا عزم فرما چکے ہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے لیکن یہ وہ یاد رکھیں کہ ہندوستان یا اور کسی ملک میں فرسودہ اور خیالی ویدک نظام حکومت ہرگز ہرگز رائج نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ عہد کہن کا ایک افسانہ ہے۔ اب زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے اور ماضی کی اس داستان کیلئے حال و مستقبل میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں

پیغام صلح
جلد ۲۸ | یوم پنجشنبہ ۱۴ رمضان ۱۳۵۹ھ ہجری | نمبر ۶۵

بلند و پاکیزہ اخلاق

تسخیر جہاں اور تبلیغ حق کا ایک ضروری و بے خطا حربہ

اعلیٰ اور پسندیدہ اخلاق انسانیت کا لازمہ اور جوہر ہیں ان کے بغیر کوئی انسان حقیقی معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا ہے۔ رذیل اور پست اخلاق رکھنے والے لوگ دراصل انسانیت اور سوسائٹی کے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہوتے ہیں صحیح عزت، دلی عقیدت اور حقیقی اثر و اقتدار صرف پاک نفس اور نیک اخلاق لوگوں کا حصہ ہے۔ دولت و حکومت اور زور و طاقت اعلیٰ اخلاق کے سامنے حقیر چیزیں ہیں ــــ بہت سے دولتمند اور ان کے خزانے بے نشاں ہو گئے۔ ان گنت حکمران اور ان کی وسیع عریض سلطنتیں صفحہ ارض سے حرف غلط کی طرح مٹ گئیں بہت سے زور و طاقت رکھنے والوں کو دنیا کے حافظہ نے فراموش کر دیا لیکن جنہیں اعلیٰ اور پاک اخلاق کی دولت نصیب تھی ان کا نام اور ان کا کام آج بھی زندہ ہے عزت و احترام کے ساتھ زندہ ہے۔ لوگ ان پر فخر کرتے ہیں۔

ایک تبلیغی جماعت کیلئے تو اعلیٰ اخلاق بہت ہی ضروری ہیں یہ تبلیغ حق اور تسخیر جہاں کا بے خطا حربہ ہیں۔ دلائل کی قوت اپنی جگہ مسلم ہے اور حق اپنے پاس معقول و قاطع دلائل بھی رکھتا ہے جن سے شکوک دور اور دماغ روشن ہوتے ہیں لیکن دلوں کا انقلاب پاک اعلیٰ اخلاق ہی کے ذریعہ انجام پاتا ہے! اسلام نے جہاں اپنے پیروؤں کو براہین قاطعہ سے مسلح کیا۔ وہاں اصلاح اخلاق پر بھی غیر معمولی زور دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور بلند اخلاقی سے دنیا میں جو انقلاب ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اصلاح اخلاق پر پوری توجہ دی۔ خود بلند و پاک اخلاق کے مالک تھے۔ ایک بلند اخلاق جماعت پیدا کر کے دکھائی ــــ ایسی بلند اخلاقی کہ سرکش مخالفوں کے سر بھی اس کے سامنے جھک گئے اور بے اختیار کلمہ اعتراف ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتابوں۔ تقریروں اور تحریروں میں اصلاح اخلاق پر بہت زور دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوان جیسی طاقت رکھنے والوں کی ضرورت نہیں، بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں۔ جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ اصل بہادر اور شہ زور وہ نہیں، جو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دے۔ بلکہ اصل بہادر وہ ہے جو تبدیل اخلاق پر طاقت پاوے پس تم لوگ اپنی ساری ہمت اور طاقت، تبدیل اخلاق پر صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری کا کام ہے.... میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو اپنے اخلاق سیئہ اور عادات ذمیمہ کو ترک کر کے خصائل حسنہ اور افعال حمیدہ کو اختیار کرتا ہے۔ وہی اس کیلئے کرامت ہے مثلاً اگر ایک شخص اپنی سخت مزاجی اور تند طبیعت اور غصہ کی عادت بد کو چھوڑ کر حلم اور عفو کی عادت کو اختیار کرتا ہے یا بخل و امساک کو چھوڑ کر سخاوت اور حسد کی بجائے ہمدردی کو حاصل کرتا ہے تو بے شک یہ ایک بڑی کرامت ہے اسی طرح خود ستائی اور خود پسندی کو چھوڑ کر انکساری اور فروتنی اختیار کرنا بڑی کرامت ہے پس تم میں سے کون نہیں چاہتا کہ کراماتی آدمی بن جائے۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے تو بس یہ ایک مداومی اور زندہ کرامت ہے۔ انسان اپنی اخلاقی حالت کو درست کرے اور یہ ایسی کرامت ہے جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا بلکہ دور تک اس کا نفع پہنچتا ہے مومن کو چاہئے کہ خلق اور خالق کے نزدیک اہل کرامت ہو جائے۔" (تقریر دسمبر ۱۸۹۷ء)

جس مقصد عظیم کیلئے ہماری جماعت اٹھی ہے اور جو عالمگیر روحانی انقلاب وہ پیدا کرنا چاہتی ہے وہ اسی صورت میں ممکن ہو کہ ہم سب حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق خلق اور خالق کے نزدیک اہل کرامت ہو جائیں۔ ہمارے اخلاق نہایت پاکیزہ، بلند اور پسندیدہ ہوں - ان میں دلوں کیلئے کشش و اثر ہو۔

جماعت احمدیہ نے مسیح وقت و مامور زماں کے فیض صحبت سے ایک زبردست اخلاقی ساکھ پیدا کی۔ ہمارا فرض ہے کہ اس ساکھ کی حفاظت کریں۔ اسے کمزور و ضائع ہونے سے بچائیں۔ صرف دکھاوے کیلئے نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں ریاکاری اخلاق اعلیٰ کی دشمن اور ناپاک ترین چیز ہے ـــ پھر ہم دنیا کو تو ریاکاری سے دھوکا دے سکتے ہیں لیکن خدا کو جو ہماری تمام حالتوں اور ارادوں سے واقف ہے کس طرح دھوکا دے سکتے ہیں - حضرت مسیح موعود کا ارشاد تو یہ ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں کے نزدیک مومن کو اہل کرامت بننا چاہئے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے مجاہدہ اور قبول دعا کے دن ہیں۔ آؤ عاجز بندوں کی طرح خدا کے آگے جھک کر غلبہ اسلام کی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی کریں کہ اے اللہ تو ہمیں اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق کا مالک بنا تاکہ ہم ان اخلاق کو غلبہ اسلام کا ذریعہ بنائیں۔ آؤ سچے مجاہدوں کی طرح عہد کریں اور اس کوشش میں لگ جائیں کہ ہم اپنے اخلاق کی اصلاح کریں گے۔ اور انہیں خدا اور رسول کے احکام کے مطابق سنواریں گے۔ ان میں وہ خوبی، پاکیزگی، بلندی اور کشش پیدا کریں گے۔ جو دوسروں کو اسلام و احمدیت کے قریب لانے کا باعث ہو۔

ایک قابل تقلید سفر

گذشتہ دنوں جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن چند ہفتوں کی رخصت پر کشمیر گئے۔ اور واپس آ کر اپنے سفر کی مختصر روئیداد لکھی جو "میرا سفر کشمیر" کے عنوان سے ۸ اکتوبر کے پیغام صلح میں درج ہوئی ہے اور امید ہے ہمارے اکثر قارئین کے مطالعہ میں آ چکی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کئی سالوں تک یورپ کی سردی کے عادی ہو چکے تھے اس لئے لاہور کی شدید گرمی قدرتی طور پر ان کیلئے غیر معمولی تکلیف دہ تھی۔ چنانچہ ان کے اس سفر کا بظاہر مقصد گرمی سے نجات حاصل کرنا تھا۔ لیکن ان کی محولہ بالا روئیداد سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس وقت کو قومی اور تبلیغی لحاظ سے بھی نہایت عمدہ طریق پر صرف کیا۔ بانہال، سرینگر، کوہ مری جہاں کہیں بھی وہ گئے انہوں نے نماز جمعہ کا انتظام کیا۔ احمدی احباب سے ملے۔ اور تنظیم جماعت کی کوشش کی۔ اس لئے ہم ان کے سفر کو ایک قابل تقلید سفر کہہ سکتے ہیں۔

موسم گرما کی طویل تعطیلات اور دوسرے مواقع پر احمدی نوجوان طلبہ اور اساتذہ اکثر تفریحی سفروں پر جاتے ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ تحریک کی کہ وہ اس عرصہ میں کچھ تبلیغی کام بھی کیا کریں، مثلاً تقریریں۔ لٹریچر کی تقسیم، بزرگان و احباب سلسلہ سے ملاقاتیں۔ ہم نے ان کے سامنے آریہ اور عیسائی نوجوانوں کی مثالیں پیش کیں اور ان کی انجمن ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کو بار بار توجہ دلائی کہ وہ اس بارہ میں باقاعدہ اپیل اور منظم کوشش کرے۔ کم از کم موسم گرما کی تعطیلات سے قبل نوجوانوں سے دریافت کر لیا جائے کہ وہ کن کن مہینوں میں کونسے کونسے مقامات میں جائیں گے۔ پھر باہم مصالحت مشورہ سے ہر ایک شخص کے مذاق اور سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب تبلیغی کام اس کے سپرد کر دیا جائے۔ اس طرح بہت تھوڑے عرصہ میں کسی قابل ذکر زحمت و صرف کے بغیر بہت سا مفید کام انجام پا جائیگا۔ کیونکہ محدود عرصہ کے اندر اجتماعی کوششیں غیر معمولی بیداری و حرکت پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ جن کا اخلاقی اثر بھی بہت مفید اور دیرپا ہوتا ہے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے سابق و موجودہ عہدیداروں نے ہماری اس درخواست پر توجہ نہ کی اب ہم پھر ایک مرتبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی اس عملی مثال کی روشنی میں ان کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرتے ہیں۔ افراد قوم کی بہت سی طاقتیں اور اوقات ضائع چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ معمولی کوشش اور تنظیم سے ان سے نہایت مفید کام لیا جا سکتا ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ جناب بابو محمد منظور الٰہی صاحب مرحوم مغفور اپنی ملازمت کے آخری سالوں میں اکثر دورے پر رہتے۔ صبح لاہور میں ہیں تو دوپہر کو لائل پور اور شام کو وزیر آباد بعض اوقات انہیں طویل سفر بھی کرنے پڑتے تھے۔ وہ ہر سفر میں اپنے ساتھ تبلیغی ٹریکٹ رکھتے۔ ہم سفروں اور اپنے ماتحتوں اور افسروں میں تقسیم کرتے رہتے اس طرح انہوں نے بہت سے افراد کو سلسلہ میں شامل کر لیا۔ اس کے علاوہ جو اخلاقی اثر پیدا کیا وہ اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

سو جب انفرادی کوششیں اس قسم کے عمدہ نتائج مترتب کر سکتی ہیں تو اجتماعی کوششیں تو اس سے بہت زیادہ عمدہ اور وسیع نتائج کا موجب ہونگی۔ لہذا ہم اپنے نوجوانوں سے بالخصوص متوقع ہیں کہ وہ تفریحی سفروں کو بھی تبلیغ اسلام توسیع جماعت اور تنظیم قوم کا ذریعہ بنائیں۔ اس طرح سفروں کی بیکاری اور یکساں زندگی میں ایک قسم کی پرلطف دلچسپی اور تنوع بھی پیدا ہو جائے گا۔

شذرات

آئندہ مردم شماری کے متعلق ضروری ہدایت

"پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں جناب جائنٹ سیکرٹری صاحب انجمن کی طرف سے مندرجہ بالا عنوان کا ایک ضروری اعلان شائع ہوا ہے جسمیں احباب جماعت سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ وہ آئندہ مردم شماری میں اپنا مذہب اسلام اور فرقہ احمدیہ درج کرائیں کسی کے کہنے پر مرزائی یا قادیانی ہرگز نہ لکھوائیں۔ علاوہ ازیں ہر مقام کے احمدی دوست اپنے افراد کی ایک فہرست مرتب کر کے جلد از جلد مرکز میں بھجوا دیں"

یہ اعلان نہایت ضروری ہے احباب کو اس کی طرف فوری اور خاص توجہ کرنی چاہئے۔ مردم شماری کے موقع پر صحیح اندراجات بہت اہمیت رکھتے ہیں شمار کنندگاں کو صرف مذہب اسلام اور فرقہ احمدیہ ہی بتا دینا کافی نہیں بلکہ اس امر کے متعلق پوری طرح تسلی کر لینی چاہئے۔ کہ اندراجات صحیح ہوئے ہیں ہمارے خیال میں جن مقامات پر باقاعدہ جماعتیں ہیں وہاں مردم شماری کے موقع پر ایک یا حسب ضرورت ایک سے زائد آدمی اندراجات کی نگرانی کے لئے مقرر کئے جائیں مطلوبہ فہرستیں بھی نہایت ضروری ہیں ان فہرستوں میں نام۔ ولدیت۔ عمر پیشہ۔ شادی شدہ یا کنوارا۔ اصلی وطن تعلیم یافتہ یا ان پڑھ وغیرہ تمام امور کے متعلق صراحت کر دینی چاہئے۔

ویسے بھی ہماری جماعت کے افراد بالخصوص نوجوانوں کو مردم شماری کے متعلق مقامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے حتی الامکان دلچسپی لینا چاہئے متعصب ہندوؤں اور آریوں کی کوشش ہے کہ وہ اس مرتبہ پنجاب و بنگال میں مسلمانوں کی تعداد کو کم اور ہندوؤں کی تعداد کو زیادہ ظاہر کریں کیونکہ بنگال و پنجاب کی اسلامی اکثریتیں ان کی نگاہ میں خار کی طرح کھٹکتی ہیں اس مقصد کے لئے وہ اپنے تمام "حسابی کمالات" سے کام لیں گے اسکا علاج صرف یہی ہے کہ مسلمان پوری طرح چوکنا رہیں اور کسی بے قاعدگی اور بددیانتی کا موقع ہی نہ دیں ÷

کفایت شعاری کی قابل تقلید مثالیں

جنگ کی وجہ سے بیرونی ممالک کی حکومتوں اور پبلک نے جسطرح کفایت شعاری پر عمل شروع کر دیا ہے اس کی متعدد مثالیں ہم ان کالموں میں پیش کر چکے ہیں۔ اب ہندوستان کی بعض صوبائی حکومتوں اور حکام کی مثالیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"کوئٹہ ۱۴ اکتوبر سر اوبرے میٹکاف چیف کمشنر بلوچستان نے بلوچستان کی حکومت کے مختلف محکموں کو ایک سرکلر ارسال کیا ہے جسمیں یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ تا اختتام جنگ تمام سرکاری ملازم انہیں یا دیگر حکام کو کرسمس کارڈ اور دیگر تہنیتی تار ارسال نہ کریں آپ نے تجویز پیش کی ہے کہ اس طرح جو روپیہ بچ جائیگا وہ جنگی مقاصد کے لئے وقف کیا جا سکتا ہے"

"لاہور ۱۵ اکتوبر حکومت پنجاب نے سرکاری دفاتر میں اعلیٰ قسم کے کاغذوں اور گوند دانیوں کے استعمال کو بہت زیادہ محدود کر دیا ہے ایسا جنگ کی وجہ سے کفایت کی خاطر کیا گیا ہے"

یہ دونوں مثالیں تمام وابستگان سلسلہ کیلئے غور و عمل کی مستحق ہیں۔ عید کارڈوں کا رواج مسلمانوں میں انگریزوں اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی شروع ہوا۔ احمدی بھی کم و بیش اس رواج کے پابند ہیں۔ بعض اچھے عید کارڈ بھی ہوتے ہیں لیکن بالعموم نامناسب اشعار اور تصاویر ہی ان پر چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو اخلاقی نقطہ خیال سے مذموم اور مذاق سلیم اور اسلامی وقار و متانت پر بار ہوتی ہیں۔ اب جبکہ انگریز حکام کرسمس کارڈوں کے رواج کو روک رہے ہیں تو کیا ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم بھی اسے ترک کر دیں اس طرح جو رقم پس انداز ہو وہ بحیثیت فنڈ میں ڈال دیں یا اس سے سلسلہ کے مفید تبلیغی ٹریکٹ اور کتابیں خرید کر تقسیم کریں گراں اور پر تکلف سٹیشنری کا رواج تعلیم یافتہ طبقہ میں عام ہو چکا ہے۔ اور اسراف کی حد تک پہنچ گیا ہے اس میں بھی سادگی پیدا کرنے کی بیحد ضرورت ہے۔ جماعت کے عام افراد بالخصوص جماعتوں کے عہدہ داروں اور انجمن کے کارکنوں کو ادھر توجہ کرنی چاہئے۔

یہ باتیں بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن "قومی کفایت" کے اصول کے لحاظ سے انہیں دیکھا جائے تو بیحد اہم ہیں اور ان سے ایسے نتائج مرتب ہوتے ہیں جنہیں ہرگز معمولی نہیں کہا جا سکتا

تجدید کیلئے نبی کی کیا ضرورت ہے؟

محمودی "خلافت" کی جوبلی پر جناب خلیفہ قادیان کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک کتاب "سلسلہ احمدیہ" شائع فرمائی تھی جس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"اس رسالہ کے شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ احمدیت کسی نئے مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام ہی کی تجدید کا دوسرا نام احمدیت ہے۔ مگر تجدید سے یہ مراد نہیں کہ اسلامی شریعت میں کسی قسم کا نسخ یا زیادتی ہو سکتی ہے بلکہ تجدید سے صرف یہ مراد ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے جو غلط خیالات یا غلط اعمال مسلمانوں میں پیدا ہو چکے تھے جنہیں وہ غلطی سے اسلام کا حصہ سمجھنے لگ گئے تھے ان کی اصلاح کر کے اسلام کو پھر اس کی اصلی اور پاک صورت میں قائم کیا جا سکے۔" (صفحہ ۲۲)

صاحبزادہ صاحب نے یہ بالکل صحیح فرمایا ہے حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ لاہور کا مذہب و مقصد بھی بالکل یہی ہے لیکن پھر خدا جانے قادیانی دوست ہمیں منافق و گمراہ جہنم کی چلتی پھرتی آگ۔ گویا شلجم کے سڑے ہوئے چھلکے اور دنیا کی بدترین قوم کیوں قرار دیتے ہیں؟ دوسری گزارش یہ ہے کہ جب تحریک احمدیت کا مقصد تجدید دین ہی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کو ان کے دعوے تعلیم اور عقیدہ کے خلاف خواہ مخواہ نبی کیوں بنایا جا رہا ہے؟ تجدید کے لئے تو مجدد ہی کافی ہے اس کے لئے نبی کی کیا ضرورت ہے؟ گذشتہ تیرہ چودہ سو سال میں بارہا اس تجدید کی ضرورت پیش آئی اس کے لئے مجدد ہی آتے رہے کبھی کوئی نبی نہ آیا اور ہر مجدد نے ضرورت زمانہ اور اپنی حیثیت کے مطابق تجدید دین کا فرض انجام دیا

(باقی لوٹ میں)

حضرت امیر کی کھلی چٹھی کے متعلق
دوسری ضروری اطلاع

اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں ایک ضروری اطلاع میں نے شائع کرائی تھی کہ حضرت امیر کی کھلی چٹھی مورخہ ۱۹ اگست بنام جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پیشوائے جماعت قادیانی بصورت ٹریکٹ طبع کرائی گئی ہے احباب جماعت جس قدر چاہیں ٹکٹ بھیجکر منگوا لیں اور قادیانی احباب میں تقسیم کریں۔ اسی ضمن میں اب اطلاع دی جاتی ہے کہ چونکہ اس ٹریکٹ کا قادیانی احباب تک جلد پہنچانا ضروری ہے۔ اس لئے جماعتوں میں اس کی دس دس بیس بیس کاپیاں بذریعہ بک پوسٹ پیکٹ بھجوائی گئی ہیں۔ جن جماعتوں کے پاس یہ کاپیاں پہنچیں وہ فوراً اپنے قادیانی دوستوں تک پہنچا کر دفتر ہذا میں اطلاع دیں

عزیز بخش۔ جائنٹ سیکرٹری

شیعہ اخبار "الواعظ" اور امام مہدی

الزام تراشی اور تبرّہ بازی کا اخلاق سوز مظاہرہ

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

لکھنؤ کے شیعہ اخبار "الواعظ" نے ۸ر اکتوبر کی اشاعت میں "قادیانی جرائد کی امام مہدی کی شان میں گستاخی" کے عنوان سے ایک شذرہ لکھا ہے۔ جس میں اس بات کی شکایت کی ہے کہ:-

"قادیانی جرائد آئے دن موقع بے موقع امام منتظر حضرت مہدی کی شان میں گستاخانہ، توہین آمیز اور مضحکہ خیز الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں اور ایک مرتبہ سے زیادہ انہوں نے امام منتظر کو "خونی مہدی" کے نام سے یاد کیا۔"

اس شکایت کے سلسلہ میں جس کو کم و بیش دو کالموں میں پھیلا کر لکھا گیا ہے جماعت احمدیہ کو بار بار "غیر اسلامی ٹولی" اور "غیر مسلم جماعت" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ان بڑے بڑے فتاویٰ کی طرف اشارہ کریں جو جماعت تشیع کے متعلق آئے دن صادر ہوتے رہتے ہیں اور جن میں سنی علماء کی ایک کثیر جماعت انہیں "غیر اسلامی ٹولی" اور "غیر مسلم جماعت" کے نام سے یاد کرتی رہتی ہے۔ اس قسم کے فتوے یا ایسے غیر اسلامی الفاظ جماعت احمدیہ کے بارہ میں بھی ایسے ہی ناپاک اور دمنول ہیں جیسے اہل تشیع کے حق میں بلکہ اس سے بہت بڑھکر۔ لیکن "الواعظ" کو کیا کہا جائے جس نے اس غیر اسلامی طریق کو اختیار کر کے اپنی تنگ نظری اور خیرہ چشمی کا ثبوت دیا ہے۔

اصل شکایت کا جہاں تک تعلق ہے۔ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ امام مہدی کا جو نقشہ ان کے منتظرین نے کھینچ رکھا ہے وہ فی الواقعہ اسی قسم کا ہے کہ انہیں "خونی مہدی" کے نام سے یاد کیا جائے۔ بھلا جو شخص تلوار ہاتھ میں لیکر خلق خدا کا خون محض اس بنا پر بہانا شروع کریگا کہ وہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل نہیں اسے خونی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا اسلام میں کہیں اس بات کی ہدایت موجود ہے کہ کافروں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جائے۔ کیا جہاد اسی بات کا نام ہے کہ تلوار ہاتھ میں لیکر غیر مسلموں کے سروں پر جا کھڑے ہوں۔ اور کافر "کلمہ بگو" کا نعرہ لگا کر ان سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھوا لیا جائے؟ "الواعظ" کے مذہب میں ممکن ہے اسی کا نام جہاد ہو لیکن قرآن کریم نے اس کو جہاد قرار نہیں دیا اور نہ حضرت "ختمی مرتبت" صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا جہاد کیا۔ یا اس کے کرنے کا حکم دیا۔ کافروں سے جنگ اور قتال کا قرآن کریم نے جو حکم دیا ہے وہ محض اس قدر ہے۔ فَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ یعنی اللہ کے رستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس ارشاد ربانی سے تجاوز کرنا ظاہر ہے کہ کسی بڑے سے بڑے مسلمان کیلئے جائز نہیں۔ نہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا تجاوز کیا۔ اگر امام مہدی یا شیعوں کے امام منتظر اس حکم خداوندی سے تجاوز کر کے کافروں کو بیدریغ قتل کرتے پھریں گے اور زبردستی انہیں مسلمان بنائیں گے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے تو ایسے شخص کو "خونی مہدی" لکھنا اس کی کوئی گستاخی نہیں اور نہ کسی کی دل آزاری اس سے ہو سکتی ہے بلکہ اصل حقیقت کا اظہار ہے۔ "الواعظ" کو چاہئے کہ پہلے اپنے گھر کو دیکھے کیا عقیدہ امام مہدی کے متعلق ان کے ہاں پایا جاتا ہے "رفات" سے مخالف تک اسلام پھیلانے اور کفر و شرک کا دنیا سے استیصال کرنے کے کیا ذرائع امام مہدی اختیار کریں گے؟ اگر ان کا ذریعہ تلوار کے سوائے اور کوئی نہیں تو یہ ان کے خونی ہونے کا ایک کھلا ثبوت ہے اس داغ سے اگر انہیں بچانا چاہتے ہو تو آؤ اور اس حقیقی مہدی کی اطاعت اختیار کرو جس نے تلوار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ جاھدھم بہ جہادا کبیرا کے ارشاد ربانی کے ماتحت غیر مذاہب کے عقائد باطلہ کو براہین فرقانیہ کی تلوار سے تحلیل کر کے رکھدیا اور اسلام کے پاک اور منور چہرہ کو تسم کے گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جس کا اعتراف آج دنیا کے ہر طبقہ و فرقہ کے صحیح الفہم انسانوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔

"الواعظ"، لکھتا ہے کہ:-

"چونکہ اسلامی احادیث و اقوال سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت امام مہدی اسی دنیا میں ظاہر ہو کر کفر و شرک کی طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں جہاد فرمائینگے۔ اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی موعود ہونیکے دعوے کے باوجود جہاد نہیں کیا۔ اس لئے جہاد کے اسلامی حکم پر قادیانی ٹولی کو ہمیشہ غصہ آتا رہتا ہے اور اسی پیچ و تاب میں وہ بدتمیزیوں اور گستاخیوں کی مرتکب ہوتی رہی ہے۔"

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے اسلامی حکم پر جس تندہی کے ساتھ عمل کیا اور اپنے ساتھیوں کو اس راہ پر لگایا۔ وہ ان کوششوں سے ظاہر ہے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جاری ہیں۔ یہی حقیقی جہاد ہے جس کو قرآن کریم نے جہاد کبیر قرار دیا ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ تو نہیں البتہ شیعہ حضرات اس پر ضرور پیچ و تاب کھا رہے ہیں کہ جس کام کو ان کے مفروضہ امام منتظر نے جبر و تعدی اور قتل و غارت کے ذریعہ سر انجام دینا تھا اس کو مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلائل و براہین کی قوت سے سر انجام دیدیا۔ شائد اسی بغض و حسد کی وجہ سے بدتمیزیوں اور گستاخیوں کی وہ پوٹ جماعت احمدیہ کی طرف لوٹائی جا رہی ہے جو "الواعظ" اور اس کی قوم کا ہمیشہ سے شعار رہا ہے۔

مقام غور

الیاس برنی اور حضرت مسیح موعود کے دوست نما دشمن یا نادان دوست

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب)

محمد الیاس برنی نے حیدر آباد دکن سے ایک رسوائے عالم کتاب بنام "قادیانی مذہب" لکھی ہے۔ جس میں اس نے شروع سے لیکر اخیر تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود اپنے دعاوی میں جھوٹے تھے اور انہوں نے یہ سب کچھ ایک گدی قائم کرنے کیلئے کیا ویسے تو آج تک دنیا میں کوئی بھی ایسا مصلح یا مامور ظاہر نہیں ہوا۔ جس پر بعض نادانوں نے محض بے سمجھی سے اور بعض نے ارادتاً دنیاوی شہرت اور طلب منفعت کے خیال سے اعتراضات نہ کئے ہوں۔ جائز اعتراض کا حق سب کو حاصل ہے اور نیت کا جاننے والا اللہ ہے۔ لیکن مجھے جس بات کا افسوس مولّف کتاب مذکور پر ہے وہ یہ ہے کہ اپنا مقصد ثابت کرنے کیلئے اس نے جہاں جہاں حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے حوالے دیئے ہیں پوری دیانت سے کام نہیں لیا۔ اور دنیا کو دکھلانے کیلئے حملہ تو اس سلسلہ پر کیا ہے جو حضرت مسیح موعود نے قائم فرمایا تھا۔ مگر حضر زیادہ تر ان لوگوں کی کتابوں اور تحریروں پر کیا ہے جن پر ۱۹۱۴ء سے آج تک برابر اعتراضوں کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے اور کوئی معقول جواب نہیں بن پڑا۔ میرے نزدیک یہی دوست نما دشمن یا نادان دوست ہیں۔ جو الیاس برنی کے زیادہ کام آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ احباب جماعت قادیان کو آنکھیں دیوے اور دشمن اور دوست کی تمیز عطا کرے۔ ذیل میں ان کی نادان دوستی کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ الیاس برنی نے اپنی کتاب کی پہلی فصل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کو نعوذ باللہ مرض مراق تھا۔ اور ایسا مدعی الہام سچا نہیں ہو سکتا۔

بحوالہ سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ ۵۵ صاحبزادہ صاحب میاں بشیر احمد صاحب قادیانی (مصنف) [illegible] تے ہیں۔

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے۔ کہ مجھے (یعنی حضرت مسیح موعود کو) ہسٹیریا ہے بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔ جو ہسٹیریا کے مریضوں میں بھی دیکھی جاتی ہیں۔"

اسی ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی جناب میاں محمود احمد اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۵ نمبر ۸۲ مورخہ ۳۰ر اپریل ۱۹۲۳ء میں فرماتے ہیں:-

"مردوں میں بھی یہ مرض ہوتا ہے جن مردوں کو یہ مرض ہو ان کو مراقی کہتے ہیں۔"

اس پر ایک دوسرے صاحب ڈاکٹر شاہ نواز صاحب قادیانی بحوالہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء رائے ظاہر فرماتے ہیں:-

"ایک مدعی الہام کے متعلق اگر ثابت ہو جاوے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کیلئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔"

احباب قادیان نوٹ کر لیں کہ الیاس برنی کی ان کے اپنے مذہب (قادیانی مذہب) پر پہلی چوٹ کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے

(۱) ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب قادیانی ماموں حضرت خلیفہ صاحب و مصنف سیرۃ المہدی۔

(۲) صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب مصنف رسالہ سیرۃ المہدی

(۳) جناب خلیفہ صاحب قادیان میاں محمود احمد صاحب

(۴) ڈاکٹر شاہ نواز صاحب قادیانی

کیا اس کے بعد احباب قادیان میں سے کسی کو یہ کہنے یا لکھنے کی جرأت ہوتی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود کے رتبہ کو گھٹانے والی ہے۔ فاعتبروا [illegible]

اخبارات سلسلہ کے متعلق احباب سلسلہ کے فرائض

قومی پریس کو مضبوط بنانے کیلئے تین۳ ضروری تجاویز

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن)

آجکل کی دنیا میں پریس کی اہمیت سے کم و بیش ہر شخص واقف ہے۔ بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں نے اس کا باقاعدہ منظم انتظام کیا ہوا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے خیالات و حالات کو ہر فرد تک پہنچا سکیں۔ آجکل کی دنیا میں پروپیگنڈا کے تین بڑے ذرائع ہیں۔ اوّل اخبارات۔ دوئم ریڈیو اور سوئم تقاریر۔ مؤخر الذکر کا دائرہ اشاعت و تبلیغ بہت محدود ہوتا ہے۔ ہم کسی مجمع میں زیادہ سے زیادہ چند ہزار نفوس کو اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ اور پھر ان نفوس کو یکجا جمع کرنا بسا اوقات آسان کام نہیں ہوتا۔ پھر بہت سی باتیں جو کوئی مقرر ان کے گوش گزار کرتا ہے جلد ہی ذہن سے اتر جاتی ہیں۔ اور اس طرح انسان ان سے کماحقہ فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ دوسرے طریقے یعنی ریڈیو کے ذریعہ گو ہم لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو گھر بیٹھے اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر سامعین اس کو قلمبند نہ کرلیں تو اس کے بھول جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بذریعہ ریڈیو براڈکاسٹ کرنا ہر انسان یا جماعت کی استطاعت میں نہیں ہوسکتا۔ طریقہ اول یعنی اشاعت و تبلیغ بذریعہ اخبارات ہی ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے ہم نہ صرف لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ان کے گھر بیٹھے اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ سالہا سال تک محفوظ رہتا ہے۔ اور انسان ان سے مستقل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ بلکہ نسلاً بعد نسلاً ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ لہذا ہمارے لئے صرف طریقہ اول ہی زیادہ مفید، کارآمد اور مؤثر ہوسکتا ہے۔ اس لئے اشد ضروری ہے کہ ہم اس شعبہ کو جس قدر ممکن ہو مضبوط بنائیں۔

ہماری جماعت کے دو تین آرگن اس وقت شائع ہو رہے ہیں اور ہم انہی جرائد کے ذریعہ اپنی آواز آپ تک پہنچا سکتے ہیں۔ اور اپنے خیالات و تجاویز سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا میں جملہ احباب سلسلہ سے درخواست کروں گا کہ وہ ان اخبارات کو مستحکم اور مضبوط بنانے کی انتہائی کوشش کریں۔ اور وہ اس طرح ہوسکتی ہے کہ

۱۔ جو دوست ان کے باقاعدہ خریدار رہیں اور ان کے ذمہ کوئی بقایا بھی نہیں۔ وہ اس کی توسیع اشاعت کیلئے کوشاں ہوں۔ نئے خریدار بہم پہنچانے کی کوشش کریں۔

۲۔ ایسے احباب جن کے ذمہ بقایا ہے وہ کم از کم اپنے بقایا جات فی الفور ادا کریں اور

۳۔ جو خریدار ہی نہیں ہیں۔ وہ اس کے باقاعدہ خریدار بنیں۔

ہم اپنے پریس کو جس قدر مضبوط کریں گے۔ اسی قدر زیادہ وسیع حلقہ میں ہماری آواز پہنچے گی۔ اور جس قدر وسیع ہمارا حلقہ اثر ہوگا۔ اسی قدر زیادہ ہم کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا جملہ احباب سلسلہ اور قارئین پیغام صلح کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مندرجہ بالا تجاویز پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ پروپیگنڈا تو ایسی چیز ہے جس سے جھوٹ بھی بظاہر کامیاب ہوجاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حق اور صداقت کو فوز عظیم حاصل نہ ہو۔

نوٹ:۔ نمبر۱۔ تاجر پیشہ اور کاروباری احباب ان اخبارات میں اشتہار دے کر اس شعبہ کو مضبوط بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس طرف توجہ فرمائیں۔

نمبر۲۔ اگر کوئی دوست بیکار ہوں۔ تو وہ بطور ایجنٹ اخبار کا کام کرسکتے ہیں۔ ان کو خاطر خواہ کمیشن دیا جائے گا۔ مزید کوائف سیکرٹری انجمن ہذا سے دریافت کریں۔

— استنبول ۱۵ اکتوبر۔ ترکی نے یونان کو یقین دلایا ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کریگا۔ البتہ یونان میں کسی سیاسی تبدیلی کو گوارا نہیں کرے گا۔

— بمبئی ۱۶ اکتوبر۔ آج صبح بمبئی میں زبردست طوفان باد آیا۔ جس نے شہر اور اس کے گرد و نواح میں قیامت برپا کردی۔ شہر کی بہت سی عمارتیں پھٹ گئیں۔ دیواریں گر گئیں۔ لاتعداد درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ ٹرام گاڑیاں بند ہوگئیں۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے تار بہت سی جگہ سے ٹوٹ گئے۔ جانی و مالی نقصان کافی ہوا ہے۔ اس وقت تک چودہ اشخاص ہلاک اور ساٹھ سے زیادہ مجروح ہوچکے ہیں۔ تین سو کے قریب ماہی گیر، کشتیاں اور بجرے ڈوب چکے ہیں۔ ایک ناروی جہاز بھی غرق ہوگیا۔

— کراچی ۱۶ اکتوبر۔ حکومت سندھ نے مسٹر سنلاج دائرلیس پر جو پابندیاں اٹھائی ہیں اور وہ پنجاب آرہے ہیں۔

— لندن ۱۶ اکتوبر۔ ترکی میں ۱۱ امر بندی کا حکم ہوگیا۔ انجنیئر اور ماہرین فوجی خدمات پر بلائے گئے ہیں۔

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

— جنگ، بدستور زور شور کے ساتھ جاری ہے۔ انگلستان پر جرمن طیارے اور جرمنی پر انگریزی طیارے بمباری کر رہے ہیں۔ گذشتہ چند روز میں لندن اور انگلستان کے بعض دوسرے علاقوں پر زبردست حملے ہوئے۔

— لندن ۱۳ اکتوبر۔ کل امریکہ کے سفیر مقیم لندن کے دیہاتی مکان کے احاطہ میں دو بم گرے لیکن وہ بال بال بچ گیا۔

— لندن ۱۳ اکتوبر۔ ۱۱ اگست سے ستمبر کے آخر تک برطانیہ پر ہوائی لڑائیوں میں جرمنی کے ۲۱۱۶ طیارے اور برطانیہ کے ۵۹۱ طیارے تباہ ہوئے اور ۵ ہزار جرمن ہوا باز اور ۲۰۰ برطانوی ہوا باز مارے گئے۔

— لندن ۱۳ اکتوبر۔ اس خبر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ امریکیوں کو رومانیہ سے نکل جانے کا حکم دیدیا گیا ہے

— واردھا ۱۳ اکتوبر۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ختم ہوگیا۔ کمیٹی نے سول نافرمانی سے متعلق مسٹر گاندھی کی تجویز منظور کرلی ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سول نافرمانی ابتداء میں صرف چند کانگریسیوں تک محدود رہے

— معلوم ہوا ہے کہ اس مرتبہ مسٹر گاندھی خود گرفتار نہیں ہوں گے اور نہ ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کو گرفتاری کے لئے پیش ہونے دیں گے۔

— لندن ۱۴ اکتوبر۔ بلقان کے تازہ واقعات کا ترکی میں نہایت غور لیکن ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ ۲۰ لاکھ ترکی فوج کیل کانٹے سے لیس ہر حملہ آور کے مقابلے کیلئے تیار کھڑی ہے۔

— رومانیہ میں ۲۰ ہزار جرمن فوج پہنچ چکی ہے۔ جرمنی فوجی افسر بخارسٹ کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور رومانوی سپاہیوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ جس سے رومانیہ میں جرمنی کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔

— تازہ ترین اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس بھی بلقان کے تازہ حالات سے بےخبر نہیں بلکہ بسریبیا اور بکووینیا میں زبردست جنگی تیاریاں کر رہا ہے۔ ذمہ دار حلقوں کا بیان ہے کہ روس اس بات کو ہرگز گوارا نہیں کریگا کہ دردانیال پر کسی غیر طاقت کا قبضہ ہوجائے۔

— رومانیہ سے بہت سے انگریز استنبول چلے گئے ہیں اور بہت سے جانے والے ہیں۔ انگریز سفیر ابھی تک بخارسٹ میں ہی ہے۔

— لندن ۱۴ اکتوبر۔ آج انگلستان پر جرمنوں کے فضائی حملے بہت کم ہوئے۔ البتہ کل رات بہت شدید حملے ہوئے تھے اور لندن کے ۳۶۔ اور ملک کے دیگر ۲ حصوں پر بم گرائے گئے۔ کئی آدمی ہلاک و مجروح ہوئے

— سویڈن کے ایک اخبار کا لندنی نامہ نگار رقمطراز ہے کہ لندن پر گذشتہ چھ ہفتوں سے نازی مسلسل بمباری کر رہے ہیں۔ لیکن اس سے اتنا کم نقصان ہوا ہے کہ برطانیہ کی تمام فضائی سرگرمیوں کا مرکز ابھی تک لندن ہے۔ لندن کا ایک فیصدی سے بھی کم نقصان ہوا ہے۔

— لندن ۱۴ اکتوبر۔ وزارت فضائیہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ اس وقت تک برطانوی طیارے جرمنی پر ایک ہزار سے زیادہ حملے کرچکے ہیں۔ جن سے کافی نقصان پہنچا۔

— نئی دہلی ۱۳ اکتوبر۔ ہندوستان کے محکمہ سپلائی نے ہندوستان میں سرمہ کی کانیں دریافت کی ہیں

— لندن ۱۲ اکتوبر۔ صدر روزولٹ نے رات ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ بحری اور ہوائی فوج سارے مغربی کرہ ارض کی حفاظت کرے گی اور ہم جنگ میں شرکت کے سوائے برطانیہ کو ہر قسم کی امداد دیتے رہیں گے۔ اس سے ہمیں کوئی طاقت نہیں روک سکتی کسی بھی امریکن ملک پر حملہ کی صورت میں اسکی حفاظت کیجائیگی

— صدر روزولٹ نے یہ تقریر کولمبس ڈے پر ایک سپیشل ٹرین کی ڈائننگ کار سے کی۔ جس میں کہ وہ آجکل دورہ کر رہے ہیں۔

— شملہ ۱۳ اکتوبر۔ یہاں رمضان کا چاند بروز ۲ اکتوبر کو دیکھا گیا اور پہلا روزہ ۳ اکتوبر کو ہوا۔

— شنگھائی ۱۴ اکتوبر۔ اب جاپانی اور چینی فوجیں آگے بڑھ کر مصروف پیکار ہوگئی ہیں۔ نیا میدان جنگ دریائے ینگسی کے آس پاس جاپانی مقبوضہ علاقہ میں ہے۔ گذشتہ ہفتہ چینیوں نے چند مقامات پر قبضہ بھی کرلیا۔ ان کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔

— لندن ۱۴ اکتوبر۔ امریکن تباہ کن جہازوں کا ایک اور دستہ انگلستان پہنچ گیا ہے۔

— لندن ۱۵ اکتوبر۔ اخبار "نیویارک ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم استنبول اطلاع دیتا ہے کہ جرمن فوجوں کا جو اس وقت رومانیہ میں مقیم ہیں بیان ہے کہ ہم روس پر حملہ کرنے کیلئے رومانیہ کو چھاؤنی بنانا چاہتے ہیں روس بھی جرمنی کے اقدامات سے چوکنا ہوچکا ہے۔ رومانیہ کی سرحد کے قریب ۲۰ روسی ڈویژن جمع ہوچکے ہیں۔

— لاہور ۱۵ اکتوبر۔ آج شام سید افضال علی حسنی ایم۔ ایل۔ اے ریزیڈنٹ سکرٹری پنجاب یونینسٹ پارٹی کا طویل علالت کے بعد بعمر ۵۴ سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ۔

— ڈاکٹر ٹیگور تا حال بیمار ہیں۔ کبھی کچھ افاقہ ہوجاتا ہے اور کبھی زیادہ تکلیف ہوجاتی ہے۔

— سرینگر ۱۲ اکتوبر۔ آجکل والسرائے کشمیر میں ہیں کل انہوں نے یہاں مہاراجہ ہری سنگھ ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا

ہندو آریہ دنیا پر ایک نظر

لکھنؤ آریہ کانگریس کے صدر مہاتما خوشحال چند جی خورسند کی صدارتی تقریر

ماہ رواں کے پہلے ہفتہ میں آریہ سماج کا ایک اجتماع "آریہ کانگریس" کے نام لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اخباری بیانات کے مطابق اس میں ہندوستان کے اکثر حصوں سے آریہ سماجی نمائندے شریک ہوئے۔ لاہور کی ماس پارٹی کے مشہور لیڈر مہاشہ خوشحال چند جی خورسند آپ "ملاپ" اس کے صدر تھے۔ قارئین "پیغام صلح" امید ہے ان مہاشہ جی کو اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ یہ مہاشہ کرشن آف "پرتاپ" کے رقیب ازلی ہیں۔ یہ بھی حیدرآباد کی خلاف آریہ سماجی شورش کے سرغنہ تھے اور مہاشہ کرشن کی طرح ڈکٹیٹر بن کر دکن تشریف لے گئے تھے۔ شورش کے دوران میں اور اس کی ناکامی کے بعد بھی ان کی رقابت کا سلسلہ جاری رہا اور اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا ـــــ خوشحال چند جی پہلے مہاشہ اور لالہ تھے، پھر بیٹھے بٹھائے "پنجاب کیسری" یعنی شیر پنجاب بن گئے اور اب مہاتما بننے جا رہے ہیں۔ ان کے خطبہ صدارت میں بھی ان کی ان خصوصیات اور "رفتار ارتقا" کی جھلک موجود ہے۔

ایک آریہ اجتماع کے آریہ صدر کے "خطبہ صدارت" میں جو باتیں ہونی چاہئیں وہ سب "مہاتما" جی کے خطبہ میں بدرجہ اتم موجود ہیں مسلمانوں کی اندھی اور زہریلی مخالفت، مفروضہ اسلامی راج کی دہشت اور خوف اور ویدک دھرم اور ویدک نظام حکومت کے متعلق بے معنی اور بے دلیل دعاوی سے یہ خطبہ بھرا پڑا ہے تحریک پاکستان کا ڈر صدر صاحب کے دل و دماغ پر خاص طور پر مسلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تحریک کے خلاف انہوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ بلکہ باقاعدہ رو لئے او رپیٹے ہیں۔ مہاشائی انداز کی دھمکیاں بھی دی ہیں۔ آریہ اخبارات نے اس خطبہ کا عنوان بھی بہت مناسب قائم کیا ہے۔

"آریہ سماج کا بچہ بچہ پاکستانی سکیم کو ختم کرنے کیلئے جان کی بازی لگا دیگا"

"ویدک نظام حکومت ہی سنسار میں سکھ اور شانتی لا سکتا ہے"

تحریک پاکستان کے خلاف مجنونانہ اظہار غم و غصہ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:-

"اب مسلم لیگ ہندوستان کے ٹکڑے کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے مجھے کہنے دیجئے کہ کانگریس نے جس سانپ کو دودھ پلایا تھا آج وہی اسے ڈس رہا ہے۔ تحریک پاکستان اس وقت عریاں صورت میں ہمارے سامنے ہے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہندوستان کے تین حصے علیحدہ کر دیئے جائیں پہلا حصہ پنجاب، کشمیر، سندھ، بلوچستان، اور فرنٹیئر کے علاوہ کچھ علاقہ یو۔ پی کا ہے۔ دوسرا حصہ آسام، بنگال اور مشرقی بہار کا ہے اور تیسرا حصہ حیدرآباد کا ہے"۔

دوسری تمام تحریکوں کی طرح تحریک پاکستان کی معقول مخالفت کیلئے مہاشہ جی مذکور آزاد ہیں لیکن انہوں نے جو مجنونانہ انداز بیان اختیار کیا ہے اور جس زہریلی ذہنیت کا اظہار فرمایا ہے اسے ہرگز شریفانہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ تحریک پاکستان کے حامیوں کا مطالبہ ہے کہ اسلامی اکثریت والے علاقے ہندو اکثریت والے حصوں سے علیحدہ کر دیئے جائیں۔ اس پر بگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ویدک ہندو دھرم اور تہذیب نے تو خود اپنے پیروؤں کو چار حصوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ ورن آشرم ان کے ہاں موجود ہیں۔ اگر ہندوستان کے ہندو مسلم علاقے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے تو کیا غضب آ جائے گا۔ آخر آج بھی انگریزی علاقہ اور دیسی ریاستوں کی تقسیم موجود ہی ہے۔ اگر ہندو علاقہ اور مسلم علاقہ کی تقسیم ہو جائے گی تو کونسی قیامت برپا ہو جائے گی ـــــ ہاں اس طرح سارے ہندوستان پر ہندو راج کا خواب پریشان ہو جائیگا سو اس منحوس خواب کا پریشان ہو جانا ہی بہتر ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ مہاشہ جی کا یہ خطبہ صدارت اور آریہ کانگریس کی دیگر تقاریر پڑھ کر مسلمان پہلے سے زیادہ تحریک پاکستان کے حامی ہو جائیں گے اور زیادہ شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کرنے لگیں گے۔ کیونکہ مہاشہ جی نے ہندوستان میں ویدک نظام حکومت قائم کرنیکے ارادے کے اظہار کیساتھ یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ:-

"جو لوگ ہندوستان میں پاکستان بنانا چاہتے ہیں وہ ہندوستانی نہیں ہیں اور انہیں ہندوستان کے نظام حکومت میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ ہندوستان پر حق انہیں لوگوں کا ہے جو ہندوستان کی برتری، تہذیب اور شاندار روایات کہن پر نازاں ہیں جو رام اور کرشن کے نام پر فخر کرتے ہیں اور بھارت بھومی کیساتھ پیار کرتے ہیں اور اسے بھارت ماتا کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ہندوستانی تہذیب کو اپنانے کو تیار نہیں ہیں جو ہندوستان کی شان ماضی کے بجائے عرب کے راگ الاپتے ہیں انہیں کیا حق ہے کہ بھارت کے مستقبل کے متعلق رائے زنی کریں"۔

کوئی سچا مسلمان ان شرائط کو مہاشہ جی اور ان کے ہمخیالوں کے حسب منشا پورا نہیں کر سکتا اور جو ایسا نہ کر سکے مہاشہ جی اسے ہندوستان کے مستقبل کے متعلق رائے زنی کا حق ہی نہیں دیتے۔ گویا ان کے نزدیک مسلمان سیاسی اچھوت ہوئے جب خیالات کا یہ عالم ہو۔ ہندو اور آریہ کا تعصب اور تنگدلی اس حد تک ترقی کر چکی ہو تو مسلمان لازمی طور پر ہندوستان کے اندر اپنے لئے علیحدہ علاقے طلب کریگا۔ جہاں کہ اس کی اکثریت ہو اور جہاں وہ اقلیتوں کے ساتھ پورا انصاف کرتا ہوا اپنے حسب منشا نظام حکومت تجویز کر سکے اور اسے پوری آزادی کے ساتھ چلا سکے۔

افسوس ان لوگوں کے لینے اور دینے کے باٹ ہمیشہ مختلف ہی ہوتے ہیں جب یہ لوگ جوش تعصب میں یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک معقول اور جائز مطالبہ پر دیوانے ہوئے جاتے ہیں تو وہ مسلمانوں سے کس طرح توقع رکھتے ہیں کہ مسلمان فرسودہ ویدک نظام حکومت کو قبول کر لینگے اگر ہندو یا آریہ اسلامی اکثریتوں والے علاقے پر مسلمان کی حکومت برداشت نہیں کر سکتا تو پھر کیونکر مسلمان ہندو تہذیب اور ان کے خیالی ویدک نظام حکومت کی قربانگاہ پر اپنی روایات و تمدن اور اپنی انفرادی قومی ہستی کو کس طرح قربان کر دیں۔ ہندوستان کی سیاسی الجھنوں کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ ہندو آریہ تعصب و خود غرضی چھوڑ کر انصاف و رواداری اختیار کریں۔ خود زندہ رہیں اور دوسروں کو زندہ رہنے دو کے زریں اصول پر عمل کریں۔ لیکن افسوس یہ ان اغراض پرستوں سے ممکن نہیں ہے۔

خیالی اور فرضی ویدک نظام حکومت کی تعریف خونی مہاشہ جی نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ:-

"(آریہ) ودوانوں کا فرض ہو کہ وہ دنیا کو بتائیں کہ وہ دیگر نظام حکومت کے تجربے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اسے بھی دیکھیں یہ یقیناً مکمل اور ہر مشکل کا حل ثابت ہوگا۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے یہ رشیوں کی بھومی ہے اس میں اور کسی نے نظام حکومت کی گنجائش نہیں اور نہ ہی کوئی اور نظام حکومت ابتک مطمئن کر سکتا ہے"

ویدک نظام حکومت زمانہ قبل از تاریخ کی کوئی چیز ہو تو ہو ورنہ آجکل تو اس کا وجود بھی باقی نہیں ہے۔ چند فرضی کہانیوں اور ویدوں کے چند ناقابل فہم منتروں اور منوسمرتی اور اپنشدوں وغیرہ کے بعض حصوں کو ملا جلا کر کوئی کھچڑی کا ڈھانچہ بنا لیا جائے تو وہ دوسری بات ہو۔ آریہ سماجی بھی عجب خیالی دنیا میں پرواز شروع کرتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔ ایک طرف تو ان کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے مسلمہ مذہبی احکامات و قوانین کو ناقص سمجھ کر پوری دیدہ دلیری سے توڑ رہے ہیں۔ دوسری طرف سیاسی دنیا میں ویدک نظام حکومت کو رائج کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ مہاشہ جی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان صرف "رشیوں" ہی کی بھومی نہیں بلکہ نو کروڑ مسلمان بھی اس میں بستے ہیں۔

اس کے بعد مہاشہ جی فرماتے ہیں کہ:-

"ویدک نظام حکومت کی بنیاد مساوات پر ہے۔ وید بتاتا ہے کہ انسان کے ہر فرد و بشر کے یکساں حقوق ہیں۔۔۔ جہاں مساوات ہوگی وہاں منافقت پاس نہیں پھٹکے گی۔ بنی نوع انسان پر عیش و عشرت آئیگی اور سنسار میں سکھ اور شانتی کا راج ہوگا۔ دنیا کی نعمتیں ہر انسان کیلئے یکساں ہیں اور وید کسی کو امتیازی حق نہیں دیتا"۔

بیشک ویدک نظام حکومت کی بنیاد مساوات پر ہے اور وید کے نزدیک ہر فرد و بشر کے یکساں حقوق ہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ ہندو اور آریہ ہزاروں سالوں سے اچھوتوں کو جانوروں سے زیادہ ذلیل و ناپاک سمجھ رہے ہیں اسی کا نام تو مساوات ہے اسی مساوات کا یہ کرشمہ ہے کہ اب آریہ اچھوتوں کو زبان سے بھائی اور حصہ کہتے ہیں لیکن سلوک ان سے وہی پہلا سا ہے۔ ویدک نظام حکومت کی وجہ سے زمانہ ماضی میں بنی نوع انسان پر جس قسم کی عیش و عشرت آئی اور ہندوستان میں جس طریق پر سکھ اور شانتی کا راج ہوا۔ اچھوت اور بھیل اور گونڈ وغیرہ اس کی زندہ یادگاریں موجود ہیں ـــــ ویدک نظام حکومت باقی نہ رہا لیکن اس کی یادگاریں باقی ہیں ـــــ بولو ویدک نظام حکومت کی جے ـــــ بیشک دنیا کی تمام نعمتیں ہر انسان کیلئے یکساں ہیں لیکن انسان درحقیقت صرف اعلیٰ ذاتوں کے ہندو اور آریہ ہیں۔

خطبہ صدارت کے آخر پر کافی رو پیٹ لینے کے بعد مہاشہ جی نے کچھ پنجاب کیسری ہونے کا ثبوت دینے کی کوشش کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"ہم ویدک نظام حکومت رائج کر کے رہینگے جس میں نہ ہندو کا سوال ہے نہ مسلمان کا۔ بلکہ یہ بنی نوع انسان کی بھلائی کی چیز ہے۔ آؤ پرن (عہد) کریں کہ ہندوستان کے ٹکڑے کرنیوالی سکیم کی دھجیاں اڑا کر رکھدینگے اور اسکے لئے بوڑھوں اور نوجوانوں کی ہی بلی (قربانی) نہیں دینگے بلکہ ضرورت پیش آئے تو اپنے بچوں کا بھی انگ انگ کٹوا دینگے"۔ ح

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

علمی معلومات

خود بینی

ونسٹن چرچل کو کسی نے ایک مرتبہ لعنت و ملامت سے پُر خط لکھا تھا۔ چرچل نے اس کا یہ جواب دیا "آپ کے خط سے آپ کی دماغی پریشانی کا حال معلوم کر کے مجھے قلق ہوا۔ آپ نے میرے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے۔ ہاں پھر بھی میری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بڑی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔" یہ جواب ایک ایسے بڑے آدمی کا تھا جس کو یقین تھا کہ اس میں خود بینی کے احساس کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن نے کیچڑ میں پھنسی ہوئی گاڑی کو نکالنے کے لئے بلا تامل خود گاڑی میں ہاتھ لگا دیا تھا اور ایک معمولی فوجی افسر محض دوسروں کو للکار کر آمادہ کر رہا تھا۔ صدر جمہوریہ کے استفسار پر اس نے جواب دیا کہ ایک افسر ہونے کی وجہ سے وہ خود ہاتھ نہ لگا سکا۔ وہاں سے رخصت ہوتے وقت واشنگٹن نے افسر سے کہا کہ "آئندہ جب ایسی ضرورت پیش آئے تو سپہ سالار کو بلا لینا۔" یہ مثال بھی ایک دوسرے بڑے آدمی کی ہے۔ جو خود بینی کے احساس سے پاک تھا۔ یہ احساس اکثر لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ ایک شخص اپنے محدود دائرہ، حلقہ ہی میں اپنے کو اہم سمجھتا ہے، اور دوسرا واقعی اہم شخص ہے اور اپنے کو اہم کہتا بھی ہے۔ یہ دونوں اس احساس سے پاک نہیں لیکن اس میں قصور رہبر کا نہیں شخص کا ہوتا ہے۔ ممکن ہے جو شخص اپنے نفس کی اہمیت کا احساس رکھتا ہے اس کے انداز رفتار سے بحیثیت ممبر پارلیمنٹ کے ایک خاص شان کا اظہار ہو، لیکن اپنے دوسرے عہدہ کی بنا پر وہ اسی خاص شان سے بلا تامل گریز کرے گا۔ اور اگر باوجود اپنی کوشش و خواہش کے وہ اپنے احباب کے سامنے یہ شان نہیں اختیار کر سکتا تو کم از کم اپنے خاندان ہی پر ایک ڈکٹیٹر کی طرح مسلط ہو جائے گا۔ اصل یہ ہے کہ اگر کسی میں یہ صلاحیت موجود ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ کا ذاتی تجربہ اس کی شہادت دے سکتا ہے۔ غالباً آپ کا واسطہ کسی ایسے شخص سے ضرور ہوا ہوگا جو عہدہ یا رتبہ میں آپ سے بڑا ہوگا۔ وہ بار بار آپ کو حکم و ہدایات دیتا رہتا ہے۔ جس کی غرض و غایت دراصل آپ کی چستی، مستعدی اور قابلیت کو تقویت دینا نہیں بلکہ خود اس کے اہم رتبہ کا اظہار و قیام ہے۔ ایسے لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہیں کہ مرتبہ یا عہدہ سے کوئی انسان بڑا آدمی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ایک چھوٹا آدمی کسی بڑے مرتبہ پر پہنچ جائے۔ لیکن اس سے کوئی ذہین شخص اس فریب میں نہ مبتلا ہوگا کہ وہ چھوٹا آدمی واقعی ایک بلند شخصیت رکھتا ہے۔ فوج یا اس قبیل کی ملازمتوں میں وردی ضروری چیز ہے۔ اس سے ذاتی اہمیت کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے وردی کا صحیح استعمال ہمیشہ مفید ہوتا ہے لیکن اس خطرہ سے باخبر رہنا چاہئے کہ کہیں کوئی چھوٹا اور نااہل آدمی وردی کو اپنی ذاتی اہمیت کے بڑھانے کا ذریعہ نہ بنا لے۔ ایسا شخص اپنے عہدہ کی توہین کرتا ہے۔ بچگانہ کار انسان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنی ذاتی اہمیت کے خیال میں ڈوبا نہیں رہتا۔ بچگانہ کاری کا ایک درجہ یہ ہے کہ ہم کو نظر انداز کئے جانے کا خوف ہی رہ جائے۔ یہی چیز بچگانگی کی طرف

ہماری بہتری رہتا ہے۔ اگر اپنی آمد و رفت میں ہم دوسروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی خواہش سے بے نیاز ہو جائیں۔ تو ہم میں کسی حد تک پختگی پیدا ہو جائے گی اور ہم خود بینی کے بدترین جال سے آزاد ہو جائیں گے۔ اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کس حد تک خود بینی کا شکار ہو چکے ہیں یا اس سے محفوظ ہیں تو اس امتحان کے لئے ہم کو پورا ایماندار ہونا پڑے گا۔ اس کا بہترین طریقہ اپنے نفس کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھنا ہے۔

خود بینی اکثر حقیقی یا خیالی احساس کمتری کا ردعمل ہوتی ہے۔ تکلیف دہ اور ناخوشگوار باتوں کو بھلا دینا اور ان سے آزادی حاصل کرنا ہماری فطرت ہے۔ چنانچہ جہاں تک احساس کمتری کا تعلق ہے ہم بالکل اسی پر عامل ہیں۔ ابتدا میں انسان اپنی غیر متوازن جسمانی ساخت، رنگ، روپ، اصلی یا حقیقی ذہنی کمتری یا اور اس طرح کی دوسری محرومیوں سے بہت آزردہ ہوتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا ہے۔ وہ اپنی کمتری کی زیادہ سے زیادہ تلافی کے لئے انتہائی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے اندر بعض ایسی قابلیتیں پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے وہ ہر طرف چھا جائے اور اس کی کمتری پر پردہ پڑ جائے یا کم از کم اس کی جانب سے عام توجہ ہٹ جائے۔ ایسی صورت میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی کمتری سے بے خبر اور پہلے سے کہیں زیادہ خود بین ہو جاتا ہے۔

ایک غریب لیکن محنتی طالب علم جس کی آنکھیں بڑی بھینگی تھیں۔ اپنے ساتھیوں میں ممتاز اور امتحان میں کامیاب تھا۔ باوجود مسرور رہتا تھا تقریری مقابلوں میں باوجود تیاری کے عین وقت پر شرکت سے گریز کر جاتا تھا۔ ایک ماہر نفسیات نے اس کا سبب اس طالب علم کا غریب خاندان ہونا، بیرونی امداد سے سلسلہ تعلیم جاری رکھنا، پبلک اسکول میں دولتمند خاندانوں کے بچوں کا ساتھ۔ باہمی بے تعلقی۔ دوسرے بچوں کے گھر جانے اور خود ان کو بلانے سے شرمندگی محسوس کرنا بیان کیا۔ اپنی کمتری کے اس غیر صحیح احساس کی وجہ سے وہ رنجیدہ رہا کرتا تھا۔ لیکن پھر اس پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد وہ مسرور اور مطمئن زندگی بسر کرنے لگا۔ اس نے اپنے خاندان کو صحیح نقطہ نگاہ سے دیکھا۔ غریب والدین کی قربانیوں کی قدر و قیمت اور بلندی محسوس کی۔ اس احساس میں مبتلا ہونے والے لوگ اس طالب علم کی طرح بیدار ہو کر خود نمائی کے جذبہ کا قلع قمع نہیں کرتے۔ اور جس چیز کو وہ اپنی کمتری کا بدل یا پردہ پوشی خیال کرتے ہیں۔ اس کو ترک اور اس سے توبہ نہیں کرتے۔

خود نمائی کا عام سبب تو اپنی کمتری کا احساس ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا سبب ابتدائی زندگی کے گرد و پیش کے غیر صالح حالات بھی معلوم ہوتے ہیں، جس کا نمونہ اکلوتے بگڑے ہوئے بچے ہیں۔ ایسے بچے اپنی غیر صحیح تربیت کی وجہ سے اپنے کو کائنات کا مرکز تصور کرنے لگتے ہیں۔ پھر ان میں توازن کا احساس پیدا ہونا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ ایک قدیم مقولہ ہے کہ "نکبر کا نالسینہ ریدہ پودا کمزور اور خراب زمین میں اُگتا ہے۔" اس مقولہ کی صداقت کا ثبوت سب سے زیادہ وہ لوگ پیش کرتے ہیں جن کے بچپن کے گرد و پیش کے حالات ناقابل اطمینان تھے۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم اس صلاحیت کے وجود کو تسلیم کریں اور اس کو کبھی نہ بھولیں۔ اس میں غلو سے ہم دنیا میں اپنے تمام کا بالکل غلط تصور قائم کرتے ہیں اور خود بینی کا ایک ناممکن پہلو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

اس بیماری کے مریض کے لئے سب سے دشوار چیز خود مرض کا احساس ہے۔ اس مرض سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ مریض نکتہ چینی کا کوئی اثر ہی قبول نہیں کرتا اور ناقابل یقین حد تک وہ اپنی عادت سے بے خبر ہوتا ہے۔ اگر وہ ایک بار بھی کھٹک محسوس کرے تو اصلاح کی گنجائش و امید باقی رہتی ہے۔

انسان کے لئے نفس کا محاسبہ بہت ضروری چیز ہے اس کو غور و تامل سے دیکھتے رہنا چاہئے کہ ابتدائی یا موجودہ زندگی کے احساس کمتری سے کس حد تک ہم متاثر ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں۔ اور پوری ایمانداری اور قوت کے ساتھ ایسے احساس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس پر غور کرنا چاہئے کہ ہماری ابتدائی زندگی میں ہمارے گرد و پیش کے کیا حالات تھے اور ابتدائی خاندان میں ہماری حیثیت کیا تھی۔ ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کو اصلی خط و خال میں دیکھیں۔ اور ان قوتوں کو اچھی طرح سمجھیں جنہوں نے ہم کو وہ سب کچھ بنا دیا۔ جو آج ہم ہیں۔

دنیا ایسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے جو اس کے لئے بے چین ہیں کہ وہ جلد کچھ سے کچھ ہو جائیں۔ اس مقصد کی اچھائی یا برائی سے بحث نہیں لیکن ایسے لوگ بڑی پیچیدگیوں میں پھنس جاتے ہیں، اور وہ خود اپنے نفس کو اور دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں اور دوسروں کے سامنے اپنی بالکل غلط اور پر فریب تصویر پیش کرتے ہیں۔ ہم میں پختگی اسی وقت آئے گی، جب ہم میں اتنی جرأت پیدا ہو جائے کہ ہم اپنے آپ کو اصلی رنگ روپ میں دیکھ سکیں۔ اگر ہم اپنی ذات کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھیں، پہچانیں اور قبول کریں تو ہم دوسروں کو بخوشی انگیز اور قبول کر لیں گے اور دنیا میں ان کی جگہ تسلیم کریں گے۔ ایسا کرنے سے اپنے نفس کی اہمیت اور خود نمائی ہم کو مغلوب نہ کر سکے گی۔ ہم اس سے آزاد ہو جائیں گے۔ ہماری آزادی کا معیار اسی پر ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور خطرہ سے باخبر رہنا ضروری ہے جب ہم پر خود نمائی کا پورا غلبہ ہو جاتا ہے تو ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ کھلا رہ جاتا ہے وہ یہ کہ ہم گرد و پیش کا چکر لگاتے ہیں۔ دوسروں کی حالت کا اس طور سے جائزہ لیتے ہیں کہ ہم خود اپنی حالت پر خوش ہیں۔ دوسروں کے متعلق نامناسب خبریں پھیلاتے اور توہین آمیز بیانات دیتے ہیں۔ حالانکہ دوسروں کی واقعی حیثیت کو بے چون و چرا تسلیم کرنے سے ہماری زندگی میں سکون و عافیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خود نمائی کا مارا ہوا انسان سکون و عافیت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو ہر وقت اس کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں کسی وقت کوئی واقعہ اس کی خود نمائی کے ہوائی قلعہ کو منہدم نہ کر دے۔ اس کے لئے یہ مقولہ یاد رکھنا بہت مفید ہوگا۔ کہ "بندر جتنا ہی زیادہ اوپر اچکنے کی کوشش کرتا ہے اتنی ہی زیادہ وہ اپنی دم کو ظاہر کرتا ہے۔"

چرچل اور واشنگٹن کی مثالیں ہمارے لئے بہت سبق آموز ہیں۔ دونوں ہستیاں خود نمائی سے آزاد و بلند تھیں کیونکہ وہ اپنے کاموں میں ہمہ تن مشغول و متوجہ تھیں۔ ان کی مفید جد و جہد نے اس کو در کا کت کا موقع ہی نہیں دیا۔ یا دہ کسی معقول کام میں خلوص کے ساتھ منہمک ہو جانے سے دوسروں سے اچھے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں اور خود نمائی کا موقع ہی نہیں ملتا۔

(صعاسرف)

جلد ۲۸ — لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۷ رشوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۸ رنومبر ۱۹۴۰ء — نمبر ۶۹
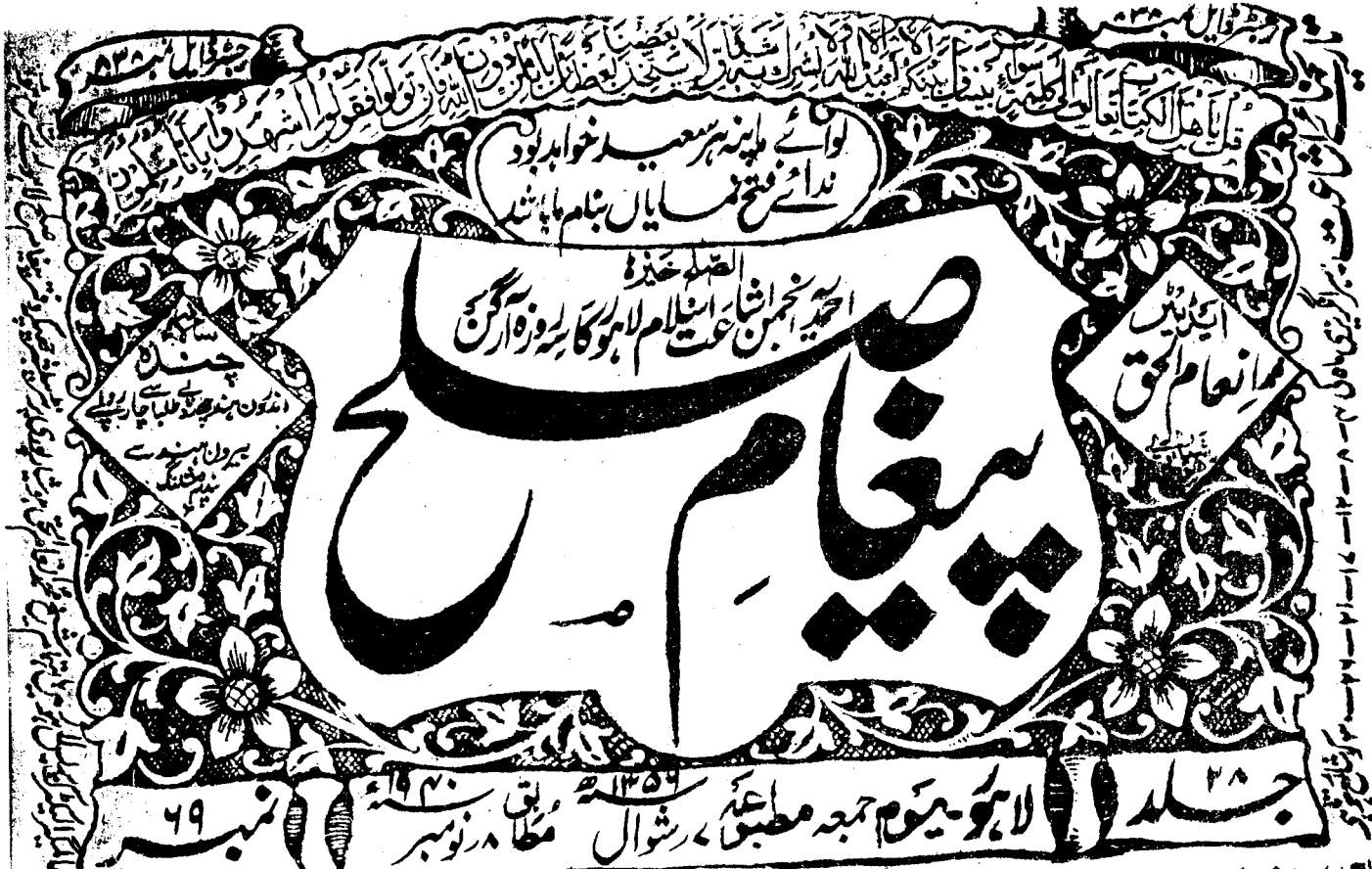
ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تدابیر و اسباب پر بھروسہ نہ کرو

بعض دفعہ وہ لوگ جنکی طبائع طبیعیات کی طرف مائل ہیں، کہا کرتے ہیں کہ نیچری مذہب قابل اتباع ہے کیونکہ اگر حفظ صحت کے اصولوں پر عمل نہ کیا جائے تو تقویٰ اور طہارت سے کیا فائدہ ہوگا؟ سو واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے یہ بھی ایک نشان ہے کہ بعض وقت ادویات بیکار رہ جاتی ہیں اور حفظ صحت کے اسباب بھی کسی کام نہیں آسکتے نہ دوا کام آسکتی ہے نہ طبیب حاذق لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا امر ہو تو الٹا سیدھا ہو جایا کرتا ہے...... اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے کہ اس کے امر سے زمین و آسمان قائم رہ سکتے ہیں غور کرو کہ وہ جنگل (مکہ معظمہ کا محل وقوع) جہاں اس قدر گرمی پڑتی تھی اور جہاں انسان کا نام و نشان تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا بابرکت بنا دیا کہ کروڑہا مخلوق وہاں جاتی ہے۔ ہر ملک اور قوم کے لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں۔ وہ میدان جہاں حج کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں وہی جگہ ہے جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی۔ اصل بات یہی ہے کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ویرانہ کو آبادی اور آبادی کو ویرانہ بنا دیتا ہے۔ شہر بابل کے ساتھ کیا کیا؟ جس جگہ انسان کا منصوبہ تھا کہ آبادی ہو۔ وہاں مشیت ایزدی سے ویرانہ بن گیا اور الوؤں کا مسکن ہو گیا اور جس جگہ انسان چاہتا تھا کہ ویرانہ ہو وہ دنیا بھر کے لوگوں کا مرجع ہو گیا۔ پس خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوا اور تدبیر پر بھروسہ کرنا حماقت ہے۔ اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا کرو کہ معلوم ہو کہ گویا نئی زندگی ہے۔ استغفار کی کثرت کرو جن لوگوں کو کثرت اشغال دنیا کے باعث کم فرصتی ہے۔ ان کو سب ...... سے زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ ملازمت پیشہ لوگوں سے اکثر فرائض خداوندی فوت ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مجبوری کی حالت میں ظہر اور عصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کا جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے۔

(۲ رمئی ۱۸۹۸ء)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت مولانا صدرالدین صاحب مقررہ پروگرام کے مطابق ۵ رنومبر کی صبح کو بیرونی جماعتوں کے دورے پر روانہ ہو گئے ہیں۔ مولوی مرتضےٰ خانصاحب آپ کے ہمراہ ہیں۔

—— بیرونی جماعتوں کی طرف سے مردم شماری کی فہرستیں موصول ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ جن جماعتوں نے تاحال ارسال نہیں کیں وہ بہت جلد توجہ کریں۔ فہرستیں نہایت واضح اور مکمل ہوں۔ نمبر شمار۔ نام۔ ولدیت۔ قومیت۔ عمر۔ پیشہ۔ خواندہ یا غیر خواندہ۔ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ۔ ان تمام امور کے لئے باقاعدہ خانے بنائے جائیں۔

—— علی پور ضلع مظفر گڑھ اور اس کے گرد و نواح کے احباب نے امسال بھی نماز عید مسجد جامع احمدیہ میں پڑھی۔ غیر از جماعت اصحاب بھی شریک ہوئے۔ خطبہ موثر تھا۔ نماز وخطبہ کے بعد غیر از جماعت مولویوں سے بعض مسائل پر کامیاب مباحثہ بھی ہوا۔ جس کا پبلک پر نہایت عمدہ اثر ہوا۔ مفصل کسی آیندہ اشاعت میں۔

—— چوہدری خان زمان صاحب سابق پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حال ملازم گورنمنٹ آف انڈیا دہلی کے گھر اللہ تعالے نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔

—— حافظ محمد بخش صاحب نمبردار وہاڑی ضلع ملتان سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی اکبرالدین صاحب کے ہاں اللہ تعالےٰ نے لڑکا دیا ہے جس کا نام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ عبدالحی تجویز فرمایا ہے۔ اس خوشی میں اکبرالدین صاحب موصوف نے انجمن کو پانچ روپے ارسال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔

—— پیغام صلح۔ ہم ان دونوں دوستوں کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان بچوں کو صحت و مسرت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

—— چودہری خان زمان صاحب کی والدہ محترمہ اور ہمشیر صاحبہ بیمار ہیں۔

—— فضل محمد صاحب ریاست بہاول پور کے بیوی بچے بیمار ہیں

—— کمال الدین صاحب دہلی علیل ہیں۔

—— جناب اے کریم صاحب راہورہ (سنٹرل انڈیا) اور انکی بیوی بیمار ہیں۔

ان تمام بیماروں کے لئے تمام دوست درد دل سے دعا صحت کریں

صفحہ ۸ پر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری کی جلسہ سالانہ کے متعلق ایک اپیل درج ہے سب دوست اسے ضرور پڑھیں۔

آریہ قوم کا اصلی وطن ہندوستان نہیں

آریہ سماج کا ایک غلط دعویٰ تحقیق کی روشنی میں

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت)

(۳)

پنڈت پران ناتھ پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس کا خیال کہ:-
"رگوید ہندوستان کی کتاب نہیں بلکہ اس کا ⅘ حصہ بابل کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا یہ ایک سمیرین صحیفہ ہے"
ہندو علماء ان وید کیلئے اسلئے قابل غور ہے کہ وید منتروں کا ایک بہت بڑا حصہ مسلّم طور پر ناقابل فہم ہے۔ پروفیسر میکسمولر۔ ولسن۔ گرفتھ۔ بلوم فیلڈ، میکڈانلڈ، کائیگی وغیرہ وغیرہ فضلاء سنسکرت اور ساتیاچاریہ پنڈت راجارام پروفیسر ڈی۔اے۔وی کالج لاہور وغیرہ ہندو اور آریہ مفسرین نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ یاسک آچاریہ جو سب کے نزدیک مستند، قدیمی شارح وید ہے، وہ بھی بعض منتروں اور الفاظ کے متعلق صحیح ترجمہ دینے میں اپنی معذوری کا اظہار کرتا ہے۔ جو کچھ یاسک آچاریہ نے سمجھا ہے۔ اس پر پنڈت ستیہ ورت سامشرمی نے تنقید کر کے اس پرانی شرح کو بھی درجہ اعتبار سے گرا دیا ہے۔
اندریں حالات اگر پنڈت پران ناتھ ان وید منتروں کی گم شدہ کلید خرابات اُدر ہی تلاش کرنے کی رائے دیں۔ تو اسے بڑی خوشی اور کشادہ دلی سے قبول کر کے ویدک تحقیقات کا ایک باب تو کھول لینا چاہئے۔ کیونکہ اس نخلستان میں ہمیں آم کھانے سے مطلب ہے نہ پیڑ گننے سے۔ ایک مبہم اور مغلق وید منتر کے راز کا کھل جانا، ایک بانجھ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے سے کم خوشی کا موقع نہیں۔ پس پنڈت پران ناتھ صاحب کی یہ گرہ کشائی باعث صد مسرت ہے جس کی ہندو پنڈتوں اور علمی دنیا کو داد دینی چاہئے۔ اور اس امر میں حقیقی شکر گزاری ان کی تحقیقات میں مدد دے کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔

باشندگان اُور کا قدیم مذہب اور آریوں کا ویدک دھرم اپنے اصول و فروع میں ایک حیرت انگیز مشابہت رکھتا ہے اور یہ دونوں سلسلے باہم اس قدر متوازی چلتے ہیں کہ دونوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں کا سرسری تجزیہ کرنے سے بھی مندرجہ ذیل ماحصل نکلتا ہے

(۱) دونوں مذاہب میں مظاہر قدرت کی گوناگوں طاقتیں ہی قابل پرستش ہیں۔ توحید کا خیال نہایت مبہم اور توحید فی العبادۃ کلیتاً معدوم ہے۔ چنانچہ سائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد اول صفحہ ۴۳۱-۴۳۲ پر لکھا ہے:-

The Gods of Babylonia were in their origion personification of the forces of nature ... In fact Babylonian religion was worship of nature in all its parts.

بابل کے دیوتا دراصل مظاہر قدرت کی شخصیتیں تھیں ۔۔۔ حقیقت میں بابلی مذہب انواع قدرت کے ہر فرد کی عبادت تھی۔ ادھر دیدوں کو دیکھئے تو رگوید باوجود اپنی معقول ضخامت کے اوم (خدا کے نام) کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ اور نہ اگنی، اندر، سوریہ وغیرہ کی طرح کوئی خاص سوکت اوم کے نام پر رکھتا ہے۔ بیشک وہ اگنی، اندر، مروت، رودر وغیرہ دیوتاؤں کی تعریف سے پُر ہے۔ اور اس کی ترتیب عموماً ہر منڈل یا منزل میں پہلے اگنی کی تعریف میں منتر، پھر اندر کے تعریفی قصائد۔ اس کے بعد وشو دیواہ یا اور دیوتاؤں کی ثنا و تعریف پر ختم ہوتی ہے۔ لیکن اپنی دس منازل اور دس ہزار سے زائد منتروں میں اوم کی کسی جگہ توصیف و ثنا ۔۔۔ موجود نہیں۔ مظاہر قدرت کی تعریف و توصیف بیشک ژند اوستا میں بھی موجود ہے۔ مگر اس میں خدائے یزدان کی حمد و ثنا بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن وید کلیتاً بابلی مذہب کے تاریخی آثار کی زبان گویا ہے۔

---

(۲) نیچر کی یہ طاقتیں دونوں جگہ کبھی انسانی شکل میں پوجی جاتی تھیں اور کبھی حیوانی شکل میں۔ ان میں سے بعض دیوتا انسان کے دوست سمجھے جا کر پوجے جاتے اور بعض دشمن ہونے کی حیثیت سے قابل پرستش اور تعظیم تھے۔ جیسے سانپ وغیرہ۔ چنانچہ لکھا ہے:-

Each part the province of a diety friendly or a hostile to man, subject to human persons, and, like man, endowed with the power of thought and speech ..... many of the Gods resembled man-kind in having human bodies, some resembled animals and other were monsters partly man and partly beast"

ملک کے ہر ایک صوبہ کا ایک خاص دیوتا تھا جو یا تو انسان کا دوست ۔۔ یا دشمن سمجھا جانے کی وجہ سے نسل انسانی سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ انسان کی طرح ذکر و فکر اور کلام پر قدرت رکھتا تھا اکثر دیوتا انسانی صورت پر ہونے کی وجہ سے انسان کے مشابہ تھے۔ بعض جانوروں کی شکل و صورت پر تھے اور کئی ایک نصف انسان اور نصف حیوان نما تھے۔ رودکت نے اپنے آخری باب دیوت کانڈ میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اور ان دیوتاؤں کے عادات و اطوار کا خلاصہ بطور اقتباس رگوید پیش کیا ہے۔

---

(۳) بابلی عقیدہ میں آندھی کا طوفان گرج و برق سمیت قدرت کا ایک راز تھا ایک خوفناک منظر یعنی ایک مخصوص دیوتا کا کارنامہ تھا۔ جیسا کہ ویدوں میں مروت طوفان یا دو باراں کے مخصوص دیوتا تھے۔ سورج سوریہ دیوتا کی قدرت اور روشنی سے روشن تھا۔ مظاہر قدرت کے تمام دیوتا انسان پر فضیلت رکھتے تھے۔ ہر ایک دیوتا کی قدرت بے حد سمجھی جاتی اور بیان کی جاتی تھی۔ مگر ان میں سے کوئی قادر مطلق نہ تھا۔ جیسا کہ ویدوں سے ظاہر ہے۔ اگنی، اندر اور وشو دیواہ سوریہ وغیرہ، دیوتا خاص خاص طاقتوں اور قدرتوں کے مالک تھے۔ اگنی علم روشنی اور دولت کا داتا تھا۔ مگر اندر جسمانی طاقت اور حکومت و سلطنت کا محافظ تھا۔ سوریہ لوگوں کے اعمال و افعال پر نگاہ رکھتا تھا۔ اگنی کی پوجا آگ میں گھی کی آہوتی یا ہون دیش کرنے سے ہوتی تھی۔ اور اندر کو سوم رس پیش کیا جاتا تھا اور سوریہ کو پانی چڑھایا جاتا تھا۔ یہ سب باتیں اگر ایک طرف بابل کے کھنڈرات کی خاموش زبان اور کتبوں سے ظاہر ہیں۔ تو دوسری طرف رگوید کی مستند شرح زوکت میں بھی مذکور ہیں۔

---

(۴) ہندوؤں میں ہردوار، بنارس، پریاگ، اجودھیا، جگن ناتھ، متھرا، دوارکا الگ الگ شخصیتوں کے مقامات مقدسہ سمجھے جاتے ہیں ہر ایک دریا اپنے اندر دیوی کی روح رکھتا ہے اور ہر پہاڑ کسی نہ کسی دیوتا کا مسکن ہے۔ گنگا، جمنا۔ سرسوتی۔ شتدری۔ دیاس۔ ایراوتی، جہلم اور سندھ جس طرح آج ہندو دنیا سے پوجے جاتے ہیں۔ ویدوں میں اسی طرح ان کی ستتی تعریف کر کے اور ان سے دعائیں مانگی گئی ہیں قدیم بابل کا ہر ایک شہر اور پہاڑ اپنا ایک خاص دیوتا رکھتا تھا اور ہر شخص اپنے اعتقاد اور ورن (ذات پات) کے مطابق اپنے دیوتا کی حقیقی اعلیٰ تعریف کرنی چاہتا بغیر دوسرے دیوتاؤں کی رقابت اور حسد کے خیال کر لیتا۔ اس کی وجہ درحقیقت یہ تھی کہ بابلی قوم مختلف اقوام کا مجموعہ تھی۔ اور یہ قومیں سیاسی مصلحت کی بنا پر باہم رواداری سے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھیں۔ اس لئے ان کے متفرق اور مختلف دیوتا بھی ضرورتاً باہم روادار تھے۔ یہی حالت آریہ قوم کی ہے۔ جنہوں کا مخصوص دیوتا اگنی ہے۔ کشتریوں کا معین دیوتا اندر ہے۔ ولیش یا بنیوں کا دیوتا وشو دیواہ ہے۔ تاہم برہمن چھتری اور ویش جس طرح آریہ نام میں حصہ دار ہیں۔ اسی طرح ان کے دیوتا بھی ایک ہی تریمورتی یا تثلیث کے اقنوم ہیں۔ رامچندر جی چھتری تھے اور راون برہمن تھا، دونوں میں جنگ ہوئی۔ راون مارا گیا۔ رامچندر جی اوتار تھے مجسم خدا تھے تو راون کو شیطان مجسم سمجھا جاتا ہے۔ مگر آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ راون کو مار کر رامچندر جی نے پرائشچت یعنی قتل برہمن کا کفارہ ادا کیا۔ مگر اب ہندو دنیا برہمن و چھتری سب مل کر اس فعل کی نقل اتارتے ہیں۔ جو رامچندر کیلئے بھی گناہ عظیم تھا۔ رامچندر اور پرشورام دونوں خدا کے اوتار تھے۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ مگر ہندو کیسے روادار ہیں کہ دونوں کو یکساں خدا کا روپ مانتے ہیں بلعینہ یہی حال بابل کے مذہب کا ہے

---

(۵) ویدوں میں بلحاظ مقام دیوتاؤں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آسمان کے دیوتا۔ جو کے دیوتا اور زمین کے دیوتا اصطلاح میں ان کو دیوستھانی، مدھیہ ستھانی اور پرتھوی ستھانی دیوتا کہا جاتا ہے۔ بابلی مذہب میں بھی یہ تقسیم موجود ہے۔ مثلاً آسمانی دیوتا انو ہے۔ زمین پر بعل کی حکومت ہے۔ پاتال میں اے۔ یا Ea کا تسلط ہے۔ ہر ایک دیوتا کی ایک دیوی بھی دونوں جگہ مسلّم ہے مثلاً ویدوں میں اگنی کی اگنائی دیوی ہے۔ اندر کی اندرانی اس طرح بابلی مذہب میں انو کی بیوی انانو بعل کی بعلت۔ اے کی دمکینہ دیوی ہے۔ چاند کی ننگل، رمان کی سالا۔ سورج کی آئی۔ پوجا اور پرستش کے وقت دیوتاؤں کے ساتھ ان کی بیویوں یا دیویوں کو بھی نذر پیش کی جاتی تھی جس طرح دیوتاؤں کی طاقت اور قدرت کی تعریف ہوتی اور حمد و ثنا کی جاتی تھی۔ ان کی بیویوں کی خوبصورتی بھی دوسری عورتوں پر سبقت لیجانے والی بتائی جاتی تھی

(باقی دارد)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم جمعہ ۷ رشوال ۱۳۵۹ھ ہجری | نمبر ۶۹

جذبۂ ایمان اور اعلائے کلمۃ الحق

اشاعت اسلام کیلئے عظیم الشان قربانیاں درکار ہیں!

اس زمانہ میں مسلمانوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے فریضہ کو بالکل فراموش کردیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں فراموش کردیا جب تک مسلمانوں کو خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان موجود تھا اور وہ سچی عقیدت اور حقیقی عبودیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر خدا تعالےٰ کے حضور گرتے تھے اس وقت ان میں اعلائے کلمۃ الحق کی حقیقی تڑپ بھی موجود تھی اور وہ صمیم قلب سے چاہتے تھے۔ کہ ساری مخلوق خدا کو اسلام جیسی نعمت سے مستفید کریں اور وہ اس پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کی تکالیف اور مصائب کو برداشت کرتے تھے اور یہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہی انکا سب سے بڑا جہاد تھا اور آج نہ وہ جذبۂ ایمان ہے اور نہ وہ شوق جہاد ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے کسی گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں فرمایا تھا کہ جتنی قوت کے ساتھ ایک مسلمان کے قلب میں ایمان اور تعلق باللہ موجود ہوتا ہے اُسی نسبت سے اسمیں اعلائے کلمۃ الحق کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ ان جذبات کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔آج مسلمان تعلق باللہ کی نعمت سے محروم ہو چکے ہیں اس لئے ان سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کی روح بھی بالکل مفقود ہو چکی ہے اس زمانہ میں سب سے زیادہ جذبہ ایمان حضرت مسیح موعودؑ کے قلب میں تھا اور سب سے زیادہ تعلق باللہ انہیں حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ اتنی شدت اور قوت کے ساتھ ان کے اندر اشاعت اسلام کی تڑپ تھی اور آج یہ جو ان کی جماعت اشاعت اسلام کر رہی ہے یہ اسی تڑپ کا پرتو ہے۔عام مسلمان بھی اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کی کوشش کرتے ہیں لیکن انہیں اس میدان میں کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔اور ان کی نسبت جماعت احمدیہ بہت کامیاب ہے اور بڑی بڑی کامیابیوں سے خدا تعالےٰ نے اسے سرفراز کیا ہے مسلمان کبھی اشاعت اسلام میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ انہیں تعلق باللہ حاصل نہ ہو اور یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا جب تک وہ مسیح موعودؑ کو قبول نہ کریں اور اس جماعت میں شامل نہ ہوں جس کو اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے انتخاب کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد نے اس امر کی خوب وضاحت کردی ہے کہ جماعت احمدیہ کو کیوں اشاعت اسلام کی توفیق حاصل ہے اور عام مسلمانوں کو کیوں یہ توفیق نہیں حضرت مسیح موعودؑ اپنے جذبۂ ایمان کے متعلق کرامات الصادقین کے صہ۲۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

”بالآخر پھر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جسقدر خدا تعالےٰ کے پاک نام ہیں۔اور جسقدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں۔اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائیگا میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہ تعالےٰ یہی پلہ بھاری ہوگا“

اس کے علاوہ آئینہ کمالات اسلام کے صہ۳۱ پر فرماتے ہیں۔

”میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے۔ اس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتباع نبوی میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور ان کو اس علمی و عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی ان پر محیط ہو رہی ہے۔“

پھر ازالہ اوہام کے صہ۴ پر فرماتے ہیں:۔

”اے مسلمانو اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالےٰ اور اس کے مقدس رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبے نے اسکی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہوگئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدا تعالےٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا سو شکر کرو اور خوشی سے اچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا۔خدا تعالےٰ نے اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے خون سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا۔وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی جانب سے نور بھیجتا ہے۔کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے افسوس کہ تم اس دُنیا کے ظاہری قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس روحانی قانون فطرت سے جو اسی کا ہمشکل ہے بکلی بے خبر ہو۔“

حضرت مسیح موعودؑ کے اس اقتباس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ از سر نو دین کا احیاء چاہتا ہے اور یہ اس کی مرضی ہے کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کی تعلیم کو اقوام عالم کے قلوب پر مسلط کیا جائے اور... تقوےٰ اور نیکی کے راستے موجودہ دہریت اور مادیت کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں عام مسلمان بھی اس وقت تک اپنے اندر ایک روحانی زندگی نہیں پیدا کر سکتے جب تک کہ وہ اللہ تعالےٰ کی اس مرضی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔ حقیقی جذبۂ ایمان اس وقت ہی پیدا ہوتا ہے جب خدا تعالےٰ کی مرضی کو بے چون و چرا قبول کیا جائے۔کیونکہ اللہ تعالےٰ کی مرضی میں عظیم الشان راز پوشیدہ ہوتے ہیں۔جن سے بنی نوع انسان کی رستگاری اور سلامتی وابستہ ہوا کرتی ہے۔عام مسلمانوں نے تو خدا تعالےٰ کی مرضی یعنی اس کے مامور کا انکار کیا اس لئے ان سے خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کی توفیق چھین لی گئی لیکن ہم لوگ جنہوں نے خدا تعالےٰ کے ایک مامور کو تسلیم کیا ہے اور اس زمانہ کے امام کو پہچانا ہے ہماری ذمہ واریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں ہمارے فرائض عظیم الشان ہیں۔ہم اس وقت ہی ایک زندہ ایمان کا ثبوت پیش کر سکیں گے جب ہمارے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ الحق اپنے کمال کو پہنچ جائے یہ اس وقت تک کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری طرف سے عظیم الشان قربانیوں کا ظہور نہ ہو۔ور ہم کامل طور پر دین کو دنیا پر مقدم نہ کریں ہماری طرف سے جان مال اور اولاد کی قربانیاں درکار ہیں ہمیں چاہئے کہ جہاں ہم اعلائے کلمۃ الحق کیلئے قیام و قعود کو زندہ کریں وہاں اشیاء کے معیار کو بالکل بدل دیں یعنی دنیا کی آگ کو اپنے سینوں میں بالکل ٹھنڈا کر دیں۔ہمیں اٹھتے بیٹھتے گرتے سنبھلتے ایک ہی دھن ہو کہ خدا اور خدا کے رسول کا نام دنیا میں زندہ ہو ہمارا کام بہت بڑا ہے اور پھیلا ہوا ہے ہم نے غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ہے مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہے اور اپنے قادیانی دوستوں کے غلو کو دور کرنا ہے۔اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم جیتے جی مر نہ جائیں اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق دے آمین۔

(الیس محمد آصف قادیانی۔بی اے)

شذرات

حضرت امیر کے تین ٹریکٹ

جن دوستوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء (مطبوعہ پیغام صلح ۲۸ اکتوبر) مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے کہ حضرت ممدوح تین نہایت مفید اور اہم ٹریکٹ لکھ رہے ہیں۔ تجویز ہے کہ انہیں کثیر تعداد میں طبع کرا کر لوگوں تک پہنچایا جائے۔

(۱) ایک ٹریکٹ انگریزی زبان میں غیر مسلموں، بالخصوص یورپین اقوام کیلئے ہوگا۔ جو کہ آجکل دہریت اور مادہ پرستی کی بدولت جنگ جیسے ہولناک عذاب میں مبتلا ہیں۔ اس میں انہیں بتایا جائے گا کہ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے قرآن و حدیث کی پیشگوئیاں واضح طور پر پوری ہو رہی ہیں۔ اور قرآن کریم موجودہ مشکلات کو اس طرح کامیابی کے ساتھ حل کر رہا ہے کہ سوائے اس کے یورپین اقوام اور باقی دنیا قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنائے اور کوئی راہ مشکلات سے نکلنے کی نہیں ہے۔

(۲) دوسرا ٹریکٹ غیر از جماعت مسلمان بھائیوں کیلئے ہوگا۔ جس میں انہیں بتایا اور سمجھایا جائے گا کہ اس وقت جبکہ قرآن کریم کی متعدد پیشگوئیاں پوری ہو کر اس کی صداقت کا زبردست اعلان کر رہی ہیں اور قرآن کریم زبان حال سے مسلمانوں سے اپنی اشاعت کا مطالبہ کر رہا ہے ہر ایک کلمہ گو کا فرض ہے کہ وہ اس نسخۂ شفا کو غیر مسلموں تک پہنچائے۔ لہذا انہیں چاہیئے کہ وہ اشاعت قرآن کے کام میں روک بننے کی بجائے ہمارے مددگار بنیں۔

(۳) تیسرا ٹریکٹ۔ قادیانی بھائیوں کیلئے ہوگا جس میں اس بات کو واضح کیا جائے گا کہ قادیانی جماعت نہ صرف عقائد کے لحاظ سے بلکہ عملی طور پر بھی حضرت مسیح موعودؑ کے مقصد و مسلک سے بہت دور جا چکی ہے۔ تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن جو کہ حضرت صاحب کا اصل مقصد تھا وہ ان کے پیش نظر سے نکل چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان سے اپیل کی جائے گی کہ وہ اپنی موجودہ غلط روش و مسلک کو چھوڑ کر حضرت مسیح موعودؑ کی تجویز کردہ صحیح راہ پر گامزن ہوں، اور تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کو اپنا شعار بنائیں۔ دنیا کو اس وقت قرآنی تعلیمات کی بیحد ضرورت ہے اور موجودہ حالات اشاعت قرآن کیلئے موزوں ترین ہیں۔

احباب جماعت کا فرض

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اس کام کا کافی حصہ ختم کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد یہ تینوں ٹریکٹ مکمل ہو جائیں گے۔ ان کی جلد از جلد طباعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ خیال ہے کہ یہ کم از کم دس دس ہزار کی تعداد میں طبع ہوں۔ یہ ٹریکٹ واضح حقائق اور روشن دلائل پر مشتمل ہونگے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم کو خدا نے خاص اثر عطا فرمایا ہے پھر خلوص و درد سے جو بات کہی جائے وہ ضرور اثر پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ان ٹریکٹوں کا غیر مسلموں، غیر از جماعت حضرات اور قادیانی دوستوں پر بہت اچھا اثر ہوگا۔ لیکن لیکن ان کی تیاری و طباعت اور تقسیم اچھے خاصے مصارف کو چاہتی ہے۔ جن کی فراہمی کے لئے حضرت ممدوح نے یہ تحریک محولہ بالا خطبہ میں فرمائی تھی۔ کہ احباب جماعت کم از کم اپنی ایک دن کی آمدنی اس کار خیر کے لئے دیں۔ یہ کوئی بڑا مطالبہ نہیں ہے۔ بہت سے مقامی اور بیرونی دوستوں نے ماہ رمضان کے اندر ہی اس مطالبہ کو پورا کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک اچھی خاصی تعداد ایسے احباب کی ہے جنہوں نے تا حال اپنا حصہ نہیں بھیجا۔ بند العزیز یاد دہانی یہ سطور لکھی جاتی ہیں۔ دفتر سے بیرونی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کو اس بارہ میں چٹھیاں بھی بھیجی گئی ہیں۔ انہیں جلد توجہ فرمانی چاہیئے۔ امید کامل ہے کہ ان ٹریکٹوں کے ذریعے بہت سی سعید روحیں متاثر ہوں گی۔ ان میں سے بہت سے افراد اسلام کے حلقہ بگوش اور اشاعت قرآن کے معاون بن جائیں گے۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا دورہ

گذشتہ اشاعت میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے تبلیغی دورہ کا اعلان اور پروگرام درج ہو چکا ہے چنانچہ حضرت موصوف اس پروگرام کے مطابق ۵ر نومبر کی صبح کو لاہور سے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ دورہ ۲۵ر نومبر تک جاری رہے گا جیسا کہ اعلان میں بتایا گیا تھا کہ تمام جماعتوں میں آمد و رفت انشاء اللہ مقررہ پروگرام کے مطابق ہی ہوگی۔ اگر کسی خاص مجبوری کی وجہ سے کچھ تبدیلی کی ضرورت پیش آئی تو اس کی اطلاع جماعت متعلقہ کو دیدی جائے گی۔

اس دورہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا موصوف جن جن شہروں میں تشریف لے جائیں۔ وہاں کے احباب کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ان ایام میں قرب و جوار کے دیہاتی بھائیوں کو بھی مدعو کریں۔ اور جن مقامات پر ممکن ہو۔ وہاں پبلک جلسوں کا بھی اہتمام کیا جائے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ یہ اکثر مقامات پر آسانی کے ساتھ ممکن ہوگا کیونکہ سیرت نبویؐ اور حقائق قرآنی پر مولانا کی تقریر اس قدر موثر و دلنشین ہوتی ہے کہ ایکبار سننے کے بعد شدید ترین مخالفین بھی دوبارہ سننے کی تمنا رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ضروری ہے کہ اس موقع کو آپس میں میل ملاقات، تنظیم جماعت، اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا جائے۔ ہمیں توقع ہے کہ حضرت مولانا کا یہ دورہ نہایت مبارک و بابرکت ثابت ہوگا۔ اور تمام جماعتیں جن میں کہ حضرت موصوف تشریف لیجائیں گے۔ اس موقعہ سے کما حقہ فائدہ اٹھائیں گی۔

تبلیغی کلاس کا داخلہ

مرکز میں عرصہ سے ایک تبلیغی کلاس جاری ہے جس میں جماعت کے موزوں نوجوانوں کو علوم دینی کی تعلیم دے کر تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں ایسے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں کہ وہ دیگر مذاہب کے ضروری عقائد و تعلیمات سے بھی واقف ہو جائیں۔ کیونکہ غیر مسلموں میں تبلیغ اور ان سے مناظروں کیلئے یہ چیز بھی نہایت ضروری ہے۔ اس کلاس کے بہت سے فارغ التحصیل طلبہ نہایت کامیاب مبلغ و مناظر ثابت ہو چکے ہیں اور نہ صرف جماعت کے اندر بلکہ تمام اسلامی ہند میں اپنی خدمات اسلامی، نیک شہرت، مذہبی علمی معلومات، عمدہ اخلاق و اثر کے لحاظ سے امتیازی درجہ رکھتے ہیں

اب بہت جلد اسی ماہ نومبر میں اس کلاس میں نیا داخلہ ہونے والا ہے جس کا اعلان گذشتہ دو تین اشاعتوں میں ہو چکا ہے۔ خدمت دین کا شوق رکھنے والے نوجوان بہت جلد اس اعلان کو بغور مطالعہ کر کے اپنی درخواستیں جنرل سکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں بھیجدیں عرصہ تعلیم میں ہر ایک طالبعلم کو رہائش، خوراک اور دیگر مصارف کیلئے اس کی لیاقت و حالات کے مطابق وظیفہ دیا جائے گا جو بیرونی جماعتیں اپنے ہاں مستقل مبلغ رکھنے کی خواہاں ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے کسی نیک اور صالح اور محنتی نوجوان کو ٹریننگ کیلئے اس کلاس میں داخل کرا دیں جس کے جملہ مصارف صدر انجمن ادا کرے گی۔

رفتار عالم

ضروری خبروں کا خلاصہ

—— گورکھپور ۵ر نومبر۔ آج ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورکھپور نے پنڈت جواہر لال نہرو کو چار سال قید بامشقت کی سزا دی اور انہیں سپیشل کلاس میں رکھنے کا حکم دیا۔

—— نئی دہلی ۵ر نومبر۔ آج مرکزی اسمبلی کا موسم خزاں کا اجلاس سر عبد الرحیم کی صدارت میں شروع ہو گیا۔ فنانس ممبر نے ضمنی فنانس بل پیش کر دیا جس کی رو سے حکومت ہند کو تیرہ کروڑ کا خسارہ ہے۔ اس بل کی رو سے تمام ٹیکسوں پر ۲۵ فیصدی اضافہ کیا جائے گا۔ لفافہ کی قیمت پانچ پیسے کر دی جائے گی۔ تار اور ٹیلیفون کی شرح میں بھی اضافہ کیا جائیگا۔

—— برطانیہ پر جرمن طیاروں کے حملوں کا زور کم ہو گیا ہے لیکن برطانی طیاروں کے کامیاب حملے جرمنی پر... بدستور شدت کیساتھ جاری ہیں

—— اٹلی اور یونان کے درمیان بدستور جنگ جاری ہے یونان ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے۔ برطانیہ سے اسے موثر امداد مل رہی ہے۔

—— لندن ۵ر نومبر۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ دو اور جرمن آبدوز کشتیاں جن میں سے ایک کشتی نے برطانیہ کے جہاز "ایمپرس آف برٹن" کو ڈبو دیا تھا۔ غرقاب کر دی گئیں۔ برطانوی جہازوں نے اٹلی کی بھی دو آبدوزیں ڈبو دی ہیں۔

—— لاہور ۵ر نومبر۔ سنٹرل جیل میں مسٹر ڈی فالشا سیشن جج لاہور کے روبرو ۴۹ خاکساروں کے خلاف بڑے مقدمہ کی سماعت جاری ہے۔ استغاثہ کے گواہوں کے بیانات ہو رہے ہیں۔

—— امریکہ کی صدارت کے انتخاب کا نتیجہ نکل آیا۔ مسٹر روزویلٹ تیسری مرتبہ صدر منتخب ہو گئے۔

—— مدراس ۷ر نومبر آل انڈیا مسلم لیگ کا آئندہ سالانہ اجلاس ایسٹر کی چھٹیوں میں بمقام مدراس منعقد ہوگا۔

—— لندن ۷ر نومبر۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سوئٹزرلینڈ پر اطالوی حملہ کا شدید خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت سوئٹزر

انتقال پر ملال

اخبار کی کاپیاں تیار ہو کر پریس جا رہی تھیں کہ یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی کہ منشی محمد نواز صاحب پنشنر ہیڈ کنسٹیبل پولیس ساکن حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ہماری جماعت کے ایک مخلص متقی اور نہایت شریف الطبع رکن تھے۔ اس صدمہ میں ہمیں ان کے خاندان کے جملہ افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرمائے آمین۔ تمام جماعتیں مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں؛

شیعہ اخبار الواعظ اور امام مہدی

خونی مہدی اور جہاد کا غلط مفہوم

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

۱۷ اکتوبر ۳۸ء کے "پیغام صلح" میں لکھنؤ کے شیعہ اخبار "الواعظ" کی اس نکتہ چینی کا جواب دیتے ہوئے کہ ہم ان کے مزعومہ امام مہدی کو خونی کہکر ان کی ہتک اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ اگر امام مہدی کا نقشہ وہی ہے جو عام طور پر شیعہ اور سنی حضرات پیش کرتے ہیں کہ وہ تلوار ہاتھ میں لیکر لوگوں سے زبردستی کلمہ پڑھوائیں گے اور نہ پڑھنے والوں کو قتل کر دے گا۔ تو ایسے شخص کو خونی کہنا اس کی ہتک اور گستاخی نہیں بلکہ حقیقت حال کا اظہار ہے۔

اس گذارش کے جواب میں "الواعظ" نے اپنی ۲۴ اکتوبر ۳۸ء کی اشاعت میں چار ساڑھے چار کالم کا ایک اور طولانی مقالہ لکھا ہے جس میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ امام مہدی یونہی بلا اتمام حجت کافروں کو تہ تیغ نہ کریں گے۔ بلکہ پہلے اسلام کی صداقت کے دلائل نہایت معقولیت کے ساتھ ان کے سامنے پیش کریں گے اور انہیں ہدایت و رشد کی تبلیغ و تلقین کرنے کے بعد تلوار اٹھائیں گے۔ اسی سلسلہ میں انبیاء سابقین اور حضرت ختمی مرتبت صلعم کی مثال پیش کرتے ہوئے کہ انہوں نے بھی تبلیغ و تلقین کا فریضہ ادا کرنے کے بعد تلوار اٹھائی۔ یہ سوال کیا گیا ہے کہ:۔

"اگر بعد رسول یا بعہد رسول سے پہلے کسی رسول کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوا تو حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد کے متعلق یہ کیوں فرض کیا جاتا ہے کہ اس وقت خواہ مخواہ دنیا بھر کے غیر مسلمین کو بلا اتمام حجت اور فریضہ تبلیغ ادا کئے ہوئے تہ تیغ کر دینے پہ فوری کام شروع کر دیا جائے گا۔"

اس سوال کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ امام مہدی کے متعلق جو کچھ فرض کیا جاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں بلکہ خود شیعہ مجتہدین پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے کھلے طور پر کفار کو تہ تیغ کرنے کا کام ان کے ظہور کی علت غائی ٹھہرایا ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ لاہور کے مشہور شیعہ مجتہد علامہ علی الحائری نے مہدی موعود کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے۔ جس میں صفائی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ:۔

"شک نہیں کہ نبی یا امام ہدایت کیلئے آتا ہے اور امام مہدی بھی اسی غرض کو پورا کرنے کیلئے متولد ہوئے۔ باوجود اس کے ان کا غیبت اختیار کرنا اہم مصلحت اور مشیت الٰہیہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق روایات اسلامیہ کے مطابق ان سے یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً کہ مہدی روئے زمین کو ایمان و عدل سے بھر دے گا۔ یہ وعدہ اس وقت پورا ہو سکتا تھا جبکہ تمام کفار ان پر ایمان لاتے اور یا اگر کوئی انکار کرتا تو ہلاک کیا جاتا۔ تب کفر مٹ جاتا اور زمین پر ایمان ہی ایمان نظر آتا۔ اور یملاء الارض کا وعدہ بھی پورا ہو جاتا۔ مگر اس صورت میں مشکل یہ پیش آئی کہ جو کفار ایمان لانے سے منکر ہوتے تو مہدی علیہ السلام اس وقت ان کو اس لئے قتل نہ کر سکتے۔ کہ بہت سوں کی اصلاب میں ذراری طیبہ مؤمنین موجود تھے۔ جنہوں نے ایک عرصہ کے بعد متولد ہونا تھا فرمایئے اب اگر وہ کفار بھی قبل از وقت قتل کر دیئے جاتے تو ان ذراری طیبہ مؤمنین کا قاتل کون ٹھہرتا۔ اور قاتل مومن کی سزا قرآن میں ہے ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم۔ اس لئے مشیت میں یہ پہلے ہی سے قرار پا چکا تھا۔ کہ ودائع مومنین اصلاب کافرین سے نکل جانے تک مہدی معہود غائب عن الانظار او حاضر فی الامصار رہے۔"

(رسالہ مہدی موعود صفحہ ۱۲-۱۳)

جناب علی الحائری کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مہدی معہود کے ظہور کی غرض اصحاب شیعہ کے نزدیک محض اسی قدر ہے۔ کہ وہ ان کفار کو تہ تیغ کریں۔ جو قبل از غیبت انکا انکار کرنیوالے تھے۔ چونکہ ان کی اصلاب سے مومنین پیدا ہونے والے تھے۔ اس لئے امام صاحب اس انتظار میں غائب ہو گئے۔ کہ وہ مومنین پیدا ہو جائیں تو پھر امام صاحب ظہور فرما کر ان کو قتل کر دیں۔

اس خیال کی معقولیت کو جانچنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ نہ ہی یہ دریافت کرنے کی حاجت ہے کہ آیا وہ تمام کفار جن کے قتل کو ان کی مومن اولاد کی پیدائش اور دوبارہ ظہور پر ملتوی رکھا گیا ظہور امام کے وقت موجود ہوں گے۔ یا اس وقت انہیں پھر زندہ کر کے امام صاحب کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا تا کہ وہ اپنے شوق خونریزی کو پورا کر سکیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اصل چیز جس کو "الواعظ" کے جواب میں پیش کرنا ہمارے مدنظر ہے یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور کی علت غائی شیعہ اصحاب کے نزدیک کفار کو تہ تیغ کرنا ہے اور بس۔

خود "الواعظ" نے بھی تبلیغ و تلقین اور رشد و ہدایت کو امام مہدی کا اولین کام قرار دیتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آخرکار جو لوگ باوجود اتمام حجت ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ ان کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کونسی آیت قرآنی یا کس عمل رسول کی اتباع کا نتیجہ ہو گا۔ لا اکراہ فی الدین قرآن کا کھلا ارشاد ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلغ ما انزل الیک کا حکم دینے کے باوجود کھلے طور پر یہ بھی فرما دیں کہ فذکر انما انت مذکر۔ لست علیہم بمصیطر۔ الا من تولی وکفر فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر ان الینا ایابہم۔ ثم ان علینا حسابہم یعنی انہیں نصیحت کر تو محض نصیحت کرنے والا ہے تو ان کے اوپر داروغہ نہیں۔ ہاں جو منہ پھیرے اور انکار کرے۔ اس کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا عذاب دیگا۔ ان کو ہماری طرف لوٹنا ہے پھر ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے۔

کس قدر صاف اور واضح الفاظ ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول یا امام کا کام محض نصیحت اور تبلیغ دین کرنا ہے۔ انکار کرنے والوں کو دکھ پہنچانا یا قتل و غارت کرنا ان کا کام نہیں۔ بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھا ہے۔ اس لئے شیعوں کے مزعومہ امام مہدی خواہ وہ اپنے ظہور کے بعد فوراً کفار کو قتل کرنے لگ جائیں۔ جیسا کہ جناب علی الحائری کے بیان سے ثابت ہے۔ یا تبلیغ و تلقین کا فرض انجام دینے کے بعد اپنے منکرین کو قتل کریں۔ جیسا کہ "الواعظ" کا اقرار ہے۔ دونوں طرح ناجائز اور قرآن کریم کے صریح ارشادات کے خلاف ہے۔ اور ایسے شخص کو خونی مہدی کے نام سے پکارنا کسی قسم کی دلآزاری یا گستاخی نہیں۔

"الواعظ" کا یہ کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و ہدایت کا فرض سرانجام دینے کے بعد آخرکار کفار کے خلاف تلوار اٹھائی۔ ایک اور غلط بیانی یا قرآن اور نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و تلقین کا فرض ادا کرنے کے بعد بھی اپنے منکرین پر اس وجہ سے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی کہ وہ آپ کی بات کو نہیں مانتے تھے یہ تو صریح طور پر قرآن کریم کے مندرجہ بالا حکم کے خلاف ہے۔ آپ کو تلوار بے شک اٹھانی پڑی۔ لیکن کسی کے دین اسلام کو نہ ماننے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ان مظالم کو رد کرنے کی غرض سے اٹھائی گئی۔ جو کفار کی طرف سے مسلمانوں پر توڑے جاتے تھے۔ قرآن کریم کا کھلا ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا و ان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی امداد پر قادر ہے۔ وہ لوگ جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں کی مدافعت بعض سے نہ کرتا تو صومعے اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔ گرا دیئے جاتے اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد کریگا۔ جو اس کی مدد کرتے ہیں بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔

اس آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کو جو تلوار اٹھانے کی اجازت دیگئی تو وہ محض ان مظالم کے اندفاع کیلئے تھی جو مسلمانوں پر توڑے جاتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی مذہبی آزادی قائم کرنا بھی مقصود تھا۔ صرف اسلام کیلئے نہیں بلکہ صومعوں، گرجوں اور تمام اقوام کے معابد اور مساجد کی حفاظت کیلئے محمد رسول اللہ صلعم کو ان لوگوں سے جنگ کرنی پڑی۔ جو مذہبی آزادی کے دشمن اور اللہ کا نام لینے کے مخالف تھے۔ امام مہدی کی لڑائیاں اور قتل و خونریزی اہل التشیع کے نزدیک اس قسم کی نہیں۔ بلکہ ان کی غایت جیسا کہ جناب حائری اور خود "الواعظ" کے بیانات سے ظاہر ہے ان کفار کو تہ تیغ کرنا ہے جو ان کی دعوت و تبلیغ کو قبول نہ کریں۔

"الواعظ" نے اس بغض و تعصب کی وجہ سے جو شیعہ قوم کو خلفائے ثلاثہ اور بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ بھی لکھا ہے:۔

"رسول اسلام کے بعد مسلمان فاتحین نے جہاد کو اس کے سابقہ معیار اور حقیقی معیار پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور قیصر و کسریٰ کی وسیع و عریض سلطنتوں کے فتح کرنے والوں نے اس کو ضروری نہ سمجھا کہ وہ تلوار کو کام میں لانے سے پہلے اتمام حجت کرتے اور دین اسلام کی خوبیوں کو ان کے سامنے کھول کر پیش کر دیتے تا کہ وہ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکتے اور سوچ سمجھ کر اسلام قبول کرتے۔ . . . . ان کا یہ رویہ رہا کہ وہ بہ جبر دوسروں کو مسلمان بناتے پھرتے تھے۔ اور مفتوحین کو اس کا موقعہ نہ دیتے تھے کہ وہ اسلام کی خوبیوں پر غور کر سکیں۔ اور اپنے آبائی مذہب کے نقائص پر متنبہ ہو سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی طرز عمل کی وجہ

(باقی [illegible])

مراسلات

ہے کس کے قتل کا ساماں کہ وہ ستمگر آج
چھپائے پھرتا ہے خنجر کو آستیں کے تلے
ساطع

جان کا مطالبہ

(از خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس)

جان کے مطالبہ کی سرخی سے قادیان کے اخبار "فاروق" جلد ۲۵ نمبر ۳۹ مورخہ ۱۲ راکتوبر ۱۹۳۴ء میں انچارج تحریک جدید کی طرف سے ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

"حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے وقف زندگی کے مطالبے سے جو مفہوم لیا ہے۔ وہ حضور ہی کے الفاظ میں یہ ہے "تم سے جس چیز کا مطالبہ کیا گیا اور جو اکیلا حقیقی مطالبہ ہے نہ صرف تمہیں اس مطالبہ کو پورا کرنا چاہئے بلکہ ہر وقت یہ مطالبہ تمہارے ذہن میں مستحضر رہنا چاہئے کیونکہ اس وقت تک تم میں جرأت اور دلیری پیدا نہیں ہو سکتی جب تک تم اپنی جان کو ایک بے حقیقت چیز سمجھکر دین کیلئے اسے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار نہ ہو"

پھر فرمایا "جو شخص دین کیلئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ وہ ادنےٰ نہیں بلکہ اعلےٰ ہے بشرطیکہ ہر قسم کی کوتاہی سے اپنے آپ کو بچا دے۔ جو قومیں اپنی جان بچانا چاہتی ہیں۔ وہی مرتی ہیں اور جو اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر لئے پھرتی ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ پس وہ نوجوان آگے آئیں جو دین کے کام میں مرنا چاہیں"

پھر فرمایا "وقف کے یہ معنی نہیں کہ خواہ کام کیلئے مفید ہوں یا نہ ہوں۔ ہم ان کو علیحدہ نہیں کریں گے۔ یا سزا نہیں دیں گے۔ صرف وہی اپنے آپ کو پیش کریں جو سزا کو برداشت کرنے کیلئے تیار رہیں یہ ثواب کا ایک اہم موقعہ ہے۔

ضروری مقامات کو جو توجہ خاص کے محتاج ہیں۔ میں نے خط کشیدہ کر دیا ہے۔ تحریک احمدیت سالہا سال سے جاری ہے میرے علم میں سوائے سرزمین کابل کے ہندوستان میں کسی جگہ دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا کہ اس جماعت کا کوئی فرد محض تبلیغ دین کرتا ہوا مارا گیا ہو۔ تکالیف اور مصائب کا معاملہ بالکل جدا ہے اس کے لئے جان کے مطالبہ کی ضرورت نہیں۔ صبر و تحمل اور استقلال و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کا مطالبہ جان مشتہرہ "فاروق" میں کوئی ذکر نہیں۔ ہاں بدقسمتی سے قادیان میں اس دین کی اشاعت کیلئے جو قادیان کا نیا مذہب ہے جبر کے بغیر گذارہ نہیں۔ اس دین کا اس اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم تو لا اکراہ فی الدین ہے اس وقت تک کوئی بدترین دشمن اسلام بھی یہ مثال پیش نہیں کر سکا۔ کہ آنحضرت یا خلفاء راشدین کے حکم سے کوئی شخص محض اختلاف رائے یا نکتہ چینی کی بدولت قتل ہوا۔ اور وہاں مختلف طریق سے جبر ہو رہا ہے۔ کون ہے جو واقعات قتل حاجی محمد حسین مولوی فخر الدین سے واقف نہیں۔ اول الذکر بانی خلیفہ صاحب قادیان اس لئے قتل ہوا کہ اس کا صرف اس قدر گناہ تھا کہ اس نے مباہلہ والے مستریوں کی ضمانت دی تھی۔ اور مؤخر الذکر کو خلیفہ صاحب قادیان کے بعض ذاتی معاملات پر اعتراض کی جرأت پیدا ہو گئی تھی۔ دونوں مقدمات میں قاتل خلیفہ صاحب قادیانی کے مرید تھے۔ ایک کا نام قاضی محمد علی اور دوسرے کا نام عزیز احمد قلعی گر تھا۔ ہر دو اپنے فعل کی پاداش میں سزائے موت کے سزایاب ہوئے اور مؤخر الذکر کے فیصلہ میں خلیفہ صاحب قادیان کے متعلق بھی عدالت نے کچھ تبصرہ کیا جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ ان کے بچانے کیلئے تمام قانونی کوششیں ہوئیں مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ خلیفہ صاحب قادیان کی دعائیں بھی کام نہ آئیں۔ اس میں سے حاجی محمد حسین کے قتل کی بنیاد کس طرح پڑی۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں خطبہ جمعہ میاں محمود صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان جلد ۱۷ نمبر ۷۶ مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء ملاحظہ ہو۔ میاں صاحب نے فرمایا ہے:-

"مباہلہ کا نشان پورا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے انہیں (مباہلہ والوں کو) ایمانی موت دیدی جسمانی باقی ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ آسمانی عذابوں کے ساتھ ہوگی"

اس کے بعد اس خیال کی آبیاری کس طرح ہوئی؟ اس کے لئے

(۱) خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان جلد نمبر ۱۷ نمبر ۷۹ مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء

(۲) اخبار الفضل قادیان جلد ۱۷ نمبر ۷۸ مورخہ ۸ اپریل ۱۹۳۰ء

(۳) " " جلد ۱۷ نمبر ۸۰ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء

ملاحظہ ہوں جن میں قوم کو قتل کے لئے پرزور الفاظ میں ابھارا گیا تھا اس بے پایاں اشتعال بازی کا نتیجہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء شام کو ظہور میں آیا۔ جبکہ مولوی عبد الکریم ایڈیٹر مباہلہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اور ان کے رفیق حاجی محمد حسین کو خلیفہ صاحب قادیان کے ایک سرحدی مرید قاضی محمد علی نے قتل کر دیا۔ کہا جائے گا کہ ان واقعات قتل کو اس مضمون سے جس کی سرخی "مطالبہ جان" ہے اور جو اخبار "فاروق" قادیان میں طبع ہوا ہے کیا تعلق ہے۔ اس کے لئے خلیفہ صاحب قادیان میاں محمود احمد صاحب کا خطبہ مندرجہ اخبار "الفضل" نمبر ۱۴۱ جلد ۱۸ مورخہ ۶ رجون ۱۹۳۱ء ملاحظہ ہو۔ جو حسب ذیل ہے:-

"ہمارے بھائی قاضی محمد علی صاحب کا حق جو ہمارے ذمہ تھا۔ اور جو یہ تھا کہ قانونی پہلو سے ہم ان کیلئے کوشش کرتے خدا کا شکر ہے کہ وہ ہم نے ادا کیا۔ جہاں تک قانون اجازت دیتا تھا انتہائی طور پر ادا کیا باقی جو مقدر تھا وہ خدا کی مصلحت کے ماتحت پورا ہوا۔ اور خدا تعالیٰ اپنی مصلحتیں خوب جانتا ہے۔ میں اس کے متعلق چند باتیں بیان کرنی چاہتا ہوں۔ جو قاضی صاحب مرحوم کی چند خوبیاں ہیں۔ پہلی خوبی جوان کی نمایاں طور پر ظاہر ہے اور جو دل پر گہرا اثر کرتی ہے۔ وہ ان کی ایمانی غیرت ہے جو کچھ ان سے سرزد ہوا۔ خواہ اس کے متعلق کچھ رائے ظاہر کریں۔ مگر یہ ضرور کہا جائے گا کہ اس کی محرک اعلیٰ درجہ کی ایمانی غیرت ہے مختلف قسم کے درجات لوگوں کے ہوتے ہیں بعض میں ایک حد تک غیرت ہوتی ہے۔ بعض میں نہیں ہوتی اور بعض میں زیادہ ہوتی ہے جیسا جیسا ایمان ہو۔ اسی درجہ کی ایمانی غیرت پیدا ہوتی ہے۔ وہ ان کی ایمانی غیرت تھی جو اس فعل کی محرک ہوئی۔ ان کے فعل پر ایسے لوگوں کو اعتراض کا حق نہیں جن میں غیرت نہیں پیدا ہوئی۔ یا اگر پیدا ہوئی تو اس حد تک پیدا نہیں ہوئی جس حد تک قاضی صاحب مرحوم کے دل میں پیدا ہوئی"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ قاتل قاضی محمد علی کے فعل قتل کو غیرت ایمانی کا نتیجہ قرار دیکر ان لوگوں کو جن میں اس قدر غیرت پیدا نہیں ہوئی اسی قسم کی غیرت ایمانی کی تحریک کی گئی ہے جو قاضی محمد علی سے ظہور میں آئی۔

"فاروق" مورخہ ۱۲ راکتوبر ۱۹۳۴ء میں جو "مطالبہ جان" کیا گیا ہے وہ بھی دین کے نام پر کیا گیا ہے۔ اس میں مخاطب بھی نوجوان ہیں۔ اس مضمون کے سیاق و سباق سے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس مطالبہ کا اس ماہ اکتوبر میں شان نزول کیا ہے۔ تبلیغی کاموں کیلئے جان کے مطالبہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اس کیلئے قانونی حفاظت ہر جگہ موجود ہے اور اب تک کوئی احمدی محض تبلیغ دین کرتا ہوا غالباً ہندوستان میں کہیں قتل نہیں ہوا۔ آخر اس شدومد کے مطالبہ کو صدائے بے ہنگام نہیں کہا جا سکتا۔ ضرور ہے کہ اس پردہ میں پھر کسی کی غیرت دینی کا امتحان مقصود ہو۔ جس صورت میں تمام ان افراد کو جن کا مقدمات مذکورہ بالا سے پہلے یا بعد میں تعلق رہا ہے۔ اور جو خلیفہ صاحب قادیان کی ذات پر نکتہ چینی کی جرأت کرتے ہیں۔ حفاظتی تدبیروں سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

ہر ستم ہے کرم کے پردے میں
اس ستم کی کوئی مثال بھی ہے — حسرت

(بقیہ صفحہ ۵ سے)

سے آج بھی ہمارے قادیانی دوست جہاد کے متعلق مغالطہ میں مبتلا ہیں اور جہاد کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ میں تلوار لیکر کافروں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا جائے۔ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا موت کو گوارا کریں"

جن مسلمان فاتحین کے متعلق "الواعظ" نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے حقیقت میں یہ انہی کی قربانیوں کا صدقہ ہے کہ آج کسریٰ کی وسیع و عریض سلطنت شیعہ مذہب اور اس کے حامیوں کے زیر نگین ہے۔ اگر مسلمان فاتحین نے جبر و تعدی سے کام لیا ہوتا۔ جیسا کہ "الواعظ" کا خیال ہے تو اس جگہ اور دوسرے اسلامی ممالک سے اسلام کا نام کبھی کا مٹ چکا ہوتا۔ چہ جائیکہ شیعہ مذہب کا کوئی نام لیوا بھی وہاں پایا جاتا۔ کیا کبھی کسی نے دیکھا کہ کوئی قوم یا ملک ایسے مذہب یا اصولوں پر ہمیشہ کے لئے قائم رہا ہو۔ جو زبردستی اس سے منوائے جائیں تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمان فاتحین نے کبھی زبردستی کسی کو اسلام نہیں منوایا۔ بلکہ ان کے وعظ و تبلیغ۔ ان کے پاکیزہ خصائل اور احسانات۔ ان کے حسن معاملت اور خوبیوں کو دیکھکر لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے۔ یہی وہ جہاد ہے۔ جس کی طرف اس زمانہ کے مہدی معہود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لوگوں کو دعوت دی اور جماعت احمدیہ بفضلہ تعالیٰ اس کو اپنا وظیفہ عمل بنائے ہوئے ہے۔ ہمارے شیعہ دوست جو اس بات کے قائل ہیں کہ امام مہدی تلوار ہاتھ میں لیکر اپنے نہ ماننے والوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دینگے سخت غلطی میں مبتلا ہیں اور اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے خود ان کا نام "خونی مہدی" رکھوانے کے ذمہ دار ہیں۔

آریہ ہندو دنیا پر ایک نظر

گذشتہ دنوں ہم نے اپنے بعض مضامین میں اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ آریہ ہندوستان کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ یہ وسط ایشیا یا اور کہیں سے ہندوستان آئے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے اس ملک کے قدیم و اصلی باشندوں اور حکمرانوں یعنی گونڈوں اور بھیلوں وغیرہ کو مفتوح و مغلوب کر کے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھگا دیا۔ اور انہیں اس طرح ذلت و غلامی کے گڑھے میں پھینکا کہ وہ آج تک اس سے باہر نہیں نکل سکے۔ ہندوؤں اور آریوں کا گونڈوں اور بھیلوں کو اپنا بھائی کہنا اور ان سے نمائشی ہمدردی کا اظہار کرنا محض فریب اور زمانہ سازی ہے۔

آریہ سماجی اخبارات اور باتوں کو تو پی گئے۔ البتہ انہوں نے اپنے اس غلط دعویٰ پر از سر نو اصرار شروع کر دیا کہ آریہ ہندوستان کے اصلی و قدیم باشندے ہیں کہیں باہر سے نہیں آئے۔ حالانکہ تاریخ و تحقیق کی روشنی میں ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے حقیقت ثابت ہو چکا ہے۔ معاصر "آریہ ویر" کو اس غلط دعویٰ پر بہت زیادہ اصرار ہے۔ اس نے مہتہ جیمنی جی ویدک مشنری کا ایک مضمون "آریوں کا اصلی وطن" خاص اہتمام سے لکھوا کر شائع کیا۔ جس میں وہی سطحی اور پرانی باتیں ہیں۔ جو غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ اور اہل علم جن کی بارہا تردید کر چکے ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ کٹر قسم کے آریہ سماجی اپنے اس غلط عقیدے یا دعویٰ پر خواہ مخواہ ضد کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک علمی و تاریخی مسئلہ ہے۔ جو تاریخ و تحقیق کی روشنی ہی میں حل کیا جا سکتا ہے۔ غلط عقائد و دعاوی اور بے جا ضد کی تاریکی اس کیلئے موزوں نہیں ہے۔

ہم نے آریہ سماجی دوستوں کے فائدہ کی خاطر جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی سے ایک بلند پایہ محققانہ مقالہ لکھوایا ہے۔ جو آجکل "پیغام صلح" میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔ اس مقالہ میں مولانا موصوف نے اس مسئلہ کو اچھی طرح حل کر دیا ہے کہ آریہ ہندوستان کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ اس کے ثبوت میں دیگر قاطع دلائل کے علاوہ مستند ہندو اور یورپین مؤرخین و محققین کی آراء و نتائج تحقیق بھی پیش کئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر آریہ سماجی دوست اس مقالہ کو انصاف اور ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں گے تو ضرور اپنے ایک ایسے غلط عقیدے اور دعوے سے دستبردار ہو جائیں گے جس پر علمی دنیا مسکرا رہی ہے۔ جب آریہ سماجیوں نے اپنے بہت سے بنیادی اصول اور عقیدے ترک کر دیئے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس غلط دعویٰ پر خواہ مخواہ اصرار کرتے رہیں، خاص کر اس صورت میں کہ کئی ایک آریہ سماجی اور ہندو اہل علم بھی اس کے غلط ہونے کا اقرار کر چکے ہوں۔

اخبار بین حضرات نے مہاشہ نانک چند ناز کا نام سنا ہوگا۔ یہ آریہ سماجیوں کے مشہور اخبار نویس ہیں۔ پہلے "پرتاپ" میں کام کرتے تھے۔ پھر "ملاپ" میں چلے گئے۔ اب ان دونوں سے بیزار ہو کر سناتن دھرمی روزنامہ "ویر بھارت" کے ایڈیٹر بن گئے ہیں۔ آجکل یہ روزنامہ مذکور میں ایک سلسلہ مضامین "پنجاب کے ہندوؤں سے مذاق" کے عنوان سے لکھ رہے ہیں۔ جس میں آریہ سماجی لیڈروں اور آریہ سماجی

پریس لیڈر شپ" کے خوب پول کھولے جاتے ہیں۔ چونکہ گھر کے بھیدی ہیں۔ اس لئے بڑی تہ کی باتیں لکھتے ہیں۔ ۷ر نومبر کے "ویر بھارت" میں اس مضمون کی جو قسط شائع ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

"مسلمانوں کی شدھی کا زور ہوا تو آریہ سماجی پریس نے اس سلسلہ میں وہ اشتعال انگیزیاں کیں کہ پنجاب کے ہندوؤں کو ہمسایہ فرقہ کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا!"

شکر ہے آج اس حقیقت کا اعتراف مہاشہ جی نے کر لیا۔ ورنہ اس زمانے میں تو ان اشتعال انگیزیوں کو ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کا پیدائشی حق کہا جاتا تھا اور ان کے خلاف احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو مذہبی دیوانے کا خطاب عطا ہوتا تھا۔ اس اعتراف کی روشنی میں تحریک شدھی کی اصلیت، اس کے اثرات و نتائج صاف نظر آسکتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندو مسلم نفاق کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہے۔

مہاشہ نانک چند جی نے آریہ لیڈروں اور آریہ سماجی پریس لیڈر شپ کے پول تو اچھی طرح کھولے۔ ان کی بے اصولی۔ زر پرستی نفاق پسندی اور باہمی رقابتوں کے خوب خوب قصے بیان کئے۔ لیکن کاش انہیں یہ بات بھی یاد آ جاتی کہ وہ پندرہ بیس سال تک انہیں بے اصول اور زر پرست لیڈروں کے دست باز و بنے رہے ہیں۔ وہ پورے اور اصل گنہگار نہ سہی۔ لیکن ان سے اعانت جرم کا گناہ ضرور سرزد ہوا ہے۔ اس گناہ کا اعتراف و احساس اب تک ان کے سلسلہ مضامین میں کہیں دکھائی نہیں دیتا نہ ان کی روش و تحریر میں کوئی نمایاں فرق محسوس ہوتا ہے۔ کیا یہ سلسلہ مضامین بھی کسی "باہمی رقابت" اور "جوش انتقام" کا نتیجہ تو نہیں؟ —— خیر خواہ کچھ ہو جن حقائق کا انکشاف مہاشہ جی نے کیا ہے ان کیلئے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے۔

اخبار "آریہ ویر" ۲ر نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:-

"شری یان لالہ خوشحال چند جی پردھان آریہ پرادیشک سبھا کے اخبار "ملاپ" نے اس دیوالی پر جینی تیرتھنکر مہاویر جی کی یاد میں "مہاویر نمبر" نکالا۔ اور اس میں جین دھرم اور اس کے اہنسا کے سدھانت کے پرچار کے متعلق جینیوں کے مضامین چھاپے ہیں بتایا گیا ہے یہ نمبر جینیوں کی درخواست پر نکالا گیا ہے۔ جینیوں نے خود ہی مضامین بھیجے اور ضرور کچھ ہزار روپے چندہ بھی دیئے ہوں گے۔ . . . اس کا خیال کر کے ہی سارا سر لجا کے مارے جھک جاتا ہے۔ اس قسم کی باتوں سے لوگوں کو آریہ سماج سے نفرت ہو رہی ہے اور وہ کہنے لگ پڑے ہیں کہ آریہ سماج کے لیڈروں کا کوئی اصول نہیں۔ آریہ سماج سدھانت کی دڑھتا (عقائد و اصول کی پختگی) کیلئے ہی اب تک اتنا بڑھا اور پھیلا پھولا لیکن افسوس ہے کہ آریہ لیڈروں میں سے وہ دڑھتا نابید ہو رہی ہے"!

جینی ویدوں کے علاوہ خدا کو بھی نہیں مانتے۔ ایک دہریہ کی یاد میں نمبر نکالنا کوئی اچھی بات نہیں۔ لیکن "ملاپ" وغیرہ جب پنڈت لیکھرام جیسے دہریوں کی تعریف کرتے ہیں تو پھر "مہاویر نمبر" نکال دیا تو کیا ہوا؟ باقی رہی سدھانت در ڈھنتا، وہ اب آریہ سماجی لیڈروں ہی سے نہیں بلکہ سارے آریہ سماج سے رخصت ہو رہی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آریہ سماج نے بحیثیت جماعت اپنے متعدد اصول ترک کر دیئے ہیں۔

مراسلات

مفت تقسیم تفسیر بیان القرآن

اخبار "پیغام صلح" میں جو تحریک کی گئی تھی کہ غریب شائقین کو "بیان القرآن" کے مفت دینے کے واسطے صاحب مقدور احباب جماعت اس کی قیمت ارسال کریں اس میں ابتک احباب ذیل نے حصہ لیا ہے۔

۱ - دس روپے منجانب محمد اسماعیل محمد یعقوب صاحب مدراس ۹ ستمبر کو وصول ہو کر اس کے عوض ایک جلد محمد لطف صاحب محرر دفتر جائنٹ سکرٹری کو دی گئی۔

۲ - پانچ روپے دیگر انہوں نے منجانب کے عبدالکریم صاحب مدراس بھجوائے اس میں چار روپے وصول شدہ از مرزا بلاول خانصاحب اور ایک روپیہ ڈاکٹر حسن علی صاحب والا جو انہوں نے کسی کو گورمکھی ترجمہ قرآن کریم مفت دلا کر بھیجا تھا۔ ملا کر دس روپے کے عوض ایک جلد بیان القرآن لیکر دفتر میں رکھی گئی جو کسی مستحق کو دیجاویگی۔

۳ - چودھری سلطان علی صاحب بدوملی . . . . نے دس روپے بھیجے تھے جن کی ایک جلد لیکر عبدالمجید صاحب فاضل والیہ کو دی گئی۔

۴ - حافظ محمد بخش صاحب وہاڑی منڈی . . . . نے ایک جلد دس روپے کو لیکر خاں بہادر کو دی۔

دیگر حضرات بھی اس کار خیر میں حصہ لیں بہت سے محبان قرآن کریم اس تفسیر کے خواہاں ہیں لیکن بوجہ استطاعت نہ ہونے کے خرید نہیں سکتے انکی مدد کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ اشاعت علم قرآن کی خدمت کر سکیں۔ (عزیز بخش جائنٹ سکرٹری)

مجلس اُردو لاہور

اردو ادب اور اردو زبان سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری اور سید نذیر نیازی صاحبان نے "مجلس اُردو" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اردو کی ترویج و اشاعت میں جہاں تک ہو سکے ملک کا ہاتھ بٹایا جائے مجلس کی رائے میں ادب اُردو کی خدمت کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اردو میں مفید اور اچھی کتابوں کا اضافہ ہو لہٰذا مجلس نے تالیف و اشاعت کے لئے ایک الگ شعبہ رکھا ہے جس کا فرض ہوگا کہ اردو ادب کی عام کمی کو دور کرے۔ خوش قسمتی سے مجلس کو ابھی سے بعض ایسی تصانیف مل گئی ہیں جن کی اشاعت سے ادب اردو میں یقیناً وقیع اضافہ ہوگا۔

مجلس کے پیش نظر ایک ماہوار رسالے کا اجرا بھی ہے جس کا نام "کارنامہ" تجویز کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ انشاءاللہ ہر لحاظ سے معیاری اور ادبیات حاضرہ کا بہترین مرقع ہوگا۔

دفتر شاہنامہ اسلام اور کتاب خانہ حفیظ ماڈل ٹاؤن لاہور کا الحاق بھی مجلس سے کر دیا گیا ہے اور حضرت حفیظ کی تمام تصنیفات نظم و نثر مثلاً شاہنامہ اسلام، سوز و ساز، نغمہ زار، ہفت پیکر، تصویر کشمیر وغیرہ چھپ کر تیار ہیں حفیظ

ہمارا سالانہ اجتماع

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن)

جماعت احمدیہ ایک مجاہد جماعت ہے اور اس کے ہر فرد کی زندگی بلکہ زندگی کا ہر دن جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم الشان مقصد کو لئے ہوئے ہے۔ اب ہم خدا کے فضل و کرم سے ماہ رمضان المبارک کے متبرک جہاد سے فارغ ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا ہر جہاد ایک دوسرے جہاد کا پیش خیمہ ہونا چاہئے جس طرح کہ ایک سپاہی جب وہ فتوحات میں مشغول ہو۔ تو ایک فتح کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری فتح اس کا شعار ہوتا ہے۔ یہی حال جماعت احمدیہ کا ہونا چاہئے۔

اب ہم اگر ماہ رمضان المبارک کے جہاد سے فارغ ہوئے ہیں، تو ہمیں فی الفور دوسرے جہاد یعنی جلسہ سالانہ کی تیاری کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ہر احمدی کا فرض ہونا چاہئے کہ اس جہاد میں شامل ہو۔ اس میں شمولیت کے مختلف ذرائع ہیں۔ جن کو میں مجملاً ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ ہر احمدی کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت نوجوان ہو یا بوڑھا۔ غریب ہو یا امیر معمولی لکھا پڑھا ہو یا عالم و فاضل۔ اس میں شریک ہونا چاہئے جو اس کی تمام شقوں میں حصہ نہ لے سکتے ہوں۔ وہ جہاں تک ان کی مقدرت ہے اس میں حصہ لیکر شریک کار ہوں۔

(۱) مالی جہاد - جلسہ کو کامیاب بنانے کیلئے جہاں اور بہت سی باتوں کی ضرورت ہے۔ وہاں مالی جہاد بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ تمام دوست احمدی، غیر از جماعت مسلم، غیر مسلم جو بیرونجات سے تشریف لاتے ہیں۔ وہ انجمن کے مہمان ہوتے ہیں۔ مہمان نوازی مسلمانوں کا دینی و قومی شعار ہے۔ لہذا ہمیں پوری پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ جو احباب اجناس بھیج سکتے ہوں۔ وہ ان کی فراہمی کی طرف ابھی سے توجہ فرمادیں۔ اور جو نقد دینا چاہتے ہوں وہ اپنا اپنا حصہ ابھی بھیج دیں۔ یہ یاد رہے کہ انجمن کا کم از کم دو ہزار روپیہ اس موقع پر صرف ہوتا ہے۔ لہذا اس مالی جہاد میں حصہ لیتے وقت اس رقم کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔

(۲) جلسہ کو کامیاب بنانے کیلئے اشد ضروری ہے کہ حتی الوسع تمام احباب سلسلہ مع خواتین اس میں شریک ہوں۔ اس لئے ہمیں اس سفر کی ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود نے سالانہ جلسہ کے اجتماع کو بڑی اہمیت دی ہے اور یہ ہے بھی درست کہ ہماری قومی زندگی کا بہت بڑا انحصار اس اجتماع پر ہے۔ لہذا ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ نہ صرف خود اس میں شریک ہوں۔ بلکہ دیگر احباب سلسلہ اپنے غیر از جماعت دوستوں اور رشتہ داروں بلکہ غیر مسلموں کو بھی اپنے ہمراہ لائیں اور اس طرح جلسہ کو پُر رونق بنانے میں امداد دیں۔ اس کی طرف بھی ابھی سے توجہ درکار ہے۔

(۳) صاحب علم احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے قیمتی اور پاکیزہ خیالات سے حاضرین اور سامعین کو محظوظ فرمائیں۔ جو احباب جلسہ میں تقریر کرنی چاہیں۔ وہ ابھی سے اس سلسلہ میں خط و کتابت شروع کر دیں۔ اگر کوئی صاحب جلسہ کے پروگرام یا دیگر انتظام کے متعلق کوئی مفید تجاویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی دفتر ہذا کو مطلع فرما کر ممنون فرمادیں۔ غرضیکہ ہمیں ابھی سے اس عظیم الشان اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب بنانے کیلئے . . . پوری جدوجہد شروع کر دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ آمین

اقتباس

کانگڑہ کے اچھوت اور آریہ سماجی پرچارک

کانگڑہ کے اچھوتوں نے آج کل آریہ سماجیوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہندو راجپوت انہیں اپنی باولیوں اور اپنے چشموں کے پاس نہیں پھٹکنے دیتے۔ اچھوتوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلمان ہو جائیں۔ اس کے بعد کوئی انہیں کسی جگہ بھی پانی بھرنے سے نہیں روک سکے گا۔ آریہ سماجی پرچارک کانگڑہ جاتے ہیں تو ان کی عجیب درگت ہوتی ہے۔ مثلاً مختصر طور پر سن لیجئے۔

پرچارک جی اچھوتوں سے کہتے ہیں۔ تم تو ہمارے بھائی ہو۔ تم ہندو ہو۔ تم ہریجن اور دلدر نارائن ہو۔ دیکھو گاندھی جی دن رات تمہارے غم میں دبلے ہوئے جاتے ہیں۔ اچھوت ادھار ہو گا اور ضرور ہو گا۔ تم ان مسلوں کے جال میں نہ پھنسو۔ یہ تمہیں ملیچھ بنا دیں گے۔ اچھوت نمائندہ کہتا ہے۔ مہاراج نہ ہم آپ کے بھائی ہیں۔ نہ آپ ہمیں بھائی سمجھتے ہیں۔ نہ ہم ہندو ہیں۔ نہ آپ ہم کو ہندو سمجھتے ہیں۔ اگر ہم آپ کے بھائی اور ہندو ہیں تو آیئے ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایئے۔ ہماری بیٹیاں لیجئے۔ اپنی بیٹیاں ہمیں دیجئے۔

آریہ پرچارک کہتا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر بھوجن کرنے کو تیار ہیں۔ بیٹیاں لینے اور دینے کا معاملہ بھی دیکھا جائے گا۔ جب تمہارے لڑکے پڑھ لکھ جائیں گے تو ان کو ہندوؤں میں لڑکیاں بھی مل جائیں گی۔

اچھوت نمائندہ جواب دیتا ہے "کیا ہم بہت زیادہ غریب اور جاہل ہیں، کیا کروڑوں ہندو ہم سے زیادہ مفلس اور جاہل نہیں ہیں۔ ان سے کہو ہم کو بیٹیاں دیں۔ ہماری بیٹیاں لیں۔ یہاں کانگڑے میں ہیشمار راجپوت ڈوگرے رہتے ہیں۔ ان سے کہو۔ روٹی بیٹی تو ایک طرف رہی۔ ہمیں اپنی باولیوں سے پانی ہی بھر لینے دو"

آریہ مہاشے بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ اور تو کسی بات کا جواب نہیں دیتے۔ بس یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بہت اچھا۔ میں راجپوت بھائیوں کے پاس جاتا ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ آپ کو پانی بھرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی۔

جب آریہ مہاشے "میاں ناہر سنگھ" راجپوتوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ دور ہی سے اپنے آدمی سے کہتے ہیں ارے ملادا۔ وہ آریہ آ رہا ہے اس کو الگ چارپائی ڈال دے۔ یہ وہیں چوہڑوں چماروں سے مل کر آیا ہو گا۔ جب مہاشے جی "میاں سنگھ" سے اچھوتوں کی سفارش کرتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں۔ چھی چھی چھی۔ تم شہری لوگ کیوں ہمارا دھرم کرم مٹی میں ملانے کو آ گئے؟ پرماتما کی قسم ہم مر جائیں گے پر گندگی اٹھانے والوں اور مردار کھانے والوں کو اپنی باولیوں سے پانی نہیں بھرنے دیں گے۔

مہاشے جی کہتے ہیں۔ مہاراج اگر آپ یہی سلوک کریں گے تو وہ سب اچھوت مسلمان ہو جائیں گے۔ جواب ملتا ہے "تو پھر کیا ہو جائے گا۔ آگے لاکھوں کروڑوں مسلمان نہیں ہیں۔ وہ بھی ہندوؤں ہی سے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ہو جائیں گے تو کیا غضب آ جائے گا؟ مہاشے جی تم اپنا دھرم بچاؤ۔ ہم اپنا دھرم بچاتا ہوں۔ دوسرے اپنا دھرم رکھتے ہوں گے تو بچا لیں گے۔ ہم تم کو کیا واسطہ؟

مہاشے جی تھوتھنی لٹکائے ہوئے وہاں سے واپس آتے ہیں اور اچھوتوں کو سمجھاتے ہیں کہ تم ہی ضد چھوڑ دو۔ ہم تمہارے لئے الگ باولی بنائے دیتے ہیں۔ اس پر اچھوت نفرت آمیز قہقہہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں مسلمان تو کہتے ہیں۔ تم ہمارے ہی کنوؤں سے پانی بھرو گے۔ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ گے۔ ہمارے لڑکے لڑکیوں سے نکاح کرو گے اور ہماری ہی مسجد میں نماز پڑھو گے۔ پھر ہمارے بھائی وہ ہوئے یا آپ اور راجپوت جو ہمیں پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے؟ جواب دیجئے۔

(انقلاب)

ریڈکراس سوسائٹی

۱۸۵۹ء میں فرانس اور آسٹریا میں شدید لڑائی ہوئی جس سے بیشمار آدمی بہت بری طرح زخمی ہوئے۔ جنگ کے مجروحوں میں سے ایک شخص ہنری ڈونانٹ ساکن جنیوا نے مجروح سپاہیوں کے حال زار پر ۱۸۶۲ء میں ایک کتاب شائع کی، یہ کتاب دنیا میں اس قدر مقبول ہوئی کہ اس سے تمام ملکوں میں ریڈکراس سوسائٹی کی تحریک شروع ہو گئی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ جنگ کے زخمیوں کو بچایا جائے۔

۱۸۶۳ء میں یورپ کی ۱۶ حکومتوں کے نمائندوں نے ریڈکراس سوسائٹی کے اصول بنائے اور تجویز کی کہ ہر فوج کے ساتھ اس نوع کی امدادی سوسائٹیاں ملحق رکھی جائیں۔ ۱۸۶۴ء میں یورپ کی بہت سی حکومتوں نے سوئٹزرلینڈ کی کانفرنس میں ایک عہدنامہ پر دستخط کئے جس کا مطلب یہ تھا کہ تمام ممالک ریلیف سوسائٹیاں بنائیں گے، اور زخمیوں کی امداد کرنے والی مجلسوں کو دوران جنگ میں غیر جانبدار خیال کیا جائے گا اور کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ سفید سطح پر سرخ نشان اس سوسائٹی کا نشان مقرر کیا گیا۔ ترکی اور مصر میں سرخ صلیب کی جگہ سرخ ہلال کا نشان استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ایران میں سرخ شیر اور سورج کا نشان لیکن تمام سوسائٹیوں کا سلسلہ ایک ہی ہے ۱۸۶۷ء کے آخر تک یورپ کی تمام حکومتوں نے مذکورہ بالا معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ ۱۹۳۰ء میں ۷۹ ملکوں میں سوسائٹیاں قائم ہو گئیں۔ جن کے ممبروں کی تعداد ۲ کروڑ تھی۔ جنگ عظیم میں اس سوسائٹی نے زخمیوں کی بہت امداد کی۔ اور نہایت ہی شاندار ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا۔ جنگی قیدیوں کے معاملات کو سلجھایا۔ قیدیوں اور ان کے خاندان کی امداد کی۔ ہوائی اور بحری جنگوں میں بڑا کام کیا۔

امریکی ریڈکراس سوسائٹی کے صدر کی تحریک پر برطانیہ، فرانس اور جاپان کی سوسائٹیوں نے ۱۹۱۹ء میں ایک لیگ بنائی تاکہ وہ عالمگیر انسانی تنظیم کے لئے مرکزیت کا کام دے۔ لیگ آف نیشنز نے اسی لیگ کے ذریعے سے ۶ لاکھ ۵۰ ہزار قیدیوں کو نجات دلائی۔ اور پھر انہیں اپنے اپنے وطنوں میں لے جا کر آباد کرایا۔ قحط، وبا، زلزلہ اور سیلاب میں بھی ریڈکراس سوسائٹیاں بہت بڑی امداد کرتی ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں جنیوا کے مقام پر ایک بین الاقوامی معاہدہ کے ذریعے سے تمام حکومتوں نے یہ تسلیم کیا کہ ریڈکراس سوسائٹی ایک باضابطہ عالمگیر سوسائٹی ہے۔ دنیا کے ۴۰ ملکوں نے اس معاہدہ پر دستخط کئے ہیں۔ ریڈکراس کے لئے فنڈ ممبروں سے جمع کیا جاتا ہے اور اوقات جنگ میں تمام پبلک سے بھی چندہ کی اپیل کی جاتی ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں سوسائٹی کی طرف سے دو پبلک اپیلیں کی گئیں پہلی ۱۹۱۷ء میں۔ اس اپیل پر ۳۰ کروڑ روپیہ چندہ جمع ہوا۔ دوسری ۱۹۱۸ء میں اس پر ۱۵ کروڑ روپیہ جمع ہوا۔ اگر ممبروں کے چندے بھی اس میں شامل کر لئے جائیں۔ تو ان دونوں اپیلوں کا نتیجہ ۱۲۰ کروڑ روپیہ کی فراہمی ہے۔ ۲۶ کروڑ روپیہ صرف انگلستان سے جمع ہوا تھا۔ سوسائٹی کا اپنا انتظام ہے۔ اور وہ لڑنے والوں سے بالاتر ہو کر تمام ممالک کی یکساں امداد کرتا ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عیسائیت کی ترقی کا دور ختم ہونے والا ہے اس کے تنزل کا وقت آ گیا ہے

یہ عیسائیت اور الٰہی دین کی آخری جنگ ہے عیسائیت نے زمینی خدا بنا لیا ہے اور یہی خدا یا خیالی خدا ہے جیسے بہت سی عورتیں ایک وہمی حمل بنا لیتی ہیں یہانتک کہ پیٹ میں وہمی طور پر حرکت بھی معلوم ہوتی ہے اور پیٹ بڑھتا بھی جاتا ہے اسی طرح یسوع مسیح فرضی خدا بنا لیا گیا ہے جسے خدا سمجھا جاتا ہے غرض سچے مسیح کے مقابل وہ جھوٹا خدا کھڑا ہے اب یہ لڑائی اسمیں شروع ہے اور خدا اسمیں اپنا چمکتا ہوا ہاتھ دکھائیگا۔ چالیس کروڑ سے زیادہ انسان عیسائی ہو چکے ہیں جب اول ہی اول یہ لوگ ہمارے ممالک میں آئے تو مولوی لوگ انکے حملوں اور اعتراضوں سے محض ناواقف تھے نہ انہیں ان کے اعتراضات کا پورا علم تھا اور نہ وہ قرآن کے حقائق ہی سے آگاہ تھے۔ اس کے خلاف عیسائی پادریوں کے پاس اقبال اور تالیف قلوب کے ذرائع موجود تھے۔ اسی لئے ان کی ترقی ہوتی گئی۔ لیکن اب ان میں ایک بھی نہیں جو اس کے تنزل کو نہ دیکھ سکے۔ اب ان کا دور ختم ہونے والا ہے۔ اور ہر ایک شخص ان کے فرضی جعلی خدا کی حقیقت کو سمجھ لے گا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ عیسائیوں کا تانا بانا آریہ اور سناتن دھرمیوں سے بھی بودا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ساری بنیاد اپنے مذہب کی حیات مسیح پر رکھی ہوئی ہے۔ جس کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی انکی ساری عمارت گر جاتی ہے۔ یہ بات اس زمانہ میں کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ کوئی مان نہیں سکتا خصوصاً جب کہ دلائل قطعیۃ الدلالت کے ساتھ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ وہ طبعی موت مر گیا ہے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اب تو اس کی لاش تک کو دکھا دینے کی نوبت پہنچ گئی۔ کیونکہ سری نگر کشمیر میں اسکی قبر واقعات صحیحہ کی بنا پر ثابت ہو گئی۔ ان ساری باتوں کی موجودگی میں کون عقلمند قبول کر سکتا ہے کہ وہ ابھی تک زندہ آسمان پر موجود ہے

(۲۸ دسمبر ۱۹۰۱ء)

اعلانات

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

امسال انجمن نے جلسہ سالانہ کی تاریخیں

۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء

مقرر فرمائی ہیں۔ تمام جماعتیں اور احباب نوٹ کر لیں اور ابھی سے جلسہ میں شمولیت کی تیاری اور اس دینی و قومی اجتماع کو کامیاب بنانے کی کوشش شروع کر دیں۔

اخبار "پیغام صلح" کا "جلسہ نمبر"

تمام وابستگان سلسلہ کیلئے یہ اطلاع باعث مسرت ہوگی کہ امسال بھی اخبار "پیغام صلح" کا جلسہ نمبر اپنی ذاتی خصوصیات کیساتھ انشاء اللہ ماہ دسمبر ۱۹۴۰ء کے نصف اول میں شائع ہوگا اس نمبر کا کام شروع کر دیا گیا ہے اور کوشش کیجا رہی ہے کہ یہ جلسہ نمبر گذشتہ سالوں کے نمبروں سے بھی زیادہ مفید دلچسپ اور شاندار ہو۔ اسمیں بزرگان و احباب سلسلہ کے بلند پایہ مضامین کے علاوہ غیر از جماعت اکابر و خواتین کے بھی متعدد مضامین و پیغامات ہونگے۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کی تحریک اور احمدیت کی تبلیغ کیلئے یہ پرچہ ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہوگا ضخامت معقول کتابت طباعت اور کاغذ عمدہ سرورق رنگین و دیدہ زیب کاغذ و سامان طباعت کی ہوشربا گرانی کے باوجود قیمت پہلی یعنی فی کاپی ۲ر ایک روپے میں دس کاپیاں علاوہ محصولڈاک تمام جماعتیں اور احباب جلد از جلد اپنی فرمائشیں معہ قیمت ارسال فرما دیں۔ بزرگان مرکز کی خواہش ہے کہ یہ نمبر بہت زیادہ تعداد میں شائع ہو۔ یہ خواہش اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ دوست اسے بکثرت منگا کر قادیانی اور غیر از جماعت حضرات میں تقسیم کریں۔

متلاشیان ملازمت کیلئے خدمت دین کا نادر موقع

ہماری جماعت کے بعض نوجوان ضرور بے روزگار اور کسی ملازمت کے متلاشی ہونگے ان نوجوانوں میں سے جو خدمت دین تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا حقیقی جوش اور ولولہ رکھتے ہوں وہ اپنی درخواستیں معہ مکمل کوائف یعنی ولدیت عمر تعلیم دینی و دنیوی سابقہ ملازمت و تجربہ (اگر کوئی ہو) وغیرہ مقامی جماعت کے سیکرٹری صاحب کی معرفت یہاں مرکز میں بھجوا دیں ان کی درخواستیں زیر غور رہینگی اور جس وقت کوئی جگہ انجمن کے کسی شعبہ میں خالی ہوگی تو انکو اطلاع دی جائیگی۔ یہ امر واضح رہے کہ صرف ایسے نوجوان درخواستیں بھیجیں جنہیں خدمت دین کا خاص شوق ہو اور وہ کم از کم میٹرک پاس ہوں۔

خاکسار (ڈاکٹر) محمد عبد اللہ جنرل سکرٹری انجمن

مسیح اور بنی اسرائیل

مسیح کی آمد کی پیش گوئی بنی اسرائیل کے زوال سے متعلق تھی

(ایس محمد آصف قادیانی بی۔اے)

۲

بنی اسرائیل سے عہد

خداتعالےٰ نے بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا تھا اور عہد کیا تھا جسکا ذکر کتاب استثناء ۲۶ : ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ میں ہے "تو نے آج کے دن اقرار کیا ہے کہ خداوند میرا ہے اور میں اس کی راہوں پر چلونگا اور اس کی شرعوں اور اس کے حقوق اور اس کے حکموں کی محافظت کرونگا اور اس کی آواز کا شنوا ہونگا اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ سے اقرار فرمایا جیسا کہ اس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس کی خاص گروہ ہووے۔ اور تو اس کے سب احکام کی محافظت کرنے اور تجھے سارے گروہوں سے جنہیں اس نے پیدا کیا صفت اور عزت اور نام میں بالا کرے۔"

یہی عہد ہے جس کی تائید قرآن مجید کی سورہ البقرہ میں کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے یٰبنی اسرآئیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون۔ اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا۔ اور مجھ ہی سے ڈرو۔

عہد سے مراد

اس عہد میں ایک پیش گوئی کا بھی ذکر ہے جسکا تعلق نبی آخر الزماں کو قبول کرنے سے ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ اور روحانی زندگی کا بھی ذکر ہے۔ اور یہی روحانی زندگی۔ ایمان اور قرب الٰہی دراصل بنی اسرائیل کے لئے وجہ فضیلت ہے اور اس روحانی زندگی کیوجہ سے بنی اسرائیل کو وہ تمام نعمتیں دی گئیں جنہوں نے بنی اسرائیل کو دنیا کے تمام قبائل اور اقوام سے ممتاز کر دیا انہیں نبوت عطا ہوئی اور انہیں ارضی بادشاہت دی گئی لیکن یہ نعمتیں انہیں ان کی پاکیزہ زندگی کی برکت سے ملیں لیکن مقام عبرت ہے کہ بنی اسرائیل ان نعمتوں کے حریف نہ ہو سکے اور بعد میں ذلیل وخوار ہوئے اور وہ قوم جو دنیا کی ممتاز ترین قوم تھی جس پر دن رات خداتعالےٰ کے فضلوں کی بارشیں ہوتی تھیں زوال پذیر ہوگئی۔

اسباب زوال

قرآن مجید بنی اسرائیل کی ذلت اور مسکنت کے متعلق فرماتا ہے وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وبآؤ بغضب من اللہ ذالك بانھم کانوا یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبین بغیر الحق ط ذالك بما عصوا وکانوا یعتدون۔ ان پر ذلت اور مسکنت ڈالی گئی اور وہ اللہ کے غضب کا محل بن گئے یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق مارتے تھے یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ایک نہایت عمیق حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل مورد عتاب صرف اس لئے ہوئے کیونکہ وہ اس زبردست روحانی قوت کے مٹانے کے درپے ہوئے جو کہ اللہ تعالےٰ نے صرف انکی فلاح اور بہبودی کیلئے انمیں قائم کی۔ نبوت اس روحانی قوت کی حامل تھی جس پر بنی اسرائیل کی تمام شوکت کا انحصار تھا روحانیت نیکی اور تقویٰ کا بلند معیار ان کے اندر قائم تھا۔ لیکن انہوں نے ان سرچشمہ ہائے حیات کو خود بند کر دیا اور اس عہد کو بالکل فراموش کر دیا جو انہوں نے اپنے رب سے باندھا تھا اس کی وجہ سے اور متعدد اسباب انکے اندر پیدا ہو گئے جنہوں نے اس قوم کو بالکل تباہ و برباد کر دیا لیکن ان اسباب کی حیثیت ثانوی ہے اصل سبب بے یقینی اور ایمان کی کمزوری ہے اور تعلق باللہ کا فقدان ہے۔

جب ایمان اور یقین میں کمزوری واقعہ ہوئی تو اسکا یہودیوں کی حیات ملی پر گہرا اثر پڑا اور خود ملت میں بہت بڑا نفاق پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ مولانا محمد عبدالحلیم شرر اپنی تصنیف "تاریخ یہود" کے صفحہ ۱۹ پر رقمطراز ہیں:۔

"خانۂ خدا کے منتظموں اور اسرائیلی مقتداؤں میں خودغرضیاں پیدا ہوگئیں اور باہمی حسد و نفاق نے مقتدایان امت کے دو فریق کر دئے جو ہمیشہ ایک دوسرے کی ضرر رسانی کی فکر میں رہنے لگے وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر پرستی تو یہود میں بہت زیادہ تھی لیکن اخلاق ان کی ملی زندگی سے بالکل مفقود ہو چکے تھے۔ حرام کاری۔ زناء۔ خون۔ چوری۔ حسد۔ بدمعاشی۔ دھوکا۔ غدر اور اسی قسم کے دیگر معائب انمیں کثرت سے پھیل چکے تھے جس نے ان کی قومی زندگی کو بالکل کھوکھلا کر دیا تھا اور یہ سب کچھ محض روحانیت اور دینی روح کے نہ ہونے کیوجہ سے تھا یہانتک کہ انہوں نے شریعت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق بنا لیا تھا۔ تورات تو بالکل فراموش ہو چکی تھی اور فقہ اور دیگر روایات ہر ایک کی نوک زبان پر تھیں اور وہ خود ساختہ فقہ کے شکنجہ میں اسقدر جکڑے ہوئے تھے کہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک عظیم الشان روحانی تحریک کی ضرورت تھی۔

بادشاہت اور صالح قوم

ایسے اخلاقی اور روحانی زوال کے زمانہ میں بعد یہودی بجائے اس کے کہ ایک روحانی اور اخلاقی مصلح کا انتظار کرتے جو انہیں اللہ تعالےٰ کے قریب کر کے ان کے اندر اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفات پیدا کر دیتا انہوں نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ایسے مسیح کا انتظار شروع کر دیا جو تلوار دنیوی سطوت کے ذریعہ ان کے برباد شدہ اقتدار کو از سرنو قائم کر دے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ایک زوال پذیر قوم اپنی اخلاقی اور روحانی کمزوریوں کو دور کئے بغیر دنیا کے اندر عزت اور شرف حاصل کرنا چاہتی ہے اور یہ چیز بذات خود زوال کی بہت بڑی علامت ہے دنیا کی بادشاہی صالح اقوام کی میراث ہے اور جس قوم کو اللہ تعالےٰ اس قابل پاتا ہے اسے یہ نعمت دے دی جاتی ہے نہ کہ اس قوم کو اس نعمت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو۔

بنی اسرائیل پر غیر قوموں کا اقتدار

بنی اسرائیل پر بابلیوں۔ یونانیوں اور رومیوں کا یکے بعد دیگرے اقتدار قائم رہا اور اس اقتدار کو توڑنے کے لئے اس ناعاقبت اندیش قوم نے جارحانہ اقدامات کئے اور ان اقدامات کا کیا انجام ہوا؟ اس کو بیان کرتے ہوئے قلم لرزتا ہے ان خونین اقدامات سے بنی اسرائیل کی تاریخ رنگین ہے اور ان کی حیات ملی سے اب تک خون کی دھار ابہ رہی ہے اس کے متعلق جہاں مولانا شرر مرحوم نے تاریخ یہود میں باب باندھا ہے اس کے نیچے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

کمزور کا غصہ

"ارض مقدس کی تاریخ کے اس حصہ کو اہل ہند عموماً اور مسلمان خصوصاً بہت غور سے پڑھیں ہم کوئی رائے نہیں دیتے مگر حاکم و محکوم کے تعلقات کا نازک ہو جانا بعض ایسے خوفناک نتائج پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ہمارے وطن کے سیاسی لیڈر اپنی سیاسی پالیسی قرار دیتے وقت ان کا لحاظ نہ کریں۔ یہود کے زوال کی یہ داستان نہایت ہی عبرت ناک داستان ہے جس سے ہمیں بڑے بڑے سبق مل سکتے ہیں"۔

مولانا مرحوم کا اس نوٹ سے یہ مطلب ہے کہ جب ایک زوال پذیر قوم پر ایک زبردست قوم حکمران ہو اور محکوم اخلاقی لحاظ سے بھی فرو مایہ ہو اور ایمانی لحاظ سے سخت کمزور ہو اور اس کے پاس ظاہری ساز و سامان بھی بالکل موجود نہ ہوں تو ایسے نازک وقت میں حاکم قوم کے خلاف تلوار اٹھانا اور جہاد بالسیف کرنا حد درجہ کی حماقت اور نادانی ہے۔ جن لوگوں نے اس کی خونین مثال کو مطالعہ کرنا ہو تو انہیں چاہئے کہ تاریخ یہود کے دور زوال کو مطالعہ کریں۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل کی ملی زندگی میں بڑے بڑے الجھاؤ پیدا ہو چکے تھے بنی اسرائیل کا روحانی نظام بالکل متزلزل اور فرسودہ ہو چکا تھا۔ انبیاء کی نافرمانیوں اور ان پر ستم رانیوں نے انکے منجمد ضمیر اور مزاج عقلی میں ناسور پیدا کر دئیے تھے۔ فقہ اور قانون کی ظاہری پابندیوں نے ان کی مجلسی اور سماجی زندگی کو جہنم زار بنا رکھا تھا اخلاقی فرومائیگی نے ان کے اندر فطرت کی بلندی اور عزائم کی رفعت کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ اور ان کے علاوہ مسلسل غیر ملکی حکومت نے انکے کس بل نکال دیئے تھے اور وہ ہر وقت ایک نجات دہندہ کے منتظر تھے اور ساری امیدیں اور آرزوئیں اس کی ذات اور شخصیت سے وابستہ کئے ہوئے تھے لیکن ان کے زعم میں وہ ایسی شخصیت تھی جو کہ صاحب جبروت اور صاحب شوکت تھی جو ان کی سیاسی کشمکشوں کا خاتمہ کر دے اور معاشی مشکلات کو حل کر دے اور غیر ملکی تسلط سے نجات دلائے لیکن انکے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آنے والا مسیح اور نجات دہندہ علم باطن اور عرفان کا حامل ہوگا۔ اور وہ بجائے ظاہری شوکت کے قیام کے بنی اسرائیل کو مطالعہ باطن کی طرف توجہ دلائے گا۔ بجائے دنیوی تسلط اور بادشاہت کے آسمانی بادشاہت کی نوید لیکر آئیگا اور بجائے جسمانی زخموں کے انسانی روح کے زخموں کا اندمال کریگا۔ آئندہ قسط میں انشاءاللہ حضرت مسیح کی آمد اور اہل یہود کی مخالفت کا ذکر کریں گے۔ (باقی آئندہ)

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم پنجشنبہ ۲۰ شوال ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۴۷

سالانہ جلسہ کے متعلق میری ایک خواہش

بارہ سال سے زائد عمر کے سب نوجوان اس میں شرکت کریں!

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

سالانہ جلسہ کو ہر سال ہی کامیاب دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خواہش پوری بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن نوجوانانِ جماعت کا عنصر اس جلسہ میں عموماً کم ہوتا ہے۔ اس لئے امسال عام طور پر احباب کو دعوت دیتے ہوئے میں اس کوتاہی کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں ان بزرگوں کو جانتا ہوں جو باوجود بیماریوں کے اور طرح طرح کے عوارض کے سالانہ جلسہ پر کبھی ناغہ نہ ہونے دیتے تھے ان کا اکثر حصہ تو اپنے مولا سے جا ملا۔ اور جو کچھ باقی ہیں وہ بھی تیار بیٹھے ہیں۔ ان دینی ذمہ داریوں کا بوجھ جو اس انجمن نے اٹھائی ہوئی ہیں اب نوجوانوں کے کندھوں کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ ان کے اندر وہی اخلاص اور جوش پیدا کرنا جو ان کے بزرگوں میں تھا یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن ہمارا فرض ہے کہ اس کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے اور اس کوشش کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان سب کو سالانہ جلسہ میں اکٹھا کرنے کی خاص طور پر کوشش کی جائے۔

نوجوانوں کی سستی پر ہم لوگ افسوس تو کرتے ہیں اور میرا خیال ہے شائد ہی کوئی والد ہو گا جسے اپنی جوان اولاد میں دین کی طرف سے غفلت یا لاپرواہی دیکھ کر رنج نہ ہوتا ہو۔ مگر فی الحقیقت اس کی ذمہ داری ایک حد تک خود والدین پر یا والد پر ہی ہوتی ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس زمانے میں لامذہبی کی ایک ہوا بھی چلی ہوئی ہے اور نوجوانوں کے بہت بڑے حصے پر خواہ وہ کسی مذہب یا جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اسکا اثر ہے۔ پھر اگر ان میں بعض سعید الفطرت بھی ہیں نوجوانوں کا ماحول ایسا ہے کہ وہ بھی کم و بیش اس اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ کیونکہ انکا اٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا اسی خاص دائرہ میں ہے تاہم والدین کا یہ فرض ہے کہ ان کے لئے وہ مواقع بھی پیدا کریں جن سے وہ اس ماحول سے الگ ہو کر ایک دوسرے ماحول کے اندر آ جائیں جہاں انہیں مذہب کا روشن پہلو نظر آ سکے۔

سالانہ جلسہ ایسا ایک موقع ہے جو اگرچہ صرف تین دن کا اجتماع ہے لیکن اس میں ایک ایسا زبردست ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت سے برے تاثرات کو دور کر کے دلوں پر ایک ایسا نقش کر دیتا ہے جو بعد میں تھوڑی سی توجہ سے سارا سال قائم رہ سکتا ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع عام اجتماعوں کی طرح نہیں بلکہ خدا کے فضل سے یہ تین دن ایک طرح پر صبح سے شام اور شام سے صبح تک ذکر الٰہی کے دن بن جاتے ہیں۔ لیکچر اور تقریریں ہیں تو ان کی غرض صرف قرآن کی عظمت، اسلام کی عظمت، محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کا دلوں پر نقش کرنا ہے کوئی کانفرنس ہے تو اس کی غرض قرآن کو دنیا میں پہنچانے اسلام کے دنیا میں پھیلانے، اعلائے کلمۃ اللہ کی تدابیر پر غور کرنا ہے کوئی رپورٹ ہے تو اس میں بھی یہی بتایا جاتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام جو ہمارے سید و مولا کی دلی تڑپ تھی یعنی کلمہ حق کا دنیا میں پہنچانا اس میں ہم نے ابتک کیا کچھ کیا ہے اور آئندہ کیا کچھ کرنا ہے۔ باہم دوستوں کی میل ملاقات ہے تو اس میں بھی یہی ذکر ہے دن ہے تو مسجد میں سب اکٹھے ہو کر خدا کے سامنے گر رہے ہیں۔ رات ہے تو اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں گریہ و زاری کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کا بول بالا کرے۔ غرض سارے مجمع پر ذکر الٰہی کا ایک ایسا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے جو کسی دوسرے مجمع میں نظر نہیں آتا۔

اس پاکیزہ مجمع میں جب آپ کے بچے آئیں گے تو یقین رکھئے کہ وہ ایک نہائت نیک اثر لیکر جائیں گے اور مادہ پرستی اور دہریت کی اس زہریلی ہوا کے لئے جس کے اندر انہیں سال بھر رہنا پڑتا ہے یہ ایک نہائت مؤثر تریاق ہو گا۔ آپ ان کی تعلیم پر کتنا خرچ کرتے ہیں یہ آپ خود خوب جانتے ہیں لیکن وہ تعلیم صرف اس حد تک ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ انہیں اپنی روٹی کمانے کے قابل بنا دے۔ وہ بھی پتہ نہیں کہ اس موجودہ زمانے میں میسر آتی ہے یا نہ۔ لیکن آپ کفایت کرنے بیٹھتے ہیں تو ایک دو تین روپے کے خرچ کے لئے انہیں اس تعلیم سے محروم کر دیتے ہیں۔ جو ان کو حقیقی معنے میں انسان بنا سکتی ہے جس سے انکے اخلاق پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے جس سے ان کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی محبت جاگزیں ہوتی ہے۔ جس سے ان کو وہ موقع ملتا ہے کہ وہ دنیا کے رہنما بن سکیں اور اس دنیا میں اپنا وہ اچھا اثر چھوڑ سکیں جس کی وجہ سے ان کا نیک نام دنیا میں ہمیشہ باقی رہے۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس جلسہ کے موقع پر نوجوانوں کو خاص طور پر بھی مخاطب کروں اور ان کے سامنے ایک ایسا لائحہ عمل رکھوں جس سے وہ اپنے آپ کو خود اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، اپنے عزیزوں اور اقربا کے لئے، اپنی قوم کے لئے، مخلوق خدا کے لئے زیادہ مفید بنا سکیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر بارہ سال کے اوپر عمر کے سب نوجوانوں کو شامل کیا جائے اور صرف کرایہ کے چند پیسوں کی کفایت کا خیال نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ یہاں سے اس سے بہت زیادہ قیمتی سامان لیکر جائیں گے جو ان کے کرائے پر خرچ ہو گا۔ جماعت کے سب والدین سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ضرور ساتھ لائیں بلکہ خود نہ بھی آ سکیں تو انہیں ضرور بھیجیں۔

تنظیم جماعت کے متعلق ایک مفید تجویز

گذشتہ اشاعت میں جناب جنرل سکرٹری صاحب نے تنظیم جماعت کے متعلق ایک عمدہ عملی تجویز پیش فرمائی تھی جو کہ امید ہے کہ قارئین پیغام صلح و وابستگانِ سلسلہ کے مطالعہ سے گذر چکی ہو گی۔ صاحب موصوف کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ تنظیم کے لئے اولین ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر جماعت کے تمام ممبر آپس میں باقاعدہ میل ملاقات رکھیں اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں پہلا نزول کا مرکز تنظیم اور صحیح مقام اجتماع مسجد ہے جو دوست نماز اور درسوں وغیرہ میں نہ آئیں اول ان کے نہ آنے کی وجہ معلوم کی جائے اور اس کے بعد مناسب طریق پر اصلاح یہ کام بظاہر شاید بہت سہل اور معمولی معلوم ہو لیکن تجربہ سے معلوم ہو گا کہ اس کے لئے خاص توجہ اور مسلسل کوشش کی ضرورت ہے لہٰذا جنرل سکرٹری صاحب کی تجویز ہے کہ ہر جماعت اس کام کے لئے ایک مختصر سی مستقل کمیٹی بنائے جس کا یہ فرض ہو کہ وہ تساہل پسند اور سلسلہ کی تحریکات میں کماحقہ دلچسپی نہ لینے والے احباب سے ملے اور مناسب طریق پر ان کی اصلاح کی کوشش کرے۔ انہیں نماز و درسوں، قومی اجتماعوں اور خدمت دین کے کاموں میں باقاعدہ شرکت کی ترغیب دے جماعت کے تمام ممبروں کا فرض ہو گا کہ وہ جب کسی دوست کی طرف سے کوئی تساہل یا کوتاہی دیکھیں تو مقامی سیکرٹری کو اطلاع دیں سکرٹری صاحب اس کمیٹی کو مطلع کریں گے اور کمیٹی کے ارکان اس دوست سے خود جا کر ملاقات کریں گے۔

ہمارے خیال میں یہ تجویز نہایت مفید اور عملی ہے۔ تمام جماعتوں کو جلد از جلد اپنے ہاں اس قسم کی کمیٹیاں قائم کر لینی چاہئیں۔ جو فی الفور کام شروع کر دیں۔ لاہور میں ایسی کمیٹی بن چکی ہے۔ جو حضرت مولانا صدر الدین صاحب، مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی، ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور مولانا آفتاب الدین صاحب پر مشتمل ہے امید ہے کہ اس کمیٹی کی سرگرمیاں مرکز میں تنظیم جماعت کے لئے بیحد مفید و بابرکت ثابت ہوں گی۔

انجمن کا نیا مالی سال

انجمن کا نیا مالی سال شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے احباب اور جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر گذشتہ سال میں چندوں کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی بھی ہو گئی ہے تو نئے سال میں پھر سے اپنے عہد کی تجدید کر لیں اور خدا کے حصہ کو کسی صورت میں بھی ذاتی مصرف میں نہ لائیں۔

گذشتہ بقایا کی ادائیگی کی طرف بھی اپنی اولین فرصت میں توجہ فرمائیں اور آئندہ کے لئے بالکل باقاعدگی اختیار فرما دیں۔

(دفتر تحصیل)

شذرات

قادیان میں اکالی اجتماع

۱۴ر نومبر کی اشاعت میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ گورداسپور اور امرتسر وغیرہ اضلاع کے سکھ حلقوں میں یہ افواہ مشہور ہو رہی ہے کہ جناب خلیفہ قادیان حکومت ہند کو تحریک کر رہے ہیں کہ قادیان کے ارد گرد دس دس کوس تک ان کی ریاست تسلیم کر لی جائے جس کے عوض وہ روپیہ اور آدمیوں کے ذریعہ حکومت کی جنگ میں امداد کریں گے اور اس افواہ کے پیش نظر اکالی سکھوں کا ایک جلسہ ۱۸ر نومبر کو قادیان کے قریب منعقد ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ اکالی اجتماع منعقد ہوا جس کی روئیداد الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۴۰ء میں چھپی ہے معاصر مذکور نے اس جلسہ کو نہایت اشتعال انگیز قرار دیا ہے اور اسکا بیان ہے کہ "احرار وغیرہ نے باہر سے آنے والے سکھوں کو دھوکہ دے کر جماعت احمدیہ کے خلاف مشتعل کیا"۔ قادیان میں ہندوؤں۔ غیراز جماعت مسلمانوں اور سکھوں کی ایک مشترکہ ڈیفنس کمیٹی ہے۔ جس نے صدر جلسہ کو ایڈریس پیش کیا جسمیں کہا گیا کہ :-

"ہم ایسی سرزمین میں زندگی بسر کر رہے ہیں جسکا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں غریبوں کا اقتصادی بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ مرزائیوں (قادیانیوں) نے انکا قافیہ تنگ کیا ہوا ہے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے ہم غریبوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ برسر بازار ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کو بے عزت کیا جاتا ہے۔ چودھری فتح محمد سیال نے دن دہاڑے اور سورج کی روشنی میں محمد امین کو قتل کر دیا اور عدالت میں تسلیم کیا کہ اس کی موت میری کلہاڑی سے ہوئی ہے مگر پولیس نے اسکا چالان نہیں کیا۔ پھر اس (چودھری فتح محمد صاحب سیال) نے ایک خفیہ سرکلر جاری کیا کہ علاقہ میں سکھوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا یا جائے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں۔ نواحی دیہات کے لوگوں کو مرعوب کیا جاتا ہے"

(الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۴۰ء)

دیگر تقاریر اور قرارداد

اس اجتماع میں متعدد اشخاص نے تقاریر کیں جن سب میں قادیانی نظام خلافت کے تشدد یا ریاست قائم کرنے کی کوشش کا ذکر تھا۔ برلوک سنگھ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ :-

"میں تو جب قادیان میں داخل ہوتا ہوں یہی خیال کرتا ہوں کہ یہاں حکومت برطانیہ موجود نہیں جس شخص نے مرزا صاحب (جناب خلیفہ قادیان) کو ۲۵ روپے دیکر اپنی دوکان کیلئے سند حاصل نہ کی ہو اس سے کوئی احمدی سودا نہیں خرید سکتا۔ اگر خرید ے تو مرزا صاحب (جناب خلیفہ قادیان) کی خفیہ پولیس چالان کر دیتی ہے۔"

مولوی عنایت اللہ صاحب احراری نے کہا کہ :-

"موجودہ خلیفہ (میاں محمود احمد صاحب) نے ترک موالات نامی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حکومت کا ہمارے خاندان سے وعدہ ہے کہ وہ ریاست بحال کر دیگی۔ خدا نہ کرے ایسا ہو ورنہ آج جو ہماری حالت ہے اس سے بہت بدتر ہو جائیگی۔ یہاں ہمارے قبرستان، رستے بلکہ عزتیں بھی محفوظ نہیں۔ آپ لوگ وعدہ کریں کہ جن دوکانوں پر بورڈ ہیں ان سے ہرگز سودا نہ لیں گے"۔

ایک اور مقرر پروفیسر گنگا سنگھ صاحب نے کافی طویل تقریر کی جسمیں کہا کہ :-

"یہ چندے کھانے والے کیا ریاست بنائیں گے ان کی یہ حالت ہے کہ غریب لوگوں کو باہر سے بلا لیا تا کہ یہاں کے سرمایہ دار احمدی (قادیانی) جو چندوں سے کوٹھیاں بنوا کر ان میں عیش کرتے ہیں۔ ان کی حفاظت کریں اور یہ کسی نے نہیں سوچا کہ پیچھے ان کے بیوی بچوں کی حفاظت کون کریگا ان چندے کھانے والوں نے کیا تلوار چلانی ہے۔ پولیس ان کی حفاظت کرتی ہے . . . .

آج ہی الفضل میں میں نے پڑھا ہے کہ سولہ سال سے چالیس سال کے لوگ بھرتی ہو جائیں یہ بھرتی جبری ہے جو نہ ہوگا اس کی ماں کو باپ کو بیوی کو اس سے بولنے نہیں دیا جائیگا۔ کوئی قاہر سے قاہر حکومت بھی عورتوں اور بچوں پر کبھی آرڈی ننس جاری نہیں کرتی مگر قادیان میں ہے.... اگر مرزا صاحب (جناب میاں محمود احمد صاحب) کے دل میں چاؤ آتا ہے تو تم اسے روک نہیں سکتے۔ ایسے مذہبی مجاوروں کو جنہیں چندہ خوب آئے اور لوگ کہا مانیں، ایسے چاؤ آیا ہی کرتے ہیں۔ مگر یہ خواب ہیں جو پورے نہیں ہو سکتے۔ "الفضل" میں ہمیشہ لکھا ہوتا ہے کہ خلیفۃ المسیح کو نزلہ ہے۔ آج یہ بیماری ہے۔ آج وہ ہے۔ احباب دعا کریں۔ بیچارے احباب کیا کیا کریں۔ بیوی بچوں کو کما کر کھلائیں۔ دسواں حصہ یہاں دیں پھر خلیفہ کے نزلہ کے لئے دعا بھی کریں"۔

اجتماع میں ایک قرارداد بھی اس مطلب کی منظور کی گئی کہ :-

"چونکہ اس علاقہ میں اس خبر کے پھیلنے سے کہ مرزا صاحب (جناب خلیفہ قادیان) دس دس میل تک ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ سخت بیچینی پھیلی ہوئی ہے اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ اس تجویز کو کامیاب نہ ہونے دے ورنہ علاقہ میں سخت اشتعال پھیلیگا جس کے نتائج بھیانک ہونگے"۔

قادیانی جماعت کو ایک مخلصانہ مشورہ

مذکورہ بالا اکالی اجتماع کے حالات وتفصیلات ہمیں معاصر "الفضل" کے ذریعہ ہی معلوم ہوئی ہیں جنکا ضروری حصہ اوپر درج کر دیا ہے یہ بہرحال ایک فریق کا بیان ہے صحافتی اصول اور ذمہ داریاں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ان تفصیلات پر اسی قدر اعتماد کریں جتنا کہ یکطرفہ بیان یا تصویر کے ایک رخ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے لیکن اگر الفضل کی شائع کردہ روئیداد صحیح اور مبالغہ اور اخفا سے بالکل مبرا ہے۔ تو اسمیں شک نہیں کہ بعض تقریریں رنجیدہ غیر معقول اور قابل اعتراض ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر مقررین و حاضرین قادیانی ریاست کے قیام کی افواہ سے کافی متاثر و مضطرب ہیں اور وہ سنجیدگی کیسا تھ محسوس کر رہے ہیں کہ اس ریاست کا قیام ان کے لئے لامتناہی مصائب کا دروازہ کھول دیگا"

علاقہ کے سکھ حلقوں میں یہ افواہ زوروں پر کہ جناب خلیفہ قادیان ریاست کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ قادیانی حضرات کی طرف سے اس کی پرزور تردید ہو رہی ہے۔ خدا جانے اصل معاملہ کیا ہے لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اگر یہ افواہ بالکل غلط اور بے حقیقت ہے تو بھی اس کے پھیلنے اور پھیلانے کے سامان، احباب قادیان نے خود مہیا کئے ہیں۔ جناب خلیفہ قادیان اور ان کے سرکردہ مریدوں نے ایسا انداز اختیار کر رکھا ہے جس سے جاگیر و ریاست کی تمنا بالکل مترشح ہے۔ اس انداز سے دوسروں کو شبہ بھی ہو سکتا ہے اور مخالفین کو غلط افواہیں مشہور کرنے کا آسانی کے ساتھ موقع بھی مل جاتا ہے یہ سب اس لئے ہے کہ جناب خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت نے اپنے اصل مقصد یعنی تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ ظاہری شان و شوکت اور رعب و داب کا بہت خیال رکھا جاتا ہے سیاسیات کی چاٹ لگ چکی ہے۔ اس حقیقت سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کی شدید مخالفت تھی۔ مخالفین قادیان میں پہنچ پہنچ کر شرارتیں کرتے تھے۔ طرح طرح کی جھوٹی افواہیں پھیلائی جاتی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود قادیان اور اس کے نواح کے غیراز جماعت اور غیر مسلم حضرت مسیح موعودؑ یا آپ کی جماعت سے قطعاً کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کے زمانہ میں بھی یہی کیفیت رہی۔ لیکن آج قادیان کے غیراز جماعت اور غیر مسلم شاکی و نالاں ہیں۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے اندیشے پرورش پا رہے ہیں۔ یہ سارا فساد نتیجہ ہے حضرت مسیح موعودؑ کے اصل مسلک سے ہٹ جانے اور تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے کام کو ترک کر کے سیاست اور ریاست کے شوق میں مبتلا ہو جانے کا۔ ہم قادیانی جماعت اور اس کے خلیفہ صاحب کی خدمت میں نہایت خلوص اور درد سے عرض کرتے ہیں کہ غلط راہ کو چھوڑ کر صحیح مسلک اختیار کر لیں ورنہ ان کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جائیگا۔

(بقیہ صفحہ ۵)

مکمل اور تا قیامت ہے۔

ایسا ہی مواہب الرحمٰن کی یہ عبارت آپ نے پڑھ کر سنائی۔

"و ہٰذہ مکالمات است و مخاطبات با اولیائے خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیا دادہ میشود و ایشاں درحقیقت انبیا نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

جس سے صاف ثابت ہے کہ نبی اگر کوئی آ سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ قرآن کے بعد حاجت شریعت ابھی باقی ہو چونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا اس لئے اب کوئی نبی نہیں آ سکتا"۔

ان سب باتوں کے جواب میں قادیانی مناظر صاحب اسی بات کو رٹتے رہے کہ کثرت امور غیبیہ نبوت ہے اور وہ حضرت مسیح موعود کے سوائے اور کسی کو امت محمدیہ میں نہیں دئے گئے

قادیانی جماعت سے دو مناظرے

مسئلہ نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام پر معرکۃ الآراء بحث

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب مصنف "آئینۂ احمدیت")

گذشتہ چند ایام میں لاہور کی قادیانی جماعت اور جماعت احمدیہ لاہور کے مابین مسئلہ نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام پر دو شاندار مناظرے ہوئے جو اپنی بعض خصوصیات کے اعتبار سے اس قابل ہیں کہ بیرونی احباب کو بھی ان کی تفصیلات سے آگاہ کیا جائے۔

ان مناظرات کی تحریک لاہور کی قادیانی جماعت کی طرف سے ہوئی جنہوں نے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کی وساطت سے مولانا احمد یار صاحب ایم اے مولوی فاضل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ پر انکے ایک نوعمر مناظر محمد عمر صاحب سے بحث کریں۔ ۲۶ر اکتوبر ۴۶ء کی تاریخ اس کے لئے مقرر ہوئی۔ اتوار کا دن تھا اس لئے مولانا احمد یار صاحب کے ساتھ کئی اور دوستوں کو بھی مجلس مباحثہ میں شرکت کا موقعہ مل گیا۔ مباحثہ قادیانیوں کی مسجد میں ہوا جہاں ان کی جماعت کا کثیر حصہ پہلے سے موجود تھا۔

ٹھیک پونے دس بجے بحث شروع ہوئی جو دو گھنٹہ جاری رہی۔ قادیانی مناظر کی پوزیشن اس مباحثہ میں مدعی ہونے کی تھی اس لئے پہلی اور آخری تقریر انہوں نے کی۔ پہلی تقریروں میں ہر دو مناظرین کو پندرہ پندرہ منٹ وقت دیا گیا اور پھر دس دس منٹ۔

قادیانی مناظر نے اپنی بحث میں زیادہ زور اس بات پر دیا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو خدا کی اصطلاح میں نبی کہا ہے۔ نبیوں کی اصطلاح میں نبی کہا ہے۔ اولیا اور محدثین کی اصطلاح میں نبی کہا ہے۔ شریعت اور اسلام کی اصطلاح میں نبی کہا ہے لیکن جو حوالے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں پیش کئے۔ ان سب میں صرف مجازی یا لغوی معنوں میں ہی اپنے آپکو نبی کہا ہے اور حقیقی معنوں میں نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔

حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ کا حوالہ بھی جس میں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو نبی کا نام پانے کے لئے اولیائے امت میں مخصوص قرار دیا ہے قادیانی مناظر نے بار بار پیش کیا جس کے جواب میں انہیں بتایا گیا کہ یہ خصوصیت بھی مجاز (استعارہ) کا رنگ رکھتی ہے۔ جیسا کہ اسی حقیقۃ الوحی کے آخر میں ہے سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ میرا نام اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا۔ نہ حقیقت کے اعتبار سے

ایسا ہی مسیح ابن مریم پر حضرت مسیح موعودؑ کی فضیلت کو بھی، قادیانی مناظر نے آپکی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا، اور بار بار اسکو دہرایا حالانکہ مسئلہ فضیلت ایک جداگانہ بحث ہے اور یہ امر خود مابہ النزاع ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مسیح ابن مریم پر اپنی کلی فضیلت کا اظہار کیا ہے جیسا کہ قادیانی اصحاب کا خیال ہے یا جزوی فضیلت کا جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔ اس لئے مولانا احمد یار صاحب نے اپنی جوابی تقاریر میں اس نئے مبحث کو چھیڑنا پسند نہ کیا اور اپنے دلائل کو صرف انہی امور تک محدود رکھا جو مسئلہ نبوت سے بلاواسطہ تعلق رکھتے تھے۔ مثلاً آپ نے اس بات پر زور دیا کہ:۔

(۱) نبی کی وحی وحی نبوت ہوتی ہے جو جبرائیل لیکر آتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"حسب تصریح قرآن کریم نبی اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟"

(ازالہ اوہام ص۵۳۴)

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر وحی رسالت نہ ہو"

(ازالہ اوہام ص۷۶۱)

اس کے جواب میں قادیانی مناظر نے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی جبرئیل کا نزول ہوا ہے جیسا کہ آپ کے اس الہام سے ظاہر ہے۔ جاءنی آئیل . . . . . . اس میں آئیل کے معنی حضرت مسیح موعود نے جبرئیل کے کئے ہیں یعنے جبرئیل میرے پاس آیا اور . . . . . .

لیکن اس گو پیش کرتے ہوئے اس بات پر غور نہ کیا گیا کہ اول تو یہ ایک الہام ہے۔ حضرت مسیح موعود کا اپنا بیان نہیں بلکہ خدا نے انہیں بتایا کہ جبرئیل میرے پاس آیا اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود پر جبرئیل نازل ہوا تھا اور دوسرے جبرائیل کا مطلق نزول تو غیر نبیوں پر ممتنع نہیں۔ مومنوں کی تائید کے لئے جبرئیل کا نزول ہوتا ہی رہتا ہے ممتنع تو یہ ہے کہ جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت نازل ہوں اور جب تک یہ نہ ہو کسی کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی۔

(۲) دوسری بات جس پر مولانا احمد یار صاحب نے زور دیا یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپکو صرف نبی نہیں کہا بلکہ امتی نبی کہا ہے اور امتی نبی کے معنے محدث کے کئے ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالے نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی کہا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام ص۵۳۳)

(۳) تیسری بات آپ نے یہ کہی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ میری نبوت کا مفہوم محدثیت تک محدود ہے اس لئے یہ کہنا کہ آپ محدث سے اوپر حقیقی معنوں میں نبی ہیں کسی طرح صحیح نہیں اور آپکے کھلے ارشادات اور تصریحات کے خلاف ہے۔

افسوس ہے ان تمام باتوں کا قادیانی مناظر نے کوئی جواب نہ دیا۔ حالانکہ یہ وہ اصولی باتیں ہیں جن پر غور کرنے سے صاف نظر آجاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نبی ہونے کا نہ تھا بلکہ آپ نے نبی کا لفظ محدث کے معنوں میں استعمال کیا تھا۔

قادیانی مناظر نے اس بات پر بھی زور دیا کہ نبوت صرف کثرت امور غیبیہ کا نام ہے اور جس شخص کے اندر یہ پایا جائے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ میں پایا جاتا تھا وہ اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی ہے۔ جیسا کہ آیہ کریم فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول اور حقیقۃ الوحی ص$\frac{۳۹۰}{۳۹۱}$ سے ثابت ہے۔

اس کے جواب میں مولانا احمد یار صاحب نے بتایا کہ کثرت امور غیبیہ صرف نبیوں ہی میں نہیں پائے جاتے بلکہ محدث کو بھی ملتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایام الصلح میں لکھا ہے:۔

"قرآن شریف میں ہے فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول یعنے کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالے کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں"

(ایام الصلح ص۱۷۱)

رہا ص$\frac{۳۹۰}{۳۹۱}$ حقیقۃ الوحی، اس کے متعلق حضرت مسیح موعود اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اب اسی کی خدمت بذریعہ الہامات و مکالمات و مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے ہمارا دعوےٰ ہے۔ مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھ دیا ہے اسکا مطالعہ کر کے تسلی کر لیں" (کلمات طیبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن" الحکم ۱۰ر مارچ ۱۹۰۸ء ص۵ کالم ۲)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک کثرت امور غیبیہ صرف نبی ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ محدث پر بھی ظاہر کئے جاتے ہیں اور آپ نے ص۳۹۱ حقیقۃ الوحی پر صرف لغوی معنوں میں اپنے آپکو نبی لکھا ہے اور مجازاً نبی کا نام پانے میں اپنی خصوصیت بیان کی ہے۔

غرض مولانا احمد یار صاحب نے نہایت وضاحت اور خوش اسلوبی کے ساتھ فریق مخالف کا رد کیا اور یہ بتاتے ہوئے کہ قرآن کریم جیسی کامل کتاب کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں آپ نے اس کے ثبوت میں براہین حصہ پنجم کی ایک عبارت پڑھ کر سنائی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ . . . . . .

. . . . . توریت میں بھی ایک نہ ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے اسی طرح انجیل میں بھی کیونکہ ان کی تعلیم ناقص اور فرضی تھی مگر قرآن کسی نبی کے آنے کی پیشگوئی نہیں کرتا کیونکہ اس کی تعلیم

(باقی بر صفحہ ۷)

تبلیغی دوروں کی روئیداد ہیں!

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جموں میں

رمضان المبارک میں درس و تقاریر کا سلسلہ

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ۵ اکتوبر کو جموں تشریف لائے۔ ایک ماہ قیام فرمایا۔ اس قلیل عرصہ میں ان کی تبلیغ سے غیر از جماعت مسلمانوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اندرون جماعت میں تنظیم کا خاص خیال رکھا گیا۔ آج ایک ماہ کے بعد ان کی مساعی جمیلہ کا اثر بالکل نمایاں نظر آ رہا ہے ہماری مسجد میں خوب رونق رہتی ہے اپنی جماعت کے احباب کے علاوہ غیر از جماعت لوگ بکثرت ہمارے درسوں اور تقریروں میں شامل ہوتے ہیں۔

جموں پہنچتے ہی مرزا صاحب نے درس قرآن مجید صبح کی نماز کے بعد شروع کیا۔ درس کے لئے مقامی جماعت نے شہر میں باقاعدہ اعلان کیا جس کی وجہ سے بہت سے غیر از جماعت اصحاب شریک درس ہونے لگے۔ دن بدن یہ رونق بڑھنے لگی مقامی مولوی اس پر بہت برافروختہ ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کی توجہ ہماری طرف سے ہٹانے کے لئے حفیظ جالندھری کا شاہنامہ سنانا شروع کیا۔ مرزا صاحب کے درس میں مقابلہ مذاہب کا پہلو غالب تھا اور اس لئے درس بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ اسی دلچسپی کے باعث لوگوں نے شاہنامہ سننے سے انکار کیا اس پر مولویوں نے اعلان کیا کہ وہ بھی درس قرآن کریم کریں گے مگر انہیں لوگوں کی طرف سے وہی جواب ملا کہ احمدیوں کے درس میں ایک خاص پہلو غالب ہے۔ قرآن کریم کے مضامین بائبل اور وید کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں اس لئے ہم وہی درس سنیں گے جب مولویوں کو ہر طرح سے ناکامی ہوئی تو گھروں پر جا کر لوگوں کو روکا اور جو نوجوان منع کرنے کے باوجود نہ رُکے ان کے والدین کے ذریعہ ان پر دباؤ ڈالا گیا اسطرح انہیں ایک حد تک کامیابی ہو گئی تین دن تک تو ہماری مجلس کی حاضری کم رہی لیکن یہ بے رُخی بالکل تھوڑے وقت کیلئے تھی ایک دوکاندار کو بائیکاٹ کی دھمکی دی گئی تھی وہ مرعوب ہو کر رُک گیا مگر لوگ اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ زیادہ عرصہ غیر حاضری برداشت نہ کر سکے لوگ پھر تمام پابندیاں توڑ کر درس میں شامل ہونے لگے اور پھر آخر تک باقاعدہ شمولیت کرتے رہے بہت سی مستورات دور دور کے محلوں سے چل کر درس میں شریک ہوتی رہیں۔ علی الصبح بچوں کو گھر چھوڑ کر درس میں شامل ہو کے لئے آنا اس جذبہ کا پتہ دیتا ہے جو مستورات کے دل میں درس قرآن کریم کے متعلق پیدا ہو سکا تھا۔

جمعہ کے خطبہ میں بھی بہت سے غیر از جماعت مسلمان اور بہت سی مستورات شریک ہوتی رہیں اور نماز جمعہ خوب بارونق ہوتی رہی۔ مولویوں نے جمعہ کے خطبوں میں احمدیوں کے برخلاف بہت زہر اُگلا لیکن انہیں ناکامی ہی ناکامی ہوتی رہی اسکا ثبوت یہ تھا کہ ہر اتوار رات کے ۹ بجے مرزا صاحب کا پبلک لیکچر ہوتا تھا۔ مولویوں کے خطبے سننے کے بعد پبلک کا ان کے لیکچروں میں شامل ہونا مولویوں کی ناکامی کی دلیل تھی اور پھر رمضان شریف کے ایام۔ رات تراویح پڑھنا تراویح سے فراغت پر لیکچر سننا اور بارہ بارہ بجے رات تک بیٹھے رہنا پھر دو تین گھنٹہ آرام کے بعد سحری کھا کر صبح کے درس میں شریک ہونا یہ سب خدا کا فضل تھا۔ ورنہ مولویوں کی مخالفت اور رمضان شریف کے ایام میں اتنی کامیابی کی امید مشکل سے ہو سکتی ہے ان لیکچروں میں مستورات بھی شریک ہوتی رہیں ہماری ایک احمدی خاتون (اشرف خاں صاحب مرحوم برادر ڈاکٹر عالم صاحب کی بیوہ) کے رسوخ اور محنت سے بڑے گھرانے کی مستورات درس اور لیکچر میں شامل ہوتی رہیں اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔

درس اور لیکچروں کے علاوہ ذاتی طور پر بھی مرزا صاحب احباب کو ملتے رہے ان ملاقاتوں میں جماعت کا تنظیمی پہلو غالب تھا چنانچہ انکی مساعی جمیلہ سے آج جماعت جموں میں ایک نئی زندگی نظر آ رہی ہے۔

(نامہ نگار از جموں)

احباب فیروز پور

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے)

مجھے بسلسلہ تبلیغ ۱۲ سے ۱۶ نومبر تک فیروز پور قیام کا موقعہ ملا۔ یہاں کی جماعت چند قیمتی ہستیوں پر مشتمل ہے۔ ہمارے محترم بزرگ میاں عبد الغفور صاحب گھڑی ساز ایک پرانے احمدی ہیں۔ جنہوں نے اس سلسلہ کی خاطر بڑی بڑی مصائب و مشکلات برداشت کی ہیں۔ لیکن بایں دنیا کی کوئی طاقت اُنکے آہنی عزم اور اُن کے جذبہ ایمان کو متزلزل نہیں کر سکی۔ اگرچہ بوجہ پیری سوائے اپنے مکان اور اپنی دکان کے کسی اور جگہ کم حرکت کرتے ہیں۔ لیکن اس عہد سے غافل نہیں ہوتے جو انہوں نے مجدد زماں علیہ السلام کے ہاتھ پر کیا اور صبر و استقامت سے فریضۂ تبلیغ کو ادا کر رہے ہیں۔ اُن کی زندگی ایمان اور صبر و استقامت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ ان کی وساطت سے کئی ایک اصحاب سے تبادلہ افکار کا موقعہ ملا۔ شیخ محمد حسین صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر ان دنوں فیروز پور سے باہر تھے اس لئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ہمارے نوجوان دوست محمد حسن خان صاحب محکمہ بجلی میں ملازم ہیں ان کی زندگی پر جس قدر غور کرتا ہوں انہیں خوبیوں کا ایک مجموعہ پاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ذات سے انہیں ایک والہانہ عقیدت ہے جماعت کی ہر تحریک پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے لوگوں میں سے ہیں علم دین کی تحصیل کی ایک نرالا پیار رکھتے ہیں جو وقت مل سکتا ہے تفسیر قرآن اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ میں صرف کر دیتے ہیں۔ اور امر حق کا پہنچانا اُن کی غذائے روح بن گیا ہے۔

محترم دوست برکت علی صاحب ٹکٹ کلکٹر بھی اگرچہ قلیل الفرصت ہیں اور ایک بڑے کنبے کے کفیل ہیں مگر ان میں سے کوئی چیز انہیں جماعتی اجتماعات میں شرکت یا ایثار و قربانی سے باز نہیں رکھتی۔ اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور انہیں پہلے سے زیادہ نیکی و تقویٰ اور خدمت دین کی توفیق عطا کرے

سب سے زیادہ خوشی دوران قیام میں یوں تو کثیر احباب سے جن میں ایک قادیانی دوست بھی تھے گفتگو کا موقعہ ملا جو بفضلہ تعالےٰ مفید ثابت ہو گی لیکن مجھے سب سے زیادہ خوشی حکیم محمد سیف الدین صاحب کی ملاقات سے ہوئی جن کے پاس مجھے محترم برادرم محمد حسن خاں صاحب لے گئے۔ ان کے حالات سے پہلے واقفیت نہ تھی لیکن گفتگو سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی اختلاف کے بعد جماعت لاہور کے خیالات سے متفق رہے لیکن زندگی خلوت گزینی میں بسر کی، اگرچہ اس خلوت گزینی میں بھی انہوں نے اپنے طور پر دعوت و تبلیغ کو جاری رکھا۔ میں نے محترم حکیم صاحب قبلہ سے درخواست کی کہ اب چونکہ وہ کئی ایک علائق سے آزاد ہیں اس لئے کچھ وقت جماعت کو دیں اور اپنے علم و فضل سے دوسرے احباب کو کچھ فائدہ پہنچائیں۔ سو الحمد للہ حکیم صاحب اس پر مستعد ہو گئے اور مجھے مسرت ہے کہ مذکورۃ الصدر احباب کی مجلس میں محترم حکیم صاحب کی شمولیت زیادہ رونق اور جوش و خروش کا موجب ہو گی

باقی بر صفحہ

برادرانِ جماعت کیلئے ایک ضروری خط

برادرانِ محترم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

خدا کے فضل و احسان سے ہمارا اٹھائیسواں سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے اس قومی اجتماع کی اہمیت آپ سے مخفی نہیں۔ اس کی بنیاد خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی اور اپنے متبعین کو آپ نے بڑی تاکید فرمائی کہ وہ زندگی بھر کے لئے یہ عہد کریں کہ ہر سال مقررہ ایام میں وہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر حاضر ہوں گے اور سوائے کسی ایسی مجبوری کے جو انسانی اختیار سے باہر ہو اس اجتماع میں شامل ہونا اپنا فرض سمجھیں گے۔

یہ عریضہ دو گذارشات کا حامل ہے اول یہ کہ آپ خود اپنے اہل و عیال سمیت جلسہ سالانہ میں شریک ہوں بلکہ ایسے احباب کو بھی جو جماعت کے قریب ہوں اور ہماری تحریکات سے دلچسپی رکھتے ہوں یا آپکے زیر تبلیغ ہوں ہمراہ لاویں تاکہ وہ بچشم خود اس چھوٹی سی جماعت کی کارگذاری کا مشاہدہ کر سکیں۔ اپنی جماعت کا تو کوئی دوست ایسا نہ ہو جو جلسہ سالانہ میں شمولیت سے محروم رہے ان چند ایام کو خدا کے ایام سمجھا جائے اور سب دوست ملکر اجتماعی تعاون اور قوم کے تعمیری پروگرام میں حصہ لیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ اخراجات جلسہ سالانہ کے لئے بھی آپ کچھ امداد فرماویں ہمارے احباب کی دوگونہ حیثیت ہے، وہ خود ہی مہمان بھی ہیں اور میزبان بھی میزبان کی حیثیت سے اخلاق اسلامی اور اکرام ضیف جو ہر مسلمان کی شان ہونی چاہئے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے احباب کو اخراجات مہمانداری اور اپنے بھائیوں کی تواضع میں حصہ لینا چاہئے سالہا سال سے یہی دستور ہے کہ لاہور اور بیرونجات کے تمام دوست جلسہ کے اخراجات میں بصورت جنس یا نقدی حصہ لیتے ہیں اور باہم مل کر اس تقریب کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

امسال جلسہ سالانہ کے اخراجات کے لئے جماعت نے جملہ احباب اور بیرونی جماعتوں کے ذمہ کچھ رقوم لگائی ہیں ازراہ کرم یہ رقوم اپنی پہلی فرصت میں ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور کارکنان انجمن کو شکر گذاری کا موقع دیں۔ یہ رقوم چونکہ اخراجات جلسہ کے لئے ہیں اس لئے شروع دسمبر تک ان کا پہنچ جانا ضروری ہے تاکہ انتظام اخراجات کے لئے دقت پیش نہ آئے۔ والسلام مع الاکرام

خاکسار: مسعود بیگ اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ

نوٹ: تشریف آوری کی اطلاع مہتمم جلسہ سالانہ کے پتہ پر ارسال فرماویں ۔:

متفرق خیالات

ایس محمد آصف قادیانی بی۔ اے

معاصر الفضل کا عذر لنگ

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ایک نوٹ سید منظور علی شاہ صاحب رئیس قادیان کے متعلق لکھا تھا۔ جسمیں ہم نے بتایا تھا کہ سید صاحب موصوف کے متعلق معاصر الفضل کی روش بہت غیر ذمہ دارانہ ہے معاصر مذکور پہلے سید صاحب موصوف کے متعلق "رئیس قادیان" کی اصطلاح استعمال کرتا رہا ہے لیکن اب کسی اختلاف کیوجہ سے اس "خطاب" پر خط تنسیخ کھینچ دیا گیا ہے اور نوبت یہانتک پہنچ گئی ہے کہ اگر کوئی دوسرا اخبار ان کے لئے "رئیس قادیان" کی اصطلاح استعمال کرے تو اس پر شور مچنا شروع ہوجاتا ہے کہ معاندانہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے ہم نے مدیر الفضل کو اسطرف توجہ دلائی کہ اگر سید صاحب مذکور کے متعلق "رئیس قادیان" لکھنا معاندانہ پروپیگنڈا ہے تو معاصر الفضل کا دامن بھی اس معاندانہ روش سے آلودہ ہے الفضل میں بھی سید صاحب کیلئے "رئیس قادیان" کی اصطلاح ہی استعمال ہوتی رہی ہے اس کا الفضل نے مورخہ ۱۴ نومبر کے شیوع میں جواب دیا ہے کہ الفضل کے رپورٹر نے غلطی کے ساتھ سید صاحب کے نام کے ساتھ رئیس قادیان لکھ دیا تھا یہ تو محض عذر لنگ ہے اگر غلطی کے ساتھ ایسا ہوا تھا تو سوال یہ ہے کہ اس غلطی کی آج تک تردید کیوں نہیں ہوئی؟ اگر اسے غلطی ہی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی اس کی ذمہ داری مدیر الفضل پر ہی عائد ہوتی ہے اور مدیر الفضل سے یہ غلطی کیونکر ہوسکتی ہے جب کہ ایک دنیا جانتی ہے کہ ابھی کل کی بات ہے کہ مدیر الفضل اور سید صاحب مذکور کی گاڑھی چھنتی تھی ایسی غلطی کا احتمال تو وہاں ہوسکتا ہے جہاں ناواقفیت ہو اور یہاں تو وہ احتمال بالکل مفقود ہے اور مدیر الفضل نے عام وضع داری کو بھی خیرباد کہہ دیا ہے ہم تو نیرنگئ دوراں دیکھ کر حیران ہیں۔

ہمارے خیال میں اس عذر لنگ کی بجائے خاموشی زیادہ بہتر تھی!

شکوۂ بیجا

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے ایک دعا کے ضمن میں فرمایا تھا۔

"اے آقا! ایسا نہ ہو کہ ہم یہودیوں کی طرح دنیا کو غرض بنا کر دین کو پھیلانا ہی چھوڑ دیں جیسے آج مسلمانوں کی حالت ہوگئی ہے یا عیسائیوں کی طرح غلو کرکے ایک غلط عقیدہ کی ترویج کیلئے اپنی طاقتوں کو تباہ کردیں جیسے آج ہمارے قادیانی دوستوں کی حالت ہوگئی ہے۔"

اس پر مولوی ابوالعطا صاحب جالندھری کو شکوہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے مندرجہ بالا دعا میں جماعت قادیان کو ضالین قرار دیا ہے کیونکہ وہ عیسائیوں کی طرح غلو کرکے ایک غلط عقیدہ کی ترویج کے لئے اپنی طاقتوں کو تباہ کر رہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں ضالین سے وہ لوگ مراد ہیں جو سیدھی راہ سے ہٹ گئے اور یہ بھی درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو ضالین میں شامل کیا ہے کیونکہ وہ بہائم کیطرح بغیر سوچے سمجھے حضرت مسیحؑ کو خدا جانتے ہیں چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ "کہ ضالین اس لئے ضالین ہیں کہ وہ مسیح کو خدا مانتے ہیں" یعنی وہ غلو کرکے ایک غلط عقیدہ کی ترویج کرتے ہیں اور اس غلط عقیدہ کی ترویج کی وجہ سے ہی انہیں ضالین کہا گیا ہے انہوں نے خداوند تعالے کے ایک نبی کو خدا بنا لیا اس لئے وہ ضالین ہوئے لیکن وہ لوگ جنہوں نے غلو کرکے امت محمدیہ کے ایک مجدد اور محدث کو نبی بنا لیا اور اکناف عالم کے تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا انہیں کیا کہا جائیگا اور کس گروہ میں شامل کیا جائیگا؟ جماعت قادیان کے لئے یہ مقام غور ہے۔

باقی رہا تعظیم کا سوال کہ جماعت قادیان دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعظیم کرتی ہے تو اس پر عرض ہے کہ کسی کی شخصیت میں غلو کرنا اس شخصیت کی تعظیم نہیں ہوا کرتی کیا عیسائی لوگ مسیح علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتے؟ وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم دل سے مسیح علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہیں لیکن خدا تعالے کے ایک برگزیدہ کی تعظیم یہی ہے کہ اس برگزیدہ کو اسکا صحیح مقام دیا جائے۔ جس طرح مسیح علیہ السلام کو نبوت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام تک پہنچا دینا صحیح تعظیم نہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجددیت اور محدثیت کے مقام سے اٹھا کر مقام نبوت تک پہنچا دینا ان کی تعظیم نہیں بلکہ غلو ہے۔ اور غلو کیا ہے سیدھی راہ کو چھوڑ دینا اور اس غلو اور سیدھی راہ کو چھوڑ دینے کو قرآن مجید کی اصطلاح میں کیا کہیں گے یہ ہم مولوی صاحب مذکور کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس پر روشنی ڈالیں۔

ہم متفق ہیں

"معارف" جو مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ ہے اس کے نومبر ۱۹۴۷ء کے شیوع میں جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رقمطراز ہیں:۔

"قوموں کی زندگی کی اصل روح چند حقیقتوں پر یقین ہے یہ یقین جس شدت اور استحکام کے ساتھ ہوگا اسی قدر اس قوم کی زندگی کی روح تازہ، تابندہ، پائندہ اور سرگرم عمل ہوگی۔ یہی ایک روح جب متعدد افراد انسانی میں جلوہ گر ہو تو وہ کل مل کر ایک حقیقی جماعت کی شکل پیدا کرتی ہے اور جب ایسے افراد کی تعداد قابل لحاظ حد تک پہنچ جاتی ہے تو ایک بڑی قوم یا بڑی ملت کا وجود ہوجاتا ہے۔ اور ان کے درمیان ان چند حقیقتوں پر یقین اتصال کا وہ نقطہ اور اجماع کا وہ مرکز بن جاتا ہے جس پر اگر اس قوم و ملت کے سارے دائرے ختم ہوتے ہیں جس حد تک ان حقیقتوں کا یقین ان افراد میں پایا جائیگا اسی قدر ان افراد کی اجتماعی طاقت اور متحدہ قوت ناقابل شکست ہوگی زوال پذیر قوم میں یقین کی یہی گرہ کھل جاتی ہے اور وہ یقین جس نسبت سے زائل ہونے یا سست پڑنے لگتا ہے اسی نسبت سے اس کے افراد کی اجتماعی اور مرکزی طاقت کمزور ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ مٹتے مٹتے بالکل مٹ جاتی ہے"۔

ہمیں محترم مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے مندرجہ بالا بیان سے مکمل اتفاق ہے سو جب تک مسلمانوں کے قلوب میں اسلامی حقیقتوں پر محکم یقین اور ایمان پیدا نہیں ہوگا اس وقت تک ان کے اندر ایک زبردست اجتماعی طاقت اور متحدہ قوت نہیں پیدا ہوسکتی لیکن سوال یہ ہے کہ اسلامی سواد اعظم میں وہ کونسی جماعت ہے جس نے اس حقیقت کو اصول قرار دیکر جدوجہد کی ہو۔ کہیں مسلمانوں کے تعلیمی تنزل کو ہی ان کے انتشار اور زوال کا سبب قرار دیا گیا تو کہیں سیاسی انحطاط کو ہی اس کی علت سمجھا گیا ہے۔ ٹرکی، مصر، ایران اور دیگر اسلامی ممالک کی گذشتہ پچاس سالہ تاریخ کو ملاحظہ کیجئے گا۔ جمال الدین افغانی، سر سید احمد خاں اور مصطفےٰ کمال کی بلند پایہ شخصیتوں کو نظر غائر سے مطالعہ کیجئے گا تو آپکو ہر جگہ خلوص تو یقیناً نظر آئیگا لیکن ان کی کشمکش کی اساس میں آپ کو وہ اصول کہیں بھی نظر نہیں آئیگا جس کی طرف جناب نے اپنے مندرجہ بالا بیان میں اشارہ کیا ہے مغربی نظام تعلیم اور مغربی فالیطی اور تہذیب وتمدن کی تقلید یقیناً مسلمانوں کے سواد میں ان خصوصیات کو پیدا نہیں کرسکتی جس سے اسلامی حقیقتوں پر شدت کے ساتھ یقین پیدا ہو اور یہ گرہ نہ کھل سکے۔

ہم بڑے وثوق سے عرض کرسکتے ہیں کہ وہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے خدا اور رسول پر زندہ ایمان کو اصول قرار دیا اور بقول سر اقبال مرحوم کے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی اور صرف نمونہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس اصول یعنی "ان حقیقتوں" کی اشاعت میں بھی سعی بلیغ کی ہے اور صرف اشاعت اسلام ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کی ہے اور ہم خدا تعالے کے فضل سے نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق کی اتنی توفیق کسی اسلامی جماعت کو نہیں ملی جتنی کہ جماعت احمدیہ لاہور کو خدا تعالے نے دی ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ آج جناب سید صاحب موصوف جیسے صاحب علم علماء بھی اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں جس پر بہت عرصہ ہوا جماعت احمدیہ عمل پیرا ہو چکی ہے ۔

بقیہ صفحہ ۶

۱۵ ازدہ کو نماز جمعہ سب احباب نے میاں عبدالغفور صاحب کے ہاں ادا کی جس میں راقم الحروف نے حضرت مسیح موعود کی تحریک کی اہمیت کو واضح کیا آئندہ نماز جمعہ انشاء اللہ تعالیٰ حکیم صاحب پڑھایا کریں گے

حکیم صاحب موصوف ایک بڑے فاضل انسان ہیں قرآن مجید سے بڑا عشق رکھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی کتب پر کافی عبور رکھتے ہیں۔ میں ان سے گفتگو کرکے ان کے قرآن مجید سے استنباط مسائل اور قوت اجتہادی سے بہت متاثر ہوا اللہ تعالے ان کے علم وفضل کو جماعت کے تعمیری پروگرام میں ممد ومعاون بنائے کیونکہ اس وقت جبکہ تمام امتدین کی طرف سے مطلقاً غفلت اختیار کر چکی ہے صرف یہی جماعت ہے (ص)

(ص) جو اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے اس کی عظمت کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ اگرچہ ہم قلیل ہیں لیکن باعتبار سوز و گداز در جذبہ خدمت اسلام سب سے بڑھ کر ہیں۔ اس لئے اس قلیل جماعت کی نصرت دین محمد کی نصرت ہے۔

ہمارے مسیحا

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو ـ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

جہاد

(از جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت اقدس کی فتح

جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس طرح سے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا جلسہ کے ایک کونہ سے مفتی محمد صادق صاحب حضرت اقدس کا جواب لے کر کھڑے ہوئے اور "زندہ رسول" والے لیکچر کی تردید کرنے لگے۔ الحمد للہ کیا بیان کروں۔ کہ وہ جواب کیسا تھا۔ قادیان میں بیٹھ کر ایک ایسی تقریر کا جواب دیا گیا۔ جو ابھی ہونے والی تھی۔ مگر اس تقریر کو اس طرح رد کیا گیا۔ کہ گویا وہ سامنے لکھی پڑی ہے۔ تمام ان دلائل کی اسی ترتیب سے تردید کی گئی جس ترتیب سے وہ بیان کئے گئے تورات۔ انجیل۔ قرآن۔ حدیث سے جو ثبوت دئے گئے تھے۔ یکے بعد دیگرے رد ہوتے چلے گئے۔ اور ترتیب میں سر مو بھی فرق نہ آیا۔

بشپ صاحب کی حیرت اور اعتراف بے بسی

آخیر پر وہ زبردست دعوے تھا جو حضرت اقدس ہمیشہ کرتے تھے۔ اس کا ماحصل یہ تھا۔ میں نے ثابت کر دیا کہ مسیح مر چکا۔ اور اسی طرح جس طرح لوگ مرتے ہیں۔ اب میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہمیشہ کی زندگی صرف ایک انسان کے لئے ہے۔ اور وہ ذات قدسی صفات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ چنانچہ اسی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے میں آیا ہوں۔ اور ہر وقت اپنے مولا اور آقا کی دائمی زندگی ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جب یہ الفاظ پڑھے گئے تو بشپ صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مضمون اس شخص کا نہیں جو پڑھ رہا ہے۔ بلکہ اس بے نظیر انسان کا ہے۔ جو لاہور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے جواب میں بشپ صاحب نے کہا۔ تو حقیقت یہ کہ میں مصر میں رہا ہوں۔ ایران میں رہا ہوں۔ اسلامی ممالک میں پھرا ہوں۔ ہر جگہ یہی سنتا رہا ہوں کہ مسیح زندہ ہے۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ میں نے سنا کہ کسی اسلامی فرقہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ مسیح مر گیا۔ مرزا صاحب کا عقیدہ بالکل نیا ہے۔ اور اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

حضرت اقدس کا بشپ صاحب کو چیلنج

حضرت اقدس نے صرف "زندہ رسول" پر ہی مضمون لکھ کر نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ ایک بڑا لمبا چوڑا اشتہار بھی بھیجا تھا جس میں یہ درج تھا۔ کہ بشپ صاحب نے ہمارے رسول کو ایک ایسے موقعہ پر جہاں اسلام کی طرف سے کوئی جواب دینے والا نہ تھا۔ گنہگار کہا ہے۔ اور یہ ظلم عظیم ہے۔ اگرچہ کسی نبی یا رسول کے لئے صرف گناہوں سے پاک ہونا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بہت سی اور باتیں ہیں جن پر صداقت کا انحصار ہے۔ لیکن میں یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ہمارے رسول اس بات میں بھی حضرت مسیح سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اور بشپ صاحب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بارہ میں مجھ سے مباحثہ کریں۔

احمدی وفد سے بشپ صاحب کی ملاقات

دوسرے روز احمدیوں کا ایک ڈیپوٹیشن شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور کی قیادت میں بشپ صاحب کے بنگلہ پر گیا میں اس ڈیپوٹیشن میں شامل تھا۔ اور سب ممبروں میں کم عمر تھا۔ بشپ صاحب بہت اچھی طرح ہم سے ملے۔ اور نہایت نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ اور ہم سب کو اپنی عالی شان کوٹھی کے نرم گدیلوں پر بٹھایا شیخ رحمت اللہ صاحب نے وفد کے آنے کی غرض بیان کی۔ اور کہا۔ کہ "آپ نے لیکچروں کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم مسلمانوں میں بہت دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ متنازعہ فیہ مسائل پر مفصل بحث ہو جائے" بشپ صاحب نے کہا کہ میری تو عین خواہش ہے۔ کہ ایسا مباحثہ ہو۔ اور میں مباحثہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ آپ لوگ اپنا نمائندہ تجویز کر لیں۔ اور مجھے اطلاع دیں۔" اس کے بعد شیخ صاحب نے حضرت اقدس کا اشتہار پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ اشتہار اسی معاملہ سے متعلق ہے۔ آپ اس کو پڑھ کر اپنی فرصت کے وقت جواب دیں۔ اس کے بعد بشپ صاحب نے ہمیں اسی خندہ پیشانی سے رخصت کیا۔ اور سب کے ساتھ مصافحہ کیا۔

اقرار کے بعد انکار حضرت اقدس کے نام کا رعب

ہم لوگ بشپ صاحب کے بنگلہ سے نکل کر ابھی سڑک پر ہی پہنچے تھے۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہا۔ کہ آپ لوگوں کو بشپ صاحب بلاتے ہیں ہم واپس گئے۔ تو دیکھا۔ کہ نہ تو وہ پہلے سے بشپ صاحب ہیں نہ وہ خندہ پیشانی نہ وہ اخلاق۔ انہوں نے جلدی جلدی ہم سے کہا۔ کہ جب یہ اشتہار آپ لوگوں نے مجھ کو دیا تھا۔ میں یہ سمجھا تھا۔ کہ یہ مولوی ثناء اللہ یا کسی اور مولوی کی طرف سے ہے۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مرزا صاحب کی طرف سے ہے۔ سو میں مرزا صاحب سے بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر بشپ صاحب بنگلہ کے اندر اس تیزی اور پھرتی سے داخل ہوئے اور غم اور غصہ کی لہر ان کے چہرہ پر دوڑ رہی تھی۔ اور ان کی گھبراہٹ ان کے دل کی پریشانیوں کو ظاہر کر رہی تھی۔ کہ گویا باہر کوئی ان کو گرفتار کرنے کے لئے کھڑا ہے جس سے وہ بچنا چاہتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے رہ گئے۔ مگر ہمارے دل سرور سے بھر گئے جب ہم نے دیکھا۔ کہ ہمارے امام کا اس قدر رعب کفار پر ہے۔

بحث سے فرار کے لئے بشپ صاحب کے عذرات لنگ

حضرت اقدس کو ان حالات کی اطلاع دی گئی۔ حضور کے ایماء سے فوراً ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں غیر از جماعت معزز اصحاب بھی شامل ہوئے۔ اور پھر ان سب اصحاب کے دستخطوں سے بشپ صاحب کی خدمت میں ایک چٹھی کے ذریعہ درخواست کی گئی۔ کہ وہ حضرت کے ساتھ "نبی معصوم" "زندہ رسول" اور دیگر متنازعہ فیہ مسائل پر بحث کریں۔ یہ چٹھی انگریزی اخباروں میں شائع کرائی گئی بشپ صاحب نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ وہ موسم گرما کی وجہ سے شملہ جا رہے ہیں اس واسطے وہ بحث نہیں کر سکتے۔ اس پر ان کو لکھا گیا۔ کہ حضرت اقدس شملہ جا کر بھی بحث کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کا جواب بشپ صاحب نے یہ دیا۔ کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود کا دعوےٰ کر کے ایک ایسا نام اختیار کیا ہے۔ کہ وہ ان کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔

بشپ صاحب پر اتمام حجت

اس کے جواب میں حضرت مولینا محمد علی صاحب نے یہ لکھا کہ آپ کا جواب مرزا صاحب کو دکھایا گیا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ہر ایک آدمی سے اتنی محبت ہے جتنی ایک ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے۔ البتہ غلط عقائد سے دشمنی ضرور ہے۔ اور بشپ صاحب تو حضرت مسیح کے پیرو ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ اپنے دشمن سے بھی پیار کرو لیکن اگر میرے دعوے مسیح موعود کے متعلق بھی بشپ صاحب مباحثہ کرنا چاہیں۔ تو اس مسئلہ پر بھی بحث کر لیں۔

حضرت اقدس کے مقابلے پر بشپ صاحب کا فرار

یہ جواب بھی انگریزی اخباروں میں چھپوایا گیا۔ اور مجھے یاد ہے۔ کہ سول ملٹری گزٹ نے بڑے زور سے لکھا۔ کہ اب بشپ صاحب کو مقابلہ میں نکلنا چاہئے۔ اور کہ لیکچروں کا سلسلہ خود انہوں نے شروع کیا۔ اور اب جب کہ مقابلہ کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تو ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ مقابلہ کے لئے نکلیں۔ ورنہ ان کا انکار مسیحی مذہب کے لئے بہت قابل شرم اور باعث بدنامی ہو گا۔ غرض ہر طرح سے بشپ صاحب کو مقابلہ کے لئے بلایا گیا۔ مگر وہ مقابلہ کے لئے نہ نکلے۔ اور اخیر پر یہ کہہ دیا۔ کہ میں کسی صورت میں بھی مرزا صاحب سے بحث نہیں کروں گا۔

حضرت اقدس نے صحیح جہاد کو جاری کیا

اس کے بعد بشپ صاحب کافی عرصہ لاہور میں رہے مگر پھر کبھی لیکچر کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اپنے زمانہ قیام کو ایسی خاموشی

نوائے ما بہ نہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا روزانہ آرگن

پیغام صلح

جلسہ نمبر

ایڈیٹر محمد انعام الحق

قیمت فی پرچہ ۲ر — ایک روپیہ میں دس کاپیاں

جلد ۲۸ — لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۲ ذیقعد ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء — نمبر

پیشکش

جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ اجتماع کی مبارک تقریب پر "پیغام صلح" حسب معمول اپنا جلسہ نمبر پیش نظر کر رہا ہے۔ اس پرچہ میں امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب اور دیگر متعدد بزرگان و احباب قوم کے مضامین درج ہیں جن میں اس سالانہ اجتماع کی غرض و غایت، اہمیت اور تحریک احمدیت کے عقائد و مقاصد اور خدمات اسلامی پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مضامین ہماری جماعت کے افراد کے قادیانی اور غیر از جماعت حضرات کے مطالعہ اور غور و فکر کے مستحق ہیں۔ لہذا میں انتہائی خلوص کے ساتھ

اپنی جماعت کے بزرگوں دوستوں اور خواتین سے

گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس پرچہ کو نہایت توجہ سے پڑھیں اور اپنے ان فرائض کو سمجھنے اور ادا کرنے کی کوشش کریں جو کہ اس دینی اجتماع کے متعلق ان کے ذمہ ہیں۔ اپنی خواتین، نوجوان، بچوں، بچیوں کو بھی یہ نمبر پڑھائیں۔ قادیانی اور غیر از جماعت اصحاب میں اسے بکثرت تقسیم کریں۔

قادیانی حضرات سے میں بصد خلوص صرف یہ عرض کروں گا کہ وہ ایک مرتبہ نظر انصاف سے اس پرچہ کا مطالعہ کر لیں اور پھر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ کی تقریب کس مقصد کے لئے قائم کی تھی اور وہ مقصد لاہور اور قادیان میں سے کس جگہ پورا ہو رہا ہے اور انہیں کدھر شریک ہونا چاہئے۔

غیر از جماعت اصحاب سے بھی میں صرف اسی قدر التماس کروں گا کہ ان صفحات کو بالکل غیر جانبداری سے پڑھ لیں اگر انہیں اس میں کہی ہوئی باتیں معقول مفید اور پُر خلوص معلوم ہوں اور ہمارا مقصد اچھا اور ہماری جد و جہد احسن دکھائی دے تو پھر وہ اس اجتماع میں تشریف لانے کی کوشش کریں اور ہمارے لٹریچر کا مزید مطالعہ فرمائیں حقیقت ان پر خود بخود واضح ہو جائے گی اور انہیں صاف نظر آ جائے گا کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہمارے مخالفین کیا کہہ رہے ہیں۔

اس نمبر کیلئے جن بزرگوں اور دوستوں نے اپنے قیمتی مضامین عنایت فرمائے ہیں اُن کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ اجر دے۔ پرچہ کی ترتیب و تدوین اور فراہمی مضامین میں میرے محترم شریک کار شیخ محمد آصف صاحب کا کافی حصہ ہے۔ ان کی قابل قدر مساعی کا بھی میں ممنون ہوں۔

محمد انعام الحق
ایڈیٹر پیغام صلح

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوششیں اس بات کیلئے کریں کہ ان کے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے ۔

جماعت احمدیہ کی روحانی اور اخلاقی خصوصیات

"میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں۔ اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے۔ اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کریگا۔ اور مجھے دکھائیگا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں۔ اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں، میں بہت خوش ہونگا۔ اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے۔ جس کے نمونے سے لوگوں کو خدا یاد آوے۔ اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں۔ اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھکر اور یہ کہکر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جاکر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ کہ صرف دنیا ہی دنیا انکے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ انکی نظر پاک ہے نہ انکا دل پاک ہے اور نہ انکے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے۔ اور نہ انکے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں۔ کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اسکی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے۔ اور اپنی تمام خودداری کو الوداع کہکر میرے پیچھے ہو لے میں اس شخص کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے۔ اور جہاں سڑے گلے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کیلئے ایک جماعت ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا۔ جو صدق اور وفا میں اُن سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے۔ جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں، کوئی نہیں جو آسمانی کشش روک سکے۔ بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر اور فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ شاید ان کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں، اور اتفاقی طور پر شہرتیں اور قبولیتیں ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی خیال پلید تر نہیں۔ اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں۔ خدا اُن کو ذلت سے مارے گا۔ کیونکہ وہ خدا کے کارخانہ کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گزارتے ہیں اور مرنے کے بعد بجز جہنم کی آگ کے اُن کے حصہ میں کچھ نہیں ۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۵، ۷۶)

جلسہ سالانہ میں شمولیت

کیلئے

برادران اسلام کو دعوت

(از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

برادران مکرم! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہو رہا ہے اس کی چند خصوصیات کو آپکے سامنے پیش کر کے میں آپسے درخواست کرتا ہوں کہ آپ تین دن کیلئے اس اجتماع میں شمولیت فرما کر کارکنان انجمن کو شکرگزاری کا موقعہ دیں۔

۱۔ عالم اسلامی میں یہ واحد انجمن ہے جس نے اتحاد اسلام کو اس کی اصل بنیاد پر کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے قائم کر کے اس خیال کو دوبارہ زندہ کیا ہے جس سے مسلمانوں کی قوت مجتمع ہو کر اعدائے اسلام کے مقابل پر صرف ہو سکتی ہے اور اسلام کا قدم آگے بڑھ سکتا ہے

۲۔ تمام دنیا کے مسلمانوں میں یہ ایک ہی گروہ ہے جو ختم نبوت کا اس صحیح معنی میں قائل ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ کیونکہ نبوت کا کام آنحضرت صلعم کی آمد کے ساتھ اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اس لئے اب نہ نبوت کا کوئی کام باقی ہے نہ نبی کی ضرورت۔

۳۔ سارے عالم اسلامی میں یہ ایک ہی جماعت ہے جس نے مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم، سیرت نبوی کے تراجم، تعلیمات اسلامی کے تراجم ہزارہا کی تعداد میں **مفت** شائع کر کے یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں اور بڑے بڑے آدمیوں تک انہیں پہنچایا ہے۔

۴۔ سارے عالم اسلامی میں یہ ایک ہی انجمن ہے جس کے سامنے تبلیغ اسلام کا واحد مقصد ہے اور جس کی تمام تر توجہ اسی ایک واحد مقصد پر صرف ہوتی ہے۔

اس لئے اس انجمن کے جلسہ میں شمولیت ان مقاصد کو قوت دینے کے مترادف ہے جو تبلیغ اسلام اور قرآن کریم کے دنیا میں پہنچانے کے کام سے تعلق رکھتے ہیں۔ جلسہ میں تمام تقریروں اور لیکچروں کی غرض ایک ہی ہوتی ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کس طرح ہو۔ قرآن کریم کس طرح دنیا میں پہنچے۔ غیر مسلموں کو اسلام کا خوبصورت چہرہ کس طرح دکھایا جائے۔ اسلام کا اتحاد کس طرح قائم ہو۔ محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کس طرح دلوں میں بٹھائی جائے؟ آپ مختلف مجمعوں میں شامل ہوتے ہیں، اس کیلئے خرچ کرتے ہیں، تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس مجمع میں بھی شامل ہونے کیلئے تھوڑی سی تکلیف اٹھائیں جس کی غرض اسلام کو دنیا میں غالب کرنا ہے۔ میں یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرونگا کہ اس وقت جنگ یورپ نے اس وعدہ کو قریب کر دیا ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر قرآن حکیم میں دیا گیا تھا لیظہرہ علی الدین کلہ کہ اللہ تعالیٰ بالآخر ساری مخالفتوں کو توڑ کر عیسائیت کی مخالفت کو بھی توڑ کر دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کر دیگا۔ آیئے اور اس جلسہ میں شامل ہو کر وہ راحت حاصل کیجئے جس کیلئے ہر مسلمان کی روح تڑپ رہی ہے کہ خدا اور اس کے رسول کا نام جس طرح مشرق میں پھیلا ہے مغرب میں بھی پھیلے اور دنیا خدائے واحد کے سامنے سر جھکا کر ان مصائب سے نجات حاصل کرے جن میں مال کی پرستش نے اسے مبتلا کر دیا ہے۔ والسلام۔ خاکسار

محمد علی

احباب قادیان کو دعوت

(از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

برادران مکرم! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہو رہا ہے میں آپ کو بھی اس جلسہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ ان ایام میں گھر سے نکلے ہیں۔ سفر کی تکلیف بھی اٹھائی ہے۔ تھوڑی سی مزید تکلیف سے آپ ہمارے جلسہ میں بھی ایک دو دن کیلئے شمولیت اختیار کر سکتے ہیں۔ کم سے کم یہ تو آپ بھی مانتے ہوں گے کہ ہم بھی مسیح موعود کی ایک شاخ ہیں۔ اور حضرت اقدس نے قرآن کریم کا ترجمہ دنیا میں پھیلانیوالی جماعت کے لئے

"میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ان الفاظ کی وہ عزت کریں جس کے یہ حقدار ہیں۔ ظاہر ہے کہ جماعت قادیان کے خواہ اور کتنے بڑے بڑے کام ہوں لیکن قرآن کریم کے ترجمے کو مغربی دنیا میں پھیلانے کی جو تڑپ آج سے پچاس سال پیشتر حضرت مسیح موعود کے دل میں اٹھی تھی وہ جماعت لاہور کے ذریعے سے ہی پوری ہوئی۔ یہاں تک کہ انگریزی، جرمن، ڈچ تین زبانوں میں ترجمہ کر کے پچاس ہزار کاپی دنیا میں پھیلا دی۔ جن میں بارہ ہزار مفت اشاعت کی کاپی ہے۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ مغرب سے طلوع آفتاب کی پیشگوئی کو حضور نے اپنے اوپر چسپاں کر کے اس سے مراد مغرب میں نور اسلام کا پھیلانا لیا ہے۔ اس کا ظہور بھی جس قدر ہماری جماعت کے ذریعے سے ہوا ہے کہ یورپ میں تین مشن ہم قائم کر چکے ہیں اور چوتھا تیار ہے۔ اس قدر اس کا ظہور جماعت قادیان کے ذریعے سے نہیں ہوا۔ اس لحاظ سے بھی آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ نور اسلام سے مغرب کو منور کرنیوالی جماعت مسیح موعود کی ہی شاخ ہو سکتی ہے۔

عقائد کے لحاظ سے بھی یہ تو آپ کو مسلم ہے کہ ۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک یعنی گیارہ سال تک جو کچھ دعوی حضرت مسیح موعود کا نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق تھا اس پر ہم قائم ہیں۔ اس وقت بھی آپ حکم و عدل تھے پس ہم آپکے دعوے سے منحرف نہیں۔ ہاں آپ کا خیال ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے دعوی تبدیل کر لیا تھا اور زندگی کے پچھلے سات سال میں آپ مدعی نبوت تھے جس سے آپکی پہلی تحریریں منسوخ ہو گئیں اس کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ بہرحال جو دعوی آپ نے ۱۸۹۱ء میں کیا اور جو آپ کے نزدیک ۱۹۰۱ء تک اور ہمارے نزدیک ۱۹۰۸ء تک رہا۔ اس کو ہم مانتے ہیں۔

پس ہمارا کام بھی حضرت مسیح موعود کا کام ہے اور ہمارے عقائد بھی حضرت مسیح موعود کے عقائد ہوئے۔ تو آپ کو اس سے تو انکار نہ ہونا چاہئے کہ ہم بھی حضرت مسیح موعود کی شاخ ہیں۔ اس لئے اس کام کو بھی ایک نظر دیکھیں جو حضرت مسیح موعود کی یہ دوسری شاخ کر رہی ہے۔ آخر وہ چند کام کو دیکھ کر آپ کو خوشی ہی ہونی چاہئے۔ تو اس خوشی کو اگر آپ خاص تکلیف اٹھائے بغیر حاصل کر سکتے ہوں تو کیوں نہ حاصل کریں۔ اور شاید اس مشاہدہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود کے مسلک کو ہم نے نہیں چھوڑا۔ اور آپ کو جو بعض غلط فہمیاں ہمارے متعلق ہیں وہ بھی دور ہو جائیں۔ والسلام۔ خاکسار

محمد علی

جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے اپنی جماعت کو دعوت

برادران و خواہران محترم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

خطبہ جمعہ میں میں اپنے احباب کو شمولیت جلسہ کی دعوت دے چکا ہوں اور ان میں سے بہت تو ابھی تیاری کر چکے ہوں گے۔ لیکن با ایں میرے دل میں یہ تڑپ ہے کہ میرا یہ پیغام جماعت کے ہر ایک فرد کو دوبارہ بھی پہنچ جائے۔ یہ تڑپ کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ جن احباب سے مجھے محبت ہے جب میں جلسہ سالانہ میں انہیں نہیں دیکھتا۔ یا دیکھتا ہوں تو ایک آدھ دن ان کی حاضری کے بعد غیر حاضر پاتا ہوں تو میرے دل کو ایک صدمہ ہوتا ہے۔ اس بات کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ مجھے ہر اس دوست سے محبت ہے جو خدا کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کچھ قربانی کر رہا ہے۔ بلکہ ہر اس دوست سے بھی جس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ گو اسے ابھی مالی یا جانی قربانی کی توفیق نہیں ملی۔ یا ایک دفعہ قربانی کی اور پھر تھک گیا اور اس کا قدم کمزور پڑ گیا۔

آپ شاید کہیں گے کہ میں جب جماعت کے سب احباب کو سالانہ جلسہ پر آنے کی دعوت دیتا ہوں تو ان کو خواہ مخواہ ایک تکلیف میں ڈالتا ہوں۔ بعض احباب کے دل میں یہ خیال ہوگا۔ کہ روئداد جلسہ پڑھ لیں گے۔ وہ کافی ہے۔ بعض یہ خیال کرتے ہونگے کہ ایک ہم نہ گئے تو کیا حرج ہے۔ اس سے کیا کمی آجائے گی ایسے احباب نے جلسہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ حالانکہ اس کی اہمیت تو اسی سے نظر آتی ہے کہ دعویٰ کے ساتھ جو پہلا کام حضرت مسیح موعود نے کیا۔ وہ ایک سالانہ اجتماع کی بنیاد رکھنا تھا۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء کے آخری ایام میں کتاب "ازالہ اوہام" دعویٰ کو لئے ہوئے شائع ہوئی اور ادھر ساتھ ہی ۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر ۱۸۹۱ء کو پہلا جلسہ سالانہ ۔۔۔ ہوا۔ حالانکہ اس وقت کتنے آدمی تھے صرف ۷۵۔ جن پر لوگ اسی طرح ہنستے ہوں گے جس طرح آج قادیانی جماعت ہم پر ہنستی ہے گویا خود حضرت مسیح موعود نے اس سالانہ اجتماع کو جماعت کے لئے بمنزلہ ایک روح کے قرار دیا۔ . . . .

. . . .

اور نہ صرف آپ کی زندگی میں یہ جلسہ سالانہ باقاعدہ ہوتا رہا۔ بلکہ سب سے پہلے اعلان میں یہ قرار دیا گیا کہ جب تک ہماری جماعت رہے۔ تب تک یہ جلسہ سالانہ بھی ہوتا رہے۔ چنانچہ اس اشتہار میں آپ فرماتے ہیں :-

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جاویں۔ جس میں

تمام مخلصین

اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک[1] قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجائے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔"

(مجدد اعظم جلد ۱ صفحہ ۲۳۴)

اب اس اعلان سے جو اس پہلے جلسہ کے آخری دن کیا گیا تین باتیں قطعی معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ جلسہ سالانہ ہر سال جب تک جماعت موجود ہے۔ ہوتا رہنا چاہئے۔

۲۔ یہ کہ جلسہ سالانہ تین دن رہنا چاہئے۔

۳۔ یہ کہ جلسہ سالانہ میں تمام دوستوں کو شامل ہونا چاہئے

پس جلسہ سالانہ کی بنیاد اور اس کے دوام کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ تین دن کے لئے اس میں حاضری کو لازمی قرار دیا۔ اور تمام دوستوں کی شمولیت کو ضروری قرار دیا یوں ۔۔۔ ہماری جماعتی زندگی میں جلسہ سالانہ کو ایک ایسی زبردست اہمیت حاصل ہے کہ مثل کے رنگ میں جماعت کے افراد کا جس طرح مالی قربانی کرنا ضروری ہے۔ اور بغیر اس کے جماعت میں شمولیت زبانی کا دعویٰ ہے۔ اسی طرح **تین دن کیلئے سب احباب** کا اس جلسہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔

ہمارے بہت سے احباب نے اس اہمیت کو نظر انداز کر دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ محض چند غلط فہمیوں کے ماتحت ہے۔ بلکہ جماعت کے قیام کی اصل غرض و غایت کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ یہ جماعت دنیا میں ایک عظیم الشان جہاد کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور جس طرح بعض ممالک میں فوجی بھرتی لازمی ہوتی ہے اور کوئی فرد اس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اس عظیم الشان جنگ میں جو اسلام اور کفر کے درمیان ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ان لوگوں کے لئے فوجی بھرتی لازمی ہے۔ جو مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہوں اور جس طرح بعض قواعد کی پابندی کے بغیر جنگ کے لئے کوئی فوج تیار نہیں ہو سکتی اسی طرح بعض قواعد کی پابندی کے بغیر ہماری مجاہد فوج بھی فوج کہلانے کی مستحق نہیں۔ ہمارا جرنیل خدا کا مامور ہے اور اس نے یہ حکم دیا کہ

(۱) تمام دوست

(۲) سال میں ایک دفعہ

(۳) تین دن کے لئے

مرکزی مقام پر جمع ہوا کریں۔ ظاہری جنگ کے لئے جو فوج تیار ہوتی ہے۔ اس میں سال میں ایک ماہ کے لئے اپنے سب کاروبار کو چھوڑ کر ایک جگہ جمع ہونا پڑتا ہے۔ اس روحانی جنگ میں جس کے ہم سپاہی ہیں سال میں ایک دفعہ صرف تین دن کیلئے ہماری حاضری مرکزی مقام میں ضروری قرار دی ہے۔ اس سے ہمارے اندر اسی طرح قوت روحانی پیدا ہوتی ہے جس طرح فوج میں بھرتی ہونے والوں میں ایک ماہ کی [illegible] یہ تین دن تمام جماعت کے ایک جگہ جمع ہونے کیلئے مخصوص ہیں اور کسی دوست کیلئے یہ موزوں نہیں کہ وہ اس سے باہر رہے۔ یا آئے تو تین دن پورے کئے بغیر چلا جائے۔ قرآن کریم نے بھی تین دن کی تسبیح کو حل مشکلات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ شاید ہماری مشکلات کے حل میں یہی روک ہو کہ جماعت نے ابھی تک اس سالانہ تین دنوں کی تسبیح کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

میں نے شروع میں کہا تھا کہ مجھے رنج ہوتا ہے۔ جب میں دوستوں کو جلسہ میں نہیں دیکھتا۔ یا رنج ہوتا ہے جب یہ دیکھتا ہوں کہ کوئی دوست تو پہلے دن نہ آئے اور کوئی آخری دن یہاں نہ رہے۔ بس جس طرح وہ شخص جو بلا موانع قویہ نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود کے ارشاد کی نافرمانی کرتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی نافرمانی کرتا ہے جو بلا موانع قویہ تین دن پورے نہیں کرتا۔

موانع قویہ کیا ہیں۔ جہاں تک پیسوں کا سوال ہے حضرت اقدس کا ارشاد نقل کرتا ہوں :-

"کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر ہو جائے گا۔"

آجکل سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو میل کے اندر دو تین روپے کے اندر آنا جانا ہو سکتا ہے۔ لاریوں نے بھی خاص سہولت غربا کے لئے پیدا کر دی ہے۔ اور پچاس ساٹھ میل کے اندر تو ایک روپیہ ہی آنے جانے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ کم مقدرت احباب نسبتاً زیادہ تعداد میں آتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذی مقدرت احباب بہت آسائش کے عادی ہونے کی وجہ سے تین دن حالت سفر میں گذارنا اور حظ نفس کی چند چیزوں کو چھوڑ کر گذارہ کرنا بہت مشکل پاتے ہیں۔ تین دن تو کوئی آدمی بھوکا رہ کر بھی نہیں مرتا۔ یہاں خدا کے فضل سے اگر بہت اچھا نہیں تو متوسط درجہ کا کھانا سب احباب کو ایک پیمانہ پر مل جاتا ہے رہنے کے لئے جگہ بھی مل جاتی ہے سونے کیلئے چارپائی نہیں تو پرالی کا فرش مل جاتا ہے۔ آخر یہ بھی جہاد ہے۔ کیا جو لوگ جنگ کیلئے نکلتے ہیں۔ افسر ہوں یا ماتحت وہ میدان جنگ میں جا کر گھر کی آسائشیں تلاش کرتے ہیں۔ یہ تین دن تو ہمارے روحانی جنگ میں حاضری کے ہیں۔ اس کے موزوں حال کوئی عذر ہونا چاہئے۔

ایک شخص بیمار ہے وہ معذور ہے۔ لیکن سردی کا خوف کوئی عذر نہیں۔ سردی کا عذر کرنے والے گرمی کے عذر والوں کے وعید کو مدنظر رکھیں۔ لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا۔ یہ کوئی عذر نہیں کہ سردی کے موسم میں سفر میں بیمار ہو جانے کا خطرہ ہے۔ یہی لوگ اپنے کاروبار کے لئے۔ برادریوں کے اجتماعوں میں شامل ہونے کیلئے یہ عذر نہیں بناتے۔ اسی طرح پیسوں کا عذر کرنے والے شادی اور غمی کے موقعہ پر سینکڑوں میل بھاگے چلے جاتے ہیں۔ لیکن خدا کی رضا کے لئے پچاس میل کے سفر کے خرچ کو بھی عذر بنا لیتے ہیں۔ یہ صرف دنیا کی محبت اور خدا سے دوری کی وجہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک دوست کو دس پندرہ، بیس پچیس روپے کی کسی نیک کام کیلئے تحریک کی گئی تو اس نے کہا۔ واللہ ایک پائی نہیں بچتی۔ لیکن اسی دن بازار سے پانچ سو کا کپڑا ابھی خرید کر گھر لے آتا ہے۔ یہ دنیا کی محبت ہے جو ہمیں دین کی خدمت سے دور پھینک رہی ہے اور کچھ نہیں۔ عذر بنانے والوں کو خدا تعالیٰ نے بہت ملامت کی ہے۔

سالانہ جلسہ کیا ہے۔ جماعت کا ایک امتحان بھی ہے۔ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے جماعت کے اندر کس قدر شوق پیدا

---

[1] جلسہ کی تاریخیں حضرت صاحب نے ۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر مقرر کیں۔ مگر احباب کی سہولت کیلئے ہم نے ان کو تبدیل کر کے ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر اس لئے کر دیا ہے کہ جن احباب کو کچھ اور کام کاج ہو۔ وہ جلسہ سے فارغ ہو کر وہ کام بھی کر سکیں۔ جب تک تین دن پورے ہیں۔ اس تبدیلی میں کوئی حرج نہیں۔

احیاء دین

حضرت امام زماں کی جماعت کے تبلیغی کارنامے

(از حضرت مولینا صدرالدین صاحب سابق مبلغ انگلستان و جرمنی)

حضرت مجدد زماں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ہمیں کوئی نئی تعلیم نہیں دی انہوں نے کوئی نئی شریعت یا نئی فقہ کی بنیاد نہیں ڈالی۔ بلکہ مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ دشمن تمہارے دین پر حملہ آور ہے۔ اور تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔ حضرت مجدد زماں نے نہ صرف مسلمانوں کو بیدار کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بےشمار انسانوں کے اندر روح پھونکی جس سے انہوں نے اپنے اندر ایک نئی زندگی محسوس کی اور ان میں طاقت کا شعور پیدا ہوا اور وہ اپنے دین کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں صرف کیا اور دین اسلام کی حمایت کے لئے مصروف جدوجہد ہوگئے۔ اس عظیم الشان کام کی سرانجام دہی کے لئے انہوں نے قرآن کریم کو پڑھا اور قرآن کریم کو دنیا میں پیش کیا۔ حدیث نبوی کو پڑھا اور اس کو دُنیا کے سامنے پیش کیا۔

چنانچہ ایک دنیا نے حضرت مولینا مولوی **محمد علی** صاحب کی اس عظیم الشان دینی خدمت کا اعتراف کیا جو انہوں نے اس آڑے وقت میں انجام دی اور اسی طرح دنیا نے اس عالمگیر تحریک تبلیغ اسلام کا اعتراف کیا۔ جس کی بنیاد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی جادو بھری تقریروں اور تحریروں نے ڈالی۔

الغرض دنیاجہاں کے لوگوں نے امام الزماں کی جماعت کی اس سعی کو جو اس نے یورپ کے ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے کی بنظر استحسان دیکھا۔ یورپ میں اس جماعت کی مساعی سے قرآن کریم کے تراجم انگریزی ڈچ اور جرمن زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں وہاں انگریزی اور جرمن کتابیں اور رسالہ جات بھی جاری ہوئے۔ وہاں پر مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ جن میں مسلمانانِ عالم کے اجتماع عبادت کے لئے ہوتے ہیں اور یہ دُنیا مشاہدہ کرتی ہے کہ اس یورپ کے اندر مجدد وقت کی جماعت کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کا غلبہ ظاہر ہو رہا ہے مسلمان اپنے اندر ایک قوت محسوس کرتے ہیں اور اپنے تئیں لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں۔ مسلمان اس جماعت کی بدولت اسلام کو یورپ کا آئندہ مذہب یقین کرتے ہیں۔ اسی کو احیاء دین کہتے ہیں اور یہ کافی ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زماں اور امام دوراں تھے اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ ان کی زندگی کا مقصد سوائے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے اور کچھ نہ تھا۔ صرف اس قدر کافی ہے کہ انہوں نے ہمیں کوئی نیا دین نہیں دیا اور نہ ہی کوئی نئی شریعت پیش کی۔ وہ یقینی طور پر خادم دین تھے۔ نبوت کے دعولے سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کی قابل قدر تبلیغی خدمات

(از جناب ملک عبدالقیوم صاحب بی-اے بیرسٹر ایٹ لاپروفیسر لاء کالج لاہور)

"جناب ملک صاحب موصوف کی بلند پایہ شخصیت محتاج تعارف نہیں سارا اسلامی ہند اس قابل احترام ہستی کو جانتا ہے۔ آپ کی علمی و قانونی قابلیت اور اسلامی خدمات کا اعتراف ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی کیا گیا ہے۔ اللہ نے آپ کو ایک اعلیٰ دماغ کے ساتھ ایک پرخلوص اور درد بھرا دل بھی عطا فرمایا ہے۔ اسی درد دل اور خلوص کے زیر اثر آپ نے مندرجہ ذیل سطور رقم فرمائی ہیں کاش مسلمان ان پر غور کریں۔

ملک صاحب موصوف مدیر پیغام صلح کے دیرینہ کرم فرما ہیں اور ہمیشہ پہلی درخواست پر مضمون عنائت فرما دیتے ہیں کئی سال سے وہ اس وضعداری کو نباہ رہے ہیں۔ آجکل وہ بہت عدیم الفرصت ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے میری درخواست کو رد نہ کیا۔ میں ان کا بیحد ممنون ہوں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔"

(مدیر)

قارئین! آپ مجاربات یورپ جن کے مادی، سیاسی اور مذہبی تاثرات سے اسوقت دنیا کا کوئی خطہ مصئون و محفوظ نہیں۔ کی خبریں پڑھ کر یہ اندازہ ضرور لگاتے ہوں گے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس کے نہ ہونے کے سبب یورپ کی متمدن و مہذب اور ترقی یافتہ قومیں دائمی خانہ جنگی میں مبتلا رہتی ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کسی لمبی بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خود یورپ کے بعض غائربین اہل الرائے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ روحانیت کے بغیر زندگی کا کوئی عمل دینی یا دنیوی انسانوں کے اطمینان قلب کا موجب نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا یورپ میں کلیسوں - راہب خانوں اور معبدوں کی کمی ہے۔ یا ان کلیسوں میں اسقف اور معلمین دین موجود نہیں؟ یہ سب کچھ موجود ہے۔ کمی ہے تو اس بات کی کہ اہل یورپ کی زندگی صحیح معنوں میں روحانیت سے یکسر عاری ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پہلا تبلیغی ادارہ ہے جس نے اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مغربی ممالک میں اسلامی حقائق کی تبلیغ کا بار گراں اپنے ذمہ لیا اور کچھ نہیں تو گذشتہ ربع صدی تک اس مہتمم بالشان کارکردگی کو نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اسلامی تبلیغ سے شغف رکھنے والے حضرات سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ اس وقت روئے زمین کا کوئی ممتاز حصہ ایسا نہیں جہاں کہ اس انجمن کے عالی حوصلہ کارپردازوں نے اسلامی تعلیمات کے متعلق شدید لاعلمی کی ظلمت کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی کیا کم ہے کہ اس وقت ہندوستان سے جو فی الحقیقت خالص اسلامی ملک بھی نہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے متعدد یورپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا اور اس کے ساتھ اسلامی لٹریچر کا وافی ذخیرہ بیسیوں مشرقی و مغربی زبانوں میں بہم پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ جس کے مطالعہ سے اسلام کے متعلق عیسائی مشنریوں اور پادریوں کے شائع کردہ مضامین سے خوگر مگر حق کے متلاشی اہل یورپ کی آنکھیں کھلیں اور ان پر پہلی مرتبہ اسلامی تعلیمات کے محاسن ہویدا ہوئے۔ اس لئے یہ عرض کرنا ذرہ بھر بھی مبالغہ آمیز نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاسی افراط تفریط کا حل صرف اسی طریق سے ہو سکتا ہے کہ اہل یورپ ایک سیدھے سادے اصول زندگی سے متعارف [illegible] جس کا نام **اسلام** ہے اور اسلامی تبلیغ کی ضرورت کو محسوس کرنے والے مسلمان اس ادارہ تبلیغ کی طرف دست اعانت بڑھائیں۔ جس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔

ہمارا قومی اجتماع

انفرادی زندگی پر اجتماعی زندگی کو ترجیح دینا چاہیئے

(از جناب پروفیسر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

اسلام نے قومی اور اجتماعی زندگی کو جو اہمیت دی ہے۔ وہ ہم سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ دراصل اسلام میں افراد کی زندگی کوئی زندگی نہیں۔ بلکہ اصل زندگی صرف قومی زندگی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسلام میں انفرادی زندگی کا تصور اس کے اصولوں اور مسلمات کے منافی ہے ایک مسلمان خواہ وہ بظاہر اکیلا ہی کیوں نہ ہو اپنے آپ کو ایک عظیم الشان جماعت کا ایک حصہ سمجھتا ہے اور اس کا وجود فی الواقع ہی قومی عمارت کا جزو ہوتا ہے اور اس عمارت سے الگ اس کی کوئی حیثیت اور اصلیت نہیں ہوا کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جبکہ وہ بظاہر اکیلا عبادت میں کھڑا ہوتا ہے تب بھی اس کی مناجات اور دعائیں انفرادی رنگ نہیں رکھتیں۔ بلکہ اجتماعی اور قومی رنگ رکھتی ہیں۔ دوسرے کسی مذہب میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ اور یہ صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ حضرت امام وقت نے جب بیعت لیتے وقت یہ اقرار لیا کہ "دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" تو اس کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ اجتماعی اور قومی زندگی کو انفرادی زندگی پر ترجیح دوں گا۔ دین ہماری اجتماعی زندگی کا مظہر ہے۔ اور دنیا ہماری انفرادی زندگی کی۔ اس اجتماعی زندگی کو قائم اور برقرار رکھنے کیلئے کئی قسم کے اجتماع اسلام نے قائم کئے ہیں۔ اور ان میں سے دو بڑے ہماری اجتماع ہماری روزمرہ کی نمازوں اور پھر حج کی صورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت امام وقت نے جب ایک جماعت کی بنیاد ڈالی اور اس کے سامنے ایک خاص نصب العین رکھا تو ضروری تھا کہ اس کام کو کما حقہ سر انجام دینے کے لئے کوئی ایسا موقع بھی ہوتا کہ افراد جماعت سال بھر میں کم از کم ایک دفعہ اکٹھے ہوں۔ اور اپنے ایمان اور یقین اور اپنی معرفت کو ترقی دیں۔ چنانچہ حضرت اقدس نے جب پہلا جلسہ ختم ہوا تو اس سالانہ اجتماع کی غرض و غایت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا:۔

"تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں"

ہمارے اجتماع کی بڑی بھاری غرض یہ ہے کہ ہم اپنے ماضی کا جائزہ لیں۔ اور اس میں جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہم سب شکریہ ادا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم اور اس طرح اس کے مزید فضل و احسان کے مستحق بنیں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ اس سالانہ اجتماع میں جماعت کے سب دوست شمولیت اختیار کریں۔ پروگرام جلسہ اور ضروری ہدایات الگ شائع ہو رہی ہیں۔

اجتماع ایک زبردست قوت ہے

اپنے سالانہ جلسہ کو ہر لحاظ سے بارونق بنانیکی کوشش کرو

(از جناب مولانا آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ (انگلستان))

آج سے دو ہزار سال پہلے جب خدا کے ایک برگزیدہ نے گناہ اور فسق و فجور سے بھری ہوئی دنیا میں انقلاب پیدا کرنا چاہا اور دنیا کے اخلاقی اور روحانی معیار کو بلند کرنا چاہا تاکہ لوگ اپنے خالق کے قریب تر ہو جائیں تو اس نے بلند آواز سے پکارا۔ من انصاری الی اللہ۔ اللہ کے راستہ میں کون میرا مددگار ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے لیکن ان کو بھی تبلیغ اور اشاعت دین کیلئے اور آسمانی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے انصار کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ اقوام عالم کے اندر انقلاب پیدا کرنے کے لئے اور پھر روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کرنے کیلئے ایک اجتماع کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح ناصری کے علاوہ اگر ہم سرور کائنات کو دیکھیں اور ان کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں۔ تو ہمیں اس پاک سرگزشت میں مہاجرین اور انصار کا ایک نہایت مخلص اور ایثار پیشہ گروہ نظر آتا ہے جو آنحضرت کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور خدا کے رسول کے اشارہ پر ہر ممکن قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔

اس دور میں بھی جبکہ دنیا تباہی اور بربادی کے گڑھے پر کھڑی تھی۔ اور گناہ نے تہذیب و تمدن کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ علماء اور عوام قریباً سبھی ایک ہی روحانی اور اخلاقی فرومائیگی کا شکار تھے یعنی بحر و بر خشک ہو چکے تھے۔ تو خداوند تعالیٰ نے امت محمدیہ میں سے ایک زبردست مجدد اور مسیح کو مبعوث فرمایا۔ تو اس مصلح کو بھی انصار کی ضرورت پیش آئی۔ اور یہ ایک ضروری امر بھی تھا جبکہ آقا یعنی آنحضرت صلعم کو اس کی ضرورت پیش آئی۔ تو پھر ان کے غلام کو کیوں اس کی ضرورت پیش نہ آتی ـــــ؟ سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک جماعت بنائی۔ اور ایک نہایت مخلص گروہ نے آپ کے احکام پر لبیک کہا۔ آپ کے ارشاد کے بموجب دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت اور تعلیم سے اس جماعت میں ایسی اعلیٰ درجہ کی تبلیغی اور روحانی خصوصیات پیدا ہو گئیں کہ اس جماعت نے ہندوستان جیسے پس افتادہ ملک میں رہ کر انگلستان اور جرمنی میں اشاعت اسلام کے مشن قائم کئے اور تثلیث کے مرکزوں کو جڑ سے ہلا دیا۔

آج اس مجدد اور مسیح کا وصال ہوئے ۳۲ سال ہو گئے۔ لیکن ان کی جماعت مصروف کار ہے۔ اور ان کے قائم کئے ہوئے مشن کو نہایت ایثار اور خلوص سے چلا رہی ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی مالی، دماغی، اور جانی قربانیاں کر رہی ہے اور تمام عالم اسلام میں ایک جماعت بھی ایسی نہیں جو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اپنے قلوب میں اتنا جوش اور خلوص رکھتی ہو۔

خدا کی بادشاہت کو اس دنیا میں قائم کرنے کیلئے جو مسلسل جہاد ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ اور انبیاء دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں تو اس جہاد کو بروئے کار لانے کیلئے اجتماع ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ انسان کی تربیت اور اخلاق مکمل نہیں ہوتے۔ جب تک کہ وہ جماعت میں رہ کر زندگی بسر نہ کرے۔ اور اپنے ہم جنسوں کے دوش بدوش کام نہ کرے۔ اور ویسے بھی اجتماع میں ایک زبردست قوت ہے۔ ایک خیال کے جب دو آدمی ملتے ہیں تو وہ اپنی طاقت سے اپنے ماحول کو متاثر کرتے ہیں۔ اور اس تاثر اور قوت اور تربیت اخلاق کو مد نظر رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ جماعتیں بناتے رہے ہیں۔ وہ لوگ جو انفرادی جد و جہد میں مایوس سے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ وہ جب اجتماع اور جماعت میں آتے ہیں تو ان کے اندر بجائے کم ہمتی اور مایوسی کے ایک اعلیٰ درجہ کی امید اور خوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو انسانی مقاصد کی روح رواں ہے۔

جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع بھی ایک زبردست قوت اور اخلاق کا مظہر ہے۔ اس سے اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے مقاصد کو اتنی تقویت پہنچتی ہے کہ کسی اور ذریعہ سے پہنچ ہی نہیں سکتی۔ جتنا ہم اس جلسہ کو بارونق بنائیں گے۔ اتنا ہی ہمارے تبلیغی مشاغل میں رونق پیدا ہوگی۔ جتنا ہم اس اجتماع کو جوش، خلوص اور زندگی سے معمور کریں گے۔ اتنا ہی ہماری تبلیغی مساعی میں جوش اور خلوص پیدا ہوگا۔ یہ ایک زبردست راز ہے۔ ہر احمدی کو چاہئے کہ اس حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ یہ ایک بہت بڑا فرض ہے۔ ہر احمدی کو چاہئے کہ اس فرض سے سبکدوش ہو۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"اشاعت اسلام ہر ایک مسلمان پر فرض ہے"

دورِ حاضر کے مسلمانوں کی اس اہم فرض سے افسوسناک غفلت

(از جناب محترمہ بیگم سربلند جنگ بہادر۔ حیدرآباد دکن)

تبلیغ واشاعت اسلام یعنی لوگوں کو نیکی وہدایت کیطرف بلانا اور دین حق کی دعوت دینا، خدا کی آخری کتاب قرآن کریم کو ان تک پہنچانا ہرایک مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ جب تک مسلمانوں نے اس مقدس فرض کو اپنے پیش نظر رکھا اور اسکے لئے پورے خلوص ایثار سے جد وجہد کرتے رہے۔ خدا کی رحمتوں اور فضلوں سے انہیں پورا حصہ ملتا رہا۔ اور جب وہ اس فریضہ سے غافل ہو گئے ادبار وزوال کی گھٹائیں ان پر چھا گئیں اور رفتہ رفتہ انکی زبوں حالی انتہا کو پہنچ گئی۔ دنیا کی وہ بہترین قوم جو کہ ایک صدی سے بھی کم عرصہ میں آدھی سے بھی زیادہ دنیا پر چھا گئی تھی آج کرۂ ارض کے ہرایک حصے اور گوشے میں درماندہ نظر آرہی ہے

ایک وقت تھا کہ اسلام کا ہرایک فرزند اور دختر کے دل میں اشاعت اسلام کا ولولہ تھا مسلمان ہرایک حالت میں خدا کے پیغام کو، خدا کی مخلوق تک پہنچاتے۔ اسی شوق وولولہ نے انہیں صحرائے عرب سے دنیا کے دور دراز خطوں میں پہنچا دیا ایس زمانہ میں مسلمان سپاہی میدان جنگ میں بھی فریضہ تبلیغ کو فراموش نہ کرتا تھا، اور جدال وقتال کی ہولناک فضا کے اندر بھی اپنے اعلیٰ اخلاق، بہادرانہ عزائم، شرافت وصداقت اور تعلق باللہ کے ذریعہ دشمنوں کو اسلام کی خاموش تبلیغ کرتا رہتا، تاریخ اسلام گواہ ہے کہ بارہا شمشیر بکف دشمن، مسلمان سپاہیوں کے حسن اخلاق، اصول پسندی، نیک کرداری اور دینداری سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس زمانہ میں مسلمان تاجر مال تجارت لیکر جس کسی ملک ودیار کا رخ کرتے تو اس کے قریہ قریہ میں اسلام کا چرچہ ہو جاتا۔ اور مسلمان تاجر اپنی دیانت وامانت، خوش گفتاری اور نیک سخنی سے اچھا اثر پیدا کرتا وہ اپنا مال بیچتا اور لوگوں کے دل خرید لیتا۔ غرضیکہ ہرایک مسلمان کے دل ودماغ میں فریضۂ تبلیغ کا کامل احساس موجود تھا۔ بادشاہ اپنے تخت حکومت پر، عالم اپنے حلقۂ درس میں، صوفی اپنی خانقاہ میں، تاجر بازار اور منڈی کے اندر، مزدور وصنعت گر اپنی کارگاہ میں، عورتیں گھروں کے اندر غرضیکہ ہرایک فرد قوم اپنے اپنے طریق مذاق اور استطاعت کے مطابق اسلام کی نشر واشاعت کرتا اور پورے خلوص کے ساتھ کرتا، اس سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مخلوق خدا، اپنے خالق کے سامنے جھکے، خدا کا آخری پیغام اس کے بندوں تک پہنچ جائے دنیا سے گمراہی وضلالت، دکھوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔

مسلمانوں کو اپنی تبلیغی جد وجہد کی بدولت حکومتیں ملیں اور خزانے بھی لیکن جب تک ان کا قدم صحیح راہ پر رہا انہوں نے کبھی ان چیزوں کو اپنا مقصد نہیں بنایا۔ ان کا اصلی مقصد دین اور اسکی اشاعت ہی رہا۔ وہ دلائل، نیکی، روحانی قوت اور بلند اخلاق کے ذریعہ دنیا کو فتح کرنا چاہتے تھے۔ یہی چیزیں ان کا اصلی ہتھیار تھیں، جب اس صحیح راہ سے ان کا قدم بھٹک گیا تو وہ قعر ذلت میں جا گرے۔

اسلامی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے آپ کو عربی اور عجمی سلاطین میں ایک بین فرق نظر آئے گا۔ عربی سلاطین کم وبیش تبلیغ اسلام کا فرض بھی ادا کرتے رہے اور عجمی سلاطین نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی خاطر اس فریضہ کو پس پشت پھینک دیا، بالکل ترک کر دیا نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ وہ سلطنتیں جن کی خاطر انہوں نے اس مقدس فریضہ سے غفلت اختیار کی تھی دنیا میں باقی نہ رہیں، ان کے خاندان تک مٹ گئے۔ انکی قائم کردہ روایات اور ان کے پیدا کردہ اثرات کا نام ونشان تک نہ رہا۔ تاریخ کا یہ خاموش بیان، موجودہ زمانہ کے ان مسلمانوں کے لئے ایک درس عبرت کا درجہ رکھتا ہے جو کہ ذاتی اور سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اشاعت اسلام کا نام تک نہیں سننا چاہتے۔

اسلام ایک عالمگیر پیغام اور تبلیغی مذہب ہے۔ قرآن کریم اپنے اندر اعلیٰ ترین تعلیم اور قوی ترین حکیمانہ دلائل رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ غیر مسلموں کے سامنے قرآن کو پیش کریں لیکن آجکل وہ ایسا نہیں کرتے۔ امراء، روساء اور سیاسی لیڈروں سے کیا توقع رکھی جائے جبکہ خود علماء، مشائخ اس فریضہ سے غافل ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف دیکھئے کہ عیسائی اپنے مذہب کو دنیا بھر میں پھیلا رہے ہیں۔ انہوں نے سینکڑوں زبانوں میں انجیل کا ترجمہ کر کے اس کے اربوں نسخے دنیا کے بیشمار ملکوں میں پہنچا دیئے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے عیسائی مشنری ہندوستان اور اسلامی ملکوں کے قریہ قریہ میں موجود ہیں۔ برادران وطن کو دیکھئے ان کا مذہب بالکل تبلیغی نہیں۔ تاریخ وواقعات شاہد ہیں کہ ہندوؤں نے کبھی اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کی اور نہ اُن کے اندر غیر ہندو افراد کے جذب کرنے کی صلاحیت وگنجائش ہے لیکن یہاں ان کی طرف سے شدھی کا غلغلہ بلند ہے۔ ہندو اور آریہ سماجی سادھو اور پرچارک اپنی گپھاؤں اور مندروں سے نکل کر ملک بھر میں ویدک دھرم اور ہندو مت کا پرچار کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا کرنے میں وہ اپنے مذہب کے مسلمہ اور بنیادی احکام اور اپنی دیرینہ روایات کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ان کا مقصد اپنی اکثریت کو محفوظ اور زیادہ مضبوط کرنا ہے۔ لیکن مسلمان سوئے ہوتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ مسلمان فریضہ تبلیغ کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اپنی غفلت کو ترک کریں۔ ان کا ہرایک فرد اپنی حیثیت وطاقت کے مطابق اس مقدس کام میں حصہ لے۔ میں اس بات کو بڑے زور سے کہونگی کہ ہمیں اس پاکیزہ فریضہ کو نہایت بے غرضی اور محض حکم خداوندی کی تعمیل اور دنیا کی بھلائی کے خیال سے کرنا چاہیئے، اسے کسی دنیوی وسیاسی غرض کے ساتھ آلودہ نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ لیکن اب تو حالات نے ایسی صورت پیدا کر دی ہے کہ مسلمان اس فرض کی طرف توجہ کئے بغیر ہندوستان میں اپنی ہستی وحیثیت کو باقی ہی نہیں رکھ سکتے۔ اگر انہیں زندہ رہنا منظور ہے تو لازمی طور پر تبلیغ کرنی چاہیئے۔

تبلیغ اسلام ایک تعمیری کام ہے۔ تخریبی ذہنیت مذاق اور مشاغل اس کے موافق نہیں۔ جو مسلمان تخریبی کاموں کے شوقین اور فروعی اختلافات میں مبتلا ہیں وہ اسے انجام نہیں دے سکتے تبلیغ کی طرف سے مسلمانوں کی غفلت کی ایک بڑی وجہ یہی تخریبی ذہنیت اور فروعی اختلافات کا چسکہ ہے، اسے چھوڑنا چاہیئے، اگر ہم کلمہ گوؤں کے آپس میں کچھ اختلافات بھی ہیں تو انہیں اس مقصد عظیم کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں دینا چاہیئے مسلمانوں کے اندر کوئی بنیادی اور اصولی اختلافات نہیں۔ سب کا خدا، رسول، کلمہ، قرآن ایک ہے محض فروعی امور میں اختلاف ہے، بدنصیبی سے ہم نے اسے اہمیت دے کر اپنی بربادی رسوائی کا سامان پیدا کر لیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہرایک عقیدہ وخیال کے مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کے تعمیری کاموں کو اپنے ہاں جاری کرنا چاہیئے۔ اور رواداری سے کام لیتے ہوئے جاری شدہ مفید تبلیغی کاموں میں امداد بھی دینی چاہیئے۔ جماعت احمدیہ لاہور ایک خالص تبلیغی جماعت ہے۔ اس کے بعض عقائد وخیالات سے مجھے اختلاف ہے اور میں اُن سے ہرگز متفق نہیں ہوں لیکن ہمارا اس جماعت سے جو اختلاف ہے وہ اس کے مفید کاموں میں، امداد وتعاون میں حائل نہ ہونا چاہیئے، اس جماعت نے یورپ میں تبلیغ اسلام، اور مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا ایسا عمدہ کام کیا ہے جو کہ ہرایک اسلامی جماعت کے لئے باعث رشک وقابل تقلید ہونا چاہیئے۔ جو مسلمان اس جماعت کے مخالف ہیں اور اسے شکست دینا چاہتے ہیں، میں انہیں بھی یہ مشورہ دوں گی کہ وہ تخریب کو نہیں بلکہ تعمیر کو اپنا شعار بنائیں۔ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے جو کچھ یہ جماعت کر رہی ہے وہ اس سے بہت زیادہ کام کر کے دکھائیں۔ اس کے بغیر وہ اس جماعت کو ہرگز شکست نہیں دے سکتے۔ مخلصانہ جد وجہد اور قربانی کامیابی وفتح کا وسیلہ ہے، تبلیغ اسلام کی حد تک یہ وسیلہ سر دست اسی جماعت کو حاصل ہے دوسروں کے لئے بھی یہ راہ کھلی ہے، شریفانہ اور بہادرانہ طریق کار یہ ہے کہ کسی کا راستہ روکنے کی بجائے دوڑ کر اس سے آگے نکل جاؤ۔

آخر میں عقائد کے اختلاف کے باوجود احمدیہ انجمن کی مفید اور قابل قدر تبلیغی خدمات کی تعریف اور ان میں مزید کامیابی کی دعا کرتی ہوں۔

(بیگم سربلند جنگ۔ گردبوشش مدینہ)

اجتماعی روحانیت بڑی مفید چیز ہے

ہمارا سالانہ جلسہ ایک امر جامع ہے

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

جماعت میں برکت ہوا کرتی ہے۔ جماعت میں سے ایک کی کمزوری دوسرے کی قوت کے ساتھ مل کر کمزوری نہیں رہتی۔ بلکہ قوت سے مبدل ہو جاتی ہے کسی جماعت پر اگر چور یا ڈاکو حملہ کریں۔ تو طاقتوروں کی معیت کمزوروں کی بھی حفاظت کا موجب ہو جاتی ہے۔ بے شک کوئی نہایت اونچی قوی روحانیت کا انسان نہ ہو۔ اس کی تنہائی اس کی روحانیت کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ اکیلے آدمی پر شیطانی وساوس اور غفلت اور سستی کے حملے بہت کارگر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو کر اور غفلت و سستی کے اثر سے مذہب سے بیگانہ اور روحانیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ یا کم سے کم اس میں وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہتا جو ایک اسلامی مجاہد کے قلب میں ہونا چاہئے۔

اسی لئے اسلام نے جماعت پر بڑا زور دیا ہے۔ اگرچہ نماز بندہ کا اپنے رب کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن پانچ وقت اس میں بھی نماز کا ایک حصہ باجماعت کر دیا تا کہ رب کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بھی جماعت کی اجتماعی روحانیت سے ایک کمزور روحانیت کا انسان فائدہ اٹھا سکے اور اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگتے وقت برگزیدگان الٰہی کی دعاؤں کے ساتھ ایک گنہگار کی دعا بھی شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ اس کی مثال میں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بہت فیاض اور سخی تھیں آپ کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں آپ کو بھیجتے اور بعض دفعہ بڑی بڑی رقمیں بھی بھیجتے۔ مگر آپ سب خدا کی راہ میں دیدیتیں اور خود فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتیں۔ آپ کے ایک بھتیجے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ آپ سب کچھ خدا کی راہ میں دیدیتی ہیں۔ ہمارے لئے پیچھے ترکہ کیا چھوڑیں گی۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت رنج ہوا۔ اور اپنے بھتیجے کی اس گستاخی سے اس قدر بیزار ہوئیں۔ کہ اسے کہدیا کہ آئندہ میرے گھر میں نہ گھسنا۔ وہ بھتیجے صاحب بعد میں بہت پچھتائے اور معافی وغیرہ طلب کرنی چاہی۔ لیکن چونکہ مکان میں داخلہ ہی بند تھا۔ اس لئے کامیابی نہ ہوئی جب اس نے آنا چاہا حضرت عائشہ نے منع کر دیا کہ میرے گھر میں نہ گھسیو۔ اس نے بعض صحابہ سے عرض کی۔ انہوں نے ایک دن حضرت عائشہ کے دروازہ پر جمع ہو کر درخواست کی کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ ان میں وہ بھتیجے بھی تھا۔ حضرت عائشہ نے اجازت اندر آنے کی دیدی۔ اندر داخل ہوتے ہی بھتیجے نے معافی مانگی۔ اور صحابہؓ نے سفارش کی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو معافی مل گئی۔ گویا جماعت کے ساتھ وہ رد کیا ہوا بھتیجا بھی باریابی پا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور میں جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ اس میں نیک بھی ہوتے ہیں۔ اور بد بھی۔ ان نیکوں کی دعا کے ساتھ بدوں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے کیونکہ وہ دعا ایک اجتماع کی مشترکہ اور متفقہ دعا ہوتی ہے۔ اسی کو شیخ سعدی صاحب نے اس طرح فرمایا ہے کہ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

پس جماعت کے نیکوں کے ساتھ گنہگار بھی جناب الٰہی کے دربار میں شرف باریابی پا جاتے ہیں۔ جس طرح خدا کی رحمت کی بارش جب برستی ہے تو باغ میں جہاں پھولوں اور پودوں پر برستی ہے وہاں اور گھاس پھوس پر بھی برس جاتی ہے۔ اسی طرح جناب الٰہی کی مغفرت اور رحمت کی بارش جب ایک جماعت پر ہونے لگتی ہے تو نیکوں اور بدوں سب پر ہو جاتی ہے۔ پس جماعت کی نماز، جماعت کی دعا، جماعت کے ساتھ مل کر کوئی خدمت دین کرنے میں جو فضل ربی کی ہوا اس جماعت پر چلتی ہے تو چھوٹے اور بڑے، نیک اور بد سب پر کرم گستری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو حضرت مسیح موعود نے نہایت دست سے اپنی جماعت کے لئے سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی اور ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک اعلان کے ذریعہ سے اس جلسہ کی اہمیت کو اپنے دوستوں کے ذہن نشین کرنا چاہا۔ فرماتے ہیں:۔

"اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے ..... لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کیلئے مقرر کئے جاویں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں ..... حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کیلئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کیلئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے ....."

حضرت اقدس کی زندگی میں تو اس روحانی جلسہ کی اہمیت جو کچھ تھی۔ وہ حضرت کے اس اعلان سے ظاہر ہے۔ وہ کمی جو حضرت اقدس کی صحبت میں بار بار حاضر نہ ہو سکنے کی وجہ سے جماعت کے بعض افراد میں رہ جانے کا احتمال تھا۔ اس کی اس جلسہ روحانی کے ذریعہ آپ نے تلافی کرنا چاہی تھی۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کی صحبت کا فیض جبکہ جماعت سے بکلی منقطع ہو چکا تو ظاہر ہے کہ اس جلسہ روحانی کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی تا کہ احباب باہم ملنے سے ایک دوسرے کی روحانیت اور صحبت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

مولانا نورالدین مرحوم اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ میرے ایک مرشد بزرگ تھے۔ میں کچھ عرصہ ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ کئی دن کے بعد جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ کبھی قصائی کی دکان پر گئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر اسی سوال کو دہرایا اور بار بار دہرایا۔ میں حیران رہ گیا۔ تنہائی میں میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس سوال سے حضور کا مقصد کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ قصائی کی دکان پر اگر کبھی گئے ہو تو دیکھا ہوگا کہ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنی چھریوں کو ایک دوسری سے رگڑ لیتا ہے۔ تا کہ جو زنگ ہوا سے ان پر چڑھ جاتا ہے۔ وہ آپس کی رگڑ سے دور ہو جائے۔ اسی طرح مومن کے قلب پر ہر وقت غفلت اور کسل اور طرح طرح کے وساوس شیطانی کا زنگ چڑھتا رہتا ہے۔ مومنین کے آپس میں ملتے رہنے سے ان کی روحانیت کی باہمی رگڑ سے وہ زنگ اتر جاتا ہے۔ اس لئے ایک مومن کو دوسرے مومن سے بار بار اور جلد جلد ملتے رہنا چاہئے۔ تا کہ ایک دوسرے کی روحانیت باہمی رگڑ سے مصفا اور مجلا رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ دو شخص قیامت کے ہولناک میدان اور سخت مصائب کے وقت خدا کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جو ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے ملتے ہیں۔ پس جب ہمارا سالانہ جلسہ کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں ہے۔ نہ کسی پیر یا گدی نشین یا خلیفہ کی نگاہ کرم حاصل کرنے کیلئے ہے۔ بلکہ ان تمام شرک اور انسان پرستی سے بالاتر محض رضائے الٰہی کے لئے ہے تو خدا کے عرش کے سایہ سے گریز کرنا کس قدر بدقسمتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے کن زوردار الفاظ میں اس قسم کے اجتماع کی اہمیت کو جتایا ہے اور اس میں کسی کی عدم شمولیت کو اس کے گناہوں کی شامت اعمال قرار دیا ہے اور اس کے لئے استغفار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علیٰ امر جامع لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوہ ط ان الذین یستاذنونک اولٰئک الذین یومنون باللہ ورسولہ ج فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم (النور)

بے شک مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب کسی ایسے امر کیلئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے رسول کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں تو جب تک اس سے اجازت نہ لیں مجلس سے نہیں جاتے۔ بیشک جو لوگ ایسے موقعوں پر تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ تو جب یہ لوگ اپنے کسی ضروری کام کے لئے تم سے اجازت طلب کریں تو تم ان میں سے جس کو مناسب سمجھو اجازت دیدو اور خدا کے حضور میں ان کے لئے استغفار کرو۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا یہ نشان ہے کہ وہ امر جامع

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اشاعت اسلام اور ہمارا سالانہ اجتماع

مسلمان دوستوں کی خدمت میں ایک ضروری التماس

(حضرت مولانا عزیز بخش صاحب آنریری جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

اشعار

رسید مژدہ ز علیم کہ من ہمساں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد
بہ روئے یار کہ ہرگز نہ رستنے خواہم
گر اعانت اسلام مدعا باشد
زفکر تفرقہ باز آ کہ موسمے آمد
کہ اجتماع ہمہ اہل و النعتے باشد
مقیم حلقۂ ابرار باش روزے چند
گر عنایت قادر گرہ کشا باشد
کنوں کہ در چمن ہزار گل بشگفت
گر از طلب بہ نشینی عجب خطا باشد

مجدد وقت کی جماعت اور اشاعت اسلام

مجدد وقت کی جماعت اشاعت اسلام کے کام میں لگی ہوئی ہے۔ مختلف مقامات سے احباب جماعت سال میں ایک دفعہ اپنے مرکز اشاعت اسلام میں جمع ہوتے ہیں۔ یہ نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ یہ گروہ کسی دنیاوی مقصد کے حصول کے لئے سفر کی تکالیف اور خرچ کی برداشت نہیں کرتا۔ نہ کسی عزت دنیوی کا خواہاں ہے۔ ان کو ایک ہی دھن لگی ہوئی ہے۔ کس طرح دنیا میں اسلام پھیلے اور وہی نظارہ پھر دیکھیں کہ روئے زمین کی آبادی کلمہ توحید پڑھے۔ جنگ و جدال کا دور ختم ہو صلح و آشتی کی بنیادیں قائم ہوں نوع انسان کے دلوں میں انسانی ہمدردی اور ایک دوسرے کی خدمت کے ولولے موجزن ہوں۔ اخوت اور مساوات کا وہ منظر پھر دیکھیں جو تیرہ سو سال پہلے ملک عرب نے دیکھا اور قرآن کریم نے اس کا نقشہ دلکش الفاظ میں پیش کیا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین و الف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت

سبحان اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا شان تھی۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کے دین کی تائید کے لئے آپ کے گرد جمع کر دیا۔ اور انہوں نے اپنا جان و مال اس راہ میں قربان کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کرکے اپنا ذکر خیر چھوڑا۔

اس زمانہ کی ضرورت

اس زمانہ میں بھی یہی ضرورت ہے کہ ایک جماعت مسلمانوں میں ایسی ہو جس نے اپنا نصب العین خدمت اسلام رکھا ہو اور اشاعت دین کے لئے اپنا مال اپنا وقت اور اپنی کوشش خدا کیلئے وقف کر دے۔ تاکہ صحابہ کرامؓ سے کوئی نسبت پیدا ہو جائے۔ اور ان کے رنگ میں رنگین ہو جائیں

میر قاسم علی صاحب کی کتاب کا حوالہ

اگر کسی نے ان کی صفت ثنا مجدد وقت کی زبان سے سنی ہو تو رسالہ "دین الحق یا ہمارا مذہب" مصنفہ میر قاسم علی صاحب مطبوعہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء کا صفحہ ۸۷ و ۸۸ فقرہ (۵۹) پڑھ لے جس میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ (حضرت مرزا صاحب) نے چھ گھنٹے کی تقریر فرمائی۔ اس سارے مضمون میں آپ (حضرت مرزا صاحب) نے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے محامد اور فضائل اور اپنی غلامی اور کفش برداری کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور جناب شیخین علیہما السلام کے فضائل مذکور فرمائے اور فرمایا کہ میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہؓ) کا مداح اور خاک پا ہوں۔ جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے۔ وہ قیامت تک کوئی شخص پا نہیں سکتا۔ کب دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام کو ملا۔ آپ کا ایک قصیدہ اس کی مزید وضاحت کرتا ہے۔ آپ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے اندر دنی ٹائٹل پیج پر ہے جس کا دوسرا شعر یہ ہے:۔

اگر یاراں کنوں بر غربت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

اور آخری یعنی اکیسواں شعر یوں ہے:۔

فراموشت شدائے قوم احادیث نبی اللہ
کہ نزد ہر صدی یک مصلح امت شود پیدا

اسلام اور حضرت بانئے سلسلہ

اسی طرح اسلام کے سچا مذہب اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے پر اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ پر فرماتے ہیں:۔

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے وہ تمام انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"

تجدید دین اور اشاعت اسلام

تجدید دین کس رنگ میں ضرورت تھی؟ تبلیغ اسلام کا کام مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ اور یہی ان کی دنیاوی طاقت کے زوال کا موجب ہو رہا تھا۔ اسلام کی طرف دعوت دینے کی بجائے علماء دین متین خود مسلمانوں کو ہی حلقہ اسلام سے خارج کرکے مسلمانوں کی تباہی کے سامان پیدا کر رہے تھے۔ اسی پر مجدد وقت نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بہت روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں مسلمانوں آؤ خدا سے شرماؤ۔ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھاؤ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ۔ اسی موقعہ پر آپ حدیث نبوی سے استنباط کرکے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ تمام اشارات اسی بات کی طرف ہیں کہ جب مذہبی اختلافات دور ہو جاویں گے "یکدفعہ فطرتی محبت کا چشمہ جوش مارے گا اور تباغض اور تحاسد دور ہو جاوے گا۔ اور تعصب کی زہریں نکل جائیں گی۔ اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کرے گا۔ تب اسلام کے دن پھر سعادت اور اقبال کی طرف پھریں گے اور سب مسلمان مل کر اس کوشش میں لگیں گے کہ اسلام کو بڑھایا جائے اور مسلمانوں کی کثرت ہو" (صفحہ ۱۱۳ سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم)

حضرت مجدد وقت کی کوششیں

پس مجدد وقت کی (۱) پہلی کوشش تو یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے یہ مرض تکفیر دور ہو جائے۔ جو ایک وبائے عالمگیر کی طرح ان پر مسلط تھا۔ اور (۲) دوسری کوشش یہ تھی کہ دین اسلام کی سچائی کو ایک مرغوب و دلکش پیرایہ میں بیان کرکے غیر مسلموں کو دعوت اسلام دی جائے اور نہ صرف اپنے ایک ملک ہندوستان والوں کو بلکہ کل روئے زمین کے ممالک کو۔ خصوصاً یورپ و امریکہ کو۔ جن کے متعلق اپنی کتاب ازالہ اوہام میں زیر عنوان ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام کو یورپ اور امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کے ان کے پاس بھیجی جائے"

اور تیسری (۳) کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو بجائے نام کے مسلمان ہونے کے کام کے مسلمان بنائیں اور ان کو اس قابل بنائیں کہ اپنا تزکیہ نفس کرکے تقویٰ کی راہوں پر چلیں اور اپنے نمونہ سے اور اپنی جدوجہد سے داعی اسلام بنیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ان کوششوں کو بار آور کیا۔ اور آپ کی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے اسلام کے منور چہرہ پر سے مخالفین کے اعتراضوں کے بدنما دھبے دور کئے گئے۔ مخالفین مرعوب اور لاجواب ہو گئے اور اسلام کی قبولیت کی طرف طبائع راغب ہونے لگیں۔

جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع

ان کوششوں کو جاری رکھنے کے لئے آپ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو اس وقت برسرکار ہے۔ اس جماعت کے چیدہ افراد اس سال حسب معمول مختلف مقامات سے سخت سردی کے موسم میں سفر کی تکالیف اٹھا کر اپنے مرکز میں جمع ہوں گے۔ اس انجمن کا کام اس کے نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے ظاہر ہے۔ اس مجمع کو آپ دسمبر کی ۲۵، ۲۶، ۲۷ تاریخوں میں احمدیہ بلڈنگس کی جامع مسجد میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس جگہ پروگرام کے مطابق مقررہ اوقات میں کوئی تو حاضرین مجلس کو یہ سمجھا رہا ہوگا۔ کہ اس وقت ہر ایک مسلمان کو دین اسلام کا مجاہد بن کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی یہ کہہ رہا ہوگا۔ کہ اس وقت دنیا میں قرآن کریم کی تعلیم کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔ کوئی یہ وعظ کر رہا ہوگا کہ ختم نبوت کی سد راہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرنے والوں کا مقابلہ کرنا چاہئے اور آخری نبی فداہ ابی و امی کے جھنڈے کے نیچے ساری دنیا کو لانا چاہئے۔ کہ اس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ سنا رہا ہوگا کہ یہ زمانہ قرآن کریم کے بیان کردہ قانون لا اکراہ فی الدین کو دنیا میں پوری طرح نافذ کرنے کا ہے اور دین کی اشاعت کا طریقہ قد تبین الرشد من الغی میں مضمر ہے۔ کوئی مغربیت کی زہریلی ہوا سے بچنے کی تدبیریں بتلا رہا ہوگا اور کوئی دنیا کی مشکلات کا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

سال میں تین روز
محض للہ ربانی باتوں کے سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے

(از جناب ڈاکٹر دوست محمد صاحب مصنف آئینہ احمدیت)

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء وہ مبارک دن تھا جب خدا کے اس مامور اور مجدد وقت نے جو دنیا کی موجودہ روحانی امراض کے لئے مسیحا بن کر آیا۔ ایک جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ یہ سب سے پہلی تاریخ تھی جب حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے ماتحت قادیان میں ایک جلسہ منعقد ہوا اور تین دن تک جاری رہا۔ اس جلسہ کی کیفیت اور روحانی برکات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک اعلان شائع کیا جس میں تمام متوسلین جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں ......

حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے۔ جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔"

یہ خدا کے مامور کے الفاظ ہیں جن میں اس پاک انسان نے جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور فوائد کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ آج اس اعلان کو شائع ہوئے نصف صدی کے قریب ہونے کو ہے اس طویل عرصہ میں جلسہ پر آنے والے احباب ان فوائد کو عملاً مشاہدہ کر رہے ہیں اور نہ صرف قال سے بلکہ عملی طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارا جلسہ کسی دنیوی اغراض کے لئے نہیں بلکہ محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے منعقد ہوتا ہے جب تک وہ خدا کا مامور ہم میں تھا۔ اس کی ربانی باتیں ہمارے لئے ایک خاص جذب و اثر پیدا کرنے کا موجب تھیں۔ یہاں تک کہ ایک ابتدائی جلسہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"آپ نے اس وقت اپنی کتاب توضیح مرام کا وہ مقام نکالا جس میں ملائکہ پر بحث تھی اور مولویوں نے اپنی نادانی سے اس پر اعتراض کیا تھا اور تقریر شرح و بسط سے فرمائی جو اس قدر پر معارف تھی کہ مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی پر بہت رقت طاری ہوئی جس سے تمام حاضرین کے دل پگھل گئے اور سب پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہوگئی اور بعض کے دلوں میں جو شک و شبہ تھے وہ سب نکل گئے۔"

وہ مامور الٰہی تو اب ہم میں نہیں لیکن اس کے انوار روحانی اور انفاس طیبہ سے پرورش یافتہ لوگ اب بھی ہم میں موجود ہیں۔ اب بھی ایک ایسا روحانی وجود ہم میں موجود ہے جس کو مسیح موعود کی فراست نے "خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی" کرتے ہوئے دیکھا اور یہ یقین ظاہر کیا کہ:۔

"وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقوے اور محبت دین پر ثابت قدم رہکر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔"

آج ستائیس سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ اس نیک انسان نے جماعت کی قیادت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور ایسے وقت میں لی جب جماعت ایک خطرناک فتنہ میں مبتلا ہو چکی تھی اور صرف چند اشخاص جو انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے اس آوازہ حق پر لبیک کہنے کے لئے رہ گئے۔ جو اس نے جماعت کو اس فتنہ سے نکالنے اور حضرت مسیح موعود کے حقیقی مذہب پر قائم کرنے کے لئے اٹھایا اس وقت خطرناک طور پر اس کی مخالفت کی گئی۔ قادیان میں جو آزادی رائے اور مذہبی آزادی کا گہوارہ تھا۔ خود مسیح موعود کے مذہب کے متعلق اظہار خیالات کی اسے اجازت نہ دی گئی۔ اس پر آوازے کسے گئے۔ پھبتیاں اڑائی گئیں۔ اذیتیں پہنچائی گئیں جیسا کہ ہر اس شخص کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتا اور سچائی کی دعوت دیتا ہے۔ ان چند لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی پیشگوئیاں کی گئیں۔ جن کو دیکھکر اور فریق مقابل کے زبردست جتھے اور مال کثیر کو دیکھکر ایک ظاہر بین انسان کہہ سکتا تھا کہ یہ چند کمزور انسانوں کا گروہ جس کے پاس نہ مال ہے نہ جائیداد آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں لیکن دیکھئے اور مامور الٰہی کے الفاظ کا ایک دفعہ پھر مطالعہ کیجئے۔

"میری فراست اس بات میں خطا نہیں کریگی کہ جوان[1] موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کریگا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقوے اور محبت دین میں ثابت قدم رہکر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔"

مسیح موعود کی اس فراست نے اس ابتلا کے وقت میں اپنا رنگ دکھایا اور ہم نے اس پاک انسان کو اپنی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں یہاں تک ترقی کرتے ہوئے دیکھا اور تقوے اور محبت دین میں اس کی ثابت قدمی ایسے ایسے شاندار نمونے دیکھنے میں آئے۔ کہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ ایک وہ وقت تھا جب ہمیں "چند" اور "ڈھائی ٹوٹیاں اور فتو باغبان" کے خطابات دیئے جاتے تھے اور ہماری تباہی و بربادی کی پیشگوئیاں قسمیں اٹھا اٹھا کر کی جاتی تھیں۔ اور ایک آج کا دن ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے قائد کا نام دنیا کے ہر ملک، ہر گوشہ اور ہر کنارہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور تو اور پادری زویمر جیسے دشمن اسلام کو بھی کھلے بندوں اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ

"لاہور کی جماعت اسلامی کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو ان کی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے ان کے اسلام سے دفاع اور اس کی حفاظت کو بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ یہی ایک صورت ہے کہ جس میں وہ عملی رنگ میں اسلام کے وفادار رہ سکتے ہیں۔" (مسلم ورلڈ جلد ۱۴)

اس سے بھی بڑھکر مارماڈیوک پکتھال جیسا شخص جس کو جماعت احمدیہ کے متعلق خاص طور پر بدظن کیا گیا یہ الفاظ لکھنے پر مجبور ہو گیا۔

"غالباً کوئی دوسرا زندہ انسان ایسا نہیں جس نے اسلام کی تجدید کے لئے مولانا محمد علی ساکن لاہور سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام دی ہوں۔"

ایسا ہی ایک امریکن مصنف کو آپ کی کتابیں دیکھکر لکھنا پڑا کہ

"شاید کسی مسلمان نے زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو، اسلام کے محاسن دکھانے میں لوگوں کی اس سے زیادہ رہنمائی نہیں کی جو مولانا محمد علی نے کی ہے۔"

کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہنا بیجا ہے کہ مسیح موعود کی فراست نے جس بات کو آج سے اکتالیس بیالیس سال پہلے دیکھا تھا وہ آج عملی رنگ میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اگرچہ "ربانی باتیں" سنانے کے لئے خدا کا وہ مامور ہم میں اس وقت موجود نہیں تاہم اس کے فیض روحانی سے تربیت پانے والا وہ انسان ہم میں موجود ہے۔ جس کے تقوے اور محبت دین میں ثابت قدمی نے وہ نمونے ہمیں دکھائے۔ جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہیں جس کی دعائیں جو اسلام کی نصرت و فتوحات کے لئے اس نے کیں۔ جناب الٰہی سے استجابت کا پھل لا رہی ہیں۔

پس اے خدا کے بندو! اور مسیح موعود کے نام لیواؤ! آؤ اور محبت دین اور نصرت الٰہی کے ان نمونوں کو یہاں آکر دیکھو اور اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ اے خوش نصیب لوگو! جن کو سال بھر کے بعد پھر یہ مبارک موقع میسر آیا ہے کہ حسب ارشاد مسیح موعود اپنے ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے حقائق و معارف سے بھری ہوئی تقریریں سنیں۔ آپس میں رشتہ تودد و تعارف کو ترقی دیں۔ اور اس خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو جو زیادہ نہ ملنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ درمیان سے اٹھا دیں۔ آؤ کہ اب اس سعادت کے حاصل کرنے کا وقت آرہا ہے پھر خدا کے مامور کی باتیں سننے اور اسلام کی ترقی و نصرت کی راہیں سوچنے کے دن قریب آگئے ہیں۔ آؤ! خدا کے مسیح کی طرف سے تمہیں دعوت ہے

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض ربانی باتیں سننے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔" ....

[1] حضرت مولانا محمد علی صاحب جو اس وقت جوان تھے۔

سورۃ جمعہ اور زندگی کا راز

قومی اجتماع سے روحانی قوت کا خزانہ

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی)

زندگی کا راز حرارت میں ہے۔ اور انسان کا درجہ حرارت ہر ایک آب و ہوا میں ۹۸ ہے۔ اور یہ نہیں گرتا جب تک زندگی موجود ہے۔ اس کا گرنا درحقیقت موت کی طرف قدم اٹھانا ہے۔ ہر آب و ہوا میں خواہ وہ عرب کا ریگستان ہو یا قطبین کا کوئی سخت سرد مقام۔ ایک ہی درجہ حرارت کے قائم رہنے کا راز یہ ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی آگ انسان کے اندر جلتی رہتی ہے۔ جو اسے ایک ہی درجہ پر قائم رکھتی ہے۔ سانس اس کے لئے ہوا مہیا کرتا ہے اور خوراک ایندھن۔ اس نقطۂ نگاہ سے انسان ایک مشین ہے۔ جو مرکزی چولھے سے متحرک ہوتی ہے۔ سردیوں میں اس چولہے کے اندر زیادہ ایندھن یا خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ باہر کی ہوا سے جسم فوراً ٹھنڈا ہو جاتا ہے

انسان کی مادی زندگی کا اگر یہ راز ہے تو روحانی زندگی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ کہ ہر شخص جو زندہ رہنے کا خواہشمند ہے وہ اپنی حرارت روح کو قائم رکھے۔ اور اس کا روحانی مرکز اس قدر گرمی مہیا کرے جو اس کی روحانی زندگی کے لئے کفایت کر سکے۔ ہمارا سالانہ اجتماع ایک مرکزی پاور ہوس ہے۔ جو روشنی اور قوت کا خزانہ ہے۔ اگر اس پاور ہوس کے ساتھ آپ کا رشتہ قائم ہے۔ تو بیشک زندگی کی رو آپ کے اندر پہنچی ہوگی مرکز سے بُعد اور بے تعلقی اس زندگی سے محرومی کا دوسرا نام ہے۔ خارجی سرد بازاری کا علاج سوائے زیادہ تیز حرکت کے کچھ نہیں جو یا تو زیادہ ایندھن سے پیدا ہوتی ہے اور یا زیادہ قوت ارادی سے۔ مذہبی دنیا کے اندر اس وقت غضب کی سردی ہے اور سیاست کا بازار گرم ہے تاہم

اگر یہ سچ ہے کہ تاریکی جب اپنی انتہا کو پہنچتی ہے۔ تو روشنی کی امید بھی قریب تر ہو جاتی ہے۔ بیشک ہمارے اس زمانہ میں نسل انسانی کے اختلافات عالمگیر ہو گئے ہیں۔ تو مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ ابن آدم کی برادری ہی عالمگیر ہو رہی ہے۔ اگر بیع اور اقتصادی فوقیت کا جنون دنیا کو اس وقت آگ اور بارود کا بپتسمہ دے رہا ہے۔ تو یہی وقت ہے جب مسلمانوں کو سورۃ جمعہ کا زیادہ غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے۔ قرآن مجید کی سورہ جمعہ فلسفہ اجتماع اور قوت جمہوری پر ایک کلام ناطق ہے۔ انسان کی عالمگیر اخوت اور برادری میں سب سے مہلک چیز بیع ہے۔ اقتصادی فوقیت اور برتری کا خیال ہی اس وقت عالمگیر جنگوں کا باعث ہے اور دنیا کی تاریخ میں بیع و تجارت کے معاملہ میں دجال کا ہم پلہ کوئی نہیں اسلئے اس زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو زندہ رکھنے کے لئے دجال کے ذخائر بارود و پٹرول کے بالمقابل ایک قومی اجتماع سے روحانی قوت کا خزانہ پیدا کرنے کی تاکید کی ہے۔ بیع انفرادی منافع اور مفاد کی چیز ہے۔ جو شخص دینی مفاد کی خاطر اسے چھوڑ کر قومی اجتماع میں شامل ہوتا ہے۔ بیشک وہ اس زمانہ میں اذا راو تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما کی زد سے باہر ہے۔ قوم کے اس یوم جمعہ میں شامل ہو کر آپ اس امر کا ثبوت مہیا کیجئے کہ آپ دین مصطفٰے کو زندہ رکھنے کے لئے ابھی تک زندہ ہیں۔

امرتسر میں نماز جمعہ

جناب میاں عطاء اللہ صاحب ساطع کی قابل قدر مساعی

مقبول نلور آئیل ملز امرتسر میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے جمعہ کی نماز باقاعدہ ہوتی ہے مرکز سے مولوی احمد یار صاحب ایم اے قریباً ہر جمعہ تشریف لاتے ہیں۔

احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت دوست بھی کافی تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے کافی رونق ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ جناب میاں عطاء اللہ صاحب ساطع کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ آپ ہر کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

مرکز سے جماعتی کاموں کے لئے جو اپیل ہوتی ہے۔ آپ سب سے پہلے لبیک کہتے ہیں۔ آپ کا ایثار اور دین کی خدمت کے لئے شوق واقعی قابل تقلید ہے۔

مرکز سے جو جلسہ فنڈ کے لئے اپیل کی گئی ہے۔ اس پر لبیک کہتے ہوئے جناب میاں صاحب موصوف نے امسال بھی چار بوری آٹا عنایت فرمایا ہے۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء

جو احباب کاروباری سلسلہ میں امرتسر آتے ہیں۔ ان سے بھی درخواست ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے مقبول فلور آئیل ملز بیرون بھگتانوالہ گیٹ تشریف لادیں۔

(نامہ نگار)

ہماری جماعت!!

موجودہ تباہ کاریوں میں امید کی جھلک

(از جناب حافظ محمد حسن صاحب بی اے۔ ایل ایل۔ بی گجرات)

انسانوں کی بداعمالیوں نے آسمان کی بلندیوں سمندر کے پانیوں اور زمین کی خشکیوں پر وہ کہرام مچا یا ہوا ہے کہ جنگل کے سانپ اور بچھو حیوان اور درندے اشرف المخلوقات کی ان سیاہ کاریوں کو دیکھ کر شرمندہ ہو رہے ہیں۔ تہذیب اور تمدن کا مدعی ہلاکت آفرین سامانوں سے اپنا ابنائے جنس کو ہزاروں کی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار رہا ہے عیسائی عیسائی کا دشمن ہو رہا ہے۔ بدھ مذہب کے پیرو جن کو تعلیم یہ دی گئی تھی کہ کیڑے مکوڑے تک کی حفاظت کریں آج انسانی خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہے ہیں۔ ایک گال پر تھپیڑ کھا کر دوسری گال پیش کرنے کی تعلیم دینے والے آج گرجوں مکانوں سکولوں اور ہسپتالوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور بستے شہریوں بیماروں۔ بوڑھوں اور عورتوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ تمام دنیا میں دیکھئے اس غیور نبی صلعم کی قوم ہے جس پر متعصب پادریوں کا الزام تھا کہ اس کی شمشیر نے تاریخ کے اوراق کو رنگین کر دیا ہے۔ جو اس وقت امن و سکون سے بیٹھی تماشا گاہ عالم میں مغرب کے درندوں کی فتنہ خیزیوں کو مطالعہ کر رہی ہے۔

تمام ہنگامہ آرائیوں۔ خون آشامیوں فتنہ خیزیوں ستم شعاریوں اور وسیع تباہ کاریوں میں امید کی جھلک اگر نظر آتی ہے تو یہ ہے کہ اس فتنہ و فساد کی دنیا میں ایک جماعت ایسی بھی ہے۔ جو انسان کو اس کی فطرت کا سبق یاد دلاتی ہے جو اس گمراہ شدہ دنیا کو خدا کا پیغام سناتی ہے۔ جو نوع انسان کو بتلاتی ہے۔ کہ جرمن کو انگریز اور انگریز کو جرمن پر کوئی فوقیت نہیں۔ مغربی کو مشرقی پر اور مشرقی کو مغربی پر کوئی سبقت نہیں۔ انسان کے اندر مساوات ہے۔ روح انسانی آزاد ہے۔ ہٹلر انسان ہے۔ مسولینی انسان ہے۔ ان کی قوموں نے ان کو خدا بنا دیا ہے۔ خدا ایک ہے اور اسی کا حکم تمام کائنات پر چلتا ہے۔ انسان اس سے کٹ جائے۔ تو درندہ ہو جاتا ہے اگر اس کے آستانہ پر گر جائے۔ تو فرشتہ سے بڑھ جاتا ہے وہ جماعت دن رات خدا کا نام بلند کرنے میں مصروف ہے۔ اس کا پیغام سنانے میں مصروف ہے۔ دنیا میں ہزارہا آندھیاں آئیں۔ طوفان چلے۔ لڑائیاں ہوئیں فسادات ہوئے۔ انقلاب آئے۔ مگر یہ جماعت اپنے مقصد سے غافل نہ ہوئی سیاست کی کشش اس کو اپنی طرف نہ کھینچ سکی۔ ہنگامی تحریکات اسے متوجہ نہ کر سکیں۔ فوری فوائد اور بڑا بننے کی تمنا نے اس جماعت کے افراد کو اپنے پروگرام سے نہ ہٹا سکے۔

یہ جماعت انسانیت کی سچی خدمت کر رہی ہے۔ اور اس زمانہ میں جبکہ شیطان دنیا میں اپنا تسلط جمائے بیٹھا ہے خدا کا نام بلند کرنا ایک عظیم الشان مقصد ہے۔ جو صرف یہ ایک مختصر سی جماعت اپنے محدود ذرائع اور وسائل کے ساتھ محض بہ توفیق الٰہی سر انجام دے رہی ہے۔ بالآخر یہی جماعت غالب ہوگی۔ دہریت ختم ہو جائیں گے۔ دنیا پرست ذلیل ہو کر رہ جائیں گے۔ اور خدا پرست جماعت کامیاب و کامران ہوگی۔ انشاء اللہ یہ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔ جو گذشتہ پچیس سال سے اسلام کی روشنی دنیا میں پھیلا رہی ہے۔ اور آج دنیا کی اپنی حالت یہ ہو گئی ہے کہ وہ تمام سابقہ مذاہب سے برگشتہ ہو کر کسی نئے مذہب کی تلاش میں ہے۔ نازی ازم فاسزم۔ بولشوازم حال ہی کے پیداوار ہیں اور دنیا نے دیکھ لیا ہے۔ کہ یہ تحریکات کس قدر انسانی تہذیب۔ انسانی شرافت۔ انسانی عزت اور انسانی کمالات کی دشمن ہیں۔ عنقریب یہ تمام نظریئے فنا ہونیوالے ہیں۔ عدم تشدد کے نظریہ کا بھی ہندوستان میں امتحان ہو رہا ہے۔ اس کی شکست بھی یقینی ہے۔ اب مشرق اور مغرب اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ موجودہ زلزل جن سے دنیا کانپ اٹھی ہے ختم ہونگے۔ پھر سکون اور امن قائم ہوگا۔ اور انسان ٹھنڈے دل سے اپنے مستقبل پر غور کریگا۔ اور لازماً اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ وہ شجاع عرب جو آج سے تیرہ سو برس قبل دنیا میں انقلاب آفریں پیغام لایا تھا انسانوں کا قیامت تک واحد رہنما ہے۔ اور اس کے جھنڈے کے نیچے انسانیت کو پناہ اور آرام مل سکتا ہے۔

وابستگان سلسلہ عالیہ احمدیہ

سے دفتر تحصیل کی ضروری گذارش

تمام بزرگ، احباب اور خواتین جماعت از راہ کرم جلسہ سالانہ کی مبارک تقریب پر اپنے ہر قسم کے بقایا جات صاف کر دیں۔ اخبارات کے چندے بھی ادا فرمادیں۔ جلسہ فنڈ اور ماہواری چندوں کے متعلق خصوصیت کے ساتھ گذارش ہے۔ وصولی کا حسب معمول سابق باقاعدہ انتظام ہوگا مقام پر رقم باضابطہ رسید ادا کی جائے۔

(دفتر تحصیل)

ایّامِ جلسہ اور ایک عظیم الشّان نشان

تفسیر نویسی کا مقابلہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی علماء پر نمایاں فتح

از جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (قادیان)

ایک عظیم الشان نشان

پیغام صلح کے جلسہ نمبر میں مضمون دینے کے لئے جب مجھے تحریک کی گئی تو میری توجہ فوراً ایک عظیم الشان نشان کی طرف پھر گئی جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو ثابت کرنے اور دیگر ادیان اور مخالف علماء پر حجت تمام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھیک انہی ایام میں ظاہر ہوا جو ایام کہ جلسہ سالانہ کے لئے مقرر ہیں اسلئے اس مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس عظیم الشان نشان کو ان ایام سے ہے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس پرچہ میں جو خصوصیت کے ساتھ جلسہ ہی کی یادگار میں نکالا جا رہا ہے اس نشان کی یاد کو بھی تازہ کر دیا جائے تا اگر کوئی سعید روح اس الٰہی نشان سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو اُٹھا لے۔

حضرت اقدسؑ اور تفسیر نویسی کا چیلنج

حضرت اقدسؑ نے جب مامور من اللہ ہونیکا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا تو علماء نے لوگوں کو حضورؑ کی طرف متوجہ ہونے سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا حضورؑ کو نعوذ باللہ جاہل بے دین۔ ملحد۔ کافر۔ دجال۔ دشمن اسلام وغیرہ قرار دے کر عوام کو متنفر کرنے کی پوری پوری کوشش کی حضورؑ نے اپنے آپ کو ان الزامات سے بری ثابت کرنے اور علماء پر اپنی صداقت کو واضح کرنے کے لئے کئی طریق اختیار کئے مگر چونکہ نیتیں صاف نہ تھیں اسلئے علماء کو راہ راست پر لانے کے لئے کوئی طریق بھی کارگر نہ ہوا۔ ان مختلف طرق میں سے جو اس غرض کے لئے استعمال کئے گئے تھے ایک طریق بالمقابل قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کا چیلنج بھی تھا اور اسی کی طرف میں اپنے اس مضمون میں توجہ دلانا چاہتا ہوں حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اے علماء اسلام اگر آپ لوگ مجھے فی الحقیقت کافر اور راندۂ درگاہ الٰہی یقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو رسول کریم صلعم کا حقیقی نائب سمجھتے ہو تو یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ قرآن شریف جو اللہ کی کتاب اور اس کا ایک علمی معجزہ ہے اس کے علوم اسی پر کھلیں گے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والا اور رسول کریم صلعم کا حقیقی نائب ہوگا، کافر اور مفتری پر اس کے معارف کبھی نہیں کھل سکتے آؤ ہم بالمقابل قرآن شریف کے کسی حصہ کی تفسیر لکھیں تا دنیا کو پتہ لگ جائے کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں میں سے کس پر اپنی کتاب پاک کے علوم کھولتا ہے۔

علماء کی علمی فرومائیگی

علماء جو اپنی علمی بے بضاعتی اور تائید الٰہی سے اپنی محرومیت سے کما حقہٗ واقف تھے انہیں اس چیلنج کو قبول کرنے میں اپنی موت نظر آتی تھی اسلئے وہ مختلف قسم کے حیلوں بہانوں سے اس چیلنج کو ایک عرصہ تک ٹالتے رہے لیکن چونکہ اس چیلنج کو قبول نہ کرنے میں انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ عوام پر اس کا بُرا اثر پڑے گا اس لئے عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے ہمیشہ مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے ان پر یہ اثر ڈالتے رہے کہ ہم تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہیں مگر مرزا صاحب ہی نعوذ باللہ مقابل میں آنے سے بھاگ رہے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی نصرت

اللہ تعالےٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اپنے مکر و فریب سے حق کو مشتبہ کر رہے ہیں اور صداقت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تو اس نے بھی بالمقابل ایک تدبیر اختیار کی جس سے ان کے تمام مکر و فریب کا تانا بانا ٹوٹ کر رہ گیا اور جس سے یہ مجبور ہو کر تفسیر نویسی کے لئے میدان مقابلہ میں نکل آئے اور اپنی خطرناک ہزیمت سے خدا تعالےٰ کے مامور کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا گئے۔

جلسہ مذاہب اعظم

وہ تدبیر یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے لاہور کے بعض اکابر کے دل میں یہ تحریک پیدا کر دی کہ لاہور میں ایک مذہبی جلسہ منعقد کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمایندے تقریریں کریں ان کے دل میں اس تحریک کا پیدا ہونا تھا کہ انہوں نے .... پانچ ایسے سوال انتخاب کئے جو تمام الٰہیات کا نچوڑ تھے اور پھر جلسہ کے تمام انتظامات مکمل کر کے اعلان کر دیا کہ ۲۶-۲۷-۲۸۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو یہ جلسہ ہوگا اور تمام مذاہب کے نمایندوں پر فرض ہوگا کہ وہ صرف اپنی اپنی الہامی کتاب سے ان پانچ مقررہ سوالوں پر روشنی ڈالیں جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ تھا کہ ہر مذہب کا نمایندہ اپنی اپنی الہامی کتاب کی ایک مکمل تفسیر جلسہ میں سنائے گا اور اس کی خوبیوں پر ایک مکمل تبصرہ کرے گا پس یہ ظاہر ہے کہ اسلام کی طرف سے جس نمایندہ نے اس جلسہ میں پیش ہونا تھا اسے بھی قرآن شریف کی ہی تفسیر کرنی پڑنی تھی حضرت اقدسؑ نے تو فوراً منتظمین جلسہ کو اطلاع دیدی کہ حضورؑ کا مضمون اس جلسہ میں پڑھا جائے گا اگر اسلام کی طرف سے صرف حضورؑ کا ہی مضمون پڑھا جاتا اور دیگر علماء شریک نہ ہوتے اور حضرت اقدسؑ کا مضمون غالب رہتا تو بوجہ مقابلہ نہ ہونے کے معاملہ پھر بھی مشتبہ رہتا کیونکہ علماء کہہ سکتے تھے کہ اگر ہمیں بھی موقعہ ملتا تو ہم بھی اس سے بڑھکر نہیں تو کم از کم اس جیسا مضمون تو ضرور پیش کر دیتے۔

خدا تعالےٰ کا منشاء

خدا تعالےٰ کا منشاء چونکہ ہمیشہ کے لئے اس اشتباہ کو دور کرنے کا تھا اسلئے خدا تعالےٰ نے علماء کے دل میں بھی تحریک کر دی کہ وہ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں چنانچہ آپنے اس قانون کے ماتحت کہ نستدرجهم من حيث لا يعلمون کہ (دشمنان حق کو بعض اوقات ہم ایسے رنگ میں مقابلہ کے لئے لاتے ہیں کہ اُن کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں) وہ پکڑ کر ان علماء کو مقابلہ کے لئے لے آیا اور ان کو محسوس بھی نہیں ہوا کہ وہ تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں اُن کے دماغ پر یہی ایک خیال مستولی رہا کہ اتنے بڑے جلسہ میں ہماری شرکت ہمارے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گی چنانچہ پنجاب کے اس وقت کے دو چوٹی کے علماء یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اپنے اپنے مضمون پڑھنے کے لئے نام بھجوا دیئے تاکہ اس طرح پر وہ بغیر اس امر کو محسوس کئے کہ وہ حضرت اقدسؑ کے مقابلہ میں تفسیر نویسی کے لئے جا رہے ہیں مقابل میں قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے اور اس چیلنج کو جس کو وہ مدت سے ٹال رہے تھے قبول کرنے پر مجبور ہو گئے، یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے یہ شرط تھی کہ ہر مقرر اپنی الہامی کتاب سے ہی ان پانچ مقررہ سوالوں کا جواب دے اسلئے اسلام کے یہ تینوں نمائندے یعنی حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اب مجبور تھے کہ ایک ہی موضوع پر قرآن شریف کی بالمقابل تفسیر لکھیں چونکہ یہ تفسیر اپنے اپنے گھر پر لکھی جانی تھی اس لئے ہر ایک کو علاوہ وقت کی آزادی کے اس امر کی بھی مکمل آزادی تھی کہ جس کتاب یا جس شخص سے چاہے مدد لے، پھر موقعہ کی نزاکت بھی چاہتی تھی کہ ہر ایک اپنے اپنے مضمون کو جس حد تک مکمل کر سکتا تھا کرے کیونکہ تمام ادیان کے ساتھ مقابلہ کا دن تھا اور ہر ایک کے دل میں لازماً یہ خیال ہونا چاہیئے تھا کہ اس کی ادنیٰ سی کوتاہی بھی اسلام کو ہمیشہ کے لئے ذلیل کرانے اور اس کے جھنڈے کو دائمی طور پر سرنگوں رکھنے کا موجب ہو سکتی ہے پس اندریں حالات یہ وہم بھی نہیں آ سکتا کہ اُن میں سے کسی نے بھی اپنے مضمون کو اعلیٰ سے اعلیٰ اور عمدہ سے عمدہ خیالات سے پُر کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا رکھا ہو۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو حضرت اقدسؑ سے جس قدر دشمنی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں اور حضورؑ کو گرانے اور نعوذ باللہ کاذب ثابت کرنے کے لئے جو ایڑی چوٹی کا زور ان دونوں علماء نے لگایا ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں، کون نہیں جانتا کہ ان دونوں کی زندگیاں اسی کام کے لئے وقف رہی ہیں پس کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس موقعہ پر بھی حضورؑ کو گرانے کے خیال نے مضمون کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے میں اپنی پوری ہمت صرف کرنے کی طرف انہیں متوجہ رکھا ہو۔

مولویوں کی ناکامی

لیکن اس تمام کوشش کے باوجود اس مقابلہ میں انہیں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور میدان حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ رہا اور یہ ہزاروں حسرتوں اور مایوسیوں کو دل میں لئے ہوئے اس میدان مقابلہ سے واپس لوٹے بسا اوقات یہ علماء حضرت اقدسؑ کے چیلنج تفسیر نویسی کو ٹلانے کے لئے منصفوں کے جھگڑے کو لے بیٹھا کرتے تھے مگر اس جلسہ میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ ہزاروں منصف فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے جن میں مسلم غیر مسلم سب شریک تھے ان تمام کے روبرو ان تینوں نے اپنا اپنا مضمون پڑھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی فتح

اللہ! اللہ! اس وقت ان علماء کے دل کی کیا کیفیت ہوگی جبکہ اُن کی آنکھوں کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کے مضمون کو سُن سُن کر لوگ وجد میں آ رہے تھے، وقت ختم ہو جاتا ہے لیکن مضمون کا ایک حصہ باقی رہ جاتا ہے، لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم ہے کہ وہ منتظمین جلسہ پر زور ڈالنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس مضمون کیلئے وقت بڑھایا جائے آخر لوگوں کے سخت اصرار پر منتظمین کو ایام جلسہ میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑتا ہے اور بالآخر مضمون ختم ہونے پر سب کا متفقہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا مضمون ہی سب مضمونوں پر غالب رہا مسلم اور غیر مسلم اخباروں میں اس فیصلہ کی اشاعت ہو جاتی ہے اور اس بات پر ہمیشہ کے

لئے مقرر کی جاتی ہے کہ دیگر ادیان کے مقابلہ پر اسلام کے جھنڈے کو اس دن اگر کسی نے بلند رکھا تو وہ حضرت مسیح موعودؑ کا وجود باجود ہی تھا، اس جلسہ نے ہمیشہ کے لئے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا جو یہ دعویٰ تھا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں اور قرآنی علوم مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھلائے جاتے ہیں، اور جو عالم بھی میرے مقابل پر نکلے گا وہ ذلیل کیا جائے گا، وہ محض منہ کی لاف و گزاف نہ تھی بلکہ یہ عین سچائی تھی جس کا حضورؑ اظہار فرما رہے تھے، چنانچہ اس جلسہ میں ساری دنیا نے اس دعویٰ کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

علماء کی قابلِ رحم حالت

اپنے علم کا جوہر دکھلانے کے لئے چوٹی کے علماء میدان میں نکلتے ہیں لیکن منہ کی کھاتے ہیں اُن کے علم کے پردے چاک ہو جاتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر پسپا ہوتے ہیں کیا علماء کے لئے اس دن سے بڑھکر بھی کوئی ذلت کا دن ہو سکتا تھا جبکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اس شخص کے شامل حال ہو رہی ہے اور اس کے منہ سے معارف حقائق کے پھول جھڑ رہے ہیں اور اُسی کے ہاتھ سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے جس کو وہ نعوذ باللہ جاہل، علم دین سے کورا۔ بے دین۔ ملحد۔ دجال اور اسلام کا دشمن قرار دیا کرتے تھے اور اس کے مقابل وہ جو اپنے آپ کو رسول کریم صلعم کا حقیقی نائب اور علوم قرآنیہ کا اصلی وارث ظاہر کیا کرتے تھے مخذول و مردود نظر آ رہے ہیں۔

خدا تعالےٰ کا تصرف

پس حضرت مسیح موعودؑ اور علماء کے درمیان تفسیر نویسی کا یہ مقابلہ جس میں علماء خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے ماتحت لائے گئے اپنے اندر ایک عظیم الشان نشان رکھتا ہے جس نے دنیا پر ثابت کر دیا ہو کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ ہی ایک ایسے انسان ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ لا یمسہ الا المطھرون یعنی قرآن کریم کے حقائق و معارف تک اسی شخص کو رسائی ہو سکتی ہے جو خود خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے پاک کیا جاتا ہے، پھر اس مقابلہ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ ہی رسول کریم صلعم کے علوم کے وارث ہونے کی وجہ سے حقیقی عالم ہیں اور ان کے مقابل پر جو شخص علم کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ اگر وہ حقیقی طور پر رسول کریم صلعم کا وارث ہوتا تو علوم قرآنی اس پر کھلتے اور مقابلہ کے وقت قرآن کی خوبیوں کا اظہار اُس کے قلم سے ہوتا نہ کہ اس شخص کے قلم سے جسکو وہ ہمیشہ سے علم دین سے کورا ظاہر کرتا چلا آ رہا ہے

نشان کی عظمت

اس نشان کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے قبل انعقاد جلسہ ایک عام اشتہار کے ذریعہ یہ پیشگوئی بھی شائع کر دی تھی کہ حضورؑ کا مضمون تمام مضمونوں پر غالب رہے گا چنانچہ حضورؑ کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئیگا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور ہو کیونکہ خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو"۔

پھر فرماتے ہیں:۔

" یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق و معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے "

پھر فرماتے ہیں:۔

" جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالےٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آ جائے گی "

تین عظیم الشان نشان

پس حضرت اقدسؑ کے اس مضمون میں جو جلسہ مذاہب اعظم لاہور میں پڑھا گیا صرف ایک نشان نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کے ذریعہ تین عظیم الشان نشان پورے ہوئے ہیں

پہلا نشان

اوّل یہ کہ حضرت اقدس کو براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت الہام ہوا تھا اَلرحمان علم القرآن کہ رحمان نے تمہیں قرآن سکھلایا ہے، اس الہام کی صداقت کماحقہٗ کبھی ظاہر نہ ہوتی اگر علماء کے ساتھ مقابلہ ہو کر یہ واضح نہ ہو جاتا کہ فی الحقیقت ان علوم قرآنی کو جن کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ہو رہا ہے کسب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ محض خدا تعالیٰ کی موہبت کا نتیجہ ہیں کیونکہ کسب سے اگر یہ علوم حاصل ہو سکتے تو ان ظاہری علماء کو کیوں حاصل نہ ہوتے جنہوں نے اپنی ساری عمریں ہی ان علوم کو حاصل کرنے میں صرف کر دیں پس اس مقابلہ کی وجہ سے ایک تو اس الہام کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا۔

دوسرا نشان

دوسرا نشان اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے ظاہر ہوا جو علماء کے متعلق تھی کہ اگر وہ مقابلہ میں قرآن شریف کی تفسیر لکھیں گے تو ذلیل ہونگے گو علماء ایک عرصہ تک اس مقابلہ سے گریز کرتے رہے مگر اس جلسہ میں شرکت کا شوق انہیں آخر اس مقابلہ کی طرف لے ہی آیا اور ان کی ذلت کی پیشگوئی کا ظہور ہو گیا۔

تیسرا نشان

تیسرا نشان جو اس جلسہ کے ذریعہ ظاہر ہوا وہ خود اس مضمون کے غلبہ کی پیشگوئی کا پورا ہونا ہے جو پیش از وقت ایک عام اشتہار کے ذریعہ شائع کر دی گئی تھی جس کا مفصل ذکر اوپر گزر چکا ہے، یہ پیشگوئی اس صفائی کے ساتھ پوری ہوئی کہ عنید سے عنید دشمن بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے مضمون کے غلبہ کو عام طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا اور اخباروں میں بھی اسکے غلبہ کا اظہار ہو گیا تھا۔

حضرت اقدسؑ کے دعوےٰ مسیحیت کی صداقت

پھر سب سے آخری لیکن سب سے اہم بات جو اس جلسہ کے ذریعہ ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ کے دعوےٰ مسیحیت کی سچائی روز روشن کی طرح کھل گئی تفصیل اس کی یہ ہے کہ قرآن کریم میں رسول کریم صلعم کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یعنی رسول کریم صلعم کو دنیا میں ہدایت اور دین حق دیکر اس لئے بھیجا گیا تا آپ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھلائیں اس آیت کے متعلق مفسرین کا یہی خیال ہے کہ اس پیشگوئی کا کامل ظہور مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے ہوگا حضرت اقدسؑ نے دعوےٰ کیا کہ وہ مسیح جس کا وعدہ اس امت کو دیا گیا ہے میں ہوں، دنیا میں دعوے سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی اس لئے ان میں امتیاز کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے کچھ علامات مقرر کر دی جاتی ہیں تا انکو پورا ہوتا دیکھ کر ہدایت پانے کی خواہش رکھنے والے ہدایت پا سکیں سو خدا تعالےٰ نے مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کرنیوالے کے لئے منجملہ اور علامات کے ایک یہ علامت بھی رکھی ہوئی تھی کہ نبی کریم صلعم کے کامل بروز ہونیکی حیثیت سے دین اسلام کو دیگر ادیان پر غالب دکھلانے کی پیشگوئی اسکے ہاتھ سے پوری ہوگی، چنانچہ اس جلسہ نے حضورؑ کے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کر کے ثابت کر دیا کہ حضور اپنے دعوئ مسیحیت میں صادق ہیں اور حضور ہی وہ مسیح موعودؑ ہیں جس کا وعدہ اس امت کو دیا گیا تھا، مبارک ہیں وہ لوگ جو حضورؑ کے دامن کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(بقیہ صفحہ ۱۳)

عل اسلام کی پیروی میں مبتلا رہا ہوگا۔ کوئی یہ تجویز پیش کر رہا ہوگا۔ کہ سب مسلمانوں کو اس نیک کام میں شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور کبھی سب مل کر دعا کر رہے ہوں گے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ اللھم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔ ان کے دلوں کے حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ کس طرح امت محمدیہ کی بہتری اور اسلام کی برتری کیلئے بیتاب ہیں اور اپنے مرشد کے رنگ میں رنگین ہو کر پکار رہے ہیں ؎

نے ز فرد وسم حکایت کن نہ از آلام نار
کز غم دینِ محمدؐ سے زیم شوریدہ وار

اس لئے میں ان برادران اسلام کی خدمت میں جن کو اسلام کا درد ہے التماس کرتا ہوں کہ (۱) خادمان اسلام کے جلسہ میں شامل ہو کر ان کی باتیں سن جائیے اور اپنی تسلی کر جائیے کہ ان کا کام سوائے خدمت اسلام کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس مبارک کام میں ان کے ساتھ شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

(بقیہ صفحہ ۱۲)

میں یعنی جس کے لئے مومنوں کو جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے ضرور شامل ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ضروری کام ہو تو رسولؐ سے یا رسول کی عدم موجودگی میں جماعت کے امام یا امیر سے اجازت لیکر اس امر جامع سے غیر حاضر ہوتا ہے۔ بلا اجازت غیر حاضر نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ حکم فرمایا کہ جسے مناسب سمجھو اسے اجازت دو اور اس کے لئے استغفار کرو۔ کہ یہ اس کی شامت اعمال ہے۔ جو ایک اہم دینی کام میں شمولیت کی توفیق اسے نہ ملی۔

کیا آج محمد رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے دین کی عزت کا سوال درپیش نہیں۔ کیا آج آپ کے دین پر چاروں طرف سے حملے نہیں ہو رہے۔ کیا یہ جلسہ اسی اہم امر جامع کے لئے نہیں۔ پھر اس میں شامل نہ ہونا اور تھوڑی سی سستی اور غفلت سے جلسہ کو ٹال دینا کیا قرآن کی اس آیت کے مطابق عدم ایمان پر تو دلالت نہیں کرتا؟ یہاں تو اجازت لیکر غیر حاضر ہونے والوں کے لئے بھی استغفار کرنے کا حکم ہے۔ تو ان کا کیا حال جو جلسہ میں شامل ہی نہیں ہوتے؟ یہ آیت تو امر جامع میں شامل ہونے کو ایمان کا نشان قرار دیتی ہے۔ وجہ یہ کہ نہ صرف ایسے اجتماع انسان کی روحانیت کیلئے ضروری اور مفید ہیں بلکہ دنیا میں کوئی اہم قومی اور دینی کام نہیں ہو سکتا جب تک کہ افراد اس میں باقاعدہ اور ضروری طور پر حصہ نہ لیں۔ جو اس میں شامل نہیں ہوتا۔ وہ ایک قومی مجرم ہے۔ حضرت مسیح موعود کی یہ درد بھری آواز سنو فرماتے ہیں

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں
آنچہ مے بینم بلا ہا حاجتِ اظہار نیست
آتش افتادا است در رخش بخیز بہرِ بلال
دبہ بشس از دو رکار مردم دیندار نیست

تحریکِ احمدیت اور احیاءِ روایاتِ اسلامیہ

{از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔ اے}

کہ دے، میری نماز، اور میری قربانی، اور میری حیات اور میری ممات (سبھی) اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں (الانعام ع۲)

ملتِ اسلامیہ کا رازِ حیات

اسلامی تہذیب و ثقافت کا سنگِ بنیاد، اور ملتِ اسلامیہ کا رازِ حیات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل ایمان ہے، اور ملت معراجِ کمال پر تبھی پہنچ سکتی ہے جب قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح قوم کی تمام انفرادی اور اجتماعی کوششوں کا مقصد و مدعا حصولِ رضائے الٰہی بن جائے اور ہماری قومی زندگی کا ہر شعبہ —— ہماری تعلیم و تربیت، —— ہماری سیاست و اقتصاد ہماری معاشرت و مدنیت صرف اسی ایک مرکزی نقطہ کے گرد پرکار کی طرح گردش کرے تا آنکہ ہماری انفرادی اور قومی مساعی کا مطلوب و مقصود صرف ذاتِ الٰہی ہو جائے اور یہ یقین اس کمال تک پہنچے کہ صرف شجر و حجر کو ہی اللہ تعالےٰ کا شریک تصور کرنے سے نفرت نہ ہو جائے بلکہ رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ اپنی ذاتی اور نفسانی اغراض کو بھی اپنا مقصود و مطلوب قرار دینا شرک معلوم دے اور اگرچہ ہم تمام مفید علوم و فنون کی تحصیل کریں، اور سب کائنات تسخیر کریں، مگر مقصد عظمتِ الٰہی کا قیام اور احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری ہو

موجودہ دورِ پُر آشوب

مگر ہم اس وقت جس دورِ پُر آشوب سے گزر رہے ہیں اس میں اگرچہ شجر و حجر کی پرستش معدوم ہو رہی ہے لیکن صدہا قسم کے ذہنی اصنام کو معبود بنایا جا رہا ہے اور تمام جہان ایک عظیم الشان صنمکدہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ دجالی تہذیب یہ اعلان کر رہی ہے کہ مذہب کے لئے، سیاست و اجتماع، اور اقتصاد و معاش، کے اداروں میں گنجائش نہیں لیکن اس کا بالفاظ دیگر یہ مفہوم ہے، کہ انسانی زندگی کو آج خدا کی ضرورت نہیں، اور بغیر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بھی ہماری زندگی بخیر و خوبی گذر سکتی ہے، اس خیال کا بطلان تو خود تجربہ کرے گا اور تجربہ کے بعد ایمان کی ضرورت محسوس ہوگی لیکن مسلمان کا ایمان، ایمان بالغیب ہے اور اگر کانٹ کی اصطلاح کو استعمال کیا جائے، تو یہ ایمان فوق التجربہ ہے۔

مسلمان کا اس دور میں دجالی تہذیب کی رو میں نہ صرف بہ جانا بلکہ اس رو میں بہ جانے کی خواہش سے معمور ہونا بے حد تعجب کا مقام ہے۔

ہمارا سالانہ اجتماع

مثلاً اس وقت ہمارا سالانہ اجتماع قریب آ گیا ہے اور قوم تیار ہے کہ مرکز میں پہنچ کر اپنی زندگی کا ثبوت دے لیکن اکثر مسلمان ایسے ہیں جو ان جلسوں کی اہمیت اور قدر و قیمت سے ناواقف ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لندن، برلین، اور پیرس کا سفر کرے اور اس لئے جائے کہ اس "جدید روشنی" سے اپنے قلب و دماغ کو منور کرے تو کوئی معترض نہیں ہوتا لیکن اگر کسی سفر کی غرض محض دینی ہو تو اس پر اعتراض ہو جاتا ہے اور اس کے فوائد و نقصانات پر بحث و مباحثہ شروع ہو جاتا ہے،

قرآن مجید نے سورہ کہف میں ایک عظیم الشان بادشاہ، اور ایک عظیم الشان پیغمبر کے سفروں کے حالات کا ذکر کیا ہے، پیغمبر اس لئے سفر کرتا ہے، کہ ایک مردِ صالح کی ملاقات کرے، جسے اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت سے بہرہ ور کیا ہے اور اس سے فیض حاصل کرے۔

اور بادشاہ اسلئے سفر کرتا ہے، کہ فتنہ و فساد، اور ظلم اور تعدی کا خاتمہ کرے (جیسے فرمایا اَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوفَ نُعَذِّبُہٗ —— یا —— اِنَّ یاجوجَ وماجوجَ مُفسِدُونَ فِی الارضِ) اور فتنہ و فساد کی جگہ امن و امان کا قیام کرے، مگر اس امن و امان کی بنیاد ایمان اور یقین باللہ پر رکھتا ہے۔ پیغمبر اور بادشاہ دونو کے سفروں کا مقصد بالآخر رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اس رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اگر دنیا بھر کا سفر کرنا ہو تو بیشک کر لیا جائے، مگر جس قدر رضائے الٰہی کا حصول ان سفروں کے ذریعہ ہوتا ہے جو مغربی علوم و فنون کے لئے کئے جا رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، مگر پھر بھی ان پر کوئی معترض نہیں ہوتا، بلکہ اس کے برعکس ہماری دلی تمنا ہوتی ہے کہ کعبۃ اللہ کی زیارت یا حج بیت اللہ کا موقعہ ملے یا نہ ملے مگر یہ نگاہیں لندن و برلین کی دید سے محروم نہ رہیں۔

سالانہ جلسہ کی اغراض

تحریک احمدیہ روایات اسلامی کو کامل طور پر زندہ کرنے کا نصب العین رکھتی ہے، اور ہمارا یہ سالانہ اجتماع بھی درحقیقت اس احیاءِ روایات کی تحریک کا ایک ستون ہے۔ اور اسکے اغراض و مقاصد نہایت اہم ہیں، جنہیں میں مختصراً ذکر کرتا ہوں۔

اوّل - یہ کہ یہ سفر کسی دنیوی غرض کے حصول کے لئے نہیں اور دنیوی جاہ و جلال، عزت و مرتبت یا عیش و عشرت اور نشاط و رنگ کے حصول کے لئے نہیں، جیسا کہ بالعموم اس وقت دنیا میں نظر آ رہا ہے بلکہ اس کا مقصد محض رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

دوم - اس سفر کے ذریعہ ان روایات اسلامی کو عملاً زندہ کیا جا رہا ہے کہ مسلمان علم دین کی تحصیل کے لئے لمبے لمبے سفر کیا کرتے تھے جیسے۔ جابر بن عبد اللہ رضؓ کا صرف ایک حدیث سننے کے لئے ایک ماہ کا سفر کرنا۔ کیونکہ اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد خواہ وہ کسی کاروبار میں ہو تین دن صرف تحصیل علم دین کے لئے وقف کرے۔

سوم - اس سفر کا مقصد آیۃ قرآنی لِیَتَفَقَّھُوا فِی الدِّینِ وَلِیُنذِرُوا قَومَھُم اِذَا رَجَعُوا اِلَیھِم۔ التوبہ ع۱۵ کی عملی تفسیر کرنا ہے۔ کہ مسلمان دین میں تفقہ، اور سمجھ حاصل کرنے کے لئے سفر کریں، اور جب یہ تفقہ حاصل کر کے اپنی قوم کی طرف واپس جائیں۔ تو انہیں بھی انذار و تبلیغ کریں۔

چہارم - اس سفر کا مقصد اَعِدُّوا لَھُم مَا استَطَعتُم مِن قُوَّۃٍ الایہ (الانفال ع) کی تعمیل ہے کہ مسلمان مخالفین اسلام کے لئے اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کریں تاکہ مخالفین اسلام پر ان کی جمعیت اور شوکت کا رعب پڑے، اور ان تمام ذرائع کو اختیار کریں جن سے اسلام اور اہل اسلام میں قوت پیدا ہو سکتی ہے۔

پنجم - وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی طرح مالی یا علمی یا جسمانی طور پر دینی جہاد میں مصروف ہیں، ایک دوسرے کی زیارت کریں اور ایک دوسرے سے زیادہ زیادہ روحانی تعلقات استوار کر کے بالآخر اسلام کے لئے شان و شوکت پیدا کرنے کا موجب بنیں۔

جماعت احمدیہ کے مقاصد

اس جماعت کے قیام کا مقصد، روایات اسلامی کا احیاء اور اسلامی عظمت کا قیام ہے، اور جلسہ سالانہ اس پروگرام کا ایک اہم حصہ ہے جو حضرت مجدد وقت نے اللہ تعالےٰ کی تائید سے قوم کے سامنے پیش کیا ہے خوب یاد رکھئے کہ اگر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول سچ ہے کہ اُطلُبُوا العِلمَ وَلَو کَانَ بِالصِّینِ علم حاصل کرو اگرچہ اس کے لئے چین تک کا سفر کرنا پڑے۔ تو اس کا سب سے زیادہ اطلاق علم دین کی تحصیل کے لئے سفر کرنے پر ہوتا ہے۔ دینی مقاصد کے لئے سفر کرنے کا جذبہ مسلمانوں میں کم ہو رہا ہے اس کو زندہ رکھنے کے لئے ہمیں اس مجاہدہ میں زیادہ جوش و خروش سے حصہ لینے کی ضرورت ہے اور دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے، بانی جماعت احمدیہ مجدد عصر ہیں اور یُجَدِّدُ لَھَا دِینَھَا کے مطابق کے مطابق تجدید دین کا پروگرام قوم کے سامنے رکھ گئے ہیں، یُجَدِّدُ لَھَا دِینَھَا کی تفسیر خود علماء قوم نے مَا اندَرَسَ مِنَ العَمَلِ بِالکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ کی ہے کہ تجدد دین سے مراد یہ نہیں کہ دین میں کوئی نئی چیز پیدا ہوگی بلکہ کتاب اللہ اور سنت نبوی پر عمل میں سے جو کچھ محو ہو گیا ہے اس کا دوبارہ قیام ہوگا، انہی روایات کا دوبارہ زندہ کرنا، اس تحریک کا مقصد ہے۔

تحریک احمدیت اور مغربی تہذیب

یہی تحریک ہے جس سے وابستگی سے مغربی تہذیب کے اصنام ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں اور ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں رضائے الٰہی کے حصول کی تمنا نمایاں طور پر نظر آ سکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے قُل اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ لَا شَرِیکَ لَہٗ الایۃ الانعام ع کہ اعلان کر دے کہ میری نماز اور میری ہر قسم کی قربانی اور میری زیست و ممات سب خدا کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، یعنی میری زندگی کی جد و جہد کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اور میں نے خدا کیساتھ کسی ظاہری یا باطنی، جسمانی یا ذہنی بت کو شریک نہیں کیا، یہی اصول امت کو اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری قربانی، ہماری زندگی کے تمام ادارے ہمارا سفر اور ہمارا حضر، اور بالآخر ہمارا مرنا، سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہوں، پس سالانہ اجتماع کوئی معمولی سیاسی یا ادبی جلسہ نہیں، بلکہ یہ جلسہ ثابت کرنے کیلئے ہے کہ ہم دین کی خاطر اور حصول رضائے الٰہی کی خاطر بھی سفر کر سکتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہمارا سب کچھ، خدا کیلئے ہے، اور ہمارے اندر وہ زندہ ایمان ہے اور وہ قوت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا خدمتِ اسلام کیلئے دردِ دل اور جماعت کو ایک ضروری سبق

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جناب الٰہی کے حضور یہ دعا کیسی صحیح مانگی ہے کہ ؎

کفر کافر را و دیں دیندار را
ذرّۂ دردِ دلے عطّار را

کیونکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی امر کو بھی انسان اپنا نصب العین بنا لے وہ کامیابی کے معراج کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک اس کی تکمیل کے لئے دل میں درد اور تڑپ نہ ہو۔ اور تلخی و خوشی، رنج و راحت، اٹھتے بیٹھتے جاگتے سوتے اس کے دل میں ایک لگن لگی ہوئی ہو۔ خدمت اسلام کیلئے یہی حال حضرت مسیح موعود کا تھا۔ جو خدمت اسلام کی دھن آپ کو لگی ہوئی تھی۔ وہ صرف زبان تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ ہر وقت یہ تڑپ آپ کو بیقرار رکھتی تھی۔ باہر لوگوں میں بیٹھے ہیں تقریر کر رہے ہیں تو یہی ایک دھن ہے گھر میں اندر کوئی تحریر کر رہے ہیں۔ تو یہی خیال دل و دماغ پر مستولی ہے۔ طبیعت بیمار ہے دوران سر کا دورہ ہے۔ دل ڈوب رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو رہے ہیں۔ اس وقت بھی یہی فکر ہے کہ کسی طرح خدمت دین کا کام رہ نہ جائے۔ طبیعت ذرا سنبھلی ہے تو قلم پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں اور خدمت دین کا کام شروع کر دیا ہے۔ آپ اپنے مریدوں میں بھی خدمت دین کا یہی عشق دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی ایک تقریر مجدد اعظم حصہ دوم سے میں نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ ۲۷؍جولائی ۱۹۰۵ء کے اخبار "بدر" میں شائع ہوئی تھی۔

مفتی محمد صادق صاحب نے کسی دوست کی نسبت عرض کیا تھا کہ "انہیں بعض ابتلاؤں کا اندیشہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اور غم و ہم ان کے دل پر غالب آنے کا خوف ہے"۔ اس کے جواب میں فرمایا:۔

"میں نے دعا تو بہت کی ہے۔ اور التزام کرتا ہوں لیکن مجھے یہ فکر رہتی ہے کہ ہر شخص دنیا کے ہم و غم میں گرفتار ہے۔ دین کے ہم و غم کا انہیں کب موقعہ ملیگا۔ اس زندگی میں مصائب کا آنا ضروری ہے۔ اور انسان کی زندگی کے محدود اوقات میں کوئی نہ کوئی وقت کسی حادثہ اور رنج کا نشانہ ہوتا ہے۔ اگر اسی طرح ایک شخص کی روح دنیا کے بگڑے ہوئے معاملات کی فکر میں پیچ و تاب کھاتی رہے تو وقت صافی اسے کب میسر آئے گا جبکہ اس کا سارا ہم و غم دنیا ہی ہوگا۔ وہ جماعت جس نے بیعت میں اقرار کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ وہ بھی اگر اسی دلدل میں دن رات پھنسے رہیں تو بتائیں وہ اس نازک عہد کے ایفا کی طرف کب توجہ فرمائینگے؟ فرمایا۔ میں تو حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ جب سے مجھے ہوش ہے۔ میں دنیا کے ہم و غم میں کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ فرمایا جب میری عمر غالباً پندرہ برس کی ہوگی۔ ایک ... کھتری سے میں نے کہا جو حضرت والد صاحب کے حضور میں بیٹھا ہوا اپنی تلخ کامیاں اور نامرادیاں بیان کرتا اور سخت کڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا لوگ دنیا کے لئے کیوں اس قدر دکھ اٹھاتے اور اس کے ہم و غم میں گرفتار ہیں۔ اس نے کہا۔ تم ابھی بچے ہو۔ جب گھرستی ہو گے۔ تب تمہیں ان باتوں کا پتہ لگے گا۔ فرمایا۔ ایک عرصہ کے بعد جب غالباً میری عمر چالیس برس کے قریب ہوگی۔ کسی تقریب سے پھر اس کھتری سے گفتگو کا اتفاق ہوا۔ میں نے کہا اب بتاؤ۔ اب تو میں گھرستی ہوں۔ اس نے کہا۔ تم تو ویسے ہی ہو۔ فرمایا ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کہ دین و دنیا میں سے کس کا زیادہ غم اس کے دل پر غالب ہے۔ اگر ہر وقت دل کا رخ دنیا کے امور کی طرف رہتا ہے تو اسے بہت فکر کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ کلمات الٰہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا۔ کاش لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ جس شخص کا تمام ہم و غم دین کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے دنیا کے ہم و غم کا اللہ تعالیٰ متکفل و متولی ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ میں نے کبھی نہیں سنا اور نہ کوئی کتاب گواہی دیتی ہے کہ کبھی کوئی نبی بھوکا مرا ہو۔ یا اس کی اولاد دروازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہو۔ ہاں دنیا کے ملوک اور امرا اور اغنیا کا یہ برا حال سنا گیا ہے کہ ان کی اولاد نے در بدر ٹکڑے مانگے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ ہے کہ کبھی کوئی کامل مومن بستر نرم سے خاکستر گرم پر نہیں بیٹھا۔ اور نہ اس کی اولاد کو روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ اگر لوگ ان باتوں پر پختہ ایمان لے آئیں اور سچا اور پاک بھروسا اللہ تعالیٰ پر کریں تو ہر قسم کی روحانی خودکشی اور دلی جلن سے رہائی پا جائیں۔ فرمایا۔ اکثر لوگوں کو اولاد کی آرزو بھی اسی خیال سے لگی رہتی ہے۔ کہ کوئی ان کی مردار دنیا کا وارث پیدا ہو جائے۔ نہیں جانتے کہ اگر وہ بدکار ونا ہنجار نکلے تو ان کا کمایا ہوا روپیہ اور اندوختہ فسق و فجور میں ان کا معاون ہوگا۔ اور ان کی سیہ کاریوں کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا۔ فرمایا۔ اولاد کی آرزو کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام کا سا دل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس کا ذکر کرنا اس لئے ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ولد صالح کیلئے مومنوں کے لئے اسوہ ٹھہر جائے۔ فرمایا۔ زندگی ناقابل اعتبار ہے۔ فرصت بہت کم ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ دین کی فکر میں لگ جائے۔ اس سے بہتر نسخہ عمر بڑھانے اور برکت کا کوئی نہیں"۔

مجددِ اعظم حصہ دوم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس طرح گذشتہ سال اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے میں نے مجدد اعظم حصہ اوّل اپنے دوستوں اور پبلک کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اسی سال جلسۂ سالانہ پر مجدد اعظم حصہ دوم انشاء اللہ تعالیٰ پیش کرنے لگا ہوں اور یہ محض خدا کا فضل اور اس کی عنایات و کرم ہے۔ ورنہ اتنا بڑا کام میرے جیسے عاجز انسان کی بساط سے باہر تھا۔ اس دوسرے حصہ میں میں نے حضرت مسیح موعود کے حالات جون ۱۹۰۰ء سے شروع کر کے آپ کی وفات تک درج کئے ہیں۔ اور آپ کی سیرت و اخلاق بھی اسی حصہ دوم میں درج کر دیئے ہیں۔ پس حصہ سوم کیلئے فقط حضرت اقدس کی خدمات دینیہ پر ہی بحث باقی رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کی بھی توفیق بخشے۔

اس کتاب کے صفحے علاوہ "فہرست مضامین" وغیرہ کے ۷۵۲ ہیں۔ کاغذ طباعت۔ کتابت جلد بندی سب اسی قسم کا ہے۔ جیسا حصہ اول کا ہے۔ قیمت فقط تین روپے ہے۔ مینیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے احباب طلب کریں۔ امید ہے احباب اپنے مرشد و امام کی سوانحعمری کو زیر مطالعہ رکھکر آپ کے پاک نمونہ اور آپ کے مقصد زندگی کو اپنا مطمح نظر بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آج ہم میں وہ مقدس وجود موجود نہیں۔ تو کم سے کم اسکی سوانحعمری ہی ہمارے لئے مشعل راہ بننی چاہیئے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس ہدیہ حقیر کو اپنی جناب میں قبول فرمائے اور اسے مؤثر اور نافع الناس بنائے اور اس کے ذریعہ دنیا پر حق کو واضح کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔ راقم

۲؍دسمبر ۱۹۴۰ء — خاکسار: بشارت احمد

مفت تقسیم بیان القرآن

اخبار پیغام صلح مورخہ ۲؍نومبر ۱۹۴۰ء کے صفحہ ۹ پر اعلان جوبلی فنڈ میں سے تقسیم بیان القرآن" کی فہرست میں نمبر ۱۰ پر درج ہو کر ایک جلد باقی ہے جو کسی مستحق کو دی جائے گی"۔ اس کے متعلق واضح ہو کہ یہ جلد بھی تقسیم ہو چکی ہے۔ اعلان مندرجہ بالا اخبار میں دیر سے شائع ہوا۔ اب اس کے متعلق جو درخواستیں آرہی ہیں وہ دفتر میں زیر تجویز رکھی جا رہی ہیں۔ جب کسی ذریعہ سے مزید جلدیں تفسیر بیان القرآن کی مفت تقسیم کے واسطے آئیں گی۔ تو ان درخواستوں پر غور ہوگا۔

ذی مقدرت احباب کیلئے موقع ہے کہ وہ دس روپے فی جلد کے حساب سے قیمت بیان القرآن ادا کر کے ایسے شائقین کی خواہش پوری کر کے قرآن کریم کی خدمت میں حصہ لیں۔

عزیز بخش، جائنٹ سیکرٹری

ہمارا سالانہ اجتماع اور انتظامِ جدید

اشاعت اسلام کیلئے ایک اجتماع، مشورہ اور تدبّر کی ضرورت ہے

(از ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

زمانہ اور تغیر

جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ اجتماع کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے جذبات، احساسات اور خیالات قریباً نصف صدی پر پھیل جاتے ہیں اور ایک عظیم الشان تحریک اور اس کی کارفرمائیوں اور کارکردگیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کی اسلامی اور غیر اسلامی دنیا آج سے بہت مختلف تھی۔ حالات اور کوائف کی نوعیت کچھ اور تھی۔ زمانہ اور انسان کی ساخت اور افتاد ہی کچھ ایسی ہے کہ اسے ایک حالت پر قرار نہیں۔ ع

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

ضرورت اور مامور من اللہ

آج سے پچاس سال پہلے مسلمان بہت درماندہ تھے ان کے مذہبی اور ملی پیکر میں انحطاط اور زوال کے آثار بہت قوی تھے۔ حکومتیں یکے بعد دیگرے مٹ رہی تھیں اور مذہب پر عیسائیت، مغربیت، دہریت اور آریہ سماج حملہ آور تھے اور یوں معلوم دے رہا تھا کہ اسلامی اقتدار اور سطوت کی ہمیشہ کیلئے صف لپیٹ دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اسلام کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا جائے۔ اس لئے اس نے عین ضرورت کے وقت ایک زبردست امام، مجدد اور محدث کو مبعوث فرمایا۔ کیونکہ دور خسروی کو از سر نو قائم کرنے کیلئے مسلمان کو دوبارہ مسلمان کرنے کی ضرورت تھی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ع

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

اجتماع اور جماعت کی فطرت

تحریک احمدیت جو عالم اسلام میں ایک زبردست مذہبی اور احیائی قوت ہے۔ جو شخص بھی اس کی تاریخ اور مسلسل واقعات کو قلمبند کرے گا۔ وہ اس تحریک اور جماعت کے سالانہ اجتماع کو کبھی قلم انداز نہیں کر سکتا۔ ورنہ ہر لحاظ سے یہ تاریخ اور واقعات نگاری بالکل تشنہ اور نامکمل رہے گی۔ کیونکہ اس اجتماع کی کیفیت اور حقیقت سے ہی اس سلسلہ کی فطرت واشگاف ہوتی ہے اور اسی سلسلہ پر کیا موقوف ہے۔ جس قوم اور جماعت کے عناصر ترکیبی اور علت غائی کو معلوم کرنا ہو۔ اس کے لئے نہایت ضروری ہوا کرتا ہے۔ کہ ایک محقق اس جماعت اور قوم کے اجتماعی اداروں کو نظر غائر سے مطالعہ کرے۔ کرسمس کے تہوار سے عیسائی قوم کی جبلت اور خصوصیات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ دیوالی اور دسہرہ سے ہندو قوم کی فطرت کو مطالعہ کیا جا سکتا ہے اور عیدین سے مسلمانوں کی تعبیات کی وضاحت ہوتی ہے۔ اور اگر عالم اسلام میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مطالعہ کرنا ہو۔ تو اس خالص اسلامی سلسلہ اور جماعت کے سالانہ اجتماع کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئیے۔ اور شروع سے لیکر آج تک اس جلسہ کی تاریخ کو نظر غائر سے دیکھنا چاہئیے تو پھر یقیناً ایک محقق کرنے والے کو کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے بہت مدد ملے گی کہ درحقیقت یہ جماعت اور سلسلہ کن خصوصیات کا حامل ہے اور کس شان اور قوت کا مظہر ہے۔

نصف صدی قبل کے صبح و شام

ہمیں بھی اس سلسلہ اور اجتماع کی اصل حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے آج سے نصف صدی پیچھے چلنا چاہئیے اور ہمارے تصور کو اس صبح و شام میں حرکت کرنا چاہئیے جن میں اس سلسلہ کے بانی علیہ السلام حرکت کیا کرتے تھے۔ ع

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو
ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

آج سے قریباً نصف صدی پیشتر جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا سالانہ اجتماع قادیان میں منعقد ہوا۔ اور اس کے انعقاد کی کیا وجوہات تھیں؟ اس کے متعلق حضرت بانی سلسلہ آئینہ کمالات اسلام میں قیامت کی نشانی کے عنوان کے نیچے تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

”چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمۂ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ر دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرمائیہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو اس بنا پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے مخلصوں کی خدمت میں بھیجا۔ جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا۔ جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو“۔

اس مندرجہ بالا اقتباس سے جہاں ہمیں اور تاریخی اہمیت کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اس سالانہ اجتماع کی ابتدا کب ہوئی؟ اور دسمبر کی آخری تاریخیں اس جلسہ کے قیام کیلئے کیوں مقرر ہوئیں؟

سالانہ اجتماع کی اغراض

ان کے ساتھ ہی جو عظیم الشان حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آخر اس سالانہ اجتماع کے قیام کی اغراض کیا ہیں۔ کیونکہ ان اغراض سے اس سلسلہ حقہ کی اغراض و مقاصد پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ ہم اس مضمون کے شروع میں اس حقیقت کو واضح کر آئے ہیں کہ ہر قوم کے تہوار اور اجتماع اس قوم کی فطرت اور خصوصیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اور اگر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات اور عناصر ترکیبی کو معلوم کرنا ہو تو اس سلسلہ کے اجتماع کو بہت غور سے دیکھنا چاہئیے۔ چنانچہ اس غور اور فکر کے لئے مندرجہ بالا اقتباس ہماری خوب مدد کرتا ہے۔ اور حضرت بانی سلسلہ کے ذریعہ ہمیں علم ہوتا ہے کہ اس سالانہ اجتماع کے قیام کی کیا وجہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

(الف) ”کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) سے ملاقات کریں“۔

(ب) ”اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو“۔

حقیقی مقصد

یعنی اس جلسہ کے قیام کے بڑے بڑے مقاصد دو ہیں۔ ایک تو اعلائے کلمہ اسلام و شرع متین کرنا اور دوسرے خود دینی فائدہ اٹھانا، معلومات دینی وسیع کرنا اور معرفت کو ترقی دینا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دوسرا جزو پہلے جزو کے ہی تابع ہے۔ کیونکہ دینی مفاد اور دینی معلومات کی وسعت اور معرفت کی ترقی بھی تو اس لئے ہے تاکہ یہ مجاہد جماعت زیادہ مضبوطی، استحکام اور وسعت نظر سے اعلائے کلمہ اسلام کر سکے یعنی اصل اور حقیقی مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ یہی اس سالانہ اجتماع کی علت غائی ہے۔ تاکہ یہ جماعت اپنے مرکز میں جمع ہو کر اشاعت اسلام کے لئے مشورہ کرے۔ خیالات میں وسعت اور قلوب میں استحکام پیدا کرے۔ کیونکہ بغیر اس کے اشاعت اسلام اور اعلائے کلمہ اسلام کا سلسلہ جاری ہی نہیں رہ سکتا۔

حالات کا تغیر اور مشورہ

زمانہ کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ واقعات ہمیشہ تغیر پذیر ہیں۔ ان حالات اور واقعات کے مطابق اپنے آئندہ پروگرام کو موزوں کرنا پڑتا ہے اور اس میں تغیر و تبدل کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر زمانہ کے ساتھ ساتھ پروگرام میں تبدیلی نہ کی جائے تو اس وقت تک نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ زمانہ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی قلبی حرکات کے زیر و بم کو معلوم کر لینا کامیابی کی دلیل ہے اور ہمیشہ زندہ اور فعال اقوام ہی زمانہ کا صحیح طور پر جائزہ لیا کرتی ہیں۔ اور یہ جائزہ اور محاسبہ ہی ان کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ ورنہ کامیابی آسمان سے نہیں گرتی۔ بلکہ آسمان سے شعور، تدبر اور تعقل نازل ہوتے ہیں اور الٰہی اقوام کو کامیاب اور کامران کر دیتے ہیں۔ اس لئے حالات کے مطابق تدبر اور مشورہ ایک نعمت ہے اور زندہ اور بیدار قوم کی علامت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور انتظام جدید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی موضوع کے ضمن میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے فرماتے ہیں:۔

”یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک وقت اور زمانہ

انتظام جدیدہ کو چاہتا ہے اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی ایسا نیا کام تو اس عاجز نے نہیں کیا۔ صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کیلئے یہ جلسہ تجویز کیا۔"

جدید حالات کا شعور

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عام مولوی بد فطرت اور بد نصیب مولوی! اسلام کی ترقی احیا اور اعلا کے لئے مشورہ اور تدبر کو بدعت سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت بانی سلسلہ کو ہی عالم اسلام میں سب سے پہلے اس امر کا شعور ہوا کہ حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ اس لئے ان کے مطابق ہی ہمیں دین اسلام کی ترقی اور نصرت کیلئے کوشش کرنا چاہئے۔ اس تدبر اور مشورہ کو مولوی نے بدعت خیال کیا۔ لیکن سب سے پہلے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہی اس سکت اور جمود کو جو کہ موت اور انحطاط کی علامت ہے توڑا۔ اور اسلام کے تبلیغی نظام میں حرکت پیدا کی اور اس حرکت کا ہمارا سالانہ اجتماع سب سے بڑا آئینہ دار ہے۔ جیسا کہ آج سے نصف صدی قبل حالات کے بدل جانے سے ایک انتظام جدید کی ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح ہمیشہ حالات اور ضروریات کے مطابق اس انتظام جدیدہ میں تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ تدبر اور مشورہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک عظیم الشان اجتماع کا قیام نہ ہو سو یہ سالانہ اجتماع اور اشاعت اسلام آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اور ایک ہی کل کے دو متحرک جزو ہیں جن میں زندگی ہے اور زندگی میں بے پناہ قوت ہے۔

پہلا سالانہ جلسہ

جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا باقاعدہ اجتماع جو ۱۸۹۲ء میں منعقد ہوا۔ اس کی کیفیت "آئینہ کمالات اسلام" میں درج ہے اس میں لکھا ہے:۔

"پھر اس کے بعد ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے معزز حاضرین نے اپنی اپنی رائے پیش کی اور یہ قرار پایا کہ ایک رسالہ جو اہم ضروریات اسلام کا جامع اور عقائد اسلام کا خوبصورت چہرہ معقولی طور پر دکھاتا ہو تالیف ہو کر اور پھر چھپ کر یورپ اور امریکہ میں بہت سی کاپیاں اس کی بھیجی جائیں وغیرہ وغیرہ۔"

پھر اسی کیفیت میں لکھا ہے:۔

"آئندہ بھی ہمیشہ اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ طہارت اور اخلاقی حالات کے ترقی دینے اور اخلاق اور عادات ذمیمہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے اور اس گورنمنٹ برطانیہ کا سچا شکر گزار اور قدردان بننے کی کوششیں اور تدبیریں کی جائیں۔"

حقیقی اجتماع اور جماعت قادیان

جماعت احمدیہ کا صحیح اور حقیقی اجتماع وہی ہے جس میں ان مندرجہ بالا مقاصد کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ہمارے قادیانی دوست کہا کرتے ہیں کہ حقیقی اجتماع وہ ہے جو کہ آجکل قادیان میں منعقد ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس اجتماع کی حقیقی روح اور نصب العین کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ اگر قادیان میں واقعی اس روح اور نصب العین کو برقرار رکھا گیا ہے تو پھر یقیناً قادیانی اجتماع ہی حقیقی اجتماع ہے۔ لیکن وہ اجتماع تو اب غلو اور پیر پرستی کا ایک مرقع ہو کر رہ گیا ہے جس سے جماعت قادیان کے موجودہ رجحانات اور خصوصیات عیاں ہوتی ہیں۔ اس سالانہ اجتماع کے اب یہ مقاصد کہاں ہیں۔

"کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کیلئے احسن تجاویز سوچی جائیں"

جماعت قادیان کی ناکامی

جماعت قادیان کی اشاعت اسلام کیلئے تڑپ اور قوت فعال تو اسی سے ظاہر ہے۔ آج تک ان سے قرآن مجید کی ایک انگریزی تفسیر بھی نہیں ہو سکی۔ اشاعت اسلام کے ضمن میں جہاں تک مغربی ممالک کا تعلق ہے۔ اس تفسیر کو مرتب کرنا حضرت بانی سلسلہ کی ایک زبردست خواہش تھی۔ لیکن اس پر چھبیس سال گذر چکے۔ اور ہنوز یہ کام تشنہ تکمیل ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی جماعت

اس عظیم الشان کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جماعت کو ہی ملی ہے جو کہ ان مقاصد کی حامل ہے اور صبح و شام اشاعت اسلام کے کام میں منہمک ہے اور ہمیشہ سے اس جماعت کے پیش نظر وہی مقاصد رہے ہیں۔ جو کہ حضرت بانی تحریک احمدیہ کے مقاصد تھے۔ اور آج اس جماعت کا سالانہ اجتماع بھی اسی روح اور تڑپ کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ جو آج سے نصف صدی قبل اس جماعت کا مطمح نگاہ اور نصب العین تھا۔ یعنی آئندہ بھی ہمیشہ اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں۔ اور دنیا میں نیک چلنی، تقویٰ، طہارت اور اخلاقی حالات کو ترقی دینے اور اخلاق اور عادات ذمیمہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کی جائیں وغیرہ وغیرہ۔ کونسی جماعت ہے جو ان مقاصد کو پیش نظر رکھے ہوئے ہے؟ کونسا اجتماع ہے جو ان اصولوں پر منعقد ہوتا ہے۔ وہ جماعت یقیناً جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ اور وہ اجتماع اسی جماعت کا اجتماع ہے۔

اصول اور مکان کا تخیل

اصول عقیدہ اور مقاصد مکان میں مقید نہیں ہیں۔ وہ مکان سے بے نیاز ہیں۔ جہاں اصول اور عقائد نشو نما حاصل کریں گے اور انہیں پنپنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ وہی ان کا مرکز ہوگا۔ اور ویسے بھی احمدیہ بلڈنگس مدینۃ المسیح ہے۔ خود الہام الٰہی نے اس مقدس جگہ کو مدینہ کا مبارک نام دیا ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ عالم اسلام میں تو مدینہ ہی وہ مقام ہے۔ جہاں سے اشاعت اسلام اور دینی نشر و اشاعت کا کام ہوا۔ اور وہ مہاجرین اور انصار کا مرکز قرار پایا۔ اور خود حالات اور واقعات نے واضح کر دیا کہ مدینۃ المسیح سے جتنا خداوند تعالیٰ نے دین کی خدمت اور اشاعت اسلام کا کام لیا۔ وہ تاریخ احمدیت میں بینظیر ہے اور خود اپنی صداقت پر شاہد ہے۔ اور اگر ہمارے قادیانی دوست اور بزرگ قادیان میں ان مقاصد کو زندہ کریں اور اشاعت اسلام کے عظیم الشان مقصد کو گرمجوشی سے سرانجام دیں تو چشم ما روشن دل ما شاد بیشک وہ خدا کے مسیح کا زمینی وطن ہے۔ خدا اسے برکت دے۔ لیکن مسیح کا روحانی وطن وہی ہے جو اس کی روحانی تعلیم اور مقدس مشن کا مرکز ہے اور جس کی شہادت خود خداوند تعالیٰ نے دی ہے۔

ہمارے روز و شب

اے جماعت کے دوستو! اور نوجوانو! تمہاری روایات نہایت شاندار ہیں۔ تمہاری خدمات اسلامی بیشک بینظیر ہیں لیکن اشاعت اسلام کا وہ دریا جس کے تم شناور ہو اس کا کوئی کنارہ نہیں! تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق کی دنیا جس کے تم مجاہد ہو اس کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں! سورج نکلے گا اور غروب ہوگا۔ دنوں کے بعد مہینے اور مہینوں کے بعد سال آئیں گے۔ اور زمانہ کی پہنائیوں میں یہ روز و شب یونہی متحرک رہیں گے لیکن تمہارا کام ختم نہ ہوگا۔ تم نے جو کچھ پہلے کیا وہ اس لئے نہیں کیا کہ دنیا اس کا اعتراف کرے بلکہ اس لئے کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ اس فرض کو سرانجام دیتے چلے جاؤ۔ حتیٰ کہ اسلام کے دور خسروی کا آغاز ہو اور دنیا کی ہر ایک قوم خدا اور خدا کے رسول کو تسلیم کرے۔ تمہارا سورج اسی وقت طلوع ہوگا۔ جبکہ اسلام کی روشنی دنیا کے تاریک خطوں کو روشن کر دے۔ اور اس زمین کا چپہ چپہ قرآنی نور سے دمکنے لگے۔

تعداد اور جذبہ ایمان

انہی پاک مقاصد کو لیکر اپنے روحانی اور اشاعت اسلام کے مرکز میں جمع ہو۔ اس کی رونق کو بڑھاؤ۔ کیونکہ دنیا میں قومیں صرف اپنے مقاصد اور مرکز سے ہی زندہ ہیں۔ پرواہ نہ کرو۔ اگر تم تعداد میں تھوڑے ہو۔ کیونکہ اصل چیز تعداد نہیں بلکہ جذبہ اور ایمان ہے اور تعداد تو چلتی پھرتی قبریں اور ڈھلتی ہوئی چھاؤں ہے اور تم جو نور اور روشنی کے بیٹے ہو۔ تمہیں قبرستانوں اور سایوں سے کیا غرض! ساری دنیا کے چراغوں کو روشن کرنے کیلئے تو صرف ایک ہی چراغ کافی ہے۔ لیکن تم میں سے تو ہر ایک اپنے سینہ میں ایک چراغ لئے پھرتا ہے۔ اس چراغ سے دنیا کو بقعہ نور کر دو دنیا تمہاری منتظر ہے اور موجودہ رستخیز اور انقلاب نے تو تمہارے راستے اور کشادہ کر دیئے ہیں۔ اب پھر دنیا کے حالات تغیر پذیر ہیں اور ان بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تم بھی اپنی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے تدبر اور مشورہ سے کام لو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب ایک انتظام جدیدہ مرتب کرو۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کیلئے پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر قربانیاں کرو اور یاد رکھو جیسا کہ میں مضمون کے سیاق میں واضح کر آیا ہوں کہ اس انتظام جدیدہ سے تمہارے سالانہ اجتماع کو ایک گہرا تعلق ہے۔ دور افتادہ مقامات سے اس میں شامل ہونے کیلئے کھنچے چلے آؤ۔ کیونکہ مرکز کی کشش ہی تمہاری زندگی کی علامت ہے۔ اور اسی سے تمہارے روحانی اور بلند پایہ مقاصد بروئے کار آ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنے فرائض کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

خاتمہ کلام

میں اس مضمون کو خدا کے مسیح کے مبارک ارشاد پر ختم کرتا ہوں کیونکہ ہمارے ایثار اور خدمت اسلام کے جذبات کا منبع اور مخرج یہی ارشادات ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"اے جماعت مخلصین خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی۔ سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کیلئے کوشش کرو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے مردان دین کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کیلئے تم جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا تعالیٰ کو کسی اور عمل سے راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے ...

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم پنجشنبہ ۱۲ ذیقعد ۱۳۵۹ ہجری | نمبر ۷۶

جدید نظامِ حیات اور جماعت احمدیہ

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

مغربی اقوام نے اپنے تہذیب و تمدن کی بنیاد محسوسات اور مادیت پر رکھی۔ اور اپنے ہر سیاسی اور معاشی نظریے سے مذہب اور اخلاق کو خارج کر دیا۔ اور انہیں اس محسوسات کی دنیا میں جو چند ایک صنعتی اور حرفتی فتوحات ہوئیں۔ تو انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ وہ بحر و بر کے مالک ہیں اور اس طبعی دنیا کا ذرہ ذرہ ان کی میکانکی سطوت اور طاقت کے سامنے تھر تھر کانپ رہا ہے لیکن انہیں اتنا علم نہ ہوا۔ کہ ان کی یک طرفہ فتوحات اور ظاہری شوکت سے ان کی روح شکست کھا گئی۔ ان کے اخلاق تباہ ہو گئے۔ ان کی روحانی اور اخلاقی طبائع پر خطرناک تاریکیاں اور ویرانیاں مسلط ہو گئیں۔ اور اب ان کی نقد زیست بھی معرض خطر میں ہے۔ اس نقشہ کو قرآن مجید نے کیا ہی خوب بیان کیا ہے۔

الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا

جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی کیلئے برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے اچھے کام بنا رہے ہیں۔

یہ اقوام اپنی تمام صنعتی خشر سامانیوں کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ وہی ساز و سامان جو ان کے لئے مایہ ناز تھا۔ وہ عالمگیر جنگ کے فتیلہ سوزاں سے بھک سے جل اٹھا اور یہ آتش کے پتلے اپنے جوش قاہرہ کو لے کر موجیں مارتے ہوئے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کا ہولناک نقشہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اس وقت یورپ کی یکطرفہ مادی ترقی سے نظام عالم میں حیرت انگیز الجھنیں پیدا ہو چکی ہیں۔ اور ایسی معاشی، سیاسی اور تمدنی پیچیدگیاں وجود میں آ چکی ہیں کہ ان گتھیوں کو سلجھانے کیلئے ایک عظیم الشان روحانی اور اخلاقی انقلاب کی ضرورت ہے۔ ان اقوام کو یا تو کوئی جدید نظام حیات قبول کرنا ہو گا یا مسلسل جنگ اور پیکار کے آتشیں گڑھے میں گر کر ہمیشہ کیلئے صفحہ ہستی سے نابود ہونا ہو گا۔ **ان کو ایک جدید نظام حیات کی ضرورت ہے** اور موجودہ روش کو بدلنے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ وہ نظام حیات ایسا ہونا چاہئے جو ان کے مادی، تمدنی اور نسلی تہذیب کی بنیادوں اور عناصر ترکیبی میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کر دے۔ رنگ و نسل کے پیکروں، قومی اور لادینی ریاستوں کے بتوں کو پاش پاش کر دے۔ اور بنی نوع انسان کو ایک روحانی سطح پر عالمگیر برادری استوار کرنے میں مدد دے اور انسان مجموعی طور پر زمین سے قطع نظر کر کے آسمان سے پیوند پیدا کریں۔ ایسا نظام حیات سوائے اسلام کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ صرف اسلام سے ہی آج مہذب دنیا کی رستگاری وابستہ ہے۔ سوائے اسلام کے اور کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہی سیدھا اور سلامتی کا راستہ ہے اور بنی نوع انسان کی طرف خدا کا آخری پیغام ہے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام کی زبردست روحانی قوت نے تہذیب و تمدن کو تباہ ہونے سے بچایا تھا۔ آج بھی وہی قوت موجودہ تہذیب و تمدن کے عوارض کی حریف ہو سکتی ہے۔ اور جس طرح اس وقت خون کی پیاسی اقوام اور قبائل میں رفق و ملائمت کے اعلیٰ اور ارفع جذبات پیدا کئے تھے اور انہیں غارت ہونے سے محفوظ رکھا تھا۔ اسی طرح آج بھی یہی قوت دنیا کو بچا سکتی ہے اور بجائے بغض و عداوت کے محبت اور اخوت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور یہ لوگ خدا تعالیٰ کی نعمت کو قبول کر کے آگ اور تباہی کے عذاب سے نجات پا سکتے ہیں

لیکن اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک نظام اور جماعت کی ضرورت ہے۔ جس کے اندر ایثار اور قربانی کے بے پناہ جذبات موجود ہوں۔ وہ جماعت اسلامی سواد اعظم میں کہاں ہے؟ مسلمان تو خود مغربی رو میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ مغربی طرز فکر اور نظام حیات سے اس قدر متاثر ہیں کہ انہیں اپنے اصولوں پر کوئی غیر متزلزل ایمان اور یقین نہیں رہا۔ اگر ان کا اسلام پر یقین محکم ہوتا۔ تو وہ رنگ و نسل کے بتوں کے سامنے سر کیوں ٹیکتے! اور ان کی سیاسی زندگی سے قانون محمدی کو خارج کیوں کیا جاتا! اور نام نہاد اسلامی حکومتیں یہ کیوں اعلان کرتیں کہ وہ انقلابی، جمہوری اور لادینی ریاستیں ہیں اور انہیں کسی مذہب سے تعلق نہیں۔ اور آج اس ہندوستان کے اندر مسلمان کے منہ سے ہمیں یہ کیوں سننے میں آتا ہے۔

"دنیا بھر میں صرف ہمارا ملک ہی ایسا ملک ہے جس میں لوگ مختلف مذاہب سے شناخت میں آتے ہیں۔ صرف اس کا اظہار ہی ہماری کیفیت کا آئینہ بن جاتا ہے اور ہمارے متعلق یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ہم اس براعظم کی علیحدہ علیحدہ مذہبی اقوام ہیں۔ اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سب ایک مشترک نام اختیار کر لیں"

وہ نام نہاد مسلمان جو مسلم کے نام سے بدکتے ہوں۔ وہ اشاعت اسلام کیا خاک کریں گے! سو دنیا کو مسلمان کرنے کیلئے آج ضرورت ہے کہ مسلمان کو پہلے مسلمان کیا جائے اور اسلامی عقیدہ پر اس کے ایمان کو راسخ کیا جائے۔

دنیا کے طول عرض میں نظر دوڑا کر دیکھ لو اور اسلامی سواد اعظم کا کونہ کونہ چھان مارو۔ صرف ایک جماعت ایسی نظر آئے گی جس کی زندگی کا ہر لمحہ صرف اس کوشش میں صرف ہو رہا ہے کہ دنیا میں خدا اور خدا کے رسول کا نام بلند ہو۔ اور وہ جماعت احمدیہ ہے اور کسی نے اس کے متعلق کیا ہی خوب کہا ہے۔

"اس وقت احمدی جماعت دنیا میں سب سے زیادہ اشاعت اسلام کرنے والی قوم ہے"

یہ جماعت بھی، اگر چند ایک شخصوں نے مل کر بنائی ہوتی، تو امکان تھا کہ اس میں بھی تساہل اور تغافل کی وہی علامات پائی جاتیں۔ جو کہ آج کل مسلمان جماعتوں کا خاصہ ہے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کے مامور کی جماعت ہے۔ اس نے مامور من اللہ کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حتی الامکان اس عہد کو نباہ رہی ہے اور اپنا جان و مال اعلائے کلمۃ الحق کے لئے پیش کر رہی ہے۔ اور جب کبھی ایسا دور آتا ہے۔ یا ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ کہ جن کی نوعیت اس جماعت کے فریضہ کو کئی گنا بڑھا دیتی ہے تو یہ مختصر سی جماعت ایسی قوت عمل کا اظہار کرتی ہے کہ اہل مٹھی بھر جماعت کی کارفرمائیوں کو دیکھ کر سواد اعظم والے بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ جب عیسائیت نے اسلام پر حملہ کیا تو یہ جماعت میدان میں آئی۔ جب آریہ سماج نے یورش کی تو یہ جماعت پیش پیش تھی جب تحریک قادیان نے عالم اسلام کو اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ کے مسیح اور مامور کی جماعت نے صدائے احتجاج بلند کی۔ ورنہ باقی مسلمان تو لمبی تان کر سو رہے تھے۔

آج جبکہ دنیا میں ایک زبردست انقلاب آنے کو ہے اور مادی نظامات متزلزل ہیں۔ اور مغربی دنیا ایک جدید روحانی نظام حیات مانگ رہی ہے تو یہی جماعت بروئے کار آئے گی جس نے آج سے قریباً ایک ربع صدی پیشتر سے مغربی اقوام کے مرکزوں میں ایک روحانی اور اسلامی پس منظر تیار کر رکھا ہے۔ حالات اور واقعات نے اس جماعت کے فرائض کو بہت بڑھا دیا ہے جماعت کے ہر فرد کو ان بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لینا چاہئے اور ان حالات کے مطابق اشاعت اسلام کے لئے ایک زبردست **تعمیری پروگرام** مرتب کرنا چاہئے۔ جماعت احمدیہ کی حقیقی فتوحات کا زمانہ اب شروع ہوتا ہے۔ پہلے مدافعت تھی لیکن اب تعمیر ہے۔ ہمارے پاس اقوام عالم کے لئے ایک عظیم الشان پیغام ہے اور روحانی پیغام جس کے ہم حامل ہیں یہی اس وقت دنیا کو آگ اور خون کے کھولتے ہوئے گڑھے میں گرنے سے بچا سکتا ہے۔

تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لائحہ عمل کو حالات اور تغیرات کے مطابق مرتب اور مدون کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ اس جلسہ کی حقیقی غرض و غایت یہی ہے کہ جماعت احمدیہ مشورہ اور تدبر سے اشاعت اسلام کیلئے انتظام جدیدہ مرتب کرے۔ جماعت کے ہر فرد کا خواہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا ہو **فرض** ہے کہ وہ اس اجتماع میں شامل ہو اور اپنے مشورہ اور تدبر سے اشاعت اسلام کے اس لائحہ عمل کو تقویت پہنچائے۔

اس سلسلہ کے نوجوانوں کو خاص طور پر تعمق اور فکر سے کام لینا چاہئے۔ دنیا کی ہر زندہ اور فعال قوم کے نوجوان متحد ہو کر کام کر رہے ہیں۔ اور ہر قوم کا نوجوان ایک زبردست قوت اور سیماب کا منظر ہے۔ جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کے مقاصد اور عزائم تو رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود میں مقید نہیں۔ بلکہ آفاق گیر ہیں اور ان کی فتوحات کی دنیا کشادہ اور وسیع ہو رہی ہے۔ احمدی نوجوانوں کو بروئے کار آنا چاہئے۔ اور دنیا کے کونہ کونہ میں اس نظام حیات کو پہنچا دینا چاہئے جس کا دنیا بیتابی سے انتظار کر رہی ہے۔

میرے عزیزو! میرے بھائیو! اور میرے دوستو! آؤ اس سالانہ جلسہ پر ایک انتظام جدیدہ کو مرتب کریں اور اسلامی نظام حیات کو دنیا میں پہنچانے کیلئے اپنے خون کو کھولائیں اور اپنی طبائع میں ایک اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی موجودہ حالات کا جائزہ لینے کی توفیق، اور اس نظام حیات کو پہنچانے کی طاقت دے۔ آمین ثم آمین

(ایس۔ محمد آصف قادیانی۔ بی۔ اے)

شذرات

"اسلام اور موجودہ جنگ"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے تین ٹریکٹوں کی تحریک سے احباب بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بھی بعض مقامات پر اس کا چرچا ہو رہا ہے۔ چنانچہ پیش نظر اشاعت میں ہی کسی دوسری جگہ، سید تصدق حسین صاحب بغداد کی ڈائری کا ایک اقتباس درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احباب عراق کو ان ٹریکٹوں کے مطالعہ کا شوق اور انتظار ہے۔ یہ اطلاع تمام دوستوں کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ اس سلسلہ کا پہلا ٹریکٹ "اسلام اور موجودہ جنگ" چھپ کر مطبع سے آگیا ہے اور دستی اور ڈاک کے ذریعہ تقسیم ہو رہا ہے۔ اس ٹریکٹ کی ضخامت $\frac{20\times30}{16}$ کے پچاس صفحات ہے کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، اور سرورق رنگین و دیدہ زیب ہے۔ گویا یہ ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے۔

یہ ٹریکٹ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب معمول نہایت محنت اور قابلیت سے لکھا ہے۔ اس میں غیر از جماعت اصحاب مخاطب ہیں۔ حضرت ممدوح نے نہایت موثر اور مدلل طریق پر ثابت کیا ہے کہ یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک موجودہ تہذیب و تمدن سے بیزار ہو کر ایک نئے نظام کے متلاشی ہیں، جس نظام اور تہذیب کی انہیں تلاش ہے وہ صرف اسلام کے اندر موجود ہے لہٰذا موجودہ زمانہ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کیلئے بہترین وقت ہے جسکے لئے مسلمانوں کو انتہائی جد و جہد اور قربانی سے کام لینا چاہیئے۔ اور اسلامی دنیا میں اس وقت صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے فرض کو ادا کر رہی ہے اور مسلمان اسی جماعت میں شریک ہو کر یا اسے امداد دے کر یورپ اور دنیا کے دیگر حصوں میں اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ اس رسالہ کا طرز تحریر اس قدر موثر و دلنشیں اور دلائل و حقائق اس قدر وزنی ہیں کہ انشاء اللہ ہر ایک پڑھنے والا کسی نہ کسی حد تک اس کے مطالعہ سے ضرور متاثر ہوگا۔ سعید الفطرت اور انصاف پسند لوگ تو اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔

انگریزی خواں اصحاب کیلئے اس کا انگریزی ایڈیشن بھی Islam and the present war کے نام سے چھپ چکا ہے جو مذکورہ بالا سائز کے ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سلسلہ کا دوسرا ٹریکٹ "جماعت قادیان کے دس لاکھ آدمیوں کو حکم بننے کی دعوت" کے نام سے قادیانی دوستوں کیلئے لکھا جا چکا ہے جو زیر طباعت ہے۔ انشاء اللہ جلد تیار ہو جائے گا۔

لٹریچر کی صحیح طریق پر تقسیم

موزوں و مفید تبلیغی لٹریچر تیار کرنا بھی بہت بڑا کام ہے اسکے لئے اخلاص لیاقت، فہم، تقویٰ اور بیحد محنت و مصارف کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام مرکز میں نہایت سلیقہ اور خوش اسلوبی سے انجام پاتا رہتا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت کے دیگر اکابر و اہل قلم، کی کتب، رسائل ساری علمی و اسلامی دنیا سے خراج تحسین وصول کرنیکے علاوہ بیشمار انسانوں کی ہدایت کا باعث ہو چکے ہیں اسلام کے تبلیغی لٹریچر کیلئے، دوست کیا دشمنوں کی بھی نگاہیں آج احمدیہ بلڈنگس لاہور کی طرف اٹھتی ہیں اور ہر ایک متلاشی کی ضرورت اسی جگہ سے پوری ہوتی ہے۔

تبلیغی لٹریچر کی تیاری کے بعد مناسب طریق پر اسکی تقسیم سب سے بڑا مرحلہ ہے۔ اگر اچھا سے اچھا لٹریچر تیار کر لیا جائے لیکن اسکی تقسیم کا عمدہ و خاطر خواہ انتظام نہ ہو وہ کمروں اور الماریوں میں بند پڑا رہے یا اپنے صحیح محل پر نہ پہنچے تو وہ فائدہ رساں ثابت نہیں ہو سکتا۔ انجمن کے کارکن اس بارہ میں پوری احتیاط اور کوشش کرتے ہیں۔ جب تک جناب بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم و مغفور زندہ رہے انہوں نے اس فرض کو نہایت سرگرمی سے انجام دیا انکی مخلصانہ جد و جہد سے ہمارا لٹریچر دور دور پہنچا اور اس سے نہایت نیک نتائج ظاہر ہوئے۔ اب اس فرض کو حضرت مولانا عزیز بخش صاحب آنریری جائنٹ سیکرٹری نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس . . . . . بھد گیتوان ہمت، کی محنت بھی مستحق شکریہ ہے اللہ تعالیٰ انہیں تا دیر صحت و توانائی کے ساتھ زندہ رکھے۔

لیکن پھر بھی ہمارے خیال میں لٹریچر کی تقسیم کا کام احباب کے سرگرم تعاون کے بغیر کما حقہٗ انجام نہیں پا سکتا۔ اسلئے ہم کئی مرتبہ تحریک کر چکے ہیں کہ وابستگان سلسلہ مفت اشاعت کے رسائل و اشتہارات منگا کر حسب ضرورت اپنے پاس رکھیں اور انہیں احتیاط کے ساتھ تقسیم کرتے رہیں گذشتہ سال تنظیم نمبر میں لٹریچر کی ضروری فہرست شائع ہو چکی ہے بہت سی کتابوں اور رسالوں کے سرورق پر بھی مختصر فہرست درج ہے۔ ہر ایک دوست اسے ملاحظہ فرما کر اپنے حلقۂ اثر کے مطابق لٹریچر کا انتخاب کر کے منگا لے۔ اور اسے رفتہ رفتہ تقسیم کرتا رہے۔ حضرت امیر کے ان تازہ ٹریکٹوں کو تو اس طریق پر لوگوں تک پہنچانے کی بہت ہی ضرورت ہے۔ یہ ٹریکٹ بڑی ہی محنت و کاوش سے لکھے اور معقول صرف سے چھاپے گئے ہیں گرانی کے باوجود عمدہ کاغذ لگایا گیا ہے۔ اسکی ایک ایک کاپی صحیح محل پر پہنچ جانی چاہیئے۔

ڈاکخانہ کے ذریعہ لٹریچر کی تقسیم میں بہت خرچ ہوتا ہے اور پھر بھی بعض اوقات لٹریچر صحیح آدمیوں کے ہاتھوں میں نہیں پہنچتا یہ تو ہوئی مفت تقسیم کے لٹریچر کے متعلق گذارش صاحب استطاعت ارکان جماعت کو قیمتاً کتابیں خرید کر بھی زیر تبلیغ لوگوں اور کتب خانوں کو دینی چاہیئے۔ یہ بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

"مجدد اعظم" جلد دوم

گذشتہ سال ہم نے انہی ایام میں "تنظیم نمبر" کے اندر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قابل قدر تالیف مجدد اعظم کی پہلی جلد کی تکمیل و اشاعت کا اعلان کیا تھا۔ اب ہم یہ اعلان کرنے کی مسرت حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب کی دوسری جلد بھی طباعت وغیرہ کے تمام مراحل طے کر کے تیار ہو گئی جلسہ سالانہ پر احباب انشاء اللہ اسے حاصل کر سکیں گے جلد اول اگر گذشتہ سال بہترین علمی تحفہ تھی۔ تو جلد دوم کو اس سال کا بہترین تحفہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ جلد تقریباً پونے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت، طباعت کاغذ وغیرہ نہایت عمدہ اور بالکل پہلی جلد کے مطابق۔ اس جلد میں حضرت مسیح موعود کے حالات جون سنہ ۱۹۰۰ء سے شروع کر کے وفات تک آ گئے ہیں۔ سیرت و اخلاق کا حصہ بھی اسی میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حصہ سوم میں صرف حضرت اقدس کی خدمات دینیہ پر تبصرہ ہوگا۔ ایک اعلان جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کے قلم سے ص۲ پر درج ہے مزید وضاحت کیلئے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

جناب مؤلف کی قابل قدر تالیفات اور ان کے فصیح و بلیغ علمی مضامین کے متعلق کچھ ہمیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت کا بچہ بچہ ان کا شائق ہے، معقولیت علمیت اور اس کے ساتھ دلچسپی و شگفتگی اسکی نمایاں خصوصیات ہوتی ہیں۔ "مجدد اعظم" کی پہلی جلد جماعت کے علاوہ غیر از جماعت حلقوں میں مقبول ہوئی معقولیت پسند لوگوں نے اسے پسند کیا اور اس کے ذریعہ حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو گیا۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ دوسری جلد بھی انشاء اللہ اسی طرح مقبول و کامیاب ہوگی۔ ہم اس شاندار علمی و تبلیغی کارنامہ پر ساری قوم کی طرف سے جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں دلی مبارکباد اور شکریہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی و صحت میں برکت دے اور اس کتاب کے حصہ سوم کی جلد توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جلد دوم کی قیمت کاغذ اور سامان جلد بندی کی گرانی کے باوجود صرف تین روپے مقرر ہوئی ہے جو بہت کم ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ جلسہ سالانہ پر اس تحفہ کو ضرور اپنے لئے حاصل کریں بلکہ حسب استطاعت اس کے نسخے خرید کر غیر از جماعت اصحاب کو بھی مطالعہ کے لئے دیں۔

دارالکتب اسلامیہ کا رعایتی اعلان

انجمن نے اپنی ایک سو سے زائد مطبوعات کی قیمتوں میں غیر معمولی تخفیف کر دی ہے۔ جس کا اعلان مینجر صاحب کی طرف سے صفحہ ۳ پر بصورت اشتہار درج ہے۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ سلسلہ تصنیفات احمدیہ کی ساتوں

جلدوں، حضرت مسیح موعودؑ کی بعض دوسری کتابوں اور حضرت امیرایدہ اللہ و دیگر اکابر جماعت کی بیسیوں تصنیفات و تالیف اس رعایتی فہرست میں شامل ہیں۔ بعض کتابوں کے لئے اس قدر زیادہ رعایت دی ہے کہ قیمت برائے نام رہ گئی ہے اس رعایتی اعلان کی بدولت ایک بیش بہا خزانہ گویا کوڑیوں کے مول مل سکتا ہے۔ گرانی کے ایام میں اس قسم کی رعایت اور بھی زیادہ قابل قدر ہے۔ احباب جماعت اور شائقین علم کو اس سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ کم استطاعت دوست اور طلباء اکثر کم قیمت پر کتابوں کی فرمائش کیا کرتے ہیں اُن کے لئے یہ ایک نادر موقع ہے۔ اب وہ بآسانی تھوڑی سی رقم کے صرف سے علم دین کا ایک اچھا خاصا کتب خانہ اپنے پاس جمع کر سکتے ہیں۔ احباب اگر جلسہ سالانہ پر یہ کتابیں خرید لیں تو زیادہ بہتر ہے اس طرح انہیں محصولڈاک کی بھی بچت ہو جائے گی جلسہ سے قبل دارالکتب کو آرڈر بھیج دیئے جائیں تو بنڈل تیار ملیں گے جنہیں قیمت ادا کر کے فوراً حاصل کیا جا سکے گا۔

ان کتابوں کے علاوہ دارالکتب اسلامیہ سے ہر قسم کی دینی۔ علمی۔ ادبی و تعلیمی کتابیں کاغذ۔ کاپیاں، رجسٹر اور سٹیشنری مناسب قیمتوں پر مل سکتی ہیں۔ انگریزی، اُردو، عربی طباعت کا کام بھی اس کی معرفت عمدہ اور کفایت سے ہو سکتا ہے ؛

ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن

یہ امر باعث مسرت ہے کہ احمدیہ گرلز ایسوسی ایشن نے ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کے نئے نام سے از سرِنو اپنی مفید سرگرمیوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے پہلے یہ انجمن زیادہ تر نوجوان لڑکیوں پر مشتمل تھی، لیکن اب بڑی عمر کی خواتین بھی اسکی ممبر ہو سکتی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ تبدیلی نہایت دانشمندانہ ہے۔ اس طرح ہماری بچیوں کو اپنی بڑی بہنوں اور ماؤں و دیگر بزرگ رشتہ داروں خواتین کے ساتھ اور ان کی زیرنگرانی خدمات دینی کے مواقع حاصل ہونگے۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی بیگم صاحبہ محترمہ جو کہ ایک لائق اور دیندار خاتون ہیں اس ایسوسی ایشن کی سکرٹری منتخب ہوئی ہیں اور نہایت محنت و خلوص سے اس کام کو کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت دے۔

ہمیں امید ہے کہ ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کی معزز ارکان جلسہ سالانہ اور نمائش دستکاری کو کامیاب بنانے میں بھی نمایاں حصہ لیں گی۔ اور اپنی رشتہ دار خواتین اور سہیلیوں کو اس دینی اجتماع میں شرکت کے لئے آمادہ کریں گی۔ جلسہ سالانہ پر بیرونجات سے بھی کافی تعداد میں خواتین تشریف لاتی ہیں امسال تو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسکے متعلق خاص طور پر توجہ دلائی ہے امید ہے وہ زیادہ تعداد میں آئیں گی۔ بہتر ہوگا کہ ایسوسی ایشن مذکور اس موقعہ سے بھی فائدہ اُٹھائے۔ اسکی ارکان مہمان خواتین سے ملیں تبادلہ خیالات کریں اور اُن کو بھی ایسوسی ایشن کی ممبر بننے کی ترغیب دیں بلکہ بڑی جماعتوں میں اسکی شاخیں قائم کرنے کے متعلق بھی مشورہ کیا جائے۔ جلسہ سالانہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ افراد جماعت آپس میں ملیں اور دینی و قومی معاملات پر غور و فکر اور صلاح مشورہ کریں۔ ینگ وومن ایسوسی ایشن کو خواتین سلسلہ کے آپس میں تعارف کا ذریعہ بننا چاہیئے ؛

(بقیہ صفحہ ۲۶)

ہم کہیں مریں گے یا مدینے میں

جلتے ہو حضرت مسیح موعودؑ کا وصال کہاں ہوا؟ لاہور میں؟ پس لاہور مدینۃ المسیح ہے۔ لاہور وہ مقام ہے جہاں سے ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو، ترجمۃ القرآن جرمن و ترجمہ صحیح بخاری اور اسلامی علوم و حقائق کے دریا بہ رہے ہیں اب قادیان میں سوائے مندرجہ بالا قباحتوں اور بدعتوں کے زیادہ ترلاف زنیوں پر گذارہ ہے۔ بڑے زور شور سے قرآن دانی کے چیلنج دیئے جاتے ہیں۔ مگر جب کوئی ذرا مقابلہ کیلئے اٹھتا دعویٰ اور دلائل دونوں غائب۔ بھلا کوئی عقلمند احمدی وہاں جا کر کیا کریگا ہاں اگر پیر پرستی، خلافت پرستی ہی مقصود ہو تو بات اور ہے۔ اس کے علاوہ بھی الفضل ہی بتلا سکتا ہے کہ یہ آئے دن بیرون قادیان۔۔ دیگر مقامات پر جو سالانہ جلسے خلافت قادیان کی منظوری سے منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے کب اور کہاں رکھی تھی۔ اگر وہ آپ کی نظر میں جائز ہیں تو لاہور کے جلسہ کے متعلق کیوں ز۔ہ پیٹ میں درد اٹھتا ہے۔

ہمارا سالانہ جلسہ اور اخبار "الفضل" قادیان کا واویلا

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس)

حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد ۱۸۹۱ء میں رکھی۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ اور یہ بھی سالہا سال کا تجربہ ہے کہ جماعت قادیان اس تقریب کو قادیان میں اور جماعت لاہور، لاہور میں مناتی چلی آرہی ہے حسب معمول اس دفعہ بھی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ۱۲ر نومبر کے پیغام صلح میں اعلان ہوا کہ "ہمارا انتیسواں سالانہ جلسہ قریب آرہا ہے" اس پر اخبار "الفضل" نے بمصداق۔ نیش الفضل از کین است۔ لکھا ہے کہ "سمجھ میں نہیں آتا حضرت مسیح موعودؑ کا وصال جب ۱۹۰۸ء میں ہوا جس پر ۲۸ سال گذر گئے ہیں تو غیر مبائعین کے اس جلسہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے کب رکھی اور کیونکر رکھی پھر اس میں شمولیت کے متعلق آپ نے اپنے متبعین کو کہاں تاکید فرمائی ہے" اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر یہ واقعہ جو سالہا سال سے ہو رہا اور اخبار "الفضل" کو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں چشمۂ آفتاب کا کوئی گناہ نہیں۔ پیر پرستی کی لعنت عقل و فکر پر ایسا ہاتھ صاف کر دیتی ہو کہ آنکھ رکھتے ہوئے کچھ نظر نہیں آتا۔ اور دل و دماغ رکھتے ہوئے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر معترض نے کبھی عقل و فکر کی عینک لگا کر حضرت مسیح موعودؑ کا ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۱ء کا اعلان جو کتاب "نیصلہ آسمانی" کے ساتھ شائع شدہ ہے پڑھا ہوتا تو اس کے لئے اس قسم کے اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔ پہلا جلسہ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۱ء تک قادیان میں ہوا۔ ۳۰ر دسمبر کو حضرت مسیح موعودؑ نے آئندہ کیلئے اعلان فرمایا

"چونکہ ہر ایک کیلئے بباعث ضعف فطرت اور کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کیلئے آوے۔ ۔ ۔ ۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کیلئے مقرر کئے جاویں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی ہو، ۲۷ر دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔ اور اس جلسہ پر ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ رب العزت کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا۔ اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کیلئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جاوے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ العزیز وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے"

اس اعلان کو غور سے پڑھ جائیے۔ ضروری مقامات کو میں نے خط کشیدہ کر دیا ہے۔ حضرت اقدس نے جن اغراض کے لئے سالانہ جلسہ کا انعقاد ضروری قرار دیا ہے۔ وہ اس اعلان سے ظاہر ہیں

(۱) حضرت صاحب کی صحبت و ملاقات کیلئے سال میں کم از کم ایک دفعہ اس جلسے کیلئے موقعہ نکالا

حضرت صاحب کا حسب تحریر الفضل ۱۹۰۸ء میں وصال ہوچکا ہے۔ اب حضرت صاحب کی صحبت اور ملاقات کا موقعہ کیونکر میسر آسکتا ہے۔ الفضل کو ہی معلوم ہونا چاہئے۔

(۲) اسی اعلان میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ آج کے دن کے بعد جو ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ر دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ قادیان میں سالانہ جلسہ صرف اس وقت تک حقیقی سالانہ جلسہ تھا جب تک حضرت اقدس حیات تھے اور جب تک وہاں ربانی باتوں، دعاؤں اور حقائق و معارف کا سمندر موجزن تھا۔ اور ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی حاصل ہوتی تھی۔ اس وقت قادیان کیا تھا ؎

چہ گویم با تو گر آئی چہ ا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

اب کیا ہو رہا ہے (۱) تکفیر اہل قبلہ۔ جو شخص خلافت محمودیہ اور اس کے مسلمات پر ایمان نہ لائے۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے

(۲) کوئی مسلمان اور حقیقی احمدی بھی وہاں محفوظ نہیں۔ جب تک وہ خلافت محمودیہ کی سیادت اور حکومت کی متابعت اختیار نہ کرے۔ اور بعض پر تو عرصہ حیات بھی تنگ ہو رہا ہے۔ اور بعض احمدی قتل بھی ہو چکے ہیں۔ پھر ع

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟

لہذا بوجوہات بالا اب قادیان کا سالانہ جلسہ حضرت مسیح موعودؑ کا اعلان کردہ جلسہ نہیں رہا۔ یہ تو امت محمودیہ کا جلسہ ہے۔ اس میں شمولیت نہ تو حضرت صاحب کے اعلان کے مطابق ضروری ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث میں اس کے متعلق کہیں تاکید آئی ہے۔ مندرجہ بالا قباحتوں کے علاوہ اب وہاں بہت سی بدعتوں کا دور دورہ ہے۔ نمونہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) میاں محمود صاحب خلیفہ قادیان اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۶۶ جلد ۲۰ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۲ء میں فرماتے ہیں۔

"چونکہ حج پر وہی لوگ جا سکتے ہیں جو مقدرت رکھتے اور امیر ہوں۔ حالانکہ ایسی تحریکات پہلے غرباء میں ہی پھیلتی اور پنپتی ہیں۔ اور غرباء کو حج سے شریعت نے معذور رکھا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلی حج مقرر کیا تا وہ قوم جس سے وہ اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہے اور تا وہ غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان اس میں شامل ہوسکیں"

قرآن اور حدیث میں تو صرف ایک ہی حج کا ذکر ہے۔ جو کہ مکہ معظمہ میں ہوتا ہے۔ یہ ظلی حج کیا بلا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو کہاں مقرر کیا ہے۔ یہ تو خلیفہ صاحب قادیان ہی بتلا سکتے ہیں۔ البتہ اس ظلی حج کا جو فائدہ اب تک نظر آرہا ہے۔ وہ یہ تو ضرور ہے کہ قادیان میں ریاست قائم کی جارہی ہے اور سندھ میں زمینیں لی جارہی ہیں۔ لنڈن اور پیرس کی سیر ہوچکی ہے۔ اور سینماؤں کے لطف اٹھائے جانے ہیں خواہ غرض کچھ ہی ظاہر کی جاوے۔ کوئی محمودی حلف اٹھا کر ان باتوں کا انکار نہیں کرسکتا ہے۔ یہ ظلی حج کی بدعت کہاں سے شروع ہوئی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے قصر خلافت سے "الفضل" نوٹ کر لیوے ماسلئے اس جلسہ قادیان پر بدعتوں کے شیدائی ہی جا سکتے ہیں

حج لفر اگر کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اب بتلائیے کہ جب خلیفہ قادیان کے کعبہ کا یہ حال ہو وہاں کوئی مسلمان یا احمدی جا کر کیا کریگا۔ الفضل کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب مسلمان اور احمدیوں کو وہیں جانا سود مند ہوسکتا ہے جہاں بجائے تکفیر اہل قبلہ اور تمجید و تسبیح خلافت قادیان کے محامد قرآن و حدیث کا ذکر ہو۔ اور اسلام کی فلاح و بہبود کی فکر ہو وہ مقام کونسا ہے۔ وہ مقام لاہور ہے جس کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کا الہام بھی ہے۔

شعور خدمت قرآں نہیں تو کچھ بھی نہیں

از جناب مولوی مرتضیٰ خانصاحب بی۔ اے (حسن)

لقائے یار کا ارماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
دلوں میں غیرت ایماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ مانا بیش بہا ہے متاع حسن شباب
رفیق دولت ایماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ سچ ہے قدر کے قابل بہت ہے جان عزیز
نثار حضرت جاناں نہیں تو کچھ بھی نہیں

بڑے ہی لطف کی ہے چیز خار غم کی خلش
رہین درد دل و جاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

رموز حکمت یونان و علم و عقل فرنگ
ہمارے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

بہار و سبزہ و گل جام عیش و بزم طرب
خمار بادۂ عرفاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کمال زیرکی و عقل تمام ہوش و خرد
شعور خدمت قرآں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دونوں جماعتوں کے قائدین کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور کشوف

"خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا۔ پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے"

(از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

ماموری من اللہ اور پیشگوئیاں

علم غیب بشری طاقتوں سے بالاتر ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی جانب سے مصلح و مامور ہو کر آتے ہیں۔ ان کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ان کی پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں۔ کہ مصلح وقت لوگوں کی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ ان کی نیات و اعمال میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اور یہ امر سب اور باتوں سے بڑھ کر دنیا کے لئے اس کی طرف باعث کشش ہوتا ہے لیکن اس معاملہ میں ایک ٹھوکر کا مقام ہے۔ مامور من اللہ اپنی توجہ و روحانی قوت سے جو پاک دامنی و نیک نیتی اپنے پیروؤں کی زندگیوں میں پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کی اپنی زندگی تک محدود ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ مامور کی وفات کے بعد بھی وہی حالت قائم رہے۔

قوم کی روحانی زبوں حالی

بلکہ کسی وقت تو قوم . . . . زبوں حالی کے ایسے مقام پر پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ نبی یا مامور کے سامنے بھی وہ کسی بلند مقام کو حاصل نہیں کر سکتی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی قوم نے آپ کی عارضی غیر حاضری میں بت پرستی کو اختیار کر لیا۔ اور جب جہاد پر نکلنے کا حکم ہوا۔ تو صاف الفاظ میں انکار کر دیا۔ **فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون**۔ حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے جو کمزوری و کم ہمتی کا ثبوت ایسے وقت میں دیا۔ جب مرشد کی جان پر بن گئی تھی۔ وہ نمونہ بھی تاریخ میں مشہور ہے۔ غرضیکہ پیروؤں کی بے راہ روی یا عملی ضلالت مصلح وقت کے منجانب اللہ ہونے کے منافی نہیں۔ بلکہ پیروؤں کی کمزور حالت کے متعلق بھی مامور کو خدا تعالیٰ کی جانب سے علم دیا جاتا ہے۔ اور جب وہ علم غیب واقعات کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ تو گو عام لوگ یہ ناقص حالت دیکھ کر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ مگر حقیقت شناس اصحاب کے ایمان کے لئے باعث تقویت ہوتا ہے اس لئے کہ واقعات متعلقہ مامور کے بتلائے ہوئے امور پر مہر صداقت ثبت کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اور روحانی انقلاب

حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو عملی اصلاح اپنے معتقدین کی زندگیوں میں پیدا کی تھی وہ اب تک ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ حضرت اقدس کی توجہ سے جو انقلاب اعمال نیات میں آیا تھا۔ اس کے نمونے اب بھی کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایک خطرناک دھوکہ ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے۔ کہ آپ کے بعد بھی جماعت عام طور پر اسی حالت پر قائم ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت اقدس کی متعدد تحریریں اور آپ کے الہامات کشوف و رؤیا سے یہ امر عیاں ہے۔ کہ آپ کی زندگی کے بعد جماعت کی عام حالت اس مقام پر قائم نہ رہے گی جس پر آپ نے اسے پہنچایا تھا۔ بعض لوگ تو اس امر سے ہی بیدل ہو گئے۔ کہ جماعت احمدیہ کے دو فریق ہو گئے۔ اور یہ امر ان کے نزدیک حضرت اقدس کی صداقت کے منافی ہے۔ بعض اس دھوکہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت اقدس کی صداقت مسلم الثبوت ہے۔ اسلئے یہ بھی لازم آیا۔ کہ آپ کی جماعت کی کثرت یا آپ کا مقام انہی مقاصد و اغراض کا حامل ہو جو آپ کے پیش نظر تھے۔ اور اسلئے ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کہ دو فریقوں میں سے کون سا گروہ راہ راست پر ہے۔ اور کون سا صحیح راستہ سے بھٹک چکا ہے ان کے نزدیک کثرت، خاندان و مقام ہی صداقت کا معیار مقرر ہو چکے ہیں۔ پھر بعض وہ لوگ بھی ہیں۔ جو جب اپنی جماعت کی اندرونی حالت سے پوری طرح پر واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ تو پھر مامور من اللہ کی صداقت سے ہی منحرف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب راہیں غلط ہیں۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ **وما انت علیهم بمسیطر**۔ اور ایک دوسرے عظیم الشان نبی کی زبان سے یہ گواہی دلائی گئی۔ **وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم** یعنی میں تو اپنی حین حیات میں ان کے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ وہ میری تعلیم کو مانتے رہے۔ لیکن جب میں وفات پا گیا۔ تو پھر ان کا محافظ خدا ہی ہے۔

ایک دردناک امر

یہ امر بہت ہی دردناک ہے۔ کہ مصلح وقت جن لوگوں کو ایک اعلیٰ مقصد کے لئے تیار کرے۔ ان کی کثرت اس کی وفات پر اس مقصد سے ہٹ جائے۔ گویا جو طاقت دنیا کی اصلاح کے لئے تیار کی گئی تھی۔ وہ ضائع جاتی رہی۔ لیکن سنت اللہ کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے۔ اور بجز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا مصلح ایسا نہیں گذرا جسے اپنے بعد قوم کی حالت پر اطمینان پیدا ہوا ہو۔ ایک آنحضور صلعم ہی ہیں۔ جنہیں یہ فضیلت نصیب ہوئی۔

کہ مرض الموت میں جب پردہ اٹھا کر جماعت کو نماز میں مشغول پایا۔ تو سرور و طمانیت سے رخ مبارک تمتما اٹھا۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا۔ کہ آپ کے بعد آپ کی جماعت مقاصد عالیہ کو تکمیل تک پہنچا دے گی۔ اللہم صلی علی محمد

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات

حضرت اقدس حضرت مسیح موعود کی نہ صرف ابتدائی تحریریں بلکہ آخر وقت کا کلام اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ جماعت بلند حالت پر قائم نہ رہے گی۔ اور جماعت میں تفرقہ ہونے پر قلیل گروہ ہی صداقت کا حامل رہے گا۔ یہ ایک تفصیلی مضمون ہے۔ جسے اسوقت تمام و کمال بیان نہیں کیا جا سکتا میں حضرت اقدس کی چند ایک تحریروں و الہامات کشوف رؤیا کو ہی اس مضمون میں بیان کر سکتا ہوں۔ جہاں سے یہ امر واضح ہے۔ کہ آپ کو اس امر پر خدا تعالیٰ نے آگاہ کر دیا تھا۔ کہ جماعت کی کثرت نیز آپ کا مقام قادیان اور آپ کا خاندان مقاصد عالیہ کے حامل نہ رہیں گے۔ دعوے کی ابتدا میں ہی آپ فتح اسلام میں اسطرح فرماتے ہیں :-

"مسیح کے اولوالعزم دوستوں اور دن رات کے رفیقوں نے بھی لغزش کھائی۔ . . . .

لیکن چونکہ وہ راستباز تھا۔ اسلئے خدا نے پھر اس کے کارخانہ کو مرنے کے بعد زندہ کیا۔ . . . . چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھے بھی یہ بشارت دی۔ کہ موت کے بعد تجھے حیات بخشوں گا۔ اور فرمایا۔ جو لوگ خدا کے مقرب ہیں۔ وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔ . . .

. . . . پس میری دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے۔ مگر کم ہیں وہ لوگ جو ان بھیدوں کو سمجھتے ہیں"

اب یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ کثرت جماعت خاندان و مقام راہ راست پر قدم مار رہے ہوں۔ اور آپ یہ پیشگوئی فرما دیں کہ میرے بعد میرے مقاصد پر موت وارد ہو کر پھر زندگی حاصل ہوگی۔ البتہ اگر کثیر حصہ پیروؤں میں سے معدودے لوگ قائم رہنے والے ہوں۔ اور بالآخر ان کی کوششوں سے دوبارہ مقاصد نے فروغ حاصل کرنا ہو۔ تو متذکرہ بالا عبارت صحیح ہو سکتی ہے اس کتاب میں حضرت اقدس آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"میں اس جگہ اسبات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں۔ وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں۔ کہ میں ان کی نسبت کوئی عمدہ رائے ظاہر کر سکوں۔ بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ . . . . صرف بلغم کی طرح مکاریاں باقی رہ گئیں ہیں۔ اور بوسیدہ دانت کی طرح اب بجز اسکے کسی کام کے نہیں۔ کہ منہ سے اکھاڑ کر پیروں تلے ڈال دیئے جائیں وہ تھک گئے۔ اور درماندہ ہو گئے۔ اور نابکار دنیا نے اپنے دام تزویر کے نیچے انہیں دبا لیا۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ عنقریب مجھ سے کاٹ دیئے جائیں گے۔ بجز اس شخص کے کہ خدا تعالیٰ کا فضل نئے سرے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیوے۔ ایسے بھی بہت ہیں۔ جنکو خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے مجھے دیا ہے۔ اور وہ میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہیں"

حضرت اقدس کے پیروؤں میں سے وہ کون سا فریق ہے۔ جسے خدا تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ جیسا کہ عنوان

کا الہام بتلا رہا ہے۔ کہ پھوٹ ہو جانے پر خدا تعالے ایک گروہ کی حمایت میں ہوگا۔

جناب میاں صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود کا کشف

اس کا فیصلہ حضرت اقدس کے دیگر الہامات وکشوف کر رہے ہیں۔ ایک گروہ کے لیڈر جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ حضرت اقدس کی کشفی آنکھ نے جناب میاں صاحب کو ایک مرتبہ ذیل کے رویا میں دیکھا۔

"آج بروز یکشنبہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔ اور ایک خربوزہ کی شکل پر کوئی پھل میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کو چھیل کر کھانا چاہتا ہوں۔ اتنے میں میں نے محمود احمد کو دیکھا۔ اسکے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوگیا۔ پہلے اس جگہ کھڑا ہوا۔ جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس چوبارہ کی طرف بڑھا۔ جہاں بیٹھ کر میں کام کرتا ہوں۔ گویا اس کے اندر جا کر تلاشی کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ کہ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے اس نے بطور اشارہ کے مجھ کو کہا۔ کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں۔ انگریز تلاشی کرے گا۔ اور میرے دل میں گذرا کہ اسمیں صرف وہ کاغذ پڑے ہیں۔ جو لوتالیف کتاب کا مسودہ ہے۔ وہی دیکھے گا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی"

فرمایا معلوم نہیں۔ اس واقعہ کی کیا تعبیر ہے اس سے پہلے تھوڑے دن ہوئے۔ یہ دیکھا تھا۔ یعنی الہام ہوا تھا۔ کہ **عورت کی چال**۔ ایلی ایلی لما سبقتانی برّیت اذکففت عن بنی اسرائیل۔ میں نے اپنے اجتہاد سے اس کے یہ معنے سمجھے۔ کہ کوئی شخص عورتوں کی طرح پوشیدہ مکر کرے گا۔ جس سے ممکن ہے۔ کہ ہم پر اس کی دہوکہ دہی سے کوئی مقدمہ ہو۔ مگر آخر بریت ہوگی۔ مگر یہ میرے اجتہادی معنے ہیں۔ ممکن ہے۔ جو کچھ میں نے پہلے دیکھا۔ اور جو میں نے اب دیکھا۔ اسکے کوئی اور معنے ہوں۔ لیکن ظاہری معنے یہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس خواب میں محمود کا دیکھنا۔ اور پھر میر ناصر نواب کا دیکھنا نیک انجام پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ محمود کا لفظ خاتمہ محمود کیطرف اشارہ ہے۔ یعنی اس ابتلاء کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ اور ناصر نواب کا دیکھنا اسبات کیطرف اشارہ ہے۔ کہ خدا تعالی ناصر ہوگا۔ اور اپنی نصرت سے ابتلاء سے رہائی دیگا۔ اور آخر یہ ابتلاء نشان کی صورت میں ہو جائے گا"

(تذکرہ صفحہ ۵۴۷)

واقعات حاضرہ اور کشف

اس کشف کو آج کے واقعات کی روشنی میں مطالعہ کرو نبی یا مامور جس پھل کو کھانا چاہتے ہیں۔ وہ مقاصد عالیہ کے حصول کے لئے ایک جماعت کا وجود ہوا کرتا ہے۔ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ تؤتی اکلھا کل حین قران میں ارشاد آیا ہے۔ اور انجیل میں ہے۔ کہ حضرت مسیح انجیر کے درخت کی طرف دوڑے۔ کہ اس سے پھل کھائیں مگر اسپر پھل نہ دیکھکر اس پر لعنت کی۔ اور وہ سوکھ گیا یعنی قوم یہود میں سے وہ قابل جوہر نہ ملے۔ جو آپ کے مقاصد عالیہ کے حامل ہوتے۔ اس کشف میں حضرت اقدس بھی پھل کھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اسے چھیل بھی لیا ہے۔ یعنی کھانے کے لئے بالکل تیار کر چکے ہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کل مسلمانوں کو جذب کر لینے کیلئے تیار ہو چکی تھی۔ مگر آپ پھل کھانے سے رہ گئے۔ کیونکہ سامنے محمود احمد آ جاتے ہیں۔ یعنی جماعت احمدیہ کے نمائندے عوام کے نزدیک جناب میاں محمود احمد صاحب بن جاتے ہیں۔ اور اسلئے جماعت احمدیہ مسلمانوں پر غالب نہ آسکی۔ بلکہ انحطاط کی ایسی حالت وارد ہوئی۔ کہ گویا وہ وقت یاد آگیا۔ جب حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا گیا تھا۔ اور آپ نے فرمایا تھا۔

ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اے خدا یہ کمزوری اور مغلوبی کی کیسی حالت ہے۔ جس سے یہ شبہ وارد ہو رہا ہے۔ کہ گویا تو نے اپنے فرستادہ کا ساتھ چھوڑ دیا

جناب میاں صاحب اور عورت کی چال

یہ امر بھی یہاں قابل غور ہے۔ کہ محمود احمد کے سامنے آنے کو عورت کی چال یعنی عورتوں کیطرح پوشیدہ مکر و دہوکہ دہی یا سامنے آنے سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا صاف یہ مطلب ہے۔ کہ جماعت کے اندر ایک فریب دہی یا پوشیدہ مکر کے ذریعہ خلافت قائم کی جائیگی۔ چنانچہ اب یہ امر واقعہ احباب سے مخفی نہیں۔ کہ جناب میاں صاحب نے خلافت کے لئے کیا کیا زنانہ چالیں چلیں۔ میاں محمود احمد کے ساتھ انگریز کا ہونا اس امر پر دلالت کر رہا ہے۔ کہ حضرت اقدس کے مقاصد دینیہ کی بجائے جناب میاں صاحب کے پیش نظر سیاست کے اغراض ہوں گے۔ اور یہ امر دنیا پر روشن ہے۔ کہ جناب میاں صاحب نے اپنی ریاست قائم کرنے کے لئے کس کس قسم کی سیاست دانی سے کام لیا۔ جو شخص بھی جناب میاں صاحب کی اس جد و جہد سے واقف ہے۔ جو آپ نے حصول خلافت کے لئے کی۔ بلکہ اسکے بعد حصول ریاست کی خاطر اس کا دل حضرت اقدس کے اس کشف کی صداقت پر گواہی دیگا۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت اقدس کے وجود کی سرسبز شاخیں کون سی ہیں جو پھل لائیں گی۔ یا جنہیں خدا تعالے کی معیت حاصل ہے۔ اور ان کے ذریعہ یہ مقدر ہے۔ کہ حضرت اقدس کی بریت ظاہر ہو۔

حضرت مولینا محمد علی صاحب کا مقام

دوسری جماعت کے لیڈر حضرت مولانا محمد علی صاحب ہیں۔ حضرت اقدس کی کشفی آنکھ نے آپ کو بھی دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جب حضرت اقدس دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

"آپ بھی صالح تھے۔ اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ"

خدارا انصاف سے بتلاؤ۔ کہ اگر جناب میاں صاحب کی خلافت امر صحیح ہے۔ تو کیا کبھی یہ ممکن ہے۔ کہ حضرت اقدس اس شخص کو صالح دیکھیں۔ اسکی نیت نیک کی خبر دیں۔ اور پھر اسے اپنے پاس بٹھائیں۔ یعنی فاولٓئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقاً کا مصداق ٹھہرائیں۔ جس نے اس کے خلاف سب سے بڑھکر جد و جہد کی ہو؟

دوسرے کشف میں حضرت اقدس نے اس فتنہ یا ابتلاء کو صاف صاف دیکھکر جس طریق سے حضرت مولینا محمد علی صاحب نے اس کا سد باب کرنا تھا۔ اسے بھی بتلا دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کشف

حضرت مسیح موعود کا دوسرا کشف

"رویا۔ دیکھا۔ کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں۔ اور کسی طرف جا رہا ہوں۔ جاتے جاتے آگے بالکل تاریکی ہوگئی۔ تو میں واپس آگیا۔ اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی راستے میں گرد و غبار کے سبب تاریکی ہوگئی۔ اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر پکڑا ہے۔ چند قدم آگے چلکر روشنی ہوگئی۔ آگے دیکھا۔ کہ ایک بڑا چبوترا ہے۔ اسپر انڈیپنڈنٹ (؟) چند ایک لڑکے ہیں۔ انہوں نے شور مچایا۔ کہ مولوی عبد الکریم آ گئے۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا۔ اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکالکر مجھے بطور تحفہ دی۔ اور کہا۔ کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے۔ وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اسطرح ہے۔ جیسے کہ ایک خرگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ اسکے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے میں نے کہا۔ کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا۔ اچھا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہوگئی۔

فرمایا۔ عورتوں سے مراد کمزور لوگ ہو سکتے ہیں۔ اور خدا نے قرآن شریف میں امت کے نیک بندوں کو بھی فرعون کی عورت اور مریم سے تشبیہ دی ہے۔ اور قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالی مولوی صاحب کے دلمیں ایسی طاقت پیدا کر دے کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلے مضامین لکھیں (تذکرہ صفحہ ۶۵۶)

حضرت اقدس کے اس کشف کو واقعات کی روشنی میں پڑھو عورتوں یعنی جماعت کے کمزور لوگوں نے کسطرح حضرت اقدس کے مقاصد پر تاریکی ڈالدی۔ عورتوں کی تمثیل سے یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ جسطرح بمقابلہ مرد کے عورت کے جذبات جلد مشتعل ہو جاتے اور وہ ان کا شکار ہو کر اصول عقل کی بات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ بعینہ اسیطرح جماعت احمدیہ کے دو فریق ہوئے۔ تو اسوقت بھی قادیان کی طرف اس گروہ کی کثرت تھی۔ جنکا دماغ بوجہ شدت جذبات مختل ہو چکا تھا عیسائیت کی تاریخ میں بھی پوپ کے عروج کے زمانہ کو تاریک زمانہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اسوقت نہ علم کی روشنی تھی۔ نہ عقل و سائنس کی جذبات کا ایک طوفان تھا۔ جسکے باعث تمام بر اعظم پر ایک اندھیرا چھا رہا تھا۔ اسیطرح حضرت اقدس کے مقاصد پر اندھیرا چھا گیا تھا۔ اور جو کچھ روشنی دوبارہ نمودار ہوئی۔ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے قلم سے ہی ہوئی ہے حضرت اقدس کا یہ کشف کسقدر واقعات حقہ کی صداقت ظاہر کر رہا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مولینا صاحب موصوف کے قلم نے بنہایت جرأت اور دلیری اور آسانی سے نہ صرف مخالفین اسلام کا مقابلہ میں کام کیا ہے۔ بلکہ آپ کا قلم جذباتی انسانوں کے مقابل روشنی پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ جنہوں نے حضرت اقدس کے مقاصد و مطالب پر اندھیرا ڈال دیا تھا۔ پھر دوسری جماعتوں کی حقیقت ہم پر واضح ہوتی ہے

حضرت اقدس کے اور بھی الہامات کشوف و رویا ہیں جس سے صاف یہ عیاں ہے۔ کہ حضرت اقدس کی جماعتوں میں سے جماعت لاہور ہی وہ فریق ہے جسے اللہ کی تائید و عزت حاصل ہے۔ ان کا ذکر کسی دوسرے وقت کرونگا۔ فی الحال میں نے ان کشوف کو بیان کیا ہے۔ جنمیں دونوں فریقوں کے لیڈروں اور ان کی جدوجہد کو حضرت اقدس نے روحانی آنکھ سے دیکھا ہے۔

اعلانات

اعلان بیعت

مندرجہ ذیل اصحاب حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۱) جناب سلطان احمد صاحب منڈی بہاؤ الدین
(۲) جناب محمد صادق صاحب ضلع گجرات
(۳) جناب غلام علی صاحب برڑ ضلع سیالکوٹ
(۴) جنابہ خدیجہ بیگم صاحبہ ضلع راولپنڈی
(۵) جناب انور شاہ صاحب ضلع پشاور
(۶) جناب محمد صاحب " "
(۷) جناب محمد زرین صاحب " "
(۸) جناب امر گل صاحب " "
(۹) جناب طہماس خانصاحب " "

(عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری)

نتیجہ امتحان دینیات نومبر ۱۹۴۰ء

(۱) کورس نمبر دوم میں عبدالجلیل صاحب ۷۳ فیصدی نمبر حاصل کرکے سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوئے ہیں
(۲) کورس درجہ اول میں منصور احمد صاحب ۶۹ " " " " " "
(۳) " " " مرزا اجادل خانصاحب ۵۴ " " " " تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے
(۴) کورس درجہ اول میں فخرالدین صاحب قرآن کریم کے مضمون میں ۲۵ فیصدی نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے کمپارٹمنٹ میں ہیں۔ باقی مضامین میں پاس ہیں۔
(۵) کورس نمبر اول میں شیر محمد اختر صاحب نے قرآن کریم و سیرت میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے۔ لیکن بوجہ بیمار رہ جانے کے باقی دو مضامین مسائل دینیات و کتب سلسلہ کا امتحان نہیں دیا۔

۴ و ۵ جس جس مضمون میں پاس نہیں ہوئے۔ ان میں آئندہ ماہ اپریل میں امتحان دے سکیں گے۔ بشرطیکہ اخیر جنوری ۱۹۴۱ء تک اطلاع دیدیں۔ (عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری)

جلسہ سالانہ پر چندہ اخبار ادا فرمادیں

جلسہ سالانہ پر چندہ اخبار کی وصولی کا حسب معمول سابق باقاعدہ انتظام ہوگا۔ جن احباب کا چندہ اخبار ختم ہوچکا ہو۔ یا جن کے ذمہ بقایا ہو۔ وہ ضرور تمام واجب الادا رقوم ادا فرمادیں۔ آجکل کاغذ و دیگر سامان طباعت کی غیر معمولی گرانی کی وجہ سے دوسرے اخبارات کی طرح پیغام صلح بھی شدید مالی مشکلات میں مبتلا ہے۔ اور اسے روپے کی بےحد ضرورت ہے۔ جن دوستوں کے نام اخبار جاری نہیں۔ وہ ایسے مبارک موقع پر چندہ پیشگی ادا فرماکر اپنے نام اخبار جاری کرالیں۔ اس طرح انہیں وی۔ پی کے مصارف اور فیس منی آرڈر کی کفایت رہے گی۔ (منیجر پیغام صلح)

جلسہ پر "جلسہ نمبر" کی قیمت ضرور ادا کردیں

"پیغام صلح" کے پیش نظر "جلسہ نمبر" پر معقول رقم خرچ ہوئی ہے اور باوجود اعلان کے بہت کم دوستوں نے اس نمبر کی فرمائش کے ہمراہ قیمت ارسال کی ہے۔ باقی تمام دوست جلسہ سالانہ پر جلسہ نمبر کی قیمت ضرور ادا فرمادیں۔ یہ نمبر برائے فروخت بھی بک سٹال پر موجود ہوگا۔ ضرورتمند اصحاب وہاں سے خرید سکتے ہیں۔ اس طرح انہیں محصولڈاک کی بچت بھی ہوگی

ریل کے واپسی ٹکٹوں سے فائدہ اٹھائیں

کرسمس اور سال نو کی تعطیلات پر ریلوے نے واپسی ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ جو درمیانہ اور تیسرے درجہ کے مسافروں کو ½۱ کرایہ میں اور درجہ اول و دوم کے مسافروں کو ⅓۱ کرایہ میں مل سکتے ہیں۔ بشرطیکہ یک طرفہ مسافت سو میل سے زیادہ ہو یا ایک سو ایک میل کا رعایتی کرایہ ادا کردیا جائے یہ واپسی ٹکٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء تک مل سکیں گے اور ۴ جنوری ۱۹۴۱ء تک کارآمد ہوں گے جلسہ میں آنے والے دوستوں کو اس رعایت سے حسب ضرورت فائدہ اٹھانا چاہیے۔

لفافوں پر محصول ڈاک بڑھ گیا ہے

یکم دسمبر ۱۹۴۰ء سے لفافوں پر ۔۔۔ محصول ڈاک میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اب ایک آنہ کی بجائے پانچ پیسے کا ٹکٹ لفافہ پر لگانا پڑتا ہے۔ احباب خطوط کتابت کے وقت اس کا خیال رکھیں اور جدید شرح کے مطابق پورا ٹکٹ لگائیں۔ بہت سے خطوط کم ٹکٹ لگانے کی وجہ سے بیرنگ ہوجاتے ہیں اور دفاتر انجمن کو دگنا محصول ادا کرنا پڑتا ہے۔ (جنرل سیکرٹری)

"جلسہ فنڈ" کا چندہ ۱۵ دسمبر تک ادا فرمادیں

"جلسہ فنڈ" کے متعلق اخبار میں اور خطوط کے ذریعے کئی مرتبہ تحریک کی جاچکی ہے۔ لیکن ابھی اس کی وصولی کی رفتار بہت سست ہے۔ جلسہ کے انتظامات کیلئے روپے کی بہت ضرورت ہے۔ تمام دوست از راہ کرم ۱۵ دسمبر ۱۹۴۰ء تک یہ چندہ ضرور بھجوادیں۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔
(مہتمم جلسہ سالانہ)

درخواستہائے دعا

— جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ خلف الرشید حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کچھ عرصہ سے علیل ہیں۔ گو پہلے سے کچھ افاقہ ہے۔ لیکن تکلیف باقی ہے۔
— جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا چھوٹا صاحبزادہ بعارضہ تپ محرقہ بیمار ہے۔
— خاکسار مدیر کے ایک بہت قریبی عزیز جن کے متعلق پہلے بھی دعا کی درخواست کی گئی تھی بدستور شدید علیل ہیں۔ گذشتہ ہفتہ سے حالت زیادہ نازک ہوگئی ہے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔
— قاضی مظہر الحق صاحب احمدیہ بلڈنگس سابق کارکن انجمن گذشتہ کئی ہفتہ سے بیمار ہیں۔
— محمد افضل خانصاحب مبلغ زردبی ضلع پشاور چند روز سے علیل ہیں۔

ان تمام بیماروں کے لئے دوست دعائے صحت کریں

— قاضی عبدالرحمان صاحب پنشنر ریڈر ساکن جتوئی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ کے صاحبزادے قاضی نورالدین صاحب کو ایک مقدمہ میں چودہ سال قید کی سزا ہوگئی ہے۔ اب ہائیکورٹ میں اپیل دائر کیا جارہا ہے۔ تمام دوست اس نوجوان کی بریت کیلئے دعا کریں۔ قاضی صاحب موصوف اس مقدمہ کی وجہ سے پریشان ہیں۔ ان کی صحت بھی خراب ہوگئی ہے۔
— محمد امین خان قوم اکوڑخیل موضع منڈہ تحصیل ٹیری ضلع کوہاٹ کا ایک اہم مقدمہ چل رہا ہے ان کی کامیابی کیلئے بھی تمام دوست دعا کریں۔

ضروری نوٹ

میں نے اپنے مضمون "ہمارا سالانہ اجتماع اور انتظام جدید" جو اسی اشاعت کے صفحہ ۲۱-۲۲ پر درج ہے میں دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ کو جماعت احمدیہ کا پہلا باقاعدہ سالانہ جلسہ لکھا ہے گو احمدی مضمون نگار اور صحیفہ نگار دسمبر ۱۸۹۱ء کی مجلس شوریٰ کو پہلا جلسہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک دسمبر ۱۸۹۱ء کا جلسہ صرف مشورہ کیلئے منعقد ہوا تھا جس میں جلسہ سالانہ کی اغراض و مقاصد کی وضاحت اور تاریخوں کی تعیین کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کا اعلان مؤرخہ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء اس پر کافی روشنی ڈالتا ہے اور باقی تحریروں اور روئیداد سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے لہذا ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۸۹۲ء کا جلسہ ہی جماعت احمدیہ کا پہلا باقاعدہ سالانہ جلسہ ہے۔

(محمد آصف)

نادر موقع

سستی کتب رعایت سے فائدہ اُٹھائیے

انجمن نے مندرجہ ذیل کتب کی قیمتوں میں اس قدر زیادہ رعایت کر دی ہے کہ قیمتیں صرف برائے نام رہ گئی ہیں اور بالکل مفت کے برابر ہیں۔ تمام کتابیں بے حد مفید اور کارآمد ہیں۔ ذی استطاعت دوستوں کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ ان کتابوں کو رعایتی قیمت پر خرید کر حاجت مند بھائیوں میں مفت تقسیم کریں اور خود بھی استفادہ کریں۔ اس زرین موقع سے فائدہ اُٹھائیے۔

نیز ہمارے یہاں ہر قسم کی کتابیں بکفایت دستیاب ہو سکتی ہیں۔ فہرست مفت طلب کیجئے۔

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۱	حمائل شریف مترجم حقانی مجلد	ے	عہر
۲	” بے جلد	ع	/۸
۳	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اوّل	عہ/۴	/۸
۴	” ” ” دوئم	عہ	/۸
۵	” ” ” چہارم	عہ/۸	/۱۰
۶	” ” ” پنجم	ے/۸	/۱۲
۷	” ” ” ششم	ے/۴	/۱۲
۸	” ” ” ہفتم	ع/۱۲	/۱۰
۹	مباحثہ راولپنڈی	/۱۲	/۴
۱۰	غلامی	/۲	/۰
۱۱	ویدوں کا بہشت	/۴	/۱
۱۲	احمد مجتبیٰ	/۲	/-
۱۳	قمر الہدیٰ	عہ/	/۴
۱۴	یجر وید	عہ/	/۴
۱۵	ست بچن	/۶	/۱
۱۶	ارتقاء نسل انسانی	/۲	/-
۱۷	مسئلہ تقدیر	۲	/۰
۱۸	مقام حدیث	/۱۲	/۴
۱۹	اُردو کا قاعدہ	/۱	/-
۲۰	اُردو کی پہلی کتاب	/۳	/۰
۲۱	” ” دوسری کتاب	/۳	/۰
۲۲	” ” تیسری کتاب	/۵	/۰
۲۳	تاریخ گرنتھ صاحب	/۲	-
۲۴	رسالہ حج	/۴	/۱
۲۵	رسالہ زکوٰۃ	/۳	/۱
۲۶	بھگوت گیتا۔ (انگریزی)	عہ/	/۰۱
۲۷	اسرار شریعت جلد دوم سوم	۱۲،۸/	۱/
۲۸	اتمام الحجۃ	/۲	/۰
۲۹	شہادۃ القرآن	/۴	/۰
۳۰	الحق مباحثہ لدھیانہ	/۷	/۰
۳۱	الحق مباحثہ دہلی	۱۰	/۰
۳۲	کلید کلام الامام	/۱۰	۱/
۳۳	شناخت مامورین	/۳	/۰
۳۴	نصاب منظوم	۱/	/-
۳۵	حجۃ اللہ	/۶	/-
۳۶	استفتاء	/۲	/-
۳۷	تحفہ قیصریہ	۰/۲	/-
۳۸	آئینہ احمدیت	/۸	۱/
۳۹	” ” قسم اوّل	/۱۲	/۴
۴۰	فتاویٰ مسیح موعود	عہ/	/۴
۴۱	پارہ اوّل مترجم	۱۰/	/-
۴۲	” ” دوئم ”	۱/	/-

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۴۳	پارہ سوئم مترجم	۱/	/-
۴۴	” چہارم ”	/۱	/-
۴۵	” پنجم ”	/۱	/-
۴۶	نور الحق حصہ اوّل	/۱۱	۱/
۴۷	محمد مصطفیٰ	/۵	/۳
۴۸	حجۃ الاسلام	/۲	/-
۴۹	آریہ دھرم	/۴	/-
۵۰	اسلامی اصولوں کی فلاسفی	/۱۲	/۱
۵۱	تربیت اولاد	/۵	/۱
۵۲	احمدیہ موومنٹ بائی مسٹر درانی (انگریزی)	/۱۰	/۱
۵۳	سوانح حضرت مسیح موعود	/۲	/-
۵۴	مسیح موعود	عہ/۴	/۴
۵۵	انجام آتھم	عہ/۴	/۴
۵۶	جمع قرآن	/۱۲	۱/
۵۷	سراج منیر	/۶	/۱
۵۸	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم	ع/۱۲	/۸
۵۹	ابطال اُلوہیت مسیح	/۰۱	/۰
۶۰	فصل الخطاب غیر مجلد	ع/۴	/۸
۶۱	تصدیق براہین احمدیہ	عہ	/۴
۶۲	ضحنۂ حق	/۸	۱/
۶۳	سر الخلافہ	/۸	۱/
۶۴	نور القرآن حصہ اوّل	/۸	/۱
۶۵	” ” دوئم	/۸	/۱
۶۶	ضیاء الحق	/۲	/-
۶۷	کرامات الصادقین	/۶	۱/
۶۸	تقریر وخط حضرت مسیح موعود	/۳	/۰
۶۹	فتح اسلام	/۲	/۰
۷۰	توضیح المرام	۳/	/۰
۷۱	کامیابی	/۶	/۲
۷۲	سراجدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	/۳	/-
۷۳	شاہنامہ اسلام جلد دوم	ے	عہ/
۷۴	حقیقت اختلاف	/۰۲	/-
۷۵	مسئلہ بہشت	/۲	/-
۷۶	رسالہ نجات	/۰	/-
۷۷	آیت اللہ	۱/	/-
۷۸	جنگ مقدس	/۸	۱/
۷۹	حمامۃ البشریٰ	ع	۱/
۸۰	آئینہ کمالات اسلام	ع/۸	/۸
۸۱	انوار الاسلام	/۴	/۰
۸۲	آسمانی فیصلہ	/۲	/-

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۸۳	نشان آسمانی	/۵	/-
۸۴	تحفۂ بغداد	/۴	/-
۸۵	حقیقت المسیح	/۳	/-
۸۶	اسلامی تاریخی افسانے	/۴	/۲
۸۷	لائف آف سوامی دیانند (انگریزی)	عہ/۴	/۲
۸۸	Triumph of Islam انگریزی	/۶	۱/
۸۹	” Future of Islam in INDIA	/۸	۱/
۹۰	” Aunabuwat fil Islam	/۶	۱/
۹۱	History of Babi movement	/ع	/۴
۹۲	” Tagdir	/۳	/-
۹۳	تحقیق حق	/۲	/-
۹۴	غسل مصفیٰ حصہ اوّل	عا/	/۴
۹۵	” ” دوئم	ع/۸	/۴
۹۶	تحریک احمدیت	عہ/۴	/۴
۹۷	ٹیچنگز آف اسلام (انگریزی)	/۱۲	/۲
۹۸	النبوۃ فی الاسلام	عہ/	/۴
۹۹	تاریخ خلافت راشدہ مجلد	عہ/۴	/۱۲
۱۰۰	” عثمان رض	/۴	۱/
۱۰۱	” علی رض	/۴	۱/
۱۰۲	درثمین اُردو مجلد	/۵	/۳
۱۰۳	” ” کامل	/۷	/۴
۱۰۴	Woman by Kidwai	/۱	/-
۱۰۵	Apostacy & muslim marriage	/ع	/۴
۱۰۶	درثمین فارسی	/۳	/۰
۱۰۷	جمائل حبیبی بلا ترجمہ	/۸	/۴
۱۰۸	Short Stories from the HOLY QURAN (انگریزی)	۵	۳
۱۰۹	عقائد احمدیہ	عہ/۴	/۸
۱۱۰	بیان القرآن پارہ اوّل	/۸	۱/
۱۱۱	” ” ششم	/۸	[illegible]
۱۱۲	” ” ہفتم	/۸	۱/
۱۱۳	حبیبہ	/۳	/-
۱۱۴	ملفوظات احمدیہ جلد اوّل	عہ/۴	/۵
۱۱۵	مراۃ الحقیقت	/۵	/-
۱۱۶	DAUGHTER OF SYMERNA (انگریزی)	عہ/۸	۱۲
۱۱۷	اسلامی عقائد	/۱۰	/۱
۱۱۸	شاہنامہ اسلام پنجابی	/۱۲	/۲
۱۱۹	ادعیہ	/۲	۱/
۱۲۰	کتاب الماثور	ے	/۴
۱۲۱	حدوث مادہ	/۵	/-
۱۲۲	ادعیۃ القرآن۔ انگریزی	/۸	/۴

ملنے کا پتہ:۔ دار الکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

کتاب "مجدد اعظم" حصہ اوّل

کے مطالعہ سے میرے تاثرات

(از جناب مولوی عمر الدین صاحب)

کچھ عرصہ ہوا جناب مولوی عمر الدین صاحب نے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس میں اپنے تاثرات و جذبات کو بیان کیا ہے جو ڈاکٹر صاحب موصوف کی تالیف "مجدد اعظم" حصہ اوّل کے مطالعہ سے مولوی صاحب کے دل میں پیدا ہوئے۔ وہ خط درج ذیل ہے۔

سیدی و مولائی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں آج کتاب "مجدد اعظم" کا مطالعہ کر رہا تھا اور اس کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی کہ گویا میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوں اور آپ کے انوار و برکات بارش کی طرح برس رہے ہیں اور صحن قلب میں ایمان، ہاں حقیقی ایمان کے سوا کچھ نہیں۔ آنکھیں بے اختیار جذبہ محبت سے اشکبار ہو گئیں۔ اور دل سے بے اختیار دعا کے لئے تڑپ پیدا ہوئی۔ اور میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اے رب عرش عظیم اے اِلٰہ العالمین تو ہی اپنے فضل خاص سے میرے ہی نہیں بلکہ کل جماعت احمدیہ پر اس احسان کرنیوالے میرے جیسے ہزاروں قلوب کو اس حقیقی انوار سے منور کرنے والے پاک دل پر جس نے یہ کتاب لکھی ہے جو صحیح اسم بامسمّٰی ہے۔ اپنی رحمت کی بارش نازل فرما۔ اور اسے دونوں عالم کی برکات سے متمتع فرما۔ اور اے پاک پروردگار تو نے محض اپنی مہربانی سے مجھے اس پاک ظل انسان کے ذریعہ اس انسان کامل کی معرفت میں سے کچھ عطا فرمایا ہے کہ جس کی ذات پر افضل الانبیاء حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے اس وجود مقدس کو اپنی امت کی حفاظت کا سب سے بڑا اور آخری مجدد قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ میری امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل میں ہوں اور جس کے آخر مسیح موعود ہے۔ پس اے پاک پروردگار تو مسیح وقت پر جس نے مجھے حقیقی زندگی کے پانی سے زندہ کر دیا ہے۔ ابد الآباد تک درود و سلام بھیج اور آپ کی آل و اصحاب پر بھی بے حد درود و سلام بھیج۔

سیدی! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مجھے مجدد اعظم ایسی پیاری کتاب معلوم ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ ہر شخص کے ہاتھ میں یہ کتاب پہنچا دوں۔ دشمنان اسلام کے لئے یہ اپنے اندر تریاق کا مجموعہ رکھتی ہے۔ خود مسلمانوں کے لئے یہ خضر راہ ہے اور مسلمانوں میں سے جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت اختیار کر چکے ہیں۔ ان کے لئے یہ کتاب باعث ازدیاد ایمان ہے۔ قادیانیوں کو راہ حق دکھانے کے لئے بہترین ذریعہ ہے کاش قادیانی اس نعمت مجددیہ کو دیکھیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ میاں صاحب کے تنخواہ دار مریدوں کے سوا ہر سچا احمدی خواہ وہ قادیانی ہو یا غیر قادیانی اس کتاب کو جب پڑھیگا تو بار بار اس کو محبت سے چوم لیگا اور کبھی سینے سے لگا لے گا۔ اور کبھی سجدہ میں ہو کر دعاؤں میں لگ جائے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے اندازہ محبت پیدا ہو جائے گی۔ اور آپ کیلئے تو خاص طور پر دعا کرے گا۔

مسیح موعودؑ کی سوانح حیات کا لکھنا بڑا ضروری تھا۔ اور آپ کے دیکھنے والے صحابہ کا ایسی کتاب کا لکھنا اور بھی ضروری تھا۔ مگر خدا کی شان۔ قادیان کے سارے تنخواہ دار اور دوسرے خدمتگذاری کے دعویدار اس خدمت کو نہ کر سکے۔ اور ان کے زعم باطل میں جو مسیح موعودؑ کے دشمن ہیں جنہیں ہیں۔ انہی میں سے خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم الشان کام کے لئے منتخب کر لیا۔ اور چونکہ یہ کام بڑے نکتہ رس دماغ کا کام تھا۔ جو لغو اور بیہودہ روایات کو حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کی روشنی میں اپنی خداداد ذہانت کے ساتھ ایسی عمدہ تالیف میں قریب بھی نہ آنے دے۔ اور حقیقت کو واقعات صحیحہ کے ساتھ ایسا پیش کرے کہ نکتہ چینوں کا ہاتھ اس . . . . . تک پہنچ ہی نہ سکے اس لئے خدا تعالیٰ کی حکمت نے یہ کام آپ سے لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لئے دین و دنیا کی برکات سے متمتع فرمائے! آمین ثم آمین

(عمر الدین احمدی از دہلی)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کی پچیس سالہ تبلیغی خدمات کا خلاصہ

باوجود اس کے کہ عام مسلمانوں کی طرف سے ہماری شدید مخالفت ہو رہی ہے اور ہماری مخالفت پر پوری قوت خرچ ہو رہی ہے، ہم نے اپنی توجہ کو اپنے نصب العین سے ادھر اُدھر نہیں جانے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پچیس سال کے عرصہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے

۱۔ تین یوروپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے اس کی قریب قریب پچاس ہزار کاپی دنیا میں شائع کی ہے یعنی انگریزی ترجمہ ۳۵ ہزار۔ ڈچ ترجمہ ۵ ہزار۔ جرمن ترجمہ ۳ ہزار۔ اور ان کے علاوہ اُردو ترجمہ ۸ ہزار۔

۲۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی قریباً دس ہزار کاپی مفت تقسیم کی ہے۔ اسے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچا کر لاکھوں انسانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا ہے۔ جرمن ترجمہ کی دو ہزار کاپی مفت شائع ہو رہی ہے اور ڈچ ترجمہ بھی جہاں ضرورت ہو مفت پہنچایا جا رہا ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلعم کی سیرت جس میں یورپ کے تمام اعتراضات کو صاف کیا گیا ہے تیرہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ جن میں سے چھ یورپ کی زبانیں ہیں۔

۴۔ سیرت نبویؐ کی قریباً پندرہ ہزار کاپی اب تک مفت شائع کر کے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچائی گئی ہے۔

۵۔ اسلامی تعلیم پر کتابیں اور رسالے قریباً تیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔

۶۔ اسلامی تعلیم پر کتب اور رسائل مختلف زبانوں میں پچاس ہزار سے زیادہ تعداد میں مفت تقسیم کئے ہیں۔

۷۔ تین مشن صرف یورپ میں قائم کئے۔ اوّل ووکنگ مشن جو گو اس انجمن کی بنیاد رکھا جانے سے دو سال پہلے قائم ہو چکا تھا۔ لیکن ۱۹۱۳ء سے ۱۹۳۰ء تک اسی انجمن کی زیر نگرانی کام کرتا رہا۔ اب ایک علیحدہ ٹرسٹ اس کا انتظام کر رہا ہے۔ جس میں احمدیہ جماعت لاہور کے ممبران کے ساتھ دیگر معززین بھی ٹرسٹی ہیں۔ دوم برلن مشن جو ۱۹۲۲ء میں قائم ہوا اور سنٹرل یورپ میں اسلام کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ سوم ہالینڈ مشن جو جنوری ۱۹۳۹ء میں قائم ہوا ہے۔

۸۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ کیلئے اس انجمن کے مشن آسٹریا، ٹرینیڈاڈ، فجی، امریکہ میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔ اور ملایا میں ایک مشن کھولنے کیلئے فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کے لئے روپیہ بھی فراہم ہو چکا ہے۔

۹۔ آج تک ان مشنوں کے ذریعہ سے ایک اور ڈیڑھ ہزار کے درمیان یوروپین داخل اسلام ہو چکے ہیں جن میں بڑے بڑے لارڈ اور مشہور اہل قلم ہیں اور لاکھوں انسانوں کا نقطہ خیال اسلام کے متعلق تبدیل ہو چکا ہے

۱۰۔ برلن دار الخلافہ جرمنی میں ایک عظیم الشان مسجد ڈیڑھ لاکھ روپے کے خرچ سے بنوائی گئی ہے

۱۱۔ ان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی بعض مشن کام کر رہے ہیں اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر بھی اسلامی مشن قائم کئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے چار اور پانچ ہزار کے درمیان غیر مسلم داخل اسلام ہو چکے ہیں۔

۱۲۔ دو ہائی سکول قائم کئے گئے ہیں۔ ایک خاص لاہور میں دوسرا ضلع سیالکوٹ میں۔ دونوں کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس بھی ہیں اور دونوں سکولوں اور بورڈنگ ہاؤسوں کی عمارتیں خود انجمن نے بنوائی ہیں۔

۱۳۔ یتیم خانہ کا فنڈ قائم ہو کر یتامیٰ کو مدد دی جا رہی ہے اور عنقریب انجمن ایک دار الیتامیٰ کی عمارت بنوانے والی ہے جس کے لئے روپیہ فراہم ہو چکا ہے۔

۱۴۔ ایک درسگاہ مبلغین کے تیار کرنے کے لئے قائم ہے۔

۱۵۔ ایک سو سے زیادہ طالبعلموں کو وظائف کی امداد دیکر اعلیٰ تعلیم دلائی گئی ہے۔

۱۶۔ مذہبی علمی تحقیقات کا کام وسیع پیمانے پر کیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے نہ صرف اسلام پر قرآن کریم، حدیث، سیرت، تاریخ، تعلیم اسلامی پر اعلیٰ پایہ کی کتابیں انگریزی اور دوسری زبانوں میں لکھی گئی ہیں جن سے آج تمام مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بلکہ دوسرے مذاہب کی تحقیقات کا کام بھی وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ عیسائیت، ہندو مذہب، سکھ مذہب، بابی مذہب، بدھ مذہب، سب کے متعلق بلند پایہ کتب تصنیف ہوئی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس علمی کام کے لحاظ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کوئی دوسری نظیر آج ساری اسلامی دنیا میں تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ تبلیغی کام کے لحاظ سے یہ انجمن دوسرے تمام تبلیغی اداروں کی قیادت رکھ رہی ہے اور باوجود تعلیمی کام کے لحاظ سے بھی یہ پنجاب میں انجمن حمایت اسلام کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔ پچیس سال میں دو ہائی سکول اس قدر تبلیغی اور علمی کام کے ساتھ ساتھ قائم کر لینا کوئی چھوٹی سی کامیابی نہیں۔

مجاہدہ اور قربانیوں کا وقت

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ!

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے)

انسان کی فطرت

انسان بالطبع سہل پسند واقع ہوا ہے۔ اس کی ہر حرکت اور ہر ادا سے یہ نظر آتا ہے کہ اسے بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اور بغیر محنت و مشقت کے دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں میسر آ جائیں۔ مگر وہ ایسا خیال کرتے وقت قانون قدرت و وراثت الٰہی کو بھول جاتا ہے۔ وَلَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ انسان کیا بلکہ چرند اور پرند میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی قانون کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پرندوں کو دیکھو صبح ہوتے ہی اپنا پیٹ پالنے اور اپنے بچوں کے لئے روزمرہ کی خوراک مہیا کرنے کے لئے گھونسلوں سے نکل آتے ہیں یہی حال قریباً تمام حیوانات کا ہے۔ چیونٹی پر نظر ڈالئے کس قدر حقیر نظر آتی ہے۔ مگر وہ بھی شب و روز اپنی محنت میں لگی رہتی ہے۔ انسان جو اشرف المخلوقات اپنے آپ کو کہتا ہے۔ اگر محنت سے جی چرائے اور جہاد سے منہ موڑے جو اس کا فرض اولین ہے۔ تو اس پر صد حیف ہے۔ انسان کو وہی کچھ ملیگا جو وہ آئندہ زندگی کے لئے اس دنیا میں بو جائیگا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔

صحابہ کی قربانیاں

اگر ہم صحابہ کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالیں۔ تو ہمیں صاف طور پر نظر آ سکتا ہے کہ کس قدر ان لوگوں نے قربانیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اپنے مال خرچ کئے۔ جب جانیں مانگی گئیں۔ تو جانیں بھی حاضر کر دیں جتنا انہوں نے قربانی اور ایثار سے کام لیا۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا دنیا میں انہیں مشرق و مغرب کا وارث بنایا اور آخرت کے لئے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفیکیٹ عنایت فرمایا مسلمانوں نے جب تک آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کے راستہ پر گامزن ہوتے ہوئے محنت و ایثار اور قربانی کو ہاتھ سے نہ دیا تب تک دنیا میں اعلیٰ اور دشمنوں پر غالب رہے۔

عباسی خلافت کا آخری دور

ایک دفعہ جبکہ عباسی خلافت کے عروج کا سورج کچھ زوال پذیر ہو چکا تھا تو ان کے کچھ کارندے خراسان اور ترکستان کی طرف خراج وصول کرنے کے لئے گئے۔ وہاں انہوں نے آگے خراج دینے سے صاف انکار کر دیا۔ جب کارندوں نے اس کی وجہ دریافت کی کہ پہلے تو تم خراج دیا کرتے تھے۔ اب کونسے موانع پیش آ گئے ہیں۔ جو تمہیں خراج دینے سے روکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ابتدائی زمانہ میں جو لوگ خراج وصول کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ تم سے دبلے پتلے ہوتے تھے۔ ان کے رخسار پچکے ہوئے اور آنکھیں اندر کو گھسی ہوئی ہوتی تھیں۔ نہ تمہاری طرح خوبصورت ہوتے تھے اور نہ خوش پوش گرانبہا پوشاک اور دھن کے پکے ہوتے تھے۔ جو بات کہتے اسے سب سے پہلے خود عملی جامہ پہناتے۔ جو وعدہ کرتے اسے پورا کرتے۔ اگر لڑائی ہو جاتی۔ تو کبھی پیٹھ نہ پھیرتے۔ مگر یہ تمام باتیں تم میں مفقود ہیں۔ تو بتلاؤ ہم پھر تمہیں کیوں خراج دیں۔

قربانی اور فتوحات

یہی قربانی اور ایثار تھا جس کی بنا پر مسلمان دنیا پر چھا گئے۔ جب اس میں کمی آ گئی۔ تو ایسے ملکوں سے ان کا نام حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔ جس پر انہوں نے کئی کئی صدیوں تک حکومت کی تھی۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شیء قدیر۔ یعنی تم اگر اللہ کے رستہ میں جہاد کے لئے نہ نکلوگے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دیگا۔ اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا۔ اور تم اسے نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

صدائے بازگشت

اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے کے لئے حضرت مسیح موعود تشریف لائے۔ آپ نے نہ کوئی نیا دین بنایا اور نہ نیا کلمہ۔ نہ دین میں کچھ کمی کی اور نہ زیادتی جس غرض اور مقصد کے لئے آپ تشریف لائے۔ سو حضور نے اقرار بیعت میں دو لفظوں میں بیان فرما دیا ہے یعنی۔ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا یہی آپ کی تحریک کا خلاصہ ہے۔ اور اس سے آئندہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی وابستہ ہے۔ رسالت کے ابتدائی دور میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو قسم قسم کی تکالیف دی جاتی تھیں۔ بعضوں کو مارا جاتا تھا اور بعضوں کو گرم لوہے اور گرم ریت سے داغ دیئے جاتے تھے۔ تو اس وقت یہ مذکورہ بالا آیت شریفہ اتری تھی۔ کیا یہ کہنا کہ ہم ایمان لائے ہیں کافی ہے ہرگز نہیں جب تک تم امتحان میں کامیاب نہ نکلو۔ انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات کا وارث محض منہ کی باتوں سے نہیں بن سکتا جب تک اس کے راستہ میں جدوجہد نہ کرے۔ اور اس کی تبلائی ہوئی راہوں پر نہ چلے۔

آنحضرت صلعم کا جہاد کے متعلق ارشاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو حدیث کی اکثر کتب میں درج ہے۔ والجہاد ماض منذ بعثنی اللہ۔ یعنی جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ جہاد بھی اسی وقت سے جاری ہے۔ اس جہاد سے مراد وہ جہاد ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے جب تک اس دنیا میں رہے۔ تب تک اسے کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود بھی اس جہاد کے دوبارہ احیا کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔ اور جماعت میں ہم سب کی شمولیت کی غرض و غایت بھی یہی ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو احمدی کہلاتا ہے۔ اور اس جہاد میں کما حقہ شامل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔ جب تک ہم لوگ صحابہ کرام کے نقش قدم پر گامزن ہوتے ہوئے اس قربانی اور ایثار کو اپنا وطیرہ نہیں بنائیں گے۔ تب تک ہم ان انعامات کے وارث ہی نہیں ہو سکتے۔

امام وقت اور اشاعت اسلام

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس وقت اگر آپ عالم اسلامی پر نظر دوڑائیں۔ تو آپکو خاص اسلامی تحریکوں میں سے صرف یہی ایک تحریک نظر آئے گی۔ جس کو امام وقت نے قائم کیا۔ اور جو صحیح طور پر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر رہی ہے۔ اس سے قبل اور اس کے بعد مسلمانوں کو اٹھانے کے لئے کئی تحریکیں جاری کی گئیں۔ مگر جو ان کا حشر ہوا سو کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اور اس تحریک سے جو اسلام کو تقویت پہنچی ہے وہ بھی کسی ہوشمند سے مخفی نہیں ہے۔ اس وقت جو شخص اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس جماعت میں شمولیت کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کیونکہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو اس وقت صحیح طور پر خدمت اسلام کا کام کر رہی ہے۔

جلسہ سالانہ کی غرض و غایت

یہ جو ہر سال ہم سالانہ جلسہ مناتے ہیں۔ تو اس کی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ اس عہد کی یاد کو جو امام وقت کے ساتھ ہم نے کر رکھا ہے۔ تازہ کیا جائے اور آئندہ سال کے لئے تازہ دم ہو کر اسلام کی ترقی کیلئے کوشش کی جائے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم ترقی کرے۔ اور اسلام کی ہم بیش بیش خدمات سرانجام دے سکیں تو ہمیں اپنے اس قومی اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے پوری تندہی کے ساتھ کوشش کرنا چاہئے۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو اس میں شامل کریں۔ اور جس قدر ممکن ہو ہم کے اغراض و مقاصد کو غیر از جماعت دوستوں پر واضح کریں۔ تاکہ ان کے دلوں میں جو غلط فہمیاں جاگزیں ہیں وہ رفع ہو جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ یہ تو ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں امام وقت کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ہمیں ہی تجدید اسلام جیسے عظیم الشان کام کے لئے چن لیا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سستی اور غفلت کی وجہ سے اس اجر عظیم سے محروم رہ جائیں۔ اگر ہم نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے کئی دوسرے بندوں سے اس کام کو کرا لیگا سچ ہے

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

بغداد میں حضرت امیر کے تین ٹریکٹوں کے لئے انتظام

سید تصدق حسین صاحب قادری تاجر بغداد اپنی ڈائری میں یکم دسمبر ۴۲ء کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ اخویم چودہری علی محمد صاحب کا امادی سے خط آیا جس میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ پیغام صلح ۲۸ اکتوبر کے صفحہ ۵ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ اکتوبر پڑھا۔ اس خطبہ نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ اس میں حضرت امیر کی تجویز متعلقہ تین ٹریکٹوں کا ذکر ہے۔ گو ماہ رمضان ختم ہو گیا ہے۔ اور یہ اپیل خاص اس ماہ میں تھی لیکن جنگ کی وجہ سے یہاں اخبارات دیر سے ملتے ہیں۔ اس خاکسار کی طرف سے اس نیک کام کے واسطے ڈیڑھ دینار (مبلغ بتیس روپیہ) قبول فرما دیں۔ شب و روز دعا کرتا ہوں۔ کہ خداوند کریم ان نیک ہستیوں کی عمر دراز کرے تاکہ سلسلہ کے لئے کچھ کر جائیں۔

احباب جماعت ان کے لئے اور سید تصدق حسین صاحب کے لئے اور دیگر برادران عراق عرب کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے۔ عزیز بخش جائنٹ سکرٹری۔

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء کو احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا

۲۴ دسمبر ۱۹۴۰ء بروز منگل

دس بجے مسلم ہائی سکول لاہور میں جلسہ خواتین شروع ہوگا جس کے بعد زنانہ دستکاری کی نمائش ہوگی۔

۲۵ دسمبر ۱۹۴۰ء بروز بدھ

پہلا اجلاس ¼۱۰ بجے سے ایک بجے تک

صدر:- جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی

¼۱۰ بجے سے ½۱۰ بجے تک ——— تلاوت قرآن کریم و نعت

½۱۰ سے ¼۱۱ تک۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ افتتاحی تقریر

¼۱۱ سے ¾۱۱ تک۔ مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے مولوی فاضل — تقریر "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔"

¾۱۱ سے ¼۱۲ تک۔ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام — تقریر "جماعت قادیان"

¼۱۲ سے ۱ بجے تک۔ جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری (از قادیان) — تقریر "نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود کے خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی"

دوسرا اجلاس بعد از نماز ظہر ½۲ بجے سے ½۴ بجے تک

صدر:- جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

½۲ بجے سے ¾۲ بجے تک ——— تلاوت قرآن کریم و نعت

¾۲ سے ½۳ بجے تک۔ جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب ایم بی بی ایس۔ ڈی۔ پی۔ ایچ (لنڈن) — لیکچر "نیا نظام عالم"

½۳ سے ½۴ تک۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی — تقریر "یورپ کی امراض کا علاج از روئے قرآن"

۲۶ دسمبر ۱۹۴۰ء بروز جمعرات

پہلا اجلاس ¼۱۰ بجے سے ایک بجے تک

صدر:- جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم ریٹائرڈ ڈی ایس پی جھنگ

¼۱۰ بجے سے ½۱۰ بجے تک ——— تلاوت قرآن کریم و نعت

½۱۰ سے ¼۱۱ تک۔ جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی (بی۔ اے مولوی فاضل) — تقریر "تحریک احمدیت کا مقام دیگر اسلامی تحریکات میں"

¼۱۱ سے ۱۲ بجے تک۔ مولانا یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ — تقریر "پاکستان کی چند اہم ضروریات"

۱۲ بجے سے ۱ بجے تک۔ مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی — "ختم نبوت علمی نقطہ نگاہ سے"

دوسرا اجلاس بعد از نماز ظہر ½۲ سے ½۴ بجے تک

صدر:- جناب حاجی شیخ مولا بخش صاحب رئیس لائل پور

½۲ بجے سے ¾۲ بجے تک ——— تلاوت قرآن کریم و نعت

¾۲ سے ¼۳ تک۔ جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن۔ "سالانہ رپورٹ"

¼۳ سے ½۴ تک۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور — تقریر "موجودہ جنگ عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کا دور جدید"

۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء بروز جمعہ

¼۱۰ بجے سے ¾۱۲ بجے تک

صدر:- خان بہادر مرزا غلام صمدانی صاحب ریونیو منسٹر مالیر کوٹلہ

¼۱۰ بجے سے ½۱۰ بجے تک ——— تلاوت قرآن کریم و نعت

½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک۔ مولانا آفتاب الدین صاحب سابق امام مسجد ووکنگ — لیکچر "تحریک احمدیت کی پیشرفت"

۱۱ سے ½۱۱ تک۔ جناب حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی — تقریر "اللہ اکبر"

½۱۱ سے ۱۲ بجے تک ——— اپیل

۱۲ سے ¾۱۲ تک۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب .... تقریر

نوٹ:- (۱) نماز ظہر و عصر ۲ بجے اور نماز مغرب و عشا شام کے ½۵ بجے جمع ہوں گی۔ (۲) ہر روز جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بعد نماز فجر قرآن کریم کا درس دینگے (۳) حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء کو صبح ½۷ بجے سے لیکر دس بجے تک جماعتوں سے ملاقات کریں گے (۴) کھانے کے اوقات صبح ۸ بجے سے لیکر دس بجے تک اور شام ۷ بجے سے لیکر ۸ بجے تک۔ صبح کی چائے بعد درس قرآن کریم مسجد میں دی جایا کرے گی۔ (۵) ۲۵ دسمبر کی شام کو ٹھیک ۸ بجے احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوگا۔

المعلن:- ڈاکٹر محمد عبد اللہ مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلسہ سالانہ کی اغراض و مقاصد

اس جلسہ کے اغراض میں سب سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے۔ اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا۔ اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہونگے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ و امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ بات ثابت شدہ امر ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔۔۔ سو بھائیو، یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونیوالی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالےٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسُول کی راہ میں اونیٰ اونیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اسکی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جسکی خالص تائید حق اور اعلاء کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کیلئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا نہ نیچر کی افراط و تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنیوالے باقی رہیں گے۔ اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دیگا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق، شہید اور صلحاء پاتے رہے یہی ہوگا اور ضرور یہی ہوگا۔ جسکے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ ہیں جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔

بالآخر میں دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو۔ اور ان کو اجر عظیم بخشے۔ اور ان پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے، اور اُن کے ہم و غم دُور فرما دے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے۔ اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اُٹھا دے۔ جن پر اس کا فضل و رحم ہے۔ اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا۔ اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر۔ اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

ایک حل طلب معمہ کیا جناب میاں صاحب نے اپنے عقیدۂ تکفیر میں تبدیلی کرلی ہے یا نہیں کی؟

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

اخبار الفضل ۱۳ردسمبر ۱۹۴۷ء میں میری اس تحریر پر اعتراض کیا گیا ہے جو میاں صاحب کو مخاطب کرکے لکھی گئی تھی کہ:-

"آپ کے بعض مرید اندر اندر یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے اپنے اس عقیدہ سے جو آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر یوں مذکور ہے کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں رجوع کرلیا ہے اور وہ ثقہ لوگ ہیں"

اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ میں نے ان لوگوں سے جو میاں صاحب کے ذاتی کیرکٹر پر الزام لگا کر ان سے الگ ہوتے ہیں کچھ ساز باز کر رکھی ہے اور گویا میرا اشارہ مضمون میں انہی لوگوں کی طرف تھا - یہ ہرگز درست نہیں - بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مجھے زبانی بھی یہ بات سننے کا ایسے لوگوں سے اتفاق ہوا ہے جن کا اس گروہ مذکور سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس واقعہ سے پہلے کی یہ بات ہے۔ اور میرے پاس ایک ایسے بزرگ کی تازہ تحریر بھی موجود ہے۔ جو جناب میاں صاحب کی جماعت میں بڑے بلند پایہ بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ اور مصنف بھی ہیں۔ میں ابھی ان کا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ صرف ان کی تحریر کا وہ حصہ درج کر دیتا ہوں :-

"اس میں کوئی شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منکرین کو کافر کہا ہے اور یہ وہ کفر نہیں جو اسلام سے خارج کردے کفر دون کفر ہے ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں اور اس کے مقابل کفر کی شاخیں ہیں ہر ایک شخص میں ایمان کی باتیں بھی پائی جاتی ہیں اور کفر کی بھی کسی میں ایمان کی اور کسی میں کفر کی باتیں بڑھکر ہوتی ہیں۔ بعض کفر کی باتیں ایمان کی باتوں پر غالب ہوتی ہیں جس کے سبب سے اس پر کفر کا اطلاق ہو سکتا ہے، اور باوجود اس کے وہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاتا اور کلمہ منسوخ نہیں ہو جاتا جیسا کہ آپ کا غیر محققانہ خیال ہے . . . . . آپ اس جگہ دو غلطیاں کرتے ہیں ایک یہ کہ حضرت خلیفہ صاحب کا ابتدائی جذباتی عقیدہ لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے عقیدہ میں کئی مواقع پر تغیر کیا ہے اسکو مخفی رکھتے ہیں"

مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ جناب میاں صاحب کی آنکھوں کے سامنے ان کا عقیدہ دربارہ کفر غیر احمدیاں ایک گورکھ دھندا بنا ہوا ہے ۔ ایک طرف بڑے بڑے بزرگ مجھ پر الزام دیتے ہیں کہ میاں صاحب نے جو اپنا عقیدہ دربارہ کفر غیر احمدیاں بدل لیا ہے میں اسکو مخفی کرتا ہوں اور میاں صاحب کے پہلے عقیدہ کو ہی پیش کرتا ہوں۔ دوسری طرف قادیانی اخبار یہ شکایت کرتے ہیں کہ جناب میاں صاحب نے عقیدہ قطعاً تبدیل نہیں کیا اور نہ ان کی جماعت میں کسی کا ایسا خیال ہے۔ تعجب یہ ہے کہ جناب میاں صاحب خود اس بات کو صاف کیوں نہیں کرتے۔ آخر جب تک میاں صاحب نے خود کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے ان کے عقیدہ میں تبدیلی متر شح ہوتی ہو یہ بزرگ کیوں مجھ پر الزام دیتے کہ میں اُن کی تبدیلی کو مخفی رکھتا ہوں، گویا قادیانی جماعت تو ساری تبدیلی کی قائل ہے اور میاں صاحب علی الاعلان اپنا عقیدہ دربارہ کفر بدل چکے ہیں مگر میں اسکو مخفی رکھکر اپنی جماعت کے سامنے غلط طور پر میاں صاحب کا پہلا عقیدہ ہی پیش کرتا چلا جاتا ہوں۔ پیر پرستی کے بھی کیا کیا عجائبات ہیں، ایک گروہ مجھ پر الزام دیتا ہے کہ میں جناب میاں صاحب کی طرف تبدیلی عقیدہ منسوب کرتا ہوں اور دوسرا یہ الزام دیتا ہے کہ میں جناب میاں صاحب کے تبدیلیٔ عقیدہ کو مخفی کرتا ہوں اور جناب میاں صاحب خاموش بیٹھے ہیں اور اتنا نہیں فرما دیتے کہ واقعی انہوں نے تبدیلی عقیدہ کی ہے یا نہ ۔ آج تک کسی شخص کے عقائد کا اس کی زندگی میں ایسا گورکھ دھندا نہ بنا ہوگا ؛

محمد علی

خواتین اسلام کا عظیم الشان جلسہ
اور
دستکاری کی مشہور و اعلیٰ ترین نمائش

(زیر صدارت محترمہ بیگم صاحبہ آنریبل میاں عبدالحی صاحب وزیر تعلیم پنجاب)

احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا پندرہواں سالانہ جلسہ مورخہ ۲۴ ردسمبر ۱۹۴۷ء بروز منگل بوقت دس بجے صبح مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا۔ اس قومی اجتماع میں لیڈی عبدالقادر صاحبہ بیگم شاہ نواز صاحبہ خدیجہ بیگم صاحبہ اور بیگم نواب سر بلند جنگ صاحبہ آف حیدرآباد اپنے قیمتی خیالات سے بہنوں کو مستفید فرمائیں گی۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی لائق اور قابل خواتین تقاریر فرمائیں گی، جلسے کیساتھ حسب سابق ہاتھ کی بنائی ہوئی اشیاء کی ایک

عمدہ نمائش

ہوگی جسمیں سب قسم کی دستکاری بغرض فروخت رکھی جائیگی۔ کڑھے ہوئے خوبصورت دوپٹے۔ لیڈیز رومال بچوں کے اونی گرم سوٹ و سویٹر۔ فراک موزے نفیس میل کلاتھ قمیص کشن۔ مٹی کوزیاں، ڈبے اور گڑیاں وغیرہ واجبی قیمت پر مل سکیں گی۔ نمائش کے علاوہ اور بھی کئی قسم کی زنانہ دوکانیں ہونگی۔ تمام خواہران اسلام سے درخواست ہے کہ وہ تشریف لاکر اس اسلامی اجتماع کو کامیاب بنائیں۔ اور ثواب حاصل کریں۔ معزز بہنوں کے اصرار پر جلسے میں لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

نوٹ :- جلسہ ٹھیک وقت پر شروع کرکے ایک بجے ختم کر دیا جائے گا۔ اسلئے سب بہنیں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں اور مہربانی سے ناسمجھ بچوں کو ہمراہ نہ لائیں ؛

الداعیۃ

بیگم محمد علی آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور

متلاشیان ملازمت
کیلئے خدمت دین کا نادر موقع

ہماری جماعت کے بعض نوجوان ضرور بے روزگار اور کسی ملازمت کے متلاشی ہونگے ان نوجوانوں میں سے جو خدمت دین تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا حقیقی جوش اور ولولہ رکھتے ہوں وہ اپنی درخواستیں معہ جملہ کوائف یعنی ولدیت۔ عمر۔ تعلیم دینی و دنیوی۔ سابقہ ملازمت و تجربہ (اگر کوئی ہو) وغیرہ مقامی جماعت کے سیکرٹری صاحب کی معرفت یہاں مرکز میں بھجوا دیں - ان کی درخواستیں زیر غور رہیں گی اور جس وقت کوئی جگہ انجمن کے کسی شعبہ میں خالی ہوگی تو انکو اطلاع دی جا سکے گی۔ یہ امر واضح رہے کہ صرف ایسے نوجوان درخواستیں بھیجیں جنہیں خدمت دین کا خاص شوق ہو اور وہ کم از کم میٹرک پاس ہوں ؛

خاکسار
(ڈاکٹر) محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری انجمن !!

پیغام صلح

جلد ۲۸ | یوم سہ شنبہ ۱۷ ذیقعد ۱۳۵۹ھ ۱۷ دسمبر ۱۹۴۰ء | نمبر ۷۷

جدید نظامِ حیات کیا ہونا چاہیے؟

نسلی ہم آہنگی جماعتی وحدت اور مذہبی رواداری کی دُنیا کو ضرورت ہے

پیغام صلح کے جلسہ نمبر کے مقالہ افتتاحیہ میں ہم نے اس امر کی وضاحت کی تھی کہ دنیا کو ایک جدید نظام حیات کی ضرورت ہے اور وہ نظام حیات سوائے اسلام کے اور کچھ نہیں اقوام عالم جب تک ایک جدید نظام حیات کو قبول نہیں کریں گی اس وقت تک وہ خطرات جنگ سے محفوظ نہیں ہیں اور ان کے کلچر، تمدن اور تہذیب کی یکطرفہ ترقی انہیں ہلاکت سے نہیں بچا سکتی۔ موجودہ مقالہ میں ہم اس امر پر روشنی ڈالیں گے کہ دنیا کا آئندہ نظام حیات اسلام کیوں ہونا چاہئے اور وہ کونسی خصوصیات ہیں جو اسلام کے لئے اتنا عظیم الشان اور عالمگیر میدان فتوحات پیدا کرتی ہیں۔

اصل میں حقیقت یہ ہے کہ موجودہ نظام کی بنیاد نسلی امتیازات، مذہبی اختلافات اور جماعتی تفریق پر ہے۔ اسی تفریق اختلاف اور امتیاز سے متعدد سیاسی، معاشی اور اخلاقی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں اور ان الجھنوں کو دور کرنے کے لئے مختلف تحریکات عالم معرض وجود میں آئی ہیں اشتراکیت، اشتمالیت، آمریت وغیرہ وغیرہ سب وہ تحریکات ہیں جنہوں نے موجودہ نظام کے نقائص اور عوارض کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ امر بالکل واضح ہے کہ وہ اپنی کوشش اور مساعی میں بالکل ناکام رہی ہیں۔ ورنہ موجودہ جنگ کبھی معرض وجود میں نہ آتی۔ جنگ اس امر کی دلیل ہے کہ نظام حیات کے اندر کوئی بہت بڑا فتور پیدا ہو چکا ہے اور عناصر ترکیبی میں اختلال ہے۔ سو اس جنگ نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ دنیا کو ایک جدید نظام حیات کی اشد ضرورت ہے اور وہ نظام حیات ایسا ہونا چاہئے جو کہ اپنی فطرت میں عالمگیر اور ہمہ گیر ہو کیونکہ قومی اور مقامی نظامات سے دنیا تنگ آ چکی ہے اور نسلی ہم آہنگی مذہبی رواداری اور جماعتی وحدت کی مقتضی ہے اور ایسی تنظیم صرف **اسلام** ہی پیش کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ روحانی، معاشی اور تمدنی سلامتی کا مذہب ہے اور **مسلمان** وہی ہے جو خدا اور اس کی مخلوق سے صلح کر لیتا ہے۔ اور اپنے دین اور دنیا میں امن چاہتا ہے۔ یہ اسلام کے مبادی میں سے ہے کہ خدا کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور بنی نوع انسان کی بھلائی، بہتری اور بہبودی کے لئے بغیر کسی قسم کی رنگ و نسل کی تفریق کے ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اسلام کی بنیاد ہی دو اصولوں پر ہے۔ وحدت الٰہی اور وحدت نسل انسانی اگر ان دو اصولوں کو عالمگیر طور پر قبول کر لیا جائے تو رنگ و نسل مذہب اور جماعت کے تمام اختلافات مٹ جاتے ہیں۔

اسلام کا خدا رب العٰلمین ہے رب المسلمین نہیں وہ تمام عالموں کا رب ہے اور آج اس مغرب و مشرق کی خلیج کو پاٹنے کے لئے بھی قرآن مجید کا یہی عقیدہ قبول کرنا پڑیگا کہ خدا وہی ہے جو مشرق اور مغرب دونوں کا رب ہے۔ جب انکا رب ایک ہے تو پھر ان میں اختلاف کیسا۔ اسلامی نظام حیات میں نسلی امتیاز اور رنگ کی فوقیت کی وجہ سے کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے قریب نہیں ہو سکتا۔ قبائلی اور نسلی اختلافات اور امتیازات تو محض ایک دوسرے کی پہچان کے لئے ہیں اور خداوند تعالےٰ کے نزدیک بزرگ اور ممتاز وہی ہے جو متقی اور پرہیزگار ہے جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:—

یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ط

ترجمہ:— اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہی ہے جو سب سے متقی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر دنیا تعزز اور ترفع کے اس روحانی معیار کو قبول کر لے تو پھر نسلی امتیازات کے سبب جھگڑے مٹ جاتے ہیں۔

اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور دین ہے جو تمام مذہبی اختلافات کو مٹاتا ہے اسی لئے وہ ایک عالمگیر مذہب ہے مسلمان قرآن مجید کی نص صریح کے مطابق کہ ولکل امۃ رسول یعنی ہر ایک قوم کے لئے ایک رسول ہے، دنیا کے ہر روحانی معلم اور پیغمبر کو ماننے کیلئے مجبور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دوسری اقوام کی روحانی صداقتوں اور مذہبی حقیقتوں کا انکار نہیں کرتے بلکہ تمام اقوام کے ہادیوں کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر آنحضرت صلعم کی ذات میں تو آئندہ تمام اختلافات کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اور خاتم النبیین ہیں ان کے بعد ایسے نبی ہرگز نہیں آئیں گے جن سے قوموں کے اندر شرعی اور بنیادی اختلافات پیدا ہوں۔ البتہ اللہ تعالےٰ بعض محدثین اور مجددین کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ بخشے گا تا اسلام ہمیشہ شگفتہ اور ترو تازہ رہے۔ جو شخص آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین قبول کرتا ہے وہ درحقیقت تمام اقوام کے گذشتہ ہادیان مذاہب کو قبول کرتا ہے۔ اور آئندہ ایسے امکانات کا انکار کرتا ہے جس سے اختلافات پیدا ہوں اور ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں جیسا کہ آجکل ہیں۔ سو یہ عقیدہ رکھنے والا نہ اپنے آپ کو کسی دوسری قوم پر کوئی فوقیت دے سکتا ہے اور نہ کسی نسلی اور مذہبی اختلاف کو برداشت کر سکتا ہے۔ سو اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے اندر وحدت نسل انسانی اور وحدت الٰہی کو قائم کر سکتا ہے فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا ط پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ جب سب کا معبود ایک ہو اور سب متحدہ طور پر اس کے فرمانبردار رہیں تو یقیناً سب اختلاف مٹ جاتے ہیں اور ایک اعلیٰ درجہ کی عالمگیر اخوت قائم ہو جاتی ہے۔

قومی اور بین الاقوامی سیاسیات میں معاشی کشمکش کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان جو جنگ ہو رہی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں اور ان دونوں معاشی نقطہ ہائے نگاہ میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ ایک کے نزدیک جائداد اور دولت پر فرد واحد کو پورا تصرف حاصل ہے اور دوسرے کے نزدیک صرف جماعت اور قوم کو ہی یہ تصرف اور ملکیت حاصل ہو سکتی ہے لیکن اسلام میں دولت اور مال کا معاشی نظریہ ان دونوں سے مختلف ہے اسلام میں جائداد اور دولت کی ملکیت صرف خدا کی ہے انسان تو صرف اس دولت کے امین ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے واٰتوھم من مال اللّٰہ الذی اٰتٰکم ط اور ان کو اللہ کے مال سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے۔ اور پھر یہ مال بھی مختلف قومی اور مشترکہ شعبوں میں چلا جاتا ہے اور تقسیم ہو جاتا ہے۔ اسلام سود کی بالکل ممانعت کرتا ہے جس سے مہلک سرمایہ داری کا بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ کے ادارہ کو قائم کرتا ہے جس سے فرد کے جائز اور محدود حقوق جائیداد اور دولت پر قائم ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ تقسیم جائداد کے اصول اور قوانین بھی ایسے ہیں جن سے سوسائٹی کے کسی حلقہ کی محرومی اور حق تلفی نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

سو مذہبی، روحانی، معاشی اور سیاسی لحاظ سے صرف اسلام ہی ایسا نظام حیات ہے جس سے موجودہ دنیا کی مشکلات کا حل ہو سکتا ہے اور جب تک موجودہ دنیا اسے قبول نہیں کرے گی اس وقت تک وہ نسلی امتیازات مذہبی اختلافات اور جماعتی تفریق سے نجات نہیں پا سکتی۔ کیونکہ اسلام مغربی نظامات کی ضد ہے اور ان کی خرابیوں اور عوارض کا واحد علاج ہے آجکل کی معاشی اور عمرانی تحریکات ان مشکلات کو دور نہیں کر سکتیں اور نہ انتہائی کوشش کے باوجود آج تک کر سکی ہیں ان کی اصلاح صرف اس مسلک اور دین سے ہو سکتی ہے جو کہ خدا کا قائم کیا ہوا دین ہو۔ اور وہ دین صرف اسلام ہی ہے۔ (م)

"ہم سالانہ جلسہ کو کس طرح کامیاب بنا سکتے ہیں؟"

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کے اجلاس کی کاروائی

(از جناب محمودہ عبداللہ صاحبہ سکرٹری احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن)

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا اجتماع بموجب پروگرام یکم دسمبر بروز اتوار نماز ظہر کے بعد ہوا۔ جلسہ کی صدر محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب منتخب ہوئیں۔ اہلیہ چوہدری ظہور احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد عزیزہ زبیدہ بیگم و عزیزہ زکیہ بیگم نے نہایت خوش الحانی سے نعت پڑھی۔ اس دفعہ تقریر کا موضوع تھا کہ "ہم سالانہ جلسہ کو کس طرح کامیاب بنا سکتے ہیں"؟

مقررہ موضوع پر سب سے پیشتر حامدہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے تقریر کی اور نہایت عمدہ پیرایہ میں بتایا کہ خدا کے فضل سے ہمارا سالانہ جلسہ اپنے اندر بڑی کشش اور دلچسپی رکھتا ہے لیکن ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کی رونق اور دلچسپی کو اور بھی بڑھایا جائے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جلسہ کی رونق کو بڑھانے کا نہایت اہم ذریعہ پراپیگنڈا ہے۔ پروپیگنڈا ایسی چیز ہے کہ دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ گو یہ امر مسلم ہے کہ عام اشتہاروں میں غلط پروپیگنڈا ہوتا ہے لیکن تو بھی جب کوئی مریض اپنے مرض کے لئے کسی دوائی کے اشتہار کو مختلف اخباروں میں دیکھتا ہے تو وہ اس سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اسے منگا کر استعمال کرتا ہے۔ تو اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ ہم غلط پروپیگنڈا کریں، بلکہ یہ ہے کہ اپنے صحیح اغراض و مقاصد کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ انہیں بتایا جائے کہ ہماری جماعت کن کن طریقوں سے تبلیغ اسلام کر رہی ہے اور ہم میں سے ہر ایک اپنا فرض سمجھے کہ اس نے ضرور اپنی واقف کار و رشتہ دار عورتوں کو جلسہ میں اپنے ساتھ لانا ہوگا۔ مقررہ نے کہا کہ ہمارے جلسہ کو زیادہ مفید بنانے کے لئے چاہیئے کہ ہم پس پردہ سلسلہ کے کسی بزرگ کا یا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک لیکچر بھی رکھیں۔

دوسری بات جو انہوں نے بیان کی وہ یہ ہے کہ جلسہ گاہ میں دوران تقریر میں خود بھی خاموشی سے سنیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کریں۔ بالعموم جب اتفاقاً پرانی سہیلیاں ایک دوسرے سے وہاں مل جاتی ہیں تو وہ اسی وقت دوران جلسہ میں ایک دوسرے کی خیر خیریت پوچھنے لگتی ہیں جس سے دوسری عورتوں کو سننے میں خلل ہوتا ہے۔ اس طرح جو سٹیج سے ذرا دور بیٹھنے والی ہوتی ہیں وہ شور سے کچھ نہ سن سکنے کی شکایت کرتی سنی جاتی ہیں۔ اس کا تدارک کرنا چاہیئے ورنہ مہمان عورتوں کے لئے یہ امر بے لطفی کا باعث ہوتا ہے اور آیندہ اُن کے نہ آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ازاں بعد عزیزہ رشیدہ بیگم بنت حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے تقریر کی اور بتایا کہ ہمیں اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے چاہئیں کہ ہمارے اخلاق حمیدہ سے لوگ زیادہ سے زیادہ ہماری طرف آئیں اور ہمارے جلسہ میں شرکت کریں۔ ہمیں خاص طور پر اپنی مہمان عورتوں کی ہر طرح خاطر و مدارات کرنی چاہیئے اور ایسی عورتوں کے لئے جو دوسرے شہروں سے آکر ہمارے پاس قیام کریں حتی الوسع آرام و راحت بہم پہنچانا چاہیئے اور اُن کو خاص طور پر اپنی خوش اخلاقی سے متأثر کرنا چاہیئے کہ تا انہیں پھر بھی جلسہ میں آنے اور اس میں شریک ہونے کی خواہش رہے۔

دوسرا حتی الوسع عورتیں سادگی سے جلسہ میں آئیں کہ تا امیروں غریبوں میں کچھ مساوات کا رنگ رہے اور غریب اپنے سادہ لباس میں امیروں کے روبرو بیٹھنے میں تکلیف محسوس نہ کریں نیز اپنی دستکاری نمائش کو کامیاب بنانے کے لئے پوری جدوجہد کی جائے۔

دوسری تقریر کے بعد اہلیہ چوہدری ظہور احمد صاحب نے کہا کہ ہمیں اس سال بھی گذشتہ سالوں کی طرح وفد بنا بنا کر جانا چاہیئے اور عورتوں کو ترغیب دینی چاہیئے کہ وہ ضروری ہمارے سالانہ جلسہ اور نمائش دستکاری کے موقعہ پر آئیں اور کہا کہ جو کچھ عزیزہ حامدہ نے کہا تھا میں بھی اس سے عین متفق ہوں۔ اسی طرح عزیزہ رضیہ بیگم بنت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے کہا کہ مجھے بھی اس سے کلی اتفاق ہے کہ ہمیں زیادہ پراپیگنڈا کرنا چاہیئے کہ عورتیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہمارے جلسہ میں آئیں۔ نیز رضیہ بیگم نے کہا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک لیکچر احمدیت پر ضرور عورتوں کے پس پردہ ہونا چاہیئے جس کی باقی سب عورتوں نے بھی تائید کی۔

اس کے بعد اہلیہ سید اختر حسین صاحب نے پچھلے جلسہ کے موضوع یعنی رسول کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ سے نہایت مفید باتیں بیان کیں اور کہا کہ یوں تو دنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوتے اور مٹتے چلے جاتے ہیں لیکن قابل رشک وہ ہستیاں ہیں کہ جن کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہو اور اس طرح خدا تعالےٰ اپنے محبوبوں کو وہ وہ کام کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے کہ جن سے ان کا نام رہتی دنیا تک قائم رہتا ہے اور کہا کہ اس زمرہ میں ہمارے رسول کریمؐ سب سے افضل نظر آتے ہیں کہ اُن کا خدا تعالےٰ سے نہایت ہی گہرا تعلق تھا جیسا کہ قرآن کریم میں نہایت اچھے الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ رسول کریم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تو کہہ دے کہ میری عبادت میری قربانی یعنی تمام جدوجہد اور مرنا جینا رب العٰلمین کے لئے ہے سو بعینہٖ اُن کی زندگی سے یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ رسول پاک کا ہر قول و فعل خدا کی رضا کے لئے تھا۔ مقررہ نے رسول کریم کی زندگی کی سادگی اور فیاضی کا خاص طور پر ذکر کیا کہ انہوں نے بادشاہت مل جانے پر بھی نہایت سادہ زندگی بسر کی۔

پھر محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر نے جلسہ کے مقررہ موضوع پر چھوٹی سی تقریر کی اور فرمایا کہ یوں تو میرا ارادہ تقریر کرنے کا نہ تھا۔ لیکن چند الفاظ کہے دیتی ہوں۔

انہوں نے پہلے چند سالوں کے متعلق مختصر سا بیان کیا کہ جب ہم نے عورتوں کا جلسہ شروع کیا تو آج سے دو تین سال پیشتر بہت زیادہ تعداد میں عورتیں اس میں شامل ہوتی رہیں اور ساتھ ہی

باقی بر صفحہ ۹

ان احباب کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

جو جلسہ میں آ رہے ہیں اور جو نہیں آ رہے

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

(۱) جو احباب جلسہ میں آ رہے ہیں ان سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ جلسہ کی افتتاحی دعا اور خاتمہ کی دعا میں شامل نہ ہوئے تو جلسہ کی ایک بڑی بھاری غرض مفقود ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جلسہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تقریریں بھی ہونگی اور تجویزیں بھی ہونگی مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس تقریر کا قلوب پر اثر ہوگا یا کونسی تجویز بابرکت ہوگی اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارا بھروسہ نہ تقریروں پر ہے نہ تجویزوں پر بلکہ اگر کسی ایک چیز پر ہے تو دعا پر۔ خدا کے آگے گرنے پر۔ اس کے آستانہ سے مدد طلب کرنے پر۔ اسلئے میں ان احباب کی خدمت میں جو جلسہ پر آ رہے ہیں یہ عرض کروں گا کہ وہ جلسہ کی اصل غرض کو مفقود نہ ہونے دیں۔ اور افتتاحی دعا اور جلسہ کے اختتام کی دعا ہر دو میں شامل ہوں۔ حج جیسے عظیم الشان فریضہ میں بھی سب سے بڑی غرض عرفات کے میدان میں اکٹھے ہونا اور دعا کرنا ہے جو عرفات میں وقت پر پہنچ جاتا ہے اس کا حج ہو جاتا ہے اور جو عرفات میں نہیں پہنچتا اس کا حج نہیں ہوتا۔ پس جو احباب آ رہے ہیں ان سب کو چاہیئے کہ ۲۴ کی شام یا زیادہ سے زیادہ ۲۵ کی صبح دس بجے سے پہلے پہلے پہنچ جائیں۔ یوں بھی حضرت مسیح موعودؑ کا حکم جلسہ میں تین دن کے لئے شمولیت کا ہے پس اپنی تھوڑی سی تکلیف یا کسی دنیوی کام کو اس حکم کی تعمیل میں روک نہ ہونے دیں۔

(۲) اور جو احباب بوجہ کسی قوی مانع کے نہیں آ رہے۔ مثلاً ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب کا خط ابھی ملا ہے کہ انکو باوجود سخت کوشش کے رخصت نہیں مل سکی۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا خط ملا ہے جس سے یہ افسوسناک خبر ملی کہ انکے والد محترم مولوی محمد یحییٰ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا ہے اور ایسی صورت میں نہ مولوی صاحب شامل ہو سکیں گے نہ ڈاکٹر صاحب۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب ایک بڑے خدا رسیدہ انسان ہیں اور انہوں نے کبھی جلسہ کا ناغہ نہیں ہونے دیا۔ انکا جو مقام اس جماعت میں ہے اس لحاظ سے ساری جماعت کو مل کر اور علیحدہ علیحدہ انکی کامل صحت کیلئے دعا کرنی چاہیئے۔ ان لوگوں کا وجود سلسلہ کے لئے ایک برکت کا حکم رکھتا ہے۔ تو جو لوگ کسی قوی مانع کیوجہ سے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے ان سے میری یہ عرض ہے کہ وہ اپنی دعائیہ شمولیت کے علاوہ جو ہمارے مقاصد کی کامیابی کے لئے ہو ان مقاصد کی اپنی مالی قربانیوں سے بھی تائید کریں، اگر وہ آتے تو یقیناً ان کو سفر پر خرچ کرنا پڑتا۔ اور پھر یہاں کی تحریکات میں بھی وہ یقیناً حصہ لیتے تو اپنی جگہ پر خود حساب کر کے وہ ایک رقم جلسہ سالانہ سے پہلے پہلے بطور عطیہ امدادی بھیجدیں۔ یہ انکی جلسہ میں شمولیت کے قائم مقام ہو جائے گی۔

محمد علی

"خاک کا پتلا"
قبل از مرگ واویلا

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ایس۔پی)

جناب میاں محمود احمد صاحب اور شیخ غلام محمد

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے مقابل مصلح موعود ہونے کے دعویدار شیخ غلام محمد بانی صدر انجمن اہل اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے اپنے ایک رسالہ موسومہ "خلیفہ قادیان کے جشن منانیکی دو جھوٹی خوشیاں" مطبوعہ ۲۰ فروری ۱۹۴۰ء کے صفحہ ۲۲ پر ایک پیشگوئی حضرت مسیح موعود جو ایک الہام میں حضرت ممدوح ۱۸۹۱ء از مندرجہ تذکرہ صفحہ ۱۹۶ پر مبنی ہے۔ بطریق ذیل شائع کی ہے:-

"ایک شخص کی موت کی نسبت خدا تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کلب یموت علیٰ کلب یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مریگا۔ جو باون سال پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا۔ تب اسی کے اندر راہی ملک بقا ہوگا"

الہام پر حاشیہ آرائی

یہ الفاظ پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے ہیں۔ اس پر شیخ غلام محمد کی حاشیہ آرائی حسب ذیل ہے:-

"چونکہ خلیفہ قادیانی کی جسمانی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ اس لئے ۱۱ جنوری ۱۹۴۱ء تک شمسی حساب سے ان کی عمر اکاون سال پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے اس سال کا موسم بہار ان پر سخت بھاری ہے اور ان کی موت سے معلوم ان کی خلافت اور جشن کے اغراض کی موت ہو یا جسمانی موت یا دو نوں۔ یا اللہ تعالیٰ ہی واقعہ کے ظہور پر دکھا دے گا کہ کیسی موت ظہور میں آنے والی ہے"

اسی رسالہ میں شیخ غلام محمد نے حضرت مسیح موعود کے چند اور الہامات نقل کر کے کتے کے معنوں کا تقرر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کو حرص دنیا قرار دے کر حضرت مسیح موعود کے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہیں سے

جہنم کز د داد قرآں خبر ✽ ہمیں حرص دنیا است جان پدر
چہ حاصل ازیں دلستان دو رنگ ✽ کہ گاہے بصلوت کشد گاہے بجنگ

اور خاتمہ ان الفاظ پر کیا ہے:-

"اس میں ظاہری کتے کی مماثلت تو شاید پوری نہ ہو لیکن اہل دنیا کی حرص میں ان کی روحانی حالت کتے ہی کی ضرب المثل ہے اور خلیفہ قادیان اسی حرص میں مصلح موعود کی شان اختیار کر کے تمام قادیانی جماعت کی چوکھٹ پر بیٹھا ہوا ہر وقت محافظ بنکر رعب سے ڈرانے کا کام دے رہا ہے"

قادیانی احباب اور منذر خوابیں

اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض قادیانی احباب کو بھی خلیفہ صاحب قادیان کے متعلق کچھ منذر خواب آتے ہیں۔ اور خلیفہ صاحب نے وصیت بھی لکھ چھوڑی ہے اور اخبار سول ملٹری کے ایک نمائندہ کو بھی انٹرویو کے دوران میں یہ اثر لینا پڑا کہ خلیفہ صاحب کو تشدد آمیز موت (Violent Death) کا خطرہ لاحق ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور شیخ غلام محمد کی دماغی کیفیت کے متعلق خود ان کا قلمی اعلان شائع کر چکی ہے۔ اس کے دیکھنے کے بعد کسی صحیح الدماغ شخص کے نزدیک اس کے الفاظ کی کیا وقعت ہونی چاہئیے محتاج بیان نہیں۔ پھر اس نے جو پیشگوئی کی ہے۔ اس میں بھی گنجائش کے کئی پہلو رکھے ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اس پیشگوئی کی حقیقت خود واضح ہو جاتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے ہمارے قادیانی احباب کو جو بات سوجھتی ہے نرالی سوجھتی ہے۔ جہاں ایک طرف آجکل قادیان کی اور تمام بیرونی جماعتوں میں رات دن خلیفہ صاحب کی درازی عمر کیلئے دعاؤں پر زور دیا جا رہا ہے۔ غیر مبائعین کو بھی مختلف پیراؤں میں کوسا جا رہا ہے۔ حالانکہ پیشگوئی کرنے والا خلیفہ صاحب کا مد مقابل مصلح موعود شیخ غلام محمد ہے اور منذر خوابیں خود ان کے مریدوں کو آئی ہیں۔ جس سے جماعت احمدیہ لاہور کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

حضرت مسیح موعود اور فلسفہ دعا

حضرت مسیح موعود نے دعا کی فلاسفی کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ خلیفہ صاحب کو اس سے کتنا ہی اختلاف ہو کوئی احمدی اس سے انکار نہیں کر سکتا

دعا ایک نہایت مؤثر اور مجرب نسخہ ہے۔ جو کبھی فیل نہیں ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام حضرت مسیح موعود اور قرآن کریم نے کس قسم کی دعاؤں پر زور دیا ہے کیا وہ دعائیں کسی کے درد سر کے لئے یا کسی اور بیماری کے لئے مخصوص تھیں یا ترقی اسلام اور قرب الٰہی کے لئے۔ اسی مضمون پر ۱۲ نومبر کے پیغام صلح میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک پر معارف خطبہ شائع ہوا ہے۔ جس میں حسب ذیل الفاظ بھی شامل ہیں:-

خطبہ کا اقتباس

"دعا ایک بھاری حربہ ہے۔ اس سے کام لینا چاہئیے لیکن دعا کے مسئلہ میں لوگ غلطی کھاتے ہیں۔ بعض لوگ تو دعا پر زور دیتے ہوئے بھی دعا کی اصل غرض کو فراموش کر جاتے ہیں دعا کی اصل غرض ہے۔ رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کا حصول اگر اس غرض کو چھوڑ دیا جائے۔ تو گویا دعا کے اصل مقصد کو بھی نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں قادیانی جماعت کا قدم اسی طرف جا رہا ہے۔ خلیفہ یا ان کے چند مریدوں کو کچھ خوفناک خوابیں آگئیں۔ اب ان پر اس قدر شور ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ساری دعائیں ہی خلیفہ کیلئے وقف کر دینی چاہئیں۔ میں کہتا ہوں کہ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے مٹی کا پتلا آج نہیں مریگا تو کل مر جائے گا۔ مجھے افسوس آتا ہے یہ دیکھ کر کہ قادیان میں ویسے تو دعاؤں پر اس قدر زور دیا جاتا ہے لیکن کئی باتوں کے لئے دعائیں کی اور کرائی جاتی ہیں۔ خلیفہ بیمار ہے اس کے لئے دعا کرو۔ اس کے فلاں فلاں رشتہ دار بیمار ہیں ان کے لئے دعا کرو بیشک بیماروں کیلئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ یہ ایک انسانی فرض ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کیلئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ دعائیں کرو۔ اس کے بعد بیماروں کی صحت اور دیگر دنیاوی مقاصد کیلئے بھی دعا کرو۔ قرب الٰہی اور رضا الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے دین اسلام کو پھیلانا۔ لیکن قادیان میں اس کی طرف سے اب توجہ اٹھتی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھ لو ان کو سب سے زیادہ تڑپ غلبہ اسلام کیلئے تھی۔ اسی لئے وہ سب سے زیادہ دعائیں کرتے تھے"

کونسی بات قابل اعتراض ہے؟

خدا جانے ان الفاظ میں کونسی قابل اعتراض بات ہے۔ کیا یہ غلط ہے کہ قادیانی احباب عرصہ دراز سے خلیفہ اور ان کے اہلبیت کی بیماریوں کی دعاؤں کی درخواستیں چھاپتے چلے جاتے ہیں اور انکے مقابلہ میں آج تک کسی قادیانی اخبار میں یا خطبوں میں سوائے خلافت کی تبلیغ کے قرب الٰہی اور غلبہ اسلام کیلئے کبھی دعاؤں کی تحریک شائع نہیں ہوئی۔ قرآن کریم۔ احادیث نبوی کی دعائیں بھی سامنے موجود ہیں۔ کیا کوئی قادیانی بتلا سکتا ہے۔ کہ اس میں آنحضرت کی اور ان کے ازواج مطہرات کی بیماری و صحت کے متعلق کہیں دعائیں ہیں۔ کیا خود حضرت مسیح موعود نے اپنی صحت کے لئے احباب سے دعاؤں کے لئے کبھی اس قدر پر زور تحریک کی۔ اگر قرآن و حدیث و مختار حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا یہ رنگ نہیں تو قادیانی دعاؤں کی روش اگر خلاف اسلام نہیں تو اور کیا ہے

پیشگوئی اور خلیفہ صاحب کا معاصر

پھر پیشگوئی کرنے والا یا پیشگوئی کو نقل کر کے چھپال کرنیوالا خلیفہ صاحب کا معاصر و مد مقابل شیخ غلام محمد مصلح موعود ہے اور خوابیں دیکھنے والے ان کے مرید ہیں۔ اور اس پر قبل از مرگ واویلا مچانے والے قادیانی اور ان کے اخبارات ہیں۔ یک طرف پیشگوئی اور حوالوں کو درست تسلیم کر کے وصیت لکھی جاتی ہے اور واویلا کیا جاتا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بات ضرور ہے۔ دوسری طرف اگر کوئی از راہ ہمدردی عقل کی بات کر دیجئے تو اس کی خیر نہیں۔ خدا جانے ان متضاد باتوں میں کیا باہم مناسبت ہے۔ مگر قادیان میں معقولیت جرم ہے۔ ذرا ۲۸ نومبر کا فاروق اٹھا کر دیکھو۔ کسی صاحب ذبیح احمدی نے اپنے مذبوحی حرکات کی وہ نمائش کی ہے کہ پڑھ کر افسوس کے علاوہ حیرانی بھی ہوتی ہے۔ کہ کوئی وقت تھا۔ جب قادیان منبع علم و فضل تھا۔ اب وہاں سے کس قسم کا لٹریچر شائع ہو رہا ہے۔

مجبوراً بعض حصے پیش کئے جا رہے ہیں

کوئی معقول انسان بغیر شرم محسوس کئے اس کو پڑھ بھی نہیں سکتا۔ ضرورت نہ تھی کہ اس کی طرف توجہ بھی کی جاتی۔ مگر قادیانی احباب کی اطلاع اور غور کیلئے اس مضمون کے بعض حصوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ حضرت ذبیح صاحب پھڑ پھڑاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مخالفت تخلیق آدم سے توام ہے شر اول دنیا کے باپ اور پہلے پیغمبر کے متعلق بھی ایک بہت بڑی خود فراموش ہستی نے کہا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین یہ خاک کا پتلا ہے میں آگ کا۔ یہ آج نہیں تو کل مر جائیگا" کوئی ذبیح صاحب سے پوچھے کہ جب مخالفت تخلیق آدم سے

توام ہے اور قدرت نے کسی مصلحت سے اپنا کارخانہ اسی طرح چلایا ہے تو ان کو قدرت پر طعن کا حق کیونکر حاصل ہوا۔ پھر بشر اول دنیا کے باپ اور نبی پیغمبر سے اگر ایک ہی ہستی مراد ہے توسوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر تو امت کو جانتا ہے۔ بشر اول کی امت اس وقت جب ان کا ظہور ہوا بعضوت ذبیح اور ان کی برادری کے سوا اور کوئی نہیں تھا یعنی جانور و مویشی کے علاوہ اور کون سی مخلوق تھی۔ پھر جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ ابلیس کا قول ہے جس نے خود کو ناری بتلایا ہے اور آدم کو خاکی ہونے کا طعن دیا ہے۔ کیا ذبیح صاحب کو انکار ہے کہ آدم خاکی نہ تھا۔ اگر ان کا آدم یعنی خلیفہ خاکی نہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ ان کو ناری بنائیں اور خود ان کی ذریت میں شامل رہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"مقام مخالفت کے مقابل مقام محبت یا مقام عشق ہے۔ اگرچہ دنیا کے عقلمند اسباب ظاہری کے پابند انہیں دیوانہ خیال کرتے ہیں۔ مگر میدان انہیں کے ہاتھ رہتا ہے"۔

ان الفاظ میں ذبیح صاحب نے اپنے دعویٰ عشق و محبت کا اظہار کیا ہے جو کوئی بری بات نہیں۔ لیکن دیوانگی سے خدا ان کو بچائے۔ اس کیلئے پاگل خانہ کی سیر کرنی پڑتی ہے۔

اس کے بعد ذبیح صاحب نے آنحضرت کی وفات کے واقعہ اور پھر صحابہ کی بیقراری کا نقشہ کھینچکر دکھایا ہے۔ حالانکہ آنحضرت بھی خاک کے پتلے تھے اور وفات پا گئے۔ اس سے کس کو انکار ہے۔

. . . .

آگے چل کر ذبیح صاحب نے حضرت مسیح کے واقعہ صلیب کے متعلق لکھا ہے۔ خدا کا نبی مسیح دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ اور بار بار دعا کرتا تھا۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے خدا اگر ہو سکے تو موت کا پیالہ مجھسے ٹالدے اور اپنے ساتھیوں کو بار بار دعا کی تاکید کرتا تھا۔

خدا جانے اس حوالہ سے ذبیح صاحب کا کیا مطلب ہے کیا خدانخواستہ اس کا خلیفہ بھی مسیح کی طرح دشمنوں کے نرغے میں پھنسا ہوا ہے اور اس کو موت کا پیالہ نظر آرہا ہے اور اللہ کی رحمت سے مایوسی ہے۔ خدا نہ کرے کہ نوبت یہاں تک آپہنچی ہو۔ اگرچہ سول اینڈ ملٹری کے انٹرویو والے نے جو لکھا ہے۔ اس سے اس قسم کے خطرہ کے آثار ہویدا ہیں۔ مگر ذبیح صاحب کو تو کلمۂ خیر ہی لکھنا چاہیئے تھا۔ آخر وہ میاں محمود احمد صاحب کے مرید ہیں۔ ان کو پہلے اس کا پارٹ ادا کرنا مناسب نہ تھا۔

مسیح کے ذکر کے بعد ذبیح صاحب نے پھر آنحضرت کے متعلق ان کے صحابہ کی قربانیوں اور وفا کا ذکر کیا۔ اور آخر آنحضرت کو بھی خاک کا پتلا ہی تسلیم کیا۔ مگر جب سب کچھ لکھنے کے بعد کوئی معقول بات نہ کر سکے تو آخر اسی قادیانی فطرت کا مظاہرہ کیا ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ پر حملہ کیا ہے مگر اس عالی نگری کے بھکاری اور عقل و نکے کے کورے بندہ کو یہ نظر نہ آیا کہ وہ خلیفہ صاحب کے حق میں لکھ رہا ہے یا الٹا ان کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اگر اس کی عقل کے خانہ میں صفر تھا تو چاہیئے تھا کہ عالی نگری کے کسی گاٹھ کے پکے پر سول شکم اور عریض سینہ والے سے مشورہ لے لیتا کہ وہ کیا لکھنے بیٹھا ہے۔ ذرا آگے دیکھیئے۔ ایک اور خاک کا پتلا پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر کس انداز میں۔

"ایک خاک کا پتلہ حسن بن علی اپنی بیویوں کو پے در پے طلاقیں دیتا تھا۔ لوگ پھر بھی اس سے اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے تھے"۔

اس پُرمعارف فقرہ کا نفس مضمون سے کیا تعلق ہے یہ تو ذبیح صاحب کو معلوم ہوگا۔ مگر انہوں نے جو نسبت دانستہ یا نادانستہ پیدا کر دی ہے ان پر واضح ہونا چاہیئے کہ اس سے پہلے بھی کئی قادیانیوں پر خود قادیان میں عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے اور کئی قتل مقاتلے بھی ہو چکے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ اس تحریر کو پڑھ کر مبایعین کو پھر واقعات گذشتہ یاد آجاویں۔ مگر اس کی وجہ یقیناً ذبیح صاحب ہونگے۔ اگر ذبیح صاحب کی مراد یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے مریدان کی خدمت میں اپنی بیٹیاں پیش کیا کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد کئے جائیے تمہیں ڈر کس کا ہے۔

اس کے بعد اسی سلسلہ میں ذبیح صاحب نے پھر یہی لکھا ہے کہ ایک گروہ نے اپنے بھائی کو خاک کا پتلہ سمجھتے ہوئے سر تن سے جدا کر دیا۔ اس خاک کے پتلے کو بھی دنیا جانتی ہے کہ وہ خاک کا ہی پتلہ تھا۔ ذبیح صاحب نے یہ ذکر بھی بے عمل کیا ہے . . . .

سب سے آخر ذبیح صاحب نے خلیفہ صاحب کی تسبیح و تحمید کا فریضہ ادا کیا ہے انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ قادیانی اکابر ہر مضمون کی ابتدا اسطرح کیا کرتے ہیں جسطرح انہوں نے خاتمہ کیا ہے۔ یہ ان کی کم علمی کی دلیل ہے اور عجب نہیں کہ وہ قادیان میں گستاخی متصور ہوتی ہو۔

خدا ذبیح صاحب کی حالت پر رحم کرے اور ہماری دعا ہے کہ اگر وہ پہلے سے سلسلہ ملازمت خاص قادیان میں منسلک ہیں تو ان کی اور ترقی ہو۔ اور اگر ابھی تک امیدوار ہی ہیں تو خدا جلد خوشی کے دن دکھلائے۔

چوں خاک بسر کردی و بے ذوق تپیدی۔ بیہودہ نوشتی و بجائے نہ رسیدی
در انجمن شوق تپیدن دگر آموز

بقیہ صفحہ

ذکر کی کہ ایک دفعہ انہوں نے اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں جو نہایت وسیع ہے عورتوں کے جلسہ کا انتظام کروایا اور باوجود اس کے کہ ہمارے خلاف احراریوں کا بڑا پروپیگنڈا تھا لیکن اتنی عورتیں آئیں کہ کرسیوں کی کافی تعداد ہونے کے باوجود بعض عورتوں کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اور کئی ایک کھڑی رہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ گذشتہ ایک دو سال سے ہمارے عورتوں کے جلسہ میں نسبتاً کم عورتیں تھیں تو اس کی دو وجوہات انہوں نے بیان کیں:۔

(۱) پہلی یہ کہ شاید ہماری کوشش میں کچھ کمی واقع ہوئی ہو۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اب عورتوں کے کافی جلسے وغیرہ ہوتے رہتے ہیں۔ اسلئے جب ہمارے اشتہار عورتوں کو پہنچتے ہوں گے تو وہ شاید اسکو بھی ایسے عام جلسوں میں سے سمجھ کر کماحقہ توجہ نہ دیتی ہوں۔

انہوں نے فرمایا کہ ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اپنے جلسہ کے اغراض و مقاصد کو اچھی طرح واضح کر کے لوگوں کو بتلائیں اور اس دفعہ ہمیں زیادہ اشتہار تقسیم کیلئے چھپوانے چاہئیں اور سکول کالجوں کی طالبات انہیں سکول کالجوں میں تقسیم کریں۔ شہر کے اندرونی حصوں میں اشتہار بھیجے جائیں۔ نیز کچھ لوگوں میں انویٹیشن چھپوا کر بھیجے جائیں۔ کیونکہ اغلباً ان کی زیادہ توجہ کے جاذب ہو سکتے ہیں۔ دستکاری نمائش کے لئے فرمایا کہ دستکاری ۱۵ دسمبر تک سب پہنچ جانی چاہیئے۔

شذرات

حضرت امیر کا نیا ٹریکٹ

جیساکہ "جلسہ نمبر" میں اطلاع دی جاچکی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا نیا ٹریکٹ **"اسلام اور موجودہ جنگ"** اردو انگریزی دونوں زبانوں میں طبع ہو چکا ہے۔ اب یہ ٹریکٹ اور جلسہ کے دعوتی رقعے جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور دیگر بیرونی دوستوں کی خدمت میں ارسال کئے جارہے ہیں۔ جن دوستوں کی خدمت میں پہنچیں ازراہ کرم وہ بہت جلدوں کی مناسب طریق پر تقسیم کا بندوبست کریں۔ یہ ٹریکٹ غیراز جماعت اصحاب کے لئے ہے انہیں میں زیادہ تر تقسیم ہونا چاہیئے۔ جلسہ میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ دوست چار پانچ دن کے اندر ہی ہیں اس کام کو سرانجام دے لیں۔ ان ٹریکٹوں کی تیاری پر کافی روپیہ صرف ہوا ہے۔ گرانی کے باوجود اعلیٰ درجہ کا کاغذ لگایا گیا ہے۔ عمدہ کتابت اور طباعت کرائی گئی ہے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کی کوئی کاپی بالکل ضائع نہ ہو بلکہ اپنے صحیح محل پر پہنچ جائے مقامی حالات اجازت دیں تو یہ ٹریکٹ مسجدوں۔ امام باڑوں اور ریڈنگ روموں میں بھی رکھ دینا چاہیئے۔

جلسہ سالانہ کے پوسٹر

جلسہ سالانہ کے بڑے پوسٹر بھی حسب معمول تیار کرائے جارہے ہیں جو امروز فردا میں بیرونی جماعتوں کو ارسال ہونگے۔ ان پوسٹروں کو نہایت احتیاط اور عجلت کیساتھ پبلک مقامات پر چسپاں کرا دیا جائے۔ مرکزی بازار۔ کچہریاں۔ منڈیاں۔ ریلوے اسٹیشن۔ کارخانے۔ اسکول۔ جامع مساجد اس کے لئے موزوں مقامات ہیں چسپاں کرنے کے لئے جگہ کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ وہ ایسی نہو کہ لوگ پوسٹروں کو پھاڑ دیں نہ اس قدر اونچا لگائیں کہ پڑھنے والوں کو دقّت ہو۔ یہ پوسٹر اور دوسرا لٹریچر جلسہ میں شرکت کی دعوت کو کامیاب بنانے میں انشاء اللہ بہت معاون ہوگا۔

انتظام جلسہ کے متعلق چند ضروری باتیں

جلسہ سالانہ کے انتظام کے متعلق چند نہایت ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ انکا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔ یہ امر مہمان حضرات اور منتظمین جلسہ کی سہولت کا باعث ہوگا۔

(۱) تمام دوست جو جلسہ میں شرکت کا مبارک ارادہ رکھتے ہیں۔ جلد از جلد مہتمم جلسہ کو اطلاع دیدیں کہ

(الف) وہ کس تاریخ کو لاہور پہنچیں گے؟

(ب) ان کے ہمراہ کتنے مرد۔ عورتیں اور غیراز جماعت اصحاب ہونگے۔ تاکہ ان کے استقبال۔ رہائش اور آرام کا مناسب انتظام بروقت ہو سکے۔

۲۔ مہمانوں کے استقبال کیلئے حسب معمول سابق رضاکار موجود ہونگے۔

۳۔ دفتر تحقیقات (انکوائری آفس) مسلم ہائی سکول لاہور

امتحانات دینیات کا مکمل کورس

احباب جماعت کی خاص "توجہ کے قابل"

پہلے اخبار پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ سالانہ امتحان جو نومبر ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ اس میں کئی وجوہات سے بہت سے احباب شامل نہیں ہو سکے جو آئندہ امتحان میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور بہت سے اور احباب کا ارادہ اب ایسے امتحانوں میں شامل ہونے کا ہو رہا ہے۔ اس لئے پانچ سال کا مکمل کورس اخبار میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جو صاحب آئندہ سال ماہ نومبر ۱۹۴۱ء میں امتحان میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ ابھی سے اپنے نام دفتر سکرٹری میں بھیج دیں۔ جہاں انجمن کی باقاعدہ شاخیں ہیں۔ وہاں کے سیکرٹری صاحبان احباب میں تحریک کر کے امتحان میں شامل ہونے . . . .

. . . . والوں کے نام بھیجدیں۔ ان امتحانوں کا منشا یونیورسٹی کے امتحانوں والے ڈپلوما یا ڈگری دینے کا تو نہیں ہے۔ جو حصول ملازمت میں کوئی مدد دے سکے۔ لیکن اس سے ایک بڑی دینی غرض پوری ہوتی ہے اور جو شخص یہ پنجسالہ کورس پورا کرے۔ وہ اس قابل ہو جائے گا کہ جہاں کہیں وہ ملازم ہو۔ یا کوئی اپنا کاروبار رکھتا ہو۔ وہ ایک مبلغ کا کام دے سکتا ہے۔ احمدی جماعت کا یہ طرہ امتیاز ہونا چاہئے کہ وہ دینی علوم سے بہرہ ور ہو کر دوسروں کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ کریں اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا نمونہ دکھائیں الداعی الی الخیر بنیں۔

امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر مضمون میں پچاس فیصدی نمبر حاصل کرنے ہوں گے۔ جو صاحب مجموعی نمبر پچہتر فیصدی حاصل کریں گے ان کو درجہ اول کی سند دی جاوے گی۔ اور جو چھیاسٹھ فیصدی حاصل کریں گے ان کو درجہ دوم کی اور جو اس سے کم نمبر حاصل کریں گے ان کو درجہ سوم کی سند دی جاوے گی۔ کامیابی کی سند حضرت امیر کے دستخطوں سے مزین ہوگی۔ ہر ایک صاحب کو پنجسالہ کورس کا امتحان مکمل دینا ہوگا۔ یعنی ہر سال ایک سال کے کورس کا امتحان پاس کر کے دوسرے سال اس سے اگلے درجہ کے کورس کا امتحان دینا ہوگا۔ ابتداءً سب کو پہلے سال کے کورس کا امتحان دینا پڑے گا۔ امتحان بآسانی اپنی جگہ پر دیا جا سکتا ہے۔ یعنی سوالات کے پرچے بذریعہ ڈاک بھیجدیئے جاویں گے۔ اور جوابات کے پرچے ایک حلفی اقرار کے ساتھ واپس کرنے پڑیں گے۔ جس کا مضمون یہ ہوگا کہ "میں نے وقت مقررہ کے اندر بلا امداد کسی کتاب یا کسی دیگر شخص کے جواب لکھے ہیں اور وقت مقررہ سے پہلے پرچہ سوالات کھول کر نہیں دیکھا" ہر ایک مضمون کا پرچہ سوالات صرف دو گھنٹے کے واسطے ہوگا۔ اگر احباب اس طرف توجہ کریں تو بآسانی جگہ بجگہ مبلغ پیدا ہو جاویں گے اور دینی علوم کے حصول کے لئے بہت سہولت ہو جائے گی۔ اب ذیل میں پانچ سال کا مکمل کورس پھر درج کیا جاتا ہے

(عزیز بخش جائنٹ سیکرٹری)

تفصیل کورس

نام درجہ — نام مضمون و کورس مقررہ

درجہ اول۔ (۱) قرآن کریم۔ سورہ فاتحہ و بقرہ کا ترجمہ و تفسیر مطابق بیان القرآن
(۲) سیرت۔ سیرت خیر البشر مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب
(۳) مسائل دینیات۔ مسائل طہارت، نماز، روزہ بموجب رسائل مولوی مصطفٰی خان صاحب
(۴) کتب سلسلہ۔ رسالہ مسیح موعود مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب

درجہ دوم۔ (۱) قرآن کریم۔ سورۃ آل عمران، نساء و مائدہ ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن
(۲) تاریخ۔ تاریخ خلافت راشدہ۔ مؤلفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب
(۳) مسائل دینیات۔ مسائل زکوٰۃ و حج از رسائل مولوی مصطفٰی خانصاحب
(۴) کتب سلسلہ۔ تحریک احمدیت مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب۔ سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ سوم یعنی توضیح مرام۔ فتح اسلام و ازالہ اوہام از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

درجہ سوم۔ (۱) قرآن کریم۔ سورہ انعام۔ اعراف۔ انفال و توبہ از بیان القرآن
(۲) سیرت۔ سیرت عائشہ صدیقہ (ملک محمد الدین صوفی بپنڈی بہاؤالدین)
سیرت صحابہ و سیرت صحابیات (دار المصنفین اعظم گڑھ)
(۳) حدیث۔ فضل الباری ترجمہ صحیح بخاری مشرح از حضرت مولانا محمد علی صاحب از ابتدا تا صفحہ ۱۶۱
(۴) کتب سلسلہ۔ آئینہ احمدیت مصنفہ مولوی دوست محمد صاحب
تعلیم اسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی۔ النبوۃ فی الاسلام از حضرت مولانا محمد علی صاحب۔ انجام آتھم صرف اردو حصہ صفحہ ۱ تا ۶۲ از حضرت مسیح موعود ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱ تا ۶۳

درجہ چہارم (۱) قرآن کریم۔ سورہ یونس۔ ہود۔ یوسف۔ رعد۔ ابراہیم۔ حجر۔ نحل۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء۔ حج۔ مومنون۔ نور۔ فرقان۔ شعراء۔ نمل۔ قصص۔ عنکبوت
(۲) تاریخ الفاروق مصنفہ مولانا شبلی۔ تاریخ بنو امیہ۔ تاریخ ہسپانیہ
(۳) حدیث۔ فضل الباری صفحہ ۱۶۲ تا صفحہ ۳۷۳
(۴) کتب سلسلہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ برکات الدعا۔ جنگ مقدس۔ حجۃ الاسلام۔ سرمہ چشم آریہ۔

درجہ پنجم۔ (۱) قرآن کریم۔ سورہ روم تا ختم قرآن
(۲) تاریخ۔ تاریخ بنو عباس۔ حروب صلیبیہ۔ حالات سلطان محمود و حالات اورنگ زیب۔
(۳) حدیث۔ فضل الباری صفحہ ۳۷۴ تا صفحہ ۹۲۹
(۴) کتب سلسلہ۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ ملفوظات۔ اولیاء امت۔ تطہیر الاولیاء۔ فصل الخطاب

نادر موقع

غیر معمولی رعایت سے فائدہ اُٹھائیے

انجمن نے مندرجہ ذیل کتب کی قیمتوں میں اس قدر زیادہ رعایت کر دی ہے کہ قیمتیں صرف برائے نام رہ گئی ہیں اور بالکل مفت کے برابر ہیں۔ تمام کتابیں بے حد مفید اور کارآمد ہیں۔ ذی استطاعت دوستوں کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ ان کتابوں کو رعایتی قیمت پر خرید کر حاجتمند بھائیوں میں مفت تقسیم کریں اور خود بھی استفادہ کریں۔ اس زرین موقع سے فائدہ اُٹھائیے۔

نیز ہمارے یہاں ہر قسم کی کتابیں بکفایت دستیاب ہو سکتی ہیں۔ فہرست مفت طلب کیجئے۔

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۱	حمائل شریف مترجم حقانی مجلد	ے	عہ/
۲	〃 بے جلد	[illegible]	/۸
۳	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول	[illegible]	/۸
۴	〃 دوم	[illegible]	/۸
۵	〃 چہارم	[illegible]	/۱۰
۶	〃 پنجم	[illegible]	/۱۲
۷	〃 ششم	ے	/۱۲
۸	〃 ہفتم	[illegible]	/۱۰
۹	مباحثہ راولپنڈی	/۱۲	/۴
۱۰	غلامی	/۲	/۰
۱۱	ویدوں کا بشت	/۴	/۱
۱۲	احمد مجتبیٰ	/۲	/-
۱۳	ثمر الہدیٰ	عہ/	/۴
۱۴	یجروید	[illegible]	/۴
۱۵	ست بچن	/۶	/۱
۱۶	ارتقائے نسل انسانی	/۲	/-
۱۷	مسئلہ تقدیر	۲	/۰
۱۸	مقام حدیث	/۱۲	/۴
۱۹	ارجہ کا قاعدہ	/۱	/-
۲۰	گورمکھی کی پہلی کتاب	/۳	/۰
۲۱	〃 دوسری کتاب	/۳	/۰
۲۲	〃 تیسری کتاب	/۵	/۰
۲۳	تاریخ گرنتھ صاحب	/۳	-
۲۴	رسالہ حج	/۴	/۱
۲۵	رسالہ زکوٰۃ	/۳	/۱
۲۶	بھگوت گیتا (انگریزی)	عہ/	/۱
۲۷	اسرار شریعت جلد دوم سوم	۱۲و۸/	/۱
۲۸	اتمام الحجۃ	/۲	/۰
۲۹	شہادۃ القرآن	/۴	/۰
۳۰	الحق مباحثہ لدھیانہ	/۶	/۰
۳۱	الحق مباحثہ دہلی	۱۰	/۰
۳۲	تکمیل کلام الامام	/۱۰	/۱
۳۳	شناخت ماموریں	/۳	/-
۳۴	نصاب منظوم	/۱	/-
۳۵	حجۃ اللہ	/۶	/-
۳۶	استفتاء	/۲	/-
۳۷	تحفہ قیصریہ	/۲	/-
۳۸	آئینہ احمدیت	/۸	/۱
۳۹	〃 〃 قسم اول	/۱۲	/۴
۴۰	فتاویٰ مسیح موعود	عہ	/۴
۴۱	پارہ اول مترجم	/۴	/-
۴۲	〃 〃 دوم	/۱	/-

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۴۳	پارہ سوئم مترجم	/۱	/-
۴۴	〃 چہارم	/۱	/-
۴۵	〃 پنجم	/۱	/-
۴۶	نور الحق حصہ اول	/۱۱	ا/-
۴۷	محمد مصطفیٰ	/۵	/۳
۴۸	حجۃ الاسلام	/۲	/-
۴۹	آریہ دھرم	/۴	/-
۵۰	اسلامی اصول کی فلاسفی	/۱۲	/۱
۵۱	تربیت اولاد	/۵	/۱
۵۲	احمدیہ موومنٹ باتی مسٹر درانی (انگریزی)	/۱۰	/۱
۵۳	سوانح حضرت مسیح موعود	/۲	/-
۵۴	مسیح موعود	عہ	/۴
۵۵	انجام آتھم	عہ	/۴
۵۶	جمع قرآن	/۱۲	/۱
۵۷	سراج منیر	/۶	/۱
۵۸	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم	ے/۱۲	/۸
۵۹	ابطال الوہیت مسیح	/۱	/۰
۶۰	فصل الخطاب غیر مجلد	ے	/۸
۶۱	تصدیق براہین احمدیہ	عہ	/۴
۶۲	تحفۂ حق	/۸	/۱
۶۳	سر الخلافہ	/۸	/۱
۶۴	نور القرآن حصہ اول	/۸	/۱
۶۵	〃 〃 دوم	/۸	/۱
۶۶	ضیاء الحق	/۲	-۰
۶۷	کرامات الصادقین	/۶	/۱
۶۸	تقدیر وخط حضرت مسیح موعود	/۳	/۰
۶۹	فتح اسلام	/۲	/۰
۷۰	توضیح المرام	/۲	/۰
۷۱	کامیابی	/۶	/۲
۷۲	سراجدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	/۳	/-
۷۳	شاہنامۂ اسلام جلد دوم	ے	/۵
۷۴	حقیقت اختلاف	/۲	/-
۷۵	مسئلہ بہشت	/۲	/-
۷۶	رسالہ نجات	/۲	/-
۷۷	آیت اللہ	/۱	/-
۷۸	جنگ مقدس	/۸	/۱
۷۹	حمامۃ البشریٰ	۶	/۱
۸۰	آئینہ کمالات اسلام	ے/۸	/۸
۸۱	انوار الاسلام	/۴	/-
۸۲	آسمانی فیصلہ	/۲	/-

نمبر شمار	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۸۳	نشان آسمانی	/۵	/-
۸۴	تحفۂ بغداد	/۴	/-
۸۵	حقیقت المسیح	/۳	--
۸۶	اسلامی تاریخی افسانے	/۴	/۲
۸۷	لائف آف سوامی دیانند (انگریزی)	عہ	/۲
	Islam انگریزی	/۶	/۱
	〃 Future	/۸	/۱
	〃 Anna...	/۶	/۱
	History mover	عہ	/۴
	〃 Ja...	/۲	/-
		/۲	/-
		عہ	/۴
		ھ/۸	/۴
۹۶	تحریک احمدیت	عہ	/۴
۹۷	ٹیچنگز آف اسلام (انگریزی)	/۱۲	/۲
۹۸	النبوۃ فی الاسلام	شہ	/۴
۹۹	تاریخ خلافت راشدہ مجلد	عہ	/۱۲
۱۰۰	〃 عثمان رضی	/۴	/۱
۱۰۱	〃 علی رضی	/۴	/۱
۱۰۲	درثمین اردو مجلد	/۵	/۳
۱۰۳	〃 کامل	/۷	/۴
۱۰۴	Woman by Kidwai	/۱	/-
۱۰۵	Apostasy & Muslim marriage	عہ	/۴
۱۰۶	درثمین فارسی	/۳	/۰
۱۰۷	حمائل حبیبی بلا ترجمہ	/۸	/۴
۱۰۸	Short Stories from The Holy Quran (انگریزی)	۵	/۳
۱۰۹	عقائد احمدیہ	عہ	/۸
۱۱۰	بیان القرآن پارہ اول	/۸	/۱
۱۱۱	〃 ششم	/۸	/۷
۱۱۲	〃 ہفتم	/۸	/۱
۱۱۳	حبیبہ	/۳	/-
۱۱۴	ملفوظات احمدیہ جلد اول	عہ	ھ/
۱۱۵	مراۃ الحقیقت	/۵	/-
۱۱۶	Daughter of Symerna (انگریزی)	عہ	/۳
۱۱۷	اسلامی عقائد	/۱۰	/۱
۱۱۸	شاہنامۂ اسلام پنجابی	/۱۲	/۲
۱۱۹	ادعیہ	/۲	/۱
۱۲۰	کتاب الماثور	ے	/۴
۱۲۱	حدوث مادہ	/۵	/-
۱۲۲	ادعیۃ القرآن۔ انگریزی	/۸	/۴

ملنے کا پتہ:- دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

محصول ڈاک قیمت کے علاوہ ذمہ خریدار ہوگا